سلف صالحین کی عمدہ تفاسیر کا لُبِّ لباب مستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیانِ باطلہ
کے اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا رد بھی تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مُفصّل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

تألیف: فخر المفسرین علّامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات تسہیل: مولانا محمد عابد قریشی صاحب متخصص فی الفقہ و فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

جلد ۴

دار الاشاعت

اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

سلف صالحین کی عمدہ تفاسیر کا لُبِ لباب مُستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیان باطلہ کے اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا رد بھی حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مُفصّل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

جلد چہارم

سورة القمر تا سورة الناس

تألیف

فخر المفسرین علّامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل و عنوانات

مولانا محمد عابد قریشی صاحب

متخصص فی الفقہ و فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

دارُالاِشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 021-32213768

عنوانات وتسہیل کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جولائی ۲۰۱۳ء علمی گرافکس
ضخامت : ۷۴۷ صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین

تفسیر حقانی جلد چہارم

عنوانات	صفحہ
سورۃ القمر	۲۱
ربط سورت	۲۱
واقعہ شق القمر	۲۲
شق القمر پر شبہات کا ازالہ	۲۲
مکذبین کی ہلاکت	۲۳
قیامت کی ہولناکی	۲۵
قوم نوح کی ہلاکت	۲۵
قوم عاد کی بربادی	۲۶
قوم ثمود کی بربادی	۲۸
عدم اتباع رسول ﷺ کی طرف چند اشارات	۲۹
حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ	۳۰
فرعونیوں کا حال	۳۱
کفار کے لئے دنیا میں سزا	۳۳
فرمانبرداروں کا نیک انجام	۳۴
سورۃ رحمٰن	۳۵
رحمٰن ورحیم ہی نے نبی ﷺ کو قرآن سکھایا ہے	۳۶
شمس وقمر کا حساب	//
جھاڑیوں اور درختوں کا سجدہ	//
آسمان کو بلند کیا	۳۶
دنیا میں میزان رکھا	۳۷
عدل وانصاف کا حکم	۳۸
زمین کا پھیلانا اور اس سے پھل وغیرہ اُگانا	//
انسان کی پیدائش	//
جنات کی پیدائش	۳۹
دو مشرق اور دو مغرب کا رب	//
دو دریاؤں کا اتصال وروانی اور ان کا پانی	۴۰
سمندر میں جہاز اور کشتیوں کا ٹھہراؤ	//
ہر چیز فانی ہے	//
رب تعالیٰ کو فنا نہیں	۴۱
ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے	//
فراغ اور ثقلان کی تفسیر	۴۲
اللہ تعالیٰ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں	//
آسمان کا پھٹ کر سرخی مائل ہو جانا	۴۳
بروزِ قیامت مجرم چہروں سے پہچانے جائیں گے	۴۴
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے دو باغ	۴۵
مذکورہ باغات کے چند اوصاف	۴۶
اہل جنت کے بچھونے	//
حوران جنت اور ان کے اوصاف	//
نیکی کا بدلہ	۴۷
مقربین پر خصوصی عنایت	۴۸
باغات کی ہریالی اور چشمے	//
جنت کے انار و کھجور	//
جنت کی دلکش چیزوں کا بیان	//
خیموں میں مستور بیٹھی حوریں	۴۹
خوبصورت عبقری تکیے وبچھونے	//
اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی برکات	//
سورہ واقعہ	۵۰
فضیلت سورۃ الواقعہ	//
ربط سورت	۵۱
وقوع قیامت کی علامات	//

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
قیامت میں انسانوں کے تین گروہ	۵۲	مؤمنین ومؤمنات کے آگے نور دوڑنے سے کیا مراد ہے	۷۳
دائیں اور بائیں والے	//	مؤمنین اور منافقین کے درمیان دیوار	۷۴
سابقین اوّلین	//	منافقین کی اہل اسلام سے التجاء	//
فرقہ سابقین کا ذکر	۵۳	اُصولِ سعادت	۷۵
اب سابقین کے لیے جو وہاں عیش وآرام ہیں ان کا بیان	//	زمانہ جو امد کا ترجمہ ہے اس میں مفسرین کے چند اقوال	
اصحاب الیمین کا ذکر	۵۵	ہیں	//
اصحاب والشمال کا حال	۵۷	مردہ دل کا زندہ ہونا	۷۶
دخول نار کا سبب	//	فضیلت ایمان	۷۷
اہل دوزخ کا کھانا پینا	۵۸	صدیق کی تفسیر	//
دلائل حشر	۵۹	شہید کی تفسیر	//
ستاروں کے ڈوبنے کی قسم	۶۲	حیات دنیوی کی مثال	۷۸
قرآن کے ہاتھ لگانے کا حکم	۶۳	مغفرت وجنت کی طرف دوڑو	۷۹
مقربین واصحاب الیمین پر انعامات ربانی	۶۴	جنت کے چند اوصاف	//
جھٹلانے والے گمراہوں کے لئے سزا	//	ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے	//
سورۃ الحدید	۶۶	لوہے کے چند فوائد	۸۰
اللہ تعالیٰ کی آسمانوں وزمین میں تسبیح	//	چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر	۸۱
تسبیح وتقدیس کے اسباب پر چند دلائل	۶۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دلوں پر نرمی	//
رات ودن کی تبدیلی	۶۹	چند ابحاث	۸۲
اللہ تعالیٰ دل کے رازوں کو جانتا ہے	//	افعال انسانی کی دو قسمیں	//
ایمان وانفاق فی سبیل اللہ	۷۰	بنی آدم کی تین قسمیں	//
تم مالک نہیں بلکہ نائب ہو	//	مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں	۸۳
اہل ایمان کے لیے عمدہ انعامات	۷۱	اہل نصاریٰ کو تقویٰ اور ایمان کا حکم	//
تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے	//	پارہ (۲۸) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ	۸۵
قرآن کفر وجہل کے اندھیروں سے نکالتا ہے	//	**سورہ مجادلہ**	//
تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے	//	ربط سورت	//
مراتب خیرات	//	واقعۂ شان نزول	۸۶
اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب	۷۲	مسئلہ ظہار	۸۷
اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کی حقیقت	//	ظہار کی صورتیں	//
ایفائے عہد کا وقت	۷۳	پیٹھ کے علاوہ اعضاء کے ساتھ تشبیہ	۸۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بحث دوم	۸۸	فیٔ کے مصارف	۱۰۸
عود کی تفسیر	۸۹	مہاجرین کا مستحق فیٔ ٹھہرنا	۱۰۹
کفارۂ ظہار	//	مناقب مہاجرین رضی اللہ عنہم	۱۱۰
ادائیگی کفارہ سے قبل بیوی کو چھونے کی ممانعت	۹۰	مناقب انصار رضی اللہ عنہم	//
کفارہ میں سہولت	//	شان نزول آیت	۱۱۱
دو ماہ کے روزے رکھے جائیں	//	بخل کی برائی مذمت	//
ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا جائے	//	تابعین کی مدح	//
جمیع آیت سے متعلق بحث	۹۱	لوگوں کے درجات	۱۱۲
احکام کی پابندی کی تاکید	//	شیعہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں	//
اللہ تعالیٰ ہر مجلس میں موجود اور ہر چیز سے باخبر ہے	۹۲	اور وہ بات کیا ہے؟	//
مجلس میں سرگوشی کی ممانعت	۹۳	اول خلاف (شیعہ سنیوں کے اختلاف کا باعث)	//
حضور علیہ السلام کی شان میں یہودیوں کی گستاخی	//	دوسرا خلاف	۱۱۳
آدابِ سرگوشی	۹۴	تیسرا خلاف	//
آدابِ مجلس	//	یہود کی منافقین سے ساز و باد	۱۱۶
مشورہ سے متعلق چند مباحث	۹۵	منافقین سے متعلق پیش گوئیاں	//
شانِ نزول	۹۶	پیشین گوئی ۲	//
نبی ﷺ سے سرگوشی سے قبل صدقہ دینے کا حکم	۹۷	وعدہ خلافی کا سبب	۱۱۷
صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں	//	معذب ہونے میں موجودہ کفار کی مثال پہلوں کی سی ہے	//
مذکورہ حکم کی منسوخی	۹۸	شیطان اور منافقین میں مناسبت	//
منافقین کی عادتِ بد	۹۹	شیطان کا بہ شکل راہب آنا	۱۱۸
اللہ ورسول کو ناراض کرنے والوں کے لئے ذلت ہے	۱۰۱	سعادت انسانی کے دو حصے	۱۱۹
اہل ایمان کے چند اوصاف	//	پرہیز گاری کا حکم	//
فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۱۰۲	اللہ تعالیٰ کو بھول جانے والوں کی طرح نہ ہو جانا	//
اللہ تعالیٰ کا گروہ	//	اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے احوال	۱۲۰
سورہ حشر	۱۰۳	اسمائے مبارکہ اور ان کی تفسیر	۱۲۱
بنونضیر کی جلاوطنی کا قصہ	//	تفسیر "السلام"	//
آسمان وزمین میں رب تعالیٰ کی تسبیح	۱۰۵	تفسیر "المؤمن"	//
بنونضیر سے آئے ہوئے مال فیٔ کے احکام	۱۰۷	کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر رکھی گئی ہے؟	۱۲۲
فیٔ اور غنیمت کے معنی	//	اسماء کی تاثیرات	۱۲۳

عنوانات	صفحہ
سورۃ الممتحنہ	۱۲۴
واقعۂ شانِ نزول	۱۲۵
کفار سے مودّت کی ممانعت	//
ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں اعداء اللہ سے دشمنی	۱۲۶
کفار سے دوستی رکھنا حرام ہے	//
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	//
شانِ نزول	۱۲۷
کفار سے دوستی وترکِ موالات	۱۲۸
کفار سے احسان وانصاف کیا جائے	//
اسلام کے مدِمقابل تین دشمن	//
دوسرا رقیب عیسائیت	//
دستور العمل	۱۲۹
کفار سے طریقۂ معاملات	۱۳۱
صلح حدیبیہ عہدونامہ	//
مسلمان عورتوں کا امتحان	//
کفار کی مسلم بیوی سے نکاح	۱۳۲
ادائیگی مہرونفقہ	//
مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟	//
دوسرا حکم مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ	۱۳۳
خواتین سے بیعت	۱۳۶
دواعی زنا کی ممانعت	//
ایک واقعۂ بیعت	//
بہتان باندھنے کی ممانعت	۱۳۷
نافرمانی کی ممانعت	//
عورتوں کی تربیتِ اسلام اورنئی تہذیب میں	//
موجودہ زمانے کی پیری مریدی	۱۳۹
دشمنانِ خدا سے دوستی کی ممانعت	//
دشمنانِ خدا کون؟	۱۴۰
کفار سے دوستی کی ممانعت کا سبب	۱۴۰
سورۃ الصف	۱۴۱
نا کرنے والی بات اللہ کے ہاں بہت بُری ہے	//
چند اہم مباحث	۱۴۲
عہد کو پورا کیا جائے	//
جو صف بنا کر جہاد کرتے ہیں اللہ ان سے محبت کرتے ہیں	//
صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد؟	//
صف بستہ ہو کر لڑنا	۱۴۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے شکوہ	۱۴۴
مشابہت بالنّبوت	//
تورات کی تصدیق بزبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۴۵
حضرت عیسیٰ کا اپنی نبوت کے اثبات میں دو باتیں کہنا	//
پولس اور لوتھر کی تعلیم	۱۴۶
فارقلیط میں بحث	//
انجیل شریف	۱۵۰
موجودہ اناجیل اور ان کی حقیقت	۱۵۱
انجیل مرقس	۱۵۲
انجیل لوقا	۱۵۳
انجیل یوحنا	//
اناجیل میں تحریف	//
بحث اول فارقلیط	۱۵۹
نسطورا فرقہ	//
انجیل برنباس حواری	۱۶۰
سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے	۱۶۳
وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں	۱۶۶
تعریف تجارت: ایک شے کا دوسری شے سے معاوضہ	//
مراتب کے جہاد	//
جنت کے مکانات	۱۶۷

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ	۱۶۸	منافقین اللہ کی راہ سے روکتے ہیں	۱۸۷
حواریین حضرت عیسیٰ علیہ السلام	//	منافقین کے قلوب پر مہر ہے	//
لفظ ''حواری'' کی تعریف وتفسیر	//	منافقین کی مثال دیوار کے ساتھ لگی خشک لکڑی کی سی	
سورۃ جمعہ	۱۷۱	ہے تشبیہ اس بات میں ہے کہ	//
ربط آیات	۱۷۲	منافقین کے لیے بخشش نہیں	۱۸۸
آسمان وزمین کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان		مال واولاد کی وجہ سے غلت میں نہ پڑو	۱۸۹
کرتے ہیں	//	اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے رزق میں سے خرچ کرنے کا حکم	۱۹۰
مسئلہ توحید کا عجب لطف کے ساتھ اثبات	//	**سورۃ التغابن**	۱۹۱
مسئلہ نبوت کا ثبوت	۱۷۳	تسبیح وتقدیس کے چند اسباب	۱۹۲
اُمّی کون ہیں	//	مسئلہ تقدیر اور اللہ تعالیٰ کا علم وارادہ	//
حکمت کے معنی	۱۷۴	بندہ کاسِب ہے نہ خالق	۱۹۳
حکمت شرعیہ کا بیان	//	انسان کی صورت سب سے بہتر	//
عرب کی حالت گمراہی اور دنیا کی اقوام کی ضلالت	۱۷۵	سابقہ ہلاک شدہ قوموں کے احوال	//
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت	//	ذکر معاد	۱۹۵
تورات پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال گدھے کی سی ہے	۱۷۷	دوبارہ زندہ کرنا آسان ہے	//
آیات اللہ کو جھٹلانے والوں کی بری مثل	//	ایمان کے ساتھ نیک کام بھی ہونے چاہئے	//
جمعہ کا اہتمام اور اس کے اعمال	۱۷۹	شفاعت وکفارہ میں فرق ہے	۱۹۶
مباحث: (۱) فضائلِ جمعہ	//	گناہوں کا مٹا دینا	//
احکام جمعہ	۱۸۰	کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی	۱۹۷
وجہ تسمیہ جمعہ	۱۸۱	ایمان باللہ اور نور معرفت کے دو رستے ہیں	۱۹۸
نماز جمعہ کی اذان	۱۸۲	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت	//
سعی الی الجمعۃ	//	اہل ایمان اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں	//
اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت	//	بیوی اور اولاد میں دشمن ہونا	۱۹۹
نماز جمعہ کے بعد تجارت کا حکم	//	عفو ودرگذر کی تاکید	//
سورۃ المنافقون	۱۸۴	اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو	۲۰۰
شانِ نزول	۱۸۵	اجر عظیم کے حصول کا طریقہ	//
منافقین کا قسمیں کھانا	//	اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے	//
منافق اپنی شہادت میں جھوٹے ہیں	۱۸۶	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ اور اس کے فوائد	//
ایمان (قسم) کی تعریف وتفسیر	//	دوگنا ثواب	۲۰۱

عنوانات	صفحہ
تم کو بخش دے گا	۲۰۱
سورۃ الطلاق	۲۰۲
مسائل طلاق	۲۰۳
چند اہم ابحاث	//
طلاق پسندیدہ عمل نہیں	۲۰۴
مفہوم عدت طلاق	//
احکام طلاق:...... اول حکم: حیض میں طلاق نہ دے	۲۰۵
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کی تفسیر	//
وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ کہ عدت کا شمار کرتے رہو	//
اقسام طلاق: طلاق تین قسم پر ہے	۲۰۶
الفاظ طلاق	//
چند متفرقہ احکام	//
مطلقہ کو مکان دینا واجب ہے	۲۰۷
سکنیٰ اور نفقہ (رہائش و اخراجات) بھی دینا چاہیے:	۲۰۸
عدت پوری ہونے کے بعد دستور کے موافق رکھنا یا چھوڑ دینا	۲۰۹
رجوع یا طلاق پر گواہ قائم کرنا	//
احکام کی پابندی پر تاکید	//
بے اعتدالیاں خوف خدا نہ ہونے کے سبب ہیں	//
خوف خدا کے ثمرات	۲۱۰
فوائد توکل اور اس کی تاکید	//
بوڑھی عورتوں کی عدت	۲۱۲
چند اہم بحث: عدت حاملہ	۲۱۳
عدّت کے احکام	۲۱۴
احکام کی پابندی نہ کرنے پر عتاب	۲۱۶
عقل مند کون ہیں	۲۱۷
سورۃ التحریم	۲۱۸
ربط سورت	۲۱۹
حلال کو حرام کرنے کی ممانعت	//

عنوانات	صفحہ
وہ کون سی چیز تھی جس سے آپ ﷺ نے رکھنے کا ارادہ کیا تھا؟	۲۱۹
شان نزول	۲۲۰
آنحضرت ﷺ کے راز کا افشاء	//
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو توبہ کی تاکید	۲۲۱
ازواج مطہرات کو ڈرانا	۲۲۲
شوہر کی خدمت اولاد کی پرورش بھی عبادت ہے	۲۲۳
سائحات کی تفسیر	//
ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا کی تفسیر	//
اوصاف تین قسم پر ہیں	//
اہل خانہ کو حق کی تعلیم و تبلیغ	۲۲۴
نار جہنم کے اوصاف	//
کافروں کی کوئی عذر قبول نہیں	۲۲۵
توبہ نصوح	//
توبہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا	//
توبہ کے بعد حقوق العباد ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے	۲۲۶
کفار و منافقین سے جہاد	۲۲۸
قرابت داری پر فخر دانشمندی نہیں	//
حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی بیویوں کا انجام	//
دو نیک بیبیاں	۲۲۹
حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ	//
تَبٰرَكَ الَّذِيْ	۲۳۱
سورۂ ملک	//
رحمانیات ربانیات	۲۳۲
کتب سماویہ میں متفقہ چند اہم مسائل	//
برکت کی تعریف و تفسیر	۲۳۳
شئے کی تعریف و تفسیر	۲۳۴
موت و حیات آزمائش کے لئے ہے	//
موت زوال حیات کا نام ہے۔ پھر اس کے پیدا	

عنوانات	صفحہ
کرنے کے کیا معنی؟	۲۳۵
علم اجمالی و تفصیلی	//
بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں	//
جہنم بری جگہ ہے	۲۳۹
منکرین کے لئے عذاب جہنم	//
جہنم اور اہل جہنم کے احوال	//
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے	۲۴۳
تخلیق زمین اور اس کے اوصاف	۲۴۵
رحمٰن ہی فضا میں پرندوں کو تھامتا ہے	۲۴۷
رحمٰن کے علاوہ کوئی معین و مددگار نہیں	۲۴۸
کسی کی التجاء کرنی اور اس کو پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں	//
موحد و مشرک کی مثال	۲۵۰
کجی اور راستی کا بیان	//
تخلیق انسانی	۲۵۱
اہل خرد و عقل کے لیے چند اشارات	//
وقوع قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے	//
روز محشر کی کیفیت اور کفار کی ذلت و رسوائی	۲۵۲
بتوں کی کمزوری اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل	۲۵۳
سورۃ القلم	۲۵۵
آپ علیہ السلام کی ذات پر کفار کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کا رد	//
نون سے کیا مراد ہے؟	۲۵۶
صوفیہ کرام کا مذہب	۲۵۷
قلم سے کیا مراد ہے؟	//
آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد؟	۲۵۸
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بے انتہا اجر	//
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ	//

عنوانات	صفحہ
خلق کیا ہے؟	۲۵۹
پیشین گوئی	۲۶۰
فتنے میں کون مبتلا ہے	//
اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں گمراہ اور ہدایت یافتہ	//
اہل تکذیب کا کہنا نہ مانا جائے	//
شان نزول	۲۶۱
ولید بن مغیرہ کی رسوائی	//
مکذبین و منکرین کے اوصاف	۲۶۲
مال و اولاد غرور و فخر کا باعث نہیں	//
ناک پر داغنا	//
کفار کی سامان آسائش سے آزمائش	۲۶۴
فراخ دستی و آسائش سے آزمائش	۲۶۵
قصہ اصحاب الجنۃ	//
باغ والے کون تھے؟	//
آزمائش کیا تھی؟	//
کفار مکہ قصہ مذکورہ سے واقف تھے؟	۲۶۶
غلطی کا اعتراف	۲۶۷
پرہیزگاروں کے لیے انعامات ربانی	۲۶۸
کفار کی خوش فہمی کا جواب	//
قیامت کا ہولناک واقعہ	۲۶۹
ساق کیا ہے؟	//
تعین ساق میں چند اقوال	//
بروز قیامت اہل ریا و نفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے	۲۷۰
سجدہ نہ کر سکنے کا سبب	//
اہل تکذیب کی رفتہ رفتہ گرفت	۲۷۱
تفسیر استدراج	//
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مضبوط گرفت	۲۷۲
جلد بازی پسندیدہ نہیں	۲۷۳
قصہ حضرت یونس علیہ السلام	//

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
قرآن سن کر کفار کا غیظ وغضب	۲۷۴	تیسرا مسئلہ نبوت	۲۸۷
کفار کا آنحضرت ﷺ پر جنون کا الزام اور اس کا رد	//	دیدہ ونادیدہ چیزوں کی قسم	//
نظر کا لگنا	//	مراد رسول کریم ﷺ	۲۸۸
نظر بد مؤثر ہے	۲۷۵	قرآن شاعر وغیرہ کا کلام نہیں	//
سورۃ الحاقۃ	۲۷۶	قرآن مجید کے چند نمایاں اوصاف	//
ماقبل سورت سے مناسبت	۲۷۷	مکذبین کے لیے حسرت وافسوس کا سبب	۲۸۹
عذاب آخرت دنیا میں	//	**سورۃ المعارج**	۲۹۱
حاقہ کیا ہے؟	//	شانِ نزول	//
حاقہ یعنی دنیا میں عذاب آخرت کی چند مثالیں	۲۷۸	ماقبل سورۃ سے مناسبت	۲۹۲
عاد وثمود کی ہلاکت	//	وقوع عذاب سے متعلق سوال	//
قارعہ کا بیان	//	وقوع عذاب	//
طاغیہ کا بیان	//	صبر جمیل کا حکم	//
قوم عاد کی ہلاکت	//	عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہیں	//
حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل		تفسیر معارج	۲۹۳
	۲۸۰	روح سے کیا مراد ہے	//
پہلے نفخہ پر تمام عالم تباہ وبرباد ہو جائے گا	۲۸۳	پچاس ہزار برس کا دن	۲۹۴
تخت رب العالمین کو سر پر اٹھانا	//	ملائکہ ارواح اور روز قیامت	//
عرش وکرسی	۲۸۴	قیامت کے احوال مختلفہ	۲۹۶
اول ظہور انکشاف تام	//	دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی	//
کمال بلوغ	//	انسان کی کم ہمتی	۲۹۷
صفت عدل وابقائے حق	//	اہل ایمان کے آٹھ اوصاف	۲۹۸
رب تعالیٰ کا عرش	//	نماز پر ہمیشگی	//
کیفیت عدالت ونامۂ اعمال	۲۸۵	حاجت مندوں کی حاجت روائی	//
اہل جہنم کے احوال	//	محروم کے معنی	۲۹۹
اہل جہنم کا جرم	//	روزِ جزاء کی تصدیق	//
تنگی ومصیبت ٹالنے اور کم کرنے کے دو سبب	۲۸۶	پاک دامن	۳۰۰
اہل دوزخ کا کھانا	//	بیوی ولونڈی سے مباشرت کی اجازت	//
پہلا مسئلہ: توحید باری تعالیٰ	۲۸۷	متعہ کی حرمت	//
دوسرا مسئلہ: معاد کا	//	امانت وعہد کی پاسداری	//

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
شہادت وگواہی پر ثابت قدم	۳۰۱	وجودِ جن میں کلام	۳۱۹
نمازوں کے محافظ	//	جنات کا قرآن سن کر حیرت زدہ ہونا	۳۲۱
کفار کے خیالات فاسدہ کا ردّ	۳۰۲	(۲) جنوں کی پرستش اور ان کی نذر و نیاز سب لغو ہے	//
انسان کی تخلیق وحقیقت	//	مرد جنات سے پناہ مانگنا	۳۲۲
ہم تم سے بہتر قوم لا سکتے ہیں	۳۰۳	جنات کی پرستش کے چند طریقے	۳۲۳
کفار ناہنجاروں سے اعراض کا حکم	//	جنوں کا مادہ ناری یا ہوائی ہے	//
سورۃ نوح	۳۰۴	آسمان پر جنات کے لئے پہرے	۳۲۴
قصہ حضرت نوح علیہ السلام	۳۰۵	صراط مستقیم پر استقامت کے فوائد	۳۲۶
قوم نوح علیہ السلام کو تبلیغ	//	مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں	۳۲۷
قوم نوح علیہ السلام کے لیے عذاب کی وعید	//	مساجد کی تعریف وتفسیر	//
عبادت واطاعت اور تقویٰ کا حکم	۳۰۶	تلاوت قرآن کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم	//
اطاعت وفرمانبرداری کا ثمرہ	//	کفار کو آنحضرت ﷺ کا دوٹوک جواب	۳۲۹
حضرت نوح علیہ السلام کی اللہ سے اپنی قوم کی شکایت	//	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہیں	//
استغفار کے فوائد	۳۰۷	اہل ایمان کو تسلی اور کفار کو تنبیہ	۳۳۰
حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار افسوس	۳۰۸	وقوع قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں ہے	۳۳۱
دلائل توحید	//	علم غیب کی تحقیق اور اس کی اقسام	//
نطفہ سے انسان کی تخلیق	//	غیب الغیب اور غیب مطلق	۳۳۲
اوپر تلے سات آسمان	//	**سورہ مزمل**	۳۳۴
زمین کو فرش اور چلنے کے لیے کشادہ راستے بنائے	۳۰۹	شان نزول	۳۳۵
حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے متعلق شکوہ	۳۱۰	قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا	//
سرداران قوم نوح کی وصیت	۳۱۱	مزمل کی تشریح	۳۳۶
خدا تعالیٰ کو مجسم چیز تصور کرنا	۳۱۲	فوائد تلاوت قرآن	۳۳۷
ثبوت عذاب قبر	۳۱۴	قرأت قرآن اور اس میں غور وتدبر کے تین مرتبے ہیں	۳۳۸
بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہو		قول ثقیل کے معنی	//
جایا کرتے ہیں	۳۱۵	شب خیزی کے فوائد	۳۳۹
حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے دعا	//	نماز تہجد کے فضائل	//
سورۃ الجن	۳۱۶	ذکر کے اقسام	۳۴۰
شان نزول	۳۱۸	ذکر مع التبتیل	//
جنات کا قبول ایمان	//	نبی کریم ﷺ نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے	

عنوانات	صفحہ
تھے	۳۴۱
قیام شب ونمازِ تہجد وقرأت قرآن	۳۴۲
اس (اللہ) پر توکل کرو تمام دنیا کا وہی کارساز ہے	؍؍
صبر کی تلقین	؍؍
تفسیر ہجر جمیل	؍؍
مکذبین مالداروں کو مہلت	۳۴۳
نمازِ تہجد کا وقت	۳۴۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ میں مشابہتیں	۳۴۵
بچوں کو بوڑھا کردینے والا دن	۳۴۶
قیام لیل میں تخفیف	۳۴۷
حکم میں تخفیف کی حکمت ومصلحت	۳۴۸
قیام نماز، ادائیگی زکوٰۃ اور قرض حسنہ کا حکم	؍؍
ہر نیکی اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہے	۳۴۹
سورہ المدثر	۳۵۰
وقت ومقام نزول	؍؍
تفسیر الْمُدَّثِّرُ	۳۵۱
وجوہ مدثر	؍؍
انذار کا حکم	؍؍
تکبیر کہنے پر بحث	۳۵۲
طہارت جامہ وبدن فرض ہے	؍؍
صبر کا ثمرہ وانعام	۳۵۵
ولید بن مغیرہ اور مال ودولت	۳۵۶
حاضر باش بیٹوں کی نعمت	؍؍
ولید کا قرآن کو جادو اور آپ ﷺ کو جادوگر کہنا	؍؍
تکبر وعناد کا انجام	۳۵۷
ولید کی کیفیت عناد	؍؍
جہنم کے طبقۂ سقر کے اوصاف	؍؍
دوزخ کے انیس داروغے	۳۵۸
فرشتوں کی تعداد میں کیا رمز ہے	؍؍
دوزخ کے سات دروازے ہوں گے	۳۵۸
تعداد داروغہ کے بیان میں چار فوائد	۳۵۹
اللہ تبارک وتعالیٰ کے لشکر	۳۶۰
جہنم انسان کے لیے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے	؍؍
قیامت ضرور برپا ہوگی	۳۶۱
چاند، رات اور صبح کی قسم	۳۶۲
تعیین اصحاب الیمین	۳۶۳
اہل جنت کا اہل دوزخ سے سوال	؍؍
دوکام قوت نظریہ کے فاسد کرنے	؍؍
موت کو یقین اس لیے کہتے ہیں	۳۶۴
سفارش کام نہ آئیں گی	؍؍
اعراض کرنے والوں کی مثال گدھے کی سی ہے	۳۶۵
کفار کی درخواستیں	؍؍
قرآن ایک نصیحت ہے	؍؍
تقویٰ مغفرت کا سبب ہے	۳۶۶
سورہ القیمہ	۳۶۷
نفوس انسانی اپنی استعداد وفیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہیں	۳۶۸
تفسیر نفس لوامہ	۳۶۹
منکرین کے شبہات اور ان کا ازالہ	؍؍
ہم اس کی انگلیوں کے پورے کے درست کرنے پر قادر ہیں	؍؍
آنکھیں چندھیا جائیں گی	۳۷۰
علامات قیامت واحوال	؍؍
چاند بے نور ہوجائے گا	؍؍
چاند اور سورج جمع کیے جائیں گے	۳۷۱
قرآن کا پڑھوانا اور جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے	۳۷۲
شانِ نزول	۳۷۳
مؤمنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے	۳۷۴

عنوانات	صفحہ
دیدارِ الٰہی کی بحث	۳۷۴
احوالِ قیامت صغریٰ	۳۷۵
روح سے کلام	۳۷۷
انسان کی پیدائش عبث نہیں	//
اثبات نبوت کی دلیل	//
حقیقتِ انسان	//
حشر برپا ہونے کی دلیل	۳۷۸
سورہ الدھر	۳۷۹
ماقبل سورۃ مناسبت	۳۸۰
انسان عدم محض تھا	۳۸۱
انسان کی ابتداء	//
نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ	۳۸۲
منکرین کے لیے طوق اور زنجیریں	۳۸۳
اہل ایمان وابرار کے لیے چشمہ کافور کا مشروب	۳۸۴
ابرار کے اوصاف	۳۸۵
ابرار شر سے ڈرا کرتے ہیں	۳۸۶
یتیم و مساکین اور قیدیوں وغیرہ سے حسن سلوک	//
احسان نہیں جتلایا کرتے بلکہ ڈرا کرتے ہیں	//
ابرار کی جزاء	۳۸۷
اہل جنت کا اعزاز و اکرام	۳۸۸
اہل جنت کے لئے مشروب	۳۸۹
اہل جنت کی پوشاک	۳۹۰
اہل جنت کے لیے چاندی کے کنگن	//
کنگن پہنائے جانے کی وجہ	//
شراب طہور	//
اعمال کا ثمرہ	۳۹۱
نزول قرآن	۳۹۲
تسبیح وتقدیس اور سجدہ کا حکم	//
کفار کی دنیا طلبی	۳۹۳
تمہارا چاہنا بھی اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہے	۳۹۴
سورہ المرسلت	۳۹۶
ماقبل سورۃ سے ربط	//
پانچ چیزوں کی قسم	۳۹۷
ملائکہ کی قسم	//
علامات قیامت	۴۰۱
اعادۂ ویل کی وجہ	۴۰۲
انسانی توالد وتناسل کا حیرت ناک حال	۴۰۴
دوسری دلیل حشر	۴۰۵
منکرین جہنم کی طرف ہانکنا	۴۰۷
قصر کے معنی میں علماء مفسرین کے دو قول	//
زرد اونٹ کے برابر چنگاریاں	۴۰۸
اس تشبیہ کی وجہ	//
فیصلہ کا دن	۴۰۹
متقین اور مکذبین کا انجام	۴۱۰
چند روز کھالو پی لو آخر تم مجرم ہو	۴۱۱
عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ پارہ ۳۰	۴۱۳
سورہ النباء	//
شان نزول	//
تفسیر تساؤل	۴۱۴
نبا عظیم کی تفسیر	//
فیصلہ کا دن	۴۱۶
زمین کو فرش بنایا	//
پہاڑوں کو میخیں بنایا	۴۱۷
جوڑے جوڑے پیدا کیا	//
نیند کو راحت کا سبب بنایا	//
رات کو لباس و اوڑھنی بنایا	//
دن کو حصول معاش کے لئے بنایا	۴۱۸
سات مستحکم چھتیں بنائیں	//

عنوانات	صفحہ
چمکتا ہوا چراغ بنایا	۴۱۸
بادلوں سے پانی برسایا	۴۱۹
زمین سے اناج اُگایا	//
احوالِ قیامت	۴۲۱
تفسیر مِیْقَاتًا	//
صور کا پھونکا جانا	//
صورِ اول کی کیفیات	۴۲۲
جہنم تاک میں ہوگی	//
اہل جہنم کے احوال	//
قوت نظریہ وعملیہ	۴۲۳
متقین کے لئے کامیابی ہے	۴۲۵
مراتبِ تقویٰ	//
بروزِ قیامت کلام اور اس کی کیفیت	۴۲۷
رب کے پاس ٹھکانا بنایا جائے	۴۲۹
حاصل کلام	۴۳۰
سورہ النزعت	۴۳۱
ماقبل سورت سے مناسبت	//
کیفیت موت	//
کلمہ خمسہ کی تفسیر وتعیین	۴۳۳
احوال قیامت اور اس کی ہولناکیاں	۴۳۶
قیامت سے متعلق کفار کے اقوال	۴۳۷
موت کو خواب سے تشبیہ کے اسباب	//
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ	۴۳۹
معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام	۴۴۰
فرعون کا جھٹلانا	//
خداترس لوگوں کے لئے عبرت ونصیحت	۴۴۱
منکرین کے شبہ کا ازالہ	۴۴۲
تخلیق آسمان اور اس کی صنعتیں	//
آخرت میں نیک وبد کا چھٹنا	۴۴۳

عنوانات	صفحہ
دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے	۴۴۴
وقوعِ قیامت سے متعلق کفار کے سوال	۴۴۵
آپ کا کام خبردار کردینا ہے	۴۴۶
سورہ عبس	۴۴۷
اوصاف ﷺ	۴۴۹
انسان کیسا ناشکرا ہے	۴۵۰
سبیل کی تفسیر	۴۵۱
عالم آخر کا بیان	۴۵۲
قبر کی کیفیت	۴۵۳
جلانے سے دفنانا بہتر ہے	//
مردہ کو دفنانے کی چند مصلحتیں	//
احوال بعثت بعدالموت	۴۵۴
زندگی کے اسباب وسامان سے دلائل	۴۵۵
نفسانفسی کا عالم	۴۵۷
سورہ تکویر	۴۵۹
حوادثات قیامت	۴۶۰
زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ کس گناہ میں ماری گئی	۴۶۳
نامۂ اعمال کھولے جائیں گے	//
جب آسمان کھل جائے گا اور جو کچھ عالم بالا میں ہے ظاہر ہوگا	۴۶۴
اہل حشر کے لیے جنت سامنے لائی جائے گی	//
چلنے والے سیاروں کی قسم	۴۶۷
حامل اور آسمان اور تدویر اور ستارہ کا نقشہ	۴۶۸
قسم ہے صبح کی جب کہ روشن ہونے لگے	//
اوصاف حضرت جبریل علیہ السلام	۴۶۹
عالم مثال کے دوافق ہیں	۴۷۰
ایک شبہ کا جواب	۴۷۱
سورہ انفطار	۴۷۳

عنوانات	صفحہ
آسمان کا پھٹ جانا	۴۷۳
رب کریم سے غفلت	۴۷۵
غرور، تمنی اور رجا کا فرق	۴۷۷
تسویہ اور تعدیل میں فرق	//
محافظ فرشتے	۴۷۸
نیکیوں کا ثمر	۴۷۹
بدی کا انجام	//
معتزلہ کا مذہب اور اس کا رد	۴۸۰
سورہ مطففین	۴۸۲
وقت ومقام نزول	۴۸۳
پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں	//
مکر وخیانت کی تشریح	۴۸۴
سجین وعلیین کا بیان	۴۸۶
سجین وعلیین کے احوال	۴۸۷
گناہوں کی سیاہی اور زنگ	۴۸۹
عالم حشر اور اس کے بعد کے احوال	۴۹۰
ابرار کے نامہ اعمال	۴۹۱
نام مقربین	۴۹۲
ابرار کے لئے جنت کی نعمتیں	//
خالص وپاکیزہ شراب	//
کفار کا تضحیک کرنا	۴۹۵
کفار کی عادات بد	//
مسلمان کی تحقیر کرنا	//
سورۃ الانشقاق	۴۹۷
آسمان پھٹ جائے گا	۴۹۸
زمین پھیلائی جائے گی	//
زمین سب کچھ اُگل دے گی	//
لفظ کدح کی تفسیر	۴۹۹
نامہ اعمال مؤمنین کا آسان حساب	۵۰۰

عنوانات	صفحہ
پیٹھ کے پیچھے سے نامۂ اعمال کا ملنا	۵۰۰
استحقاق عذاب کا سبب	۵۰۱
تین چیزوں کی قسم	۵۰۲
اول شفق کی قسم	//
رات کی قسم	//
چاند کی قسم	۵۰۳
سورۃ البروج	۵۰۶
سبب نزول	۵۰۷
خدا کی پکڑ کا بیان	//
برجوں والے آسمان سے کیا مراد ہے؟	//
بارہ برجوں کی کیفیت	۵۰۸
بروج کے معنی	۵۰۹
یوم موعود کا بیان	//
شاہد ومشہود کی تفسیر	//
اصحاب الاخدود کی تحقیق	//
ذونواس کا تذکرہ	۵۱۳
ابتلائے فتنہ	۵۱۵
بڑی کامیابی	۵۱۶
صفت جبروت کا اظہار	۵۱۶
صفت رحم عطا کا اظہار	۵۱۷
صاحب عرش کی چند صفات	//
لشکر والوں کا قصہ	//
سورہ الطارق	۵۱۹
قسم ہے آسمان کی	۵۲۰
قسم ہے طارق کی	//
"طارق" کے معنی میں اقوال	//
مخفی باتوں کا ظہور	۵۲۳
بارش والے آسمان کی قسم	//
سورہ الاعلیٰ	۵۲۵

عنوانات	صفحہ
شان نزول	۵۲۶
ایک سورۃ بمنزلہ ایک کتاب	//
سجدہ اور اس کی تسبیح	۵۲۷
تسبیح کے معنی	//
انسان کی عمدہ تخلیق	۵۲۸
احوال بعد الموت	//
تسبیح کے ثمرات	۵۳۰
تین قسم کے آدمی	۵۳۱
پاکیزگی کی اہمیت وحقیقت	۵۳۲
لذاتِ فانیہ کو لذاتِ باقیہ پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں	۵۳۳
دیگر صحفِ انبیاء علیہم السلام	۵۳۴
سورہ الغاشیہ	۵۳۵
ماقبل سورۃ سے مناسبت	//
غاشیہ کی تفسیر	۵۳۶
بدلوگوں کا انجام بد	//
نیک لوگوں کے لئے انعامات	۵۳۷
اہلِ سعادت کے مکانات	۵۳۸
تخلیق اونٹ	۵۳۹
اونٹ کی خصوصیات وفوائد	//
دوسرا نمونہ، آسمان کی بلندی	۵۴۰
تیسرا نمونہ، پہاڑوں کا گاڑ دیا جانا	//
پہاڑوں کے فوائد	۵۴۱
چوتھا نمونہ، زمین کا بچھایا جانا	//
وعظ ونصیحت کا حکم	۵۴۲
سورۃ الفجر	۵۴۴
پانچ چیزوں کی قسم	۵۴۵
صبح وفجر کی تفسیر	//
وَلَیَالٍ عَشْرٍ کی تحقیق	۵۴۶
شفع اور وتر کے معنی	//
ڈھلتی ہوئی رات کی قسم	۵۴۷
دس راتوں کی قسم	۵۴۸
قوم عاد کا انجام	۵۵۰
شہر ارم کا بیان	//
دوسرا واقعہ (واقعۂ قوم ثمود)	۵۵۱
تیسرا واقعہ (قوم فرعون)	//
عذابی کوڑا	۵۵۲
احوال انسان	۵۵۳
اسباب ذلت	//
یتیم کی عزت نہ کرنا	//
مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا	//
مُردوں کا مال کھانا	//
دل میں مال کی محبت کا ہونا	//
بدلہ وجزاء کا دن	۵۵۴
حسرت وندامت	۵۵۵
پاؤں میں بیڑیاں	//
مؤمنین خوش ہوں گے	۵۵۶
لوامہ اور مطمئنہ کی تفسیر	//
سورہ البلد	۵۵۷
ماقبل سے مناسبت	//
شہر مکہ کی قسم اور اس کی فضیلت	//
مکہ میں جنگ کی حلت	۵۵۸
انسان کو مصیبت ومشقت کے لیے بنایا ہے	//
کس کا قابو چل سکتا ہے؟	۵۶۰
کیا دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا نہیں کیں؟	۵۶۲
کیا بولنے کے لئے زبان نہیں دی	۵۶۳
کیا نیکی وبدی کی پہچان عطا نہیں کی؟	//
فکُّ رقبہ کی تفسیر	۵۶۴
قسم دوم: بھوکے کو کھانا کھلانا	//

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
صبر اور رحمدلی کی تاکید	۵۶۵	بات کی عمدگی اور خوبی کی پہچان دو ہی باتوں پر منحصر ہے	۵۸۳
صبر کی اقسام	//	اوصاف رذیلہ بخل، تکبر اور بے ایمانی	۵۸۴
قوت شہوانیہ	//	اشقی کی تفسیر	۵۸۶
قوت غضبیہ	۵۶۶	فرقہ مرجیٔ کا قول	//
قوت طمعیہ	//	اہل سنت کی طرف سے مرجئہ کو جواب	۵۸۷
مرحمت کے فضائل	//	اتقی کی تفسیر	//
سورہ الشمس	۵۶۸	سعادت و شقاوت کا نقشہ	۵۸۹
کاشتکاری کے لئے قدرتی اشیاء ضروریہ	۵۶۹	**سورۃ الضحیٰ**	۵۹۰
آخرت کی کھیتی کے لیے اشیاء ضروریہ	۵۷۰	شان نزول	//
آفتاب اور اس کے نور کی قسم	۵۷۱	روز روشن اور رات کی تاریکی کی قسم	۵۹۱
چاند کی قسم	//	ہجر کے وصال	۵۹۲
دن کی قسم	//	تیرے رب نے تجھ کو نہیں چھوڑا	۵۹۳
رات کی قسم	۵۷۲	پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہے	//
آسمان اور اس کی بناوٹ کی قسم	//	تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے	۵۹۴
آسمان اور اس کی کشادگی کی قسم	//	آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے تین حال ہیں	۵۹۵
تحقیق المقام	۵۷۳	ضلال کے چند معنی	۵۹۶
عالم جسمانیہ کی دو قسمیں	//	یتیم پر ظلم کی ممانعت	۵۹۷
بسیط کی دو قسمیں	//	سائل کو جھڑکا نہ جائے	//
قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانا	۵۷۵	رب تعالیٰ کی نعمتوں و احسانات کا اظہار	۵۹۸
طغوٰی کی تشریح	//	**سورہ الانشراح**	۵۹۹
قوم ثمود	//	آنحضرت ﷺ کے کمالات	//
اونٹنی کا معجزہ	۵۷۶	شرح صدر کی تفسیر	۶۰۰
قوم ثمود پر عذاب	//	وزر کی تحقیق	۶۰۱
سابقہ قوموں کے حالات و واقعات سے عبرت	//	رفع ذکر کا بیان	//
انجام کار سے ڈرنے کی وجوہات	۵۷۸	رفع ذکر کی مثال	۶۰۵
سورہ الیل	۵۷۹	سختی کے بعد آسانی دکھ کے بعد سکھ	//
ماقبل سورۃ سے ربط	۵۸۰	ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہ ہوگی	//
شان نزول	//	رب تعالیٰ کی طرف رغبت کی جائے	۶۰۷
مساعی جمیلہ کے نتائج	۵۸۳	**سورہ التین**	۶۰۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
انجیر، زیتون، طور سیناء اور شہر امین کی قسم	۶۰۹	پہلی قوموں کے تفاخر	۶۴۰
مگر تین اور زیتون میں متعدد اقوال ہیں	//	**سورہ الزلزال**	۶۴۳
احسن تقویم کی تشریح	۶۱۱	ماقبل سورت سے مناسبت	۶۴۴
اسفل السافلین کی تفسیر	//	زمین ہلادی جائے گی	//
اہل ایمان کے لیے بے انتہاء اجر	//	زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی	//
احکم الحاکمین کون؟	۶۱۲	انسان کی دُہائی	//
سورہ علق	۶۱۳	زمین خبر دے گی	۶۴۵
شان نزول	۶۱۴	اعمال اور ان کا نتیجہ دیکھ لیا جائے گا	۶۴۶
نکتہ اول	//	**سورہ العدیت**	۶۴۸
نکتہ دوم	//	ماقبل سورت سے ربط	۶۴۹
توجہ کی اقسام	//	دنیاوی عذابات	//
نکتہ سوم	۶۱۵	انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے	۶۵۰
تفسیر پہلی آیت	۶۱۶	**سورہ القارعہ**	۶۵۳
تخلیق انسانی کی حقیقت	۶۱۷	وجہ تسمیہ	//
قلم کے ذریعہ تعلیم	۶۱۹	ثقل کی توضیح	//
انسان ناشکرا ہے	۶۲۰	انسان پروانوں کی مانند اِدھر اُدھر پھریں گے	۶۵۴
رب تعالیٰ کی طرف رجوع	۶۲۱	پہاڑ دھنی ہوئی اون جیسے ہو کر اڑتے پھریں گے	//
پیشانی کے بل گھسیٹا جائے گا	۶۲۳	ہاویہ کی تفسیر	۶۵۵
سورہ القدر	۶۲۶	**سورہ التکاثر**	۶۵۶
ماقبل سورت سے مناسبت	//	ماقبل سورت سے ربط	//
مقتضائے رحمت تامہ	۶۲۷	شان نزول	۶۵۷
لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ	۶۲۹	مال و قبائل پر فخر غفلت کا سبب ہے	//
یہ رات کب تک ہوتی ہے؟	//	اقسام سعادت	//
اس کے اخفاء کی حکمت	//	سعادتِ دنیا	//
لیلۃ القدر کا راز	//	سعادتِ آخرت	۶۵۸
نزول ملائکہ کا بیان	۶۳۱	حکایت	//
روح سے کیا مراد ہے؟	//	**سورہ العصر**	۶۶۱
سورہ البینۃ	۶۳۴	زمانہ کی قسم	//
مخلوق میں بدترین لوگ	۶۴۰	مفسرین کے عصر کے معنی میں چند اقوال	۶۶۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
خسارہ سے نجات پانے والے	۶۶۴	ماعون کی تفسیر	۶۸۲
حق وصبر پر قائم رہنے کی تاکید	//	**سورہ الکوثر**	۶۸۴
وصیت کے معنی	۶۶۵	ماقبل سورت سے ربط	//
سورۂ ہمزہ	۶۶۶	کوثر کی تحقیق	۶۸۵
ماقبل سے وجہ ربط	//	وہ حوض کوثر ہے	//
انسان کے خسارہ میں پڑنے کے چند اسباب	۶۶۷	کوثر وہ جنت کی نہر ہے	//
ہمزۃ اور لمزۃ کی تحقیق	//	اولاد کی کثرت	۶۸۶
مال کو گن گن کر جمع کر کے رکھنا	۶۶۸	علماء واولیاء	//
حطمۃ کی خصوصیات	۶۶۹	نبوت عظمیٰ	//
سورہ فیل	۶۷۰	قرآن مجید	//
ماقبل سورت سے ربط	۶۷۱	کوثر دین اسلام ہے	//
اصحاب الفیل کا واقعہ	//	وہ فضائل روحانیہ	//
ابابیل کی تحقیق	۶۷۲	آپ کی رفعت ذکر	//
سجیل کی تحقیق	//	آپ کے علوم	//
سورہ قریش	۶۷۵	کوثر آپ کا خلق عظیم	//
مقام نزول اور وجہ تسمیہ	۶۷۶	کوثر مقام محمود ہے	//
ماقبل سورت سے ربط	//	کوثر یہ سورۂ مبارکہ ہے	//
قبیلۂ قریش	//	نماز اور قربانی کا حکم	۶۸۷
قریش کی تحقیق	//	**سورہ الکفرون**	۶۹۰
اہل مکہ پر بیت اللہ شریف کی برکات	۶۷۷	مقام نزول	۶۹۱
سفر اور تجارت کے فوائد	//	شان نزول	//
بھوک میں کھانا کھلایا خوف میں امن دیا	//	کفار قریش کی ایک پیشکش اور اس کا جواب	//
سورہ الماعون	۶۷۹	**سورہ نصر**	۶۹۴
مقام نزول اور وجہ تسمیہ	//	وقت ومقام نزول	//
دین اسلام کو جھٹلانے والے	۶۸۰	ماقبل سورت سے ربط	۶۹۵
تہذیب اخلاق	//	چار اہم عنوان	//
تہذیب نفس	۶۸۱	نصر وفتح	//
فضائل نماز	//	فتح مکہ	۶۹۶
خلوص کے فضائل	۶۸۲	اول فتح مکہ	۶۹۷

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
فتح خیبر	۶۹۶	شر سے پناہ	۷۱۴
جمیع فتوحات	//	شر کی قسمیں	۷۱۵
فتوحات غیبیہ	//	سحر کے اثرات پر بحث	//
تسبیح کی حقیقت	//	پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ	۷۱۶
آپ ﷺ کو استغفار کا حکم	۶۹۷	النّفّٰثٰتِ کی تفسیر	//
سورہ لہب	۶۹۹	حب شہوات ولذات کے شر سے پناہ	۷۱۷
مقام نزول	//	آنحضرت ﷺ پر سحر ہوا تھا یا نہیں؟	//
ماقبل سورت سے ربط	//	تعویذ اور دم کا مسئلہ	۷۱۸
شان نزول	۷۰۰	خدا تعالیٰ ہی کا توکل بس ہے	//
ابولہب	//	حاسد کے حسد سے پناہ	//
ابولہب کی بدبختی	//	حسد کا بیان	//
ابولہب کی بیوی	۷۰۲	اول شر میں توظلمت ظاہر ہے	۷۲۰
سورہ اخلاص	۷۰۳	**سورہ الناس**	۷۲۱
مقام نزول	//	مقام نزول وشان نزول	//
شان نزول	//	ماقبل سورت سے ربط	//
فضائل سورۂ اخلاص	۷۰۴	انسان کی حالتیں	۷۲۲
کہہ دو اللہ ایک ہے	//	وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ	//
احد اور واحد کا فرق	۷۰۵	پروردگار عالم	//
بندوں کی تین قسمیں	//	وسوسہ ڈالنے والا کون	۷۲۳
تثلیث کا رد	۷۰۹	انسانی خناس کے وسواس کی توضیح	//
صفات کا ثبوت	//	بدکاری کے اسباب	۷۲۴
صمد کی تعریف وتفسیر	۷۱۰	جنات کے شر سے پناہ	//
سورہ فلق	۷۱۲	جغرافیہ العرب	۷۲۷
مقام نزول	//	**ختم شد**	۷۴۷
معوذتین قرآن کا جزو ہیں	//		
ماقبل سورت سے ربط	۷۱۳		
عقیدہ میں خلل انداز یہ چند چیزیں ہیں	//		
فلق کی تفسیر	۷۱۴		
تاریکی کے اقسام	//		

اٰيَاتُهَا ۵۵ (۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) رُكُوْعَاتُهَا ۳

مکیہ ہے اس میں پچپن آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

ترجمہ:...... قریب آ لگی قیامت اور چاند پھٹ گیا① اور اگر وہ (منکرین) کوئی نشانی بھی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہنے لگیں کہ یہ جادو ہے (جو قدیم سے) چلا آتا ہے② اور وہ تو جھٹلا چکے اور اپنی خواہشوں کے پیرو ہو گئے اور ہر بات کے لیے ایک وقت ٹھہرا ہوا ہے③ اور ان کو اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ جن میں (کافی) عبرت ہے④ اور پوری دانائی بھی پھر ان کو ڈر سنانے والوں سے فائدہ نہیں پہنچا۔⑤

ترکیب:...... وانشق عطف علی اقتربت۔ وان شرطیة یعرضوا ویقولوا جوابه سحر خبر مبتدا محذوف ای هذا۔ وکل امر مبتدا۔ مستقر خبره ویقرء بالجر صفة لامر۔ من الانباء بیان۔ لمزدجر هو اسم مکان او مصدر میمی یقال ازدجرته اذا نهیته عن السوء ووعظته بغلظ واصله مزتجر فتاء الافتعال قلبت دالا لوقوعها بعد الزاء وما موصولة او موصوفة حکمة خبر مبتدا محذوف او بدل من ما او من مزدجر فما استفهامیة او نافیة تغن اصله تغنی یکتب الیا بعد النون اتباعًا لرسم المصحف۔ والنذر جمع نذیر بمعنی المنذر ای الامور المنذرة لهم کاخبار الماضیة والامور الهائلة۔

تفسیر:...... یہ سورت جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں، آیات کے فواصل راء ساکنہ ہیں۔ رسول خدا ﷺ سورہ قاف اور سورہ قمر عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں اور بڑی مجالس میں پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں وعد و وعید و بدء خلق وحشر و توحید و اثبات النبوت وغیرہا اعظم المقاصد مذکور ہیں (تفسیر ابن کثیر)۔

ربط سورت:...... اس سے پہلے سورۂ والنجم کے خاتمہ میں قیامت کے برپا ہونے کا ذکر تھا اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ الاٰیۃ کہ قیامت قریب آ لگی ،اس لیے اس سورت میں بھی سب سے اول قیامت ہی کے قریب ہونے کا ذکر کرتا ہے اور اس کا ذکر منصب نبوت کے لیے بڑی ضروری بات ہے کہ اس لیے کہ جب تک اس بات کا پورا یقین نہ ہو جائے کہ مر کر زندہ ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان کے بھلے برے پھل کھانے پڑیں۔ گر تب تک وہ سعادت کے رستہ کو جو کہ بڑا دشوار گزار راستہ ہے کبھی اختیار نہیں کر سکتا اس لیے فرماتا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کہ وہ گھڑی یعنی قیامت کی ساعت (بمعنی وقت) قریب آ لگی آنے والی چیز کا جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے وہ قریب ہوتی جاتی ہے خصوصاً جب کہ اس کے آثار و علامات نمودار ہونے لگتے ہیں پھر تو اور بھی اس کا قریب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

واقعۂ شق القمر:......قیامت کے آثار و علامات میں جس طرح آنحضرت ﷺ کا مبعوث ہونا ہے ❶ اسی طرح چاند کا پھٹنا بھی اس کی ایک بڑی علامت ہے جس کا اشارہ پہلے انبیاء ؑ نے کیا ہے۔ اس لیے فرماتا ہے وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور چاند پھٹ گیا۔

جمہور مفسرین اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں اس لیے کہ جب آپ ﷺ مکہ میں تھے تو کفار نے آپ ﷺ سے کوئی معجزہ طلب کیا تھا، تب آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اس کے دو ٹکڑے لوگوں کو دکھائی دیے ایک ابوقبیس پہاڑ پر اور دوسرا اس کے قریب قعیقعان پہاڑ پر نظر آیا اور لوگوں نے دیر تک دیکھا۔ اس بات کو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس معجزہ کو کفار نے دیکھ کر کہہ دیا کہ محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہ اگر وہ نشانی دیکھتے ہیں تو قوی یا قدیم جادو کہتے ہیں۔ (طبرانی) اور آیات کا سیاق و سباق بھی یہی کہہ رہا ہے اس لیے کہ اول اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ فرمایا اور بعد نشانی دیکھ کر اس کو جادو کہنا اور اس کو انکار کرنے کا ذکر آیا۔

بعض نے یہ کہہ دیا ہے کہ انشق گو ماضی کا صیغہ ہے مگر مراد مستقبل ہے یعنی پھٹے گا قیامت میں۔ اس قول کو محققین مفسرین نے رد کر دیا ہے۔ امام رازیؒ وغیرہ کی تفاسیر ملاحظہ کرو۔

بعض کہتے ہیں اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عرب کی زبان میں کسی بات کے ظاہر ہونے پر بطور مثل کے بولا جاتا ہے، قمر کو روشن چیز سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انشق کے معنی واضح یعنی یہ بات بالکل چاند کی طرح سے واضح ہوگئی کہ قیامت قریب آگئی۔ عقلمندوں کے قریب یہ قول بھی مردود ہے۔ صحیح وہی ہے جو جمہور کا قول ہے۔ مگر اس پر مخالفین اسلام نے بعض شبہات وارد کیے ہیں۔

شق القمر پر شبہات کا ازالہ: شبہ ①:...... یہ کہ چاند اس قدر بڑا جسم ہے جو زمین کے کرہ سے بہت زیادہ ہے باوجود اس کے اجرام علویات میں حکمانے کون وفساد ممتنع ثابت کیا ہے۔

شبہ ②: اگر یہ واقعی ممکن بھی مان لیا جائے تو پھر اس کا وقوع ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہتا حالانکہ اس وقت مختلف ممالک میں مؤرخ تھے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

جواب ①: اول شبہ کا یہ جواب ہے کہ خواہ کسی قدر عظیم المقدر جسم کیوں نہ ہو سب اس قادر مطلق کے احاطۂ قدرت میں ہیں، اور کون وفساد جن حکماء نے ممتنع ثابت کیا ہے ان کے دلائل کی بنیاد محض توہمات باطلہ پر ہے جن کا بطلان علم کلام میں بدرجہ اتم ہو چکا ہے۔

جواب ②: دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ چاند اس وقت باعتبار کرویت زمین کے تمام ملکوں پر تو طلوع کیا ہوا تھا ہی نہیں خصوصاً آفاق بعیدہ میں تو اس وقت دکھلائی بھی نہیں دیتا تھا پھر ان پر اس کا پھٹنا اور پھر مل جانا کیونکر ظاہر ہوتا؟ پھر اس کو کیوں کر لکھتے؟ اب رہے آفاق قریبہ کے لوگ، سو اوّل تو یہ رات کا معاملہ تھا جب کہ سیکڑوں بلکہ نصف سے زیادہ لوگ سوتے ہوں گے اور ایک حصہ کثیر اپنے کاروبار میں مصروف ہوگا ان کو آسمان کی طرف خیال بھی نہ ہوگا اور اس کے سوا یہ معاملہ پہر دو پہر بھر نہیں رہا تھا صرف چند منٹ میں ہو گیا جو بہت کو بغیر متنبہ کیے خبر بھی نہیں ہوئی ہوگی اور نہ پہلے اس کا اعلان ہو چکا تھا کہ آج رات کو فلاں وقت یہ ماجرا گزرے گا، ان وجوہ سے یا حضرت ﷺ کے مخاطب متوجہ تھے یا آفاق بعیدہ کے چند اور اشخاص کہ جن کو اتفاقاً یہ معاملہ دکھائی دیا۔ اس پر بھی عرب میں اس کا ایسا چرچا پھیلا تھا کہ اس وقت کہ شعرا نے اس کو نظم کیا اور یہی اشعار ان کی تواریخ کا محفوظ دفتر تھا جس سے صدہا واقعات گزشتہ کا صحیح حال واضح

❶ ...... امام احمد نے مسند میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا کہ اس طرح سے یکے بعد دیگر ہیں اور اسی لیے آپ ﷺ کا ایک نام حاشر بھی ہے ۱۲ منہ۔

ہوتا ہے، اس کے سوا جو کسی نے تاریخ میں بھی لکھا ہو تو کیا تعجب ہے، ہاں اسوقت کے مورخوں کی تمام تواریخ محفوظ ہمارے پاس موجود ہوں اور ان میں سے کسی میں بھی یہ واقعہ مندرج نہ ہو تو البتہ تعجب کی بات ہے۔ اور جس حالت میں کہ اس وقت کی کوئی صحیح تاریخ بھی ہمارے پاس نہ ہو اور جو کوئی ہے بھی تو کسی یونانی وغیرہ کی جس میں بجز شاہان ملک کے ایسے واقعات درج کرنے کا کم التزام کیا تھا تو ہم کس اعتماد پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ نے اس کو نہیں دیکھا؟

ہندوستان کے راجہ بھوج کی ایک متواتر نقل یہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں ان کے حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علماء سے پوچھا انہوں نے آنحضرت ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ سے یہ معجزہ سرزد ہونا بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ حضرت ﷺ پر ایمان لایا۔

اہل مذاہب میں سے ہر شخص تھوڑی دیر کے لیے اپنی مذہبی کتابیں بھی خیال میں رکھے تو کبھی اس واقعہ پر اعتراض نہ کریں، ہنود کے وعید اور پوران تو اس سے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کتاب یشوع کو دیکھیں جس میں لکھا ہے کہ: اس روز آفتاب ٹھہر رہا: اور عیسائی انجیل کو دیکھیں جس میں لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دینے کے وقت ہیکل کے پردے پھٹ گئے اور تمام زمین پر بڑی دیر تک تاریکی چھا گئی اور قبریں کھلیں اور ان میں سے مردے نکلے اور بعض لوگوں کو دکھائی بھی دیے:۔ حالانکہ یہود میں اس وقت ایسے واقعات لکھنے کا دستور تھا، پھر یہ کس مورخ نے لکھا اور کس نے اس کو دیکھا؟ یہود تو معجزے کے طالب تھے ان کو ایسا معجزہ دکھایا جاتا تو سب نہیں تو بہت سے ایمان لے آتے۔ عیسائی ان توہمات آمیز روایتوں کا پہلے جواب دے لیں پھر ہم سے شق القمر کے معجزے میں گفتگو کریں۔

مستمر کے معنی بعض کہتے ہیں قوی کے ہیں ابو العالیہ وضحاک ونحاس کا یہی قول ہے۔ اخفش کہتا ہے کہ یہ امرار الحبل سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مضبوطی سے بٹنا۔ فراء و کسائی و ابو عبیدہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں فنا ہو جانے والے کے کہ اس جادو کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی ہیں ہمیشہ کے یعنی ایسے جادو ہمیشہ سے چلتے آتے ہیں۔

مکذبین کی ہلاکت:...... اس کے بعد ان کی تکذیب کا اور حال بیان فرماتا ہے وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کہ انہوں نے نبی ﷺ کو جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کا کہنا کیا۔ اب چاہیے تھا کہ ایسے معجزے کے انکار پر عذاب الٰہی آتا اور فوراً ہلاک کیے جاتے مگر وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ہر بات کا ایک وقت معین ہے کسی مصلحت کی وجہ سے اس نے ان کو چھوڑ رکھا ہے۔ اور اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ ہر ایک بات کی ایک انتہا ہوتی ہے، ان کے کفر کی بھی انتہا ہے اسلام کے دبنے کی بھی انتہا ہے۔ اس انتہا کے بعد ان کا کفر زائل ہوگا اسلام ظہور پکڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس معجزے ہی پر کیا موقوف ہے وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ان کے پاس بہت سی خبریں پہلی امتوں کے ہلاک و برباد ہونے کی آ چکی ہیں جن میں اہل بصیرت کے لیے نصیحت وعبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ کامل دانائی حاصل ہو سکتی ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ مگر ان جنم کے اندھوں اور ازلی بدنصیبوں کو پند ونصائح اور خوف ناک عبرت انگیز باتوں اور ڈرانے والوں بیدار کرنے والوں واعظوں کی نصیحت نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا، وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے یہ ویسے کے ویسے گمراہ اور اندھے ہی رہے۔ پھر جب ان کو ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو اس معجزے سے کیا ہوتا، اس کو بھی جادو کہہ دیا۔

فائدہ:...... جیسا یہ معجزہ ہمارے رسول کریم ﷺ سے صادر ہوا ہے ایسا معجزہ کبھی کسی نبی سے صادر نہیں ہوا۔ اور انبیاء ؑ کی روحانی قوت کا

اثر زمین کی چیزوں پر ہوا۔ مثلاً پتھر سے پانی نکلا، قلزم جیسے سمندر کو چیر کر رستہ لیا، لاٹھی کا اژدہا بنایا، ہاتھ میں روشنی دکھائی، ان کی بددعاؤں سے سرکش ہلاک ہوئے، دعاؤں سے مردے بھی جی اٹھے، دریا کو ڈانٹا، ہوا پر حکومت کی، مگر آسمانی چیزوں پر خاص اسی خاتم المرسلین ﷺ کا اثر پہنچا اور ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت و فوقیت ثابت کی گئی۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ
مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ
الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا
وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَآ
اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۖ⑪ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ
قَدْ قُدِرَ ۚ⑫ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۙ⑬ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ
كَانَ كُفِرَ ⑭ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ
وَنُذُرِ ⑯ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰

ترجمہ:......پس (اے رسول) آپ ان سے کنارہ کرلیں جس دن پکارنے والا ایک ناپسند چیز کے لیے پکارے گا⑥ (تو اس دن) وہ آنکھیں نیچی کیے ہوئے ہوں گے (اور) قبروں سے ایسے نکل پڑیں گے کہ جیسے ٹڈیاں پھیل پڑی ہوں⑦ اور پکارنے والے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے⑧ (اے رسول) ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے پس انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہہ دیا (یہ تو) دیوانہ دھتکارا ہوا ہے⑨ پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو مغلوب ہوگیا تو میری مدد کر⑩ پھر تو ہم نے پانی کے ریلوں سے آسمان کے دروازے کھول دیے⑪ اور زمین کی سوتیں کھول دیں پھر جہاں تک پانی کا چڑھا چڑھنا ٹھہر چکا تھا چڑھ آیا⑫ اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا⑬ جو ہماری عنایت سے چلتی تھی یہ اس کا بدلہ تھا کہ جس کا انکار کیا گیا تھا⑭ اور ہم نے کشتی کو نشانی بنا کر رکھ دیا کہ کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے⑮ پھر (دیکھا) کیسا تھا ہمارا عذاب اور ڈرانا⑯ اور البتہ ہم نے تو سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا پھر کوئی ہے کہ سمجھے؟⑰

ترکیب:......یوم ناصبہ یخرجون۔ یدع سقطت الواو من یدع اتباعا للفظ و حذفت الیاء من الداع مبالغة فی التخفیف و اکتفاء بالکسرة۔ نکر بضم النون و الکاف و باسکان الکاف ھو صفة بمعنی منکر و یقرء بضم النون و کسر الکاف و فتح الراء علی انہ فعل مالم یسم فاعلہ۔ خشعا جمع خاشع و قرء خاشعا علی الافراد و ھو حال و العامل یدعو۔ ابصارھم مرفوع بخشعا کانھم حال من الضمیر فی یخرجون۔ مھطعین الاھطاع الاسراع فی المشی حال من ضمیر فی یخرجون۔ و ازدجر الدال بدل من التاء الی بالفتح ای بانی علی امر حال او ظرف و الھاء فی حملنہ لنوح۔ تجری فی

موضع جر صفة باعيننا حال من الضمير فى تجرى اى محفوظة جزاء مفعول. له كفر اى به. ونذر قال الفراء الانذار والنذر مصدران۔

تفسیر:..... منکرین نے جب ایسا بڑا معجزہ دیکھ کر انکار کر دیا اس کو جادو بتا دیا تو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا توقع باقی رہ گئی مگر نبی ﷺ کو ان ازلی بدنصیبوں کو جہنم سے بچانے کی حد حرص تھی اس لیے آپ ﷺ کو حکم ہوا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ کہ آپ ان سے منہ پھیر لیں یعنی گفتگو نہ کریں کچھ فائدہ نہیں، اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقع پر آپ ان سے جنگ نہ کریں اور سزا کے موقع پر سزا نہ دیں، پھر اس کو آیۃ السیف سے منسوخ قرار دینا زائد بات ہے۔ یہاں تک کلام تمام ہو گیا اور اسی لیے یہاں قراء کے نزدیک وقف لازم ہے۔

قیامت کی ہولناکی:...يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ ...الخ سے دوسری بات شروع ہوتی ہے یعنی حشر کا ہولناک واقعہ اور قبروں سے نکل کر حساب دینے کے لیے عدالت میں آنے کی کیفیت بیان کرتا ہے تاکہ اس بات کو سن کر منکرین حشر کے دلوں میں خوف پیدا ہو۔ پس فرماتا ہے اس دن کو یاد دلا کر جس دن پکارنے والا فرشتہ اسرافیل یا جبرئیل یا اور کوئی فرشتہ ایک مکروہ چیز کے لیے بلائے گا، اور ناپسند چیز حساب ہے اس کے آواز دیتے ہی ٹڈیوں کی طرح سے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر عدالت کی طرف مجبور دوڑے چلیں آئیں گے اور خوف اور شرم کے مارے آنکھیں نیچی ہوں گیں۔ پھیلی ہوئی ٹڈیوں سے تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح وہ کثرت سے ہر طرف سے دوڑتی ہوئی جاتی ہیں اسی طرح لوگوں کا بھی ایک بڑا ٹڈی دل ہوگا اس لیے کہ تمام انسان اگلے پچھلے سب ہی قبروں سے اٹھیں گے اور سب خداوندی حکم کی ہیبت سے عدالت کی طرف دوڑے چلے آئیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ حاضر ہونے میں دیر و تامل کرے، اور ان میں سے منکروں پر بڑی سختی ہوگی اس لیے وہ کہیں گے کہ یہ دن سخت ہے۔

اس کے بعد ان کفار کو دنیاوی مصائب سے بھی ڈراتا ہے۔ اول تو آخرت کی دردناک مصیبت سے ڈرایا مگر آخرت کا ان کو باور نہ تھا وہ تو دنیا ہی پر غش تھے اس لیے چند انبیاء علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کی تباہی و بربادی کے تذکرے سنا کر دنیاوی مصائب سے ڈراتا ہے اور وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ ...الخ کی تفصیل کرتا ہے اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا حال سناتا ہے:۔

قوم نوح کی ہلاکت:..... كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ کہ ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی نوح کو جھٹلایا تھا پھر اس جھٹلانے کی مفصل کیفیت بیان فرماتا ہے فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ کہ ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ دیوانہ مبتذل ہے ہر کوئی اس کو جھڑکتا ہے، مارتا ہے۔ سیکڑوں برس یہ پاک بندے حق عبدیت ادا کرنے کے لیے ان کو سمجھاتے رہے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے ناصح مشفق کی قدر و منزلت کرتے مارتے پیٹتے برا بھلا ہی کہتے رہے (وہ ہمارے زمانے کے واعظ یا ریفارمر نہ تھے جو بغیر منظوری خدا تعالیٰ کے یہ عہدہ جلیلہ آپ لینے کا قصد کرتے ہیں صرف چرب زبانی ہوتی ہے مگر ان کی اندرونی خباثتیں اور نفسانی خواہش اور نمود و شہرت کی آرزوئیں ان کی چرب زبانی کو صابن بن کر دھو ڈالتی ہیں جس پر یہ جلد ہزیمت کھا کر اس فرضی عہدے کو خیر باد کہہ بیٹھتے ہیں) آخر غضب الٰہی جوش میں آیا اور نوح علیہ السلام کے عرق عبودیت کو جنبش ہوئی تو دعا کی فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ کہ الٰہی میں دب گیا میری مدد کر۔ خاصان خدا کو بھی ایسے گستاخوں کے مقابلے میں جوش بھی آجاتا ہے جو انتقام الٰہی کا پیغام ہوتا ہے۔

نہ توڑو ہمیں تم کھلونا سمجھ کر ☆ کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں

پھر کیا تھا فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ کہ ہم نے آسمانوں کے دروازے کھول دیے، پانی کے ریلے گرنے لگے اور زمین سے بھی پھوٹ نکلا پھر جہاں تک کہ خدا نے مقرر کر رکھا تھا پانی چڑھ گیا زمین

کے رہنے والے اور درخت اور پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ مگر نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی پر سوار کیا جو ہماری مدد سے چلتی تھی یہ غرق اور نوح کی نجات بدلہ ہے اس کا کہ جس کا انکار کیا تھا اور اس کی کشتی کو یا اس قسم کی کشتیوں کو ہم نے دنیا میں یادگار کے لیے باقی رکھا پھر کوئی ہے کہ اس بات کو سمجھے۔ پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈر کیسا ہوا؟

فائدہ:……اجداث جمع جدث کی جس کے معنی ہیں قبر مهطعين الا هطاع دوڑنا۔ اَبْوَابَ السَّمَآءِ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ استعارہ ہے، بے حد پانی برسنے کے وقت کہہ دیا کرتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے کیوں کہ پانی تو بادلوں سے برسا کرتا ہے اور بادلوں کو آسمان بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ مُّنْهَمِرٍ پانی اوپر سے گرنا اور بہت گرنا۔ ذات الواح کشتی۔ الواح جمع لوح تختے۔ دسر جمع دسار میخیں اور کیلیں کہ جن سے تختے جوڑے جائیں۔ تَرَكْنٰهَآ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کی کشتی کو مدتوں خدا نے باقی رکھا تھا یہاں تک کہ اس امت کے لوگوں نے بھی اس کو دیکھا۔ چند برس ہوئے کہ ترکی سیاحوں نے اس پہاڑ کی برف پگھلنے سے ایک عظیم الشان کشتی دریافت کی تھی جس کا تذکرہ اخباروں میں بھی رہا۔ اکثر کا گمان تھا یہ وہی کشتی ہے ورنہ پہاڑ پر چڑھنے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں ہا ضمیر جنس کشتی کی طرف راجع ہے، بعض کہتے ہیں فعلة کی طرف کہ اس کام کو ہم نے عبرت کر دیا تَرَكْنَا بمعنی جَعَلْنَا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑱ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑲ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ⑳ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ㉑ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉒ ع

ترجمہ:……قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھا ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا⑱ (پھر تو) ہم نے بھی ان پر سخت منحوس دن میں ایک سخت آندھی چلائی⑲ جو لوگوں کو ایسا پھینک رہی تھی کہ گویا وہ کھجور کے جڑ سے اکھڑے ہوئے پیڑ ہیں⑳ پھر (دیکھا) ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا㉑ اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا پھر ہے کوئی کہ سمجھے㉒۔

ترکیب:……انا ارسلنا جملة مستانفة مبينة لما اجمله قبله۔ في يوم الظرف متعلق بارسلنا۔ تنزع الناس الجملة صفة لريح او حال منها۔ كانهم حال من الناس۔ النخل والنخيل يذكر ويوئنث ولذا يوصف بالمذكر كمافي قوله تعالى نخل منقعر وبالمؤنث كمافي قوله تعالى اعجاز نخل خاوية وقيل التذكير رعاية للفظ والتانيث رعاية للمعنى۔ ونذر اصله نذري۔ حذف الياء رعاية للفواصل وبقية الكسرة عوضا عنها۔

قوم عاد کی بربادی

تفسیر:……یہ دوسرا تذکرہ قوم عاد کا ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبر کا انکار کیا پھر دیکھا کہ ہمارا عذاب اور ہمارا ڈرانا کیسا ہوا؟ پھر اس کی مجملاً کیفیت بیان فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا ہم نے اس قوم پر سخت آندھی بھیجی نامبارک دن میں جو لوگوں کو اکھاڑ کر پھینکتی تھی اور لوگ کھجور کے اکھڑے ہوئے

پیڑوں کی طرح زمین پر مردے پڑے ہوئے تھے۔اور پھر فرماتا ہے کہ دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی تھی؟ اس کلمہ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ کو اسی قصہ میں دوبار ذکر کیا اول بار انکار وکفر ذکر کر کے دوسری بار سزا بیان کر کے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اول بار کے ذکر میں دنیاوی بربادی وہلاکت کی طرف اشارہ ہو اور بار دگر میں اخروی عذاب کی طرف ایماء ہو۔ان کے اعمال بد کے نتیجہ بد کو ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ کہ ہم نے قرآن میں ہر قسم کے پند ونصائح ذکر کر دیے ہیں صاف صاف طور پر نہ جن میں کوئی ابہام ہے نہ معمہ نہ ایسے رموز اشارات ہیں جن کی طرف ذہن نہ جا سکتا ہو (جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور بعض پیشین گوئیاں بائبل میں ہیں) نہ شاعرانہ خیال کی بلند پروازیاں ہیں بلکہ بہت صاف اور آسان۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پھر کوئی ہے کہ سمجھے؟ پھر اس پر بھی جو کوئی نہ سمجھے تو جان لو کہ اس کی تقدیر میں سعادت ازلی کا حصہ ہی نہیں۔

فائدہ (۱): قرآن کے آسان کرنے کے یہ معنی تھے جو ہم نے بیان کیے۔اب اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا جو لغات عرب سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور قواعد صرف ونحو ومعانی وبلاغت کے رموز سے واقف نہ ہو احکام کے علل واسرار تک رسائی نہ ہو۔حقائق غامضہ ولطائف روحانیہ تک ذہن اڑ کر نہ جاتا ہو الہام ربانی واساس نوامیہ سے آشنا نہ ہو وہ بھی قرآن مجید کو ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جس میں یہ سب باتیں ہوں حاشا وکلا۔اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لیے ظہر وبطن ہے،اس کے عجائب کی انتہا نہیں یہ دریائے بے کنار ہے۔اس سے ہر شخص بقدر فہم خود حصہ پاتا ہے۔پھر اس پر ایک ایسے جاہل کا کہ جس کو بجز ترجمے کے بارگاہ قرآنیہ تک رسائی نہیں یہ کہہ دینا (کہ جو کچھ ائمہ مجتہدین وعلماء مستنبطین نے قرآن سے مسائل شرعیہ ومعارف حکمیہ ثابت کیے ہیں ہم کو ان کی کچھ پروا نہیں) محض یاوہ گوئی اور دریدہ دہنی ہے جو آج کل ظاہر بینوں اور سرسری نظر والوں میں انگریزی الحاد اور نئی آزادی کی باعث از حد بڑھی ہوئی ہے۔

فائدہ (۲): فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ یوم سے مراد مطلق وقت ہے جیسا کہ کلام عرب میں دستور ہے۔پس یہ آیت سورہ سجدہ کی اس آیت کے منافی نہیں فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ اور نہ الحاقہ کی اس آیت کے مخالف ہے سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا مُّسْتَمِرٍّ غالباً نحس کی صفت نہیں بلکہ یوم کی ہے جیسا کہ قرأت اضافہ یوم نحس کی طرف اس کی مؤید ہے یوم کے مستمر ہونے سے کئی روز تک پے در پے آندھی کا چلنا مراد ہے ۔یا مستمر کے معنی قوی کے ہیں۔بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہے کہ آندھی جس روز شروع ہوئی تھی وہ آخری چہار شنبہ تھا اور ہر مہینے کا آخری بدھ منحوس ہوتا ہے یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ ایام کا فی ذاتہا انسان کی سعادت وشقاوت میں کوئی دخل نہیں،اس کے اعمال کا نیک وبد ثمرہ ایام میں ظہور کرتا ہے جس لیے وہ اس دن کو منحوس یا سعید کہتے ہیں ورنہ وہی ایک دن ہے جو سیکڑوں کے لیے نحس اور سیکڑوں کے لیے سعد ہے۔اگر دن میں کوئی اثر ہوتا تو سب کے لیے برابر ہوتا ایسے خیالات اور توہمات ہنود اور دیگر بت پرست اور اوہام پرست قوموں میں مدت سے چلے آتے ہیں جن سے ان کے تمدن میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا

* ......سعر آگ کا شعلہ۔جنون۔جمع سعیر کی۔(ابوعبیدہ) فراء کہتے ہیں اس کے معنی ہیں سختی اور مشقت کے۔ *......اشر بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔اس کے معنی ہیں خوشی کرنے والا اور اترانے والا۔جس کا ٹھیک ترجمہ ہے شیخی مارنے والا ۱۲ منہ۔

مِّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً

فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: ...... قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا﴿۲۳﴾ پس کہنے لگے کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کے کہنے پر چلیں گے؟ تب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے﴿۲۴﴾ کیا ہم میں سے اسی پر وحی بھیجی گئی؟ بلکہ وہ تو بڑا ہی جھوٹا (اور) شیخی خورا ہے﴿۲۵﴾ ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون شیخی خوار ہے﴿۲۶﴾ ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں پھر (اے صالح) انہیں دیکھتے رہو اور ٹھہرے رہو﴿۲۷﴾ اور ان سے کہہ دو کہ پانی ان میں سے بٹ گیا ہے ہر ایک اپنی باری سے پانی پر آیا کرے﴿۲۸﴾ پھر قوم ثمود نے اپنے رفیق کو بلایا تب اس نے ہاتھ بڑھایا اور (اس کی) کونچیں کاٹ ڈالیں﴿۲۹﴾ پھر دیکھا ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا﴿۳۰﴾ (پھر تو) ہم نے ان پر ایک زور کی چیخ کا عذاب بھیجا پھر تو وہ ایسے ہو کر رہ گئے کہ جیسا کانٹوں کی باڑ کا چورا﴿۳۱﴾ اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا؟﴿۳۲﴾

ترکیب: ...... بشرا هو منصوب بفعل يفسره المذكور اى انتبع بشرا۔ منا نعت ويقرء بالرفع فهو مبتدا و منا نعت له واحدا حال من الهاء فى نتبعه۔ من بيننا حال من الهاء۔ الاشر بكسر الشين و ضمها لغتان مثل فرح و فرح ويقرء بتشديد الراء هوا۔ فعل من الشر فتنت مفعول له۔

قوم ثمود کی بربادی

تفسیر: ...... یہ تیسرا قصہ ثمود کا ہے کہ انہوں نے بھی نذر یعنی ڈرسنانے والے رسولوں کو جھٹلایا (اگرچہ بظاہر انہوں نے اپنے رسول صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر جو بات صالح علیہ السلام کہتے تھے وہی سب اگلے انبیاء کہتے آئے تھے پس ایک کا جھٹلانا گویا سب کا جھٹلانا ہے ❶ یا یوں کہو خدا کی طرف سے انسان کو ڈرسنانے والے انسانی انقلابات اور حوادث دہر بھی ہیں ان سے پند (نصیحت) پذیر نہ ہونا اور ان کو پس پشت ڈال دینا ان کی تکذیب ہے۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ کیا ہم اپنے میں ایک شخص کے جو ہمارے برابر ہے تابع ہو جائیں؟ اس میں کیا فوقیت ہے جو اس پر خدا کی طرف سے نصیحت نازل ہوئی ہے، اس کے تابع ہونا گمراہی اور مصیبت میں پڑ جانا ہے، بلکہ یہ جھوٹا اور شیخی خوار ہے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا کہ کل ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا شیخی خوار ہے اب ہم ان کی آزمائش کو اونٹنی بھیجتے ہیں اس کو دیکھو اور صبر کرو اور کہہ دو کہ پانی پینے کو ہر ایک اپنی باری سے گھاٹ پر آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قوم نے ایک بدکردار کو آمادہ کیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر ان پر عذاب آیا ایک ہیبت ناک آواز رات میں آئی پھر سخت زلزلہ آیا جس سے سب چورا چورا ہو کر رہ گئے اس کا مفصل بیان سورہ ہود میں ہو چکا ہے۔ اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں

● ...... شرب بکسر شین پانی کا حصہ ۱۲ منہ۔ ● ...... ھشیم: ایندھن۔ محتظر: جمہور نے بکسر ظاء پڑھا ہے یعنی اسم فاعل جس کے معنی ہیں کانٹوں کی باڑ بنانے والا جو کھیت یا مواشی کی حفاظت کے لیے بنایا کرتا ہے۔ بعض نے بفتح ظاء پڑھا ہے جس کے معنی ہیں حظیرہ کے جس کو احاطہ یا گھیر یا باڑ کہتے ہیں مراد ہے چورا چورا اور شکستہ ہونا ۱۲ منہ۔

❶ ...... اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے نبی وہ بات لائے تھے جس پر پہلے انبیاء قائم تھے کوئی نئی بات نہ تھی نہ بے سند بات ۱۲ منہ۔

ایسے ایسے عبرت انگیز واقعات ہیں۔ سمجھو قرآن کو آسان کر دیا ہے، کوئی ہے کہ سمجھے؟

عدم اتباع رسول ﷺ کی طرف چند اشارات:.....اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ متبع کے اول بشر کو مقدم کیا جس میں ان کفار کے وجوہ انکار واسباب عدم اتباع رسول علیہ السلام کی طرف چند اشارات ہیں۔

اول: یہ کہ بشر یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ انسان سب برابر پھر ہم میں کیا بات نہیں جو اس میں ہے پھر کس لیے ہم اس کے کہنے پر چلیں۔

دوم: بشرا کو نکرہ بیان کیا جس سے اس کی تحقیر مقصود تھی یعنی بشر بھی کوئی نام ور و معزز اور معروف شخص نہیں جس کے پاس دنیاوی عزت کا کوئی سامان نہیں نہ مال واسباب ہے نہ اور کوئی تجمل کی بات ہے ایک فقیر آدمی ہے۔

سوم: بشر بھی مِنَّا ہم لوگوں میں کا ایک آدمی۔ عقلاء کے نزدیک مجانست انسان کا اصلی حال دریافت کر کے اس پر اعتقاد لانے کا عمدہ ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ آپس کے لوگوں سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں رہتی مگر ان حمقاء کے نزدیک یہ بھی ایک عیب کی بات تھی۔ سچ ہے آپس کے لوگ اور ہم زمانہ اور ہم وطن اپنے آدمی کے کمالات پر بہت کم اعتقاد لایا کرتے ہیں۔ اس لیے حکماء اور عرفاء کا قول ہے کہ آدمی کی اس کے وطن میں قدر نہیں ہوتی۔ باغ میں پھول کی اور کان میں جواہر کی قدر نہیں جب وہ اپنے وطن سے نکل کر جوہریوں کے ہاتھ میں آتا ہے تو بڑی قدر و منزلت پاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کاملین کو قضا و قدر نے بے وطن کیا ہے اور اسی کے سبب سے جناب رسول کریم محمد مصطفی ﷺ وطن چھوڑنے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر مجبور کیے گئے۔

چہارم: واحد یعنی اکیلا ہونا اس کے ساتھ جماعت کثیر نہ ہونا یہ بھی اس کی کسر شان کا باعث عام دلوں میں سمجھا گیا۔ اور یہی بات عموماً قوموں کی جبلی ہوگئی ہے اس لیے ہر جگہ کے لوگوں نے اپنے ہم وطن اور ہم قوم اور دنیاوی تجمل وحشمت نہ رکھنے والے نبی کا انکار ہی کر دیا ہے اور اب تک بنی آدم اسی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ہم قوم اور ہم وطن اہل کمال کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں اور اسی طرح جس کے پاس سامان واسباب دنیاوی ظاہری حشمت و عزت اور جماعت و اعوان و انصار نہیں ہوتے خواہ وہ کیسا ہی باکمال ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ آج کل تو کمالات انسانیہ کا دار و مدار حشمت و مال و اعوان و انصار پر ٹھہر گیا ہے۔ یہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس زمانے میں حسیات میں انسان نے ترقی کی ہے مگر روحانی کمالات میں بہت پستی ہوگئی ہے اور یہی سبب ہے کہ فواحش و ریاکاری اور عیاری و نفس پرستی نے بہت رواج پایا ہے اور پانا بھی چاہیے اس لیے کہ جس قدر ہادی برحق سے لوگوں کو زمانہ دور کھینچے لیے جارہا ہے اس قدر ان کی روحانی قوت میں سستی اور ضعف آتا جارہا ہے اور یہی سبب ہے کہ اس زمانے میں نفوس قدسیہ حضرات اولیا کرام بہت کم نظر آتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس ایک چھوٹے سے فقرے میں انسانی جبلت اور اس کے آثار بتلا کر ایمانداروں کو کس لطیف پیرایہ میں اسباب ظاہر یہ پر کمالات کی قدر دانی کو منحصر جاننے کو منع فرمایا اور یہ بات بتلا دی کہ ان باتوں کی طرف نظر نہ کیا کرو اصلی بات کو دیکھو۔ ان اسباب کے مفقود ہونے پر کفار اپنے نبی کی اتباع کرنے کو گمراہی اور جنون سمجھتے تھے۔ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ اور ہم جنس اور ہم وطن ہونے کے سبب سے ان کو اس بات کا کمال تھا کہ ہم میں سے یہ کیوں کر خدا کا نبی ہوگیا ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا آخر جب فہم نے رسائی نہ کی تو یہی کہہ دیا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ کہ یہ تو جھوٹا شیخی خوار ہے، چونکہ وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دلائل ان کے سامنے پیش کیے جاتے اور وہ ان میں غور کر کے نتیجہ نکالتے اس لیے سزا ہی کے تازیانے کی ان کو خبر دی گئی جیسا کہ بہائم اور بے عقلوں کو سمجھایا جاتا ہے۔ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ۝٣٣ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ
نَّجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝٣٤ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝٣٥ وَلَقَدْ
اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝٣٦ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ
اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٧ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣٨
ع فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٩ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٤٠

ترجمہ:.....قوم لوط نے بھی ڈرسنانے والوں کو جھٹلایا تھا۳۳ (پھر تو) ہم نے ان (سرکش قوم) پر پتھر برسائے لوط کے خاندان کے سوا کہ ان کو تو (اپنی عنایت سے) ہم نے ۳۴ صبح ہوتے بچالیا جو شکر کرتا ہے ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۳۵ اور البتہ لوط نے تو ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا بھی تھا پھر وہ خوف کی بات کو ٹکرانے لگے۳۶ اور وہ اس کے مہمانوں کو چھیننے لگے پھر تو ہم نے انکی آنکھیں پٹ کر دیں (اور کہہ دیا) اب ہمارے عذاب وسزا کے مزے چکھو۳۷ اور صبح سویرے سے ان کو اٹل عذاب نے آلیا۳۸ (کہا گیا لو) اب ہمارے عذاب وسزا کے مزے چکھو۳۹ اور البتہ ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا؟۴۰

ترکیب:.....الحاصب اسم الفاعل من حصب اذا رمی الحصبا وھی الحصاد منه المحصب موضع بالحجاز۔ قال ابو عبیدۃ الحاصب الحجارۃ فی الریح وقال فی الصحاح الحاصب الریح الشدیدۃ التی تثیر الحصباء تذکیر الحاصب مع انه مسند الی الریح وھی مؤنث سماعی لکونھا فی تاویل العذاب۔ الا ال لوط استثناء متصل۔ بسحر الباء بمعنی فی او للملابسۃ ای حال کونھم متلبسین بسحر۔ نعمۃ منصوب علی العلۃ او علی المصدریۃ تماروا تفاعلوا من المریۃ وھی الشک والمجادلۃ راودتہ راو دوالمراودۃ الطلب مرۃ بعد مرۃ۔

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر:..... یہ چوتھا قصہ قوم لوط کا ہے کہ انہوں نے بھی نبیوں اور ان کی باتوں کو جھٹلایا تھا جس سے ان پر بلائے عظیم نازل ہوئی، یہ قصہ کئی ایک جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں مختصر ایہ ہے کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سفر مصر میں ساتھ تھے دونوں کے مواشی بکثرت تھے اس لیے دونوں کو جدا جدا ہونا پڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان میں آرہے اور حضرت لوط علیہ السلام یردن ندی کی ترائی میں جہاں سدومؑ اور عمورہ شہر آباد تھے۔ یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور بت پرست تھے مردوں سے مباشرت کیا کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر وہ بدبخت اپنی ناجائز شہوت کے نشے میں اندھے تھے، نہ مانا اور جھٹلا دیا اب انتقام الٰہی کا وقت قریب آیا۔

(توراۃ میں ہے کہ) دو فرشتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل کر آئے تھے لڑکوں کی شکل میں شام کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کو جو سدوم کے پھاٹک پر بیٹھے تھے نظر آئے حضرت ان مہمانوں کو گھر لے گئے۔ سدوم کے مردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے ان کا گھر گھیر لیا اور انہوں نے پکار کر لوط کو کہا کہ وہ مرد جو آج کی رات تیرے یہاں مہمان آئے ہیں کہاں ہیں انہیں ہمارے پاس باہر لا کہ ہم ان سے صحبت کریں تب لوط دروازے سے ان کے پاس باہر گیا اور کواڑ اپنے پیچھے بند کیا اور کہا اے

بھائیو! ایسا برا کام نہ کرو تو انہوں نے کہا ہٹ جا۔ تو گزران کرنے آیا یا حاکمی کرنا چاہتا ہے اب تیرے ساتھ ہم ان سے زیادہ بدسلوکی کریں گے پھر وہ لوط پر حملہ کر کے آئے اور کواڑ توڑنے لگے تب ان فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھر کے دروازے پر تھے کیا چھوٹے کیا بڑے اندھا کر دیا سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تب فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا تو اپنے لوگوں کو اس مقام سے نکل جا کیونکہ ہم اس غارت کریں گے۔ صبح کو لوط اپنی بیوی اور دونوں بیٹوں کو لے کر نکل گئے اور شہر ضغر میں پہنچے اور جب ضغر میں داخل ہوئے تو سورج کی روشنی زمین پر پھیلی تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک ❶ اور آگ آسمان سے برسائی اور ان شہروں کو غارت کر دیا مگر اس کی بیوی نے باوجود منع کر دینے کے پیچھے پھر کر دیکھا سو وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور ابراہیم علیہ السلام نے فجر کو اٹھ کر اس تمام زمین کے میدان کی طرف نظر کی اور کیا دیکھا کہ زمین پر بھٹی کا سا دھواں اٹھ رہا ہے۔ (توراۃ سفر الخلیقہ باب ۱۹)۔

وَلَقَدۡ جَآءَ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذۡنٰهُمۡ اَخۡذَ عَزِيۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ اَمۡ لَكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِيۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:......اور البتہ فرعون کے خاندان کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے تھے ﴿۴۱﴾ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلا دیا پھر تو ہم نے ان کو بڑی زبردست پکڑ سے پکڑا ﴿۴۲﴾ کیا (اے اہل مکہ) تمہارے منکر ان سے کچھ بہتر ہیں۔ کیا تمہارے لیے دفتروں میں معافی لکھی ہے ﴿۴۳﴾ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں ﴿۴۴﴾ جلد یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی ﴿۴۵﴾۔

ترکیب:......النذر جمع نذیر او مصدر بمعنی الانذار۔ اخذ منصوب علی المصدریۃ اکفارکم الاستفهام انکاری۔ فی الزبر صفت البرائۃ ای براءۃ مکتوبۃ فی الاوراق او الکتب السماویۃ المنزلۃ علی الانبیاء السابقین۔ الدبر و المراد الادبار لارادۃ الجنس او لان کل واحد یولی دبرہ وقیل لاجل دبرہ دقیل لاجل رؤس الائی وقیل فی الافراد اشارۃ الی انهم فی التولیۃ والهزیمۃ کشخص واحد فلایقدرون علی المقابلۃ۔

فرعونیوں کا حال

تفسیر:......یہ پانچواں قصہ فرعونیوں کا ہے۔ آل فرعون سے صرف اس کا خاندان ہی مراد نہیں بلکہ اس کی ساری قوم۔ ان کے پاس خدا کی طرف سے موسیٰ کی معرفت خوف اور دہشت دلانے والی باتیں پہنچیں مگر وہ بدبخت ازلی جو جاہ و حشم کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے کب ڈرنے والے تھے۔ خدا تعالیٰ کی کسی نشانی کو بھی نہ مانا۔ خدا تعالیٰ کی نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں جو انہوں نے

❶......قرآن مجید میں آندھی اور پتھر برسانا آیا ہے اور توراۃ میں گندھک کے دہکے ہوئے ڈھیلے سخت ہوا میں گرنا قرار دیا جائے تو کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی جو اعجاز اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ سب کچھ ممکن ہے اب بھی آسمان سے مختلف چیزیں لوگوں پر برسی ہیں۔ اور جو فلسفہ کی کتابوں میں مبتلا ہیں کہتے ہیں آسمان سے بسا اوقات ابخرات و ادخنہ مختلف صورتیں حاصل کر کے زمین پر گرا کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں مختلف صورتیں حسب وقت کسی خاص قوم پر ان کی بربادی کے لیے گرانا طبیعت اجسام کا کام نہیں بلکہ فاعل مختار اور واحد قہار کا ہے ۱۲ منہ۔

فرعونیوں کو وقتاً فوقتاً دکھائیں۔ ید بیضا، عصا وغیرہ اس کے سوا اور بھی صدہا خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حالات کا تغیر عالم کا تبدل اور ارضی و سماوی حوادث اور اس کے عجائبات قدرت پہاڑوں اور دریاؤں اور زمین و آسمان کے بے انتہا قدرت کے کارخانے خداوند تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ان میں غور وفکر کرنے والے کو ہدایت کے صدہا نمونے ہیں پھر جو کسی میں بھی غور نہیں کرتا تو پھر وہ ان سب کو جھوٹا جان رہا ہے پھر اس پر ہدایت کے دروازے بند نہ ہوں تو اور کیا ہو؟

جب فرعونیوں کی یہ حالت ہوئی تو ان کو ہم نے خوب پکڑ کر قابو میں کیا۔ ان پر ہر طرح کی بلائیں آئیں۔ فرعون اور اس کا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا۔

یہ قصے سنا کر آنحضرت ﷺ کے مقابل لوگوں سے خطاب کرتا ہے کہا اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ اے عرب یا اے اہل مکہ کیا تمہارے کافر ان پہلے کافروں سے جو ہلاک ہوئے اور جن کے تذکرے تم سے آئے بہتر ہیں کہ ان کو وہ ہلاکی و بربادی پیش نہیں آئے گی؟ اگر بہتر نہیں تو دوسری صورت بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے لیے پہلی کتابوں میں کوئی برات لکھ دی گئی ہے؟ کیا تم کو کوئی پروانہ مل گیا ہے کہ تم پر عذاب نہ آئے گا؟ تیسری بات دنیا میں عذاب سے مامون ہونے کی اپنی ذاتی قوت ہے، اپنی جماعت کے زور وشوکت سے خدا تعالیٰ کے قہر و جبروت کو مقابلہ کر کے ٹلا سکتے ہو سو یہ بھی نہیں کیوں کہ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

یہ پس پا ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بخاری و نسائی نے روایت کی ہے کہ جنگ بدر کے دن محمد ﷺ زرہ پہن کر مقابلہ میں نکلے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر کہتے تھے کون سی جماعت غالب ہوگی کون سی مغلوب؟ پھر جب بدر کے روز آپ ﷺ یہ آیت پڑھتے ہوئے برآمد ہوئے تو اس کا مطلب معلوم ہوا۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ
وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا وقف لازم
كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ
صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

ترجمہ: ...... بلکہ وہ گھڑی ان کے وعدہ کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی سخت اور تلخ ہے ﴿۴۶﴾ بے شک گنہ گار گمراہی اور جہالت میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۴۷﴾ جس دن کہ آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے (تو کہا جائے گا لو) آگ لگنے کا مزہ چکھو ﴿۴۸﴾ بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے ﴿۴۹﴾ اور ہمارا حکم تو ایک ہی بات ہوتی ہے جیسا کہ پلک کا جھپکنا ﴿۵۰﴾ اور البتہ ہم تمہارے جیسوں کو غارت کر چکے ہیں پھر کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟ ﴿۵۱﴾ اور وہ جو کچھ کر چکے ہیں وہ تو اعمالناموں میں (لکھا جا چکا ہے) ﴿۵۲﴾ اور ہر بات چھوٹی اور بڑی سب لکھی ہوئی ہے ﴿۵۳﴾ بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ﴿۵۴﴾ (اور)

مقام صدق میں بادشاہ قادر کے پاس ہوں گے۞۔

ترکیب:......ادھی اسم تفضیل من الداھیة وھی الامر المنکر انقطیع الشدید وامر اشد مرارۃ من عذاب الدنیا۔ کل شئی والجمھور علی نصب کل بالاشتغال ای عاملہ فعل یفسرہ مابعدہ وقری بالرفع علی الابتداء۔ کلمح اللمح النظر علی السرعة وفی الصحاح لمحہ والمحہ اذلا بصرہ بنظر خفیف والاسم اللمحة۔ کل شئی مبتداء فی الزبر خبرہ۔ مقعد صدق من اضافة الموصوف الی الصفة ای فی مجلس حق ومکان مرضی وھو الجنة او موضع لہ مزیة علی سائر الاماکن فی مقعد صدق بدل من قولہ فی جنت۔ وقولہ عند ملیک بدل منہ ویحتمل ان یکون صفة مقعد صدق۔

کفار کے لئے دنیا وآخرت میں سزا

تفسیر:......کفار کے حق میں پہلے بطور پیشن گوئی کے فرمایا تھا کہ ان کی جماعت ہزیمت کھا کر بھاگے گی (ایسا ہی ہوا بھی) ۔اب یہاں یہ بتلاتا ہے کہ اس بھاگنے ہی پر ان کی سزا وسرزنش موقوف نہیں بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بلکہ ان کے عذاب کامل کا وقت ساعت یعنی قیامت ہے۔وہ سخت مصیبت کی گھڑی اور بڑی تلخ ہے۔وہاں کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے بہت سخت ہے یعنی ان کو دنیا میں بھی سزا ملے گی اور آخرت میں بھی اس سے بڑھ کر۔اس کے بعد وہاں کے عذاب کا قانون بتاتا ہے کہ وہ کس کو ہوگا اور کیوں کر ہوگا۔

فقال اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ کہ مجرمین یعنی گنہگار اللہ اور رسول کے نافرمان کفار اور مشرکین دنیا میں گمراہی میں ہیں ❶۔نجات کا راستہ بھولے ہوئے ہیں ان کی یہ گمراہی اور جرم آتش جہنم ہو جائے گی۔یا یوں کہو جنت کا راستہ بھولے ہوئے ہیں اور جہنم میں ہوں گے۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ اس دن وہ اپنے تکبر کے بدلے میں منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا کہ آگ لگنے کا مزہ چکھو۔

قیامت کے قائم ہونے اور وہاں مجرموں کے عذاب پانے کا ذکر کیا تھا لیکن یہ بات دو امر کے ثبوت پر موقوف تھی۔

اول یہ کہ ہر چیز کا خدا خالق ہے اور ہر چیز اس نے اندازے سے پیدا کی ہے۔فقال اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ کہ ہر چیز کو ہم نے ایک اندازے سے پیدا کیا ہے ❷ من جملہ ہر شے کے عالم دنیا بھی ہے اس کی بھی ایک حد معین ہے آخر ایک روز یہ تمام ہوگا اور یہی قیامت کا دن ہے۔

ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے

❶......تعمیم ہے ضعیف روایتوں سے قدریہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص کرنا تکلف ہے ۱۲ منہ۔ ❷......خلقنہ بقدر صاف دلالت کر رہا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے، نافع ہو خواہ ضار ہو اور اس نے ہر چیز کا اندازہ اور پورا پیمانہ اور حد بھی پیدا کرنے میں ملحوظ رکھی ہے۔اذہان بنی آدم میں مختلف مضامین جانشین ہوتے آئے۔مشرکین تمام حوادث کو ستاروں کی تاثیرات اور ان کے اتصالات سے پیدا ہونے کا خیال کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کے سوا اور میں بھی قدرت ثابت کرتے تھے اس لیے ان کو بھی قدریہ کہا جاتا ہے۔اور بعض لوگ اپنے افعال میں اپنے آپ کو مستقل قادر سمجھتے ہیں کہتے ہیں بندہ ہی خالق ومختار اپنے نیک وبداعمال کا ہے علم ازلی سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں۔یہ عقیدہ آج کل کے مشرکیوں اور بعض ہنود کا ہے اور مسلمانوں میں بھی ایک فریق تھا جس کو قدریہ کہتے تھے بدایں لحاظ کہ یہ قضاوقدر کے منکر ہیں انہیں کی مذمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں اور فرقہ معتزلہ بھی انہیں کے قریب قریب ہے بلکہ شیعہ بھی۔ان کے مقابلے میں ایک دوسرا فریق تھا جس کو جبریہ کہتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ بندہ محض بے بس ہے جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا ہے اس طرح سے ہوتا ہے کہ جیسا مرتعش کا ہاتھ ہلنے میں بے خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے۔پہلا فریق اس جبریہ فریق کو قدری کہتا تھا یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے زنا پر ہم کو قادر کیا تو ہم نے زنا کیا بایں معنی کہ یہ اثبات قدر کرتے ہیں۔مگر اہل سنت والجماعت کا فریق نہ قدر قائل ہے نہ جبر کا۔وہ کہتے ہیں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا یہاں تک کہ ہمارے افعال وحرکات ان کو بھی خدا تعالیٰ کو ازل میں علم تھا بندہ کو اختیار ہے مگر وہ اس خیال میں مستقل نہیں، اس کے جمیع افعال کا بھی اللہ ہی خالق ہے، بندہ کاسب ہے اس کسب پر اس کو ثواب وعذاب ملتا ہے اور مدح وذم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔۱۲ منہ۔

دوسری بات یہ کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ہر طرح سے حکمراں ہے اس کے حکم کے نافذ ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی، پس جب وہ قیامت قائم کرنا چاہے گا اور وہاں مجرموں کو سزا دینا چاہے گا تو فورا کر دے گا اس بات کو اس آیت میں بیان فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ کہ ہمارا حکم ایک ہی کلمہ ہے وہ ہے کن اور جب ہم ہونے کا حکم کرتے ہیں تو وہ بہت جلد ہو جاتا ہے، جس طرح آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی اسی طرح قیامت برپا ہونے میں اس کے حکم کے بعد دیر نہ ہوگی۔ اور نیز عالم خلق کو اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ میں ذکر کیا تھا پس مناسب تھا کہ عالم امر کو بھی ذکر کرتے اس لیے وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ ذکر کیا۔

فرمانبرداروں کا نیک انجام:...... پھر جب اپنا خالق اور عالم امر کا مالک ہونا ثابت کیا گیا تو اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ (جزا و سزا دینے کے پیرائے میں) ثابت کرتا ہے فقال وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کہ ہم نے اپنی قدرت و جبروت سے اے کفار قریش تم جیسے بہت لوگ غارت کر دیے پھر کوئی سمجھنے والا ہے۔ یعنی پھر تم کو کیا امن ہے اور کون سی بات حاصل ہے جو ہلاکی سے منع آئے گی؟

اس کے بعد اپنا بے انتہا علم ثابت کرتا ہے جو عدالت و جزا و سزا اعمال کے لیے اور وہ بھی دوسرے عالم میں پر ضرور ہے۔ فقال وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب دفتر اعمال میں موجود ہے اور ہر بات لکھی ہوئی ہے۔ اس لکھنے اور دفتر اعمال کی کیفیت ہم کئی بار بیان کر آئے کہ وہ لکھنا اس دوات قلم سے نہیں نہ وہ دفتر دنیا کے کاغذوں پر ہے۔

پہلے مجرموں کی کیفیت سزا بیان کی تھی، اب فرمانبرداروں کا انجام نیک بیان فرماتا ہے فقال اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ کہ پرہیزگار جو زیور ایمان و اعمال صالحہ سے مزین ہیں مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہوں گے، یہ جنت جسمانی ہے فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ عمدہ موقع میں خداوند تعالیٰ کے پاس رہیں گے۔ یہ جنت روحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے۔ مرنے کے بعد ان کی روح حظیرۃ القدس کی طرف عالم بالا میں محبوب اصلی کے پاس جا کر آرام پاتی ہے۔ تخت العالمین کے داہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس بارگاہ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف نعال ہی میں جگہ دے وما ذلك على الله بعزيز۔

آيَاتُهَا ۷۸ | (۵۵) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ رحمٰن مکیہ ہے اس میں اٹھتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۞١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۞٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۞٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۞٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۞٦ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۞٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۞٨

ترجمہ: ......رحمٰن ہی نے ① قرآن سکھایا ② (اور) اس نے انسان کو پیدا کر کے ③ بولنا سکھایا (قوت ناطقہ عطا کی) ④ سورج اور چاند حساب پر لگے ہوئے ہیں ⑤ اور بوٹیاں اور درخت (اسی کے حکم سے) سربسجود ہیں ⑥ اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی ⑦ تا کہ تم اندازے سے نہ بڑھو ⑧۔

ترکیب: ......الرحمن ذهب قوم الى انها آية فالمبتداء محذوف تقديره الله الرحمن على قول الآخرين الرحمن مبتداو مابعده الخبر۔ خلق الانسان مستانف وكذا علمه ويمكن ان يكون حالا من الانسان وقد محذوف۔ بحسبان قال الاخفش الحسبان جماعة الحساب مثل شهب وشهبان وقيل مصدر مفرد بمعنى الحساب كالغفران والكفران۔ والجار يتعلق بيجريان محذوف والسماء منصوب بفعل محذوف يفسره المذكور الا تطغوا لئلا تطغوا فلانا فية وتطغوا منصوب بان وقبلها لام العلة مقدرة وقيل ان مفسرة لان في الوضع معنى القول۔

تفسیر: ......جمہور کے نزدیک یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسن و عروہ و عکرمہ و جابر و ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مقاتل کہتے ہیں یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اول قول اصح ہے کیوں کہ امام احمد و ابن مردویہ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رکن ❶ کی طرف منہ کیے ہوئے اس سورت کو پڑھتے ہوئے سنا اور مشرکین فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ سن رہے تھے، یہ اس سے پہلے کا ماجرا ہے (کہ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف سنا دینے کا حکم ہوا تھا۔ انتہی۔

اس سورت میں بھی انہیں تینوں اہم مسائل کا بڑے لطف و خوبی کے ساتھ اثبات ہے اور کن کن معانی خیز اور دل پر اثر کرنے والے پیارے پیارے الفاظ اور عرب کی میٹھی بول چال میں خاص انہیں کے مذاق کے موافق مکرر جملہ لا کر ان کو دل نشین فرمایا ہے۔

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے تھے جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے اور طبیعت سامع جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لیے پڑ جایا

❶ رکن خانہ کعبہ کے ایک گوشہ کا نام ہے ۱۲ منہ۔

کرتا ہے اس سورت میں وہ بند فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ہے۔ ❶ جو ہر ایک جاں بخش مضمون کے بعد مکرر آ کر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انہیں کو زیادہ آتا ہے جو کچھ مذاق سخن بھی رکھتے ہیں۔ عبارت کا دل کش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے۔

پہلا مسئلہ: جو من جملہ اصول کے ایک بڑی اصل ہے اثبات نبوت و قرآن کا من جانب اللہ ہونا ہے اس لیے اس سورت میں سب سے اول اس کو کس لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

رحمٰن و رحیم ہی نے نبی ﷺ کو قرآن سکھایا ہے:...... فقال اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ کہ رحمٰن نے قرآن محمد ﷺ کو سکھایا ہے نہ اس نے اپنے جی سے بنالیا ہے نہ کسی جن و خبیث کا شیطانی کلام ہے، الرحمن میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم و نزول اس کی رحمت خاصہ کا مقتضی ہے کیوں کہ اس وقت مشرق و مغرب تک دنیا تاریک و خراب ہو رہی تھی دنیا گمراہیوں کے دریائے بے کنار میں غوطے کھا رہی تھی اس کی رحمت کب اس ورطہ ہلاکت میں چھوڑتی، اس لیے آپ ﷺ نے قرآن تعلیم کیا جو ان ڈوبتوں کے لیے نجات کی کشتی اور ان اندھوں کے قعر میں مبتلاؤں کے واسطے آفتاب ہدایت ہے۔

اور اَلرَّحْمٰنُ کے مقدم کرنے نے اس بات کو اور بھی واضح کر دیا۔ یہ بات بھی ثابت کر دی کہ آنحضرت ﷺ جو بظاہر امی تھے یعنی کسی کے شاگرد نہ تھے وہ خاص تلمیذ رحمٰن تھے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اس میں اپنی رحمت کا خاص ذکر کرتا ہے کہ انسان کو اس نے اپنی رحمت سے پیدا کیا اور پیدا کر کے دیگر حیوانات کی طرح گونگا نہ چھوڑا بلکہ اپنی مہربانی سے اس کو بولنا سکھایا۔ پھر جس نے انسان کو بولنا سکھایا وہ رحمٰن بندوں کے درست کرنے کے واسطے محمد ﷺ کو قرآن کیوں نہ سکھاتا؟

شمس و قمر کا حساب:...... اور تعلیم بیان ہی پر اس کی رحمت کا ظہور منحصر نہیں بلکہ اس نے انسان کے فائدے کے لیے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ چاند و سورج کو حساب میں لگا رکھا ہے یعنی وہ اس معین اور اندازے کی چال سے چلتے ہیں کہ جن سے سال اور مہینوں کا حساب درست ہوتا ہے۔ یوں ہی بے تک حرکت نہیں کرتے ہیں وہ اس کے حکم جبروت کے مسخر ہیں اور یہ گردش ان کی اس معبود حقیقی کا طواف اور قربان ہونا بھی ہے۔ دیکھو یہ انسان کے حق میں بھی اس کی کیسی رحمت ہے اور عالم میں اس کا کیسا حکومت و انتظام جلوہ گر ہے۔ اور انہیں پر کیا موقوف ہے

جھاڑیوں اور درختوں کا سجدہ:...... وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ زمین کی بیلیں اور درخت بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ نجم اس پیڑ کو کہتے ہیں کہ جو اپنی ساق پر کھڑا نہ ہو بلکہ زمین یا کسی چیز پر پھیلا ہوا ہو اور شجر اس کے برخلاف جو اپنی ساق پر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا انقیاد فطری اور طلوع و غروب ہے۔

آسمان کو بلند کیا:...... وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کو بلند کیا یہ بھی من جملہ انتظام عالم کے ایک بات ہے۔ ان سب باتوں میں علویات سے لے کر عالم سفلی تک اس کی رحمت کا ظہور و جبروت کا اعلان تھا اور یہ بات چاہتی ہے کہ ایسا قادر رحیم و کریم اپنے اشرف المخلوقات انسان

---

❶ ...... یہ جملہ اس سورت میں اکتیس جگہ آیا ہے۔ آٹھ بار اس کی نعمتیں اور عالم علوی و سفلی کے عجائبات قدرت کا ذکر کرنے کے بعد اور سات بار بہ تعداد ابواب جہنم دوزخ کے شدائد ذکر کرنے کے بعد کیوں کہ مومنین سے ان بلاؤں کا دفع کرنا بھی بڑی نعمت ہے۔ اور آٹھ بار دو جنت اور ان کے نعماء اور ان کے رہنے والوں کے حسن و جمال ذکر کرنے کے بعد بعدد ابواب جنت کہ وہ بھی آٹھ ہیں اور آٹھ بار ان کے سوا اور دو جنتوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد جس میں اشارہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے گا نیک کام کرے گا وہ دوزخ کے ساتوں دروازوں سے امن میں رہے گا اور دونوں جنتوں کے نعماء حاصل کرے گا اس جملہ کے بعد سن کر یہ کہنا چاہیے لا بشئی من نعمک ربنا لا نکذب فلک الحمد ۱۲ منہ۔

کو ایسی بری حالت میں کیونکر چھوڑتا اور اس کے پاس نبی و کتاب نہ بھیجتا چنانچہ ان سب بیانوں کے بعد آپ ہی اس کے نتیجہ کو اگلے جملے میں ظاہر فرماتا ہے۔

دنیا میں میزان رکھا:..... وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اور اس رحمن نے دنیا میں ترازو یعنی عدل قائم کیا۔ مجاہد و قتادہ وسدی کہتے ہیں میزان سے مراد عدل و انصاف زمین پر قائم کرنا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے قائم ہوا یعنی قانون انصاف قائم کیا جو بواسطہ وحی والہام انبیاء علیہم السلام خدا نے دنیا میں قائم کیا اور یہی وجہ نبوت قائم کرنے کی ہے اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ تا کہ تم اس انصاف کرنے میں حد سے نہ بڑھو ہر شخص اپنے اپنے حقوق پر قائم رہے دوسرے کی حق تلفی نہ کرے باہمی معاملات سے لے کر عبادات و توحید تک وہ قانون الٰہی قرآن مجید ہے جس میں سب معاملات و عبادات و طہارت و نجاست، بیع و شراء کے قوانین، ماں باپ کے حقوق، تربیت اولاد کے احکام، زن وشو کا دستور العمل حسن معاشرت کے طریقے، عبادت و تزکیہ نفس کے رستے، دار آخرت کی بقاء، دنیا کی فناء، انسانی جذبات کے جزر و مد، اس کی عمر گراں مایہ نتیجہ، حاکم و محکوم، بادشاہ و رعیت کے ضوابط بخوبی مندرج ہیں اور اس کے علاوہ اس کے بیان میں روحانی برکت اور تحریک دلانے والا بے انتہا اثر بھی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ
وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَاۤنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸

ترجمہ:..... اور انصاف سے تولو اور تول نہ گھٹاؤ ۝۹ اور اسی نے زمین کو لوگوں کے (فائدے کے) لیے بچھایا ۝۱۰ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل گابھوں میں لپٹے ہوئے ہیں ۝۱۱ اور (اس میں) بالوں میں لپٹے اناج اور خوشبودار پھول (بھی ہیں) ۝۱۲ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۱۳ اس نے انسان کو ایسی کھر کھری مٹی سے بنایا جیسا کہ ٹھیکرا ۝۱۴ اور جن کو شعلہ مارنے والی آگ سے بنایا ۝۱۵ پھر تم (اے جن وانس) اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۱۶ وہ دو مشرق اور دو مغرب کا مالک ہے ۝۱۷ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۱۸۔

ترکیب:..... ولا تخسروا بضم التاء ای ولا تنقصوا الموزون وقیل التقدیر فی المیزان۔ ویقرء بفتح التاء والخاء والاول اصح۔ للانام متعلق بوضعها۔ والحب بالرفع عطفا علی النخل والریحان کذلک ویقرء بالنصب ای خلق الحب۔ کالفجار لغت لصلصال۔ من نار لغت لمارج۔ رب المشرقین ای هو وقیل هذا مبتداء وخبره مرج۔ الاکمام جمع کم بالکسر وهو دعاء الثمر اصله یطلق علی ماستر شیأ ومنه کم القمیص بالضم۔

تفسیر:..... پہلے بطور علت وسبب کے عدل قائم کرنا بیان فرمایا تھا اب بصراحت حکم دیتا ہے۔

عدل وانصاف کا حکم:......وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کہ دنیا میں انصاف کی ترازو سے تولو یہ حکم بڑا وسیع المعنی ہے جس میں اشیاء کا انصاف سے تولنا بھی داخل ہے اور عموماً ہر بات میں حق کہنا اور حق پر عمل کرنا اور عبادت ومعاملات میں حقوق العباد سے لے کر حقوق اللہ تک بلکہ اپنے نفس کے حقوق دنیاوی اور دینی سب میں انصاف کی ترازو ہاتھ میں رکھنے اور تولنے کا حکم ہے۔ بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ کیا جامع کلمہ ہے جس میں صدہا حکمت کے خزانے دبے ہوئے ہیں پھر اس کی تاکید کی جاتی ہے وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ کہ اس ترازو میں گھٹاؤ نہیں یعنی بے انصافی نہ کرو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت میں تمہارے اعمال کے ترازو میں کمی ہوگی پس تم اپنی اس میزان میں کمی کرنے کا سبب نہ بنو۔

زمین کا پھیلانا اور اس سے پھل وغیرہ اُگانا:......سماویات کے بعد عالم سفلی کی ایجاد میں جو کچھ انتظام اور مصلحتیں اور رحمتیں ملحوظ رکھی ہیں ان کو بیان کر کے اپنا قادر و رحیم ہونا ثابت کرتا ہے۔ فقال وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ کہ زمین کو انسان کے لیے کس طرح بچھایا اور ان کے آرام کرنے کے قابل بنایا جس پر بلا کلفت وتکلف بستے اور چلتے پھرتے ہیں۔ نہ وہ ڈگمگاتی ہے نہ ایسی گول ہے کہ جس پر یہ ٹھہر نہ سکیں، اور نہ صرف یہی بات ہے بلکہ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ اس میں انواع اقسام کے میوے ہیں اور کھجور بھی ہے جس کے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ یعنی میوے ہی پر موقوف نہیں بلکہ ایسے بھی درخت زمین پر پیدا کیے ہیں جن کے پھل کھا کر انسان بغیر اناج کے بھی بسر کرسکتا ہے جیسا کہ کھجور، اور وہ پھل کس کی حفاظت سے رہتے ہیں کہ گابھے میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے درختوں کے علاوہ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ چارے والے اناج اور غلے بھی پیدا کیے جن کے تخم تو انسان کی خوراک ہیں اور ان کے بھٹے اور پتے جانوروں کی جیسا گیہوں، چاول، جو وغیرہ۔ اور اس کے علاوہ وَالرَّيْحَانُ خوشبو کی چیزیں اور عمدہ پھول بھی پیدا کیے، گلاب، موتیا چنبیلی، وغیرہ بلکہ ریحان بھی اس قسم میں داخل ہے جس کے پتوں سے خوشبو آتی ہے ان کے پتے اور پھول، خوشبودار اور آنکھوں میں اپنی مختلف رنگتوں سے نور اور سرور بھی پیدا کرتے ہیں، ایک پھول ہے کہ سرخ، کوئی گلابی، کوئی زرد، کوئی کاسنی، کوئی اودا، کوئی سفید، پھر ایک پیڑ میں مختلف الوان کے پھول بلکہ ایک پھول میں مختلف رنگتیں پھر یہ گل کاری اس صانع مطلق نے تمہارے لیے کی تم شکر یہ ادا کرو فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے آلاء جمع ہے الی والی کی جس کے معنی ہیں نعمت واحسان کے، رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ میں تثنیہ کا صیغہ جن وانس کی طرف خطاب کے لیے آیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ میں نے اس سورت کو جنوں کے سامنے پڑھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خطاب انسان کی طرف ہے اور عرب خطاب میں صیغہ مفرد کا تثنیہ کر کے بول دیا کرتے ہیں۔

یہاں تک جس طرح مسئلہ نبوت کا اثبات تھا اسی طرح دوسرے مسئلہ توحید کا بھی کامل اثبات کردیا گیا اس طور پر کہ جس نے اناج اور پھل پھول اگائے وہی تنہا خداوند خدا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ سہیم۔

انسان کی پیدائش:......اس کے بعد انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر کر کے دونوں مسئلوں کو قوت دیتا ہے فقال خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ۔ صلصال خشک مٹی کھنکھناتی۔ صلصلۃ کے معنی ہیں، آواز کھن کھن کی جو سوکھی مٹی سے آتی ہے اس لیے اس کو صلصال کہتے ہیں۔

فخار ٹھیکری صلصال بالفتح گل باریک آمیختہ یعنی غریژن فاذا طبخ بالنار یقال الفخار (صراح) آدمی کی پیدائش متعدد آیات میں بیان ہوئی ہے آل عمران میں من تراب اور حجر میں مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ اور صفت میں مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ آیا ہے اور ایک جگہ مِنْ

مَّآءٍ مَّهِيْنٍ آیا ہے اور اس جگہ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ آیا ہے۔ ان میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر دراصل کچھ اختلاف نہیں، کیوں کہ روایات اہل اسلام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا قلب خشک مٹی سے بنایا گیا جو کھنکناتی اور ٹھیکرے کی مثال تھی پھر اس کو مہین کر کے پانی سے گوندا وہ طِيْنٍ لَّازِبٍ گارا ہوگئی، پھر جب خمیر اٹھ گیا تو حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ہوگئی اور اس کے بعد اس کی اولاد کا سلسلہ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (منی) سے جاری ہوا۔

جنات کی پیدائش: ...... وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اور جان یعنی جنوں کے جداعلیٰ کو آگ کے شعلہ سے بنایا۔ مارج آگ کا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو، جس طرح انسان عناصر سے بنا ہے جن بھی عناصر سے بنا ہے مگر جس طرح انسان کا زیادہ مادہ خاک ہے اس طرح جن کا آتش ہے۔ اس لیے وہ لطافت کی وجہ سے حس بصر سے محسوس نہیں ہوتا اور سریع الحرکات وخفیف ہوتا ہے۔ پھر ان کی بہت سی اقسام ہیں جیسا کہ ہم مقدمہ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تاویل کر کے وجود جن کے منکر کہاں ہیں جو بہ تقلید فلاسفہ حال جن کا انکار کرتے ہیں اور اس کو بھی انسانوں کی ایک جنگلی قوم بلحاظ لفظ جن قرار دیتے ہیں وہ یہاں کیا کریں گے یہاں تو انسان کے مقابلہ میں دوسری قوم بیان ہوئی ہے اور ان کا مادہ بھی بیان فرمادیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اے انسان وجن تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دومشرق اور دومغرب کا رب: ...... رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ دومشرق اور دومغرب کا رب۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جاڑے میں آفتاب اور جگہ سے اور گرمی میں اور جگہ سے طلوع کرتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دومشرق کہتے ہیں۔ اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جگہ سے معلوم ہوتا ہے اس لیے مغربین یعنی دومغرب کہے جاتے ہیں، ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب دوسری جگہ سے ہوتا ہے اس لیے المشارق والمغارب کہا جاتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع

ترجمہ: ...... اس نے دو دریا ملے جلے چلائے ﴿١٩﴾ ان میں پردہ (رکھ دیا) ہے جس سے بڑھنے نہیں پاتے ﴿٢٠﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٢١﴾ ان دونوں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے ﴿٢٢﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٢٣﴾ اور دریاؤں میں پہاڑوں جیسے کھڑے جہاز اسی کے ہیں ﴿٢٤﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٢٥﴾۔

ترکیب: ...... المرج الارسال یقال مرجت الدابة اذا ارسلتها۔ یلتقین حال۔ و بینهما برزخ حال من الضمیر فی یلتقین ولا یبغین حال ایضا۔ یخرج قالو التقدیر من احدهما۔ الجواری جمع جاریة وهی السفن و حذفت الیاء المنشئت من انشاه اذا رفعه المرفوعات و قری بکسر الشین۔ فی الحجر یتعلق به۔ کالاعلام جمع علم و هو الجبل الطویل حال من الضمیر فی المنشئت۔

تفسیر: ...... ان آیات میں دوسرے مسئلہ توحید کو ثابت کر رہا ہے مگر جہاں کہیں قرآن مجید میں اپنے دلائل قدرت وجبروت ذکر کر کے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے دلائل میں وہی چیزیں بیان فرمائی ہیں کہ جو بندوں کے لیے انعام اور کارآمد چیزیں ہیں، یہ اس لیے انسانی جبلت

انعام کی وجہ سے منعم کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہے ان آیات میں بھی وہی قاعدہ ملحوظ ہے۔

دو دریاؤں کا اتصال وروانی اور ان کا پانی:...... فقال مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ۞ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ کہ اس قادر مطلق نے دو دریا رواں کیے جو ملے ہوئے چلتے ہیں اور باہم مختلط نہیں ہونے پاتے، ان میں ایک قدرتی برزخ یعنی پردہ رکھا ہوا ہے جس سے دونوں باوجود اتصال کے خلط ملط نہیں ہونے پاتے یہ دو دریا کس کے بس میں ہیں اور کس کی حکومت ان پر نافذ ہے؟ اس قادر مطلق کی۔

ان دو دریا سے کون سا دریا مراد ہے؟ ابن جریج کہتے ہیں بحر شور یعنی سمندر اور زمین کی میٹھی ندیاں مراد ہیں جیسا کہ نیل، جیحون، دجلہ، فرات، گنگ وغیرہ جب یہ سمندر میں گرتے ہیں کوسوں تک دونوں پانی جدا ممتاز معلوم ہوتے ہیں، دو دھاریں الگ معلوم ہوتی ہیں رنگت میں بھی اور پانی کے میٹھے کھاری پنے میں بھی۔ بعض کہتے ہیں خود سمندر ہی کے مختلف ٹکڑے مراد ہیں بحر فارس وروم وغیرہ۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ لفظ میں تعمیم ہے، یہ بھی مراد ہیں اور ان کے ساتھ اور بھی دریا مراد ہیں جیسا کہ دریائے ملکیت وبہیمیت جو ایک میٹھا اور ایک کھاری ہے۔ انسان کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں اور مختلط ہونے نہیں پاتے اور ان سے بعد تہذیب وشائستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جن کو موتی اور مونگا کہنا چاہیے اور اسی طرح انسان کی ہر متضاد قوتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ جن کے دریا اس کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں۔

موتی، سیپ میں پیدا ہوتا ہے اور مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں نمودار کرتا ہے وہ بھی سمندر سے برآمد ہوتا ہے ،موتی سفید، یہ سرخ، کیا قدرت ہے؟

سمندر میں جہاز اور کشتیوں کا ٹھہراؤ:...... یہ تو تھا ہی اور قدرت کا تماشا دیکھو وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ کہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز اور آگ بوٹ پہاڑ جیسے سمندر میں کھڑے ہیں، پانی کی طبیعت تھی کہ ڈوب جائیں مگر وہ قادر مطلق نہیں ڈوبنے دیتا ،اس کے سامان پیدا کر کے ان کو سمندر میں ایسا دوڑاتا پھراتا ہے کہ جس طرح زمین پر گھوڑے دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہاں تک اپنی قدرت وجبروت عناصر پر ثابت کی کہ جن کو اوہام پرستوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے ہنود آگ اور پانی کی پرستش کرتے ہیں اور پانی کی مایہ بتاتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۞ ٢٦ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۞ ٢٧ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۞ ٢٨ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ
شَاْنٍ۞ ٢٩ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۞ ٣٠ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ۞ ٣١ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۞ ٣٢ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا
مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۞ ٣٣ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۞ ٣٤ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا

تَنْتَصِرٰنِ ۝۳۵ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۶

ترجمہ:...... جو کوئی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے ۝۲۶ اور (صرف) آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور بزرگی والا ہے ۝۲۷ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۲۸ اسی سے مانگتے ہیں آسمان والے اور زمین والے ہر دن اس کی (ایک) نئی شان ہے ۝۲۹ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۳۰ اے جن و انس ہم ابھی تمہارے کام سے فارغ ہو جاتے ہیں ۝۳۱ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۳۲ اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ (کچھ ایسا ہی) زور ہو تو نکل سکتے ہو (لیکن وہ ہے نہیں) ۝۳۳ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۳۴ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم دفع نہ کر سکو گے ۝۳۵ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝۳۶۔

ترکیب:...... فان خبر لکل من۔ ذو الجلال بالرفع علی انه نعت للوجه و بالجر نعتا للمجرور۔ یسئله مستانف او حال من وجه العامل فیه یبقی۔ کل ظرف لمادل علیه هو فی شان۔ لا تنفذون لا نافیة۔ شواظ بالضم و الکسر لغتان هو اللهب الذی لا دخان معه۔ من نار صفة او متعلق بالفعل نحاس بالرفع عطفا علی شواظ و بالجر عطفا علی نار و الاول اقوی۔

تفسیر:...... دلائل توحید میں عالم اور اس کی عمدہ اور نافع چیزیں پیدا کرنے کا ذکر تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ عالم قدیم نہیں بلکہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، اس کے بعد عالم فنا کرنے کی قدرت بیان کرتا ہے اور ان کو فنا کرنے میں اپنی قدرت و جبروت ظاہر فرما کر تیسرے مسئلہ حشر کو بھی اسی کلام کے دوسرے پہلو میں ثابت فرماتا ہے کہ وہی پیدا کرنے والا وہی مٹانے والا ہے۔

ہر چیز فانی ہے:...... فقال كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کہ جو کچھ زمین پر ہے فانی ہے۔ اس تقدیر پر آیت میں جنت و دوزخ کی تخصیص کرنا بے فائدہ ہے اس لیے کہ وہ زمین ہی پر نہیں ان کا فنا کرنا یہاں مذکور نہیں۔

رب تعالیٰ کو فنا نہیں:...... وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ اور اے مخاطب تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ عزت و جلال والا ہے۔ وجہ سے مراد اس کی ذات اور اس کا وجود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ربك میں واحد حاضر کی طرف خطاب اس رمز کے لیے ہے کہ اے محمد ﷺ! اصلی مخاطب تم ہو تم ہی اس بات کو سمجھتے ہو، تمہارا رب جیسا کچھ ہے تم ہی اس کو خوب جانتے ہو کہ وہ حی قیوم ازلی ابدی ہے اور اس کے سوا ممکنات فی ذاتہا فانی ہیں ان کی حیات ان کا وجود مستعار ہے۔ دنیا کی فنا بھی انسان کے لیے اس کی بڑی نعمت ہے کیوں کہ اس کے فناء ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر آئے گا جو بڑی نعمت ہے۔ عرفاء نے سچ کہا ہے موت پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتی ہے، اس کے علاوہ انسان کا رنج اور متکبروں کا جاہ و حشم فانی پر غرور اور ان کی کامرانی کی انتہا اور ایک محدود زمانہ دیکھ کر مومن کے دل میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے، یہ بھی ایک اس کی بڑی نعمت ہے جس لیے فرماتا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے:...... ایجاد اور فنا کے بعد بتلاتا ہے کہ یہ بات نہیں کہ ہم نے ایک بار عالم کو پیدا کر دیا پھر سب کچھ آپ ہی ہو رہا ہے اور ایک روز ہم فنا کر دیں گے بس ہمارے کام کے یہی دو روز ہیں اور بیچ میں ہم کچھ نہیں کرتے جیسا کہ بعض اقوام کا خیال ہے بلکہ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے خواہ بزبان حال خواہ بزبان مقال اسی سے مانگتے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں ہے، اس کی شان بے انتہا ہیں جن کا وہ وقتاً فوقتاً اظہار کرتا ہے۔ عبداللہ بن منیب رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ہم نے پوچھا یا حضرت ﷺ شان سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ کہ وہ گناہ بخشتا ہے اور غم دور کرتا ہے اور کسی قوم کو بلند اور کسی کو پست کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں

اور ابن جریر وطبرانی وابوالشیخ وابن مندہ وابن مردویہ وابونعیم وابن عساکر نے۔ اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث اپنی تاریخ میں بخاری نے ابن ماجہ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے۔ حق سبحانہ کی شیون اور اس کی نئی نئی تجلیات کا عالم میں ظہور ہوتا ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا اور قیامت میں ہوگا سب اس کی ایک شان کا جلوہ ہے۔ وہ بے کار اور نکما نہیں کہ دنیا کو پیدا کر کے آپ بے کار بن بیٹھا جیسا کہ بعض حکماء اور ہنود اور دیگر اہل مذاہب کا خیال ہے خصوصاً حکمائے فرنگ کا۔

فراغ اور ثقلان کی تفسیر:......اس کے بعد پھر دار آخرت کے مسئلہ میں اپنی شان بیان فرماتا ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ۝ زجاج وکسائی وابن الاعرابی وابوعلی فارسی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں فراغ سے مراد فراغ نہیں جو کام کے بعد ہوتا ہے اس لیے کہ اس کا کوئی ایسا شغل نہیں کہ جس سے فارغ ہونا کہا جائے اور نہ اس کی کوئی شان دوسری شان کو روکتی ہے بلکہ مراد ہے قصد کرنا۔ ثقلان ثقل کا تثنیہ ہے جس سے مراد جن وانس ہیں۔ ثقل بوجھ میں دبے ہوئے ہیں اس لیے ان کو ثقلان کہتے ہیں یا اس لیے کہ یہ بہ نسبت اور حیوانات کے بھاری بھرکم یعنی ذی عزت عاقل ہیں۔ یا اس لیے کہ یہ گناہوں کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ یہ جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے لکم جمع کا صیغہ لاکر پھر خطاب میں ایہ الثقلن تثنیہ کا صیغہ لایا اس لیے کہ وہ دو فریق ہیں اور ہر فریق جماعت ہے۔ بعض کہتے ہیں ثقلان سے مراد نیک وبد انسان ہیں۔ یا عالم ناسوت وملکوت کے لوگ۔ یہ خلاف جمہور ہے۔ یعنی اے جن وانس کیوں حساب وقیامت میں جلدی کرتے ہو ہم ابھی تمہارا کام کیے دیتے ہیں، یہ دیر ہمارے نزدیک کچھ بھی دیر نہیں۔ اس میں تہدید ہے منکران قیامت کے لیے، یہ بھی اس کی ایک نعمت ہے کہ اس سے بدڈر کر بدی سے باز آئے اور نیک نیکی میں سرگرمی کرے، اس لیے فرماتا ہے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

اللہ تعالیٰ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں:......اس کے بعد یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک ہماری قدرت کے احاطہ میں ہے کوئی اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ فقال يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا کہ اے ثقلان جن وانسان کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نکل نہ سکو گے مگر قوت کے ساتھ اور وہ قوت تم میں کہاں ہے بلکہ کسی میں بھی نہیں۔ تم سب اس کی قدرت کے احاطہ میں بند ہو وہ جو احکام چاہتا ہے دنیا میں نافذ کرتا ہے، کوئی ان پیش آنے والے حوادث کا ٹال نہیں سکتا اور آخرت میں تم پر اپنے احکام جبروتی نافذ کرے گا۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ۔ شواظ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں شواظ آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں۔ نحاس، مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد پگھلا ہو تانبا جو قیامت میں دوزخیوں پر ڈالا جائے گا۔ سعید بن جبیرؓ وابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نحاس دھواں جو جہنمیوں پر چھوڑا جائے گا۔ یعنی قیامت میں اے جن وانس کے مجرمو! تم پر شعلہ آتش اور دھواں چھوڑا جائے گا، جس کو تم دفع نہ کر سکو گے۔ اس بیان میں بھی بوجہ تہدید ہونے کے جس سے انسان بدی سے بچ کر نیکی کا راستہ اختیار کرنے میں سرگرم ہو جائے بڑی نعمت واحسان ہے جس لیے ان شدائد قیامت کے ذکر کرنے کے بعد فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کا لانا ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝۳۷ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝۳۸ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ۝۳۹ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝۴۰ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝۴۱

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِھَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾
یَطُوْفُوْنَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:..... پھر جب آسمان پھٹ جائے اور پھٹ کر گلابی تیل کی طرح سرخ ہو ﴿۳۷﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۸﴾ پھر اس دن نہ کسی آدمی کے گناہ کی پرستش ہوئی اور نہ جن کی ﴿۳۹﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۰﴾ گنہ گار ان کے چہروں سے پہچانے جائیں گے پھر تو چپے اور ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹے جائیں گے ﴿۴۱﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۲﴾ (کہا جائے گا) یہ ہے وہ جہنم کہ جس کو گنہگار جھٹلایا کرتے تھے ﴿۴۳﴾ گنہ گار جہنم میں اور کھولتے ہوئے پانی میں تڑپتے پھریں گے ﴿۴۴﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۵﴾۔

ترکیب:......فاذا شرط فکانت جواب الشرط وقیل جوابه. فیو منذ الخ فکانت علی هذا عطف. وقیل جوابه محذوف ای رأیت امرا مھولا. کالدھان جمع دھن کقرط وقیراط ورمح ورماح. وقیل اسم مفرد کالخرام والادام. خبرتان علی کان الناقصة وحال علی تقدیر کونھا تامة. عن ذنبه والضمیر للانس باعتبار اللفظ وان تاخر لفظا تقدم رتبةً. و الاخذ یستعمل بالباء تارة وبغیرھا تارة یقال اخذ الخطام واخذت بالخطام قاله الکرخی. یطوفون حال من المجرمون ویجوز ان یکون مستانفا ان اسم فاعل منقوص کقاص قال الزجاج آنی یانی فھو آن اذا انتھی فی النضج والحرارۃ۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ کہ تم پر آگ کا شعلہ چھوڑا جائے گا۔ اب یہاں اس کا وقت بیان فرماتا ہے کہ یہ کب ہوگا؟ یعنی قیامت میں اس لیے قیامت کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کب ہوگی اور کیوں کر؟ اور تیسرے مسئلہ معاد کا ذکر کرنا مقصود تھا مگر اسی سلسلہ میں۔

آسمان کا پھٹ کر سرخی مائل ہو جانا:...... فقال فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ کہ جس دن آسمان پھٹ جائیں گے پھر وہ گلابی ہو جائیں گے جیسا کہ سرخ چمڑا۔ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّھَانِ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وردۃ سرخی مائل گھوڑے کی طرح ان کا رنگ ہو جائے گا۔ صراح میں ہے ورد بالفتح گل وردۃ یکے وقیل للاسد ورد وللونه وللفرس ایضا وھو بین الکمیت والاشقر وللانثی وردۃ والجمع ورد مثل جَون وجُون وِوراد ایضا وُزودۃ گلگوں شدن۔ دھن بالضم روغن وباران ضعیف دِھان جمع۔ ھان بالکسر ایضا ادیم سرخ۔ (صراح)

یہ اختلاف دھان کے لفظی معنی پر مبنی ہے۔ فراء وابوعبیدہ کہتے ہیں اس وقت شدت حرارت کی وجہ سے آسمان سرخ ہو جائے گا۔ حسن کہتے ہیں کہ جس طرح تیل کو پانی میں ڈال دیتے ہیں اور اس میں سرخی مائل ٹکڑے نظر آیا کرتے ہیں، قیامت کے دن آسمانوں کا یہی حال ہو جائے گا۔ پہلے قول کی علت گازرونی وعمادی وغیرہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اصلی رنگت آسمان کی قدماء کے نزدیک سرخ ہے لیکن بعد مسافت اور کثرت حوائل وحواجز اور ہمارے اور اس کے بیچ میں ہوا آجانے کی وجہ سے نیلگوں دکھائی دیتا ہے جیسا عروق میں خون باوجود سرخ ہونے کے نیلگوں دکھائی دیا کرتا ہے۔

ایسا ہو مگر فلسفہ جدید یا قدیم کے مطابق کرنے میں ہم کو اس قدر موشگافی کرنے کی حاجت ہی کیا ہے خواہ آسمانوں کی اصلی رنگت سرخ ہو یا نیل گوں یا کوئی بھی رنگت نہ ہو بوجہ شفاف ہونے کے۔ یہ نیلی چھتری صرف کرہ ہوا کے سبب ہم کو نظر آیا کرتی ہے اور چونکہ آسمان کے تلے یہ چھت گیری ہم کو دکھائی دیتی ہے اور اسی لیے ہم اسی کو آسمان کہتے ہیں یا جو کچھ ہو قرآن مجید کا صاف مطلب اسی قدر سے متعلق

ہے کہ قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیں گے یعنی خراب ہو جائیں گے اور اس صدمہ عظیم کے وقت سرخی نمودار ہوگی۔ یہ آسمان سرخ ہو جائے گا اس قہر و جبروت کے آثار اس پر ظاہر ہوں گے اور وہ خونی لباس سے ملبوس ہوگا۔ یہ بھی اس کی بڑی نعمت ہے کیوں کہ یہ آسمان فنا نہ ہوں تو عالم قدس آباد نہ ہو اس لیے فرماتا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

بروزِ قیامت مجرم چہروں سے پہچانے جائیں گے:..... پھر اس روز مجرموں کے ساتھ کیا ہوگا فقال فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کہ اس روز کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہ کی بابت کچھ نہ پوچھا جائے گا ❶ یہ بڑی تہدید ہے جس سے عاقل گناہ سے بچنے میں بڑی کوشش کر سکتا ہے اس لیے یہ بھی اس کی ایک نعمت ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اس کے بعد اس پوچھے نہ جانے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ گنہگار ان کے چہروں سے خود پہچانے جائیں گے، گناہوں کا داغ اور اس کی سیاہی ان کے منہ پر خود بخود کہہ دے گی یہ گنہ گار ہے پھر پوچھنے کی کیا حاجت؟ پھر ان کے سر کے بال اور ٹانگیں پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا النواصی جمع ناصیة ماتھے کے بال۔

یہ کلام بھی بڑی تہدید کا ہے جو انسان کو سعادت کے رستہ پر کھینچ کر لانے والا ہے اس لیے یہ بھی ایک نعمت ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پھر ان دوزخیوں سے کہا جائے گا هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ کہ یہ وہی تو ہے جہنم کہ جس کو یہ گنہگار دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گنہگار اس دوزخ میں اور اس کے اندر جو گرم اور کھولتا ہوا پانی ہے اس میں پھر رہے ہوں گے جس کا انکار تھا وہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

احادیث صحیحہ میں جہنم کے عذابوں کا مفصل طور پر بیان آیا ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ اس کی جوتیاں اور اس کے تسمے آگ کے ہوں گے جس سے اس کا دماغ ہانڈی کی طرح پکے گا وہ سمجھے گا مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں حالانکہ اس کو عذاب سب سے کم ہوگا۔ (متفق علیہ)

اس مصیبت دردناک سے خدا نے اس کی تدبیر بتلا کر بچنے کا سامان کیا یہ اس کی کیسی نعمت ہے؟ اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ انسان جو ان باتوں پر کان نہیں دھرتا یہی تو اس نعمت کا انکار کرنا اور جھٹلانا ہے۔ یہاں تک مجرموں کی سزا کا بیان تھا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ

---

❶..... اس قسم کی آیات کے جہاں نہ پوچھنے کا ذکر ہے وہ (ان) آیات (کے) مخالف نہیں کہ جہاں سوال کرنے کا ذکر آیا ہے (جیسا کہ یہ آیت فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ کہ تیرے رب کی یعنی اپنی قسم کہ ہم ایک سے ضرور ہی پرسش کریں گے) اس لیے کہ یہ سوال کرنا ایک مقام خاص پر مراد ہے اور نہ سوال کرنا دوسری جگہ ہوگا۔ یا یہ کہ وہ سوال کرنا بطور دریافت کرنے کے نہ ہوگا بلکہ سرزنش اور تہدید کے طور پر اور یہاں بھی سوال نہ کیے جانے سے یہی مراد ہے کہ بطور دریافت کے سوال نہ ہوگا اس لیے کہ ان کے چہروں سے معلوم ہو جائے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَآنٌّ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴿۵۸﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۶۱﴾

ترجمہ:......اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا تھا اس کے لیے دو باغ ہوں گے﴿۴۶﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۴۷﴾ وہ دونوں باغ بڑے پھلے پھولے ہوں گے﴿۴۸﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۴۹﴾ ان دونوں میں دو چشمے جاری ہوں گے﴿۵۰﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۵۱﴾ (اور) ان میں ہر قسم کے میوے ہوں گے﴿۵۲﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۵۳﴾ تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جن کا استر مخملی ہوگا اور ان باغوں کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے﴿۵۴﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۵۵﴾ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی کہ جن کو اس سے پہلے نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا ہوگا نہ کسی جن نے﴿۵۶﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۵۷﴾ گویا کہ وہ (رنگت میں) یاقوت اور مونگا ہیں﴿۵۸﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے﴿۵۹﴾ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے﴿۶۰﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟﴿۶۱﴾

ترکیب:...... جنتن مبتداء لمن خاف خبره ـ مقام ربه المقام اما اسم منان ای خاف الموقف الذی یقف فیه العباد وللحساب کمافی قوله تعالی یوم یقوم الناس لرب العلمین واما مصدر ففیه احتمالان امابمعنی قیامه تعالی علی احوال العباد من قام علیه اذا رقبه کما فی قوله تعالی افمن هو قائم علی کل نفس بما کسبت واما بمعنی قیام العباد بین یدیه ـفعلی الاول اضافة الی الرب تفخیما و تهویلا وقیل لفظ المقام مقحم ای ولم خاف ربه والمعنی لکل خائفین منکما او لکل واحد جنتان ـ ذواتا تثنیة ذوات علی الاصل ولا مهاتاء (الجلال المحلی) قال ابن الصائغ الالف قبل التاء بدل من یاء وقیل من واو قال الخطیب فی تثنیة ذات لغتان الاولی الرد الی الاصل فان اصلها ذویه فالعین واو واللام یاء لانها مونثة ذوی والثانیة التثنیة علی اللفظ فیقال ذاتان ـ وهو صفة الجنتن او خبر مبتداء محذوف ـ افنان جمع فنن وهی الغصنة (شاخ) التی تنشعب من فرع الشجر ـ وقال الزجاج جمع فن (قسم) کدن وهو الضرب والنوع من کل شئی والمرادبها الالوان وبه قال عطاء و سعید بن جبیر و جمع عطاء بین القولین فقال فی کل غصن فنون من الفاکهة ـ وقیل ذواتا انواع و اشکال من الثمار و قیل الافنان ظل الاغصان علی الحیطان متکئین انتصابه علی المدح للخائفین او حال منهم لان من خاف فی معنی الجمع و جنا الجنتین مبتداء و دان خبره اصله دانو مثل غاز فاعل اعلاله و جنی فعل بمعنی مفعول والجنی (چنے ہوئے میوے) مایجتنی من الثمار قاصرات الطرف من اضافة اسم الفاعل الی مفعوله تخفیفا ـ لم یطمثهن الضمیر راجع الی الازواج المدلول علیهن بقاصرات الطرف الجماع وقال ابو عمرو الطمث المس ـ

تفسیر:...... یہاں سے اہل سعادت کے منازل بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے دو باغ:...... فقال وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کہ جو دنیا میں اس بات سے ڈرا کہ مجھے

خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور حساب دینا ہے (اور یہی اصول حسنات میں سب سے بڑھ کر ہے یہی نظری اور عملی حسنات پر آمادہ کرتی ہے اور برائیوں سے باز رکھتی ہے) اس لیے آخرت میں دو بہشت ملیں گے۔ ایک روحانی دوسری جسمانی اور دو اس لیے کہ ہمیشہ ایک مقام میں رہنے سے طبیعت بھر جاتی ہے کبھی یہاں کبھی وہاں سیر و تفریح کے لیے ایک گھر سے دوسرے سیر کا باغ۔ ایک جنت معصیت ترک کرنے کے بدلے میں دوسری طاعت کے بدلے میں۔ یا کہو ایک عقیدہ پاک کے سبب دوسری اعمال کے سبب۔ یا ایک محض فضل الٰہی کے سبب۔

مذکورہ باغات کے چند اوصاف:...... آگے ان دونوں باغوں کا وصف بیان فرماتا ہے ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ شاخوں والے یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے جن پر خزاں و بادِ صرصر گرمی و سردی کا کبھی اثر نہ ہو فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ یہ دوسری صفت ہے کہ ان دونوں میں نہر جاری ہوں ❶ گی نہایت صاف اور فرحت خیز پانی بلورین پڑیاں اور ان میں منبت کاری کی ہوئی اور پھر کہیں فواروں سے پانی گرنا، کہیں چادریں چھٹنا عجب فرحت بخشتا ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ یہ تیسری صفت ہے صرف بہاری نہیں بلکہ ہر قسم کے میوے بھی ان میں ہوں گے جو نہ موسم کے تمام ہونے سے تمام ہوں اور نہ فصلوں کے خراب ہونے سے خراب ہوں۔

زوجن الصنفان و النوعان و المعنی فی الجنۃ من کل نوع من ثمار الدنیا نوعان۔ یعنی دنیا میں جس جس قسم کے میوے ہیں ان کی وہاں دو قسمیں ہوں گی رنگت اور ذائقہ اور خوشبو اور چھوٹے بڑے ہونے میں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

اہل جنت کے بچھونے:...... مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ تکیہ لگا کر ایسے عمدہ فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جن کے استر مخمل کے ہوں گے۔ یہ چوتھی صفت ہے کہ پتوں اور گھاس اور پتھروں پر بیٹھنا نہیں پڑے گا بلکہ ایسے عمدہ مقامات بنگلے اور بارہ دریاں اور کوٹھیاں ان باغوں اور نہروں کے اوپر نہایت صنعت کے ساتھ جواہرات سے بنی ہوں گی کہ جن میں ایسے فرش ہوں گے کہ جن کے استر عمدہ ریشمی مخمل کے ہوں گے پھر ان کے اوپر کے رخ کے کیا کہنے ہیں دست قدرت نے کیا کیا اس میں گل کاری کی ہوگی اور کیسا عمدہ کپڑا لگایا ہوگا۔ بطائن جمع بطانۃ وہ رخ جو زمین سے ملا ہو۔ استبرق موٹی دیبا یعنی ریشمی مخمل۔

اور یہ بھی نہیں کہ باوجود اس خوبی کے جنت کے ایسے بلند اور مشکل چڑھائی کے درختوں پر اور شاخوں میں ہوں کہ جن کے لیے محنت اٹھانی پڑے بلکہ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ان کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے ہاتھ بڑھاؤ اور توڑ لو کیسی ہی بلند شاخ ہے جھکی چلی آتی ہے یہ پانچویں صفت ہے۔

حوران جنت اور ان کے اوصاف:...... عمدہ باغ اور نفیس مکانات اور آراستہ فروش اور عمدہ کھانوں کے بعد انسان کی طبع حسین عورتوں کی طرف مائل ہوتی ہے اور یہ جلسہ ان سے دوبالا ہو جاتا ہے ایسے عمدہ مقامات پر یہ نہ ہوں تو حظ نہیں، اس لیے فرماتا ہے فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ یہ چھٹی صفت ہے کہ وہاں ایسی نیک سیرت عورتیں ہوں گی کہ جن کی نیچی نگاہیں ہوں گی شوخ و چشم غیروں کو گھورنے والیاں نہ ہوں گی اور یہ صفت ان میں پیدائشی ہوگا یہ نہیں کہ پہلے بدکار تھیں پھر توبہ کر کے نیک ہو گئی ہوں، ایسی عورتوں سے بھی غیرت مند طبائع نفرت کیا کرتی ہیں بلکہ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ ان کو کسی نے ان سے پہلے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہوگا نہ جن نے نہ انسان نے۔ یہ ان کی سیرت کی خوبی بیان ہوئی اس لیے کہ سیرت صورت پر مقدم ہے، بدصورت ہے تو سب حسن صورت ہیچ۔

---

❶ ابو بکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جو آنکھیں اللہ کی محبت یا خوف میں روتی تھیں وہی جنت میں ہوں گی ان کے آنسو وہاں دو جاری نہر کی صورت میں متشکل ہوں گے ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسلام کی جزا دار السلام ہے دار السلام جنت کا ایک نام ہے ۱۲ منہ۔

اس کے بعد حسن صورت بیان فرماتا ہے كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۔ گویا وہ یاقوت اور مونگا ہیں۔ یہ ان کے صفائے رنگ میں تشبیہ ہے جو کمال حسن کو متضمن ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ انسان کا جہاں تک خیال جا سکتا ہے اور جن چیزوں پر اس کی رغبت ہے وہ یہی چیزیں ہیں جن کا بہ ترتیب بیان ہوا مگر وہاں اس کے خیال سے بھی بڑھ کر نعمتیں ہیں۔

نیکی کا بدلہ:...... هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ دنیا میں جو کوئی نیکی کرتا ہے پھر اس کے وہاں نیک ہی بدلہ ہے۔ گویا یہاں تک نیک بدلہ کی تشریح تھی۔ یہ آیت من جملہ ان چار آیتوں کے ہے جن کے سو سو معنی سے زائد ہیں ان کے کلمات جامع بے شمار معانی کو حاوی ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾
فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ
حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع ۳ / ۱۲

ترجمہ:......اور ان دونوں باغوں کے سوا اور دو باغ ہوں گے ﴿٦٢﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٦٣﴾ وہ دونوں بہت سرسبز ہوں گے ﴿٦٤﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٦٥﴾ ان میں دو چشمے جوش مار رہے ہوں گے ﴿٦٦﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٦٧﴾ اور ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے ﴿٦٨﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٦٩﴾ ان میں بڑی نیک سیرت عورتیں ہوں گی ﴿٧٠﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٧١﴾ حوریں ہوں گی جو خیموں میں بند بیٹھی ہوں گی ﴿٧٢﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٧٣﴾ جن کو اس سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا ہوگا نہ جن نے ﴿٧٤﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٧٥﴾ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز اور رنگ برنگ کے عمدہ قالینوں پر ﴿٧٦﴾ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿٧٧﴾ آپ کے رب کا نام بڑا بابرکت ہے جو (بڑے) جلال و عزت والا ہے ﴿٧٨﴾۔

ترکیب:......جنتن مبتداء و من دونهما خبر۔ مدهامتن صفت لجنتن او خبر مبتداء محذوف۔ عینٰن موصوف۔ نضاختٰن صفة الموصوف و الصفة مبتداء۔ فیهما خبره وقس علیه مابعده۔ حور بدل من خیرات وقیل الخبر محذوف ای فیهن حور متكئين حال و ذو الحال محذوف دل علیه الضمیر فی قبلهم۔ رفرفٍ فی معنی الجمع وقیل رفرفة خضر صفة والاكرام بالجر عطفا علی الجلالُ قرأ ابن عامر بالرفع صفة الاسم۔

تفسیر:۔۔۔۔ یہ اہل سعادت کے مقامات کی اور زیادہ تشریح ہے کہ ان خدا ترسوں کے لیے دہ باغ اور ملیں گے جن کے اوصاف بعد میں بیان فرماتا ہے کیا یہ چاروں جنت ایک کے لیے ہونگی؟ جمہور کے نزدیک وہ دو جنت ایک گروہ اہل سعادت کے لیے ہوں گی اور یہ دونوں دوسرے گروہ اہل سعادت کے لیے۔ وہ پہلی بہتر ہے یا یہ دونوں پچھلی؟

مقربین پر خصوصی عنایت:۔۔۔۔ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لکھتے ہیں یہ دونوں جن کا آیات میں ذکر ہے ان دونوں سے جن کا پہلے ذکر ہوا بڑھ کر ہیں۔ دونهما کے معنی ہیں اقربهما و امامهما کے کہ یہ عرش کے ان سے زیادہ قریب تر ہیں یعنی ان سے بالاتر کے مقامات ہیں۔ مگر اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ دونوں ان دونوں سے کم تر درجہ کی جنت ہیں۔ لفظ دون جس کے معنی کمی کے ہیں اس پر شہادت دے رہا ہے اور احادیث صحیحہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ وہ پہلی دو جنت سابقین مقربین کے لیے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کے لیے۔

بعض کہتے ہیں ان دونوں کا نام جنت عدن و جنت نعیم ہے اور ان کا جنت الفردوس و جنت الماوٰی۔

اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ بڑھ کر ہے کیوں کہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام ہیں اور اصحاب الیمین ان سے درجہ میں کم ہیں کیونکہ اصحاب الیمین صلحائے مومنین ہیں اس لیے سابقین کے لیے جو دو باغ ملیں گے بڑھ کر ہوں گے اصحاب الیمین کے دو باغ سے۔

اس لیے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں پہلی دو جنتوں کے جو اوصاف ہیں قرآن مجید کے الفاظ سے ان کا ان اوصاف سے جو ان دو جنتیوں کے ہیں بڑھ کر ہونا ثابت کر کے دکھایا ہے۔ ایسی باتوں کو علم الٰہی کے حوالے کرنا میں پسند کرتا ہوں، اس عالم کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے۔

باغات کی ہریالی اور چشمے:۔۔۔۔ مُدْهَآمَّتٰنِ۔ مشتق ہے دہمۃ سے جس کے معنی لغت میں سیاہی کے ہیں۔ کہتے ہیں فرس ادہم و بعیر ادہم جب کہ ان پر سیاہی غالب آ جائے ادھام ادھیماما۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں سبز کے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں تیز سبزی کو دہمۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی پانی کی کثرت اور شادابی کے زیادہ ہوجانے سے ان دونوں باغوں کے درخت نہایت سبز مائل بہ سیاہی ہوں گے۔

نَضَّاخَتٰنِ نضخ کے معنی ہیں چشمے سے پانی کا ابلنا، فوارے کی طرح جوش مار کر نکلنا، اور نضح حا مہملہ سے جو ہے تو اس کے معنی میں کمی ملحوظ ہے کیوں کہ اس کے معنی ہیں ترشح اور چھڑکنے کے۔ یعنی ان دونوں باغوں میں ایسے دو چشمے ہوں گے کہ جن کا پانی فوارے کی طرح سے گرتا ہوگا اس قسم سے پانی نکلنا بھی عجب فرحت خیز ہے۔

جنت کے انار و کھجور۔۔۔۔ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ان میں میوے اور کھجور اور انار بھی ہوں گے یہ چیزیں باغوں کو خصوصاً عرب کے قرب میں نہایت زینت دیتی ہیں اس لیے کہ کھجور تو ان کی عام خورش ہے اور انار بمنزلہ شراب کے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کھجور اور انار پر عرف عرب میں فاکہہ کا اطلاق نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کا فاکہۃ پر عطف ہے اور معطوف علیہ معطوف کا غیر ہوتا ہے دونوں ایک ہی چیز نہیں ہوا کرتی۔

جنت کی دلکش چیزوں کا بیان:۔۔۔۔ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۞ فیھن کی ضمیر انہیں دو باغوں کی طرف پھرتی ہے تغلیباً۔ بعض کہتے ہیں ان دو کی خصوصیت نہیں اس میں پہلے دو باغ بھی شامل ہیں۔ مکانات کی خوبی اور ان کی تر و تازگی کے بعد وہاں کی دلکش چیزوں کو بھی بیان فرماتا ہے کہ ان میں خیرت حسان ہیں۔ خیرات کو جمہور نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے۔ تب یہ خیرۃ بوزن فعلۃ کی جمع ہے۔ کہتے ہیں امرۃ خیرۃ یعنی اچھی عورت جیسا کہ اس کے مقابل میں کہتے ہیں۔ امرۃ شرۃ بری عورت، بعض نے خیرت بالتشدید پڑھا ہے تب یہ

خیرۃ کی جمع ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں خوبصورتی کے اور دوسری میں عادت واخلاق کی اچھائی کے اور بعض نے عام رکھا ہے مگر قوی یہی ہے کہ خیرت سے اخلاق وعادات کی خوبی مراد لی جائے اور حسان سے صورت کی۔ اور ممکن ہے کہ ایک لفظ دوسرے کی تائید کے لیے آیا ہو۔ حسان خوبصورت۔ یعنی ان دونوں باغوں میں خوبصورت اور حسین عورتیں ہوں گی۔

خیموں میں مستور بیٹھی حوریں:...... حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ان باغوں میں خیمے ہوں گے جن میں حوریں پردہ ستر میں ہوں گی۔ حسن کہتے ہیں وہ حور العین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ یہی دنیا کی نیک عورتیں ہوں گی جن کو حسن وخوبی دے کر وہاں حور بنا دیا جائے گا، جمہور کے نزدیک وہ ایک نئی قسم کی عورتیں جو خدا تعالیٰ نے جنت میں پیدا کی ہیں وہ دنیا کی عورتیں نہیں۔ اس پر جمہور کے پاس بہت سے شواہد نقلیہ موجود ہیں۔ پھر ان دونوں میں کس کا حسن زیادہ ہوگا؟ بعض کہتے ہیں حوریں بڑھ کر ہوں گی، بعض کہتے دنیا کی نیک بیویاں ستر درجے بڑھ کر حسن میں حور سے زیادہ ہوں گی، اور حوریں ان کے آگے لونڈیوں کی طرح رہیں گی۔ واللہ اعلم۔ ان باتوں میں بھی کسی کے پاس کوئی حجت قاطعہ نہیں۔ مکانات میں ان حسین عورتوں کا رہنا اور خیموں میں سیر وتفریح کے لیے جانا یا انہیں جا کر رہنا یا وہاں حوروں کا موجود ہونا طبائع انسانیہ کے لیے نہایت مرغوب ہے۔

خوبصورت عبقری تکیے وبچھونے:...... مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رفرف خضر و عبقری حسان۔ رفرف سبز اور خوبصورت عبقری پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ رفرف رف یرف اذا ارتفع سے مشتق ہے جس کے معنی بلندی کے لیے ہیں اس لیے جو طائر ہوا میں پر کھول کر اڑتا ہے اس کو رفرفہ کہتے ہیں۔ آیت میں اس سے کیا مراد ہے؟ ابوعبیدہ کہتے ہیں اس سے مراد بچھونے ہیں۔ اور یہی قول ہے حسن ومقاتل و ضحاک وغیرہم کا۔ بعض کہتے ہیں تکیے، بعض کہتے ہیں جنت کے چمن۔ مگر صحیح اول قول ہے کہ وہ عمدہ ریشمی قالین سبز رنگ کے ہوں گے۔ عبقری عبقر کی طرف منسوب (عبقر زمین پریاں وعرب ہر چیزے از مردم دستور وجامہ وفرش وجزا آں را کہ درغایت قوت وحسن و لطافت باشد بدے منسوب کنند۔ یقال ثوب عبقری وہو واحد وجمع والانثی عبقریۃ۔ (صراح) اس سے مراد بھی وہی گدے اور تکیے اور نہالچے ہیں جو نہایت عمدہ ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی برکات:...... اس کے بعد کلام کو اپنی ذات کی خوبی وبرکت پر تمام کرتا ہے۔ تَبٰرَكَ ❶ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۝ کہ جس نے انسان کے لیے یہ نعمتیں پیدا کیں۔ ثوبان کہتے ہیں نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر تین بار استغفار کرتے اور پھر یہ کہتے تھے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام۔ (رواہ مسلم)

---

❶ اصل تبارک کی تبرک ہے جس کے معنی دوام وثبات کے ہیں اور اسی سے ہے برک البعیر وبرکۃ الماء کہ جہاں پانی ٹھہرتا ہے۔ یہ معنی ہوئے کہ اس کا نام مدام ہے گا۔ اور سب خیر وخوبی اسی کو ہے کس لیے کہ برکت کا استعمال خیر میں ہوتا ہے۔ یا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی شان بلند، وہ سب عیبوں سے پاک ہے از اں جملہ کذب ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ جو اس کے وعدے ہیں سب سچ ہیں بعد مرنے کے ہر کوئی دیکھے گا ترغیب کے لیے جھوٹی باتیں نہیں بنائی گئی ہیں جیسا کہ ملحد کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

اٰيَاتُهَا ٩٦ — (٥٦) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّة (٤٦) — رُكُوْعَاتُهَا ٣

مکیہ ہے اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ
الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا
ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

ترجمہ:...... جب کہ واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے (قیامت) ① جس کے واقع ہونے میں کچھ بھی جھوٹ نہیں ② (وہ) کسی کو پست کر دے گی اور کسی کو بلند ③ جب کہ زمین بڑے زور سے لرزے گی ④ اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چورا ہو جائیں گے ⑤ سو وہ غبار ہو کر اڑتے پھریں گے ⑥ اور (اس وقت) تمہاری تین جماعتیں ہو جائیں گی ⑦ ایک تو دائیں طرف والے دائیں طرف والوں کا کیا ہی کہنا ہے ⑧ اور دوسرے بائیں طرف والے بائیں طرف والوں کا کیا ہی برا حال ہے ⑨ اور تیسرے آگے والے تو آگے والے ہی ہیں ⑩ (اور) وہی مقرب بھی ہیں ⑪ وہ عیش کے باغوں میں ہوں گے ⑫۔

ترکیب:...... اذا والعامل فیها اذکر او دل علیه۔ لیس لوقعتها کاذبة ای اذا وقعت لم تکذب۔ اوهی ظرف لخافضة رافعة اذا لثانیة تکریر للاولی اوبدل منها کاذبة مصدر کالعافیة والعاقبة هی اسم لیس۔ خافضة رافعة قرا الجمهور بالرفع علی انهما خبر مبتداء محذوف وقرئ بالنصب علی الحال من الضمیر فی کاذبة اوفی وقعته۔ فاصحب المیمنة مبتداء ما اصحب المیمنة الجملة خبر ولما کان الثانی عین الاول لم یحتج الی ضمیر الی المبتدا۔ والسّٰبقون مبتداء السّٰبقون خبره وقیل الثانی نعت للاوّل او تکریر و توکید۔ اولئک الخ الجملة خبر۔ فی جنت النعیم خبر ثان او حال من الضمیر فی المقربون او ظرف قرء الجمهور جنت بالجمع وقرء بالافراد واضافة الجنات الی النعیم من اضافة المکان الی مافیه کدار الضیافة۔

تفسیر:...... یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و حسن و عکرمہ و جابر و عطا کا یہی قول ہے۔ قتادہ کہتے ہیں صرف یہ آیت وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ الآیة مدینہ میں نازل ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں اس میں سے چار آیات أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ . . . الخ سفر مکہ میں نازل ہوئی باقی مدینہ میں۔ پہلا قول قوی ہے۔

فضیلتِ سورۃ الواقعہ:...... بیہقی نے شعب الایمان میں اور حارث بن اسامہ اور ابو یعلی اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہر شب سورہ واقعہ پڑھے گا اس کو کبھی فاقہ کشی کی نوبت نہ آئے گی۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے سورہ واقعہ غنی کی سورت ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

یہ اور اس قسم کی احادیث جو بیشتر فضائل میں مذکور ہیں محققین کے نزدیک صحت وقوت کے درجہ کو نہیں پہنچیں۔ مگر ان کے مطالب میں ذرا بھی شک نہیں اس لیے کہ ہر کلام وہر کام کا دنیا میں بھی ایک اثر خاص ہے۔ کلام کے اس اثر کے سوا جو اصل مقصود ہے یعنی سامع یا مخاطب کے دل پر بیٹھ جاتا ایک اور بھی اثر خصوصاً کلام اللہ کا بارہا تجربے میں آیا ہے۔ آج کل کے لوگ جو سائنس (علوم) کی ترقی کا دم بھرتے ہیں ان باتوں کے منکر ہیں مگر ابھی ان کی سائنس نے کامل ترقی نہیں کی ہے جب کرے گی تو بہت سی باتوں کو جن کا وہ اب انکار کرتے ہیں اقرار کریں گے اور کرتے جارہے ہیں۔

ربط سورت:...... سورہ رحمن کے اخیر میں فرمایا تھا تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اب اس سورت میں اس کے کامل جلال وکرام کے ظاہر ہونے کا وقت بیان کرتا ہے کہ وہ کس دن ظاہر ہوگا؟

وقوع قیامت کی علامات:...... فرماتا ہے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ . . . الخ جب ہونے والی گھڑی جو کسی طرح ٹلنے ہی کی نہیں آئے گی یا یوں کہو جنت کی نعمتیں اور وہاں کے اسباب عیش و آرام کا ذکر ہونے سے نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھتے تھے کہ یہ کب ہوگا؟ فرما دیا کہ جب قیامت آئے گی یعنی دوسرے جہاں میں۔ اس جہاں میں نہیں جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہان عیش وکامرانی کی جگہ نہیں یہ جہان کوشش عمل اور تکالیف کی جگہ ہے جو بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے اس سورت میں زیادہ تر تیسرے مسئلہ قیامت کا ذکر ہے۔

واقعہ قیامت کا نام ہے اس لیے کہ یہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اس طرح اس کا نام ازفة وغیرہا ہے لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ کہ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ یہ کلمہ واقعہ کی تاکید ہے۔ زجاج کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور یہی حسن وقتادہ کا قول ہے۔ اور یہ بھی کہ اس دن اس کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ پھر اس کی تصریح اور اس کے خواص بیان فرماتا ہے۔ خَافِضَةٌ کہ وہ گھڑی پست کرنے والی ہے بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اس کے منکر اور اس کے احکام کی پابندی نہیں کرتے نیچا دکھائے گی رَّافِعَةٌ بلند کرنے والی بھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جو نیک ہیں اس روز سربلندی نصیب ہوگی گو وہ دنیا میں پست اور ذلیل تھے یہ کب: وَاِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا کہ جس دن زمین ہلے گی۔ رجة اضطراب وحرکت۔ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ بس ٹکڑے ٹکڑے ہونا، ٹوٹنا۔ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا۔ پھر وہ غبار اڑتا ہوا ہو جائیں گے۔ ہبا کے معنی غبار اور منبثا کے معنی منتشر اڑنے والا۔

حال کے فلاسفی کے بموجب بھی ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں۔ حال کے منجموں (اہل نجوم) نے دم دار ستاروں کی بابت تحقیق کر کے ان کے اجسام کا اندازہ ہزارہا حصہ زمین سے بڑا ثابت کر کے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی حرکت ایسی تیز ہے کہ ایک دومنٹ میں ہزاروں کوس کا رستہ طے کرتے ہیں ❶ اور ایک بار قریب تھا کہ یہ ستارہ زمین سے ٹکرا جائے مگر خیر گزری ورنہ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ پس اس روز ایسا صدمہ آنے سے یہ ہو جائے تو کیا بعید ہے اس لیے خدائے قہار سے ہر وقت ڈرنا چاہیے کہ ایسے اجرام عظیمہ ٹکرا کر ہر ایک کو چورا چورا کردیں ہر گھڑی یہ احتمال اور دغدغہ لگا ہوا ہے۔ مگر یہ باتیں ظاہر بینوں کی ہیں عالم اجسام اور ان کے اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اس قادر مطلق کی بے انتہا قدرت وطاقت کے آگے سب کچھ ممکن ہے۔

---

❶ ایسی تیز حرکت کا کیا ٹھکانہ ہے پھر اتنے بڑے جسم کا جو زمین سے بہت ہی بڑا ہو زمین سے کر دے ٹکرانا اگر قیامت برپا ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟ ۱۲ منہ۔

قیامت میں انسانوں کے تین گروہ:......وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۝اس روز دنیا فنا ہو جانے کے بعد جب دوسرا عالم پیدا ہوگا اور لوگ بار دگر زندہ ہوں گے تو اے بنی آدم تمہاری تین قسم یعنی تین گروہ ہو جائیں گے پھر آگے ان تینوں گروہوں اور ان کے حالات اور درجات کا بیان کرتا ہے۔

دائیں اور بائیں والے:......فقال فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۝ایک وہ جو تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے یا یہ معنی کہ ان کو نامۂ اعمال دائیں طرف سے دیے جائیں گے۔ یعنی دائیں والے یا یمن و برکت والے۔ یہ یمن سے مشتق ہے یا یہ معنی کہ بلند مرتبہ والے عرب میں جو دائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اس کو بہتر سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اس کو نحوست پر محمول کرتے تھے اس لیے عمدہ اور بہتر چیز یمین والی اور بری چیز شمال والی بطور استعارہ کے مراد ہونے لگی۔ یعنی یمین والے کیا ہی عمدہ ہیں۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ اور بائیں ❶ والے یا برے مرتبے والے شوم منحوس کیا ہی برے ہیں۔ یہ دوسرا فریق تھا۔

سابقین اولین:......وَالسّٰبِقُوْنَ . . . الخ یہ تیسرا فریق ہے یعنی سب سے پہلے ایمان و نیکی اختیار کرنے والے یا سعادت و حسنات میں سبقت کرنے والے یا اگلے لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام یا تخت رب العلمین کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں وہی مقرب ہیں جو جَنّٰتِ النَّعِيْمِ میں رہیں گے۔

اب کلام اس میں ہے کہ ان تینوں گروہ میں کون کون داخل ہیں؟ صحیح تر یہ ہے کہ اصحاب الیمین مومنین و صالحین ہیں خواہ امت محمدیہ کے ہوں یا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یا پہلی امتوں کے اور اصحاب الشمال کافر و منافق و گنہ گار اور سابقین انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں۔ ان تینوں میں اعلیٰ درجہ کے سبقون ہیں۔ لیکن سب کے اخیر ان کا ذکر اس لیے آیا کہ انہیں کے فضائل و درجات کا سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہو گیا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ
عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۬
وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ۝۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ۝۱۹ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ۝۲۰ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۝۲۱ وَحُوْرٌ عِيْنٌ۝۲۲ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ
الْمَكْنُوْنِ۝۲۳ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۲۴ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا۝۲۵
اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا۝۲۶

ترجمہ: بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے ⑬ اور تھوڑے پچھلوں میں سے بھی ⑭ جڑاؤ پلنگوں پر ⑮ تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

❶ بائیں طرف کھڑے ہونے والے یا بائیں طرف سے نامۂ اعمال پانے والے ۱۲ منہ۔

بیٹھے ہوں گے ⑯ (وہ) لڑکے جو سدا لڑکے ہی رہیں گے ⑰ آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام لاتے لے جاتے ہوں گے ⑱ کہ جس سے نہ ان کو دردِ سر ہو گا نہ بے ہوشی ⑲ اور (نیز) جو میوے پسند کریں گے ⑳ اور جس پرند کا گوشت چاہیں گے (وہ بھی لائیں گے) ㉑ اور ان کی حورعین ہوں گی ㉒ جیسا کہ صدف کا پوشیدہ موتی ㉓ ان کے ان کاموں کے بدلے میں کہ جو وہ کیا کرتے تھے ㉔ وہ وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے نہ خلاف تہذیب ㉕ مگر باہم سلام سلام کی آواز ㉖۔

ترکیب:......ثلة مبتدا وهي القطعة والفرقة من ثلت الشئی اذا قطعته۔ وقليل معطوف على المبتدا۔ على سرر الخ خبر وقيل هم ثلة سرر بضم السين والراء الاولى وقرء بفتح الراء وهي لغة جمع سرير (تخت۔ چارپائی۔ پلنگ۔ چھپرکھٹ وغیرہ)۔ موضونة منسوجة والضن النسج المضاعف يقال وضن الشئی يضنه فهو موضون ووضين۔ متكئين و متقبلين حالان من الضمير في الخبر وقيل متقبلين حال من الضمير في متكئين۔ يطوف مستانفة ويجوزان يكون حالا۔ باكواب متعلق بيطوف اكواب جمع كوب (کوزہ بے دستہ) صراح۔ واباريق جمع ابريق کوزہ بادستہ معطوف على اكواب۔ وحور بالرفع على انه معطوف على ولدان اولهم حور ويقرء بالنصب على تقدير يعطون و بالجر عطفا على اكواب۔ والحور جمع حوراء والعين جمع عيناء جزا ومفعول له او مفعول مطلق اى يخبرون جزاء الا قيلا استثناء منقطع۔ سلما بدل منه او صفت او مفعوله الا ان يقولوا سلما او مصدر اى يسلمون سلما والتكرير للتكثير اى يفشون السلام بينهم۔

فرقہ سابقین کا ذکر

تفسیر:...... سب سے اول سابقون کے درجات بیان فرماتا ہے اور ساتھ یہ بھی بتلاتا ہے کہ سابقون پہلے لوگوں میں سے کتنے ہیں اور پچھلوں میں سے کتنے؟ اس لیے فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ کہ یہ سابقین پہلے زمانے والوں میں سے ایک گروہ ہے اور پچھلے زمانے والوں میں سے تھوڑے سے۔ یہ پہلا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ تک۔ بے شک ان میں۔ سابقین زیادہ ہیں اس لیے کہ ان میں تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلصین شامل ہیں اور ان کی تعداد بہت ہے اور پچھلا زمانہ ہمارے حضرت ﷺ سے لے کر قیامت تک۔ ان میں سابقین بہ نسب پہلے زمانے والوں کے کم ہیں اور آل و اصحاب رضی اللہ عنہم و اولیائے کرام جو سعادت کے درجہ قصوٰی تک پہنچ گئے تھے۔

یہ مجاہد و حسن بصری کا قول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور تائید کرتی ہے اس قول کی وہ حدیث کہ جس کو امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حافظ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات شاق گزری کہ سابقین پہلے لوگوں میں سے بہت ہوں گے اور ہم سے کم۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کے چوتھائی یا تہائی بلکہ نصف ہو گے یعنی گو تم سے سابقین کم ہیں مگر جنت میں داخل ہونا سابقین میں سے ہونے پر موقوف نہیں وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ تم میں سے ایک بڑا فریق ہے جیسا کہ سورت کے اخیر میں ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ ابن سیرین کا قول ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ میں اسی امت خیر الامم کے اولین یعنی خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں سے کم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب سابقین کے لیے جو وہاں عیش و آرام ہیں ان کا بیان:......فرماتا ہے، ان کے درجات اجمالاً ایک جملے میں پہلے

بیان فرمائے تھے کہ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ کہ وہ مقرب الٰہی ہیں یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ تھا۔ وہ اس کی تجلی جمال و مشاہدۂ انور میں شاداں و فرحاں رہیں گے۔ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ یہ مشاہدہ بری جگہ میں نہ ہوگا بلکہ نعمت کے بھرے ہوئے باغوں میں۔ اب ان نعمتوں کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ لے کر آتا ہے۔

فقال عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ کہ طلائی تاروں سے بنے ہوئے تختوں اور چھپر کھٹوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے تکیہ لگائے ہوئے اور ان کے پاس وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ لڑکے کہ جن کا لڑکپن ہمیشہ رہے گا (فراء کہتے ہیں عرب اس شخص کو کہ جو بڑی عمر کا ہو اور اس کی صورت میں فرق نہ آئے مخلد کہتے ہیں) یعنی وہ لڑکے ہمیشہ اسی حسن و جمال کے ساتھ رہیں گے یہ اس لیے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ اور حسن کی بہار بہت ہی تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ مُّخَلَّدُوْنَ کے معنی ہیں کہ خلدہ یعنی بالا پہنے ہوئے ہوں گے ان کے کانوں میں بالے پڑے ہوں گے۔ وہ لڑکے کفر و شرکین کی وہ صغیر اولاد ہوگی جو نابالغی میں مر گئے اور ممکن ہے کہ حوروں کی طرح وہ بھی ایک نئی مخلوق ہو، دنیا کے لڑکے نہ ہوں۔ (لڑکوں کا خدمت کے لیے چیزیں لانا لے جانا صرف ان کے حسن کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ ان کی پھرتی اور بالے پنے کے ساتھ ہنسا بولنا عجب لطف دیتا ہے) ان کے پاس پیالے اور آبخورے اور رکابیاں اور طشتریاں (اکواب) اور لوٹے اور آفتابے یعنی چمکتے ہوئے دستہ دار برتن (اباریق) اور جام جن میں طلائی کام کیے ہوں گے (کاس) لائیں لے جائیں گے پھر ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ سب سے پہلے جام کی چیز بتلاتا ہے جس کے پینے سے سرور ہو وہ کیا ہے معین صاف شفاف پانی یا کوئی جنتی عرق یا کوئی خاص وہاں کی ساخت کی شراب جو کسی برتن میں سے نہ انڈیلی جائے گی بلکہ اس کا وہاں چشمہ جاری ہوگا جس سے نہ سر میں درد اور خمار ہوگا نہ بے ہوشی ہوگی۔ لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا صداع و صداع دردسر وَلَا یُنْزِفُوْنَ نزف عقل کا زائل ہونا۔ نشہ۔ دنیا کی شراب میں قدرے سرور ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ بدبو اور خمار یعنی دردسر اور بے ہوشی ضرور ہے اور جب بے ہوش ہی بجا نہ رہے تو کوئی لطف باقی نہ رہا ایک شخص مردے کی طرح پڑا ہے خواہ منہ میں مکھیاں گھسیں یا کتے موتیں اور اس کی محبوب چیزوں کو کوئی کام میں لائے۔ وہاں ایسا نہ ہوگا اور اسی لیے دنیا کی شراب حرام کی گئی۔ اور ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وہ عمدہ میوے کہ جن کو وہ پسند کریں گے۔ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ اور ان پرندوں کا گوشت کہ جن کو چاہیں گے۔ پرند کا گوشت ہی مزے دار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔

یہ تو کھانے پینے کا سامان تھا مگر اس کی زینت اور جان حسین عورتوں سے ہوتی ہے اس لیے فرمایا وَحُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ حوریں یعنی گوری رنگت والیاں، عین بڑی بڑی آنکھوں والیاں جیسے سیپ کے اندر موتی، نہ کوئی عیب ہوگا نہ کسی کے صرف میں آئی ہوئی ہوں گی جیسا موتی سیپ کا کسی کے استعمال میں آیا ہوا نہیں ہوتا نہ اس پر کوئی بیرونی عیب و نقصان پہنچا ہوتا ہے نہ چھیدا ہوا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں میں اور نیز خوبصورتی میں سیپ کے موتی کے ساتھ تشبیہ کیا عمدہ تشبیہ ہے۔ یہ بدلہ ہوگا ان کے دنیاوی نیک کاموں کا۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ کوئی ضرر و تکلیف نہ ہونا بھی بڑی خوبی ہے اس لیے فرماتا ہے۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا . . . الخ کہ وہاں کوئی بے ہودہ اور تاثیم یعنی قابل الزام رنج دہ بات سننے میں بھی نہ آئے گی صرف باہم سلام کہنا اور اس کے متعلق جو دل خوش کرنے والی بات ہو۔

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﴿۲۷﴾ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا
مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ:......اور دائیں طرف والے کیا کہنا ہے دائیں طرف والوں کا ﴿۲۷﴾ وہ ان باغوں میں ہوں گے (کہ جہاں) بے خار بیریاں ﴿۲۸﴾ اور تہہ بر تہہ کیلے ﴿۲۹﴾ اور دراز سائے ہیں ﴿۳۰﴾ اور پانی کے جھرنے ﴿۳۱﴾ اور بہت سے میوے ہیں ﴿۳۲﴾ کہ نہ جن کی فصل تمام ہوگی نہ ان کی ممانعت ہوگی ﴿۳۳﴾ اور بلند فرشوں میں آرام کر رہے ہوں گے ﴿۳۴﴾ ہم نے وہاں کی عورتوں کو ایک اٹھان پر اٹھایا ﴿۳۵﴾ پھر ان کو کنواریاں ﴿۳۶﴾ اور دل لبھانے والیاں ﴿۳۷﴾ ہم عمر بنا دیا ہے ﴿۳۸﴾ (یہ سب) دائیں طرف والوں کے لیے ﴿۳۸﴾ (اس جماعت میں) اگلے لوگوں کا بھی ایک انبوہ ہوگا ﴿۳۹﴾ اور پچھلے لوگوں کا بھی انبوہ ہوگا ﴿۴۰﴾۔

ترکیب:......في سدر الظرفية للمبالغة في التنعم والانتفاع به۔ مخضود لا شوك له من خضد الشوك اذا قطعه او مثنى اغصانه من كثرة حملة لا مقطوعة نعة لفاكهة وقيل معطوف عليها۔ انشانهن الضمير للفرش لان المراد بها النساء عرب جمع عروب قال المبرد هي العاشقة لزوجها وقال زيد بن اسلم هي الحسنة الكلام وقيل المحبوبة الاتراب جمع ترب وهو المساوى لك في السن لانه يمس جلدهما التراب في وقت واحد قيل يطلق على النساء والرجال اقران۔ لاصحب اليمين اللام متعلقة بانشانهن او بجعلنا۔

اصحاب الیمین کا ذکر

تفسیر:...... یہ دوسرے گروہ اصحاب الیمین کا ذکر ہے کہ وہ بہت ہی خوب لوگ ہیں اور ان کے لیے جنت میں یہ نعمتیں ہیں فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ باغات ہوں گے جن میں سے یہ چند درخت ہیں۔ سدر بیری مخضود بے خار یا جھکی ہوئی شاخیں جو پھلوں کے بوجھ سے جھک پڑیں۔

حاکم و بیہقی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ایک بدوی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا عرض کیا کہ یا حضرت میں سمجھتا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیا؟ عرض کیا سدر اس کے کانٹے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے مخضود نہیں فرمایا، ان کے کانٹے توڑے جائیں گے ان کی جگہ پھل ہوں گے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیری مراد نہیں بلکہ ایک اور عمدہ درخت جو بیری کے مشابہ ہے۔

وَّطَلْحٍ اکثر مفسر کہتے ہیں اس سے مراد کیلا ہے۔ مَّنْضُوْدٍ تہہ بہ تہہ اوپر تلے۔ اور ان کے سوا بڑے بڑے سایہ دار درخت ہوں گے۔ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ اور جا بجا سے پانی اوپر سے نیچے گرتا ہوگا اور وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ بہت سے میوے جو لَّا مَقْطُوْعَةٍ قطع نہ ہوں گے یعنی کسی وقت تمام نہ ہوں گے برخلاف دنیا کے میووں کے کہ ان کی فصل تمام ہو جاتی ہے اور شائقین کا دل ترستا رہ جاتا ہے وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور نہ ان کی ممانعت جس کا جہاں سے دل چاہے کھائے وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ اور بلند فرش ہوں گے یعنی بلند تختوں پر بچھے ہوں گے یا یہ معنی کے خوبی میں بلند ہوں گے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں فرشتوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں اس لیے بطور استعارہ کے ان کو فُرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہوں گی یا یہ کہ حسن کی خوبی میں بلند قدر ہوں گی جیسا کہ سورہ یٰسین میں آیا ہے هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ اس لیے ان کی..ح میں فرماتا ہے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ . . . الخ کہ ان کو ہم نے پیدا کیا اور عجب اٹھان اٹھایا ہے کہ ان کو اَبْكَارًا کنواریاں بنا دیا ان سے پہلے کسی نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور اس کنوار پن کی وجہ سے ایسی نہ ہوں گی کہ

ان کو مرد سے نفرت یا سرکشی ہو بلکہ عرب یعنی دل لبھانے والیاں محبت کرنے والیاں ناز و کرشمے سے دل کو کھینچنے والیاں ہوں گی اور اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ اَتْرَابًا یعنی ہم سن ہوں گی اس لیے کہ بڑی عمر کی عورت سے یا نہایت چھوٹی سے دل بستگی نہیں ہوتی، ہم سنی کا ایک عجیب لطف ہوتا ہے۔

یہ کن کے لیے؟ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ کے لیے جو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے ایک ایک گروہ اور انبوہ کثیر ہوگا۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ
يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا
يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾
لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾
لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ
مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:......اور بائیں طرف والے کیا ہی بری گت ہے بائیں طرف والوں کی ﴿۴۱﴾ وہ لوؤں اور کھولتے ہوئے پانی میں ﴿۴۲﴾ اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ﴿۴۳﴾ جہاں نہ ٹھنڈک ہے نہ عزت ﴿۴۴﴾ کس لیے یہ لوگ اس سے پہلے ناز و نعمت میں رہے تھے ﴿۴۵﴾ اور بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے ﴿۴۶﴾ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرچکیں گے اور مرکر) مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم تب بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ﴿۴۷﴾ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی ﴿۴۸﴾ کہہ دیجیے ایک روز معلوم (وقت پر) ﴿۴۹﴾ سب اور اگلے پچھلے ضرور جمع کیے جائیں گے ﴿۵۰﴾ پھر بے شک تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! ﴿۵۱﴾ ضرور تھوہر کا پیڑ کھانا ہوگا ﴿۵۲﴾ پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا ﴿۵۳﴾ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا ﴿۵۴﴾ پھر تم اس پیاسے اونٹوں کی طرح پیو گے ﴿۵۵﴾ قیامت کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی ﴿۵۶﴾۔

ترکیب:......السموم حر النار وقيل الريح الحارة جدا والحميم الماء الحار الشديد الحرارة۔ يحموم يفعول من الاحم او الحميم وهو الاسود يحموم اذا كان شديد السواد وقيل ماخوذ من الحم وهو الشحم المسود باحتراق النار وقيل من الحم بمعنى الفحم۔ والياء فيه زائدة من يحموم صفة لظل او حال وكذا۔ لا بارد ولا كريم الاستفهام للانكار اذا والعامل فيه مايدل عليه مبعثون لان مابعد الاستفهام لا يعمل فيما قبله او اباؤنا معطوف على الضمير فى لمبعثون لوقوع الفصل بينهما بالهمزة۔ والميقات ما وقت به الشئ اى حدومنه مواقيت الاحرام والاضافة بمعنى من والمعنى انهم يحشرون الى ماوقتت به الدنيا من يوم الحساب۔ من شجر من زائدة وقيل لابتداء الغاية من زقوم من بيانية منها الضمير

تعو دالی شجر الزقوم لکون الشجر اسم جنس واسم الجنس یذکر ویونث ۔شرب الھیم شرب قراء الجمھور بضم الشین وفتحھا وکسرھا قال المبرد بالفتح مصدر وبالکسر والضم اسم لہ ۔والھیم جمع اھیم والانثی ھیما وقیل جمع ھیمان فذکر وھیما للانثی کعطشی او عطشان وھی اہل عطاش لاتر دی لداء وقیل الرمال علی انہ جمع ھیام بالفتح وھو الرمل الذی لایتما سک جمع اولا علی وزن ھیم کسحب ثم خفف ای بدل ضمۃ الھاء کسر البقاء الیا کما فی بیض جمع ابیض ۔والتقدیر شربا مثل شرب الھیم وکل من المعطوف علیہ اخص من الاخر من وجہ فلا اتحاد۔

اصحاب الشمال کا حال

تفسیر: ...... اب تیسرے گروہ اصحاب الشمال کا ذکر کرتا ہے کہ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کہ بائیں والے کیا ہی برے ہیں۔ پھر آگے ان کی بری حالت جو ان کے اعمال بد کا مظہر ہے بیان فرماتا ہے۔ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ کہ گرم ہوا یا آگ کی لپٹ اور گرم کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ہوں گے اور یہ سایہ گرم دھوئیں کا سایہ ایسا ہوگا کہ نہ جس میں کچھ خنکی ہوگی جیسا کہ اور چیزوں کے سایہ میں ہوا کرتی ہے اور نہ کچھ آرام وعافیت ہوگی اور نہ کوئی عزت ہوگی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب میں اس لفظ کریم کو اور الفاظ کے پیچھے محض تبعاً ذکر کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ھذا الطعام لیس بسمین ولا کریم۔ معاذ اللہ سایہ بھی ملا تو کیسا اور جگہ بھی ملی تو کیسی؟

دخول نار کا سبب: ...... اس کے بعد ان کی اس ہیبت ناک جگہ اور مصیبت کدہ میں داخل ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے۔ فقال اِنَّھُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ کہ وہ پہلے یعنی دنیا میں بڑے عیش وآرام اور ترفہ میں تھے، فراغ دستی اور ترفہ اگر خدا پرستی اور نیکو کاری سے مانع نہ آئے تو کوئی بری چیز نہیں اس کی نعمت ہے۔ مگر اس میں خرابی ہے تو یہی ہے کہ یہ نفس پروری اور غفلت اور شہوانی اور غضباتی کاموں کی طرف کھینچ لے جاتی ہے ظلم اور غرور اور دین اور بزرگان دین سے مقابل کر دیتی ہے۔ اور دنیا ہی میں رہنے اور یہاں کے اسباب تجمل پیدا کرنے پر آمادہ کرتی ہے جس کی سزا جہنم ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ اور بڑے گناہ پر اڑی کیا کرتے تھے اسی دنیا کے مال وجاہ کے نشے میں۔ غریب آدمی کو جب کسی برے کام پر ملامت کی جاتی ہے بیشتر وہ نادم ہو جاتا ہے اور اڑتا نہیں مگر پیٹ بھرے دولت مند کب مانتے ہیں بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں بڑے گناہ سے کیا مراد ہے؟ واحدی کہتے ہیں شرک اور یہی ضحاک وحسن وابن زید کا قول ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ عموماً ہر ایک بڑا گناہ مراد ہے خواہ شرک ہو خواہ انکار آخرت ونبوت خواہ زنا و قتل وغیرہ اور اس پر اصرار کرنے کے یہی معنی ہیں کہ اس سے نادم نہ ہو تو بہ نہ کرے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۞ اور من جملہ ان کے گناہ عظیم کے ایک بات یہ تھی کہ وہ مر کر بار دگر حشر میں زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور تعجب کر کے کہتے تھے کہ اور ہمارے باپ دادا اگلے زمانے کہ جن کی قبروں کی ہڈیاں کا نشان بھی باقی نہیں رہا بار دگر زندہ ہو کر اٹھیں گے؟

یہ بات ان کے نزدیک بڑی تعجب انگیز اور ان کی عقول ناقصہ کے احاطہ سے باہر تھی۔ اور اصل تعجب اس تعجب وانکار کا وہی کم بخت حب دنیا اور اس کا ترفہ تھا جس نے ان کے انوار فطریہ اور عقول صافیہ کو سیاہ کر کے ایسی باتوں کے سمجھنے سے قاصر کر دیا تھا اور ان کی محب دنیا اس خطرے کو بھی ان کے دل میں جگہ نہ دیتی تھی کہ آخر ایک روز مرنا ہے اور مر کر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے جانا ہے۔ ان کے جہنم میں جانے کی یہی تین باتیں سبب ہوئیں جو تمام گناہوں اور ہر قسم کی بدکاریوں کی اصل الاصول ہیں۔ اعاذنا اللہ منھا۔

اس انکار کے جواب میں فرماتا ہے قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ کہ اے محمد (ﷺ)! ان منکروں سے کہہ دیجیے کہ اگلے اور پچھلے سب لوگ زندہ کر کے ایک روز جمع کیے جائیں گے۔

اہل دوزخ کا کھانا پینا:...... پھر اس روز اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ اے گمراہوں جھٹلانے والو! ان نعمتوں کی جگہ تم تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور یہ نہیں کہ ذرا چکھ لو بلکہ اس سے پیٹ بھرو گے۔ ہر چند وہ جہنم کا پیڑ جو دنیا کے تھوہر سے مشابہ ہے نہایت بدمزہ اور تلخ اور گلا گھونٹنے والا انتڑیوں کو زخمی کرنے والا ہے مگر بھوک کی تکلیف اس سے بھی زیادہ تم کو معلوم ہوگی اس سبب سے اس سے پیٹ بھرنا غنیمت جانو گے۔ پھر اس کے کھانے کے بعد پیٹ میں ایک سخت گرمی اور بے انتہا پیاس معلوم ہوگی سرد پانی کی تلاش کرو گے سرد پانی وہاں کہاں؟ ناچار جہنم میں جو کھولتا ہوا پانی ہے فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ اسی کو پیو گے اور کس طرح فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ اس طرح سے اس پر گرو گے کہ جس طرح کئی دن کا پیاسے اونٹ خشک بیابانوں میں جو پانی دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف بے خود ہو کر دوڑتے ہیں اور اس پانی پر گرتے ہیں [illegible] طرح یہ لوگ اس پر گریں گے۔ اس پانی کے پینے سے انتڑیاں کٹ کٹ کر دستوں میں نکلیں گی ہر روز یہی معاملہ رہے گا۔ ہائے [illegible] بیماری اور کیسی مصیبت ہوگی (اللہ محفوظ رکھے) یہ ان کی ضیافت ہو گی قیامت کے دن جس کی وہ نعمتیں کھا کھا کر منکر ہو رہے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ۝۵۷ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ۝۵۸ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ
اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ۝۵۹ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ۝۶۰ عَلٰۤى
اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۶۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ
الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ۝۶۲ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۝۶۳ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ
الزّٰرِعُوْنَ۝۶۴ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ۝۶۵ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ۝۶۶
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۝۶۷ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ۝۶۸ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ
مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ۝۶۹ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۝۷۰
اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ۝۷۱ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ۝۷۲
ع نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ۝۷۳ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ۝۷۴

ترجمہ:...... ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم کیوں سچ نہیں جانتے (کہ وہ پھر بھی کر سکتا ہے)۝۵۷ بھلا دیکھو تو وہ منی جس کو تم (رحم میں) ڈالتے ہو۝۵۸ کیا تم اس کو بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۝۵۹ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس سے بھی عاجز نہیں۝۶۰ کہ تمہاری شکل بدل دیں اور

کسی (دوسری) حالت میں کہ جس کو تم جانتے بھی نہیں تم کو بنا کھڑا کر دیں گے (۶۱) ❶ اور تم اول بار کا پیدا کرنا جان بھی چکے ہو پھر کس لیے یہ نہیں سمجھتے (کہ قیامت کے دن بھی بنا سکتا ہے) (۶۲) بھلا دیکھو تو تم جو کچھ بویا کرتے ہو (۶۳) پھر کیا اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگایا کرتے ہیں (۶۴) اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں پھر تو تم باتیں بناتے ہی رہ جاؤ (۶۵) کہ ہائے ہم زیر بار ہو گئے (۶۶) بلکہ بے نصیب ہو گئے (۶۷) بھلا بتاؤ تو سہی وہ پانی کہ جس کو تم پیا کرتے ہو (۶۸) کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا یا ہم اتارتے ہیں (۶۹) اگر ہم چاہیں تو اس کو کھاری کر دیں پھر تم کس لیے شکر نہیں کرتے (۷۰) بھلا بتاؤ تو سہی وہ آگ کہ جس کو تم سلگایا کرتے ہو (۷۱) کیا تم نے اس کا درخت اگایا یا ہم اگاتے ہیں (۷۲) ہم نے اس کو یادگار (قدرت) اور مسافروں کے کارآمد بنا دیا ہے (۷۳) پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کرو جو بہت بڑا ہے (۷۴)

ترکیب: ..... نحن مبتداء خلقنٰکم خبرہ افرءیتم الهمزة للاستفهام والفاء للتفريع او العطف ما موصوله تمنون قرأ الجمهور بضم الفوقية من امنى يمنى و قرى بفتحها من منى يمنى وهما بمعنى واحد قيل بينهما فرق امنى اذا انزل عن الجماع و منى اذا انزل من احتلام والمعنى ماتصبونه فى ارحام النساء والجملة صلة والموصول مع صلة مفعول ارایتم۔ بمسبوقين اى لا يسبقنا احد فيهرب من الموت او العذاب او لا يغلبنا احد من سبقته على كذا اذا غلبته عليه على الاول حال من فاعل قدرنا۔ الموت كائنين على ان نبدل امثالكم او علة تقدرنا۔ و على بمعنى اللام۔ و مانحن بمسبوقين اعتراض وعلى الثانى صلة۔ ظلتم بفتح الظاء مع لام واحدة و قرءَ بكسرها معها و قرءَ ظللتم بلامين او لاهما مكسورة على الاصل۔ تفكهون تندمون على ما اصبتم بذلك من المعاصى فتحدثون فيه والتفكه التنقل بصنوف الفاكهة وقد استعير للتنقل بالحديث المزن جمع مزنة وهى السحابة البيضاء والمطر۔ اُجاجًا الاجاج الماء الشديد الملوحة الذى لا يمكن شربه وقيل الماء المر من الاجيج وهو تلهب النار فانه يحرق الفم ولو ليست حالصة للشرط بخلاف ان وانما جاء فيها معنى الشرط اتفاقا من حيث انها تدخل على الجملتين امتنع الثانية لامتناع الاولى فلا بد فى جوابها من اللام لتكون علما على ذٰلک و فى هذه الاية حذفت حيث قال جعلنا ولم لجعلنا لعلم السامع بها حيث ذكرت اولا۔ المقوين الذين ينزلون القواء اى البوادى والصحراء اى المسافرين يقال ارض قواء بالمد والقصر اى مقفرة وقال قطرب القوى من الاضداد بمعنى الفقر والغنى۔

تفسیر: ..... تینوں گروہ کا حال بیان کر کے دلائل حشر بیان کرتا ہے جو خاص انسان کی پیدائش اور اس کے حالات اور کارآمد چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

دلائل حشر: ..... اول دلیل انسان کا پیدا کرنا ہے اس بات کو پہلے تو اجمالی طور پر بیان فرماتا ہے۔ فقال نَحْنُ خَلَقْنٰکُمْ کہ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ پھر تم کس لیے اس کو سچ نہیں جانتے ہو کہ وہ بار دگر بھی پیدا کر سکتا ہے پھر اس پیدا کرنے کی کیفیت مشاہدہ کراتا ہے۔ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ کیا تم نے منی کو رحم میں ڈال دیتے نہیں دیکھا کیوں نہیں بلکہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے پھر وہ منی ایک قطرہ پانی کا ہے جو غذاؤں کا نچوڑ ہے۔ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ پھر اس منی کو تم انسان بناتے ہو یا ہم؟ نہیں اللہ ہی اس قطرہ منی سے انسان بناتا ہے ورنہ انسان کو تو منی ڈالنے کے بعد کچھ بھی خبر نہیں رہتی کہ رحم میں قرار پانے کے بعد متحد الحقیقت چیز سے مختلف الطبائع

---

❶ ..... اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ خداوند قادر مطلق کے حقائق غیوب بے انتہا ہیں اور بے شمار اور بے حد قدرت کے سانچے ہیں جس میں چاہے حالت موت کے سانچے میں یا شقاوت کے اور پھر ہر وقت ایک جدا سفر نئی منزل اور نیا میدان اس کے سامنے ہے اس سے یہ سمجھ لینا کہ انسان تناسخ کا لباس پہنتا ہے غلط سمجھ ہے کیونکہ یہ اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے کہ ایسا کر سکتے ہیں اور نیز یہ تغیرات یا اسی عالم کے ہیں جو اس کے حالات کی تغیر و تبدل ہیں یا اس عالم سے دوسرے عالم کے۔ منہ ۱۲۔

چیزیں کس نے پیدا کیں کس جز کا قلب کسی کو دماغ کسی کو جگر پھر کسی کو ہڈی کسی کو کچھ۔ یہ کاری گری کسی فاعل مختار کا کام ہے جس کے قبضہ میں طبیعت کل کی طرح کام کرتی ہے اور منی کی طرف بھی ضمیر پھر سکتی ہے کہ منی کو بھی تم بلکہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ پھر جس طرح ابتدا ہماری طرف سے ہے انتہا بھی ہمارے حکم سے ہے۔ فقال نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ کہ ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کر دیا ہے مختلف اوقات اور مختلف حالات میں لوگ مرتے ہیں پھر جس کی ابتدا اور انتہا ہمارے بس میں ہے کیا بار دگر پیدا کرنا ہمارے بس میں نہیں؟ ہم قادر ہیں تمہارے جیسے اور لوگ پیدا کر دیں یا تمہاری حالت بدل دیں کہ مار کر ریزہ ریزہ کریں اور پھر جلا دیں۔ اول صورت میں امثال مثل بالکسر کی جمع ہے اور دوسری میں مثل بالفتح کی جس کے معنی ہیں صفت و حالت وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم کو اس ہیئت و حالت میں پیدا کر سکتے ہیں کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں یعنی انسان بنا کر تمہیں اور دوسری چیز بھی بنا سکتے ہیں ابتدا و انتہا و درمیانی حالت بھی سب ہماری قدرت کے احاطے میں۔

اس لیے دلیل کا اجمالی طور پر اعادہ کرتا ہے فقال وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ کہ تم اول بار کا پیدا ہونا جان چکے ہو پھر کس لیے اس کو یاد نہیں کرتے اور کس لیے نہیں سمجھتے کہ وہ بار دگر بھی پیدا کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ بھلا رحم کے اندر پیدا کرنے کی کیفیت تو تھی ہی اب تم اپنی کھیتی کرنے کو دیکھو کہ تم زمین میں تخم ڈالتے ہو جو ہمارا پیدا کیا ہوا ہے پھر دیکھو زمین کے اندر تمہاری کوئی فعل موثر نہیں ہمیں اس کو اگاتے اور پیڑ بنا کر باہر لاتے ہیں اور اس پر بھی ہم ہر طرح سے قادر ہیں چاہیں تو سکھا کر گھاس اور چورا کر دیں جس پر تم افسوس و حسرت کرنے لگو معلوم ہوا کہ نہ اس کے پیدا کرنے میں تمہارا کوئی اختیار تھا نہ باقی رکھنے میں پھر جو زمین میں ایک دانے سے ویسا ہی پیڑ پیدا کرتا ہے کہ جس کا وہ دانہ تھا کیا انسان کے کسی جزو جسم سے پھر اس کو اسی طرح زمین سے نہیں اگا سکتا؟ ضرور اگا سکتا ہے اور اگائے گا یہ بات اے بنی آدم تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو۔

تیسری دلیل اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ . . . الخ بارش کے پانی کو دیکھو کہ جس کو تم پیتے ہو بھلا اس کو بادل سے کس نے برسایا ہے؟ ہم نے یا تم نے ہمیں نے بادل اٹھائے اور ہمیں ان میں سے شیریں پانی برساتے ہیں اور چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں پھر تم کس لیے شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گزاری یہ ہے اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لائے کہ وہ قادر مطلق انسان کو بار دگر بھی زندہ کر سکتا ہے۔

چوتھی دلیل اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ . . . الخ تم اس آگ کو دیکھو جس کو سبز درختوں میں سے لے کر سفر میں جنگلوں میں سلگایا کرتے ہو پھر وہ درخت کس نے پیدا کیا تم نے یا ہم نے؟ ہم نے اس آگ کو اپنی قدرت یاد دلانے والا یا جنگل میں بھولوں کو رستہ یاد دلانے والا کر دیا کہ آگ کی روشنی دیکھ کر رات میں بیابانوں کے مسافر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مسافروں کے برتنے کی چیز بنا دیا اب سبز درخت دیکھو اور اس میں سے آگ کا نکلنا دیکھو خالق کی کیسی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔

عرب میں ایک قسم کا درخت ہے جب اس کی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا ہے یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتی ہیں تو آگ نکل آتی ہے۔ عرب جنگلوں میں جہاں آگ نہیں ملتی اس آگ سے کام لیتے ہیں[ف]۔

[ف]: ... اول دلیل کو منی ڈال کر انسان کے پیدا ہونے کا ذکر کیا کہ وہ بھی ایک طرح کی کھیتی ہے پانی کے قطرے کو تخم بنا کر عورت کے رحم میں اگاتا ہے جو اس کا کھیت ہے۔ دوسری دلیل کو ایک اور زیادہ محسوس کھیتی سے شروع کیا اور دونوں میں نہایت مناسبت ہے مگر اول سے انسان اور دوسری سے نباتات پیدا ہوتے ہیں اس لیے اول کو مقدم کیا شرف انسانی کی وجہ سے مگر پانی ڈالنے سے دونوں کی پیدائش تھی اس مناسبت سے تیسری دلیل میں پانی کا ذکر کیا جو اوپر سے زمین میں قضا و قدر ڈالتی ہے جس میں انسانی صنعت کو کچھ بھی دخل نہیں لیکن دونوں کھیتوں میں گو یا پانی سے پیدائش ہوتی ہے مگر ان پودوں کا نشو و نما بغیر حرارت کے نہیں ہوتا اس لیے چوتھی دلیل میں ایک ایسی حرارت اور آگ کا ذکر کیا جو انہیں باتی چیزوں میں برآمد ہوتی ہے جس کو قضا و قدر نے ودیعت رکھا تھا اس کو بھی ظاہر کر کے دکھا دیا اور اس کو اپنی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہندوستان کے کوہ ہمالیہ میں بانسوں میں بھی باہم رگڑ کھانے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ دلائل کو تمام کر کے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اس کے پاک نام کی تسبیح و تقدیس کرنے کا حکم دیتا ہے فقال فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝٧٥ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝٧٦ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ
كَرِيْمٌ ۝٧٧ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝٧٩ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٠ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝٨١ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ
تُكَذِّبُوْنَ ۝٨٢ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝٨٣ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝٨٤ وَنَحْنُ
اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝٨٥ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝٨٦
تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٨٧

ترجمہ:...... پھر میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں ۝٧٥ اور اگر سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے ۝٧٦ کہ یہ عزت والا قرآن ہے ۝٧٧ مخفی دفتر میں لکھا ہوا ہے ۝٧٨ جس کو بغیر پاکوں کے اور کوئی نہیں چھوتا ۝٧٩ رب العلمین کی طرف نازل ہوا ہے ۝٨٠ پھر کیا تم اس بات میں شک کرتے ہو ۝٨١ اور تم اپنی یہی روزی بنالی ہے کہ تم جھٹلایا کرو ۝٨٢ پھر کس لیے جان کو روک نہیں لیتے جب کہ وہ گلے تک آجاتی ہے ۝٨٣ تم اس وقت تکا کرتے ہو ۝٨٤ اور تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے ۝٨٥ نہیں پھر اگر تم کسی کے محکوم نہیں تو کیوں اس کو لوٹا ۝٨٦ نہیں لیا کرتے اگر تم سچے ہو ۝٨٧۔

ترکیب:...... فلا لا مزیدۃ للتاکید کما فی قولہ لئلا یعلم وقیل انہا لا اقسم اذ لا حاجۃ الی القسم فان الامر واضح وقیل معناہ لیس الامر کما زعم الکفار ثم اکدہ بالقسم فقال اقسم بمواقع النجوم وانہ خبرہ عظیم لو تعلمون جملۃ معترضۃ بین القسم والمقسم علیہ انہ۔ لقرانٌ کریم صفۃ فی کتب صفۃ ثانیۃ لا یمسہ ثالثۃ تنزیل رابعۃ القران مع صفاتہا خبر ان والجملۃ جواب القسم۔ و تجعلون معطوف علی مُدھنون۔ رزقکم مفعول اول لتجعلون۔ انکم تکذبون الجملۃ مفعول ثان۔ فلو لا بمعنی ھلا اذا ظرفیت والعامل فیہا ترجعونہا وانتم... الخ الجملۃ حال۔ و نحن... الخ حال من فاعل تنظرون۔ فلو لا تکریر و تاکید للو لا الاولی ترجعونہا المحضض علیہ۔ لو لا ان کنتم شرط جوابہ محذوف یدل

*...... ہم تم سے بھی زیادہ مرنے والے کے قریب اور پاس ہوتے ہیں قرب علمی مراد ہے یا ہم سے اس کی جان قبض کرنے والے ملائکہ۔ مجاز املازموں کے کام اور ان کے حاضر و موجود ہونے کو اپنا کام اور اپنا موجود ہونا کہا جایا کرتا ہے ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) قدرت کاملہ کی یادگار اور انسان کے لیے کار آمد بناد یا سفر و غربت کی حالت میں۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حرارت جس سے یہ کاربار چلتے ہیں خشک پیڑوں میں سے ظاہر نہیں ہوتی یعنی زندہ دل انسانوں میں بھی یہ حرارت رکھی ہوئی ہے مسافرین راہ عرفان و ترقی تمدن کے لیے چراغ ہدایت درکار ہے اسی حرارت نے جو عرب کے سرسبز پودوں میں ودیعت تھی ان کو دینی و دنیاوی مقاصد کے اعلیٰ درجوں پر پہنچایا اور ان کے کاروانوں کے لیے جو ترقی کی راہ طے کرنے کے لیے سفر کرتے تھے رہبر ہوگی۔ سبحان اللہ دلائل میں کیا ہی ارتباط ہے اور پھر ان الفاظ میں کیا ہی رموز و اسرار ہیں ان دلائل میں غور کرنے کے بعد زندہ دل انسان غور یقین کرسکتا ہے کہ وہ قادر مطلق بار دگر بھی انسان کو دوسرے طور سے پیدا کر کے حشر کے روز عدالت میں کھڑا کر سکتا ہے ۱۲ ابو محمد عبد الحق

علیہ ترجعونہا والمعنی ھلا ترجعون الروح ان کنتم غیر ممنو کین مجر مین۔

تفسیر: ...... ان دلائل میں اعجاز قرآنی بھی اپنا جلوہ دکھا گیا تھا اور چوتھی دلیل میں ایک حرارت قدرتی کا ذکر تھا کہ وہ مسافروں کے لیے رہ نما بھی ہو جاتی ہے، اب ترقی کرتا ہے کہ ارضی چیزوں پر کیا موقوف ہے، ستاروں میں بھی اس رہ نمائی کا وصف رکھا گیا ہے اس لیے مواقع النجوم کی قسم کھا کر اور یہ جتلا کر کہ یہ بڑی قسم ہے قرآن مجید کا من جانب اللہ ہونا اور اس کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے جو اس کے من جانب اللہ ہونے کے دلیل ہیں اور وہ اوصاف بھی چار ہیں جن کو چار دلیل سمجھنا چاہیے اس خوبی اور لطف کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو تمام کر کے مسئلہ نبوت کو ذکر کرتا ہے اس لیے کہ دلائل کے بعد کامل تسلی اس مسئلہ میں نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور نقلی دلائل مخبر صادق کی تصدیق اور اس پر ایمان لائے بغیر فائدہ بخش نہیں ہو سکتے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ تک مسئلہ نبوت کا ذکر ہے پھر اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ ... الخ سے مخالفین کے بے جا انکار و شبہات کا رد اور ان کا لچر و پوچ ہونا بیان کرتا ہے اور پھر انسان کی انتہائی حالت بیان کر کے (جو دنیا سے کوچ کرنے کے وقت نہایت عجز و بے بسی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس سفر سے اس کا عزیز و قریب اس کو روک نہیں سکتا اور سب بیٹھے دیکھا ہی کرتے ہیں اور اس کی جان ہے کہ گلے تک پہنچ گئی ہوتی اور وہ ہچکیاں لے لے کر دم توڑتا ہے اور اقارب و احباب پاس بیٹھے ہوئے محض بے بسی کے حالت میں آنسو بہایا کرتے ہیں اور اپنے آہ و نالے کی صدائیں بلند کرتے ہیں) اپنی قدرت و جبروت کا اظہار کرتا ہے کہ انسان یوں ہمارے بس میں اور یوں اس کو ہم کشاں کشاں دوسرے عالم میں لے جاتے ہیں اور تم بیٹھے دیکھا کرتے ہو۔

یہاں سے پھر مسئلہ معاد کی طرف (دلائل و تصدیق نبوت سے مستحکم کر کے) کلام کو متوجہ کیا جاتا ہے اور الفاظ میں سیکڑوں رموز و حقائق کی طرف اشارہ کرتا جاتا ہے۔

ستاروں کے ڈوبنے کی قسم: ...... فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ مواقع موقع کی جمع جس کے معنی ہیں ستاروں کے واقع ہونے کے یعنی ٹوٹنے کی جگہ۔ مبرد کہتے ہیں مواقع اس جگہ مصدر ہے یعنی ستاروں کے غروب یا ٹوٹنے کی قسم کھاتا ہے۔ ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ پچھلی رات جب جلوہ دکھا کر ستارے غروب ہونے کو ہوتے ہیں وہ بھی ایک عجیب وقت ہوتا ہے گویا عارف کی نظر میں (جو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر اور ان انوار و برکات سے حصہ پا کر بیٹھتا ہے جو اس وقت مناجات و عبادات کرنے والوں کے لیے مخصوص ہیں) ستاروں کا غروب ہونا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ اس آفتاب بنانے والے پر نثار ہو جاتے ہیں اور اس کے جمال کا جو ایک ادنیٰ مظہر آفتاب برآمد ہونے والا ہے اس کے سامنے رونمائی کی ان کو تاب نہیں اور یہ کہ دنیا کی بے ثباتی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے انسانوں کا غروب یاد دلاتے ہیں (قتادہ وغیرہ) حسن کہتے ہیں مواقع النجوم سے مراد قیامت کے دن ان کا ٹوٹنا اور بے نور ہونا جو بڑا عبرت انگیز وقت ہوگا بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد قرآن مجید کی آیات اور ان کے یکے بعد دیگر نازل ہونا۔ مواقع یعنی ٹوٹنا۔ یہ استعارہ ہے۔ نزول آیات کی اللہ تعالیٰ قسم کھا کر اگلے کلام کو موکد کرتا ہے بعض کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کرام کے دل مراد ہیں جہاں اس کے انوار و محبت کے ستارے ٹوٹ کر گرا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد نیک با خدا لوگ ہیں جو دنیا کی اندھیری رات میں ستارے ہیں اور ان کا ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا یکے بعد دیگرے دنیا سے گزر جانا اور اس کو خالی کرتے جانا جو حسرت و افسوس و عبرت کا مقام ہے اس بات کی خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے۔ کلام الٰہی میں ان سب احتمالات کی گنجائش ہے کیا بلیغ کلام ہے۔

یہ چیزیں کہ جن کی قسم کھانا مذکور ہوا بڑی چیزیں ہیں اس لیے فرماتا ہے کہ یہ بڑی قسم ہے مگر کب؟ جب کہ تم جانو۔ اور جب جہالت و

نادانی ہے جانتے ہی نہیں تو تمہارے نزدیک کچھ بات نہیں قرآن کریم اول مدح ہے فی کتاب مکنون یہ قرآن کی دوسری مدح ہے کہ وہ مخفی دفتر میں ثبت ہے کوئی اس میں تحریف و تبدیل نہیں کر سکتا کتب مکنون سے مراد لوح محفوظ جو لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہے اور ممکن ہے کہ حفاظ کے دل مراد ہوں کہ اس مخفی دفتر میں قرآن کو قضاؤ قدر نے لکھ دیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کتب مکنون سے مراد توریت و انجیل ہو۔ کیوں کہ یہ کتابیں مکنون یعنی مخفی ہیں اصلی کتابیں تو چھپ گئیں ان کے نام کی دو کتابیں موجود ہیں ان میں قرآن کا ذکر تھا۔ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ مصحف بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جس میں قرآن مجید لکھا ہوتا ہے یعنی اوراق۔

قرآن کے ہاتھ لگانے کا حکم: ...... لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کہ اس کو پاک ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ یہ تیسری مدح ہے۔ اگر اس کو جملہ خبر یہ مانا جائے جیسا کے ظاہر ہے۔ واحدی کہتے ہیں اس تقدیر پر اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر کتب مکنون کی طرف پھرتی ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ کتب مکنون یعنی لوح محفوظ کو بجز پاک لوگوں کے یعنی ملائکہ مقربین کے جو جمیع نجاستوں ظاہری و باطنی سے پاک ہیں اور کوئی نہیں چھوتا کیوں کہ وہی اس کو وہاں سے یاد کر کے دنیا میں لاتے ہیں۔ اور اگر اس کو معنا نہی قرار دیا جائے جو تاکید ❶ کے لیے بصورت نفی صادر ہوئی ہے تب اس کے یہ معنی ہوں گے کہ پاکوں کو ہی اسے چھونا چاہیے۔ اس تقدیر پر لَا يَمَسُّهٗٓ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے۔ یہ جمہور فقہاء اور اکثر محدثین کا قول ہے۔ یعنی بے وضو، بے غسل، جنابت اور حیض و نفاس میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ و سعید بن زید رضی اللہ عنہ و عطاو زہری و نخعی و حکم و حماد وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں۔ چنانچہ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ کتب حنفیہ میں ہے کہ محدث و حائض و نفاس والی کو قرآن کا ہاتھ نہ لگانا چاہیے مگر جداگانہ غلاف میں ہو تو مضائقہ نہیں کہ غلاف کو ہاتھ لگایا جائے۔ ہاں بے وضو کو پڑھنا درست ہے اگر حافظ ہو اور اگر دیکھ کر پڑھتا ہے تو قلم یا اور کسی چیز سے ورق الٹے۔ مدھنون۔ ادھان۔ مداہنت جھٹلانا اس کے اصلی معنی ہیں چکنا کرنا چوں کہ جھٹلانے والا چپڑی چکنی باتیں بنایا کرتا ہے اس لیے اس کے اس فعل کو مداہنت و ادہان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غیر مدینین غیر مطیعین، او غیر مجزمین او غیر حاسبین۔ و اللہ اعلم

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ* ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ
كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ
مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا
لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾ ع

ترجمہ: ...... پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے ﴿۸۸﴾ تو (ان کے لیے) راحت و خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں ﴿۸۹﴾ اور اگر وہ داہنی طرف والوں میں سے ہے ﴿۹۰﴾ (تو اس کو سنایا جائے گا کہ) اے شخص جو تو دائیں طرف والوں میں سے ہے تجھ پر سلام ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے

❶ ...... اس لیے کہ نفی کی صورت میں مخاطب کو خیال ہوتا ہے کہ خلاف کرنے میں امر کی تکذیب لازم آئے گی اس کو وہ گوارا نہیں رکھتا (مثال نہی) تم نہ کرو اور نفی یہ کہ تم نہ کرو گے دوسری بات میں تاکید ہے ۱۲ منہ۔

* ...... الریحان الرزق فی الجنة قاله مجاهد مقاتل وقیل رزق بلغته الحمیر وقال الحسن هو الریحان المعروف الذی یشم ۱۲ منہ

ہے۞تو (اس کے لیے) کھولتے پانی۞اور آگ میں جلنے کی ضیافت ہے۞بے شک یہ (جو بیان کیا گیا ہے) کامل یقینی ہے۞پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کیا کرو جو بہت بڑا ہے۞۔

ترکیب:.....فروح جواب فاما جواب ان مستغنی عنه بجواب اما والتقدیر فله روح قرأ الجمهور بفتح الراء۔ وقرئ بالضم فالفتح مصدر والضم اسم له وقیل بالفتح معناه الراحة وبالضم معناه الرحمة مجازا لعلاقة السببیة لانها کالسبب لحیوة المرحوم۔ ریحان اصله ریوحان علی فیعلان قلبت الواو یاء وادغم ثم خفف مثل سیّد وسید وقیل هو فعلان قلبت الواو یاء وان سکنت والفتح ما قبلها۔ (ابن الصائغ) تصلیة بالرفع عطفا علی نزل وبالجر عطفاً علی حمیم۔ حق الیقین ای حق خبر الیقین فالموصوف محذوف والصفة قائمة مقامه۔

مقربین واصحاب الیمین پر انعامات ربانی

تفسیر:.....حشر کے دن تین گروہوں کو پیش آنے والی حالت بیان کر کے پھر ان تینوں گروہوں کا بعد موت کے جو حال ہوتا ہے اس کو بیان فرماتا ہے یعنی جب کہ روح جسم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہے نیست و نابود نہیں ہو جاتی نہ وہ دنیا کے تنگ میدانوں میں تناسخ کے ذریعہ سے اجسام مختلفہ کے لباس پہن کر ٹھوکریں کھاتی ہیں بلکہ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ اگر وہ مقربین یعنی سابقین میں سے ہے تو اس کے لیے روح و ریحان و جنت نعیم عیش وعمدہ روزی اور نعمتوں کے بھرے پڑے باغ ہیں باغ اور بہار اور خوشبوئیں اور بہشت میں ہر قسم کی شادمانی نصیب ہوتی ہے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ اور اگر اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ میں سے ہے تو فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ تو تجھے اے محمد ﷺ یا اے مخاطب ان کی طرف سے سلام یعنی سلامتی ہے رنج وغم سے۔ ان کا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جس کو دیکھ کر تجھے رنج وغم نہ ہوگا وہ عذاب سے سالم و محفوظ ہوں گے۔ یا یہ معنی کہ وہ ایسے خوش حال میں ہوں گے کہ وہاں خوش ہو کر تجھ پر سلام بھیجیں گے۔ یا یہ کہ اے اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ تجھے تیرا دوسرا بھائی سلام کرے گا، یعنی آپس میں خوشی و خرمی میں ایک دوسرے سے سلام علیکم کہے گا جیسا کہ عید وغیرہ خوشی کے دنوں میں باہم ملتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اس کو سلام کہے گا اور خبر دے گا کہ تو اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ میں سے ہے۔

جھٹلانے والے گمراہوں کے لئے سزا:.....وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ اور اگر وہ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے یعنی اصحاب الشمال (مگر اصحاب الشمال کو ان الفاظ سے اس لیے ذکر کیا تا کہ معلوم ہو کہ یہی بدخصلت ان کو اس عذاب میں لائی ہے) فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ تو اس کی مہمانی اور ضیافت کھولتا ہوا پانی وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ اور آگ میں ڈالا جانا ہے یعنی وہ زقوم کھانے کے بعد کھولتا پانی پیے گا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کی ضیافت اور مہمانی یہ ہے اور یہ اس کے لیے سامان مہمانی تیار ہیں جانے ہی کی دیر ہے۔ ہائے بہت لوگ دنیا میں بدکاری و کفر میں گرفتار ہیں اور ان کو ہر قسم کا کامرانی اور عیش اور دنیاوی عزت و جاہ بھی ہے اور اپنے لیے بڑے بڑے سامان دوام کے لیے کر رہے ہیں کہ یکایک موت آئے گی، صبح دنیا کی ان شادمانیوں میں تھا، شام سے پہلے اس عالم میں ان بلاؤں میں گرفتار ہو گیا اور ایسے بھی ہیں کہ نیک و باخدا ہیں مگر دنیاوی تکالیف تنگ دستی، بیماری، خواری، بے کسی، غربت میں گرفتار، موت آگئی دوسرے عالم میں سلطان و کامران ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دولت مند اور ایک معزز نامی محتاج و بیماری کا انجام کار بیان فرمایا کہ دولت مند دوزخ میں گیا اور وہ محتاج جو اس کی ڈیوڑھی پر اس کے بچے ہوئے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا اور کتے اس کے زخم چاٹا کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھا ہوا اس کو نظر آیا اور التجا کی کہ اے کاش اے عزیز ابنی انگلی کا سرا بھگو کر میرے منہ میں ٹپکا دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ نہ ہوگا تو دنیا میں مزے اڑا چکا وہ تکلیف پا چکا تیرے اس کے درمیان جہنم کا گڑھا ہے

یہ تیرے پاس بھی نہیں آسکتا۔(انجیل لوقا۔باب ۱)۔

یہ باتیں بظاہر اہل دنیا کے خیال میں نہیں آتیں ❶ اس لیے فرماتا ہے اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ کہ یہ مذکور یقینی ہے پھر دار آخرت کے توشے حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ کہ اس کے بزرگ اور برتر نام کی تقدیس و تسبیح کیا کر۔ یہی آخرت کا بڑا ذخیرہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پاک ہے جو کچھ فرمایا حق ہے کس موقع پر کلام کو تمام کیا کہ جس کا لطف بیان سے باہر ہے۔

---

❶ ... بعض پاک لوگوں کو خواب یا مکاشفہ میں دار آخرت کے یہ حال جو مرنے کے بعد پیش آتے ہیں دکھائے بھی جاتے ہیں جس سے دنیا ان کی آنکھوں میں گرد و سرد ہو جاتی ہے اور وہ اس جگہ کے ہر دم مشتاق رہتے ہیں یہاں ان کا کسی حال میں دل نہیں لگتا اور خواب میں بھی آ کر بعض نے یہ کیفیت بیان کر دی ۱۲ منہ۔

آيَاتُهَا ۲۹ (۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۴) رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۃ الحدید مدنیہ ہے اس میں اُنتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ
سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

ترجمہ:......اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ① اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ② وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ③ وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا جو کچھ کہ زمین میں گھستا ہے اور جو کچھ کہ اس سے برآمد ہوتا ہے اور جو کچھ کہ آسمانوں سے اترتا اور جو کچھ کہ اوپر کو چڑھ کر جاتا ہے اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ④ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے آسمانوں اور زمین کا وہی بادشاہ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں ⑤ وہی داخل کر دیتا ہے رات کو دن میں اور داخل کر دیتا ہے دن کو رات میں اور وہ دلوں کے راز کو (خوب) جانتا ہے ⑥۔

ترکیب:......يحي ويميت في محل الرفع لكونه خبر المبتداء المحذوف اى هو۔

تفسیر:......اس سے پہلی سورت کو اپنے نام پاک کی تسبیح کرنے پر تمام کیا تھا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اب اس سورہ کی ابتدا میں اس تسبیح کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آسمانوں و زمین میں تسبیح:......فقال سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ تمہیں پر کچھ موقوف نہیں آسمانوں کے

رہنے والے فرشتے (اور روحانیات حضرات انبیاء و اولیا کرام) اور زمین کے رہنے والے ملائکہ و جمادات و نباتات اور کل موجودات اپنی زبان حال سے اس کی یکتائی و صنعت و ربوبیت و کمال کی گواہی دے رہے ہیں اور یہی ان کی تسبیح و تقدیس ہے۔ جو لوگ زبان سے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں مؤمنین و ملائکہ کرام خواہ وہ ارضی ہوں خواہ سماوی وہ زبان سے باقی کا دلالت حال تسبیح کر رہا ہے۔

یہ لفظ تسبیح قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں آیا ہے۔ اس سورت اور سورہ حشر اور صف وغیرہ میں بصیغہ ماضی اور سورہ جمعہ و تغابن وغیرہ میں بلفظ مضارع یسبح اور بعض میں بصیغہ امر سبح جیسا کہ سورۂ اعلیٰ اور سورۂ بنی اسرائیل کے اول میں بصیغہ مصدر سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اس میں اشارہ ہے کہ اس کی تسبیح و تقدیس کسی وقت کسی حال میں منقطع نہیں بلکہ ہر حال میں ہونی چاہیے گویا یوں فرمایا اس کی تسبیح ہوتی آئی ہے اور ہوئی اور ہونی چاہیے اور ہوتی رہتی ہے اور اے لوگو تم بھی کرو۔ اور مَافِی السَّمٰوٰتِ . . . الخ میں یہ اشارہ ہے اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اس کی تسبیح و تقدیس موقوف نہیں اس کی تسبیح و تقدیس کرنے والے بہت ہیں آسمانوں کے فرشتے اور دیگر چیزیں اور زمین کے رہنے والے اور دریا کے جانور اور بیابانوں کے وحوش و طیور سوراخواں کے چیونٹے اور درند و پرند، نباتات و جمادات۔ اگر سننے والے کان ہوں تو عرش سے لے کر فرش تک اس کی تسبیح و تقدیس کا غلغلہ اور شور ہے۔ خاصان خدا نے کبھی جمادات کی تسبیح سنی ہے۔ بخاری نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی جس وقت کہ وہ کھایا جاتا تھا تسبیح سنا کرتے تھے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ غرض اس کے کہنے سے کہ اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصا شروع سورت میں یہ ہے کہ اے مشرکو اے جاہلو! تم نے جو اپنے اوہام باطلہ قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کسی نے اس کے لیے بیٹیاں کسی نے بیٹا، کسی نے اس کے کارخانہ قضا و قدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں کسی نے انسان کو خدا کا ہم شکل قرار دیا ہے کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا ہے کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اس کے لیے تکان ثابت کی ہے کسی نے اس کو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا ہے کسی نے اس کو بغیر وسائل کے بندوں کی دعائیں سننے سے بہرا قرار دے کر وسائل تجویز کر کے ان کی پرستش اختیار کی ہے کسی نے اس کو عالم پیدا کرنے کے بعد معطل ٹھہرا رکھا ہے وہ ان سب باتوں سے پاک ہے اس کی پاکی زمین و آسمان کی ہر ایک چیز بیان کر رہی ہے۔

اس کے بعد وہ ان امور کے ابطال اور اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں جو تسبیح و تقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرماتا ہے مگر اس سادے اور دل پسند طریق سے۔

تسبیح و تقدیس کے اسباب پر چند دلائل

دلیل ①: اول وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ تسبیح تنزیہ یعنی برائیوں سے مبرا کرنا۔ یہ دو باتیں چاہتا ہے اول یہ کہ جس کو عیوب سے مبرا کہا جاتا ہے وہ بے انتہا قدرت کاملہ رکھتا ہو کہ جس کے سبب کوئی عیب و نقص عجز کی وجہ سے اس کے گرد نہیں آنے پاتا۔ اس میں بے شمار باتیں آگئیں بیوی بچوں سے پاک ہونا، جسم و مقتضیات، جسم اور ہر قسم کی شہوانی و نفسانی خواہش، بھوک، پیاس، نیند، اونگھ، موت و بیماری کسی کام کے کرنے پر بغیر کسی آلات و اسباب معین و مددگار کے قادر نہ ہونا سب سے پاک ہے۔ دوسری بات قدرت کے ساتھ حکمت بھی ہو کہ حقائق الاشیاء اور ہر چیز کی مناسب تدبیر آغاز و انجام حاجات و عبادات ان کے دلی معاملات عالم کے انقلابات سب سے بخوبی واقفیت بھی ہو زور ہو اور حکمت و تدبیر نہ ہو وہ بھی بہت سے عیبوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس واقفیت کو حکمت کہتے ہیں۔ پہلی بات کے لیے العزیز دوسری کے لیے الحکیم فرما کر دعوے کو مدلل کر دیا۔

دلیل ②: اب رہی بات کہ دراصل اس میں یہ دونوں وصف ہیں بھی یا نہیں؟ اس کے ثبوت میں عالم کے تصرفات کو دلیل میں پیش کرتا

ہے فقال لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کی حکومت اور اس کی سلطنت ہے یہ بات ہر روز مشاہدے میں آرہی ہے کیونکہ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے گو عالم اسباب میں انسان اور حیوان اور جملہ موجودات کا وجود وعدم جس کو حیات وموت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب عقل دوربین سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اس کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا جس لیے آخر یہی کہنا پڑے گا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے۔ پھر جس کے قبضہ قدرت میں عالم کا ایجاد وانعدام ہے پھر اس کی کامل بادشاہی میں کیا کلام ہے؟ کس بادشاہ کو رعیت پر یہ اختیار حاصل ہیں؟ اور لطف اور بلاغت دیکھو کہ اس کو مضارع کے صیغوں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ بالفعل یہی مارتا جلاتا ہے ہر روز یہ فعل جاری ہے اور رہے گا یہ نہیں کہ کر چکا جس میں کوئی کلام کر سکے۔ اس لیے اس بات کی آپ ہی تصریح بھی کرتا ہے وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

دلیل ③: پھر اس قدرت کاملہ کا اظہار اپنی چار صفتوں میں ثابت کرتا ہے فقال هُوَ الْاَوَّلُ کہ وہ سب سے اول ہے اس سے پہلے کوئی نہیں کیوں کہ ہر شئے کا موجد ہے اور ہر علت کا وجود جملہ معلومات سے مقدم ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا جب ہوتی کہ کوئی اس سے پہلے ہوتا پس وہ ازلی اور قدیم ہے ذات وصفات میں اور جو کچھ ہے وہ حادث ہے ذات وصفات میں ان کی نیستی ان کی ہستی سے مقدم ہے اور اسی طرح وہو الْاٰخِرُ بھی ہے سب کے بعد وہی رہے گا یعنی ابدی بھی ہے سب مٹ جائیں گے پر وہ رہے گا اور وَالظَّاهِرُ اور وہ سب پر غالب اور بلند بھی ہے سب سے برتر ہے۔ یا یہ معنی کہ تجلیات اور موجودات کے پردوں میں سے ایسا ظاہر ہے کہ اس قدر کوئی چیز ظاہر نہیں مصنوع جب اپنی خوبیوں کا جلوہ دکھاتا ہے اس سے پہلے اس کے صانع کی خوبی اور اس کا وجود جلوہ گر ہوتا ہے انہیں معنی میں بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ میں جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے اس میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

کہ بہ چشمان دل مبیں جز دوست ☆ ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست

باوجود اس کے الباطن مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اس کی حقیقت ذات ادراک ابصار وعقول سے محتجب ہے۔ یا یوں کہو کہ جس طرح سب سے بلند اور اونچا ہے اسی طرح سب سے نیچا بھی وہی ہے۔ وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ: اگر تم کنوئیں میں ڈول ڈالو گے تو وہ اللہ ہی پر جا کر پڑے گا: اس کے یہی معنی ہیں۔ وہ ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے اس کے احاطہ سے کوئی باہر نہیں سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ ترمذی ومسلم وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ایک دعا کا تلقین فرمانا مذکور ہے وہاں رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور یہی تفسیر کی ہے اور اسی طرح احمد ومسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور بھی حدیث نقل کی ہے جس میں ان چاروں لفظوں کے یہی معنی بیان ہوئے ہیں۔

دلیل ④: یہاں تک پہلی بات کا ثبوت یعنی العزیز کی توضیح وتفسیر تھی۔ مگر انہیں میں سے دوسرے وصف کا بھی جلوہ نمایاں تھا اس لیے اس کی بھی تصریح کردی وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یہ الحکیم کی تفسیر ہے۔

دلیل ⑤: اس کے بعد ایک گزشتہ اور ماضی کے فعل کو ذکر کرتا ہے جس سے اس کی کمال قدرت وحکمت کا اظہار ہوتا ہے فقال هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ...الخ کہ اسی نے تو آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا اس کی تفسیر کئی جگہ ہو چکی ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اس کے بعد تخت حکومت پر تصرفات کرنے کو بیٹھا۔ اس کی بھی تفسیر وتحقیق ہو چکی۔

دلیل ⑥: اس کے بعد پھر اپنی حکمت وعلم کا اظہار کرتا ہے یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے۔ پانی اور نباتات کے تخم اور خزانے اور مردوں کی لاشیں وغیرہ۔ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اس کو بھی جانتا ہے نباتات معادن

وغیرہ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے ملائکہ، رحمت، عذاب، بارش، احکام، حوادث وغیرہ سب کو جانتا ہے وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا اور جو کچھ نیچے سے اوپر چڑھ کر جاتا ہے بندوں کے نیک اعمال اور نیک روحیں اور بعض انبیاء زندہ اور بندوں کی دعائیں اور زمین کے ابخرات سب کو جانتا ہے اور انہیں پر کیا موقوف ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ پھر اسی جملے کا اگلے مضمون کی تمہید بنا کر اعادہ کرتا ہے فقال لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کے بعد پھر اپنی قوت وحکمت کا اظہار شروع کرتا ہے فقال وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ عالم سفلی سے لے کر علوی تک اور جسمانی سے لے کر روحانی تک جس کے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضہ قدرت میں ہیں اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے سب کا میلان اسی طرف ہے۔

ہمہ رو سوئے تو بود و ہمہ سورو ئے تو بود

مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم ورواج کی تقلید کے پتھر اس کے راستے میں حائل ہو کر اس کو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کو دور کرنے کو دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں۔ سب چیزوں کا اللہ کی طرف رجوع کرنا یعنی اس کے ہاتھ میں ہونا بیان فرمایا تھا۔

رات ودن کی تبدیلی:......اس کے بعد چند بڑی بڑی باتوں کا اس کی طرف رجوع کرنا فرماتا ہے فقال يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ... الخ رات دن کو دیکھو کہ وہ قادر مطلق کس طرح سے الٹی پلٹی کر دیتا ہے۔ تمام جہان منور ہوتا ہے دن کی بادشاہت زور پر ہوتی ہے اس کو نیست کر کے رات کو اس میں داخل کر دیتا ہے۔ پھر رات دخیل ہو کر تمام جہان پر اپنا قبضہ کر لیتی ہے اس کے بعد پھر دن کو اس میں داخل کر دیتا ہے یہ کیسا انقلاب عظیم ہے پھر کس کے قبضہ میں ہے؟ اسی کے۔ آفتاب بھی اس کے حکم سے چلتا ہے۔ اس کی لگام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے یہ اس کی قدرت کا نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دل کے رازوں کو جانتا ہے:......اور علم کی کیفیت ہے کہ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وہ ان چیزوں کو بھی تو جانتا ہے جو سینہ میں ہوتی ہیں یعنی دل میں مخفی ہوتی ہیں دل کی بات کو سینے کی بات بھی محاورہ عرب میں کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ دل سینہ میں ہوتا ہے انسان کے تمام مخفی ارادے اور خیالات بھی اس کے سامنے حاضر ہیں۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ

يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

● ...... والرسول، رسول ﷺ کے سوا انسان کی حالت اور دہر کا انقلاب اور تواتر نعما سب اللہ کے پیغام بر ہیں جو انسان کو اللہ پر ایمان لانے کے لیے بلا رہے ہیں اور دلائل آفاق والنفس خدا کا عہد نامہ ہے جو بندے نے زبان حال سے قائم کیا ہے ان دونوں باتوں پر بھی ایمان نہ لانا، اس کی طرف نہ جھکنا اندھا پن ہے۔ ایسے اندھے کا عالم محسوس کی بھی کسی چیز اور کسی حالت پر ایمان نہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی کا ان باتوں پر ایمان ویقین ہوگا تو ضرور اللہ ہی پر ہوگا ۱۲ منہ

وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٩ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا
ع وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝١٠ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ
قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝١١

ترجمہ:...... اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاو اور اس چیز میں جس میں تم کو قائم مقام کیا دیا کرو (اللہ کی راہ میں) پھر وہ جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ بھی کیا ان کے لیے بڑا اجر ہے ۝٧ اور تم کو کیا ہو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول ہے کہ تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کے لیے (برابر) بلا رہا ہے اور تم سے عہد بھی لے چکا ہے اگر تم کو یقین آئے ۝٨ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں نازل کر رہا ہے تاکہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور اللہ تم پر بڑا عنایت فرما مہربان ہے ۝٩ اور تم کو کیا ہو گیا جو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ ہی کے لیے ہے تم میں سے اور کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور (یوں تو) اللہ نے ہر ایک سے نیک وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۝١٠ کوئی ہے جو اللہ کو خوش دلی سے قرض دے کہ وہ اس کو دو چند کر دے اور اس کے لیے عمدہ بدلہ ہے ۝١١۔

تفسیر:...... جب یہ ہے تو انسان کو اپنے دل میں سب سے عمدہ خیال اور سب سے اعلیٰ اعتقاد رکھنا چاہیے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگی کی روح ہے۔

ایمان وانفاق فی سبیل اللہ:...... مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں اس کے بعد کچھ عمدہ کام بھی کرنے چاہیں اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا بڑا عمدہ کام ہے اس لیے اس کو ذکر کیا۔ وَاَنْفِقُوْا ... الخ کہ خیرات بھی کرو۔ ابتداء اسلام میں جب کہ آنحضرت ﷺ کفار قریش کی سخت کشاکش میں تھے ایمان لانا اور خیرات کرنا ہی سکھایا جاتا تھا اور باتوں کے ماننے کی ابھی ان میں صلاحیت نہ تھی جب صلاحیت بڑھتی گئی اور احکام بھی تکمیل سعادت کے لیے فرض ہوتے گئے اس لیے اس آیت میں ان کفار قریش کو انہیں دو باتوں کی طرف بلایا جاتا ہے۔ مگر مال خرچ کرنا آسان کام نہیں، طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اس لیے مختلف طور سے اس کی تاکید کی جاتی ہے۔

تم مالک نہیں بلکہ نائب ہو:...... (۱) مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ اس مال میں سے دو جس کا خدا نے تم کو خلیفہ یا وارث بنایا ۔باپ دادا کی میراث یا کسی کے عطیہ یا کسی سبب (تجارت ہو یا حرفہ) سے حاصل ہوا۔ کل وہ غیر کے پاس تھا آج اس کے پاس یہ اس کا

* ...... قبل الفتح کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ انکشاف حجاب ظلمانی سے پہلے مال وجان سے اس کی تلاش میں جہاد کوشش کرنا اعلیٰ درجہ ہے اس لیے کہ بعد فتح مکہ یعنی انکشاف تو مال وجان صرف کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس تقدیر پر فتح مکہ سے فتح مکہ بالخصوص مراد نہیں بلکہ عام ہے فتح بمعنی انکشاف حجابات و فتح بمعنی رفع مصائب و فتح بمعنی حصول مرادات و نعماء جن میں سے اعداء دین پر فتح اور ان کے مسکن پر غلبہ بھی ہے جو فتح کو بھی شامل ہے اور نفس امارہ پر فتح یابی کو بھی شامل ہے مگر اصلی معنی وہی ہیں جو متن تفسیر میں مذکور ہوئے جو متبادر الی الفہم ہیں ۱۲ منہ

خلیفہ یعنی قائم مقام ہے۔اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ سدا کسی کے پاس نہیں رہا ہے نہ تمہارے پاس رہے گا، آنی جانی چیز ہے اس میں جو کچھ ہو سکے اپنے عہد میں نیکی کر لو مرنے سے یا دیگر اسباب سے دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے۔

اہل ایمان کے لیے عمدہ انعامات:......(۲) فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ کہ جو ایمان لائیں گے اور اللہ کے رستے میں دیں گے ان کے لیے بڑا عمدہ بدلہ ملے گا یہ ضائع نہ جائے گا کبھی اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے ورنہ اکثر تو اس جہان میں ملتا ہے جہاں یہ مر کر جاتا ہے اور دوسری زندگی حاصل کرتا ہے۔اس لیے نیک لوگوں نے جو کچھ ملا اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں تمہارا کچھ مال واسباب دکھائی نہیں دیتا کیا کرتے ہو۔انہوں نے کہا بھائی یہ میرا گھر نہیں مسافر خانہ ہے چند روزہ مہمان ہوں جو مجھے ملتا ہے اس کو اپنے اصلی گھر بھیج دیتا ہوں جس کو نہ کوئی چور لے سکے، نہ ظالم چھین سکے۔یہ جواب سن کر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت اور حب مال پر رونے لگا۔یہاں سے ایمان کی تاکید بھی شروع ہوگئی کیوں کہ یہ نہیں تو خیرات کا بھی نفع نہیں اور یہی اعتقاد تو اس کو خیرات پر حرکت دیتا ہے اس لیے ایمان کی تاکید کرتا ہے۔

تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے:......فقال وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ . . . الخ کہ تم کس لیے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اللہ کا رسول تم کو ایمان لانے کے لیے کہہ رہا ہے اور تم سے عہد بھی لیا ہے یا تو وہی عہد ازلی جو روحوں سے لیا گیا تھا یا دنیا میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا حاصل کرنا اور روزمرہ صدہا دلائل دیکھنا عقل سلیم کا عہد ہے کہ اپنے اللہ پر ایمان لائے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم کو ایمان لانا منظور ہے تو کس لیے نہیں لاتے۔بعض کہتے ہیں ان......الخ جملہ شرطیہ ہے جزا محذوف ہے اگر تم ایمان والے ہو تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔

قرآن کفر وجہل کے اندھیروں سے نکالتا ہے:......هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ . . . الخ کہ اللہ جس پر ایمان لانا چاہیے وہ ہے کہ جو اپنے بندے محمد (ﷺ) پر آیتیں نازل کر رہا ہے خاص تمہارے بھلے کو کہ تم کو گمراہی کی اندھیری ❶ میں سے نکال کر ہدایت وسعادت کی روشنی میں لائے اور اللہ تم پر بڑا مہربان ہے جو اس نے ایمان لانے کے لیے رسول بھیجا ورنہ اس کو کیا پرواہ تھی۔یہ بیچ میں تاکیدیں ایمان کے لیے تھیں جو مقصد اصلی ہے۔

تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے:......(۳) تاکید وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا . . . الخ خیرات کے لیے تم کس لیے خرچ نہیں کرتے آخر چھوڑ جاؤ گے سب اللہ کے لیے رہ جائے گا۔یا کہ سب مال اللہ کا ہے اس کے بدلے میں تمہیں اور مال دے گا۔

مراتب خیرات:......(۴) پھر خیرات کے مراتب بیان فرماتا ہے لَا يَسْتَوِيْ کہ خیرات اگرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس کا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ابتداء اسلام میں مکہ فتح ہونے سے پہلے فقراء اسلام پر بڑی تنگ دستی تھی اس وقت کا دیا بعد کے دیے کے برابر نہیں جس نے اس وقت اللہ کی راہ میں دیا اور جہاد کیا جان اور مال دونوں کو کام میں لایا اس کا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے مگر جس نے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک وعدہ اس کے لیے بھی ہے مگر مدار نیت اور خلوص پر ہے اس لیے فرمادیا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ جانتا ہے اس میں یہ بھی رمز ہے کہ اس سے بت ڈرو کہ ہمارے دینے کا اس کو علم نہ ہوگا پھر بدلہ کیوں کر ملے گا جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے کارگزاروں کو فکر ہوتی ہے جس لیے وہ کوشش کرتے ہیں کہ آقا کو یہ کارگزاری معلوم ہو جائے۔

---

❶ ......گمراہی کے بہت اقسام تھے ہر ایک کی جداگانہ ظلمت تھی جس میں اس عہد کے لوگ مبتلا تھے اس لیے ظلمات جمع کا صیغہ لایا اور ایمان وہدایت کی روشنی ایک ہی ہے اس لیے مفرد لایا ۱۲ منہ۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب:......(۵) مَنْ ذَا الَّذِیْ . . . الخ یہ اور زیادہ اللہ کی راہ میں دینے کی تحریک ہے۔ یعنی جو کچھ تم دیتے ہو اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر دینے والا ہے پھر کوئی ہے جو اس کو قرض دے جو دگنا واپس دے اور اپنی طرف سے عمدہ اجر بھی دے؟ ہر چند خدا تعالیٰ کو کسی کی کچھ حاجت نہیں نہ وہ محتاج ہے مگر یہ اس کی رحیمی ہے کہ جو کوئی اس کے لیے کسی حاجت مند کو دیتا ہے گویا خدا تعالیٰ اپنی ضمانت دیتا ہے کہ یہ اس نے ہم کو قرض دیا ہم دگنا کر دیں گے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے قیامت میں خدا تعالیٰ فرمائے گا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا کہ اللہ تو ان سب باتوں سے پاک تھا۔ فرمائے گا تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اس کے پاس عیادت کرتا اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتا گویا مجھ کو کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اس کے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور ہر دردمند پر۔ اس لیے یہ مصائب خاص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کی حقیقت:...... یہود بد بخت نے اس بات کو سمجھا نہیں یہ جملہ سن کر کہہ دیا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں جو ہم سے قرض مانگتا ہے۔

سبحان اللہ اس آیت میں اللہ کی راہ میں دینے کی کس قدر بلیغ تاکید کی گئی اور کن کن پیرایوں میں۔ **اول:** یہ کہ مسکین کو دینا ہم کو قرض دینا۔ **دوم:** یہ کہ ہم دگنا کر کے دیتے ہیں۔ **سوم:** یہ کہ اس کے علاوہ اور بھی عمدہ اجر دیتے ہیں۔ **چہارم:** مَنْ ذَا الَّذِیْ . . . الخ استفہام کیا کہ کون ہے جو ہمیں قرض دے گویا ہم مانگ رہے ہیں۔ پھر اس پر بھی جو کوئی نہ دے تو بڑا ہی بد بخت ازلی ہے۔ اے میرے اللہ! آپ پر جان اور مال فدا ❶ ہے جو تو نے ہی دیا ہے۔

یہ تمام صفات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں موجود تھے فتح مکہ سے پہلے وہ ایمان لائے جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں مال بھی دیا خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر امامت کے مسئلے سے (جس کا مدار انتخاب پر تھا جو حسن خدمت ولیاقت وکارگزاری اور فضل علم وصحبت پر تھا جس لیے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا) کس لیے ان کو کافر و مرتد اور غاصب بنایا جائے؟ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعد میں خلیفہ بنانے سے ان پر جھوٹے الزام لگائیں جائیں۔ سخت بے جا بات ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ
مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ
لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ

❶...... ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تم پر ایک زندگی مستعار رکھتے ہیں۔

نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:......اے رسول) جس دن کہ آپ دیکھیں گے ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے اور ان کے دائیں طرف ان کی روشنی (ایمان) دوڑتی چلی جارہی ہوگی (اور اس وقت) ان سے کہا جائے گا آج کے روز تم کو مژدہ ہے ایسے باغوں کا جس کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں جس میں تم سدار ہا کرو گے یہ ہے ان کی بڑی کامیابی ﴿۱۲﴾ جس دن کے منافق مرد اور عورتیں ایمانداروں سے کہیں گے ذرا ٹھہرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں ان سے کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی ڈھونڈ کر لاؤ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا جس کے اندر کے رخ تو رحمت اور باہر کے رخ (جدھر کفار ہوں گے) عذاب ہوگا ﴿۱۳﴾ (اور اس دن) وہ منافق پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے بے شک لیکن تم نے اپنے آپ کو خود خرابی میں ڈال دیا تھا اور (ہم پر مصیبت کے آنے کا) انتظار کرتے تھے اور شک میں پڑ گئے تھے (ان بے جا) آرزوں ہی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ حکم الٰہی آن پہنچا اور تم کو فریب دینے والے نے اللہ سے غافل کردیا تھا ﴿۱۴﴾ پھر آج کے روز نہ تم سے فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان سے ہی کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (لو اب) تمہارا ٹھکانا آگ ہے یہی تمہاری جگہ ہے اور بہت ہی بری جگہ ہے ﴿۱۵﴾۔

ترکیب:......یوم الظرف لیضاعف و قیل العامل یسعی و قیل التقدیر یوجرون ۔ یوم تری ای یسعٰی نورھم حال۔ بین ایدیھم ظرف یسعی او حال من النور۔ بشرٰ نکم مبتداء جنت . . . الخ خبرہ ای دخول جنات و الجملۃ حال ای یقال لھم ذلک۔ یوم یقول بدل من یوم الاول و قیل التقدیر اذکر باطنہ الجملۃ صفۃ لباب اولسور۔ ینادونھم حال من الضمیر فی بینھم۔

تفسیر:......پہلی آیتوں میں جہاد کرنے والوں ایمانداروں اللہ کو قرض دینے والوں کے لیے دو چند ملنے اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا تھا اس لیے اس ایفاء وعدہ کا وقت بیان فرماتا ہے:۔

ایفائے عہد کا وقت:......فقال یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ . . . الخ کہ اس دن ہوگا کہ جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے ان کا نور دوڑتا ہوا چلے گا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جائے گا اور جس دن منافق اس نور کی حسرت کریں گے یعنی قیامت کے روز کہ جہاں سخت حاجت ہوگی اور وہ ایک دوسرے جہان کی جاودانی زندگی ہوگی اس روز ان کو یہ بدلہ ملے گا۔ دنیا چندروزہ ہے اس دور بے بہا کی یہاں چنداں ضرورت نہیں کہ دے کر ضائع کردیا جائے ہاں کسی قدر اجزاء یہاں بھی کبھی دے دیتے ہیں۔ اجر ملنے کا وقت بھی بیان فرمادیا اور اس کے ضمن میں قیامت کا حال بھی ذکر کردیا جس کا خوف انسان کو نیکی کی طرف حرکت دیتا ہے۔

مؤمنین و مؤمنات کے آگے نور دوڑنے سے کیا مراد ہے:......اب کلام اس میں ہے کہ مؤمنین و مؤمنات کے آگے نور دوڑنے سے کیا مراد ہے اور کس موقع پر ہوگا؟ جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں کہ یہ پل صراط کا قصہ ہے جو جہنم کے اوپر ایک باریک

تار کھنچی ہوگی جس پر سے چلنے کا حکم ہوگا اوراس کے سامنے جنت کی دیواریں دکھائی دینگی کہ لو جنت میں جاؤ مگر اس پل پر سخت اندھیری ہو گی وہاں صرف ایمان اور عمل صالحہ کا نور یا قندیل آگے آگے دوڑتی چلے گی۔ ایماندار برق خاطف کی طرح عبور کر کے جنت میں چلے جائیں گے۔ منافق ایمانداروں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کس لیے کے ان کے پاس روشنی نہ ہوگی۔ ایماندار کہیں گے پیچھے ہو جاؤ یہاں روشنی نہیں ہم بھی وہیں سے لائے ہیں یعنی دنیا سے پھر ان کے درمیان حجاب ہو جائے گا۔ الغرض منافق و کافر اس اندھیری میں اوراس باریک راستے میں جو ایسے قعر جہنم کے منہ پر ہوگا چل نہ سکیں گے کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہ بھی بندوں کے الزام دفع کرنے کا طریقہ ہوگا کہ ہم نے تمہاری روشنی نہیں بجھائی تمہیں دنیا میں اس کو ضائع کر کے آئے ہو۔ یہ احادیث صحیحہ صریحہ کا خلاصہ ہے جس کو اہل سنت مانتے ہیں۔

مؤمنین اور منافقین کے درمیان دیوار: ...... بِسُوْرٍ۔ سور۔ دیوار اس سے مراد حجاب ہے جس کے اس طرف عذاب اور پرکی طرف جنت و رحمت ہوگی۔ اس میں ایک دروازہ ہوگا جس میں گزر کر ایماندار جنت میں جائیں گے مجاہد ؒ کہتے ہیں یہی وہ دیوار اعراف ہے

منافقین کی اہل اسلام سے التجاء: ...... حجاب ہونے کے بعد منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تمہارے جیسے اعمال نماز، روزہ عمل میں نہ لاتے تھے پھر آج کس لیے تم نے ہم کو چھوڑ دیا؟ مسلمان جواب دیں گے ہاں تھے مگر تم کو اعتقاد نہ تھا جو کچھ کرتے تھے دکھانے کے لیے اور تم دنیا کی محبت میں فریفتہ تھے جس کے لیے اپنے رب کو کفر و معاصی میں ڈال رکھا تھا جو فتنہ تھا اور اسلام کے در پردہ دشمن تھے تکا کرتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو کہ ہم آزادانہ بدکاری وخراباتی کے مزے اڑائیں احکام کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور دار آخرت اور نئی زندگانی میں تم کو شک تھا اور تمہاری تمناؤں نے تم کو بھول میں ڈال دیا تھا کہ ایسا مال ہو ایسی اولاد ہو ایسی جائیداد ہو رات دن اسی فکر میں تھے اور شیطان نے خدا تعالیٰ کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ وہ غفور رحیم ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں معاف کردے گا یا یہ کہ خدا تعالیٰ کو اس روز کے برپا کرنے پر قادر ہی نہیں جانتے تھے یا کہ اس کے منکر تھے اور دہر اور طبیعت کو ہی متصرف جانتے تھے آخر موت آگئی وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ کہ یہ سب معنی ہو سکتے ہیں۔

پھر آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا کہ کوئی جرمانہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ فدیہ مایفتدی نہ آج کے روز تمہاری توبہ قبول ہے نہ روپیہ پیسہ لیا جاتا ہے۔ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ تمہارا ٹھکانا آتش جہنم ہے۔ هِيَ مَوْلٰىكُمْ یہی تمہارے پاس کی جگہ ہے یا یہی تمہارے لائق ہے یا تمہاری چارہ ساز ہے اور کوئی نہیں۔

الغرور بالفتح شیطان دھوکہ دینے والا و بالضم مصدر ہے جس کے معنی ہیں دھوکہ۔ کہ دنیا میں تم پر کوئی سزا نہیں آتی تھی اس دھوکے نے تم کو اللہ کی طرف سے غفلت میں ڈال دیا تھا۔

عرفاء کے نزدیک وہ نور جو اس کے آگے چلتا ہے معرفت و محبت الٰہی ہے یہی جذبہ عشق اس کو طبیعت خواہش کی اندھیریوں اور عدم وامکان کے سخت ظلمات متراکمہ سے نکال کر نور محض حق جل عظمتہ کے جوار عاطف تک لے جاتا ہے اور یہ جوار جنت و گلزار و حیات جاودانی کی جگہ ہے۔ اور جن کو یہ نور نصیب نہیں وہ انہیں ظلمات میں ٹکرائیں گے۔ اس صحن نور تک نہ پہنچ سکیں گے اور یہ ابدی ظلمات جہنم و نار کی شکل میں جلوہ گر ہوں گی پھر وہاں اس نور کی تمنا کریں گے جو محض بے سود ہے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا

يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ
وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ...... کیا ایمانداروں کے لیے وقت نہیں آگیا ہے کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے اور اس (کلام) برحق سے نازل کیا ہے دل گداز نہ ہو جائیں اور وہ اہل کتاب جیسے نہ ہو جائیں جس پر مدت دراز گزر گئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت تو ان میں سے بدکار ہی ہیں ﴿۱۶﴾ جان رکھو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا کرتا ہے ہم نے تو تمہارے لیے کھول کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو ﴿۱۷﴾ بے شک خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو خوش دلی سے قرض دیا ہے ان کو دو چند دیا جائے گا اور ان کو عمدہ بدلہ ملے گا ﴿۱۸﴾۔

ترکیب: ...... الم یان من انی الامر یانی اذا جاء اناہ ای وقتہ وقرء لم یئن من آن یئین بمعنی اتی یأتی۔ ان تخشع الجملۃ فاعل یأن واللام للتبیین۔ وما بمعنی الذی وھو عطف علی الذکر عطف احد الوصفین علی الاخر وفی نزل ضمیر یعود الیہ۔ ولا یکون ... الخ عطف علی تخشع والمراد النھی عن مماثلۃ اھل الکتاب فیما حکی عنھم بقولہ۔ فطال ... الخ واقرضوا اللہ فیہ وجھان احدھما ھو معترض بین اسم ان وخبرھا وھو یضعف والثانی انہ معطوف علیہ لان الالف واللام بمعنی الذی ای ان الذین تصدقوا۔

تفسیر: ...... منافقوں اور کافروں کی دردناک مصیبت آنے والے دن کی بیان فرما کر ایمانداروں کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اور آئندہ سعادت کے میدان میں ترقی کرتے رہیں اس لیے اصول سعادت ذکر فرماتا ہے:۔

اُصولِ سعادت: ...... فقال الم یأن ... الخ اعمش کہتے ہیں صحابہ ﷢ مدینہ میں آ کر کس قدر کھیتی باڑی کے شغل میں اس سرگرمی سے سست ہو گئے تھے اس آیت میں ان پر عتاب ہے کہ پھر پہلی حالت کی طرف رجوع کریں۔ ایمان واعمال صالحہ کے بعد تخشع یعنی نرم دل ہونا اور اللہ سے ڈرتے رہنا بھی ترقی درجات کے لیے عمدہ سیڑھی ہے اس کو مرتبہ احسان کہتے ہیں جس کی شرح نبی ﷺ نے حدیث جبریل میں خوب فرمادی ہے جیسا کہ بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

فرماتا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ ان کے دل لرزا کریں اللہ کا ذکر اور اس کی نازل کی ہوئی برحق بات (قرآن) سن کر اور وہ اگلے اہل کتاب جیسے نہ بن جائیں کہ جن پر زمانہ گزرنے سے ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے بدکار ہو گئے۔ یعنی ذکر اللہ اور قرآن سنا کریں اور ڈرا کریں اور یہود ونصاری کی طرح سخت دل نہ بن جائیں۔

زمانہ جو اَمَد کا ترجمہ ہے اس میں مفسرین کے چند اقوال ہیں

(۱) یہ کہ ان میں اور ان کے انبیاء میں مدت گزر گئی تھی اس لیے ان کے دل سخت ہو گئے تھے زبان پر سب کچھ تھا مگر دل مر

چکے تھے ❶۔

(۲) یہ کہ اس غفلت میں ان کو مدت گزر گئی تھی یہاں تک کہ یہ غفلت اور حب دنیا اور دین سے بے خبری ایک پشت سے دوسری پشت تک متوارث ہو کر طبیعت ہو گئی تھی۔

(۳) یہ کہ ان کی اس بے ہوشی اور سخت دلی پر مدتوں کوئی عذاب و مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جس سے اور بھی ڈھیٹ ہو گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ڈر اور نرم دلی کی یہ نوبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پہنچی تھی کہ قرآن مجید سن کر زار زار رویا کرتے تھے۔ صبح کی نماز میں امام قرآن پڑھ رہا تھا اس میں وہ آیات تھیں کہ جن میں تہدید و تنبیہ ہے یہ سن کر ایک مقتدی پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگ اٹھا کر اس کو گھر لے گئے اسی حالت میں مر گیا۔ (ترمذی)۔

مردہ دل کا زندہ ہونا:......اس پر خیال گزر سکتا تھا کہ جب دل ایسے سخت ہو جاتے ہیں تو مر جاتے ہیں پھر وہ کسی کی صحبت یا وعظ و قرآن سننے سے کیوں کر زندہ ہو سکتے ہیں گویا مایوسی سے فرماتا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ . . . الخ کہ مایوس نہ ہونا چاہیے کوشش کرنی چاہیے اس لیے کہ اللہ مردہ زمین ❷ کو (خشک کو) ابر رحمت سے پھر زندہ سرسبز کر دیتا ہے اس بات کو جان لو۔ ہم نے تمہارے لیے یہ آیتیں بیان فرما دی ہیں تا کہ تم سمجھو۔ اس میں حشر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں مرنے کے بعد انسانوں کو ہم زندہ کر دیں گے۔ یہ بھی خوف دلانے والی بات تھی اس لیے کہ حشر کا یقین کامل ہونے کے بعد ڈرنا لازمی بات ہے۔

دل مردہ کے زندہ کرنے والے اسباب بھی ضمناً بیان فرما دیے گئے کہ اللہ کے ذکر اور اس کی نازل کردہ کتاب سے زندہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا ایک اور بھی نسخہ تھا اس کو دوسرے پیرا میں ذکر فرماتا ہے اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ کے صدقہ دینے سے بھی دل زندہ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور دیگر خیرات سب کو شامل ہے اس لیے کہ کسی کا دل خوش کرنا اور حاجت براری کرنا اس کی خوشنودی کا باعث ہے اس کے بدلے میں وہ دو چند دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم جنت عطا کرتا ہے۔ (وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ . . . الخ اسی صدقہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ کو قرض دیا بطور جملہ معترضہ کے)۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ

رَبِّھِمْ ؕ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ

ع ۱۸ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ

❶......اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صرف علم کافی نہیں نہ کتابیں پڑھ لینا بلکہ ایسے کاملین کی صحبت جو نور مجسم ہوتے ہیں اور ان کی زبان سے سننا اور ہی اثر پیدا کرتا ہے وہی بات ہے کہ جس کو ایک خوش بیان عمدہ تقریروں میں بیان کر رہا ہے جس کا اثر قلوب تک نہیں پہنچتا اور پہنچتا ہے تو قائم نہیں رہتا اس بات کو وہ نور مجسم سیدھے لفظوں میں بیان کر کے اپنی روحانی تاثیر سے دلوں میں نقش حجر کر دیتا ہے جس سے دیر پا جوش اور سچی گرمیوں کا ایک دریا رواں ہو کر قوموں اور ملکوں کو احاطہ کر لیتا ہے یہی قرآن ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سناتے تھے پھر تیرہ برس میں کیسا انقلاب عظیم عرب میں نمودار ہوا یہی ہے کہ جس کو اور لوگ پڑھتے اور سنتے ہیں آج کل لکچرار اور سپیکر حشرات الارض کی طرح نکل پڑے مگر اثر ندارد خود انہیں کے دلوں میں اثر نہیں ہوتا پھر اوروں کے دلوں پر ان کی حکومت کیوں کر ہو سکتی ہے؟ ۱۲ منہ۔ ❷......دل بمنزلہ زمین کے ہے اور ذکر الٰہی اور قرآن بمنزلہ آب رحمت کے جسطرح آب رحمت زمین جس کو مردے سے مشابہت ہے تر ہو جاتی ہے جس کو زندگی سے مشابہت ہے اسی طرح ذکر قرآن سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ۔

بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ

وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۞۲۰

ترجمہ:......اور وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر یقین لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور نور ملے گا اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں ۞۱۹ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور کود اور آرائش اور مال اور زیادتی ڈھونڈنا ہے جیسا کہ بارش جس کا سبزہ کھیتی کرنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے پھر وہ زور پر آتا ہے پھر تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں تو (دنیا پر فریفتہ ہونے والوں کے لیے) سخت عذاب ہے (اور خدا پرستوں کے لیے) اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی ہے کیا یہی ایک دھوکے کا اسباب ۞۲۰۔

ترکیب:......والذین مبتدا باللّٰہ متعلق بامنوا و رسلہ معطوف علیہ۔ اولئک مبتدا ءھم الصدیقون ...الخ خبرہ والجملۃ خبر۔ والذین عند ربھم ظرف للشھداء۔ کمثل الکاف فی موضع نصب من معنی ماتقدم ای یثبت لھا ھذہ الصفات مشبھۃ بغیث ویمکن ان تکون فی موضع رفع ای مثلھا کمثل غیث۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ اک دن آنے والا ہے کہ جہاں ایمانداروں کو نور ان کے آگے دوڑتا ہوا ان کی رہبری کرے گا اور منافق نور نہ ہونے کی وجہ سے حسرت کرے گا اس کے بعد فرمایا تھا کہ کیا اب وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ ایماندار ڈریں اور غافل نہ ہو جائیں اور صدقہ و خیرات دینے والوں کے لیے دو چند ملنے اور اجر عظیم پانے کی بشارت بھی تھی جس سے ظاہر بینوں دنیا پرستوں کا خیال جا سکتا تھا جو کچھ ہے روپیہ پیسہ ہے اسی کی خیرات کے بدلے میں اجر عظیم ملتا ہے۔ خالی عبادات و ایمان و محبت الٰہی کو کون پوچھتا ہے؟

فضیلت ایمان:......اس لیے ان آیات میں ایمان کی فضیلت اور ایمانداروں کے درجات اور کفر و تکذیب کی خرابی گو کافر و مکذب دنیا بھر کی خیرات کر کے بیان فرماتا ہے اور اس کے بعد خود دنیا کی بے ثباتی اور اس کی بے قدری ظاہر فرماتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ اصول سعادت ایمان ہے یہی اس کو صدیق اور شہید عند اللہ بنا دیتا ہے یہی اجر عظیم کا مستحق اور اس نور کا مالک کر دیتا ہے۔ وہ نور ایمان ہی سے حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی اس کا رہ نما ہے اور آخرت کی اندھیریوں میں بھی رہ نمائی کرے گا۔

صدیق کی تفسیر:......صدیق (بروزن فعیل) تصدیق کرنے والا۔ دل سے سچا جاننے والا۔ عرف شرح میں یہ ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور رتبوں سے بڑھ کر۔ صدیق نبی کا قوت نظریہ میں پرتو اور ظل کامل اور سچا نمونہ یا روحانی فرزند اکبر اور جانشین ہوتا ہے۔ اور ہر امت میں صدیق گزرے ہیں جن کی برکات و فیوض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اس امت میں ابوبکر و علی و عثمان و زید و طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے۔

شہید کی تفسیر:......شہید یہ نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا ظل کامل ہے۔ صدیق کے بعد اس کا مرتبہ ہے۔ مگر بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اس شخص سے خوارق و کرامات اس کثرت سے خود بخود ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہے حیات میں بھی اور بعد الممات بھی ان کے اجساد پاک سے ان کا روحانی تعلق ایک نئی قسم کا باقی رہتا ہے۔ اس امت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و حمزہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ وغیرہم گزرے ہیں۔

اللہ کی راہ میں کفار سے لڑ کر جہاد میں مرجانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں اور اسی طرح مبطون وغیرہ کو بھی اس ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے مگر شہید اکبر وہی لوگ ہیں کہ جن کی قوت روحانی اس اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہو۔ عام ہے کہ یہ جہاد میں یا کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہوں یا نہ وہ اپنے بستروں پر بھی مرجائیں تو بھی شہید ہیں اولیا کرام ❶ رحمہم اللہ اسی مرتبے میں ہیں۔

حیات دنیوی کی مثال:...... اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کو لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کہا جو لڑکپن اور شہوانی لوگوں کی زندگی ہے۔ اور زینت جوانی کے ایام میں آرائش و تجمل مرغوب ہوتا ہے۔ اور تفاخر و تکاثر بڑھاپے میں۔ پھر ان کو ساون کی گھاس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے کہ جب اگتی ہے تو خوش نما معلوم ہوتی ہے پھر چند روز میں زرد ہو کر سوکھ کر چورا ہو جاتی ہے یہی انسان کا حال ہے۔ گھاس تو دار آخرت کے عذاب و ثواب سے فارغ ہے مگر اس پر وہاں کا عذاب و ثواب باقی رہ گیا۔ اس لیے دھوکے کا سرمایہ ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ
اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا
فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا
فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿۲۳﴾ۙ الَّذِيْنَ
يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:...... اپنے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف دوڑو۔ جس کی چوڑان آسمان و زمین جیسی ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے نصیب کرے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۲۱﴾ جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر پڑتی ہے وہ اس سے پیشتر کہ ہم اس کو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے بے شک یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے ﴿۲۲﴾ تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو اور جو تم کو دے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ کسی اترانے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا ﴿۲۳﴾ کہ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی سکھلاتے ہیں اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہے ﴿۲۴﴾۔

ترکیب:...... عرضها مبتداء كعرض السماء . . . الخ خبره والجملة صفة جنة ـ اعدت صفة اخرى ـ في الارض الجار يتعلق بمصيبة لانها مصدر ويجوز ان تكون صفة لها على اللفظ او المحل . . ومثله ـ ولا في انفسكم الا في كتب حال اى مكتوبة من قبل نعت لكتاب او متعلق به ـ لكيلا كى ناصبة للفعل بمعنى ان (آسى) اندوه واندوهگين شدن من سمع يسمع يقال اسى على مصيبة اى حزن واسيب بفلان اى حزنت له ـ

تفسیر:...... دنیا کی بے ثباتی اور بے قدری بیان فرما کر دار آخرت کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کے لیے انسان اس فانی گھر میں چند

---

❶ ان کا جہاد نفس کے ساتھ تھا جو عمدہ واللہ ہے ۱۲ منہ

روزہ مہمان بنایا گیا ہے۔

مغفرت و جنت کی طرف دوڑو:...... فقال سَابِقُوٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ . . . الخ کہ ان کاموں کی طرف دوڑو اور جلد حاصل کرو کہ جو اللہ کی مغفرت اور حصول جنت کا باعث ہیں پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے:۔

جنت کے چند اوصاف:......(۱) عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کہ اس کی چوڑان آسمان اور زمین کے برابر ہے اس کی تفسیر میں مفسرین کے چند قول ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑان کو تشبیہ دی ہے آسمان اور زمین کی چوڑان سے اور بتلایا گیا ہے کہ طول تو کہیں زیادہ ہے۔ پھر اس قدر وسیع جنت کا آسمان پر قائم ہونا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (اس کے معنی سورہ آل عمران کی تفسیر میں جہاں کہ یہ جملہ آیا تھا ہم بیان کر آئے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت دوسرے عالم کا نام ہے اس کے آگے یہ عالم ناسوت جس میں آسمان و زمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے۔ پھر آسمانوں پر جو جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس سے مقصود صرف بجہت علوِ عالمِ قدس بیان کرنا ہے، مقدس چیزوں کو سمٰوٰت کی طرف اور ادنا، کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اسی لیے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ عالم ناسوت اس کا کسی طرح ظرف و مکان نہیں ہوسکتا ❶۔

بعض نے کہا ہے کہ عرض سے مراد چوڑان نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ہے فذو دعاء عریض ای کثیر۔ بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قیمت و قدر ہے۔

(۲) اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ کہ وہ پرہیز گاروں کے لیے تیار ہے۔ یہ نہیں کہ تیار کی جائے گی یہ بھی رغبت کا باعث ہے۔ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت بالفعل موجود ہے۔ اور احادیث صحیحہ کہ جن میں شب معراج آنحضرت ﷺ کا جنت کا سیر کرنا آیا ہے اس کے لیے مؤید ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں قیامت کے روز تیار ہوگی۔ یہ قول غلط ہے پرہیز گاروں کے لیے تیار ہونا فرمایا تاکہ پرہیز گاری کی طرف توجہ ہو، کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں یا امیروں کا خاص حصہ نہ سمجھا جائے جیسا کہ بعض اقوام نے خیال کر رکھا ہے۔ ہنود میں برہمن اور یہود تو اس کو اپنے باوا کا گھر سمجھ بیٹھے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے عیسائی بھی اس کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ پرہیز گاری بقول پولوس بے کار اور لغتی کام ہے۔ اسی طرح اشراف عرب بھی اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھے بیٹھے تھے۔

ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے:...... دار آخرت کے بعد انسان کی عاجزی اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں بھی رنج و راحت جو کچھ سامنے آتا ہے سب نوشتہ ازلی کے موافق ہوتا ہے۔ فقال مَآ اَصَابَ . . . الخ کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا قحط و وبا و بدامنی یا خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے جیسا کہ مرض و تنگ دستی اولاد و احباب کا مرنا بے عزتی و ذلت و ناکامی نصیب ہونا۔ تم پر اور زمین پر آنے سے پہلے کتاب (یعنی دفتر) قضا و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے یہ تم کو اس لیے سنا دیا کہ تم کسی ہاتھ سے جانے والی بات پر رنج نہ کرو اور کسی نعمت پر اتراؤ نہیں کہ اپنی محنت و تدبیر کا ثمرہ سمجھ بیٹھو اور بخل کرنے لگو اس لیے کہ اللہ کو اترانے والے متکبر پسند نہیں جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور جو نہ مانے تو اللہ کو بھی کچھ پروا نہیں اس میں سب خوبیاں موجود ہیں، چاہیے کہ مصیبت پر صبر اور نعمت کو عطیہ الٰہی سمجھ کر شکر کرے اور اس کے بندوں پر اس کے شکریہ میں احسان کرے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ

❶ ...... یقال عارض الکتاب بالکتاب ای قابلہ و عرض الجاریۃ علی البیع والعرض بوزن الفلس المتاع (مختار الصحاح) ۱۲ منہ۔

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ
ع اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا
وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ
الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ
ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ
رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:......البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازو یے (عدل) بھی بھیجی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تا کہ خدا معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے اللہ قوی زبردست ہے ﴿۲۵﴾ اور البتہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم رکھی پھر کچھ تو ان میں سے راہ پر ہیں اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں ﴿۲۶﴾ پھر ان کے بعد ہم نے اپنے اور رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو بعد میں بھیجا اور اس کو ہم نے انجیل دی اور اس کے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہر قائم کی اور ترک دنیا بھی قائم کیا تھا جو ہم نے تو ان پر فرض نہ کیا تھا خود انہوں نے ہی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا تھا پھر جیسا چاہیے تھا اس کو ویسا نباہ نہ سکے پھر ہم نے ان میں سے ایمانداروں کو ان کا اجر دیا اور بہت سے ان میں بھی بدکار ہی ہیں ﴿۲۷﴾۔

ترکیب:......فیہ باْس . . . الخ الجملة حال من حدید۔ و منافع معطوف علی باس۔ و لیعلم معطوف علی محذوف وھو لیستعملوہ وقیل عطف علی قولہ لیقوم الناس۔ بالغیب حال من فاعل ینصر او مفعولہ ای غائبا عنھم او غائبین عنہ۔ رھبانیة منصوب بفعل مضمر یفسرہ مابعدہ وھو ابتدعوھا وقیل بالعطف علی ما قبلھا ای جعلنا فی قلوبھم رھبانیة مبتدعة من عندھم۔ و ابتدعوھا علی ھذا التقدیر صفة لھا۔ الرھانیة الفعلة المنسوبة الی الراھب وقرء بضم الراء کانھا نسبة الی الرھبان جمع راھب۔

تفسیر:...... پہلے بخل کی برائی بیان فرمائی تھی۔ اب یہ ذکر فرماتا ہے کہ بخل پر کیا منحصر ہے جمیع نیک و بد امور بتلانے کے لیے ہم نے رسول بھیجے معجزات و نشانیاں دے کر تا کہ بنی آدم کی اصلاح کریں مگر بنی آدم کے معاملات دو قسم پر تھے ایک ان کی ذات کے متعلق عقائد سے لے کر اعمال حسنہ عبادت و ریاضت تک۔ دوم امور تمدن جن میں حقوق عباد ہیں پہلی باتوں کے لیے وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ کتاب نازل کی۔ دوسری قسم کے معاملات کے لیے وَالْمِيْزَانَ ترازو یعنی عدل و انصاف نازل کیا لِيَقُوْمَ النَّاسُ تا کہ بنی آدم ان باتوں

میں انصاف پر قائم رہیں زیادتی کی جور وظلم نہ کریں۔ مگر سرکش و کج طبع لوگوں کے لیے جو قانون انصاف پر نہیں چلتے ہیں وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ لوہا نازل کیا۔ لوہے سے مراد حکومت و شوکت ہے جو حاکم کے ہتھیاروں سے پیدا ہوتی ہے پھر وہ احکام جو تلوار کے زور سے ان کو انصاف پر چلاتے ہیں۔ اور لوہے کے نازل کرنے سے مراد اس کا پیدا کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس کے احکام و قضایا عالم بالا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس لیے ایسی کارآمد چیز کے پیدا کرنے کو انزلنا سے تعبیر کیا۔

لوہے کے چند فوائد:...... پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتا ہے۔

(۱) فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ سختی و سخت حرب شدن (صراح) کہ اس میں جنگ کے وقت بڑی سختی و شدت ہے اس لیے کہ تلوار، بندوق، نیزہ، گرز، توپ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں۔

(۲) وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور بہت نفع ہیں اس لیے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جس قدر پیشے ہیں زراعت و معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات مستعمل ہوتے ہیں۔ (افسوس آج کل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں رہا جس سے یہ نوبت پہنچی)۔

(۳) وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ . . . الخ تیسرا فائدہ اس میں اللہ اور اس کے رسولوں کے مددگار حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کون ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہتھیار باندھ کر خدا کے قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت و فساد پھیلانے والوں خدا پرستوں پر ظلم کرنے والوں کی خبر لیتا ہے؟ (اس میں جہاد کی ترغیب ہے)۔

اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں:...... اس کے بعد اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ بھی فرمادیا کہ اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں صرف تمہارا امتحان مقصود ہے کہ آیا تم بھی اس کے دین کے باقی رہنے اور شائع ہونے میں مدد کرتے ہو؟ ورنہ وہ تو خود قوی زبردست ہے آپ قائم کر کے رہے گا۔

چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر:...... رسولوں کی اجمالی ذکر کے بعد چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر کرتا ہے تا کہ عرب کو محمد ﷺ کی نبوت میں اجنبیانہ معلوم ہو فقال وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا . . . الخ کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا اور ان کی نسل میں کتاب و نبوت کو قائم رکھا ان کے بعد بھی ان کی نسل میں سے صاحب کتاب نبی اٹھے جیسا کہ موسیٰ و داؤد یکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے پھر لوگ ان سے ہدایت پاتے رہے اور کچھ بدکار ہی رہے آخر عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور اس کو کتاب دی جس کا نام انجیل ہے۔ یا انجیل یعنی خوش خبری دی کہ وہ ایمان والوں کو نجات کی خوش خبری دیتے تھے۔ (یہ معنی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں) انجیل عبرانی لفظ انگیول کا معرب ہے جس کے لغوی معنی خوشخبری کے ہیں مراد اس سے کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی تھی۔ جو قیاصرہ گردی میں تلف ہوگئی۔ یہ بات پولوس کے بعض خطوط سے بھی سمجھی جاتی ہے ان کے بعد متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا ان کے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں نے جو کتابیں ان کے حالات میں لکھیں جن کا مبدء سمعی اور مروی باتیں ہیں اور ان کا نام بھی انجیل ہے۔ وہ دراصل وہ انجیل نہیں یہ ممکن ہے کہ ان میں سے اس کی بھی بعض باتیں شامل کی گئی ہوں۔ یوں تو اور بھی بہت سی انجیلیں عیسائیوں کے بزرگوں نے بنائیں جن کو یہ لوگ الہامی نہیں جانتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دلوں پر نرمی:...... پھر فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ . . . الخ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دل میں ہم نے نرمی اور مہر قائم کر دی تھی، وہ لوگ نرم دل اور متواضع اور فروتن تھے اور رہبانیت بھی ان کو ملی تھی جس کو انہوں نے ازخود پیدا کیا تھا ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی ان سے وہ جیسا چاہیے تھی نبھ نہ سکی پھر ان میں سے جو پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہوگئے اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو لوگوں میں سے جو تارک دنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے تھے نہ بیاہ شادی کرتے تھے نہ عمدہ لباس پہنتے تھے نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے ان کا نام راہب ہوتا تھا جس کی جمع رہبان آتی ہے جس کے معنی درویش اور رہبانیت درویشی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرمناک پیدا ہوگئی تھیں جس کا ذکر مؤرخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کا صراحۃً ذکر کرنا مناسب نہ جانا فمار عوھا حق رعایتھا میں اشارۃً ذکر کر دیا۔

چند ابحاث:.....(۱) وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ کے متعلق کچھ اور بھی اسرار ہیں:۔

افعال انسانی کی دو قسمیں:.....ازاں جملہ یہ ہے کہ انسان کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک وہ کہ جن کو کرنا چاہیے، دوسرے وہ جن کو کرنا نہ چاہیے۔پھر جن کو کرنا چاہیے وہ دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو نفس سے متعلق ہیں۔دوسرے وہ جو بدن سے علاقہ رکھتے ہیں افعال انسانیہ یعنی معارف ان کا سرچشمہ کتاب ہے اس لیے کہ کتاب اللہ ہی حق و باطل میں تمیز کر دیتی ہے اور بدنی اعمال جو ہاتھ پاؤں اعضاء سے متعلق ہیں ان میں بڑا حصہ وہ ہے جن کا لگاؤ خلق خدا کے ساتھ ہے ان کے لیے میزان ہے اسی عدل کے ترازو میں تل کر عدل و ظلم میں امتیاز ہو سکتا ہے اب رہے وہ افعال کہ جن کو کرنا نہ چاہیے ان سے روکنے والا دنیا میں لوہا ہے واعظ برسوں سمجھائیں کوئی زمانے لوہے کے خوف سے دم بھر میں ترک ہو جائیں۔خلاصہ یہ کہ کتاب قوت نظریہ کے لیے اور میزان قوت عملیہ کے لیے اور حدید نالائق باتوں سے روکنے کے لیے نازل ہوا ہے۔

ازاں جملہ یہ کہ اگر معاملہ خدا سے ہے تو اس کے لیے کتاب ہے اور بندوں سے ہے تو میزان اور دشمنوں اور سرکشوں سے ہے تو اس کے لیے لوہا ہے۔

بنی آدم کی تین قسمیں:.....ازاں جملہ بنی آدم تین قسم کے ہیں ایک سابقون جو انصاف کرتے ہیں مگر انصاف کے طالب نہیں ان کا معاملہ کتاب سے ہے۔دوسرے وہ جو انصاف کرتے ہیں اور انصاف ہی چاہتے ہیں یعنی درمیانی لوگ ان کو میزان (عدل) درکار ہے تیسرے بدکار ظالم ہیں ان کے لیے حدید (لوہا) درکار ہے وہ اس کی دھمکی سے ٹھیک ہوتے ہیں شہوت کے تمام نشے تلوار دیکھ کر ہرن ہو جاتے ہیں دم بھر میں بھلے مانس اور نیک ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت تھی کہ آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عہد میں گمراہی و شہوت پرستی کا دریا طغیانی پر تھا کتاب و حکمت کے ساتھ حدید یعنی زور و شوکت بھی عطا ہوا فقیری و مسکنت کے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ شان و شوکت شاہانہ کے پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی اور اسی کو سلطنت آسمانی کہتے ہیں جس کی خبر پہلے انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہ جس کو بخاری نے نقل کی ہے مکارم اخلاق تعلیم کر کے سب کے بعد فرماتا و ذروۃ سنامہ الجھاد کہ ان سب باتوں کا سر جہاد ہے۔اور اسی لیے قیامت تک جہاد و احتساب قائم کر کے اور اپنے جانشینوں اور پیرووں کے لیے ایک عمدہ دستور العمل چھوڑ گئے جس کو آج کل مسلمانوں نے ترک کر رکھا ہے اور دنیا کی آنکھوں میں حقیر ہو گئے اہل اسلام خدا تعالیٰ کا لشکر خاص ہے جن کی تنخواہ دار آخرت و حیات جاودانی ہے۔

ازاں جملہ یہ ہے کہ انسان یا عارف کامل ہے جو مقام حقیقت تک پہنچ گیا ہے اس لیے بجز محبوب کی کتاب کے اور کوئی بات تسلی بخش نہیں۔ یا وہ طالب ہے یعنی مقام طریقت میں ہے اور یہ مقام نفس لوامہ کا ہے اور مقام اصحاب الیمین کا جیسا کہ اول مقام نفس مطمئنہ اور سابقون کا تھا تو اس لیے معرفت اخلاق کے لیے میزان درکار ہے۔یہاں تک کہ افراط و تفریط سے بچے اور کسی کجی کی جانب اس رستے میں نہ جھکے اور یا وہ مقام شریعت میں جو نفس امارہ کا مقام ہے اس وقت اس کے لیے مجاہدہ و ریاضات کے ہتھیار اور نفس بد کے لیے آہنی گرز درکار ہے (کبیر)۔

مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں: ......(۲) لا رھبانیۃ فی الاسلام یہ مسئلہ جمہور علما کے نزدیک مسلم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا نکاح نہ کرنا فقیری کا لباس اور قلندرانہ وضع اختیار نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ نبی ﷺ نے خود بھی متعدد نکاح کیے اور نکاح کرنے کی ترغیب دلائی۔ عمدہ لباس بھی پہنا۔ عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کاروبار کرو۔ نوکری، تجارت، زراعت، بال بچوں کی پرورش، اقارب و ہمسائیوں کے ساتھ سلوک کرو خدا دے تو اچھا کھاؤ پیو پہنو مگر ہر کار (کام) میں اللہ کو نہ بھولو اس کے احکام کو ملحوظ رکھو۔ مگر نہ ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بن جاؤ رات دن اسی دھندے میں پڑے رہو اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گراں مایہ برباد کرو دین کو خیرباد کہہ بیٹھو نفس کو موٹا کرو اس لیے کہ گو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقوے اختیار کیا ہے۔ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالالتزام مباحات و لذائذ و طیبات کو حرام کر لینا۔ ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتا۔ نہ وہ ان چیزوں کے طالب و جویاں (متلاشی) ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آ گئیں تو کچھ انکار بھی نہیں، برخلاف راہب کے، زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور بڑا فرق ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمہ: ...... ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تا کہ تم کو اپنی عنایت سے دگنا اجر دے اور تم کو ایسا نور عطا کرے جس سے تم رستہ چلو اور تم کو اللہ بخش دے اور اللہ غفور و رحیم ہے ﴿۲۸﴾ تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ ہم اللہ کے فضل پر کچھ بھی قادر نہیں اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جس کو چاہے دے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۲۹﴾۔

تفسیر: ...... اس کے بعد عیسائیوں کی طرف خطاب کرتا ہے۔

اہل نصاریٰ کو تقویٰ اور ایمان کا حکم: ...... فقال يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہ اے عیسیٰ پر ایمان لانے والو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو نفسانیت و تعصب کو چھوڑ دو وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لاؤ کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے ظاہر ہونے کی بشارت دی ہے۔ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ تا کہ تم کو اپنے فضل سے دوہرا حصہ ثواب کا دے دونوں پیغمبروں پر ایمان لانے کے سبب جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا تھا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ کہ جو ان میں سے محمد ﷺ پر ایمان لے آئے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا یعنی دیں گے۔ کفل (بمعنی) حصہ۔ دوہرا حصہ پانے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جو عیسائی ہو کر آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے گا اس کو دوہرا حصہ ملنے کے سبب سب سے زیادہ اجر ملے گا اس لیے کہ دوہرے ہونے سے زیادہ ملنا ثابت نہیں ہوتا۔ فرض کرو کہ ایک چیز کے دس حصے کیے اور ایک شخص کو ان دس حصوں میں سے دوہرا حصہ ملا اور پھر اس چیز کے تین حصے کر کے ایک شخص کو ایک حصہ دیا تو یہ ایک

پانے والا اس دوہرے پانے والے سے کم تر نہیں رہا ❶۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ اور اس نبی آخر الزماں ﷺ سے تمہارے لیے ایک نور قائم کر دے گا جس کے سبب تم دنیا میں سیدھا رستہ پر چلو گے یا پل اصراط پر چلو گے۔ یہ نور بغیر اس کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تم کو بخش دے گا وہ غفور و رحیم ہے پچھلے گناہ اسلام لانے سے معاف ہو جائیں گے۔

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان اسرائیلی کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوگا۔ یہ عنایت خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اس لئے اہل کتاب کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی تاکید اور ایمان کے ثمرات بیان کر کے یہ فرماتا ہے لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ . . . الخ کہ یہ بیان ہم نے اس لئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان لیں کہ ان کو فضل الٰہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اس کو اپنے ہی گھر میں منحصر کریں، بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے، بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت؟ اس نے بنی اسمٰعیل پر کر دیا۔ اس تقدیر پر لِئَلَّا میں لا زائد ہے۔

الحمد للہ ستائیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی

❶...... بلکہ اس نے زائد پایا اور یہ اہل اسلام ہیں۔ اس بات کی طرف بخاری کی وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے امت محمد ﷺ! یہ تمہاری اور تم سے اگلوں کی ایسی مثال ہے جیسا کسی نے کسی کو نصف روز پر خاص اجرت پر معین کیا اور کسی کو نصف النہار سے لے کر عصر تک اسی اجرت پر مامور کیا اور کسی کو عصر سے لے کر غروب آفتاب تک دو چند اجرت پر معین کیا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت زیادہ اور ان کا وقت بھی کم اور اجرت دو چند۔ اس نے کہا میں نے تمہاری مزدوری میں سے تو کچھ کم نہیں کر لیا۔ صبح سے نصف النہار تک والے اور اس سے لے کر عصر کے وقت والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور عصر سے آخر دن تک والے جن کو باوجود بہت کم وقت و محنت کے دو چند اجرت ملی وہ مسلمان ہیں ۱۲ منہ۔

پارہ (۲۸) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

اٰيَاتُهَا ۲۲	(۵۸) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۵)	رُكُوْعَاتُهَا ۳

مدنیہ ہے اس میں بائیس آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ
تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا
هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ
الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ
يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ
بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ
اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۚ⑤ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

●......محادۃ مخالفت کردن و باز داشتن حق تحاد کذلک قولہ تعالی ان الذین یحادّون۔ کبت باز گردانیدن و خوار کردن و بر روئے در افگندن یقال کبت اللہ العدو ای صرفہ و اذلہ و صرعہ بوجہہ صح ف اک ۲ م صراح ۱۲ منہ

ع فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ط اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۶

ترجمہ:......(اے نبی) البتہ اللہ نے اس عورت کی بات سن بھی لی جو تم سے اپنے خاوند کی بابت گفتگو کرتی اور اللہ کے آگے شکوہ کرتی تھی اور اللہ تمہارے جواب وسوال سن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ① تم میں سے وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں وہ درحقیقت انکی مائیں تو نہیں گئیں مائیں تو ان کی وہی ہیں کہ جنہوں نے ان کو جنا ہے اور ہاں انہوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے نکالی ہے اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ② اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کر لیتے ہیں پھر اس کہی بات سے پھرنا چاہیں تو ایک بردہ غلام ایک دوسرے کے ہاتھ لگانے سے پہلے آزاد کریں یہ اس لیے کہ اس سے تم کو نصیحت ہو اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے ③ پھر جس کو بردہ نہ ملے تو دو مہینے کے روزے لگاتار آپس میں ہاتھ لگانے سے پہلے رکھے پھر جو روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ اس لیے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی (پوری پوری) تصدیق کرو۔ اور یہ تو اللہ کی حدیں باندھی ہوئی ہیں اور منکروں کو سخت عذاب ہے ④ وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں وہ خوار ہوں گے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ خوار ہوئے اور ہم نے تو صاف صاف آیتیں نازل کر دی ہیں اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہے ⑤ جس دن کہ ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھائے گا پھر ان کو بتا دیگا کہ وہ کیا کرتے تھے جس کو کہ اللہ نے یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہر چیز موجود ہے۔ ⑥

ترکیب:......وتشتكي معطوف على تجادلك وقيل حال من فاعله اى تجادلك وهى متضرعة الى الله تعالى۔ الذين موصول۔ يظهرون۔۔ الخ صلة والكل مبتداء ماهن امهتهم الجملة خبره امهتهم بكسر التاء على انه خبر او بضمها على اللغة التميمية والذين يظهرون من نسائهم مبتداء۔ فتحرير رقبة الجملة وهى فعليهم تحرير رقبة خبره۔ ذلكم مبتداء۔ توعظون به خبره۔ واللام فى لماقالوا تتعلق بيعودون۔ وما مصدرية ويمكن ان تجعل بمعنى الذى ونكرة موصوفة وقيل اللام بمعنى فى وقيل بمعنى الى وقيل فى الكلام تقديم وتاخير تقديره ثم يعودون فعليهم تحرير رقبة لما قالوا فصيامه شهرين اى فعليه صيام شهرين ذلك ومحله النصب بفعل معلل بقوله لتؤمنوا والرفع على الابتداء۔ يوم منصوب بماتعلق به اللام من الاستقرار او بمهين او باضمار اذكر۔

تفسیر:......یہ سورت بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی قدر مکہ میں بھی نازل ہوئی ہے مگر یہ قول معتبر نہیں۔

ربط سورت:......سورۂ حدید کے اخیر میں وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ آیا تھا جو یہود ونصاریٰ کے گمان فاسد کا رد تھا کہ وہ نبوت اپنے خاندان میں ختم سمجھتے تھے۔ اس سورت میں من جملہ افضال الٰہی کے جن میں سے نبوتِ نبی آخر الزمان ﷺ بڑی چیز ہے اس نبوت کی برکات اور اپنے بعض افضال کا (سہل احکام اور آسان شریعت نازل کرنے کے پیرایے میں) اظہار فرماتا ہے کہ یہ بھی اس کے فضل کی ایک بڑی بات ہے کہ اس نے ظہار میں جو جاہلیت میں اشد طلاق سمجھی جاتی تھی یہ سہولت کی کہ کفارے سے عورت کو اس کے مرد کے لیے حلال کر دیا۔ اب اس کی تشریح بضمن ایک واقعہ کے کرتا ہے۔

واقعۂ شانِ نزول:......فقال قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ......الخ اس کے شانِ نزول میں جمہور مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہہ دیا تھا (اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ) کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت طلاق کا تھا کہ جس کے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا، اس کو بڑا رنج ہوا، خاوند سے محبت تھی اور بچہ دار تھی

اس لیے نبی ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی، عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں میں اس وقت حضرت ﷺ کا سر دُھلا رہی تھی، اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی مصیبت ناک حالت بھی عرض کی کہ میں پہلے جوان مال دار تھی، اب عمر رسیدہ بھی ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں کہ اگر آپ رکھتی ہوں تو بھوک سے ہلاک ہوتے ہیں اور اوس کو دیتی ہوں تو برباد ہوتے ہیں اور مجھے اس سے محبت بھی ہے، اب میں کیا کروں گی؟ اب میں اس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے تو طلاق ہوگئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سن کر اس کو اور بھی رنج ہوا۔ بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت وتنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی، آنحضرت ﷺ اس کے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔ آخر وہ مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اُٹھا اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں میری مشکل کشائی کے لیے اپنے نبی پر کوئی حکم نازل کر دیجیے اتنے میں آنحضرت ﷺ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپ کے قربان جاؤں میرے معاملے میں کچھ تدبیر وفکر کیجیے۔ حضرت عائشہ ؓ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت کو کہا چپ رہو اور اپنی تکرار بند کر۔ تو رسول اللہ ﷺ کے منہ کو نہیں دیکھتی؟ جب آنحضرت صلی اللہ وسلم کو وحی ہو چکی تو اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دے کر اس کو خاوند کے لیے مباح کر دیا۔ اس کے خاوند نے کفارہ ادا کیا۔ یہ اس کا کیسا فضل ہے۔ اور بھی سہل احکام اس سورت میں ہیں۔ اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔

مسئلہ ظہار:..... اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ . . . الخ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو یوں کہے انتِ علیّ کظهر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح سے حرام ہے۔ ظہار شرع میں اپنی بیوی کو یا اس کے کسی جزء کو جس سے کل تعبیر کیا جاسکتا ہو اپنی ماں سے یا اس کے کسی ایسے جزء سے تشبیہ دینا کہ جس کا دیکھنا جائز نہیں اور اسی طرح اور محرمات ابدیہ عورتوں سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے۔ یہ ظہر بمعنی پشت سے مشتق ہے۔ اور پشت ذکر کی اور مراد اس سے پیٹ ہے یا مقام مخصوص مجازاً۔ اور شرم کی وجہ سے ایسی چیزوں کو دوسرے ناموں سے تعبیر کر دینا عرب کا دستور ہے بعض کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اس کے معنی پشت کے نہیں اس لیے کہ اور اعضاء میں سے صرف پشت ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ یہ ظہر بمعنی علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اس کو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھی، اس آیت کے نازل ہونے سے پیشتر شرع نے بھی اس کو طلاق ہی قرار دے رکھا تھا جس لیے نبی ﷺ نے فرمایا طلاق ہوگئی جس پر وہ عورت حیرت زدہ ہو کر اور حکم چاہتی تھی۔ باتفاق جمہور علماء اس کلمہ سے عورت مرد پر ایک وقت تک حرام ہوجاتی ہے یعنی جب تک کفارہ نہ دے اور اس لفظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی بلکہ ظہار ایک جداگانہ چیز ہے۔

ظہار کی صورتیں:..... ان الفاظ کے کہنے سے بالاتفاق ظہار ہو جائے گا، مگر ان میں دوسری صورت بدل کر کہنے میں اختلاف ہے اور صورتیں چار پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ ظہر واُمّ یا ان کے ہم معنی الفاظ دونوں مذکور ہوں جیسا کہ بیان ہوا اس میں بالاتفاق ظہار واقع ہوگا۔

(۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو کر مگر اُم مذکور نہ ہو۔ پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت ذکر ہے یعنی محرم عورت سے تشبیہ نہیں، اس صورت میں بھی بالاتفاق ظہار نہ ہوگا۔ کس لیے اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی اور اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اس پر ہمیشہ حرام ہیں (رضاعی بہن وماں) خواہ قرابت سے جیسا کہ بہن، بیٹی، خالہ، پھوپی، نانی، دادی، نواسی، بھتیجی، بھانجی، خواہ دودھ کی شرکت سے جیسا کہ دودھ بہن یا دودھ ماں، یا رشتے کے سبب سے جیسا کہ بیوی کی ماں (ساس)، ان سب صورتوں میں امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک ظہار ہوگا اس لیے کہ جو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے غرض تھی وہی ان کے

ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ظہار نہ ہوگا۔ آخر قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں۔

پیٹھ کے علاوہ اعضاء کے ساتھ تشبیہ:۔۔۔۔۔(۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہ ہو بلکہ کسی اور عضو کے ساتھ ہو۔اس کی صورتیں ہیں۔اول یہ کہ اس کے کسی اور عضو سے تشبیہ ہو کہ جس کا دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ ہاتھ پاؤں، ان صورتوں میں بھی ظہار نہیں، مگر امام شافعی رحمہ اللہ تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ان اعضاء کے ساتھ تشبیہ ہے کہ جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہے مثلاً منہ آنکھ تو اس میں دو قول ہیں۔پہلا یہ کہ ظہار نہیں، آخر یہ کہ ظہار ہے۔دوم یہ کہ ان اعضاء سے تشبیہ ہو کر جن کا دیکھنا حرام ہے پیٹ ران چوتڑ وغیرہ۔ان صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہار ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں مگر بعض نے قوت اس کو دی ہے کہ ظہار نہیں۔

(۴) یہ کہ نہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہے۔ان صورتوں میں اختلاف ہے مگر امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ظہار ہے ❶۔

بحث دوم:۔۔۔۔۔ظہار کون کرسکتا ہے اور کس سے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہے کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار نہ ہوگا اس لیے کہ آیت میں منکم کا لفظ ہے جو اہل اسلام کی طرف خطاب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان ہو یا نہ ہو جو کوئی طلاق دے سکتا ہے ظہار بھی کرسکتا ہے ذمیوں کے ایسے افعال کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔ابوحنیفہ رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ و مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عورت ظہار نہیں کرسکتی اس کے اس کہنے سے کہ تو میرے پر ایسا ہے جیسے میری ماں کی پشت کچھ نہیں ہوتا۔اوزاعی فرماتے ہیں یہ یمین ہے عورت کو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر مرد نے ظہار میں دن کی قید لگا دی کہ آج کے روز تو مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہے تو ظہار نہ ہوگا مگر امام مالک رحمہ اللہ و ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں ظہار ہوگا۔

آیت میں مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ کا لفظ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ظہار خاص بیوی سے ہوسکتا ہے نہ کہ لونڈی سے، اگر لونڈی کو ایسی بات کہے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ظہار نہ ہوگا مگر مالک رحمہ اللہ و اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ظہار ہوگا اس لیے کہ من نسائھم میں لونڈی بھی داخل ہے وہ بھی مرد کی عورت ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا یہ تو ایک بری اور جھوٹی بات منہ سے نکال دی ہے؟ جس کی سزا کفارہ ہے۔اس لیے اس کے بعد کفارے کا ذکر کرتا ہے فقال وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرتے ہیں (ان کو ماں کی ظہر یعنی پشت سے تشبیہ دیتے ہیں) پھر وہ لوٹنا چاہتے ہیں تو ان کو ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے، یہ تمہاری نصیحت کے لیے ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے اور جس کو بردہ یعنی غلام میسر نہ ہو تو بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور جس کو اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں یعنی فقیروں کو کھانا کھلائے یہ کفارہ ہے اس کے بعد پھر بدستور اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہے۔

---

❶۔۔۔۔۔فتح القدیر میں ظہار کے متعلق یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ ظہار حلال عورت کو یا اس کے جزء مستورہ یا جزء شایع کو اس عورت کے ساتھ تشبیہ دینا جس سے کبھی نکاح درست نہیں یا اس کی کسی چیز سے جس کا دیکھنا درست نہیں یا اس جزء سے کہ جس سے وہ تعبیر کی جاتی ہے جیسا کہ سر و گردن نصف وغیرہ مگر اس میں اختلافی صورتیں بھی داخل ہیں ۱۲ منہ

ابحاث :......(۱) ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا محاورۂ عرب میں اس کلام کے دو معنی سمجھے جاتے ہیں۔اس کام کے برخلاف ہونا اور اسی کو بار دگر کرنا۔ کہتے ❶ ہیں عاد کما فعل جب کہ اس کے کام کو بگاڑنا چاہے۔اور جب بار دگر کرنا چاہے تب بھی یہی جملے بولتے ہیں اور ہر ایک کے نظائر موجود ہیں، یہ اس لیے کہ الی اور لام ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کلام کے دو معنی ہو سکتے ہیں پہلے معنی کی طرف (یعنی برخلاف مراد لینے کی طرف) جمہور مجتہدین گئے ہیں، ان کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو ظہار کر کے اس سے پھرنا چاہیں اور برخلاف ہونا چاہیں تو کفارہ دیں۔ پھر ان پہلے معنوں کی تعیین میں کئی قول ہیں۔

(۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ جو ظہار کر کے وطی وغیرہ فوائد حاصل کرنا چاہیں تو کفارہ دیں اس لیے کہ ظہار سے بجز اس خاص فائدے کے اور کوئی فائدہ ممنوع نہیں ہوا خانہ داری کے سب کام بعد ظہار بھی کرنے درست ہیں پھر عود کس چیز کی طرف ہے؟ اسی چیز کی طرف ہوگا جو فوت ہوگئی اور وہ وطی اور اس کے دواعی ہیں۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ٹھہرا رکھنا یعنی جو شخص ظہار کر کے عود کرے کہ بیوی کو اس قدر زمانے تک اپنے پاس ٹھہرائے رکھے کہ اس قدر زمانے میں طلاق دے سکے پس جب اس نے ظہار کر کے عورت کو رہنے دیا طلاق نہ دی تو بیوی پنے کا حق جو ظہار سے تلف کیا تھا پھر حاصل کیا۔

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ عود جو کفارے کا باعث ہے ظہار کے بعد وہ صرف وطی کا قصد کرنا ہے۔ظہار کے بعد جب یہ قصد کر لیا تو عود کیا۔

خلاصہ یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک کفارہ محض ظہار سے واجب نہیں بلکہ عود سے ہے ان وجوہ ثلاثہ میں سے کسی وجہ پر عود ہو۔

عود کی تفسیر :......ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عود کی تفسیر یہ کی کہ نادم ہو اور الفت چاہے اس کے بھی یہی معنی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔اور جو علماء عود کے دوسرے معنی لیتے ہیں یعنی بار دگر اس فعل ظہار کا کرنا تو ان کے نزدیک وجوب کفارہ کا باعث ظہار ہے نہ کہ اور کوئی چیز پھر اس کے بھی کئی معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یہ کہ مکرر الفاظ منہ سے کہنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے نہ کہ ایک بار کہنے سے جیسا کہ ابی عالیہ و داؤد ظاہری اور جمیع اہل ظواہر کا قول ہے ان کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر کے ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا پھر انہیں کلمات کو بار دگر منہ سے نکالیں اور اعادہ کریں تو ان پر کفارہ ہے اور جو ایک بار کہا تو کچھ نہیں مگر یہ قول محض ضعیف ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی ان کلمات پر ظاہر فرما رہا ہے جو زمانۂ جاہلیت کی بات تھی اس میں ایک بار کہنے سے بھی وہی جاہلیت کی ناشائستہ حرکت پائی گئی۔

(۲) اس صحابی کا جس کی عورت کا آیات میں اشارۃً ذکر ہے کسی روایت سے دوبارہ کہنا ثابت نہیں بلکہ اس نے ایک ہی بار یہ کلمات منہ سے نکالے تھے جس پر اس کی بیوی حیران پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

(۳) یہ کہ صرف ظہار کے کلمات باعث ایجاب کفارہ ہیں، یہ مجاہد و سفیان کا قول ہے، ان کے نزدیک ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کے یہ معنی ہوئے کہ جو ایام جاہلیت میں کہا کرتے تھے اگر اب پھر کہیں تو کفارہ دیں۔ان کے نزدیک وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ کا بیان ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا سے کہ وہ جو ظہار کرتے ہیں اہل اسلام میں بار گرد پھر اسی جاہلیت کی بات کا اعادہ کرتے ہیں۔

کفارۂ ظہار:......فتحرير رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا تحریر حر بنانا یعنی آزاد کرنا۔رقبہ گردن اس سے مراد گردن والا جزء اس سے کل تعبیر کیا جاتا

❶...... ومنه المثل عاد غيث على ما افسد اى تدارك بالاصلاح، کشاف ۱۲ منہ۔

ہے جیسا کہ ہماری زبان میں کہتے ہیں ہر سر پیچھے یہ ہو۔ یعنی ہر شخص کے لیے۔ رقبة سے مراد غلام لونڈی۔ تماس ہاتھ لگانا، مراد عام ہے ہاتھ لگانا، بوسہ، جماع کرنا سب کو شامل ہے۔ عموم الفاظ کی وجہ سے صحبت کرنے اور اس کے اسباب عمل میں لانے سے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رقبہ مطلقہ ہے مؤمن ہونے کی کوئی قید نہیں۔ غلام ہو کافر ہو یا مؤمن کالا ہو یا گورا آزاد کردینا چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دوسری آیت میں رقبہ کو مؤمنہ سے مقید کر دیا ہے یہاں بھی وہی مراد ہوگا یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔ مگر دوسری آیت میں جو قید تھی وہاں یہ قید قتل کے کفارہ میں ہے جو سخت جرم ہے اس کو یہاں لانا اور قیاس کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔

ادائیگی کفارہ سے قبل بیوی کو چھونے کی ممانعت:..... مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا کے متعلق ایک اور بحث ہے وہ کہ آیت کا حکم یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کو ہاتھ نہ لگائے مگر جو کسی نے لگا یا اور صحبت کر لی تو پھر کیا حکم ہے؟ اکثر علماء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ و سفیان ثوری رحمہ اللہ و اسحق رحمہ اللہ وغیرہم کے نزدیک ایک ہی کفارہ دینا ہوگا پہلے ہاتھ لگانا دوسرا گناہ ہے اس کے لیے کوئی کفارہ نہیں استغفار کرے ❶۔ عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں دو کفارے دینے ہوں گے۔

کفارہ میں سہولت:..... ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ یہ کفارہ یا غلام آزاد کرنے کا حکم تمہاری نصیحت کے لیے ہے تاکہ پھر ایسی بات نہ کہو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔ اگر کوئی یہ کلمات کہہ کر کفارے کے ڈر کے مارے نہ کرے گا تو کیا؟ اللہ جانتا ہے (یہ کفارے میں ایک بات تھی)۔

دو ماہ کے روزے رکھے جائیں:..... فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا پھر جس کو غلام میسر نہ آئے تو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ دوسری بات ہوئی۔ ان روزوں میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے رکھے۔ اگر دس بیس روزے رکھ کر بیچ میں بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے۔ رات میں یا دن میں کفارے سے پہلے بیوی کو ہاتھ لگانا نہ چاہیے۔ عمداً تو عمداً اگر سہواً بھی کر بیٹھے گا تو ہٹ کر نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر رات میں بیوی سے صحبت کی تو اس سے تتابع میں فرق نہ آئے گا امام مالک رحمہ اللہ و امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تتابع نہ رہا۔ پھر نئے سرے سے روزے رکھے۔ اور جو کسی عذر سے اس نے دو مہینے کے روزوں میں سے کوئی روزہ نہ رکھا تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض ❷ کہتے ہیں نئے سرے سے رکھے، بعض کہتے ہیں نہیں۔

ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا جائے:..... پھر اگر بیماری یا بڑھاپے یا کسی معتبر عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے۔ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا صبح و شام دو وقت پیٹ بھر دے۔ معمولی کھانا ہو اور معمولی کھانے والے ہوں۔ اور جوان کو کھانا پختہ یا غیر پختہ دے کہ اپنے گھر جا کر کھا لیں تو کس قدر فی کس دے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مسکین کو گیہوں کا نصف صاع ❸ اور جو اور چھوارے کا پورا صاع دے یا ان کی قیمت دے دے۔ اور دلیل ان کی حدیث اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ و سہل بن صخر کی ہے۔ جس میں نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو اور چھوارے دینے کا حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اور نیز صدقۃ الفطر میں بھی مقدار آئی ہے۔ اور صدقات واجبہ برابر ہیں۔ یہ حدیثیں ابوداؤد و احمد و طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر

---

❶..... اصحاب سنن اربعہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس نے صحبت کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو نے کس لیے کیا؟ اس نے عرض کیا چاندنی رات میں اس کی پازیب اور گوری پنڈلی دیکھ کر رہا نہ گیا۔ فرمایا کفارہ دینے تک اس کے پاس نہ جانا ۱۲ منہ۔

❷..... احناف ۱۲ منہ۔ ❸..... صاع پختہ تول سے جس کا اسی روپیہ کلدار کا سیر ہے تخمیناً ساڑھے چار سیر کا وزن ہے اور مد ایک سیر سے کچھ کم ہے ۱۲ منہ۔

ایک مسکین کو ایک مد دے جو مد نبی ﷺ کے مد کے ہم وزن ہو اور وہ ایک رطل اور ثلث مقدار کی ہے۔

مسئلہ: اگر ساٹھ روز تک ایک ہی مسکین کو دے گا تو کافی ہوگا اور اگر ساٹھ روز کا ایک فقیر کو ایک ہی روز دے دے گا تو یہ صرف ایک روز کا دینا سمجھا جائے گا (ہدایہ)

آیت میں جہاں کھانا دینے کا ذکر ہے اس جگہ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کی قید نہیں جیسا کہ غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں تھی۔ اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بات کہتے ہیں کہ ہر چند کھانا پہلے کھلانا واجب ہے لیکن اگر کسی نے کھلانے سے پہلے صحبت کر لی تو یہ کفارہ کافی ہو جائے گا یعنی ہنوز مساکین دوسرے وقت کا کھانا نہ کھانے پائے تھے کہ اس نے صحبت کر لی تو برا کیا استغفار کرے مگر کفارہ ادا ہو گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گو اس جگہ قید مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا مذکور نہ ہو مگر اس سے پہلے دو چیزوں میں مذکور ہو چکی ہے لہٰذا یہاں بھی وہی مراد ہے، یہ کفارہ ادا نہ ہوگا۔

جمیع آیت سے متعلق بحث:...... اللہ تعالیٰ نے اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ... الخ ارشاد فرمایا، جس سے کئی باتیں پیدا ہوئیں۔

(۱) ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ... الخ کا سبب ثابت ہوتا ہے جس لیے تحریر پر ف سببیہ آئی پھر اگر کوئی ظہار کر کے رجوع کرنا نہ چاہے تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ تو اس صورت میں کیا وہ عورت کو عمر بھر یوں ہی لٹکائے رکھ سکتا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں عورت کفارہ ادا کیے بغیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور مرد کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے اس لیے کہ ادا نہ کرنے میں عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں لہٰذا وہ حاکم سے رجوع کر کے کفارہ ادا کرائے۔ (کبیر)

(۲) مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ کے لفظ میں وسعت ہے کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور چاروں کو ایک بار خطاب کر کے یہ کہہ دے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہو یعنی حرام تو یہ چار ظہار گنے جائیں گے اور چار کفارے دینے پڑیں گے؟ جس سے صحبت کرنے کا قصد کرے گا پہلے کفارہ دے گا جیسا کہ ایک ساتھ سب کو طلاق ہو سکتی ہے اسی طرح ظہار بھی ہو سکتا ہے یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ زہری رحمۃ اللہ علیہ سفیان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہم کا قول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک کفارہ دینا ہوگا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و عروہ رحمۃ اللہ علیہ و طاؤس رحمۃ اللہ علیہ و عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے۔ یہ لوگ یمین باللہ پر قیاس کرتے ہیں ایلاء میں۔ (فتح القدیر)

(۳) اگر کوئی ایک بار ظہار کر کے اور کفارہ دے کر پھر ظہار کرے تو ف سببیہ کہہ رہی ہے کہ کفارہ دینا ہوگا۔ تکرار علت سے معلول مکرر ہوگا۔ (ہدایہ)

احکام کی پابندی کی تاکید:...... کفارے کے بعد پابندی احکام کی بابت تاکید فرماتا ہے۔ فقال ذٰلک یہ تعلیم احکام اس لیے ہے کہ اللہ اور رسول پر بجا آوری احکام میں ایمان لاؤ اور اس کے حدود پر قائم رہو اور کافروں کو عذاب الیم ہے اور خدا کو ناخوش کرنے والے عزت نہیں پاتے ایک روز ذلیل ہوں گے، جیسا کہ پہلے لوگ ہوئے۔ ہم نے آیات بینات نازل کر دیں ان کو جو نہ مانے اس پر اللہ کی مار اور ذلت کا عذاب ہے اس روز ان سب کو اللہ اٹھا کر ان کے اعمال بتائے گا اللہ نے ان کو لکھ رکھا ہے یہ بھول گئے ہیں اللہ کے نزدیک سب چیز حاضر ہے۔ اس میں مسئلہ معاد بھی کس لطف سے ثابت کر دیا اور آخرت کا ذکر بھی جو انسان کو نیکی پر تحریک دلاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی

ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ
اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا
نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَآءُوْكَ
حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا
نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ: ...... کیا آپ نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یہاں تک کہ) جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر ان کو قیامت کے روز بتا دے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے کیوں کہ اللہ ہر شے سے واقف ہے۞ کیا آپ نے (اے رسول) ان کو نہیں دیکھا کہ جن کو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا تھا پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لیے مخفی مشورے کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے ان کلمات سے صاحب سلامت کرتے ہیں کہ جن سے اللہ نے نہیں کی اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں (کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں) کس لیے اللہ اس پر ہم کو عذاب نہیں دیتا ان کے لیے جہنم بس ہے جس میں وہ گریں گے۔ پھر وہ بہت ہی بری جگہ ہے۞۔

ترکیب: ...... مایکون جملة مستانفة مقررة لما قبلها من سعة علمه۔ یکون من کان التامت وقرء تکون من التاء اعتبارا لتانیث النجوی وان کان غیر حقیقی۔ نجوی مصدر کالتناجی وقال الزجاج النجوی مشتق من النجوة وهی ما ارتفع من الارض فان السرامر مرتفع عن استماع الغیر کالارض المرتفعة لارتفاعها انفصلت عن اتصال الغیر۔ ثلثة مجرور باضافت نجوی الیه او علی انها موصوفة بها بتقدیر مضاف الاستثناء مفرغ من اعم الاحوال۔ ولا خمسة ای ولا نجوی خمسة ولا اکثر ❶ معطوف علی العدد ویقرء بالرفع علی الابتداء۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ کہ اللہ کے نزدیک ہر چیز حاضر و موجود ہے۔ اب اس جگہ وسعت علمی کی تشریح فرماتا ہے تاکہ ہر مکلف کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دلی خیال بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ جزا دے گا اس بات پر یقین آنا انسان کا بڑا ہادی اور منہیات سے منع کرنے والا ناصح مشفق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مجلس میں موجود اور ہر چیز سے باخبر ہے: ...... فقال اَلَمْ تَرَ کہ کیا اے انسان تو نہیں دیکھتا (اس لیے کہ اس بات کے دلائل تیرے آگے ظاہر ہیں پھر جاننا بمنزلہ دیکھنے کے ہے اور یہ بات محسوس و مشاہدہ ہو گئی ہے) کہ اللہ کو آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں معلوم ہیں انسان کی مخفی اور مشورۂ نہانی کی باتیں بھی اس کو معلوم ہیں، جہاں تین شخص مل کر مشورہ کرنے بیٹھے ہیں ان کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، اور جو چار

❶ ...... منصوب علی ان لا لنفی الجنس ۱۲ منہ۔

ہوتے ہیں تو وہ پانچواں ہوتا ہے، اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہوتا ہے (غالباً مخفی مشورے میں کم ہی آدمی ہوا کرتے ہیں جن کی اکثر یہ تعداد ہوتی ہے) خواہ کم ہوں خواہ زیادہ ہر حال میں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، پھر قیامت کے روز بتا دے گا کہ کیا کیا کرتے تھے وہ ہر بات جانتا ہے۔

مجلس میں سرگوشی کی ممانعت:.....مخفی مشورے کے ذکر کے بعد خاص مشورہ ہی کی بابت ایک مناسب حکم دینے کا موقع آ گیا اس لیے بری باتوں کے لیے مخفی مشورہ اور کانا پھوسی کی ممانعت کس عمدہ پیرائے میں بیان فرماتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی شان میں یہودیوں کی گستاخی:.....فقال اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی کہ اے پیغمبر! (ﷺ) کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ جو مخفی مشورہ سے منع کیے گئے تھے وہ باز نہیں آتے پھر کرتے ہیں اور کس بات کی کانا پھونسی کرتے ہیں؟ گناہ اور بغاوت کی رسول کی نافرمانی کی۔ اور اسی پر بس نہیں، جب وہ اے رسول تیرے پاس آتے ہیں تو سلام اس طرح سے کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا خدا نے وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی فرمایا ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ سنت قرار پائی ہے مگر یہ کم بخت ان لفظوں سے سلام نہیں کرتے یا تو السام علیک ❶ زبان دبا کر کرتے ہیں۔ یا انعم صباحاً وغیرہ الفاظ کہتے ہیں اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو دلیری سے کہتے تھے خدا ہماری باتوں پر ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا۔ ان کو جہنم کی سزا ہے مگر دنیا میں جلدی نہیں کرتا وہ بہت بری جگہ ہے۔ معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود جو آس پاس رہتے تھے مسلمانوں کو حیران و پریشان کرنے کے واسطے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھ کر سرگوشی کرتے اور آنکھوں بھوؤں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیوں کہ اس وقت بدامنی تھی کفار کا غلبہ تھا آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کر دیا تھا مگر پھر بھی باز نہ آتے تھے اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ، جو شعائر اسلامیہ ❷ ہے کہیں السام علیک کہیں انعم صباحاً کہتے تھے، مقصود خلاف کرنا ہوتا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ
الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝
اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ

❶.....سام یعنی موت۔ مدینہ کے یہود ایسا کرتے تھے بد بخت لوگوں میں ایسی کمینگی اور چالاکی اور گستاخی کی عادت اخلاق کریمانہ کی جگہ ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

❷.....اسلام کا آسمانی قانون جس طرح روحانی اور اخلاقی امور کی تعلیم کرتا ہے اسی طرح بعض رسمی اور علامتی باتوں کو بھی بڑے زور سے قائم کرتا ہے۔ خصوصاً ان اوضاع واطوار کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم و پیغمبر ﷺ کے تھے جو اسلامیوں کے نشان اور علامات قرار دیے گئے ہیں (جیسا کہ داڑھی رکھنا، موچھیں کتروانا، ناخن تراشنا زیر ناف کے بال لینا ختنہ کرنا آپس میں بوقت ملاقات السلام علیکم کہنا) اس کا غلبہ اور قوموں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان باتوں میں پیروی کریں اوروں کو جھکاتا ہے۔ مبتذل اور فاحشہ کی طرح ہر ایک کی طرف آپ اپنے کپڑے اور وضع بدل کر جھکنا نہیں چاہتا۔ دیکھو آج کل شوکت انگریزی لوگوں کو اپنی زبان واوضاع کی طرف کھینچ رہی ہے حالانکہ ملکی مصلحت یہ تھی کہ خود انگریز رعایا کی زبان واطوار کا تتبع کرتے ۱۲ منہ۔

انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

ترجمہ:......اے ایمان دارو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کیا کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم کو پھر کر جانا ہے ⑨ (یہ) سرگوشی تو صرف شیطانی بات ہے تا کہ ایمانداروں کو رنج ہو حالانکہ بغیر حکم اللہ کے کچھ بھی ضرر نہیں دے سکتا اور ایمان والے تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ⑩ اے ایمان والو! جب تم کو کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل کر بیٹھو اللہ تم کو فراخی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ تم میں سے اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ⑪۔

ترکیب:......لیحزن خبر آخر لانما النجوی والاول من الشیطن۔ والذین اوتوا العلم فی محل النصب لکونہ معطوفا علی الذین امنوا۔ درجت منصوبۃ بالتمیز۔

تفسیر:...... پہلے مخفی مشاورت کی برائی بیان ہوئی تھی، اب یہاں مسلمانوں کو مشورے کی بابت حکم دیتا ہے۔

آدابِ سرگوشی:......فقال یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ کہ مخفی مشورہ بالکل ممنوع نہیں۔ ہاں اگر ہو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی بابت نہ ہو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کے لیے ہونا چاہیے۔ اور اگر مصالح دنیاویہ کی بابت ہو بشرطیکہ گناہ اور بغاوت اور نافرمانی رسول نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کے پاس جمع ہونا ہے قیامت میں یا مرنے کے بعد عالم ارواح میں۔

اب اس پہلے مخفی مشورے کی حالت بیان فرماتا ہے اِنَّمَا النَّجْوٰی . . . الخ کہ وہ مشورہ شیطانی اور مسلمانوں کو رنج دینے کے لیے ہے اللہ کی مرضی بغیر اس سے ضرر تو کیا دے سکتے ہو اور ایمان داروں کا اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے وہ مخفی مشورہ اور اشاروں کی کچھ پروا نہیں کرتے یعنی نہ کرنا چاہیے۔

آدابِ مجلس:......مخفی مشورہ جس طرح مجلس میں حضار (حاضرین) جلسہ کی پریشانی و رنج کا باعث ہے بلا ضرورت کرنا وہ ممنوع کیا گیا، اسی طرح مجلس میں پہنچ کر بیٹھنا اور آنے والے کو جگہ نہ دینا یا خواہ مخواہ جگہ تنگ کرنے کے لیے اڑ جانا اہل مجلس اور قومی جماعت اور سردار کو رنج دینے والی بات تھی اس لیے اس کی بھی اصلاح کرنی ضروری تھی۔

فقال یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا . . . الخ یہ نشست و برخاست کی بابت دو حکم جو سراپا تہذیب ہیں۔

(۱) یہ کہ جب مجالس میں (عام ہے کہ نبی ﷺ کی مجلس ہو یا کسی دینی بزرگ کی یا وعظ و پند کی یا مصالح دینی و دنیوی میں مشورہ کرنے کی یا کوئی تدبیر ملکی و مصلحت قومی کی) تنگ ہو کر نہ بیٹھو اللہ تمہارے لیے کشائش عطا کرے گا دنیا میں اور دنیاوی امور میں قبر میں آخرت میں، فہم و عقل میں، دائرہ محبت و اخوت اسلامی و قومی میں مجلس میں کھل کر بیٹھنے سے دائرہ محبت و تہذیب کھل جائے گا۔

(۲) وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا . . . الخ کہ جب تم کو سردار جانے کے لیے کہے تو چلے جاؤ حکم سن لیا جو کام تھا کر لیا چل دیے، اژدحام کرنے کو اڑ کر نہ بیٹھو کہ سردار پر اور دیگر آنے والوں پر شاق گزرے۔ دعوت و عیادت میں بھی زیادہ جم کر نہ بیٹھنا چاہیے تم سردار کے کہنے سے مجلس سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو اللہ تمہارے میں سے ایمان داروں بالخصوص علم والوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

یعنی تم اٹھنے میں جو بلند ہوتے ہو تو درجے میں بھی بلندی حاصل کرتے ہو، عجب پر معنی لفظ ہے، یہ بھی اور اس سے پہلا یفسح اللہ بہ۔
اس آیت میں اہل مجلس کے مراتب بھی اشارۃً بیان کر دیے کہ اسلامی مجلس میں ترجیح ایمان وعلم سے ہے نہ کہ کثرت مال واسباب وزن وفرزند سے۔ علم کے فضائل احادیث صحیحہ میں اس قدر بیان ہیں کہ جن کے ذکر کو ایک دفتر چاہیے۔

مشورہ سے متعلق چند مباحث:......(۱) مشورہ اور ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو دیا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا۔ نجویٰ اور چیز ہے نجویٰ بھی مشورہ ہے مگر مخفی اور تھوڑے آدمیوں میں ہوتا ہے لیکن مشورے میں یہ قید نہیں، بلکہ کبھی وہ علیٰ رؤس الاشہاد سب کے سامنے ہوتا ہے۔ راؤں میں سقم وصحت دریافت کرنے کے لیے جو کسی خاص بات میں دی جاتی ہیں، یہ عمدہ چیز ہے، اس لیے کہ ہر قسم کے لوگ اور مختلف ذہنوں اور دماغوں کا جو (مختلف تجربے اور کامیابی وناکامی کی ورزش کیے ہوئے ہوں) کسی بات پر توجہ کرنا مجموعی قوت کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے۔

اسلامی سلطنت جو آسمانی سلطنت کے نام سے بائبل میں نامزد کی گئی ہے اسی مشورے پر مبنی تھی اور جمہوری تھی مگر رفتہ رفتہ بعد زمانہ نبی ﷺ کی وجہ سے یا قومی نحوست وبدبختی سے جس طرح اور باتوں میں فرق آتا گیا اس میں بھی آیا، سلطنت شخصی ہو کر رہ گئی جس میں ایک ہی شخص پر تمام بار پڑتا ہے اگر وہ لائق اور مدبر اور اولوالعزم ہوا تو اس نے بڑے بڑے کارنمایاں کیے اور اس کے مرتے ہی وہ چراغ گل ہو گیا اور اگر جمہوری ہوتی تو کیوں چراغ گل ہوتا۔

اور نیز شخصی سلطنت میں بادشاہ کو غیر محدود اختیارات حاصل ہونے سے وہ لہو ولعب جور وظلم خلاف قانون مذہب وملت خلاف دستور جو چاہے کر سکتا ہے خزانہ شاہی خاص اس کی ملک ہوتا ہے جس کا بڑا حصہ اس کے شہوانی اور آسائشی وآرائشی کاموں میں صرف ہوتا ہے اور پھر اس کو انتظام ملک وتدابیر سلطنت وبقائے قوت اعوانیہ وتحفظ جماعت ونظر قوانین سلطنت وملک وملت وانتخاب کارکنان سلطنت کے لیے کوئی وقت بھی نہیں ملتا۔ اس غافل کے کارکن وقت کو غنیمت جان کر خوب دست برد کرتے ہیں، اس لیے ملک برباد سلطنت تمام ہو جاتی ہے۔ اور نیز بدخواہان سلطنت یہ سمجھ کر کہ اس ایک شخص کے مارنے سے ملک ہاتھ لگتا ہے، مارنے میں کوشش کرتے ہیں اسی لیے بادشاہ اپنی جان کو سپاہیوں کی حفاظت میں رکھتا ہے اور کھانے پینے پھرنے چلنے میں اس کی آزادی جاتی رہتی ہے، وہ ایک قیدی یا ایک بیمار ہوتا ہے جو ہر کہیں نہیں جا سکتا نہ ہر کسی کے ہاتھ کا کھانا کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کو اپنی بیوی اور اولاد اور خاندان سے بھی اطمینان نہیں رہتا، یہ کیسی مصیبت ہے؟ اگر جمہوری ہو تو اس کا بوجھ بھی بٹ جائے اور نہ کوئی اس کے مارنے کا قصد کرے نہ اس کے مرنے کو اپنی کامیابی تصور کرے کیونکہ جانتا ہے کہ قوم کو اختیار ہے وہ بعد میں بھی باقی ہے۔

ہمارے بادشاہوں نے باغ لگائے سڑکیں بنائیں قلعے مستحکم چنائے مگر ایسے پودے نہ لگائے کہ ان کی چھاؤں میں ملک وسلطنت کو بیٹھنا نصیب ہوتا یعنی جمہوری کرنے کے لیے قوم وملک میں ایسے حوصلے اور علوم کارآمد شائع نہ کیے کہ جس سے عمدہ افراد پیدا ہوتے اور ہر شخص ملک وسلطنت کو اپنی جان کر سچی ہمدردی اور کامل سرگرمی کرتا۔

نجویٰ یعنی کانا پھونسی اور وہ بھی ایک مجلس میں خصوصاً بڑے شخص کے سامنے دینی ودنیاوی شہنشاہ رسول کریم ﷺ کے روبرو بدمعاشوں اور چوٹوں کا کمینہ فعل ہے اس لیے اس کو من الشیطن اور مؤمنین کو رنج رساں کہا تھا اس لیے ان آیات میں اِذَا تَنَاجَيْتُمْ اس پیرایہ سے ذکر کیا کہ جس سے نجویٰ کی کوئی خوبی اور بہتری نہیں نکلتی کیونکہ یوں فرمایا کہ اگر سرگوشی کر دیا جب بھی سرگوشی کرو تو بری باتوں کے لیے نہ کرو اچھی باتوں کے لیے کرو۔ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ... الخ اس تقدیر پر پہلے کلام کا تتمہ ہے مستقل حکم نہیں۔

(۲) اِثْمٌ گناہ عُدْوَانٌ سرکشی بغاوت وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ رسول کی نافرمانی یہ تین باتیں ہوئیں بظاہر تینوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں گناہ سب کو شامل ہے، مگر گناہ دو قسم کے ہیں ایک بندوں کی حق تلفی ان پر ظلم وزیادتی دوسرے اللہ تعالیٰ کے گناہ مثلاً نماز نہ پڑھنا ،روزہ نہ رکھنا وغیرہ۔ پہلے گناہ کی تفسیر با تفصیل عدوان کے ساتھ کی۔ اس لیے کہ ان امور کا ثبوت کہ جن کے ترک وفعل سے گناہ ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کے بیان سے ہے وحی متلو یا غیر متلو اور اس میں باریک فرق ہے جس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

(۳) بر نیکی نیک سلوک کرنا تقویٰ پرہیزگاری بر عدوان کے مقابلہ میں اور تقویٰ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ کے مقابلہ میں ذکر کی اور جس طرح اثم نہی میں دونوں کو شامل تھا اسی طرح امر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ دونوں کو شامل ہے اور اللہ کی صفت میں الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ کا ذکر منہی عنہ سے بچنے اور مامور کے بجالانے کا باعث ہے کیوں کہ جب انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ ہم سب کو اللہ کے پاس جمع ہونا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ ہونا اور اپنے گناہوں سے بھی پوچھا جانا ہے تو بری باتوں سے بچے گا اور نیک باتوں کو کرے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

ترجمہ:......اے ایماندارو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دے لیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر اور ستھری بات ہے پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ غفور رحیم ہے ﴿۱۲﴾ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈرتے ہو پھر جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے تم کو معاف بھی کر دیا تو (بس) نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ﴿۱۳﴾۔

ترکیب:......اذا ناجیتم . . . الخ شرط۔ فقدموا جوابہ والجملۃ ندا بین یدی بمعنی قبل ای قبل نجوٰکم۔ ھو ظرف لقدموا۔ وصدقت مفعولہ۔ ذٰلک مبتداء۔ خیر لکم خبرہ۔ واطھر خبر بعد خبر وشفقۃ مہربانی شفق کذلک۔ اشفاق ترسیدن از کسے یا چیزے از مہربانی بروے صلۃ بعلی وبمعنی ترسیدن از کسے وصلت بمن۔

تفسیر:...... پہلے صرف سرگوشی کی برائی بیان فرمائی تھی کہ یہ شیطانی کام اور رنج دہندہ بات ہے۔ خیر یہ تو ان کی باہمی مشاورت کے لیے حکم تھا جو آنحضرت ﷺ کی مجلس میں خواہ مخواہ سرگوشیاں کر کے مسلمانوں کو وحشت دلاتے تھے۔ مگر منافق تو عجب حیلہ گر تھے۔

شانِ نزول:......اب آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنی اختیار کی۔ بات کچھ نہیں مشیخت جتانے کے لیے اور اس لیے کہ اس عرصے میں آنحضرت ﷺ کو وعظ ونصیحت تلقین کرنے کا موقع نہ ملے، نہ مسلمانوں کو کسی بات کے دریافت کرنے کا موقع ملے۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کرتے کہ آپ سے کچھ مخفی عرض کرنا ہے، کان جھکا کر ادھر اُدھر کے قافیے ملانے لگتے۔ آپ ﷺ سراسر اخلاق مجسم تھے جانتے

تھے کہ بے ہودہ کام کی بات میں مشورہ درست نہیں مگر پھر بھی اخلاق کریمانہ سے کسی کی دل آزاری بھری مجلس میں پسند نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں پر شاق گزرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ایک خاص حکم اس بارے میں نازل فرما دیا۔

نبی ﷺ سے سرگوشی سے قبل صدقہ دینے کا حکم: ...... فقال یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ ... الخ کہ اے مسلمانو! جب تم رسول ﷺ سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔

ایسی سرگوشیاں منافق کیا کرتے تھے مگر رسول پاک ﷺ کے تو اخلاق کریمانہ تھے ہی، اللہ تعالیٰ کی ستاری و دل جوئی کو دیکھو، یہ فرمایا کہ اے منافقو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ اس میں کئی باتیں بری پیدا ہو جاتیں۔

ایک تو ان منافقوں کا پردہ کھل جاتا۔

دوسرے منافق کہنے میں ان کو بڑی ندامت و شرمندگی اور رنج ہوتا۔

تیسرے اخلاص اور ایمان کی امید ان سے منقطع ہو جاتی اس لیے کہ جب اللہ نے ان کو منافق کہہ دیا تو پھر مؤمن کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت لوگ اخیر میں مخلص اور سچے ایمان دار ہو گئے گویا امنوا کے لفظ سے یاد کرنا ان کے حق میں نیک فالی اور ایک طرح کی پیشین گوئی اور ایک مژدہ تھا۔

چوتھے اس میں منافقوں ہی کی تخصیص ہو جاتی ایمان داروں کے لیے یہ حکم نہ ہوتا حالانکہ ان کے لیے بھی تھا، اس لیے کہ رسول اللہ سے ہر کس و ناکس کا ہر بات میں مخفی طور سے سرگوشی کرنا منصب رسالت کے کاموں میں ہرج کرنا ہے اور رسول کو اس کے اعلیٰ مقاصد سے روکنا ہے۔ فی الجملہ یہ بھی ایک قسم کی خطا ہے جس کا کفارہ اس کے وقوعہ سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا یعنی یہاں اُدھار نہیں نقد انقد ہے پہلے صدقہ دے لو پھر رسول ﷺ سے سرگوشی کرو۔

پانچویں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہم نے مسلمانوں کو ان کی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں صدقہ کا حکم دیا تو منافقوں کو کیوں نہ حکم ہو کہ وہ نہ دیا کریں۔ کیا پر حکمت بول چال ہے۔ انہیں باتوں کی رعایت رکھنا تو اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے۔ اس صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں تھیں۔

صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں

(۱) ایک یہی کہ اس ہرج کا کفارہ ہے۔

(۲) یہ کہ اس میں آں حضرت ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے۔

(۳) مخلصین اور غیر مخلصین کا امتحان ہے۔

(۴) فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔

(۵) سب سے بڑھ کر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد ہے۔

پہلے تو مفت مفت آنحضرت ﷺ سے کان میں کہہ دینا آسان بات تھی مگر اب تو صدقہ دینا پڑا اس لیے سرگوشی بہت کم ہو گئی اور کس لطف کے ساتھ کم ہو گئی۔ دنیا کے عقلاء جب کسی بات کی قلت اور اس کا انسداد چاہتے ہیں تو دفعۃً اس کے بند اور معدوم کرنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ اس پر کوئی ٹیکس یا جرمانہ یا فیس قائم کر دیتے ہیں جس کی صدہا نظائر آج کل موجود ہیں قرآن روحانی اخلاق تو سکھاتا ہی ہے دنیاوی تدابیر بھی تعلیم کرتا ہے۔ نیک لوگوں نے اس مسئلہ کو اپنے اخلاق ذمیمہ کم کرنے پر بہت برتا ہے اور خوب عمدہ نتائج پیدا کیے ہیں کسی

بزرگ نے التزام کر رکھا تھا کہ اگر کسی کی غیبت یا کوئی جھوٹی بات یا کوئی ایذا دہندہ کلمہ منہ سے نکلے گا تو سات روزے رکھوں گا۔ دو ایک بار روزے رکھے پھر نفس کو خبر ہوگئی، زبان بھی کھل گئی اسی طرح اور باتوں پر بھی ایسے احکام لگا رکھے تھے، ایسے باخدا اپنی اصلاح میں شب و روز سرگرم رہتے ہیں اور یہی جہاد اکبر ہے جس نے نفس پر اس کی شہوانی خواہشوں کے روکنے میں فتح پائی اس نے اقلیم جاودانی کو حاصل کرلیا۔

فائدہ: اس آیت میں اس صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہ ہوئی کہ کس قدر ہو؟ اور نہ تعین کہ کیا چیز دے اور کس کو دے۔ ان سب باتوں کو سہولت کے لیے عرف پر چھوڑ دیا اور صدقہ نکرہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔

مسئلہ: یہ صدقہ کیا واجب تھا یا مندوب؟ بعض علماء کہتے ہیں واجب تھا، بعض کہتے ہیں مندوب تھا آیت کے اخیر الفاظ بتا رہے ہیں جیسا کہ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا اور ءَ اَشْفَقْتُمْ . . . الخ خیر جو کچھ ہو مگر کیا یہ حکم اخیر تک باقی رہا تھا یا منسوخ ہو گیا تھا، اور یہ اخیر جملے جو بعد میں نازل ہوئے تھے ناسخ ہیں اور وہ یہ ہیں فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا . . . الخ اور ءَ اَشْفَقْتُمْ . . . الخ اور یہ سرگوشی کی عادت بھی جاتی رہی تھی۔ مسلم کہتے ہیں جن جملوں کو ناسخ قرار دیتے ہو ان میں کوئی بات پہلے حکم کے مخالف نہیں یا تاکید ہے یا تشریح پھر کیونکر ناسخ کہا گیا؟ بلکہ یہ حکم باقی رہا اس کی وجہ سے یہ فعل بھی جاتا رہا اور بہت سے منافق رفتہ رفتہ مخلصین ہو گئے۔

صدقہ کی نسبت فرمایا تھا ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ کہ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے بہتر میں چار اخیر مصلحتوں کی طرف اشارہ ہے اور اطہر میں پہلی مصلحت کی طرف۔

پھر فرماتا ہے فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا . . . الخ اگر تمہیں صدقہ دینے کا مقدور نہ ہو تو خیر معاف ہے پھر اسی پہلی آیت کے تمام مضمون کی تاکید کرتا ہے فقال ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ کہ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ یعنی نہ ڈرو صدقہ دو صدقے میں بہتری اور پاکیزگی ہے۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پھر اگر نہ کرو جیسا کہ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا میں ذکر تھا۔ یعنی بے مقدوری کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکو اور وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اللہ نے تم کو معاف بھی اسی حالت میں کر دیا ہے فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نیک کام کیا کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں۔

فائدہ: پہلے تو صدقہ مفرد لفظ فرمایا تھا اس لیے کہ حکم کے وقت مامور بہ کو تھوڑا دکھانے میں مکلف کی ہمت بڑھتی ہے کہ یہ تھوڑی سی بات ہے اسے کرلوں گا مگر اخیر میں بلحاظ افراد مخاطبین یا افراد صدقہ جمع کا لفظ صدقات ارشاد فرمایا۔

مذکورہ حکم کی منسوخی

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں خصوصاً جو اس کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں کہ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا میں بے مقدوری سے صدقہ نہ دینا مراد نہیں اس لیے کہ اگر یہ ہوتا تو فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے بعد وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ دے گا جو تھوڑا سا صدقہ نہ دے سکا؟ بلکہ حکم کو منسوخ کرتا ہے کہ ایسا نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اس تقدیر پر یہ پہلی آیت کی تصریح و تشریح و تاکید نہیں بلکہ جدید حکم ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا

مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ
اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى
شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ
ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:......کیا آپ نے ان کونہیں دیکھا کہ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کر رکھی ہے کہ جن پر اللہ کا غضب ہے یہ منافق نہ تمہارے ہیں اور نہ ان کے اور جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھایا کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے وہ بہت ہی برا کر رہے ہیں ﴿۱۵﴾ اپنی قسموں کو آڑ بنالیا ہے سو (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں سو ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے ﴿۱۶﴾ ہرگز اللہ کے مقابلہ میں نہ تو ان کے مال ہی کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولادیں کچھ کام آئیں گی یہ دوزخی لوگ ہیں سدا اس میں رہا کریں گے ﴿۱۷﴾ جس دن کہ اللہ ان سب کو قبروں سے اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی کہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں دیکھو یہ جھوٹے ہیں ﴿۱۸﴾ ان پر شیطان نے قابو پالیا ہے جس لیے ان کو اللہ کی یاد بھلادی یہی شیطان کا گروہ ہے دیکھو شیطان کا گروہ ہی تو خسارے میں ہے ﴿۱۹﴾۔

ترکیب:...... ماهم منكم ولا منهم جملة مستانفة او حال من فاعل تولّوا۔ ويحلفون عطف على تولوا داخل فى حكم التعجب وصيغة المضارع للدلالة على تكرار الحلف وتجاده۔ وهم[1] يعلمون حال من فاعل يحلفون لتفيد شناعة قولهم لان الحلف على مايعلم انه كذب فى غاية القبح۔ يوم يبعثهم قيل ظرف لقوله تعالى لهم عذاب مهين۔ استحوذ لم يبدل الواو بالالف مع وجود الفائدة۔

تفسیر:...... پہلی آیات میں منافقوں کے اعمال بد کا ذکر تھا جو اہل ایمان کی ایذا اور پریشانی خاطر کا باعث ہوا کرتے تھے یعنی کانا پھونسی کرنا۔ اب اس جگہ ان کی دوسری بدعادت ایذا دینے والی ذکر کرتا ہے تا کہ اس سے باز آئیں اور دیگر مسلمان بھی دور رہیں۔

منافقین کی عادتِ بد:...... فقال اَلَمْ تَرَ......الخ اور وہ بدبات یہ تھی کہ منافق اس قوم سے (کہ جس پر غضب الٰہی ہے یعنی یہود) مخفی یارانہ رکھتے تھے اور اس یارانے میں بھی سچے نہ تھے نہ یہود کے ساتھ نہ اہل اسلام کے ساتھ بلکہ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ اور مسلمانوں کے

---

[1]...... وهم يعلمون کی قید سے جاحظ کا قول غلط ہوگیا جو کہتا ہے کہ خلاف واقع بات کہنے سے جب جھوٹ ہوگا کہ جب جانتا بھی ہو کہ یہ خلاف واقع ہے اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وهم يعلمون مکرر الفاظ ہو جاتے بلکہ ثابت ہوگیا کہ جھوٹ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ بے خبری میں خلاف واقع بات کہے دوسرے یہ کہ جان کر کہے یہ سخت ہے پہلے سے ۱۲ منہ۔

روبروآ کر جھوٹی قسمیں کھایا کرتے تھے ❶۔ یہ مجموعہ ناپسند اور ایذادہ کام تھا۔ اگر یارانہ یہود سے کیا تھا تو صاف کہہ دیتے اور بھی ظلم تھا❷۔ اس نکوہیدہ (ناپسندیدہ) بات کو تعجب کے صیغوں میں بیان فرمایا کہ اے نبی تم نے وہ لوگ بھی دیکھے جو ایسا کرتے ہیں؟ اس سے مقصود حضرت ﷺ کا دیکھنا دریافت کرنا نہیں بلکہ یہ محاورہ تعجب اور افسوس کے لیے ہے۔ جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ یہ اس لیے کہ یہود سے بالذات ملنے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ مقہور قوم ہے۔ مقہور اور مدبر لوگوں کے ساتھی ہونے میں انسان خود بھی قہرالٰہی میں آجاتا ہے، ڈوبتی کشتی کا بچانے والا آپ بھی ڈوبتا ہے یہ ایک بڑی کارآمد بات ہے کبھی بداقبال اور مقہور لوگوں سے میل جول نہ کرے۔ یہود ایک متبرک اور خاندانی قوم تھی دینی اور دنیاوی دونوں جہت سے مگر جس طرح ہر حادث کی عمر طبعی ہے قومی اقبالوں کی بھی ہے ان کے اقبال کی عمر ہو چکی تھی مدت سے ستارۂ اقبال غروب ہو چکا تھا سخت اندھیریوں کے عمیق گڑھے میں پڑے ہوئے تھے، اپنے بزرگوں پر تفاخر اور خاندان پر ناز ان کا مایہ بساط تھا اور اس لیے من گھڑت منصوبے بھی باندھ رکھے تھے کہ ہم انبیاء زادے ہیں دوزخ ہمارے لیے نہیں اس لیے کہ ہم نبی کا جزو بدن ہیں اور نبی کا جزو بدن جہنم میں نہیں جائے گا ہم جو چاہیں کریں بھلا دوسرے خاندان کے کسی شخص کو ہم مانیں ❸؟ اس لیے وہ نبی کریم ﷺ کے سخت دشمن ہو گئے تھے، مدینہ کے پاس ان کے دو قبیلے رہتے تھے یہ مدینہ کے منافق ان سے ملا کرتے تھے اور برائیاں کیا کرتے تھے ان قسموں کو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال یا آڑ بنا رکھا تھا، ان کو ذلت کا عذاب ہے ان کے اولاد و مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گی جس کے لیے اللہ کے دشمنوں سے یارانہ کرتے ہیں۔ یہ جہنمی ہیں ہمیشہ وہاں رہیں گے جس روز اللہ ان کو بار دگر زندہ کرے گا یعنی قیامت میں وہاں بھی اپنی عادت کے موافق اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے لیے کھاتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں مگر جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے، قوائے بہیمیہ ملکیہ پر غالب آ گئے ہیں اس لیے اللہ کو بھول گئے یہ شیطانی گروہ ہے اور شیطانی گروہ خسارے میں ہیں تقدیر پھوٹے کم بخت لوگ ہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ أُولٰٓئِكَ فِي الْأَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِيْ ط إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

❶ ...... چنانچہ سدی و مقاتل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن نبتل منافق آنحضرت ﷺ کے پاس اکثر بیٹھا کرتا تھا پھر یہود میں جا کر باتیں بنایا کرتا اور عیب جوئی کرتا اور برا بھلا کہتا ایک بار آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا تو کس لیے اور کس بات پر برا بھلا کہتا ہے قسمیں کھانے لگا اس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے جس کو بعض مفسروں نے یوں تعبیر کیا کہ اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئیں ۱۲ منہ۔ ❷ ...... انسان کا ملکات روحانیہ پر قائم نہ رہنا کبھی ادناس بہیمیہ کی طرف مائل ہونا کبھی ملکوتیہ کی طرف یہ بھی اہل طریقت کے نزدیک نفاق ہے اہل شریعت کے نزدیک دل میں کچھ ہو زبان سے اور کچھ کہے نفاق کا شعبہ ہے اور آیت میں منافقوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو زبان سے کلمۂ توحید پڑھتے تھے باطن میں کافر تھے ۱۲ منہ۔ ❸ ...... افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں کی اس کے قریب قریب نوبت آ گئی ہے خصوصاً مصنوعی سید اور نالائق بزرگ زادے ایسی باتیں بنایا کرتے بادشاہوں اور امیروں کی بداقبال اور کم بخت اولاد لاف زنیوں کو فوز مرام کا (کامیابی) وسیلہ جانتی ہے خود کچھ بھی نہیں ہوتے۔

وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں وہی ذلیل ہو کر رہیں گے ﴿۲۰﴾ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے کیونکہ اللہ زور آور اور زبردست ہے ﴿۲۱﴾ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہوں ۔گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی روح سے مدد بھی کی ہے اور وہ ان کو ا باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ سدا رہا کریں گے اللہ ان سے خوش ہوگا اور وہ اس سے خوش یہی ہے اللہ کا گروہ دیکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہو کر رہے گا ﴿۲۲﴾

ترکیب:......اولئک الجملة خبر ان الذین۔ لاتجد امامتعد الی اثنین۔ فقوله تعالیٰ یوادون مفعوله الثانی و امامتعدالی واحد فقوله یوادون حال من مفعوله لتخصصه بالصفة و قیل صفة لقوم و لو کان متصلة بقوله لاتجد۔ ۔ الخ اولئک مبتداء۔ کتب خبره۔ و ایدهم و یدخلهم معطوف علیه۔

تفسیر:...... یہ کفار کی اسی دوستی کے متعلق بیان ہے کہ جس کا پہلے بیان ہوا تھا کہ اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنا اللہ کو ناراض کرتا ہے ❶

اللہ ورسول کو ناراض کرنے والوں کے لئے ذلت ہے:...... اور جو اللہ کو ناراض کرتے ہیں وہ ذلیل ہیں۔ منافق یہود سے یارانہ اس لیے رکھتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت ہوگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے انہیں دونوں باتوں سے ان کا محروم رہنا بیان فرمادیا۔ پہلی بات کا اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ میں، ان کا ذلیل ہونا ظاہر ہے اس لیے کہ عزت والا اللہ تعالیٰ ہے ایسے عزت دار کے مخالف کو ذلت کے سوا اور کیا ہے۔ دوسری کا كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ میں اللہ کے دفتر میں لکھا گیا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ بعض رسول منکروں کے مقابلے میں گو سردست مغلوب ہو گئے تھے مگر انجام کار وہ منکر ہلاک و برباد ہوئے اس رسول کے گروہ کے لوگ غالب آئے۔

اس کے بعد کفار و مشرکین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا تاکیدی حکم دیتا ہے۔

فقال لَا تَجِدُ قَوْمًا ۔ ۔ ۔ الخ کہ اے محمد (ﷺ) یا اے ہر ایک اہل بصیرت تم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لانے والے لوگوں کو نہ دیکھو گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرنے والوں سے دوستی رکھتے ہوں خواہ ان کا باپ ہو یا بیٹا ہو بھائی ہو یا برادری ہو۔ وہ سچے ایمان دار کبھی ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں، اس میں ان کا بھائی ہو یا باپ بیٹا کوئی کیوں نہ ہو وہ کسی کی اللہ کے مقابلے میں پروانہیں کرتے۔

اہل ۔ ن کے چند اوصاف:...... پھر ان سچے ایمان داروں کے (جو اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی بیٹے باپ برادری کی پروانہیں کرتے) چند اوصاف بیان فرماتا ہے۔

(۱) كَتَبَ اللّٰهُ نے ان کے دلوں میں ایمان قائم کر دیا۔ ان کے الواح قلوب پر ازلی قلم سے ایمان لکھا گیا وہ صرف زبانی ایمان والوں میں نہیں۔

---

❶ ...... کفار سے جو مودت و محبت ممنوع ہے وہ دینی امور اور اسلام کے مقابل دنیوی امور میں ہے۔ رہی حسن معاشرت و خوش اخلاقی نیکی و احسان جس کے بنی آدم مستحق ہیں یہ ممنوع نہیں ۱۲ منہ

(۲) وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ کہ ان کی اپنے ہاں کی روح سے مدد کی روح موید کے علماء نے کئی ایک معنی بیان فرمائے ہیں نور قلب قرآن مجید دشمنوں پر فتح یابی ان سب کو روح کہا گیا اور ان سے ایمان داروں کی تائید ہوئی ❶۔ سدی کہتے ہیں کہ مِنْهُ کی ضمیر ایمان کی طرف پھرتی ہے یعنی ان کی روح ایمان سے مدد کی۔

کاتب الحروف کہتا ہے یہ بھی سہی مگر روح منہ روح القدس ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تاکید کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور آنحضرت ﷺ نے حسان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پھر روح القدس کیا ہے اور اس سے کیوں کر تائید ہوتی ہے؟ اس کا بیان اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی تفسیر میں دیکھو۔

(۳) وَیُدْخِلُهُمْ... الخ ان کو ایسے باغوں میں رکھے گا کہ جن میں نہر جاری ہیں وہاں ہمیشہ رہیں گے یہ جسمانی بہشت کی طرف اشارہ تھا۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:..... (۴) رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے۔ یہ روحانی بہشت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سب انعام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نصیب ہوئے اس لیے کہ انہوں نے خصوصاً ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر احد وغیرہ مواقع پر اپنے اقارب سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع میں آنحضرت ﷺ کے روبرو اور بعد میں ثابت قدم رہے اس لیے یہ خوبیاں ان کو نصیب ہوئیں۔ اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت میں قدیم سے دستور ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا گروہ:..... ۵) اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ کہ یہ اللہ کا گروہ ہے جو فلاح پائے گا ❷۔ اسلام میں اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ بات عطا کر دی کہ اہل حق کبھی مغلوب نہ ہوں گے۔ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم چند روز میں دنیا کی بڑی بڑی عالی شان سلطنتوں پر غالب آ گئے ❸ اور قیامت تک اہل حق غالب رہیں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ تعجب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مغلوب ہو کر عمر بھر تقیہ کے ناگوار بوجھ میں دبے رہے جیسا کہ حضرات شیعہ کا اعتقاد ہے۔ اور وہ تو گیا ان کے امام مہدی بھی خائف و مغلوب رہے اور اب تک چھپے بیٹھے ہیں کیا ان کے لیے اللہ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔

---

❶..... روح حیات کا باعث ہے اور نور قلب وغیرہ ان کے استقلال کی باعث ہے اس مشابہت سے ان پر لفظ روح کا اطلاق ہوا ۱۲ منہ۔ ❷..... حزب اللہ ہونا صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہاں تک ہے کہ اہل بدر کے اسماء گرامی سحر و جادو و دفع غلبۂ اعداء کے لیے عجب خاصیت رکھتے ہیں بارہا تجربہ ہوا ہے ان کی روحانیت و اسماء شریفہ میں یہ تاثیر اللہ نے دی ہے۔ ۱۲ منہ۔ ❸..... دوسری جگہ غالبون بھی آیا ہے کہ اللہ کا گروہ غالب رہے گا ۱۲ منہ۔

آیاتھا ۲۴ (۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) رُكُوْعَاتُهَا ۳

مدنیہ ہے اس میں چوبیس آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ هُوَ الَّذِيْٓ
اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا
ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ
اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ
بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۞

ترجمہ:......آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی تقدیس کرتے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے ① اس نے تو اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے لشکر جمع کرنے سے پہلے نکال باہر کر دیا حالانکہ تم کو ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے پھر ان پر اللہ کا عذاب وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو اپنے مسلمانوں کے ہاتھ سے آپ ڈھانے لگے پس اے آنکھوں والو عبرت پکڑو ②۔

ترکیب:......مانعتهم بالرفع على انه خبر مقدم۔ وحصونهم مبتداء مؤخر والجملة، خبر ان۔ من الله متعلق بالخبر۔ويمكن ان يكون مانعتهم خبر ان وحصونهم مرتفع على الفاعليه۔يخربون الجملة حال اوتفسير للرعب فلا محل لها۔وقرئ يخربون بالتشديد التكثير وقيل الاخراب التعطيل والتخريب الهدم۔

تفسیر:......پچھلی سورت میں منافقوں کے افعال ناشائستہ کا ذکر تھا اس سورت میں ان کے معین و مددگار یہود کی نالائق حرکت اور اس کا نتیجہ ذکر فرماتا ہے کہ عبرت ہو۔

بنونضیر کی جلاوطنی کا قصہ:......فقال سَبَّحَ لِلّٰهِ . . . الخ ان آیات میں اور نیز ان کے بعد آیات میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کو مؤرخین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب پچھلے زمانوں میں یہود پر مصائب پڑے کچھ لوگ ان میں کے عرب میں بھی آرہے تھے۔ بیشتر مدینہ منورہ کے آس ① پاس آبسے تھے اس خیال سے کہ وہ نبی جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے یہیں آکر رہے گا اور یہی شہر اس

① ......خیبر بھی مدینہ سے پاس ہے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل کے یہودی رہتے تھے بنو قینقاع اور بنو قریظہ اور بنو نضیر تو بہت ہی قریب تھے ۱۲ منہ۔

وتفل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آفتاب کا تجلی گاہ بنے گا، من جملہ ان کے مدینہ کے آس پاس ایک ایک فرسنگ کے فاصلے سے دو فرقے یہود کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر کہلاتے تھے آنحضرت ﷺ جب مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو یہ دونوں فرقے آنحضرت ﷺ کے حلیف ❶ ہو گئے تھے مگر احد کی جنگ میں جو مسلمانوں کو کفار قریش سے ہزیمت پہنچی تب سے بنی نضیر کے دماغوں میں بھی سرکشی کا مادہ بھر گیا اگرچہ اس سے پہلے بدر کی لڑائی کے بعد ابوسفیان سردار قریش کو بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اپنے ہاں مہمان رکھا تھا جو آنحضرت ﷺ پر شب مارنے آیا تھا آخر اس کو مدد دی اور ابوسفیان نے اس کی مدد سے مدینے کے بعض مسلمانوں پر جو اپنے کھیتوں میں مصروف تھے رات کو حملہ کیا مسلمانوں نے خبر پا کر تعاقب کیا۔ یہ تو تھا ہی اب ایک اور نئی بات پیدا ہوئی۔ آنحضرت ﷺ بنی نضیر کی گڑھی میں مع چند صحابہ ؓ اسی عہد نامے اور معاہدے کی رو سے ایک مسلمان کو خوں بہا دینا تھا اس روپے کے چندے میں انہیں بھی شریک کرنے تشریف لائے تھے۔ حضرت ﷺ سے کہا آپ تشریف رکھیے ہم چندہ دیتے ہیں اور بہت کچھ مدد دیں گے۔ آنحضرت ﷺ گڑھی کی دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے، یہود اندر گئے جا کر تجویز کی کہ اس کے اوپر سے بھاری پتھر ڈال دو مر کر رہ جائے جھگڑا ہی تمام ہو، اس کی خاطر سے بھلا ہم قریش سے اور تمام عرب سے بگاڑ کر کے کہاں رہیں گے؟ (جب بدبختی سوار ہوتی ہے تو ایسی ہی کمینگی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں) وہ ہنوز اپنا ارادہ پورا کرنے نہ پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو خبر کی آپ ﷺ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام آپ ﷺ کے حق میں فرما ہی چکے تھے کہ جو آپ ﷺ پر گرے گا چورا چورا ہو جائے گا اور جس پر آپ ﷺ گریں گے اس کو بھی چورا کر دیں گے۔ بموجب اس بشارت کے ان متواتر بدذاتیوں پر قہرمان الٰہی کب صبر کر کے پایہ تخت اسلام میں ان پشتینی بدذاتوں اور ازلی منحوسوں کو فتنہ انگیزی کی مہلت دے سکتا تھا؟ اس لیے آنحضرت ﷺ نے بحکم الٰہی اعلان کر دیا کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں رہا اب تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ پھر جنگ ہے۔ ان مغروروں نے قریش اور مدینے کے منافقوں کی مدد کے بھروسہ پر کہہ دیا کہ اچھا جنگ ہے آیئے ہمارا آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی گڑھی کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے یہ گڑھی بھی مستحکم اور بلند تھی لشکر اسلام نے محاصرہ کیا۔ گیارہ روز تک سخت محاصرہ رہا یہود کی باہر سے کوئی مدد نہ آئی ادھر مسلمانوں نے ان کے باغوں کو جن میں بہت عمدہ کھجوریں تھیں کاٹنا اور کھیتوں کو جلانا شروع کیا۔ (ان کی گڑھی سے لے کر مدینے تک باغات تھے) آخر مجبور ہو کر پیغام بھیجا کہ امن دیجیے آپ جو کہیں گے ہم کریں گے آنحضرت ﷺ نے امن دیا اور یہ حکم دیا کہ اپنا اس قدر مال و اسباب کہ تم سے چل سکے یا ایک اونٹ پر لد سکے لے جاؤ یہود نے منظور کیا اور دس روز کی مہلت مانگی۔ اس عرصہ میں اپنا اسباب لادنا شروع کیا اور اس جلن کے مارے کہ بعد میں مسلمان ہمارے گھروں میں نہ رہیں اور اس لالچ سے بھی کہ اپنا کڑی کاٹھ کیوں چھوڑ دیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا آپ بھی ڈھاتے تھے اور مدینے کے مسلمانوں سے بھی اس کام میں مدد لیتے پھر اکثر تو اریحا اور اذرعات کی طرف چلے گئے (یہ شام کے مقامات ہیں) اور ابی الحقیق اور حیی بن اخطب کا خاندان کچھ تو خیبر میں جا رہا اور کچھ حیرہ چلا گیا۔

---

❶ ..... عرب میں قدیم دستور تھا کہ جب دو شخص یا دو قوم باہم ایک عہد نامہ حلفیہ قائم کر لیتے تھے کہ ہماری جان و مال تمہاری، تمہاری جان و مال ہماری تو ان کو حلیف کہتے تھے ان میں حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ اتحاد و حمایت ہوتی تھی اس طوائف الملوک کے زمانے میں خانہ بدوش قوموں سے بچنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مستحکم قلعہ متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے بنی نضیر و بنی قریظہ نے حلف کر کے عہد باندھا تھا جو بعد میں خلاف کیا اور بہت ہی برے طور پر نالائقیاں اور بدذاتیاں کیں جس کی سزا قانون الٰہی میں ضروری تھی بنی نضیر نکالے گئے بنی قریظہ غزوۂ احزاب کے بعد جو اس واقعہ کے بعد ہوا ہے (شاید دو برس بعد) موذی سانپ اور زہریلے جانور کی طرح قتل کیے گئے اور ان کے ناپاک اور زہریلے وجود سے دنیا کو پاک کرنا حکمت آسمانی کا مقتضی ہی تھا جو واقع ہوا اس کو پیغمبر علیہ السلام کی رحم دلی روک نہیں سکتی تھی اس زمانے میں جب مہذب گورنمنٹ مارشل لا (فوجی قانون) کے بعد رحم دلی کے بجائے گولیاں مارنا مصلحت و حکمت جانتی ہیں تو اس حکم پر کیا اعتراض ہے ۱۲ منہ۔

اس واقعے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی شان کبریائی جتلا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس قادر مطلق نے ان سرکش یہود کو حشر سے پہلے ہی ان کے گھروں سے نکلوا دیا۔ محاصرہ سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک بھی اپنے گھر بار نہ چھوڑیں گے۔ تو اس نے حشر سے پہلے ہی گھر بار چھڑا دیے۔ ان کی بلند اور مستحکم گڑھی کو دیکھ کر ظاہر میں مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نہیں نکل سکتے۔ ادھر خود ان کو بھی یہ غرور تھا کہ ہماری گڑھی اور مستحکم قلعہ ہم کو ہر قسم کی آفت سے بچالے گا ہم کو اس میں کون مار سکتا ہے؟ مگر ان کو اس بدروز کا خیال بھی نہ تھا کہ محاصرہ ہوتے ہی ان کے دلوں میں رعب بھر گیا نامردی چھا گئی امان مانگ کر جلاء وطنی پر راضی ہوئے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے مکانوں کو کس نامرادی کے ساتھ آپ ڈھانے لگے۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے آنکھ والوں کے لیے کہ آسمانی حکم کا مقابلہ ایسے برے نتیجے پیدا کرتا ہے۔ پیغمبر ﷺ سے دغا کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کسی سے دوستی کا عہد مستحکم باندھ کر مکاری وعیاری کرنا ضرور برا دن دکھاتا ہے۔ دنیا اور اس کے سامان دل لگانے کے قابل نہیں، کل کس شان سے کن کن میٹھی امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور کیا کیا خیالات پکار رہے تھے، آج کس حسرت و یاس کے ہاتھوں سے ڈھا رہے ہیں عبرت عبرت۔ پچھلی آیتوں کا یہ مطلب صاف صاف تھا۔ اب ہم مفسرین کی موشگافیاں بھی نقل کرتے ہیں اور آیات میں جو اسرار ہیں ان کو بھی دکھاتے ہیں۔

آسمان وزمین میں رب تعالیٰ کی تسبیح:...... سَبَّحَ لِلّٰہِ تسبیح تنزیہ وتقدیس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے کرتے ہیں شریعت و نبی بھیجنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ ان کی عبادت کا حاجت مند ہے۔ بلکہ انہیں کے فائدے کے لیے ہے۔ آسمانوں کے ستارے اور ان کے اندر کی کائنات اور اسی طرح زمین کے رہنے والے سب زبان حال سے اپنے خالق کی یکتائی اور شان بیان کر رہے ہیں گویا ہر شے اہل بصیرت کے لیے اس کے کمالات اور عظمت شان کا آئینہ اور مکمل دفتر ہے اور یہی اس کی تسبیح وتقدیس بے اختیاری ہے اور ملائکہ اور ارواح طیبہ آسمانوں میں، نیک لوگ زمین پر اس کی تسبیح وتقدیس بالارادہ کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی جملہ کائنات کا اس طرز وروبہ فطری پر لگا رہنا کہ جن پر ان کو ان کے خالق ومالک نے لگا دیا ہے ان کی تسبیح وتقدیس ہے۔ تمام کائنات پر اس کے احکام جبروتی نافذ ہیں طوعاً وکرہاً سب ان کو تسلیم کر رہے ہیں، یہ بھی تسبیح وتقدیس ہے۔ اس جملہ میں اس کی کمال عظمت وشوکت وتوانائی بیان ہوئی، اس کے بعد اس کی جبروتیت وقہاریت کی ایک خاص بات ذکر کرتا ہے کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ کہ وہی جبار وتوانا ہے کہ جس نے اہل کتاب کے کافروں کو حشر سے پہلے ان کے گھروں سے نکال دیا۔ کَفَرُوْا میں اشارہ ہے کہ یہ کفر و بے دینی اس سزا کی باعث ہوئی۔ اور اَخْرَجَ کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ ایک تو ان کے باپ دادا وہ تھے کہ جو توریت میں لکھا دیکھ کر نبی عربی علیہ السلام کے ظہور کے انتظار میں بامید اعانت واطاعت یہاں آئے تھے ایک یہ ان کی نااہل اولاد ہے کہ اس سے مخالفت کرنے کے جرم میں نکالے گئے لاول الحشر کے صاف معنی وہی ہیں جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے اور بھی بیان کیے ہیں حشر جمع کرنا یعنی اس دن سے پہلے کہ ان پر مسلمانوں کے لشکر جمع ہوں جیسا کہ ہرقل روم وکسریٰ فارس پر ہوئے اس سے پہلے ہی آسانی سے نکالے گئے۔ یا یہ معنی کہ نبی ﷺ کے معین ومددگار جمع ہوں اس سے پہلے یہ کم بخت نکالے گئے ان میں شریک ہونا جس لیے یہاں آئے تھے نصیب نہ ہوا۔ یا یہ کہ معین ومددگار جمع کرنے سے پہلے نکالے گئے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا اپنے قلعہ پر بڑا گھمنڈ تھا نا گہانی بلا کی خبر بھی نہ تھی۔

وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

عَذَابُ النَّارِ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا
فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۞

ترجمہ:......اور اگر اللہ نے ان کے لیے دیس نکالا نہ لکھ دیا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے عذاب ہی ہے ۞ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی تھی اور جو کوئی اللہ سے مخالفت کیا کرتا ہے تو اللہ سخت سزا دیتا ہے ۞ مسلمانو! تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالا یا اس کو اس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ بدکاروں کو رسوا کرے ۞

تفسیر:......اس کے بعد فرماتا ہے وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ کہ اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا میں ان کو عذاب دیتا اور اس عذاب سے آخرت کے عذاب میں کمی نہ ہوتی بلکہ وہاں بھی عذاب ہوتا یعنی دونوں ہوتے۔ اس جلاوطنی سے دونوں نہ ہوئے بلکہ صرف آخرت کا ہوگا۔ دنیا میں عذاب دیتا۔ یا تو بنی قریظہ کی طرح قتل کراتا یا لونڈی غلام بنواتا یا تنگ دستی و بیماری میں مبتلا کرتا یا زلزلہ یا برق یا کسی اور آسمانی بلا سے ہلاک کرتا اس کے دنیاوی عذاب صدہا قسم کے ہیں۔ اس کی امان فرماتا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ ...الخ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے گردن کشی کی اور جو ایسا کرتا ہے تو اللہ اس کو سخت سزا دیتا ہے۔

بعض مسلمانوں کو اپنی بہادری کا خیال پیدا ہوا ہوگا کہ بنی نضیر جو بڑے بہادر لوگ تھے ہم نے یوں نکال دیا اس لیے فرماتا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا ...الخ کہ تم نے جو کوئی لینہ (عمدہ کھجور) کاٹی یا ویسی ہی قائم چھوڑی سو یہ سب اللہ کے حکم کا مقتضی تھا تاکہ بدکاروں کو سزا دے وہ دیکھیں اور حسرت کریں تم اپنی بہادری اور جواں مردی کا نتیجہ نہ سمجھنا۔

اور ممکن ہے کہ کفار نے درختوں کے کاٹنے پر طعن کیا ہو کہ یہ فساد فی الارض ہے جس کو تم خود منع کرتے ہو ❶ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں اس کا کوئی اثر پیدا ہوا ہو اس کے جواب میں یہ جملہ ہے کہ جو کچھ تم نے کیا حکم الٰہی سے کیا اللہ کو بدکاروں کا رسوا کرنا منظور تھا۔ (بخاری کی کتاب التفسیر سے یہی متبادر ہوتا ہے)

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ
وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ مَآ اَفَآءَ
اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ

❶......پیغمبر خدا ﷺ نے جہاد کے موقعوں پر منع فرمادیا ہے کہ میوہ دار سبز درخت نہ کاٹو نہ کھیتی اجاڑو، کارآمد جانوروں کو نہ مارو، مگر ضرورت کے موقع پر ایسا کرنا جائز ہے۔ ممانعت تو اس لیے ہے کہ ان کارآمد چیزوں کو برباد کرنا فساد فی الارض اور اپنی قسمت میں آنے والی چیز کو مفت برباد کرنا ہے۔ اور اجازت کسی خاص موقع پر اس لیے کہ مخالفین کو صدمہ پہنچے یا وہ اسباب معیشت کے منقطع ہونے سے صلح پر یا اطاعت پر آمادہ ہوں جیسا کہ بنی نضیر کے نخلستان میں ہوا۔

فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦

ترجمہ:۔۔۔۔اور جو کچھ اللہ نے ان سے لے کر اپنے رسول کو عطا کیا❶ تو اس پر تم نے نہ تو گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ⑥ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے لے کر دیا ہے سو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے اور جو کچھ تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی سخت سزا ہے ⑦۔

تفسیر:۔۔۔۔اس کے بعد بنی نضیر کے مال اسباب کی بابت فرماتا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جس کو وہ نہ لے جا سکے۔

بنونضیر سے آئے ہوئے مال فئی کے احکام:۔۔۔۔فقال وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ۔۔۔۔الخ مبرد کہتے ہیں فاء یفیئ کے معنی ہیں رجوع کے اور اَفَآءَ اللّٰهُ جب کہتے ہیں کہ جب اللہ بھیجے۔ازہری کہتے ہیں فئی اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ مخالفوں سے حاصل ہو خواہ اس طور سے کہ کفار چھوڑ کر چلے جائیں یا جزیے کے طور پر ادا کریں یا رعب میں آکر جان بچانے کے لیے کچھ رقم یا چیزیں دیں یہ سب فئی ہے اس کو لغوی معنی کے لحاظ سے فئی اس لیے کہتے ہیں کہ کفار سے اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے۔برخلاف غنیمت کے کہ جنگ وجدل محنت ومشقت سے جو مال کفار سے ہاتھ لگے اس کو غنیمت کہتے ہیں انفال کہ جس کا شروع سورۂ انفال میں ذکر ہے اس کے دو معنی ہیں۔کبھی تو وہ غنیمت کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اس لیے کہ نفل کے معنی لغت میں زیادت کے ہیں اور فرض کے علاوہ نماز کو اس لیے نفل کہتے ہیں کہ وہ زائد علی الفرض ہے اور غنیمت بھی جہاد کے اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ سے ایک زائد بات ہے اس لیے اس کو انفال کہتے ہیں اور کبھی سردار لشکر کے اس انعام کو بھی کہتے ہیں۔جو وہ کسی خاص مردانہ کام کے مقابلے میں معین کرتا ہے۔

انفال کی تقسیم کا حکم اللہ اور رسول کے سپرد ہونا بیان کر کے پھر اس کی تقسیم بھی ذکر کر دی گئی۔(دیکھو سورۂ نفال)

فئی اور غنیمت کے معنی:۔۔۔۔فئی اور غنیمت میں فرق ہے اس لیے سب سے اول اس فرق کو قائم کرتا ہے فقال فَمَآ اَوْجَفْتُمْ ۔۔۔الخ کہ تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ یعنی تمہاری محنت ومشقت اس میں کچھ نہیں اللہ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔خلاصہ یہ کہ اس طرح یہ تقسیم نہ ہوگی جیسا کہ غنیمت (تقسیم) ہوتی ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو شاید تقسیم کا خیال پیدا ہوا ہوگا اس فئی میں بقول مؤرخین بنی نضیر سے پچاس زرہیں پچاس خود، تین سو پینتالیس اونٹ اور دیگر اسباب حاصل ہوا جس کا اختیار نبی ﷺ کو تھا جس کو جس قدر مناسب جانا عطا کیا۔پچھلی آیات میں فئی کے صرف کا مسئلہ بھی آتا ہے۔وجف یجف وجفاہ جیفا جلد چلنا دوڑانا اونٹ اور گھوڑے کا۔خیل گھوڑے۔ہاں دوسرے لفظ سے ہے۔راحلہ۔گھوڑے کے سوار کو فارس،اونٹ کے سوار کو راکب کہتے ہیں۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بنی نضیر کے مال کو فئی کہنا اور یہ فرمانا کہ اس پر تمہارے گھوڑے اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں اس لیے کہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی،اخیر جلاء وطنی پر وہ راضی ہو گئے تھے لہٰذا اس کو غنیمت کہنا چاہیے۔

جواب: یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھے ان کے لیے کچھ زیادہ سامان سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوئی پاپیادہ جا کر محاصرہ کر لیا گیا۔صرف نبی ﷺ اونٹ پر سوار تھے۔یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اس میں اس قدر

❶۔۔۔۔یعنی یہود بنی نضیر کے مال بلا مشقت اللہ نے رسول کو دیے ۱۲ منہ۔

تکلیف اٹھانی نہ پڑی گویا کہ مفت ہاتھ آ گیا۔ اس لیے اس کو فئی کہا گیا۔ بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں فدک کی طرف اشارہ ہے البتہ وہ جائداد بے محنت حاصل ہوئی تھی جس میں سے آنحضرت ﷺ اپنے اقارب اور مہمانوں کے لیے خرچ کیا کرتے تھے اور سامان جنگ گھوڑے ہتھیار وغیرہ میں بھی صرف کرتے تھے۔

فئی کے مصارف:......اس کے بعد فئی کے مصارف بیان فرماتا ہے۔ فقال مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى کہ جو کچھ گاؤں والوں سے پہنچایا۔ گاؤں والے یعنی کفار سے جو گاؤں اور بستیوں کے لوگ تھے ان سے بشوکت اسلامی وصول ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گاؤں والوں سے مراد قریظہ ونضیر وفدک وخیبر ہیں (معالم)

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ تو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لیے ہے یعنی اللہ کا مال ہے یعنی اس میں لشکر کا کوئی حق نہیں وہ رسول کے پاس رہے گا۔ رسول اس کو اپنے ذاتی مصارف میں بھی بقدر ضرورت صرف کرے اور اپنے قرابت داروں کو بھی دے بوجہ قرابت صلہ رحمی کرے اور جو قرابت دار محتاج ہوں بدرجہ اولیٰ صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور یتیموں کو بھی دے عام ہے کہ رسول کے خاندان کے یتیم ہوں یا اور اور فقراء کو بھی دے (چاہے) کوئی ہو۔ اور حاجت مند مسافروں کو بھی دے۔ اور محتاج نہ ہوں یوں مہمان آئے ہوں رسول کے پاس جیسا کہ قوموں کے وکیل اور جماعتیں آیا کرتی تھیں۔ یہ سرکاری مہمان ہیں ان کا خرچ بھی اسی سرکاری خزانے پر ہے۔

آیت میں چھ شخص ذکر ہوئے۔ اول اللہ جل جلالہ۔ یوں تو سب کچھ اسی کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لیے اپنا خزانہ بنا کر رکھا ہے۔ اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بے فائدہ بات ہے۔ دوم رسول۔ سوم قرابت دار۔ چہارم یتمیٰ۔ پنجم مساکین۔ ششم مسافر۔ آیت میں یہ قید نہیں کہ قرابت دار کس کے؟ بظاہر رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار اور آنحضرت ﷺ کے بعد جو آپ ﷺ کا جانشین ہو اس کو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جس کا بار بقدر ضرورت سرکاری خزانے پر ہونا عین انصاف ہے۔ اور یتیم و مسکین وابن السبیل قومی ذوحاجت لوگ ہیں۔ خصوصاً شاہی مہمان جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا ان کی مہمان داری شان سلطنت اور اس کے فوائد آیندہ پیدا کرنے میں مؤثر ہو یہ بھی اسی سرکاری خزانے سے ہونی چاہیے۔

آیت میں یہ بھی ذکر نہیں کہ ان چھوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیوں کہ ان چھوں کی طرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جس کی قبل از وقت کوئی تعداد معین نہیں ہو سکتی۔ اور آیت میں یہ چند ذوحاجت اس لیے مذکور ہیں کہ ان کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہوتی ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ اور کسی حاجت مند کو یا کسی کام میں جو قومی ❶ اور سلطنت کے مفید ہو صرف نہ کیا جائے۔ الحاصل فئی سرکاری خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لیے ہے۔ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ مبرو کہتے ہیں دولۃ بالضم وہ چیز جو لوگوں کے ہاتھوں میں آئے جائے کبھی اس (کے) پاس کبھی اُس (کے) پاس اور دَوْلہ بالفتح خوش حالی جو ایک قوم سے منتقل ہو کر دوسری پر آئے۔ پس بالضم اسم ہے اس کا جس کا تداول کریں روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ۔ اور بالفتح اس کا مصدر (کبیر) کہ یہ اس لیے مقرر کیا تا کہ وہ فئی تمہارے اغنیاء کے ہاتھوں میں نہ پڑے بلکہ اس کے مستحقین ہی کے پاس رہے۔ اے اغنیاء تم اس کی حرص نہ کرو وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جو تم کو غنیمت یا اور کسی چیز میں سے رسول دے یا حکم کرے اس کو لو وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

❶......قومی سے اسلام اور سلطنت سے وہی آسمانی سلطنت مراد ہے جس کی پہلے انبیاء علیہم السلام نے خبر دی تھی جو مدینے میں آنحضرت ﷺ نے قائم کی اور پھر آپ ﷺ جانشینوں کو پہنچی جو جمہوری تھی جو بگڑتے بگڑتے شخصی رہ گئی اور آخر کار ڈوم ڈھاڑی، شراب رنڈیاں اس کے مصارف رہ گئے۔ انا للہ... الخ ۱۲ منہ۔

فانتھوا اور جس سے منع کرے جیسا کہ اس فئی سے یا اور بری باتوں سے تو اس سے باز آؤ۔ واتقوا اللہ ... الخ اللہ سے ڈرو نافرمانی نہ کرو اس کی سزا سخت ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا کی لا یکون سے لے کر یہاں تک۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ⑨ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۚ ⑩ ع

ترجمہ:...... (وہ مال) مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے رہتے ہیں یہی راستباز بھی ہیں ⑧ اور (وہ مال) ان کے لیے بھی ہے کہ جنھوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو کوئی ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اوروں کو دیا جاتا ہے۔ اس سے اپنے دلوں میں کچھ خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم سمجھتے ہیں گو ان کو احتیاج بھی کیوں نہ ہو اور جس نے اپنی جان کو لالچ سے بچایا وہی کامیاب ہوا ⑨ اور ان کے لیے بھی جو مہاجرین اولین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے کینہ (دشمنی) قائم نہ ہونے پائے تو غصہ کا دھیما اور مہربانی کرنے والا ہے ⑩۔

تفسیر:...... اس کے بعد مہاجرین و انصار کے فقراء اور حاجتمندوں کو ان کے محامد اور اسلامی سرگرمیاں اور سچی جاں فشانیاں ذکر فرما کر مستحق ٹھہراتا ہے اور تعلیم کے بعد تخصیص کرتا ہے کہ اور فقیروں سے یہ زیادہ تر مستحق ہیں۔

مہاجرین کا مستحق فئی ٹھہرنا:...... فقال لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ ... الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہیے کہ جو اللہ کے لیے اپنا گھر بار مال و اسباب چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ السلام کے پاس آئے ہیں۔ جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اس سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دیگر جگہوں کے لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اس پر اس کی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں مار دھاڑ شروع ہوئی اس لیے گھر بار چھوڑ کر مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آتے تھے اب ان کے پاس بجز صبر و فاقے کے اور تھا کیا؟ ان کو مہاجرین کہتے تھے، اس لیے ان پر ترحم دلاتا ہے کہ ان کو بھی دو۔ ان کی فکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی

تھی۔فرماتا ہے کہ یہ لوگ صرف یہی بات نہیں کہ ہجرت کر کے چلے آئے ہیں بلکہ وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا انہیں لوگوں کا تھا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہ سچے لوگ ہیں۔

مناقب مہاجرین رضی اللہ عنہم:...... یہاں تک مہاجرین کے محامد تھے (۱) یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی حاصل کرنے کو اپنے گھروں سے اور مالوں سے جدا کیے گئے اور نکالے گئے (۲) وہ اللہ اور رسول کے مددگار ہیں (۳) وہ صادقین ہیں حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ بھی مہاجر تھے۔اور جو جو دین کی حمایت میں انہوں نے کوششیں کی ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔اور یہ فقراء بھی ہو گئے تھے پھر وہ کون سی روایت اور کون مورخ ہے جو جھوٹے افسانے گھڑ کے ان کو بدنام کرے اور یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے وہ برے کام کیے جو پیغمبر علیہ السلام کا سخت دشمن بھی نہ کر سکتا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لات ماری اور اہل بیت پر ظلم کیے۔معاذ اللہ صادقین سے یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اُولٰٓئِكَ کا لفظ کہہ رہا ہے کہ یہی سچے تھے اور جو ان پر الزام لگائے وہ جھوٹا ہے۔

مناقب انصار رضی اللہ عنہم:...... اس کے بعد فقراء انصار کی طرف توجہ دلاتا ہے فقال وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ❶ کہ ان فقیروں کو بھی دو کہ جنہوں نے دار یعنی دار الہجرت مدینہ کو اور ایمان کو گھر بنایا پہلے سے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینے میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز مکے میں تشریف رکھتے تھے کہ عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہوا۔ایام حج میں چند اہل مدینہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اسلام لائے اور جا کر مدینے میں لوگوں کو ترغیب دی وہ بھی ایمان لے آئے۔جب کفار قریش نے مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر مہاجرین کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔جیسا کہ بعد کی آیت میں ذکر آتا ہے۔

مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے مدینے کو جگہ بنایا اور ایمان کو دل میں جگہ دی۔یا ان کے گھر بنانے سے پہلے گھر بنایا۔

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آیا اس کو دوست رکھتے ہیں۔محبت کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک مہاجر کا ہر ایک انصار سے بھائی چارہ کرا دیا تھا یہاں تک کہ آیت میراث نازل ہونے سے پہلے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اور کو مرنے کے بعد ورثہ نہیں ملتا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان و مال پر اپنا مال اور جان فدا کرتا تھا جس کی مفصل کیفیت کتب سیر میں موجود ہے۔

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حاجۃ کے معنی یہاں حرارت و حسد و غیظ کے ہیں کہ مہاجرین کو جو دیا جاتا ہے اس سے ان کے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتے ہیں۔بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنو نضیر کے باغ ہم میں اور ہمارے مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کر دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم کام میں شریک رہو تم کو پھل دیں گے انصار نے کہا ہم راضی ہیں بسر و چشم منظور۔

اس سے بڑھ کر ان میں یہ صفت ہے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کہ وہ باوجود حاجت فقر و فاقہ کے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں اپنی حاجت کے کام میں نہیں لاتے مہاجرین کو دیتے ہیں۔یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے ہر ایک کو نصیب نہیں۔آپ بھوکا رہے اپنے بھائی کو کھلائے۔خصاصۃ: حاجت فقراء۔اس ایثار کا کیا ٹھکانا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیے تھے جس کے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا تھا، دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو اسی طرح سب

---

❶......تبوء الایمان تغلیب کقول الشاعر ولقد رأیتک فی الوغی۔متقلدا سیفا ورمحا۔مع ان الرمح لا یتقلد۔اویقال کانھم استقروا علی الایمان وتمکنوا فیہ حتی جعلوہ وطنا۔۱۲منہ۔

چیزوں میں کیا تھا۔

شان نزول آیت:...... بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس کو مہمان بنایا گھر میں کسی کو بھیجا کہ کسی کے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیویوں نے عرض کیا بجز پانی کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو اس کو مہمان بنائے؟ ایک انصاری نے (غالباً ابو طلحہ رضی اللہ عنہ تھے) کہا میں یارسول اللہ۔ پھر اس کو وہ اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خاطر کرو۔ اس نے کہا لڑکوں کے کھانے کے سوا ہمارے ہاں اور کوئی چیز نہیں اس نے کہا کھانا تیار کر چراغ جلا لڑکوں کو سلا دے جب وہ کھانا مانگیں۔ پھر اس نے کھانا تیار کیا چراغ جلایا لڑکوں کو سلا دیا پھر بتی اُکسانے کے بہانے سے اٹھی اور چراغ گل کر دیا تا کہ اندھیرے میں مہمان کو یہی معلوم ہو کہ میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر آپ نہ کھایا مہمان نے کھایا آپ بھوکے سو رہے۔ صبح کو آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری رات کی بات سے اللہ تعالیٰ نہایت خوش ہوا تب یہ آیت نازل فرمائی۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

بخل کی برائی و مذمت:...... اسی طرح اور مواقع پر انصار نے ایسی ہمدردی اختیار کی ہے جس کی نظیر اور قوموں یا کسی اور نبی کے پیروؤں میں پائی نہیں جاتی۔ اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی انصار کو لالچ نہ تھا اس سے اللہ نے ان کو بچا لیا تھا اور جس کو اللہ لالچ سے دور رکھے وہ کامیاب ہے۔

شح بالضم و الکسر۔ شح اور بخل میں علماء نے فرق کیا ہے بخل صرف منع کرنا نہ دینا۔ اور شح وہ نفسانی حالت جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ شح صفات ذمیمہ میں سے تھا جس کا ترجمہ لالچ ہے اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا۔ دنیا و دین کی صدہا محرومیاں اسی شح سے پیدا ہوتی ہیں لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتا ہے ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتا۔ لالچی اور بخل کو ہم نے اپنے گھر میں بھی اس کے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جس کا مال اس کے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے دنیا میں جس قدر اولوالعزم لوگ آئے ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی۔ تمام عمر خون جگر کھایا، دولت سے متمتع نہ ہوا، نہ نفس کو آرام دیا، نہ کار خیر میں حصہ لیا، مر گیا، چھوڑ گیا، حسرت لے گیا، یہی انسان کو چوری، خیانت، قتل ظلم، جھوٹ بولنے، کم تولنے پر مجبور کرتا ہے، بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے۔ اس کے نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں۔ پھر جس کو اللہ نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اس کے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے۔

انصار و مہاجرین جو اسلامیوں کی دو اعلیٰ اور بزرگ ترین جماعتیں ہیں ان کے محامد بیان فرما کر تیسرے گروہ کی مدح کرتا ہے جس میں تابعین اور ان کے بعد آنے والے نیک اور بزرگ لوگ ہیں۔

تابعین کی مدح:...... فقال وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یہ بھی مہاجرین پر عطف ہے یعنی جو ان کے بعد ہجرت کر کے آئے یا اسلام میں ان کے بعد آئے قیامت تک جو کوئی ہو ان کے اندر یہ خوبی ہے يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وہ اپنے لیے بخشش مانگتے ہیں کہ الٰہی ہم کو بخش دے اور اس کے بعد اپنے متقدمین بھائیوں کے لیے بھی بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان دار گزرے ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں رنج ❶ اور عداوت نہ پیدا کر رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے ہمارے رب تو نرمی کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔ جس میں یہ خاصیت

❶...... مسلمانوں سے عداوت رکھنا گناہ ہے بدگمانی اور بھی گناہ ان پر اتہام اور بھی معصیت ہے اور سب و شتم تو سب سے زیادہ خراب ہے ۱۲ منہ۔

نہیں وہ اس تیرے گروہ میں داخل نہیں۔

لوگوں کے درجات:...... ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں لوگوں کے تین درجے ہیں مہاجرین، انصار اور وہ جو ان کے بعد آئے اور ان سے محبت رکھتے ہیں ان کے لیے استغفار کرتے ہیں دعائے خیر میں شریک کرتے ہیں ان کے رستے پر چلتے ہیں پس تو کوشش کر کہ ان تینوں سے خارج نہ ہونے پائے۔ مہاجرین وانصار تو گزر گئے ان میں داخل ہونا تو ممکن نہیں، خیر یہ نہیں تو تیسرے فریق میں تو شامل رہے کہ ان کو بھلا سمجھے دل سے ان کی محبت رکھے ان کی مساعی جمیلہ کی قدردانی کرے نہ یہ کہ ان پر جھوٹے سچے الزامات قائم کر کے تبرا کرنے کو ایمان وسعادت جانے یہود سے اگر پوچھا جاتا ہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو اچھا کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اچھا جانتے ہیں۔

شیعہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں:...... مگر افسوس شیعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اصحاب مہاجرین وانصار کو باستثنائے چند اشخاص سب کو برا کہتے ہیں بلکہ برا کہنے کو حسنات وبرکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ دنیا میں اس خصلت کا یہ اثر ہے کہ کبھی ان کا جھنڈا کھڑا ہونے نہیں پاتا نہ مقابلے میں پاؤں جمتا ہے۔ اہل حق کے مقابلے میں مقہور ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

اور وہ بات کیا ہے؟:...... جس سے وہ ان بزرگوں سے پھر گئے۔ اس آیت کے ذیل میں اس کا بیان محققانہ طور پر مناسب ہے۔ بنی نضیر اور فدک اور خیبر کی کچھ زمین آنحضرت ﷺ کے لیے معین ہوئی تھی جس میں سے آپ ﷺ نے کسی کو مہمانوں اور سامان حرب کے لیے اور کسی کو خرچ ازواج مطہرات کے لیے کسی کو اقارب ویتامیٰ ومساکین کے لیے معین کر رکھا تھا، چنانچہ فدک کی آمدنی سے آپ ﷺ قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد جب جانشین کی ضرورت سمجھی گئی تو انہیں مہاجرین وانصار نے جن کی مدح آیات مذکورہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتخاب کیا۔ اس وجہ ترجیح کو وہی لوگ خوب جانتے تھے جو ایک مجموعی اوصاف سے ان کے دلوں میں جاگزیں تھی اس لیے ان بزرگوں کے نزدیک یہی حضرت اس مسند پر بیٹھنے کے مستحق ٹھہرے وہاں کوئی رعایت یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذاتی دباؤ تو قطعاً نہ تھا اس لیے کہ نہ ان کی قوم زیادہ تھی نہ ان کے پاس کوئی لشکر وخزانہ تھا اور ایسے مہاجرین وانصار ایسے بے جا دباؤ کو ماننے والے بھی کب تھے فوراً مخالفت ظاہر کرتے اور سیوف کے قبضوں پر ہاتھ دھر لیتے۔

① **اول خلاف (شیعہ سنیوں کے اختلاف کا باعث):**...... شیعہ کہتے ہیں یہی بات بری کی اس لیے کہ نبی ﷺ کے بعد جانشینی کا استحقاق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھا اور امامت لوگوں کے انتخاب پر موقوف نہ تھی بلکہ آسمانی عہدہ ہے نبوت کے عہدے کے برابر یا کسی قدر کم مگر مشابہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے آسمانی سند موجود تھی۔ مگر افسوس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آسمانی سند کو پیش نہیں کیا اور نہ وہ مہاجرین وانصار کو معلوم ہوئی اس لیے کہ اگر معلوم ہوتی تو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ باوجود اس آسمانی سند کے اور باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا ﷺ کے بھائی اور داماد اور مہاجرین میں ذی مرتبہ شخص تھے ان سے عداوت اور بغض رکھتے جو رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور مہاجرین وانصار کی اسلامی سیرت کے برخلاف تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قائم مقام کر دیتے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر جاتے حالانکہ کوئی ڈرانے کا سامان ان کو میسر نہ تھا۔ اس پر وہ سب مہاجرین وانصار کو جو اس جانشینی میں شریک تھے برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ پہلا خلاف تھا۔

مگر تعجب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی جانشینی تسلیم کر لی اور ان کے ساتھ بخوشی وخرمی کاروبار میں شریک رہے۔ شیعہ کہتے ہیں دل میں ناراض تھے ظاہر داری کرتے تھے اس کو تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے بزرگ کی نسبت یہ ظاہر داری ظاہر کچھ باطن کچھ منسوب کرنا ان کی شان حیدری کو گھٹانا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے مقابلے میں تقیہ نہ کیا تو یہ تو یہ

برگزیدۂ ہاشم کبھی کسی سے دبنے والے تھے جو زبان سے جھوٹی باتیں بناتے اور دل میں کچھ اور کہتے۔

② دوسرا اخلاف: ......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدعیہ تھیں اور خلافت مدعیٰ علیہ۔ دعویٰ یہ تھا کہ پیغمبر خدا ﷺ کی جائداد میں سے بموجب فرائض مجھے حصہ ملنا چاہیے۔ دعویٰ بہت درست تھا، مگر خلافت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آنحضرت ﷺ اپنی حیات میں اس جائداد کو وقف کر چکے تھے پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان نہ تھی کہ وہ جائداد اور روپیہ پیسہ چھوڑ کر دنیا سے رحلت کریں اس پر شہادت گزر گئی، دعویٰ نہ چلا مگر جس قدر جائداد آنحضرت ﷺ نے اقارب کے مصارف میں لگاوی تھی خلافت نے اقارب کے خرچ و اخراجات بلحاظ قرابت پیغمبر علیہ السلام بدستور جاری رکھے۔ یعنی منافع جاری ہے تملیک عین نہ کی بلکہ وہ سب خلافت کا مال تصور ہوا۔ اس پر حضرت فاطمہ زاہرا رضی اللہ عنہا کو اگر رنجیدگی ہوئی ہو تو انسانی جبلت اور برادرانہ رنجش خیال ہو سکتی ہے۔ یہ دوسرا اخلاف ہوا۔

اس پر شیعہ مؤرخین نے جس قدر مبالغہ آمیز روایات تیار کی ہوں تو تعجب نہیں اس لیے کہ منشا موجود تھا اور ایسے مواقع پر مبالغہ کرنے والوں کو بڑا موقع ہاتھ آتا ہے۔ میں ان ناپاک روایات کا ذکر بھی اہل بیت کی اہانت سمجھتا ہوں، مگر یہ سمجھنا چاہیے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کس باپ کی بیٹی ہیں اور کس رتبہ کی ہیں وہ ایسے قلیل دنیاوی معاملات پر اس قدر رنج و بغض اپنے باپ کے جانشین سے رکھیں حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ حاشا کلاثم حاشا کلا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا، آنحضرت ﷺ کے ورثہ میں تقسیم نہ کیا۔

③ تیسرا اخلاف: ......اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی انتخاب سے خلیفہ کیا۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی شیعہ کے نزدیک رنجش کا باعث ہوا یہ تیسرا اخلاف تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد۔ مگر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد سے شام کے حاکم یا گورنر تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ اور ان کے احباب سلطنت کی باریکیاں خوب سمجھتے تھے اور دنیاداری کی تدابیر پر پورے قابو یافتہ تھے۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اول معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لیجیے پھر چاہے ان کو معزول کیجیے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بھی اول دار و گیر کیجیے۔ مگر شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جانے کس مصلحت سے مہاجرین و انصار کے اس مشورے پر عمل نہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت اختیار کی اور کہہ دیا میں تم کو خلیفہ ہی نہیں سمجھتا تم سے اب تک قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی پتہ نہ چل سکا۔ اس بنا پر طرفین میں رنجش آمیز خط و کتابت بھی جاری رہی۔ ادھر لوگوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو تحریک دلائی کہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں پناہ گزیں ہیں اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اطراف کوفہ میں ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور صدہا لوگ شریک ہوتے گئے ایک لشکر مہیا ہو گیا جب یہ لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے قریب پہنچا اور باہم قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت گفتگو شروع ہوئی ایک رات چند بدمعاشوں نے حضرت ام المؤمنین کے لشکر پر تیر مارنے شروع کر دیے پھر تو ادھر سے بھی تیاری ہو کر دونوں لشکروں میں خاطر خواہ جنگ ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ جنگ آور اس اونٹ تک پہنچ گئے تھے کہ جس کے اوپر ہودے میں ام المؤمنین سوار تھیں اس لیے مصیبت ناک واقعہ کو جنگ جمل کہتے ہیں ❶۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا اور طرفین سے بڑے بڑے اسلام کے نامور اور بہادر شہید ہو گئے۔ اس کے

❶ رسول ﷺ نے اس مصیبت ناک واقعہ کی پہلے ہی سے نہایت دردانگیز الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی ۱۲منہ۔

بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑائیاں شروع ہوئیں۔ صفین کا میدان مسلمانوں کے گراں بہا خون سے لالہ زار ہوگیا۔ ایسے مواقع پر برادرانہ رنجشیں ایک معمولی بات ہے اور طرفین کے غالیوں کے لیے افراط وتفریط اور بے شمار روایات بنانے کا عمدہ محل ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (جو گھات میں تھا) مسجد کوفہ میں زخمی کیا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے پھر باہمی جنگ شروع ہوئی۔ آخر کار ابن رسول اللہ (ﷺ) نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرکے کنارہ کشی کی اور باہمی معاہدہ ہو کر جنگ کا خاتمہ ہوگیا اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور ان کی جگہ ان کا نالائق فرزند یزید نہ انتخاب سے بلکہ اپنے باپ کی شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا تھا مسند پر بیٹھا۔ اس ناخلف نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوا کر شہید کیا اور پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا اور مسلمانوں پر جور وظلم کیے اور اس کے بعد یہ مرگیا اور چند روز کے لیے اس کا بیٹا جانشین ہوا مگر اب انتخاب نہ رہا حکومت وسلطنت کی تخت نشینی رہ گئی۔ اس کے بعد مروان خلیفہ ہوا اور مروانی خاندان میں کچھ کم سو برس حکومت رہی پھر اس خاندان کا استیصال بنی عباس نے کیا۔ عباسیوں کی خلافت وحکومت کا پایہ تخت بغداد تھا۔

ان باہمی لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد پر ظلم وستم بھی ہوتے رہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی سے لے کر اخیر تک اہل سنت کے نزدیک بھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں ہوئیں ان میں فریق مخالف سراسر خطا پر تھا اور حق اس طرف تھا۔

شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں فرضی طور پر اسی سند آسمانی سے اس مسند نشینی کو بہ لقب امامت بارہویں ❶ امام مہدی حسن عسکری کے بیٹے تک مانتے ہیں اور کسی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے۔ پھر ان میں بھی کئی فرقے پیدا ہوگئے۔ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کسی اولاد کو کسی نے اور کسی کو امام مانا۔ اسی طرح ایک فریق جو ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرف دار تھا وہ دونوں فریق سے برگشتہ ہو کر دونوں کو برا کہنے لگا۔ ان کو خوارج کہتے ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والے اگرچہ خطا کار تھے مگر ان باہمی ملکی لڑائیوں سے جن کا بیشتر منشا برادری کی عصبیت وحمیت ہے ان کو کافر نہیں کہہ سکتے اور نہ کفر واسلام رسول کریم ﷺ کے بعد کسی شخص خاص کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر ہے کفر واسلام وہی ہے جس کو اللہ ورسول نے کفر واسلام بتلایا ہاں باہمی فساد معصیت ضرور ہے جس کی سخت الفاظ سے پیغمبر خدا ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اصلی بات اتنی ہے اس پر لوگوں نے حاشیہ چڑھا چڑھا کر کاہ کا کوہ بنا دیا اور افراط وتفریط کو کام میں لا کر ایسے مباحث سے کتابیں بھر دیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ بڑی نامبارک لڑائیاں تھیں۔ اسلام کی تلوار جس نے تھوڑے عرصے میں قطعہ ارض پر بے نظیر قبضہ کیا تھا اسلامیوں ہی پر الٹ پڑی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

افسوس کہ ہر فریق کے تیز طبع اور چالاک لوگوں نے ان واقعات سے کیا کیا باتیں اختراع کی ہیں بعض سنیوں نے تو بمقابلہ شیعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے آسمانی سند بنانے کی کوشش کی اور روایات واحادیث بنائیں۔ اسی طرح شیعہ نے تو سینہ بسینہ علوم واسرار شریعت جدا گڑھنے میں کوشش کی اور روایات کا تو ڈھیر لگا دیا۔ کسی نے زوبر بینات نکالے، کسی نے دعویٰ کیا کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ وفاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحسنین رضی اللہ عنہما کی کتاب ہمارے پاس جو خاص ان کو آنحضرت ﷺ نے عنایت کی تھی اس میں لکھا ہے کہ بارہ امام اس ترتیب سے ہوں گے اور یہ سب معصوم ہوں گے نبی کی طرح ان کے پاس وحی آتی تھی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے اتباع

---

❶ شیعہ کے بارہ امام یہ ہیں۔ اول علی ان کے بعد حسن ان کے بعد ان کے بھائی حسین رضی اللہ عنہ ان کے بعد ان کے بیٹے علی زین العابدین ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظم ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضا ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی ان کے بعد ان کے بیٹے محمد نقی ان کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری ان کے بعد ان کے بیٹے محمد مہدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو غار سر من رای میں چھپے بیٹھے ہیں ۱۲ منہ۔

میں سے نبی گزرے ہیں یہ آنحضرت ﷺ کے اتباع میں سے نبی ہیں گو نبی کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے مگر معنی اسی کے لیے جاتے ہیں۔ بارہ اماموں کو اہل سنت بھی مانتے ہیں یعنی ان کو بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں جن کے عقائد و اعمال اہل سنت کے موافق تھے نہ یہ کہ وہ معصوم تھے ان پر وحی آتی تھی۔

بعض نے قرآن مجید کی آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں کہ گویا تمام قرآن اسی باہمی جھگڑے اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور دیگر خلفاء کی مذمت میں نازل ہوا ہے اور کوئی اہم مقصد بجز اس کے نہ تھا اور لطف یہ کہ سارے قرآن میں صاف صاف کہیں بھی ان کے مقاصد کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ جھگڑا ہی طے ہو جاتا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع عام میں اس بات کو طے کر دیا۔ معاذ اللہ کیا اللہ اور اس کے رسول کو صاف بیان نہیں آتا تھا کیا وہ بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتے تھے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ رہیں مناقب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بعض سچی احادیث سو ان میں کلام ہی کیا ہے مگر ان سے بات پیدا کرنی توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مضمون ہے۔

اور سب سے بڑھ کر غور طلب بات یہ ہے کہ وہ خلافت جو ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے کی اس میں دنیا کا حظ ہی کیا تھا وہ تو ایک سخت مشقت تھی جس لیے ان بزرگوں نے اپنی اولاد کو نہ دی شیعہ اس کو دنیاوی سلطنت و امارت سمجھے ہوئے جس لیے پیارے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پاک کے پاس بلافصل نہ آنے سے ناخوش ہیں۔ ہاں یزید کے عہد میں امارت ہو گئی تھی اس وقت تو ہم بھی یہی کہتے کہ یہ نعمت دنیا جگر گوشۂ رسول ﷺ کو دی جائے بشرطیکہ وہ اس کو قبول بھی کرتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ* ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى* ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب کے کافر بھائیوں (یہود) سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی

---

* جدر دیوار جدران (ج) جدر بالکسر مثلہ جدر بضمتین (ج) ۱۲ صراح۔

* شتت اشتات پراگندن شت الامر و اشت رلتشتت بمعنی قوم شتی و اشیاء شتی رجاء و اشتاتا ای متفرقین ۱۲ صراح۔

تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملے میں کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں ⑪ اگر (کافر اہل کتاب) نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور جو ان کی مدد بھی کریں گے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے پھر کہیں سے مدد نہ پائیں گے ⑫ ان کے دلوں میں تو تمہارا ہی خوف اللہ سے زیادہ ہے یہ اس لیے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں ⑬ وہ تم سے سب مل کر بھی نہیں لڑ سکتے مگر بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی لڑائی تو آپس میں سخت ہے آپ ان کو متفق سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے دل تو پھٹے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ⑭

تفسیر: ..... ایمان داروں کی اقسام بیان فرما کر ان کے مقابلے میں بدکاروں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ بدبخت بجائے ان اصول سعادت کے جو پہلے مذکور ہوئے یہ باتیں کرتے ہیں۔

یہود کی منافقین سے ساز و باز: ..... فقال اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا بطور تعجب کے منافقین کی پوشیدہ نالائق حرکات سے خبر دیتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ اپنے کافر بھائیوں ❶ سے یوں کہتے اور ایسے غلط وعدے دیتے ہیں جن کو ہرگز وہ پورا نہ کر سکیں گے۔ اللہ اور رسول کی مخالفت میں اس کی دشمنوں سے یہ ساز و باز اور زبان سے ایمان کا دعویٰ۔ ایک وہ لوگ تھے ایک یہ ہیں۔

جب یہود بنی نضیر سے آنحضرت ﷺ کی مخالفت ہو رہی تھی اور ابھی ان کا محاصرہ بھی نہیں ہوا تھا اس وقت مدینہ کے منافق اور ان کے سردار عبداللہ ابن ابی نے یہود سے مخفی یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم کو نکالیں گے تو تمہارے ساتھ ہم بھی وطن چھوڑ کر نکل جائیں گے اور اس میں کسی کی بات بھی نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے مضبوط رہو۔ یہ سردار منافق کا کلام تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی کے نہایت تاکید سے فرماتا ہے۔

منافقین سے متعلق پیشن گوئیاں: ..... وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ہرگز ہرگز کوئی بات بھی ان دونوں میں سے نہ کریں گے لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ اگر وہ نکالے گئے تو ان کے ساتھ آپ نہ نکلیں گے۔ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا ..... الخ اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے اور بالفرض مدد بھی کی تو شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور پھر کبھی غلبہ نہ پائیں گے۔

پیشین گوئی ۲: ..... اس پیشین گوئی کی پوری تصدیق ہوئی بنو نضیر سے نوبت جنگ آئی ان کی گڑھی کا محاصرہ ہوا اس کے بعد وہ عرب سے نکالے گئے مگر منافقوں پر وہ رعب غالب آیا کہ نہ تو ان کی مدد کر سکے نہ ان کے ساتھ آپ جلاوطن ہوئے۔ پیغمبر علیہ السلام کی خبر کو جھوٹا کرنے کے لیے ان کے لیے بڑا موقع تھا کہ کچھ مدد کرتے یا دس بیس کوس دو چار روز کے لیے ہی نکل جاتے مگر خدائے قادر کب تکذیب کرنے دیتا، یہ بھی من جملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشین گوئی تھی جو صادق ہوئی۔ اعجاز قرآن و نبوت کی کھلی دلیل ہے ❷۔

---

❶ ..... کفر ایک ملت ہے اس لیے ان کے بھائی کہا یا ان میں اور یہود میں بھائی چارہ تھا مواخات و موالات قائم تھی ۱۲ منہ۔

❷ ..... کتاب یسعیاہ کے بائیس باب میں اس واقعۂ بنی نضیر و بنی قریظہ کی طرف ان الفاظ میں صاف بیان ہے جو پورا ہوا اس کتاب کی عبارت یہ ہے۔ خداوند ایک بہادر کی صورت میں نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی عزت کو اکسائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لیے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔ وہ شریعت کو بزرگی دے گا اور اسے عزت بخشے گا" (پیغمبر ﷺ خدا کی طرف سے بہادرانہ لباس میں نمودار ہوئے شریعت کو عزت ہوئی) لیکن ایک گروہ ہے جو لوٹے گئے اور غارت کیے گئے (بنی نضیر لوٹے بنو قریظہ غارت ہوئے) وہ شکار ہوئے اور کوئی نہیں بچاتا وہ لوٹے گئے اور کوئی نہیں کہتا"۔ پھر وہ (منافق بچا نہ سکے) بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس لیے اس نے ان پر قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب ڈالا اس پر گرداگرد آگ لگی۔ بنو نضیر کی گڑھی کا شعلہ جب مسلمانوں نے اس میں آگ دی اللہ کے قہر کا شعلہ تھا جو دور سے لپٹیں مارتا تھا ۱۲ منہ۔

وعدہ خلافی کا سبب:......اس خلاف وعدگی کا سبب بیان فرماتا ہے لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً . . . الخ کہ یہ منافق اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جس قدر اے مسلمانو تم سے ڈرتے ہیں بے سمجھ لوگ ہیں۔ بندہ کا کیا ڈر اللہ سے ڈرنا چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں ہر بات ہے۔ جو قوم اللہ سے ڈرتی ہے اس سے سب ڈرنے لگتے ہیں ان پر پھر کسی کا خوف غالب نہیں آتا۔ یہی شجاعت کا اصل اصول ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا۔ اب رہے یہود وہ بھی بزدل ہیں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتے مگر گڑھیوں میں بیٹھ کر اور شہر پناہوں کی آڑ میں۔ ہاں آپس میں خوب لڑتے ہیں ظاہر میں موافق اور باطن میں باہم مخالف یہ بد عقل ہیں۔ افسوس یہی خصلت آج کل ہم مسلمانوں میں پیدا ہوگئی ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

ترجمہ:......ان کا حال تو پہلوں جیسا ہے کہ جنہوں نے ابھی اپنے کام کی سزا پائی ہے اور ان کو (آخرت میں بھی) سخت عذاب ہے ﴿۱۵﴾ (اور) مثال شیطان کی سی ہے وہ آدمی سے کہتا ہے کہ تو منکر ہو جا پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے (اور مدد مانگتا ہے) تو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے تجھ سے کچھ سروکار نہیں کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں کہ جو تمام جہان کا رب ہے ﴿۱۶﴾ پھر ان دونوں کا یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جاتے ہیں اور ستمگاروں کی یہی سزا بھی ہے ﴿۱۷﴾۔

ترکیب:......ک تشبیہ مثلهم . قريباً اى استقروا من قبلهم۔ زمناً قريباً او ذاقوا وبال . امرهم قريبا اى عن قريب فكان عاقبتهما يقرء بالنصب على الخبر و انهما فى النار ويقرء بالعكس۔ وخلدين حال وحسن لما كرر الظرف ويقرء خلدين على انه خبر ان (ابن الصائغ)۔

معذّب ہونے میں موجودہ کفار کی مثال پہلوں کی سی ہے

تفسیر:...... یہود بنی نضیر نے اپنی نالائقی کی ایسی سزا پائی جیسا کہ ابھی ان سے پہلے لوگ اپنے افعال بد کا وبال اور سزا پا چکے ہیں دنیا میں اور آخرت میں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ ان بنو نضیر سے پہلے تھوڑے دنوں آگے کون لوگ آسمانی تازیانے سے پٹے تھے، مجاہد کہتے ہیں مشرکین مکہ تھے جو بدر میں قتل اور قید ہوئے بنی نضیر کے واقعہ سے پہلے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو ایسی سزا ہوئی جو تھوڑے دنوں آگے بنی نضیر کو ہوئی تھی۔ بنو نضیر کے دو برس بعد یہود کے دوسرے قبیلے پر جس کو بنی قریظہ کہتے تھے اور وہ بھی مدینے کے قریب رہتے تھے ان کی بدعہدی سے آفت آئی۔

شیطان اور منافقین میں مناسبت:...... كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ . . . الخ مدینے کے منافق جو یہود بنی نضیر کو حضرت ﷺ کے مقابلے میں جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر ابھار رہے تھے اور وہ کم بخت ان کی باتوں میں آ کر خراب ہوئے۔ اس کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ یہود بنی نضیر کے بہکانے کی مثال ایسی ہے کہ جب شیطان آدمی کو کافر بنا دیتا ہے اور جب بہکا چکتا ہے تو شیطان آپ الگ ہو جاتا ہے اور الٹی

ملامت کرنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے اسی طرح منافق بہکا کر الگ ہو گئے اور جب ان پر آ پڑی تو انہیں کو برا بھلا کہنے لگے۔ انجام کار شیطان اور اس بہکے ہوئے آدمی کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کی سزا بھی یہی ہے۔

یہ ایک بڑی عبرت انگیز نصیحت دل پر اثر کرنے والے الفاظ میں انسان کے لیے ہے کہ وہ کسی بہکانے پھسلانے والے کی باتوں میں آ کر برباد ہو وہ بہکانے والا بوقت مصیبت ساتھ نہیں دیتا الگ ہو جاتا ہے شیطان سے مراد ابلیس ہے، وہ ہر روز انسان کو بہکاتا اور کفر و بدکاری میں مبتلا کرتا ہے، انسان کے اندر قوائے بہیمیہ و شہوانیہ و غضبیہ تین زور آور کلیں ہیں جن تک بذریعہ سرایت شیطان کا ہاتھ پہنچتا ہے، اگر مدد غیبی کا محافظ نہ روکے تو یہ بدبخت ان میں ناجائز تحریک پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی ان تینوں قوتوں کی ناجائز تحریک اور فطری ہڑک سے دوسری صرف روانگی شیطانی تحریک و تضلیل ہے جس طرح ملائکہ کو ان چیزوں کی اصلاح کے لیے بذریعہ الہام و تلقی رسائی ہے اسی طرح شیطان کو فساد کے لیے اور خود انسانی خیالات فاسدہ جو خلاف فطرت پیدا ہوتے ہیں اور بنی آدم کے بدراہ کرنے والوں کی تائید و تحریک بھی تضلیل شیطانی ہے۔

شیطان کا بہ شکل راہب آنا:......بعض مفسرین نے کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ کے الفاظ سے چسپاں کرنے کے لیے ایک قصہ طویل نقل کیا ہے جس میں برصیصا راہب کے پاس شیطان کا بہ شکل راہب آنا اور اس کو اسماء سکھانا اور بیماروں کا بھیجنا اور ان میں بادشاہ کی لڑکی آنا اور برصیصا کا اس سے زنا کرنا اور اس کو حمل رہ جانا اور بدنامی دور کرنے کے لیے بمشورۂ شیطان اس کا قتل کر کے دبانا اور شیطان کا جا کر خبر دینا اور برصیصا کا دار پر چڑھنا اور اس وقت شیطان کو بامید خاص سجدہ کرنا اور پھر شیطان کا ملامت کر کے غائب ہو جانا اور برصیصا کا حالت کفر میں مرنا نقل کیا ہے، جس کا صحیح احادیث سے ثبوت نہیں، ہاں کہیں ایسا ہوا ہو تو کچھ تعجب بھی نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:......اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیوں کہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۱۸ اور تم ان جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی ان کو (ایسا کر دیا) کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے یہی لوگ نافرمان ہیں ۱۹ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی تو کامیاب ہیں ۲۰ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں ۲۱۔

تفسیر:......اہل سعادت اور اہل شقاوت کا ذکر کر کے اہل سعادت کو ان کے اصول سعادت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دارین میں

اس کے لیے کافی ہیں۔

سعادتِ انسانی کے دو حصے: ......فقال یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ واضح ہو کہ انسانی سعادت کے دو حصے ہیں۔

اول: قوت نظریہ کی تکمیل، جہل بسیط و جہل مرکب کی ظلمات سے نجات پانا علم کی روشنی میں آنا، اللہ تعالیٰ کی صفات وذات اور دیگر امور ضروریہ کو واقعی طور پر یقین کر کے توہمات وتخیلات باطلہ کی دلدل سے گزر جانا۔ اس کو شرع میں ایمان کہتے ہیں جن کو یہ صفت حاصل ہوگئی ہے ان کو ایمان والے کہتے ہیں بس وہ ایمان والوں کو اس پر ثابت رہنے یا اس میدان میں ترقی کرنے کے لیے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ تقویٰ، اللہ سے ڈرنا اور ڈر کر عمدہ اور کار آمد وسائل سعادت حاصل کرنا مضرات سے بچنا۔

دوم: سعادت کا اصلاح عمل وتہذیب اخلاق ظاہری وباطنی ہے اور یہ ایک مشقت کا کام ہے اور نفس پر بڑے جہاد کرنے پڑتے ہیں اس لیے ان کو ان تاکیدی الفاظ میں ادا کرتا ہے۔

پرہیزگاری کا حکم: ......فقال وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ کہ ہر شخص (نکرہ میں تعمیم ہے) کسی قوم، کسی رتبہ کا ہو یہ دیکھے کہ میں نے کل کے لیے یعنی اس جہان کے لیے (جو بہت قریب پیش آنے والا ہے گویا دنیا اور اس کی تمام زندگی ایک روز ہے اگلا دن اس دوسرے جہان کا ہے گویا کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا) کیا بھیجا ہے؟ یعنی توشہ اور کون سا سرمایہ اس جہان کے لیے جہاں سدا رہنا ہے تیار کیا ہے؟ اور وہ توشہ تقویٰ ہے اس لیے تقویٰ کرنا چاہیے۔ انسان جب اپنی عمر رواں اور اس کے اندر ملک جاودانی کے لیے توشہ مہیا کرنے کا خیال کرے گا تو قطعاً اس کے تمام قوائے باطنیہ میں ایک سخت تحریک پیدا ہوگی۔ اور اس کے بعد جب یہ بھی خیال ہوگا کہ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ خبردار ہے ہمارے ہر عمل سے واقف ہے تو اور بھی کوشش اور اخلاص میں سرگرمی کرے گا تقویٰ تمام حسنات واصول سعادت کا اصل الاصول ہے۔ اس لیے ہر ایک بات یا ہر ایک حصہ کے لیے جداگانہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ کا اطلاق ہوا۔ اور بظاہر اس لفظ کو مکرر لا کر نفسِ غافل کو متنبہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کو بھول جانے والوں کی طرح نہ ہو جانا: ......اس کے بعد اور بھی سرگرمی کرنے کا حکم دیتا ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ... الخ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کو بھول گئے اور شب و روز اس چند روزہ زندگی کے لیے شہوات ولذات میں ایسے محو ہوئے کہ اللہ کو بھی بھول گئے پھر دار آخرت کی یاد اور وہاں جانے کا خیال کیسا؟ اس لیے اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا یعنی سعادت وحیات جاودانی سے محروم کر دیا اور وہ بدکار لوگ ہیں یہ اہل سعادت کے برابر نہیں ہوں گے لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ... الخ کہ جہنم میں جلنے والے اور جنت میں آرام پانے والے ہرگز برابر نہیں اہل جنت جو ہیں بامراد ہیں اور جہنمی کون؟ یہ بیان نہیں کیا اس کو عاقل سمجھ سکتا ہے یعنی نامراد۔

یہ اصول سعادت جو قوت نظریہ اور عملیہ کے متعلق ہیں سب انسان کو بذریعہ ایک الہام الٰہی کے پہنچے ہیں جس کا نام قرآن ہے اس لیے سعادت کا دارومدار قرآن کی پابندی پر ہے لہٰذا قرآن مجید کی عظمت شان بیان فرماتا ہے۔ فقال لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ... الخ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے جیسا کہ انسانوں پر نازل کیا ہے تو ہیبت الٰہی کے مارے پھٹ جاتا۔ یہ تمثیل ہے یعنی باوجود یکہ پتھر سخت اور غیر متاثر ہے اگر وہ عاقل اور قابل خطاب ہوتا اس پر قرآن نازل ہوتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا مگر انسان کیسا سخت دل ہے اسی لیے روز میثاق آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے بار امانت نہ اٹھایا انسان نے اٹھالیا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ
الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۴ ع

ترجمہ: ...... اللہ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں چھپے اور کھلے کا جاننے والا وہ بڑا مہربان بہت رحمت والا ہے ۝۲۲ وہ اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ پاک ذات سلامتی دینے والا امن دینے والا نگہبان زبردست دباؤ والا عزت دینے والا ہے اللہ پاک ہے ان کے شریک ٹھہرانے سے ۝۲۳ وہ اللہ پیدا کرنے والا ایجاد کرنے والا صورت بنانے والا ہے اس کے (بہت سے) عمدہ نام ہیں آسمانوں اور زمین والے اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زور آور اور حکمت والا ہے ۝۲۴۔

تفسیر: ...... اصول سعادت میں سے اعلیٰ حصہ تکمیل قوت نظریہ تھا جس کا اعلیٰ حصہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو علیٰ ماینبغی یقین کرنا تھا اس لیے اس کے بعد اپنی ذات وصفات کا حال بیان فرماتا ہے تا کہ اس کی عظمت ذہن میں آئے اور پھر قرآن کی عزت بھی خیال میں آجائے کہ وہ کس کا کلام ہے؟ اس کا کہ جس کی ہیبت سے پہاڑ لرزتے ہیں آسمان کانپتے ہیں سمندروں کا زہرہ آب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے احوال: ...... فقال هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ اللہ وہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہی یکتا بے انتہا طاقتوں والا آسمانوں کا خالق اور ان کو تاننے والا زمین اور اس کے اوپر جو ہیں انہیں پھیلانے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں تک ذات حق سبحانہ کا بیان تھا۔

اس کے بعد صفات کا بیان کرتا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ پوشیدہ اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے جو بندوں کے نزدیک ظاہر اور جو پوشیدہ ہے سب کو جانتا ہے۔ اَلْغَيْبِ بڑا وسیع المعنیٰ لفظ ہے۔ انسان کی حس بصر سے لے کر حواس خمسہ سے بھی جو غائب ہے اور انسان پر کیا موقوف بلکہ ملائکہ کے بصر بلکہ جمیع مدارک سے غائب ہے وہ بھی غیب ہے عالم ملکوت انسان کا غیب اور لاہوت وجبروت ان سے اوپر والوں کا غیب بلکہ عالم ناسوت ہر ایک پس پردہ چیز کے لحاظ سے یا بعد زمانی ومکانی کے سبب یا حسِ بصر اور اس کے بعد دوسرے حس کے لحاظ سے غیب ہے گو دوسرے کا کہ جس کے آگے حجاب نہیں شہود ہے غیب کے بے شمار پردے بے انتہا اور عمیق گہرائیاں ہیں فرشتوں کے ادراک سے بھی صدہا چیزیں غائب اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہیں اس کے غیب الغیب پر کسی کو آگاہی نہیں۔ عالم شہود میں آنے والی چیزیں جو مسافت طے کرتی ہوئی آرہی ہیں اور پھر عالم شہود میں رہ کر جو عالم غیب کی بے انتہا وسیع وادیوں کو طے کرتی جاتی ہیں ہزاروں منازل طے کر گئیں یہ سب انسان سے غائب اس کے نزدیک حاضر ہیں ہر شخص اور ہر قوت ادراک کے لحاظ سے غیب اور شہادت میں اضافی اور اعتباری درجات نکلتے آئیں گے بلکہ غیب وشہادت اضافی ہوگا۔ جس طرح غیب کے مراتب ہیں اسی طرح شہود کے بھی۔ مگر اس کے نزدیک سب عیاں ہے سب کو برابر جانتا ہے۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ان دونوں لفظوں کی شرح بسم اللہ کی تفسیر میں ہو چکی۔ کسی قدر خلاصہ یہ ہے کہ دونوں لفظوں میں رحمت کا مادہ موجود ہے مگر طاقت وکثرت تمام غیر تمام دنیا وآخرت کی رحمت مؤمن وکافر پر رحمت کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں فرق ہے۔

رحمٰن میں کمال اور پوری رحمت ہے اس لیے بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس لفظ کا اطلاق عموماً درست نہیں برخلاف لفظ رحیم کے رحمت مہربانی عنایت۔ اگر معنی پر غور کیا جائے اور آدمی تھوڑی دیر بھی ان لفظوں کے معنی کا مراقبہ کرے تو معلوم ہو جائے کہ اس کی رحمت کے ہزاروں دریا موجیں مار رہے ہیں بلکہ آسمان وزمین اور جو کچھ اس کی ظاہری اور باطنی نظر میں آئے سب رحمت ہے وجود اشیا خواہ بعض اشیاء بعض کو بہ لحاظ قوت ہونے کسی منفعت کے زحمت معلوم ہوتی مگر رحمت ہی رحمت ہے۔

اسمائے مبارکہ اور ان کی تفسیر:...... اس کے بعد پھر اسی کلمۂ توحید کا اعادہ کر کے چند اوصاف بیان فرماتا ہے فقال **هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** اس کا اعادہ مضمون توحید کی تاکید ہے الملک بادشاہ، تمام کائنات پر حقیقی سلطنت اسی کی ہے نہ اس کے خزانوں کی کچھ انتہا ہے نہ لشکروں کی تعداد ہے۔ دنیا میں بادشاہت ہے اسی کی بادشاہت کا ادنیٰ پرتو ہے اور پھر سریع الزوال جس کو ہزاروں خطرے سیکڑوں دغدغے، بغاوت کا ڈر۔ کارکنان سلطنت کی خیانت کا خطرہ اس پر ارضی وسماوی مصائب کی خیانت کا خطرہ اس پر ارضی وسماوی مصائب کا کوئی مقابلہ نہیں خزائن صرف ہو جانے کا اندیشہ سب سے بڑھ کر یہ کہ رعیت کی احتیاج ان کے اموال کی دست نگری برخلاف اس شہنشاہ حقیقی کے اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کو ملک الملوک کہلانا زیب نہیں وہی ملک الملوک ہے وہی اللہ خدائگاں ہے۔ القدوس پاک ہر عیب سے بری ہر بات سے جو اس کو شایاں نہیں کثیر البرکات۔ (بالضم وبالفتح کم تر)

تفسیر ''السلام'':...... السَّلٰمُ یا تو اس کو سلامتی سے لیا جائے اور اسی سے دار السلام وسلام علیکم ہے تب اس کے معنی ہیں ہر نقصان وزوال سے سلامت۔ مصدر ہے مبالغۃً اطلاق ہوا جیسا کہ کسی کو کہتے ہیں رجاؤ غیاث پھر اس میں اور قدوس میں یہ فرق ہے کہ سلام آئندہ نقصانوں سے بری ہونے والا زوال پذیر نہ ہونے والا۔ قدوس زمان ماضی وحاضر کے نقصانوں سے مبرا۔ یا سلام کے معنی باعث سلامتی تب یہ معنی ہوں گے کہ وہ سلامتی عطا کرنے والا۔

تفسیر ''المؤمن'':...... الْمُؤْمِنُ یا امن سے لیا جائے کہ وہ امن دینے والا ایمانداروں کو اور اس کی پناہ میں آنے والوں کو عذاب وبلیات سے۔ یا ایمان سے لیا جائے کہ وہ اپنے انبیاء اور ملائکہ اور احوال آخرت کی تصدیق کرنے والا ہے معجزات وآیات قدرت سے۔

الْمُهَيْمِنُ خلیل اور ابوعبیدہ کہتے ہیں ھیمن ھیمین فھو مُھَیْمِنٌ اس کو کہتے ہیں جو محافظ اور نگہبان ہو۔ اور علماء کہتے ہیں مہیمن اصل میں مویمن تھا امن یومن سے ہمزہ کو ہا سے بدل لیا جیسا کہ ارقت ہرقت میں اس کے معنی ہیں مؤمن کے۔ حسن کہتے ہیں اس کے معنی ہیں امین خلیل کہتے ہیں محافظ۔ سعید بن المسیب وضحاک کہتے ہیں کہ قاضی ابن کیسان کہتے ہیں اس کے ناموں میں سے ایک نام ہے معنی وہی جانتا ہے۔

الْعَزِيْزُ عزت والا غالب قاہر زبردست الجبار فعال کے وزن پر ہے۔ جبر نقصان سے یعنی وہ فقیر کو غنی کرنے والا۔ ٹوٹے کو جوڑنے والا نقصان کی جگہ فائدہ دینے والا، بھر دینے والا، یا جبر بمعنی قہر سے لیا جائے۔ جبار بمعنی قہار مجبور کر دینے والا۔ اس کے کاموں سے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ فراء کہتے ہیں فعال افعل سے بجز ان دو جگہ کے نہیں آیا۔ ایک اجبر سے جبار۔ دوسرا ادرک سے درّاک۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں جبار کے معنی ہیں عظیم اور اس کی جبروت اس کی عظمت [1] ہے۔

الْمُتَكَبِّرُ کبر بسکون الوسط کبریاء بزرگی وبزرگ شدن تکبر استکبار بزرگی نمودن (صراح) اس کے معنی ہیں بزرگی والا اور علو وبرتری ظاہر کرنے والا۔ تمام صفات کمال اسی کو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسی کو زیبا ہے نہ مخلوق میں سے کسی کو۔

---

[1]...... ابن الانباری کہتے ہیں جبار اللہ کی صفات میں بایں معنی مستعمل ہے کہ سمجھ سے باہر ہے وہ کھجور جس تک ہاتھ نہیں پہنچتا اس کو جبارہ کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

مراورا رسد کبریاء ومنی ☆ کہ ملکش قدیم است وذاتش غنی

حدیث میں آیا ہے کہ کبر(کبریائی) میری چادر ہے جس نے اس کو اختیار کیا گویا میری چادر پر ہاتھ ڈالا۔ سنت اللہ جاری ہے دنیا میں متکبر اور گردن کش اور نخوت شعار ایک روز ضرور سرنگوں کیا جاتا ہے بندگان خدا کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسی لیے اس کے بعد فرماتا ہے سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝ کہ لوگ تکبر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اس وصف میں مشارکت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ اس تکبر سے جو خلق کو حاصل ہے پاک ہے اس لیے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں ناقص ہیں پھر ادعاء کبر نقصان پر اور نقصان ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ کہ پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے الْبَارِئُ بنانے والا۔ خالق اور باری کے ایک معنی ہیں مگر کسی قدر فرق ہے۔ باری کا استعمال جواہر واجسام میں ہوتا ہے نہ اعراض میں بہ خلاف خالق کے کہ وہ عام ہے دنیا میں اجسام وجواہر یا مواد کسی بندے کے پیدا کیے ہوئے نہیں، ہاں بعض مواقع میں بندہ ترکیب دے دیتا ہے جس کے بعد ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے گارے میں کمہار تصرف کرتا ہے آبخورے پیالے بناتا ہے۔

الْمُصَوِّرُ بلکہ حقیقی طور پر صورت بھی وہی بناتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے جو کوئی کسی ذی روح کی تصویر یا مورت بناتا ہے قیامت کو حکم ہوگا کہ ان میں جان ڈالے مگر نہ ڈال سکے گا عذاب ہوگا قطع نظر اس کے کہ اس کام میں خداوندی فعل کی نقالی ہے بت پرستی کا سامان بھی ہے اس لیے شرع محمدی میں حرام کر دیا گیا۔

یہ چند اسماء بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کے اور بھی نیک نام ہیں يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، آسمانوں اور زمین میں اس کی تسبیح وتہلیل ہوتی ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ اور وہ زبردست بھی ہے اس کے ساتھ حکمت والا بھی ہے۔

ابحاث: ......(۱) لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کی بابت ہم بحث کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات حمیدہ ہیں ہر صفت کے لحاظ سے اس کا ایک نام ہے جس سے اس کو تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں جو ننانوے نام آئے ہیں ان میں حصر نہیں۔ امام ابوموسیٰ اشعری وغیرہ اہل سنت کے اکابر کہتے ہیں کہ اسمائے الٰہی توقیفیہ ہیں کہ جس قدر شارع کی طرف سے اسماء کا اطلاق اس پر وارد یا جائز ہوا ہے انہیں پر بس کرنا چاہیے گو اس کا ہم معنی لفظ آیا ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بت پرست قوموں نے اپنے اوہام باطلہ سے مخلوقات کے کبراء پر قیاس کر کے اللہ تعالیٰ کے نام بنائے ہیں جن سے صفت نامرضیہ کا ثبوت ہوتا ہے یا وہ نام کسی خاص وجہ سے جیسا کہ اشتراک بالنہ باطلہ عند اللہ مکروہ ہیں بہر طور۔ اس باب میں شرع نے وسعت نہیں دی مگر معتزلہ وقاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں اگر اس نام کے معنی میں کوئی قباحت نہیں اور عقلاً اس صفت سے اللہ کا اتصاف جائز ہے تو اس کا اطلاق ذات باری پر عقلاً ممنوع نہیں۔

(۲) کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر رکھی گئی ہے؟: ...... حکماء کہتے ہیں کہ صرف یہی تاثیر ہے کہ ان معانی کے تصور سے جو ان اسماء سے مستفاد ہوتے ہیں دل پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر محققین نے اس کے سوا اور بھی تاثیر ثابت کی ہے یہاں تک کہ حروف مفردہ میں جداگانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اثر رکھا گیا ہے جیسا کہ ادویہ میں اور پھر ان سے مرکب نام میں خواہ وہ کسی کا نام ہو ایک نیک یا بد نحس یا سعد اثر ہے اور پھر اس تاثیر یا ظہور کے لیے شروط ہیں جن کے بعد قطعاً اثر ظاہر ہوتا ہے پڑھنے سے بھی اور لکھ کر ان کو پاس رکھنے اور باندھنے سے بھی بلکہ ان کے اعداد بقاعدۂ فن تکسیر لکھنے سے بھی جس کا صدہا بار تجربہ ہوا ہے اور اس کا انکار ہدایت کا انکار ❶ ہے۔

---

❶ ...... راقم الحروف ورم طحال (تاپ تلی) کے لیے چند اسماء لکھ کر دیا کرتا ہے۔ صدہا بار تجربہ ہوا ہے کہ مرض جاتا رہا اور جب شرط میں خلاف ہوا اثر نہ ہوا یا ان اسماء کی جگہ دوسرے بدل دیے گئے پھر بھی اثر نہ ہوا۔ میں تجربہ کرا سکتا ہوں اور بہت لوگ ہیں کہ جن پر تجربہ ہوا ۱۲ منہ

یہ تاثیر کچھ ان اسماء کے مسمیات کے روحانی تصرفات پر موقوف نہیں بلکہ جن اسماء کے کچھ معنی بھی نہیں اور نہ ہم کو ان کا حکم ہے نہ ان کا تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے ان کے مسمیات ہے استمداد واستعانت کا تو کیا ذکر ان میں بھی اثر ہے اور یہ اثر کچھ عربی یا فارسی الفاظ پر موقوف نہیں مگر جس صورت میں کہ وہ اسماء منزل من اللہ ہیں اور ان کے معانی قلب میں تحریک پیدا کرتے ہیں اور ان کے مسمّٰی کا روحانی اور علوی اثر عظیم بھی ان کے ساتھ مربوط ہے ان کے اثر میں کوئی شبہ ہی نہیں دفع مرض، رزق کی فراخی، نجات آخرت، فتح براعداء وغیرہ میں قرآن مجید کے الفاظ میں یہ اثر ضرور رکھا گیا ہے اسی لیے جو معنی پر واقف ہوئے بغیر بھی تلاوت کرتے ہیں تنویر قلب اور حل مشکلات میں بے حد اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں بعض بعض سور یا اسماء کے جداگانہ اوصاف آئے ہیں۔ چنانچہ سورۂ حشر کی ان اخیر آیات کی بابت هو الله الذى سے آخر تک ترمذی ودارمی نے یوں روایت کیا ہے کہ جو شخص اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر یہ تین آیت صبح کو تین بار پڑھے گا تو اس کے لیے ستر ہزار (یعنی بہت سے فرشتے مقرر ہوں گے کہ) اس کے لیے دعائے خیر کریں گے اور جو اس روز مرے گا تو شہید مرے گا اور جو شام کو مرے گا یہی بات پیدا ہوگی۔ ترمذیؒ نے کہہ دیا کہ یہ حدیث غریب ہے جو خاص ایک سند سے ثابت ہے۔

اسماء کی تاثیرات:...... کی بابت قدیم زمانے سے حکماء اشراقین کا اور خصوصاً اہل ریاضت کا یہی اعتقاد تھا اور اس کا ایک خاص علم تھا حکماء مصر و ہند وغیرہ اس فن میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے یہ فن بہت مخفی کیا جاتا تھا اشاروں اور رموز میں لکھا جاتا تھا اس لیے شدہ شدہ تلف ہو گیا اور لوگوں کے بخل نے اور بھی اس کو خاک میں پنہاں کر دیا، قدماء یہود میں جو سحر بابل یا نقوش سلیمانی کے آثار عجیبہ مشہور تھے وہ اسی فن سے متعلق تھے۔ اسی طرح قدیم ہنود ہوم اور یگیہ کرنے میں منتر پڑھا کرتے تھے دفع بلا وشکست اعداء کے لیے یہ ان کا قومی ہتھیار خیال کیا جاتا ہے یہ سب کچھ سہی مگر عالم کے کارخانے اور اسباب تمدن وتدابیر ترقی ان باتوں پر کچھ بھی وابستہ نہیں، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی بلکہ عالم اسباب کی تدابیر کا اثر عملی وقولی طور پر ثابت کر دیا۔

ان باتوں کے پابند یا تو بھیک مانگا کرتے ہیں یا جہلاء خصوصاً عورتوں کو دام تزویر میں پھنسا کر پیٹ پالتے ہیں، ہندو فقیر اور مسلمانوں کے پیرزادے اور سیانے تو اسی ورطۂ ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں خیالات سے بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہوگئیں افلاس آیا تجارت وحرفت سے محروم رہے [1]۔ بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا گیا کہ تدابیر عالم اسباب یا توکل کو تو چھوڑ دیا ہے اور صدہا تعویذ لٹکا رہے ہیں، بچوں کو سوانگ بنا رکھا ہے۔ صبح شام چھوا چھو ہو رہی ہے مگر ہوتا خاک بھی نہیں۔ ہندو قوم اس بلا میں سب سے زیادہ گرفتار ہے معاذ اللہ۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

---

[1] ...... من جملہ اسباب تنزل کے ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مزدوری نہیں کی جاتی تجارت نہیں کرتے صنعت وحرفت نہیں سیکھتے کرتے کیا ہیں دست غیب کی تلاش میں سامنے باداموں کا ڈھیر لگا رکھا ہے۔ ترک حیوانات سے رات دن مشقت اٹھائی جاتی ہے مگر حصول کچھ بھی نہیں۔ اگر ہر ایک کے ساتھ یوں ہوا کرے تو نظام عالم بگڑ جائے اسی طرح کیمیا کی تلاش میں گھر پھونک دیا، تاجروں کے گھروں میں سونے چاندی کا ڈھیر ہے اس کم بخت کے ہاں راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں، خزائن تلاش کرتے کرتے دیوانہ بن گیا۔ رمل وجفر ونجوم والوں سے دریافت کرکے غیب کے آئندہ مصائب دفع کرنے میں کوشش ہو رہی ہے حالانکہ رمال ونجومی آپ کچھ نہیں کر سکتا۔ فقراء کا لباس پہن کر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو مرادیں دیتے پھرتے ہیں۔ یہ سب بد اقبالی کے زیورات ہیں پناہ بخدا ۱۲ منہ۔

رُكُوْعَاتُهَا ٢ — (٦٠) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (٩١) — اٰيَاتُهَا ١٣

سورۃ الممتحنہ مکیہ ہے اس میں تیرہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ
وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۗ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ
وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ معانقة ۱۲ عندالبناخرجن ۱۲

ترجمہ: ...... اے ایمان دارو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں رسول کو اور تم کو اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو اگر تم جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لیے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے رستے سے بہکا① اگر وہ تم پر قابو پائیں تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ② تمہاری رشتہ داری اور تمہاری اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئے گی قیامت کے دن وہ تم میں فیصلہ کر دے گا اور تم جو کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے③۔

ترکیب: ...... تلقون . . . الخ حال من ضمیر الفاعل فی تتخذوا او صفت لاولیاء او استیناف والباء زائدۃ۔ وقد کفروا . . . الخ حال من فاعل تلقون وقیل من فاعل لاتتخذوا۔ یخرجون . . . الخ حال من فاعل کفروا او استیناف مبین لکفرھم وصیغۃ المضارع لاستحضار الصورۃ۔ ان تؤمنوا مفعول لہ معمول یخرجون۔ ان کنتم جوابہ محذوف دل علیہ لاتتخذوا۔ جھادا مصدر فی موضع الحال او معمول فعل محذوف دل علیہ الکلام۔ تسرون توکید لیلقون بتکریر معناً وانا اعلم حال وقیل اعلم مضارع والباء مزیدۃ وما موصولۃ او مصدر۔

تفسیر:......سورۂ حشر میں منافقوں کی بدسیرت کا بیان تھا، جس سے حذر کرنا (بچنا) چاہیے۔اب اس سورت میں منافقانہ سیرت کی مذمت کرتا ہے۔اوراس سورت کی شان نزول میں بخاری وغیرہ محدثین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

واقعۂ شانِ نزول:......وہ یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی بدری نے ایک عورت کو جو مدینے سے مکے واپس جارہی تھی مشرکین مکہ کے نام ایک خط دیا جس میں اظہار محبت کے بعد آنحضرت ﷺ کے راز کا اظہار تھا کہ حضرت تم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں ہوشیار رہو۔ وہ عورت خط لے کر نکل گئی۔جبریل نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی آنحضرت ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ ومقداد رضی اللہ عنہ کو دوڑایا کہ ایک عورت فلاں باغ کے پاس ملے گی، اس کے پاس حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ اور عورت کو جانے دو یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے اسی باغ کے پاس عورت کو جالیا اس سے خط مانگا وہ مکر گئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار سے ڈرایا تو خط بالوں میں سے نکال کر دیا۔یہ لے کر حضرت ﷺ کے پاس آئے، حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور خط دکھایا اس نے سچا عذر کر دیا کہ میں نے دین سے برگشتہ ہو کر یہ کام کیا نہ مشرکین کی محبت سے۔دراصل ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی مکہ میں قرابت دار ہے جو اس کے عیال واطفال کی نگہبانی کرتا ہے میرا وہاں کوئی بھی نہیں اس لیے یہ خط لکھا کہ اس کے سبب مشرکین میرے عیال واطفال کو نہ ستائیں اوراس میں آپ کا کوئی ضرر بھی نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ سچا ہے اور اہل بدر ہے اللہ نے بدریوں کے حق میں کہہ دیا کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

کفار سے مودّت پسندیدہ نہیں:......یہ کام اللہ کے نزدیک ناپسند تھا۔ان آیات میں اس محبت اور مودّت کو ناپسند کرتا ہے کہ ان سے دوستی اور یارانہ نہ کرو اگر میری رضامندی مطلوب ہے کیونکہ وہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں اگر قابو پائیں تو کوشش کرتے ہیں اور تمہاری رشتہ داری اور اولاد قیامت میں کچھ کام نہ آئے گی جس کے لیے تم یہ ناپسند باتیں کر رہے ہو۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ
اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ
اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا
رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ ع

ترجمہ:......تم کو ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں کی عمدہ چال چلنی چاہیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بےزار ہیں، ہم تمہارے قائل نہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے دشمنی اور کاوش پیدا ہو گئی جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر

ابراہیم کی اس بات میں پیروی نہیں جو اس نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں ضرور تیرے لیے بخشش مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں (اور یہ بھی کہا تھا) اے رب ہم نے تجھ پر بھروسہ کرلیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر آنا ہے ④ اے رب ہم کو کافروں کے ہاتھ میں نہ ڈالیوں اے ہمارے رب ہم کو بخشش دیجیو تو جو ہے تو زبردست حکیم ہے ⑤ اس پر وہی چلے گا جو اللہ اور قیامت کے دن ❶ کے سامنے ہونے کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پرواخوبیوں والا ہے ⑥۔

ترکیب:.....فی ابراھیم . . . الخ صفة ثانیة لاسوة او خبر لکانت۔ ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنة. او صلة لھا اذقالوا ظرف لخبر کان بُرَءٰٓؤُا جمع بری کظریف وظریف وقرء: براء بالکسر مثل ظراف بالفتح اسم مصدر مثل سلام والتقدیر اناذوبراء الا قول استثناء منقطع من قولہ تعالیٰ اسوة حسنة فان استغفار ابراھیم علیہ السلام لابیہ وان کان جائزاله قبل النھی عنه لکنه لیس ان یوشی به۔ لمن کان بدل من لکم۔

تفسیر:.....کفار کی محبت ومودت سے دوسرے پیرایے میں منع کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں اعداء اللہ سے دشمنی:.....فقال قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ کہ اے مسلمانو! تم کو ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ان کا عمدہ طریقہ اور بہتر رویہ تمہارے لیے قابل اقتداء ہے۔ پھر ان کے عمدہ طریقے کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کیا تھا اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ . . . الخ کہ جب ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں نے اپنی بت پرست قوم سے یہ کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہیں یعنی تمہارے معبودوں اور ان کی نسبت جو کچھ تمہارے اعتقاد ہیں کہ وہ نفع وضرر کے مالک ہیں ہم اس کے منکر ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ ہے وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ . . . الخ کہ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کو دشمنی اور رنجش پیدا ہوگئی جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لاؤ۔

نینویٰ اور بابل کے بادشاہ اور ان کی قوم اور سردار بت پرست تھے صرف ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ایمان لائی تھی اس وقت اس قوم کے مقابلے میں جو ہر طرح سے قابو یافتہ تھی اس بے کسی کی حالت میں یہ کہہ دینا کوئی آسان بات نہ تھی یہ جواں مردی محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر تھی۔ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہیے۔

کفار سے دوستی رکھنا حرام ہے:.....مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں کس لیے ان سے محبت رکھتے ہو برادری اور دوستی اللہ کے دشمنوں سے کیسی؟ مسلمان کے سچے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اس کے دشمنوں بددینوں ملحدوں پر قولاً وفعلاً تمسخر کرنے والوں سے قطع کردے۔ ان سے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔ ہاں خوش خلقی اور حسن معاشرت کی ممانعت نہیں یہ اور بات ہے۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ . . . الخ ہاں اس بات میں ابراہیم کی پیروی نہیں جو اس نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی کہ میں اللہ سے ضرور بخشش مانگوں گا حالانکہ مجھے اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں (ابراہیم علیہ السلام سا پیغمبر اپنے باپ کے حق میں یہ بے اختیاری ظاہر کرے پھر وہ بزرگ زادے جو اپنے بزرگوں کے طریقے پر نہیں کس بھروسے پر نجات کا بیڑا اٹھاتے ہیں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:.....پھر آگے ابراہیم علیہ السلام کی مناجات ہے جو اس وقت اپنے رب سے کی تھی کہ رَبَّنَا عَلَيْكَ . . . الخ

---

❶ اسوہ بالضم والکسر پیشوا در مہمات (صراح) اسوة حسنة یعنی اچھا نمونہ یا اچھا طریقہ ہے ۱۲ منہ۔

اے رب تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر جانا ہے۔ ہم کو کافروں کے ہاتھ میں ڈال کر اور آزمائش نہ کر اور ہم کو بخش دے تو جو ہے تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے کفار کی تکلیف سے بچایا اور جو کوئی ایسا کرے اس کو بچاتا ہے۔ الغرض کافر باپ کے لیے بخشش مانگنے میں ابراہیم کی پیروی نہ کرو اور سب باتوں میں کرو اگر اللہ اور قیامت کے سامنے ہونے کی امید ہے اور جو اس بات کو نہ مانے اور کفار و فجار سے دوستی رکھے تو اللہ کو بھی اس کی پروانہیں، یہ سخت تہدید کا کلمہ ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ
وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِيْنَ ⑧ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

ترجمہ:......شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تم کو دشمنی ہے دوستی قائم کردے اور اللہ قادر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے ⑦ اللہ تم کو ان لوگوں سے منع نہیں کرتا کہ جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور انصاف سے پیش آؤ اس لیے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ⑧ تم کو اللہ منع تو انہیں سے کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر (لوگوں کی) مدد بھی کی کہ ان سے دوستی کرو اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہیں ⑨۔

ترکیب:......اللّٰہ فاعل عسی۔ ان یجعل الجملۃ خبرھا۔ مودۃ مفعول لیجعل ان تبروھم فی موضع جر علی البدل من الموصول بدل البعض۔ وتقسطوا معطوف علی تبروا منصوب بان۔ ان تولوھم بدل من الموصول (الذین) بدل الاشتمال ای ینھکم ان تتولوھم۔

تفسیر:......پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ملاپ سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے بالکل ترک کر دیا اور اس حکم کی پابندی میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ حسن معاشرت کے قانون سے تجاوز ہو گیا۔

شانِ نزول:......چنانچہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ سے اس کی ماں آئی اس وقت کہ قریش میں اور نبی ﷺ میں معاہدہ قائم ہو گیا تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بغیر آنحضرت ﷺ سے دریافت کیے اپنی مشرکہ ماں کو گھر میں بھی نہ آنے دیا نہ اس کے تحفے قبول کیے۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ میری ماں مشرکہ ہے کیا میں اس سے سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے سلوک کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے بارے نازل ہوئی جنہوں نے آنحضرت ﷺ

سے عہد کرلیا تھا کہ ہم آپ پر چڑھائی نہ کریں گے نہ آپ کے برخلاف کسی کو مدد دیں گے خیر کوئی واقعہ ہو مگر یہ آیات اس افراط کے روکنے کے لیے نازل ہوئیں جن کا خلاصہ ایک درمیانی برتاؤ اور اعتدال کی کاروائی ہے۔

کفار سے دوستی و ترک موالات:..... فقال عَسَى اللّٰهُ ... الخ کہ شاید اللہ تم میں اور تمہارے دشمن کافروں میں دوستی کردے۔ اب اتنا نہ بڑھو کہ حسن معاشرت اور مکارم اخلاق سے بھی گزر جاؤ کہ پھر دوستی ہو جانے کے بعد شرمندہ ہونا پڑے، اسی جگہ سے عقلاء نے کہا ہے کہ دشمنی کے وقت اس بات کو بھی لحاظ رکھ کہ دوستی ہو جانے کے بعد کسی نامناسب بات پر ندامت نہ اٹھانی پڑے اور دوستی میں بھی دشمنی کے زمانے کو خیال کرلے کوئی ایسی بات اس کے ہاتھ میں نہ دے کہ دشمن ہو جائے تو تجھے مشکل پڑے۔

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ اللہ اس بات پر قادر ہے اور تمہاری افراط و تفریط کے لیے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے۔ اور شاید ملاپ کرنا شاق بھی گزرا ہو جیسا کہ انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہے۔ مگر جب وہ لوگ اس حکم کے امتحان میں پورے نکلے تو اللہ نے آئندہ دوستی قائم ہونے کا مژدہ بھی سنا دیا اور اس میلان قلبی کی معافی بھی کردی بقولہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اس بشارت کا جلد ظہور بھی ہو گیا فتح مکہ کے بعد جس سے لڑائی تھی شیر و شکر ہو گئے۔

کفار سے احسان وانصاف کیا جائے:..... پھر اس امر میں یہ امتیاز کر دیا لَا يَنْهٰىكُمُ کہ جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ انہوں نے تم کو گھروں سے باہر کیا ان سے احسان وانصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا۔ احسان وانصاف ان سے کرو۔ مگر دوستی و محبت اور چیز ہے وہ نہیں۔ اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور ان کے حلیف قبائل ان سے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے، تولیٰ دوستی با کسے کردن (صراح) احسان اور عدل کرنے کی بابت ان لوگوں سے کچھ نہیں فرمایا اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اس کی بھی ممانعت ہے۔ آیت کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ یہ لوگ حربی کہلاتے ہیں ان سے بجز مقابلے کے اور کیا کیا جائے اور احسان و سلوک کفار میں سے صرف ذمیوں کے ساتھ درست ہے جو اسلام کے ذمے یا عہد میں داخل ہوں جیسا کہ عرب میں قبیلہ خزاعہ تھا۔

فوائد: (۱) عَسَى اللّٰهُ ... الخ ایک بشارت اور پیشین گوئی تھی جس میں ضمناً اسلام کی ترقی اور اس کے غلبہ کی طرف اشارہ تھا اس لیے ان صادق اہل اسلام کی ان کفار سے دوستی ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یا وہ کفار مسلمان ہو جائیں یا مغلوب ہو کر اسلام کی ماتحتی اختیار کرلیں۔ اس آیت کے نزول کے تھوڑے زمانے بعد اس کا ظہور کامل طور پر ہوا۔ مکہ اس کے بعد فتح ہوا وہاں کے کفار جو مسلمانوں کو محض اسلام کے لیے تکلیف دیتے تھے مغلوب ہوئے اور اسلام لائے پھر کیا تھا بھائی بھائی ہو گئے۔ اس سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے اقارب میں دینی عداوت تھی پھر وہی محبت ہو گئی ابو سفیان کو قہر کی نظروں سے دیکھتے تھے پھر ایک ہو گئے۔ مسلمانوں کے اس صبر و برداشت و فرمانبرداری کا یہ نتیجہ اللہ نے دکھایا۔ اس کے فرمان کے مطابق اقارب سے یک لخت بیگانگی ہو گئی تھی۔

اسلام کے مد مقابل تین دشمن:..... (۲) دنیا میں اسلام کا آنا ایک تغیر عظیم تھا، اس کے مقابلے میں اس کے تین دشمن کھڑے ہوئے۔ اول کفر و بت پرستی، کیوں کہ اس کی تو اسلام نے دنیا میں ظاہر ہوتے ہی بیخ کنی کی کے کے قریش جو مسلمانوں کے قرابت دار بھائی بند تھے سب سے اول مقابل ہوئے اور بڑی بے رحمی اور بے مروتی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مار پیٹ گالی گلوچ قتل و ضرر رسانی کا کوئی دقیقہ ان غریب مسلمانوں سے اٹھا نہیں رکھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان عزیز سے نکال دیے گئے جو سب مدینے میں آ جمع ہوئے۔

دوسرا رقیب عیسائیت تھی جو نہایت بدنما اور مہیب صورت میں ظاہر ہو رہی تھی اور ایک ایسے بیمار کی حالت میں تھی کہ جس میں صد با امراض نے گھر کر لیا ہو یہ بھی مقابل ہوئی اور شام کی سرزمین پر اس میں اور اسلام میں آخر کشت و خون کی نوبت پہنچی اور پھر قرنوں تک

دونوں دنیا کے اکھاڑے میں لڑتے رہے اور قیامت تک لڑتے رہیں گے۔

تیسرا دشمن اور بغلی گھونسا یہودیت و مجوسیت تھی۔ آخرکار اسلام کے دل کش نظاروں نے دنیا کو اپنے اوپر فریفتہ کر ہی لیا اور یہ کشمکش اسلام کو اب بھی جہاں نیا عمل دخل کرتا ہے پیش آتی ہے اس لیے اس کے مخالفوں کے برتاؤ کے لیے اللہ پاک نے ان آیات میں دستور العمل قائم کر دیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

دستور العمل:......(۳) اسلام کے غیر لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ قسم اول جو اس سے مقابلہ نہیں کرتے اور نہ اس کی ایذا و ضرر رسانی میں سعی کرتے ہیں اب عام ہے کہ وہ اس کے ذمے یا عہد میں بھی داخل ہیں یا نہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سلوک انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا۔ اسلام کی فیاضی و ہمدردی ایسے کافروں پر بھی ہے اور ان میں سے اہل ذمہ کو تمدنی حالت میں کسی طرح بھی کم نہیں سمجھا گیا۔

دوسری قسم وہ ہے جو اس سے مقابلہ کرتے ہیں، تکلیفیں دیتے ہیں، قتل و ضرب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے جو ان کے امکان میں ہو جیسا کہ قریش مکہ تھے۔

اب ایسے لوگوں کے ساتھ وہ مذہب (جو دنیا میں سلطنت و شوکت کے لباس میں جلوہ گر ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ان سخت وعدوں کا ایفا جو اس نے سرکشوں کے لیے کیا تھا اسی کی شمشیر آب دار کے قبضہ سے بندھا ہوا ہو) کیا کرے گا؟ مقابلہ اور اپنی قوت کا اجتماع۔ اجتماع قوت اعوانیہ کا یہ پہلا اصول ہے کہ مخالفوں سے یکسوئی اختیار کریں تاکہ ان پر پڑے اور انتخاب صادق ہو کر ایک لشکر قہار تیار ہو جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی محبت سے منع کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کے حال کو نمونہ پیش کر کے یہ بھی کہہ دیا کہ ان کی دوستی کچھ بھی نفع نہ دے گی الٹا دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا۔

حکم تو یہ تھا مگر اس کو کس عمدہ عبارت میں ادا فرمایا ہے اور لفظوں میں دوسرے مطالب کی طرف اشارہ بھی کرتا گیا۔

اول: تو کفار کے ساتھ جو قسم اول ہی کیوں نہ ہو سلوک کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہہ دیا لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ اللہ تم کو منع نہیں کرتا اجازت و رخصت دیتا ہے تاکہ کفر کی ذلت اس عارضی صلح و ذمہ سے مٹ نہ جائے۔

دوم: اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا فرمایا کہ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جس سے یہ نکلا کہ دوستی کی اجازت نہیں دیتا۔

سوم: قسم دوم کے کفار کے لیے یہ فرمایا کہ ان سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے نیکی و انصاف کا ذکر چھوڑ دیا تاکہ دونوں پہلو ملحوظ رہیں کفر و عداوت پر غور کیا جائے تو ان سے بجز جنگ اور جواب ترکی بہ ترکی اور کچھ نہ کیا جائے تاکہ دنیا سے کفر کا جھنڈا اکھڑے اور جو ان میں سے کسی کی حالت زار فقر و فاقہ و مصیبت پر خیال کیا جائے تو نیکی اور حسن سلوک کر دو، بھوکے کو کھانا کھلا دو، ننگے کو کپڑے پہنا دو، تمہاری عدالت میں ان کا جھگڑا آئے تو انصاف کرو۔

چہارم: قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ میں مسلمانوں کو جوش مذہبی دلایا۔ واخرجوکم میں جوش عصبیت و حمیت وغیرہ کو دوبالا کر دیا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ ؕ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ؕ

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ
الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ
اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:......اے ایمان والو! جب کہ تمہارے پاس ایمان دار عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان کر لو اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم جان لو کہ وہ ایمان دار ہیں تو ان کو کافروں کی طرف نہ بھیجو نہ یہ عورتیں ان کو حلال ہیں نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور ان کافروں کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور تم پر ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کے مہر دے چکو اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے (ان عورتوں پر) خرچ کیا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں اللہ کا یہی حکم ہے جو تمہارے لیے صادر فرمایا اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۱۰﴾ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی چلی جائے کافروں کی طرف پھر تمہاری باری آ جائے تو تم ان مسلمانوں کو دیدو کہ جن کی بیویاں چلی گئیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو ﴿۱۱﴾۔

ترکیب:......مهجزت حال من المؤمنت۔ فامتحنوهن جواب اذا۔ الله اعلم جملة معترضة۔ مؤمنت مفعول ثان بعلمتم هن مفعول اول۔ فلاترجعوهن الجملة جواب الشرط لاهن الجملة فى موضع التعليل لقوله فلاترجعوا ولا تمسكوا من الامساک۔ وقرء ابوعمرو ويعقوب بالتشديد والاخرون بالتخفيف۔ بعصم جمع عصمة وهى مابعصم به من العقد والنسب والعهد والمراد به ههنا النكاح۔ الكوافر جمع كافرة۔ وان فاتكم أى سبقكم وانفلت منكم شئى فاعل فاتكم۔ من ازواجكم بيان لشئى وايقاع شئى للتحقير والاشباع فى التعميم اوشئى من مهور ازواجكم۔ فعاقبتم اى فجاءت عقبتكم اى نوبتكم من اداء المهر شبة الحكم باداء هؤلاء مهور اولئک تارة واداء اولئک مهور نساء هؤلاء تارة بامر يتعاقبون فيه كمايتعاقب فى الركوب وغيره قال المبرد فعاقبتم اى فعلتم مافعل بكم يعنى ظفرتم وهو من قولک العقبى لفلان اى العاقبة ومعنى العاقبة الكرة الاخيرة وقال ابن عباس ومسروق ومقاتل معنى عاقبتم غنمتم وغزوتم معاقبين غزوا بعد غزو وكانت العقبى والغلبة لكم وقيل اصبتم الكفار فى القتال بعقوبة حتى غنمتم۔ قرء حميد الاعرج فعقبتم بالتشديد قرء الزهرى بالتخفيف بغير الف وقرء مجاهد فاعقبتم اى صنعتم بهم كماصنعوا بكم فهو معطوف على فاتكم فى حيز الشرط۔ فاتوا... الخ جوابه۔ مثل مفعول ثان فاتوا۔

تفسیر:...... دشمن اسلام تین قسم کے تھے۔

اول: وہ کہ ان کی دشمنی ہنوز باقی تھی۔

دوم: کہ جن کی دشمنی دور ہو جانے کی امید تھی۔
سوم: وہ کہ ان کی دشمنی جاتی رہی تھی اور وہ مطیع اسلام ہو گئے تھے۔
ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال بیان فرما کر ہر ایک فریق سے ان کے مناسب معاملہ کرنے کا حکم دیا۔

کفار سے طریقہ معاملات:..... قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ . . . الخ میں اول قسم کے کفار کا حکم دیا کہ ان سے بالکل ترک کرنا چاہیے۔ اور دوسری قسم کے لوگوں کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً کہ ان سے ایک روز دوستی ہو جائے گی حسن معاشرت سے پیش آؤ۔ تیسری قسم کے کفار کا حال اور حکم ان آیات يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ میں بیان فرماتا ہے کہ اب جو کفار میں اور تم میں بمقام حدیبیہ صلح و عہد ہو گیا ہے وہ دشمنی تمام ہو گئی ان سے عدالت و انصاف کی کاروائی کرو جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

صلح حدیبیہ و عہد نامہ:..... بخاری نے روایت کی ہے کہ بمقام حدیبیہ جو نبی ﷺ میں اور کفار مکہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا اور سہیل بن عمرو کفار کی طرف سے عہد نامہ لکھ رہا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ ہمارا جو کوئی اے محمد (ﷺ) تیرے پاس بھاگ کر آئے تو آپ اس کو ہمارے حوالے کر دیں اگرچہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو۔ مسلمانوں کو یہ شرط شاق معلوم ہوئی اور انکار کیا مگر اس نے نہ مانا آخر لکھی۔ اسی روز آنحضرت ﷺ نے ابوجندل سہیل مذکور کے بیٹے کو جو مکہ سے بھاگ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا تھا اس کے حوالے کیا❶۔ یہ معاملہ مردوں کے ساتھ تھا مگر عورتوں کی بابت اس عہد نامہ میں کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی۔ اس عرصے میں چند عورتیں بھی مکہ سے محض دین اسلام اختیار کرنے کی غرض سے مسلمانوں میں آملیں من جملہ ان کے سبیعہ بنت حارث قبیلہ اسلم کی بھی آئی اور عہد نامہ لکھ کر اس پر مہر ہو چکی تھی اس کے پیچھے اس کا خاوند بھی آیا جس کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مسافر مخزومی مقاتل کہتے ہیں اس کا نام صیفی بن راہب تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ میری بیوی کو میرے ہمراہ کر دیجیے آپ ﷺ نے ہمراہ نہ کیا اس لیے کہ یہ آیت نازل ہو گئی تھی۔ اس آیت میں عورتوں کا دینا ممنوع ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کا دریا جوش زن تھا لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اپنے وطنوں میں کفار برادری سے امن نہ تھا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کے پاس چلے آتے تھے مکہ کے لوگوں سے صرف مردوں کی بابت معاہدہ ہو گیا تھا اس آیت نے کھول دیا کہ عورتوں کی بابت معاہدہ نہیں وہ ہرگز واپس نہیں دی جائیں گی اس لیے کہ کفر و اسلام میں زوجیت باقی نہیں رہتی نہ کافر مرد کو مسلمان عورت حلال ہے اور نہ مسلمان عورت کو کافر مرد مگر شرط یہ تھی کہ وہ عورت خاص اسلام کے لیے ہجرت کر کے آئی ہو، کسی مرد یا دنیوی خواہش یا اپنے شوہر کی نفرت سے نہ آئی ہو اس لیے سب سے اول آیت میں اسی مسئلہ کی تشریح ہوئی۔

مسلمان عورتوں کا امتحان:..... فقال يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ کہ اے مسلمانو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کر لو کہ آیا دراصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے؟ امتحان آزمائش قرآن میں اس کا کوئی خاص طریقہ بیان نہیں ہوا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ان سے حلف دے کر پوچھتے تھے کہ تو اپنے خاوند سے ناراض ہو کر یا کسی مرد کی رغبت سے یا کسی دنیاوی غرض سے تو نہیں آئی؟

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ حقیقت الامر اور ان کا ایمان تو اللہ ہی کو معلوم ہے یہ اس لیے فرمایا کہ دنیا میں احکام شرع ظاہر پر جاری ہوتے

---

❶ ..... اس میں بھی مصلحت الٰہیہ تھی وہ یہ کہ یہ لوگ مکہ کو واپس نہ گئے نہ مدینے میں رہے بلکہ ایک مقام تجویز کر کے کفار مکہ کے آیند روند کو لوٹنا شروع کر دیا، جس سے کفار نے ان کو مدینے ہی میں رہنا غنیمت جان کر واپس لینے کی درخواست کو چھوڑ دیا۔

ہیں جب وہ حلف سے ایمان ظاہر کر دیں تو تمہیں اعتبار کرنا چاہیے کسی بدگمانی کو دخل نہ دینا چاہیے۔ اور نیز ان کے ایمان کی تائید بھی ہے اس لیے کہ امارات تو ظاہر ہیں مگر وطن واقارب کا چھوڑنا ان پاک باز بیویوں کا محض ایمان اور محبت الٰہی سے تھا۔

کفار کی مسلم بیوی سے نکاح:.....فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ اگر تم کو یقین ہو جائے کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو پھر ان کو کفار کے پاس نہ جانے دو اس لیے کہ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ یہ عورتیں ان کفار شوہروں کے لیے حلال نہیں وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ اور نہ وہ کافر شوہر ان کو حلال اور جائز بنا سکتے ہیں۔

پہلا حکم:.....ان آیات میں یہ پہلا حکم ہے کہ کفار کی بیویاں اگر اسلام لا کر مسلمانوں کے گروہ میں آملیں تو ان کا نکاح سابق باقی نہیں رہتا بھی مسلمان عورت کافر کے لیے نہیں کوئی مسلمان عورت کسی ہندو یا نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا کسی غیر مذہب والے سے نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ حرام کاری ہوگی بادشاہ اسلام کا فرض ہے کہ ان کو جدا کر دے اور جو نہ مانیں تو سزا دے تا کہ ملک بدکاری سے پاک رہے اس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے۔

فائدہ: جب کوئی عورت مسلمان ہو جائے یا اسلام کے ارادے سے مسلمانوں کے گروہ کی طرف سفر کرے بہ ایں نیت کہ پھر کفار میں نہ جائے گی اس کا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہو گیا۔

اب مسلمان عورت کو مسلمان مرد سے نکاح درست ہے پہلے خاوند کا جو کافر تھا کچھ تعلق باقی نہیں رہا ❶ اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت کے بعد یوں فرماتا ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ کہ مسلمانوں پر ان مہاجرات عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ان کے مہر ادا کر دیں۔

ادائیگی مہر ونفقہ:.....مہروں کا ادا کرنا اس حکم کے لیے دائمی قید نہیں بلکہ اس واقعے کے لحاظ سے یہ قید لگائی جو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش آیا تھا، وہ یہ کہ کفار مکہ سے عہد نامہ ہو چکا تھا اور مکہ والوں کی عورتیں ہجرت کر کے مدینے میں آتی تھیں۔ یہ واپس نہ بھیجی جاتی تھیں بلکہ ان کا نکاح مسلمانوں سے درست تھا مگر بموجب اس باہمی مصالحت کے یہ ضرور ہوتا تھا کہ ان کے کافر خاوندوں نے جو مہر ان بیویوں کو دیے تھے وہ واپس دیے جاتے تھے چنانچہ اس آیت سے پہلے جملے میں اس کا ذکر تھا وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا کہ ان کافروں نے جو کچھ اپنی بیویوں پر صرف کیا ہے وہ دیدو۔

مَّآ اَنْفَقُوْا جو کچھ خرچ کیا۔ گرچہ لفظ عام ہے روٹی کپڑے دیگر عطیات کو بھی شامل مگر مراد مہر ہے اس لیے کہ اور چیزیں عرف میں کم واپس لی جاتی تھیں جدائی کے وقت مہر ضرور واپس لیا جاتا تھا۔

اب یہ مہر کون دے؟ بیت المال دے اگر اس عورت سے کسی نے نکاح نہیں کیا ورنہ جس نے نکاح کیا وہ عورت کو مہر دیدے اور یہ مہر اس مہر کے بدلے میں جو اس نے کافر خاوند سے وصول کیا تھا واپس دیدے مہر جدید جو مسلمان مرد سے بندھا وہ اسی قدر ہونا چاہیے کہ جس قدر اس کافر نے دیا تھا۔ اس میں اور علماء کے اقوال بھی شاید کچھ ہوں۔

مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟:.....مگر اس بات کی تشریح آیت میں نہیں کہ

---

❶..... اسی طرح مرد اسلام لائے یا بہ ارادۂ اسلام دار الاسلام کی طرف آئے اس کی کافرہ بیوی سے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے ان دونوں میں زوجیت باقی نہیں رہتی۔ (عینی شرح ہدایہ باب العدۃ۔

مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟ ہدایہ کتاب العدۃ میں لکھا ہے و کذا اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ فان تزوجت جاز . . . الخ و ھذا کلہ عند ابی حنیفۃ و قالا علیھا و علی الذمیۃ العدۃ کہ اس عورت پر عدت نہیں مگر صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک عدت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت لَا جُنَاحَ میں عدت کی کوئی قید نہیں۔ صاحبین کہتے ہیں گو نہ ہو مگر اس بات کے امتیاز کے لیے کہ پہلے کافر خاوند کا حمل ہے یا نہیں عدت ضرور ہے اس لیے کہ اگر اس کو حمل ہے تو نکاح درست نہیں اور جو درست بھی کہا جائے تو صحبت کرنا وضع حمل تک قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور نیز امام احمد رحمہ اللہ اور ابوداؤد اور دارمی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی بابت جن کو مسلمان اسیر کر کے لائے تھے یہ فرمادیا تھا کہ حمل والی سے صحبت نہ کی جائے جب تک وہ نہ جنے اور بغیر حمل والی سے صحبت نہ کی جائے جب تک کہ ایک حیض نہ ہو لے۔ استبراء کرنے کا حکم گو سبایائے اوطاس میں صادر ہوا مگر علت عامہ مہاجرات میں بھی پائی جاتی ہے۔

فائدہ ۲: میاں بیوی کافر ہیں اور ان میں سے کوئی اسلام لا کر دارالاسلام میں چلا آئے تو ان کا نکاح جاتا رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر پھر دوسرا بھی اسلام لائے تو نکاح جدید کرنا پڑے گا و اذا خرج احد الزوجین الینا من دار الحرب مسلماً وقعت البینونۃ بینھما (ہدایہ کتاب النکاح) امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر اس عرصہ میں بیوی نے مسلمان ہو کر کسی اور سے نکاح نہیں کیا ہے اور اس کا خاوند بھی مسلمان ہو گیا تو نکاح جدید کی حاجت نہیں پہلا نکاح کفر کافی ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہت سی عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں اور بعد میں ان کے شوہر بھی مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی نکاح سابق ❶ باقی رکھا۔

مسئلہ: اگر دونوں یک لخت مسلمان ہو جائیں اور ان کا نکاح کفر میں اس طور سے ہوا تھا جو ان کے نزدیک بھی درست تھا تو وہی نکاح کافی ہوگا مگر جو کسی نے اپنے ناجائز قانون یا دستور کے موافق بیٹی یا بہن سے نکاح کیا تھا تو اسلام میں یہ باقی نہ رہے گا بلکہ جدا کر دیے جائیں گے (ہدایہ کتاب النکاح)۔

مسئلہ: اگر کافر میاں بیوی مسلمانوں کی قید میں آجائیں یعنی لڑائی میں پکڑے جائیں جیسا کہ مغلوبی کے بعد ہوتا ہے پھر ان کا باہم نکاح سابق رہا یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ عورت لونڈی میاں غلام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں باقی رہتا ہے۔ ہاں اگر ان دونوں میں سے ایک قید میں آجائے تو باقی نہیں رہتا اگر عورت ہاتھ آگئی تو مسلمان کی لونڈی ہے اگر اس کو حمل نہیں تو ایک حیض کے بعد اس سے صحبت درست ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت مسلمان ہو جائے اور دارالحرب میں ہی رہے اس کا نکاح تین حیض کے بعد فسخ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر اس عورت سے اس کا خاوند صحبت کر چکا ہے تو بے شک عدت کے بعد فسخ ہوگا ورنہ اسلام لاتے ہی فسخ ہو جائے گا خواہ دارالحرب ہو یا دارالاسلام۔ (ہدایہ)

دوسرا حکم: مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ:..... وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اور نہ تھام رکھو کافر عورتوں کی عصمت یعنی ان کو اپنے نکاح میں نہ سمجھو کہ ان کی حفاظت عصمت کی طرف تمہیں حاجت پڑے بلکہ ان کو چھوڑ دو کسی مرد سے نکاح کریں یا نہ کریں تم کچھ علاقہ نہ رکھو۔ جو لوگ ہجرت کر کے مدینے چلے آئے تھے اور مکے میں ان کی بیویاں اسی کفر کی حالت میں تھیں مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

---

❶..... من جملہ ان کے زینب رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں وہ اسلام لائیں اور ہجرت کر کے مدینے چلی آئیں اور ان کے شوہر ابوالعاص مشرک مکہ میں رہے پھر جب وہ بھی مسلمان ہو کر مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے حوالے کر دیا ۱۲ منہ۔

حضرت زہری کہتے ہیں اس آیت کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو کے میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا ایک کا نام قریبہ تھا جو ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جس نے اس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان سے کے میں نکاح کیا۔ اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے۔ دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی تھی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ماں اس سے ابوجہم بن خدانہ بن غانم نے نکاح کیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے۔

فائدہ: اسلام نے مسلمانوں و کافروں کے مابین ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا تھا اسلام اور شرک میں کوئی رشتہ نہ رکھا تھا جس کی صادق الایمان صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑی خوشی سے تعمیل کی جو ان کی صداقت اور سچے جوش کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر پُر اعجاز کا کامل نمونہ تھا۔ مگر اسلام کے سبب اس بیوی سے مفارقت، ہے کہ جس سے اسلام میں بھی نکاح درست نہیں۔ مثلاً اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہے اور خاوند کسی اور مذہب کا تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اس صورت میں بیوی خاوند سے جدا نہ ہوگی زوجیت باقی رہے گی اس لیے کہ مسلمان مرد کا اہل کتاب عورت سے نکاح درست ہے ہاں اگر عورت کسی ایک مذہب کی تھی اور مرد اہل کتاب تھا، عورت مسلمان ہوگئی نکاح فاسد ہو جائے گا اس لیے کہ مسلمان عورت بجز مسلمان کے اور کو درست نہیں (ہدایہ وغیرہ کتابوں میں ایسا ہی ہے)

تیسرا حکم: .....وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا تمہاری جو عورتیں کافرہ ہیں اور کافروں سے انہوں نے نکاح کر لیا ہے اور تم نے ان کو مہر دیا تھا وہ تم واپس لے لو۔ اور جو کافروں کی عورتیں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آگئیں اور انہوں نے تم سے نکاح کر لیا ہے تو کافروں نے جو مہر دیا تھا واپس کر دو۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لیے۔ اس کے فوائد اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے اس لیے کہ اللہ عَلِيْمٌ بڑا علیم والا حَكِيْمٌ حکمت والا ہے۔

واضعانِ قوانین ملی و قومی و سیاسی کے قوانین و احکام جب ہی قابل پذیرائی ہوتے ہیں کہ جب ان کو علم بھی ہو، عواقب امور پر نظر ہو طبائع بشریہ و خواص قومیہ و ملکیہ سے واقف ہوں اور اس کے ساتھ رفق و سہولت و تدابیر برجستہ بھی پہچانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں میں کون زیادہ ہے؟ بلکہ وہ سب سے زیادہ ہے پھر خرابی ہے اس ملک و قوم کی جس کے واضعان قوانین ان باتوں سے واقف نہ ہوں نہ ان میں رعایت مصالحہ کا مادہ ہو بلکہ وہ جاہل ہوں یا غیر لوگ اپنے طبائع اور خیالات پر دوسرے لوگوں کو حکومت اور شوکت کے دباؤ سے مجبور کرتے ہوں اس لیے شریعت محمد علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام سے کوئی قانون اور دستور العمل بہتر نہیں ہے بشرطیکہ اس بات کے سمجھنے کا دماغ بھی رکھتا ہو۔

ف: یہ آیت منسوخ ہے یا محکم؟ یعنی اب اگر ایسا واقعہ ہو تو کیا مہر لینے اور دینے چاہئیں؟ اکثر کے نزدیک یہ حکم محدود اور موقوف تھا کفار مکہ کے لیے بموجب عہد نامہ حدیبیہ کے۔ کفار عرب میں بھی مہر دینے کا دستور تھا وہ عورت کو پہلے دے دیا کرتے تھے اسلام نے بھی اس کو باقی رکھا اس لیے عہد نامہ ہونے کے بعد یہ واپسی قائم رکھی کیوں کہ کفار کی بیویاں جو مہر لے چکی تھیں مسلمان ہو کر مسلمانوں میں آملتی تھیں اور مسلمانوں کی مہر دی ہوئی عورتیں جو اسلام نہیں لاتی تھیں کفار کے پاس رہ جاتی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد پھر اس حکم کی ضرورت نہ رہی عرب کے اور قبائل کی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں نکاح مسلمانوں سے ہوئے، مہر نہ لیے گئے نہ دیے گئے۔ اس لیے دارالحرب کے کفار کی بابت تو یہ حکم ہرگز نہیں۔ اور ذمیوں کی بابت یہ حکم نہیں کوئی ذمی عورت مسلمان ہو کر مسلمان سے نکاح کر لے تو مسلمان کو اس کے ذمی شوہر کا مہر یا خرچ شادی واپس دینا لازم نہیں۔ ہاں اگر کسی قوم سے معاہدہ ہو تو دینا چاہیے۔

چوتھا حکم:۔۔۔۔ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا کہ جو تمہاری بیویوں میں کوئی کفار کی طرف جائے اور تمہاری نوبت آئے تو تم وہ مہر جو مہاجرہ کی بابت اس کے پہلے خاوند کافر کو دینا تھا ان مسلمانوں کو دیدو جن کی بیویاں مہر پا کر کفار کے پاس چلی گئیں۔

عام مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے مرتد ہو کر کفار کے پاس چلی جائیں۔۔۔۔الخ مگر بغور دیکھیے تو تعیم ہے جو ان کو بھی شامل ہے کہ جن کی بیویاں مسلمان نہیں ہوئیں اور کفار ہی کے پاس رہ گئیں، اور مہر پا چکی تھیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ چند عورتیں اس قسم کی تھیں جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی تھی فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ ان لوگوں پر صادق آتا ہے اور یہ بھی یہی کہ جن کی بیویاں وہاں رہ گئیں تو ان مہاجرات کا مہر جو ان کے کفار خاوندوں کو دینا چاہیے تھا ان مسلمانوں کو دینا چاہیے کہ جن کی عورتیں مہر پا کر وہیں رہ گئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو غنیمت میں سے مہر دیا تا کہ حساب برابر ہو جائے اس لیے کہ کفار سے ان عورتوں کا مہر لینا تھا جو ان کے ہاں رہ گئیں اور ان کی عورتیں جو یہاں آئیں ان کا مہر واپس کرنا تھا وہ اس میں وضع ہو گیا۔

عاقبتم کے معنی:۔۔۔۔ عاقبتم کے معنی میں بھی علماء کے کئی قول ہیں۔

اول: یہ کہ تمہاری آئے مہر لینے کی اس صورت میں کہ تمہاری بیویاں کفار کے پاس رہ جائیں۔

دوم: یہ کہ تم کفار سے جہاد کر کے غنیمت حاصل کرو۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بھی فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ تم اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ تمام احکام کی پابندی پر ابھارنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا
وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ
بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ ع

ترجمہ:۔۔۔۔اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے (یعنی روبرو دیدہ و دانستہ) کوئی بہتان باندھیں گی اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان کی بیعت قبول کر اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا مہربان ہے ⑫ اے ایمان والو! تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ ہوا، وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے کہ جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہو گئے ⑬۔

ترکیب:۔۔۔۔ اذا جاء شرط۔ يبايعنك حال من المؤمنت۔ ولا يسرقن وما بعده معطوف على ان لا يشركن يفترينه نعت لبهتان او حال من الضمير في ياتين۔ فبايعهن وما عطف عليه جواب الشرط۔ غضب الله عليهم الجملة نعت لقوماً

قد یئسو ... الخ نعت اخریٰ. من اصحب القبور متعلق بیئس ... الخ ای یئسوا من بعث اصحاب القبور ویمکن ان یکون حالا ای کائنین من اصحب القبور والکاف فی کما فی محل النصب۔

تفسیر: ..... پہلی آیات میں مؤمنات کے امتحان کا ذکر تھا جب کہ وہ ہجرت کر کے آئیں اور اس کے بعد ہجرت سے جو تفرقہ کافر خاوند اور بیوی میں تھا اس کے احکام تھے کہ باہمی معاہدے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے، اب یہاں ان عورتوں کے احکام بیان کرتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے بیعت کرنے کو آتی تھیں کہ اگر وہ ان باتوں پر بیعت قبول کریں یعنی عہد موثق کریں تو بیعت قبول کرلے۔

خواتین سے بیعت: ..... (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی عورتیں اس بلاء میں زیادہ مبتلاء تھیں، اب بھی توہمات باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی پرستش اسی گروہ میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے اس لیے سب سے اول اسی اہم کو پیش کیا۔

(۲) چوری نہ کریں گے۔ چوری اگرچہ مردوں کے لیے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری خانہ بربادی کا سبب ہے اس کے بعد اس کو منع کیا۔

(۳) زنا نہ کریں گی۔ زنا مردوں کے لیے بھی برا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لیے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اس کی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا اور گو توبہ کر کے یہ عورت محاسبۂ آخرت سے پاک ہو جائے مگر دنیا میں تو عمر بھر کلنک کا ٹیکا ہے۔ لیکن شرفاء عورتیں ایسا کام نہیں کرتیں اور بہت کم ان سے یہ حرکت وقوع میں آتی ہے اس لیے چوری کے بعد اس کو ذکر کیا۔

خاوند کے مال میں سے کچھ چرالینا شرفاء عورتیں ایسا بڑا عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ چوری عام لفظ ہے پیسہ سے لے کر بے انتہاء تک خواہ نقد کی ہو خواہ گھر کے اسباب کی ہو میاں کی بلا اجازت اس کی کوئی چیز چھپانا یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں یا اور کسی کو دے دینا سخت معصیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی باز پرس کا باعث اور دنیا میں اس کی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس عورت سے خاوند کو نفرت ہو جاتی ہے اور پھر خاوند کے گھر کا پورا اختیار اس کو نصیب نہیں ہوتا۔ امانت و دیانت عجب چیز ہے۔

دواعی زنا کی ممانعت: ..... زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اس کے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب ہیں غیر محرم کا گھر میں آنے دینا یا اس سے بے ضرورت باتیں اور اخلاق کا اظہار کرنا یا اس سے تخلیہ کرنا اور اسی طرح خاوند کے گھر سے باہر جانا اور غیروں کے ساتھ سیر و تفریح میں باغوں، سیر گاہوں میں جانا یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی کی کتابیں دیکھنا یا سننا جیسا کہ فسانہ عجائب، بدر منیر وغیرہ اخلاق کو برباد کرنے والی کتابیں ہیں یا نئے ناول نکلے ہیں۔ اسی طرح ناچ رنگ کی محفلوں میں شریک ہونا ان کی شہوت انگیز نقل و حکایات سننا، یا آپ گا کر لوگوں کو سنانا یا اپنے زیور یا کپڑے کی جھلکی دکھانا شراب و مسکرات کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں زنا کاری کے دروازے ہیں جن میں یہ باتیں ہیں وہاں زنا کاری کی بھی کچھ انتہا نہیں جس قدر ترقی ہوتا ہے یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں وہیں زنا کاری بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے برخلاف قریٰ و قبائل کے لوگوں کے کہ ان میں یہ کم ہے۔ اور اس لیے عصبیت اور جواں مردی بھی ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ زنا کار قوم میں غیرت نہیں رہتی۔ انجام کار وہ قوم دنیا میں تنزل اور پستی کا منہ دیکھتی ہے۔

ایک واقعۂ بیعت: ..... اس بات پر ایک روایت یاد آئی جس کو مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن جب عموماً وہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے اور مردوں کی بیعت سے آنحضرت ﷺ فارغ ہوئے تو مسلمان عورتیں بھی بیعت کے لیے آمادہ ہوئیں نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیچے تھے عورتوں نے بیعت کرنی شروع کی۔ انہیں امور پر ہند بنت عتبہ زوجۂ ابی

سفیان بھی برقع اوڑھے بے پہچانے پیش ہوئیں ❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بیعت لے رہے تھے، جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ سے شرک نہ کرنا۔ ہند نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہم نے اب تک بت پرستی کی تھی، آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا ان سے تو صرف اسلام وجہاد پر عہد لیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا چوری نہ کرنا۔ اس پر ہند نے کہا ابوسفیان کنجوس آدمی ہے اس کے مال سے میں نے کچھ لے لیا اب نہیں معلوم کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے مال سے جو کچھ تو نے پہلے لے لیا یا آئندہ لے سب تجھ کو معاف اور حلال ہے اس پر آنحضرت ﷺ ہنس پڑے اور ہند کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تو ہند عتبہ کی بیٹی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! جو کچھ مجھ سے پہلے قصور سرزد ہوا معاف کیجیے اللہ آپ کو معاف کرے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ زنا نہ کرنا۔ ہند نے کہا کیا شریف بی بیاں بھی زنا کرتی ہیں؟ یہ تو چھوکریوں لونڈیوں کا فعل ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ہند نے یہ کہا کہ ان بیبیوں میں سے کسی نے کبھی یہ کام نہیں کیا❷۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا

(۴) وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ عرب میں دستور تھا کہ دامادی کی عار وننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اس کی بھی ممانعت ہوئی۔ اس پر ہند نے کہا ہم نے تو ان کی لڑکپن میں پرورش کی جب وہ بڑے ہوئے تو تم نے ان کو مار ڈالا اب تم جانو وہ جانیں❸۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گئے اور آنحضرت ﷺ نے بھی تبسم کیا۔

بہتان باندھنے کی ممانعت:...... (۵) وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ پھر فرمایا کوئی بہتان نہ باندھے۔ یہ لفظ عام ہے ہر قسم کے بہتان کو شامل ہے خواہ کسی پر چوری کا بہتان لگایا جائے یا زنا کا۔ عورتوں میں یہ عادت بد بہت ہے کہ وہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں۔ اس سے بھی منع کیا، وہ خاوند پر بہتان لگا دینا تو ایک ادنیٰ بات سمجھتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ فراء کہتے ہیں کہ عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اٹھا لاتی تھیں اور خاوند سے کہہ دیتی تھیں کہ یہ میرا بچہ ہے تجھ سے۔ یہ ہے وہ بہتان کہ جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا اور یہ اس لیے کہ لڑکا جب دودھ پیتا ہے تو ماں اس کو سامنے ڈال لیتی ہے اور وہ اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہوتا ہے مگر اس کے معنی دیدہ ودانستہ کے ہیں بین ایدی محاورہ ہے اس معنی میں کہ دیدہ ودانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو یہ بھی سخت جرم ہے۔ (آنحضرت ﷺ نے جب اس حکم پر ہند سے بیعت لی تو) اس کے بعد ہند نے کہا واللہ بہتان بری بات ہے اور آپ عمدہ باتیں اور مکارم اخلاق سکھاتے ہیں۔

نافرمانی کی ممانعت:...... (۶) وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ پھر فرمایا اور کسی نیک بات میں رسول کی نافرمانی نہ کریں۔ یہ بڑا وسیع لفظ ہے اس میں اور سب عمدہ باتیں آگئیں اگر ان چھے باتوں پر عہد کرلیں اور اس پر بیعت کریں تو اے نبی! ان کی بیعت قبول کرلے اور ان کے پہلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگ، اللہ غفور رحیم ہے۔ اس بیعت پر قائم رہنے کا یہ صلہ ہے کہ ان کے لیے مغفرت اور اگلے جہان میں جہاں نئی زندگانی ہے عیش وآرام ابدی ہے۔

عورتوں کی تربیت اسلام اور نئی تہذیب میں:...... آج کل نئے علوم اور نئی روشنی کا بہت کچھ زور شور ہے اور نئی تہذیب یافتہ قومیں جو عیسائی مذہب کے برائے نام پابند ہیں اس امر میں بہت کچھ دعوے کرتے ہیں کہ عورتوں کی تعلیم پر ان کی بڑی ہمت مصروف

---

❶...... یہ ہند آنحضرت ﷺ کی پہلے بڑی دشمن تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ دانتوں سے اسی نے چبایا تھا اس کا ایک بیٹا حنظلہ تھا بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ۱۲ منہ۔ ❷...... اللہ رے شرافت وعصبیت کفر وبت پرستی میں بھی یہ کام نہایت برا اور حقیر سمجھا جاتا تھا۔ تف ہے ان پر کہ بہن بیٹیوں سے یہ کام کراتے اور ان کی کمائی سے عمدہ کپڑے پہن کر اینٹھتے پھرتے ہیں ۱۲ منہ۔ ❸...... یہ جنگ بدر کے مقتولوں کی طرف اشارہ تھا جن میں اس کا بیٹا حنظلہ بھی مارا گیا تھا ۱۲ منہ۔

ہے اور اپنے کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم یافتہ عورتوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ اور دیگر اسباب تمدن کے علاوہ ناچنا گانا بھی سکھاتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو اگر ان میں یہ پچھلے باتیں نہیں تو کسی غیرت مند آدمی کے نزدیک ان کا درجہ ایک بازاری عورت سے بھی زیادہ نہیں جو دل ربائی اور عیش ونشاط کے طریقے اپنے خانگی مکتبوں میں سیکھ کر بیٹھتی ہیں۔ ان چند باتوں کے علاوہ سینا پرونا اور ہنرمندی کی باتیں بھی اگر عورت میں ہوں تو نورٌ علیٰ نور۔

اسلام اپنی تعلیم نسواں میں نہ صرف بائبل پر بلکہ بڑے بڑے حکیموں پر بھی فخر کرسکتا ہے۔ زمانہ حال کے غیرت مند تعلیم یافتہ سے وہ صدمہ پہنچنا چاہیے جو اس کو اپنی دل ربا بیوی کی خیانت اور سرکشی اور غیروں کے ساتھ اختلاط کرنے سے ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو فرنگیوں کی ہر بات میں تقلید کرنا ہی ترقی جانتی ہے۔ فرنگی تو اپنی آزادی نسواں سے تنگ آگئے ہیں اور یہ اپنی نیک بیویوں کو اسی طرح آزاد ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں یہ کیا کہ بیوی گھر میں بیٹھی ہوئی ہے بجز ہمارے اور کسی مرد کی شکل بھی نہیں دیکھتی اس کی عقل میں فراخی نہیں آتی بلکہ ہمارے ساتھ بن ٹھن کر کسی تھیٹر یا مجلس میں چلے اور ہمارے جوان جوان دوست اٹھ اٹھ کر اس سے مصافحہ کریں، بغل میں لیں، پاک محبت سے بوسہ بھی لیں اور بغل میں ہاتھ دبا کر کسی کرسی پر جا بٹھائیں، اور کوئی دبنگ جنٹل مین برانڈی کی بوتل چڑھاتے ہوئے اس کی بغل میں ہاتھ دے کر اس کو کرسی پر سے اٹھا لے اور دونوں ناچتے ہوئے چلے جائیں اور ہارے تھکے بڑی دیر میں دورہ تمام کرکے آئیں۔ کسی روز ہماری غیبت میں ہمارا کوئی سچا دوست آئے اور سوار کرا کے اس کو سیر کرانے لے جائے اور جہاں چاہیں پھرآئیں اور جب چاہیں آئیں۔

اور کبھی یہ بھی ہو کہ بیگم صاحبہ کے کمرے میں ہم کو اس کا کوئی دوست بیٹھا ہوا ملے جس کو ہم نہ پہچانتے ہوں اور ہم تہذیب کے قاعدے سے ان کے پاس نہ جاسکتے ہوں اور جب تک چاہیں وہ بیٹھے رہیں اور ہم جلا کریں اور کچھ نہ کرسکیں، ایسی باتوں سے ذہن میں فراخی ہوجاتی ہے، پھر یہ پولیٹیکل امور میں بھی رائے دینے کے قابل ہوجائیں گی عورتیں کسی طرح مردوں سے کم نہیں تمام باتوں میں ان کو مردوں کا ہم پہلو اور پلہ بپلہ رہنا چاہیے پرانے خیالات نے ان کو اثاث البیت سمجھ رکھا تھا۔ استغفر اللہ اس نئی روشنی کے خیال کو نبوت کے پہلے ارشاد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قوائے بہیمیہ کا کہاں تک غلبہ ہوگیا ہے۔ الامان الامان۔

بیعت: ...... بیع:۔ خریدن و فروختن۔ اسلام میں یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ قوی ہے کہ کسی بزرگ یا سردار قوم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کیا جاتا ہے جس کی پابندی اشد ضروری خیال کی جاتی ہے، گویا اس بیعت کرنے والے نے کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار کو پورا کرنے کے لیے اس بزرگ کی معرفت اپنے تئیں بیچ ڈالا۔

اس بیعت کی چند قسمیں ہیں۔

اول: جو بیعت اسلام میں ہوئی وہ غزوۂ حدیبیہ میں تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے پیٹھ نہ پھیریں گے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کہ اے نبی جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے کررہے ہیں اس لیے کہ تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کا نام بیعت رضوان تھا۔

دوم: اسلام و جہاد پر بھی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

سوم: بیعت ترک معصیت والتزام حسنات پر، اس آیت میں یہی بیعت مراد ہے۔

چہارم: آں حضرت ﷺ کے بعد خلافت پر بھی بیعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی پر شروع ہوئی۔ یعنی خلیفہ تسلیم کرنے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے اس کو بیعت خلافت کہتے تھے۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے خلفاء کے لیے یہی رسم تخت نشینی تھی۔ عباسی خلفاء بھی لوگوں سے بوقت خلافت بیعت لیتے تھے، یہ بھی اسلام کی قدیم سنت ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد جاری ہوئی۔

پنجم: پانچویں قسم بیعت انابت ہے۔ جو پیرانِ طریقت سے کی جاتی ہے۔ دراصل یہ کوئی نئی قسم نہیں بلکہ وہی ہے یعنی تیسری قسم کی بیعت ہے جو ترک معصیت والتزام حسنات کے لیے ہے یہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں بھی ہوتی تھی۔ مگر اس میں قدرے تغیر ہو گیا ہے وہ کیا؟ وہ یہ کہ التزام اذکار طریقہ معینہ اور ان کی روش کی پابندی۔ اس قدرے تغیر سے اس کو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔ یہ بیعت بھی بیعت خلافت کی ہم عمر ہے اسی عہد سے یہ بھی جاری ہے اور بڑی مقدس جماعت میں جاری رہی اور اس کے عمدہ نتائج پیدا ہوئے تہذیب قوائے باطنیہ وتزکیۂ روح واکتساب کمالات روحانیہ اسی کے ثمرات ہیں۔

موجودہ زمانے کی پیری مریدی:..... مگر آج کل بعض نے تو اس کو بہت ہی بدنما کر دیا ہے یہ حالت ہو گئی ہے کہ خود بیعت لینے والا جاہل، طریقت تو درکنار شریعت سے بھی محروم صرف یہی تفاخر ان کو حاصل ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اولاد میں یا کسی خانقاہ کے موروثی سجادہ نشین ہیں، پھر بیعت بھی ایک بیعت، کہیں شربت کا پیالہ دیا جاتا ہے، کہیں صرف شجرہ لکھ کر دے دیا جاتا ہے نہ کسی عمل کا تقید نہ اوراد واذکار کی تلقین، نہ معاصی کے ترک کا اقرار لیا جاتا ہے پھر بیعت کرنے والے کون؟ اکثر عوام جہلاء بدکار امراء شہوت پرست رنڈیاں قوال۔ اور بیعت کس لیے؟ محض اس لیے کہ اس کے سبب سے ہم جمیع آفات وبلیات دنیوی سے محفوظ رہیں گے۔ آخرت میں وہ بزرگ کہ جن کی طرف یہ سلسلہ منسوب ہے خواہ ہم کچھ ہی کریں عذاب کے فرشتوں سے چھڑا کر جنت میں لے جائیں گے اور یہ سجادہ نشین بھی اسی خیال بخشش کی ترغیب کو نذرانہ حصول کرنے اور اپنی فرماں روائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بعض پیرزادے تو رنڈیوں ڈوموں بھانڈوں کو مرید کر کے ناچ مجرا دیکھتے ہیں اور اس شہوت پرستی کو فقیری اور معرفت وحقیقت کی سیڑھی سمجھتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان بدکاروں اور فواحش کا انکی قبروں پر جمگھٹا رہتا ہے، بہت نے تو یہ پیری مریدی ذریعہ معاش سمجھ رکھا ہے اگر وہ امراء اور فساق کو معصیت وترک شریعت پر توبیخ کریں اور ان کے اعمال بد کے برے نتائج پیش آنے والوں سے ڈرائیں تو نذرانہ اور آمدنی جاتی رہے بلکہ اپنے بزرگوں کی بے انتہا قدرتیں بیان کر کے اور ان کے مبالغہ آمیز قصے سنا کر اور بھی جرأت دلاتے ہیں، ایسی پیری مریدی بدعت کیا بلکہ دام شیطانی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

دشمنان خدا سے دوستی کی ممانعت:..... عورتوں کے لیے بیعت امور مذکورہ پر بیان فرما کر مردوں کو حکم دیتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا... الخ کہ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی محبت نہ رکھو کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے غصہ ہوا قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ وہ قوم آخرت سے ایسی ناامید ہو گئی ہے کہ جیسا کہ کفار مُردوں سے ناامید ہیں کہ وہ پھر جی اٹھیں گے یا یہ معنی کہ وہ قوم جس پر اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوا ہے آخرت سے ایسے ناامید ہیں ❶ جیسا کہ کفار جو اصحاب القبور ہیں یعنی مودے آخرت کے ثواب سے منکر ہیں۔ چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کفار جب قبر میں داخل ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ قبریں اپنے کفر اور بداعمال کا بدنتیجہ ان کو ناامیدی دلا دیتا ہے اور دار آخرت کی کیفیت ان کو معلوم ہو جاتی ہے

---

❶..... خیر وثواب آخرت کی ان کو کچھ امید نہیں یا تو اس لیے کہ وہ قوم یعنی یہود آخرت کے منکر تھے اس لیے کہ یہود میں ایک فریق آخرت کا منکر تھا یا اپنے اعمال بد کی وجہ سے ہو گئے ہیں ۱۲ منہ۔

وہاں اپنے لیے کوئی بھلائی نہیں پاتے۔

دشمنان خدا کون؟: ...... یہ کون قوم ہے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ یہود مراد ہیں اور معاذ اللہ جب انسان کو دار آخرت کا خیال نہ ہو تو پھر اس سے کسی کو بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ دغا فریب، عیاری سب کچھ اس سے بعید نہیں، اس لیے ان کی دوستی سے منع کیا گیا کہ سوائے مضرت کے اور کوئی بات حاصل نہیں۔

کفار سے دوستی کی ممانعت کا سبب: ...... مسلمانوں میں کچھ لوگ فقیر و محتاج تھے، وہ یہود مدینہ سے جا کر ملا کرتے تھے ان سے یہود کچھ سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیا کرتے تھے اور زمانہ تھا باہمی جدال و قتال کا، پھر یہ غرباء اندرونی تدابیر سے ان کو مطلع کر دیتے تھے اس لیے منع کر دیے گئے کہ ان سے دوستی نہ کرو۔ اور قطع نظر اس کے یہ ایک مقہور و مغضوب قوم تھی۔ اور ایسی قوم سے دوستی رکھنے والا بھی ان کے ساتھ اس بلاء میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جس میں وہ ہونے والے ہیں۔ اور نیز بدوں کی صحبت سے حذر (بچنا) لازم ہے جس طرح امراض متعدیہ کا دوسرے میں اثر پہنچتا ہے اسی طرح بد کی صحبت کا اثر پڑتا ہے۔

اٰیاتُھَا ۱۴ (۶۱) سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۹) رُکُوْعَاتُھَا ۲

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیتیں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ① یٰۤاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا
مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ
بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ترجمہ:......آسمان وزمین کے رہنے والے اللہ کی تقدیس کر رہے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے ① مسلمانو! تم ایسی بات کیوں کہہ بیٹھتے ہو جو کرتے نہیں ② اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ جو کہو اور اس کو کرو نہیں ③ بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے ④۔

ترکیب:......ان تقول الجملة بتاويل المصدر فاعل كبر مقتا تميز۔ عندالله متعلق بكبر۔ صفا حال من فاعل يقاتلون۔ في سبيله متعلق به۔ كانهم الجملة كذلك حال منه۔ وصفا بمعنى صافين قال صاحب الكشاف لم هي لام الاضافة داخلة على ما الاستفهامية كما دخل عليها غيرها من حروف الجر كقولك بم وفيم وعم ومم وحذف الالف لان ما والحرف كشئي واحد۔

نا کرنے والی بات اللہ کے ہاں بہت بُری ہے

تفسیر:......یہ سورت بھی بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی کہ جب ملک عرب میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کفار کا مسلمانوں پر ہر طرف سے نرغہ تھا اور مسلمانوں کی قلیل جماعت کو استقلال و جواں مردی سے اپنے دینی دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا، اس لیے اس سورت میں ان باتوں کی بھی ترغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے اول اس سورت میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ہر ایک چیز ہماری قدرت و یکتائی کا نمونہ اور مظہر ہے ہر شے کا حال اور بعض کا مقال اس بات کو بیان کر رہا ہے یہی ان کی تسبیح و تقدیس ہے۔ پھر اے انسان اشرف المخلوقات تو کس لیے جہل و غفلت و شہوات کے عمیق گڑھوں میں اوندھا پڑا ہے کس لیے اس کی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا، اور اس کے اوامر کو بجا نہیں لاتا اور کس لیے لاف زنی کرتا ہے؟ اے مسلمانو، اے پاک باز جماعت! تمہارا صف باندھ کر ثابت قدمی سے اعدائے دین سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھ کر ہماری تسبیح و تقدیس کرتے

ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہاری جاں نثاری کرتا ہے اس لیے ہم کو نہایت پسند ہے۔

چند اہم مباحث:......(۱) کفار و مشرکین حق سبحانہ، کی نسبت برے برے اعتقاد رکھتے تھے اور ان پر جمے ہوئے تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے یک دل ہو کر مقابلہ کرتے تھے اس لیے شروع سورت میں فرمایا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے ایمان دار خدائے پاک کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور بری باتوں اور عیوب سے اس کی ذات کو مبرا ٹھہراتے ہیں اسی طرح ہر چیز اس کی مخلوق میں سے بزبان حال اس کی پاکی بیان کر رہی ہے پھر ان نادانوں کے عیوب لگانے سے کیا ہوتا ہے ان کے مقابلے میں ان کی کیا مقدار اور کیا اعتبار؟ اس کے بعد فرمایا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہ کچھ آسمانوں اور زمین والوں کی تسبیح و تقدیس پر موقوف نہیں وہ خود بھی عزیز یعنی ہر شے پر غالب اور حکیم حکمت والا ہے۔ ان دو لفظوں میں بے شمار صفات حمیدہ کے ثبوت اور بری باتوں اور عیوب سے مبرا ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ غالب ہے کسی کا مقابلہ اس کی مرضی کو روک نہیں سکتا اور حکیم ہے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رسولوں کو بھیجتا ہے۔

(۲) کفار و مشرکین جو بری باتیں ذات پاک کی نسبت بناتے تھے اس پر ان کی سَبَّحَ لِلّٰهِ . . . الخ میں بڑی حکمت بالغہ سے تنبیہ و توبیخ کی گئی مگر اس کے ساتھ ان مسلمانوں پر بھی تنبیہ کرنا مناسب ہوا کہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے اور کرتے کچھ نہ تھے کیوں کہ یہ تسبیح و تقدیس کرنے والوں کی شان سے بعید ہے یعنی ایسا کرنے والے اس جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں اس لیے اس کے بعد فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ . . . الخ کہ اے مسلمانو! تم کس لیے وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں، یہ بری بات ہے۔ مسلمان جو کہے اس کو کرے بھی، صرف زبانی لاف زنی سے کچھ فائدہ نہیں۔

علماء کہتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار محبت و جلادت کرتے تھے کہ ہم آپ پر جان فدا کریں گے مگر اُحد کی لڑائی میں سست پڑ گئے اور ہچر مچر کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں ان منافقوں کی طرف اشارہ ہے کہ جو زبان سے دعوائے ایمان و جاں نثاری کا کرتے تھے مگر وقت پر کچھ بھی نہ نکلے۔ قوی تر یہی بات ہے کہ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی لاف زنی کرے اس کی نسبت ہے۔

عہد کو پورا کیا جائے:......اس آیت میں ایک سخت مؤکد کی جو اس سے پچھلی آیت میں آنے والا ہے تمہید ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول کے جانشینوں سے عہد کرو اس کو پورا بھی کیا کرو۔ اس آیت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ثبات اور بات پر قائم رہنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا حقیقت میں جس قوم میں یہ مادہ نہیں وہ کبھی کسی کام میں کامیاب نہ ہوگی۔ ان کی مجلس اور کمیٹیاں سب بچوں کا کھیل ہیں اس لیے اس کے بعد یہ فرمادیا۔

جو صف بنا کر جہاد کرتے ہیں اللہ ان سے محبت کرتے ہیں:......اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کہ اللہ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ یعنی جس طرح کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ کے احکام روکنے میں اور انبیاء علیہم السلام کے مغلوب کرنے میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت برے ہیں اسی طرح ایمان داروں کو ان کے دفع کرنے میں صف بستہ ہو کر لڑنا چاہیے۔ اس میں جہاد کی ترغیب ہے۔

صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد؟:......لڑائی میں صف باندھ کر عرب لڑا کرتے تھے حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ

ہوکر لڑتی ہیں، اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے اس لیے کہ صدہا آدمی بمنزلہ شخص واحد کے ہوجاتے ہیں پھر ان کے زور کا کیا کہنا۔ اتفاق کی تاکید کر کے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا، پھر صف بھی کیسی؟ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہ ہوں بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جائیں۔ کسی کے مرجانے زخمی ہوجانے سے تربتر ہوکر نہ بھاگ پڑا کریں (فراء کہتے ہیں مرصوص بالرصاص اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کر دیا جائے۔ لیث کہتے ہیں رص کے معنی ملا دینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پتھر پر پتھر دھر کر چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرتے تھے اس کے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے) بعض علماء کہتے ہیں کچھ خاص صف بستہ ہونا بھی مراد نہیں بلکہ یہ ثابت قدمی اور باہمی اتفاق اور یک دلی کے لیے ایک تمثیل ہے۔ یعنی ایک دل ہوکر لڑنا چاہیے۔

اس آیت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا تھا جس کے مقابلے میں اسلام و ہدایت کے روکنے والے ٹھہر نہ سکے۔ قیصر و کسریٰ کے چمک دار ہتھیار اور زرق برق سپاہی کچھ بھی کام نہ آئے۔ ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر سرے سے ایسا لشکر اپنے مفلس اور خود سر ملک میں پیدا کر دینا جس پر کسی خزانے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کی پوری تصدیق تھی۔ آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

صف بستہ ہوکر لڑنا:...... انسان کا اپنے جمیع قوائے روحانیہ کو ابھار کر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیر و زبر کرنے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے۔ اس جنگ میں بھی استقامت و استقلال شرط ہے ذرا دنیاوی تجلی دیکھا اور پھسل گئے، خواہش نفسانی نے غلبہ کیا اور اپنے تجملات دکھائے ڈگمگا گئے ایسے لوگوں کو اس ملک باقی اور شہر قدس کی سلطنت کب نصیب ہوتی ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶

ترجمہ:...... اور (یاد کرو) جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کس لیے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ (ازلی) بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا ۝۵ اور جب کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توریت (وغیرہ) ہے اس کی تصدیق کر رہا ہوں اور جو میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے خوش خبری دیتا ہوں پھر جب ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے ۝۶۔

ترکیب:......واذمنصوب علی المفعولیة باضمار اذکر والجملة مستانفة مقررة لما قبلها من شناعة ترک القتال۔ لقومه بیان لقوله قال۔ وقدتعلمون الجملة حال مؤکد لانکار الایذاء والتقدیرای تؤذوننی عالمین علما قطعیا انی رسول اللہ وقد لتحقیق العلم وصیغة المضارع للدلالة علی استمراره۔ واللہ . . . الخ اعتراض تذییلی مقرر لمضمون ماقبله من الازاغة۔ واذقال عیسیٰ اما معطوف علی اذالاولی معمول لعا ملها وامامعمول لمضمر معطوف علی عاملها۔مصدقا حال موکدة والعامل فیها رسول اومادل علیه الکلام۔ ومبشراً حال ایضاً ای ارسلت الیکم حال کونی مصدقالما تقدمنی من التوراة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه الجملة فی موضع خبر نعتاً لرسول اوفی موضع نصب حالا من الضمیر فی یاتی۔

تفسیر:...... پہلے بعض لاف زنوں کی برائی بیان ہوئی تھی اور اللہ کی راہ پر ثابت قدم ہوکر مخالفان راہ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔وہ لاف زن جن کو بسبب ظاہری ایمان کے مؤمن کے لفظ سے تعبیر کیا دراصل منافق تھے وہ علاوہ لاف زنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جانب میں اور نیز مخلصین اہل ایمان کے حق میں بدگمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے تھے اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے۔اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں،موسیٰ علیہ السلام کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اس کی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاک باز بندے نے سہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے شکوہ:......اس لیے فرمایا وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِىۡ وَقَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ کہ یاد کر جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی پے درپے ایذاؤں کے بعد ان سے یہ کہا کہ اے قوم مجھے کس لیے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں یوں بھی کسی ہادی اور خیر خواہ قوم کو ستانا برا ہے مگر جب کہ اس بدنصیب قوم کو یقین ہوجائے کہ یہ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں تو اور بھی برا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تھی آپ کے صدہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔قلزم سے خشکی سے پار لے جانا اور فرعونیوں کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد کرنا ابر کا سایہ کرنا اور ید بیضا اور عصا اور پتھر میں سے پانی نکلنا ابر کا سایہ کرنا من وسلوے نازل ہونا وغیرہ سیکڑوں معجزے دیکھے تھے جن سے ان کو آپ کے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے، پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے، کہیں بچھڑا پوجنے لگے، کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا، ایک بار عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہم سے نہیں لڑا جاتا، کہیں سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہوکر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں سیکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ کہا کہ مجھے کس لیے ستاتے ہو۔

مشابہت بالنبوت:......آنحضرت ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کمال درجے کی مشابہت نبوت میں تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِىۡ وَقَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ اس لیے اس بارے میں خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو ان کی قوم نے ایذائیں دی ہیں۔کسی نبی کے رستے میں قوم نے پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا جس طرح ان کی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت ﷺ کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظر غائر میں مخفی نہ تھی، قطع نظر آیات معجزات کے آپ ﷺ کی سیرت وصورت پاک

بھی ایک اعجاز تھی۔
اس کے علاوہ سب سے اخیر نبی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ظاہر ہونے کی خبر دے چکے تھے، اس لیے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص ان کا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ صدہا معجزات و آیات دیکھ کر کیا سلوک کیا۔
یہ دو نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجودہ دنیا کے مسلّم الثبوت نبی تھے پھر ان کے ساتھ ایذاء و نافرمانی کا برتاؤ جوان کی قوم نے کیا ان کی رسالت میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتا تو آپ ﷺ کی شان میں چند منافقوں کا ایذاء دہ معاملہ کیا نقص پیدا کر سکتا ہے؟ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو قضاء و قدر نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیے بدکام کرتے کرتے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہو جاتی ہے، یہی اللہ کا ٹیڑھا کرنا ہے اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بدقوم کو ہدایت نہیں دیتا، یا یوں کہو کہ ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کے لیے بدکار قرار پا چکے ہیں ہدایت نہیں ورنہ عارضی سیکڑوں بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے اور انہی کی ہدایت کے لیے قرآن اور نبی علیہ السلام آئے، بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

توراۃ کی تصدیق بزبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... فقال وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ مریم علیہا السلام کے بیٹے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس رسول اور پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا ہوں۔

فوائد: (۱) عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ تاکہ زمانہ موجودہ کے عیسائیوں کا وہ خیال رد ہو جائے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم کے بیٹے ہیں۔
(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجود یہ کہ شام میں اور قومیں بھی تھیں مگر خاص نبی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہان کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لیے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کے مصلح اور کامل کرنے والے تھے۔ (انجیل متی، باب ۱۰ ورس ۵)
(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یقوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہم قوم سمجھتے تھے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا ہاں ان کی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں اور اولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے نہ کہ ماں کی طرف، اس لیے بنی اسرائیل ان کو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام کرتے تھے، اناجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یاد کیا گیا ہے یہ ان کے معتقدین خاصہ کا کام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی نبوت کے اثبات میں دو باتیں کہنا:...... (۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات و آیات بینات کے دو باتیں کہیں۔ اوّل: میں توریت کی تصدیق کرتا ہوں۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ میں اپنے سے پہلی کتابوں کی یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہی مضمون انجیل متی کے پانچویں باب سترھویں جملے میں ہے ”یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں، کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک کہ سب کچھ پورا نہ ہو“۔
جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپ کا اس کی تصدیق کر کے معجزات دکھانا عمدہ تعلیم دینا

ان لوگوں کے لیے صاف نبوت پر یقین دلانے والا امر تھا اور کوئی درجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی۔

پولس اور لوتھر کی تعلیم:.....حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونے کی تاکید کریں مگر پولس اور اس کے بعد لوتھر وغیرہ جو عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یوں کہیں اور حلال وحرام عمل کی قید سے آزادی دیں ''جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں''۔(۱۳۰)''مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیوں کہ لکھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر (صلیب پر) لٹکایا گیا سو لعنتی ہے (۱۴) پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔'' یہ حضرت پولس کے اس خط کے فقرے ہیں جو آپ نے گلیتوں کو لکھا تھا' یہ اس کے تیسرے باب میں مذکور ہیں۔ پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا، اس کے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں قولہ ''اگلا حکم اس لیے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا'' یعنی توریت جو کمزور اور بے فائدہ تھی اٹھ گئی۔

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ (مطبوعہ ۱۸۴۱ء) کے صفحہ ۳۷ میں مارٹین لوتھر کا قول اس کی کتابوں سے نقل کرتا ہے ❶۔ مارٹین فرماتا ہے (اپنی ایک کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۴۰،۴۱ میں) قولہ ''ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے کہ وہ صرف یہودیوں کے لیے تھا اور اس کو ہم سے کسی چیز میں علاقہ نہیں، پھر دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم موسیٰ کو قبول نہ کریں گے اور نہ اس کی توریت کو اس لیے کہ وہ دشمن عیسیٰ ہے'' پھر لکھتے ہیں ''موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے۔'' پھر لکھتے ہیں '' توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان کو دور کرنا چاہیے تمام بدعات ان سے موقوف ہو جائیں گی۔' حالانکہ ان دس حکموں میں یہ باتیں بھی ہیں بت پرستی نہ کرو، ماں باپ کی تعظیم کرو، ہمسایہ کو ایذا نہ دو، ناحق خون نہ کرو، زنا نہ کرو، جھوٹی گواہی نہ دو وغیرہ۔ گویا لوتھر فرماتے ہیں ''حرام وحلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ حرام کاری کرو خون کرو جس قسم کی چاہو بدکاری کرو اور خوب دلیری سے کرو اور دن میں سو بار کرو مگر صرف مسیح پر ایمان رکھو تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ مسیح کی۔''

سب عیسائیوں کا صدہا برس سے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے پہلے یہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اس لیے وہ بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے، اس لیے حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ ان سب کو سدھارنے کے لیے ایک زبردست رسول قائم کرے اور الہام سے یہ بات کہ عیسائی ایسے ہو جائیں گے اور ان کے پاس اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گی اور وہ مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہنے لگیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم کرائی گئی تھی جس لیے آپ علیہ السلام نے یہ دوسری بات اپنی نبوت کے ثبوت میں بیان فرمائی وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (کہ میں ایک رسول کی خوش خبری بھی دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے)

البتہ ایک ایسے نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی پوری دلیل تھی۔ اور ایسی پیشین گوئی (جب کہ اس قوم سرکش نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قبول نہ کیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھ کر کھڑے ہوئے) پر ضرور تھی تاکہ ان سرکشوں کو تنبیہ کی جائے کہ ایک ایسا نبی صاحب شوکت بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کردے گا۔

فارقلیط میں بحث:.....اب ہم کو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جس کی بابت خبر دی ہے اور اس کو فارقلیط سے تعبیر کیا ہے، اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جب کہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ ان پر اس کا

---

❶ اور یہ مارٹین لوتھر فرقہ پراٹسٹنٹ کا جو آج ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے پیشوا اور مصلح دین اور مجتہد ہے ۱۲ منہ۔

ایک ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کہ کسی کے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھ کر بولتا ہے۔ اور یہ معاملہ تھوڑی دیر تک رہا تھا۔ اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں۔

قبل اس کے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اس کے ساتھ جو اور بھی الفاظ ہیں جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے ان کو بیان کروں، عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ان کا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں یا نہیں؟۔

اہل کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں۔ اور پھر حضرت یوشع بن نون خلیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام ● کی تصنیف کردہ کتابوں کو ملا کر عہد عتیق اور انجیل اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور ان کے ملفوظات و مکاشفات کو عہد جدید کہتے ہیں، اور کبھی عہد عتیق کو کہ جس کو پرانا عہد نامہ یا ''اولڈ ٹسٹمنٹ'' بھی کہا کرتے ہیں سب کو ''توریت'' کہہ دیتے ہیں اور عہد جدید کہ جس کو نیا عہد نامہ یا ''نیو ٹسٹمنٹ'' بھی کہتے ہیں۔ سب کو ''انجیل'' کہہ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام الٰہی الہام ہوا تھا اب خواہ ان کو کوہ طور پر ہوا ہو یا دیگر مقامات پر اصل توریت جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہی ہے اور ہونا بھی چاہیے اور اس کے برحق ہونے میں کچھ بھی کلام کسی ایمان دار کو نہیں موسیٰ علیہ السلام نے اس توریت کو کاغذوں پر لکھوایا تھا یا لکڑی کے تختوں پر یا اور کسی چیز پر اس کا پورا پتہ دریافت کرنا مشکل بات ہے۔ خواہ کسی چیز پر لکھوایا ہو مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک وہ کتاب (جس کا غالباً ایک ہی نسخہ ہوگا کاغذ و کتابت کی قلت کی وجہ سے) بنی اسرائیل میں رہی کسی خاص دن میں لوگ اس کو پڑھا بھی کرتے تھے اور اس کا وعظ بھی سنتے تھے اور وہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صندوق شہادت میں رکھوادی تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں جملہ میں ہے قولہ ''اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو اللہ کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو تا کہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے'' شریعت کی کتاب توریت ہی تھی ورنہ اس کے سواء اور کوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی۔

پھر رجعام بادشاہ یہود کے عہد میں ایک بار مصر کا بادشاہ سیسق بنی اسرائیل پر چڑھ آیا، وہ بیت المقدس کا تمام سامان لوٹ کر لے گیا جو اس کے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اور اسی حادثہ میں وہ کتاب اور صندوق بھی غارت ہوا۔ مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں ورس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی کیوں کہ اس میں لکھا ہے کہ ''سلیمان نے جب وہ صندوق کھولا تو بجز دو لوحوں کے اس میں سے اور کوئی چیز نہیں نکلی۔''

اس عہد سے لے کر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو چوبیس برس پہلے تھا توریت کا کہیں پتہ نہ تھا مگر اس کے عہد میں اٹھارویں سال خلقیاہ سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ میں نے اللہ کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے۔ (۲۔ کتاب السلاطین باب ۲۲) اس کے بعد یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کر کے یہ کتاب جس میں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا۔

فرض کرلو کہ اس عرصہ دراز تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا، صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے مل گئی اور اس میں کوئی کمی بھی نہ ہوئی نہ کوئی ورق کم ہوا، نہ عبارتیں مٹیں، مگر یہ بھی اس کے بعد بخت نصر کے حادثہ میں دنیا سے معدوم ہو گئی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں۔ پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکام شریعت و دستورات عبادت و بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا۔ عام اہل

● ......اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی امثال اور غزلیں بھی شامل ہیں جو استعارات و تشبیہات سے پر ہیں ۱۲ منہ۔

کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ ازسرنو اس کو لکھوایا، مگر یہ نہیں ثابت ہوتا، بلکہ یہی کہ دینی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا مگر اس کے بعد انیٹوکس ابی فلنس سریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سو ستر برس آگے یروشلم پر کئی بار چڑھائی کی، ایک بار اس نے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام کتابوں کو تلاش کر کے جلا دیا اور بیت المقدس کو مسمار کر کے اس کی جگہ بت خانہ بنا دیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا۔ مقابیس کی پہلی کتاب کے اول باب میں ہے۔ کہ ''انیٹوکس نے یروشلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجالائے گا تو مارا جائے گا اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوتی تھی۔''

اس حادثہ میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی تصانیف یا ان کے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً دو سو بانوے برس مسیح علیہ السلام سے پہلے یادداشت کے طور پر یا سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھتے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثہ میں تلف ہو گیا اور یہود بالکل دینی کتابوں اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہو گئے، یہ عہد عتیق پر تیسرا حادثہ تھا جو بہت بڑا حادثہ تھا۔

اس کے بعد یہوداہ مقابیر نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو چھیاسٹھ برس پہلے پھر بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی، پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ ان کے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا، اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو بیت المقدس میں دھرا رہا کرتا تھا، مگر ۷۰ء عیسوی میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بدعہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آ کر شہر یروشلم پر چڑھ آیا اور محاصرے کے بعد شہر کو غارت کیا اور بیت المقدس کو بالکل مسمار کر دیا، اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بے شمار اسباب اور بیت المقدس میں آگ لگا دی جس کا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا اور اس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے [1] پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیوں کر ان حوادث میں بچ رہی ہوں گی؟

(اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے، پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیوں کر ہوا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور وہی صحف انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں کسی جگہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئی، نہ کمی زیادتی، اور یہ ہرگز ہرگز وہ حضرات نہیں کہہ سکتے تھے اس لیے کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کا جنگ نامہ اور یاہوغیب بین کی کتاب اور اسی طرح اور کتابیں جن کی تعداد پندرہ بیس کے درمیان ہے مفقود ہو گئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ کتاب استثناء کا اخیر باب اور کتاب یشوع کا اخیر باب اور دیگر مقامات کہ جن میں ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے سیکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰ علیہ السلام و یوشع علیہ السلام کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی اور نے ملا دیا، اور اس ملانے والے نے متن اور حاشیہ و تفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا اور نہ اپنا نام ظاہر کیا، یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے لو یہ اور بات ہے، اسی طرح زبورات و دیگر صحف انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہل کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں ان کی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے فیصلہ نہیں کر دیا؟ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیبال پہاڑ کی جگہ جرزین بنا لیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزین پہاڑ پر حکم ہوا تھا، اصلی ہیکل ہماری ہے اور یہود کہتے نہیں بلکہ عیبال پہاڑ بنانے کا حکم ہوا تھا، وہ اصلی ہیکل ہماری ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام

---

[1] ملاحظہ ہو مفتاح الکتاب، دمس، مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء صفحہ ۲۱۔

نے (جب کہ ایک سامری عورت نے آپ سے اس کا فیصلہ پوچھا یوحنا ۴۔باب ۱۹، ۲۵) تو اس کا بھی کوئی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔ ممکن ہے انہوں نے توریت کی تحریف اور اس کا اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں، جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰ باب ۳۰ درس اور ۲۱ باب درس ۲۵ میں تصریح ہے۔

اور جب کہ حال کے روشن دماغ توریت کے طرز کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد تاریخ کے طور پر کسی نے جمع کی ہے چنانچہ لندن میں ایک بشپ ❶ (پادری) نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جس پر وہ اس عہدہ سے معزول کیا گیا پھر اس کی اپیل اس نے کی۔ پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا ہوگا خصوصاً جب کہ یہود کی دیانت داری اور سخن پروری اور حق پوشی کا ان کو صدہا باتوں سے یقین کامل ہو گیا تھا اور عیسیال اور جرزین کے مقدمے میں ایک گروہ دوسرے پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا۔

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت سخت حادثے اہل کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا بھی مشکل تھا پھر ایسی کتاب کہ جس کے متعدد نسخے نہ ہوں اور سامان کتابت میسر نہ آنے کے سبب تختیوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ہو کہ کئی اونٹوں پر لادی جائے کیوں کر بچ سکتی تھی؟ اور جو بچی بھی تو یہ کیوں کر یقین ہو سکتا ہے کہ اس میں سے کوئی جزو یا ورق یا حصہ گم نہیں ہوا۔

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اصل کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی استشہاد کی طرف منسوب ہیں وہ کہاں سے آ گئیں؟ اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بھی اہل کتاب کے پاس تھیں جن کا قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے بھی استشہاد کے طور پر ذکر کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح علمائے اہل کتاب (پچھلے حادثوں میں جہاں توریت کا دنیا سے مفقود ہو جانا یقیناً ثابت ہوتا ہے) یادداشت کے طور پر بنام نہاد ان اصلی کتابوں کو جمع کرتے رہے اسی طرح ان حادثات کے بعد کسی نے اصل توریت کے مطالب جو پچھلے نسخوں میں جمع تھے اور مسائل شریعت اور حکایات و روایات کو اپنی یادداشت سے اور کسی سے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و برباد شدہ پہلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اس کا نام توریت و زبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہل کتاب میں نیا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خلقیاہ سردار کاہن نے کیا جب کہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا۔ اس کے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے مل کر کیا اس کے تلف ہو جانے کے بعد شمعون صادق نے کیا۔ جب انٹیوکس گردی میں یہ بھی جاتا رہا تو مقابیس کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس گردی میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کر لیا ہوگا۔

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب و یابس روایات و حکایات بھی ہیں اس لیے جہاں تک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط یا منسوخ۔ چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علمائے اسلام نے اس کی تصریح کر دی ہے اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْکِتٰبِ وَلَا تُکَذِّبُوْهُمْ الحدیث۔ کہ نہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب۔ یہ وہاں ہے جہاں کتاب و سنت ساکت ہو۔ اور چونکہ اس مجموعے میں اصل توریت کا خصوصاً احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کے لیے ان کے زعم کے موافق اس کو استشہاد میں لانا اس کا حوالہ دینا یا اس کی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہو سکتی کہ ان بزرگواروں نے بلا کم و کاست اس کتاب کو اصلی اور غیر محرف مان لیا ہے، یا کسی مؤرخ کا ان کے حوالے دینے

❶ ..... کلنزو ۱۲ منہ۔

سے بھی اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی، لَا تُصَدِّقُوْا کا فقرہ جو خاتم المرسلین ﷺ کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا قولہ ''پس تم نے اپنی روایت سے اللہ کے حکم کو باطل کیا'' انتہیٰ (انجیل متی ۱۵ اباب۔ ۶ ورس) اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کررہا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول کہ میں توریت کو مٹانے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجودہ کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے ہیں، یہ اس کے احکام کی بابت ہے کہ جن کو یہود نے ترک کردیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں کسی نے درج کیے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں۔

اس کے علاوہ عیسائیوں کے قدماء محققین بوقت مباحثہ یہود پر یہ بھی الزام قائم کرتے تھے کہ تم نے بہت سی پیشین گوئیاں کتاب مقدس سے نکال ڈالیں۔ چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثہ کے وقت یہ کہا (اس بات کو یوسی بلیس مؤرخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸ اباب میں لکھتا ہے) اور علاوہ اس کے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جس کی تفصیل علماء اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اس میں اصلی حصہ بھی ہے تو اس کے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اس طرح مخلوط ہوا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل ہے۔

پھر اس کے بعد بھی جو کچھ تبدیل وتغیر اہل کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اس میں واقع ہوئی وہ بھی کتاب مذکور کو قابل اعتبار نہیں ہونے دیتی اور اس بات کا ذکر ابھی کسی قدر آتا ہے، اسی لیے سیکڑوں محققین یورپ اور دیگر مؤرخین نے اقرار کرلیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی۔

انجیل شریف: .....اس کا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ اس میں کوئی شبہ بھی اہل اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی کما قَالَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ کہ ہم نے عیسیٰ کو (نہ کہ کسی اور کو) انجیل عطا کی۔ انجیل کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیے جانے سے ان کو صرف قوت الہام وبشارات دیا جانا مراد لینا ایک بے کار توجیہ اور سست تاویل ہے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کس کے پاس رہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی کہ جس پر اہل اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے۔

مگر نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی نہ آپ نے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا کہ جس کے گم کردینے کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے ان کے بعد جمع کیا، اور حواریوں کی جمع کردہ کتابیں ہی انجیل ہیں۔

مگر پولس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت علیہ السلام کی کوئی کتاب تھی، پولس اس خط میں جو گلتیوں کو لکھا ہے اس کے اول باب کے ۶ جملے سے ۱۰ تک کہتا ہے۔ قولہ میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں بلادیا پھر کے دوسری انجیل کی طرف مائل ہوئے سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تم کو گھبراتے ہیں اور مسیح کی انجیل الٹ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے، جو ہم نے سنائی دوسری انجیل تمہیں سنائے سو ملعون ہو۔''

یہ لوگ کہ جن سے پولس خطاب کررہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہوکر بدعات کی طرف متوجہ ہوئے تھے جن کو پولس انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عہد میں ان چاروں انجیل کا جواب (۱) انجیل متیٰ (۲) وانجیل مرقس (۳) وانجیل لوقا (۴) وانجیل یوحنا کے نام سے نام زد ہیں وجود بھی نہیں تھا اس لیے کہ یہ انجیلیں اس خط کے لکھنے کے بعد لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر بتلاؤ کہ وہ کون سی انجیل اس وقت پولس کے پاس تھی جس کو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہتا اور اس کی پابندی پر مامور کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اور اسی طرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵ ورس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے۔ قولہ ''اور اس نے کہا تم تمام دنیا میں جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی مناوی کرو۔''

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مصیبت کے سفر میں توریت لکھیں، حضرت یوشع علیہ السلام کو اس لڑائی کے وقت کتاب لکھنے کی فرصت ملے اسی طرح اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفے ان کے روبرو لکھے جائیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکم الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ پھر اگر انجیل چند بشارات و تعلیم ہی کا نام تھا اور اس نام کی کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کس نے بتا دیا اور اس کی ان کو کیوں ضرورت ہوئی اور کس لیے اس بات کی طرف ان کا دل للچایا، اور ان کے بعد پھر سیکڑوں انجیلیں پیدا ہو گئیں؟

ضرور ایک کتاب اس نام کی تھی جو خاص حواریوں کے پاس رہتی تھی ● جس پر انہوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اور اعتبار جمانے کے لیے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور جاری رہا۔ مگر پولس کے عہد کے بعد سے خصوصاً جب کہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصل انجیل کا نام ونشان بھی سننے میں نہ آیا، اس کے مفقود ہونے کا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے جو اول ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں، اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ دین مسیحی نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کر دیا۔ اس کے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور پر اس کے مضامین اور حضرت مسیح علیہ السلام کے تاریخی واقعات کو لے کر جمع کر کے اس کا نام انجیل رکھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروج کرنے کے لیے اس تسلی سے کہ اس کے مضامین بھی تو اس میں ہیں اصل نسخے کو طاق نسیان میں ڈال دیا جو شدہ شدہ مفقود ہو گیا، ہر چہ باشد مگر ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سیکڑوں برس سے مفقود ہے۔ بلکہ دوسری صدی عیسوی سے اس کا پتہ نہیں۔ حفظ کا رواج نہ تھا قلمی نسخوں کی قلت تھی اس پر ہر ایک کو اپنے اپنے پیرو مرشد انجیلی کے انجیل پر تکیہ تھا کہ پس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شے زائد اس لیے اس کے مفقود ہو جانے کی پروانہ کی، اہل اسلام کے سے نہ ان کے طبائع تھے نہ حافظے کہ اللہ کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ نہ اللہ کو یہ منظور تھا نہ اس کی حفاظت کے اسباب پیدا کیے جس مصلحت سے اس نے اگلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آنے والے خاتم المرسلین علیہ السلام کی کارگزاری کی وجہ سے اس کے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا۔ تِلْکَ حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ۔

اب جن کو عیسائی انجیل کہتے ہیں میں کسی قدر انہیں کا حال بیان کرتا ہوں۔ وھو ہٰذا۔

موجودہ اناجیل اور ان کی حقیقت:...... انجیل متیٰ، انجیل لوقا، انجیل مرقس، انجیل یوحنا، حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط، یعقوب کا خط وغیرہ۔ ان انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال و افعال مندرج ہیں۔ طرز تحریر کہہ رہا ہے آنکھوں دیکھے یا سنے سنائے حالات لکھتے ہیں، نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ الہامی طور ہے نہ الہام کی حاجت۔ ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے۔ اور مخالفت بھی پائی جاتی ہے۔

● ...... ہارن مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات تھے اور انہوں نے اس سے نقل کیا۔ متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا۔ انتہیٰ۔ فاضل نورٹن نے اپنی کتاب علم الاسناد مطبوعہ شہر بوسٹن ۱۸۴۳ء کے دیباچہ جلد اول میں اکھارن کا قول نقل کیا ہے کہ ابتدائے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جائز ہے کہ یہ وہی اصل انجیل ہو۔ فرقۂ ابیونی کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جس کو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی مؤید ہیں ۱۲ منہ۔

ان کتابوں کو عیسائی منزّل من اللہ جانتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ نہ ان کے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ ان سے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں، اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں، ان سے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے، ان کی کوئی انجیل نہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ تخمیناً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں کہ جن میں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے یا یوں کہو کہ اختلاف تھا، قدماء نے ان میں بعض کو الہامی اور بعض غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اس میں خلاف کیا اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہل اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی ان کو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انہیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے۔

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی، لارڈنر نے اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۸۲۷ء بمقام لندن) کے صفحہ ۴۷۵ جلد دوم میں جن کے تین قول نقل کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی انجیل عبرانی میں تھی۔ اور اسی طرح یوسی بیس اور جروم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اس کے قائل ہیں اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر کی جلد چہارم میں ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی تصنیف سنہ ۳۷ء یا ۳۸ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔ ❶ اور ۶۱ء میں پھر اس کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے اس کا ترجمہ کیا۔ پادری فنڈر ''اختتام دینی مباحثہ'' (مطبوعہ سکندرہ اکبر آباد ۱۸۵۵ء) کے صفحہ ۳۷ میں کہتا ہے کہ ''یا حواریوں کے کسی مرید نے اس کا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔''

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں۔ کسی کلیسا میں نہیں اور اس کے مفقود ہونے پر تمام عیسائی متفق ہیں، اب اس کے مفقود ہونے کی جو وجہ خیال میں آئے وہی اصل انجیل سمجھ لینی چاہیے۔ اب رہا ترجمۂ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل، یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا کوئی اور نئی کتاب ہے؟ اور پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور غلط ہے تو کس قدر؟ کیوں کہ یہ باتیں اصل سے مطابق کیے بغیر معلوم ہو نہیں سکتیں، اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں۔ اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیمس وغیرہ اور نیز عیسائیوں کا ایک فریق جس کو یونی ٹیرین کہتے ہیں الحاق اور جعلی کہتے ہیں۔ خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ ہے مسیح علیہ السلام کا، اس میں تو ایسی فحش غلطیاں ہیں جن کی بابت مفسرینِ انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اس کو بھی الہامی مانتے ہیں۔ پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون سی بڑی بات ہے؟

انجیل مرقس: ... مرقس کا اب تک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس عیسائی ہوا، صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اس نے پطرس وغیرہ لوگوں سے سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کا سنِ تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں۔ پادری اسکاٹ دیباچہ تفسیر رومن (صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰) میں کہتا ہے ''ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اس کی تصنیف سنہ ۵۶ء اور سنہ ۶۳ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اس نے یہ کتاب تصنیف کی اور رومیوں کے لیے لکھی۔'' تو لاطینی یعنی رومی زبان میں لکھی گئی اس لیے کہ رومی لوگوں کی زبان لاطینی ہے مگر اس اصل نسخے کا اب تک پتہ نہیں، ہاں اس کا ترجمہ یونانی موجود ہے۔

اب اول تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار دوم پطرس اور پولس اس کے راوی ہیں۔ لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی

---

❶ پادری اسکاٹ اپنی تفسیر رومن میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی اس کا زمانہ تصنیف سنہ ۶۳ء بتاتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنے والی ہے۔ سوم اصل کتاب مفقود ہے، ترجمہ میں کلام ہے۔

انجیل لوقا: ... یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے، نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا باشندہ ❶ تھا اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا۔ اور اس کی اصل زبان کیا تھی اور یہ انجیل اس نے کب لکھی اور کس زبان میں لکھی، اور جب کہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اس کو انہیں باتوں کے قلم بند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ کیا وہ اس کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھی؟ اس کا سن تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء بیان ہوا ہے۔

یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور میں جو کچھ لکھتا ہوں الہام سے لکھتا ہوں۔ اس کی روایت بھی مقطوع ہے کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا۔

انجیل یوحنا: ... یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے، اس کی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے یعنی تخمیناً سویں عیسوی میں یعنی عروج مسیح علیہ السلام سے ستر برس بعد۔ مگر یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں۔ اس کے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اس کے کلام میں ہے، چنانچہ اسی انجیل کے ۲۱ باب ۲۵ ورس میں یہ ہے کہ ''مسیح کے حالات میں کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں'' ہرگز یہ صحیح نہیں اس لیے کہ اگر کوئی حضرت مسیح علیہ السلام کا روز تولد سے آخر تک روزنامچہ بھی لکھتا اور فرض کرلو کہ ایک روز کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں یروشلم میں سما سکتی تھیں دنیا تو بڑی وسیع ہے۔ اور ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔ اس وقت آرنیوس موجود تھا اور یہ پولی کارپ کا شاگرد تھا اور پولی کارپ یوحنا حواری کا۔ مگر آرنیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی، معلوم ہوا کہ اس کو بھی شک تھا یا اس کے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا ورنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا، اس کے علاوہ کاتلک ہرلڈ کی چوتھی جلد (مطبوعہ ۱۸۴۳ء صفحہ ۲۰۵) میں یہ ہے۔ استاڈلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں'' اور اسی طرح محقق برٹیشنیڈر کہتا ہے کہ ''یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دیے کہ لوگوں میں اعتبار ہو۔''

جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جواب عہد عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے۔

اناجیل میں تحریف: ... تحریف نے جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبار کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی ہی صدی سے اس بات نے کہ جھوٹ بول کر بھی دین میں کوشش کرنا امر محمود ہے جیسا کہ پولوس کہتا ہے اور بھی کتب مقدسہ کی بے اعتباری کر دی اور جب کہ یہ طوفان بے تمیزی موج زن تھا کہ آپ تصنیف کرنا اور رواج دینے کے لیے کسی مشہور اور معتبر آدمی کے نام سے منسوب کر دینا جیسا کہ یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا ان عیسائیوں کا بھی انہیں یونانی نسلوں کی جماعت میں داخل ہو جانے سے بائیں ہاتھ کا کرتب ہو گیا تھا، اور جس وقت عیسائیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا اور زمین میں ان کے لیے کوئی جگہ امن کی نہ تھی، اور یہ بات روم کے بت پرست ظالم بادشاہوں اور ان کے عمال اور رعایا سب کی طرف سے صدیوں تک رہی ہے اور اس وقت جان بچانا ہی غنیمت تھا، تلاش کر کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جس کے پاس کوئی ورق بھی نکلتا تھا تو شکنجے میں کھینچ دیا جاتا تھا اس وقت اس کام کا ایسے چالاکوں کے

---

❶ ... گو بعض پادریوں نے انطاکیہ لکھ مارا ۱۲ منہ۔

لیے بڑا موقع تھا کہ آپ تصنیف کر کے جس حواری کے نام چاہا لگا دیا، پوچھنے والا اور تحقیق کرنے والا ہی کون تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا۔ درحقیقت اس طوفان کے زمانے میں کتب سابقہ کو جیسا کچھ صدمہ پہنچا بیان سے باہر ہے۔ پرانے یونانی اور سریانی زبان کے ترجمے سپٹو اجنت وغیرہ سب ہی پر تو آفت آئی۔

جب امن کا زمانہ چوتھی صدی عیسوی میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش وحواس بجا ہوئے تو اب کتب مقدسہ کی تلاش کرنے لگے اور جو کوئی کتاب بہم پہنچا تا تھا تو بڑی قدردانی سے لی جاتی تھی۔ اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے تھیں خواہ وہ کیسی ہی ہوں جیسا کہ پہلے معلوم ہوا) کچھ نسخے ہاتھ لگے ہوں گے کیونکہ استیصال کلی خلاف تجربہ ہے اور ان میں سے، بہت مفقود بھی ہو گئی ہوں گی۔ اسلامی مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے صدہا آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ نہ رکھی جائے جیسا کہ قرآن مجید اور صرف دو ایک قلمی نسخوں ہی پر اس کے وجود کی بنیاد ہو جیسا کہ کتب مقدسہ ان کا ایسے حوادث میں پورا رہ جانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر کسی کتاب کا جو بہم پہنچی ہو گی اول وآخر ندارد کسی کا اول نہیں اخیر ہے، کسی کا اخیر نہیں اول ہے، کوئی درمیان سے کم ہے کسی کے چند اوراق کو کیڑا چاٹ گیا۔ کسی کے کچھ اوراق پانی سے بھیگ کر باہم مل گئے اور اب جو چھڑائے گئے پڑھا نہیں جاتا اور کبھی کچھ پڑھا بھی جاتا ہے تو صاف نہیں پھر اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے کسی کا اول بنایا گیا کسی کا اخیر کسی کے بیچ میں سے جملے بنا کر ملائے گئے، اور کہیں جو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس کی تصنیف ہے اس کے مطالب کی شان پر نظر کر کے ایسے ہی شخص کی طرف منسوب کر دی گئی، یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مؤلفوں میں علماء اہل کتاب کا اختلاف ہے۔ یک کتاب ہے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے۔ یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس کا ٹھکانا نہیں ان کتابوں کی تو یوں ترمیم کی، اور جو نہ ملیں اور نام یاد تھے ان کی جگہ نئی تصنیف انہیں کے ناموں سے کی گئی کسی نے تصنیف کر کے کسی کے نام، کسی نے اور دوسرے کے نام لگا ئیں۔ پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدہا مصنف اٹھ کھڑے ہوئے، ایک سوکئی ایک انجیلیں نکل پڑیں، حواریوں کے خطوط وملفوظات کا تو کچھ شمار ہی نہ رہا، کسی جواں مرد نے ایک خط گھڑ کے یہ بھی اُڑادی کہ یہ آسمان سے گرا ہے حضرت مسیح نے لکھ کر بھیجا ہے۔ علماء کی مجالس اس تحقیق کے لیے آمادہ ہوئیں اور جہاں تک ہو سکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتہ نہ چلا۔ اس بیان کی تصدیق کے لیے شہر نائس اور دیگر شہروں میں جو مجلسیں ہوئیں ان میں فہرست کتب مقدسہ جو پیش ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب کسی مجلس میں اور دوسری معتبر ٹھہری، پھر دوسری مجلس میں پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کر کے اور چند کتابیں داخل کر دیں، اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب وفقرات پر خط کھینچ دیا۔ اسی لیے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہو گئے اور ان کا اصل کتب مقدسہ میں بھی اختلاف ہے۔ مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرین وغیرہ چندان کتابوں کو نہیں مانتے جن کو اور عیسائی مانتے ہیں، اسی طرح رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے اور بہت سے محققین تو بول اٹھے کہ صرف ظنی اور قیاسی طور پر یہ کتابیں حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، ورنہ ثبوت یقینی کچھ بھی نہیں۔''

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہو سکتی ہے۔ وارڈ اپنی کتاب ''غلط نامہ'' میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر مل نے جو عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے اور ڈاکٹر گریسباخ نے جو اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا یعنی تین سو چپن کا تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف ملے، اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اور بھی اختلاف نکلتے، یہ صرف انجیل کے اختلاف ہیں، اس بات کو پادری فنڈر نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ (اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد) ہم پادری مذکور کی عبارت نقل کر کے اپنے تمام بیان کی تصدیق کرائے دیتے ہیں۔

قولہ ”اگر چہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف والفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم ومؤخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو بے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا۔“

میکیلس صاحب ڈاکٹر نبلی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ (جلد اول صفحہ ۲۶۳) میں نقل کرتے ہیں کہ ”جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی قلمی نسخہ بچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی ان میں یہودی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں اور ان کی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود دو پوری صدیوں کے نہایت عالم اور تیز فہم نکتہ چینوں کی محنتوں کے وہ کتابیں اب تک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہیں گی۔“

پادری صاحب کو اختیار ہے یا یوں اور کتابیں اور آیتوں کے تبدل وتغیر والحاق پر بھی اور مصنفوں کے نام معلوم نہ ہونے پر وہ اپنی کتاب کو بلاتحریف کہیں، مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈر صاحب یہ بھی (صفحہ ۱۳۰ میں) کہتے ہیں قولہ ”کہ یہ بات سچ ہے ویریوس ریڈنگ ❶ بہت ہیں اور ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے۔“ (صفحہ ۱۳۱)

پہلے یوحنا کے ۵ باب کی ۷۔۸ آیتیں اور یوحنا کے ۵ باب کی پہلی سے ۱۱ آیت تک اکثر مصحح تحسین مشتبہ جانتے ہیں، ان کے علاوہ صرف دو آیات اور ہیں جن کی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت اور اعمال کے ۸ باب کی ۳۷ آیت۔“

کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیلی وتحریف میں کوئی شبہہ ہے؟ اور عجیب تر یہ ہے کہ ان مشکوک اور الحاقی آیات کو اب تک انجیل میں لکھ رکھا ہے۔

خیر یہ تو جو کچھ تھا اس کے بعد جب پوپوں کا دور دورہ ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی اور ۴۰۰ عیسوی کے قریب شمال کی جانب سے بت پرست اور وحشی اور ظالم وجاہل قوموں نے فقیروں پر حملہ کیا اور جہاں ان کا غلبہ ہوا انہوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست ونابود کر دیا، اس پر آشوب حادثے سے شب تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زمانہ دراز تک چھائی رہی اور اسی زمانے میں آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا۔

اس حادثے کے بعد جب بدحواسی دور ہوئی تو پھر کتابوں اور علم کی درستی کی طرف التفات ہوا۔ اب خود غرضوں کو اور بھی تحریف وتبدیل کا موقع ہاتھ آیا، دیدہ ودانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہل کتاب کا قدیم دستور ہے، بلکہ اپنے اغراض کے خلاف کتابوں کو جلا دینا بھی ان کا پیشہ قدیم ہے چنانچہ ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ عہد عتیق کے عبری تمام قلمی نسخے جن کا موجود ہونا اب ہم کو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو ستاون عیسوی کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کر دیے۔ اور بشپ والٹن اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔

عیسائیوں میں جعل سازی کا بازار تو پہلی صدی عیسوی سے گرم ہو گیا تھا۔ چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہو گئے تھے اور خود پولس بھی دین کے رواج دینے کے لیے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا اس کا ۳۔ باب) اور جب دوسری صدی میں مباحثے کے بعد ارجن کی رائے کو مان لیا گیا کہ غیر قوموں سے مباحثہ کے وقت حکماء کا طور اختیار کر لینا چاہیے اس سے عیسائیوں کی راستبازی میں فرق آنے لگا اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگے کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی پیروی کرتے تھے تو اس کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے دیتے تھے، یہ دستور کئی سو برس تک رہا اور رومی کلیسا میں جاری رہا جو بہت ہی

---

❶ various Reading یعنی اختلاف نسخہ۔

خلاف حق اور قابل الزام شدید تھا۔ (تاریخ کلیسا)

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد (مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء صفحہ ۳۳) میں لکھتے ہیں کہ ''بلاشک بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کی ہیں جو کہ دین دار مشہور تھے اور اس کے بعد انہی تحریفات کو ترجیح دی جاتی تھی تا کہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے اوپر آنے نہ دیں۔''

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جن پر اہل کتاب کو ناز ہے اختلاف باہمی اور ایک کی دوسری سے کمی زیادتی چھوڑ کر جو تفصیل طلب بیان ہے اہل کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں، وہ یہ کہ اگر آپ جب سے مطبوع ہونا شروع ہوا ہے مطبوعہ نسخے صرف انجیل کے ملا کر دیکھیں پھر جرمن اور انگریزی اور فرنچ زبان کے مطبوعہ اور ان کے ساتھ اردو فارسی عربی کے ترجمے بھی رکھ لیں پھر دیکھیے کیا کچھ تفاوت نہ صرف الفاظ میں بلکہ مطالب و معانی میں آپ کو معلوم ہوگا اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ گے صرف اردو کے نئے اور پرانے چھپے ہوئے نسخوں کو ملاحظہ فرمائیے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا، جب دیکھا کہ اہل اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اس کی جگہ روح کا لفظ لکھ دیا۔ کسی نے وہیں ''یعنی'' کر کے تفسیر یہی کر دی اور اس کو متن میں شامل کر دیا تا کہ کسی کو کچھ پتہ نہ لگے۔ اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں کہ ''تمام انجیل اس کے موافق ہیں اس میں تحریف دکھاؤ کہ کہاں ہے اور اگر یہ محرف ہے تو تم اصلی اور غیر محرف دکھاؤ یہ خداوند مسیح کا انجیل ہے'' محض دھوکہ اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ جب وہ اصلی انجیل اول اور دوسری صدی عیسوی میں ہی مفقود ہو گئی جس طرح کہ متیٰ حواری کی عبرانی انجیل مفقود ہو گئی اور اب جو عبرانی انجیل متیٰ ہے تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھائیں۔ جو لوگ دنیا میں نہیں رہے اور عالم ہستی سے ان کا نام ونشان ہی مٹ گیا تو اب ان کو کوئی کہاں سے لا کر دکھائے، پھر کیا کوئی فرضی شخص ان کے نام سے وہی ہو سکتا ہے؟ اور خداوند کی یہ انجیل نہیں یہ متیٰ۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا کی ہے۔ خداوند کی تو وہ انجیل تھی جس کو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سوا تھی اس لیے کہ ان کا تو دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں اس انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید میں متیٰ۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا کی انجیل کا ذکر تک نہیں، پھر یہ مسلمانوں پر کس طرح حجت ہو سکتی ہیں؟ ہم ان سے جو مضامین نقل کرتے ہیں تو محض تمہارے قائل کرنے کو کیوں کہ تم ان کو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جو کوئی کوڑ مغز مسلمان ان کو انجیل سمجھے یہ اس کی جہالت ہے جس کا وہی ذمہ دار ہے نہ کہ اور مسلمان۔ اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے۔

اب ہم وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ کی تفسیر کرتے ہیں ان انجیل میں بھی کہیں اس کا نام ونشان ان دین دار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہ گیا ہے کہ نہیں؟ انجیل یوحنا میں جانے کیوں کر اس بشارت کو ان دین داروں نے باقی رہنے دیا، اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتہ ملتا ہے۔ میں انجیل یوحنا جو عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شہر لندن میں سنہ ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۱ء میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں۔ چودھویں باب۔ کا سولھواں جملہ یہ ہے قولہ ''اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے (یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہووے گی) ۲۶۔ لیکن وہ فارقلیط (جو روح حق ہے)۔ جسے باپ میرے نام بھیجے گا وہ تمہیں سب چیزیں سکھا دے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں یاد دلائے گا (۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہو تو تم ایمان لاؤ (۳۰) بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں (۱۵ باب، ۲۶ ورس) پھر جب وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لیے باپ کی طرف سے بھیجوں گا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی

ہے) آئے تو وہ میرے لیے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے کیوں کہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو (۱۶ باب، ۷ درس) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے پس اگر میں جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا (۸) اور وہ آ کر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دے گا گناہ پر اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے، راستی پر اس لیے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت پر اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جن کو تم سے کہوں لیکن تم ان کی اب برداشت نہ کر سکو گے پھر جب روح حق آئے گا تو ساری سچائی کی راہ تم کو بتا دے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں غیب کی خبریں دے گا اور میری بزرگی بیان کرے گا۔''

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت علیہ السلام نے اپنے ساتھ یہود کی بدسلوکی اور تدبیر قتل سے خبر پا کر حواریوں سے کیا تھا، اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لے جانا ظاہر فرماتے ہیں اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنے والے فارقلیط سے تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فارقلیط آ کر میری بزرگی بیان کرے گا اور جن لوگوں نے مجھے نہیں مانا اور مجھ پر موت کا حکم لگایا یعنی ان کو ملزم اور سزاوار ٹھہرائے گا اور وہ فارقلیط جہان کا سردار اور مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اس کی کوئی بات مجھ میں نہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے، آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا نام احمد ﷺ بھی ظاہر کر رہے ہیں اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد کا لفظ ذکر کیا تھا۔ اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے ہیں۔ اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں پھر جب یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کر دیا۔ اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھ دیا جس کے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا بہت حمد کرنے والا پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط کر دیا۔ عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پاراکلی طوس ہے جس کے معنی معین و وکیل کے ہیں۔ اگر پیرکلی طوس ہو تو بے شک احمد یا محمد ﷺ کے قریب قریب اس کے معنی ہوتے ہیں۔

اول تو یہ کچھ بڑا تفاوت نہیں اس لیے کہ بعض زبانوں میں رسم الخط دیکھا جاتا ہے کہ وہ اعراب کی جگہ حروف مفردہ ہی لاتے ہیں اور بعض خطوط میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ ہندی خط اس میں ایسے اختلاف کو بڑی گنجائش ہے قدیم یونانی خط کا بھی یہی حال ہے۔ اس میں گل کو گال، گیل ہر طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر پیر کا تلفظ پارا اور کلو کا کلا یا کلے کوئی بات یا زیادہ تفاوت نہیں۔

دوم یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تفاوت تلفظ اور خط میں اعراب نہ ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اس لیے کہ ہمارے حضرت ﷺ کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔

سوم جن دین داروں نے بقول ہارن صاحب اعتراض سے بچنے کے لیے یا مخالف کا مدعا ثابت نہ ہونے دینے کی وجہ سے یا اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے انجیل و توریت میں بہت جگہ تحریف و تبدیل کی ہے اور عبارت کو گھٹایا بڑھایا ہے تو یہ ذرا سی تحریف و تبدیل ان سے کیا بعید ہے؟ ایسی کمی بیشی کرنے کے لیے یہاں تک خیانت کی کہ متن میں یعنی کر کے روح کی تفسیر کو بھی ملا دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ یعنی تو حضرت مسیح کا کلام نہیں، نہ یوحنا نے بڑھایا، یہ تو بعد میں کسی دین دار پادری صاحب نے کاری گری کی ہے۔ مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ

عبارت میں تحریف آپ پکار رہی ہے کہ مجھ میں تحریف ہوئی ہے مگر پادری صاحب ہیں کہ انکار کر رہے ہیں، یہ وہی مثل ہے کہ غلامی کا داغ ماتھے پر موجود مگر غلامی کا انکار۔ اگر پادری صاحبوں کے اگلے بزرگواروں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں نہ ملی کہ وہ اس کو نزول روح پر چسپاں کرتے تھے تو بخدائے لایزال اس کو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے مگران کو یہ کیا خبر تھی کہ اس بشارت میں جو اور بھی الفاظ ہیں وہ اس کو نزول روح پر چسپاں نہیں ہونے دیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجت الزامی آجائے گی۔

اور ایک تعجب کی بات ہے کہ ستر برس بعد یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ اس نے اپنی کتاب میں لکھ دی مگر متی اور مرقس اور لوقا کو ان سے پہلے یاد نہ آئی، ان میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنے کی خبر تھی جس پر ایمان لانے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ضرور ذکر کیا ہوگا مگر اس وقت یا اس کے بعد یاروں نے اس کا باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھا اس لیے کہ ان کی بشارتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا پورا پورا پتہ ہوگا۔ تاویل کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھی تو اس کو رہنے دیا مگر کسی قدر ادھر ادھر سے تراش کر اپنے موافق کر لیا مگر تو بھی موافق نہ ہوئی، اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے کا حال ہمارے بیان سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت تھا آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا۔ دو امر اور بھی غور طلب ہیں۔

اول یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے کہ ضرور ایک شخص جو دین عیسوی کا مددگار و معین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرف دار ظاہر ہوگا اور اس لیے دوسری صدی عیسوی میں منتس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعوےٰ کیا تھا کہ جس کے آنے کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے وہ میں ہوں اور ایشیائے کوچک میں ہزاروں عیسائی اس پر ایمان لے آئے۔ (دیکھو تاریخ کلیسا از ولیم میور مطبوعہ ۱۸۴۸ء) اس کے علاوہ دوستھیوس، شمعون مجوسی وغیرہ چوبیس شخص نے آدرین قیصر کے عہد سے لے کر ۱۶۸۲ء کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا (تفسیر رومن اسکاٹ مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۱۸۶)۔

پھر کیا ان کو انجیل یوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے کہ فارقلیط سے روح مراد ہے نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ایک شے بقول پادریان سرے سے ہے ہی نہیں تو اس کا ان لوگوں نے کیوں کر دعویٰ کر لیا یہ بات اور ہے کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے مگر اس زمانے میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا کہ فارقلیط کوئی انسان آنے والا ہے جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخر الزماں کے آنے کی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جس کو سب جانتے ہیں، اس بنا پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا، اگر مسلمان اس کو جانتے ہی نہ ہوتے یا وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں نازل ہو چکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی۔

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے اس بات نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فائدہ بخشا اور آپ نے کہہ دیا کہ وہ میں ہوں۔'' اس نبی کا حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے ظاہر ہونے کے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔

دوم بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انجیل میں ہے۔ من جملہ ان کے حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا، اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے، معلوم ہوا کہ اس وقت تک یہ بشارت ان حبشی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔

اب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں۔

بحث اول فارقلیط: ......یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اس کے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے اس میں کلام ہے اس لیے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور مسلم ہے کہ حضرت علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے، آپ علیہ السلام کو کلدانی زبان کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدائیوں کے غلبہ سے اور بنی اسرائیل کے مدت دراز تک ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے، اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرت کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے، پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ پیرکلوطس کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جس کے معنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ بشپ مارش اسی کے قائل تھے جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سیریا یا شام کی زبان کا۔

تیسرا قول یہ کہ یہ عربی لفظ ہے۔ بشپ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں۔ مگر زبان عرب میں اس کا پتہ نہیں معلوم ہوتا۔

چوتھا قول وہ ہے کہ جس کو ہم نے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم معنی لفظ پیرکلوطوس کا ذکر کیا جس کا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیرکلوس ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوس کی جگہ پاراکلوس لکھ دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوس تھا۔ دستی تحریروں کا غارت ہونا اس گمان کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ اور لفظ پیرکلوس ہومر وغیرہ شعراء وفضلاء کے استعمال میں آیا ہے جس کے معنی ستودہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا احمد کا ٹھیک ہم معنی ہے۔

اس کے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک موجود ہے دیکھو پادری پاکھرسٹ صاحب کی یہ عبارت ''وبأ حمدہ خل گوئیم'' (از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۱۔ ۸۴ ترجمہ اپالوجی از گاڈ فرے ہگینس صاحب مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء)۔

نسطورا فرقہ: ......واضح ہو کہ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو آج کے پراٹسٹنٹ فرقے اور رومن کیتھولک سے بھی علیحدہ تھا، وہ نسطورا کا فرقہ کہلاتا تھا، ان کے پاس ان چاروں انجیلوں کے علاوہ ایک اور بھی انجیل تھی جس کو اب کے عیسائی انجیل طفولیت کہتے ہیں، جو ان کی کتب الہامیہ کی فہرست سے خارج شمار ہے۔ خیر یہ جو چاہیں کہیں اس کی تحقیق یورپین عیسائیوں کو ہوئی ہوگی مگر وہ تو اس کو اصلی اور الہامی کہا کرتے تھے اور کسی انجیل کے معتقد نہ تھے۔ یہ چاروں انجیلیں تو انہوں نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھی تھیں، پھر جب انہوں نے نہیں تو مسلمانوں کو خصوصاً ایسی حالت میں جو ان پر طاری تھی کہاں سے مل گئی ہوں گی؟ جو یہ گمان کیا جائے کہ ان سے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اپنے لیے پیشین گوئی بنائی ہو۔ یہ گمان محض فاسد ہے۔ اور بالکل بے اصل بدگمانی ہے۔

عرب کے عیسائیوں میں سے اس پیشین گوئی کے اظہار سے پہلے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورا پورا مطابق پا لیا تھا۔ اور اس پیشین گوئی کے اظہار کے بعد ان عیسائیوں کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا جو کہ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور اسلام کی تکذیب میں نہایت سرگرم تھے کہ وہ کہتے یہ غلط بات ہے، ہرگز حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے آپ ﷺ کی پیشین گوئی نہیں کی۔ اگر ان کی انجیل میں آپ ﷺ کے نام سے یہ پیشین گوئی نہ ہوتی یا ان کو ذرا بھی تامل کرنے کی گنجائش ملتی تو وہ بغیر غل شور مچائے کبھی چپ نہ رہتے۔ نہ آنحضرت ﷺ اس دعوے سے پیشین گوئی کا اظہار فرماتے۔ یہ بات حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔ کوئی دانش مند بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

انجیل برنباس حواری:..... عیسائیوں میں برنباس حواری کی بھی ایک انجیل ہے۔ گو یہ عیسائی اس کو الہامی نہیں جانتے، یہ ان کو اختیار ہے کہ لوقا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اس کو نہیں، اس کی کوئی کھلی ہوئی دلیل بجز گمان اور قیاس یا حسن ظن کے اور کوئی بات ہم کو تو اب تک معلوم نہیں ہوئی لیکن بایں ہمہ وہ اس کو معتبر جانتے ہیں اس انجیل میں صاف آنحضرت ﷺ کے نام پاک کی تصریح ہے۔ اس کے جواب میں عیسائی یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے یا کسی ملحد نے بات بنائی مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے مل گئے کہ اس نے سب میں تحریف کر دی جس انجیل برنباس کو دیکھیے اس میں یہ بشارت ہے۔ اور ملحد کو پہلے سے جناب رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہو گیا تھا جو اس نے انجیل میں داخل کر دیا؟ یہ سب جھوٹے حیلے ہیں جن کو عقل سلیم ہرگز قبول نہیں کرتی، اس کے علاوہ اور بہت جگہ بائبل میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں ہیں جو بجز ذات بابرکات کے اور کسی پر صادق نہیں آتیں، پھر کیا وہ بھی کسی مسلمان نے لکھ دیں یا کسی ملحد نے داخل کر دیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پادریوں کی کتابوں میں ملحد آمیزش کر دیا کرتے ہیں۔

دوسری بحث:..... اب ہم انجیل یوحنا کی پیشین گوئی کے اور الفاظ پر بحث کرتے ہیں جو نزول روح القدس پر کسی طرح صادق نہیں آتے۔

(۱) ''میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔''

اس سے مراد روح القدس نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہا بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔

(۲) ''روح حق تمہیں وہ سب باتیں جو میں نے کہیں بتا دے گا۔''

روح القدس جب حواریوں پر اُترا اس نے ان کو وہ سب باتیں جو مسیح علیہ السلام نے کہی تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے، البتہ بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی ترک شہوات دار آخرت کی رغبت وغیرہ نبی آخر الزماں ﷺ نے یاد دلائیں۔

(۳) ''میں نے واقع ہونے سے پہلے تم کو خبر کر دی تا کہ جب واقع ہو تو ایمان لاؤ۔''

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جس کا انکار ان سے قریب الوقوع تھا۔ اس لیے تاکید اور بندوبست کر دیا کہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا اس لیے کہ اول تو روح القدس کا نازل ہونا حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے دوم وہ ایک حالت سی تھی جس پر طاری ہوا اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہاں خاتم المرسلین ﷺ کا انکار بہت قریب القیاس تھا اور اب تک ہو رہا ہے حیلے بہانے بنا رہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹال دیا۔

(۴) ''اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں۔''

روح القدس اور باپ یعنی اللہ اور بیٹا یعنی عیسیٰ علیہ السلام یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر اللہ کہا جاتا

ہے، پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں، اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے، پھر یہ جملہ اس پر کس طرح صادق آسکتا ہے؟ ہاں محمد ﷺ پر صادق آتا ہے اس لیے کہ وہ جہان کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے، یہ اوصاف حضرت مسیح علیہ السلام میں کہاں تھے؟

(۵) ''فارقلیط آکر میرے لیے گواہی دے گا۔''

روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی برخلاف آنحضرت ﷺ کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی۔ یہود کو ملزم کیا۔

(۶) ''میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔''

یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا اس لیے کہ روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحاد مانا جاتا ہے، پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آئے کیا معنی رکھتا ہے؟ البتہ یہ بات آنحضرت ﷺ پر پوری صادق ہے اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ میں تقدم اور تاخر زمانی ہے آپ کا دور تمام نہ ہولے تو دوسرا شروع نہ ہو۔

(۷) ''روح الحق آکر دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دے گا۔''

یہ بھی صرف آنحضرت اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے اس لیے کہ روح نے کسی کو کچھ سزا تو کیا ملزم بھی نہیں کیا، مگر آنحضرت ﷺ نے منکرین مسیح علیہ السلام کو خطا کار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ یہی اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنے کی خبر دے کر حواریوں کو یہود کی جفا کاری اور ستم پروری پر تسلی دے رہے ہیں۔

(۸) ''روح حق تم کو ساری سچائی کی باتیں بتائے گا۔''

روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت ﷺ نے بھولے نصاریٰ کو ضرور راستہ بتایا۔

(۹) ''جو سنے گا وہی کہے گا اور غیب کی خبریں بتائے گا۔''

روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین اللہ یا جزو اللہ ہے پھر سننا چہ معنی؟ ہاں محمد ﷺ نہ اللہ ہیں نہ اس کے جزو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے (**وما ینطق عن الھویٰ**) آپ ﷺ نے دار آخرت اور صفات کے متعلق جو غیب ہے سیکڑوں خبریں بتائیں جن کی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں۔

بایں ہمہ جب وہ فارقلیط (ﷺ) آیا اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بینات بھی لایا کما قال اللہ تعالیٰ ''فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ'' تو ازلی گمراہوں نے بجائے اس کے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہہ دیا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے اور صاف جادو ہے۔ یہ بات عرب کے مشرکین نے بھی کہی اور عیسائیوں کے فرقے بھی ان کے ہم زبان ہو گئے جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکین عرب سے کم نہ تھے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے کھلا ہوا مگر سیاق کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے۔

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو ہم نے فارقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اس کے علاوہ اب بھی جس قدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت و اناجیل و صحف انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت ﷺ کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی

کے حق میں نہیں، اس کے علاوہ صدہا دلائل حضرت ﷺ کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں، لیکن کوریٔ باطن اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں، وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے کانوں میں ٹھینیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کر دیتی ہے پھر ان کو ان گہری اندھیریوں کی تہوں میں سے کون نور کی طرف لاسکتا ہے مرنے کے بعد یہی ظلمات جہنم بن کر ہمیشہ جلائیں گی۔

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنحضرت ﷺ سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں اس لیے کہ آپ ﷺ اصل عیسوی مذہب کے سرمو مخالف نہیں، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر، نہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہے تو ان ہی زیادتیوں میں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دین عیسوی کا جز قرار دے لیں، اور پھر اندھے مقلد بن کر ان کی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے لیا۔ روشن دماغ عیسائی آنحضرت ﷺ کو دین عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے۔

حکایت:...... ایک بار ایک بوڑھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی۔ کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث پر بڑی دیر تک بحث میں اقرار کر لیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ ان پر نجات موقوف ہے اگر ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور ان کی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح ان کا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے۔

پھر میں نے کہا اب تمہارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ اور روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر۔ میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے، پھر فرمائیے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں۔ پھر اس نے پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟ میں نے کہا کہ اگر بغیر حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے کسی یہودی کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد ﷺ پر ایمان لائے آپ کی نجات بھی ممکن ہے اس سے سر نیچا کر لیا اور کہنے لگا کہ ہم ضرور محمد ﷺ صاحب پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کا نبی ہے، ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس کو برا کہیں، نہ ہم کو اس کی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے، بلکہ بغور دیکھو تو یہ دونوں مذہب ایک ہی ہیں حضرت محمد ﷺ مسیح علیہ السلام کے مذہب کے لیے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ عیسائی اس ریفارمر کی طرف متوجہ ہوں گے ❶۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ع

ترجمہ:...... اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف ابھی بلایا جارہا ہو اور اللہ (ازلی) ظالم کو

❶ ...... انبیاء علیہم السلام جو خیر خواہ خلق ہیں ان کے لیے لوگوں نے جو کچھ سلوک کیے وہ ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر جو لوگ دنیا میں ان کے نام لیوا ہیں کسی قدر حصہ ان کو بھی مل کر رہتا ہے چنانچہ یہ راقم الحروف وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ کسی نے زہر دیا اور اس کے کئی روز تک جو کچھ تکلیف اور سختی طاری رہی وہ اس وقت کے دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیے اس لیے کہ میں تو بے ہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے اب تک حالت اصلی نہیں عود کر آئی۔ وللہ الحمد کہ یہ ہیچ کارہ بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا (۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ) ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مدظلہٗ کو بھی زہر دیا گیا تھا ۱۲ منہ۔

(تو) ہدایت نہیں کرتا⑦ (اور) وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ تو اپنا نور پورا ہی کر کے رہے گا منکر پڑے برا مانا کریں⑧ (اور) وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے مشرک اگر چہ پڑے برا مانا کریں⑨۔

ترکیب:...... ولعطف الجملة اوللا ستيناف من مبتدا۔ اظلم مع المفضل عليه وصلته خبره۔ وهويدعى قرء الجمهور يدعىٰ من الدعاء مبنيا للمفعول وقرء يدعى من الادعاء مبنيا للفاعل والماعدى بالى لتضمين معنى الانتماء والانتساب والجملة حال من فاعل افترىٰ والله الجملة مقررة لمضمون ماقبلها۔ يريدون جملة مبنية لغرضهم من الافتراء۔ ليطفؤا منصوب بان مقدرة واللام مؤكدة مزيدة دخلت على المفعول لان التقدير يريدون ان يطفؤا (قاله ابن عطية) والاطفاء الاخماد واصله فى النار واستعير لمايجرى مجراها من الظهور والمرادمن النور القرآن او الاسلام او النبى ﷺ فنور الله استعارة تصريحية والاطفاء ترشيح۔ والله مبتداء۔ متم نوره ۔ ۔ ۔ الخ خبره قرء الجمهور متم نوره بالاضافة وقرء بالتنوين واعرابهما ظاهر۔ وبالهدٰى حال من رسوله۔ ليظهره اى يغليه واللام متعلقة بارسل ۔الدين المرادبه الجنس اى الاديان ولذاصح تاكيده بكله ولو لجملة مقررة لماقبلها۔

تفسیر:...... پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول کہ جس کے آنے کی خبر چلی آتی تھی ان لوگوں کے پاس نشانیاں لے کر آیا تو اس کو جادو کہنے لگے۔ **سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے**...... اب فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم اور جفا کار ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی اس کی آیات کو سحر کہے اور اس کے لیے بیٹا اور بیوی قرار دے حالانکہ اس کو کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ اسلام کی طرف، یہ جفا کار ہٹ دھرم لوگ ہدایت کا منہ نہیں دیکھیں گے محروم رہیں گے اور رہتے ہیں۔

توضیح:...... دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں یا تھے خواہ ان کی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے اس پر قلعی کر کے ان کی اصلی صورت بدل دی یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا جب ان سب کو حقانی مذہب سے جس کو اسلام کہتے ہیں مقابلہ کر کے دیکھیں گے تو ان میں سیکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ملیں گی جن پر ان مذاہب کے مروجین نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضی اور نجات وعذاب کو منحصر کیا ہے، یہی وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ عیسوی مذہب کو دیکھو تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی طرح عشاء ربانی اور اصطباغ (رنگنے) کا مسئلہ اور ان کے بعد پوپوں کے سیکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں کہ جن پر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہنود نے گائے کی پرستش اور برہما بشن مہیش کے علاوہ اور سیکڑوں غیر مرئی چیزوں کی الوہیت و نافع وضار ہونے کی عقیدت اور خودکشی اور تغیر ہیئت جو ان کے جوگیوں اور گسائیوں کا دستور ہے اور گوشت کا ترک اور بتوں کی پرستش اور سیکڑوں دور از قیاس افسانے جو ان کی کتابوں وید اور پورانوں کا سرمایہ ہے نجات اور مکتی اور سعادت دارین کا باعث اور نارائن کی خوشنودی کا سبب قرار دے رکھا ہے، اسی طرح عرب کے جاہلوں کے سیکڑوں غلط دستور اور بہت سے جھوٹے افسانے تھے جن کو مرضی الٰہی کا مدار بنا رکھا تھا۔ کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت قیامت کے روز ہم کو جہنم سے بچالے گا اور فلاں کو رزق وارزانی کا مختار بنا رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

افسوس اس انسان کی یہ محنت شاقہ اور یوں رائیگاں، گویا پانی کی باڑ، آخرت میں نجات کے بدلے عذاب کا باعث ہے، اس لیے رحیم کریم نے دنیا میں وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو حل کر دے اور توہمات وتخیلات باطلہ کو دور کر کے مرضیات الٰہی اور نجات وسعادت

انسانی کا سیدھا رستہ دکھادے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے یہ کام پورا کردیا اور اس سیدھے رستے کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا جس کے ظاہری معنی اللہ کی فرماں برداری اور اس کے آگے گردن جھکانے کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ پھر افسوس پر افسوس کہ جب اس گم گشتۂ وادیٔ توہمات کو اس سیدھے رستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس کو نئی بات جان کر چونکتا ہے اور اس پرانے دستور مالوف کا چھوڑنا شاق جانتا ہے، اگر اس کو اللہ نے چراغ توفیق عطا کیا ہے تو وہ ادھر سیدھا چلا آتا ہے ورنہ اس داعی کے مقابلے میں ان جھوٹے افسانوں اور تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے۔ درحقیقت اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا اور اس کو ہدایت بھی نہیں ہوتی۔ یہ ہیں معنی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ کے۔

اسی قدر پر بس نہیں بلکہ اپنے اس ناقص اور قابل ترک مذہب کے غالب کرنے کے لیے اس آسمانی طریقے کو جس کو پچھلا نبی دنیا میں لایا جو اس پرآشوب تاریکی اور پرخطر ظلمات کے لیے نور یعنی شمع ہے اس کو بجھانا بھی چاہتے ہیں۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ اور بجھانا بھی کاہے سے بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی پھونکیں مار مار کر بِاَفْوَاهِهِمْ میں اشارہ ہے کہ وہ جو منہ سے من گھڑت افسانے بیان کرتے ہیں اسلام کے مقابل جس کو افتراء علی اللہ کہنا چاہیے ان منہ کی نکلی باتوں سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وہ ان سے مٹ سکتا ہے؟ کیونکہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اللہ تو اپنی روشنی پوری ہی کرکے رہے گا اس کے منکر شپرہ چشم گو نہ چاہیں۔

یہ بات صادق آئی اور اس آسمانی شمع پر جس کا کتاب یسعیاہ کے ۴۱۔ ۴۲۔ ۶۱ بابوں میں اشارہ ہے اس وقت کے مخالفوں کے پھونکے سے نہ بجھی بلکہ وہ خود جل جل کر مر گئے۔ اور یہ شمع اس قدر روشن ہوتی گئی کہ تمام برِّ عرب سے بھی اس کی روشنی نکل کر شام وایران وخراسان وممالیک یورپ وایشیاء وافریقہ تک پہنچی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں ان کی سچی کوششوں کی چمنی نے اس کو حفاظت میں رکھ کر اور بھی تیز کردیا اندھوں نے رستہ پایا راہِ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی، ان کے بعد جو تند ہوائیں اس پر چلیں وہ اہل تاریخ سے مخفی نہیں۔ باہمی قتال وجدال پھر حرب صلیب کا فتنہ کہ صدیوں تک تمام عیسائیوں نے مل کر زور مارا اور کوئی دقیقہ اس کے گل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر آخر وہی جل کر خاکستر ہوگئے پھر چنگیز خانی مغلوں کا حملہ جس نے بغداد کے سے دار اسلام شہر کو نیست ونابود کردیا اس کے کتب خانوں کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوا مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہیں تب بھی کچھ نہ ہوا نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی زیادتی ہوئی نہ اصول اسلامیہ میں فرق آیا نہ اس کے علوم مندرس ہوئے اور اب بھی مخالف کوئی کمی نہیں کررہے ہیں اور برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے، کہیں نیچری بن کر اس پر حملہ کیا، کہیں تعزیہ پرستی گو پرستی اور صدہا رسم ورواج کو جزو اسلام بنا کر اس شمع کے گل کرنے کا کافی بندوبست کیا مگر کچھ نہیں ہوا اب اس شمع کی روشنی امریکا اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک بھی جا پہنچی چین وجاپان پر بھی پرتو ڈال دیا۔

یہ شمع چونکہ آسمانی شمع ہے اس کو کون بجھا سکتا ہے، اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہ اللہ نے دنیا میں اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے یعنی ان غلط آمیزش کے مذہبوں کو بے رونق کرے۔ ایسا ہی کردیا کوئی مذہب بجز اسلام کے دنیا کے عقل مندوں کے نزدیک توہمات جاہلانہ سے پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کئے جائیں اور اس کے مقابلے میں بھی تو یہی غالب آئے گا اور یہی وجہ ہے کہ ممالیک افریقہ میں اور دیگر بلاد میں بغیر کسی کوشش کے خودبخود اسلام پھیلتا جاتا ہے اور نصرانیت شکست کھاتی جاتی ہے، کوئی دن جاتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہوجائے گا۔ اور اس کے سچے پیرو یوں بھی مخالفوں پر غالب رہے اور رہیں گے وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

مشرکین عیسیٰ علیہ السلام کے پوجنے والے پادری اور بتوں اور عناصر کے پوجنے والے ہندو آریہ وغیرہ گو برا مانیں اور زبانی قیل وقال کریں اور
اگر مگر کرکے باتیں بنائیں اور اسلام پر جھوٹے الزام لگائیں مگر کیا ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬

ترجمہ:......ایمان والو! کہو تو میں تمہیں ایک ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو عذاب الیم سے بچالے ⑩ وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور
اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو ⑪ (اللہ) بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور تم کو
ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں رکھے گا جو جنت عدن میں ہیں یہ ہے بڑی کامیابی ⑫ اور
ایک چیز اور بھی دیگا کہ جسے تم پسند کرتے ہو، وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی اور مژدہ سنادے ایمان داروں کو ⑬۔

ترکیب:...... هل ادلكم ... الخ الجملة نداء۔ هل الاستفهام ايجاب واخبار معنیً وقيل المعنى سادلكم۔ تنجيكم الجملة صفة تجارة قرء الجمهور تنجيكم من الانجاء ای بالتخفيف وقرء بالتشديد من التنجية۔ تؤمنون تفسير للتجارة وقيل استيناف كانهم قالوا كيف نعمل فقال تؤمنون بالله وهو خبر فی معنى الامر ويجوز ان تكون فی موضع جر على البدل او فی موضع رفع على تقدير هی وان محذوفة ولما حذفت بطل عملها۔ وتجاهدون عطف على تؤمنون ان كنتم شرط جوابه محذوف فافعلوه۔ يغفر مجزوم اما هو جواب شرط محذوف دل عليه الكلام تقديره ان تؤمنوا يغفر كم واما ان تؤمنون بمعنى آمنوا الخبر بمعنى الامر هذا قول الزجاج والمبرد واما انه جواب لما دل عليه الاستفهام والمعنى هل تقبلون ان دليتكم واما انه جواب استفهام على اللفظ هذا قول الفراء ضعفه بعض وصوبه الفخر الرازی فی تفسيره۔ ويدخلكم معطوف على يغفر لكم ومسكن جمع مسكن منصوب لكونه معطوفاً على جنّت۔ واخرىٰ منصوب على تقدير ويعطيكم اخرىٰ ای نعمة اخرىٰ۔ او على تقدير تحبون المدلول عليه تحبونها وقال الفراء والاخفش هی معطوفة على تجارة فهی فی محل جر ای وهل ادلكم على خصلة اخرىٰ وقيل هی فی محل رفع ای ادلكم خصلة اخرىٰ۔ نصر۔ وفتح خبر مبتداء محذوف ای هی۔ وبشر معطوف على محذوف ای قل وبشر او على تؤمنون بمعنى امنوا۔

تفسیر:......اگلی آیت میں تھا کہ اللہ اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کرے گا اس میں اشارہ تھا کہ عالم بالا دنیا پر ایک آسمانی

سلطنت قائم کرنے والا لشکر تیار کرنے والا ہے جس سے اس نور کے بجھانے والوں کو زیر کیا جائے اس لیے ان آیات میں ایک بڑے اجر اور بیش بہا تنخواہ پر جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان دیتا ہے اور اس کے ضمن میں اس ضروری کام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے کہ بڑی مستعدی کے ساتھ ایک لشکر جرار تیار ہو جائے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کر دے۔ یا یوں کہو انسان اس دنیا میں ناحق نہیں آیا ہے بلکہ اس عمر گراں مایہ میں کچھ حاصل کر کے ایک ابدی جہان میں جانا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ اس پیرایہ میں بیان فرماتا ہے کہ انسان تاجر ہے مگر تجارت کرنا نہیں جانتا ہم اس کو تجارت سکھاتے ہیں۔

وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں:...... فقال یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ کہ اے ایمان دارو! کیا تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچاوے۔

تعریف تجارت: ایک شے کا دوسری شے سے معاوضہ:...... تجارت میں دو چیز ہوا کرتی ہیں ایک مال جس سے کوئی چیز خریدی جائے۔ دوسری وہ چیز جس کو خریدتا ہے اور تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی، اور عقلاء کے نزدیک وہ تجارت کہ جس میں ضرر کا احتمال ہی نہ ہو اعلیٰ درجہ کی ہے اور اس پر اور بھی خوبی ہو کہ جس سے وہ چیز خریدی جائے وہ اپنی طرف سے معاوضے کی چیز کے سوا کچھ اور بھی دے۔ اس جگہ سب سے پہلے دفعِ مضرت کا ذکر کر دیا تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ کہ عذاب الیم جو انسان کو اس گراں مایہ زندگی کے عبث اور بے کار گناہوں کے کاموں میں صرف کرنے سے ہوتا ہے، اس سے تم کو یہ تجارت نجات دے گی۔ بڑا خسارہ انسان کے لیے آخرت میں عذاب الیم کا ہے سو اس دغدغہ سے پہلے ہی اطمینان کر دیا کہ اس تجارت میں گھاٹا ہی نہیں۔ اس کے بعد تجارت کے لیے مال بیان فرماتا ہے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ جب اللہ اور اس کے رسول کو برحق جانے گا اور ان کو مانے گا فرشتوں اور قیامت اور اس کے سب رسولوں اور کتابوں کو بھی برحق سمجھے گا اور ان کے تمام اقوال کی تصدیق کرے گا جو تکمیل قوت نظریہ کو حاوی ہے۔

شبہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے معلوم ہوا کہ آیت میں ایمان داروں سے خطاب ہے پھر ان کو تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فرمایا پھر کیا وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے تھے تو ان کو مومنون کیوں کہا؟ اور اگر لائے تھے تو پھر اس کی کیا ضرورت کہ بار دگر ایمان لائیں۔

جواب: ایمان داروں سے خطاب تھا مگر بار دگر جو فرمایا کہ ایمان لاؤ تو اس سے اس پر دوام و ثبات مراد ہے یعنی اس ایمان پر ہر وقت قائم رہو۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے کہ کسی کام کے کرنے والے کو جو کہا جاتا ہے "کرتے رہو" تو یہ مراد ہوتی ہے کہ خوب عمدہ طرح سے اور مضبوطی سے ہمیشہ کرو غافل نہ ہو جاؤ۔ ایمان ایک بڑا بیش بہا جوہر ہے اس کے چور بھی بہت ہیں اس لیے بار بار تاکید ہوتی ہے کہ اپنی جیب کو دیکھتے رہو ہر گھڑی اس کی تصدیق قلبی پر نظر کر لیا کرو۔

بعض مفسرین نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ امنوا کے لفظ سے منافقوں کو خطاب ہے وہ بظاہر مومن تھے اس لیے ان کو باطن میں بھی ایمان لانے کی تاکید کی۔

مراتب جہاد کے:...... یہ اس تجارتی نقد کا ایک حصہ تھا۔ اب دوسرے کو بیان فرماتا ہے وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ کہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ یہ جملہ تکمیل قوت عملیہ کے لیے بڑا وسیع المعنی جملہ ہے اس لیے کہ جہاد کے کئی مرتبے ہیں۔

اوّل مرتبہ:۔۔۔۔ اول اپنے نفسِ سرکش کا مقابلہ مال سے اور جان مال سے اس طرح کہ طمع نفسانی نہیں چاہتی کہ نیک کاموں میں کچھ خرچ کرے اقارب یتامی مسافر آفت زدہ اس کے ہاتھ کو تکتے ہیں نفس ہے کہ دور اندیشوں کی مہیب صورتیں دکھا دکھا کر اس کے ہاتھ کو روک لیتا ہے،اب اس کو لازم ہے کہ اس نفس بد کا مقابلہ کرے یا وہ نیک اور مفید کام جو قوم یا بنی آدم کے لیے نافع اور اس کی یادگار ہوں گے ان میں دینے سے روکتا ہے۔یا برے کاموں میں ناچ تماشے، میلے ٹھیلے، ارباب نشاط کے جلسے ،نمود اور تجمل کے کارخانے۔دوسروں کی ایذا رسانی وغیرہ وغیرہ بے ہودہ کاموں میں صرف کرنے کو نفسِ خبیث اُبھارتا ہے وہاں اس کو روکنا اور سخت مقابلہ کر کے شکست دینا چاہیے۔مال سے زیادہ جان عزیز ہے اس لیے اَمْوَالِکُمْ کے بعد اَنْفُسِکُمْ کا لفظ آیا۔جان کا جہاد اس مرتبہ میں یہ ہے کہ خواہشات نفسانیہ سے روکے اور عبادات وریاضات اور عمدہ کاموں میں اس کو لگائے۔یہ نہیں کہ شتر بے مہار کی طرح جس طرف اس کا نفسِ خبیث لے جائے دوڑا چلا جائے۔

دوسرا مرتبہ:۔۔۔۔ دوسرا مرتبہ حجاب ظلمانیہ کو اُٹھا کر انوارِ قربِ الٰہی میں مراقبہ ذکر فکر اشغال بالعبادات سے آگے قدم رکھنا اور اس رستے میں جس قدر دشمن سامنے آئیں شمشیرِ ہمت سے ان کو مار بھگانا اخیر مرتبہ جس کو اس جہاد کی شہادت کہتے ہیں یہ ہے کہ اپنی ہستی کو اس باقی کی ہستی میں فنا کر دے جس کے بعد اس کو حیات جاودانی اور بقائے سرمدی عطا ہوتی ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ☆ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

تیسرا مرتبہ:۔۔۔۔ تیسرا مرتبہ اس تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا ہے اس میں جان اور مال سے کوشش کرنا بدراہوں کو نرمی اور لینت سے راہ پر لانا ان کی ہدایت کے رستے کھولنا آخر کار جو کج رو اور بدنہاد اس راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں ان کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا، مال سے لشکر کے سامان تیار کرنا، جان سے لڑنا یہ ''جہادِ شرعی ہے'' اس کے شہید کے بھی بڑے مرتبے ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

اس کے بعد تجارتی مال کو بیان فرماتا ہے جو ان دونوں مالوں سے خریدا گیا ہے۔فقال یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔لَکُمْ کے لفظ نے یہ بھی فائدہ دیا کہ تمہارے گناہ کسی کے واسطے یا وسیلہ سے نہیں بلکہ تمہارے لیے بخش دیئے جائیں گے۔رہی شفاعتِ نبی کریم ﷺ تو ان لوگوں کے حق میں گناہوں کے معاف کرانے کے لیے نہ ہوگی بلکہ اور زیادہ انعام اکرام عطا کرانے کے لیے۔

جنت کے مکانات:۔۔۔۔ دوسری بات وَیُدْخِلْکُمْ کہ تمہیں ایسی بہشتوں میں بسائیں گے کہ جہاں نہریں جاری ہیں اور عمدہ مکانوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے آگے دنیاوی بادشاہوں کے محل بے حقیقت ہیں۔مال بھی دو قسم کے تھے اس کے بدلہ میں چیزیں بھی دو دیں۔

اب اپنی طرف سے ایک اور تیسری چیز عطا فرماتا ہے وأخری۔۔۔ الخ مددِ الٰہی اور فتح جس کو ہر ایک پسند کرتا ہے ہر مرتبے کے جہاد میں فتح اور مدد غیبی ساتھ لگی ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے بڑے دشمنوں پر کیسی کیسی جلد فتحیابی حاصل کی۔یہی مضمون قرآن میں ایک اور آیت میں بھی آچکا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔اس مبارک سودے کا مشدہ اے نبی ایمان داروں کو دیدے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ

مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

ترجمہ:...... ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ تو بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا تب ہم نے ایمانداروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے ﴿۱۴﴾۔

ترکیب:...... انصار اللہ الانصار (جمع نصیر کشریف و اشراف) منصوب لکونہ خبر۔ کونوا اقرء انصار اللہ بالتنوین وبالاضافۃ والرسم یحتمل القرأتین کما والکاف فی موضع نصب علی اضمار القول ای اقول لکم کما قال وقیل ھو محمول علی المعنی اذالمعنی انصروا اللہ کمانصر الحواریون عیسی بن مریم۔ الی اللہ ای من یکون معی فی نصرۃ اللہ لیطابق السؤال۔ وحواری الرجال صفیہ وخلصاۃ من الحور وھو البیاض الخالص۔

اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ

تفسیر:...... اس تجارت کے بعد صاف صاف لشکر آسمانی میں داخل ہونے کی تاکید فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں ایک پہلی قوم سے تشبیہ پیدا کرنے کا ارشاد ہے فقال يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ پاک و بے نیاز ہے اس کو کسی کی مدد کی کچھ بھی حاجت نہیں لیکن مراد یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اس کی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اس کام کے لیے کمر باندھ کر تیار رہو۔

حوارین حضرت عیسیٰ علیہ السلام:...... كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ایسے سرگرم ہو جاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے اللہ کی راہ میں تو قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ حواری بول اٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپ کے مددگار۔

لفظ ''حواری'' کی تعریف وتفسیر:...... حواری کا لفظ عربی زبان میں سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں اس لیے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور مخلص دوست کو بھی، جس کے دل میں محبت ونصرت کی سفیدی یعنی روشنی ہے، اور یہ جمع نہیں بلکہ بروزن حوالی ہے جو کثیر الخیل کو کہتے ہیں جمع اس کی حواریون ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول اول ان پر ایمان لائے اور یار و مددگار ہوئے اس لیے حواری کہتے ہیں نہ اس لیے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ان بارہ شخصوں کے یہ نام ہیں۔ شمعون، جو پطرس کہلاتا تھا۔ اور اس کا بھائی اندریاس، زیدی کا بیٹا یعقوب۔ اور اس کا بھائی یوحنا۔ فیلبوس۔ اور برتھولما تھوما، اور محصول لینے والا متّی، ہلقا کا بیٹا یعقوب اور لبی جو تہدی بھی کہلاتا تھا۔ اور شمعون کنعانی اور یہوداہ اسکریوتی جس نے ان کو پکڑوا بھی دیا۔ (انجیل متی باب ۱۰)

یہ بنی اسرائیل تھے ان میں سے کچھ ماہی گیر تھے یا یہ کہ یہ ماہی گیری کرتے تھے ان کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب میں پہلے چاروں حواریوں کی بابت مذکور ہے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اول قبول کیا، اور

حضرت علیہ السلام کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلصین تھے، چنانچہ انجیل متی کے دسویں باب میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہیں کہ "پہلے اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی، سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں لوگ تمہیں کوڑے ماریں گے، عدالتوں کے حوالے کریں گے، میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کریں گے پر جو آخر تک برداشت کرے گا وہی نجات پائے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں ❶ کیوں کہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ اور بیٹے کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔ جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی اپنی صلیب اٹھا کے میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں ❷ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے وہ اسے کھوئے گا اور جو اسے میرے واسطے کھوئے گا وہ پائے گا۔ جو تمہیں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے۔" انتہٰی۔

اسی کے مطابق ان حضرات حواریین نے کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک یہودیہ میں بھی منادی کرتے پھرتے پھر سیریا (شام) کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہروں میں پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں اور طرز معاشرت بھی درویشانہ ہی تھا۔ کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے۔ ان میں اس خلوص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی ان کی دعا سے بیمار تندرست ہوجاتے تھے اور ہر طرح کی کرامات و برکات لوگ دیکھتے تھے آخر لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت سے منکر رہے۔ مگر حواریوں کی کوشش اور جاں کاہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحری اور بری بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کر لیا اور اس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی شعلہ زن ہوئی مگر آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۔ یہ بات اور ہے کہ پھر ان عیسوی لوگوں میں اصلی دین محرف ہو گیا۔

ان آیات میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لیے ویسی ہی کوشش کرو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بن جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پچھلے نبی تھے جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے راستے کے پتھر اور کانٹے صاف کرنے آئے تھے، اور وہ قومیں جو اگلے انبیاء کی مخالف تھیں ہیں اب تو یہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام لیوا یہود و نصاریٰ ہی سب سے بڑھ کر دشمن ہو گئے اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو کچھ دین حق میں ان کے درویشوں اور مولویوں نے ملونیاں ملا کر معجون مرکب بنایا جو حق کے سراسر خلاف تھا، اس کا ترک کرنا ان کے نزدیک جان دینے سے بھی مشکل تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں تلوار چلانے اور باپ بیٹے ساس بہو میں جنگ کرانے آئے۔ چنانچہ مکہ میں ظہور اسلام سے لے کر فتح مکہ تک یہی حال رہا بدر کی لڑائی میں ایک بھائی ایک طرف تو دوسرا دوسری طرف تھا، بیٹا ادھر تو باپ اُدھر تھا اور جہاں جہاں اسلام پہنچا اس کے ساتھ اس کے رقیبوں اور پرانے دشمنوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی ایک عمدہ جماعت اس کام کے لیے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے ان کو مختلف خدمات پر مامور کیا کچھ قراء تھے تو کچھ قوموں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی تو سب ہی تھے۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریین

---

❶ اس تلوار چلانے کے لیے لشکر درکار تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میسر نہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے ۳۱ باب میں وعدہ کیا تھا ۱۲ منہ۔ ❷ صلیب: سولی، یہ ایک محاورہ ہے کہ مرنے سے نہ ڈرے بلکہ سمجھ لے کہ سولی دیا جاؤں گا اور سولی بھی آپ ہی اٹھائے پھرے، ایسا مرنے کو تیار ہو جیسا کہ کہتے ہیں کفن سر سے باندھ کر میرے ساتھ آئے ۱۲ منہ۔

تھے آنحضرت ﷺ کے بعد جو کچھ انھوں نے اسلام کے لیے جاں نثاری کی اور آنحضرت ﷺ کو بحکم حدیث لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب سمجھ کر فرمان و لیبلغ الشاہد الغائب پر عمل بھی کیا اور فقر و فاقہ بھی اٹھایا اور ان کی بے شمار کرامات دنیا نے دیکھیں اور پھر تابعین و تبع تابعین کی کوشش نے ادھر اسپین اور یورپ و افریقہ کے ممالک تک ادھر ہندوچین ایران وترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جو عیسائیوں اور حواریوں سے صدیوں تک نہ ہوسکا اس فرق بلکہ تفوق کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو اگر محمد ﷺ کے پیروؤں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ اس وقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا حق ہونے سے بڑھ کر کام کیا کہ ان سے بھی زیادہ بڑھ گئے ❶۔

مگر آج کل کے علماء و مشائخین و امراء کیا کر رہے ہیں؟ ہندوستان کے علماء سے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ہندوستان کے دیہات و قریات میں پھر کر شرائع اسلام کی تعلیم کرتے ملوگوں کو رسوم قبیحہ سے روکتے اور مشائخین و امراء مدد دیتے پھر غیر مذہب والوں کا ہدایت کرنا تو دوسری بات ہے افسوس باہمی جزئیات مسائل پر کیسے جھگڑے اور اصول سے کیا بے خبری؟۔

❁❁❁❁❁❁

❶ ...... صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے خاص اسلام کے لیے عرب کے ریگستان سے نکل کر سفر کیا چین تک ادھر اندلس تک پہنچے۔ ترک دنیا توکل اور ان کی کرامات کو اگر کچھ بھی لکھوں تو ایک دفتر کافی نہ ہو۔ دلائل النبوۃ اور شواہد النبوۃ وغیرہ کتابیں دیکھو اور اولیائے کرام کے تذکرے سنو تو حیرت ہو تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے حواریوں کا موازنہ کرسکو گے ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُھَا ۱۱ (۶۲) سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۰) رُکُوْعَاتُھَا ۲

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ① هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ② وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④

ترجمہ: ...... آسمانوں اور زمین کے رہنے والے (ہر وقت) اللہ کی تقدیس کرتے ہیں جو بادشاہ قدوس (اور) زبردست حکیم ہے ① وہ ہے کہ جس نے ان پڑھوں میں ❶ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ② اور دوسروں کے لیے بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے اور وہ زبردست حکمت والا ہے ③ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ④۔

ترکیب: ...... الملک القدوس العزیز الحکیم مجرور علی انه صفة الله وقرء بالرفع علی الاستیناف والجمهور علی ضم القاف من القدوس وقرئ بفتحها وهما لغتان۔ منهم صفة رسوله او حال وکذامابعده۔ یتلوا ویزکیهم ویعلمهم وان مخففة من الثقیلة واسمها محذوف ای وانهم۔ واللام لفی دلیل علیها۔ وآخرین مجرور عطفا علی الامیین ای بعثه فی الامیین الذین فی عهده وبعثه فی آخرین منهم لم یلحقوا بهم الی الآن او منصوب علی انه عطف علی الضمیر المنصوب فی یعلمهم ای ویعلم آخرین او انه عطف علی مفعول یزکیهم ای ویزکی آخرین ولما یلحقوا صفة لآخرین۔

تفسیر: ...... قرطبی کہتے ہیں سب متفق ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس سورت کی بابت یہ ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مسلم و سنن اربع کے مصنفوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ میں یہ سورت اور سورۂ منافقون پڑھتے سنا ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز

❶ ...... ان پڑھ قوم سے مراد عرب ہے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اس کے علاوہ اور آئندہ آنے والی قوموں کے لئے بھی خواہ عرب کی نسلوں میں سے یا اور قوموں میں سے ہوں ۱۲ منہ۔

میں نبی ﷺ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے تھے۔ اور عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے۔ مسلم اور اہل سنن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ پڑھتے تھے۔

ربطِ آیات: ...... اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ دین واطاعت الٰہی میں ہمیشہ سرگرم اور ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اس میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی مدد واعانت اور دینی استقامت کی حاجت ہے یا کوئی اس سے فائدہ ہے یا دفعِ مضرت ہے اس لیے ان خیالات کا ابطال اوّل سورت میں کرتا ہے۔

آسمان وزمین کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں: ...... فقال يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی ہر وقت پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اس کو کسی کی بندگی واطاعت کی کوئی ضرورت نہیں، اب جو کچھ تم کو حکم دیا جاتا ہے وہ صرف تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔

پہلی سورت میں سبح بلفظِ ماضی ذکر کیا تھا یہاں یسبح بلفظِ مضارع تا کہ تجدّد و دوام پر دلالت کرے۔ مضارع کے صیغے جیسا کہ تجدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ہمیشہ کرنے پر بھی بقرائن۔ یہ بھی ایک وجہ مناسبت اگلی سورت سے ہے۔ تسبیح کے معنی اور یہ کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے کیوں کر اس کی تسبیح کرتے ہیں (بزبان حال وبزبانِ مقال) اس کو ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں۔ اس جملے میں پہلے خیال کا ابطال ہے اس کو کوئی حاجت نہیں تمام عالم اس کے آگے مسخر ہے۔ ہر چیز کی قدرتی بناوٹ اور اس کے حالات کا تغیر اپنے خالق کی یکتائی وبزرگی بیان کر رہا ہے جس کے کان ہوں سن لے۔ آنکھ ہو دیکھ لے، دل ہو سمجھ لے، اسی بات کو ایک جگہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ اس کے بعد فرماتا ہے الْمَلِكِ وہ بادشاہ بھی ہے۔ یعنی غنی اور بے پرواہے اس کے معنی واجب الوجود کے قریب قریب اس موقع پر مراد ہیں۔ اس لیے کہ بادشاہت بغیر جمع ہونے تمام کمالات واسباب سلطنت کے حاصل نہیں ہوتی اس سے اشارہ ہے ثبوت صفات عالیہ کی طرف جس میں دوسرے خیال کا رد ہے الْقُدُّوْسِ یعنی پاک ہے اس میں تیسرے خیال کی طرف اشارہ ہے۔ کوئی مضرت ونقصان اس کی ذات پاک کی طرف عائد نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ توحید کا عجب لطف کے ساتھ اثبات: ...... خیالات کے ابطال کے علاوہ الفاظ قرآنیہ میں ایک اور مسئلہ بترتیب بیان فرمایا جاتا ہے يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ سے الْحَكِيْمِ ۝ تک توحید کے مسئلہ کا عجب لطف کے ساتھ ثبوت ہے کہ تمام کائنات علوی وسفلی اسی کی تسبیح کر رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کے مسخر ہیں۔ زمینوں کے حالات اور آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی ہے جو ہم کو مجبورانہ ایک خاص حرکت پر مجبور کر رہا ہے جو لوگ کرّات ہی کو باعتبار فوق ہونے کے ساوات کہتے ہیں اب وہ بھی غور کریں کہ آفتاب ودیگر سیارات جو زمین سے ہزاروں حصے بڑے اور کروڑوں کوس دور ہیں اور اس سرعت کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کہ منٹوں میں ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرتے ہیں اور پھر یہ بے شمار ہیں آپس میں ٹکرانے نہیں پاتے ❶ پھر ان کی یہ حالت اپنے خالق ومالک ومدبّر کی تسبیح ہی تو ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں پر ایک چپہ بھر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں ہزاروں روحانی وملائکہ اس کی تسبیح وتہلیل نہ کرتے ہوں، وہ ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق ہے جس کے ادراک سے فلسفۂ حال عاجز ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پھر یہ انسان کیوں بے کار اور

❶ ریل گاڑیاں باوجود اس قدر محافظت اور ایسے ہنرمندوں کی کوشش کے ہر سال ٹکرا جاتی ہیں مگر اس مدبر وحکیم کے کرّات نہیں ٹکرانے پاتے پھر اس سے زیادہ کون ثبوت اس کی توحید کے لیے ہوسکتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

غیر معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہے اس کو بھی اسی کی تسبیح چاہیے۔

اَلْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ:......الملک میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہی حاکم مطلق ہے وہی قابل پرستش واطاعت ہے اسی کی نافرمانی سزا کی مستوجب کرتی ہے۔ القدوس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو اوہام باطلہ نے اللہ کے لیے تثلیث اور بیٹے، بیوی اور کارکن سمجھ رکھے ہیں وہ ان سب سے پاک ہے اس میں جمیع مذاہب باطلہ کا اجمالی رد ہے۔ العزیز وہ زبردست بھی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عزت وغلبہ اسی کو ہے اسی کے احکام قابل پذیرائی ہیں۔ الحکیم وہ حکمت والا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ انتظام دنیاوی جس طرح اس کی حکمت بالغہ کا مقتضی ہے اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا کتابوں کا نازل کرنا بھی بندوں کی معاد ومعاش درست کرنے کے لیے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضی ہے۔

مسئلہ نبوت کا ثبوت:......لہٰذا اس کے بعد مسئلہ نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ فقال هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ کہ اسی حکیم نے اُمیوں یعنی اَن پڑھوں میں جس سے مراد ملک عرب لیا گیا ہے انہیں میں سے ایک رسول یعنی محمد ﷺ کو مبعوث وبرپا کیا گیا۔

اُمّی کون ہیں:......مگر اُمیوں سے مراد تمام ممالک ہیں اس لیے کہ جن باتوں کی تعلیم کے لیے رسول آیا ان سب کی نسبت وہ اُمی اَن پڑھ اور جاہل ہی تھے اور جو کسی کو کچھ خبر بھی تھی تو اس پر سیکڑوں جہالت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں پھر یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب کے لیے نبی تھے غلط بات ہے اور بالفرض امیوں سے مراد عرب ہی ہوں تو ان میں برپا کرنے سے یہ مراد نہیں کہ اور قوموں کے لیے نبی نہ تھے بلکہ یہ ایک واقعی بات کا بیان ہے جو دراصل آنحضرت ﷺ ملک عرب ہی میں پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے تھے۔

کیوں رسول بھیجا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ کہ ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنادے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو اخلاق بد کی نجاستوں سے پاک کرے، اپنی روحانی روشنی سے ان کے نفوس کو منور کرے۔ کوئی کیسا ہی پُرزور واعظ ہو ہزاروں وعظ و پند کرے جب تک اس میں روحانی کشش اور باطنی جذبہ نہیں کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو جلد زائل ہوجاتا ہے وہ کیا نقش تھا جو عرب کے سخت دل شہوت پرست مغرور جاہلوں ❶ کے دلوں پر قائم کردیا تھا کہ جو صدیوں تک نہ مٹا اور ان کی دنیاوی اور دینی ترقی کا رہ نما بنا رہا ہم نے زبان زور سیکڑوں واعظ دیکھے کہ جو بک بک کر تھک گئے پر کچھ اثر نہ ہوا مگر حضرت ﷺ نے تو پہاڑوں کو موم کردیا اس کو رسالت کبریٰ کہتے ہیں اور صرف پڑھ کر سنائے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سلسلہ جاری رکھنے کے لیے ان کو وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کتاب یعنی قرآن سکھائے۔ وَالْحِكْمَةَ اور حکمت بھی، کتاب سکھانا اور چیز ہے اور اس کی برکات سے فائض اور دل میں جگہ دینا اور چیز ہے اسی لیے الکتب کے بعد اَلْحِكْمَةَ کا لفظ ارشاد فرمایا۔ حکمت سے بعض نے سنت کو مراد رکھا ہے۔

فائدہ: تکمیل کا اول مرتبہ یہ ہے کہ کلام سنایا جائے، جس کے بعد اس کے دل پر سے کثافت وجہالت کی تاریکی دور ہوتی ہے، یہ دوسرا مرتبہ ہے، ان دونوں کو يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ میں بیان فرمایا، تیسرا مرتبہ اس اثر پذیر ہونے کے بعد یہ ہے کہ کتاب الٰہی اس کو سکھادی جائے۔ سکھانے اور پڑھ کر سنانے میں بڑا فرق ہے، چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کتاب کے اسرار ومعانی اور اس کے احکام کے علل

---

❶......حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جو چوتھے خلیفہ تھے یہ بات ان کے بے جا طرف داروں کو بری معلوم ہوئی لگے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر اتہام لگانے اور اس کے لیے انہیں تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو برا بھلا بھی کہنا پڑا جس لیے وہ اس کہنے پر مجبور ہوئے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے کوئی حکمت نہیں سکھائی نہ تزکیہ کیا نہ کتاب سکھائی اور آپ ﷺ کا اثر ان سے شبنم کی طرح جلد زائل ہوگیا جس کے مخالف اسلام بھی قائل نہیں اور خلاف واقعہ بات بھی ہے۔ پھر ان مطالب کے اثبات کے لیے ان کو سیکڑوں جھوٹی احادیث وروایات بنانی پڑیں جن کو واقعہ اور تاریخ زمانہ رد کرتی ہے اور انہیں کے بھروسے وہ قرآن مجید میں تاویل کرتے اور جمہور اہل اسلام سے جھگڑتے ہیں۔ افسوس ۱۲ منہ۔

واسباب اور مصلحتیں بھی وہ سمجھ لے ان دونوں کو وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں بیان فرمایا۔

حکمت کے معنی:...... حکمت کا لفظ فلاسفہ کے نزدیک حقائق الاشیاء کو ٹھیک ٹھیک طرح پر جاننے میں بولا جاتا ہے۔ اس لیے موجودات خارجیہ آسمان وزمین انسان ودیگر حیوانات وغیرہا کے حالات جاننے کا نام حکمت رکھا ہے پھر موضوع متعین کر کے حکمت کو تقسیم کر دیا کسی کا نام حکمت عملیہ کسی کا نظریہ رکھا اور پھر حکمت عملیہ اور نظریہ کے بھی بہت سے اقسام جداگانہ ناموں سے نامزد ہوئے۔ نظریہ میں سے فلکیات وعنصریات والٰہیات، اور عملیہ میں سے تدبیر المنزل سیاست مدن، تہذیب الاخلاق نام قرار دیے گئے اور پھر ہر ایک کی اور بھی شاخیں ہیں ریاضی اور طب پھر ریاضی کے اقسام ہیئت نجوم زیچ اکر مرایا حساب ہندسہ وغیرہ۔

حکمت شرعیہ کا بیان:...... شرع محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ اس میں کسی قدر تغیر کیا گیا۔ اور آلۂ حق اور مبدء ومعاد رسالت اور اسرار حکمت نوامیہ اور احکام الٰہیہ اور ان کے اسرار ومصالح اور تزکیۂ نفس اور اس کے متعلق امور اور اسی طرح قوانین عدل وانصاف سیاست واخلاق طہارت باطنی وظاہری کا جاننا نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ الہام الٰہی سے نبی مرسل اور اس کے سچے پیرؤوں کے وسیلوں سے جاننا حکمت ہے۔ ان میں علم بالسنۃ المطہرہ بھی داخل ہے۔ دونوں حکمتوں میں فرق ہے اول کی بنیاد دلائل عقلیہ یا حکماء کے اشراق پر ہے جس میں بیشتر توہمات اور تخیلات کو دخل ہے اور اسی لیے یہ حکمت ہر زمانے میں نیا رنگ بدلتی رہتی ہے آج کل کا فلسفہ اور ہیئت کچھ اور ہی ہے اور قدیم فلسفہ اور دیگر علوم پر بڑے زور وشور کے حملے ہو رہے ہیں اور شاید اس کے بعد جو زمانہ ترقی کر جائے تو اس پر بھی حملے ہونے لگیں اور یہ خیالات باطل ثابت ہو جائیں۔ بخلاف دوسری حکمت کے کہ اس میں ان امور کو دخل ہی نہیں وہ ان کدورتوں سے پاک وصاف ہے زمانہ کیسا ہی بدلے پر وہ حکمت نہ بدلے گی۔ اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لیے حکیم دوجہاں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ (متفق علیہ) کہ ایمان تو یمانی ہے اور حکمت تو یمانی ہے یعنی میری امت میں سے جو اہل یمن ہیں میری حکمت وہ خوب جانتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ حکمت الٰہیہ کا مدرسہ یمان ہے نہ کہ یونان اور دراصل لفظ یمان میں یمن وبرکت کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے حکمت آسمانی مراد ہو سکتی ہے۔

فوائد حکمت:...... اس حکمت کے فضائل شرع محمدیہ میں بہت آئے ہیں وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت خیر دی گئی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کی حکمت میں دل پرنور روح کو سرور ابدی ملتا ہے۔ حکمت یونانیہ میں انجام کار تردد وخبط اور شک وظلمات روحانیہ کے سوا کچھ نہیں، اس لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں ☆ حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

یہ ذات بابرکات ﷺ عرب جیسے اُمّی اور جاہل ملک میں ظاہر ہوئی یعنی اس معلم کو ایسے سخت اور جاہل لوگ دیے گئے پھر دیکھیے کہ آپ ﷺ نے ان کو حکمت کی تعلیم کہاں تک کی۔ مؤرخین با انصاف عرب کی اس حالت کا کہ جب آپ ﷺ نے اظہار نبوت نہ کیا تھا اور اس کی بعد کی حالت سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد تک جو مقابلہ کرتے ہیں تو ان کو ایک سخت حیرت ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کے علوم برکات اور ان کی بے حد ترقیاں اور لیاقتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ آپ ﷺ نے حکمت سکھائی ہی نہیں بلکہ حکمت کا دریا بہا دیا۔ اب اسی کے ساتھ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی قوم کو بھی دیکھیے باوجودیکہ وہ لوگ عرب جیسے اُجڈ نہ تھے لکھے پڑھے شائستہ بھی تھے مگر ان کو حکمت الٰہیہ سے کہاں تک حصہ ملا کیا اسرائیلیوں کی گوسالہ پرستی اور بات بات پر سرکشی اور جلد جلد بت پرستی، بدکاری کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ توریت سے ثابت ہے، یہ نہیں کہے گا کہ عرب کے ان مقدس اور پاک باز اور مستقل اور مردانہ

وفرزانہ جماعتوں سے ان کو کوئی بھی مناسبت نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان کے معلم تو حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار پائیں اور ان کے معلم حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار نہ پائیں۔

عرب کی حالت گمراہی اور دنیا کی اقوام کی ضلالت:...... وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ اس سے پہلے وہ اُمی عرب بے شک صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اس میں اسی مقابلۂ حالت سابقہ کی طرف اشارہ ہے۔ عرب کی پہلی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کی جو کچھ مؤرخین نے شرح کی ہے اس کے ذکر کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر اس قدر جاننا کافی ہے کہ علم وہنر سے خالی تھے لکھنا پڑھنا بھی سیکڑوں ہزاروں میں سے کوئی جانتا تھا، افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی قزاقی اور چوری اور قتل وزنا شراب خواری کی کوئی انتہا نہ تھی، شہوت پرستی یہاں تک تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو بھی تصرف میں لاتا تھا، سنگ دلی یہاں تک کہ معصوم بچوں کو زندہ دفن کر دینا ایک عام بات تھی، پھر سیکڑوں معبود اور سیکڑوں تھان جھنڈے پوجتے تھے، رَمّالوں، کاہنوں، عیاروں کے کرشموں پر ایمان تھا، فال وشگون پر سفر واقامت منحصر تھی۔ گندے، میلے، وحشی بنے ہوئے تھے، یہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت تک تھا۔ گو پہلے عرب میں شاہان یمن کے ذریعہ سے شائستگی ہوئی ہوگی اور علم وہنر کی چمک ان پر پڑی ہوئی تھیں۔ ملت ابراہیمہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی۔ مجوس کا مذہب اصل میں جو کچھ ہو مگر اب تو شہوت پرستی اور عناصر پرستی کا مجموعہ رہ گیا تھا۔ اسی طرح اہل کتاب کی حالت خراب تھی یہود توریت اور انبیاء علیہم السلام کے اصل نسخے کھو بیٹھے تھے جو بخت نصر وغیرہ بادشاہوں کے عہد میں ہوا۔ صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی قصص وحکایات یا مذہبی دستورات تھے جن کو توریت وصحفِ انبیاء کہتے تھے اس کے علاوہ ان کے احبار کی بےایمانیاں اور قوم کی بے ہودگی تو اس درجہ تھی کہ جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی شاکی تھے اور دنیا سے شاکی گئے۔ اور ملت مسیحیہ کا تو پوپوں کی بددیانتی سے اور بھی خراب حال تھا، سیکڑوں فرقے تھے اور سیکڑوں جدا جدا خیالات انجیل ان کے پاس بھی نہ رہی تھی، عجائب پرستی اور پیروں کی پرستش اور اوہام باطلہ کی پابندی اور معمولی دستورات کی بجا آوری ہی مذہب رہ گیا تھا۔ تواریخ کلیسا کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ رہے ہنود واہل چین وتتار تو اب تک بت پرستی اور توہمات باطلہ کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اور صرف اس عہد کے لیے یہ آفتاب ہدایت جلوہ گر نہیں ہوا تھا یا عرب کے لوگوں کے لیے ہی نہ تھا بلکہ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ اور آیندہ آنے والے لوگوں کے لیے بھی۔ یہ مجرور ہے اس کا عطف اُمِّیّٖن پر ہے یہ معنی کہ آنحضرت ﷺ کو آپ ﷺ کے عہد کے امی لوگوں کے لیے بھیجا اور ان کے علاوہ اوروں کے لیے بھی جو ہنوز نہیں پیدا ہوئے یا پیدا ہیں مگر ان میں نہیں ملے، اور یہ منصوب پر ہوگا جو یُعَلِّمُهُمْ میں ھم ہے۔ تب یہ معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ کو بھیجا کہ ان امیوں کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کے علاوہ اوروں کو بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت:...... بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ابی حاتم وابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ جملہ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے جواب نہ دیا، پھر سوال کیا، تیسری بار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جو ہم میں موجود تھے ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ''ایمان اگر ثریا تک چلا جائے تو ان میں کے لوگ اس کو پالیں گے۔'' یعنی اگر دنیا سے ایمان وخیر اٹھ کر آسمان تک بھی جا پہنچے۔ مطلب یہ کہ اس کا لینا مشکل ہو جائے تو ابنائے فارس کے لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔ مقصد یہ کہ آنے والے لوگوں سے غیر عرب جمیع امم مراد ہیں خواہ اہل فارس ہوں یا اہل روم اور اسی لیے آپ ﷺ نے قیصر وکسریٰ وغیرہ کو دعوت اسلام کے لیے نامے لکھے۔ (مجاہد وغیرہ سب کا یہی قول ہے) اس حدیث کی پیشین گوئی کے

مطابق بالخصوص اہل فارس میں سے بڑے بڑے نام وراسلام میں پیدا ہوئے جن کی مساعی جمیلہ کی اب تک امت محمدیہ مشکور ہے اور یہ بشارت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ پر صادق آئی جیسا کہ جلال الدین سیوطی وغیرہ محدثین نے بھی اقرار کیا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اس کی عنایت ہے جس کو چاہے نصیب کرے، یہود و نصاریٰ یا کسی اور کا کیا اللہ تعالیٰ کو دینا آتا تھا کہ اخیر نبی اور اس کے ایسے نام ور پیرو انہیں میں سے پیدا کرتا، اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے کہ کس قوم میں اس خدمت کی بجا آوری کا مادہ ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ ع

ترجمہ:......ان لوگوں کی مثال کہ جن پر توریت لادی گئی پھر اس کو انہوں نے اٹھایا نہیں اس گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے کیا ہی بری مثال ہے اس قوم کی کہ جس نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں کیا کرتا۝۵ (اے محمد ﷺ) ان سے جو یہودی ہو گئے کہہ دو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ سب لوگوں کے سوا ہم ہی اللہ کے پیارے ہیں تو موت کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو۝۶ اور اس کی تو وہ کبھی بھی خواہش نہ کریں گے اپنے ہاتھوں کے ان کاموں کے سبب جن کو کر چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۝۷ کہہ دو وہ موت کہ جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تم کو آلے گی پھر تم کھلی اور چھپی چیزوں کے جاننے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کیا کرتے تھے وہ تم کو بتا دے گا۝۸۔

ترکیب:......مثل الذین مبتدا۔ کمثل الحمار خبرہ۔ یحمل الجملة اما حال و العامل فیها معنی المثل او صفة للحمار اذلیس المراد به معینا فهو فی حکم النکرة کمافی هذا القول و لقدامر علی اللئیم یسبّنی۔ مثل القوم فاعل بئس۔ الذین فی موضع خبر نعتا للقوم و المخصوص بالذم محذوف ای هذا المثل و یمکن ان یکون فی موضع رفع تقدیره بئس مثل القوم مثل الذین فمثل المحذوف هو المخصوص بالذم وقدحذف واقیم المضاف الیه مقامه (ابن الصائغ) و قدر العلامة ابو المسعود هکذا ای بئس مثلاً مثل القوم الذین کذبوا علی ان التمیز محذوف و الفاعل المفسر به مستتر و مثل القوم هو المخصوص بالذم و الموصول صفة للقوم۔ فانه ملٰقیکم الجملة خبر ان دخلت الفاء لمافی الذی شبه الشرط و قیل الفاء زائدة و فیه مافیه۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ اس حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضیٰ ہے کہ اس نے رسول بھیجا تا کہ لوگوں کو پاک کرے اور علم و حکمت سکھائے

اور یہ رسول عرب میں ظاہر کیا جو اَن پڑھ لوگ تھے۔ یہود کی قوم کو اپنے علم و خاندان کا بڑا گھمنڈ تھا (اور خاندانی آدمیوں کا جب اصلی کمال جاتا رہتا ہے تو ان میں یہی باقی رہ جایا کرتا ہے) ان کو اس نبی عربی ﷺ کے اتباع اور اس کے نور سے مستفید ہونے سے عار ہوا اور کہنے لگے کہ علم و حکمت کا خزانہ ہمارے پاس ہے بڑے بڑے کتابوں کے ذخیرے ہمارے ہاں موجود ہیں یہ جاہلوں کے سمجھانے کے لیے ہے نہ کہ ہمارے، اس لیے اللہ تعالیٰ اس قوم بدنصیب کی اصلی حالت بیان فرماتا ہے اور ان کے علم بے عمل کی پوری تشبیہ دیتا ہے۔

تورات پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال گدھے کی سی ہے:...... فقال مَثَلُ الَّذِيْنَ . . . الخ کہ ان کی مثال جن پر توریت لادی گئی یعنی اس کی پابندی کی تاکید کی گئی گویا تورات کو ان پر سوار کیا گیا۔ یا یہ معنی کہ توریت کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے کیوں کہ یہ حمل بمعنی اٹھانے کے نہیں بلکہ حمالہ بمعنی کفالہ و ضمان سے ہے (یہ زمخشری کا قول ہے) اور پھر انہوں نے اس کی پوری ذمہ داری نہ کی ایک گدھے کی مثال ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں۔ پھر اس گدھے کو ان کتابوں سے کیا فائدہ بجز اس کے کہ ان کے بوجھ کی مشقت اُٹھا رہا ہے۔

نہ محقق بود نہ دانشمند ☆ چار پایہ برو کتابے چند

یہی حال ان یہود کا ہے۔ گدھا حیوانات میں سے بالخصوص بارکش اور بدعقل جانور ہے اسی لیے اس سے تشبیہ دی نہ کہ گھوڑے خچر گاڑی چھکڑے سے۔ اور تہذیباً یہود کا نام نہ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی ایک گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔ اسفار سفر کی جمع ہے اور سفر بڑی کتاب کو کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اصلی معنی روشنی کے ہیں۔ کہتے ہیں اسفر الصبح چونکہ کتاب جب پڑھی جاتی ہے۔ تو پڑھنے سننے والے کو علم کا نور اور روشنی بخشتی ہے اس لیے اس کو سفر کہنے لگے اور اس کی نظیر (مثل) اشبار ہے جو شبر (بالشت) کی جمع ہے۔

یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے علماء امت محمدیہ ﷺ کو بھی سن کر ڈر آنا چاہیے اور علم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ وہ بھی گدھے شمار ہوں گے جن پر کتابیں لدی ہیں۔

آیات اللہ کو جھٹلانے والوں کی بری مثل:...... پھر فرماتا ہے کہ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ کہ اس قوم کی جس نے آیات اللہ کو جھٹلایا یعنی یہود بری مثل ہے مثل کے برے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ مثل بے جا اور نامناسب ہے بلکہ یہ تمثیل ٹھیک ہے اور ان پر چسپاں ہے مگر وہ بہت بری قوم ہے کہ جس کی یہ مثل ہو۔ آیات اللہ سے مراد آیات قرآنیہ ہی نہیں بلکہ وہ دلائل بھی جو آنحضرت ﷺ کی نبوت اور اسلام کے برحق ہونے پر دال ہیں خواہ وہ عقلیہ ہوں خواہ وہ نقلیہ یعنی وہ بشارتیں جو ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی بابت مذکور ہیں جب ان پر عمل نہ کیا بلکہ ان کے برخلاف کیا تو ان کو جھٹلا دیا۔ یا یوں کہو کہ جب یہود نے توریت و صحف انبیاء کی ان ہدایات و تاکیدی احکام کو پس پشت ڈال دیا اور ان پر عمل نہ کیا بلکہ ان کو جھٹلا دیا۔ یہ بھی ایک قسم کی تکذیب ہے لسانی نہ ہو حالی سہی۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ایسے متعصب لوگوں کو ہدایت الٰہی سے حصہ نہیں ملتا ہمیشہ بدنصیبی و خسران و ضلال (گمراہی) ہی کے گڑھے میں پڑے رہتے ہیں۔

یہود کہتے تھے کہ ہم پر یہ الزام غلط ہے اس لیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خاص اور پیارے بندے ہیں خواہ کچھ ہی کریں ❶۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ . . . الخ کہ اے پیغمبر یہودیوں سے کہہ دے اگر تم کو گمان ہے کہ ہم اللہ کے

---

❶...... ہنود میں برہمن ایک قوم ہے وہ بھی مدعی ہے کہ ہم برہما جی کے پتر یعنی بیٹے ہیں ہماری مکتی یعنی نجات ہر حال میں ہے۔ خیرات دو تو برہمن کو دو نیکی کرو تو برہمن سے کرو برہمن کسی کو مارے تو اس سے بدلہ لینا روا نہیں، اور قوم میں کئی بار جنم لے کر یعنی تناسخ کے میدانوں میں ٹھوکریں کھا کر نجات کے لیے برہمن کے گھر جنم لیتے ہیں۔ برہمن سے نطفہ حاصل کرنا بھی فخر سمجھا جاتا تھا۔ برہمنوں میں ایک گروہ کو پروہت کہتے ہیں وہ تو اب تک ہنود کے نکاح بیاہ موت و سفر کے مالک ہیں اور مرنے کے بعد سرگ نرک (بہشت و دوزخ) کی کنجی مردے کے لیے انہیں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ مردے کے وارثوں سے کہتے ہیں اس قدر دو تو سرگ میں ورنہ نرک میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خاص دوست ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کے سبب موروثی بزرگی اور خلت اور دار آخرت میں جنت کے مستحق ہیں تو فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہوتا کہ تم مرنے کے بعد عیش و آرام اپنے ادعاء کے موافق پاؤ مگر دل بڑا منصف ہے اپنے اعمال بد کی شامت اسے معلوم ہو جاتی ہے اس لیے وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (وہ اس کی ہر گز تمنا نہ کریں گے اپنے اعمال بد کے خوف سے) ملزم عدالت میں جانے سے ڈرتا ہے، پاک کو کوئی خوف نہیں ہوتا۔ نیک اور باخدا لوگ جن کو دار آخرت کے نعماء پانے کا ان کے رب کی طرف یقین دلایا گیا ہے مرنے کے مشتاق رہا کرتے ہیں وہ دنیا کے عیش و آرام کو قید خانہ کے آب و دانہ سے کم نہیں سمجھتے مگر اللہ تعالیٰ کے ملزم زبان سے لاکھ لاف ماریں مرنے سے ڈرتے ہیں یہیں کی زندگی پر مرتے ہیں۔ یہیں کے سامان و اسباب پیدا کرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے) وہ بدکاروں کو ابرار کے درجے نہیں دیتا البتہ نیک نسل اپنے بزرگوں کے انعام کا حصہ پاتی ہے۔ یہود اس امتحان سے بھاگ نکلے اور وہ موت سے ڈرتے تھے اس لیے فرماتا ہے قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ (کہ کہہ دے جس موت سے تم بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مرنے کے بعد تم اس کے پاس پہنچائے جاؤ گے جو چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے۔ یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے۔

ان آیات میں مسئلہ معاد بھی کس خوبی کے ساتھ بیان کر دیا۔ اور ہدایات انبیاء علیہم السلام سے بے خبر ہونے کا نتیجہ اور ان سے مفاخر آبائی کے غرور میں سرتابی کا انجام بڑے پر اثر الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا۔ ❶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت الٰہیہ کے زور پر عیسائیوں سے بھی مباہلہ کیا اور یہود سے بھی مگر وہ ڈر گئے۔ بخاری اور ترمذی اور نسائی اور احمد نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مکے میں ابوجہل کعبے کے پاس مجھ پر حملہ کرتا (جیسا کہ وہ کہتا تھا کہ کعبہ میں پاؤں تو گردن مروڑ دوں) تو سب کے روبرو اس کو فرشتے اُچک لیتے اور اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور اپنا گھر دوزخ میں دیکھ لیتے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے کو نکلتے تو گھر آ کر مال و اہل کچھ نہ دیکھتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ

❶ ۔۔۔۔اسلام میں انبیاء و اولیاء زادہ ہونا بغیر ایمان و عمل صالح کے کچھ کام نہیں آتا ۱۲ منہ۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) بھیجتا ہوں بے چاروں کو دینا ہی پڑتا ہے پھر جو چیزیں اس عالم میں مردے کو درکار ہوتی ہے لحاف رزائی بچھونا اوڑھنا پانی پینے کا لوٹا کٹورا وغیرہ سب پروہت جی لے کر مردے کے پاس پہنچانے کا ذمہ کرتے ہیں اگر پروہت جی کے گھر دودھ پینے کو گائے نہیں تو فرماتے ہیں گاؤ ماتا پُن کر دو کہ اس کی دُم پکڑ کر یہ مرنے والا نرک کی جھیل سے پار اُترے۔ ہر موسم کی ترکاریاں اور میوے بھی پہنچا دینے کے لیے لیتے ہیں۔ ہندوستان میں جب باہر سے مسلمان آئے اور ان سے ہنود کا میل جول ہوا تو لالچی مسلمانوں کے منہ میں یہ شکار دیکھ کر پانی بھر آیا اور جو ہندو مسلمان ہوئے ان کے دل میں بھی پرانا چسکا باقی تھا۔ ان حضرات نے دیکھا کہ ہندو تو ہمارے دام میں کیوں آنے لگے وہ برہمن کا شکار ہیں جاہل مسلمانوں کو گھیرو، پھر تو انہوں نے بھی اپنے دینیات کو انہیں رسوم کے قوالب میں ڈھالنا شروع کر دیا کہ دسہرہ کے جواب میں محرم کا سوانگ بنایا۔ دیوالی کے جواب میں شبرات کی روشنی اور آتشبازی نکالی، مردے کی روح نکالنے اور اشیائے مرغوب کو میت تک پہنچانے کا ملا جی نے بیمہ کرنا شروع کیا اور اسی طرح شادی غمی کے رسوم انہیں سے ملنے لگے۔ بیوہ کا نکاح ممنوع ہو گیا میت پر سرخ دوشالہ ڈالنا بھی سیکھا پروہت کی جگہ جاہل پر قائم ہوا۔ بوہرہ قوم میں ان کا ملا بھائی جبرئیل کو چٹھی لکھا کرتا ہے کہ اس میت کو اتنے انار اتنے کھجور کے درخت دینا ۱۲ منہ۔

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْكُرُوا اللّٰہَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰہُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع ۲

ترجمہ:...... مسلمانو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کے لیے جلدی چلو اور سودا چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو ⑨ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ⑩ اور جب کہ وہ لوگ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں۔ ❶ تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو (اکیلا) چھوڑ دیتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے ⑪۔

ترکیب:...... اذا شرط من یوم من بمعنی فی ای فی یوم الجمعة۔ فاسعوا جوابه۔ وذروا عطف علی فاسعوا والجمعة بضمتین وباسکان المیم مصدر بمعنی الاجتماع۔ فاذا قضیت شرط۔ فانتشروا جوابه۔ کثیرا ای ذکرا کثیرا واذاراو شرط۔ انفضوا جوابه۔ وترکوا معطوف علیه۔ قائما حال من المفعول فی ترکوک ۔ ماموصولة عندالله صلته خیر خبر للموصول والصلة۔

تفسیر:...... یہود پر تین زجر و توبیخ ہوئیں۔ اول جب انہوں نے اپنے علم کا فخر کیا اور عرب اور آنحضرت ﷺ کو جاہل قرار دیا تو ان کو گدھے سے تشبیہ دی اور جب انہوں نے فخر کیا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور خاص دوست ہیں۔ دار آخرت کی نعماء ہمارے لیے تیار ہیں تو ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کہ وہ چیزیں تمہیں تیار ملیں۔ تیسرا ان کا ایک اور فخر تھا کہ اللہ نے ہمارے دین میں سبت (ہفتہ کا دن) رکھا ہے جس کی تعظیم و حرمت ہم پر واجب ہے اور اس میں بڑی برکات ہمارے لیے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ نعمت نہیں۔ اس تفاخر کے مقابلے میں یا اس کی جگہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے جمعہ کا دن مقرر کرتا ہے جو ہفتہ ❷ اور اتوار سے بھی مقدم ہے اس لیے اس دن کی خاص عبادت کے لیے حکم دیتا ہے۔

جمعہ کا اہتمام اور اس کے اعمال:...... فقال یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (الی قوله) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ کہ اے ایمان دارو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اس کی طرف چلو اور جا کر یاد الٰہی کرو اور سوداگری یا اور کوئی دنیاوی کام ہو اس کو چھوڑ کر دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اس لیے کہ دنیا اور اس کے نعماء (نعمتیں) جن کے حاصل کرنے میں تم سرگرمی اور کوشش کرتے ہو فانی ہیں تم کیا یہاں سدا رہو گے اور کیا تمہارے کام یہ چیزیں ہمیشہ آئیں گی؟ جہاں تمہیں جانا اور وہاں جا کر سدا رہنا ہے۔ اس کے لیے کوشش کرنا بہتر ہے اور من جملہ ان کے جمعہ کے لیے چلنا اور تیار ہونا اور کارِ دنیاویہ (امور و کام) کو چھوڑ دینا ہے۔

مباحث: (۱) فضائلِ جمعہ:...... فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں بہ کثرت وارد ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہم پچھلے ہیں مگر قیامت میں سب سے آگے رہیں گے، یہی بات ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہم کو بعد میں پھر یہ دن جمعہ کا ان پر فرض ہوا وہ اس میں

---

❶...... انفضاض شکستہ شدن۔ صراح ۱۲ منہ۔ ❷...... یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہیں اس دن کاروبار دنیاوی ان کے ہاں حرام ہے۔ نصاریٰ کے نزدیک اتوار کے دن کی تعظیم ہے وہ کہتے ہیں اس دن حضرت مسیح علیہ السلام قبر سے اٹھ کر آسمان پر گئے اور لوگوں کو دکھائی دیے۔ ہنود بھی اتوار کو مانتے ہیں ۱۲ منہ۔

جھگڑے، اللہ نے ہم کو بتادیا سب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یہود اس کے ایک روز بعد نصاریٰ ان کے ایک دن بعد۔ (متفق علیہ)

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ سب دنوں سے جمعہ افضل ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے نکلے اسی دن قیامت ہوگی۔ (رواہ مسلم)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جو کچھ بندہ اس ساعت میں مانگتا ہے پاتا ہے۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں جوابی بردہ سے ہے وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز تمام کرنے کے زمانے میں ہے۔ اور ترمذی اور ابوداؤد اور انسائی اور احمد کی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسب قول عبداللہ بن سلام وہ ساعت آخر ساعت ہے یعنی غروب کے قریب تک عصر سے لے کر۔ ابوداؤد ونسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں یہ دن تمہارے سب دنوں سے افضل ہے اس دن مجھ پر درود بھیجا کرو وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے۔

(۲) احکام جمعہ: ..... یہ نماز ہر مسلمان عاقل بالغ غیر معذور پر واجب ہے۔ مگر علماء نے احادیث وآثار میں غور کر کے اس نماز کے وجوب کے لیے بارہ شرطیں قائم کی ہیں۔ چھے خاص پڑھنے والے کے لیے وہ یہ ہیں۔

(۱) حریت یعنی آزاد ہو، کسی کا غلام نہ ہو اس لیے کہ وہ بیگانہ تابعدار معذور ہے۔

(۲) ذکورۃ یعنی مرد ہو عورت پر واجب نہیں۔

(۳) اقامۃ یعنی مقیم ہو مسافر نہ ہو اس۔ لیے کہ مسافر پر واجب نہیں۔

(۴) صحت تندرستی، اس لیے کہ بیمار پر بھی واجب نہیں۔

(۵) سلامۃ البصر، بینا ہو۔ اس لیے کہ اندھے پر واجب نہیں بعض کہتے ہیں جب اندھے کو لے جانے والا ہو اس پر بھی واجب ہے۔

اور چھ دوسری شرط ہیں:۔

(۱) مصر جامع کہ شہر ہو جس میں بازار وغیرہ ہوں اس لیے کہ دیہات میں جمعہ واجب نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ شرط ثابت نہیں بلکہ جس بستی میں چالیس آدمی جمعہ میں آسکتے ہوں وہاں جمعہ واجب ہے۔ اور یہی امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چالیس سے بھی کم ہوں تو بھی واجب ہے۔

(۲) سلطان یا اس کا نائب منتظم بھی ہو۔ اس شرط میں بھی دیگر ائمہ کو کلام ہے۔

(۳) جماعت اگر جماعت میسر نہ آئے تو جمعہ واجب نہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین آدمی اور ہوں گے تو جماعت ہو جائے گی۔ صاحبین کہتے ہیں امام کے سوا دو اور ہوں تو کافی ہے۔

(۴) وقت ظہر کے وقت پر ہونا چاہیے۔ ظہر کے وقت سے پہلے یا اس کے بعد جمعہ نہ ہوگا مگر حنبلیوں کے نزدیک زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اول وقت جمعہ پڑھا اس کو دیواروں کے سائے دیکھ کر بعض نے زوال کا وقت سمجھ لیا ہوگا۔

(۵) اظہار یعنی مخفی اور پوشیدگی کی حالت میں جمعہ نہیں، شہرت اور اذن عام ہونا چاہیے۔

(۶) خطبہ بھی ہونا نماز سے پہلے شرط ہے۔ اگر خطبہ نہ ہوگا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ (ملخص از ہدایہ وشروحہ من درر الحکام)۔

باقی طہارت مصلّی وغیرہ اور نماز کی سب شرطیں ہیں۔ جب یہ شروط پائی جائیں تو جمعہ واجب وفرض ہے اس کا ترک کرنے والا گنہگار

ہے۔ نبی ﷺ منبر پر چڑھے ہوئے فرماتے تھے کہ لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آئیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کردے گا کہ وہ غافل ہو جائیں گے (رواہ مسلم) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو سستی سے تین جمعے ترک کرے گا اللہ اس کے دل پر مہر کردے گا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ والدارمی ومالک واحمد)

نبی ﷺ نے فرمایا میں نے قصد کیا تھا کہ کسی کو جمعہ پڑھانے کے لیے کہوں پھر دیکھوں جو شریک نہیں ہوتے ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (رواہ مسلم)

نبی ﷺ نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر واجب کے ساتھ مگر چار شخص غلام عورت لڑکے بیمار پر نہیں۔ (رواہ ابوداؤد)

مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرے اچھے اور صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور جب اول اذان ہو تو خرید یں وفروخت سب کاروبار بند کردے اور مسجد میں جا کر جہاں جگہ ملے چار رکعت سنت پڑھے پھر جب امام منبر پر چڑھے اور اذان ثانی شروع ہو تو بات چیت بند کردے۔ اور نوافل وسنن بھی نہ پڑھے متوجہ ہو کر خطبہ سنے۔ امام خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جائے پھر شروع کرے۔ خطبہ میں اللہ کی حمد وثناء اور پیغمبر علیہ السلام پر درود کے بعد وعظ وپند اور احکام الٰہی کی تعلیم وترغیب ہو۔ راگنی میں نہ ہو صاف اور سادی وضع پر ہو۔ اور خطیب لباس مسنون پہنے، ہاتھ میں عصا لیے، اس پر سہارا کیے ہو۔ خطبہ عربی زبان میں ہو اور جو قوم بالکل نہ سمجھے ان کو ترجمہ کر کے سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، خطبہ کے بعد امام منبر سے اتر آئے اور اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھائے پکار کر الحمد اور اس کے ساتھ اور سورت یا آیات قرآنیہ پڑھے، سلام کے بعد ❶ چار رکعت اور پھر دو رکعت یا صرف چار علیٰ حسب اختلاف الروایات اور بھی ہر ایک جدا گانہ پڑھے یہ مسنون ہے واجب نہیں۔ جمعہ کی نماز سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں اور مسافر وغیرہ جو جمعہ میں شریک ہو جائیں تو ان سے بھی ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جو کوئی بلا عذر شریک نہ ہو گو شریک نہ ہونے سے گنہگار ہو گا مگر وہ ظہر پڑھے لیکن جماعت نہ کرے۔ جمعہ سے پہلے اور نماز کے بعد کاروبار دنیاویہ کی ممانعت نہیں۔ ہاں جو اس تمام روزِ متبرک میں خیرات وعبادت کے لیے تعطیل کرے تو بڑی برکت ہو گی۔

وجہ تسمیہ جمعہ:...... جمعہ کو اس لیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ جس نے سب سے اول اس دن کا جمعہ رکھا ہے بعض کے نزدیک کعب بن لوی ہے ❷۔ اور عرب پہلے اس دن کو عروبہ کہا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق انصار سے ہجرت سے پہلے جمع ہونے کا اور مل کر عبادت کرنے کا یہ دن مقرر کیا تھا۔ اس لیے کہ ہفتہ یہود کے لیے، اتوار نصاریٰ کے لیے تھا، تب وہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں وعظ ونصائح تھے تب سے اس دن کا نام جمعہ قرار پا گیا، یہ جمعہ اسلام میں ہوا۔ جب ہجرت کر کے نبی ﷺ مدینے تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے اور پیر منگل اور بدھ اور جمعرات کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز نکلے مدینے میں آنے کے لیے تو

---

❶...... وقیل الجمعۃ اربع بلاخلاف وبعدھا اربع بتسلیمۃ وعند ابی یوسف بعد الجمعۃ یصلی اربعا وبعدہ رکعتین بتسلیمتین وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ مذھبہ یعمل الیوم (مجمع الانھر) یعنی چار رکعت جمعہ کے پہلے بلاخلاف اور چار اس کے بعد ایک سلام سے ابو یوسف کے نزدیک بعد جمعہ کے چھے رکعت ہیں چار رکعت پڑھ کر دو اور پڑھے۔ امام احمد حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اول جمعہ کی کوئی تعداد نوافل کی مخصوص نہیں اور بعد میں اقل دو رکعت ہیں لانہ علیہ السلام کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین متفق علیہ اور زیادہ چھے۔ کما رواہ ابوداؤد ۱۲ منہ۔

❷...... کعب کے عہد میں اسلام نہ تھا، اس نے اس دن کا نام جمعہ شاید یوں رکھا ہو گا اس دن بازار لگتا ہو گا جس میں خرید وفروخت کے لیے جمع ہوتے ہوں گے۔ ۱۲ منہ۔

آپ ﷺ نے جمعہ بنی سالم ابن عوف میں پڑھا خطبہ پڑھ کر نماز پڑھائی یہ آنحضرت ﷺ کا پہلا جمعہ تھا❶۔ یہاں تک کہ جمعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ کہ جب جمعہ کے روز نماز کے لیے آواز دی جائے۔

نماز جمعہ کی اذان:......اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھتا ہے اس وقت دی جاتی ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے عہد تک صرف یہی ایک اذان تھی مگر عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب آبادی بڑھ گئی اور لوگ زیادہ ہو گئے اور یہ اذان کافی نہ سمجھی گئی تو حکم دیا کہ اس سے پہلے ایک اور اذان دیا کرو جوان کے مکان پر دی جایا کرتی تھی جس کو زوراء کہتے تھے، اس کو سن کر لوگ نماز کے لیے آنے لگتے تھے۔ پھر جب سب جمع ہو جاتے تھے تو امام جب منبر پر بیٹھتا تھا تو دوسری اذان بدستور ہوتی تھی۔ گویہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل تھا مگر آنحضرت ﷺ نے فرمادیا تھا کہ **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی** کہ میرے طریقے کو اور میرے سچے جانشینوں کے طریقے کو لازم پکڑو اس لیے یہ بھی مسنون ہوگئی اور اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس میں کلام نہ کیا تو آج تک یہ دستور چلا آیا۔ اس پہلی اذان سننے سے بھی نماز جمعہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے علمائے احناف فرماتے ہیں کہ اس اذان سننے کے بعد بیع وشراء کاروبار دنیاوی ممنوع ہیں۔

سعی الی الجمعة:......فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ تو ذکر اللہ یعنی خطبہ اور نماز کے لیے چلو۔ ذکر اللہ سے دونوں چیزیں مراد ہیں خطبہ اور نماز۔ بعض کہتے ہیں نماز بعض کہتے ہیں خطبہ۔ اور سعی سے مراد دوڑنا بھاگنا نہیں کہ دوڑ بھاگ کر آؤ بلکہ چلنا اور قصد کرنا اور کوشش کرنا **کمافی قوله** وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ۔ غسل کرنا، کپڑے پہننا بھی اس سعی میں داخل ہے۔

اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت:...... وَذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ مراد کاروبار دنیاوی ہیں۔ چوں کہ اس دن لوگ اس کار میں زیادہ مصروف رہتے تھے اس لیے اس کا ذکر کیا کہ اذان سننے کے بعد خرید وفروخت حرام ہے۔ کشاف میں ہے کہ علماء کے نزدیک باوجود ممنوع ہونے کے جو کوئی بیع کرے گا تو یہ فاسد نہ ہوگی کہ حرمت لعینہ نہیں بلکہ نماز سے روکنے کے لیے ہے چنانچہ اذان سن کر چلتے ہوئے جو کوئی رستہ میں بیع وشراء کرے اس میں کچھ بھی قباحت نہیں مگر امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں بیع فاسد ہوگی۔

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس وقت خرید وفروخت چھوڑنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے اس لیے کہ دنیا فانیہ کی تجارت سے آخرت باقیہ کی تجارت بہرحال بہتر ہے۔

نماز جمعہ کے بعد تجارت کا حکم:...... فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ پھر جب نماز سے فارغ ہو چکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کے فضل ورزق روزی کی تلاش کرو۔ فضل اللہ سے مراد روزی ہے۔ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ پہلے جو ممانعت کی تھی اس کی اجازت ہے۔

---

❶......اسلام نے عبادات میں بھی قوت اجتماعیہ ملحوظ رکھی ہے نماز باجماعت جس میں مسلمانوں کو پانچ وقت میل جول محبت ہمدردی کا موقع ملتا ہے جمعہ میں شہر بھر کے مسلمانوں کا مجمع ہے خطیب کو قومی مصالح کی تعلیم اور وعظ وپند کا موقع ہے۔ اسی عیدین میں اور حج میں تمام ملکوں کے مسلمان باہم مل جل سکتے ہیں سب ایک مشورت وتدبیر سے مطلع ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ہم نے ان باتوں سے برکات حاصل کرنا چھوڑ دیا۔ مجموعی عبادت میں انوار کا انعکاس اور جماعت خدا پرستوں کا غلبہ وشوکت بھی غیر جماعتوں پر اثر ڈالنے والی چیز ہے۔ اب جمعہ کو سبت اور اتوار سے مقابلہ کیجیے کہ بجز اس کے کہ تمام دن بازار وکاروبار بند کر کے آرام کرو اور کیا ہے توریت میں سبت کے دن کوئی نماز نہیں ہاں بعد میں بنائی ہو تو خیر جمعہ میں پوری سبت کی اصلاح ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سبت کے دن کام کر کے معطل رہنے کی رسم کو اٹھانا چاہا تھا مگر یہود نے بڑا نرغہ کیا آنے والے مصلح پر تقدیر نے اس کو بھی چھوڑ دیا ۱۲ منہ۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور صرف روزی ہی کی تلاش میں بے ہوش نہ ہو جاؤ بلکہ اللہ کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ تسبیح و تحمید استغفار و ذکر قلبی و لسانی سے ہر حال میں اللہ کو نہ بھولو دست بہ کار دل بہ یار رہے نماز کے باہر بھی ذکر الٰہی جاری رہے۔

بخاری و مسلم وغیرہما نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ مدینے کا کارواں آیا (شام سے غلہ لے کر آیا اور دن قحط سالی کے تھے اور اس کی ڈگڈگی بجی) تو لوگ اس کے دیکھنے کو چلنے لگے یہاں تک کہ صرف بارہ آدمی (خطبہ و نماز میں) رہ گئے کہ جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (کہ جب تجارت یا لہو یعنی ڈونڈی پٹتی دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں) وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا (اور تجھے اے نبی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں ❶) شاید اس وقت خطبہ عیدین کی طرح بعد میں تھا یہ سمجھے کہ نماز تو ہو چکی قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ کہہ دے جو کچھ اللہ کے پاس ہے ثواب اور دار آخرت کی نعمتیں جو خطبہ اور نماز سے حاصل ہیں وہ لہو ڈگڈگی کی آواز اور تجارت سے بہتر ہیں ❷ اس لیے کہ وہ نعمائے باقیہ ہیں پھر عمدہ چیز چھوڑ کر بری کی طرف دوڑنا کون عقل ہے۔

وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ اللہ بہتر ہے روزی دینے والوں سے۔ دراصل وہی روزی دیتا ہے نہ تجارت نہ زراعت نہ نوکری۔

---

❶ ...... ایک بار کے معاملہ پر تو بجا بولا گیا قتادہ کہتے ہیں تین بار ایسا کیا گیا تین بار قافلہ آیا اور لوگوں نے ایسا کیا۔ کشاف ۱۲ من۔ ❷ ...... واذا ... الخ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ ایک نکاح میں جب لونڈیاں گانے بجانے لگیں تو لوگ خطبہ میں سے اٹھ کر چلنے لگے اور ایک بار قافلہ کے لیے بھی چل دیے تو دونوں معاملوں کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔ لہو سے مراد لونڈیاں کا گانا بجانا۔ تجارت سے قافلہ ۱۲ منہ۔

آيَاتُهَا ١١ (٦٣) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (١٠٤) رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ المنافقون مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ وقف لازم
لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ
أَجْسَامُهُمْ ؕ وَإِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ
كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

ترجمہ:۔۔۔۔۔جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ ضرور اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں ① انہوں نے اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یہ) بہت ہی برا کر رہے ہیں ② یہ اس لیے کہ یہ (ظاہر میں) ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی جس لیے وہ سمجھتے ہی نہیں ③ اور (اے مخاطب) تو ان کو دیکھے تو تجھے (ان کے ڈیل ڈول) بھلے معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو ان کی بات سنے گویا کہ وہ (دیوار کے سہارے) لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں (ہر) جب کوئی چیخے تو جانتے ہیں کہ ہم پر بلا آئی ایک آواز کو اپنے ہی اوپر سمجھتے ہیں وہی دشمن ہیں پس ان سے بچتے رہو انہیں اللہ کی مار کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں ④۔

ترکیب:۔۔۔۔۔اذا شرط۔ قالوا جوابه وقيل محذوف۔ وقالوا حال اى جاؤك قائلين كيت وكيت فلا تقبل منهم وقيل جوابه اتخذوا ومافيه۔ والله يعلم . . . الخ جمله معترضة مقررة لمضمون ماقبلها وهو الشهادة باللسان مع الانكار فى القلب اتخذوا . . . الخ الجملة مستانفة لبيان كذبهم وحلفهم عليه۔ ايمانهم عند الجمهور بفتح الهمزة جمع اليمين وقرء بكسرها والجنة الترس سپر۔ ساء هنا بمعنى بئس فى افادة الذم۔ فطبع قرء الجمهور مبنيا للمفعول وقرء مبنيا للفاعل واذا رايتهم شرط۔ تعجبك جوابه وان يقولوا شرط۔ تسمع جوابه وقرء يسمع على البناء للمفعول۔ كانهم خشب مسندة فى خبر الرفع على انه خبر مبتداء محذوف او كلام مستانف لامحل له۔ وقرء خشب على انه جمع

خشبة كبدن جمع بدنة وقيل جمع خشباء و هى الخشبة المجوفة وقرء بالتثقيل مستندة من الاسناد بمعنى الامالة والتشديد للمبالغة وقرء خشب بضمتين وقرء باسكان الشين وقرء بفتحتين۔

تفسیر: ...... یہ سورت بھی مدینے میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ اکثر اسی کے قائل ہیں۔ جمعہ کی نماز میں اول رکعت میں نبی ﷺ سورۂ جمعہ پڑھتے تھے ایمان داروں کو بیدار و ہوشیار کرنے کے لیے اور دوسری رکعت میں اس سورت کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کے لیے) اس مضمون کو سعید بن منصور نے اور اوسط میں طبرانی نے نقل کیا ہے۔

شان نزول: ...... بخاری اور مسلم وغیر ہما نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحابی سے نقل کیا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے ❶ تو وہاں لوگوں کو تکلیف پہنچی (بھوک پیاس کی) اور بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری ❷ کے کسی بات میں خفا ہو کر تھپڑ مار دیا تھا انصاری نے انصار کو مدد کے لیے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اور اس وقت مہاجر تھوڑے اور انصار بہت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا کہ کیا گندی بات ہے۔ بات گئی گزری ہوئی۔ مگر عبداللہ بن اُبی ❸ نے کہا کیا مہاجر نے ایسا کیا ہے تب تو اس کو دلی بغض نکالنے کا موقع مل گیا جوش میں آ کر کہنے لگا کہ لو ہمارے ٹکڑے کھا کر ان لوگوں کو یہ دن لگے ہیں بخدا مدینہ پہنچ کر ہم شہر کے رئیس ان ذلیل پردیسیوں کو نکال دیں گے اور لوگوں سے کہا کہ جو اس نبی کے پاس ہیں یعنی مہاجرین ان کو آئندہ سے کچھ دیا لیا نہ کرو پریشان ہو کر بھوک کے مارے آپ بھاگ جائیں گے۔ یہ بات زید کہتے ہیں میں نے سن لی اور میں نے اپنے چچا ❹ یا عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کر دی انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر کہا آپ ﷺ نے مجھے بلا کر پوچھا میں نے صاف صاف کہہ دیا پھر عبداللہ بن ابی سردار منافقین کو بلا کر پوچھا اس نے انکار کر دیا اور قسمیں کھانے لگا اور بڑی باتیں اخلاص مندی کی کرنے لگا۔ زید کہتے ہیں لوگوں نے مجھے جھوٹا سمجھ کر ملامت کرنی شروع کی یہاں تک کہ میں شرمندگی کے مارے گھر میں بیٹھ رہا اللہ تعالیٰ سے امید تھی کہ قرآن میں میری بابت کوئی بات ضرور نازل فرمائے گا پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا زید اللہ نے تجھے سچا کر دیا (خلاصۃ الروایات) یہ ہے ان آیات کا شان نزول۔

منافقین کا قسمیں کھانا: ...... ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقوں کے اس قول کو بھی نقل کرتا ہے اور پھر ان کے قسمیں کھانے اور اخلاص ظاہر کر کے جان بچانے کا بھی حال بیان فرماتا ہے مگر شانِ الہامی اور رحمتِ خداوندی یہ ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا۔ فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ جب کہ آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اے محمد اللہ کا رسول ہے۔

منافق شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ جو بظاہر مسلمان اور در پردہ کافر ہو۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہے۔ گو شرع ظاہر سے اسلام کے ظاہری احکام میں شریک ہے۔ اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی میراث کا حصہ بھی پائے گا لیکن مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا اور جس کا ظاہر کچھ ہو باطن کچھ ہو اس کو بھی منافق کہتے ہیں مگر حقیقی منافق نہیں۔ اسی طرح جس میں منافقوں کی عادات ہوں جھوٹ بولنا

---

❶ ...... بعض کہتے ہیں غزوہ تبوک میں یہ واقعہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ غزوہ بنی المصطلق تھا ۱۲ منہ۔ ❷ ...... انصار بنی خزرج مدینے کے اصلی باشندے اور مہاجر وہ لوگ جو باہر سے وطن چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ ۱۲ منہ۔ ❸ ...... عبداللہ ابی انصار میں بڑا شخص تھا اور آنحضرت ﷺ کے مدینے تشریف لانے سے پہلے اسی کو سرداری کی پگڑی بندھنے والی تھی جو آپ ﷺ کے آنے سے خاک میں مل گئی اس کے دل میں آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی عداوت تھی اور منافقوں کا سردار تھا ۱۲ منہ۔ ❹ ...... طبرانی کے نزدیک چچا سے مراد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں جو قوم خزرج کے سردار تھے ۱۲ منہ۔

وعدہ خلافی کرنا امانت میں خیانت کرنا گالی بکنا، نماز میں سستی کرنا وہ حقیقی منافق نہیں بشرطیکہ دل میں کلمہ کی تصدیق ہو مگر ان بری باتوں کے سبب گناہ گار اور نفاق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے مدینے میں ابتداء اسلام کے وقت چند لوگ ایسے تھے جن کا سردار عبداللہ ابن ابی تھا وہ اور اس کا گروہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر گواہی دیتے تھے۔

منافق اپنی شہادت میں جھوٹے ہیں: ...... وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ فرماتا ہے ان کی گواہی پر موقوف نہیں اللہ خود جانتا ہے کہ تو اس کا اے محمد (ﷺ) رسول ہے۔ یعلم اللہ کا لفظ عرب کے محاورہ میں قسم میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ تب اس جملہ میں قسم سے تاکید اور زیادہ ہو جائے گی۔ مگر ان کی گواہی دل سے نہیں اور گواہی میں دل اور زبان کا موافق ہونا ضروری ہے اگر دونوں موافق نہیں وہ شہادت جھوٹی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق اپنی شہادت میں ضرور جھوٹے ہیں۔ نہ اس کہنے میں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیوں کہ یہ خبر صادق ہے واقع کے مطابق ہے تو خبر صادق ہے ورنہ کاذب ہے۔ مُخبر کے اعتقاد کا اعتبار جمہور کے نزدیک نہیں ❶ مگر جاحظ کہتا ہے کہ جس طرح شہادت کے سچے ہونے واقع سے مطابق ہونے کے ساتھ اعتقاد سے مطابق ہونا بھی شرط ہے اسی طرح خبر میں بھی، اس لیے کہ شہادت بھی خبر ہے۔ یہاں مؤکد ہے چوں کہ ان کی خبر اعتقاد کے مطابق نہ تھی گو واقع کے مطابق تھی اس لیے ان کو اللہ پاک نے جھوٹا کہا۔ بعض کہتے ہیں اللہ نے جو انہیں اس سچی بات کے کہنے میں جھوٹا کہا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹے ہیں اس لیے کہ وہ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ کو جھوٹ جانتے تھے نہ یہ کہ وہ دراصل جھوٹ تھے اس لیے کہ بات تو سچی تھی۔ اشھد اور نشھد یا اس کا ترجمہ بھی امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک یمین اور حلف ہے۔ کچھ قسم کھا کر کہنے پر موقوف نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اس لیے کھاتے ہیں۔ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے الزام سے بچنے کے لیے پھر وہ اللہ کے رستے سے روکتے ہیں یا خود رک گئے۔

اَیمان (قسم) کی تعریف و تفسیر: ...... ایمان یمین کی جمع۔ یمین کے لغت میں معنی قوت کے ہیں اور شرع میں اس کلام کو کہتے ہیں جس کو حلف اور قسم سے قوی کیا جائے خواہ لفظ اللہ یا اس کے کسی اور نام یا صفات سے صادر ہو جیسا کہ عربی میں باللہ تاللہ بالرحمٰن بالرحیم بعزۃ اللہ و جلالہ کہہ کر کوئی بات کہے۔ اردو میں اللہ کی یا اللہ کی قسم یا اس کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں۔ ان الفاظ سے جو کہے۔ پھر یمین کی تین قسمیں ہیں۔

اَیمان کی قسمیں: ...... اول: یمین غموس جو کسی گزشتہ بات پر ایسی قسم کھا کر کہے۔ اور مقصود جھوٹ کہنا ہو کہ واللہ یہ بات یوں تھی اور جانتا ہے کہ یوں نہ تھی نبی ﷺ نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اس کا بجز توبہ و استغفار کے اور کوئی

❶ ...... جمہور کے نزدیک خبر کا سچا اور جھوٹا ہونا واقع سے مطابق ہونے نہ ہونے پر منحصر ہے آیت میں خبر میں کاذب نہیں فرماتا بلکہ شہادت میں جن کو وہ اشہد اور ان اور ل سے مؤکد کر کے ادا کرتے تھے یا کاذب اپنے اعتقاد میں یا اس قول میں نہیں بلکہ وہ جو کہتے تھے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ مہاجروں کو نہ دو اور مدینے سے نکال دو اس میں جھوٹے ہیں کیوں کہ انہوں نے یہ بات ضرور کہی ہے۔ نظام معتزلی کہتا ہے خبر کے صدق و کذب کا مدار صرف اعتقاد پر ہے اگر اعتقاد کے موافق خبر دی تو سچ گو واقع کے مطابق نہ ہو۔ اسی طرح اگر اعتقاد کے موافق نہیں گو واقع کے مطابق ہے وہ خبر جھوٹی ہے جیسا کہ اس آیت میں اللہ نے منافقوں کی خبر انک لرسول اللہ کو جھوٹا کہہ دیا اعتقاد کے مطابق نہ ہونے کے سبب گو واقع سے مطابق تھی، جاحظ دونوں کی مطابقت صدق میں اور دونوں کی عدم مطابقت کذب میں معتبر جانتا ہے۔ اس کے نزدیک بھی آیت میں جو منافقوں کو انک لرسول اللہ کہنے میں کاذب کہا اس لیے کہ اعتقاد کے مطابق خبر نہ تھی۔ ابو محمد عبدالحق۔ ۱۲ منہ۔

کفارہ نہیں۔منافق بھی یمین غموس میں مبتلا تھے۔اس سورت میں آگے ان کے لیے استغفار ہی کی تاکید ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کفارہ دے۔

دوم: یمین منعقدہ کہ آیندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائے کہ واللہ یوں کروں گا یا بخدا ایسا نہ کروں گا۔اس کے خلاف کرنے میں کفارہ ہے۔

سوم: یمین لغو کہ کسی گزشتہ بات کی قسم کھا کر خلاف خبر دی مگر یہ اس کو خلاف نہیں جانتا (یا یوں ہی بلا قصد واللہ باللہ کہا کرے جیسا کہ بات بات پر عوام واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔اس میں کفارہ نہیں مگر ایسی قسم نہ کھانا چاہیے)۔(الشافعی)

منافقین اللہ کی راہ سے روکتے ہیں:......فرمایا تھا کہ اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔پس لوگوں کو اللہ کے رستے جہاد ایمان اعمال صالحہ سے روکتے ہیں دلوں میں شبہ ڈال کر اور اسلام میں جھوٹے عیب و اتہام لگا کر اور جو ان کا یہ جرم کسی نے ظاہر کر دیا تو قسمیں کھا کر سزا سے بچ گئے یہ دستور کر رکھا ہے۔لیکن سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ بہت بری بات ہے۔

منافقین کے قلوب پر مہر ہے:......اب ان کے اس جرم کے ارتکاب کا سبب بیان فرماتا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر آنحضرت ﷺ کی عداوت میں کافر مرتد ہو گئے فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پھر تو ان کے دلوں پر مہر ہو گئی فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ پھر کچھ نہیں سمجھتے حق و باطل میں امتیاز نہ رہا۔اب اس کے بعد ان کے ظاہری حالات بیان فرماتا ہے وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ کہ بڑے چپڑے چکنے ڈیل ڈول کے خوب صورت بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھنے سے بھلے معلوم ہوں یا تعجب ہو وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ اور خوش بیان چرب زبان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو ان کی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جائے مگر یہ ظاہر ڈھول ہے اندر سے خالی ہیں كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔

منافقین کی مثال دیوار کے ساتھ لگی خشک لکڑی کی سی ہے تشبیہ اس بات میں ہے کہ:......(۱) خشک لکڑی جب جلنے کے سوا اور کسی کام میں نہیں لائی جاتی نہ عمارت میں نہ کسی چیز کے بننے میں تو اس کو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیتے ہیں۔ان میں خود کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں۔یہی حال ان منافقوں کا ہے نکمے ہیں دل خالی ہیں خیر و ایمان سے، صرف جہنم میں جلانے ہی کے قابل ہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں اس لیے کہ دلوں پر مہر ہے کوئی بات خود حق و باطل کی سمجھ نہیں سکتے۔

(۲) یہ بھی ہے کہ وہ خشک لکڑیاں اصل میں تر و تازہ تھیں کٹ کر خشک ہو گئیں اسی طرح اصل فطرت انسانیہ کے لحاظ سے یہ بھی اچھے اور ایمان دار تھے مگر جب اس سے کٹ گئے خشک ہو گئے۔

(۳) اب جس طرح جلانے کے سوا ان لکڑیوں سے اور کوئی مقصود نہیں اسی طرح ان کفار و منافقین کو جہنم کا ایندھن سمجھنا چاہیے۔

(۴) لکڑی کٹی ہوئی کے دوسرے ہوتے ہیں ایک او پر دیوار سے ملا ہوا دوسرا زمین سے لگا ہوا۔اسی طرح منافقوں کے بھی دو رخ ہیں ایک او پر ظاہری ایمان چرب زبانی کا دوسرا کفر و بد باطنی کا سرنگوں اور ذلت اندوز ہے۔

(۵) دیوار سے لگے ہوئے خشک لٹھے سے ان کے قد و قامت میں بھی تشبیہ ہے۔نامرد ایسے ہیں۔يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ کہ جو کوئی آواز ہو گھوڑا چھوٹ جائے یا کوئی کھڑکا ہو یا کوئی کسی کو پکارے تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر بلا آئی فوراً اچھل پڑتے ہیں۔فرماتا ہے ان کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ هُمُ الْعَدُوُّ اصل دشمن اسلام یہی ہیں ان سے بچو۔آپ ہی بددعا کرتا ہے محاورہ کے مطابق قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ ان کی گردن مارے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ہدایت کے چشمے سے پیاسے جاتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ع ۱۴

ترجمہ: ......اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لو آؤ رسول اللہ تم کو معاف کرائیں تو اپنے سر ہلانے لگتے ہیں اور آپ ان کو روکے ہوئے اور متکبر بنے ہوئے دیکھو گے ۝۵ برابر ہے خواہ آپ ان کے لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں اللہ ان کو ہرگز بخشنے گا ہی نہیں بے شک اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۝۶ (یہ) وہی تو ہیں کہ جنہوں نے کہا تھا کہ جو لوگ رسول کے پاس رہتے ہیں ان کو مت دیا کرو یہاں تک کہ تتر بتر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنے خزانے ہیں سب اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے ۝۷ کہتے تھے کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال کر رہیں گے حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان داروں کو ہی ہے لیکن منافق جانتے نہیں ۝۸۔

ترکیب: ......واذاقیل شرط۔ یستغفر مجزوم لوقوعہ فی جواب الامر ای تعالوا۔ لوّوا جواب الشرط۔ وھم مستکبرون الجملۃ حال من فاعل یصدون ورأیت لو کان من الرؤیۃ البصریۃ فیصدّون حال والا فھو مفعول ثان ینفضوا قرأ الجمھور من الانفضاض والمتفرق وقرء ینفضوا من انفض القوم اذافنیت ازواوھم۔

تفسیر: ......اور جب ان کی جھوٹی قسمیں کھانے اور ان کے کذب ثابت ہو جانے یا منہ سے وہ نالائق باتیں کہنے پر جن کا ذکر ابھی آیا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ چلو رسول اللہ ﷺ پاس کہ تمہارے لیے اللہ سے بخشش اور معافی مانگے تو اکڑتے اور سر ہلاتے ہیں۔

منافقین کے لیے بخشش نہیں: ......اے رسول خواہ ان کے لیے آپ بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اللہ ان کو نہ بخشے گا۔ هُمُ الَّذِيْنَ سے لے کر آخر تک وہ کلمات ہیں جو عبداللہ بن ابی نے کہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے لوگوں کو کچھ نہ دو کہ چلے جائیں اس کے جواب میں فرماتا ہے وہ کیا دیں گے زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور یہ بھی کہتا تھا کہ مدینے چل کر عزت دار یعنی میں ذلیلوں یعنی مہاجرین کو نکال دوں گا اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ عزت اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے یعنی مہاجرین ذلیل نہیں آئے تم ذلیل ہو مگر تم جانتے نہیں ❶۔

❶ ......ترمذی نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ کلمات کہے تو زید نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی اور عبداللہ ابن ابی سے جو پوچھا گیا تو قسمیں کھا کر انکار کر گیا مگر اس کے بیٹے عبداللہ جو خالص ایمان دار تھا باپ کو پکڑ لیا کہ بخدا شہر مدینے نہ جانے دوں گا جب تک تو یہ اقرار نہ کرے کہ میں ذلیل اور رسول اللہ ﷺ عزت دار ہیں، آخر اس نے کہا۔ اور یہ جہاد جس میں عبداللہ بن ابی نے یہ باتیں کی تھیں چوتھے سال ہجری میں تھا۔ بعض کہتے ہیں چھٹے میں۔ درحقیقت عزت اللہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱

ع ۲

ترجمہ:......اے ایمان والو! تم کو تمہارا مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے اور جس نے ایسا کیا تو وہی خسارے میں بھی پڑ گیا ۝۹ اور ہمارے دیے میں سے اس دن سے پہلے دے لو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو پھر کہنے لگے کہ اے رب مجھے ذرا تو مہلت دی ہوتی کہ میں خیرات دے لیتا اور نیک ہو جاتا ۝۱۰ اور اللہ تو کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کا وقت آجاتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو ۝۱۱۔

ترکیب:......فیقول بالنصب بالفا ❶ الواقعة فی جواب الامر وھو انفقوا۔ لولا حرف التحضیض معناھا حض علی الفعل ان دخلت علی المضارع ولوم ان دخلت علی الماضی۔ فاصدق بالنصب لوقوعه فی جواب لولا۔ واصله الصدق والجمھور علی ادغام التاء فی الصاد۔ واکن اصله اکون سقطت الواو بالجزم۔ وقرء الجمھور بالجزم عطفا علی محل فاصدق کانه قیل ان اخرتنی واکن وقرء اکون بالنصب عطفا علی لفظة فاصدق۔ لن یؤخر الخ الجملة تدل علی جواب اذا جاء۔

تفسیر:......منافقوں کی افسوس ناک حالت بیان فرما کر مسلمانوں کو یادِ الٰہی اور خیرات کی طرف اُبھارتا ہے اور ایک ناگہانی آجانے والے وقت سے ڈراتا ہے۔

مال و اولاد کی وجہ سے غفلت میں نہ پڑو:...... فقال يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہ اے ایمان دارو! مال اور اولاد کے مشغلہ میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جانا اور جو غافل ہو گیا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ تو وہ بڑے نقصان میں ہے۔ یہ مانا کہ حق سے غافل ہو کر آپ نے بہت مال جمع کیا بڑی جائدادیں حاصل کیں نقد و زیور و جواہرات ہاتھی گھوڑے شال دوشالوں نقرئی و طلائی برتنوں کی کوئی کمی نہیں رہی مکان بھی اور ان میں باغ بھی بہت آراستہ کیے نہریں پڑی بہہ رہی ہیں حوض چھلک رہے ہیں۔ عیش و نشاط کے ہزاروں سامان موجود ہیں خوب صورت ماہ رُو عورتیں بھی بناؤ سنگار کیے ان باغوں میں آپ کے ساتھ گا بجا کر دل لُبھا رہی ہیں اولاد بھی ہے مگر عمر گراں مایہ کہاں وہ جوانی اور طبیعت کے جوش نہ رہے تو سب ہیچ دنیا ہی میں معلوم ہونے لگا ❷ پھر ایک دن چل دیے سب یہیں پڑا رہا خود ایک گڑھے میں پڑے ہیں چند روز

❶......بعد الفاء الواقعة فی جواب الامر والنھی والاستفھام والنفی والتمنی والعرض بقدر ان ناصبة ۱۲ منہ۔ ❷...... گئے دن تکنگی کے باندھنے کے، اب آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر بند۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) اور اس کے ماننے والوں کو ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کو غور کر لو اور خزانے بھی اللہ کے پاس ہیں دیکھ لو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیسے خزانے عطا کیے اور یوں بھی بارش ہوا گرمی سردی جس قدر رزق کے اسباب ہیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ ۱۲ منہ۔

بعد ہڈیوں کے ریزے ریزے ہو گئے یہ سب عیش خواب پریشاں معلوم ہونے لگا، گناہوں کا بوجھ سر پر اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کا کوئی سامان نہیں پھر ہمیشہ طرح طرح کی ذلت اور آفت اور حسرت وندامت اگر خسارہ نہیں تو اور کیا ہے؟ لعنت ہے اس تھوڑی دیر کے عیش پر جس کے بعد ہمیشہ کی یہ مصیبت ہو ①۔

بس دارِ آخرت کا توشہ لو۔ وہ کیا ہے؟ یادِ الٰہی اس سے ایک گھڑی نہ بھولو۔ روح جوہر لطیف ہے آلودگی جسمانی سے یہ اس نورِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونے میں پس وپیش کرتی ہے اور لذائذ دنیا پر گری پڑتی ہے یہ اس کے حق میں زہر ہے اس لیے اس کو روک تھام کر اس کی یاد میں لگانا سعادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے رزق میں سے خرچ کرنے کا حکم: ...... اس کے بعد اس کی رضامندی کے لیے مال جو تمام آسائشِ دنیا اور جملہ غفلات کا ذریعہ تھا اس کے دینے کا حکم دیتا ہے وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اللہ کہ ہمارے دیے میں سے وہ جس طرح ذکر اللہ میں نماز فرائض یا نوافل حج وغیرہ کی تخصیص نہ تھی بلکہ عام مراد تھی نماز روزہ حج بھی اور ایسے ذکر وفکر ومراقبہ بھی ہو۔ اسی طرح یہاں خرچ کرنے سے خاص زکوٰۃ وصدقات واجبہ مراد نہیں بلکہ عام ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ کام بہت جلد کرو برسوں کے آنے والے سامانوں پر منحصر نہ رکھو کہ یوں ہوگا اور اس قدر ہو جائے گا تب دیں گے اور فرصت سے اللہ کو یاد بھی کیا کریں گے اس لیے کہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے۔

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے ☆ ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

پھر عمر بھر تو یادِ الٰہی نہ کی۔ حتیٰ کہ نماز پنج گانہ سے بھی غافل پڑے رہے۔ اللہ کی راہ میں کوڑی تک نہ دی، زکوٰۃ وصدقات واجبہ بھی نہ دیے، اور خیالات میں بے فکر تھے کہ موت کے سامان پیدا ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ اب ان سب رفیقوں کو چھوڑتے ہیں ایسا کہ پھر کبھی یہاں آنا نہ ہوگا تو اب لگے حسرت وافسوس سے یہ کہنے کہ اے اللہ مجھے ذرا تو مہلت دے کہ میں خیرات دے لوں نیک ہو جاؤں مگر اس وقت کسی کو ایک ذرا بھی مہلت اللہ نہیں دیتا، اب تم کو مہلت بہت ہے، جو کرنا ہو کر لو، وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

---

① ...... کسی شاہی اجڑے ہوئے دار الامارت کو دیکھو کہ کبھی یہاں کس قدر مہ جبین عورتیں جواہرات میں مغرق پھرتی ہوں گی مکان اور باغوں کی روشیں کیسی آراستہ ہوں گی باہر سیکڑوں سپاہی کمربستہ کھڑے ہوں گے اور کیا کیا ہوگا ہائے آج کچھ بھی نہیں، ان عورتوں اور ماہ رویوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں کہ اس محل کا حال اس سے پوچھتے نہ کوئی اس عہد کا کپڑا ہے کہ وہاں کے لباس کی طرز معلوم ہوتی۔ ہائے یہ بے شمار سپاہ کہاں غائب ہوگئی یہ ہزاروں ہاتھی گھوڑے جو سنہری جھولیں اور زریں پوششوں سے آراستہ صف بستہ کھڑے تھے اور وہ بانکے جوان جو عجب سج دھج سے ان کی رکاب میں تھے کس رستے سے گئے ہیں کہ جا پکڑوں ہائے ان کی تو آواز بھی نہیں آتی ان تیز رو گھوڑے ہاتھیوں کی گرد بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اے کوشک اور اے بام شکستہ اور اے اس کے صحن بے رونق پراگندہ ذرا یہ تو بتا دے کہ یہاں کون رہتے تھے اور کیا کیا عیش ونشاط کے سامان تھے کون ماہ رو یہاں ناز سے خراماں پھرا کرتے تھے ذرا ان کا حلیہ یا ان کی پیدائش اور رہنے کا مکان یا محلہ یا ان کی برادری کنبہ بھی تم بتا سکتے ہو کیا ان دنوں میں ایسے ہی رات دن تھے ایسی ہی گرمی جاڑا برسات ہوتی تھی۔ پھر ہر موسم میں کیا کیا بہاریں تھیں اللہ کے لیے اتنے لوگوں میں سے کوئی تو بولے۔ اے محل تیرے بڑے چھوٹے نگورے کن ہاتھوں نے بنائے تھے وہ اب کہاں ہیں جس عیش کو یہ فنا تو اس پر تف ہے اور اس پر مرنے والے پر بھی تف ہے ۱۲ منہ۔

آیاتہا ۱۸ (۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) رکوعاتہا ۲

سورۃ التغابن مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ
صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا
تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ
بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا
وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

ترجمہ:...... آسمانوں اور زمین والے سب اللہ کی تقدیس کرتے رہتے ہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے① اسی نے تو تم کو پیدا کیا ہے پھر کوئی تم میں سے کافر ہے اور کوئی مؤمن اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو (خوب) دیکھ رہا ہے② اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے اور صورت بنائی تمہاری پھر اچھی صورت بنائی تمہاری اور اس کے پاس پھر کر جانا بھی ہے③ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جو تم مخفی کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے اور جو تم ظاہر کرتے ہو اس کو بھی اور اللہ دلوں کی بات بھی جانتا ہے④ کیا تم کو ان کافروں کا حال معلوم نہیں ہوا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں کہ انہوں نے اپنے کام کی سزا چکھی تھی اور ان کو (آخرت میں) سخت عذاب ہوگا⑤ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے تھے تو وہ یہی کہتے رہے کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے؟ سو انہوں نے انکار کیا اور منہ موڑ لیا اور (پھر تو) اللہ نے بھی پروانہ کی اور اللہ ہی بے پروا سب خوبیوں سے موصوف ہے⑥۔

ترکیب:...... وهو الجملة معطوفة على ماقبلها ويمكن ان تكون حالا من الضمير فى له فمنكم خبر مقدم۔ كافر مبتداء والجملة تشريح وتفصيل للخلق ومنكم مؤمن الجملة معطوفة على الجملة السابقة۔ والله مبتداء۔ بصير خبره بما

تعملون متعلق به بالحق حال من فاعل خلق ای خلق متلبسا بالحق۔ بشر مبتداء۔ یهدوننا خبره۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی اکثر کے نزدیک مدینے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ ضحاک یہی کہتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر کلبی کہتے ہیں کہ یہ سورت کچھ مکے میں کچھ مدینے میں نازل ہوئی یعنی اخیر کی چند آیات یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْہُمْ مدینے میں نازل ہوئیں جب کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اور بیوی کی بدسلوکی اور زیادتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تھی۔ عطاء بن یسار بھی ایسا ہی کہتے ہیں بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن حبان نے ضعفاء میں اور طبرانی و ابن مردویہ ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کی پیشانی پر اس سورت کی پانچ آیتیں اول کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں ❶ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔

مناسبت:...... اس سورت کو اول سورۂ منافقون سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں منافقوں کی مذمت تھی۔ اس میں صادقوں کی مدح وخوبی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس سورت کے اخیر میں یہ تھا کہ تمہارے مال واولاد تمہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جو سراسر خسران ہے۔ اور موت کا ہر وقت کھٹکا ہے پھر اس وقت مہلت نیکی کرنے کی نہیں ملے گی۔ اس مضمون پُر ہدایت کی اس سورت میں تاکید فرماتا ہے کہ اس کی یاد کچھ تم پر موقوف نہیں بلکہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کہ آسمان وزمین کے رہنے والے اس کی ہر وقت تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں اور وہ اسی کے لائق بھی ہے

تسبیح وتقدیس کے چند اسباب:...... (۱) اس لیے کہ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بادشاہت اور ستائش اسی کو ہے، بادشاہت حقیقی کے تو کیا کہنے ہیں مجازی بادشاہت جس کو حاصل ہوتی ہے سب اسی کی طرف جھکتے ہیں اسی کا ذکر خیر کرتے ہیں، ہر ایک رعیت اسی کی طرف دوڑتی ہے۔ پھر جب کہ بادشاہ میں صفات حمیدہ بھی ہوں (جن کی طرف لہ الحمد میں اشارہ ہے اس لیے کہ حمد کسی نہ کسی ذاتی یا صفاتی خوبی پر ہوا کرتی ہے اور اسی لیے اس جملہ کو بعد میں ذکر کیا) تو اور بھی مرغوب ومحمود ہوتا ہے چہ جائے کہ بادشاہ حقیقی ہو اور اس میں تمام خوبیاں بھی ہوں غصہ کا دھیما، جواد، کریم، آنکھوں میں بے انتہا مروت جب کوئی سامنے جا کر عذر آور ہو معاف کر دے اور پھر۔

(۲) وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہر چیز پر قادر بھی ہو بھلا کرنے پر بھی، مضرت پہنچانے پر بھی جیسا کہ وہ صاحب نعمت وجود ہے ویسا ہی صاحب ہیبت وجبروت بھی ہے۔ ہر بادشاہ ہر بات پر قادر نہیں ہوتا ہے لیکن وہ ہر بات پر قادر ہے اس لیے اور بھی ہر ایک مخلوق اس کی تسبیح وتہلیل کر رہی ہے، غیر ذوی العقول کی صرف حالت امکانیہ وصورت احتیاجیہ ہی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے **سبوح قدوس لک الملک ولک الحمد**۔ اور ذوی العقول میں سے ایمان دار تو زبان سے بھی ثناخواں ہیں خصوصاً ملائکہ جو بڑی جاں نثار رعیت ہے ہمہ وقت اسی میں رہتے ہیں۔ پھر اے انسان تو کیوں غافل اور مہلت چند روزہ میں دنیاوی لذات وشہوات میں شاغل ہے۔

مسئلہ تقدیر اور اللہ تعالیٰ کا علم وارادہ:...... اس کے بعد حضرت انسان کی طرف خطاب کر کے اپنے انعام وافضال سابقہ ولاحقہ یاد دلا کر تسبیح وتقدیس پر آمادہ کرتا ہے (اور نبوت کا یہ فرض منصبی ہے۔ فقال ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ کہ اللہ جس کی ہمہ وقت تسبیح وتقدیس آسمانوں اور زمین پر ہو رہی ہے وہ ہے کہ جس نے تم کو بھی پیدا کیا۔ اس لیے وہ لائق ہے کہ تم بھی اسی کی تسبیح کرو مگر تمہاری یہ حالت ہے فَمِنْکُمْ کَافِرٌ

❶...... پیشانی پر ان آیتوں کے لکھے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ سیاہی اور قلم سے خط نسخ میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر بچہ ہنوز زنگ جہالت وبت پرستی سے عاری ہوتا ہے اب تک اس کی وہی اصل فطرت ہوتی ہے اس کا چہرہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین والے اسی کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں...... الخ الغرض یہ ایک استعارہ ہے اس کی حالت اصلیہ سے جس کو بلفظ کتابت تعبیر کیا ہے۔ سبحان اللہ کیا راز حقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ۱۲ منہ۔

وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ کہ تم میں سے کچھ کافر و ناشکر ہیں نہ اللہ کو جانتے ہیں نہ مانتے ہیں تسبیح و تقدیس کیسی بجائے اس کے غیر معبودوں کی طرف رجوع ہیں، اور بعض مومن ہیں اسی کی پرستش کرتے ہیں اسی کو مانتے ہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ضرور سزا و جزا دے گا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

بندہ کاسب ہے نہ خالق: ...... اہل سنت کے نزدیک بندہ اور اس کے جملہ افعال و کفر و ایمان و نیکی بدی اللہ کے مخلوق ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ چوں کہ بندہ کاسب ہے اس لیے اس کے اعمال کی جزا و سزا اس کو ملتی ہے اور کاسب و خالق میں فرق ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں خدائے پاک کفر وغیرہ قبائح کا خالق نہیں کیوں کہ یہ اس کی تقدیس میں فرق ڈالتا ہے اس لیے اس آیت کو معتزلہ نے یوں بیان کیا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا بعد میں از خود کچھ کافر کچھ مومن ہو گئے سنی مفسروں نے کہا نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر کیونکر پیدا کیا کہ کچھ کافر پیدا کیے کچھ مومن۔ اس آیت کے معنی عطاء و حسین بن فضیل وغیرہ کے نزدیک یہی سیاق کلام کے مناسب ہے اہل سنت کا استدلال کچھ اس پر موقوف نہیں۔

پھر فرماتا ہے کچھ تمہیں کو پیدا نہیں بلکہ خلق السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ حرکات فلکیہ اور کواکب کی تاثیرات سے حوادث ظہور کرتے ہیں اور اچھی بری صورتیں بھی تاثیرات فلکیہ سے ہوتی ہیں حتیٰ کہ سعادت و نحوست بھی انہیں سے ہے جیسا کہ بہت حکماء اور عرب و یونان و ہند وغیرہ کے لوگوں کا خیال تھا ان کا رد کرتا ہے۔

انسان کی صورت سب سے بہتر: ...... وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ کہ تمہاری صورتیں بھی اسی کے ید قدرت نے بنائیں پھر دیکھو کیا عمدہ نقشہ کھینچا، ناک کی جگہ کان اور منہ کی جگہ شانے ہوتے تو کیا ہی بدنما معلوم ہوتا، یہ اور بات ہے کہ انسانوں میں بھی تفاوت ہے کوئی خوبصورت کوئی اس کے لحاظ سے بدصورت ❶ مگر بدصورت بھی مناسبت و اعتدال کے خلاف تصور کر کے دیکھو تو کیسا برا معلوم ہوگا۔

پھر فرماتا ہے کہ پیدا کر کے آزاد نہیں کر دیا کہ آیندہ اس سے کوئی سروکار نہیں رہا بلکہ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اسی کی طرف پھر کر جانا ہے دنیا میں بھی جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں بندہ اسی کی طرف پھر کر جاتا ہے۔ پھر وہی سوجھتا ہے۔

اس کے بعد اپنے وصف علم کا ثبوت کرتا ہے۔ فقال يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ . . . الخ کہ آسمانوں اور زمین کی اور تمہارے دل کی مخفی باتیں جانتا ہے۔ اس میں تنبیہ ہے منافقوں پر کہ دل میں نفاق رکھ کر اللہ سے کہاں چھپاؤ گے ❷؟

یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہی تسبیح و تقدیس کے لائق ہے اور جو کوئی احسان فراموشی کر کے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کرتا ہے تو وہ دنیا میں بھی گردن مروڑ دیتا ہے۔ اس لیے پہلی برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اجمالاً اشارہ فرماتا ہے۔

سابقہ ہلاک شدہ قوموں کے احوال: ...... اَلَمْ يَاْتِكُمْ . . . الخ کہ تمہیں پہلے لوگوں کی خبر نہیں معلوم ہوئی کہ دنیا میں بھی انہوں

---

❶ ...... آیات میں الفاظ کی ترتیب و تقدیم و تاخیر میں کچھ اسرار ہیں ان کے بیان کے لیے دفتر چاہیے۔ اور کس خوبی کے ساتھ مسئلہ توحید اور اثبات ذات و صفات علیم بذات الصدور تک بیان فرمایا ہے۔ اور الم یاتکم ...... الخ سے مسئلہ نبوت شروع کیا منکرین نبوت کا شبہ اور ان کی سرتابی اور اس کا انجام بد بھی نہایت پُر اثر الفاظ میں کس اختصار کے ساتھ بیان فرمایا اور بندے کو عبادت و خلوص اور نیک رائی پر وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ . . . الخ جملوں میں کیسا آمادہ کیا۔ زمانہ گزشتہ کی عبرت ناک اجمالی تاریخ بھی بیان فرما دی یہ ہے اعجاز قرآنی ۱۲ منہ۔ ❷ ...... اس لیے کہ خوب صورتی اور بدصورتی اضافی بات ہے۔ ایک خوب صورت ہے مگر اس کی نسبت جو اس سے بھی بڑھ کر ہے بدصورت خیال کہلاتا ہے اور اسی لیے کہتے ہیں حسن کی انتہا نہیں اور یہی حال بدصورتی کا ہے ایک بدصورت اپنے سے زیادہ بدصورت کی نسبت خوب صورت خیال کیا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

نے اپنے کردار کا مزہ چکھا اور آخرت میں عذاب الیم کے حوالے ہوئے اور یہ کیوں ہوا اس لیے کہ ان کے پاس رسول نشانیاں اور معجزے لے کر آئے تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی آدمی اور ہم بھی، ان میں کیا فوقیت ہے جو یہ ہم کو ہدایت کرنے آئے ہیں ❶؟

منہ موڑ لیا اور نخوت و تکبر سے بے پروائی کی، پھر تو اللہ نے ان سے بے پروائی کی، چاہتا تو ان کو راہ راست پر لاتا، ان کے دلوں کو روشن کرتا، مگر متکبر سے وہ بھی متکبرانہ پیش آیا کرتے ہیں، اور اس کو خاک میں جلد ملایا کرتے ہیں اسے کسی کی کچھ پروا بھی نہیں ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ
وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ ع

ترجمہ:...... کافروں نے سمجھ لیا کہ قبروں سے اٹھائے نہ جائیں گے کہو کیوں نہیں قسم ہے مجھے اپنی رب کی ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو بتلایا جائے گا جو کچھ تم نے کیا تھا اور یہ (بات) اللہ پر آسان ہے ⑦ پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ⑧ جس دن تم کو جمع کرے گا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا اور جو ایمان لایا اللہ پر اور اس نے اچھا کام کیا اس کی برائیاں دور کر دیگا اور اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سدا رہا کریں گے یہ ہے بڑی کامیابی ⑨ اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخی اس میں رہا کریں گے ہمیشہ اور وہ بری جگہ ہے ⑩۔

ترکیب:...... زعم یتعدی الی المفعولین کالعلم۔ ان مخففة واسمها ضمیر الشان محذوف ای انهم لن یبعثوا فان المخففة مع اسمها وخبرها اقامت مقام المفعولین۔ قل بلی... الخ لایجاب النفی۔ وربی قسم۔ لتبعثن جواب القسم۔ ثم لتنبؤن جملة مستقلة داخلة تحت الامر وارادة لتاکید ما افاده کلمة بلی من اثبات البعث۔ فامنوا الفاء فصیحة تدل علی شرط حذف لظهوره ای اذا کان الامر کذا فامنوا۔ والله... الخ والجملة تذییلی مقرر لماقبله من الامر یوم قال النحاس الناصب فیه لتنبئن فیوم ظرفه وقیل خبر وقیل محذوف هو اذکر وقیل اول علیه الکلام ای تتفاوتون یوم یجمعکم خلدین فیها ابدا حال مقدرة وفیه مراعاة معنی من والذین الموصول وصلة مبتدا۔ اولئک... الخ الجملة خبره وبئس... الخ بیان لکیفة التغابن۔

تفسیر:...... مسئلہ توحید و نبوت کے بعد مسئلہ معاد کو بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہو جائے۔

❶ یعنی رسول بشر نہیں ہونا چاہیے، مگر اللہ حجر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ۱۲ منہ۔

ذکر معاد: ... فقال زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... الخ کہ کافروں کو گمان ہے مر کر اٹھائے نہ جائیں گے کیوں کہ وہ حشر کے منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ بس مر کر خاک ہو گئے گویا روح بھی مرگئی بار دیگر زندہ ہونا اور حساب و کتاب کیسا؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے قُلْ اے محمد ﷺ کہہ دیجیے بلیٰ کیوں نہیں۔ قیامت ہوگی اٹھائے جاؤ گے پھر قسم کھا کر بلیٰ کی تاکید کرتا ہے بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ اے محمد! کہہ دے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ پھر تم کو بتایا جائے گا کہ تم کیا کرتے تھے، یعنی نیک و بد کاموں کی جزا سزا ہوگی۔

مکہ بلکہ عرب اور دیگر ممالک کے باشندے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مر کر پھر جینا نہیں ہاں اعمال کی جزا و سزا اگر ہے تو اسی زندگی میں ہے برے کام کیے کسی کو ستایا بیمار ہو گیا یا اولاد مرگئی یا مال کا نقصان ہو گیا۔ اور اچھے کام کیے تو تندرستی مال و اولاد کی ترقی عزت و آبرو حاصل ہوگی یا دوسرے جنم میں برائی بھلائی ظاہر ہوگی۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ سزا و جزا بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے تو وہ قائل نہ تھے۔

دہریے کہتے تھے کہ طبیعت اجسام ہی مدبر ہے جس کو آج کل نیچر کہتے ہیں بس اگر اللہ بھی کچھ ان کے اعتقاد میں تھا تو وہی نیچر جیسا بے اختیار کہ عالم میں خلاف قانون نیچر کچھ نہیں کر سکتا جیسا کسی کل کا محرک کہ اب ہلانے کے بعد اس کو کچھ اختیار نہیں۔

آریا دھرم کا ایشر یعنی اللہ بھی اسی کے قریب ہے اس لیے وہ لوگ شہوت پرستی جفا کاری عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مضرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے تھے۔ اور افعال کا حسن و قبح بھی انہیں کے خیالات و رسم و عادات پر منحصر تھا۔ مخلوق اللہ پر رحم کرنا نفع پہنچانا بڑوں کی تعظیم محسن کی شکر گزاری کو وہ بھی نیکی سمجھتے تھے اور اس کے برخلاف کو بدی اور اس قدر سمجھنے میں ان کا خیال غلط نہ تھا مگر اور بہت سے بد اور بے ہودہ کام تھے جن کو وہ یا تو بد اور بے ہودہ ہی نہیں سمجھتے تھے یا اس کے برعکس عبادت جانتے تھے جیسا کہ بت پرستی شراب خوری عیاری کھیل کود گانا بجانا چنا کودنا شادی غمی کے بے ہودہ مصارف، اولاد کا قتل کرنا وغیرہ اسی طرح بہت سے نیک کاموں کو بد یا عبث سمجھتے تھے۔ ان سب باتوں کے فیصلے کے لیے بھی الہام و نبوت کی ضرورت تھی اور پھر دار آخرت اور وہاں ان اعمال کی جزا و سزا دوسری زندگی میں پانا وغیرہ امور بیان کرنا بھی الہام ہی کا کام تھا۔

دوبارہ زندہ کرنا آسان ہے: ... اس لیے مسئلہ نبوت کے بعد مسئلہ حشر شروع کیا اور ان جملہ امور کی طرف ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ میں اشارہ کر دیا اور اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بار دیگر زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔

پھر جب یہ ہے تو فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ تا کہ تم کو اس جہان کی خوبی حاصل ہو اور وہ کس دن حاصل ہوگی؟ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ کہ جس دن وہ سب کو جمع کرے گا جمع کرنے کے دن یعنی قیامت میں، ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ، وہ دن خسارے کا ہے اس لیے کہ دنیا میں جن کاموں کو عمر بھر محنت اٹھا کر نیکی سمجھ کر کیا تھا آج عدالت آسمانی میں وہی سزا اور ناراضگی کا سبب ہو گئے۔ محنت برباد گناہ لازم ہو گئے۔ اسی خسارے کو ایک اور آیت میں فرماتا ہے هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ کہ کہو تو میں تم کو سب سے زیادہ نقصان پانے والوں کو بتاؤں؟ کہ جن کی دنیا کی کوشش بے کار گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اچھا کر رہے ہیں۔ اس دن سیکڑوں خیالات اور ہزاروں غلط مذاہب کا فساد معلوم ہو جائے گا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ اور غبن ہوگا۔ (**والتغابن تفاعل من الغبن فی المجازاۃ والتجارات کبیر**) اور اسی تغابن کے لفظ کی وجہ سے اس سورت کا نام تغابن ہو گیا۔)

ایمان کے ساتھ نیک کام بھی ہونے چاہئیں: ... پھر اس دن کام آنے والی چیزیں بیان فرماتا ہے وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

صَالِحًا کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اس کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے موافق ویسا ہی جانا اور یقین کیا اور اس کے ساتھ نیک کام بھی کیے۔ نیک وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہیں جن کی رسول ﷺ نے خبر دی اور عقل سلیم نے بعض کی تصدیق کی خالی ایمان بغیر نیک کاموں کے درخت بے برگ و بے ثمر ہیں۔ یعقوب حواری اپنے خط میں یہی کہتا ہے اور اعمال کی بڑی تاکید کرتا ہے مگر پولوس اعمال صالحہ کو بے کار ہی نہیں بلکہ ملعون ہونے کا سبب کہتا ہے۔ پھر عیسائیوں نے پولوس ہی کی بات کو مزے دار سمجھ کر مانا۔ معاذ اللہ جس مذہب میں اعمال کوئی چیز نہ ہوں صرف ایمان کافی سمجھا جائے ان کی بدکاری ظلم و عیاری جس قدر ہو کم ہے جس کی نظیر عیسائی ممالک ہیں جہاں شراب و زنا کی انتہا نہیں۔

شفاعت و کفارہ میں فرق ہے:...... پھر اس ایمان اور اعمال صالحہ کا کیا نتیجہ ہوگا یُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ۔ پہلی بات یہ ہوگی کہ اس کے گناہ اس سے مٹا دیگا بشریت سے گناہ بھی ہو گئے ہیں تو ان کے لیے کفارہ اسی کے اعمال صالحہ اور ایمان ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے اس لیے کہ دل سے خلوص و محبت رکھ کر اطاعت کرنے والے غلام کے قصور معاف ہونے کا سبب اگر ہے تو اسی کا خلوص واطاعت ہے نہ کہ کوئی اور، ہاں اس خلوص و اطاعت پر نظر کر کے شاہی منشا دیکھ کر اور کوئی مقرب سفارش کر سکتا ہے۔ یہاں سے شفاعت و کفارہ کا فرق بھی معلوم ہو گیا۔

گناہوں کا مٹا دینا:...... گناہوں کو مٹا دینا فرمایا بخشنا نہیں کہا۔ اس میں یہ سر ہے کہ گویا سرے سے گناہوں کا وجود ہی اس کے نامۂ اعمال میں نہ رہے گا وہ دفتر دھو دیا جائے گا، اور بخشنے میں یہ ہوتا ہے کہ گناہ تو ہیں، مٹے نہیں مگر ان کی سزا سے درگزر کیا گیا بلکہ ایسے مخلصین کے وہ قصور کہ جن کے بعد وہ گریہ وزاری کر کے معافی مانگتے ہیں نیکیاں بن جاتے ہیں کما فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط اور کتاب یسعیاہ کے اوّل باب ۱۸ درس میں بھی یہی مضمون ہے۔

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کہ اس کو صاف کرنے کے بعد ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے نہ وہاں سے کبھی باہر کیے جائیں گے نہ موت و بیماری دیکھیں گے، وہ باغ اس جہان کے باغ نہیں بلکہ دوسرے جہان کے، جہاں مرتے ہی آدمی جاتا ہے وہاں نہ غم ہے نہ کوئی اندیشہ ہے ہمیشہ سرور و فرحت ہے۔

اور یہ بڑی مراد کا پانا ہے۔ اس سے زیادہ اور کون سی مراد اور کامیابی ہوگی۔

اس کے بعد فریق مخالف کا حال بیان فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اور جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ اور اس کے رسول کو نہ مانا، یہ ایمان کے مقابلہ میں کیا۔ وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، یہ اعمال صالحہ کے بدلے میں کیا۔ آیات سے عام مراد ہے خواہ آیات الہامیہ یعنی کتاب اللہ کے مطالب اور جملے ہوں، خواہ اس کی قدرت و یکتائی کے وہ دلائل جو شب و روز بندے کے سامنے آتے ہیں اور یہ ان سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور یہی جھٹلانا ہے۔ ان کی اس جہان میں کیا حالت ہوگی؟ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ آگ والے ہوں گے یعنی جہنم کی آگ میں جلا کریں گے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط ہمیشہ اس میں رہا کریں گے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

پھر اس دن سے زیادہ کون سا دن حسرت اور تغابن کا ہوگا کہ ایک فریق عزت و شادمانی کے ساتھ حیاتِ ابدی پا کر شادمانی کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور دوسرا فریق ابدی قید خانہ میں ڈالا جاتا ہے جہاں سوائے رونے پیٹنے چیخنے چلانے کے کوئی آرام نہیں۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ط وَاللّٰهُ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا
عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۲﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ
فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴﴾
إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:..... اللہ کے حکم بغیر کوئی بھی مصیبت نہیں پڑتی اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے (مصیبت میں ثابت قدم رکھتا ہے) اور اللہ ہر بات جانتا ہے ⑪ اور اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی بھی اطاعت کرو پھر اگر تم نے منہ موڑ لیا تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہی ہے اللہ ہے ⑫ کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمان داروں کو بھروسہ رکھنا چاہیے ⑬ اے مسلمانو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشدو تو اللہ بھی بخش دینے والا مہربان ہے ⑭ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس تو بڑا اجر ہے ⑮۔

ترکیب:..... من شرطیة۔ یهد قلبه جوابه قلبه بالنصب والرفع فالرفع على الفاعلية والنصب على انه مفعول ليهد مثل سفه نفسه فان توليتم شرط۔ فانما الجملة جوابه۔ وعلى الله متعلق بيتوكل قدم للتخصيص۔ عدوا بالنصب على انه اسم ان وخبره من ازواجكم واولادكم۔

تفسیر:..... ابھی فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان لانے والے نیک کام کرنے والے فائز المرام اور کامیاب ہوتے ہیں، اس پر خیال گزرتا تھا کہ بہت سے ایمان داروں نیکوں کو ہم مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیابی کہاں؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔

کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی:..... مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ کہ کوئی مصیبت (بیماری تنگ دستی اقارب کی موت دشمنوں کا غلبہ مال وجاہ کا زوال یا اس میں کوئی فرق وغیرہ) بغیر حکم الٰہی انسان پر نہیں پڑتی۔

إِذْنِ اللَّهِ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امر اللہ کے بیان فرمائے۔ یعنی اس کی تقدیر و مشیت سے غرض یہ کہ اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے یا اس کے بعد کوئی سامان عمدہ پیدا ہونے والا ہوتا ہے جس کو یہ نعمت موجودہ حائل تھی یا مؤمن کا تعلق قلبی اس چیز سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے یا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر دینا مقصود ہوتا ہے۔ یا اس کی غفلت و معصیت کا تازیانہ ہوتا ہے کہ جلد ہوشیار ہو جائے اس سے فائز المرام (کامیاب) ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ دنیا کا فوز مراد نہیں بلکہ آخرت کا ہے۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، وہ اس مصیبت کی رمز سے آگاہ ہو جاتا ہے، مؤمن جان جاتا ہے کہ یہ مصیبت میری فلاں گناہ یا غفلت کی سزا دنیا ہی میں مجھے دیدی، عقبیٰ کے عذاب سے پاک کر دیا۔ اور یہ بھی جان جاتا ہے کہ میرا کیا تھا اس نے دیا تھا اسی نے لے لیا ہے، اب جزع و فزع گلہ و شکایت کیا؟ اس لیے مصیبت کے وقت مؤمن إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ کہتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ اور بہت سی حکمتیں ہیں جن کی طرف وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

علیہ السلام میں اشارہ کرتا ہے۔

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا کہ سب سے افضل کون سا کام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، اس نے عرض کیا اس سے آسان بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کو کسی کام میں جو تیرے لیے فیصلہ کرے متہم نہ کر۔

ایمان باللہ اور نور معرفت کے دو رستے ہیں:..... نعمت کا شکر اور مصیبت پر صبر۔ انسان جس طرح حصول نعمت کے لیے بجا اور بے جا کوششیں کر کے اپنے وقار و قرار کو برباد کرتا ہے اسی طرح دفع مضرت کے لیے بھی پہلے سے ہزاروں تدابیر عمل میں لاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بیٹا بیمار پڑا تو پھر علاج وغیرہ جائز تدابیر کے سوا کوئی ناجائز اور خلاف عقل طریقہ بھی نہیں چھوڑا رمّال، جفّار، اڑنگ بڑنگ کرنے والے، ملاں، سیانے، جادوگر، بھٹی والے برہمن کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے پھر خلافِ عقل جو کچھ وہ کہتے ہیں عمل میں لا رہا ہے گدھوں کو گھنگھنیاں کھلا رہا ہے، چوراہے پر چراغ جلاتا ہے، کھانا پکا کر رکھتا ہے، چیل کوؤں کو گوشت کھلا رہا ہے، مقابر حضرات اولیاء کرام سے التجائیں ہو رہی ہیں، عرضیاں لکھ لکھ کر لٹکائی جا رہی ہیں اور کیا کیا خرافات کر رہا ہے دیوانہ بنا ہوا ہے نہ دن کو چین نہ رات کو خواب، کھانا پینا کیسا مگر ہوتا وہی ہے جو مقدر ہو چکا ہے، پھر جس کو یقین کامل نصیب ہو جائے کہ مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ وہ کس اطمینان کے ساتھ اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف ملتجی ہے اور مصیبت واقع ہو جانے کے بعد دل ٹھہرا ہوا ہے کہ یوں ہی مقدر الٰہی تھا، یہ ہائے وائے شور و فغاں ہیچ یہ باتیں تیرہ سو برس ہوئے عرب کے وحشیوں کو نبوت نے تعلیم کی تھیں جن پر ان کا پورا عمل تھا، آج ترقی یافتہ اور مہذب قومیں ان سے حصہ لینے کا قصد کر رہی ہیں۔ واہ اسلام کی کیا کیا برکات ہیں جن سے ہم قدیمی مسلمان محروم رہے جاتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت:..... ان جملہ امور کی پابندی مذہب اسلام کا ایک عمدہ رکن ہے اس لیے فرماتا ہے وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ کہ اللہ اور اس کے رسول کی تابع داری کرو اور کسی دوسرے طریقے پر نہ چلو فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ اگر تم نہ مانو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، ہمارے رسول پر کوئی لزام نہیں اس لیے کہ اس کا کام تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے ❶۔

اہل ایمان اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں:..... اور یہ بھی جان لو کہ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اللہ بھی وہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اس سے سرتابی اور عدول حکمی کر کے جاؤ گے کہاں اور کرو گے کیا؟ بعض احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میری بھیجی ہوئی مصیبتوں پر صبر نہ کرے تو وہ میرے آسمان کے تلے سے نکل جائے میری زمین پر نہ رہے اور کوئی اللہ تلاش کرے۔ کس قدر توکل کی تاکید ہے اس لیے فرماتا ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اور اللہ پر (نہ کہ کسی اور پر) ایمان دار بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔

ایمان کی یہی شان ہے کہ ہر کام میں اس کا اللہ پر بھروسہ ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور جانے کہ کبھی اسباب ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور کبھی اسباب ہی پورے ہونے نہیں دیتا اسباب بناتے اور بگاڑتے اس کو دیر ہی کیا لگتی ہے؟ یہی اعتقاد عرب کے غریب اور بے کس مسلمانوں کا رہبر تھا جو وہ قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غالب آئے یہی وہ شراب کہ جس کو پی کر تیس مسلمانوں نے جنگِ یرموک میں تیس ہزار سپاہِ مخالف سے بڑی جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ یہی اعتقاد آدمی کو قومی کاموں میں محنت صرف کرنے پر آمادہ کر دیتا

❶..... جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خلافت کے معاملے میں عمر رضی اللہ عنہ و ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لحاظ یا خوف کے سبب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو صاف بیان نہ کیا تھا تو ان کو مان لینا چاہیے کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کوئی آسمانی حکم نہ تھا ورنہ ضرور بلاغ مبین کرتے۔ بلکہ انتظامی بات تھی جس کو لوگوں کی رائے اور مصلحت وقت پر چھوڑ نا مناسب جانا ۱۲ منہ۔

ہے۔ایسے لوگ دنیا میں بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔توکل اور تعطل میں فرق ہے۔اسباب کو ترک کر کے بیٹھا تعطل ہے نہ کہ توکل۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم تدابیر حسنہ عمل میں لاتے تھے۔ہمارے احدی اور ست لوگوں نے جو کاہلی اور عیاشی کے سبب نکمے بنے پڑے رہتے ہیں اس بے ہودہ صفت کا نام توکل رکھا ہے۔یہ ہرگز توکل نہیں۔جس میں یہ صفتِ توکل نہیں مؤمن کامل ❶ نہیں ایمان کامل کا مزا اسے نصیب نہیں۔رسمی اسلام کچھ کام نہیں آتا حقیقی اسلام حاصل ہونا چاہیے۔توکل ترک کرا کے بے قرارانہ کوششوں کی طرف اکثر انسان کی اولاد اور بیوی مجبور کیا کرتی ہے ان کی خواہشیں اور خانگی مصارف توکل چھڑا دیتے ہیں نیک کاموں سے روک دیتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے بیجا تعلق کے رشتہ کو قطع کرتا ہے۔

بیوی اور اولاد میں دشمن ہونا:...... فقال يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ کہ اے ایمان والو! تمہاری اولاد اور بیویوں میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں ❷ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آدمی کو معصیت اور قطع رحم پر اُبھارتے ہیں'' ہر چند نہیں کرنا چاہتا مگر پھر کرنا ہی پڑتا ہے۔مثلاً میاں نہیں چاہتا کہ شادی میں رنڈیاں نچوائے بھانڈ کو بلائے دولت اُڑائے مگر بیوی صاحبہ کے حکم سے مجبور ہے،اور صدہا خرافات میں مبتلا کرتے ہیں،بیٹا مُصر ہے کہ میری شادی میں ناچ ہو،باوا کرتا ہے۔ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے فرمایا کے میں کچھ لوگ اسلام لائے تھے،وہ ہجرت کرنا چاہتے تھے ان کے بال بچے اور بیویوں نے نہ چھوڑا،رونے لگے چمٹ گئے۔'' ایسا ہی ترمذی وابن جریر نے نقل کیا ہے۔

عفو و درگذر کی تاکید:...... فرماتا ہے فَاحْذَرُوْهُمْ کہ ان سے بچو نہ یہ کہ قتل کرو مارو پیٹو،اور دلی رنجش جو خلاف کرنے میں بیوی بچوں سے پیدا ہو جاتی ہے اس کی نسبت فرماتا ہے وَاِنْ تَعْفُوْا . . . الخ اگر تم معاف کرو درگزر کرو بخش دو تو بہتر ہے اللہ غفور رحیم ہے۔اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ مال اور اولاد آزمائش کی جگہ ہے ان میں مسلمانوں کو اللہ سے غافل نہ ہونا چاہیے اور نہ ان کے سبب برے کام کرنے چاہئیں نہ مکارم اخلاق اور حسناتِ باقیات سے رکنا چاہیے۔یہ دنیا کے جھگڑے ہیں ان میں بقدرِ ضرورت مصروف ہونا چاہیے اس لیے کہ جانا دوسرے جہان میں ہے۔یہ تو رستہ میں شب باشی کے سامان ہیں۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ اجر عظیم جس کو حیات جاودانی کہنا چاہیے اللہ کے پاس ہے مرنے کے بعد ملے گی۔

ان من کے لفظ میں اشارہ ہے کہ سب اولاد اور بیویاں ایسی نہیں بلکہ بعض دین و دنیا میں معین و محب انصار و مددگار بھی ہوتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱ ع ۲

❶ ...... وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ کا مخالف مفہوم یہی ہے کہ مؤمن توکل کرتے ہیں نہ کہ کافر پھر جس میں توکل نہیں گویا وہ کافر ہے ۱۲ منہ

❷ ...... مصائب پر صبر و برداشت کا ذکر تھا بیوی اور اولاد کا دشمن اور بدخواہ ہو جانا بھی مرد کے لیے بڑی مصیبت ہے اس لیے اس کے بعد اس کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ رفت و گزشت کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ فتنہ ہے اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے ۱۲ منہ۔

ترجمہ: ...... پھر جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (حکم) سنو اور مانو اور اپنے بھلے کے لیے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور جو شخص اپنے دل کے لالچ سے محفوظ رکھا گیا سو وہی فلاح بھی پانے والے ہیں ⑯ اگر تم اللہ کو اچھی طرح سے قرض دو گے تو وہ تم کو دگنا کر دے گا اور تم کو بخشدے گا اور اللہ قدر دان سمائی والا ہے ⑰ وہ چھپے اور کھلے کا جاننے والا (اور) زور آور حکمت والا ہے ⑱۔

ترکیب: ...... خیرا منصوب بفعل مضمر دل علیه اتقوا کانه قال انتوا فی الانفاق خیر ألا نفسکم او قدموا خبر الها هذا قول سیبویه۔ وعند الکسائی والفراء هو نعت لمصدر محذوف ای انفاقاً خیراً وقال ابو عبیدهو خبر یکن مقدرة فی جواب الامر۔ وقال الکوفیون منصوب علی الحال وقیل هو مفعول به لانفقوا۔ ومن شرط۔ فاولئک الجملة جوابه۔ ان تقرضوا شرط۔ یضعفه جوابه ولذا صار مجزوما۔ ویغفر معطوف علیه غلم الغیب بالرفع علی انه خبر بعد حبر۔ العزیز موصوف۔ الحکیم صفته وکلاهما خبر مبتدا۔ او واحدهما مبتداء والأخر خبر۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے، اور انسان پھر انسان ہے اس فتنہ میں پڑ ہی جاتا ہے، اس لیے فرماتا ہے خیر اگر تم اولاد کے سبب معاصی میں مبتلا بھی ہو جاؤ تو فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو: ...... تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اللہ اور اس کے رسول کا حکم سنو اور سن کر مانو۔ یہ کفارہ زن و فرزند کی بے جا محبت کا ہے اور مال کی محبت کا یہ کفارہ ہے کہ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ اس کو اپنی بھلائی کے لیے خرچ کرو اس لیے کہ جو دے لو گے وہ تمہارے ساتھ چلے گا جس کا اجر یقیناً ملے گا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا۔

اجر عظیم کے حصول کا طریقہ: ...... یا یوں کہو کہ اجر عظیم جو اللہ کے پاس ہے اس کے حاصل کرنے کے طریقے بتلاتا ہے (۱) اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے (۲) سنو اور عمل کرو۔ یہ قوت عملیہ کی تکمیل ہے مگر دونوں بدنی عبادت ہیں (۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ مالی عبادت ہے۔ خرچ کرنا عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات نافلہ ہوں، اقارب و یتامیٰ و غرباء و مسافرین وغیرہ اس کے مستحق ہیں پہلے کئی بار بتلا چکا اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے

قتادہ و ربیع بن انس و سدی و ابن زید وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت کی فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ناسخ ہے اس آیت کی اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنا چاہیے۔ ابن ابی حاتم نے اسی کی تائید میں ایک روایت کی ہے کہ جب اتقوا اللہ حق تقتہ نازل ہوئی تو لوگوں نے اعمال کی سخت مشقت اختیار کی یہاں تک کہ نماز میں کھڑے رہنے سے پاؤں سوج سوج گئے تب اللہ نے مسلمانوں پر تخفیف کرنے کے لیے یہ آیت فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ نازل فرمائی کہ جہاں تک طاقت ہو وہاں تک ڈرو، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ علماء فرماتے ہیں یہ ناسخ نہیں دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ حَقَّ تُقٰتِهٖ کے یہ معنی نہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ ڈرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ جہاں تک طاقت ہو اور یہی ڈرنے کا حق بھی ہے۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ مَا اسْتَطَعْتُمْ اس کے لیے ہے جو اللہ سے ثواب پر راضی نہ ہو تو اس پر وہی حکم حَقَّ تُقٰتِهٖ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ اور اس کے فوائد: ...... پھر فرماتا ہے کہ خرچ کرنا ان کا کام ہے جو لالچی اور حریص نہیں اور جو لالچ اور حرص

سے بچے ہوئے ہیں وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب بھی ہیں ❶ (شح بخل اور لالچ یہ عام ہے مال کا ہو جاہ کا ہو یا عورت کا ہو) انسان کے اوصاف رذیلہ میں سے یہ بھی ایک ایسی بری خصلت ہے کہ عزت سے محروم کرتی ہے اور نیک کاموں سے روکتی ہے بری باتوں چوری قتل غصب جھوٹ بولنے بدعہدی کرنے پر ابھارتی ہے عصمت پارسائی کو کھو دیتی ہے۔

پھر اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو قرض دینا فرما کر اطمینان دلاتا ہے اور اس کے فوائد ظاہر کرتا ہے۔

دوگنا ثواب:..... (۱) يُضٰعِفْهُ لَكُمْ اس کا دو چند ثواب دے گا یہاں تک کہ ایک کے سات سو تک ملیں گے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مال کو بڑھائے گا یہ تجربہ ہے کہ سخی کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

تم کو بخش دے گا:..... (۲) اور اللہ قدردان ہے، حلیم بھی ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، پھر بندے کے اجر ضائع کرنے میں کیوں کر جلدی کرے گا مگر صدقہ میں نیت اور خلوص پر مدار ہے اس لیے قرضِ حسن ❷ فرمایا تھا اس کی طرف عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ میں اشارہ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کہنے سے کہ اللہ کو قرض دو یہ نہ سمجھو کہ وہ عاجز ہے بلکہ الْعَزِيْزُ زبردست اور قادر ہے یوں نہ دو گے تو وہ برباد بھی کرسکتا ہے الْحَكِيْمُ اس دینے میں تمہارے لیے صدہا حکمتیں ہیں۔

---

❶ ..... نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عوض دے دوسرا کہتا ہے بخیل کو برباد کر۔ (متفق علیہ) نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم تجھے دیا جائے گا (متفق علیہ) نبی ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ وہ قیامت کے دن ظلمات ہے اور لالچ سے بچو کیوں کہ پہلے تم سے جو ہلاک ہوئے ہیں اس لالچ سے ہوئے اس نے ان کو خون کرنے اور حرام چیزوں کے حلال کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ (رواہ مسلم) نبی ﷺ نے فرمایا صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ بخیل بری موت مرتا ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ مرتے وقت مال و اسباب کی جدائی کا ایسا رنج ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو بھی بھول جاتا ہے ۱۲ منہ۔ ❷ ..... قرضِ حسن یعنی اچھا مال ہو اور خلوص نیت سے دیا جائے۔ ۱۲ منہ۔

اٰيَاتُهَا ۱۲ (۶۵) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الطلاق مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ
مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا
تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا
الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ
يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

ترجمہ: ...... اے نبی (لوگوں سے کہہ دو کہ) جب عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے نہ تم ہی ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں اور یہ اللہ کی حدود باندھی ہوئی ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنا برا کیا آپ کو کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد اور کوئی نئی بات پیدا کر دے ① پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو یا ان کو دستور کے موافق (زوجیت میں رکھ لو) یا دستور کے موافق چھوڑ دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بھی کر لو اور اللہ کے لیے گواہی پوری دو یہ نصیحت کی باتیں ان کو سمجھائی جاتی ہیں کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لیے مخلصی کی صورت بھی نکال دے گا ② اور اس کو وہاں سے روزی دیگا کہ جہاں کا اس کو تو گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کو بس بھی کرتا ہے بے شک اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ③۔

ترکیب: ...... اذا طلقتم شرط و المراد اذا اردتم تطلیقھن علی تنزیل المقبل علی الامر المشارف منزلة الشارع فیہ کقولہ ﷺ من قتل قتیلا فلہ سلبہ و منہ الماشی الی الصلوۃ و المنتظر لھا فی حکم المصلی (کشاف)۔ فطلقوھن لعدتھن

الجملة جواب الشرط متعلق بطلقوا اى مستقبلات لعدتهن كقولک اتيته ليلة بقيت من المحرم اى مستقبلاً لها والمراد ان يطلقن فى طهر لم يجامعن فيه ثم يخلين حتى تنقضى عدتهن الا استثناء من قوله لا تخرجوهن۔ فاذا شرط۔ فامسكوا او فارقوا جواب الشرط واشهدوا واقيموا جملة مستانفة۔ ذلكم مبتداء۔ يوعظ فعل مجهول من موصولة مع صلته مفعول مالم يسم فاعله والمجموع خبره۔ ومن شرطية۔ يجعل ويرزقه جوابه وكذا من يتوكل۔ حسبه المصدر بمعنى الفاعل۔ بالغ امره قرء بتنوين بالغ ورفع امره لانه فاعل بالغ او على ان امره مبتداء مؤخر وبالغ خبر مقدم وقرء بالغا بالنصب على الحال ويكون خبر ان قوله قد جعل۔

تفسیر: ... ربط: ... اس سے پہلی سورت کے اخیر میں فرمایا تھا کہ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ کہ بعض اولاد اور بیویاں تمہاری دشمن ہیں ان سے بچو۔ اور بعض مواقع پر پورا بچنا پڑتا ہے یعنی طلاق دینی پڑتی ہے۔ اس لیے اس سورت میں طلاق کے احکام نازل فرمائے اور عرب میں جو طلاق کے برے دستورات تھے ان کو اٹھا کر عمدہ دستور قائم کیا۔

مسائل طلاق: ... يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ کہ اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو۔

چند اہم ابحاث

اول: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سے کیا مراد ہے؟: ... بعض کہتے ہیں خطاب آنحضرت ﷺ کی طرف ہے مگر مراد امت ہے کہ اے مسلمانو! جب تم طلاق دینا چاہو ... الخ اور جب کسی قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے تو اس کے رئیس سے خطاب کر کے اس قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ وامت دونوں کی طرف خطاب ہے اس لیے کہ اس حکم میں جس طرح امت پر پابندی ہے ویسی ہی آنحضرت ﷺ پر بھی ہے۔

دوم: اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ سے یہ مراد نہیں کہ بے ضرورت و بے قصور جب چاہو عورت کو طلاق دے دو جیسا کہ یہودی شریعت میں تھا۔ جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کی سخت دلی پر کمال نفرت ظاہر فرما کر طلاق دینے سے روکا اور فرمایا کہ ”جو کوئی اپنی جورو (بیوی) کو سوائے زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے تو وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے اور موسیٰ نے جو تمہیں حکم دیا کہ طلاق نامہ دے کے اسے چھوڑ دے تو تمہاری سخت دلی کے سبب سے تھا۔“ (انجیل متی ۱۹ باب)۔

عرب کا دستور بھی یہودی شریعت کے قریب قریب تھا۔ عورت گائے بھینس کی طرح سمجھی جاتی تھی، چاہا رکھا چاہا اپنی خواہش کے موافق چھوڑ دیا۔ ہمارے بعض علماء نے بھی لفظ اذا کی تعمیم سے شاید ایسا خیال کیا ہو اور دستور عرب اور دلی خواہش نے اس کی تائید کی ہو۔ اسی خیال فاسد کو یورپ کے ناواقف عیسائیوں نے اسلام کا حکم قرار دے کر اسلام کو تیروں کا نشانہ بنایا اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اسلام سے نفرت دلانے کا کافی بندوبست کیا[1]۔

---

[1] ... طلاق دینے میں بھی جو کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدہ سے آپ ظاہر ہو رہا ہے۔ اور ان کو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنتے رہو حیض کی حالت میں طلاق نہ دو یہ اس لیے کہ حیض میں عورت کی طرف دل راغب نہیں ہوتا شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ایماء دیا ہو۔ عدت کا شمار کرتے رہو کہیں عدت میں میعاد نہ گزر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے، جاہلیت میں عورت پر ظلم کرتے تھے طلاق دے کر عدت میں جھگڑا ڈال دیتے تھے اور عدت کو بڑھا دیتے تھے علاوہ ازیں عدت میں نفقہ مکان بھی نہیں دیتے تھے ان امور کو اسلام نے منع کر دیا ۱۲ منہ۔

اسلام نے نہ عیسوی مذہب کی طرح طلاق کا جواز صرف زبان پر منحصر کر کے دائرہ معیشت کو تنگ کیا اور نہ یہود کی طرح ادنیٰ ادنیٰ بات پر طلاق روا رکھ کر ہمدردی انسانی پر دھبہ لگایا، اس عہد میں جو یہودیوں کا دستور طلاق کے بارے میں سخت نفرت خیز اور وحشیانہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے طلاق کا دروازہ بند کرنا مناسب جانا اور صرف ایک ہی سبب طلاق کے لیے جائز سمجھا مگر یہ حکم عام نہیں ہوسکتا اس لیے کہ زنا کے سوا اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں کہ جہاں بغیر طلاق کے مرد اور عورت کے لیے جاں بری اور رستگاری اور عافیت کی اور کوئی صورت نہیں ہوتی اور فریقین کو ایک دوسرے کی موت کا بندوبست نہیں کرنا پڑتا۔

طلاق پسندیدہ عمل نہیں:......اسلام نے بھی طلاق کو بہت بند کیا اور بجز قوی سبب کے اجازت نہیں دی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں کے حق میں نیکی کرنے کی تاکید کرتا ہوں وہ تو انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور ٹیڑھی پسلی اوپر ہی رہا کرتی ہے اگر سیدھا کرنا چاہو گے ٹوٹ بھی جائے گی اور اگر توڑنا نہ چاہو تو ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں سے نیکی کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ (متفق علیہ) پھر فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت سے نفرت نہ کرے اس کی کسی بات سے ناخوش ہوگا تو دوسری بات سے خوش بھی ہو جائے گا۔ (از مسلم) پھر فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارے پیٹے کہ پھر شام کو گلے لگا کر سوئے۔ (متفق علیہ)

پھر فرمایا اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے۔ (دار قطنی) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر زنا کے شبہ کے بے شک اللہ تعالیٰ کو مزہ لینے والے مرد اور عورتیں پسند نہیں۔ (طبرانی و دار قطنی) یہ حدیث تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقولہ کے قریب قریب ہے اور اس میں اس بات کی صاف تشریح بھی ہوگئی کہ جو کوئی بغرضِ شہوت طلاق دے کہ اس کو چھوڑ کر دوسری کو لے یا عورت ایک مرد کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لیے طلاق حاصل کرے۔ یہ امر خدائے عظیم کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی کو حضرت مسیح علیہ السلام نے زنا کاری سے تعبیر کیا ہے۔

لیکن اسلام نے زنا کی قید پر انحصار نہیں رکھا صرف یہ فرق ہے اور اس کو زمانہ اور ملکوں اور قوموں کی مصلحتوں پر لحاظ رکھنے والے ضرور پسند کریں گے۔ باقی حسنِ معاشرت اور عورتوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بڑی ہدایت ہے مگر اس میں بھی اس قدر ترمیم ضروری ہے کہ میاں کو بیوی کا غلام نہیں بنا دیا اور عورت کے اس قدر اختیارات وسیع نہیں کیے کہ جن کو کوئی بھی غیرت مند طبیعت پسند نہیں کر سکتی باقی اور کوئی فرق نہیں اور وہ جھوٹے الزامات ہیں جن کے ذمہ دار وہی وحشی اور جاہل مسلمان ہیں جو ایسا ظالمانہ برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں نہ کہ اسلام۔

مفہوم عدت طلاق:......اب طلاق دینے میں جو کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدے سے آپ ظاہر ہو رہا ہے فقال فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ کہ ان کو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اس جملہ کی شرح اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دے دی تھی۔ اس کی عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو خبر کر دی آنحضرت ﷺ سن کر بہت خفا ہوئے پھر فرمایا اس سے رجوع کر کے رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق ہی دینا ضروری ہو تو پاکی کی حالت میں طلاق دے قبل اس کے کہ اس کو ہاتھ لگایا ہو۔ یہ ہے وہ عدت کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کو کہا ہے۔ (متفق علیہ)

احکام طلاق:......اول حکم: حیض میں طلاق نہ دے:...... جو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا خلاصہ مطلب ہے۔ اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے اور حدیث مذکور اس پر پوری دلیل ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رجوع کرنے کا حکم دیا اور خفا ہوئے۔ یہ اس لیے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا اور وہ میلی کچیلی بھی ہوتی ہے شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر اُبھار دیا ہو اس لیے طہر میں طلاق دینی چاہیے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو۔

ف: ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کی تفسیر:......قرآن مجید میں عدت طلاق ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ بیان ہوئی۔ صدر اول کے بعد جب علماء نے احکام میں زیادہ غور و تامل کرنا شروع کیا تو اس لفظ کے معنی میں بھی غور کیا گیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ اس کے معنی ہیں تین حیض اور پھر اس قول کو لغت اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اقوال سے مستند کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان سے آگے اور علماء نے کہا اس کے معنی ہیں تین طہر یعنی وہ زمانہ کہ جس میں عورت حیض کے بعد پاک ہوتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل میں سے آیت بھی ہے فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ اس لیے کہ لام لِعِدَّتِهِنَّ میں وقت کے معنی دیتا ہے یعنی عدت کے وقت میں طلاق دو۔ اور یہ مسلّم ہے کہ طلاق کا وقت طہر ہے۔ بس معلوم ہوا کہ عدت بھی طہر ہے نہ کہ حیض۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے ایک آیت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں۔ معلوم ہوا کہ عدت تین قروء ہیں اور قروء حیض کو کہتے ہیں گو طہر پر بھی استعمال ہوتا ہے مگر ثلاثہ کا لفظ کہے دیتا ہے کہ تین حیض مراد ہونے چاہییں اس لیے کہ طلاق تو بالاتفاق طہر میں ہونی چاہیے پھر اگر اس طہر کو بھی عدت میں شمار کیا گیا تو تین پورے نہ ہوئے اس لیے کہ کچھ زمانہ اس طہر کا طلاق دینے سے پہلے مل کر تین سے زیادہ بڑھ گئے ہاں حیض مراد لینے میں یہ خرابی پیش نہیں آتی۔ اور لام اضافت کے لیے بھی آتا ہے اور بیانِ علت و سبب کے لیے بھی جیسا کہ اس آیت میں اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ اور عند کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ کہ نماز قائم کرو نزدیک آفتاب ڈھلنے کے اور استقبال کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں اتیته لیلة بقیت من المحرم آیت میں لام اسی معنی میں ہے کہ عدت کے موقع پر طلاق دو یعنی طہر میں دو اس کے بعد عدت حیض سے شروع ہوگی اور اس کی مؤید بہت احادیث ہیں۔ من جملہ ان کے یہ ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لِعِدَّتِهِنَّ کے موقع پر لقبل عدتہن پڑھا (رواہ عبدالرزاق فی المصنف وابن المنذر والحاکم وابن مردویہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قراءت منقول ہے۔ یہ تفسیر کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہوگا۔ اور ایک حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عدت حیض ہے نہ کہ طہر اور وہ یہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ لونڈی کے لیے دو طلاق ہیں ❶ اور اس کی عدت دو حیض ہیں (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) لونڈی کا نصف مرتبہ حرہ سے رکھا گیا مگر تین طلاق کا نصف ڈیڑھ حیض، شرع میں کوئی تعداد صحیح نہ تھی اس لیے پورے دو کر دیے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حرہ کی بھی عدت تین حیض ہیں نہ کہ طہر۔

دوسرا حکم: وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ کہ عدت کا شمار کرتے رہو:...... کہیں غفلت میں معیاد نہ گزر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ جاہلیت میں عورت پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے طلاق دے کر عدت میں جھگڑا ڈال دیتے تھے۔ اور عدت کو بڑھا دیتے تھے اور عدت میں نفقہ اور مکان بھی نہیں دیتے تھے۔ ان باتوں کو اسلام نے منع کر دیا۔

---

❶ ......یعنی جہاں حرہ کو تین طلاق دے کر مغلظ کیا جاتا ہے لونڈی کے لیے دو طلاق کافی ہیں۔ ۱۲ منہ۔

یہ بات قابلِ بحث باقی رہ گئی کہ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں؟ گو لفظ میں کوئی تخصیص نہیں مگر بقرینۂ کلام آیندہ وہ عورتیں مراد ہیں کہ جن کو حیض آتا ہو۔ (صغیرہ اور آئسہ اور حاملہ نہ ہوں) اور ان سے کم از کم ایک بار صحبت (ہمبستری) بھی کی ہو۔ یہ اس لیے کہ جس سے صحبت نہ کی ہو اس کے لیے طلاق کے بعد عدت ہی نہیں ❶ جیسا کہ قرآن میں آچکا ہے مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔ ❷ حاملہ کی اور جن کو حیض نہیں آتا ان کی عدت بعد میں مذکور ہے بقولہ وَالّٰٓـئِیْ يَئِسْنَ . . . الخ۔

اقسامِ طلاق: طلاق تین قسم پر ہے:.....(۱) **طلاق احسن** یہ کہ جس طہر میں وطی نہیں کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک طلاق سے زیادہ دینا پسند نہیں کرتے تھے اور اس میں بغیر مرضیٔ عورت کے عدت کے اندر مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔

(۲) **طلاق حسن** وہ یہ کہ وطی کی ہوئی عورت کو تین طہر میں تین طلاق بتفریق دے اس کو بھی حنفی طلاق مسنون کہتے ہیں ❸۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت کہتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک ایک طلاق سے زائد دینا کسی حال میں سنت نہیں خواہ ایک طہر میں ہو خواہ کئی میں مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ایک طہر میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بدعت جانتے ہیں نہ کہ کئی طہر میں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بار تین طلاق دینے میں بشرطیکہ طہر میں ہوں کچھ حرج نہیں کہ وہ کہتے ہیں طلاق کی تعداد میں بدعت و سنت کچھ نہیں ایک مباح بات ہے۔ پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک طلاق دینا مسنون جانتے ہیں طہر میں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفریق اور وقت طہر کی رعایت ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف وقتِ طہر کی رعایت ہے۔

(۳) **طلاق بدعی**، یہ وہ ہے جو حالت حیض میں ہو یا ایک طہر (زمانہ پاکی) میں ایک سے زائد ہو یا اس طہر میں ہو کہ جس میں وطی (ہمبستری) کی ہو، گو ایک ہی طلاق ہو۔ عام ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا نہ ہو اور جس کو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کو ایک مہینے میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بھی بدعت ہے۔ اسی طرح حاملہ کو بھی ایک مہینے میں ایک سے زیادہ طلاق دینا بدعت ہے۔ یہ طلاق بدعی بھی پڑ جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گنہ گار ہوتا ہے۔ (ملخص از ہدایہ)

الفاظِ طلاق:..... یہ دو قسم کے ہیں۔ ایک صریح لفظِ طلاق استعمال کیا جائے اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے کہ اس کے بعد رجوع کر سکتا ہے اس میں نیت کو نہ دیکھا جائے گا۔

دوسری قسم کنائی ہے کہ کنایہ سے طلاق دے صریح الفاظ کا استعمال نہ کرے البتہ اس میں اس کی نیت دیکھی جائے گی ان الفاظ سے جو مراد وہ کہے گا وہی عدالت شرع منظور کرے گی جھوٹ سچ اس کی گردن پر۔ پھر کنایات بھی دو طرح کے ہیں۔ تین لفظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی پڑتی ہے وہ یہ ہے۔ عدت کر۔ رحم پاک کر۔ تو اکیلی ہے۔

اور باقی الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے۔ کہ بغیر نکاح جدید شوہر رجوع نہیں کر سکتا، جیسا کہ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“۔ تو حرام ہے۔“ تیری رسی چھوڑ دی۔“ وغیرہ ذٰلک۔

چند متفرقہ احکام..... اگر عورت مدخولہ ہے تو اس کو ایک طلاق کافی ہے، اب یہ اس کی ہرگز بیوی نہیں رہی، عدت کے بعد اس کو

---

❶ بغیر وطی کی ہوئی کو ایک ہی طلاق دینا حسن ہے گو حیض میں ہو۔ اور اسی طرح جس کو حیض نہیں آتا اس کو ہر مہینہ کے بعد ایک طلاق دینا حسن ہے اگرچہ وطی کے بعد ہو۔ تفسیر احمدی ۱۲ منہ۔ ❷ ..... اصل آیت سورہ احزاب میں یوں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۱۲ منہ۔ ❸ ..... مسنون تو احسن بھی ہے مگر اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ اس کو بدعی کہتے ہیں۔ اس لیے حنفی اس کا نام طلاق السنہ رکھتے ہیں ۱۲ منہ۔

اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے خواہ اس سے کرے یا غیر سے۔

اسی طرح مدخولہ کو اگر طلاق بائن دی ہیں۔ یا تین طلاق دے چکا ہے تب بھی کوئی حق شوہر اول کا نہیں رہتا عدت کے بعد اس کو اختیار ہے۔

ہاں اگر ایک طلاق یا دو طلاق دی ہیں خواہ ایک طہر میں خواہ دو میں تب زوج کو اختیار ہے کہ عدت سے پہلے رجوع کرے خواہ بیوی راضی ہو نہ ہو۔

اور رجوع یہ ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے رجوع کیا، یا وہ افعال کرے جن سے زن وشو ثابت ہوں بوسہ لینا، صحبت کرنا، شہوت سے ہاتھ لگانا وغیرہ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بغیر زبان سے کہے رجوع کرنا معتبر نہ ہوگا اور رجوع کے لیے دو گواہ کر لینا بہتر ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے واجب ہے۔

اور عدت کے بعد بھی ہر طلاق کے بعد بار دگر نکاح کر سکتا ہے مگر تین طلاق کے بعد نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ بیوی پہلے کسی اور سے نکاح کرے اور وہ اس سے صحبت کرے پھر وہ طلاق دے پھر عدت کے بعد زوجِ اول نکاح کرے۔ یہ سزا اس لیے مقرر کی کہ تین طلاق دینے سے باز آئے یہ سخت مکروہ ہے ایک ● بار تعلق منقطع کرنا شرع نے پسند نہیں کیا۔ اس لیے بتدریج طلاق دینا مسنون ہوا کہ پھر کہیں گھر بس جائے تو بہتر اور طلاق کے موقعہ سے پہلے باہمی پنچایت کے ذریعہ سے ملاپ کی تاکید کی گئی ہے۔

ف: طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگار کرنا رغبت دلانا ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے اس لیے کہ ہنوز نکاح باقی ہے اور ملاپ مقصود ہے۔ اور طلاقوں کی عدت میں یہ حکم نہیں، بلکہ زینت کے ساتھ مرد کے سامنے آنا اختلاط کرنا حرام ہے۔

اس کے بعد فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ کہ اللہ سے ڈرو جو تمہارا پرورش کرنے والا ہے۔ لفظِ اللہ ذات پر دال ہے جس کی جبروت سے ہر عقل مند کو ڈرنا اور اس کی مخالفت سے بچنا لازمی ہے مگر عقول سافلہ کو وہاں تک بغیر کسی صفت کے رسائی نہیں۔ اس لیے اس کے بعد ربکم بھی بیان فرما دیا کہ اللہ کون ہے؟ تمہارا رب جو تم کو پرورش کرتا ہے رزق کے سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے ہر گھڑی تمہارے وجود کا وہی محافظ و مربی ہے البتہ مربی اور محسن کی مخالفت سے عام طبائع ڈر سکتی ہیں اس لیے کہیں اپنے یہ انعام بند نہ کرے اسی لیے ایسی صورت کا ذکر کیا۔

تیسرا حکم:...... مطلقہ کو مکان دینا واجب ہے: ...... یہ جملہ آئندہ حکم کے لیے تاکید ہے۔ اس لیے اس کے بعد تیسرا حکم ذکر کرتا ہے۔ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں ان کے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ آپ نکلیں مگر جب صریح فحش کریں تو نکال دینے میں مضائقہ نہیں۔

مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھی گو وہ خاوند کا گھر تھا مگر گھر عورت ہی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے اس لیے بُيُوْتِهِنَّ فرمایا۔ اضافت بیت کی ان کی طرف کی جیسا کہ سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات کو وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ سے مخاطب کیا تھا، اور بیت کو ان کی طرف مضاف کیا تھا۔ اضافتِ تملیکیہ نہیں بلکہ سکونت کے سبب سے ہے۔

فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، بالکسر فاعل کا صیغہ جس کے معنی بیان کرنے والی یعنی وہ فاحشہ بات اپنی برائی آپ بیان کر رہی ہے اور مبینۃ بالفتح بھی پڑھا ہے کہ اس کی برائی براہین و دلائل سے بیان ہوگئی فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ کے معنی اکثر مفسرین نے زنا کے بیان کیے ہیں کہ جب عورت بدکاری کرے تو اس کا نکالنا ممنوع نہیں۔ بعض نے اس کی اور بھی تخصیص کی ہے کہ وہ حد مارنے کے لیے نکالی جائے اس کے بعد پھر وہیں رکھی جائے۔ (وفیہ مافیہ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے مراد بدزبانی فحش گوئی ہے کیوں کہ مطلقہ کو خاوند سے

● ...... یعنی یکا یک فوراً۔

طلاق کے بعد رنج پیدا ہونا طبعی بات ہے پھر عورتوں سے ایسے وقت بدزبانی فحش کچھ بھی بعید نہیں پھر جب ایسی نوبت ہو تو آئندہ اور فسادات کے اندیشے ہیں اس صورت میں نکال دینا مصلحت ہے اس کے سوا اور ضرورتوں کے سبب بھی (جیسا کہ مکان گرنے کو یا دشمن کا خوف ہو یا مکان کرایہ کا تھا مالک اٹھاتا ہو، باہر نکلنا ممنوع نہیں مگر ان صورتوں میں خاوند کو لازم ہے کہ اور مکان عدت گزرانے کو دے۔

سکنٰی اور نفقہ (رہائش و اخراجات) بھی دینا چاہیے: ...قرآن مجید کے الفاظ میں کوئی قید نہیں طلاق رجعی یا بائن یا مغلظ کوئی ہو اور مطلقہ حائض ہو یا حاملہ یا آئسہ (بوڑھی عورت) یا صغیرسن (کمسن) سب کے لیے سکنٰی یعنی سکونت کا مکان دینا شوہر کا ذمہ ہے اور چند آیات کے بعد اور بھی تاکید فرماتا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ورائمہ کا یہی قول ہے مگر حسن بصری وعطاء بن ابی رباح وشعبی واحمد واسحاق تخصیص کرتے ہیں کہ جس عورت سے شوہر طلاق کے بعد رجوع نہیں کر سکتا (طلاق بائن یا تین طلاقوں کے بعد) تو وہاں خاوند پر مکان دینا واجب ہے نہ روٹی نہ کپڑا۔ اس لیے کہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں رہا اور دلیل نقلی ان کی حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ہے وہ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دی تھیں حضرت ﷺ نے مجھے نہ مکان دلوایا نہ روٹی کپڑا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔ اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں اصحاب سنن اربعہ اور مسلم بھی ہیں جمہور کہتے ہیں اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رد کر دیا تھا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ ورسنت رسول اللہ کو چھوڑ دیں گے؟ کیا معلوم بھول گئی یا یاد سے کہتی ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سکنٰی اور نفقہ دونوں دلاتے تھے۔ (اس بات کو بھی مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وطحاوی ودارقطنی نے روایت کیا ہے) جمہور کا مکان دینے میں اتفاق ہے۔ اور مکان کے ساتھ نفقہ ● بھی خاوند پر واجب ہے اس لیے کہ رجعی طلاق میں تو خاوند کا تعلق ہی قائم ہے اس سے صحبت کر سکتا ہے اور بائن میں عورت نکاح ثانی سے خاص شوہر اول کی وجہ سے روکی گئی کہ اس کا حمل بخوبی معلوم ہو جائے اور جلد دوسرے کے پاس جانے میں مظنۂ تہمت تھا پس اس کو مکان اور نفقہ دونوں دینے چاہئیں اور نیز چند آیات کے بعد مطلقہ حامل کے لیے نفقہ دینے کا صاف حکم ہے۔ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ الآیۃ اور حامل اور غیر حامل کا اس بارے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کبار صحابہ کا یہی قول تھا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ وامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ اور علماء کوفہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ غیر طلاق رجعی میں بھی شوہر کو مکان دینا ضرور ہے اس آیت کے بموجب لیکن اس میں نفقہ کا ذکر نہیں صرف حامل کے لیے نفقہ کا ذکر ہے اس لیے نفقہ نہ دیا جائے گا یعنی خرچ۔ یہ امام مالک ولیث بن سعد وامام شافعی کا قول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے مراد بدگوئی وفحش زبانی ہے فاطمہ بنت قیس بدزبان اور فحش گو عورت تھی اس لیے اس کے لیے مکان بھی آنحضرت ﷺ نے نہ دلایا غیر کے گھر عدت گزاری اور نفقہ بھی نہ دلایا۔ ان سب احکام میں غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ اسلام نے طلاق کو کہاں تک محدود کیا ہے اور پھر ملاپ ہو جانا ملحوظ رکھا ہے۔

ان احکام کے استحکام کرنے کے لیے فرماتا ہے۔ (وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جس نے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا اللہ کا کیا بگاڑا اپنا ہی نقصان کیا اس لیے کہ ان احکام میں صدہا دنیوی مصلحتیں اللہ تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہیں، اس کو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد اللہ کہاں تک نتیجہ دکھاتا ہے لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا کے یہی معنی ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ صرف عدت اور مکان دینے کی طرف راجع ہے جس سے مراد یہ ہے کہ شاید بعد میں اس ارتباط

● [illegible]

وحسن سلوک سے ملاپ ہو جائے۔

چوتھا حکم عدت پوری ہونے کے بعد دستور کے موافق رکھنا یا چھوڑ دینا:.....فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ کہ جب ان مطلقات کی اجل یعنی عدت پوری ہونے کو ہو۔(بَلَغْنَ کے یہی معنی ہیں) تو ان کو دستور کے موافق رکھ لو، یا دستور کے موافق چھوڑ دو۔ آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ یہ حکم طلاق رجعی کی عدت سے متعلق ہے کہ ہنوز خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہے پھر عدت تمام ہونے کو آئے تو عورت کو پھر بدستور سابق بغیر نکاح جدید اپنی بیوی کر لے مضرت کا قصد نہ کرے کہ بار دگر گھر میں ڈال کر خوب دل کے غبار نکالے بلکہ حسن معاشرت سے پیش آئے اور جو اپنے مصالح کے مناسب نہ سمجھے تو ترک کرے یہاں تک کہ عدت تمام ہو جائے اس کا مہر وغیرہ دیدے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں حارج نہ ہو۔ مگر طلاق بائن اور ثلاث میں بھی امساک بمعروف اور تسریح باحسان ہو سکتا ہے کہ نکاح جدید کے بعد حسن معاشرت سے رکھے یا اس کو بالکل چھوڑ دے ٥

پانچواں حکم رجوع یا طلاق پر گواہ قائم کرنا:.....وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ۔ کہ اس مراجعت یا ترک پر اپنے لوگوں یعنی مسلمانوں میں سے کم از کم دو شخص ثقہ اور نیک بختوں کو گواہ بھی کر لو۔ کہ پھر کسی طرح کا باہمی جھگڑا نہ پیدا ہو۔ مثلاً دونوں میں سے ایک مر جائے اور دوسرا وراثت کا دعویٰ کرے اور وارث جھٹلانے لگیں کہ تم نے رجوع نہیں کیا تھا یا ہم نکاح باقی نہیں رہا۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ مرد نے رجوع کیا کسی کو خبر تو کی نہیں عدت گزر گئی اس نے دوسرے سے نکاح کی ٹھان لی جھگڑا پڑا، اور بھی مصلحتیں ہیں اہل معاملہ کو گواہی ادا کرنے کا بھی حکم دیا یہ حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضروری التعمیل یعنی واجب ہے رجوع کرنے کے وقت ضرور گواہ بنائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء فرماتے ہیں ہاں گواہ کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں اور یہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ حالانکہ بیع کے وقت گواہ بنانا واجب نہیں۔

ف: صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ گواہوں کی تخصیص نے سورۂ مائدہ کی تعمیم ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ کو منسوخ کر دیا۔ یعنی سورۂ مائدہ میں تو یہ حکم تھا کہ دو ثقہ شخص تم میں سے ہوں یا اور لوگوں میں سے ہوں اس تعمیم کو منسوخ کر دیا لیکن یہ قول چنداں قوی نہیں اس لیے کہ سورۂ مائدہ میں گواہی وصیت کے باب میں تھی یہاں رجعت کے بارے میں ہے۔

احکام کی پابندی پر تاکید:.....پھر ان احکام کی پابندی پر تاکید فرماتا ہے ذَٰلِكُمْ یہ احکام يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وہ ہیں کہ جن سے نصیحت پکڑتا ہے یا فائدہ اٹھاتا ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اشارۃً یہ کہہ دیا کہ جو ان احکام کی پابندی نہیں کرتا گویا وہ اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس میں ایماء عرب کی جاہل قوموں کی طرف ہے کہ وہ طلاق دے کر عورت کو معطل کر دیتے تھے بے چاری یوں ہی بیچ میں جھولتی رہتی تھی نہ تو آپ اس کی خبر گیری کرتا تھا نہ اور سے نکاح ہونے دیتا تھا۔ یہ بڑا ظالمانہ برتاؤ تھا۔ اب بھی بعض مرفہ الحال لوگ جو عزت وغرور کے نشہ میں چور ہیں ایسا ہی کرتے ہیں، نکاح اور طلاق میں قانون محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان کا مطلقاً عمل نہیں، وہ کہتے ہیں اشراف ایسا نہیں کرتے معاذ اللہ یہ کلمہ حد کفر تک پہنچاتا ہے قیامت کو جب کہ اللہ جبار وقہار تخت پر بیٹھ کر عدالت کرے گا شرافت معلوم ہو جائے گی۔

بے اعتدالیاں خوفِ خدا نہ ہونے کے سبب ہیں:.....یہ ساری بے اعتدالیاں خوف خدا نہ ہونے کے سبب ہیں اور ان احکام میں غفلت و اعراض کا باعث طمع یا فکر ہوتی ہے کہ اس کو کہاں سے کھلائیں گے، مہر کیوں کر دیں گے، روک رکھو کہ مہر نہ مانگے بلکہ جو کچھ لیا

● .....اس لیے کہ جاہلیت میں طلاق بائن کے بعد بھی عورت کو اور کسی سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے نہ مہر دیتے تھے نہ روٹی کپڑا ۱۲ منہ۔

ہے واپس کرلو۔اس لیے سب سے پہلے خوف خدا کی تاکیداوراس کے فوائد بیان فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کہ جوکوئی اللہ سے ڈرتا ہے آخرت میں تو اس کو اس کے ثمرات ملیں گے مگر دنیا میں بھی اس کو چیزیں عطا کرتا ہے۔

خوف خدا کے ثمرات:......اول: یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا کہ اس کے لیے ہر مشکل میں خلاصی دیتا ہے۔رنج وغم سے رستگاری عطا کرتا ہے۔یہ اس لیے کہ جب انسان اللہ سے ڈرا اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھ کر اس کی طرف رجوع کیا اول تو اس کے دل کو اطمینان وانشراح پیدا ہوتا ہے اور وہ مصیبت اس کے نزدیک بہت ہلکی ہوجاتی ہے۔اور واقعی لوگوں کے قلوب کے موافق مصیبت کا اثر ہوتا ہے بعض ایسے بھی ہیں کہ ذراسی بات سے دست آنے لگتے ہیں، بے قرار ہوجاتے ہیں اور بعض کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حادثہ کس پر گزرگیا؟الغرض استقلال وجواں مردی تقویٰ سے پیدا ہوجاتی ہے۔اور یوں بھی عالم بالا سے اس کی مشکل کشائی کے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں خدا ترس لوگوں کو جو جو مدد غیبی حوادث میں پہنچتی ہے ان سے کوئی ایمان دار جو کتب سماویہ پر یقین رکھتا ہے انکار نہیں کرسکتا البتہ حال کا فلسفہ اس کو کچھ نہیں سمجھتا یہ ان کی جہالت ہے۔

بعض مفسرین نے مخرجا کو خاص بھی کیا ہے۔چنانچہ کلبی کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ اس کو آتش جہنم سے مخلصی دیتا ہے شعبی اور ضحاک کہتے ہیں یہ خاص طلاق کی بابت ہے کہ جس نے حکم الٰہی کے موافق طلاق دی اس کے لیے رستہ رجوع کرنے کا عدت میں اللہ نکال دیتا ہے۔

دوم: وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کہ جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا روزی دے گا۔وہ قادر مطلق اپنے پاک باز بندوں کے لیے ایسے سامان پیدا کردیتا ہے کہ جن کا گمان بھی نہیں ہوتا۔اس میں خاوند کو تسلی ہے کہ رزق وروزی کے فکر سے طلاق نہ دو نہ طلاق کے بعد زبردستی روک رکھو ہم بے گمان روزی دیتے ہیں۔

بعض مفسرین نے اس کو بھی خاص کیا ہے حسین ابن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرے گا اور ادائے فرض کرے گا اس کو عذاب سے خلاصی دے گا اور اسی طرح ثواب دے گا کہ اس کو گمان بھی نہ ہوگا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہوں کے سبب رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا اور کوئی چیز رد نہیں کرتی اور عمر کی زیادتی کا باعث نیکی ہی ہوتی ہے۔(رواہ الامام احمد)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایمان داروں کے لیے اللہ تعالیٰ گناہوں سے تنگ دستی دیتا ہے اور نیکی سے فراغ دستی اور نیکی واحسان کرنے والے کی عمر میں برکت ہوتی ہے اور بندہ جب اللہ سے عجز وزاری سے مانگتا ہے تو عطا کرتا ہے آئی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔توریت میں جابجا بنی اسرائیل کی تنگ دستی اور فراغ بالی کو ان کی نیکوکاری وبدکاری پر محمول کیا ہے۔ہاں کبھی ازلی بدبختوں اور کفار کو ان کی سرکشی اور بدکاری پر بھی افزائش مال وجاہ کرتا ہے،یہ اس کا امتحان وابتلا ہے۔آخرکار دنیا میں بھی ایک روز بدکار قوم کے اقبال وعزت کو رخصت کرنا پڑتا ہے اور نکبت وبدبختی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔فلسفۂ حال اس بات کو بھی لچر و پوچ اور پرانا خیال سمجھتا ہے اس لیے پاک دامنی خدا پرستی ان کے نزدیک ایک عبث کام ہے جس پر وہ ٹھٹھے لگاتے ہیں۔عن قریب ان پر ٹھٹھے لگیں گے۔

فوائد توکل اور اس کی تاکید:......اس کے بعد توکل کے فوائد اور اس کی تاکید فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔توکل اللہ پر اعتماد اور اسباب کی فراہمی اور ان پر کامیابی سب کو اسی کے دست قدرت میں سمجھنا جس میں یہ صفت پیدا ہوجاتی ہے تو بڑی جواں مردی سے معاملات میں لوگوں سے پیش آتا ہے سیر چشمی کرتا ہے جو اس کی عزت وحرمت بڑھانے کا عمدہ ذریعہ ہے اور جو کوئی مصیبت بھی اس پر آجاتی ہے تو اس کو من اللہ سمجھ کر دل میں بے قراری پیدا ہونے نہیں دیتا،

عجب وشادمانی سے زندگی بسر کرتا ہے یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس کے لیے کافی ہونا۔ اور یوں بھی غیب سے ایسے لوگوں کے کام بن جایا کرتے ہیں مسبب الاسباب اسباب پیدا کرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ توکل اور تقویٰ روح کو منور کرنے والی چیز ہے اس سے ظلمات ہیولانیہ جو اس کے اور خالق کے درمیان حجاب اکبر ہیں اٹھ جاتے ہیں۔ پھر روح کا بارگاہ قدس تک پہنچنا اور وہاں سے قوت پانا دنیا میں ایسے حیرت انگیز کاموں کا باعث ہو جاتا ہے جنھیں کم تر درجہ کے دماغ خلاف قانون قدرت سمجھ کر خواہ مخواہ انکار کرتے ہیں کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے حیرت افزا کام اور ان کی برکات انجیل میں نہیں؟ پھر کوئی عیسائی انکار کر سکتا ہے؟ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور بعد میں حضرات اولیاء اللہ کی کرامات اس قدر ہیں کہ جن کا انکار ہو نہیں سکتا۔

ف: اس میں شوہر کو تسلی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو بدمعاملگی نہ کرو، وہ تمہارے لیے کافی بندوبست کر دے گا، ہر معاملے میں راستی اختیار کرنے کے لیے اس اعتقاد سے بڑھ کر اور کوئی چیز محرک نہیں۔ اس طرف کم تر درجے کے لوگوں کا خیال جا سکتا تھا کہ اللہ ہے کیا اور عالم اسباب میں کر کیا سکتا ہے اور عالم دنیا اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ آریہ اور آج کل کے روشن دماغ یورپین کہا کرتے ہیں اس لیے ان کے اطمینان کے لیے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ کہ اللہ اپنا کام پورا کر کے ہی رہا کرتا ہے اس کے ید قدرت کو کوئی روک نہیں سکتا مگر قبل الوقت نہیں کرتا اس لیے کہ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ہر چیز کا اس نے اندازہ کر رکھا ہے جو مصالح پر مبنی ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ ع

ترجمہ:.....اور تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور (یہی عدت) ان کی بھی جن کو حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی عدت ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام آسان کر دیتا ہے ④ یہ اللہ کا حکم ہے کہ جس کو

اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کو بڑا اجر بھی دیتا ہے۵ (اور) طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور ان کو ستاؤ نہیں کہ ان کو تنگ کرو اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو جب تک جنیں ان کا خرچ اٹھاؤ پھر اگر تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور آپس میں نیک بات کہو اور اگر باہم ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالے تو غیر اور عورت اسے دودھ پلائے۶ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اس کو دے رکھا ہے۔ اور بہت جلد تنگ دستی کے بعد فراخ دستی دیتا ہے۷۔

ترکیب:...... والّٰی موصول۔ ینسن صلته۔ من نسائکم بیان۔ والّٰی ان ارتبتم شرط ۔فعدتھن جوابه۔والمجموع خبروالّٰی والّٰی لم یحضن مبتدا۔ والخبرمحذوف ای فعدتھن کذٰلک۔ واولات الاحمال مبتداء۔ اجلھن مبتدا۔ان یضعن خبره والجملة خبراولات الاحمال۔ من حیث قال الزمخشری من للتبعیض ای بعض مکان سکناکم وقال الرازی والکسائی زائدة وقال ابوالبقاء والحوفی لابتداء الغایة۔ من وجدکم الوجد بضم الواو والفتح والکسر ومعناه من سعتکم وطاقتکم وھو بدل من حیث۔ واتمروا قال الکسائی معناه تشاوروا والدلیل قوله تعالیٰ ان الملأ یاتمرون بک وقال مقاتل المعنی لیتراض الاب واللام علی اجر مسمی۔

تفسیر:...... عدت حیض آنے والیوں کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض ہیں۔

بوڑھی عورتوں کی عدت:...... مگر جنہیں حیض نہیں آتا عمر زیادہ ہونے یا کم ہونے کے سبب یا حمل کے سبب سو یہ تین قسم کی عورتیں وہ ہیں کہ جن کی عدتِ طلاق دریافت طلب تھی اس لیے حق سبحانہ ان تینوں قسموں کی عدت بیان فرماتا ہے۔

قسم اوّل:...... وَالّٰٓیْٔ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْھُرٍ کہ جو ناامید ہو جائیں تمہاری عورتوں میں سے حیض آنے سے اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں۔

جو عورتیں سن رسیدہ (بوڑھی) ہو جاتی ہیں پھر ان کو حیض نہیں آتا جو جسمانی قوت کے دنوں میں آیا کرتا تھا صرف کچھ رطوبت سی آنے لگتی ہے اور بعض کو وہ بھی نہیں آتی بلکہ اور کسی خاص بیماری کی وجہ سے ایام معتاد میں خون آتا ہے۔ اور گاہے انقطاع حیض کے قریب زمانے میں وہ رطوبت بھی شبہ میں ڈال دیتی ہے۔ الغرض ایسی کو آئسہ کہتے ہیں یعنی حیض آنے سے ناامید ہو گئی اور سن ایاس جسمانی اور ملکی قویٰ کے تفاوت سے ضرور متفاوت ہوتے ہیں، گرم ملکوں میں عورتوں کو جلد حیض آتا ہے اور بڑھاپا بھی جلد آ جاتا ہے اور حیض بھی چند برسوں کے بعد بند ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ چالیس برس کی عمر میں اچھی خاصی بڑھیا ہو جاتی ہے لیکن سرد ملکوں میں چالیس برس کی عمر میں جوان سمجھی جاتی ہے، اسی طرح قوائے جسمانی کا تفاوت ہے، اس لیے اس کا کوئی زمانہ معین نہیں ہو سکتا، نہ قرآن مجید نے کیا ہاں فقہاء کرام نے تخمینہ کیا ہے۔ بعض نے کہا ساٹھ برس کی عمر میں عورت آئسہ ہو جاتی ہے، بعض نے کہا پچپن برس کی عمر میں۔

اگر تم کو شبہ ہو حیض آنے میں تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ (اِنِ ارْتَبْتُمْ) کرخی فرماتے ہیں۔ یہ صفت کاشفہ ہے کوئی قید نہیں اس لیے کہ جو عورتیں آئسہ ہیں ان کی ہر حال میں یہی عدت ہے خواہ تم کو شک ہو یا نہ ہو۔ پھر ان ارتبتم کے معنی میں کلام ہے کہ کاہے میں شک ہو، اس میں دو قول ہیں۔

اول یہ کہ حیض منقطع ہو گیا اور اس کی ہم عمروں کو آتا ہے، اب تم کو شک ہے کہ رُک گیا یا آنا ہی بند ہو گیا، یا حیض منقطع ہونے کے بعد استحاضہ کا مرض ہو گیا، اب حیض نہیں معلوم ہو سکتا، یا بعد انقطاع کے کوئی رطوبت آیا کرتی ہے جس سے حیض کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ سلف کا قول

ہے جیسا کہ مجاہد و زہری و ابن زید۔

دوسرا قول جس کی طرف ابن جریر و ابن سعید وغیرہ ہم کا رجحان ہے یہ ہے کہ تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو کہ کیا ہے۔ اور اس کی تائید میں ابن جریر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چند عورتوں کی عدت معلوم نہیں ہوئی بڑی عمر والیوں ❶ کی یعنی نابالغوں کی اور حمل والیوں کی اِس کے جواب میں یہ آیت وَالّٰٓئِیْ . . . الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے اس سے بھی تفصیل وار نقل کیا ہے۔

دوسری قسم:......وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وہ عورتیں کہ جن کو حیض نہیں آتا ہے کم سنی کی وجہ سے تو ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں (یہ پہلے وَالّٰٓئِیْ پر معطوف ہے) یہ عدت طلاق ہے، اس میں کسی کو بھی کلام نہیں۔

تیسری قسم:......ان کے بعد تیسری قسم کی عورتوں کی عدت بیان فرماتا ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جننا عدت ہے جب وہ جنیں تو پوری ہوگئی۔

ف: اگر پورے دنوں میں بچہ نہیں ہوا اور حمل ساقط ہوگیا کیا اس سے بھی عدت طلاق پوری ہو جائے گی؟ ظاہر الفاظ کہہ رہے ہیں کہ عدت تمام ہو جائے گی۔ کسی نے آج طلاق دی اور اس کو مہینے بھر کا حمل تھا تو آٹھ مہینے تک عدت میں رہے گی، نویں مہینے جنتے ہی عدت تمام ہو جائے گی۔

ہدایہ میں ہے وان كانت ممن لا تحيض من صغر او كبر فعدتها ثلاثة اشهر لقوله تعالى وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ . . . الخ و كذا من بلغت بالسن و لم تحض (باخر الاية) وان كانت حاملا فعدتها ان تضع حملها (کہ اگر صغر سنی یا کبر سنی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں اس آیت سے وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ . . . الخ اور اسی طرح اگر بالغہ ہو جائے اور حیض نہ آتا ہو تو بھی عدت تین مہینے ہیں اور اگر حمل ہے تو عدت وضع حمل ہے۔)

چند اہم بحث: عدت حاملہ:...... بظاہر آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ . . . الخ عدت طلاق کے بارے میں ہے اور عدت وفات سورۂ بقرہ میں اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ؕ چار مہینے دس روز کی آچکی۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں آئسہ ہو صغیرہ ہو حاملہ ہو۔ لیکن جب عدت کی مصلحت کی طرف غور کیا گیا کہ وہ امتیاز نطفہ ہے کہ ایک نطفہ کے ساتھ دوسرا مخلوط نہ ہو تو حاملہ کے پیٹ میں اول شوہر کا نطفہ باقی ہے خواہ وفات کی عدت ہو خواہ طلاق کی جب تک یہ الگ نہ ہو لے عدت قائم رہے گی اور رہنی بھی چاہیے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کر دی کہ طلاق پر موقوف نہیں وفات میں بھی یہی عدت ہے اور جمہور علماء کا سلف سے خلف تک یہی قول ہے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا تھا وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ؕ کہ جن کے خاوند مرجائیں وہ چار مہینے دس دن عدت کریں۔ اس میں یہ قید نہ تھی کہ وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ۔ اسی طرح اس آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ میں یہ ہے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے کوئی قید نہیں کہ وہ حمل والیاں مطلقہ ہوں یا بیوہ ہوں۔ اب ان دونوں آیات میں حاملہ ❷ بیوہ کی عدت میں تعارض ہوا۔ سورۂ بقرہ کی آیت تو کہتی ہے کہ چار مہینے دس دن مدت کرے خواہ حمل اس سے پہلے وضع ہو یا بعد میں، لیکن یہ آیت کہتی ہے کہ وضع حمل عدت ہے خواہ چار مہینے دس دن کے بعد ہو خواہ دوسرے روز ہی وضع حمل ہو جائے عدت تمام ہو جائے گی۔ مگر یہ آیت

---

❶......خون آنے کی بیماری جو عورتوں کو حیض کے علاوہ ہو جاتی ہے۔ ۱۲ منہ۔ ❷......اس لیے کہ حاملہ مطلقہ کی عدت تو بالاتفاق وضع حمل ہے اس میں پہلی آیت متعارض نہیں اور اسی طرح غیر حاملہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہیں اس میں بھی یہ آیت متعارض نہیں ۱۲ منہ۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ بعد میں نازل ہوئی ہے لہٰذا اس بارے میں سورہ بقرہ کی آیت منسوخ قرار دی جائے گی، بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ محدثین نے مختصراً و مطولاً ایک حدیث نقل کی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ سعد بن خولہ بدری کے نکاح میں تھی، سعد حجۃ الوداع میں مر گئے اور سبیعہ حاملہ تھی، بعد چالیس روز کے اس نے بچہ جنا پھر جب نفاس سے پاک ہوئی تو اپنے آپ کو نکاح کے لیے آراستہ کیا، اس کے پاس ابو السنابل ابن بعکک بھی گیا اس نے کہا تو نکاح کرنا چاہتی ہے؟ یہ نہ ہوگا اس لیے کہ تیرے شوہر کو مرے چار مہینے دس دن نہیں ہوئے تب وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے گئی، آپ ﷺ نے فرمایا جب تیرا حمل وضع ہوا تیری عدت تمام ہوگئی اس کے بعد اس نے نکاح کر لیا۔

اس حدیث مشہور کی صحت میں کسی کو کلام نہیں، یہ مختلف طرق سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے اور اسی پر اکثر صحابہ ؓ و تابعین وائمہ کا عمل رہا ہے، مگر ابن عباس ؓ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ فرماتے تھے کہ دونوں عدتوں میں سے جو زیادہ ہو وہ کرے یعنی اگر دس روز بعد وضعِ حمل ہوا تو چار مہینے دس روز عدت کرے۔ مگر عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس قول کو ہرگز نہ مانا اور کہا جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے کہ سورۂ نساء قصریٰ یعنی سورۂ طلاق کہ جس میں وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ ہے سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی یہ اس کی ناسخ ہے۔ اس بارے میں ہدایہ میں ہے وعدة الوفاة فی الحرة اربعة اشهر وعشرا وعدة الامة شهران وخمسة ايامه وان كانت حاملا فعدتها ان تضع حملها علماء احناف کا بھی یہی قول ہے۔

اس حکم کے بعد اس کی تاکید فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کرے گا یعنی ان احکام پر عمل کرو اللہ سے ڈر کر تا کہ تمہیں نکاح و طلاق کے بارے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور اللہ تمہارے سارے کام آسان کرے ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ یہ حکم اللہ نے تمہارے لیے نازل کیا اللہ سے ڈرو اور اس پر عمل کرو اس لیے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا۝ کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ اس سے مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے بڑا اجر تیار کرتا ہے۔

عدّت کے احکام:...... طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مطلقہ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ اس کا بیان فرماتا ہے۔

اول حکم:...... أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ (وجد بالضم مقدور) کہ جہاں تم رہو اپنے مقدور کے موافق ان کو بھی وہیں رکھو اس لیے کہ طلاق کے بعد طرفین میں رنجش معمولی بات ہے، فوراً نکال دینا قریب الوقوع بات ہے اس میں عورت کی کمال بے حرمتی اور معاملۂ سابقہ کے لحاظ سے کمال بے مروتی ہے اس لیے مکان دینے کا حکم دیا۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے مگر خرچ و خوراک میں کلام ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوگا۔ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی، مکان کے ساتھ خرچ و خوراک بھی ضرور ہے اس لیے کہ اگر صرف مکان مراد ہوتا یہ تو پہلے بھی بیان ہو چکا لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ میں۔ دوم مِنْ وُجْدِكُمْ کا لفظ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں۔ طلاق بائن میں خرچ و خوراک دینا واجب نہیں۔

دوسرا حکم:...... وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ۔ اللہ پاک مطلقہ پر تنگی کر کے ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے۔ کہ مکان اور کھانے پینے میں تنگی نہ کرو کہ تنگ ہو کر نکل جائے اور ہر قسم کی ایذا کی ممانعت ہے سخت کلامی، لڑائی جھگڑا ترش روئی۔ اور یہ بھی ہے کہ عدت تمام ہونے کو آئے مثلاً دو روز باقی رہ جائیں پھر رجوع کرلے اور پھر طلاق دیدے تا کہ اور عدت بڑھ جائے اس سے بھی منع کیا۔ عرب ایسے ایسے معاملات عورتوں سے کرتے تھے جن سے اسلام نے روک دیا اور تہذیب و شائستگی سکھا دی۔ معاملات میں مہذب رہنا بڑی بات ہے۔

تیسرا حکم:...... وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ، اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں تو وضعِ حمل تک ان کو خرچ و خوراک بھی دو، اس قید سے مکان دینا واجب ہے نہ کہ نفقہ۔ اس کا جواب پہلے گزر گیا۔ مگر آیت میں ایک بات غور طلب یہ ہے کہ آیت

مطلقہ کے بارے میں ہے۔ اگر خاوند مرجائے تو اس کے لیے مکان اور نان ونفقہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وشریح ونخعی وشعبی وحماد وابن ابی لیلیٰ وسفیان اور ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ اس کو مکان وخوراک میت کے کل مال میں سے ملے گا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ وجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ومالک رحمۃ اللہ علیہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہ وابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے حصہ میں سے خرچ ہوگا۔

سوال: جب ہر قسم کی طلاق میں خواہ بائن ہو خواہ رجعی خواہ وہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق مکان کے سوا نفقہ بھی واجب ہے تو وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: اس لیے کہ حمل کی مدت معمولی عدت سے زیادہ ہوتی ہے کوئی یوں نہ سمجھ لے کہ تین مہینے تک نفقہ دینا چاہیے پھر نہیں، اس لیے یہ ذکر کرنا پڑا۔

چوتھا حکم: ...... فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اگر مطلقہ وضع حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلائے تو اس کو اس کی اجرت دو یہ خیال نہ کرو کہ دودھ تو ہمارے ہی حمل سے تھا مجبور کر کے بغیر اجرت دودھ پلایا جائے اس حکم کی کئی صورتیں ہیں۔ اول یہی جو بیان ہوئی دوسری یہ کہ عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ خاوند نے طلاق دیدی اب عدت کے ایام میں نفقہ جدا دینا ہوگا اور دودھ کی اجرت جدا دینی ہوگی (طلاق سے کس خوب صورتی سے روکا گیا ہے) تیسری یہ کہ تمہاری دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلائے یعنی اس کے شکم کا نہ ہو تو بھی اجرت کی مستحق ہے (سب صورتوں میں جب ہی اجرت دینا واجب ہے اگر وہ طلب کرے۔)

وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ اور باہم مشورہ سے کام کرو یعنی رضامندی ایک دوسرے کی ملحوظ رکھے۔ نہ خاوند بہت کم اجرت دے نہ یہ زیادہ طلب کرے دستور ومعمول کے موافق دے اور لے۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى اور عورت سے دودھ پلائے۔

ف: اور اگر اور عورت نہ ملے یا بچہ دودھ اور کا نہ پیے تو عورت کو مجبوراً دودھ پلانا پڑے گا اور دستور کے موافق اجرت دی جائے گی۔

ف: غیر مطلقہ جو اپنے بچے کو دودھ پلائے اس کی اجرت جداگانہ خاوند پر واجب ہے کہ نہیں؟ اس کا کوئی حکم قرآن مجید میں مذکور نہیں جو کچھ ہو قیاسی حکم ہوگا۔

پانچواں حکم: ...... مگر اس اجرت اور نان ونفقہ کی تعداد معین کرنا نظام عالم میں خلل انداز تھا اس لیے کہ ملک اور قوم اور رواج کے موافق ہر جگہ جاری کرنے میں بڑی دقت تھی اس لیے اس کا فیصلہ بھی کر دیا۔ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے یعنی مرد کی حیثیت خیال کی جائے اور اوسط درجہ لیا جائے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ اور جو ایسا ہے کہ اس کا رزق اس کے اندازہ کے موافق ہے ❶ یعنی تنگ دست ہے تو وہ اس میں سے دے جو اس کو اللہ نے دیا۔ یعنی وہ اسی کے موافق دے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا اللہ کسی کو زیادہ حکم نہیں دیتا مگر اسی قدر کہ جو اس کو دیا۔ یعنی قوت ومقدور سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔ انسان پر کوئی حکم اس کی طاقت سے باہر چیز میں صادر نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ کم مقدور لوگوں کو تسلی بھی دیتا ہے۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا کہ تنگی کے بعد فراخ دستی بھی عطا کر دیتا ہے۔ اس میں مرضعہ کو سمجھایا جاتا ہے کہ کیا خبر یہ لڑکا تونگر ہو جائے یا اس شخص کو اللہ کشائش عطا کرے تو تیری وقت افلاس کی رفاقت کو ملحوظ رکھے اور ایسا ہوتا ہے۔ یہ کوئی ہر ایک کے لیے عام حکم نہیں ہر تنگ دست کو فراخ دستی ملے گی۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان داروں کو دنیا کی تنگ دستی اور تکلیف کے بعد فراخی اور راحت ضرور ملے گی۔ دنیا کی زندگی سریع الزوال ہے۔ لیکن آیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف خطاب ہے اور وہ اس وقت بہت تنگ دست تھے اپنے وعدہ کے موافق اللہ نے بہت جلد ان پر فراخ دستی کے دروازے کھول

❶ ...... تنگ دست کو قدر علیہ رزقہ سے تعبیر کرنے میں تسلی کے سوا ایک لطیفہ بھی ہے ۱۲ منہ۔

دیے۔ قیصر وکسریٰ کے خزائن اور عمدہ اشیاء اور ان کے سامان ان کے پاؤں تلے ڈالے گئے۔ یہ بشارت پوری ہوئی۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا
وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ⑨
مع أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا
قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ
لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَنْ
يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ⑪ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ
الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
ع قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫

عندالمتقدمین ۱۱

ترجمہ: ...... اور کتنی ایک بستیاں اپنے رب اور اس کے رسول کے حکم سے سرکش ہوگئی ہیں۔ پھر تو ہم نے بھی ان سے سخت حساب لیا اور ان کو بری سزا دی ⑧ پھر انہوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھا اور ان کی انجام کار بربادی ہوئی ⑨ آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر اے دانشمندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو (عقلمند وہی ہیں) جو ایمان لائے بے شک اللہ نے تمہاری طرف سمجھانے والا رسول بھیجا ہے ⑩ جو تم کو اللہ کی کھلی کھلی آیات پڑھ کر سنایا کرتا ہے تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے تو اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں سدا رہا کریں گے البتہ اللہ اس کو اچھی روزی دے گا ⑪ اللہ وہ ہے کہ جس نے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ان کے مانند بنائی ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور (نیز) اللہ نے علم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ⑫۔

تفسیر: ...... ان احکام (طلاق وعدت) کو بیان فرما کر ان کی پابندی کی تاکید کرتا ہے۔

احکام کی پابندی نہ کرنے پر عتاب: ...... وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ کہ بہت سی بستیوں یعنی شہر والوں نے اپنے رب سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی جیسا کہ لوط کی بستیاں وغیرہ

● ...... رسولاً منصوب لکونه بدلا من ذکر ابمعنی ذاکر وله وجوه اخریٰ ذکرها القوم قد احسن الجملة حال ثانية او مترادفة للخالدين مثلهن بالنصب على انه عطف على سبع سموات وقرئ بالرفع على الابتداء ۱۲ منه

تو اللہ نے ان سے سخت حساب لیا، ان کے اعمال بد کا گن گن کر پورا بدلہ ان کی گودوں میں ڈالا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا پس ان لوگوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور انجام خسران ہوا۔ آخرت میں عذاب شدید ان کے لیے مہیا کیا گیا اُجڑے ہوئے شہروں اور برباد شدہ قوموں اور خاندانوں کو دیکھ کر فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ اے ہوشمندو! عقل والو اللہ سے ڈرو اس کی نافرمانی سے بچو عبرت کرو۔

عقل مند کون ہیں؟:...... پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ عقل مند کون ہیں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ دراصل یہی لوگ عقل مند ہیں جن کی انجام پر نظر ہے اور یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں کافر بے عقل کیا ڈرے گا۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا کہ تحقیق اللہ نے تمہارے پاس ذکر یعنی مذکر (یاد دلانے والا سمجھانے والا) بھیجا ہے وہ کون ہے؟ رَسُوْلًا رسول محمد ﷺ يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ جو تم کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے۔ جو صریح اور ظاہر ہیں جن میں کوئی پیچیدگی اور خلاف عقل بات نہیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ آیات تمہارے لیے مسائل حلت و حرمت مبدء و معاد اخلاق و قصص سابقہ کو بیان کرتی ہیں لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ تمہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ مذہب باطل کی اندھیری، اخلاق بد کی اندھیری، رسم و رواج کی پابندی کی اندھیری، اللہ اور آخرت سے جہالت کی اندھیریاں عرب پر گھٹا کی طرح چھائی ہوئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ ان سے نکال کر نور میں لائے۔

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا پس جو اس نور میں آ گیا یعنی اللہ پر ایمان لایا اعتقاد درست کر لیا اور پھر اچھے کام کیے جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا۔ (دراصل یہی نور ہے) جو قیامت میں آگے اور دائیں بائیں دوڑتا ہوا چلے گا اور مرنے کے بعد عالم قدس میں پہنچائے گا۔ تکمیل قوت نظریہ و عملیہ دونوں کی طرف اشارہ ہے) تو يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں بسائے گا جہاں نہریں بہتی ہوں گی یعنی عالم قدس میں باغ اور نہریں اس کی قوت نظریہ و عملیہ کا مظہر ہوں گی خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا وہاں ہمیشہ رہا کرے گا۔ ایمان و اعمال بھی اس کے ساتھ ہمیشہ تھے، ان کی نہریں رہا کرتی تھیں قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا اللہ نے اس کے لیے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ وہاں کے نعماء اور دیدار الٰہی۔ یہ قابل اعتبار بات ہے۔ اس لیے کہ اس اللہ نے خبر دی جس نے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور ان کے مانند ❶ زمین بنائی يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ ان میں اس کا حکم نازل ہوتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں بغیر حکم قضا و قدر کے ذرہ نہیں ہلتا۔ یہ اس لیے لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۝ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم میں ہر چیز ہے پس وہ قادر بھی ہے کہ دار آخرت میں اپنے وعدے کو پورا کرے، دنیا میں مخالف کو تباہی، آخرت میں روسیاہی دے اور اس کا فرمانا خبر دینا اس کے علم کی وجہ سے صداقت پر مبنی ہے۔

---

❶...... امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سات زمینوں سے سات اقلیم مراد لی جائیں جہاں تاثیر سیارات مختلف طور پر نمایاں ہے تو ممکن ہے مگر وہ روایات کہ جن میں سات زمینوں کا یکے بعد دیگر ہونا اور ہر ایک میں پانسو برس کا فاصلہ ہونا اور اخیر زمین کا مچھلی پر ہونا مذکور ہے اور اسی طرح آسمانوں کی بابت ایک یاقوت کا دوسرا زمرد کا وغیرہ ذلک یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ۱۲ منہ۔

اٰيَاتُهَا ۱۲ | (۶۶) سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۷) | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ التحریم مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا
نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا
بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ
فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④

ترجمہ:...... اے نبی! جن چیز ؐ کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔ آپ ان کو کیوں حرام کرتے ہیں۔ (کیا) اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ① اللہ نے تمہارے لیے قسموں کا کھول دینا بھی فرض کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ دانا (اور) حکیم ہے ② اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہہ دی پھر جب اس بیوی نے اس بات کو کہہ دیا اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے بعض کا اقرار اور بعض کا انکار کیا پھر جب نبی نے اس عورت کو خبر دی تو کہنے لگی تجھے یہ کس نے بتائی؟ نبی نے کہا مجھے بڑے دانا خبر دار نے بتائی ہے ③ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر) ورنہ تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اس کا رفیق ہے۔ اللہ اور جبرئیل اور نیک مسلمان ہیں اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں ④۔

ترکیب:...... تبتغی استیناف اوتفسیر لقوله تحرم اوحال من الضمير فی تُحَرِّم۔ والمرضاۃ اسم مصدر واصله مرضوۃ۔ وهو مضاف الى المفعول ای ان ترضی ازواجک۔ والی الفاعل ای ان یرضین هن۔ ومعناه الرضاء ویمکن ان تکون الجملة للاستفهام الانکاری۔ تحلة اصلة تحللة فسکن وادغم۔ واذفی موضع نصب باذکر۔ فلما شرط۔ عرف جوابه۔ فلما شرط۔ قالت جوابه۔ ان تتوبا شرط والجواب محذوف ای فذاک واجب دل علیه فقد صغت لان اصغاء القلب الی ذٰلک قریب۔ قلوبکما انما جمع وهما اثنان لان لکل انسان قلباً ومالیس فی الانسان الا واحد جاز ان

یجعل الاثنان فیه بلفظ الجمع و جاز ان یجعل بلفظ التثنیة و قیل وجهه ان التثنیة جمع هو مبتداء و خبره ان ویجوز ان یکون هو فصلا۔ فاما جبریل و صالح المؤمنین ففیه وجهان احدهما هو مبتداء و الخبر محذوف و الثانی ان یکون مبتداء و الملئکة معطوفا علیه و ظهیر خبر الجمیع وهو واحد فی معنی الجمع ای ظهرا۔

تفسیر:...... یہ سورت بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

ربط سورت:...... ربط اس کا اول سورت سے یہ ہے کہ اول سورت میں طلاق کے احکام بیان ہوئے تھے جو عورتوں کے متعلق تھے اور نیز طلاق کے بعد جو عورت حلال تھی حرام ہو جاتی ہے اس لیے اس سورت میں بھی عورتوں کی ضد و خواہش اور ہٹ اور اصرار سے مباح چیز کو اپنے اوپر ممنوع کر کے معاشرت کے دائرہ کو تنگ کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے اس لیے فرماتا ہے۔

حلال کو حرام کرنے کی ممانعت:...... یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی کیوں حرام کرتے ہو اس چیز کو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہے۔ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو۔ یعنی ایسا نہ کرو۔ یہ ایک قسم کی ناپسند بات ہے۔ اللہ غفور رحیم ہے اور اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اور تم جو بیویوں کے کہنے سے قسم کھا بیٹھے ہو تو قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ تو اللہ نے تمہارے لیے ایسی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ضرور توڑ دو اس لیے کہ اَللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس میں تمہیں دقت اور تنگی پیش آئے گی اور ہمیشہ کے لیے ایک مباح چیز امت میں حرام سمجھی جائے گی، اور یہ اصول شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہے، اللہ علیم و حکیم ہے۔ کسی چیز کو حرام و ممنوع قرار دینا اس کے عواقب امور پر نظر کر کے اسی کا کام ہے پھر جس کو وہ حرام نہ بنائے تم نہ بناؤ۔ رہبانیت جس کو اسلام نے رد کر دیا اس میں بھی یہی بات تھی کہ نفس کو تکلیف دینے کے لیے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہنود وغیرہ قوموں کے درویش کیا کرتے ہیں، کوئی دودھ نہیں پیتا، کوئی میٹھا نہیں کھاتا، کوئی نکاح نہیں کرتا۔ کوئی ایک قسم کی چیز جو بے مزہ ہو اور ایک قسم کا کپڑا جو بے قدر ہو پہننا شروع کرتا ہے اور اس کے تقرب الی اللہ اور سعادت آخرت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ شریعت مصطفویہ نے ان باتوں کو بے اصل قرار دے کر سچے اصول سعادت بیان کر دیے، وہ اخلاق و عقائد کی درستی کے بعد اللہ کی عبادت و مراقبہ و فکر و ذکر اور مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا ہیں فقراء اہل اسلام میں جو ریاضت ہے وہ اور معنوں پر مبنی ہے، وہ ان چیزوں کو حرام ممنوع نہیں قرار دیتا بلکہ مباح امور میں نفس بد کی خواہش روکنے کی مشاقی کرتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔

وہ کون سی چیز تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا ارادہ کیا تھا؟:...... یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے کہنے یا ان کے خوشنود (خوش) کرنے کو کون سی چیز اپنے اوپر ممنوع کر لی تھی اور اس کے لیے قسم کھا بیٹھے تھے اور پھر قسم توڑی کیا تھی؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حرم محترم کی بابت اشارہ ہے۔ پھر کسی نے کہا کہ وہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان سے (جبکہ وہ اپنے والد ماجد کے ہاں گئی ہوئی تھیں) اختلاط کیا اور دونوں کو آ کر حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرہ میں دیکھا اور دیکھ کر رنج کے آثار ان کے چہرہ سے ہویدا ہوئے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوشی کے لیے یہ فرمایا کہ میں اب سے ماریہ کے پاس ہی نہیں جاؤں گا، اس بات کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک کے خلاف تھا۔ الہام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ بات حفصہ رضی اللہ عنہا کی بتلائی

ہوئی کہہ دی اور جو کچھ اور جو اس نے اپنی طرف سے کہی تھی اس سے سکوت کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ (اس لیے کہ اس مخفی بات ❶ کو یا عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں یا حفصہ رضی اللہ عنہا) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ جو علیم و خبیر ہے۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آنحضرت ﷺ کو تنبیہ ہے کہ ماریہ آپ کی حرم ہیں کس لیے ان کی خوشی سے آپ اس کو اپنے اوپر ممنوع کرتے ہیں قسم توڑ دیجیے۔ آپ ﷺ نے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کر دیا۔

اس بات کو نسائی و حاکم و ابن مردویہ و بزار و طبرانی و ابن سعد و ابن المنذر و ہیثم بن کلیب نے اپنی مسند میں اور ضیاء مقدسی نے مختار میں نقل کیا ہے مگر کسی نے کوئی جملہ زیادہ کیا ہے کسی نے کم اور پھر کسی کی سند ضعیف ہے کسی کی صحیح۔ لیکن امور خارجیہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ روایت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ ماریہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی حرم تھیں جن کے پیٹ سے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے، صرف حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جو دراصل نبی ﷺ کا گھر تھا ان سے اختلاط کرنے سے نہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کوئی بری بات تھی نہ آنحضرت ﷺ اس بے قصور کو اپنے اوپر حرام کرنے والے شخص تھے۔

شانِ نزول:۔۔۔۔۔ دوسری روایت (جس کو بخاری مسلم وغیرہ جلیل القدر محدثوں نے نقل کیا ہے) اس آیت کی شانِ نزول میں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد آیا ہوا تھا آپ ﷺ کو شہد سے رغبت تھی یا آپ ﷺ اس کو صحت جسمانی کے لیے مفید سمجھتے تھے، ہر صبح آپ ﷺ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور شہد نوش فرماتے تھے اور طبعی بات ہے کہ آخر وہ بیوی تھیں تھوڑی دیر وہاں بیٹھتے بھی ہوں گے یہ بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو باہم محبت رکھتی تھیں اور زینب رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں تلی ہوئی تھیں بری معلوم ہوئی اور یہ طبعی بات ہے دونوں نے شہد چھڑانے کے لیے باہم کوئی تدبیر نکالی، کہیں ایک نے کہہ دیا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے۔ آپ ﷺ کو بو سے نفرت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کوئی بدبودار چیز نہیں کھائی صرف زینب کے ہاں شہد ضرور کھایا ہے آئندہ نہیں کھاؤں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بات قرین قیاس ہے اس لیے کہ عورتوں کی باہم رقابت معمولی بات ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ خصوصیت ہر روزہ شاق گزری۔ شہد میں کیکر وغیرہ کے پتوں کی اکثر خوشبو یا بدبو بھی ہوا کرتی ہے اس میں بھی ہوگی، پھر ایک نے نفرت دلانے کے لیے اس بات کو بڑھا کر اور زور دیکر کہا اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی کہا ہوگا اور رنجیدگی بھی ظاہر کی ہوگی اور آپ ﷺ نے اس کی تسلی بھی کی ہوگی، بیویوں کی دل جوئی معمولی بات ہے، آپ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر شہد کھانے کو اپنے اوپر ممنوع کیا اور قسم بھی کھائی ہوگی، پھر ایک نے دوسری سے خوب اظہار مسرت کیا ہوگا کہ لو داؤ چل گیا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی نہ معلوم ہوئی اور شانِ اولوالعزمی کے مخالف بھی ہے، اس لیے آپ ﷺ کو تنبیہ ہوئی اور قسم کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اب مطلب آیات کا صاف ظاہر ہوگیا اور کوئی قبح بھی پیدا نہیں ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے راز کا افشاء:۔۔۔۔۔ پھر آگے اس معاملہ کا تذکرہ کرتا ہے۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا اور جب نبی نے اپنی کسی ایک بیوی سے مخفی بات کہی۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں وہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہے اور مخفی بات شہد یا ماریہ رضی اللہ عنہا کے حرام کرنے کی تھی اور اپنے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت بھی دی تھی۔ مگر یہ تحقیق کرنا کہ وہ مخفی بات کیا تھی مشکل امر ہے اس لیے کہ نہ اس کو اللہ نے ظاہر کیا نہ رسول اللہ ﷺ نے تو پھر کس طرح یقین ہوا کہ یہی بات تھی، لیکن قرینہ کہتا ہے کہ اسی قسم کی بات ہوگی کہ جو شوہر اپنی بیوی سے اس کی محبت اور دوسری پر فوقیت کے بارے میں کہا کرتا ہے۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پھر جب اس بیوی نے اس بات کو کہہ دیا۔ کس سے کہا؟

---

❶ ۔۔۔۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی رازدارانہ بات حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہی ہے ۱۲ منہ۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں عائشہ ؓ سے۔ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ اور اللہ نے یہ معاملہ نبی ﷺ پر ظاہر کر دیا عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ، تو نبی ﷺ نے کسی قدر (اس) کا عائشہ ؓ سے اظہار کیا کہ تجھ سے حفصہ ؓ نے یہ کہا ہے اور کسی قدر سے اعراض و سکوت کیا وہ کہنی مناسب نہ جانی ہوگی۔ بہت سی باتیں خاوند ایک بیوی سے کہہ دیتا ہے جو دوسری سے کہنی مناسب نہیں سمجھتا۔ بعض کہتے ہیں وہ خلافت ابوبکر ؓ وعمر ؓ کی بات تھی جس سے مصلحت جان کر سکوت کیا۔ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ پھر جب نبی ﷺ نے عائشہ ؓ کو یہ بات بتادی کہ تجھ سے حفصہ ؓ نے یہ کہا تو تعجب سے عائشہ ؓ نے کہا مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا آپ ﷺ سے کس نے کہا کہ حفصہ ؓ نے مجھ سے یہ کہا ہے قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے علیم خبیر نے بتادیا۔ قصہ تمام ہوا۔

حضرت عائشہ ؓ وحضرت حفصہ ؓ کو توبہ کی تاکید:......اب حفصہ ؓ عائشہ ؓ دونوں کو اس سازش کرنے پر متنبہ کرتا ہے ❶ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو تو بہتر اس لیے کہ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا تمہارے ❷ دل تو ضرور مائل تھے کہ آپ زینب سے یہ خصوصیت ترک کردیں شہد نہ کھائیں یا ماریہ کو ترک کریں۔ خبردار ایسے رشک و رقابت سے باز آؤ اور نبی ﷺ پر چڑھائی نہ کرو۔ وَاِنْ تَظٰهَرَا اور اگر چڑھائی کروگی فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ تو اللہ اس کا رفیق و چارہ گر ہے۔ وَجِبْرِيْلُ اور عالم ملکوت میں جبرئیل بھی چارہ گر ہے، الہامات میں مؤید ہے، اور ناسوت میں وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ نیک بندے ایماندار مددگار ہیں، خلفاء اربعہ وغیرہ اور اس کے سواء ہر وقت اور ہر جگہ فرشتوں کا باڈی گارڈ یا حفاظتی لشکر آپ ﷺ کے ساتھ رہتا ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ کے یہی معنی ہیں۔

ف: حلال چیز کا اپنے اوپر حرام کر لینا جیسا کہ آیت میں لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ہے امام ابوحنیفہ ؒ وغیرہ فقہاء کبار کے نزدیک یمین ہے اس لیے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ کہ اللہ نے یمین کا کھولنا فرض کیا ہے، اور یمین کا کھولنا کفارہ دینا ہے۔ اگر گناہ کی بات پر قسم کھانے یا خواہ مخواہ کسی مباح اور حلال چیز پر قسم کھا بیٹھے کہ ایسا نہ کروں گا تو کفارہ دے کر اس قسم سے الگ ہو جانا چاہیے فَرَضَ اللّٰهُ کا لفظ بتا رہا ہے کہ ضرور اس قسم سے دور ہونا چاہیے۔ کفارۂ یمین غلام آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو اس قدر کپڑا دینا کہ نماز پڑھ سکیں اور زیادہ دے تو توفیق ہے یا دس مسکینوں کو کھانا پیٹ بھر کر کھلانا اور مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ یہ مُخل ہے۔ بعض کہتے ہیں یمین میں ان شاء اللہ کہہ دینا بھی مُخل ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ مباح کا حرام کر لینا یمین نہیں لیکن کفارہ دینا خاص اس صورت میں ہوگا کہ جب اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام قرار دے گا آیت میں یہی بات تھی۔ اور اگر شہد کا معاملہ تھا تو آپ ﷺ نے بعد میں اس پر حلف بھی کیا تھا اس لیے اس کو یمین قرار دیا گیا نہ کہ محض اس لیے کہ مباح کو حرام کر لیا تھا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے کفارہ دیا ایک غلام آزاد کیا۔ (ابن کثیر) حسن کہتے ہیں کہ کفارہ نہیں دیا اس لیے کہ آپ ﷺ مغفور تھے۔ کفارہ اور یمین میں جو ائمہ کے اقوال ہیں ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

---

❶......بعض شیعہ یہاں سے حفصہ ؓ وعائشہ ؓ پر الزام لگاتے ہیں مگر یہ غلط خیال ہے اس لیے کہ میاں بیوی میں ایسی باتیں طبعی ہیں کیا حضرت سیدہ فاطمہ ؓ زہرا وعلی مرتضیٰ ؓ میں کبھی رنجش نہیں ہوئی؟ بات یہ ہے کہ ان حضرات نے علی ؓ وفاطمہ ؓ وحسن ؓ وحسین ؓ کو ملائکہ میں ملا دیا بلکہ انبیاء ؑ پر بھی فوقیت دیدی۔ دیکھو اسی سورت میں خاتم المرسلین ﷺ کو اللہ تحریم ما احل اللہ پر کیسی تنبیہ کر رہا ہے پھر کیا اس سے ان کی شان میں کوئی فرق آ سکتا ہے؟ ۱۲ منہ۔

❷......فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا کے معنی مفسرین نے یہ لکھے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے صغوت واصغیت ملت لتصغی التمیل۔ صراح میں ہے صغو میل کردن اس کے معنی مائل ہونے کے ہیں یعنی تمہارے دل مائل ہوگئے ہیں عام مفسرین کا قول ہے کہ حق سے مائل ہوگئے بعض کہتے ہیں باہمی سازش کی طرف مائل ہوگئے ہیں اور یہی ٹھیک ہے مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے ان کے ایمان یا دین میں خلل ہو ۱۲ منہ۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

ترجمہ:.....اگر نبی تم کو طلاق دیدیں تو بہت جلد ان کا رب انہیں اس کے بدلے میں تم سے اچھی بیویاں دے دیگا فرماں بردار ایمان دار دعا کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ دار گھر برتی ہوئیں اور کنواریاں ۝۵ اے ایمان والو! اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچائے رکھو کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت تند خو فرشتے متعین ہیں جس کام کا اللہ ان کو حکم دیتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں ۝۶۔

ترکیب:.....عسٰی من افعال المقاربۃ۔ ربہ فاعلھا۔ ان یبدل . . . الخ الجملۃ خبرھا۔ ان طلقکن شرط وقع بین فاعل عسٰی وخبرھا وعسٰی مع اسمھا وخبرھا جواب الشرط۔ یبدل بالتخفیف والتشدید۔ ازواجاً منصوب لکونہ مفعول یبدل خیراوکذا مسلمٰت ومابعد ھا صفات لازواجاً۔ واھلیکم عطف علیٰ انفسکم۔ وکلاھما مفعول اول لقوا۔ ناراًمفعول ثان۔ وقودھا الناس الجملۃ صفۃ لناروکذا علیھا ملٰئکۃ۔ لا یعصون اللہ الجملۃ صفۃ لملٰئکۃ ما امرھم ماموصولۃ والعائد محذوف ای لایعصون اللہ الذی امرھم بہ او مصدریۃ ای لایعصون اللہ امرہ علی ان یکون ما امرھم بدل اشتمال من اللہ ویفعلون مایؤمرون بہ الجملۃ صفۃ ثانیۃ لملٰئکۃ۔

تفسیر:.....اس کے بعد ازواج مطہرات کو ڈرایا جاتا ہے۔

ازواج مطہرات کو ڈرانا:.....فَقَالَ عَسٰى رَبُّهٗ . . . الخ کہ تم کسی اور خیال میں نہ رہنا اگر نبی ﷺ نے تم کو طلاق دے دی تو اللہ تم سے بہتر اور عورتیں اس کو دیدے گا جو مسلمٰت حضرت ﷺ کی دل سے مطیع ہوگی یا ان کا ظاہر بھی اسلام ہوگا مؤمنٰت دل میں بھی ایمان ہوگا یعنی ظاہر و باطن ایمان دار دین دار ہوں گی قٰنِتٰت عبادت کرنے والیاں قنوت کے معنی طاعت ہیں۔ اس سے مراد تہجد گزار پنج گانہ نماز پڑھنے والیاں دعائیں مانگنے والیاں یعنی صرف ایمان و اسلام ہی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد عملی حصہ میں بھی بڑا حصہ پانے والیاں ہوں گی ایمان و اسلام کے بعد اگر طاعت و عبادت نہیں تو ایمان میں رونق نہیں۔

اور اپنی طاعت پر فخر کرنے والیاں اور بشریت سے جو قصد ہو اس پر ہٹ اور ضد کرنے والیاں نہ ہوگی بلکہ تٰئِبٰت توبہ کرنے والیاں ہوں گی توبہ کے معنی رجوع کے ہیں گنہگار گناہ سے توبہ یعنی رجوع کرتے ہیں۔ اور ابرار ذرا دیر کی حق سبحانہ سے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان میں سے اعلیٰ ترین مقامات قرب کو طے کر کے ان سے توبہ کر کے اس سے بلند زینہ پر پاؤں دھرتے ہیں۔ ہر انسان بالخصوص عورت میں یہ نہایت عمدہ وصف ہے کہ وہ اپنے قصور پر نادم ہو، ہٹ دھرم اور اڑیل سے امید نہیں کہ وہ اس بدبات سے باز آئے۔

شوہر کی خدمت اولاد کی پرورش بھی عبادت ہے:......عٰبِدٰتٍ یہ تخصیص کے بعد تعیم ہے کہ نماز ودعا کی عبادت پر بس نہیں بلکہ ہر قسم کی عبادت کرنے والیاں ہوں گی، صدقہ وخیرات حج وزکوٰۃ خدمت شوہر وپرورش اولاد عزت ومال کی حفاظت صلہ رحمی خاوند سے ادب وخوش خلقی اور اس کی فرماں برداری اور اس کے ساتھ ہمدردی سب عورت کی عبادت ہے۔ عبادت کے معنی ہیں تذلّل یعنی پستی اور جھکنا اللہ تعالیٰ کے آگے اور اس کے بعد اپنے دنیاوی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ نرم اور خوش خلق بھی ہوں گی۔ بعض عورتیں نیک بخت نمازی پرہیز گار تو ہوتی ہیں مگر سخت بدمزاج سرکش شوخ بھی ہوتی ہیں۔ یہ وصف خاوند کے حق میں زہر اور معاشرت کے لیے قہر ہے۔ وہ اس سے بھی مبرا ہوں گی۔

سائحات کی تفسیر:......سٰٓئِحٰتٍ یہ سیاحت سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بہ نظر سیاحت مفسروں نے مختلف طور پر بیان کیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ روزہ رکھنے والیاں، روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کے میدان کو طے کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس کو بھی سائح اور عورت کو سائحہ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم اور حسن بصری فرماتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں ہجرت کرنے والیاں۔ اس لیے کہ ہجرت یعنی وطن چھوڑ کر اللہ کے لیے مدینے میں عورتیں آتی تھیں۔ یہ ان کی سیر تھی۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مدینے میں ہم سے زیادہ بہت اور کون ہے جو ہماری جگہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ زوجیت میں داخل ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ باہر سے ہجرت کر کے آجائیں اللہ کے ملک میں کیا کمی ہے۔ ہم کہتے ہیں معنی کو عام رکھنا بہتر ہے تخصیص کی کیا حاجت ہے۔ اب اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ صرف زمین اور پہاڑوں کے میدان کی ہی سیر کرنے والیاں نہ ہوں گی بلکہ دنیا اور اس کے تجملات فانیہ کے میدانوں کی بھی سیر کرنے والیاں ہوگی، ان نگاہوں میں یہ دنیا اور اس کی آرائش ہیچ ہوگی، ہر حوادث دہر اور انقلاب جسمانی سے وہ سبق اور عبرت لینے والیاں ہوں گی اور اس کے بعد صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو سیر آفاق وانفس بھی نصیب ہوگی وہ امکان ووجود کے منازل طے کر کے بارگاہِ قدس میں پہنچنے والیاں ہوں گی۔

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا کی تفسیر:......ان میں سے کچھ خاوند برتی ہوئیں اور کچھ کنواریاں ہوگی۔ ثیب وہ مرد جو رنڈوا ہو اور ثیبہ وہ عورت جو خاوند کر چکی ہو عام ہے کہ پھر خاوند نے طلاق دیدی ہو یا وہ مر گیا ہو۔ ابکار بکر کی جمع جس سے مراد کنواری یہ بیان امر واقعہ کے لحاظ سے ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بیوہ اور کنواریاں بھی تھیں، ان کے جواب میں یہ کلام صادر ہوا۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح (خواہش) نفسانی سے نہیں کرتے تھے بلکہ اشاعت دین کے لیے یہ جماعت زمرۂ ازواج مطہرات میں داخل ہوگئی اور شرف زوجیت عطا کیا گیا۔

ان صفات میں عجب لحاظ رکھ کر تقدیم وتاخیر کی گئی ہے اول اجمالی طور پر خَيْرًا مِّنْكُنَّ فرمایا گیا۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر تھیں پھر ان سے بہتر اور کون عورتیں ہوں گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول میں اِنْ طَلَّقَكُنَّ فرمادیا ہے طلاق کے بعد جب شرف زوجیت جاتا رہا تو پھر ان سے وہی عورتیں بہتر ہوسکتی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی۔

ف: اِنْ طَلَّقَكُنَّ شرطیہ کلام ہے تحقق شرط نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کسی بیوی کو طلاق نہیں دی۔

اجمال کے بعد ازواج کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے۔

اوصاف تین قسم پر ہیں: **قسم اول:**......ایمان واسلام جو تمام حسنات کی اصل ہے ایمان کے ساتھ اسلام کا لفظ ظاہری وباطنی دین داری کے لیے آیا ہے۔ **قسم دوم:** اعمال حسنہ ان کو چار صفتوں میں محصور کیا قانتات تائبات عابدات سائحات۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی بندگی

بھی آگئی اور خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بھی اشارہ ہے۔ قسم سوم: ان کی جسمانی خوبی اور حسن ظاہری اس کے لیے یہ دولفظ کافی تھے ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا۔ کنواری کی خوبی اور اس پر رغبت تو عام طبائع کا بھی فعل ہے مگر بہت سی بیویاں مطلقہ اپنے ذاتی کمالات اور حسن وخوبی کی وجہ سے کنواریوں سے بدرجہا فائق ہوتی ہیں۔ ان کا امور خانہ داری میں تجربہ اپنے نازوادا سے درگزر کر کے مرد کی نازبرداری واطاعت اور پھر ہم عمری عجیب لطف دیتی ہے۔

اہل خانہ کو حق کی تعلیم وتبلیغ:...... یہ ازواج مطہرات پر تنبیہ تھی، اس کے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت دینا لازمی تھا اس لیے کہ عورتوں کی محبت ورغبت میں اور شہوت کی آگ میں مرد دیوانہ ہو کر اصول حسنات سے غافل ہوجاتا ہے اور جو نہ کرنا ہو وہ کرتا ہے۔ فقال یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا کہ اے ایمان دارو! (صرف ایمان پر تکیہ کر کے نہ بیٹھو) بلکہ آپ کو اور اپنے گھر پیاری بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ ایسے کام نہ خود کرو نہ کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جانا پڑے اور فرائض وواجبات کی تاکید کرو۔ صرف آپ دین دار پرہیزگار ہونا کافی نہیں، زن وفرزند کی تعلیم وتدبیر کرنی چاہیے۔ حق محبت بھی یہی ہے کیوں کہ آپ جنت میں گیا یہ دوزخ میں گئے۔ تو جدائی میں کیا لطف؟ احادیث صحیحہ میں بڑی تاکید ہے کہ اپنے گھر والوں کو بری باتوں سے روکو فرائض وواجبات پر مامور کرو۔

نار جہنم کے اوصاف:...... پھر وہ آگ بھی کیسی آگ ہے؟ (۱) وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز جس میں پتھر اور آدمی جلتے ہیں۔ یوں کہو بت پرست اور گنہگار اور ان کے چھوٹے معبود جو پتھر تھے۔ سب جہنم میں جائیں گے۔ کسی کام نہ آئیں گے۔

(۲) عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ اس کے داروغہ یا محافظ فرشتے ہیں سخت بدمزاج سخت دل یا بڑے قد آور طاقت والے جن پر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا نہ وہ کسی پر رحم ومہر کرتے ہیں۔

(۳) لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ اللہ کے حکم میں ذرا بھی قصور کرنے والے نہیں نہ رشوت لیں نہ سفارش مانیں نہ کسی کی سنیں۔

(۴) وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہوتا ہے۔ عصیاں عیب تھا اس لیے اس کی اول نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی۔ اس میں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا ابطال ہے۔ وہ کہتے تھے فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ہم ان کو پوجتے ہیں ہم پر ضرور رحم کریں گے اور ہمارے بت ہم کو آگ سے بچالیں گے۔

ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۷﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ

عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی

اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

ترجمہ: ...... اے کافرو! (جہنم میں کہا جائے گا) تم آج باتیں نہ بناؤ تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے ⑦ مسلمانو! اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو شاید تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی جس دن کہ اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا ان کا نور (ایمان) ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا چلے گا کہتے جائیں گے اے رب ہمارے لیے ہماری روشنی پوری کیجیو اور ہم کو بخش دے تو بے شک ہر بات پر قادر ہے ⑧۔

ترکیب: ...... اليوم منصوب به لا تعتذروا۔ نصوحاً النصوح بفتح النون ويقرء بضمها على الاول مصدر يقال نصح نصاحة ونصوحاً وقيل هو اسم فاعل اى ناصحة والاسناد مجازى وعلى الثانى هو مصدر لاغير مثل القعود ثم اعرابه على الوجهين النصب على الوصف للتوبة اى توبة بالغة فى النصح ۔ ويدخلكم منصوب على انه معطوف على يكفر منصوب بناصبه وقرء بالجزم عطفا على محل عسى كانه قال توبوا يوجب تكفير سيأتكم۔ ويدخلكم۔ يوم منصوب بيدخلكم او باذ كروا۔ الذين أمنوا معه معطوف على النبى وقيل مبتداء وخبره قوله نورهم على الاول الجملة (نورهم ... الخ) حالية او مستانفة لبيان حالهم۔ يقولون خبر ثان او حال۔

تفسیر: ...... یہ تتمہ ہے کلام سابق کا کہ ملائکہ اس روز عذاب کریں گے اور سخت وتند ہوں گے، ان کے عذاب پر کفار معذرت کریں گے، ان کے جواب میں کہا جائے گا (ملائکہ کہیں گے)

کافروں کی کوئی عذر قبول نہیں: ...... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا ... الخ کہ اے منکرو! آج عذر نہ کرو باتیں نہ بناؤ اس لیے کہ آج معذرت کا دن نہیں (معذرت توبہ ہے) اس کا موقع دنیا میں تھا گو گزر گیا۔ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ تم کو ناحق عذاب دیا جاتا ہے اس لیے کہ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال بد کی سزا ہے جو بویا تھا اس کو کاٹ رہے ہو۔ دنیا میں اعمال کی برائی چنداں ظاہر نہ تھی، اب حجاب کھل گیا، وہ برائی آنکھوں کے سامنے آگئی۔

توبہ نصوح: ...... اس لیے ایمان داروں سے شفقت کی راہ سے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا کہ اے ایمان والو! دنیا میں توبہ کا وقت ہے بشریت سے جو کوئی گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرو، توبہ بھی کیسی، توبہ نصوح یعنی خالص سچے دل سے۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ توبہ نصوح یہ ہے کہ اس گناہ کو برا اور مکروہ جاننے لگے جس کو مرغوب جان کر کیا تھا اور جب یاد کرے تو استغفار کرے۔ کلبی کہتے ہیں۔ توبہ نصوح دل میں ندامت زبان سے استغفار اور اس کام سے باز رہنا ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں توبہ مقبولہ کا نام توبہ نصوح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا برے کام سے باز آنا اور پھر اس کو نہ کرنا۔ امام احمد وابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا توبہ گناہ سے یہ ہے کہ پھر نہ کرے۔

توبہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا: ...... اس کے بعد توبہ کے نتائج بیان فرماتا ہے عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ کہ امید ہے اللہ تمہارے گناہ تم سے مٹا ڈالے ان کو محو کردے، توبہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ اور قرین قیاس بھی ہے، اور پہلی کتابیں بھی اس کی شہادت دے رہی ہیں، کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ جملے میں صاف تصریح ہے کہ ''اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں پر برف کی مانند سفید ہو جائیں گے۔'' خود حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو توبہ کا حکم دیا اور تاکید فرمائی

''توبہ کرو کیوں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔'' (انجیل متی باب چہارم جملہ ۱۷) اگر توبہ سے گناہوں کے معاف ہونے کی امید نہ تھی تو پھر اس کا فائدہ کیا تھا؟ مگر بعد میں پولوس اور اس کی امت نے ایک عجب مسئلہ گھڑا کہ توبہ سے گناہ نہیں معاف ہوتے معافی کا صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کے گناہ اپنے اوپر اٹھا لیے اور پھانسی پائی اور ملعون ہوئے اور تین روز جہنم میں رہے۔ اب سب کے گناہ جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے معاف ہیں، اس کو کسی عمل خیر کی ضرورت نہیں، بلکہ اعمال حسنہ لعنت کا باعث ہیں۔ اس کو یہ کفارہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ کیا برا اعتقاد ہے۔ کیا ایسا شخص سفاکی، بدذاتی، حرام کاری میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھے گا؟ پھر دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے آنے کا فائدہ کیا ہوا؟۔

توبہ کے بعد حقوق العباد ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے:......توبہ فرض ہے، دیر نہ کرے، موت کا ٹھیک نہیں کہ کب آجائے۔ پھر دوسرا نتیجہ توبہ کا ظاہر کرتا ہے وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اور تم کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ بہشت عالم قدس ہے، اس میں جانے سے انسان کی کثافت ہی مانع ہے جو توبہ کے بعد دور ہو جاتی ہے۔ یہ کس روز يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جس دن کہ اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کرے گا۔ اس میں تعریض ہے کہ نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کے سوا اور لوگ رسوا ہوں گے۔ یہ جو آج تمہارے خیالی معبود اور گمراہ کنندہ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہیں کہ قیامت میں ہمارا جھنڈا ہوگا اور خیمہ ہوگا ہم اپنے ماننے والوں کو اس کے تلے لے کر عذاب سے بچا لیں گے یہ غلط بات ہے، وہ خود رسوا ہوں گے اور ان کے ساتھ ان کے مرید بھی۔

قیامت کو ظلمت ہوگی اور کسی کے پاس کوئی روشنی نہ ہوگی مگر نبی اور اس کے متبعین کے پاس۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ان کی روشنی (جو ایمان اور توبہ اور عمل خیر کی روشنی ہوگی) ان کے آگے آگے اور دائیں طرف سے دوڑتی ہوئی چلے گی۔ اور اس ظلمانی راہ کو طے کر کے جنت میں چلے جائیں گے۔ آگے اور دائیں کی قید سے یہ مراد نہیں کہ اور طرف روشنی نہ ہوگی بلکہ ہر طرف مگر یہ دو جہت عمدہ ہیں اس لیے ان کا ذکر کیا۔ اس کی کیفیت سورۂ حدید میں بھی بیان ہوئی ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ دنیا میں ریاکاروں منافقوں کی روشنی اس روز چمک کر گل ہوگئی تو دعا کریں گے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی پوری کیجو رستہ میں گل نہ ہونے پائے اور ہم کو بخش دے تو ہر بات پر قادر ہے۔

یہ ہیں توبہ کے نتائج جس کی طرف ایمان داروں کو منکروں کی اندوہ ناک حالت بیان فرما کر ترغیب دلائی گئی ہے۔ قیامت کو اندھیرا ہونا اور ایمان کی روشنی میں اس سے راستہ طے کرنا اور جنت میں جانا اور وہاں حیات ابدی اور ہمیشہ کی شادمانی حاصل کرنا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جس کو تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیرو اور برگزیدہ بیان کرتے آئے ہیں جس میں کسی کو بھی شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ اللہ انسان کو عدم سے ہستی میں لایا ہے۔ اور عدم ایک ظلمانی عالم ہے، اس کے صفات کاملہ جو اس کو پروردگار کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں۔ وہ اس کا جمیع معاملات میں نور ہے جو اس کو تمام ظلمانی اور تاریک وادیوں میں سے نکال کر راہ مقصود پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کا عمدہ ذریعہ ہیں، دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ ایمان دار کو لازم ہے کہ ہر دم یہی دعا کرے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اللہ نہ کرے۔ کہ یہ نور کسی کا بجھ جائے اور وہ اندھیریوں میں ہاتھ پاؤں مارتا پھرے اور فسق و فجور کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے اور شاہد مقصود رب العزت تک نہ پہنچے۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں قبول کر آمین۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ
لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا
عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِىْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ
وَنَجِّنِىْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ
عِمْرٰنَ الَّتِىْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ
رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫

ترجمہ: ...... اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے⑨ اللہ کافروں کے لیے ایک مثال بیان کرتا ہے نوح اور لوط کی بیوی کی وہ ہمارے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی سو وہ اللہ کی مار سے بچانے میں کچھ بھی کام نہ آئے اور حکم ہوا کہ دونوں کو اور جہنمیوں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دو⑩ اور اللہ ایمان داروں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے بچائیو اور مجھے ظالموں سے رہائی دیجیو⑪ اور مریم عمران کی بیٹی (کی بھی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی⑫۔

ترکیب: ...... امرأت نوح معطوف علیه و امرات لوط معطوف۔ و کلاهما مفعول اول لضرب۔ و مثلا مفعول ثان و انما اخر المفعول الاول لیتصل به ماهو تفسیر له و ایضاح لمعناه۔ ویمکن ان یکون امرأت نوح و مابعدها بدلاً عن مثلاً او بیان له۔ کانتا هذه جملة مستانفة مفسرة لضرب المثل امرات فرعون مراعرابها۔ اذ ظرف لمثلا او لضرب۔ عندک حال من ضمیر المتکلم۔ او من بیتا لتقدمه علیه فی الجنة بدل او عطف بیان لقوله عندک او متعلق بقوله ابن۔ و مریم ای اذکر مریم او مثل مریم من القنتین من للتبعیض ویجوز ان یکون لابتداء الغایة۔

تفسیر: ...... پہلے ذکر ہوا تھا کہ اے ایماندارو توبہ خالص کرو تا کہ تمہارا عاقبت میں بھلا ہو کفار اور منافقوں کی بھی اصلاح مقصود تھی جس کا ذریعہ کفر و بدکاریوں سے توبہ و استغفار ہے۔ مگر یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ بدی سے کبھی محض وعظ و نصیحت سے باز نہیں آتے، وہاں مشفق اور دردمند ناصح کو بشرط قدرت یہ بھی کرنا ضروری ہے کہ اس کو دھمکا ڈرا کر اس بدی سے روکے۔ جب نادان شخص ہمارے سامنے سنکھیا ہاتھ میں لے کر کھانے کو تیار ہے اور ہماری نصیحت سے باز نہیں آتا تو پھر ہماری دردمندی کا یہ مقتضی نہیں کہ چپ ہو کر بیٹھ رہیں اور

اسے مرتے دیکھیں، بلکہ دھکا کر ہاتھ مار کر ہاتھ سے چھین لیں، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحیم وکریم کو ان نادانوں کی بابت حکم دیتا ہے۔

کفار ومنافقین سے جہاد: ...... یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ کہ اے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔

جہاد عام لفظ ہے اس میں زبانی نصیحت اور دلیل وحجت سے الزام قائم کرنا بھی شامل ہے اور جو مخالف شمشیر بکف ہو کر مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہاں اس کے لیے تلوار سے بھی کام لینے کو شامل ہے۔ اور سختی کرنے سے گالیاں دینا سخت کلامی یا بدمزاجی کرنا مراد نہیں کیونکہ یہ باتیں شانِ مصطفویہ واخلاق محمد ﷺ سے بہت دور ہیں، اور اس سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا بلکہ الطاف وعنایت کے حصے سے محروم کرنا اور بے توجہی اور عدم التفاتی کے چابک لگانا، اس کا بڑا اثر پہنچتا ہے۔ جہاد کفار کے لیے اور واغلظ (سختی) منافقوں کے لیے ہے۔ منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا اس لیے کہ وہ بظاہر مسلمان ہوتے تھے اور جو اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو ماوٰھم جھنم وبئس المصیر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

قرابت ورشتہ داری پر فخر دانشمندی نہیں: ...... کفار ومنافقین میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم ﷺ اور مقبول صحابہ رضی اللہ عنہم کی قرابت پر نازاں تھے اور اس قرابت اور ظاہری اختلاط کو نجات کے لیے کافی جانتے ہوں۔ یا یوں کہو ایمان داروں کو توبہ خالص کا حکم دیا تھا مگر ممکن تھا کہ بعض ایمان دار آنحضرت ﷺ کی قرابت ہی کو بس سمجھ کر عمل صالح سے سست وارتکاب منہیات میں دلیر ہو بیٹھیں اس لیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ حضرت نوح وحضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے۔

حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں کا انجام: ...... فقال ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ کہ وہ باوجودیکہ ہمارے دو نیک بندوں کے نیچے تھیں یعنی حکم زوجیت میں تھیں اور یہ ایک بڑی قرابت ہے جس میں اندرونی اور بیرونی کوئی پردہ بھی نہیں رہ جاتا، خاوند بیوی میں جو کچھ اتحاد ہوتا ہے اور جہاں تک اس کی رسائی ہوتی ہے کسی کی بھی نہیں ہوتی، یہ ایک فطری بات ہے، مگر جب کہ فَخَانَتٰھُمَا (ان کی خیانت کی) یہ مراد نہیں کہ زناکاری کی (اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے کبھی ایسا کام نہیں کیا) بلکہ اطاعت وانقیاد ایمانی ودینی کا حق ادا نہیں کیا جس کو خیانت سے تعبیر کرنا ایک عمدہ استعارہ ہے۔ فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا پھر وہ نیک بندے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام اللہ کے مقابلے میں نہ آئے۔ عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے۔ دنیا میں نوح علیہ السلام کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی، لوط علیہ السلام کی بیوی نمک کا کھتا ہو گئی یعنی اس پر بھی وہی آفت آئی جو اس قوم پر آئی سب ہلاک ہوئے۔ یہ تو دنیا میں ہوا۔ آخرت میں حکم ہوا ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ کہ اور جہنمیوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔ آگ میں ڈال دی گئیں۔

ف: ① یہاں سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی مرنے کے بعد جہنم اور جنت ہے، اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

ف: ② اس میں ایک لطیف سا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھی ہے کہ تم دونوں نے جو رسول کریم ﷺ کے مقابلے میں مشورہ کیا تھا ڈرو اور نوح اور لوط کی بیویوں کا حال سن کر عبرت کرو۔ اس کے بعد ان دونوں نیک بیویوں نے کبھی رشک ورقابت میں آ کر آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دم آخر تک حضرت ﷺ ان سے خوش رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر مبارک تھا کہ روح اطہر نے پرواز کی۔ صلوات اللّٰہ علیہ وسلامہ ابدًا۔

ف: ③ اولاد اولیاء کرام وبزرگان دین وحضرات سادات عظام کو بھی تنبیہ ہے کہ قرابت کے غرور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

سے سرتابی نہ کریں۔ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔حدیث میں ہے اے فاطمہ! اس بات پر تکیہ نہ کرنا کہ میں محمد ﷺ کی بیٹی ہوں میں اللہ کے معاملے میں کام نہ آؤں گا نیک کام کر۔

دو نیک بیبیاں:......اس کے مقابلے میں مسلمانوں ایمان داروں کے لیے دو نیک بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو دنیاداروں کے پنجہ اور ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمان داری اور نیکی سے باز نہ آئیں۔بعض مسلمان مرد یا عورتیں کفار کے پنجہ میں تھے اور اس کو ایک عذر سمجھتے ہوں گے ان کے لیے یہ مثال از حد نافع ہے۔اس لیے یہ تخصیص فرماتا ہے۔وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا کہ ایمانداروں کے لیے مثل بیان کرتا ہے کس کی مثال؟ امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی۔

توریت موجودہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے نکال کر پرورش کرنا فرعون کی بیٹی کی طرف منسوب کیا ہے یہ ممکن ہے۔کہ فرعون موجود کی بیوی اگلے فرعون کی بیٹی ہو، دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں۔بیگمات جو خاندانی اور بادشاہی نسل کی ہوتی ہیں ان کو شہزادی کہا کرتے ہیں، اگرچہ وہ ایک شاہ کی بیوی بھی ہوتی ہیں۔توریت میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور یہ دعا کرنا مذکور نہیں۔مگر مذکور نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ گزرا نہیں۔توریت میں سیکڑوں واقعات میں مبالغہ اور غلطی بھی ہے جس کو اہل کتاب کی دیانت یا غفلت سمجھنا چاہیے۔

مؤرخین اہل اسلام نے نقل کیا ہے۔کہ اس وقت کے یہود نے تسلیم کرلیا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر کمال غصہ آیا کہ اس نے اس کی پرورش کی تھی۔وہ کم بخت اس نیک بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا مگر وہ سب تکلیفوں کو برداشت کر کے اپنے ایمان اور خدا پرستی پر قائم تھی، مگر جب از حد مجبور ہوگئی تو یہ دعا کی رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ کہ اے رب مجھے دنیا سے اٹھا اور اپنے پاس بلا لے اور میرے لیے اس شاہی گھر کے بدلے اپنے پاس جنت میں گھر بنا کہ میں سدا رہا کروں وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اور مجھے فرعون سے اور اس کے کام سے نجات اور خلاصی دے۔یعنی موت دے۔فرعون کا کام کفر اور تکلیف دینا تھا وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪ اور فرعون کیا تمام خاندان ہی ناپاک اور موذی ہے وہ بھی طرح طرح سے ایذا دیتے ہیں۔ان سے بھی نجات دے۔یہ نہیں فرمایا کہ اس کی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مگر روایات سے معلوم ہوا کہ قبول ہوئی اور اللہ پاک نے اس کو خواب یا بیداری میں جنت کا گھر دکھا دیا اور اس کی روح پرواز کر کے وہاں چلی گئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:......وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ اور مریم عمران کی بیٹی کا حال بیان کرتا ہے۔اور اس کی بھی تمثیل دیتا ہے۔مریم کون تھی؟ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔یہ اس لیے فرمایا کہ یہود ان پر زنا کی تہمت لگاتے تھے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے۔اس کی پاک دامنی کے سبب فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ہم نے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونک دی جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے۔اور فرج کا اطلاق اس جگہ عضوِ مخصوص پر نہیں اس لیے کہ محاورۂ عرب میں کُرتے اور اس کے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک دیا تھا۔بعض کہتے ہیں فیہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔اور بعض قرائت میں فِيْهَا مؤنث کی ضمیر ہے، اس کا مرجع نفس عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس لیے کہ نفس مؤنث ہے، اور یہ حضرت مریم کی طرف بھی رجوع ہو سکتی ہے۔اس لیے کہ حضرت مریم کے اندر روح پھونکی گئی تھی جس سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ❶۔

---

❶......ان چار عورتوں کی مثال میں بہت فوائد ہیں۔از اں جملہ یہ کہ کسی کی نیکی بد کو فائدہ نہیں دیتی اور بد کی بدی نیک کو مضرت نہیں پہنچاتی۔از اں جملہ یہ کہ نیکوں کی صحبت کبھی بدوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔از اں جملہ یہ کہ عورت کی عصمت و عفت نیک نتائج پیدا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مریم کے لیے ہوا۔از اں جملہ یہ کہ حق سبحانہ کی طرف تضرع اور رجوع کرنا سیکڑوں مصائب سے نجات دیتا ہے اور ہر حال میں حضرت ازلیہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے (از کبیر) ۱۲ منہ۔

مراد یہ کہ روح ڈال دی گئی چوں کہ روح حیات کا باعث ہے وہ تمام جسم میں منتشر ہو جاتی ہے جس طرح کہ ہوا پھونکنے سے تمام ظرف میں منتشر ہو جاتی ہے اس لیے اس کو نفخ سے تعبیر کیا جو ایک عمدہ تشبیہ ہے۔ من روحنا کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روح کا کوئی جزو مریمؑ کے پیٹ میں ڈال دیا گیا جس سبب سے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں،، بلکہ روح کی نا ضمیر متکلم کی طرف اضافت تشریف و تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ بیت اللہ اللہ کا گھر۔ نَاقَةُ اللهِ۔ اللہ کی اونٹنی۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہتا اور کسی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔ عزت دینے کے لیے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا عام محاورہ ہے۔ بادشاہ عمدہ غلام یا عمدہ گھوڑے کو کہہ دیا کرتا ہے۔ ہمارا غلام ہمارا گھوڑا۔

حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر باپ کے بیٹا جننے کی فرشتہ نے خبر بھی دی تھی، اس نیک عورت نے اس کی تصدیق کی وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اپنے رب کی باتوں کو سچا جانا اور وَكُتُبِهٖ اس کی فرستادہ کتابوں پر بھی ایمان لائی، پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور تھا۔ یہ اس کے ایمان کی کمال قوت ہے۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور وہ عبادت کرنے والیوں میں سے تھی، بیت المقدس میں جو جماعت مردوں کی شب و روز عبادت میں رہتی تھی مریم علیہا السلام بھی ان میں سے تھی، یا یہ کہ گو عورت تھی مگر مردانہ تھی اس لیے قنتین فرمایا نہ کہ قنتت۔

چند معزز خواتین نبی ﷺ نے فرمایا جنت کی عورتوں میں افضل مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد (ﷺ) ہیں۔ (اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم)۔

صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے عورتوں میں سے آسیہ فرعون کی بیوی و مریم عمران کی بیٹی و خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید ❶ کی سب کھانوں پر۔

الحمد للہ اٹھائیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی

---

❶ ثرید، روٹیاں توڑ کر شوربے میں بھگو کر عرب کھاتے ہیں اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کو سب کھانوں سے مرغوب تر تھا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تشبیہ دی ۱۲ منہ۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ

اٰیَاتُهَا ۳۰ (۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ ملک مکیہ ہے، اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ ① الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④

ترجمہ:...... بابرکت ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں (دارین کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ① جس نے موت اور زندگی بنائی تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کے اچھے کام ہیں اور وہ (بڑا) زبردست (اور) بخشنے والا ہے ② جس نے سات آسمان اوپر تلے بنادیئے (اے نظر کرنے والو) رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق دیکھا؟ تو پھر نگاہ دوڑا کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے ③ پھر دوبارہ دیکھ (حاصل یہ) ہوگا کہ تیری نگاہ تھک کر اور خیرہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی ④۔

ترکیب...... تبرک تفاعل من البرکة وهی النماء والزیادة حسیة کانت او عقلیة و کثرة الخیر و دوامه ایضًا و صیغة التفاعل للمبالغة فی ذالک۔ الملک۔ مبتداء بیده خبر والجملة صلة الذی و هو فاعل تبرک۔ و هو علی کل شیء قدیر الجملة معطوفة علی الصلة مقررة لمضمونها۔ لیبلوکم واللام متعلقة بخلق۔ ایکم مبتدا۔ احسن عملا خبره والجملة واقعة موقع المفعول ثانیا لفعل البلوٰی المتضمن معنی العلم۔ الذی خلق سبع سمٰوٰت قیل هو نعت للعزیز الغفور او بیان او بدل والاوجه انه نصب او رفع علی المدح متعلق بالموصولین السابقین معنی وان کانت منقطعا عنهما اعرابا۔ طباقا۔ صفة سبع سموت ای مطابقة علی مصدر وصف به المفعول او مصدر مؤکد لمحذوف هو صفتها ای طوبقت طباقا۔ او ذات طباق جمع طبق کجبل و جبل او طبقة کرحبة و رحاب۔ ماتری صفة اخری۔ سبع سموت وقریء تفوت معناهما واحد۔ کرتین مصدر ای رجعتین والمراد بالتثنیة التکریر والتکثیر کما فی لبیک و سعدیک۔ ینقلب مجزوم لکونه

جواب الامر۔ خاسئا بعیدا عن اصابة المطلوب کانه طردعنه طردا بالصفاء حال من البصر۔ و هو حسیر حال فعیل بمعنی فاعل من الحسر وهو الاعیاء یقال حسر بصرہ یحسر حسورا ای کل و انقطع و بلغ الغایة فی الاعیاء۔

تفسیر: ......اس سورت کا نام سورۃ تبارک اور واقیہ اور منجیہ ہے۔ تبارک اس لیے کہ یہ لفظ اس کے اول میں ہے اور اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو برکت حاصل ہوتی ہے۔ واقیہ اور منجیہ اس لیے کہ اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں، عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دلاتی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن میں تیس آیات ہیں جنہوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہاں تک کہ وہ بخشا گیا وہ تبارک الذی بیدہ الْمُلْكُ ہے۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک قبر پر خیمہ قائم کیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں ایک آدمی کو سنا کہ تبارک الذی پڑھتا ہے یہاں تک کہ اس کو تمام کیا، تب اس صحابی نے آکر نبی ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا: یہ سورہ مانعہ ہے یہ منجیہ ہے اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔ (رواہ الترمذی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سوتے نہ تھے جب تک کہ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ تمام نہ کر لیتے تھے۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

رحمانیات ربانیات: ......یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ قرطبی کہتے ہیں: اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اس کے بعد سورۂ حاقہ و سورہ معارج نازل ہوئی مگر حسن بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ مدنیہ میں نازل ہوئی۔ لیکن کلام کا طرز کہے دیتا ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور یہ سورہ رحمانیات سے ہے کہ بجائے اسمِ ذات کے اسمِ رحمٰن اس میں مستعمل ہے اور دیگر سورتیں کہ ان میں اسمِ رب کا استعمال ہے ان کو ربانیات کہتے ہیں۔

ربط سورت: ......اس سورت کا اس سے پہلی سورہ تحریم سے متعدد وجوہ سے ہے جو تامل کرنے سے واضح ہو سکتی ہیں. زاں جملہ یہ کہ پہلی سورت میں آداب و شرائط مرد و عورت کے مذکور تھے کہ عورت کو مرد کی مخالفت نہ کرنی چاہیے اور مرد کو لازم ہے کہ اہل و عیال کو معاصی سے روکے اور ان سے لڑکر یا ان کی رضامندی کے لئے احکام الٰہی میں کوتاہی نہ کرے۔

لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ: اس سورت میں لوازم و آدابِ خدائی مذکور ہیں۔ وہاں ایک گھر کی ریاست مذکور تھی یہاں تمام عالم کی جہان داری مسطور ہے۔

ازاں جملہ یہ کہ اس سورت میں مرد و عورت کی خانہ داری مذکور تھی اور یہ بھی کہ باوجودیکہ مرد گھر بناتا ہے اور عورت کے لیے رزق و آسائش کا سامان کرتا ہے مگر پھر بھی وہ ذرا سی خلافِ طبع بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور مرد کو اس کے فرائض منصبی کے ترک کرنے پر مجبور کرتی ہے، اس سورت میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے موت و حیات کا مالک ہے، دنیا کا گھر آسمان و زمین اسی نے بنائے، اس گھر کو قندیلوں سے آراستہ کیا، رزق و روزی کے سامان پیدا کیے، دارِ آخرت کا راستہ بتانے والے ہادی بھیجے اور پھر ہر طرح سے اس کا قبضہ و قدرت ہے مگر اس کے بندے اس کی کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں، اس کی خدائی میں اوروں کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔ مگر وہ دنیا میں اس پر بھی کسی کے رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا، درگزر کرتا ہے اس کے بالا دستوں کو تعلیم ہے کہ زیر دستوں پر رحم کیا کریں اور اپنے بالا دست کی نافرمانی سے باز آئیں ورنہ ایک دوسرے جہاں میں جہنم کے قید خانے میں سزا بھگتنی پڑے گی اور اس مخالفت و نافرمانی سے اس کی بادشاہت میں کوئی بھی قصور نہیں آتا۔

کتب سماویہ میں متفقہ چند اہم مسائل: ......ازاں جملہ یہ کہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ ان چند مسائل کی

طرف ہے۔

اول: خدا تعالیٰ کی توحید وصفت کا مسئلہ۔

دوم: دارِ آخرت کا مسئلہ کہ وہ ایک جہاں ہے جہاں جا کر برے بھلے کاموں کی جزا وسزا پانی ضرور ہے۔

سوم: نبوت کا مسئلہ کہ اس نے دنیا میں بندوں کی رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں

چہارم: اصلاح معاش کا مسئلہ کہ دنیا میں ایسا کرنا چاہیے من جملہ ان کے حقوقِ زوجیت وخانہ داری بھی ہیں۔

قرآن مجید میں کمال یہ ہے کہ ان مسائل کو مختلف عنوان اور نئے نئے اُسلوب سے موٹی موٹی نظیروں اور عام محاوروں اور مشہور قصوں اور لوگوں کے مسلمہ واقعات اور ذہن میں بیٹھے ہوئے علوم وخیالات میں بیان کرتا جاتا ہے جس سے عالم وجاہل اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ تحریم میں ابتداء مسئلۂ معاش سے تھی اور بعد میں اور مسائل بھی بیان ہوئے تھے اس سورت میں ابتداء اور مسئلہ مبداء حق سبحانہ کی ذات وصفات سے کی گئی اور اس کے بعد اور مسائل بھی بیان کیے گئے اور معاد کے مسئلہ کا بھی ثبوت پیش کیا گیا تاکہ اس بادشاہِ حقیقی سے ڈر کر ہر کوئی مسئلہ معاش کے قوانین اور دستورات کی پابندی کرے۔ اس کے اور بھی وجوہ ہیں۔

برکت کی تعریف وتفسیر: ..... فقال تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ بڑا بابرکت ہے وہ جس کے قبضہ میں ملک ہے۔ برکت خیرِ کثیر وافزائش و دوامِ مبارک جس میں یہ برکت ہو۔ دنیا میں جس کے پاس مال واولاد زیادہ ہو اس کو کہتے ہیں۔ اس کے مال واولاد میں برکت ہے۔ اور جو یہ چیزیں جلد جاتی رہیں تو کہتے ہیں اس کے مال واولاد میں برکت نہ ہوئی۔ اور اگر ہر چیز اپنے موقع پر کام آئے تو اس میں بھی برکت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے فضول خرچی سے جو مال اُڑ جائے تو کہتے ہیں برکت نہ ہوئی یا بے موقع صرف ہو تب بھی کہتے ہیں برکت نہ ہوئی۔ انہیں لحاظ سے علم کی برکت اور عمر کی برکت ہے۔ خیر کثیر اور موقع پر استعمال اور مثمر نتائج ہونا اور دوام یہ چار باتیں برکت کے معنی میں ملحوظ ہیں جو شخص اس جہان زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہو اور جس نے دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہو اور پھر ہر ایک کی روزی رزق اور ان کے سامان عطا کرتا ہو اس سے زیادہ بابرکت کون ہے کہ اس قدر صرف کرنے پر بھی اس کے ہاں کمی نہیں، اس لیے لفظ تبارک فرمایا گیا جس کے معنی ہیں زیادہ برکت والا۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ گویا تبارک کے دعویٰ پر ایک واضح دلیل ہے۔ ملک عالم محسوسات آسمان زمین شجر وحجر، انسان واشجار واحجار یعنی عالم اجسام۔ ملک جب اس کے ہاتھ یعنی قبضہ میں ہے تو اس کے بابرکت ہونے میں کلام ہے اور اسی لیے تبارك الله یا تبارك الرحمٰن نہ فرمایا ورنہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا عالمِ ملک کو جب تصور کیا جائے اور ذرہ سے لے کر آفتاب تک جو کچھ اس کے فیضان وانعامات کے دریا رواں ہیں اور پھر ہر روز تر کیباتِ نادرہ واوضاعِ عجیبہ امکان سے فعلیت کے مرتبہ میں ظاہر ہو رہے ہیں ان کو بھی خیال کیا جائے تو بے اختیار دل کو اس کی طرف کشش پیدا ہو اور روح پکار اٹھے کہ تو ہی تو ہی تو ئی ہے تو ئی۔

عالمِ ملک کے لیے بلحاظ فیض رسانی لفظ تبٰرک مناسب ہے جیسا کہ عالم ملکوت کے لیے (جو نفس ناطقہ سے لے کر قلم اعلیٰ تک ہے یعنی عالم ارواح) باعتبار تنزیہ وتقدیس کے جو روحانی عالم کے لیے مناسب ہے لفظ تسبیح زیبا ہے چنانچہ سورہ یٰسین کے اخیر میں فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ وہاں تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ نہ کہا بِيَدِهِ الْمُلْكُ میں اس طرف وہم جا سکتا تھا کہ موجودہ عالم اجسام پر اس کی بادشاہی ہے، اس سے بڑھ کر اور قدرت اس میں نہیں، اس لیے ترقی دی گئی وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہ وہ ہر شی پر قادر ہے ایسے ایسے سینکڑوں عالم پیدا کر سکتا ہے، اس عالم کو فنا کر سکتا ہے، اس میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے، جہاں تک تمہارے فہم کو بھی

رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی پرے تک اس کی قدرت کا جھنڈا قائم ہے۔

شئے کی تعریف وتفسیر: ...... شئی کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شئی ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں، اس لیے اس کو اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کر سکتا ہے غلط خیال ہے کس لیے کی وہ اور اس کی صفات واجب ہیں ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شیء کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا بھی پیدا کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت نہیں اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں اس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ شیء موجود کو کہتے ہیں جس میں واجب اور ممکن دونوں شریک ہیں نہ کہ ممتنع پھر ان اصول پر علماء کلام نے بہت سی تفریعات قائم کی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کسی کی کیا قدرت ہوگی کہ عالم وجود (جس میں فلک وملکوت ہیں) اور عالم عدم دونوں اسی کے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں اس لیے فرماتا ہے الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ کہ اس نے موت یعنی عالم عدم اور حیات یعنی عالم وجود بنایا یا یوں کہو اس نے اپنی برکت کا اظہار دو جملوں میں کیا اول الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ ① جس سے تمام نعمتوں کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا جملہ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ہے اس میں عالم آخرت کی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے، موت سے مراد دنیا کی موت اور حیوۃ سے مراد حشر کے دن کی حیات۔ گویا ایک جملہ میں اس جہان کی بادشاہت کا ثبوت تھا تو دوسرے میں اس جہان باقی کی بادشاہت کی طرف ایماء ہے۔

پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اس لیے ہر حال میں اس کی طرف ملتجی ہونا چاہیے۔ اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا، حیات کا مؤخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم وتاخیر ذاتی پر مبنی ہے اس لیے کہ دنیا کی موت اول ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہو گی یا یوں کہو کہ یہ جملہ ظہور برکات الٰہیہ کے ایک برکت انسان کو اپنا مظہر بنا کر علم وادراک سے مزین کرنا اور خلافت کی کرسی پر بٹھانا ہے مگر پوری برکت یہ ہے کہ عالم باقی کے لیے نیک کاموں پر بھی اس کو آمادہ کر دینا چاہیے اس لیے برے کاموں سے روکنے والی اور نیک کاموں پر آمادہ کرنے والی چیز کو ذکر کیا کہ اس نے موت اور زندگی بنائی۔

دنیا کی زندگی مراد لی جائے تو موت کو اس لیے مقدم کیا کہ موت کو خیال کرتا رہے اور اس چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھے۔

دوم یہ کہ اس جہان میں موت ذاتی اور حیات عارضی ہے اور ذاتی عارضی پر مقدم ہوتا ہے۔

اور اگر موت سے مراد وہ حالت لی جائے جو نطفہ میں تھی یعنی انسان جب نطفہ تھا تو بھی موت مقدم ہے حیات تو نعمت ہی ہے مگر دنیا میں موت اس کے برکات کا مظہر ہے اس لیے کہ اگر موت نہ ہو اول تو یہ قویٰ جسمانیہ سو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے پہلے بے کار ہو جائیں اور زندگی وبال ہو جائے۔ دوم دنیا میں بہت لوگوں کی موت اور دوسروں کے لیے راحت ہوتی ہے۔ سوم دار آخرت کی زندگی اس کڑوے پھل کے کھانے پر موقوف ہے ہر ایک کو اس پل سے گزرنا ہے اور عالم جاودانی میں جانا اور نیک وبد اعمال کی سزا وجزا پانا ہے۔

موت وحیات آزمائش کے لئے ہے: ...... اس لیے فرماتا ہے لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تا کہ تمہیں آزمائے کہ کس کے اچھے عمل ہیں؟ یہ دنیا ایک کھیت ہے جس نے نیک کاموں کا تخم بویا ہے وہ اس جہاں میں اس کے عمدہ پھل پائے گا برکت حاصل کرے گا حسن عمل کی تفسیر بعض روایات میں یوں آئی ہے احسن عقلا و اورع عن محارم الله و اسرع فی طاعة الله۔ کہ عقل عمدہ پیدا کرے اس لیے کہ تمام دینیات کا اعتبار و مدار عقل پر ہے عاقل بہت جلد عبرت حاصل کرتا ہے اور اس کے بعد خدا کی ممنوع چیزوں سے اور ممنوع

کاموں سے بچے اور اس کی اطاعت میں جلدی کرے غفلت اور آج کل میں اس عمر گراں بہا یہ کو نہ گزارے۔ایک بات قابل بحث یہ باقی ہے کہ موت زاول حیات کا نام ہے۔پھر اس کے پیدا کرنے کے کیا معنی؟

موت زوال حیات کا نام ہے۔پھر اس کے پیدا کرنے کے کیا معنی ؟:......جواب:(۱) موت وحیات میں مقابلہ ہے تقابل عدم وملکہ کا اس لیے کہ موت اس کے حس وحرکات کا زوال ہے کہ جس میں اس حس وادراک کی صلاحیت ہو اس لیے لکڑی پتھر کو مردہ یا زندہ نہیں کہتے اور عدم ملکہ عدم محض نہیں بلکہ اس میں وجود کا شائبہ ہے اس لیے اس کا مخلوق ہونا بعید از قیاس نہیں۔(۲) بعض روایات سے ثابت ہے کہ عالم مثالی میں موت وحیات وجودی چیزیں ہیں موت کو اس عالم میں ابلق مینڈھے سے مشابہت ہے اور حیات کو ابلق گھوڑے سے اس لیے اس پر خلق کا لفظ استعمال کرنا درست ہے لیکن بعض علماء نے خلق کو بمعنی جعل قرار دیا کہ موت وزندگی بنائی۔

سوال: لِيَبْلُوَ حق سبحانہ کی بنسبت کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس کو ہر چیز کا علم ازلی ہے اس کو آزمائش کی ضرورت کیا ہے؟

علم اجمالی و تفصیلی:......جواب: علم کی دو قسمیں ہیں ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے۔دوم تفصیلی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے کے بعد۔علم تفصیلی میں حق سبحانہ کو علم اجمالی سے کوئی زیادہ بات معلوم نہیں ہوتی دونوں کا یکساں انکشاف ہوتا ہے،اس جگہ مراد علم تفصیلی ہے اور وہی بندوں پر الزام واکرام کے لیے حجت وسند ہے۔

بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں:...... بد یا نیک ان کے وقوع ہونے کے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا پوری سزا و جزا نیک اعمال کا عمدہ بدلہ جنت،برے اعمال کی سزا جہنم یا درگزر اور بخشش۔اس لیے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا وَهُوَ الْعَزِيْزُ کہ وہ زبردست ہے ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دے سکتا ہے،برے کاموں کی سزا بھی دے سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی اس میں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے۔

الغفور: وہ معاف کرنے والا بھی ہے اس میں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے اور نیز شایان شاہی بھی،یہ دونوں وصف ہیں،بادشاہ میں اگر قدرت وشوکت نہیں تو یہی اس کی بادشاہت میں نقص ہے۔اور اگر بخشش وعطا نہیں تو یہی اس کی سلطنت اور اس کی برکت میں کمی ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ ۝ تک مسئلہ توحید کا اثبات وصفات باری تعالیٰ کا ثبوت تھا اور الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ پہلے مسئلہ کا تمہ اور دوسرے مسئلہ معاد کی تمہید ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ میں مسئلہ معاد کا بیان اور دونوں مسئلوں میں تقدیم وتاخیر ایک عجب لطف دے رہا ہے۔اس لیے کہ انسان جب تک خدائے قادر اور اس کی صفات شاہنشاہی وغیرہ کا قائل نہ ہوگا مرنے کے بعد یا دنیا میں نیک وبد کاموں کی سزا وجزا کا بھی قائل نہیں ہو سکتا اور یہی اعتقاد انسان کو راستی نیکوکاری بر و احسان کی طرف محرک و بری باتوں سے مانع ہے۔

چونکہ مسئلہ توحید ایک ایسے بیان سے ثابت کیا کہ جس کو عقول عالیہ بخوبی سمجھ سکتی ہیں مگر عقول سافلہ ومتوسطہ بغیر کسی نظیر وشاہد کے جو اس کی شاہنشاہی اور قدرت کاملہ کی واضح دلیل ہو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتی تھی اور سمجھانا ہر فریق کا مقصود تھا اس لیے اس کے بعد شواہد و دلائل پیش کرتا ہے۔

پہلا شاہد:......فقال الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وہ کہ جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے۔عالم ملک میں آسمانوں اور ان کے ستاروں سے بڑھ کر کوئی بڑی چیز نہیں آفتاب،ماہتاب،زحل،مشتری،مریخ،زہرہ،عطارد اس قدر بڑے اجسام ہیں کہ زمین سے لاکھوں

اور ہزاروں حصے زیادہ ہیں پھر ان میں نور اور عجائبات رکھے ہوئے ہیں جن کے آگے زمین کے عجائب ومخلوقات کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ان ساتوں کے سوا جو ایک کے اوپر دوسرا ہے اور سینکڑوں ثوابت اور بعض ستارے ہیں جو زمین سے کروڑوں حصے بڑھ کر ہیں یہ کس نے بنائے؟ یہ ازخود نہیں بن گئے اس لیے کہ اجرام علویہ کا مادہ یکساں ہے اور ہر ایک کا مقتضا طبعی برابر ہے، پھر ان کو اوپر تلے اور بڑا چھوٹا کس نے کر دیا ازخود ہوتے تو یکساں ہوتے طِبَاقًا کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جب ان ستاروں کی یہ کیفیت ہے تو ان آسمانوں کی وسعت کا کیا ٹھکانا ہے جن میں یہ ہیں اور حرکت کرتے پھرتے ہیں۔

حال کا فلسفہ سات آسمانوں کا قائل نہیں وہ ان بلند سات ستاروں کو سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر توریت سفر الخلیقہ کے باب اول اور دیگر مقامات پر بھی آسمانوں کا بنانا مذکور ہے۔ پاک کتابیں اور اگلے حکیم سب اس کی شہادت دے رہے ہیں۔

ان ستاروں کی تیز حرکت کہ منٹوں میں سینکڑوں کوس کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں۔ پھر باہم ٹکرانے نہیں پاتے ہر ایک اپنے مدار پر دورہ کر رہا ہے۔ یہ اسی بادشاہ ذوالجلال قادر کا کام ہے نہ طبائع اجرام علویہ کا نہ کسی اور کا۔ پھر ان کی شعاعوں سے جو کچھ تاثیرات زمین پر ہوتی ہیں وہ بھی قابل غور ہیں۔

دوسرا شاہد: ......اس کے بعد دوسرا شاہد اس محکم عمارت کی استواری ہے فقال: مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ اے نظر کرنے والے تو رحمن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں (جو بڑا بابرکت اور بادشاہ اور قادر ہے) کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔ قدرت نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لے کر حیوانات نباتات عناصر اجرام علویہ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور نیرات تک یکساں کاریگری کی ہے یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت وبصیرت سے بنایا اور بعض کو یوں ہی کیف ما اتفق بے سوچے سمجھے یا بے کار وفضول بنا دیا ہے۔ صرف انسان کے اعضاء کا تناسب اور حسنِ ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے کسی درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لے کر دیکھے گا تو آپ بول اٹھے گا کہ سبحان اللہ تیری صنعت، یہ ہیں مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ کے معنی۔ یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار ان کی جسامت اور رنگت اور تاثیر کے کوئی فرق نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو شبہ ہو جائے کہ یہ طبیعتِ اجسام کا یکساں فعل ہے اور نیز کارخانۂ دنیا میں انتظام نہ رہے۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ اگر ایک بار دیکھنے میں شبہ باقی رہ جائے تو پھر دیکھ تجھ کو کوئی اس کی صنعت میں فطور بھی دیکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فطور فطر کی جمع ہے اور فطر کے معنی درز یا دراڑ کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اس کے معنی خلل کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے سدی کہتے ہیں فطور کے معنی خروق کے ہیں، کشاف کے لحاظ سے یہ دیکھنا آسمانوں اور ستاروں کے لیے زیادہ چسپاں ہیں۔

سوال: احادیث صحیحہ وآیاتِ قرآنیہ سے آسمانوں میں دروازے ثابت ہیں ابواب السماء کا لفظ آیا ہے پھر فطور تو پایا گیا۔

جواب: کسی چھت یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازہ جو ہوتا ہے کاریگر کے ارادہ اور صنعت سے ہوتا ہے اس کو فطور نہیں کہتے۔ فطور دراڑ یا درز وہ ہے جو کاریگر کی صنعت میں قصور ہونے سے اس کے ارادے بغیر ہو جائے یہی اس عمارت کا نقص ہے اس کے بعد بھی اگر شبہ رہ جائے تو ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ پھر دوبارہ نگاہ کر۔

سوال: یہ نگاہ دوبارہ نہ ہوگی بلکہ تیسری بار کے لیے کہ دوبارہ اس سے پہلے نظر کر چکا پھر کرتین کا لفظ کیوں کر صحیح ہوگا جو کرۃ بمعنی بار کا تثنیہ ہے۔

جواب: تثنیہ سے مراد کثرت ہے جس کے معنی ہوں گے بار بار دیکھ یعنی کئی بار نظر کر کہ شبہ نہ رہے اور عرب کی زبان میں تثنیہ کثرت کے

لیے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لبیک وسعدیک حنینک وہذادیک۔

یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ کوئی عیب وخلل دکھائی نہ دے گا، بلکہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھک جائے گی۔ پھر کر آئے گی تیری طرف تیری نگاہ خیرہ اور ماندہ ہوکر۔ خاسئا مبعدا من قولک خسأت القلب اذا باعدته۔ مبرد کہتے ہیں خاسیٔ کے معنی ہیں دُھتکارا ہوا ذلیل۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں خاسیٔ وہ ہے جو اپنے مقصود کو نہ دیکھے۔ (حسیر) یہ حسر العین بعد المرئی سے مفعول بھی ہوسکتا ہے۔ اور حسور نکان کے معنی سے فاعل بھی ہوسکتا ہے، بہت دیر تک جب کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے نگاہ جو اس شیٔ پر تھی ایسی حالت میں وہاں سے لوٹ آتی اور چندھیا جاتی ہے۔

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾

ترجمہ:......اور ہم نے نیچے کے آسمان کو (ستاروں کی) قندیلوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان ستاروں کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بھی بنا رکھا ہے اور ان کے لیے آتشی عذاب بھی تیار کر رکھا ہے ﴿۵﴾۔

ترکیب:......الدنیا من الدنو بمعنی القرب فھی صفة للسماء ای القربی الی الارض من بقیة السماوات وھی التی یراھا الناس۔ مصابیح جمع مصباح اراد بھا الکواکب لانھا تضیئ کاضائة السرج ففی الکلام استعارة تصریحة لان حقیقة المصابیح السراج۔ والباء یتعلق بزینا وجعلنا عطف علی زینا۔ رجوما مفعول ثان لجعلنا والرجوم جمع رجم بالفتح وھو مصدر یراد بہ المرجوم والضمیر المنصوب فی جعلناھا الی المصابیح واللام فی للشیاطین تتعلق بجعلنا وقیل برجوما۔ واعتدنا عطف علی زینا۔ السعیر قال مبرد سعرت النار فھی مسعرة وسعیر کقولک مقبولة وقبیل۔

تفسیر:......تیسرا شاہد:......وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ کہ ہم نے نیچے کے آسمان کو (یعنی ساتوں آسمانوں میں جو سب سے نیچے ہے اور جو تم کو دکھائی دیتا ہے) ستاروں کے چراغوں سے رونق دی جب رات کو دیکھتے ہیں تو ہزاروں قندیلیں نظر آتی ہیں آسمان پر جگمگاہٹ دکھائی دیتی ہے اہل ہیئت نے ثابت کیا ہے کہ وہ تارے جو از خود حرکت نہیں کرتے ان کو ثوابت کہتے ہیں، آٹھویں آسمان پر ہیں اور سات ستارے چاند، سورج، عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل جو حرکت خود بھی کرتے ہیں ان میں سے صرف چاند تو اول آسمان پر ہے جس کو سب سے نیچے کا آسمان اور اَلسَّمَآءَ الدُّنْیَا کہتے ہیں، باقی اوپر کے آسمان میں ہیں مگر آسمان صاف اور شفاف ہیں اس لیے اوپر کے آسمانوں کے ستارے اور ثوابت بھی اسی آسمان پر دکھائی دیتے ہیں جس طرح پانچ چھ آئینے اوپر تلے دھرے ہوں اور اوپر کے آئینوں میں نقش ونگار ہوں وہ سب نیچے کے آئینے میں معلوم ہوتے ہیں۔

اب غور کرو کہ ان ثوابت وسیارات کا ایسا طلوع وغروب اور ایسے مواقع پر ہونا یہ بھی اس حکیم وقادر کا فعل ہے جس نے ان میں روشنی عطا کی۔ نئی ہیئت والوں کے نزدیک یہ ثوابت وسیارات ابعاد مختلفہ پر دورہ کرتے ہیں اور جو بہت چھوٹے دکھائی دیتے ہیں وہ بہت دور ہیں گو فی نفسہ وہ زمین سے سینکڑوں حصے بڑے ہیں اور بعض ایسے دور ہیں کہ دکھائی ہی نہیں دیتے اور یہ فضاء جس میں یہ دورہ کر رہے ہیں آسمان ہے اور ہر ستارے کے لحاظ سے فضاء کی وسعت ہے، ستارے مشہور ہمیشہ سے سات ہیں اس لیے ان ساتوں فضاء کو سبع

سماوات کہتے ہیں گو حال میں اور ستارے بھی ثابت ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی اس فضاء کا شب میں مختلف قندیلوں سے مزین نظر آنا بہت قوی دلیل آثار قدرت وحکمت پر ہے۔

چوتھا شاہد:...... وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ کہ ہم نے تاروں کو شیاطین کے پھینک مارنے کے لیے بھی تیار کر رکھا ہے۔ ● احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ شیاطین اسرار آسمانی سننے کے لیے اوپر چڑھا کرتے ہیں فرشتے ان کو انگاروں سے مارتے ہیں رات کو جو تارہ ٹوٹتا ہو معلوم ہوتا ہے وہ یہی رجوم ہیں۔

سورۂ صافات میں بھی آیا ہے اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۙ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ جَعَلْنٰهَا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے نہ کہ عین مصابیح کی طرف اس لیے کہ شیاطین پر وہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں۔ (ابن کثیر)

لفظ مصابیح کواکب یا نجوم ان ستاروں پر بھی مستعمل ہوتا ہے جو آسمانوں پر ہیں اور ان ادخنہ ● پر بھی جو رات کو ٹوٹتے ہیں، یہ جنس ہے۔ اس کے بعض افراد زینت کا کام دیتے ہیں اور بعض سے شیاطین مارے جاتے ہیں نہ یہ کہ وہ خاص ستارے جو آسمانوں پر ہیں شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں۔

حال کی تحقیقات سے دم دار ستارے اور دیگر چھوٹنے والے ستارے ادخنہ ثابت نہیں ہوئے بلکہ وہ بھی ایک خاص ستارے اور خاص مادے ہیں اور لوگوں نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جب کبھی یہ تارے ٹوٹتے ہیں تو سیدھے زمین کی طرف نہیں آتے جو ان کا حیز طبعی تھا بلکہ ادھر اُدھر ایسے جاتے ہیں جیسا کہ کسی نے پھینک کر مارا ہو۔ شیاطین کا وجود اور اسرار سماوات کے لیے اوپر جانا کئی بار ہم ثابت کر چکے ہیں مقدمہ دیکھو۔

یہ شیاطین کی دنیا میں سزا ہے آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے یہ بھی شاہد اس کی شاہنشاہی پر دال ہے کہ مفسدوں کے لیے کیسے توپ گولے تیار کر رکھتا ہیں

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

● ...... بعض مفسرین نے وجعلناھا رجوما للشیطین کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ ان ستاروں سے شیاطین یعنی منجمین مارے جاتے ہیں کہ ان کی تاثیرات سے احکام لگاتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اوروں کو بھی گمراہی میں ڈالتے ہیں ان کے لیے ہم نے عذاب آتش تیار کر رکھا ہے۔

● ...... ادخنہ جمع دخان کی، یعنی دھواں، بخارات۔

● ...... کلما القی فیھا فوج، اس سے معلوم ہوا کہ تمام دوزخی ایک بار دوزخ میں نہیں ڈالے جائیں گے بلکہ ہر ایک گروہ اور فرقہ ایک ملک کے یا ایک خاندان کے یا ایک مذہب کے یکے بعد دیگرے داخل ہوں گے اور ہر ایک گروہ علی حسب مراتب ہر طبقہ میں بند ہوگا اور ان کے شرمندہ کرنے کے لیے ملائکہ یہ سوال کریں گے اور وہ یہ جواب دیں گے۔

مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑪

ترجمہ:......اور جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ⑥ جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے شور کی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہوگی ⑦ (اور) جوش کے مارے پھٹی پڑتی ہوگی جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے اس کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا؟ ⑧ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے پاس نذیر تو آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو ⑨ اور (فرشتوں سے) کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو کاہے کو دوزخیوں میں سے ہوتے ⑩ پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے پھٹکار ہے دوزخیوں پر ⑪۔

ترکیب:......عذاب جهنم مبتداء۔ وللذين كفروا خبر مقدم وقرئ عذاب بالنصب على انه عطف على عذاب السعير۔ وللذين على لهم۔ شهيقًا منصوب على انه مفعول۔ سمعوا لها في محل النصب على الحال اى كائنا لها۔ وهى تفور الجملة حال من الضمير في فيها۔ تكاد۔ . . الخ الجملة إما حال من فاعل تفور او خبر اخر۔ كلما القى استيناف مسوق لبيان حال اهلها بعد بيان حال نفسها وقيل حال من ضميرها۔ بلى كان يكفى في الجواب ولكن جاوا بالجملة المجاب بها مبالغة في الاعتراف قد جاءنا . . . الخ فسحقًا قرئ الجمهور باسكان الحاء وقرئ بضمها وهما لغتان مثل الرعب منصوب قال الزجاج و ابو على الفارسى منصوب على المصدر اى سحقهم الله سحقا و كان القياس اسحاقا فجاء المصدر على الحذف والسحق البعد۔

تفسیر:......ان شواہد کے بعد پھر مسئلہ معاد کو شروع کرتا ہے اور اس کے لیے مناسبت یہ تھی کہ شیاطین کے لیے عَذَابَ السَّعِیْرِ تیار کرنا فرمایا تھا اس مناسبت سے شیاطین کے سوا اور جس قدر کفار و مشرکین ہیں ان کا بھی انجام کار بیان فرماتا ہے:

جہنم بُری جگہ ہے:......فقال: وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ کہ ان کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے۔

رب کا لفظ مربی اور محسن کے ہم معنی ہے پھر دیکھیے جو اپنے مربی و محسن کا انکار کرے اس کے لیے عذاب جہنم نہ ہو تو اور کیا ہو۔

منکرین کے لئے عذاب جہنم:......اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا۔ انکار کرنا ایک تو یہی معمولی انکار ہے اس کے رسول کو نہیں مانا یا اس کے احکام کو نہ مانا یا صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انہیں باتوں کے مرتکب کو کافر کہا جاتا تھا، شرک بھی اسی میں آ گیا۔ دوسرا سرے سے اس کی ذات کا انکار کرنا جیسا کہ دہریے کہتے ہیں یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں، اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور گلہ گزاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے ایسے لوگوں کے لیے بھی عذاب جہنم ہے گو ابدی نہ ہو۔

جہنم اور اہل جہنم کے احوال:......اس کے بعد اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سے لے کر فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑪ تک جہنم اور جہنمیوں کے کچھ حالات خوف ناک بیان فرماتا ہے۔

(١) کہ جب یہ کفار اس میں ڈالے جائیں گے تو بجائے خیر مقدم و مرحبا و اہلاً و سہلاً کے جہنم کی آوازیں سنیں گے جو اس کے جوش سے نکلتی ہوں گی۔ جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے تو اس کے شعلوں میں سے ایک مہیب صدا آیا کرتی ہے اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی وہ تنور جب زیادہ گرم ہوگا جس کو جوش اور غصہ کرنے اور غصہ سے پھٹے پڑنے کو استعارۃً تعبیر کیا تو اس کی دور دراز سے ہیبت ناک آوازیں

آئیں گی العیاذ باللہ۔

(۲) کُلَّمَا جب جہنم میں ایک گروہ داخل ہوگا تو ان سے جہنم کے داروغہ یعنی فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی نذیر ❶ ڈرانے والا نہیں آیا اور تم کو اس گمراہی سے نہیں روکا جس کے سبب آج اس بلا میں گرفتار ہوئے کفار فرشتوں کے جواب میں کہیں گے بَلٰی کیوں نہیں قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ بے شک ہمارے پاس نذیر آیا فَكَذَّبْنَا لیکن ہم نے جھٹلا دیا۔

ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے رسول اور کتابوں کی تکذیب ان کو نہ ماننا یا ان کے احکام وہدایات کو قبول نہ کرنا جیسا کہ کفار کرتے تھے۔ ہائے دنیا میں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے پھولوں کی جگہ ان کی راہ میں کانٹے ہی ڈالے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ یا ان کے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب، ان کو نہ ماننا ان سے تمسخر کرنا ان کی عیب جوئی کرنا ان پر بہتان لگا کر ان کے اعتبار میں فرق ڈالنا وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب آیاتِ الٰہیہ وحوادث دہر میں غور وتدبر نہ کرنا اور توحید وخدا پرستی پر نہ چلنا رسوم وشہوات میں پڑا رہنا، بت پرستی وبدکاری سے باز نہ آنا، عمر کے تبدل، موتِ اقران وانقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب وعبرت نہ پکڑنا، عالم جاودانی سے غافل رہنا اس حسی اور فانی جہاں کی چیزوں پر مفتون ہونا ہے۔ ہائے افسوس اس نذیر کو ہم کس طرح جھٹلا رہے ہیں بیماری یا مصیبت خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا اس کے بعد پھر ہم انہیں ظلمات میں مبتلا ہوں گے۔ اقارب واحباب سامنے مرتے ہیں یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ؎

تمہیں ہے چلنی عدم کی منزل کہ جس میں کھٹکا قدم قدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ یہی مر گئے اور دنیا میں انہی کا نام ونشان مٹ گیا بھلا ہم کب مرنے والے ہیں۔

وَقُلْنَا کفار کہیں گی کہ ہم نے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہہ دیا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ کہ خدا نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی نہ کتاب بھیجی نہ احکام نہ حوادث ومصائب یہ تو فلاں سبب سے ہوا اور موت یوں آ گیا تھا، افلاس یوں آئی اقبال اس لیے جاتا رہا تھا، بیماری اس وجہ سے ہو گئی تھی یہ امور اسباب پر مبنی تھے خدا نے کیا کیا؟ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۞ اے تم جو نذیر کہلاتے ہیں بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو تم کہتے ہو خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا احکام بھیجے۔ اس کو کیا پڑی تھی جو وہ ایسا کرتا؟ تم کہتے ہو گناہوں سے مصیبت آئی وبا زنا سے بھیجی قحط بھیجا بیماری بھیجی، اس نے کچھ نہیں بھیجا یہ پرانے خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں۔ اول تو خدا ہی کہاں ہے اور ہے بھی تو اس عالم میں کر کیا سکتا ہے؟ یہاں تک کفار کی گفتگو تھی ❷۔ جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کریں گے۔

فائدہ: اگرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اس لیے اَنْتُمْ جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا

فائدہ: بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۞ دوزخ کے فرشتوں کا ہوگا کفار کی تقریر سن کر کہ اے بدنصیبو! تم بڑی

---

❶ ...... نذیر خدا رسول اور اس کی کتاب یا اس کے نائب علماء وواعظین اور جہاں کہیں یہ نہ آئیں تو وہاں احکام شرعیہ پر مواخذہ نہیں وہاں نذیر عقل وفکر اور آیات قدرت میں غور وفکر ہی نذیر ہے جو خدا تعالیٰ کی واحدانیت کا حکم دیتا ہے وہاں صرف توحید ہی کافی ہے اور عمر کا تبدل حوادث دہر موتِ اقران وامثال بھی خدا کا نذیر ہے جو بندے کو خواب غفلت سے بیدار کر کے عالم جاودانی کی طرف متوجہ کرتا ہے مگر یہ غفلات وشہوات کے ایسے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے کہ سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔

❷ ...... آج کل نئی روشنی والوں اور ان کے مرید فرقہ آریہ لوگوں کی یہی گفتگو ہے جس کی غلطی کا اقرار ہمارے سامنے کب کر سکتے ہیں وہیں دوزخ کے فرشتوں کے سامنے کریں گے۔

گمراہی میں تھے یا اب بڑی مصیبت میں پڑے رہو۔ مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آتا ہے اس پر بھی ضلالت کا لفظ مجازاً محاورۂ عرب میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اول قول قوی ہے۔

اس کے بعد فرشتے کہیں گے کیا تم نے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تم کو از خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلایا جس کے سبب اس بلا میں پڑے؟ تب کفار کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ کہ اگر ہم کسی ناصح کی بات سنتے یا خود عقل کرتے تو آج کاہے کو دوزخیوں میں ہوتے۔

فائدہ: انسان کی فلاح کے دو ہی طریقے ہیں۔ اول: اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سن کر مان لے، یہ تقلید کا مرتبہ ہے اس لیے اس کو مقدم کیا۔ دوم: یہ کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبر کرے، یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جس کو دونوں باتیں نصیب نہ ہوں تو اس کے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟

فائدہ: کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نہ تھیں، گویا بہرے اور بے عقل تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ کہ قیامت میں یا جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر۔ دوزخ میں جا کر اقرار کیا پھر اس کا کیا فائدہ؟ دنیا میں کرتے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی۔

فوائد:......(١) ان آیات میں مسئلہ معاد کی نہایت پر اثر واقعات کی بیان میں تصویر کھینچی بالخصوص معاد کے متعلق ایک گروہ اشقیاء کا حال اور اس کے ٹھکانے کی ہیبت خیز کیفیت بیان فرمائی اور وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۟ کی پوری توضیح کر دی کہ وہ جگہ ایسی ہے کہ آگ کے شعلوں میں سے ہیبت ناک آوازیں سنائی دیں گی اور جہنم غصہ کے مارے پھٹی پڑتی ہوگی اور وہاں دوزخ کے فرشتے جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تم کو اس مصیبت سے بچنے کی راہ بتاتا اس ضمن میں مسئلہ نبوت کی بھی تصریح کر دی کہ دنیا میں اس کام کے لیے آتے ہیں اور جو ان کو نہیں مانتا اس کو یہ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہمیشہ کے لیے بھگتنا پڑتا ہے اور یوں حسرت و افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے اور دانت پیسنے پڑتے ہیں۔ نبی کی تصدیق و اطاعت کے لیے اس سے بڑھ کر مخاطبین کے واسطے اور کوئی بیان پر اثر ہو نہیں سکتا۔ کلام میں ان مقاصد کو ملحوظ رکھنا اور دل کش عبارت میں بیان کرنا اعجاز ہے

(٢) شروع سورت میں بیان کیا گیا تھا کہ اس کے قبضہ میں ملک ہے یعنی وہی بادشاہِ حقیقی ہے پھر جس طرح لوازم سلطنت میں سے قدرت کاملہ اور حیات و ممات پر قبضہ سات آسمانوں کا گھر بنانا اور کس خوبی سے بنانا اور پھر اس کو تاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کاخ کے چوروں کو تاروں سے مار کر ہانکنا بیان فرمایا تھا جس سے سراسر رحمت اور برکت کا اظہار تھا اسی طرح شیاطین اور ان کے بعد بنی آدم کے کفار و منکرین کا جہنم کے قید خانے میں بیان فرما کر جو سراسر جبروت و اقتدار شاہانہ کی دلیل ہے۔ اس کے بعد فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام بیان فرمائے گا بقولہ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ......الخ اس تمامی بیان سے بہت سے مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ کی اصلاح ورد ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کے سوا کسی اور کو پوجتے ہیں یا اس کی خدائی میں حصے دار ٹھہراتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اس کا بیٹا اور خدائی کمیٹی کا تیسرا رکن قرار دیتے ہیں اور جس طرح کہ ہنود اپنے اوتاروں کو خدا اور قادر مطلق سمجھتے ہیں یا بعض لوگ ملائکہ و دیگر ارواح طیبات کو اس درجے پر مانتے ہیں ان کا ملک میں کون سا حصہ ہے؟۔

کس نے آسمان و زمین بنانے میں مدد کی ہے اور کس کا موت و حیات پر قبضہ ہے اور کون قادر مطلق ہے؟ ان کے یہ الٰہیہ دنیا میں بہت

باتوں میں عاجز ❶ تھے اور اسی طرح آخرت میں کسی کا کیا حصہ ہے کون اس کے قید خانے سے زبردستی چھڑا سکتا ہے؟ کون وہاں انعام و اکرام دے سکتا ہے؟ یہ سب دلائل و براہین توحید خالص کے لیے ایسے ہیں کہ جن میں کسی کو بھی مجال، دم زدن نہیں اور اسی طرح جو لوگ کواکب و نیّرات کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی تاثیر سے سعادت و نحوست موت و حیات سمجھتے ہیں جیسا کہ مجوس اور فرقہ سابیہ ان کی بھی کمال تسلی ہے کہ تمہارے معبود ہمارے بنائے ہوئے مسخر ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟ الغرض مسئلہ معاد و نبوت میں بھی الٹ پھیر کر پھر مسئلہ توحید کو ثابت کر دیا اور نیز دنیا کے مغروروں متکبروں کو بھی سمجھا دیا کہ تم اپنی شاہی اور حکومت پر ناز کر کے ہم سے سرکشی نہ کرو، تمہاری بادشاہی ہمارے مقابلے میں کیا چیز ہے تم کو قدرت کیا ہے تم موت و حیات کے کیا مالک ہو تم نے آسمان و ستارے کہاں بنائے ہیں علویات پر تمہاری کیا حکومت ہے؟ لہٰذا ہماری طرف رجوع کرو سر نیاز جھکاؤ ورنہ جہنم کا قید خانہ تیار ہے۔

(۴) مسلمانوں کا فرقہ مرجیہ کہتا ہے وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تخصیص سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں کفار ہی جائیں گے مؤمن نہ جائیں گے خواہ وہ کیسے ہی گناہگار کیوں نہ ہوں ایمان کے بعد کوئی عمل بد جہنم میں نہیں لے جا سکتا۔ یہ عیسائیوں کے عقیدے کے قریب ہے لیکن یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ کفروا کا لفظ بڑا وسیع ہے کفار شرعی کو بھی شامل ہے اور جو ایمان دار ہو کر اس کی ناشکری کرتے ہیں ان کو بھی، گو ان کو ابدی جہنم نہ ہوگا ایمان کی بدولت۔ اور نیز دیگر آیات و احادیث میں تصریح ہے کہ ایمان دار گنہگاروں کو بھی بقدر گناہ عذاب ہے لیکن عذاب دائمی نہیں اور یہ مسئلہ علم کلام میں نہایت صراحت سے مذکور ہے جو چاہے وہاں دیکھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑫ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ ع

ترجمہ:...... وہ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے ⑫ اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو بے شک وہ تو دلوں کی بات بھی (خوب) جانتا ہے ⑬ کیا وہ نہیں جانتا کہ جس نے کچھ پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین اور بڑا خبردار ہے ⑭۔

ترکیب:...... الذين موصول۔ يخشون الجملة صلة. بالغيب متعلق بيخشون ويمكن ان يكون حالا من ضمير يخشون اى غائبين۔ مغفرة مبتدا۔ اجر كبير معطوف عليه۔ لهم خبر مقدم والجملة خبر ان والموصول والصلة اسمها واسروا... الخ جملة مستانفة مسوقة لبيان تساوى الاسرار والجهر بالنسبة الى علم الله تعالى انه الجملة تعليل وتقرير لما قبلها۔ من خلق من فى موضع رفع فاعل يعلم والمفعول محذوف اى الا يعلم الخالق خلقه وقيل الفاعل مضمر ومن مفعوله اى الا يعلم الله المخلوق الذى خلقه۔ وهو اللطيف الخبير حال من فاعل يعلم۔

❶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ گرفتار ہوئے، سولی پر لٹکائے گئے، وہاں بہت روئے پیٹے کہ اے خدا مجھے چھڑا مگر نہ چھوٹ سکے پھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، کھانا کھاتے تھے، سوتے جاگتے تھے الغرض تمام خصائص بشریہ میں جکڑے ہوئے تھے جو عجز و حدوث کے آثار ہیں۔ اسی طرح ہنود کے اوتار اور جمیع مذاہب کے معبودوں کا حال ہے خواہ علویات میں سے ہوں خواہ سفلیات میں، پتھر و مٹی تانبے سونے چاندی کے بت ہوں یا ارواح طیبات و ملائکہ ہوں سب مخلوق ہیں صفت الوہیت میں کسی کو بھی حصہ نہیں۔

تفسیر: ...... مسئلہ معاد کی بابت گروہ سعداء کا حال بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے: ...... فقال: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ کہ وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب یعنی دنیا میں کہ یہاں آخرت کا عذاب وثواب ان کی آنکھوں سے غائب ہے محض مخبر صادق علیہ السلام کے کہنے پر ایمان لاکر آئندہ آنے والی مصیبتوں سے ڈرتے اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں یا یوں کہو کہ لوگوں کے سامنے تو ہر ایک پرہیزگاری جتلایا کرتا ہے مگر ان کے غیب میں یعنی خلوت میں اللہ سے ڈرنے والے ہی دراصل پرہیزگار ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ برمحراب ومنبر می کنند
چوں بخلوت می روندآں کار دیگر میکنند

خدا سے ڈرنا دراصل پوشیدگی ہی میں ڈرنا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ پوشیدگی میں تو خدا سے ڈرے اور ظاہر میں نہ ڈرے، رندو فاسق بنا رہے۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ان کے لیے معافی اور بڑا اجر ہے اگر بشریت سے ان سے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا جس پر بعد میں اظہار ندامت کیا بھی گیا تو ان کے لیے مغفرت اور اجر ہے یعنی بدلہ جو روحانی اور جسمانی جنت اور وہاں کے نعیم کو شامل ہے اور وہ بھی کیسا؟ اجر کبیر یعنی بڑا بے تعداد ہمیشہ کے لیے۔

فائدہ: مقابلہ پہلے گروہ کا یہ چاہتا تھا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْكُرُوْنَ رَبَّهُمْ کہتے جیسا کہ اشقیاء کے بارے میں فرمایا تھا وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ کیونکہ کفر کا مقابلہ شکر ہے نہ کہ ڈرنا۔ اس کہ کیا وجہ کہ يَخْشَوْنَ کہا يَشْكُرُوْنَ نہ کہا؟

جواب: شکر منعم کی نعمت کا اظہار وتعریف یا اس کا بدلہ دینا زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ دل سے اور سورت کا سیاق اظہار شان شاہنشاہی ہے کہ وہ ایسا اور ایسا شاہنشاہِ حقیقی ہے اس کے لیے ڈرنا اور عجز و نیاز سے پیش آنا ہی مناسب ہے اور جو خدا سے ڈرے گا وہ شکر گزاری تو بدرجۂ اولیٰ کرے گا شکر گزاری عبودیت ومحکومیت ثابت نہیں کرتی جیسا کہ ڈرنا اور کانپنا ثابت کرتا ہے، شکر گزاری برابر والا بھی اپنے مساوی درجہ کے محسن کی کرسکتا ہے اور اس جگہ عجز و نیاز زیادہ مرغوب ہے جو خشیت میں رکھا ہوا ہے شکر گزاری بھی عمدہ چیز ہے مگر ہر ایک بات کا ایک محل ہے یہاں ڈرنا ہی مناسب مقام ہے۔

فرمایا تھا کہ غائبانہ اس سے ڈرنا چاہیے اس لیے کہ ظاہر اُڈر اور اطاعت اس شخص کی جو مخفی امور اور دلی اسرار پر واقف ہو کچھ مفید نہیں اور خدا تعالیٰ کو ہر بات کی خبر ہے۔ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ خواہ تم اس بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ اس لیے کہا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کہ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے اور کیوں نہ جانے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضرور ہے اگر علم نہ ہو تو ارادہ واختیار سے پیدا نہ کرسکے اور قطع نظر خالق ہونے کے وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ وہ لطیف ہے مجردات وروحانیات کا علم اسی لیے وسیع ہے کہ جسمانیت کے حجاب حاجز نہیں لیکن وہ ان سے بھی زیادہ لطیف ہے تو اس کے علم کی کیا حد ہے مجردات وروحانیات کو صرف توجہ والتفات معلوم کرانے کے لیے شرط ہے اور وہ توجہ اس قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے برخلاف اس کے کہ وہ الخبیر ہے ہر ہر ذرہ کی طرف التفات وتوجہ رکھتا ہے اس لیے کہ جو مخلوق کے ساتھ اس کے خالق کا رابطہ ہے وہ اور کسی کا نہیں ہوسکتا ہے اس لیے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

اشقیاء کی سزا واتقیاء کی جزا کی بابت کچھ عجب نہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال ہو کہ سزا وجزا ہر ایک کے اعمال اور احوال جاننے اور یاد رکھنے پر موقوف ہے حالانکہ صدہا کام لوگ مخفی کرتے ہیں ان کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی پروہ کیونکر سزا وجزا دے سکتا ہے؟۔

اس خیال کے مطابق میں یہ آیات وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۚ

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝۱۴ نہایت اثر رکھتی ہے ❶ اور مکہ کے کفار اکثر ایسا خیال رکھتے تھے ان کے ناتربیت یافتہ دماغوں میں خداتعالیٰ اور اس کے اوصاف علم وقدرت محدود تھے۔

فائدہ ①: مَنْ خَلَقَ سے بعض علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے یہاں تک کہ بندہ اور اس کے اعمال سب کا خالق وہی ہے اگر بندہ خالق ہوتا تو اس کو علم بھی ہوتا حالانکہ جس کام کو کرتا ہے اس میں اپنے عضلات کی حرکت وسکون کا بھی اس کو علم نہیں چہ جائیکہ اس کی تمام باریکیوں کی خبر ہو، جب نہیں تو بالارادہ خالق بھی نہیں رہا، نیک وبد کام کا بدلہ تو محض اختیار وارادے کو نیک وبد کام میں متوجہ کرنے پر ہے اور ارادہ متوجہ کرنے کے بعد وہ کام خدا پیدا کرتا ہے۔

فائدہ ②: غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں پھر یہ جو غیب پر ایمان لانا اور غیب میں ڈرنا ہے کس کی نسبت ہے؟ خداتعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب ہی نہیں، ہاں بندہ کے لحاظ سے بہت چیزیں غائب ہیں پھر بندوں سے بھی بعض چیزیں بعض کے نزدیک غیب ہیں تو بعض کے نزدیک حاضر، اس لیے ہر ایک کا غیب جداگانہ ہے اور غیب الغیب کا خزانہ اللہ ہی کے پاس ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ۔

لطیفہ: بعض کہتے ہیں کہ غیب انسان کا قلب ہے جس کو دوسرا نہیں دیکھ سکتا تب غیب سے ڈرنے کے معنی یہ ہوئے کہ دل سے یا دل میں خدا سے ڈرے تاکہ دل میں نور پیدا ہو۔

فائدہ ③: علماء نے بدلائل ثابت کیا ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے کہ جسمانیت کے حجاب علم وادراک سے مانع ہیں اس لیے ملائکہ جسمانی کثافت سے بری ہونے کے سبب اور ان کے بعد روحانیات، ان کے بعد جن اور دیگر اجسام سے مرکب چیزیں، ان چیزوں کو خوب جان لیتے ہیں جو ہماری آنکھوں یا حواس سے باہر ہوتی ہیں خواب میں جب روح کا تعلق جسم سے کسی قدر کم ہو کر دوسری طرف توجہ ہوتی ہے تو ہزاروں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں، اسی طرح مکاشفہ ومشاہدہ ہیں جب ریاضات وافکار سے روح منور ہو جاتی اور جسمانی حجاب کمزور ہو جاتے ہیں تو سینکڑوں چیزیں دور دراز کی دکھائی جاتی ہیں اسی طرح بعدِ مردن تو پردہ ہی کھل جاتا ہے، مگر وہ حق سبحانہ لطیف ہے اس کے علم کی تو کچھ انتہاء ہی نہیں اس لیے علوم کے خزانے اس کے پاس ہیں وہ جس قدر جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ
وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۝۱۵ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ
تَمُوْرُ۝۱۶ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ
كَيْفَ نَذِيْرِ۝۱۷ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۝۱۸

ترجمہ:......وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا تو اس پر چلا پھرا کرو اور اس کی روزی کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس پھر کر جانا ہے ۱۵ کیا تم

❶ ...... واسروا قولکم او اجهروا به دلیل ہے بالغیب ڈرنے کے لیے بالغیب کیوں ڈرو اس لیے کہ وہ مخفی اور ظاہر باتیں جانتا ہے پھر اور ترقی کرتا ہے انه علیم بذات الصدور کہ جواب اور موجود فی الخارج چیزوں کے جاننے پر انحصار نہیں، وہ دلی خیالات سے بھی واقف ہے، پھر اس پر دلیل لاتا ہے الا یعلم من خلق کہ وہ خالق ہے اور خالق کو مخلوق کا علم ہے، معلوم ہوا کہ دلی خیالات بھی اس کے مخلوق ہیں، اس کے بعد اور ترقی کرتا ہے، وہ لطیف ہے مجردات کی سینکڑوں باتیں معلوم ہوتی ہیں چہ جائیکہ لطیف ہو، تمام مجردات اس کے آگے کثیف ہیں اور اس پر خبیر بھی ہو۔

کو اس کا جو آسمان میں ہے خوف نہیں رہا کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ پڑی لرزا کرے ⑯ کیا تم کو اس کا جو آسمان میں ہے ڈر نہیں رہا کہ تم پر پتھر برسا دے پھر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے ⑰ اور تم سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں پھر (دیکھا) ہماری ناراضی کا کیسا نتیجہ ہوا ⑱

ترکیب: ...... الارض مفعول۔ اول لجعل ذلولاً مفعول ثان له۔ لكم متعلق لجعل۔ فامشوا الفاء لترتيب الامر بالشيء على الجعل المذكور۔ واليه النشور جملة مستانفة من في محل النصب على انه مفعول۔ امنتم والاستفهام انكاری۔ ان يخسف الجملة بتاويل المصدر بدل اشتمال من الموصول ای من وكذا ان يرسل بدل من من۔ الذلول من الذلو هو الانقياد واللين ومنه يقال دابة ذلول۔ المناكب جمع منكب وهو الجانب ومنه منكب الرجل ومنه الريح النكباء لانها تاتی من جانب۔ دون جانب تمور من المور وهو التردد فی المجیء والذهاب ای التحرك والاضطراب۔ والحاصب ريح فيها حجارة وحصباء كانها تقلع الحصباء لشدتها وقوتها وقيل هو سحاب فيها حجارة۔ النكير العقاب المنكر وانما اسقط الياء من نذيری ومن نكيری لتكون مشابهة لرؤس اللائی المقدمة والمتاخرة والكسرة دليل على حذف الياء والواو الالف من أخر الكلمة فی حالة الوقف۔

تفسیر: ...... اب تک اس بادشاہِ بابرکت کے وہ انعام و افضال بیان ہوئے تھے جو عالم بالا سے متعلق تھے جیسا کہ آسمانوں اور ستاروں کا پیدا کرنا جو اس کی قدرتِ تامہ کے لیے شواہد تھے اور ان کے ضمن میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد کا بھی سلسلہ وار ثبوت تھا اب یہاں سے زمین کے متعلق اپنی بادشاہی اور عالمِ سفلی کے انعام بیان کرتا ہے اور یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم وہ ہیں جو تمہاری مخفی اور ظاہر باتیں جانتے ہیں، اس پر بھی ہم نے زمین میں تمہارے لیے آسائش کے سامان پیدا کر رکھے ہیں اور تمہارے لیے امن کا گھر بنا رکھا ہے پس ہماری مخالفت سے ڈرو اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرو ورنہ ہم چاہیں تو اسی زمین کو تمہاری ہلاکت کا باعث کر دیں، تم کو اس میں غرق کر دیں یا چاہیں تو اس گھر کی چھت یعنی آسمان سے تم پر پتھراؤ کر دیں جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا۔

تخلیق زمین اور اس کے اوصاف: ...... فقال هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا کہ اس نے زمین کو تمہارے لیے نرم بنا دیا۔

(۱) یعنی اس کو ایسا سخت اور خشن کیا کہ اس پر چل پھر سکتے ہیں۔

(۲) یا یہ کہ اس کو نرم بنایا کہ جس کو کھود سکتے ہیں مکانات بنا سکتے ہیں اگر سخت سنگِ خارا ہوتی تو مشکل پڑ جاتی۔

(۳) یا یہ کہ لوہے پتھر تانبے چاندی جیسی ہوتی تو گرمی میں نہایت گرم اور سردی میں نہایت سرد ہو جاتی نہ کھیتی ہو سکتی نہ باغ لگ سکتے رزق و روزی کا سامان مہیا نہ ہوتا۔

(۴) یا یہ کہ اس نے ہمارے لیے مسخر کیا اگر ہلے جلے جاتی تو مسخر نہ ہوتی اس پر چلنا پھرنا محال ہوتا۔

(۵) یا یہ کہ پانی و ہوا کی طرح خفیف ہوتی تو کوئی اس پر بس نہیں سکتا تھا۔

(۶) جب زمین کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تو فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا اس کے راستوں میں چلو۔ مناکب میں چلنے کے کئی معنی ہیں۔

(۱) صاحب کشاف کہتے ہیں یہ نہایت مسخر ہونے کے معنی میں ایک تمثیل اور محاورہ ہے۔

(۲) قتادہ و ضحاک و ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں زمین کے مناکب پہاڑ اور ٹیلے ہیں اس لیے کہ انسان کے مناکب (مونڈھے) اونچے ہوتے ہیں اور پہاڑ اور ٹیلے بھی بلند ہیں اس لیے ان کو مناکب الارض کہتے ہیں۔ یہ معنی ہوئے کہ جب میں نے اس کے پہاڑ اور ٹیلے تمہارے چلنے کے لیے مسخر کر دیے تو اس کے اور اجزا میں تو اور بھی اچھی طرح چل سکتے ہو۔

(۳)مناکب الارض سے مراد زمین کے راستے اور گھاٹیاں اور کنارے اور اطراف ہیں اس لیے کہ انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے اور جوانب ہیں اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔ یہ حسن ومجاہد و مقاتل وکلبی وبروایت عطاء، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ابن قتیبہ کا قول ہے۔

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور اللہ کی پیدا کی ہوئی روزی کھاؤ جو اس نے تمہارے لیے زمین سے نکالی۔ رزق کو اپنی طرف مضاف کر کے یہ بتلا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارا نہیں اور من کے لفظ سے یہ بھی بتلا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا کل رزق تمہارے کھانے کے لیے نہیں جیسا کہ بعض بلانوشوں کا خیال ہے کہ سور، کتا، شراب، گو، گوبر سب چٹ کر جاؤ فَامْشُوْا اور كُلُوْا دونوں امر ہیں مگر یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہیں۔

ان دونوں باتوں کے بعد یہ بھی بتا دیا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ کہ دنیا میں چلنا پھرنا کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے اور جمع ہونا اسی کے پاس ہے پس دنیا اور اس کی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہیے کہ منزل مقصود کو ہی بھول جاؤ، کفر و بدکاری اور شہوت پرستی میں بے ہوش پڑے رہو۔

اس کے بعد دنیا اور اس کے لذائذ کے متوالوں اور کفر و بدکاریوں کے مستوں کو جو خدا کی زمین میں رہ کر باغی ہو گئے ہیں آگاہ کیا جاتا ہے۔

فقال: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ⑯ کہ اے بے خبرو! زمین پر تسلط پا کر تم آسمان والوں سے نڈر ہو گئے اور اس بات سے امن میں ہو گئے کہ تم کو وہ زمین میں دھنسا دے اور یکا یک زمین تمہارے دھنسانے کے لیے ہلنے اور لرزنے لگے جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے، زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں۔

من في السماء سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں رہا کرتا ہے۔ یہ خیال فاسد ہے اس لیے کہ آسمان حادث ہے اور وہ قدیم ہے جب آسمان نہ تھے تو بھی وہ تھا۔ دوم: وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے، ہاں احادیث صحیحہ میں جو خدا تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر بیان کیا گیا ہے تو اس سے مراد جہت علو ہے اور آسمان مظہر تجلیات بارگاہ قدس ہیں اس لیے ناواقفوں کو اس کا پتا بتانا مکانیت ثابت نہیں کرتا اور آیت میں مَّنْ فِي السَّمَآءِ سے بالخصوص خدائے پاک مراد نہیں بلکہ اس کے کارکن ملائکہ مراد ہیں اس لیے کہ ہر بلا اور نعمت عالم بالا سے آتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب کے جاہل اس بات کے قائل تھے کہ خدائے پاک آسمان پر ہے ان کے خیال کے موافق ان کو ڈرایا گیا کہ اس آسمان سے نڈر نہ ہو جاؤ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جس کی آسمان پر حکومت ہے اس سے نڈر نہ ہو جاؤ حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کے محاورہ میں خدائے پاک کو آسمانوں سے جہت فوقانی اور مظہر تجلیات کے لحاظ سے منسوب کرتے آئے ہیں

دوسری تنبیہ: ......اور بیان فرماتا ہے اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا کہ کیا تم آسمان والے سے نڈر ہو گئے ہو کہ تم پر پتھراؤ نہ کر سکے گا؟ یعنی زمین بھی وہ بالا دست دھنسا سکتا ہے اور اوپر سے پتھر بھی برسا سکتا ہے ہر طرح سے ہلاک کر سکتا ہے اب بھی یہ دونوں بلائیں وقتاً فوقتاً قوموں پر نازل ہوئیں ہیں زلزلہ آیا شہر کے شہر زمین میں سما گئے اور اوپر سے سیر سیر کے اولے اور کہیں ویسے پتھر برسے ہیں۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ⑰ اس کے بعد تمہیں اے اہل مکہ جلد معلوم ہو جائے گا کہ نذیر یعنی رسول کیسا تھا سچا تھا یا جھوٹا؟

اس کے بعد اس قسم کے گذشتہ واقعات سے عبرت دلاتا ہے وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا، قوم عاد و ثمود وغیرہ نے، پھر دیکھ لیا کہ کیسا بڑا عذاب نازل ہوا؟

ان آیات میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد تینوں کا بیان اور اسی اسلوب سے ہوا ہے جیسا کہ عالم بالا کے بیان میں ان تینوں مسئلوں کا ثبوت اور پیرایہ میں تھا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

وقف لازم، اختلاف
ابتداء، فقط ان

ترجمہ: ...... اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندا اڑتے نہیں دیکھے (جو اڑنے میں) پر کھولتے اور سمیٹتے ہیں جن کو رحمٰن کے سوا کوئی نہیں تھام رہا بے شک وہ ہر چیز کا نگران ہے ⑲ بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا۔ کچھ نہیں کافر تو (محض) دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ⑳ بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے گا اگر وہ اپنی روزی بند کر لے کچھ نہیں بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں ㉑۔

ترکیب: ...... او الهمزة للاستفهام و الواو للعطف علی مقدر ای اغفلوا و لم ینظروا۔ الی الطیر جمع طائر و یقع علی الواحد و الجمع و قال ابن الانباری الطیر جمع طائر و تانیثها اکثر من تذکیرها و لا یقال للواحد طیر بل طائر و قلما یقال للانثی طائرة، فوقهم ظرف لصٰفّٰت او حال و صٰفّٰت حال من الطیر او من الضمیر فی فوقهم۔ و یقبضن معطوف علی صافات حملا علی المعنی ای و یقبضن او صافات و قابضات ما یمسکهن یجوز ان یکون مستانفا و ان یکون حالا من الضمیر فی یقبضن، امن قرئ الجمهور بتشدید المیم علی ادغام میم ام فی میم من و ام بمعنی بل من الاستفهامیة مبتدأ هذا خبره الذی موصول۔ یرزقکم صلتها و المجموع صفة هذا ینصرکم صفة لجند و من دون الرحمن فی محل النصب علی الحال من فاعل ینصرکم ۔ ان امسک رزقه جواب الشرط محذوف لدلالة ما قبله علیه ای ان امسک رزقه فمن یرزقکم غیره لجوا من اللجاج هو تقحم الامر مع کثرة الصور ان عنه و العتو العناد و الطغیان الشرود و قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فی عتو و نفور ای فی ضلال۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا کہ کیا تم اس کے ارضی و سماوی عذاب سے نڈر ہو گئے؟ اس کے بعد وَلَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے اس امر پر ایک شہادت پیش کی تھی اب اس پر ایک برہان پیش کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف آسمان و زمین کے سوا فضاء یعنی ہوا میں بھی دکھاتا ہے۔

رحمٰن ہی فضا میں پرندوں کو تھامتا ہے: ...... فقال اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ کہ کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں اڑتے نہیں دیکھتے، صٰٓفّٰتٍ پر کھولے ہوئے، وَّیَقْبِضْنَ اور سمیٹے ہوئے۔ اڑنے میں پرندہ پروں کو کھول دیتا ہے اور جب اس کو اڑنے میں زور دینا ہوتا ہے تو پروں کو سمیٹ بھی لیتا ہے یعنی دونوں حالتوں میں اڑتا اور ہوا میں معلق رہتا ہے نیچے نہیں گر پڑتا مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ان کو رحمٰن کے سوا اور کوئے تھامے ہوئے نہیں اسی کا ید قدرت ان کو ادھر میں تھامے رہتا ہے یعنی ان کے اجسام میں (ہر چند چھوٹے اور بڑے

ہوتے ہیں) اسی نے ایک ایسا ہلکا پن رکھا ہے جو باوجود پر سمیٹنے کے بھی ہوا میں اڑے چلے جاتے ہیں اور دوسرے اجسام گوان سے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اس طرح ادھر میں نہیں ٹھہر سکتے دیکھو اس کی ہوا و فضاء پر بھی بادشاہت ہے۔

فائدہ ۱: نحاس کہتے ہیں کہ جب پرندا پنے بازو کھول کر اڑتے ہیں تو ان کو صاف کہتے ہیں اور جب سمیٹ لیتے ہیں تو قابض کہتے ہیں۔

فائدہ ۲: صٰٓفّٰتٍ کے مقابلہ میں قابضات اسم فاعل کا صیغہ نہیں لایا گیا بلکہ یقبضن مضارع کا استعمال ہوا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پرندوں میں اڑتے وقت پر پھیلائے رہنا اکثر یہ بات ہے اور پر سمیٹ لینا اور پر مارتے اڑنا گاہے گاہے ہے جو مضارع کے تجدد و حدوث سے معلوم ہوتا ہے، برخلاف اس کے اسم فاعل دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ ۳: پھر جو ایسی بوجھل چیزوں کو ہوا میں معلق دوڑانے پر قادر ہے کیا وہ اوپر سے پتھراؤ نہیں کر سکتا؟ یا زمین کے رہنے والوں کو زمین میں نہیں دھنسا سکتا؟ لیکن اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ وہ ہر شیٔ کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نگہبانی کر رہا ہے، ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں کا بھی وہی نگہبان ہے اور زمین اور اس کے رہنے والوں کا بھی وہی نگہبان ہے اگر ذرا بھی اپنی نگہبانی چھوڑ دے تو ہر چیز ہلاک ہو جائے بڑے بڑے کرات کس تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے ہیں ان کا بھی وہی نگہبان یا گاڑ ہے آپس میں لڑنے نہیں دیتا۔ دریا میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں دوڑتی پھرتی ہیں ان کا بھی وہی نگہبان ہے انسان کا وجود اور اس کی حیات میں خلل انداز چیزوں کی روک تھام اسی کا کام ہے۔

ایک کور باطن ان سب باتوں کو اسباب سے جانتا ہے، روشن ضمیر مسبب الاسباب سے سمجھتا ہے توحید و شرک کفر و اسلام میں یہی فرق ہے کافر اپنے اسباب پر مغرور رہتا ہے وہ انہیں کو اپنی فتح و نصرت کا لشکر سمجھتا ہے اس لیے ان کے مقابلہ میں فرماتا ہے۔

رحمٰن کے علاوہ کوئی معین و مددگار نہیں: ...... اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ کہ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو تم کو رحمن کے مقابلہ میں مدد دے سکے گا؟ وہ جب چاہتا ہے ان اسباب میں کھنڈک ڈال دیتا ہے، ریل گاڑی کو الٹا دیتا ہے، تار کو روک لیتا ہے دریا میں آگ بوٹوں کو ڈبو دیتا ہے باوجود صفائی کے وبا کا لشکر بھیج کر ستیاناس کرا دیتا ہے، لشکروں کے دلوں میں ضعف و خوف ڈال دیتا ہے عقلیں مار دیتا ہے پھر جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے پھر وہاں کوئی تدبیر نہیں چلتی کوئی سبب کام نہیں آتا اس کے بادلوں کے لشکر اور ہوا کے توپ خانے اور آسمانی پتھروں کے گولے اور زلزلے کا ڈائنامیٹ تھوڑی سی دیر میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے بار بار مشاہدہ کیا ہوگا الغرض سب تدبیریں بگاڑ دیتا ہے پھر وہاں کوئی کام نہیں آ سکتا۔

اسباب ظاہریہ کے سوا عرب کے جاہل بلکہ عموماً اور ملکوں کے جاہل بھی اپنے خیالی معبودوں اور ان کی عجائب تاثیروں کو ہر مصیبت کے وقت اپنا یار و مددگار سمجھتے تھے بلکہ اب تک سمجھتے ہیں اپنی جان اور اولاد اور مال کی حفاظت و ترقی کہیں ستارے پر محول کرتے ہیں اور کہیں غیر مرئی ارواح کے سپرد کرتے ہیں ٹوٹکوں اور منتروں کی تاثیرات سے مرض و بلا کا دفعیہ سمجھتے ہیں اور خدائے قادر کو چھوڑ کر ان چیزوں کی طرف دوڑے جاتے ہیں، اس لیے فرماتا ہے اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ کہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا اسلام انسان کو ان بکھیڑوں سے نجات بخش دیتا ہے۔

کسی کی التجاء کرنی اور اس کو پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں: ...... اول: دفع مضرت کہ تمہاری مصیبت کو روک دے گا سو کفار و مشرکین کا اپنے خیالی معبودوں کی نسبت یہی خیال تھا جس کو اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ میں رد کر دیا۔

دوسرا سبب: نفع کی امید کہ اس سے یہ فائدہ پہنچے گا یہ دے گا، وہ دے گا، سو کفار و مشرکین کو اپنے الٰہیہ باطلہ کی نسبت یہ خیال بھی تھا کہ کسی سے رزق روزی مانگتے تھے، کسی سے اولاد و تندرستی طلب کرتے تھے۔ اس خیال کا ابطال اس جملہ میں کرتا ہے اَمَّنْ هٰذَا

الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ ❶ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ کہ بتاؤ وہ کون ہے جو تم کو رزق روزی یا کچھ بھی دے سکے اگر وہ اپنا رزق یا بخشش روک لے ؟ کوئی نہیں اس لیے کہ سب اس کے سوا ممکن ہیں جو اپنی ذات وصفات میں اس کے محتاج ہیں صرف بارش بند کر لے تو معلوم ہو جائے سب کچھ جانتے ہیں۔

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ بلکہ یہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں لجاج اڑنا، انسان میں دو قوت عمدہ ہیں پہلی عملیہ دوسری علمیہ پس عتو حرص دنیا کے سبب سے ہے جو قوت عملیہ کے بطلان پر دلالت کرتا ہے اور نفور حق سے جہل کے سبب جو بطلان قوت علمیہ پر دلیل ہے یعنی ان بدنصیبوں نے اپنی دونوں قوتوں کو خراب کر دیا اس لیے ہٹ کرتے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۲۲
قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا
تَشْكُرُوْنَ ۲۳ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۴ وَیَقُوْلُوْنَ
مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۲۵ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۲۶ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا
الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۲۷

ترجمہ:...... بھلا وہ جو اپنا منہ اوندھا کر کے چلتا ہے وہ زیادہ راہ راست پر ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر سیدھا چلا جاتا ہے ۲۲ کہہ دو اسی نے تو تم کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بھی بنائے ہیں (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ۲۳ کہہ دو اسی نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کے پاس جمع کر کے لائے جاؤ گے ۲۴ اور وہ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا (بتاؤ) اگر تم سچے ہو ۲۵ کہہ دو اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ۲۶ پھر جب اس کو دیکھیں گے پاس آ لگا ہے تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا یہ وہی تو ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے ۲۷

ترکیب :...... مکبًا حال من ضمیر یمشی۔ علی وجهه توکیدا۔ هدی خبر من۔ و الهمزة اللاستفهام۔ الفاء لترتیب ذلک علی ما ظهر من سوء حالهم و المکب اسم فاعل من اکب اللازم المطاوع لکبه یقال کبه الله فاکب ای سقط و هذا خلاف القیاس لان الهمزة اذا دخلت علی اللازم تصیره متعدیا و هنا قد دخلت علی المتعدی فصیرته لازما هذا قول الواحدی، و قال صاحب الکشاف لیس الامر کذالک و ما جاء شیء من نبأ افعل مطاوعا بل قولک اکب معناه دخل فی الکب و صار ذاکب و قس علیه نظائره اقشع و انقض و اما مطاوع کب و قشع فهو انکب و انقشع، امن یمشی خبر من

---

❶ یرزق روزی دیتا ہے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی مطلق دینے کے معنی میں بھی خواہ رزق دینا یا اولاد و تندرستی دینا، کہتے ہیں رزقنی اللہ اولادا و اموالا، رزقہ اللہ صلاحا، یہاں یرزقکم عام معنی میں مراد لیا جائے تو نہایت مناسب ہے۔

محذوف لدلالة خبر من الاولی وھو اھدی و قیل لا حاجة الی ذالک لان من الثانية معطوفة علی من الاولی عطف المفرد علی المفرد لقولک أزید قائم ام عمرو ، والخبر واحد لان ام لاحد الشيئين۔ قليلا ما نعت لمحذوف وما مزیدة لتاکید التقلیل ای شکرا قلیلا او زمانا قلیلا۔ ان کنتم۔۔ الخ جواب الشرط محذوف اخبرونی۔ فلما الفاء فصیحة معربة عن تقدیر جملتین وترتیب الشرطية عليهما کانه قیل وقد اتاھم الموعود به فرؤہ فلما رءوہ۔۔ الخ زلفة مصدر بمعنی الفاعل ای قریبا او حال من المفعول۔ سیئ۔۔ الخ جواب لما یقال ساء الشیء یسوء فھو سیء اذا قبح واسوء و قیل عطف المجهول علی المجهول، تدعون قرأ الجمهور بالتشديد فهو اما من الدعاء او من الدعوی کما قال الزجاج والمعنی تطلبون وتستعملون وتمنون وتسائلون وقرئ مخففا ومعناه ظاهر۔

تفسیر:۔۔۔۔ پہلے فرمایا تھا کہ عتو اور نفور میں اُڑے ہوئے ہیں، اب ان دونوں وصفوں کی قباحت بیان کرتا ہے۔

موحد ومشرک کی مثال:۔۔۔۔ فقال: اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴿۲۲﴾ کہ کیا وہ شخص جو اونچے نیچے رستے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا ہوا چلتا ہے اس سے سیدھے رستے پر ہے جو صاف اور برابر رستے میں سیدھا چلا جاتا ہے گرتا پڑتا نہیں؟ حالانکہ دونوں کو برابر کوئی نہیں کہے گا چہ جائیکہ اس ٹھوکریں کھانے والے اندھے کو جو برے رستے پر چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر اور مقصود کو پہنچنے والا کہے پس وہ جو آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے رستے پر صاف چلا جاتا ہے وہ مؤمن نیک ہے ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ ٹھوکریں کھانے والا جاہل سرکش نفس اور شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے رستے پر چلتا ہے جو بڑا خار دار اور خطرناک رستہ ہے اس میں بڑے بڑے عمیق گڑھوں میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا پڑتا جاتا ہے یہی منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوگا یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والے کی مثال ہے۔

پھر بعض مفسرین کہتے ہیں اس میں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموم مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ شخص خاص کی طرف دونوں مثالوں میں اشارہ ہے پھر بعض کہتے ہیں اس میں حضرت نبی علیہ السلام اور ابوجہل مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حمزہ بن عبدالمطلب اور ابو جہل مراد ہیں۔

کجی اور راستی کا بیان:۔۔۔۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں کافر و مؤمن کی روش کجی کا بیان ہے بعض کہتے ہیں آخرت کے حال کا ذکر ہے کہ کفار آخرت میں اوندھے گرتے ہوئے چلیں گے۔ کما قال وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اور مؤمن جنت کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے یہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور کفر کی تمثیل ہے کہ آخرت میں بھی وہ یوں متمثل ہو کر سامنے آئے گی۔ یہ بھی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک پراثر بیان ہے اس کے بعد اثبات قدرت کاملہ پر پھر ایسے دلائل شروع کرتا ہے جن سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ مرنے کے بعد بار دیگر زندہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے اس لیے کہ کفار عرب حشر کے منکر تھے اور یہ انکار حصول حسنات سے روکنے والا اور شہوت پرستی پر جرأت دلانے والا تھا۔

دوسرا شاہد:۔۔۔۔ اول شاہد تو پہلے گزر ❶ چکا تھا اب دوسرا شاہد ذکر کرتا ہے۔ فقال: قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ١ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہ وہی تو ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا نیست سے ہست (عدم سے وجود) میں لایا اور اس کے بعد تمہارے لیے شنوائی اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل بنائے پر تم کم شکر کرتے ہو۔

---

❶ بقولہ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ ۔۔۔ ۱۲ منہ۔

تخلیق انسانی:...... پہلی دلیل میں پرندوں کا ہوا میں تھامنا مذکور تھا جو اس کی قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے یہاں انسان کی پیدائش اور اس کی صفات پیدا کرنا بیان فرماتا ہے جو ایک عجیب اور حیرت انگیز مسئلہ ہے جس میں جس قدر غور کرتے جاؤ ہزاروں اسرار قدرت سمجھ میں آتے جائیں گے آخر عقل وادراک خیرہ ہو کر یہی کہہ دیتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

اہل خرد و عقل کے لیے چند اشارات:...... اس برہان میں کئی باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) یہ کہ اس نے تم کو پیدا کیا اور جس نے تم کو عقل و ادراک ہوش و حواس عطاء کیے اس کو چھوڑ کر اور کی طرف جھکنا کس قدر نا انصافی ہے۔

(۲) یہ کہ بن مانگے جس نے تم کو یہ جواہر عطاء کیے جن میں سے ایک کی بھی قیمت کوئی نہیں دے سکتا نہ وہ مول کسی طرح لیے جا سکتے ہیں پھر وہ تمہاری رفع حاجات و دفع بلیات میں تمہارے مانگنے پر کیوں کوتاہی کرنے لگا پھر اور کی طرف کیوں جاتے ہو کیا یہی شکر گزاری ہے؟

(۳) تم نے دنیا میں آنے کا راز نہیں سمجھا حالانکہ ہم نے تم کو کان دیئے تھے کہ بزرگوں سے سن کر سمجھتے اور آنکھیں بھی دی تھیں کہ اس کی مخلوق میں نظر کر کے عبرت حاصل کرتے اور جانتے کہ یہ لوگ اس جہاں میں آتے اور چند دن رہ کر چلے جاتے ہیں کیا بات ہے؟ آنکھوں سے بھی تم نے کام نہ لیا دل بھی دیئے تھے کہ غور کرتے مراقبہ کر کے سمجھتے مگر ان سے بھی کام نہ لیا ان کو تو حب دنیا و حب شہوات سے بھر رکھا ہے ہمارے آنے کے لیے جگہ ہی باقی نہ رکھی پھر ان چیزوں کی یہی شکر گزاری ہے؟ سچ ہے قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

(۴) جس نے تم کو اول بار بغیر نمونے کے بنا دیا تمہارے جسم کے اجزاء کن کن غذاؤں سے کیسے جمع کیے پھر کیا وہ بار دگر تم کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟

تیسرا شاہد:...... اس کے بعد تیسرا شاہد بیان کرتا ہے جس میں یہاں آنے کے راز کو کسی قدر بیان کیا ہے کہ اسی کے پاس جا رہے ہو پھر کچھ کر کے جاؤ۔

فقال: قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ اسی نے تم کو زمین پر پھیلا دیا کوئی ملک نہیں کہ جہاں اولاد آدم نہ ہو تھوڑے دنوں میں حضرت آدم کی نسل دنیا بھر میں پھیل گئی یہ برکت اسی نے عطاء کی ہے پھر جس نے پھیلایا وہی تم کو سمیٹ کر اپنے پاس ایک روز جمع کرلے گا۔

واضح ہو کہ یہ دلائل صحت و ثبوت حشر و نشر کے لیے تھے تا کہ وہ آزمائش صحیح سمجھی جائے جس کا اول سورت میں ذکر تھا لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ پھر اس مقصود کے ثابت کرنے کے لیے اپنے کمال قدرت پر چند دلائل بیان فرمائے اور ان کو هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تک تمام کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جس کو ابتداء پیدا کرنے کی قدرت ہے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے، اس لیے اس کا یہ جملہ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ گویا تمام دلائل کا نتیجہ ہے جس کے ثبوت میں کسی عقل مند کو ذرا بھی کلام نہ ہونا چاہیے اس جملے کو سن کر منکرین حشر کو کوئی حجت باقی نہ رہی مگر صرف تمسخر کے طور پر کہنے لگے وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہ وہ وعدہ یعنی قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو اس کی تعیین کرو۔ یہ ایک مہمل سوال ہے اس لیے کہ خواہ ہو کبھی وہ اس کے لیے عاقل کو تیاری کرنا چاہیے اس لیے اس کا جواب بھی دوسری طرح دیا گیا۔

وقوع قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے:...... قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کہ اے محمد (ﷺ) ان سے کہہ دے کہ اس کے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں جو ہوں تو تمہیں اس سے ڈرانے والا ہوں صاف صاف، اس کے تعین وقت کا علم

کوئی ضروری نہیں ہاں اس کا علم ضروری ہے جو نذیر کے لیے کافی ہے سو وہ مجھے حاصل ہے اور اس کا مجھے کامل یقین ہے، پھر جب وہ وقت آئے گا کہ جس کا کوئی تعین نہیں، جانے کب آجائے تو کیا حاصل ہوگا؟

روزِ محشر کی کیفیت اور کفار کی ذلت ورسوائی:......فقال فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً جبکہ اس وعدہ کو دیکھیں گے کہ قریب آگیا تو سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا منکروں کے منہ بگڑ جائیں گے دہشت وہیبت کے مارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور اس وقت شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لیے کہا جائے گا (فرشتے کہیں گے یا ایک دوسرے سے کہے گا) لو یہ ہے وہ وقت کہ جس کی بابت تمہیں دعویٰ تھا کہ ہرگز نہ ہوگا یا یہ ہے وہ کہ جس کو تم دنیا میں پکارتے اور مانگتے تھے کہ وہ کب ہے اور کیوں نہیں جلد آچکا۔

معاذ اللہ مصیبت کا وقت بھی برا وقت ہوتا ہے خصوصاً جس کا کوئی تدارک نہ کر سکے جب وہ سامنے آتا معلوم ہوتا ہے تو ہوش وحواس باقی نہیں رہتے اور رنج وتکلیف وہیبت ودہشت کے آثار چہرے پر ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ چہرہ بگڑ جاتا ہے جب ایسی مصیبت آنے والی ہو اور اس کے آنے میں کچھ بھی کلام نہ ہو تو اس سے بے خبر رہ کر حجت بازی کرنا کیسی حماقت اور بدنصیبی ہے۔

ان آیات میں مسئلہ حشر کی ہولناک کیفیت بیان کی گئی جو رسالت کا ایک مقصد اعظم ہے اس لیے کہ یہی انسان کے خیالات کو پست کرنے والی چیز ہے۔

فائدہ: حشر حقیقی کا تو ایک وقت معین ہے کہ آسمان وزمین یعنی یہ عالم ناسوتی فنا ہو کر عالم ملکوتی ظہور کرے گا اور وہاں اس عالم کی ہر چیز اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوگی اور تمام بنی آدم خدا تعالیٰ کے پاس حاضر کیے جائیں گے جزا وسزا کے لیے اور یہی راز ہے اس جہان میں آنے کا جس کو پہلے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا میں بیان فرمایا تھا مگر مرنے کے بعد بھی خدا کے پاس ارواح جزا وسزا کے لیے حاضر کی جاتی ہیں اور اس کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور کیا سچا قول ہے من مات فقد قامت قیامۃ کہ جو مر گیا اس کی قیامت برپا ہوگئی یہ قیامت کبریٰ کا دروازہ ہے اور یہ بھی مبہم رکھی گئی ہے تا کہ انتظام عالم میں خلل نہ آئے اور زیرک ہر وقت ہوشیار رہے پھر یہ کبھی فردی فردی ہوتی ہے اور کبھی کوئی آسمانی حادثہ یکا یک آپڑتا ہے کہ جس سے ہزاروں لاکھوں یک بارگی ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں ان باتوں کی طرف بھی وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ میں اشارہ تھا کہ کفار ومشرکین کی قوت نظریہ اور عملیہ دونوں خراب ہو چکی تھیں وہ اس کی بابت بھی وقت کی تعیین پوچھتے تھے کہ وہ حادثہ جس کو ہم محض خدا کی طرف سے اپنے کفر وبت پرستی کی سزا میں سمجھیں کب آئے گا؟ یہ بڑا گستاخانہ سوال ہے اس عالم میں سینکڑوں حوادث پہلے گزر چکے جن کے آثار تمہارے سامنے ہیں اور بہت سے گزر رہے ہیں پھر ان کی بابت سوال کرنا کہ وہ کب ہوں گے بڑی بیہودہ بات ہے جس کا جواب یہی ہے کہ جب اس کو سامنے آتے دیکھیں گے تو منہ بگڑ جائیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کرے یا ہم پر مہربانی کرے پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچا سکے ﴿۲۸﴾ کہہ دو وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے بھروسہ بھی کر رکھا ہے پھر تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کون صریح گمراہی

میں پڑا ہے؟ کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آئے گا؟

ترکیب:...... ارئیتم بمعنی اخبرونی کما قال اکثر المفسرون۔ والجملۃ الشرطیۃ۔ ان اھلکنی اللہ... الخ سدت مسد المفعولین۔ فمن یجیر الکفرین۔۔ الخ جواب الشرط۔ امنابہ۔ وعلیہ توکلنا صفۃ الرحمن وقیل ھو ضمیر الشان امنابہ خبر للرحمن۔ من استفھامیۃ فی محل النصب علی انہ مفعول تعلمون۔ ان اصبح شرط۔ غوراً خبر اصبح۔ والغور مصدر فی معنی الغائر ویقال غار الماء غوراً ای نضب۔ فمن یاتیکم الجملۃ جواب الشرط۔ معین ظاھر تراہ العیون وقیل ھو من مَعَن الماء اذا کثر وقال قتادۃ والضحاک ای جار۔

تفسیر:...... ان امور آخرت کو سن کر کفار آنحضرت ﷺ سے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ کیا ہم پر قحط و باد وغیرہ کا عذاب آئے گا تو تم بچ جاؤ گے؟ یہ بھی ایک نامعقول گفتگو تھی اس لیے آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے۔

آپ علیہ السلام کا رحمٰن پر بھروسہ:...... قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ؟ کہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں ایمان داروں کو اللہ ہلاک کر دے یا اپنی مہربانی سے بچالے، جو کچھ (بھی) ہو مگر تم عَذَابٍ اَلِيْمٍ سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو اپنی فکر کرو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کفار آنحضرت ﷺ وصحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے تھے اور کوستے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے یہ جلد ہلاک و برباد ہوں گے اس کے رد و جواب میں یہ کہا گیا کہ ہمارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے ہلاک کرے چاہے بچالے، مگر تم کو تمہارے معبود عذاب الیم سے کسی طرح بچا نہیں سکتے۔

ہم کو ہلاک کرے یا مہربانی کرے شک کے طور سے نہیں کہا بلکہ آنحضرت ﷺ کو اپنے اوپر اور اپنے گروہ پر مہربانی کا بھروسہ کامل تھا اور آپ ﷺ کو وعدہ دیا گیا تھا لیکن ایسے محل پر مخالف ہٹ دھرم سے اسی طرح گفتگو کی جایا کرتی ہے۔ اسی لیے اس کے بعد فرماتا ہے قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا کہ ان سے کہہ دے وہ رحمٰن یعنی نہایت مہربانی کرنے والا ہے، ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا ہر کام میں بھروسہ ہے۔ بے شک وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں ایمان لانے والوں کو نوازتا ہے۔ تمہارے بت ہمارا کچھ بھی نہ کر سکیں گے تم ایسے بے ہودہ خیالات کی صریح گمراہی میں ہو، ابھی تم کو معلوم ہو جائے گا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ ابھی سے کیا مراد ہے؟ موت کہ جو قریب ہے یا وہ بلائیں جو عنقریب تم پر آنے والی ہیں، چنانچہ قحط آیا مقہور ہوئے یا یہ مراد ہے کہ خدائے پاک نور ہدایت کو پھیلاتا جاتا ہے ابھی تم کو بعد میں معلوم ہو جائے گا کہ ہم صریح گمراہی میں تھے، چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اسلام کے نور سے منور ہوئے اور بعد میں مقر ہو گئے کہ ہم گمراہی میں تھے یا قیامت کے دن کو قیامت بظاہر دور ہے مگر آنے والی ہے اور آنے والی دور بھی نزدیک ہوتی ہے۔

بتوں کی کمزوری اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل:...... اس کے بعد ان کے بتوں کی کمزوری اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ کہ ان سے کہہ دو بھلا بتاؤ تو سہی خدا اگر تمہارے پانی کو (یعنی کنویں یا نہروں کے پانی کو) سکھا دے پھر وہ کون ہے جو کثرت سے پانی تمہارے پاس لے آئے اس بات کو وہ بھی مانتے تھے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں بس میرا بادشاہ بابرکت جس نے برکت کے یہ سامان کیے اس پر قادر ہے کہ وہ پانی کہ جس

پر تمہاری زندگی کا مدار ہے خشک کر دے، پھر وہ قادر نافع وضار ہے یا تمہارے معبود؟ میرے معبود کے ہاتھ تمہاری جان ہے، تمہارے معبودوں کے ہاتھ میرا کچھ بھی نہیں۔ سبحان اللہ، کس موقع پر کلام تمام کیا ہے کہ جس کو اول واوسط سے کمال ارتباط ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس جملے کے بعد مستحب ہے کہ اللہ رب العالمین کہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ پانی لائے گا۔ بعض متکبرین نے یہ آیت سن کر کہا کہ ہم کھود کر پانی لائیں گے، خدا نے اس کی آنکھوں کا پانی کھو دیا۔ اللہ سے ڈرتا رہے، گستاخی نہ کرے۔

اٰيَاتُهَا ۵۲ (۶۸) سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ القلم مکیہ ہے اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧

ترجمہ:......نٓ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں ① آپ اپنے رب کی عنایت سے دیوانے نہیں ② اور آپ کے لیے تو بے شمار اجر ہے ③ اور آپ جو ہیں تو بڑے ہی خوش خُلق ہیں ④ سو اب آپ بھی دیکھ لیں اور وہ بھی دیکھ لیں گے ⑤ کہ تم میں سے کون دیوانہ (گمراہ) ہے ⑥ بے شک آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکا ہے اور وہ ہدیت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ⑦ بس آپ جھٹلانے والوں کی نہ مانیں ⑧

ترکیب:......نٓ قرئ بادغام النون الثانية من هجائهافي الواو و قرئ بالاظهار والفتح و بالكسر و بالضم اما الفتح فباضمار فعل و الفتح على اضمار القسم او لالتقاء الساكنين و الضم على البناء ـ و القلم الواو للقسم ـ و ما موصولة يسطرون صلة و العائد محذوف و الجملة معطوفة على القلم ـ ما انت الجملة جواب القسم ـ و ان لك الجملة معطوفة على الجملة السابقة ـ و ان لك ايضا معطوفة عليها و الجملات الثلاث جواب القسم ـ بايكم المفتون الباء زائدة و يمكن ان يكون المفتون مصدر امثل المعقول و الميسور اى بايكم الجنون ـ

تفسیر:......جمہور کے نزدیک یہ سورت بھی مکے میں نازل ہوئی ہے ـ حسن و عکرمہ و عطاء کا بھی یہی قول ہے ابن عباس کا قول ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرأ نازل ہوئی پھر سورۂ ن پھر مزمل پھر مدثر ـ اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ یہ سورت مکے میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ کچھ مکے میں اور کچھ مدینے میں نازل ہوئی اس سورۃ کو سورۂ قلم بھی کہتے ہیں اور سورہ نون بھی اس لیے کہ نون بھی اس کے اول میں ہے اور قلم بھی ہے ـ

آپ علیہ السلام کی ذات پر کفار کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کا رد:......اس سورۃ میں بھی بلحاظ تقدم نزول کے مسئلہ نبوت پر دلچسپ بحث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں جو مخالفین نبوت اپنے خیالات فاسدہ سے عیب ثابت کرتے تھے کہ آپ دیوانے ہیں اور ناحق دنیا سے لڑتے جھگڑتے ہیں بد خُلق ہیں، ان کی یہ دلائل تو یہ نفی کی ہے اور یہ کچھ نئی بات نہ تھی نہ مستبعد ـ اس

لیے کہ ملک عرب اور اس کا مکہ شہر گمراہی اور ہلاکت کی اندھیریوں میں پڑا ہوا تھا ایسے وقت خدائے پاک کی توحید و عظمت بیان کرنا اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینا اور ان بری باتوں کی ممانعت کرنا جو ان کی طبیعت میں خمیر ہو گئی تھیں اور صدیوں سے وہ اپنے باپ دادا کو انہیں پر چلتے دیکھتے آئے تھے ایک نہایت حسرت خیز بات تھی جس کے قائل کو دیوانہ کہنا کچھ بڑی بات نہ تھی اور جا بجا پر درد الفاظ میں منادی کرنا اور دردمندی سے ان ڈوبتوں کو بچانے کی کوشش کرنا ان کی طبیعت کے برخلاف تھا جس کو بدخلقی اور تعصب کہتے تھے اور آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ آپ کے حق میں مہلک خیال کرتے تھے اور آپ کو اس طریقہ سے پھیر کر اپنی طرف لانا آپ کے حق میں بہتر خیال کرتے تھے ان سب باتوں کا رد ان آیات میں بڑے تسلی بخش الفاظ میں کیا گیا ہے۔

عرب میں دستور تھا کہ جھوٹی بات پر کبھی قسم نہ کھاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جو کوئی جھوٹ پر قسم کھائے گا برباد ہو جائے گا اس لیے خدائے پاک اپنے کلام کو جو آنحضرت ﷺ کی زبان سے ادا کراتا ہے قسم سے شروع کرتا ہے۔

فقال: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۝ کہ قسم ہے نون اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی مَآ اَنْتَ... الخ کہ تو اے محمد! فضل الٰہی سے دیوانہ نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔

نون سے کیا مراد ہے؟:.....اس کی پوری بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر الم میں ہم کر آئے ہیں مگر یہاں اس قدر جاننا کافی ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نون کسی کلمہ کا حرفِ ابتدائی یا اخیر حرف ہے جس سے آنحضرت ﷺ کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔

ابتدائی حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں یہ ناصر یا ننصر یا نحن ننصر کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد! کفار کے غلبہ و شوکت اور اپنے متبعین کے ضعف و قلت کا خیال نہ کر ہم اس دین کی مدد کریں گے اور غلبہ دیں گے۔ چنانچہ غلبہ دیا اور وعدہ سچا کر دکھایا۔ بعض کہتے ہیں نور ❶ کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد! دنیا ظلمات سے بھر گئی ہے اللہ نے اپنا نور ظاہر کیا جو تجھے بھیجا اور جہان کو روشن کرنے کے لیے مکے کے پہاڑوں سے آفتاب ہدایت کو جلوہ گر کیا جس کی کرنیں تھوڑے سے دنوں میں زمین کے کناروں تک پھیل گئیں اور وہ کسی کے روکے سے نہ رکیں وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ۔

اور اخیر حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں الرحمٰن کی طرف اشارہ ہے کہ ہم رحمٰن ہیں اپنی رحمتِ کاملہ سے دنیا میں نبی اور کتابیں بھیجی ہیں۔

بعض کہتے ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس سورت کی آیات میں اخیر حرف نون ہے جیسا کہ بلغاء فصحاء اول ہی کہہ دیتے ہیں کہ لام یعنی لام کی ردیف ہوگی ان سب صورتوں میں نون حروف میں سے ایک حرف تہجی مراد ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ نون سے مراد مچھلی ہے پھر بعض کہتے ہیں وہ مچھلی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مچھلی ہے جس کی پشت پر زمین ہے جس کا نام لہموت یا بلہوت ہے پھر اس کی تفصیل میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب خدا نے زمین و آسمان بنائے تو عرش سے فرشتہ بھیجا جس نے زمین کو اپنے مونڈھوں پر اٹھا لیا مگر فرشتہ کے پاؤں ٹکنے کی جگہ نہ تھی خدا نے ایک بیل بھیجا جس کے چالیس ہزار سینگ تھے اور چالیس ہزار پاؤں تھے بیل کی کوہان پر زمرد کی چوکی رکھی اس پر فرشتہ نے پاؤں رکھے مگر پھر بیل کے پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی اس کے لیے ایک بڑا پتھر پیدا کیا جس پر وہ بیل کھڑا ہوا اور بیل کے سینگ زمین سے باہر نکل آئے ہیں اور اس کے نتھنے سمندر میں ہیں جب دم لیتا ہے تو سمندر کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور کف بھی پیدا ہوتے ہیں اور جب دم کھینچتا ہے تو پانی سمٹ جاتا ہے یعنی مد و جزر اس کے سانس سے پیدا

---

❶ تب اس میں اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہوگا جو حضرت یسعیاہ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی بابت کر گئے تھے جس کا کتاب یسعیاہ کے ساٹھویں باب میں ذکر ہے قولہ: [illegible] تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔

ہوتا ہے اور وہ پتھر جس پر وہ بیل کھڑا ہے ایک مچھلی پر ہے جس کا یہاں ذکر ہے اور مچھلی پانی پر ہے اور پانی ہوا پر ہے جس سے اشارہ ہے کہ جہان کی بنیاد ہوا پر ہے پھر اس مچھلی اور بیل کی بابت عجائب وغرائب روایات مذکور ہیں یہ روایات ابن المنذر وعبد بن حمید وابن مردویہ نے کی ہیں اور مجاہد وسدی ومقاتل ومرہ ہمدانی وعطاء خراسانی کلبی وغیرہ سے بھی منقول ہیں یہ روایات محققین محدثین کے نزدیک بے اصل ہیں اس لیے انہوں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھنا برا سمجھا۔ فن موضوعات ❶ میں ائمہ جرح وتعدیل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے۔

صوفیۂ کرام کا مذہب:...... بعض صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ نون سے مراد نفس کلیہ اور قلم سے عقل کلی مراد ہے۔ اول میں کنایہ ہے کلمہ کے اول حرف کے ساتھ اور دوم باب تشبیہ سے ہے کہ نفس میں صور موجودات تاثیرات عقل سے منقش ہو جاتے ہیں جیسا کہ صور، لوح پر قلم کی تاثیر سے منقش ہوتی ہے وَمَا یَسْطُرُوْنَ سے مراد صور اشیاء اور ان کی ماہیات اور ان کے احوال جو صادر ہونے والے ہیں اور لکھنے والے عقول متوسط ارواح مقدسہ میں، اگرچہ کاتب ازلی حقیقت میں وہی ہے لیکن ان کی طرف مجازاً اس لیے منسوب کیا گیا کہ وہ ذریعہ ہیں ۔(از تفسیر علامہ محی الدین ابن عربی) بعض کہتے ہیں نون سے ذات باری اور قلم سے صفات باری مراد ہیں وَمَا یَسْطُرُوْنَ سے وہ افعال وحالات جو الواح تقدیر پر لکھے جاتے ہیں۔ (عرائس) صاف مطلب یہ ہے کہ ن ایک حرف ہے جو شروع کلام میں کسی خاص رمز کے لیے آیا ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے جیسا کہ اور حروف صورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔

قلم سے کیا مراد ہے؟:...... وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ① سے قسم شروع ہوتی ہے کہ قلم کی قسم اور اس کی جو لکھتے ہیں اب قلم سے خواہ وہ نورانی قلم مراد لو یعنی اندازۂ الٰہیہ کہ جس نے ازل میں ہر شیٔ کو الواح علمیہ پر ثابت کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جفت القلم بما انت لاق ۔(رواہ البخاری) قلم کے خشک ہونے سے کنایہ ہے قلم الٰہی سے مقادیر لکھے جانے اور ان سے فارغ ہو جانے سے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ اول خدا نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے کہا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ، پھر جو ہوا اور ابد تک ہوگا سب کچھ لکھا گیا۔ قلم اور لوح وہی تقدیر علمی اور مرتبہ ثبوت فی علم اللہ ہے جو ازل میں تھا جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

اس نوشتۂ ازلی کا ثبوت انجیل متی کے ۲۶ باب ۵۴ جملے سے بھی ہے۔ قولہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بار ہ من سے زیادہ میرے لیے حاضر کر دے گا (۵۴) پر نوشتوں کی بات کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے تب کیوں کر پوری ہوگی۔

خواہ اس سے وہ قلم اور وہ لکھنا ہو کہ جو ملائکہ انسان کے نیک وبد کام لکھتے ہیں جس سے منکرین نبوت کے لیے سرزنش ہے۔

خواہ دنیاوی لوگوں کے قلم اور ان کی تحریرات مراد ہوں، پھر عام ہے کہ ہر معاملہ وانتظام دنیا کی بابت ہوں اس لیے کہ یہ بھی انعام الٰہی ہے جس پر دنیا کے صدہا انتظام مربوط ہیں، خواہ علماء ربانیین کے قلم اور ان کی تحریر مقدس اور الہامی کتابوں کی بابت ہو جس کو قریش بھی متبرک سمجھتے تھے یا عام علمی قلمیں اور ان کی تحریریں ہوں جس سے اشارہ ہے کہ اسی دنیا میں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں اور ان کے منہ کی الہامی باتیں لوگوں نے تحریر کی ہیں اور پھر ان کو بھی اس عہد کے جاہلوں نے دیوانہ بنایا ہے جس پر وہ عتاب الٰہی میں گرفتار ہوئے

---

❶...... یہ ایک حدیث کا فن ہے جس میں محدثین نے تحقیق وتدقیق سے جھوٹی اور لوگوں کی بنائی ہوئی حدیثوں کو جداگانہ لکھ دیا ہے جیسا کہ ابن حبان وعقیلی ازدی کی تصنیف اور دارقطنی کے افراد اور خطیب کی تاریخ اور کامل ابن عدی رحمہ اللہ کی اور میزان ذہبی رحمہ اللہ کی ان بزرگوں نے ضعاف وموضوعات کو چھانٹ لیا ہے اور بعض علماء نے خاص موضوعات کے لیے تصانیف کی ہیں جیسا کہ موضوعات ابن الجوزی وصنعانی وجوزقانی وقزوینی۔ پھر مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کا مختصر اور سخاوی کا مقاصد اور تمیز الطیب من الخبیث ربیع کی اور سیوطی نے ایک رسالہ بنام ذیل لکھا ابن جوزی کے موضوعات پر اور دوسرا اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور عراقی نے احیاء العلوم پر تخریج لکھی ہے اور طاہر ہندی نے تذکرہ لکھا اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے پھر ان کے بعد شوکانی رحمہ اللہ نے الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعہ ایک جامع کتاب لکھی ہے۔

ہیں اور ان باتوں کو اہل قلم مؤرخین نے لکھا ہے ان سے پوچھ دیکھو بہر حال یہ ایک عمدہ اور اعلیٰ چیز کی قسم ہے کفار کے ابطال کے لیے کہ وہ نبوت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرتے اور آپ کو دیوانہ کہتے تھے، اس بات کا رد کرنے میں نون اور قلم اور تحریر کی قسم سے ایک عمدہ مناسبت ہے۔ اس لیے کہ نبوت علوم کا سرچشمہ ہے جو ایک اعلیٰ ترین نور ہے جس کے فیوضات بعد میں یا اس کے روبرو مبارک ہاتھ لکھا کرتے ہیں اور مقدس صحائف میں درج ہیں اور وہ دنیا کی اصلاح وفلاح کا عمدہ ذریعہ ہوتے ہیں مگر جاہل دماغ جب ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دیوانہ کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح ہر معنی سے قسم اور مقسم بہ میں مناسبت ہے۔

اور پھر ان چیزوں کی قسم سورت تبارک سے کمال مناسبت رکھتی ہے اس لیے کہ اس سورت میں خدا تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار کیا تھا اور اس کے متعلق آسمانوں اور زمین کا بلند و وسیع مکان بنانا اور مطیع اور سرکشوں کے لیے دار الانعام اور جہنم کا قید خانہ وغیرہ امور ذکر فرمائے تھے مگر دفتر شاہانہ کا ذکر نہ آیا تھا اس لیے یہاں نون اور قلم اور تحریر سے وہ بات بھی ثابت کر دی۔ قلم کے فضائل یعنی علم کی خوبیاں اور قلم سے نبوت کی مناسبت کہ قلم جس طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں مجبور ہے اسی طرح انبیاء ﷺ تابع الہام ہیں، آپ سے کچھ نہیں فرماتے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی پر علماء نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد؟:...... تین چیزوں کی قسم کھائی ن، قلم، تحریر کی اور قسم کھا کر تین باتیں بیان فرمائیں۔

(۱) مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ کہ تو اے نبی اپنے رب کی نعمت یعنی عنایت سے دیوانہ نہیں اور جملہ کو اسمیہ اور ما سے مؤکد کیا جو عین مقتضاء بلاغت تھا اس لیے کہ وہ آپ کو مجنون بھی بڑے زور سے کہتے اور وجہ مجنون کہنے کی وہی تعلیم توحید و مکارم اخلاق تھی مگر نیا ایک سبب اور بھی پیدا ہو گیا تھا وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے اظہار نبوت کے بعد کہ جس سے تمام مکے میں کھلبلی پڑ گئی تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام ایمن آپ کی لونڈی اور زید رضی اللہ عنہ آپ کے متبنی ایمان لائے تو آپ نے ان کو وضو اور نماز کے طریقے سکھائے جس سے اور بھی اہل مکہ کو نئی بات دیکھ کر حیرت ہوئی اور آپ کو دیوانہ کہنا شروع کر دیا اور لطف یہ کہ آں حضرت ﷺ کی بے حد دانائی کے نبوت سے پہلے نہ صرف قریش مکہ بلکہ اور اطراف و جوانب کے لوگ بھی قائل تھے اور آپ کی زیرکی ضرب المثل تھی۔

آپ علیہ السلام کے لیے بے انتہا اجر:...... (۲) وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۝ کہ آپ کے لیے بے انتہاء اجر ہے یہ گویا دلیل ہے پہلے جملے کی اس لیے کہ دیوانہ کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی کیونکہ اس کا کوئی کام عقل و ہوش سے نہیں ہوتا برخلاف اس کے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعی جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا؟ بے انتہاء اس لیے کہ دنیا میں توحید و خدا پرستی اور مکارم اخلاق کے (ان کے مٹ جانے کے بعد) آپ ہی مروج و معلم ہیں جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہیں گی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہے گا اور ہر ایک نیک کام کے بانی و مروج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے یہ اس کے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دنیا میں گویا ایسے آدمی زندہ رہ کر نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں اور زندہ شمار کیے جاتے ہیں۔

فائدہ: ممنون مقطوع کو کہتے ہیں مننت الجبل اذا قطعتہ غیر ممنون غیر مقطوع کہ وہ کبھی منقطع نہ ہوگا اور یہی معنی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ:...... (۳) وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۝ اور بے شک تو بڑے خلق پر ہے یہ بھی اس جملے کی ایک دلیل قوی ہے اس لیے کہ مجنون کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے برخلاف اس کے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے وہ بھی

باتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانہ پن ہے۔

خلق کیا ہے؟:...... خلق ایک نفسانی ملکہ ہے جس کے سبب انسان عمدہ کام بآسانی کر سکتا ہے اچھے کام کرنا اور بات ہے اور ان کو آسانی سے کرنا اور بات ہے پس وہ حالت جس کی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کر سکے اس کو خلق کہتے ہیں جس کی جمع اخلاق آتی ہے۔ خلق بالضم و بالضمتین خوئے (صراح) خلق بخل اور لالچ اور غضب اور معاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے معاملات میں نرمی کرنا درگزر سیر چشمی سے پیش آنا انتقام سے درگزر کرنا اقارب واحباب کے ساتھ سلوک کرنا بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا، کینہ اور حسد سے دور رہنا بھی خلق میں داخل ہے حیاء وشرم کرنا سخت کلامی وفحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا اس کا ایک جز ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر کر دی گئیں تھیں ان باتوں کو باتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی بلکہ بے تکلف خود بخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں خلق محمدی دنیا میں مشہور ہے حضرت کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی نہایت استعداد رکھی تھی اور بری باتوں غلط عقائد کے قبول کرنے کی قطعاً استعداد نہ تھی اس لیے یہ ملکہ آپ میں تھا جس کو خلق سے تعبیر کیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلق رسول اللہ ﷺ دریافت کیا تو فرمایا آپ کا خلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اس سے آپ ناخوش تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل و ابن مردویہ و ابن المنذر)

اس قسم کی ایک روایت سعد ابن ہشام سے مسلم و ابن المنذر و حاکم وغیرہم نے نقل کی ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کی طرف مائل اور اس کے ساتھ جس قدر چیزیں متعلق ہیں ان کی طرف راغب تھا اور لذاتِ بدنیہ اور سعادتِ دنیویہ سے بالطبع آپ کو سخت نفرت تھی۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا جب کسی نے بلایا تو آپ نے یہ فرمایا لبیک یعنی حاضر۔ نہ عمر بھر کسی کو مارا نہ کسی کو گالی دی نہ سخت کلامی سے پیش آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس برس تک میں حضرت کی خدمت میں رہا آپ نے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا۔ کتب شمائل اور سیر میں اس سے زیادہ آپ کے مکارم اخلاق مذکور ہیں۔

آج کل پھکڑ بازی اور فحش گوئی اور بے جا دل لگی اور ہنسی کا نام خلق رکھ دیا ہے۔ افسوس۔

فائدہ: علیٰ کا لفظ استعلاء کے لیے عرب میں مستعمل ہوتا ہے۔ علی خلق کہتے ہیں یہ اشارہ ہے کہ آپ ﷺ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب ہیں اور عظیم کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کر دی اس لیے کہ آں حضرت ﷺ کو اگلے انبیاء علیہم السلام کی اقتداء و اتباع کا حکم دیا گیا ہے بقولہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اور یہ ظاہر ہے کہ معرفت الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتداء نہیں تو لامحالہ ان کے اخلاق میں اقتداء کرنا ہے تو جو ہر ایک نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے ان سب کا مجموعہ حضرت ﷺ میں قائم ہوا، اس لیے آپ کا خلق عظیم تھا۔ کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمہ نے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ تین باتیں تین چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمائیں جن میں سے ہر ایک کو دوسری سے مناسبت تامہ ہے اور پھر ہر ایک کو ہر ایک چیز سے کہ جس کی قسم کھائی ہے عجب مناسبت ہے اور مجموعہ کو مجموعہ سے مناسبت ہے یہ کمال بلاغت ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں جدا جدا بھی آں حضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں اور مجموع مرکب ہو کر بھی جس کی تقریر اذہان صافیہ پر چھوڑتا ہوں۔

پیشین گوئی:......اس برہان قاطع کے بعد آنحضرت ﷺ کی صداقت کا آئندہ آنے والی نشانی سے پورا اطمینان دلاتا ہے اور ایک پیشن گوئی کرتا ہے جس کو اہل مکہ نے بہت جلد آنکھوں سے دیکھ لیا۔

فقال فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ۝ کہ اے محمد! ابھی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا دیکھ لیں گے؟۔

بعض علماء کہتے ہیں دنیا کی سزا جو بدر کے دن اور ایک قحط عظیم سے قریش کو ملی جس کے لیے آنحضرت ﷺ نے دعا کی تھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔

فتنے میں کون مبتلا ہے:......مگر میں کہتا ہوں بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ يُبْصِرُوْنَ کا مفعول ہے بذریعہ ب یہ معنی ہوئے کہ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کون فتنے میں پڑا ہے، دیوانہ یا مقہور ہے چنانچہ چند برسوں کے بعد جب آفتاب ہدایت اور بلند ہوا تو تمام عرب نے جان لیا کہ ہم گمراہی پر تھے ناحق پیغمبر خدا ﷺ کا مقابلہ کیا کرتے تھے لونڈیاں، غلام بوڑھے اور بچے شریف و وضیع سب کی آنکھوں میں ان کی وہ پہلی حالت جو بت پرستی اور ہر قسم کی بدکاری تھی مبتدل ہو گئی۔ یہ کوئی تھوڑی بات نہیں کوئی شخص جو دراصل خدا تعالیٰ کا فرستادہ نہ ہو اور اس کو اپنے نور باطن و تاثیر بے حد کا پورا بھروسہ نہ ہو ایسی جاہل، بت پرست مغرور بدکار قوم کی نسبت یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی ایسی جلد کا یا پلٹ دینے کا بیڑا اٹھایا اور نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس اعجاز سے بڑھ کر دنیا میں کسی نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں گمراہ اور ہدایت یافتہ:......اس لیے اس کے بعد فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝ کہ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستے سے بچلا ہوا اور کون رستے پر ہے؟ جو گمراہ ہے اور گمراہی کو ہدایت جانتا ہے اس سے بڑھ کر کون دیوانہ ہے اور ہدایت پانے والے سے جو سیدھی راہ چلا جا رہا ہے کون عقل مند ہے؟ اس میں اشارہ ہے کہ وہی گمراہ ہیں اور وہی دیوانے ہیں ان کے دیوانے پن کی دلیل ان کی گمراہی ہے اور آپ اور آپ کے متبعین کے عاقل ہونے کی دلیل ہدایت پر ہونا ہے یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپ کو عاقل اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں اس لیے کہ تو ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں۔ اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو اس لیے کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہے اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے۔

اہل تکذیب کا کہنا نہ مانا جائے:......پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھٹلاتے ہیں فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ان جھٹلانے والوں کا کہنا مان کیونکہ وہ تجھے اسی حالت خراب کی طرف بلا رہے ہیں جس میں وہ خود مبتلا ہیں۔ دنیا میں جو مذہب و ملت کا جھگڑا اور لڑائی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہدایت پانے والا دوسرے گمراہ بھائی کو دیکھ رہا ہے کہ وہ ڈوبا جاتا ہے اس لیے اس کے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اس کو ڈوبتا جان کر اس کے برخلاف کوشش کرتا ہے اور پھر ہر ایک فریق کو دوسرے سے رفتہ رفتہ رنج و عداوت بھی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ جنگ و جدال ہوتا ہے۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ۝۱۲ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ۝۱۳ اَنْ

كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ⑮

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ⑯

ترجمہ:...... وہ چاہتے ہیں کہ آپ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ⑨ اور (اے رسول) آپ کسی ایسے کے کہنے میں نہ آ جانا جو بری قسمیں کھاتا ہے ⑩ ذلیل طعنہ باز چغل خور بھی ہے ⑪ بھلی باتوں سے روکنے والا ظالم بدکار ⑫ سرکش اس پر بداصل بھی ہے ⑬ اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا بھی ہے ⑭ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں ⑮ (آپ دیکھیں) عنقریب ہم اس کے ناکڑے پر داغ لگاتے ہیں ⑯۔

ترکیب:...... فیدھنون عطف علی تدھن داخل فی حیز لو و ھو مبتدا محذوف ای فھم یدھنون و جواب لو محذوف و کذا مفعول۔ ودوا ای ودوا ادھانک لو تدھن فیدھنون و یمکن ان یکون فیدھنون مع المبتدا المحذوف جواب لو و الشرط و الجزاء الجملۃ مفعول ودوا و فی بعض المصاحف فیدھنوا بحذف النون علی انہ جواب التمنی المفھوم من ودوا۔ ان کان... الخ بالفتح مصدریۃ متعلق بقولہ ولا تطع ای لا تطع من ھذہ مثالبۃ لان کان متمولا مستظھرا بالبنین۔ ھذا قول الفراء و الزجاج و قریٔ ان بالکسر علی الشرط و جواب الشرط محذوف دل علیہ اذا تتلی ای ان کان ذو مال یکفر او لا تطع ایھا المخاطب کل حلاف شارطا یسارہ۔ اذا شرط۔ قال جوابہ۔

تفسیر:...... اول بار آنحضرت ﷺ کو کفر کی اطاعت سے منع کیا تھا فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ اب اسی بات کو اور مؤکد کرتا ہے۔ فقال وَدُّوْا کہ وہ کفار چاہتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ کہ اگر آپ مداہنت ❶ کر جائیں حق سے چشم پوشی کر لیں صاف صاف بتوں اور بت پرستی کی برائی نہ کریں فَيُدْهِنُوْنَ وہ بھی آپ سے تشدد نہ کریں گول گول باتیں کہنے میں کچھ ممانعت نہ کریں۔

شانِ نزول:...... مفسرین نے ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ابوجہل و اسود بن عبد یغوث و اخنس بن شریق وغیرہ مکہ کے رؤساء آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس پند و نصیحت سے آپ کی یہ غرض ہے کہ دنیا کا عیش و عشرت میسر آئے تو آپ فرمائیے اگر عورتوں سے رغبت ہے تو عمدہ سے عمدہ لڑکیاں آپ کے لیے حاضر کریں اور آپ کا جس سے فرمائیں نکاح کرا دیں، اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال و مویشی حاضر کریں اگر سرداری مقصود ہے تو آپ ہماری قوم میں عالی نسب عقلمند ہیں ہم آپ کو سردار بنا لیں آپ نے فرمایا مجھے ان باتوں سے کوئی مطلوب نہیں صرف تمہاری بھلائی مقصود ہے کہ تم ہلاکت میں نہ پڑو اس پر انہوں نے کہا کہ اچھا آج تو آپ عبادت کیا کریں مگر بتوں کی مذمت اور ان کی پرستش سے منع نہ کریں ہم بھی آپ پر طعن و تشنیع نہ کریں گے آنحضرت ﷺ نے سکوت فرمایا تب یہ آیت نازل ہوئی وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ... الخ

ولید بن مغیرہ کی رسوائی:...... مگر ان سب کفار میں ولید ابن المغیرہ بڑا بدذات تھا اس کی بدذاتی یہ تھی کہ جھوٹا بات بات پر قسمیں کھانے والا، چغل خور، نیک کاموں سے روکنے والا، بدمزاج، سرکش، حرامی تھا مال و اولاد کا بڑا گھمنڈ تھا وہ اپنی امارت و ریاست کے نشہ

---

❶...... مداہنت فی الدین یہ ہے کہ بدمذاہب فساق فجار کو منع نہ کرے جیسا کوئی ہو اسی کے مطابق اس سے پیش آئے اس کی ممانعت احادیث صحیحہ میں آئی ہے بلکہ ایسے امور سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنا دین ہے جس کو آج کل تعصب کہتے ہیں اور برا سمجھتے ہیں مگر یہ نادانی ہے لیکن مداہنت اور چیز ہے اور خوش خلقی اور چیز ہے بعض صاحبوں نے ترش روئی اور سخت مزاجی کا نام دین رکھا ہے یہ بھی غلطی ہے۔

میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو حقیر سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کی کوشش کرتا تھا کہ یہ کہا مانیں عدول حکمی نہ کریں اس توحید وخدا پرستی سے باز آئیں اس لیے بالخصوص اس کی اطاعت سے آنحضرت ﷺ کو منع کیا گیا آپ خود بھی اس کی اطاعت کرنے والے نہ تھے مگر تاکیداً حکم دیا اور اس کا نام نہیں لیا اس کے اوصاف رذیلہ بیان کردیئے تاکہ لوگوں کو ایسے اوصاف سے نفرت ہو اور ترک کریں اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ ایسے اوصاف کا شخص اس قابل نہیں کہ اس کی کوئی اطاعت کرے۔

فقال وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ کہ آپ ہر ایک بہت قسمیں کھانے والے کی نہ مانیں بات بات پر قسمیں کھانا رزالت وکاذب ہونے کی دلیل ہے مَّهِيْنٍ ذلیل، حقیر دنیوی باتوں پر جھوٹ بولنا قسمیں کھانا ذلیل کردیتا ہے جس سے اس کی پست ہمتی اور ہلکا پن ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ وہ موذی بھی ہو۔

مکذبین ومنکرین کے اوصاف:..... هَمَّازٍ طعن کرنے والا لوگوں کو برا کہنے والا، لوگوں کے حسب ونسب، اخلاق، صورت سیرت میں طعنہ کرکے لوگوں کو ایذا دینے والا۔

مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ چغل خور ایک کو دوسرے سے لڑا دینے والا۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ نیکی سے منع کرنے والا اگر اس کی اولاد یا نوکروں میں سے کوئی آنحضرت ﷺ کے پاس آتا تو یہ دھمکاتا کہ کھانا بند کردوں گا۔

مُعْتَدٍ ظالم لوگوں کے حقوق تلف کردینے والا، مزدور سے کام لیا مار پیٹ کر نکال دیا۔

اَثِيْمٍ بدکار، شراب پینے والا، زنا لواطت کرنے والا۔

عُتُلٍّ سرکش اڑیل بدمزاج کسی کی بات خود پسندی سے نہ ماننے والا۔

بَعْدَ ذٰلِكَ ان سب عیبوں کے بعد زَنِيْمٍ ولد الزنا حرام کا نطفہ بیشتر اخلاق رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے ولید کو اٹھارہ برس بعد اس کے والد نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے حرامی اولاد میں خیر وبرکت شجاعت وحمیت کم ہوتی ہے جن والیان ملک نے بے شمار عورتیں گھر میں ڈال کر حرامی اولاد جنوائی نہ ان میں شجاعت وعفت دیکھائی دیتی ہے نہ ریاست وسیاست کی غیرت باقی ہے مرد چھچھورے، بدکار، کمینہ پرست، عورتیں فاحشہ، خاندان برباد ہوا۔

نطفے میں ضرور ایک نیک وبد اثر ہوتا ہے علاوہ صحت ومرض جسمانی کے حلالی وحرامی ہونے کا بھی ایک اثر ضرور نمایاں ہوتا ہے یہ مشاہدہ میں آچکا ہے زنیم کے معنی شعبی نے شریر کے بھی بیان کیے ہیں عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے زنیم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی گردن میں رسولی تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا اور لغت میں زنمہ کے معنی زیادہ کے ہیں اور بکری کے کان چیر ڈالتے ہیں اور وہ سوکھ کر لٹک جاتے ہیں تو ان کو زنمۃ الشاۃ کہتے ہیں معاذ اللہ جس میں ان باتوں میں سے ایک بھی ہو وہ بھی قابل نفرت ہے اس کی اطاعت کیسی چہ جائیکہ اس میں قدر عیب ہوں۔

مال واولاد غرور وفخر کا باعث نہیں:..... اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ اس لیے کہ وہ مال اور لڑکوں والا ہے مغرور ونافرمان ہوا ہے اور اس نالائقی پر یہ نعمت پاکر شکر گزاری نہیں کرتا بلکہ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں کہ سن کر اپنے اخلاق درست کرے ہماری طرف رجوع ہو وہ سن کر یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں کلام الٰہی نہیں اس لیے اس ناشکر کے لیے دنیا ہی میں ایسی سزا دی جائے گی کہ جو اس کے کبر وغرور کو مٹا دے وہ کیا ہے؟

ناک پر داغنا:..... سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ کہ ہم ابھی اس کی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہونے کے سبب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے

داغ اور نشان لگا دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر چرکا لگا، مکے میں آ کر اس پر پھایا لگایا اچھا ہی نہ ہوا، ایک داغ ہو گیا اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا۔

فوائد

فائدہ ۱:......اس بدبخت نے نبی علیہ السلام کو دیوانہ کہا تھا، جس سے مقصود نبوت کا ابطال تھا اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بڑے واضح دلائل سے ثابت کی اور دلائل میں آپ کے اخلاق حمیدہ اور اجر آخرت ثابت کر کے نہ صرف جنون کی نفی کی بلکہ نبوت کی تصدیق کی اور آپ کے خلق عظیم کے مقابلے میں اس بدبخت کے دس عیب بیان فرمائے جس سے بالمقابل اخلاق حمیدہ کی شرح بھی ہو گئی اور آسمانی حکم کا مقابلہ کرنے والے کی دنیا و آخرت کی بربادی و خرابی اور توہین بھی کی گئی تا کہ اور لوگوں کو عبرت ہو۔

فائدہ ۲:......جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عیب لگانے والے کے دس عیب واقعی بیان کیے گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلوک و حسن خدمت سے پیش آنے والے کی بھی یہ حالت ہے کہ ایک بھلائی کرنے والے کو دس بھلائیاں دنیا و آخرت میں ملتی ہیں اور کم از کم دس پشتوں تک اس کا صلہ ملتا ہے جس کی نظیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاریاں ہیں کہ ان کو بہت جلد سرسبز ملکوں کا مالک کر دیا اور ابد تک وہ اور ان کی نسلیں برگزیدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس برکت بھیجے گا اَللّٰھُمَّ صل علی محمد و الہٖ و بارك وسلم۔

فائدہ ۳:......اس متکبر کو اور بھی سزا دے سکتا تھا ناک پر داغ لگانے کی سزا کیوں تجویز فرمائی؟ ناک ہی غرور و خود بینی کا نشان ہے اور عرف میں ناک عزت و آبرو کو بھی کہتے ہیں اس لیے اس غرور و خود بینی کے نشان پر داغ لگایا جانا خداوند جہاں کے ساتھ سرتابی و سرکشی کی مناسب سزا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس میں کنایہ ہے اس کی عزت، دنیویہ کے بگاڑ دینے سے۔

فائدہ ۴:......کیا ولید کی ناک بڑی اور سونڈ جیسی تھی؟ تھی مگر متکبر اور مغرور اپنی ناک بڑھایا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں ناک بڑھانا بلندی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ پستی پیدا کرتا ہے اس۔ لیے اس کو سونڈ سے تعبیر کیا اور ممکن ہے اس بدبخت کی ناک ظاہری لمبی اور جھکی ہوئی ہو جو ادبار و ہلاکت کا نشان ہے اور ایسے کریہ المنظر مغرور کی ناک کو خرطوم کہنا جو ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں اس کی پوری اہانت بھی ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس نے اصحاب الفیل کا واقعہ دیکھا تھا ان کی لمبی ناک کا جو مآل کار ہوا اسے خیال کر کے باز آئے۔

فائدہ ۵:......حضرات انبیاء علیہم السلام کو باوجود حلم اور خلق کے کبھی ضرورت مجبور کرتی ہے کہ وہ مخالف سرکش کو سخت الفاظ سے یاد کریں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو سانپوں کا بچہ کہہ دیا تھا اور قرآن مجید نے تو کسی کا نام نہیں لیا ایک اوصاف رذیلہ کی تصویر کھینچی ہے۔ اب اتفاق سے وہ اوصاف رذیلہ ولید میں ہوں یا کسی اور میں۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا

يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ

كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ
نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
ع رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:......ہم نے ان کی باغ والوں کی طرح آزمائش کی ہے جب کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم صبح کو اس کا میوہ توڑ ہی لیں گے ﴿۱۷﴾ اور ان شاء اللہ نہ کہتے تھے ﴿۱۸﴾ پھر تو اس پر رات ہی میں آپ کے رب کی طرف سے ایک جھونکا چل گیا حالانکہ وہ سوئے ہی پڑے تھے ﴿۱۹﴾ پھر صبح کو وہ باغ ایسا ہوگیا جیسا کہ کٹا ہوا ہوتا ہے ﴿۲۰﴾ پھر وہ صبح کو پکارنے لگے ﴿۲۱﴾ کہ اگر تم کو پھل توڑنے ہیں تو سویرے اپنے باغ میں جا پہنچو ﴿۲۲﴾ پھر وہ باہم چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے ﴿۲۳﴾ کہ تمہارے باغ میں کوئی محتاج نہ آنے پائے ﴿۲۴﴾ اور وہ سویرے ہی اپنے ارادہ پر مضبوط ہو کر چلے ﴿۲۵﴾ پھر جب (جلا ہوا) اس کو دیکھا تو کہنے لگے بے شک ہم راہ بھول گئے ہیں ﴿۲۶﴾ بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی ﴿۲۷﴾ پھر ان میں کے اچھے شخص نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم کس لیے اس کی تسبیح نہیں کرتے ﴿۲۸﴾ تب وہ بھی کہنے لگے ہمارے رب کی پاک ذات ہے (دراصل) ہم ہی خطاء وار تھے ﴿۲۹﴾ پھر تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے ﴿۳۰﴾ کہنے لگے ہائے رے بے شک ہم بھی سرکش تھے ﴿۳۱﴾ شاید ہمارا رب ہم کو اس سے بہتر (باغ) دے کیوں کہ ہم اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے ﴿۳۲﴾ یوں (آتی) ہے مصیبت اور آخرت کی مصیبت تو بڑھ کر ہے کاش وہ جانیں بھی تو ﴿۳۳﴾۔

ترکیب:......اذ تعلیلیۃ او ظرفیۃ بنوع تسمح لان الانقسام کان قبل ابتلائھم۔ لیصرمنھا جواب القسم۔ مصبحین حال من الفاعل فی یصرمنھا۔ و لا یستثنون جملۃ مستانفۃ لبیان ما وقع منھم و قیل حال۔ فتنادوا معطوف علی اقسموا و ما بینھما اعتراض لبیان ما نزل بتلک الجنۃ۔ ان اغدوا ان مفسرۃ لان فی التنادی معنی القول او مصدریۃ ای اخرجوا غدا۔ ق۔ ان کنتم... الخ جواب الشرط محذوف۔ فاغدوا و ھم یتخافتون الجملۃ حال من الفاعل۔ فانطلقوا ان لا یدخلنھا ان مفسرۃ للتخاطف المذکور لما فیہ من معنی القول۔ علی حرد یتعلق بقادرین و قادرین حال و قیل خبر غدوا لانھا حملت علی اصبحوا۔

کفار کی سامان آسائش سے آزمائش

تفسیر:......اہل مکہ خصوصاً ولید وغیرہ ثروت و حشمت پر نازاں ہو کر کہتے تھے کہ ہم پر خدا کی نظر عنایت ہے جو دنیا میں ایسا دیا وہ آخرت میں اس سے بھی زیادہ دے گا، ایسے خیالات اکثر بے دین متمولوں کے دل میں گزرا کرتے تھے اور دین دار مساکین کی دل شکنی اور شبہ کا باعث ہوا کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اس تمول و شوکت کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

فراخ دستی و آسائش سے آزمائش:...... فقال: اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ کہ ہم نے جوان کو یہ فراخ دستی اور آرام دے رکھے ہیں یہ ان کی آزمائش ہے۔ بدکار، منافق، کافر، بت پرستوں کو دنیا میں نعمتیں دی جایا کرتی ہیں آزمائش کے لیے، ان پر پھولنا نہ چاہیے یہ اور بھی ان کی غفلت وگمراہی وسرکشی کا سبب ہوجاتا ہے آخرت میں سوال ہوگا کہ کیا شکر گزاری کی تھی؟ اور نیز یہ نعمتیں فانیہ ہیں یہ اور بھی ان کے دلوں کو فنا کے بعد صدمہ کا باعث ہوتی ہیں۔

قصہ اصحاب الجنۃ:...... كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، باغ والے کون تھے اور کب تھے اور ان کی کیا آزمائش تھی؟ اور مکے کے کفار کے روبرو ان کا ذکر کیوں کیا گیا کیا وہ اس بات سے واقف تھے؟

باغ والے کون تھے؟:......(۱) اول بات کے متعلق مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ ملک یمن میں شہر صنعاء سے دوکوس کے قریب ایک شخص کا باغ تھا جس کا مالک بڑا باخدا شخص تھا آمدنی سے فقراء ومساکین کے حصے مقرر کر رکھے تھے باغ کے میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور اس کے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی حصے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ذکر ہے پھر جب وہ مرد باخدا مر گیا تو اس کے بیٹے اس کے وارث ہوئے ان کی نیت میں فرق آ گیا کہنے لگے ہم عیال دار ہیں اگر باپ کی طرح لوٹائیں گے تو کیا ٹھیک لگے گا یہ شیطانی وسواس ان کے دلوں میں گھس گیا، آگے اور تجویز ٹھہری کہ بڑے تڑکے اٹھ کر پھل توڑ کر گھر لے آؤ فقراء کے آنے سے پہلے۔ مگر ان میں ایک بھائی خداترس بھی تھا اس نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو فقراء ومساکین کو للہ دینے سے برکت ہوتی ہے اور ان کی دعاؤں کے لشکر نگہبانی کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے مہربان ہوتا ہے، اپنے خدائے پاک کو نہ بھولو، اپنی تدابیر پر ناز نہ کرو وہی تدابیر کو درست کرتا ہے وہی بگاڑ دیتا ہے، آخر اس کی بات نہ مانی اور بڑے سویرے اٹھ کر چلے ادھر خدا کی طرف سے رات ہی ان کی نیت بدلنے سے اس تیار باغ پر مصیبت آ گئی کوئی لوکا ایسا جھونکا چلا کہ جس نے جلا کر برباد کر دیا جب باغ کے قریب پہنچے تو جھلسا ہوا دیکھتے ہیں پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ میں آ نکلے ہیں، ہمارا باغ تو شاداب وتر وتازہ ہے یعنی اس کی ایسی حیثیت بگڑ گئی تھی کہ یکا یک پہچان بھی نہ سکے، مگر جب خوب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اس پر آسمانی مصیبت آ پڑی ہے پھر تو باہم کھڑ ہنے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگا تو نے یہ صلاح دی تھی، وہ کہنے لگا تو نے ہی تو کہا تھا اس مرد باخدا نے کہا کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو اور اس کی تسبیح وتقدیس کو نہ بھولو۔ پھر کہنے لگے بے شک ہم خطاوار تھے اور ہمارے رب کی پاک ذات ہے ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے کیے پر نادم ہوتے ہیں امید ہے کہ ہمارا خدا اس سے بہتر دے چنانچہ بعد خدا نے اس باغ میں بڑی برکت دی۔ ابو خالد یمانی کہتے ہیں کہ میں نے وہ باغ دیکھا ہے جس میں ایک ایک خوشہ انگور کا ایسا تھا کہ جیسے سیاہ آدمی کھڑا ہوتا ہے ❶۔

آزمائش کیا تھی؟:......(۲) اور آزمائش ان کی یہ تھی کہ انھوں نے اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا، نیت میں فطور آیا اس لیے اس پر بلا آ گئی اور جب توبہ کی نادم ہوئے تو خدا نے اس سے بہتر دیا اور كَذٰلِكَ الْعَذَابُ کا فقرہ کہہ رہا ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکر یہ ادا نہ کرے گا اور اس کو اس کے موقع پر صرف نہ کرے گا اس پر بلائے آسمانی کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ پڑے گی عمر اور جوانی اور تندرستی بھی ایک نعمت ہے اس کو بے کار اور ناشائستہ افعال میں صرف کرنے والے آخر ایک روز مصیبت کا منہ دیکھتے ہیں، بیماری اور بے وقت پیری اور پست ہمتی وغیرہ کس قدر مصائب ان پر آ پڑتے ہیں کہیں آتشک میں سڑے پڑے ہیں کہیں کثرت مے نوشی سے بدن میں رعشہ پڑ گیا،

---

❶......انگور کا خوشہ لمبا ہوتا ہے پھر بعض سیاہ انگور کا خوشہ گز سوا گز کا بھی لمبا ہوتا ہے لٹکا ہوا دور سے سیاہ آدمی کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲

دانت گر گئے، تیس برس کے اندر ہی اندر نکمے ہو گئے، گردن ہلنے لگی، بل پک گئے چہرے کی تازگی جاتی رہی، ضعف معدہ، درد گردہ، سلسل البول، دمہ ضعف بصارت کیا کیا آفات ہم اس وقت کے عیاش لوگوں میں دیکھتے ہیں ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے۔ مال اور ملک بھی ایک نعمت الٰہی ہے اس میں عدل وانصاف ملحوظ نہ رکھنا غرباء وفقراء کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا بلکہ عیاشی اور فضول خرچی میں اڑانا حق داروں کو محروم کر کے رنڈیوں بھانڈوں مسخروں کو دینا بے برکتی کا باعث ہوتا ہے، تھوڑے دنوں میں خزانہ خالی ملک میں ابتری[1] میں بے دلی اور ہر طرح کی بے امنی پیدا ہو جاتی ہے موقع پا کر دشمن کھڑے ہو جاتے ہیں آخر جب ایک روز دولت وملک چھوڑنا پڑتا ہے اور چہرے پر برائیوں کا سیاہ داغ ابد تک باقی رہ جاتا ہے۔ دیکھو پچھلے عیاش بادشاہوں کو۔

کفار مکہ قصۂ مذکورہ سے واقف تھے؟:...... (۳) مکے کے کفار اس قصے کو بخوبی جانتے تھے اس لیے کہ گرمی وسردی میں شام ویمن جایا کرتے تھے اس کے علاوہ اس مضمون کو ان کے دل تسلیم کرتے تھے کہ خدا کی راہ میں دینا نیک پھل لاتا ہے اور سرکشی وبخل برے نتائج دکھاتا ہے کیونکہ وہ دہریے نہ تھے جو خدا کو اور اس کی قدرتوں کو نہ مانتے ہوں وہ خدا تعالیٰ اور اس کی قدرتوں کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں اور لوگوں کو بھی ان امور میں شریک سمجھتے تھے کہ اس نے ان کو یہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ ولید اور مکے کے اور سردار اپنی دولت پر گھمنڈ کر کے پیغمبر علیہ السلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقراء سے بے رحمی کرتے تھے اس کے بدلے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ کتوں کو بھون بھون کر کھانے کی نوبت آئی اور پھر جب اسلام لائے اور توبہ کی تو خدا نے ان کو ملکوں کا مالک کر دیا یہ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ کی شرح ہوئی اب ہم الفاظ قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہیں۔

لَيَصْرِمُنَّهَا یہ صرم یصرم کا مضارع ہے جمع مذکر غائب با نون ثقیلہ اور ھا ضمیر جنت کی طرف راجع ہے صرم پھلوں اور کھیتی کا کاٹنا۔ انصرام انقطاع، اصرام پھلوں کے کٹنے کا وقت آنا اور مفلس ہو جانا اور تلوار کو صارم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ کاٹنے والی ہے صریم شب تاریک وصبح۔ **فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ** یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔

وَلَا يَسْتَثْنُونَ جمہور مفسرین کہتے ہیں اس کے معنی ہیں کہ وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تھے اور آئندہ کسی کام کرنے کا اظہار کرنا اور ان شاء اللہ نہ کہنا بے برکتی کا باعث ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ معنی کہ مساکین وفقراء کو مستثنیٰ نہ کرتے تھے محرومی سے۔

طائف۔ اسم فاعل ہے طیف سے یا طوف سے علی الاول، طائف کے معنی رات میں آنے والی چیز۔ یہاں مراد ہے لو کا جھونکا جس نے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔

حَرْثِكُمْ۔ حرث کھیتی، اس سے مراد پھل اور کھیتی اور انگور سب ہیں اس لیے کہ باغ میں صرف ایک ہی چیز نہ تھی مگر پھلوں کا توڑنا زیادہ مقصود تھا اس لیے صارمین فرمایا۔

حَرْدٍ۔ آہنگ کردن۔ دع ف ا، ک ۲ صراح) یعنی صبح کو اپنے ارادے پر مضبوط ہو کر چلے اس کے معنی منع کرنے کے بھی ہیں کہ صبح کو مساکین کو منع کرنے کے لیے قادر ہو کر چلے۔ بعض کہتے ہیں حرد اس باغ کا نام تھا کہ اس باغ پر چلے قادر ہو کر۔

إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾: یہ اول بار دیکھ کر کہا جب کہ باغ پہچانا نہ گیا۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾: اس وقت کہا کہ جب پہچان گئے کہ تقدیر۔ پھوٹ گئی ہے باغ تو وہی ہے۔

أَوْسَطُهُمْ سے مراد منجھلا نہیں بلکہ ان میں سے بھلا۔ (ای اعدلھم و افضلھم و بینا وجھہ فی تفسیر قولہ امۃ وسطا، کبیر)

لَوْلَا تُسَبِّحُونَ: کیوں نہیں تسبیح کرتے یعنی اپنے رب کی پاکی نہیں بیان کرتے تھے ان ناپاک خیالات سے کہ ''اگر ہم دیں گے تو

محتاج ہو جائیں گے پھر کون دیتا ہے۔ خدا بدلہ اور برکت کیوں دینے لگا اور جو نہ دے تو ہم کیا کریں' ان خیالات سے روکنے کو تسبیح کرنے سے تعبیر کیا نہ یہ مراد کہ زبانی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے اس لیے کہ اس سے مساکین کو کیا فائدہ تھا؟

غلطی کا اعتراف:..... جب مصیبت دیکھ چکے تو قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ کہنے لگے کہ پاک ذات ہے ہمارے رب کی اس کے وعدے سچے ہیں اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ہماری بدگمانی تھی کہ ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۝ چونکہ خدا پرست کے بیٹے تھے اور خود بھی اچھے تھے یہ ایک شیطانی وسوسہ آ گیا تھا جس کے سبب مصیبت آ پڑی مگر پھر سمجھ گئے اور تائب ہوئے اور امید خیر کی اللہ سے رکھی اور ہر مصیبت کے بعد اگر اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جاتی ہے تو وہ راحت اور اس تلف شدہ چیز کا بدلہ دیتا ہے اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن پر کوئی مصیبت آئے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝ کہنا چاہیے تا کہ دنیا یا آخرت میں اس کا بدلہ ملے۔

اس تمام قصے کے بعد فرماتا ہے كَذٰلِكَ الْعَذَابُ کہ یوں آ پڑا کرتی ہے مصیبت، اس سے کبھی نڈر نہ رہے لیکن عذاب آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر یہ لوگ جانتے نہیں اگر وہاں آنے والی مصیبت کا یقین ہو جائے تو یقیناً اس کی فکر کریں جب کچھ بھی فکر نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ بھی یقین نہیں۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۳۴ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۵ط
مَا لَكُمْ ۛ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۶ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝۳۷ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ
لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝۳۸ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا عندالمتقدمین ۱۲
تَحْكُمُوْنَ ۝۳۹ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝۴۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا ع ۱۵ م
بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝۴۱

ترجمہ:..... بے شک پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب، کے پاس نعمت کے باغ ہیں۝۳۴ پھر کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ ۝۳۵ تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کر رہے ہو۝۳۶ کیا تمہارے لیے کوئی نوشتہ ہے جس میں تم پڑھا کرتے ہو۝۳۷ کہ تمہارے لیے وہی ہے جس کو تم پسند کرو۝۳۸ کیا تمہارے لیے ہم نے قسمیں کھالی ہیں جو قیامت تک چلی جائیں گی کہ تمہیں ہی ملے گا جو تم حکم کرو گے۝۳۹ (اے رسول) ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کس کو یقین ہے۝۴۰ کیا ان کے معبود ہیں پھر اپنے معبودوں کو تو لے آئیں اگر سچے ہیں۝۴۱۔

ترکیب:..... جنت النعیم اسم ان۔ للمتقین خبرها۔ عندربهم یجوز ایکون ظرفاللاستقرار و ان یکون حالا من جنات۔ فنجعل الهمزة للانکار و الفاء للعطف علی مقدر یقتضیه المقام ای الخیف فی الحکم فنجعل المسلمین کالکافرین۔ ام منقطعة۔ کتاب موصوف۔ فیه تدرسون الجملة صفة لکتاب ان قرء الجمهور بالکسر علی انها معمولة لتدرسون ای تدرسون فی الکتاب ان لکم فیه لما تخیرون و قیل تم الکلام عند قوله تدرسون ثم ابتدء فقال ان لکم. . . الخ بالغة بالرفع نعت لایمان و بالنصب علی الحال و العامل فیها الظرف۔ الی یوم القیامة متعلق بالمقدر۔ فی لکم ای ثابتة لکم الی یوم

القیامۃ او ببالغۃ ای ایمان تبلغ ذلک الیوم۔

تفسیر: گروہ اشقیاء کا حال پہلے مجملاً بیان فرمایا تھا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝ اب سعداء (نیک لوگوں) کے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے۔

پرہیزگاروں کے لیے انعاماتِ ربانی: ۔۔۔ فقال اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۝ کہ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس یعنی دار آخرت میں نعمت و عیش کے باغ ہیں جن میں کچھ بھی کدورت و کلفت نہیں ہے۔ برخلاف دنیا کے باغوں کے۔

کفار کی خوش فہمی کا جواب: ۔۔۔ مقاتل کہتے ہیں اس آیت کو سن کر کفار مکہ کہتے تھے جب دنیا میں خدا نے ہم کو مسلمانوں سے مال و دولت میں بہتر کیا تو وہ آخرت میں کیا بڑھ کر نہیں کرے گا اور بڑھ کر نہیں تو برابر تو ضرور ہی کرے گا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یا یوں کہو کہ اس آیت پر کفار کو یہ خیال گزرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے ایسا کہا بھی اس کے رد میں یہ آیت آئی اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ۝ کہ کیا ہم فرمانبرداروں پرہیزگاروں کو نافرمانوں کفار و بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یعنی نہیں کریں گے۔ دونوں برابر نہ ہوں گے اور ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ اشرار کے لیے جہنم ہے پس مسلمانوں کے لیے ہرگز نہیں اب ان کے لیے ضرور جنات النعیم ہیں جن میں کفار کو حصہ نہیں، پھر بڑھ کر برابر ہونا کیسا؟ مَا لَكُمْ ۚ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۝ تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو کہیں نیک و بد بھی برابر ہوتے ہیں؟

پھر اس بات کو مؤکد کرتا ہے اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ۝ کہ اس خیال کو عقل سے تو کچھ بھی مدد و ثبوت نہیں ملتا پھر کیا کوئی دلیل نقلی تمہارے پاس ہے یعنی کوئی آسمانی کتاب ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ جو تم پسند کرو گے اور چاہو گے قیامت میں تمہیں وہی ملے گا؟ ایسی کوئی کتاب نہیں جس میں یہ ہو پھر اس لیے کہتے ہو۔

اب ایک اور بات ہے کہ خدا نے تمہارے لیے عہد اور ذمہ داری کر لی ہو اور قسم مؤکد کھائی ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ وہی کرے گا سو یہ بھی نہیں اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ۝ کہ کیا تمہارے لیے ہم پر عہد اور قسم ہیں قیامت تک یعنی مستحکم جو کبھی نہ ٹوٹے کہ ہم تمہیں وہی دیں گے جو تم کہتے ہو۔ ایسے غلط خیالات اکثر مذاہب باطلہ میں لوگوں کو ہوا کرتے ہیں، یہود کو بھی تھا اور ہند میں برہمنوں کو بھی ہے اور جاہل مسلمانوں بزرگوں کی اولاد میں بھی سنا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں، ہم پر آگ حرام ہے اس لیے فرماتا ہے سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ۝ (کہ ان سے پوچھ کہ کون اس کا دعوے دار ہے)۔

جب خدا کی طرف سے ہی نہیں تو کیا اپنے معبودوں کے گھمنڈ پر ایسا کہتے ہو کہ وہ ایسا کر دیں گے ہم ان کو پوجتے، نذر، بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس لیے فرماتا ہے اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۗءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۝ کہ کیا ان کے معبود ہیں جن کو وہ ہمارا شریک اور کارمختار جان کر پوجتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں وہ ایسا کر دیں گے اچھا ان کو لاؤ اور کہلا تو دو اگر سچے ہیں۔ یعنی یہ بھی غلط خیال ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۝۴۲ خَاشِعَةً

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ۝۴۳

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۴۴

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ۝۴۵ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

مُّثْقَلُوْنَ۝۴۶ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ۝۴۷

ترجمہ:......جس دن پردہ کھل جائے گا اور وہ سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے ۝۴۲ ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی ذلت ان پر چڑھی ہوگی اور وہ پہلے (دنیا میں) سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے اور وہ بھلے چنگے تھے ۝۴۳ مجھے اور اس کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دو ابھی رفتہ رفتہ انہیں پکڑے لیتے ہیں ایسا کہ انہیں خبر بھی نہ ہو ۝۴۴ اور (اے نبی) ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں بے شک ہمارا داؤ پکا ہے ۝۴۵ کیا آپ ان سے کچھ اجرت مانگتے ہیں کہ جس ■ کے تاوان کا ان پر بوجھ پڑ رہا ہے ۝۴۶ کیا ان کے پاس غیب (کا دفتر) ہے کہ وہ لکھا کرتے ہیں ۝۴۷۔

ترکیب:...... یوم منصوب اما بقوله فلياتوا و اما با ذكر و يدعون معطوف على يكشف۔ فلا يستطيعون جواب يوم يكشف۔ خاشعةً بالنصب على انها حال من ضمير يدعون۔ ابصارهم مرفوع على انه فاعل خاشعة و نسبة الخشوع الى الابصار بظهور اثره فيها۔ وهم سالمون الجملة حال من في يدعون و من منصوب محلاً عطفاً على المنصوب في ذرني۔

تفسیر:......اس کے بعد قیامت کا ہولناک واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اس روز ان کے افتراء اور خیالی ڈھکوسلوں کا یہ نتیجہ بد ہوگا۔

قیامت کا ہولناک واقعہ:......فقال یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۝۴۲ کہ جس دن پردہ کھل جائے گا اور وہ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔

ساق کیا ہے؟:......ساق کے لغوی معنی پنڈلی کے ہیں پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے؟ اول احتمال کی طرف فرقہ مشبہہ گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس روز دراصل خدا تعالیٰ بندوں پر تجلی کرے گا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لیے صرف پنڈلی کھل جائے گی جو ادنیٰ تجلی ہوگی گو وہ پنڈلی ہماری جیسی پنڈلی نہ ہوگی لیکن اس کی ذات کے مناسب ہوگی تب سجدے کے لیے حکم ہوگا پس جو لوگ دنیا میں اس کو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی پشت تختہ کی طرح ہو جائے گی یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے مگر اہل حق کہتے ہیں اس میں استعارہ مراد ہے اس لیے کہ لفظ حقیقی معنی پر محمول نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے۔ پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اس میں چند اقوال ہیں:

تعین ساق میں چند اقوال:......اول: یہ کہ مراد شدت و کرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس کے معنی دریافت کیے آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تم کو کسی لفظ قرآنی کا معنی معلوم نہ ہوا کریں تو شعراء عرب کے اشعار کو دیکھا کرو۔ پھر آپ نے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا

سن لنا قومک ضرب الاعناق ☆ وقامت الحرب بنا على ساق

اور اسی طرح مجاہدؒ نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابو عبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام پر زور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پائنچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھل جاتی ہے اس لیے شدت کے موقع پر کہا کرتے ہیں **کشف عن ساقه ●۔**

■:......کہ جس کے تاوان میں وہ دبے جاتے ہیں۔ ●......اس کی پنڈلی کھل گئی۔

دوم: ابی سعید ضریر کا قول ہے وہ یہ کہ کشفِ ساق سے مراد پردہ اور اصل کھل جانا ہے یہ ایک محاورہ ہے اور ساق ہر شے کی اصل اور جڑ ہے کہ جس پر وہ کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ ساق الشجر و ساق الانسان۔ تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور ان کے اصول ظاہر ہو جائیں گی یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جائے گا جیسا کہ سورۂ قٓ میں فرمایا لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (کہ تو اے انسان اس سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیرا پردہ کھول دیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے اس پر شہوات ولذات، حبِ دنیا کے اور بھی پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے اس لیے ادیان و مذاہب میں اختلاف ہے کوئی کچھ کوئی کچھ بے تک کہہ رہا ہے جس طرح کہ مکے کے کفار واہی تباہی منصوبے بیان کرتے تھے۔

سرّ:......یہی قول بہت درست ہے اور سراس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جس کا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے دوسرے صفاتِ کمال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہوتے علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر علم کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع محض ہیں ذات کے ان میں بغیر ذات کے کچھ بھی استقلال نہیں۔

سوم: جہات کمال کہ جن کو حقائق الٰہیہ بھی کہتے ہیں او.رہ بین بین ہیں نہ صفات کی طرح محض غیر مستقل نہ ذات کی طرح محض مستقل اور ان جہاتِ کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضاء کے ساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص مناسبت ہے کیونکہ انسان کے اعضاء ہاتھ پاؤں، پنڈلی، منہ وغیرہ نہ اس کی صفات کی طرح محض غیر مستقل ہیں اور نہ ذاتِ انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کا مظاہر بھی ہیں شرع شریف میں ان حقائق کی چند چیزوں کے ساتھ تفصیل واقع ہوئی ہے اور یہ چیزیں ان حقائق کی تمثیل و تشبیہ ہیں نہ کہ عین او. وہ یہ ہیں وجہ، عین، یمین، ید، اصابع، حقو یعنی کمر، ساق، قدم (منہ، آنکھ، ہاتھ، داہنا ہاتھ، انگلیاں، کمر، پنڈلی، قدم) اب جس طرح ساق اور قدم اور وجہ وغیرہ کو جو حقائق الٰہیہ ہیں اور ان الفاظ میں ایک استعارہ کے طور پر بیان ہوئے ہیں خود بھی پنڈلی اور پاؤں اور منہ سمجھ لینا غلطی اور تشبیہ ہے اور اہل ظواہر کا مذہب ہے اسی طرح ان کی تاویل و انکار کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں محض غلطی ہے۔

بروز قیامت اہل ریا ونفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے:......اہل سنت اس افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں اور اہل سنت کے اس عقیدے کے بخاری و مسلم وغیرہما کی وہ حدیث بھی مخالف نہیں کہ جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کھولے گا تو ہر ایمان دار مرد و عورت سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریا کاری کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختے کی طرح اکڑ جائے گی، سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اور صحیح مسلم میں اس سے بھی زیادہ مشرح روایت ہے اس لیے کہ ان روایات میں بھی کشفِ ساق سے اسی جہتِ کمالیہ کا ظاہر ہونا مراد ہے جس کو استعارہ کے طور پر ساق سے تعبیر کیا گیا۔

الحاصل محشر میں رب العزت کی ایک تجلی خاص ہوگی جس کو کشف ساق سے تعبیر کیا ہے جس کے آگے کفار و مشرکین سجدہ نہ کر سکیں گے اور اس کے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نہ کر سکیں گے خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ بلکہ ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور ان پر ذلت و رسوائی چڑھے گی کیونکہ انھوں نے غیر اللہ کی پرستش کر کے اس کے نام پاک کی توہین و تذلیل کی تھی مظاہر کو پوجا تھا۔

سجدہ نہ کر سکنے کا سبب:......یہ لوگ سجدہ اور جمال باکمال پر نظر کیوں نہ کر سکیں گے؟ اس لیے کہ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ۞ دنیا میں انھوں نے اس مادۂ غیبیہ کو جو انسان میں خداوند عالم نے ودیعت رکھا ہے اور وہی اس کو اس کا مشتاق دیدار اور مطیع بناتا ہے، نافرمانی و سرکشی کر کے ضائع کر دیا تھا اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ اس سے پہلے دنیا میں ان کو سجدے کے

لیے اس وقت میں بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے ان کی فطرت اور اصلی مادے میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا پھر انھوں نے انکار و سرکشی کی اور رفتہ رفتہ اس کو برباد کر دیا آج اس تجلی کے اس میدان میں سب کو کھڑا کر کے تجلی نورانی کا جلوہ دکھایا جائے گا تا کہ شقی و سعید کا پورا پورا امتیاز ہو جائے پھر وہ جو دنیا میں اس کے آگے جھکتے تھے سر کے بل اس کے آگے عاجزی کرتے ہوئے اس کے آگے گرتے تھے دل بھی اس کے آگے جھکے ہوئے۔ تھے اور ان کے دلوں میں وہ اشتیاق و محبت کا شعلہ تھا جس کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فوراً اس کے آگے سجدہ میں گر پڑیں گے انہیں کہاں تاب رہے گی اور اس کے دیدار فیض آثار سے سرفرازی حاصل کریں گے اس وقت مشتاقان جمال کبریائی کی عجیب حالت ہوگی اور بدکردار لوگ نہ کر سکیں گے وہ جنت میں اور یہ جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تیمی کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ وہ اذان و تکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے۔ حضرت سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے۔ حضرت کعب احبار کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل نہیں ہوئی مگر ان لوگوں کے لیے جو جماعت سے پیچھے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہ کفار جو دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جائیں گے اور وہ خائف ہوں گے۔

حضرت ابو مسلم اصفہانیؒ کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں، وہاں تو یہیں کے اعمال کا بدلہ ملے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ انسان کے وقتِ اخیر کا معاملہ ہے اس وقت خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور پہلے تو لوگ اس کو نماز و عبادت کے لیے بلاتے تھے مگر نہیں آتا تھا اب بجز حسرت کے اور کچھ نہیں یا بڑھاپے یا مرض کا واقعہ ہے کہ جوانی و تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے اور نشے میں چور تھے، اب بڑھاپا اور بیماری آئے جو خود اس کی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت و طاقت نہیں رہی۔ یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا کہ آخرت میں سجدہ نہیں ٹھیک نہیں اس لیے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں بلکہ بطور امتحان و سرزنش ہوگا۔

اہل تکذیب کی رفتہ رفتہ گرفت:...... آنحضرت ﷺ کے اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے اس لیے آپ کو کمال رنج ان کی بدنصیبی اور سرکشی پر ہوتا تھا اس لیے آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے: فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ کہ چھوڑ مجھے اور اسے جو اس بات کو جھٹلا رہا ہے یعنی آپ کچھ رنج و فکر نہ کریں میں آپ سمجھ لوں گا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۝ میں رفتہ رفتہ انہیں پکڑے لیتا ہوں اس طرح سے کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ استدراج جلدی نہ کرنا اور اس کے اصلی معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرنا، کہتے ہیں استدرج فلان فلانا ای استخرج ما عندہ قلیلا قلیلا اور اسی سے تدریج ہے۔

تفسیر استدراج:...... اللہ تعالیٰ کا استدراج بندے کے لیے یہ ہے کہ نعمت پر نعمت مراد پر مراد ملے جائے اور یہ بدکاری و ناشکری اور کفر میں پڑا ہوا ہو یہاں تک کہ کشتی بھر جائے جلد ڈوب جائے عذاب الٰہی نازل ہو یکایک موت آجائے یا اور کوئی ایسی مصیبت آئے کہ سر بھی نہ اٹھا سکے توبہ اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی مہلت بھی نہ ملے یہ ہے کہ عیش و نشاط میں پڑا ہوا مگن ہے اور اپنی بدکاری کے عمدہ پھل سمجھ رہا ہے ادھر مصیبت ہے کہ چپکے چپکے اس کے پاس آن لگی ہے اور اس کم بخت کو خبر بھی نہیں۔ آج کن شادمانیوں کے ساتھ فاحشہ عورتوں کو لیے ہوئے خوشی کر رہا ہے شام کو مر گئے کل اسی وقت گور کے تنگ اور اندھیرے گڑھے میں پڑے اور وبال کو بھگت رہے ہیں یہ ہے اللہ کا استدراج جس سے بندہ واقف بھی نہیں ہوتا۔

اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گراں مایہ آنا فانا کم ہوتی چلی جا رہی ہے ہر صبح آفتاب کی جگمگاہٹ دیکھ کر خوش ہوتا ہے ہر رات اس کی بہار لیتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل میں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں پھر یک بارگی منزل پر پہنچ گیا اب آنکھ کھل گئی رونے پیٹنے لگا مگر اب کیا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مضبوط گرفت:......اسی لیے فرماتا ہے: وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾ کہ میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں میرا داؤ بڑا مضبوط ہے کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے جب کہ اس کا داؤ انسان کے جمیع قوائے ادراکیہ کو احاطہ کیے ہو اور بری بات کو بھلی سمجھا ہو جیسا کہ کفار مکہ کہ تو ان کو علوم نافعہ بتا رہا ہے اور آب حیات پلا رہا ہے اور وہ ہیں کہ اس کے مقابلے میں سرکشی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ آپ کی اس سے کوئی غرض دنیاوی نہیں اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ کہ کیا آپ ان سے کوئی اجر یا مزدوری مانگتے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس لیے آپ سے استفادہ نہیں کرتے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ اور جب آپ سے استفادہ نہیں کرتے تو پھر کیا ان کے پاس غیب ہے؟ یعنی انہیں امورِ غیبیہ احکام الٰہیہ و منافع و مضرات آخرت کا بطور کشف و الہام علم ہے کہ جس کو وہ لکھتے ہیں یا اپنے دلوں کے ورقوں پر لکھے بیٹھے ہیں پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو قطعاً جان لینا چاہیے کہ وہ کید الٰہی میں گرفتار ہیں کہ ان کو کسی طرح فکر و تامل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور کسی طرح ان کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾
لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ
فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا
سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:......پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے جیسے نہ ہو جائیں جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا اور وہ بہت ہی غمگین تھا ﴿۴۸﴾ اگر اس کے رب کی نعمت اسے نہ سنبھال لیتی تو وہ برے حال میں چٹیل میدان میں پھینکا جاتا ﴿۴۹﴾ پھر اس کو اس کے رب نے برگزیدہ کیا سو اس کو نیک بندوں میں شامل کر لیا ﴿۵۰﴾ اور کافر تو آپ کو گھور گھور کر ڈگا دینے ہی لگے تھے جب کہ انھوں نے قرآن سنا تھا اور وہ کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے ﴿۵۱﴾ اور حالانکہ یہ قرآن تمام دنیا کے لیے صرف نصیحت ہے ﴿۵۲﴾۔

ترکیب:......اذ العامل فیها معنی قوله کصاحب الحوت یرید لا تکن کصاحب الحوت حال ندائه و ذلک لانه فی ذلک الوقت کان مکظوم فکانه قیل لا تکن مکظوم۔ و هو مکظوم الجملة حال من ضمیر نادی و علیها یدور النهی لا علی النداء لانه امر مستحسن۔ تدارک فعل ماض مذکر حمل علی معنی النعمة لان تانیث النعمة غیر حقیقی۔ نعمة موصوف۔ من ربه صفة و المجموع فاعل تدارک و الضمیر فی تدارکه مفعوله۔ هذا قرائة الجمهور و قرئ بتشدید الدال تدارکه و هو مضارع ادغمت التاء فی الدال و الاصل تتدارک بتائین و قرئ تدارکة بتاء التانیث۔ لنبذ جواب لو

لا تقدير الاية لو لا هذه النعمة لنبذ بالعراء مع وصف المذمومية فلما حصلت هذه النعمة لم يوجد النبذاء بالعراء مع هذا الوصف لانه لما فقد هذا الوصف فقد المجموع و ان هي المخففة من المثقلة و اللام في ليزلقونك دليل عليها قراء الجمهور بضم الياء و قرء نافع و اهل المدينة بفتحها و الاول من ازلق و الثاني من زلق و معناهما واحد و هو التنحي من موضع (لغزش)۔ بابصارهم و الباء اما للتعدية و اما للسببية۔ لما سمعوا الذكر و لما ظرفية منصوبة بيزلقونك و قيل هي حرف و جوابها محذوف اي لما سمعوا الذكر كادو يزلقونك۔ و ماهو... الخ الجملة مستانفة او في محل نصب على الحال من فاعل يقولون اي و الحال انه تذكير۔

تفسیر:......کفار کے طریق کی مذمت بیان فرما کر آنحضرت ﷺ کو صبر واستقلال کی تاکید کرتا ہے اور ضمناً ایک نبی کی جلد بازی پر عتاب ہونے کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔

جلد بازی پسندیدہ نہیں:......فقال: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر کہ انجام ان کفار کا کیا ہوتا ہے ان پر عذاب آنے کے لیے جلدی نہ کر جیسا کہ مچھلی والے نے کی تھی یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے ان کا نام نہ لیا مچھلی والا کہہ کے یہ بتادیا کہ اس جلد بازی کا نتیجہ مچھلی کے پیٹ میں جانا ہوا۔

قصۂ حضرت یونس علیہ السلام:......پھر حضرت یونس علیہ السلام کا مختصراً تذکرہ کرتا ہے اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ کہ اس نے اپنے رب کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا نہایت غم والم کی حالت میں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○ کہا (مَكْظُوْمٌ مشتق ہے کظم سے جس کے معنی ہیں برتن کے بھر دینے کے۔ کہتے ہیں کظم السقاء اذا ملاہ جب رنج وغم سے بھر جاتا ہے تو اس کو بھی کاظم کہتے ہیں اور مکظوم بھی اور اسی طرح غصے سے بھرے ہوئے کو بھی)

فائدہ: ان کا قصہ کئی جگہ بیان ہو چکا کہ شہر نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ فلاں روز تم پر عذاب آئے گا لوگوں نے یقین کر کے رونا اور توبہ کرنا شروع کیا جس لیے، وہ آتا ہوا عذاب ان سے ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو غصہ آیا کہ میں جھوٹا ہوا اس لیے نینوی شہر چھوڑ کر کہیں کو چل دیئے راستے میں ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا میں ڈالے گئے مچھلی نے لقمہ کر دیا اس کے پیٹ میں آپ نے پھر اپنے رب کو پکارا تو مچھلی نے ایک کنارے پر جا کر اگل دیا اللہ نے وہاں کدو کے پتوں سے ان پر سایہ کیا اور پھر ان کو سمجھایا کہ ہم کو اپنی مخلوق پر رحم ہے ہم ایسا جلد انہیں کیوں کر ہلاک کر دیتے؟ پھر خدائے پاک اور ان میں مصالحت وصفائی ہوئی ❶ اور شہر نینوی کی طرف بھیجے گئے۔

اس بات کو مجملاً بیان کرتا ہے لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ کہ اگر رحمتِ الٰہی اس کے لیے دست گیر نہ ہوتی تو میدان میں مچھلی کے پیٹ سے برے حال میں لائے جاتے مگر اس کو اللہ نے برگزیدہ کر لیا یعنی نواز دیا اس سے درگزر کی اور پھر نینوی کی طرف بھیجا پھر وہ بہت صلاحیت پر آ گیا وہ تیزی جاتی رہی ورنہ نیک تو پہلے ہی سے تھے اس لیے کہ نبی تھے اور اجتباء کے معنی بھی یہی ہیں کہ ان کو نوازا ان کی جلد بازی سے

---

❶ معاذ اللہ حضرت یونس علیہ السلام خدائے پاک پر کیا غصہ ہوتے اور کون اس سے لڑ جھگڑ سکتا ہے مگر اس کے خاصوں میں اور اس میں محبت کے گلے اور شکایات اور رنج وغصہ بھی ہوا کرتے ہیں اس حالت کا مبدل ہونا باہمی صلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے اس بات سے کوئی حضرت یونس علیہ السلام پر طعن نہ کرے اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے مجھے یونس پر تفضیل نہ دو۔ اس سے یہی غرض ہے ورنہ آپ کو جمیع انبیاء علیہم السلام پر خدا نے فضیلت دی ہے یہ آپ کی کسر نفس اور دوسرے نبی کی توقیر ہے۔ یہ نہیں کہ اپنے سے تمام اگلے انبیاء علیہم السلام کو چور اور راہزن کہہ دیا جیسا کہ انجیل میں ہے۔

درگزر کیا پھر اسی نبوت کے کام پر بھیجے گئے اس لیے کہ وہ اول سے نبی تھے یہ نہیں کہ بعد میں ہوئے۔

قرآن سن کر کفار کا غیظ و غضب:...... حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر پھر آپ ﷺ کی وہ حالت بیان فرماتے ہیں کہ جو قوم کے ہاتھوں پیش آرہی تھی اور جس سے آپ کا جلدی کرنا اور یونس علیہ السلام کی طرف سے دل میں پیچ و تاب لانا ممکن تھا فقال: وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ کہ تحقیق نزدیک تر تھا کہ کافر تجھ کو اپنی آنکھوں سے ڈگمگا دیں صبر و استقلال سے، کہ ان کی تیز تیز نگاہیں دیکھ کر آپ کو بھی غصہ آجائے اور مضطرب ہو کر یونس علیہ السلام کی طرح قبل از وقت ان کے لیے دعائے بد کریں اور نزول عذاب کے منتظر ہو جائیں اور یہ کب کرتے ہیں لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ جب کہ قرآن مجید سنتے ہیں یہ اس لیے کہ عین نصیحت کے وقت جو سراسر خیر خواہی کا وقت ہوتا ہے۔ ایسی سخت مخالفت ناصح کو جوش میں لے آتی ہے اور یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو حضرت ﷺ کا نہایت محبوب تھا اور اپنی برائی سننے سے اس قدر غصہ نہیں آتا جس قدر کہ محبوب کی تحقیر سن کر غصہ آتا ہے۔

کفار کا آنحضرت ﷺ پر جنون کا الزام اور اس کا رد:...... یہ ان کی ایک بات ہے جو آنکھوں سے متعلق ہے اس پر بس نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی برا بھلا کہتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ اور کہتے ہیں تحقیق یہ شخص یعنی محمد (ﷺ) دیوانہ ہے حالانکہ کوئی جنون اور دیوانگی کی بات آپ میں یا آپ کے کلام میں نہیں پاتے اس لیے کہ جو کلام کہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کے لیے نافع و سودمند ہے بلکہ تمام جہان کے لیے اس لیے کہ اس عہد میں تمام جہان بت پرستی اور بدکاری کی نجاست میں آلودہ تھا اور قرآن مجید تمام نجاستوں کو دور کرنے والی چیز ہے۔ اس کے مکارم اخلاق و اصول حسنات و ارکان سعادت دارین کے زیور اور لباس سے مزین کرنے والی بھی ہے پھر جب ایک قوم یا ایک شخص کو نصیحت و سعادت سکھانے والے کو مجنون نہیں کہا جاتا تو تمام جہان کے ناصح اور مسلم سعادت کو کیوں کر دیوانہ کہہ دیا اور وہ کیوں کر دیوانہ ہو سکتا ہے۔

نظر کا لگنا:...... اکثر مفسرین لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ تیز تیز اور غصہ بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے اور اس سے آپ کو مقام صبر و استقلال سے پھسلانا چاہتے تھے اور کلام عرب میں اس قسم کی تیز اور غصہ بھری نگاہ کو گرا دینے والی، کھا لینے والی کہتے ہیں من قولهم نظر الی نظرا ایکاد یصرعنی و یک' دیا کلنی کہتے ہیں ایسا دیکھتا ہے جیسا کہ مجھے کھا جائے گا یا گرا دے گا ایک شعر میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔

يتقارضون اذا التقوا فی موطن ☆ نظرا يزل موطئ الاقدام

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے محل پر ایک شعر پڑھا ہے۔

نظروا الی باعين محمرة ☆ نظر التيوس الی شفاء الجاذر (کبیر)

* اہل روایت کے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کفار مکہ نے یہ دیکھا کہ آپ کی نبوت کے ابطال میں کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو بنی اسد کے قبیلے میں سے جو نظر بد کے حق میں مشہور تھا ایک شخص کو لائے جو اس قبیلے میں بھی ممتاز تھا اور وہ جب تین روز بھوکا رہ کر کسی چیز کو دیکھتا اور یہ کہتا تھا کہ واہ کیا خوب ہے تو اس میں فوراً اثر ہوتا تھا اس کو بہت کچھ طمع دی اور اس نے تین روز کا فاقہ کیا اور جہاں آپ قرآن مجید سنا رہے تھے وہاں گیا اور آپ کو دیکھ کر اسی نیت سے کہا واہ کیا خوب شکل اور کیا خوب آواز ہے مگر آپ پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اور اپنا سامنہ لے کر چلا آیا۔ ان آیات میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

نظر بد مؤثر ہے:...... اب قابل بحث یہ بات ہے کہ آیا دراصل نظر میں کوئی ایسا اثر ہے کہ جس کو دیکھا جائے اس پر کوئی برا اثر پہنچے جس کو اصابۃ العین کہتے ہیں؟ معتزلہ کہتے نہیں اس لیے کہ ایک جسم کا اثر دوسرے تک بغیر مماسۃ کے پہنچ نہیں سکتا اور نظر میں یہ بات ہوتی نہیں پھر محض توہم باطل ہے جس کا اثر متوہم کو محسوس ہوتا ہے اور توہمات کا اثر انسان پر محسوس ہونا بدیہی بات ہے۔

محققین قائل ہیں کہ اثر ہوتا ہے کہ علاوہ مماستہ اجسام کے نفوس میں بھی ایک خاص اثر ہوتا ہے جس کو دوسرے نفوس قبول کر لیتے ہیں جس کی نظیر عمل مسمریزم ہے روحانی اثر جسمانی اثر سے بڑے قوی ہوتے ہیں، روح طیبات کے آثار معجزات و کرامات ہیں ارواح خبیثہ کا اثر ویسا ہی خبیث ہوتا ہے پھر اس اثر کی علت میں گفتگو ہے کوئی کہتا ہے نظر کرنے والے کی آنکھ میں اجزاء لحمیہ ہوتے ہیں جو شعاع بصری کے ساتھ نکل کر مرئی پر برا اثر کرتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں اب تک کوئی علت متعین نہیں ہوئی ہے احادیث سے بھی نظر بد کا اثر ثابت ہوتا ہے

حضرت امام بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہیں آیات وَاِنْ یَّکَادُ... الخ کا پڑھ کر دم کرنا نظر بد کا بہت سریع الاثر علاج ہے اور جس کی نظر بد کا اثر پہنچا ہے اس کے پاؤں اعضاء دھلا کر اس کے پانی سے مریض نظر کو غسل دینا بھی عمدہ علاج ہے۔ کہیں نظر والے کے پاؤں کی مٹی بھی لے کر آگ میں ڈالتے ہیں کہیں سرخ مرچیں آگ میں جلاتے ہیں۔ ہندوستانی خیالات نے اس کو از حد ترقی دی ہے۔ پھر کہیں نظر کے لیے گنڈا ڈالتے ہیں، کہیں فال کھولتے ہیں، کہیں سیاہ ٹیکے لگاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں۔ جاہل قوموں میں بقدرِ جہل اس کا زیادہ چرچا ہے۔

أٰيَاتُهَا ۵۲ (۶۹) سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۷۸) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الحاقۃ مکیہ ہے اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَاۤقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَاۤقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا

صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

ترجمہ:......ہونے والی ① کیا ہی ہے ہونے والی ② اور آپ کیا جانیں کیا ہے ہونے والی (یعنی قیامت) ③ ثمود و عاد نے کھڑکھڑا دینے والے ④ واقعہ کو جھٹلایا تھا پھر ثمود تو کڑک سے ہلاک کیے گئے ⑤ اور عاد تو وہ ایسے ہلاک ہوئے جو زناٹے کا طوفان تھا ⑥ وہ ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلا کی (اے مخاطب) تو اس قوم کو اس حادثہ میں اس طرح بچھڑے ہوئے دیکھ رہا ہے گویا کھجور کے کھوکھلے ٹھنڈ پڑے ہیں ⑦ پھر تو ان میں سے کسی کو بھی بچا ہوا دیکھتا ہے؟ ⑧

ترکیب:......الحاقة ای الساعة او الحاقة ای التی یحق فیها الامور مبتدا۔ ما الحاقة خبرها و اصله ما هی فوضع الظاهر موضع المضمر للتهویل۔ و ما مبتدأ۔ ادرک خبره۔ ما لحاقة الجملة فی محل النصب لکونها مفعولا ثانیا لادرک۔ واما ثمود فاهلکوا۔ الخ خبره۔ طاغیة مصدر کالعافیة قیل الصیحة التی جاوزت الحد و هی صیحة جبریل و قیل الرجفة ای الزلزلة۔ صرصر الشدید الصوت لها صرصرة عاتیة من العتو فقیل عتت الریح علی الخزان فلم یکن لهم علیها سبیل و قیل عتت علی عاد فما قدروا علی ردها بحیلة من استتار ببناء او استناد الی جبل و قیل لیس من العتو بمعنی العصیان بل بمعنی بلوغ الشیء و انتهائه کما فی قوله تعالی (و قد بلغت من الکبر عتیا) عاتیة ای بالغة منتهاها فی القوة و الشدة سخرها جملة مستانفة لبیان کیفیة اهلاکهم و یجوز ان تکون صفة لریح و ان تکون حالا منها۔ و ثمانیة ایام معطوف علی سبع لیال و هما منصوبان علی انهما ظرف لسخر۔ حسوما الحسوم جمع حاسم کشهود و قعود و الحسم فی اللغة القطع بالاستیصال و منه الحسام السیف و معناه فی الأیة التتابع لان تلک الریاح لما کانت متتابعة ما سکنت ساعة کانها قطعت القوم و استاصلتهم فعلی هذا القول انتصابه علی نعت لسبع لیال۔۔۔ الخ ای متتابعات و هذا قول الاکثرین و قیل الحسوم مصدر کالشکور و الکفور فعلی هذا انتصابه اما بفعل مضمر و التقدیر یحسم حسوما و اما

لکونہ مفعو لا لہ ای مسخرھا علیھم الاستیصال و قیل حال من الریح ای مستاصلۃ۔ و صرعی جمع صریع یعنی موتٰی ھو حال۔ کانھم۔۔۔ الخ حال من القوم او جملۃ مستانفۃ۔ و النخل یذکر و یؤنث۔ ھذا اخبار عن عظم اجسامھم۔

تفسیر:......قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورت بھی بالاتفاق مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں۔طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورۂ حاقہ اور اس کی مثل اور سورت پڑھا کرتے تھے۔

ماقبل سورت سے مناسبت:......مناسبت اس سورت کی سورت نون سے یہ ہے کہ انسان کی بدکرداری وکفر پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے جو دراصل اسی کے افعال بد کا نتیجہ ہے یا ایک اثر غیر منفک ہوتا ہے اس کی دو قسم ہیں۔

قسم اول: کو ابتلاء کہتے ہیں جو محض اس کی سرزنش اور تنبیہ کے لیے ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اپنے کردار بد سے باز آجائے اور اسی کو امتحان اور آزمائش بھی کہتے ہیں جیسا کہ قحط، وبا، بدامنی، باہمی نفاق وقتال وجدال، جبار حاکموں کا تسلط، زلزلہ، ژالہ باری، کثرت امراض، طوفانِ ہوا، سیلاب وغیرہ یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر تو دوسری حیثیت سے (کہ یہ زاجر ہے اس کے سبب سے باز آئیں گے) مہر بھی ہے اس لیے اس میں بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے ہیں تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو جو امر معروف میں ان سے کوتاہی صادر ہوئی تھی کچھ اس سستی کا خمیازہ یہ بھی تو اٹھائیں یا ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یا رفع درجات اخرویہ کا وسیلہ ہو جائے اور ان کا امتحان بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں؟۔

اب اس کلیہ کو آپ سینکڑوں امثال پر مطابق کر لیجیے۔طوفان نوح، سدوم وغیرہ بستیوں کی بربادی، بنی اسرائیل پر وبا اور غیر بادشاہوں کا تسلط جس میں سینکڑوں تہ تیغ ہو گئے حضرت دانیال علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھی قیدیوں میں بابل پہنچے انہیں نظائر کو قرآن مجید نے بار بار بندوں کو یاد دلایا ہے کہ ان پر پڑی تھی تم سن کر باز آجاؤ اور پہلی کتابوں میں بھی ان ہولناک وقائع کو یاد دلایا ہے۔

قسم دوم: انتقام، جو ابتلاء کے بعد بھی نہ سمجھے۔اور اس سزا کو حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ استغفار کی فرصت ملتی ہے اور اس کے بعد دنیا سے رحلت ہو کر عالم برزخ کا قید خانہ ہوتا ہے یا قیامت کا تازیانہ اس میں نیک لوگ شامل نہیں ہوتے ان کو خدائے پاک بہر طور محفوظ ہی رکھتا ہے جو اس کی عدالت کا عین مقتضاء ہے۔

عذاب آخرت دنیا میں:......سورۂ نون میں کفارِ مکہ کو ابتلاء سے ڈرایا گیا تھا اور باغ والوں کا قصہ بھی یاد دلایا تھا اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جو ان کی گستاخی کی سزا تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ اصحاب الجنہ کی بدنیتی کی سزا ان کو ملی تھی مگر مکے کے کفار جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی تھی اس ابتلاء کو جو سات برس کا قحط تھا اور بھی مصائب تھے کب خاطر میں لانے والے تھے اس کے بعد بھی وہ ایسے ہی سخت دل رہے اور ڈھٹائی سے سخت عذاب آنے کے خواستگار ہوئے اس لیے اس سورت مبارکہ میں حاقہ عذاب بیان فرماتا ہے جو بیشتر قیامت میں ہوگا اور کبھی غیرت الٰہی دنیا میں بھی نازل کر دیتی ہے اور پہلی امتوں پر جو دنیا میں حاقہ نازل ہوا اس کی ان کے مسلمہ واقعات سے نظیر دیتا ہے۔

حاقہ کیا ہے؟:۔۔۔فقال: اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ حاقہ کیا ہی حاقہ ہے یہ اور اس کے بعد کا جملہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝ کہ تو کیا جانے کہ کیا ہے حاقہ؟ حاقہ کی عظمت شان کے لیے آیا ہے جیسا کہ کہتے ہیں زید ما زید کہ زید کیا زید ہے مفسرین کہتے ہیں الحاقہ سے مراد یہاں قیامت ہے پھر اس کے لفظی معنی میں چند اقوال ہیں۔

اول: حاقہ حق بمعنی ثابت سے ہے پھر حاقہ کے معنی ہیں الساعۃ الواجبۃ الثابتۃ۔ دوم: وہ ساعت ہے کہ جس میں سب باتیں معلوم ہو جائیں گی اور بھی اقوال ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ میں مخاطب بالخصوص حضرت نبی کریم ﷺ نہیں بلکہ ہر مخاطب۔ وہ حاقہ کی حقیقت سے بے شک واقف نہ تھے اس لیے مَآ اَدْرٰىكَ کہنا بے جا نہیں اور اگر حضرت رسول کریم ﷺ ہی مخاطب ہوں تو وہ بھی حاقہ کی کنہ نہیں جانتے تھے علم بالکنہ کی نفی ہے نہ کہ علم بالوجہ و بوجہ کی اس لیے آپ ﷺ کی نسبت بھی ما ادراک کہنا ناروا نہیں۔

فائدہ: یحیٰی بن سلام کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ما ادراک ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اس چیز کو آنحضرت ﷺ کو بتا دیا گیا تھا اور جہاں کہیں مَا يُدْرِيكَ کے صیغے سے آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے بھی مخفی رکھی گئی ہے و فیہ مافیہ۔

حاقہ یعنی دنیا میں عذاب آخرت کی چند مثالیں:...... اب اس کے بعد چند نظائر حاقہ کے بیان فرماتا ہے جو اگلی قوموں پر دنیا میں نازل ہوئیں۔

عاد و ثمود کی ہلاکت:...... (١) عاد و ثمود کی ہلاکت جو عرب کے ملک میں ہوئی اور وہ ایک متواتر روایت تھی جس کا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا تھا فقال: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ۝ کہ قوم ثمود نے جو عرب کے شمال و مغرب کے حصے میں آباد تھی جن کے پہاڑوں میں تراشے ہوئے گھر اب تک یادگار ہیں اور اسی طرح ان سے پہلے قوم عاد نے جو یمن میں رہتے تھے۔

قارعہ کا بیان:...... قارعۃ یعنی قیامت کو جھٹلانا تو رسولوں اور ان کی تمام باتوں کو بھی تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دلیر بنا کر تمام اصول سعادت سے روک دیتا تھا اس لیے بالخصوص اس کا نام لیا گیا اور قیامت کو قارعۃ اس لیے کہا کہ قرع ٹھونکنے اور کھڑکھڑانے کو کہتے ہیں اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ دلوں کو آہنی ہول و دہشت سے ہلا دے گا اس لیے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کے لیے القارعۃ کے لفظ سے تعبیر کیا اور حاقہ اور قارعہ رؤس آیات میں ایک وزن خاص بھی رکھتے ہیں جو نظم قرآنیہ کو اور بھی لطف دے رہے ہیں بعض کہتے ہیں کہ القارعۃ سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زواجر اور گناہوں سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو ان کے انبیاء ﷺ حضرت صالح و حضرت ہود علیہما السلام نے بیان فرمائی تھیں۔

دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں ہر چند ان کے انبیاء نے سمجھایا جب نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آ گیا پھر آگے ہر فرقے کی ہلاکت بیان فرماتا ہے۔

طاغیہ کا بیان:...... فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ کہ قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی یہ زلزلہ کی سخت اور حد سے متجاوز آواز تھی جیسا کہ ایک جگہ آتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ بعض کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی بعض کہتے ہیں طاغیہ مصدر ہے جیسا کہ کاذبہ و عاقبہ تب اس کے یہ معنی کہ وہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے بعض کہتے ہیں طاغیہ سے مراد وہ بدنہاد شخص ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھی اور ۃ مذکر کے لیے بھی آ جاتی ہے جیسا کہ نسابۃ اور راویۃ میں ہے اگر طاغیہ سے مراد وہ فاحشہ عورت لی جائے کہ جس کے کہنے سے اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں تو اور بھی انسب ہے لیکن قول اول قوی ہے۔

قوم عاد کی ہلاکت:...... ثمود کا واقعہ بہ نسبت عاد کے واقعہ کے زمانے کے قریب تھا اس لیے اول اس کو ذکر کیا کیوں کہ قریب زمانے کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے اس کے بعد عاد کے واقعہ کو جو اس سے پہلے گزرا تھا۔ فقال وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ لیکن عاد

سو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو صرصر یعنی زناٹے کی تھی اور عاتیہ بہت تیز و تند تھی کسی کے بس کی نہ تھی سخرھا علیھم سبع لیال و ثمنیة ایام حسوما اس کو ان پر سات رات اور آٹھ دن پے در پے مسلط کیا تھا برابر چلتی رہی جس نے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان، قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی تھی پھر اگلے بدھ کی شام کو تھمی ان ایام کو عرب عجوز کہتے ہیں۔ سردی بھی سخت تھی، اور سردی کا آخر موسم تھا۔ عرب میں اس موسم کے یہ نام ہیں صن، صنبر و بر آمر مؤتمر معلل مطفی الجمر مکفی الظعن۔

سَخَّرَهَا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ہم نے مسخر و مسلط کیا تھا اس کو کوئی موسم و کواکب کی تاثیر سے نہ سمجھے اس لیے کہ گمراہ ہر ایک آسمانی چیز کو سبب ظاہری پر منحصر کرتے ہیں، ان کی کوتاہ نگاہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔

عاد کے لوگ بڑے قد آور تھے ہوا کے بعد فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ہر ایک کی لاش میدان میں زخمی ہوئی ایسی پڑی دیکھائی دیتی ہے جیسا کہ کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ کھوکھلے ٹھنڈوں سے اس لیے تشبیہ دی کہ ان کے اندر نورِ معرفت کچھ نہ تھا یا یوں بھی انسان اندر سے مجوف ہوتا ہے اور لمبے بھی تھے اس لیے کھجور کے درختوں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں پوری تشبیہ ہے۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ پھر آپ کو اے دیکھنے والے ان میں سے کوئی بھی باقی دیکھائی دیا؟ سن مر کر رہ گئے لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور جوان پر ایمان لائے تھے وہ سب بچ گئے اور حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو پہلے سے خبر دی تھی مگر انھوں نے ٹھٹھوں میں اڑا دیا۔ بڑے مال دار زور آور تھے۔ عاد و ثمود کے قصے کی پوری شرح مؤرخانہ طور پر ہم سورۂ اعراف کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں وہاں دیکھو۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۞ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ
فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۞ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۞ لِنَجْعَلَهَا
لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۞

ترجمہ:......اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں والے گناہ کے مرتکب ہوئے ⑨ سو ہر ایک نے اپنے رسول خدا کی نافرمانی کی تھی تو ہم نے ان کو خوب ہی پکڑا ⑩ بے شک ہم نے جب کہ پانی حد سے گزر گیا تھا تو تم کو کشتی میں سوار کر لیا تھا ⑪ تا کہ ہم اس کو تمہارے لیے یادگار بنائیں اور (یہ بات) یاد رکھنے والے کانوں میں پڑی رہے ⑫۔

ترکیب:......من موصولۃ۔ قبلہ قرأ الجمھور بفتح القاف و سکون الباء ای و من حقدو من الامم و قرأ ابو عمرو و عاصم و الکسائی بکسر القاف و فتح الباء معناہ من جھتہ و طرفہ و علی الوجھین ھو صلۃ و المجموع معطوف علی فرعون و ھو فاعل جاء و المؤتفکت معطوف علیہ بالخاطئۃ مفعول جاء۔ و الباء للتعدیۃ۔ و الخاطئۃ اما مصدر کالخطاء و اما الفعلۃ ای بالفعلۃ الخاطئۃ۔ رسول ربھم مفعول ای عصی کل واحد رسول ربہ۔ اخذۃ مفعول مطلق۔ رابیۃ صفۃ من ربا الشیء اذا زاد۔ انا مبتداء۔ حملنکم خبرہ۔ فی الجاریۃ حال من مفعولہ۔ اذ متعلقۃ بمحذوف لیست بصلۃ للحمل لما طغا الماء ظرف لحملنا دخلت بین المبتداء و خبرہ لنجعلھا۔ و اللام متعلقۃ بمحذوف ای فعلنا و الضمیر المنصوب فی نجعلھا للفعلۃ ای انجاء المؤمنین و اھلاک الکافرین و ھی معلومۃ وان کانت غیر مذکورۃ قال الفراء الضمیر

للسفینۃ۔ و تعیھامعطوف علی نجعل ای و لتعیھا و ھی بکسر العین عند القراء السبعۃ و قرئ باسکان العین کمافی فخذ و کبدو انما فعل ذلک لان حرف المضارعۃ لاینفصل من الفعل فاشبہ ماھو من نفس الکلمۃ و صار کقول من قال وھو وھی و مثل ذلک قولہ ویتقہ فی قرائۃ من سکن القاف (الکبیر) و الوعی ان تحفظ الشیء فی نفسک و الایعاء ان تحفظ فی غیرک (البیضاوی)۔

تفسیر:۔۔۔۔(۲) فرعون کا قصہ۔ (۳) وہ جو اس سے پہلے گزرے ہیں ان کا واقعہ حضرت نوح وابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا اس عرصہ میں بھی بہت انبیاء آئے اور ان کی امتوں پر نافرمانی سے بلائیں نازل ہوئیں اور وہ غارت کردیئے گئے ان کا تفصیلی علم اللہ ہی کو ہے یا مَنْ قَبْلَهٗ سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور ان کے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے۔

(۴) وَالْمُؤْتَفِكٰتُ الٹی ہوئی بستیاں حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو جھیل مردار کے کنارے آباد تھیں سدوم عامورا وغیرہ ان کی بدکاری و نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے الٹی گئی تھیں فرماتا ہے ان سب لوگوں نے خطا کی، گناہوں میں پڑ گئے تھے پھر سب کے قصے کو مختصر کرتا ہے۔ فعصوا رسول ربھم کہ نہ صرف گناہ ہی کیے تھے بلکہ گناہوں کے سبب دل سیاہ ہو گئے تھے جس کے لیے خداوند تعالیٰ کے رسولوں کی نافرمانی کی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا علیٰ ہذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اس کے بعد لوگوں نے اور سدوم وغیرہ بستیوں کے رہنے والوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی کمی نہ کی فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِیَةً پھر تو ان سب کو اللہ قادر نے انتقام میں زور سے پکڑا ہر ایک مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے غارت کیا گیا فرعون اور اس کی قوم بد کو قلزم میں ڈبویا لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے ان کی بستیوں کو الٹ دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل:۔۔۔۔(۵) اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ یہ پانچویں نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہے گرچہ من قبلہ میں اجمالی طور پر داخل تھی مگر ایک عبرت ناک واقعہ تھا اس قصے میں سے صرف ان باقی رہ جانے والوں پر کشتی پر سوار کر لینے کا احسان یاد دلاتا ہے کہ جن کی اولاد نے بدکاری پر بدکاری اور بت پرستی پر بت پرستی کی یہ فرعون اور قوم لوط اور مکہ کے کفار کون ہیں انہیں کی اولاد کہ اے سرکشو! جب پانی کی طغیانی ہوئی تو تم کو (تمہارے باپ دادا کو جن کی پشتوں میں تم نالائق نمک حرام تھے) ہم نے کشتی پر اٹھا لیا تاکہ یہ ہمارا فعل آئندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے اور تاکہ اس کو یاد رکھنے والے کان سنیں۔ تم سنتے ہو مگر تمہارے کان اس کو پھینک دیتے ہیں محفوظ نہیں رکھتے۔ یہاں اجمالی بیان ہر ایک قوم کا کافی تھا اس لیے اسی پر بس کی گئی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤی اَرْجَآئِهَا ؕ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ﴿۱۷﴾ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ (۱۹) اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (۲۰) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ
رَّاضِيَةٍ (۲۱) فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۲۲) قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۲۳) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ
اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۲۴) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ
لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (۲۵) وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (۲۶) يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ (۲۷) مَآ
اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ (۲۸) هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۹) خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۳۰) ثُمَّ الْجَحِيْمَ
صَلُّوْهُ (۳۱) ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (۳۲) اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (۳۳) وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۳۴) فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا
حَمِيْمٌ (۳۵) وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (۳۶) لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (۳۷) ع

ترجمہ:۔۔۔۔۔پھر جب سور میں ایک ہی پھونک ماری جائے گی (۱۳) اور زمین اور پہاڑ دونوں کو اٹھا کر ایک ہی بار پٹک دیا جائے گا (۱۴) تو اس روز ہونے والی ہو پڑے گی (قیامت آجائے گی) (۱۵) اس روز آسمان پھٹ کر شکستہ ہو جائیں گے (۱۶) اور فرشتے اس کے کنارے پر ہوں گے اور آپ کے رب کا تخت اس روز آٹھ (فرشتے) اٹھائے ہوئے ہوں گے (۱۷) اس روز تم حاضر کیے جاؤ گے تم میں سے کسی کا راز چھپ نہ سکے گا (۱۸) پھر جس کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا اجی لینا میرا نامہ اعمال تو پڑھنا (۱۹) میں تو سمجھا ہوا تھا کہ (ایک دن) مجھے میرا حساب ملنا ہے (۲۰) سو وہ تو دل پسند عیش میں ہوگا (۲۱) بلند بہشت میں (۲۲) کہ جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے (۲۳) کہا جائے گا لو چین سے کھاؤ پیو ان کاموں کے صلے میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے (۲۴) پھر جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا اعمال نامہ نہ ملتا (۲۵) اور مجھے اپنے حساب کی کیا خبر تھی (۲۶) ہائے کہیں (موت) فیصلہ کر دینے والی آجائے (۲۷) میرا مال بھی میرے کام نہ آیا (۲۸) میری حکومت بھی جاتی رہی (۲۹) (حکم ہوگا) اس کو پکڑو پھر اس کو طوق پہناؤ (۳۰) پھر اس کو دہکتی آگ میں ڈالو (۳۱) پھر اس کو ستر گز کی زنجیر میں جکڑ دو (۳۲) کیوں کہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا (۳۳) اور نہ غریبوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتا تھا (۳۴) پھر اس کا بھی آج نہ دوست ہے اور نہ کھانا ہے (۳۵) مگر زخموں کا دھوون (۳۶) جس کو گنہ گاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھائے گا (۳۷)۔

ترکیب:۔۔۔۔۔نفخة واحدة بالرفع علی انها مفعول ما لم یسم فاعله من نفخ المجهول و انما حسن تذکیر الفعل للفصل او ان التانیث غیر حقیقي و قرئ بالنصب علی ان في الصور مفعول ما لم یسم فاعله ثم نصب نفخة علی انها مفعول مطلق

٭۔۔۔ والقطوف جمع قطف و هو المقطوع ای الثمر ما اسلفتم ای قدمتم من اعمالکم الصالحة الاسلاف تقدیم ما ترجوان یعود علیک بخیر فهو کالاقتراض و منه یقال اسلف فی کذا اذا قدم فیه ماله ذرعها۔۔۔ الخ صفة سلسلة فعلین من الغسل هو ماء الغسل من الجروح بعد الغسل من صدید و قیح و دم۔ ۱۲ منه ٭۔۔۔ یا لیتها الضمیر یعود الی الموتة الاولی فانها کالمذکور او الی الحالة التی شاهدها یا لیت هذه الحالة کانت الموتة التی قضیت علی۔ ۱۲ منه

واحدة تاکیدلها۔ و حملت الارض ۔۔۔ الخ بالتخفیف و قرئ مشددا عطف علی نفخ۔ فدکتا ای جملة الارض و جملة الجبال من الدک (کوفتن و ریزه کردن و هموار کردن۔ صراح) و الدک ابلغ من الدق۔ ناقة و کاء لا سنام لها و منه الدکة بالفتح (چبوترہ) و الدکان بالضم دکة واحدة قال الفراء لا یجوز ههنا الا النصب لارتفاع الضمیر فی دکتا و لم یقل فدککن لانه جعل الجبال کالواحدة و الارض کالواحدة کما قال ان السمٰوٰت و الارض کانتا رتقا و لم یقل کن فیومئذ ظرف لوقعت و انشقت معطوف علی وقعت یومئذ ظرف لواهیة فیومئذ و مابعدها جواب اذا نفخ قال الزجاج یقال لکل ما ضعف جدا و هی فهو واه۔ ارجائها ای اطرافها و جوانبها جمع رجی مقصود یقال رجا و رجوان و الجمع الارجاء۔ ثمانیة بالرفع علی انه فاعل یحمل ۔ فوقهم ای فوق الملائکة الذین ولی الارجاء و قیل ان الجملة یحملون العرش فوق رؤسهم و الضمیر قبل الذکر جائز کقوله فی بیته یؤتی الحکم ۔ فوقهم و یومئذ منصوبان لیحمل علی انهما ظرفان له۔ هاءم من اسماء الفعل ها بمعنی خذ یقال هاء یا فتی و معناه تناول و یفتحون الهمزة للمذکر کالکاف فی هاک و یقال للاثنین هاءما و للجمع هاؤا و هاءم و المیم فی هذه الموضع کالمیم فی انتما و انتم و الضمة فی هاءم انما هی ضمة میم الجمع و یقال للانثی هاء یا امراة و هاءما یا امراتان و هاؤن یا نسوة مفعول هاءم محذوف ـ و کتبیه مفعول اقرءو لانه اقرب العاملین و لانه لو کان مفعول هاءم لقیل اقرءوه اذ الاولی اضماره حیث امکن و الهاء فی کتبیه و حسابیه و مالیه هی هاء السکت و حق هذه الهاآت ان تثبت فی الوقف و تسقط فی الوصل و لما کانت مثبتة فی الام ای مصحف عثمان ؓ استحبوا الوقف علیها و قرأ ابن حیصن باسکان الیاء بغیر هاء و قرء جماعة باثبات الهاء فی الوصل و الوقف جمیعا لاتباع المصحف۔

تفسیر:...... دنیاوی حاقہ کے نظائر بیان فرما کر ایک سخت حاقہ کا ذکر کرتا ہے یعنی قیامت کے برپا ہونے کا پھر اس کی تمام کیفیت ہولناک بیان فرماتا ہے کہ صور پھونکا جائے گا ایک ہی بار کے پھونکنے میں اول زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر اس کے بعد علویات فنا ہوں گے آسمان پھٹ جائیں گے اور فرشتے جو آسمانوں میں تھے نکل کر اس کے کناروں پر آ جائیں گے اس طرح کہ جب کوئی مکان گرتا ہو تو اس کے رہنے والے چھوڑ کر اس کے گرد ہو جاتے ہیں اس کے بعد جب تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی الا ماشاء اللہ تو بار دیگر صور پھونکے گا جس کی کیفیت صورت روم میں بیان ہوئی ہے تو تمام چیزیں بارِ دگر پیدا ہوں گی مردے زندہ ہوں گے عدالت کے لیے تخت رب العالمین لا کر رکھا جائے گا جس کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے (اور ہر ایک کے ساتھ ہزاروں کی جماعت ہوگی) پھر بنی آدم خدا تعالیٰ کے حضور میں لائے جائیں گے کوئی شخص مخفی نہ رہ سکے گا نہ کوئی بات اس سے مخفی رہے گی پھر نامہ اعمال اگر دائیں ہاتھ میں دیا گیا جو نیک ہونے کی علامت ہے تو وہ خوشی میں آ کر لوگوں سے یا خدا کی طرف سے نامہ اعمال دیکھنے والوں کو کہے گا لو میرا نامہ اعمال دیکھو اور میں پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ حساب لیا جائے گا اس لیے دنیا میں نیک کام کرتا اور بدیوں سے بچتا تھا پھر وہ عمدہ عیش میں ہوگا یعنی حیات جاودانی عطا ہوگی اور سعادت باقیہ ملے گی بلند و بیش قیمت باغوں میں رہے گا جس کے میوے جھکے ہوں گے یعنی پختہ۔ اس لیے کہ پختگی پر میوے جھک جاتے ہیں یا اس لیے قریب ہوں گے توڑنے میں دقت نہ ہوگی ہاتھ بڑھایا اور توڑ لیا ان کو سنا دیا جائے گا کھاؤ بیو مزے کر و یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے جو دنیا میں تم نے کیے تھے۔

اور جس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ افسوس و حسرت سے کہے گا کیا اچھا ہوتا جو میرا اعمال نامہ مجھے نہ ملتا اور میرا حساب

مجھے بتلایا جاتا پھر وہاں کی سختی اور عذاب اور طرح طرح کی رسوائی دیکھ کر موت کی آرزو کرے گا کہ کاش میں مر جاؤں تو اس بلا سے چھوٹ جاؤں مگر وہاں پر موت کہاں؟ وہاں دنیا کی نعمتیں یاد کر کے روئے گا کہ آج میرا مال کچھ کام نہیں آیا نہ کوئی رشوت لیتا ہے نہ مال دار سمجھ کر کوئی عزت کرتا ہے یا یہ کہ دنیا میں نیک کاموں پر صرف کرتا تو یہاں کام آتا جیسا کہ اوروں کے کام آرہا ہے اس کے بدلے میں اس کی سزائیں کم ہو رہی ہیں اجر مل رہے ہیں اور نہ آج میری عزت وحشمت وشوکت کچھ کام آئی یہاں بادشاہ وفقیر دونوں برابر ہیں نہ کوئی خاندان کو پوچھتا ہے نہ حسب ونسب دریافت کرتا ہے یا یہ کہ میری حجت ودلیل باطل ہوگئی جو دنیا میں باطل مذہب اور بے ہودہ باتوں کے برحق ثابت کرنے میں کیا کرتا تھا اور بڑی زبان چلایا کرتا تھا پھر اس کے لیے حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق پہناؤ (وہ اس کے اعمال بد ہوں گے) اور اس کو دہکتی آگ میں ڈالو اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑو یہ اس لیے کہ نہ یہ اللہ پر ایمان لاتا تھا نہ اس کے اعمال اچھے تھے مالی عبادت سے بھی دور تھا اس لیے کہ فقراء کو آپ کھلانا تو درکنار اور کو بھی رغبت نہیں دلاتا تھا۔

یہ آیات کا خلاصہ مطلب تھا، اب ان کے متعلق کچھ فوائد ہیں جو خالی از لطف نہ ہوں گے وہی ھذا۔

فائدہ ①: پہلے نفخہ پر تمام عالم تباہ وبرباد ہو جائے گا: ...... اس کے بعد جب بار دگر نفخۂ صور ہوگا اور ہر چیز بار دگر زندہ ہوگی تب عدالت کے لیے لوگ خدا پاک کے روبرو لائے جائیں گے حالانکہ آیت میں وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ کے بعد عرش اٹھانے کا ذکر کر کے کہہ دیا کہ آج کے روز پیش کیے جاؤ گے اس کا جواب یہ ہے کہ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ سے مراد وہی دن نہیں کہ جس روز خراب عالم کے لیے نفخۂ صور ہوگا بلکہ اور دن یا یوں کہو یوم سے مراد زمانہ ہے جس میں نفخۂ اولیٰ وثانیہ وصعقہ ونشور وحساب ووقوف سب کچھ ہوگا یوم زمانہ اور وقت کے لیے کلام عرب میں بکثرت مستعمل ہے۔

فائدہ ②: وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس۔ یہ عالم کے برباد ہونے سے تمثیل ہے کہ جب وہ گھر گرنے کو ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ نکل کر کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں گو بعد میں وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اور جو ہلاک نہ مانے جائیں تو بھی ممکن ہے اس لیے کہ ایک جگہ آیا ہے الا من شاء اللہ پس ممکن ہے ملائکہ مستثنیٰ ہوں۔

فائدہ ③: تخت رب العالمین کو سر پر اٹھانا: ...... وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ایسا ہی مضمون سورۂ زمر کی اس آیت میں ہے وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ اب کلام یہ ہے کہ تخت رب العالمین کے سر پر اٹھانے سے کیا مطلب؟ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل ہے لوگوں کے سمجھانے کے لیے دنیا میں بادشاہوں کے دربار اور ان کے تختِ عدالت سے کہ جس کو خدام کی جماعت عزت واحترام سے دربار میں لا کر رکھتی ہے تا کہ وہ اس پر بیٹھ کر عدالت کرے۔

بعض علماء اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں ان کے نزدیک کوئی تاویل اور توجیہ آیات واحادیث میں جائز نہیں ہر ایک کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کرنا دراصل قرآن وحدیث کا ماننا کہتے ہیں اگرچہ خوش اعتقادی کا یہی مقتضاء ہے مگر جب اسلوب کلام میں غور کیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ قرآن مجید اعلیٰ درجہ کی بلاغت وفصاحت کے قالب میں ڈھلا ہوا ہے تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلغاء کے کلام میں مجاز استعارہ تمثیل وتشبیہ بہت کچھ ہوتا ہے محاورات زبان اور عرف کا بہت خیال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ سب باتیں موجود ہیں پھر جس طرح معتزلہ کا یہ قول تفریط ہے کہ ما امکن حقیقی معنی ہونے پر بھی وہ تاویل کرتے ہیں اور اس طرح کی تاویلات کا دروازہ کھولنا متکلم کی مراد ظاہر نہیں ہونے دیتا انہیں کی تقلید سے آج کل کے تعلیم یافتہ قرآن کو خیالات مغربیہ پر تاویلات کے ذریعے سے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اسی کو مغز سخن تک پہنچنا اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت سخن فہمی قرار دیتے ہیں اسی طرح باقی تاویل وتوجیہ

استعارہ و کنایہ مجاز تمثیل کا دروازہ بند کر کے ظاہری معنی پر محمول کرنا سخت افراط ہے جو کلام کو مہمل اور بے نمک بلکہ غلط بنا دینے کا پورا ذریعہ ہے۔اب اپنے قاعدے کے موافق ہر فریق قرآن کے ایسے مواقع میں تفسیر کرتا ہے مگر حق وہی بات ہے کہ جس کو اہل سنت والجماعت کے علماء ربانیین اختیار کیے ہوئے ہیں وہ یہ کہ جہاں تک ظاہری معنی مراد لیے جا سکتے ہوں تو کلام کو ضرور حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے اور جہاں تعذر ہو خواہ عقل سلیم کے فتوے سے خواہ اصول اسلامیہ و دیگر آیات واحادیث صریحہ کی وجہ سے تو وہاں ضرور مجاز پر محمول کرنا پڑے گا مگر مجازی معنی کی زمام بھی ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ علماء راسخین کے۔

عرش وکرسی:......آیات مذکورہ میں معتزلہ تاویل کرتے ہیں کہ عرش وکرسی کے معنی مجازی مراد ہیں تسلط وحکومت وغیرہ اور فرشتوں کے سر پر اٹھانے سے مراد ان کے ذریعے سے ان کا ظہور ہے اہل سنت میں سے بیضاوی وغیرہ علماء کلام فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے اس لیے کہ خدائے پاک مجسم نہیں جو کسی تخت پر بیٹھے یا اس کے لیے کوئی جگہ معین کی جائے یہ چیزیں اس کے لیے حدوث ونقصان کا باعث ہیں اسی طرح صوفیہ کرام بھی ظاہری معنی مراد نہیں لیتے پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ عرش مجید صورت جہاں داری اور بادشاہت کو عرش سے تعبیر کیا ہے اور قیامت میں وہ بصورتِ عرش معنی تختِ شاہی ظہور کرے گی۔اس کی جہاں داری دنیا میں چار صفت سے ہے کہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی ان سے خالی نہیں وہ سب کو محیط ہیں۔اول علم، دوم قدرت، سوم ارادہ، چہارم حکمت۔آخرت میں ان چاروں صفتوں کے ساتھ چار صفات اور زیادہ ہوں گی تاکہ دونوں جہاں داریوں میں امتیاز کلی ہو جائے اور وہ چار یہ ہیں۔

اول ظہور انکشافِ تام:......کہ اس عالم میں ہر چیز کی اصل حقیقت ہر ایک پر واضح ہو جائے گی دھوکہ اور شبہ اور غلطی نہ رہے گی وہاں جاہل اور کافر ومومن سب پر حقائق خفیہ برابر ظاہر ہوں گے اس بات پر قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اشارہ ہے از اں بعد یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۝ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۝۔

دوم: کمال بلوغ:......کہ ہر چیز مرتبہ نقصان سے اپنے موافق مرتبۂ کمال پر پہنچ جائے گی استعداد وقابلیت کا مرتبہ فعلیت پر آ جائے گا یہاں تک کہ جو دنیا میں لنگڑے لولے اندھے، زخمی بیمار مرے تھے صحیح اٹھیں گے اور اسی طرح قوائے باطنیہ کا حال ہوگا خلود وبقائے غیر متناہی بھی اسی صفت کی وجہ سے ہوگی جس کی طرف اس ایت میں اشارہ ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝

سوم:......تقدس کہ کدورت والواث سے ہر چیز دور ہو جائے گی اس لیے کہ عالم حدثی کا چھلکا دور ہو کر عالم باقی وصافی کا جوہر نکل آئے گا۔

چہارم: صفتِ عدل وابقائے حق:......کہ جس کے سبب پورا پورا انصاف ہوگا ہر ایک کو اسی کے پیمانے سے تول کر دیا جائے گا۔پھر جب اس عالم میں جہاں داری کے ساتھ جس کو عرش کہا گیا یہ چار صفات اور مل گئیں تو گرانی اور وزن بڑھ گیا اور اس عرش معنوی کو عرش صوری کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے دنیا میں یہ عرش جہاں داری چار فرشتوں پر تھا جو ان چار صفتوں کے مظاہر تھے آخرت میں اس گراں باری کی وجہ سے چار اور بڑھائے جائیں گے جو ان چار صفتوں کے مظاہر ہوں گے یہ معنی ہیں قیامت میں آٹھ فرشتوں کے تختِ رب العالمین اٹھانے کے۔بعض فرماتے ہیں عرش رب العالمین سے مراد انسان کا قلب ہے آج اس کو چار صفات اٹھائے ہوئے قیامت میں آٹھ اٹھائیں گی اور اٹھانا عبارت ہے ان صفات کے استیلاء سے۔پھر ان صفات میں کلام طویل ہے۔

فائدہ ④: رب تعالیٰ کا عرش:......عَرْشَ رَبِّكَ سے وہ عرش مراد ہے جس کو سب آسمانوں سے اوپر کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہی عرش قیامت میں دربار عدالت کے لیے لا کر رکھا جائے گا بعض کہتے ہیں کہ وہ اور ہوگا۔

قریب الفہم وہی قول ہے جو بیضاویؒ نے فرمایا ہے اس لیے کہ انسان اس عالم ناسوت میں حسی معنی کو صور واشکال سے مجرد کر کے بمشکل سمجھتا ہے اور ہر ایک معنی کی اپنے مشاہد صور میں تصویر کھینچتا ہے اب صرف فرمانا تو یہ مقصود تھا کہ قیامت کے دن خدائے ذوالجلال جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے عدالت کرے گا اور خیال انسانی اس عدالت کی تصویر تمام شاہانہ تجملات میں کھینچتا ہے کہ تخت ہوگا اور اس کے گرد ایسے خدام وسپاہ ہوں گے جیسا کہ اولوالعزم شاہوں کے دربار میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ انسانی ادراک سے بھی بہت دور تر ہے اس کے دربار اور اس کی عدالت کی اصل حقیقت بیان کرنے کے لیے نہ الفاظ ہیں اور نہ اذہان انسانیہ تیار ہیں لیکن اس حقیقت کو اس کے مشابہ تصویر میں بیان فرمانا پورا اظہار ہے اس لیے تخت لایا جانا اور تخت پر جلوس فرمانا اور تخت کے اردگرد ملائکہ کا صف بستہ کھڑا ہونا اور مجرموں اور نیکوں کا پیش ہونا اور اپنے ایمان اور نیک اعمال کی جزا اور کفر و بدکاری کی سزا حیات جاودانی یا رنج وعذاب دائمی پانا اور ان کا مسرت کرنا اور ان کا حسرت و افسوس کرنا ایک سچے واقعہ کی تصویر کھینچنا ہے نہ محض ترغیب وترہیب ہے جیسا کہ کوڑھ مغز اور تنگ دماغ خیال کرتے ہیں۔

فائدہ ۵: کیفیت عدالت ونامۂ اعمال:...... یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ سے لے کر اخیر تک اس عدالت کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب حاضر ہوں گے کوئی بات مخفی نہ رہے گی پھر آگے جزاوسزا کی تشریح کرتا ہے کہ جس کی کتاب (یعنی نامۂ اعمال جو دنیا میں کراماً کاتبین نے اس کے نامہ اعمال کا روزنامچہ لکھا تھا اور وہ ایک عالم غیب کا فوٹو ہے ہماری قلموں اور ہمارے کاغذوں کا لکھا ہوا دفتر نہیں) اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو وہ خوش ہوگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دی گئی وہ روئے پیٹے گا داہنا ہاتھ اشارہ ہے جانب اقویٰ سے جو عقل ونور وغلبہ ایمان کی جانب ہے اور بائیں ہاتھ اشارہ ہے جانبِ اضعف نفسانی حیوانی کی طرف۔

فائدہ ۶: اہل جہنم کے احوال:...... هَنِیْٓـًٔا هنأ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو بے مشقت ملے (قاموس) هن، گوارا شدن طعام وشراب ہنی گوارندہ۔ ہنیا منصوب ہے یا اس لیے کہ مفعول مطلق کی صفت ہے ای اکلا وشربا ہنیا یا صفت ہے مصدر کے قائم مقام کی گئی ای هنتم هَنِیْٓـًٔا، هنیٔ بروزن فعیل والمصدر هن۔

اس کے بعد جہنمیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کی اس کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا خُذُوْهُ کہ اس کو پکڑ و قہر وعذاب میں فَغُلُّوْهُ پھر اس کے ہاتھ اس کی گردن میں باندھو غل بالضم گردن بند جمع اغلال (صراح) یہ اس لیے کہ اس نے دنیا میں فراخ دستی کا شکریہ ادا نہ کیا تھا اور کارِ خیر میں ہاتھ نہ کھولے تھے۔

ثُمَّ پھر حکم ہوگا الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ اس کو دہکتی آگ میں ڈال دو یعنی باندھ کر ڈالو تا کہ ہاتھ پاؤں نہ مار سکے ثُمَّ پھر حکم ہوگا فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ کہ ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو کہ پڑا پڑا جگہ سے ملنے بھی نہ پائے بعض علماء کہتے ہیں ستر گز سے تعداد مقصود نہیں بلکہ طول مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً مراد مرات کثیرہ ہیں۔ لمبی زنجیر اشارہ ہے اس کے حرص وہوا وطول اہل دنیا کی طرف کہ بڑی بڑی لمبی زنجیروں میں دنیا کی بندھا ہوا تھا جن کا ان کے خیال میں کہیں سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا۔ یوں ہوگا اور یوں کروں گا۔ اس میں خدا تعالیٰ سے غافل رہا کہ موت آگئی۔ جس کو وہاں کی زنجیر سے بچنا ہو یہاں کی زنجیر سے نکلے۔

شہوات ولذات کی لمبی زنجیریں اس کو جکڑے ہوئے ہیں اور طوق بھی گلے بدکاری اور اخلاق رذیلہ کے پڑے ہوئے ہیں اور شہوت وحرص کی دہکتی آگ میں ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے مردانِ خدا ہی ان بیڑیوں اور اس آگ سے نکل بھاگے ہیں دنیا کے کاروبار کرتے بیاہ شادی کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے مگر بقدر ضرورت۔

اہل جہنم کا جرم:...... پھر آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان فرماتا ہے کہ جس کے سبب وہ آج اس جرم میں گرفتار ہوئے فقال اِنَّهٗ كَانَ

کہ تسلسل حوادث کا قائل تھا اور اسباب کی زنجیروں میں بند تھا ہر حادثہ کو اس کے سبب کی طرف منسوب کرتا تھا مسبب الاسباب تک نظر نہیں پہنچتی تھی اس لیے لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لایا تھا یہ اشارہ ہے کہ اس کی قوت نظریہ باطل ہو چکی تھی وہ احمق ان پتلیوں کو آپ سے حرکت کرنے والا سمجھا ہوا تھا یہ نہیں جانتا تھا کہ پس پردہ کوئی اور حرکت دے رہا ہے ایک خدا بزرگ و برتر کو چھوڑ کر سیکڑوں اسباب کی طرف دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور اپنی طمع و خام خیالی سے بہت چیزوں کو قضاوقدر کا مالک و مختار جان کر ان کی طرف رجوع کرتا تھا۔

الغرض یہ کافر و مشرک تھا توحید و ایمان کی روشنی میسر نہ تھی اس کے علاوہ قوت عملیہ بھی باطل ہو گئی تھی وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؀ اس لیے کہ عملی کاموں میں عبادت کے بعد نفع خلائق اعلیٰ درجہ کی نیکوکاری ہے پھر یہ بدبخت خدائے بزرگ پر تو ایمان ہی نہیں رکھتا تھا کھانا کھلانے کا بدلہ دنیا اور آخرت میں خدا پاک دے گا اس کی رضامندی ہمارے کام آئے گی پھر آپ مسکین غریب کو روپیہ پیسہ دینا کپڑا پہنانا راحت پہنچانا تو درکنار معمولی کھانا بھی نہیں دیتا تھا اور دنیا تو درکنار اوروں کو بھی اس طرف رغبت نہیں دلاتا تھا بلکہ اس کام کو عبث و فضول جانتا تھا کبھی یہ حیلہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں، کبھی یہ کہ ان کا ہمارے اوپر کیا حق ہے اور ان لوگوں کو دینا بے ہمتی بے غیرتی، گداگری سکھانا ہے گفتگو ان درماندوں کے حق میں کہ جو در اصل قابل رحم ہیں محض بخل اور اندرونی خباثت پر مبنی ہے۔

تنگی و مصیبت ٹالنے اور کم کرنے کے دو سبب:...... ایسی تنگی اور مصیبت کے ٹالنے یا کم کرنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔

اول: یہ کہ تسلی دلاسا دینے والا اور چارہ گری کرنے والا ہو۔

دوم: یہ کہ ایسی درماندگی کے وقت کھانا کھلایا جائے اور اسی لیے اہل مصیبت کے ساتھ تعزیت میں یہ دونوں باتیں برتی جاتی ہیں تسلی دلاسا بھی دلایا جاتا ہے کھانا بھی کھلایا جاتا ہے سو اس کے لیے یہ دونوں نہ ہوں گے فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ کہ آج اس کا یہاں کوئی دوست حمایتی نہ ہو گا جو اس کو چھڑائے یہ اس لیے کہ بڑا حمایت کرنے والا اللہ ہے اور اس کی حمایت کا پرتو او دوسرے حامیوں کے دلوں پر پڑتا ہے جو حمایت پر کمر باندھتے ہیں سو اللہ پر تو اس کا ایمان ہی نہ تھا اس سے بگاڑ رکھی تھی۔

اہل دوزخ کا کھانا:...... وَلَا طَعَامٌ اور نہ کھانا ہے اس لیے کہ دنیا میں یہ کسی کو نہیں کھلاتا تھا اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ہاں وہ جو لوگوں کے دل دکھاتا تھا اب ان زخموں کا دھوون ضرور پینے کو ملے گا جو خطا کاروں کا کھانا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۲ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۳ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝۴۵ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝۴۶ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝۴۷ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝۴۹ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع

ترجمہ:...... پھر جس کو تم دیکھتے ہو ﴿۳۸﴾ اور جس کو تم نہیں دیکھتے ﴿۳۹﴾ میں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک یہ (قرآن) معزز رسول کے قول کا کلام ہے ﴿۴۰﴾ اور نہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے (مگر) تم بہت کم ہی یقین کرتے ہو ﴿۴۱﴾ اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے (مگر) بہت ہی کم سمجھتے ہو ﴿۴۲﴾ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے ﴿۴۳﴾ اور اگر محمد ﷺ ہم پر کوئی بات بھی بنا کر کہتے ﴿۴۴﴾ تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ﴿۴۵﴾ گردن مار دیتے ﴿۴۶﴾ پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو روکنے والا بھی نہ تھا ﴿۴۷﴾ اور بے شک یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے ﴿۴۸﴾ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں ﴿۴۹﴾ اور بے شک قرآن کافروں کے لیے حسرت ہے ﴿۵۰﴾ اور یہ یقین کرنے کے قابل ہے ﴿۵۱﴾ پس اپنے رب کے نام کی تسبیح (تقدیس) کرتے رہو جو بلند شان ہے ﴿۵۲﴾۔

ترکیب:...... فلا اقسم قیل لا مزیدۃ او فلا رد لانکارھم البعث ثم اقسم و قیل نافیۃ للقسم کانہ قال لا اقسم علی القرآن قول رسول کریم لظھور الامر و استغناء عن التحقیق بالقسم۔ انہ لقول... الخ جواب القسم مؤکد بان واللام والاسمیۃ و ماھو... الخ الجملۃ تاکید لقولہ انہ لقول رسول کریم ما زائدۃ للتاکید۔ و لا بقول کاھن عطف علی قولہ بقول شاعر۔ تنزیل خبر مبتدا ھو تنزیل۔ تقول قرأ الجمھور مبنیا للفاعل و التقول تکلف القول و الافتراء۔ والاقاویل جمع اقوال جمع قول کابابیت جمع ابیات جمع بیت والاقوال المفتراۃ اقاویل تحقیر الھا۔ لاخذنا جواب لو۔ حاجزین وصف لاحد فانہ عام لکونہ واقعۃ فی سیاق النفی۔ حق الیقین من اضافۃ الصفۃ للموصوف ای للیقین الحق و قیل ھو کقولک محض الیقین۔

تفسیر:...... یہاں تک امور حاقہ کا بیان شواہد کے ساتھ اور اخیر حاقہ قیامت کا مفصل بیان تھا کہ اس طرح سے ہوگی اور اس کے بعد نیکیوں کی یہ حالت اور بدوں کی یہ صورت ہوگی۔ اس بیان میں دو مسئلے ثابت کئے گئے۔

پہلا مسئلہ: توحید باری تعالیٰ:...... کہ اس کی نافرمانی کی سزا کو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا عاد و ثمود و نوح علیہ السلام کی قوموں پر جو کچھ حوادث آئے دنیا نے آنکھ سے دیکھے محفوظ کانوں نے سن کر یاد رکھے یہ اس کی توحید کی پوری دلیل ہے اس لیے کہ اگر کوئی دوسرا بھی اس کا شریک ہوتا جیسا کہ لوگوں کا اعتقاد تھا اور اسی لیے وہ اس کی پرستش کرتے تھے تو ایسے موقع میں ان کی مدد کرتا عذاب الٰہی کو ٹال دیتا۔

دوسرا مسئلہ: معاد کا:...... قیامت برپا ہوگی اور وہاں یہ ہوگا۔

تیسرا مسئلہ نبوت:...... اس کے بعد اب تیسرا مسئلہ نبوت کو ثابت کرتا ہے جن پر دونوں مسئلوں کی بنیاد ہے اس لیے کہ پچھلے واقعات گو محسوس تھے مگر ان کو جاہل اسباب پر مبنی کرتے تھے اس کے بعد قیامت کا واقعہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہے اب زیادہ دار و مدار نقل پر رہا ہے اس لیے نقل کا استحکام ضروری ہوا۔

دیدہ و نادیدہ چیزوں کی قسم:...... فقال: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ کہ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی کہ جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ مفسرین نے اس باب میں متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ سے مراد عالم شہادت محسوسات آسمان و زمین وغیرہ اور وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے عالم غیب روحانیات و عالم جن و ملائکہ اب دونوں کو ملا کر سب چیزیں آ گئیں خالق و مخلوق دنیا و آخرت اجسام و ارواح انس و جن نعماء ظاہریہ و باطنیہ۔

بعض کہتے ہیں مَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد واقعاتِ گزشتہ کہ جن کے آثار اب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد قیامت کا واقعہ جو آنکھوں سے غائب ہے بعض کہتے ہیں کہ مَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد حضرت محمد ﷺ کہ جو کفار کے سامنے تھے اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد جبرئیل علیہ السلام جو ان کو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن شریف کے لانے میں یہی دو واسطے ہیں اس لیے ان کی قسم کھا کر جو اللہ کے نزدیک محترم تھے یہ بیان فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔

مراد رسول کریم ﷺ:...... بعض مفسرین کہتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ میں لانفی کے لیے ہے حق سبحانہ فرماتا ہے کہ مجھے ان چیزوں کی قسم کھانے کی حاجت نہیں اس لیے کہ بات ظاہر ہے وہ کیا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ... الخ کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔ رسول کریم سے مراد یہاں آنحضرت ﷺ ہیں جن کو کافر کاہن وشاعر کہتے تھے نہ کہ جبرئیل اس لیے کہ ان کی نسبت وہ یہ نہیں کہتے تھے البتہ سورہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ میں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں اس لیے کہ اس کے بعد ہے۔

قرآن شاعر وغیرہ کا کلام نہیں:...... وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ الرَّجِيْمِ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ کہ شطان رجیم کا، اسی طرح اس جگہ فرماتا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ابو جہل کہتا ہے اس لیے کہ اول تو شعراء کو وزن و بحر لازم ہے اور قرآن مجید یہ بات نہیں، دوم شعراء تخیلات بے اصل مبالغہ کو دخل دیتے ہیں قرآنِ مجید میں یہ بالکل نہیں بلکہ قرآن میں حقائق و معارف بدلائل ثابت کیے گئے ہیں دونوں کلاموں میں بدیہی فرق ہے لیکن قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ تم بہت کم مانتے ہو محض ہٹ دھرمی کررہے ہو و لا بقول کاھن اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے جیسا کہ عقبہ کہتا ہے۔

کاہن عرب میں اس کو کہتے تھے جو جن و چڑیلوں کی نذر کیا کرتے تھے اور کبھی ارواح خبیثہ ان پر مسلط ہو کر عالم محسوس کے واقعات مقفی اور مسجع عبارت میں بیان کیا کرتے تھے کہ فلاں مسافر فلاں منزل پر ہے اس وقت یہ کر رہا ہے یا فلاں شخص کا مال چرا کر فلاں جگہ لے گیا ہے وغیرہ ذالک جیسا کہ ہندوستان میں بعض لوگ بھتنیوں وغیرہ کے زور سے ایسی باتیں بتایا کرتے ہیں کوئی شیخ سدو سے پوچھا کرتا ہے کسی کے سر پر میراں آتے ہیں کسی کے زین خاں کسی کے بھیروں کسی کے ہنومان۔

قرآن مجید کے چند نمایاں اوصاف:...... قرآن مجید اور ایسے کلام میں بہت بڑا فرق ہے۔

اول: تو ایسے لوگ مکارم اخلاق واصلاح معاش ومعاد کے قوانین کی تعلیم کیا جانیں، نہ ان کو عالم آخرت کے احوال کی خبر، نہ واقعات گزشتہ کی صحیح صحیح خبر، نہ روح کو منور کرنے والے علوم نہ مکارم اخلاق کی تعلیم برخلاف اس کے قرآن مجید میں یہ سب باتیں ہیں۔

دوم: وہ بھوت و جن اپنی نذر و نیاز کی تاکید کرتے ہیں اور جو نہیں مانتا اس پر خفا ہوتے ہیں برخلاف اس کے قرآنِ مجید میں ان باتوں کی برائی بت پرستی اور ان کی خباثت کی مذمت کی ہے پھر کیا یہ خباثت اپنی برائی آپ کرتے ہیں؟ ذرا غور کرو لیکن قلیلا ما تذکرون تم کم غور کرتے ہو بہت کم سمجھتے ہو۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کم ایمان لاتے ہو کم سمجھتے ہو کے معنی ہیں کہ بالکل نہیں لاتے بالکل نہیں سمجھتے اس لیے کہ محاورہ ہے جب کوئی نہیں آتا تو اس کو کہتے ہیں تم کم آتے ہو اسی طرح عرب کا محاورہ ہے۔

اب ایک بات یہ باقی رہ گئی کہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے جیسا کہ آپ ہی فرماتے ہیں تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے کلام اپنے متکلم کی شان خود بیان کرتا ہے شہوت پرستوں عیاشوں کا کلام ویسا ہی ہوتا ہے بادشاہوں کے کلام میں شان و شوکت نمایاں ہوتی ہے حکیموں کے کلام میں حکمت کے انوار چمکا کرتے ہیں اب قرآن کا شان و انداز کہے دیتا ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کو اسی شان ربوبیت سے مامور کرتا ہے بلا لحاظ شرافت خاندانی و دولت مندی ہر ایک کو انہیں بزرگی

بھرے لفظوں سے مغفرت کا وعدہ اور سزا کی خبر دیتا ہے پھر جب یہ اللہ کا کلام ہے تو محمد ﷺ و جبرئیل علیہ السلام کا کلام کیوں کر کہہ دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملابست اور تھوڑا سا علاقہ بھی کافی ہوتا ہے خود بادشاہ نوکر سے کہہ دیا کرتا ہے تم اپنے ملک میں ایسا کرو اپنے گھوڑوں کو یوں رکھو حالانکہ ملک اور گھوڑے بادشاہ کے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید دراصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت ﷺ تک لانے میں جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں اس لیے ان کا کلام کہہ دینا ٹھیک ہے وہی اپنی زبان سے آنحضرت ﷺ کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اپنی زبان مبارک سے امت کو سناتے ہیں اس لیے آنحضرت ﷺ کا کلام کہہ دینا بھی بے جا نہیں۔

ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے رسول اپنی طرف سے بھی کچھ اس کلام میں جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوتا تھا ملا دیتے ہوں اس کو دفع کرتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ... الخ کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی بات بھی بناتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر گردن مار دیتے، عرب میں دستور تھا کہ جب مجرم کو قتل کرتے تھے تو اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ کچھ نہ کر سکے پھر اس کی گردن مار دیتے تھے اس طریقے کے موافق رسول کی نسبت کلام کیا گیا۔ (ابن جریر) فراء و ابن قتیبہ و مبرد و زجاج کہتے ہیں یمین کے معنی ہیں قوت کے یعنی ہم اس کو مضبوطی سے پکڑتے کہ سرکنے نہ پاتا اور ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ کے معنی بھی ابن قتیبہ کے نزدیک یہ ہیں کہ ہلاک کر دیتے خاص گردن مار دینا مراد نہیں۔ وتین ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دل کی رگ ہے بعض کہتے ہیں شاہ رگ مراد ہے جو گردن میں نمایاں ہے حلقوم کے قریب اس کے کٹ جانے سے آدمی بچ نہیں سکتا۔

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝ پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو بچا نہ سکتا۔ خلاصہ یہ کہ اگر محمد ﷺ اپنی طرف سے کچھ کہتے اور ہماری طرف منسوب کرتے جیسا کہ منکرین نبوت کا شبہ ہے تو ہم اپنے قدیم قانون کے موافق جس کا کہ ہم نے تورات میں بھی ذکر کیا ہے ضرور ہلاک کر دیتے سرسبز نہ ہونے دیتے۔

یہ ایک اور دلیل آنحضرت ﷺ کی نبوت کے لیے ہے جس کی طرف توریت میں ایماء ہے توریت سفر استثنا کے اٹھارویں باب میں ۲۰ فقرہ یہ ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے دنیاوی بادشاہ فرامین اور احکام شاہی میں جعل کرنے والے یا جھوٹے مدعی کو بنظر انتظام مملکت نہیں چھوڑتے تو پھر خداوند عالم نبوت کے باب میں جھوٹے مدعی کو کب سلامت چھوڑتے اور اس کو سرسبز بھی ہونے دیتے مگر آنحضرت ﷺ اظہار نبوت کے بعد سرسبز ہوتے گئے روز بروز ترقی ہوتی گئی ان کے خلفاء کے عہد میں عرب کے ریگستان سے نکل کر مشرق و مغرب میں کس شان و شوکت اور آسمانی برکت کے ساتھ اسلام پھیلا اور جاہل وحشی قوموں پر سایہ فگن ہوا اور جس نے ان کو نہیں مانا وہ جلد خوار و ذلیل یا دل میں پشیمان ہوا۔ ان باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ کہ یہ قرآن پرہیزگاروں خدا ترس لوگوں کے لیے نصیحت و پند ہے اس میں کہانت و شاعری اور شہوانی کون سی بات ہے۔

جو قومیں سخت وحشی اور درندہ تھیں پھر وہ جو کایا پلٹ ہو گئیں مہذب، خدا پرست، باخدا، راست باز، رحم دل، محنتی، اولوالعزم، ذوفہم، سلیم بن گئیں ان کے لیے اس پند نامہ کے سوا اور کون سی کتاب تھی؟ تھوڑی دیر کے لیے عرب کے ایام جاہلیت کی سیر کیجیے اس کے بعد اسلامی دنیا کو دیکھیے پھر یہ رات دن کا فرق آپ کو حیرت میں نہ ڈالے گا جب کہ آپ قرآن مجید کو تذکرہ تسلیم کر لیں گے۔

مکذبین کے لیے حسرت و افسوس کا سبب:...... وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ ۝ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اے کفار قریش

! کہ تم میں سے بعض تو ذاتی مکذب معنی جھٹلانے والے ہیں جو کبھی بھی اس پر ایمان نہ لائیں گے اور ان کا کفر ہی پر خاتمہ ہوگا ان کو بے شک اس قرآن سے کچھ نفع نہیں وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بلکہ وہ ان کے لیے حسرت و افسوس کا باعث ہے، دنیا میں غلبہ وشوکت اسلام کے وقت، آخرت میں عذاب کے وقت کہ ہائے ہم نے اس کو کیوں نہ مانا۔

اور یہ شک وشبہ جو لوگ پیدا کرتے ہیں انہیں کی ناپاکی اور کجی باطن کے سبب سے ہے ورنہ قرآن تو وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ سراپا یقین کرنے کے قابل ہے کوئی بات شبہ و انکار کی نہیں۔

ان تینوں مباحث کو پورا کر کے کلام کو اپنی تقدیس و تسبیح کرنے پر تمام کرتا ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کہ اپنے رب کی پاکی بیان کر جس نے قرآن بندوں کی بہتری کے لیے نازل کیا۔

اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات پر عمل کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ رکوع و سجود میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ و سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا کرتے تھے اور پھر ہر نماز میں یہ طریقہ مسنون ہو گیا کہ رکوع اور سجود میں بجز تسبیح کے اور کوئی چیز نہیں اور یہی مذہب ہے فقہاء و محدثین کا۔

و له الحمد علی الاتمام حمدًا کثیرًا سبحانک اللّٰھُمَّ و بحمدک

آیَاتُهَا ۴۴ (۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المعارج مکیہ ہے اس میں چوالیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝٥ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝٦ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝٧

ترجمہ: ...... کسی سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا ① جو کافروں کو ہونے والا ہے ② جس کو اللہ ذی مراتب کی طرف سے کوئی دفع نہیں کر سکتا ③ فرشتے اور روح اس کی طرف اس دن چڑھ رہے ہوں گے کہ جس کی درازی پچاس برس کی ہوگی ④ (اے نبی) آپ اچھی طرح صبر کیے رہو ⑤ وہ تو اس کو بہت دور دیکھتے ہیں ⑥ اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں ⑦

ترکیب: ...... سال قرء الجمهور من السؤال و هو متضمن بمعنى الدعاء و لذا عدى بالباء و قرئ بغير همزة و هو اما من باب التخفيف وَ المعنى واحد او من السيلان و المعنى سال و ادنى جهنم يقال له سائل كما قال زيد بن ثابت و يؤيده قرائة ابن عباس رضی اللہ عنہ سال سيل اى اندفع و او بعذاب و اقع۔ بعذاب و الباء بمعنى عن كقوله فاسئل به خبيرا و هو مفعول ثان لسال و المفعول الاول محذوف اى الله او النبى سال يتعدى الى مفعولين و يجوز الاقتصار على احدهما قاله ابو على الفارسى۔ للكافرين الجار متعلق بو اقع و يمكن ان يتعلق بثابت و يكون صفة اخرى بعذاب و اللاولى و اقع ليس له صفة اخرى لعذاب او حال منه او مستانفة۔ من الله متعلق بو اقع اى و اقع من جهة سبحانه او متعلق بدافع اى ليس له دافع من جهته تعالى۔ ذى المعارج صفة لله تعالى جمع معرج بفتح الميم و هو موضع الصعود۔ و تعرج الملائكة استئناف لبيان ارتفاع ملک المعارج على التمثيل و التخييل۔ فى يوم متعلق بتعرج و قيل بو اقع و قيل بسال اذا جعل من السيلان۔ و الضمير فى يرو به و نراه للعذاب او ليوم القيامة۔

تفسیر: ...... قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور مضامین بھی اس کے مؤید ہیں۔

شانِ نزول: ...... نسائی اور ابن حاتم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث ابن کلدہ کافر تھا، سورۃ الحاقہ سن کر اس سنگ دل نے تمسخر شروع کر دیا اور کہنے لگا اگر یہ حق ہے تو یہ عذاب ضرور ہم پر آئے اور اسی طرح سے اور سیاہ باطن

لوگ بھی تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کیوں نہیں آتا ان کی فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا اس لیے انکار کے طور سے سوال کرتے تھے، اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس دن کی ہیبت ناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلے گا۔

ماقبل سورۃ سے مناسبت:......اور مناسبت کی وجہ بھی سورۂ حاقہ سے ظاہر ہے اس لیے کہ اس سورت میں اسی حاقہ کی تفصیل وتاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ حاقہ ایسا ہے کہ جس کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے۔

اور یہ بھی کہ حاقہ یعنی قیامت کا سر بھی اس سورت میں بیان کر دیا گیا کہ دراصل وہ دن ملائکہ اور ارواح کے عالم اجسام سے فراغت پا کر اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کا دن کہ وہ اس دن اس کی طرف چڑھیں گے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ . . . الخ گویا اس عالم کی بناء تعمیر وبقاو تدابیر میں جو مصروف تھے (کوئی فرشتہ ابر سے، کوئی ہوا سے، کوئی پانی سے متعلق تھا پھر جمادات، نباتات، حیوانات پر ارواح مجردہ معین تھے کہ وہ ان کی تولید وتغذیہ (غذا) وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے کرات افلاک وآفتاب وسیارات کو حرکت دے رہے تھے جن کو حکماء نفوس فلکیہ وغیرہ کہتے ہیں) اس دن یہ عالم خراب ہو جائے گا اور وہ سب فارغ ہو جائیں گے اور چونکہ وہ نورانی ہیں حق سبحانہ کی بارگاہ قدس کی طرف عروج وصعود کر جائیں گے اور بھی وجوہ مناسبت ہیں جو غور وفکر کرنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

وقوع عذاب سے متعلق سوال:......فقال: سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① کہ کسی سوال کرنے والے یعنی درخواست کرنے والے نے عذاب کی درخواست کی جو پڑنے والا ہے۔ سائل نضر بن حارث تھا مگر اس ذلیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا یا یہ کہ قرآن کی عادت نہیں کہ معائب (عیوبات) میں کسی کا نام لیا جائے، اور نیز یہ بھی ہے کہ نام لینے میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور اب تعمیم ہے تا کہ ہر ایک ایسی بات کا خواستگار جو کمال حماقت اور دلیری کر کے ایک آنے والی مصیبت کو بلاتا ہے اور اس کی خبر دینے والے کی شکر گزاری کی جگہ تضحیک کرنا چاہتا ہے اس آیت کا مصداق سمجھا جائے۔ سال کے بعد فاعل سائل کا اظہار کیا لطف دے رہا ہے جس کو بلغاء پسند کرتے ہیں اور اس مانگنے والے نے کیا مانگا؟ عذاب اور عذاب بھی کیسا؟ واقع جو قطعاً آنے والا ہے۔

وقوع عذاب:......بعض مفسرین کہتے ہیں سوال کرنے والے آنحضرت ﷺ تھے کہ آپ کو جب کفار کی تکذیب وتمسخر سے رنج ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سوال کیا الٰہی ان پر عذاب کا تازیانہ نازل کر تا کہ ان کی سرکشی ٹوٹے۔ دعا آپ کی قبول ہوئی اور قریش پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط پڑا کہ ہڈیوں اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی اور چلا اٹھے۔

صبر جمیل کا حکم:......اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ⑤ دعا کے اثر ظاہر ہونے میں جلدی نہ کرو اور اس میں قدرے تنبیہ بھی ہے کہ ایذا کو برداشت کرو، بددعا نہ کیا کرو جب ناصح مشفق ناامید ہو جاتا ہے اور اس کو بے حد ایذائیں پہنچتی ہیں تو وہ اس ناپاک قوم کے لیے بددعا بھی کر دیا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی خاصیت ہے اور اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے کہ یہ بے ثمر درخت کٹ جائیں اور عمدہ ثمر دار پیدا ہوں اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی عذاب کی درخواست کی تھی جس پر طوفان آیا اور دنیا غرقاب ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون کے لیے بددعا کی تھی اس تقدیر پر سائل سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور تنکیر تعظیم کے لیے ہے اور لفظ واقع میں اور اس طرح اس کے بعد کے جملوں میں۔

عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہیں:......لِّلْكٰفِرِيْنَ اور لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ میں کہ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ میں کہ وہ

عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو بڑا بلند مرتبہ ہے آنحضرت ﷺ کو اجابت کی بھی تسلی ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا جس میں عذاب، دنیا کی طرف اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ دنیا میں قحط آیا، بدر میں مارے گئے، مسلمانوں کے ہاتھوں میں مسخر ہوئے۔ آخرت کا عذاب تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۝ میں بتایا گیا اور پھر آپ کو تنبیہ اور جلد عذاب نہ آنے پر دلاسا بھی دیتا ہے فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا کہ خوب اور عمدہ طور پر صبر کر یہ جو کچھ بھی کہیں کہنے دے۔ اور اگر سائل نضر بن حارث قرار دیا جائے تو عَذَابٍ وَّاقِعٍ ... الخ میں عذاب آنے کا قطعی اشارہ کر کے فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا میں آنحضرت ﷺ کو تسلی اور صبر کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک تفسیر سال سوال کے معنی میں لیے جانے پر تھی جیسا کہ جمہور کا قول ہے خواہ سال کو ہمزہ کے اظہار سے پڑھیں یا تخفیف کر کے مگر بعض نے سال کو سیلان کے معنی میں لیا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ کفار کے لیے عذاب واقع ہونے والا بہہ پڑا دریا کی طرح اُمڈ آیا جس میں قیامت کے ہول ناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ ... الخ سے سمجھا جاتا ہے یعنی وہ بے خبر اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ امڈ آ رہا ہے۔ پھر آگے اس کی تشریح ہے وَّاقِعٍ۔ لِّلْكٰفِرِيْنَ کہ وہ عذاب کافروں کے لیے ہونے والا ہے۔ کفر باعث اس عذاب کا ہے کوئی کافر کیوں نہ ہو سب کو وہ عذاب پیش آنے والا ہے لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ اور وہ عذاب جس کی طرف سے ہوگا جو کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا؟ اللہ کی طرف سے جو رتبوں والا ہے۔

تفسیر معارج:......معارج معرج کی جمع چڑھنے کی جگہ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ مفسرین کے اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(١) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں سماوات اور ان کو معارج اس لیے کہا کہ ان میں فرشتے چڑھا کرتے ہیں۔

(٢) قتادہؒ کہتے ہیں فضائل ونعماء کو کہ یہ لوگوں کی طرف مختلف طور پر پہنچتے ہیں۔

(٣) معارج سے درجات مراد ہیں جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کو مختلف طور پر عطاء ہوئے اور ہوں گے۔

(٤) بعض کہتے ہیں بندوں کے اعمال و ادراکات ہیں کہ ان کے سبب اس کے بندے مراتب و درجات میں ترقی کر کے اس تک پہنچتے ہیں اور وہ متفاوت ہیں۔

اور مراتب قرب بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کو عارفان حق طے کر جاتے ہیں۔

انسانی فنا و بقا بھی معارج ہیں جن کو طے کرتے کرتے مقصود تک پہنچتا ہے۔

ان میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی رتبہ اور فضائل عطاء کرنے والا ہے آخرت میں اور دنیا میں بھی ایمان داروں کو اور یہ کہ عالم میں اس کا فیضان وسائل سے پہنچتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۝ ۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پس ذی معارج میں ان ارواح مختلفہ کی طرف اشارہ ہے جو ارتفاع مراتب حاجات کے لیے اس عالم میں بمنزلہ سیڑھیوں کے ہیں اور نزول آثار رحمت کے لیے بمنزلہ منازل کے ہیں۔

اور اللہ کو ذی معارج اس لیے کہا کہ یہ درجات اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں والا ہے بہت بلند شان ہے اس تک پہنچنے کے لیے ایمان واعمال وخلوص کی سیڑھیاں درکار ہیں اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۝ کہ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھیں گے اس دن کہ جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔

روح سے کیا مراد ہے:......روح سے مراد بعض کے نزدیک جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کی عظمت کے لیے ان کو ملائکہ سے جداگانہ بلفظ

روح بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ و قولہ تعالیٰ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح درجۂ نزول میں اول اور صعود میں آخر ہے۔

اور اسی جگہ بعض اہل کشف نے کہا ہے کہ روح نور عظیم ہے اور وہ جمیع انوار سے جلال الٰہی کے قریب تر ہے اور اسی سے تمام ارواح ملائکہ اور ارواح بشریہ جو تمام ارواح سے اخیر درجہ میں ہیں پھیلتی ہیں اور دونوں طرفوں کے درمیان معارج مراتب ارواح ملکیہ و مدارج منازل انوار قدسیہ کے ہیں اور ان کی مقدار حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد ایک اور چیز ہے یعنی نور عظیم جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

بعض کہتے ہیں ارواح بشریہ مراد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جمیع ارواح حیوانیہ و نباتیہ و فلکیہ وغیرہ۔

تَعْرُجُ سے مراد اوپر چڑھنا جیسا کہ جمہور کا قول ہے بعض کہتے ہیں کہ عروج حسی مراد نہیں بلکہ عروج رتبہ۔ یعنی اسرار ملائکہ اور روح کو خداوند کے نزدیک عروج یعنی بلند مرتبہ حاصل ہوگا۔

فِیْ یَوْمٍ سے مراد جمہور کے نزدیک قیامت کا دن ہے۔ بعض کہتے ہیں دنیا کا دن ہے۔

پچاس ہزار برس کا دن: ...... مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ پچاس ہزار کی درازی جمہور کے نزدیک دراصل ہوگی لیکن ایمانداروں کے حق میں نہ ہوگی، دلیل اس پر آیت اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا اور یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت پچاس ہزار کی درازی اس دن کی بڑی درازی ہے آپ نے فرمایا مجھے اس کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مؤمن پر بہت کم ہوگا یہاں تک کہ وہ دن نماز پڑھنے کے وقت کے برابر ہوگا۔ (اخرجہ احمد و ابو یعلی و ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی البعث) لیکن اس کی سند میں دراج و ابی الہیثم دو راوی ضعیف ہیں۔ اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس دن کی درازی مؤمن پر اس قدر ہوگی کہ جس قدر عصر و ظہر کا وقت ہے۔ (اخرجہ ابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی)

بعض کہتے ہیں عدد حقیقۃً مراد نہیں بلکہ درازی مراد ہے اس تقدیر پر اس آیت اور سورہ سجدہ کی اس آیت میں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کچھ بھی منافات نہیں اس لیے کہ اس درازی کو کبھی ہزار برس سے کبھی زیادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اول تقدیر پر مطابقت یوں ہوگی کہ دنیا سے لے کر اول آسمان تک مقدار رفعت ہزار برس ہے اور اسفل عالم سے لے کر انتہاء عرش تک پچاس ہزار پس سورہ سجدہ میں اول رفعت بیان ہوئی اور اس سورت میں دوسری کچھ بھی منافات نہیں۔

ملائکہ ارواح اور روز قیامت: ...... بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے کثرت اندوہ و رنج مراد ہے اور رنج و اندوہ کے دن کی درازی محاورہ میں بہت بڑی بیان کی جاتی ہے شب فراق اور روز جدائی و ایام مصیبت کی درازی ہزاروں برس کی بیان کرنا کمال بلاغت اور قوم کی بول چال کی رعایت ہے نہ کہ جھوٹ یا مبالغہ۔

ان اقوال پر لحاظ کر کے آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں:

(۱) یہ ملائکہ اور ارواح (جو اس عالم کی تدبیر و تصرف میں مصروف و معین تھے جن کی طرف ذی المعارج میں اشارہ تھا اس لیے کہ ہر چیز عالم کے ساتھ ایک فرشتہ اور روح مدبر حق سبحانہ کی طرف سے معین ہے وہی اس مادہ کو ان قوالب میں ڈھال رہے ہیں اور وہ بحکم الٰہی ان کے نمو و بقا اور اشکال و تولید و تناسل و توالد کے محافظ ہیں) سب اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہو جائیں گے اور چونکہ وہ نور ہیں اپنے

جیز اصلی نور الانوار حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ قدس تک چڑھیں گے اور وہ بارگاہ عالم ناسوتی سے بہت بلند ہے یہاں تک کہ اگر کوئی تیز رفتار چڑھ کر جائے تو پچاس ہزار برس میں بھی وہاں تک نہ پہنچے اور یہ کس دن ہوگا قیامت کے دن جو بڑا مصیبت کا دن ہوگا اس تقدیر پر فی یوم، تعرج کے متعلق ہوگا۔

(۲) یہ کہ اس روز جو بڑے سے بڑا عاقل اور ذکی فیصلہ کرنے بیٹھے گا تو پچاس ہزار برس میں بھی فیصلہ نہ کر سکے گا اور وہ ایام دنیا کے آدھے دن میں کر دے گا اور اس دن ملائکہ اور روح اپنے اپنے مواضع ومواقع رفعت میں بہت جلد عروج کر جائیں گے اگر اور کوئی وہاں تک چڑھے تو پچاس برس میں چڑھ سکے۔ یہ وہب اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۳) ابی مسلم ❶ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کا تمام دن ہے جس کی ابتداء اول آفرینش اور انتہاء آخر فنا ہے پھر حق سبحانہ نے بیان فرمادیا کہ دنیا کے دن میں ملائکہ کا عروج ونزول ضرور ہے اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو قیامت کا دن وقت معلوم ہو جائے اس لیے کہ نہیں معلوم کہ اس دن میں سے کس قدر گذر گیا اور کس قدر باقی ہے۔ (تفسیر کبیر)

(۴) صاحب عرائس فرماتے ہیں کہ ملائکہ اور روح کے عالم ملکوت میں مقامات معینہ ہیں پھر جب کوئی فرشتہ موقع نزول سے مرتبۂ معلومہ کی طرف چڑھتا ہے تو ایک ایسے دن بھر میں چڑھتا ہے کہ جس کی مقدار ہمارے نزدیک پچاس ہزار برس کے مساوی ہے اور وہ تو ایک ساعت سے بھی کم (وقت) میں چڑھ جاتے ہیں اور حق کے لیے کوئی مکان اور منتہی نہیں کہ جہاں مخلوق چڑھ کر جاتی ہو بلکہ اس کی عزت وجلال کا ظہور ہر ذرہ سے عیاں ہے پھر جب قرب وبعد مسافت نہیں اور افہام اور اوہام اٹھا دے تو روح کے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ وصال میں کچھ دیر نہیں۔

اس کے بعد فرماتا ہے فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا کہ اے نبی! عمدہ صبر کر تیرے جھٹلانے والے کو عذاب مقرر ہے۔ سہل فرماتے ہیں صبر جمیل رضا ہے بغیر شکوے کے۔ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا اس لیے کہ وہ اس کے معتقد نہیں۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا اس لیے کہ وہ دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ
حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱
وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴
كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸

ترجمہ:......جس دن کہ آسمان (پگھل کر) تانبے جیسا ہو جائے گا ⑧ اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے ⑨ اور کوئی دوست کسی دوست کو دیکھ کر بھی نہ پوچھے گا ⑩ گنہگار چاہے گا کہ اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنی اولاد ⑪ اور بیوی اور بھائی ⑫ اور اپنے اس کنبہ کو اس کو پناہ دیتا تھا ⑬ اور جو کچھ کہ زمین پر ہے سب کچھ دے دے پھر چھوٹ جائے ⑭ ہرگز نہ ہوگا وہ بہت تیز آگ ہے ⑮ داغ تک کو کھینچ لے گی ⑯ کس نے (دین سے) پیٹھ پھیری اور منہ موڑا ⑰ اور مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا (راہ خدا میں نہ دیا) اس کو پکارے گی ⑱

❶......یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر فنا تک تمام ایام دنیا کو ایک دن سمجھئے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے ۱۲ منہ۔

ترکیب:......یوم ناصبه قریبا و التقدیر و نراه قریبا یوم یکون کذا و یمکن ان یکون بدلا عن فی یوم ان علق به۔ و لا یسئل مبنیا للفاعل فالمفعول الثانی محذوف ای لا یسئل حمیم حمیما نصره و لا شفاعته و قرئ مبنیا للمفعول علی اسقاط حرف الجر ای لا یسئل حمیم عن حمیم این حمیمک و کیف حاله الحمیم القریب یبصرو نهم یقال بصرت به ابصر و یقال بصرت ازید بکذا فاذا حذفت الجار قلت بصرنی زید کذا۔ استیناف او حال و جمع الضمیرین لعموم الحمیم لکونه واقعا فی سیاق النفی۔ لو یفتدی بمعنی ان و الجملة مفعول۔ یود المجرم فاعله۔ و من معطوف علی بنیه و الجملة حال من احد الضمیرین فی یبصرو نهم او استیناف۔ ثم ینجیه الافتداء و العطف بثم للاستبعاد۔ و کلا ردع للمجرم۔ انها الضمیر للنار او مبهم یفسره لظی و هو خبر او بدل او القصة۔ نزاعة قرء الجمهور بالرفع علی انها خبر ثان کان او خبر مبتدا محذوف اوتکون لظی بدلا من الضمیر المنصوب و نزاعة خبر ان وقرئ بالنصب علی الحال۔ و الشوی الاطراف او جمع شواة کنوی و نواة و هی جلدة الرأس۔

تفسیر:......اس دن کی درازی بیان فرما کر اس کی اور تشریح ہول ناک انداز سے کرتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آج جو اس دن کے منکر ہیں اور دنیا ہی پر دل دادہ اور فریفتہ ہیں اس روز ان کی یہ حالت ہوگی گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے۔

قیامت کے احوال مختلفہ:......(۱) فقال: یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ کہ جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسے ہو جائیں گے۔ عکرمہ وغیرہ کہتے ہیں مہل تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ سمٰوٰت پر جب فساد طاری ہوگا تو ان کا مادہ ایسی رنگتوں میں آجائے گا۔ پہلے اس گھر کی چھت آسمان توڑے جائیں گے پھر نیچے کی نوبت آئے گی۔

(۲) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اور پہاڑ رنگی ہوئی پشم کی طرح اڑتے پھریں گے پہاڑ بعض سیاہ بعض سرخ بعض سفید جب ان کے ریزے ریزے ہو کر باہم مل جائیں گے تو رنگین نظر آئیں گے اس لیے عھن سے پوری تشبیہ ہے یہ نفخۂ اولیٰ کا حال تھا اب نفخۂ ثانیہ کا حال بیان فرماتا ہے جب کی بار دگر ہر چیز پیدا ہوگی۔

دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی:......(۳) وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا اپنی اپنی پڑی ہوگی يُبَصَّرُوْنَهُمْ باہم دیکھ کر بھی کوئی التفات نہ کرے گا بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کی طرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر ایک نیک و بد کو دیکھیں گے کوئی چھپ نہ سکے گا دوست کا دوست کو پوچھنا تو درکنار بلکہ

(۴) يَوَدُّ الْمُجْرِمُ . . . الخ گناہ گار آرزو کرے گا کہ کاش مجھے چھوڑ دیا جائے اور میرے بدلے میں میری اولاد اور بیوی اور بھائیوں اور کنبے کو جو اس کے مددگار دنیا میں تھے اور جو کچھ مال و حشمت دنیا پر ہے سب لے لے انہیں لوگوں کے لیے تو دنیا جمع کرتا اور خدا سے غافل تھا مگر نہ چھوٹے گا اس لیے کہ انہا جہنم کی آگ شعلہ مارتی ہوگی جھلستی ہوگی زبانِ حال سے وہ خود یا اس کے داروغہ پکاریں گے ان دوگروہوں کو۔

(۱) مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى جس نے خدا سے منہ پھیرا اور نبی علیہ السلام سے پھر گیا۔

(۲) وَجَمَعَ فَاَوْعٰى مال جمع کیا کسی حق دار کا حق نہ دیا بلکہ سمیٹ کر رکھ لیا اور جمع کرنے میں حلال و حرام کی بھی کچھ پروانہ کی معاذ اللہ ایک کفر و روگردانی اس پر یہ طمع و حرص و مردم آزاری یہ ہے مجرم۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿۱۹﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿۲۰﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ
مَنُوعًا ﴿۲۱﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿۲۲﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِينَ فِي
أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿۲۴﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ
الدِّينِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿۲۷﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ
مَأْمُونٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿۲۹﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۳۱﴾
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿۳۳﴾
وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۳۴﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿۳۵﴾ ع

ترجمہ:......آدمی کنٹک بنایا گیا ہے ⑲ جب اس کو برائی پہنچتی ہے تو چلاتا ہے ⑳ اور جب اس کو بھلائی پہنچتی ہے تو کنجوس ہو جاتا ہے ㉑ مگر نمازی ㉒ وہ تو جو اپنی نمازوں میں ہمیشہ لگے ہوئے ہیں ㉓ اور وہ جو ان کے مالوں میں حصہ معین ہے ㉔ سائل اور غیر سائل کے لیے ㉕ اور وہ جو قیامت کا یقین رکھتے ہیں ㉖ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں ㉗ اس لیے کہ ان کے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے ㉘ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں ㉙ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے اس لیے کہ اس میں ان پر کچھ بھی الزام نہیں ㉚ پھر جس نے ان کے سوا اور کچھ چاہا تو وہ حد سے گزرنے والے ہیں ㉛ اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں ㉜ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں ㉝ اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کیا کرتے ہیں ㉞ وہی لوگ باغوں میں عزت سے رہا کریں گے ㉟۔

ترکیب:......هلوعا حال مقدرة من الانسان الهلع اشد الحرص يقال هلع الرجل يهلع هلعا و هلاعا فهو هالع و كذا جزوعا و منوعا حالان۔ و اذا الاولى ظرف لجزوعا و الاخرى لمنوعا۔ الا المصلين استثناء من الجنس و المستثنى منه الانسان وهو جنس۔ في جنت ظرف لمكرمون۔

تفسیر:......اور یہ مال جمع کرنا اور کنجوسی کرنا اس لیے ہے کہ:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا انسان (بعض کہتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں) فطرتی طور پر لالچی اور بے صبر پیدا ہوا ہے اس کم بخت کی دور اندیشی اور اس کی زیرکی (جو خداوند عالم کی طرف سے بنسبت اور حیوانات کے زیادہ ملی تھی) اس کو بخل اور لالچ پر آمادہ کرتی ہے اور بڑے بڑے خیالات اور امیدیں بندھاتی ہے کہ سیکڑوں برس کا انتظام کرتا ہے اور اپنی عمرِ رواں کی بے ثباتی سے بے خبر ہو کر دنیا ہی میں محو ہو جاتا ہے یہ حالت آخرت اور حق سبحانہٗ سے غافل کرنے والی ہے، اس سے باز رہنے کو یہ اس کی جبلت بیان فرمائی جاتی ہے۔

انسان کی کم ہمتی:......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے هلوع کے معنی دریافت کیے فرمایا آپ ہی حق سبحانہ اس کی تفسیر کرتا ہے کہ إِذَا مَسَّهُ

الشَّرُّ جَزُوْعًا ... الخ جب اس کو برائی پہنچتی ہے بیماری تنگ دستی زن وفرزند اور اقارب کی موت یا کسی مقصود میں ناکامی، جنگ اور خصومت عدالتی میں شکست، مال وجاہ کا زوال وغیرہ کوئی بات پیش آجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے، صبر وشکیبائی کو کھو بیٹھتا ہے، کفر کے کلمات اور خدا کا گلہ وشکوہ کا آغاز کرتا ہے۔ الغرض خدا پاک سے امید کی رسی کو کاٹ ڈالتا ہے یہ بھی بری عادت ہے جو اس کے ضعف ایمان اور خدائے ذوالجلال پر توکل نہ کرنے کی دلیل ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جب خیر، تندرستی، اولاد، مال وجاہ وعزت میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے کہ بس اب تو نعمت حاصل ہو گئی، اتفاقی بات تھی روز روز کہاں حاصل ہوتی ہے اس کو روک کر رکھو اس میں سے حق داروں کا حق ادا نہ کرو گو یا یہ اس نعمت کو خدائے پاک کا عطیہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی محنت وکوشش اور بخت واتفاق کی یاوری خیال کرتا ہے یہ بھی نامحمود حالت ہے جس کو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی بہرہ نہیں۔

اہل ایمان کے آٹھ اوصاف: ...... پھر فرمایا کہ اس مکروہ حالت سے آٹھ گروہ مستثنیٰ ہیں اور ان کو جہنم نہ بلائے گی۔ فقال:

نماز پر ہمیشگی: ...... (۱) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ مگر نمازی صرف ایک بار یا دو بار نماز پڑھنا کافی نہیں بلکہ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ وہ جو اپنی نمازیں ہمیشہ ادا کیے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہ فرقہ سب فرقوں سے اول ذکر ہوا۔ اور یہ ہے بھی اول اور یہ اس لیے مستثنیٰ ہے کہ نماز بندے اور خدا تعالیٰ میں ایک اعلیٰ رابطہ ہے جو اس کو پنج گانہ اس کی بارگاہ تک باریابی کا موقع دیتا ہے بھلا جو پانچ وقت دن رات میں حضور قلب اور دلی نیاز سے اس کے سامنے جائے گا اس کی روح پر اس کے انوار کا پرتو کیوں کر نہ پڑے گا اور اس کی یہ ظلمت کیوں کر دور نہ ہوگی اور اس کا سختی اور نرمی میں اپنے قادر مطلق پر کیوں کر توکل نہ ہوگا؟ اور جو پنج گانہ اس کے دربار میں حاضر ہو کر اس کے آگے سر نیاز خم کرتا ہے اس پر اس کی کیوں کر رحمت نہ ہوگی۔ وہ ضرور آخرت کی بلاؤں سے اس کی برکت سے نجات پائے گا۔

حاجت مندوں کی حاجت روائی: ...... (۲) وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ کہ جن کے مال میں سائل اور محروم یعنی بے سوال کا جو نہ مانگنے کی وجہ سے محروم رہ جاتا ہے حق ہے اور حق بھی کیسا معلوم کہ اس نے کھول دیا کہ اس قدر دیا کروں گا یہ نہیں کہ کبھی دیا اور کبھی نہ دیا بلکہ ایک حصہ معین کر دیا۔

قتادہ رحمہ اللہ ومحمد بن سیرین رحمہ اللہ وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ حق معلوم سے مراد زکوٰۃ ❶ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ومعین کیا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زکوٰۃ کے بعد اگر اور نہ دے تو اس پر کچھ الزام نہیں۔

مجاہد اور عطاءؒ ونخعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں صدقاتِ واجبہ کے علاوہ خیر وخیرات مراد ہے اس لیے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ وصدقات کے مصارف بیان فرمادیے گئے ہیں اور اس کا مصرف سائل ومحروم بیان فرمایا۔

فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ سب مالوں میں خیرات جاری ہے زراعت میں سے، مویشی میں سے، تجارت میں سے، نقد میں سے جس طرح ممکن ہو نفع پہنچاتے ہیں مکان ہیں تو مفت ان میں مساکین کو رہنے دیتے ہیں، مہمان کو اتارتے ہیں ان کی گاڑی اور گھوڑوں کو حاجت والے مانگ کر لے جاتے ہیں ان کے کپڑوں اور ہتھیاروں اور کتابوں اور دیگر اشیاء سے نفع اٹھاتے ہیں یہ کریم النفس دریغ نہیں کرتے حق کا لفظ کہہ رہا ہے کہ ایسے درماندوں کا ان کے مال میں بڑا زور ہے اور حصہ معین ہے جیسا شریکوں کا ہوا کرتا ہے ان کے دامن ہمیشہ مسکینوں کے ہاتھ میں رہا کرتے ہیں۔

سائل تو معلوم ہوتا ہے مگر محروم کے معنی میں علماء کے متعدد قول ہیں۔

---

❶ صدقۃ الفطر اور نفقات واجبہ بھی اس میں شامل ہیں۔

محروم کے معنی:......(۱) تو وہی جو ہم نے پہلے بیان کیا بے زبان منہ بند۔
(۲) بعض کہتے ہیں کہ محروم بے زبان جانور ہیں کچھ نہیں کہتے اس لیے محروم رہ جاتے ہیں ان پر رحم کرنا اوران کو اپنی کھیتی ، پانی یا نقد مال سے نفع پہچانا چاہیے (اس سے یہ مراد نہیں کہ گائے بیل کی پرستش کی جائے)۔
(۳) بعض کہتے ہیں محروم وہ مصیبت زدہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ ان کو دینا زیادہ ثواب ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں کہ جو لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوارہ یا دو چھوارے مانگ مانگ کر لے جائے بلکہ وہ جو حاجت مند ہے اور کسی سے سوال نہیں کرتا باوجود اس کے سائل کو مقدم اس لیے کیا کہ یہ نفس الامر میں ہر جگہ پہلے پہنچا کرتا ہے۔
افسوس ہے ان سائلوں پر کہ جنہوں نے اس کو دائی پیشہ بنالیا اور اس کے ساتھ اظہار کرامت وولایت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔
نماز روحانی و بدنی عبادت تھی اس کے بعد مالی عبادت بھی ضرور ہے اس لیے اس دوسرے جملے کو اس کے بعد بیان فرما کر جتلا دیا کہ نری نماز کافی نہیں مال میں سے صدقات بھی دیا کرو

بخیل ار بود زاہد بحر و بر ☆ بہشتی نباشد بہ حکم خبر

روزِ جزاء کی تصدیق:......(۳) وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وہ جو جزاء کے دن کو سچا جانتے ہیں اس میں سب نیکیوں کی طرف اشارہ ہے اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کی طرف ایماء ہے اس لیے کہ جو شخص جزاء کے دن کا معتقد ہوگا وہ نیکی کرے گا دل کھول کر کرے گا، غرباء کو دینا اقارب وضعفاء پر رحم کرنا سب کے بدلے کی یقینی امید ضرور تحریک کرتی ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم اور ناحق شناسی سے روکنے کو بھی یہ یقین سد قوی ہے یہ جملہ اور اس کے بعد کا جملہ پہلے اور آئندہ احکام کے لیے تاکید کا فائدہ بخشتا ہے۔
(۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کس لیے اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ان کے رب کا عذاب کچھ ٹھیک نہیں کہ کب اور کس وقت نازل ہو جائے اس سے نڈر رہنا نہ چاہیے۔
پہلا جملہ عذاب اور ثواب آخرت کے خوف اور امید کی وجہ سے نیکی پر ابھارنے والا بدی سے روکنے والا تھا مگر انسانی حرص وڈ ح و شہوت کبھی اس قدر دور دراز کی سزا یا جزا سے غافل کر کے بدی میں ڈال دیتے ہیں مگر جب اس کو برے کام پر دنیا ہی میں تازیانے پڑنے کا خوف دلایا جاتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا ہی سے ایسے بدکاموں کی سزا مل جاتی ہے (بیماری تنگ دستی بے عزتی کوئی ناگہانی مصیبت ارضی وسماوی عامہ یا خاصہ قحط وبا تسلط حکام ظالم وغلبہ اعداء یا موت لخت جگر وخانہ خرابی وغیرہ) تو بہت جلد متنبہ ہو جاتا ہے اس لیے اس کے بعد اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ بھی سنادیا اور دنیا میں اعمال بد پر سزا آنا یقینی بات ہے بارہا مشاہدہ ہوا ہے اور ہر روز ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ کوئی کور باطن اس سزا کو من اللہ نہ سمجھے اور اسباب کی طرف منسوب کرے مگر عاقل جب غور کر کے دیکھے گا تو اسباب کا سلسلہ بھی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں دیکھے گا۔
یہاں تک یہ چار اوصاف ذکر ہوئے ان میں دو پہلے قوت علمیہ کی تکمیل کے لیے تھے اور چونکہ مقصود تر تھے اس لیے ان کو مقدم کیا اور یہ دونوں اخیر قوت نظریہ کی تکمیل کے لیے ہیں اور یہ دونوں ان دونوں کے لیے محرک ہیں۔
اس کے بعد چار فریق اور بیان فرماتا ہے جن میں چار صفات حقوق العباد کے ملحوظ رکھنے اور تمدن اور نظام عالم کے قائم رکھنے کے لیے بیان فرمائے اور ان چاروں میں اخیر جملہ تہذیب روحانی کے لیے بھی ایک رکن اعظم ہے اور اسی پر صفات کا اتمام ہے۔ فقال

پاک دامن:۔۔۔۔(۱) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ کہ وہ جو اپنے ستر خاص کو محفوظ رکھتے ہیں کسی پر نہیں کھولتے یعنی جمع نہیں کرتے مگر اس قدر پر بس کرنا انسان کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ دھرنا تھا اس لیے کہ انسان میں یہ ایک ایسی قوت رکھی ہے کہ اس کو مجبور و مقہور کر دیتی ہے اور اس کے حواس و عقل میں اپنے غلبے کے وقت فتور ڈال دیتی ہے اور اسی لیے یہ تجرد اسلام میں کوئی عمدہ بات نہیں گو عیسائیوں کے راہبوں اور ہنود کے گشائیوں جوگیوں میں عمدہ عبادت اور نفس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا مقابلہ ہے اس لیے اس کے بعد اس حکیم مطلق نے دو جگہ کے لیے اجازت دی۔

بیوی ولونڈی سے مباشرت کی اجازت:۔۔۔۔(۱) اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اول بیوی کے لیے مرد کو اپنی بیوی سے جماع درست ہے اس لیے کہ بیوی کو زوج یعنی اس کا جوڑا کہتے ہیں جو دونوں کے ملنے سے امور خانہ داری سرانجام پاتے ہیں اس کے اندر بھی خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے اگر مرد اس پر از ارنہ کھولے تو اس کی حاجت روانہ ہو اس کے لیے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہے پھر باہم اتحاد قائم نہ رہے دوم مرد عورت کی محبت باہمی کا جس پر خانہ داری موقوف ہے بیشتر اسی اختلاط کا مدار ہے بیوی کون ہے اور کیا شرطیں ہیں اس کو عرف پر چھوڑ دیا اور قرآن میں متعدد جگہ بتلایا گیا۔ سوم نسل انسانی کا ابقاء منشاء خداوندی ہے اور وہ بجز اس کے عادۃً ہو نہیں سکتا۔

(۲) اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لونڈیوں پر جو مردوں کے ہاتھ کا مال ہیں یہاں بھی جماع کرنا ممنوع نہیں لونڈی غلام بنانے کا دستور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے بھی پایا جاتا ہے توریت موجودہ میں لونڈی غلاموں کے احکام مذکور ہیں۔ دیکھو کتاب استثناء کا ۲۱ باب۔ اور بس میں کتاب مذکور ۲ باب کا ۱۳ درس "اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر آدمی مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتیں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کی ساری لوٹ اپنے لیے لے۔" کتاب مذکور کا باب ۱۲ تا ۱۷ جملہ جس میں غلام لونڈیوں کے رکھنے اور آزاد کرنے کا صاف حکم ہے۔ اور ۲۱ باب میں صحبت کرنے کی اجازت ہے۔

آج کل کی عیسائی قومیں اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور اہل اسلام پر عیب لگاتی ہیں مگر ان کو معلوم رہے کہ اسلام میں لونڈی غلاموں کے حقوق عیسائی آزاد رعیت سے زیادہ ملحوظ ہیں لونڈی جب مرد کا مال ہے اور گھر میں رہ کر کاروبار کرتی ہے اگر اس کا کسی سے نکاح نہیں کیا گیا تو اس کے ساتھ ہم بستری بھی اس پر ترحم اور اولاد کی ماں کہلانے کے لیے عزت دینا ہے۔

فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وان دونوں طریقوں کے سواء قضاء شہوت کے لیے اور طریقہ عمل میں لائے وہ حد سے تجاوز کرنے والا سرکش اور خدا کا باغی ہے۔

متعہ کی حرمت:۔۔۔۔متعہ کی ہوئی عورت بھی اس آیت سے حرام ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ نہ وہ بیوی ہے کہ کوئی حق زوجیت میراث و نان و پارچہ وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں نہ وہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو (خواہ غیر عورت خواہ اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو) اس لیے کہ وہ بیوی ہے نہ لونڈی اور جلق لگانا اور عورت کو عورت سے مساحقت کرنا اور عورت کو اس کام کے لیے ملازم رکھنا مخفی آشنائی کرنا یا اجرت دے کر یہ کام کرنا سب ممنوع ہیں۔

امانت وعہد کی پاسداری:۔۔۔۔(۱) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں۔ امانت کی کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی امانت اس کے عطا کردہ قویٰ اور اموال ہیں ان کو بے جا صرف نہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ بات کی امانت۔

۳۔ آقا اور میاں کے مال کی امانت۔

۴۔علماء کے پاس علم امانت ہے اس کو نہ چھپائیں۔
اسی طرح عہد بھی کئی قسم کا ہے خدا کا عہد کہ اسی کی عبادت کریں گے باہمی بندوں کے جائز عہد خاوند و بیوی کا باہمی مودت و حسن معاشرت کا عہد جو لفظ نکاح سے قائم ہے سب کی رعایت لازم ہے۔

شہادت و گواہی پر ثابت قدم:......(۳) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ وہ جو اپنی گواہی پر قائم ہیں یعنی گواہی ادا کرنے میں نہ کسی کی رعایت کرتے ہیں نہ کسی سے ڈرتے ہیں اس سے انتظام عالم کا قیام اور حقوق عباد کا تحفظ تام ہے۔لفظ قائم بتلا رہا کہ نہ تو گواہی چھپائی جائے کہ کہہ دے میں نہیں جانتا اور نہ حیلہ بہانے سے کنارہ کشی کرے دونوں کبیرہ گناہ ہیں اس لیے کہ اس میں حقوق العباد تلف ہوتے ہیں اور یہ سب سے زیادہ گناہ ہے کہ جھوٹی گواہی دے حقوق العباد کی شہادت کے سوا توحید و رسالت کی گواہی بھی ہر ایمان دار پر واجب ہے۔

نمازوں کے محافظ:......(۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ہمیشہ پڑھنا جو پہلے مذکور ہوا تھا اور بات ہے اور محافظت رکھنا جو یہاں مذکور ہے اور بات ہے اس لیے کہ محافظت کے معنی شرائط و ارکان کی بجا آوری اور مفسدات و مکروہات سے بچنا ہے اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے۔
جن میں یہ آٹھ صفات ہیں اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ وہی لوگ مرنے کے بعد دوسرے جہان میں باغوں میں عزت سے رہا کریں گے وہاں کی عزت اور وہاں کی دائمی عیش اور آیات میں مفصل مذکور ہیں۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ
خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى
نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ:......پھر ان کافروں کو کیا ہوا جو آپ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں ﴿۳۶﴾ دائیں اور بائیں (جانب) سے پرا باندھے ہوئے ﴿۳۷﴾ کیا ان میں سے ہر ایک طمع رکھتا ہے کہ وہ نعمت کے باغوں میں داخل کیا جائے گا ﴿۳۸﴾ ہرگز نہیں اس لیے کہ ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے کہ جس کو وہ بھی جانتے ہیں ﴿۳۹﴾ پھر ہم مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتے ہیں (یعنی اپنی ذات کی) کہ ہم ﴿۴۰﴾ ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آسکتے ہیں اور ہم

عاجز بھی نہیں ﴿۴۱﴾ پھر انہیں چھوڑ دو باتیں بنانے اور کھیلنے دو یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ﴿۴۲﴾ جس دن کہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی نشان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں ﴿۴۳﴾ آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی یہ ہے وہ دن کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۴۴﴾۔

ترکیب:..... مهطعين المهطع المسرع وقيل الماد عنقه هو حال من الذين كفروا۔ قبلك حولك معمول مهطعين۔ عزين جمع عزة وهي العصبة من الناس وقيل اصلها عزوة من العزو كان كل فرقة تعتزي اى تنسب الى غير من تعتزي اليه الاخرى في الصحاح العزة الفرقة من الناس والهاء عوض عن الياء والجمع عزى وعزون۔ عن تتعلق بعزين ويجوز ان تكون حالان يدخل الجملة مفعول يطمع۔ انا لقٰدرون جواب القسم وما نحن اما جواب اٰخر للقسم او حال عن القدرون۔ يخوضوا ويلعبوا مجزومان على انهما جواب الامر۔ يوم بدل من يومهم۔ سراعا جمع سريع۔ والاجداث جمع جدث وهو القبر هو حال من فاعل يخرجون وكذا كانهم نصب عند الجمهور بفتح النون وسكون الصاد بمعنى العلم وقرئ بضم النون والصاد جمع نصب كاسد واسد۔ الايفاض الاسراع في القاموس وفض يفض وفضا بالسكون وبالتحريك عدا واسرع۔ خاشعة منصوب على الحال من ضمير يوفضون ابصارهم مرفوع على انها فاعل خاشعة۔ ترهقهم من الرهق يقال رهقة رهقا غشية ومنه المراهق اذا غشيه الاحتلام والجملة مستانفة او حال من فاعل يوفضون او يخرجون۔ ذلك مبتدأ اليوم... الخ خبره او المجموع مبتدأ والخبر محذوف۔

تفسیر:..... اہل جنت کا اعزاز واکرام سن کر مشرکین مکہ نبی ﷺ کے پاس جمع ہو کر آتے اور ارد گرد بیٹھ کر تمسخر کی راہ سے کہتے کہ اگر آپ کا فرمانا حق ہے کہ دار آخرت میں یوں نعمتیں ملیں گی تو ان ذلیل وخوار لوگوں سے جو آپ کے تابع ہو گئے ہیں ہم اشراف ان نعمتوں کے زیادہ حق دار ہیں دنیا میں بھی ہم ان سے زیادہ شوکت وحشمت والے ہیں پھر وہاں ان بے چاروں کو تو ہم دھکے دے کر نکال دیں گے اور آپ جا بیٹھیں گے۔ (تفسیر کبیر)

کفار کے خیالات فاسدہ کا رد:..... ان کے خیالات کا رد ان آیات میں کیا گیا کہ ان منکروں کو کیا ہوا جو ترے آس پاس پرا باندھے دوڑے چلے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر ایک کو یہ طمع ہے کہ وہ جنت النعیم میں داخل کیا جائے گا؟ یہ ہرگز نہ ہوگا اس لیے کہ ہم نے ان کو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں یعنی منی سے جو نہایت حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر اس کے اس ناپاکی کے آثار بہیمیہ قوائے روحانیہ وملکوتیہ کو ایمان واعمال صالحہ سے جلا دے کر مٹا دے کس طرح سے جا سکتا ہے۔

ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے اس طور سے معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو جماعتیں کی جماعتیں تیرے پاس سے معجزات دیکھ کر بھاگے چلے جاتے ہیں ذرا نہیں ٹھہرتے اور کان لگا کر نہیں سنتے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ○ اور پھر اس کی تائید میں حسن بصری کا قول نقل کیا ہے۔

سچ ہے انسان گندہ جب تک ایمان اور اعمال صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نہ کرے محض مال ودنیاوی حشمت وشوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں۔

انسان کی تخلیق وحقیقت:..... امام احمد بن حنبل وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ آیت فَمَالِ الَّذِيْنَ... الخ مِمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ تک پڑھی پھر اپنے ہاتھ پر تھوک کر اس پر انگلی رکھی اور فرمایا کہ ''اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے عاجز

کردے گا حالانکہ میں نے تجھے ایسی چیز سے پیدا کیا یہاں تک کہ تیرے ہاتھ پاؤں بنائے تو کپڑے پہن کر پھرنے لگا زمین کا تجھے ایک روز پیوند ہونا ہے" جمع کرتا جاتا رکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ گلے میں دم آ گیا تو کہنے لگا مجھے صدقہ دینے کی مہلت دی جائے انسان نسب و مال عارضی چیز کا کیا فخر کرتا ہے سب کی ایک ماں ایک باپ ہے ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں سب ایک راہ سے آئے ہیں۔ سب خاک میں جائیں گے اس میں شاہ و گدا سب برابر ہیں اللہ کی یاد اور اس کی تجلی سے جو صفائی حاصل ہوتی ہے البتہ وہ ایک امتیاز کی چیز ہے

ہم تم سے بہتر قوم لا سکتے ہیں:..... مکہ کے کفار حشر کے منکر تھے اور سخت سرکشی کیا کرتے تھے اس لیے ان کو سنایا جاتا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ ❶ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ... الخ کہ مشارق و مغارب کے رب کی یعنی اپنی ذات کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے بہتر لوگ پیدا کرنے پر قادر ہیں ہم بدل سکتے ہیں اور اس سے عجز نہیں تم کو غارت کر کے اور آئندہ نسلیں عمدہ پیدا کر سکتے ہیں اور جگہ بھی یہی مضمون آیا ہے فسیاتی اللہ بقوم ... الخ۔

بعض مفسرین کہتے ہیں خدا نے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت ﷺ کو (ان بدکاروں کے ہلاک و برباد ہو جانے کے بعد) ایسی مطیع اور نیک قوم کی جو دنیا بھر میں راستی پھیلانے کے لیے آمادہ ہوگئی اور خدا تعالیٰ کے دین مرضی کی وہی حامل و معین ہوئی ان کو جس طرح اخلاقیہ و روحانی سلطنتیں ملی تھیں اسی طرح ظاہری سلطنتیں بھی عطا کی گئیں جیسا کہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے خبر دی تھی۔

کفار ناہنجاروں سے اعراض کا حکم:..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی اور ان ناہنجاروں سے روگردانی کا حکم دیتا ہے فقال فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا کہ ان کو چھوڑ باتیں بنانے دے یا ہر قسم کی بدکاری میں گھسنے دے وَيَلْعَبُوْا اور کھیلنے دے۔ اولاد و مال و زن و فرزند سب ایک کھیل تماشہ ہے جو انسان کو منزل مقصود سے روکتا ہے یہاں تک کہ اپنے موعودوں کو پالیں یعنی قیامت کو اور اس سے پہلے موت کو پھر قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر تخت رب العلمین کی طرف اسی طرح دوڑے چلے آئیں گے جیسا کہ کوئی شرط میں کوئی نشان گڑے ہوئے تک جلد جلد دوڑتا ہے۔

یا یہ کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکل کر میدان حشر میں بحکم قدیر تخت رب العلمین کی طرف دوڑیں گے آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچی ہوں گی، مونہوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوگی پھر ان سے کہا جائے گا یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔

---

❶..... مشارق مشرق کی جمع آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع آفتاب غروب ہونے کی جگہ مشرق اور مغرب کی گرمی اور سردی کے موسموں کے لحاظ سے جو آفتاب برآمد و غائب ہوتا ہے دو مشرق اور دو مغرب کہہ سکتے ہیں جاڑے میں جنوب کی طرف سے گرمی میں شمال کے رخ مائل ہو کر سورج نکلتا ہے اسی طرح غروب ہوتا ہے رب المشرقین و المغربین آیا ہے لیکن ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب بدلتا ہے اس لیے مشارق و مغارب کہے جاتے ہیں ان کا مالک جس کے حکم سے یہ ہو رہا ہے رب المشارق والمغارب ہے جو کمال قدرت رکھتا ہے اس لیے رب المشارق والمغارب کی صفت یاد دلا کر قسم کھانا اپنی کمال قدرت دکھانا اور جتلانا ہے۔ ابو محمد عبد الحق۔

اٰیَاتُھَا ۲۸ | (۷۱) سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَّکِّیَّۃٌ (۷۱) | رُکُوْعَاتُھَا ۲

سورۂ نوح مکیہ ہے اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ ① قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ③
یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ
لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۙ⑤
فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا
اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ⑦
ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ⑧ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ⑨
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ⑩ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ⑪
وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ⑫

ترجمہ:.....ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اس دن سے پہلے کہ ان پر سخت عذاب آئے ① متنبہ کردو نوح نے کہا اے قوم میں تم کو صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ② کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرا کرو اور میرے کہنے پر چلو ③ تاکہ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو ایک معین وقت تک مہلت دے اس لیے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو وہ ڈھیل نہیں دیتا اگر تم جانتے ہو ④ (تو مانو) نوح نے کہا اے رب میں اپنی قوم کو رات دن بلایا ⑤ کیا پھر تو وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے ⑥ اور میں نے جب ان کو بلایا کہ تو انہیں بخش دے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے لگے اور کپڑے ڈھانکنے لگے اور ضد کرنے لگے اور بڑا غرور کرنے لگے ⑦ پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بھی بلایا ⑧ پھر میں نے ان کو خبردار بھی کر دیا اور چپکے چپکے بھی کہا ⑨ سو میں نے کہہ دیا کہ اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے ⑩ تاکہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے ⑪ اور تم کو مال و اولاد میں ترقی دے اور تمہارے لیے باغ تیار کر دے اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے ⑫۔

ترکیب:......**ان انذر ان معنی ای و یجوز ان یکون مصدریۃ۔ من قبل متعلق بالنذر۔ قال یٰقوم قوم بکسر المیم اصلہ قومی حذفت الیاء و الکسرۃ دلیل علیھا و الجملۃ مستانفۃ۔ ان عبدوا اللّٰہ ان تفسیریۃ لنذیر او ھی مصدریۃ مجزوم علی انہ جواب الاوامر الثلاثۃ۔ و من للتبعیض و قال الاخفش زائدۃ۔ ویؤخر معطوف علی یغفر۔ لیلًا و نھارًا ظرفان لدعوت الافراد الاستثناء مفرغ۔ لتغفر و اللام للسببیۃ۔ جعلوا جواب کلما۔ جھارًا منصوب علی المصدریۃ لان الدعاء یکون جھارا و غیر جھار فالجھار احد نوعیہ و یجوز ان یکون مصدر فی موضع الحال ای مجاھرا او ذا جھار و صفۃ مصدر محذوف بمعنی دعاء جھارا ای مجاھرا بہ۔ اسرارًا مفعول مطلق من اسررت۔ یرسل و کذا مابعدہ یمدد۔ یجعل مجزوم علی انہ جواب الامر ای استغفروا۔ و المدرار الدرور التحلب بالمطر و انتصابہ اما علی الحال من السماء و لم یؤنث لان مفعالا یذکر و یؤنث او انہ نعت لمصدر محذوف ای ارسالا مدرارا۔**

تفسیر:...... یہ سورۂ مبارکہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی قریش کی سرکشی اور آخری نبی ﷺ کی ہدایتوں پر تمسخر اور وعدوں کی تکذیب اور تکبر حد کو پہنچ گیا تھا اس لیے ان لوگوں کی مثل سرکش و نافرمان قوم کا عبرت ناک واقعہ سنایا جاتا ہے جو نوح علیہ السلام کی نبوت میں گزرا جس سے قریش کے کان بھی آشنا تھے۔

قصہ حضرت نوح علیہ السلام:...... حضرت نوح علیہ السلام لمک کے بیٹے اور وہ متوشلخ کا بیٹا اور وہ حنوک کا اور وہ یارد کا اور وہ محلل ایل کا اور وہ قینان کا اور وہ آنوس کا اور وہ شیث کا اور وہ آدم علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام سے تقریباً سولہ سو برس گزرے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اس عرصہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد دنیا میں بہت پھیل گئی تھی۔

توریت یا اور کسی صحیفہ سے یہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کس ملک میں اور کس شہر میں پیدا ہوئے؟ مگر اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت نوح آرمینیہ و کردستان وغیرہ ایشیاء کوچک میں پیدا ہوئے تھے اور اس شہر اور گاؤں کا نام معلوم نہیں کیا تھا جہاں حضرت نوح رہا کرتے تھے اور طوفان کے بعد جو بار دگر دنیا آباد ہوئی تو سب سے پہلا یہی ملک بنی آدم کا وطن معلوم ہوتا ہے انہیں اطراف میں وہ برج بنایا گیا تھا جو طوفان کے بعد آئندہ طوفان سے بچنے کے لیے لوگوں نے بنایا تھا اس کے نشان اب تک بغداد کے نواح میں سیاحوں کو دکھائی دیتے ہیں اور شہر بابل اور نینوا بھی یہیں بسے تھے جو اب خاک کے تودے اور ڈھئی ہوئی عمارات کے نشانات کچھ کچھ معلوم ہوتے ہیں اور کھودنے سے بڑی بڑی اینٹیں اور حیرت انگیز بنیادیں نکلتی ہیں اور بابل کی اینٹوں سے کسریٰ نے مدائن میں طاق بنایا اور بنی العباس کے عہد میں بغداد شہر کی عمارات چنی گئیں اور کوفہ اور بصرہ بھی آباد ہوا تھا۔

قوم نوح علیہ السلام کو تبلیغ:...... الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی اور مکاری سے منع کرنا شروع کیا اور توحید اور مکارم اخلاق اور خدا پرستی کی تعلیم کی۔ لوگوں کی زندگی کے ایام پورے ہو چکنے کو تھے نہ مانا اور مقابلہ کے لیے تیار ہوئے اب ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا بھیجنا اور قوم کو ڈرسنانا اور قوم کا نہ ماننا اور پھر نوح علیہ السلام کا حق سبحانہ سے بطور شکایت قوم یہ عرض کرنا کہ میں نے ان کو یوں سمجھایا میرا کہا انہوں نے نہ مانا بیان فرماتا ہے فقال:

قوم نوح علیہ السلام کے لیے عذاب کی وعید:...... اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اس لیے کہ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کہ اپنی قوم کو عذاب الیم (دنیا کا غرق آخرت کا جہنم) کے آنے سے پہلے ڈرا اور خبردار کر تاکہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آئیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ حضرت نوح علیہ السلام نے حسب الامر قوم سے کہا اے قوم میں تمہارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کوئی مخفی اور مبہم اور معمہ کی بات نہیں۔ ایسی قوم جو دریائے نکبت میں ڈوب رہی ہو اس کے ناصح کو مناسب یہی ہے (کہ) صاف صاف کہے اور ابہام اور معمہ میں گول مول باتیں نہ کہے کہ وہ سودمند نہیں ہوتیں۔

عبادت واطاعت اور تقویٰ کا حکم:......(۱) اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اول یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو بت پرستی اور توہمات باطلہ کی پابندی چھوڑ دو اسی کے ہاتھ میں موت وحیات اور نفع ونقصان ہے معلوم ہوا کہ قوم بت پرست تھی اس لیے پہلے توحید کا حکم دیا کیونکہ تمام مکارم اخلاق کی بنیاد توحید وخدا پرستی ہے۔

(۲) وَاتَّقُوْهُ اور اللہ سے ڈرا بھی کرو بدکرداری اور جس قدر مکروہ کام ہیں چھوڑ دو اس لیے کہ ایسے کاموں پر وہ سزا دیتا ہے یہ ہیں اللہ سے ڈرنے کے معنی۔ معلوم ہوا کہ قوم بڑی بدکردار تھی زمین کو ان کی بدکرداری اور گندے کاموں نے گندا کر رکھا تھا۔

(۳) وَاَطِيْعُوْنِ اور معاملات اور اصلاح رسم ورواج ودرستی اخلاق وامور تمدن ومعاشرت وطریق عبادت میں میرا کہا مانو جس راہ میں تم کو لے چلوں اس لیے کہ سعادت کے پرخطر راستہ کا ہادی نبی ہوتا ہے جو قوم اس کے قدم بقدم چلے گی سعادتِ دارین تک پہنچے گی اور جس نے رسول کو چھوڑ دیا وہ پرخار اور عمیق گھاٹیوں میں ٹکرا ٹکرا کر مر جائے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے دین ودنیا کے بادشاہ ہو گئے آج کل اکثر مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کا راستہ چھوڑ رکھا ہے اس لیے دین ودنیا کی رسوائیاں اور ذلتیں ان پر سوار ہیں۔ اس حکم برداری کا یہ ثمر ہوگا۔

اطاعت وفرمانبرداری کا ثمرہ:......(۱) يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں من تبعیض کے لیے ہے تب اس کے یہ معنی ہوں گے کہ کچھ گناہ بخش دے گا یعنی حقوق العباد معاف نہ ہوں گے وہ ادا کرنے سے یا ان کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔

(۲) وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور تم کو ایک معین مدت تک دنیا میں رہنے آرام کرنے دے گا غارت وبرباد نہ کرے گا جیسا کہ معتوب لوگ کیے جاتے ہیں اور آخر کار یہ بھی کئے گئے۔

مدتِ معین تک اس لیے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں ٹھہرتا اور نہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہے اس لیے کہ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ اللہ کا وعدہ جب آتا ہے تو ٹلتا نہیں یعنی موت کا وقت معہود نہیں ٹلتا۔ باقی عتاب وعذاب میں گرفتار ہو کر فنا ہونا جو گناہوں پر ہوتا ہے نیکوکاری سے ٹل جاتا ہے۔ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم کو خبر ہے تو میری اطاعت کرو ایمان لاؤ یا یہ کہ کاش وہ جانتے مگر وہ بدنصیب قوم برسوں بلکہ سینکڑوں برس کے سمجھانے پر بھی نہ مانی اور اس قدر عرصے میں عذاب نہ آنے سے اور بھی دلیر ہو گئی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بطور مناجات عرض کرنا شروع کیا

حضرت نوح علیہ السلام کی اللہ سے اپنی قوم کی شکایت:...... قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا کہ اے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات ہدایت کی طرف بلایا وعظ وپند کیا اس کام میں کوئی کمی نہیں کی مگر وہ اس سے اور بھی بھاگنے لگے وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ اور میں نے جب بھی ان کو بلایا کہ تو انہیں معاف کر دے یعنی تیری طرف معافی کے لیے بلانا چاہا تو انہوں نے (۱) اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ کہیں میری بات سننے میں نہ آئے اور اسی پر بس نہ کیا (۲) بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال کر منہ چھپا لیے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یا یہ

عداوت کرنے سے کنایہ ہے، کہتے کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس لیے کپڑا ڈالتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور ان کو پیغمبر نہ بلائے۔ (۳) اور اپنے کفر اور بدکرداری پر اڑ گئے ہرگز توبہ و ندامت نہیں کرتے۔ (۴) اور بڑا غرور کرنے لگے۔

استغفار کے فوائد: ...... اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا اس کے بعد بھی میں نے بآواز بلند ان کو بلایا ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ پھر میں نے ان کو خبردار بھی کیا اور جتا دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیام لایا ہوں وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا اور مخفی طور پر بھی سمجھایا یعنی ہر طور پر بلایا اور نصیحت کی فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کہ تم اور کسی سے نہیں بلکہ اپنے پرورش کرنے والے محسن و مربی سے معافی مانگو اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وہ (۱) تم پر بارش برسائے گا قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دے گا لفظی معنی یہ ہوئے کہ وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا سماء سے مراد بادل ہے۔ (۲) وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ اور تم کو مال و اولاد میں ترقی دے گا اولاد نہ کہا جس میں لڑکے و لڑکیاں دونوں شامل ہیں اس لیے کہ لڑکیوں کی پیدائش سے وہ ناخوش ہوتے تھے اس لیے بنین کہا کہ لڑکے دے گا۔ (۳) وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور تمہارے لیے باغ تیار کر دے گا خوب میوے کھاؤ گے۔ (۴) وَیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور تمہارے لیے نہریں تیار کر دے گا۔

ان دنیا کی چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور وہ قوم بھی انہیں پر فریفتہ تھی اس لیے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ کر دیا اور یہ وعدہ سچا تھا طمع خام نہ تھی اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب العالمین سے معافی مانگتا رہے گا اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی، زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی، مجرب بات ہے۔ روایت ہے کہ کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے قحط سالی کی شکایت کی فرمایا استغفار کر ایک نے تنگ دستی کا گلہ کیا کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو آپ نے اللہ سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا۔ ربیع بن صبیح نے کہا آپ سے لوگوں نے مختلف اغراض بیان کیے اور جدا جدا چیزیں چاہیں آپ نے سب کو استغفار کا ہی حکم دیا۔ حسن بصری نے یہ آیت پڑھی۔

علماء کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آئے اور دل اور زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے دنیا میں اس کی یہ برکتیں ہیں آخرت میں جنت ہے اس لیے کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ کہ صبح کے وقت خدا سے معافی مانگا کرتے تھے اور احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں راقم الحروف بھی ہر صبح اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ پڑھا کرتا ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ
خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ
سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَیُخْرِجُكُمْ
اِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳ ع

ترجمہ: تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت نہیں سمجھتے ⑬ حالانکہ اس نے تم کو رنگ برنگ کا پیدا کیا ہے ⑭ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سات آسمان اوپر

طبقے (کیسے) بنائے ہیں⑮ اور ان میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا⑯ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے اگایا لہلہاتا ہوا اگایا⑰ پھر وہ اسی میں تمہیں لوٹا کرلے جائے گا اور اسی میں سے (پھر) باہر نکالے گا⑱ اور اللہ ہی نے تمہارے لیے بچھونا کر دیا⑲ تاکہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلا کرو⑳۔

ترکیب:......الوقار بمعنی التوقیر۔ ترجون بمعنی تعتقدون و انما عبر عن اعتقاد بالرجاء التابع لا و فی الظن مبالغة۔ و لله اللام للتبیین بیان للموقر و یمکن ان یکون صلة للوقار۔ و قد خلقکم الجملة حال من الضمیر فی و لکم۔ اطوارًا مختلفین حال من ضمیر فی خلقکم و قیل مفعول ثان لخلق بمعنی جعل قال اللیث الطور التارة یعنی حال بعد حال و قال ابن الانباری الطور الحال و الهیئة و جمعه اطوار۔ طباقًا انتصابه علی المصدریة یقال طابقه طباقا و مطابقة او حال بمعنی ذات طباق فحذف ذات و اقیم طباقا مقامه نباتا منصوب علی انه مفعول مطلق و لم یقل انباتا کما یقتضیه الظاهر للدقیقة اللطیفة و هی انه لو قال انباتا کان صفة الله تعالی و هم لا یعتقدونه بل اکثر المادین بل کلهم یقولون الله لا ینبتنا و لما قال نباتا صار صفة للنبات و النبات العجیب مشاهد فنباتا اما مصدر علی حذف الزوائد و یسمی اسم المصدر و یجوز ان یکون مصدرًا النبتم مقدر تقدیره انبتکم فنبتم نباتا حسنا فیکون منصوبا بالمطاوع المقدر و عند الخلیل و الزجاج هو مصدر محمول علی المعنی لان معنی انبتکم جعلکم تنبتون نباتا و قیل المعنی الله انبت لکم من الارض النبات فعلی هذا هو مفعول به و علی الاول معنی انبتکم انشأکم فاستعیر الانبات للانشاء لانه اول علی الحدوث و التکون من الارض۔ فجاجا جمع فج و هو الطریق الواسع۔ سبلًا جمع سبیل و هو مفعول فیه۔

تفسیر:......مگر وا ہ ری بدنصیب قوم اس پر بھی نوح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا جس پر ناچار ہو کر حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار افسوس:...... مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ سے عزت و حرمت کی امید نہیں رکھتے اپنے بتوں سے کہتے ہو کہ فلاں عزت دے گا فلاں مال دے گا۔ یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی توقیر و عزت نہیں خیال کرتے اور دل میں نہیں لاتے اوروں کی عزت و حرمت دل میں ہے مگر ہائے اللہ کی نہیں جس لیے ان سے ڈرتے اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہو۔

دلائل توحید:......نوح علیہ السلام نے اول توحید کا حکم دیا اس کے بعد اس کے ثبوت میں چند دلائل بیان فرمائے۔

نطفہ سے انسان کی تخلیق:......(۱) وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا کہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے پھر انسان بنے یا یہ کہ کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا پھر سب کا ڈھانچہ ایک ہے مگر صورتیں جدا جدا۔ یہ نہ مادہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری ہے، آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جس نے یہ بڑا کام کیا ہے یہ بڑی مستحکم دلیل ہے جو انسان ہی کے حالات سے متعلق ہے اپنے آپ ہی میں غور کرے گا تو سینکڑوں نشان قدرت پائے گا۔

دلائل انفس کے بعد اب دلائل آفاق شروع کرتا ہے۔

اوپر تلے سات آسمان:......(۲) اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے؟ آسمانوں کے وجود پر کئی بار بحث ہو چکی ہے۔ سماوات اس کی قدرت کا بڑا نمونہ ہیں۔

(۳) وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا کہ اس نے آسمانوں میں چاند کو روشنی اور سورج کو چراغ بنایا۔ آفتاب و ماہتاب کا فرق دہریوں اور مادیوں کو حیرت میں ڈال دینے والا ہے اور ناچار ایک حکیم وعلیم وقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

سوال: چاند پہلے آسمان پر ہے ساتوں میں نور ہونا کیونکر فرمایا؟ جواب: کبھی ایک چیز کو جو ایک جزء خاص میں ہوتی ہے ایک مجموعہ میں ہونا عرفاً بیان کر دیا جاتا ہے کہتے ہیں بادشاہ ہندوستان میں ہے حالانکہ وہ اس کے ایک خاص جزء میں ہوتا ہے اسی طرح یہاں بیان فرمایا گیا۔ سوال: چاند نہ روشنی میں بڑھ کر ہے نہ جسم میں پھر اس کو تو نور فرمایا جو بڑھ کر بات ہے اور آفتاب کو چراغ اس میں کیا رمز ہے؟

جواب (۱): آفتاب کی روشنی میں گرمی ہے جس طرح چراغ کی اس لیے اس کو چراغ کہا اور چاند میں یہ بات نہیں اس کو محض نور کہہ دیا۔

(۲) ضوء جس کو چمک کہتے ہیں نور معنی روشنی سے بڑھ کر ہے اس لیے آفتاب جو چمکتا ہوا ہے اس کو ضیاء ● اور سراج کہا کیونکہ چراغ میں چمک ہے اور اس چمک سے روشنی پیدا ہوتی ہے اس لیے ماہتاب کو روشنی فرمایا جو آفتاب کی چمک سے ہے۔

(۳) پھر اول دلیل کی تشریح کرتے ہوئے جو ایک طور سے نئی دلیل ہے فقال وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا کہ اللہ نے تم کو زمین سے اگایا۔ حضرت آدم علیہ السلام جو سب بنی آدم کی اصل ہیں ان کا زمین سے بنانا اور اگانا ان کی اولاد کا اگانا ہے یا یوں کہو کہ انسان منی سے بنتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا مگر نباتا کے لفظ میں اس اگنے کی دل کش کیفیت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے اول پودے کیسے لہلہاتے ہوئے اگتے ہیں، لڑکپن کا نشوونما جوانی کی بہاریں کیا دل کش نظارہ ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ کس طرح سوکھتے جاتے ہیں اور پھر خاک میں جا ملتے ہیں ان باتوں کو وہ خود بھی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے۔

جب اس قدیر کی قدرت کاملہ ثابت ہوگئی تو گویا حشر کے دن قبروں سے نکالنے پر قادر ہونا بھی ثابت کر دیا، ان کے مقابلہ میں یہ کہنا بھی صحیح ہوگیا کہ حشر کے دن وہ پھر تم کو اس خاک سے نکالے گا اور لفظ اخراجا میں اس کی کیفیت خاص کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرات انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اس دلیل میں انسان کی ابتداء اور انتہاء اور اس کی بے ثباتی اور سب کچھ بیان کر دی اور مسئلہ مبدء ومعاد کا پورا ثبوت کر دیا جو نبوت کا اہم کام تھا۔

زمین کو فرش اور چلنے کے لیے کشادہ راستے بنائے:...... (۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا کہ اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنا دیا نہ زیادہ سخت کیا نہ زیادہ نرم بلکہ رہنے ٹھہرنے چلنے پھرنے کے قابل، نہ یہ مادہ کا کام ہے نہ طبیعت اجسام کا نہ کسی اور کا بلکہ اس علیم وحکیم کا۔

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا تاکہ تم کشادہ راستوں میں چلا کرو۔ اول دنیا کے باشندے بیان فرمائے یعنی انسان اور ان کا بنانا بھی بتایا کہ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوئے اور کب تک یہاں رہیں گے آخر کیا ہو جائیں گے پھر اس گھر کی چھت سَبْعَ سَمٰوٰت بیان فرمائی کہ کس صناع نے کس حکمت کاملہ سے اس کو بنایا اور اس کو چاند وسورج سے منور کیا رات میں ماہتاب اور دن میں آفتاب روشنی دیتے ہیں کیسی عمدہ قندیلیں اس حکیم نے روشن کی ہیں اور ان میں نور کا کیا مادہ ڈالا ہے جو ہزاروں برسوں سے اسی طرح چلا آتا ہے اس کے بعد زمین کی کیفیت بیان فرمائی جو اس گھر کا فرش ہے جس سے یہ مقصود کہ دنیا کا گھر فرش اور چھت اور اس کے رہنے والے اسی نے بنائے ہیں پھر اور کسی کا کیا حق اور کون سا حصہ ہے جو اس کو بھی اس کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔

● ......هو الذي جعل الشمس ضياء والقمر نورا۔

سُبُلًا فِجَاجًا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفر اور بدکاری کے راستے تنگ اور پر خار اور پر خطر ہیں ان پر نہ چلو توحید و خدا پرستی کا وسیع رستہ ہے اس پر چلو تا کہ منزل سعادت کو پہنچو۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۟ؕ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۟ۚ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۟ۚ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ...... نوح نے کہا اے میرے رب انہوں نے میرا کہانہ مانا اور اس کو مانا کہ جس کو اس کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ بھی فائدہ نہ دیا ﴿۲۱﴾ اور انہوں نے بڑا فریب کیا ﴿۲۲﴾ اور قوم نے (آپس میں) کہا اپنے معبودوں کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو ﴿۲۳﴾ حالانکہ وہ بہت کو گمراہ کر چکے (وہ بت) ستمگاروں کو تباہی کے سوائے اور کچھ نہیں دیا کرتے ﴿۲۴﴾۔

ترکیب: ...... انهم الجملة مفعول قال۔ من مفعول اتبعوا والضمير فاعله قرئ ولده بفتح الواو و سكون اللام و هما سبعيتان و قرئ بفتح الاول و سكون الثاني و هي لغة و قيل جمع الولد۔ كبارًا قرء الجمهور بالتشديد اى كبيرا عظيما كقراء و حمال قال المبرد الفعال للمبالغة و قرئ بكسر الكاف و تخفيف الباء هو جمع كبير۔ و قرء الجمهور بفتح الواو و قرئ بضمهما قال الليث بضم اواو صنم۔ لقريش و بفتحها صنم كان لقوم نوح و في الصحاح الوَد بالفتح الوتد في لغة اهل نجد كانهم سكنوا التاء وادغموها في الدال۔ سواعًا هما منصرفان يغوث ويعوق عند الجمهور غير منصرفين فان كان عربيين فللعلمية و وزن الفعل و ان كان عجميين فللعجمة و العلمية و قرئ منصرفين للتناسب بما قبلها۔ و لا تزد الظلمين معطوف على رب انهم عصوني وقال ابو حيان انه معطوف على قد اضلوا و معنى الضلال الخسران و العذاب۔

تفسیر: ...... حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل بھی قائم کیے پھر بھی اس کم بخت قوم نے خدا پاک کی طرف رجوع نہ کیا اور کوئی امید ان کی ہدایت کی باقی نہ رہی تب ناامید ہو کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے:

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے متعلق شکوہ: ...... قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ کہ یارب ان لوگوں نے میرا کہانہ مانا وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا اور ان ناپاک اور گمراہوں کے تابع ہو گئے کہ جن کے مال و اولاد نے بجائے فائدہ آخرت کے ان کو اور نقصان دیا، آل اور اولاد کی افزائش سے اور بھی سرکشی اور گمراہی میں پڑ گئے اور اترا گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم جس طریق پر ہیں وہی برحق ہے اس لیے کہ اگر برحق نہ ہوتا تو پھلتے پھولتے نہیں، یہ شخص ناحق کی بک بک کیا کرتا ہے۔

فائدہ ①: خدا کی پناہ بدکاری پر بدکاری و بت پرستی کرے اور خدا کی طرف سے اس کو کوئی روکنے والی سزا نہ ملے اور وہ افزائش مال اور اولاد میں ترقی کرتا جائے پھر وہ تو اپنے طریقہ کو کبھی برا نہیں سمجھے گا بلکہ اور بھی دل کھول کر کرے گا اور مغرور ہوتا جائے گا یہ بڑا فتنہ اور آزمائش ہے اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ بت پرست و بدکار قومیں کس طرح سے پھلتی پھولتی ہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے لیے دنیا یا آخرت میں کوئی سخت عذاب تیار ہے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا اور بڑے مکروفریب کیے کہیں ان بتوں اور ہیاکل کی پرستش عجیب دلیلیں بنارکھی تھیں اور بحث میں ہارتے نہ تھے کمینوں اور لچوں شہدوں کو لالچ دے کر حضرت نوح علیہ السلام کی توہین وایذا پر آمادہ کیا اور انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

سرداران قوم نوح کی وصیت:......وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ اور بڑی دلیری سے ان کے سرداروں نے کہہ دیا کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے کہنے سے نہ چھوڑنا وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ خصوصاً ان پانچ معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا ود، کو سواع کو، یغوث کو یعوق کو، نسر ❶ کو۔

فائدہ ❷: دنیا میں جب آدم علیہ السلام آئے اور ان کی اولاد پھیلی اس کے ساتھ ہی شیطان نے بھی قابو پایا تھوڑے ہی زمانے بعد حضرت کی اولاد میں بدکاری اور جورو جفا نے رواج پانا شروع کیا قوت بہیمیہ اور قوت غضبیہ نے اپنا جلوہ اور فرشتوں کا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ کہنا صادق آیا قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا شیطان کا اثر اول انہیں دونوں قوتوں پر ہوا کرتا ہے اس کے بعد قوت عملیہ میں بھی ان کے ظلمات سے خلل ڈال دیتا ہے۔ پھر سیکڑوں توہمات باطلہ علمی حقیقی قرار پا جاتے ہیں شدہ شدہ توہمات تخیلات کی پرستش بھی شروع ہوگئی اور اس وادی جہالت میں ٹکریں مارتے مارتے ایک باقاعدہ مخلوق پرستی بھی شروع ہوئی اور ایک جدید مذہب کی بنیاد پڑ گئی جو صابیہ ❷ کے نام سے مشہور تھا یہ فرقہ بقول بعض مؤرخین طہمورث کے اول سال جلوس میں پیدا ہوا ان کے دو فریق تھے ایک اصحاب

---

❶......مشہور یہ ہے کہ یہ پانچ آدمی تھے جو آدم و نوح علیہما السلام کے درمیانی حصہ میں تھے بوجہ ان کی نیک بختی کے عامۃ الناس ان پر اعتقاد رکھتے تھے ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کے بت بنا کر پرستش شروع کردی۔ صاحب مواہب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ود مرد کی صورت کا بت تھا اور سواع عورت کی صورت کا اور یغوث بصورت بیل اور یعوق بصورت گھوڑا اور نسر بصورت گدھ۔ طوفان میں یہ سب بت غرق ہوگئے تھے مگر ابلیس نے ان بتوں کو نکال کر عرب کو ان کی پرستش پر مامور کیا چنانچہ عرب کی پانچ جماعتیں ہوگئیں اور ہر ایک جماعت نے ایک بت اپنے لیے خاص کرلیا چنانچہ قضاع نے ود کو اختیار کی اور ہذیل نے سواع کو اور قبیلہ مراد و بنی غطیف نے یغوث کی پرستش شروع کی اور ہمدان نے یعوق کی اور حمیر نے نسر کی یہاں تک کہ تمام عالم پر ظلمت کی گہری گھٹائیں چھارہی تھیں کہ فاران کی چوٹیوں سے اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور فرمایا اور ایک عالم کو مشرق سے مغرب تک روشن و منور کیا۔

❷......یقال صبا الرجل اذا مال و زاغ فزيغهم عن الطريق الحق يقال لهم الصابية و قد يقال صبا الرجل اذا عشق و هوا۔ یہ فرقہ اپنے تئیں عاذیمون و ہرمس (ادریس علیہ السلام) کا پیرو کہتا تھا اس کا حدوث عہد طہمورث میں بیان کرتے ہیں طہمورث ہوشنگ کا جانشین ہے اور ہوشنگ کیومرث کا جس کو پارسی آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔ یہ فرقہ ایشیائے کوچک اور شام اور عراق میں ظاہر ہوا تھا۔ یہ فریق ہمیشہ سے انبیاء کا منکر تھا اور فریق تبع انبیاء علیہم السلام حنفیہ اور اس کے پیرو حنفاء کہلاتے تھے اس لیے ابراہیم علیہ السلام کو حنیف۔ اس فرقہ صابیہ کے مقابلہ میں کہا گیا اور قرآن مجید میں اکثر جا اس لفظ کا انہیں معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد بت پرستی سے یکسو ہونا ہے اور بت پرستی فرقہ صابیہ کے اصول میں داخل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فریق صابیہ کا عراق میں بہت زور تھا اور انہیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا ان کا یہ مذہب تھا کہ بے شک اس جہاں کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو تمام حوادث کے دھبوں سے پاک ہے اور وہ حکیم بھی ہے اور ہم اس کے جلال تک بغیر واسطے کے نہیں پہنچ سکتے اس لیے ہم کو ان وسائط سے کام پڑا جو اس کے ہاں مقرب ہیں اور وہ روحانیات ہیں (اس لیے اس فریق کو اصحاب الروحانیات بھی کہتے ہیں) اور وہ اپنے جوہر اور افعال و حالت میں پاک ہیں جوہر میں اس لیے کہ وہ مواد جسمانیہ و قوائے جسدانیہ و حرکات مکانیہ و تغیرات زمانیہ سے پاک ہیں وہ طہارت پر مجبول و تسبیح و تقدیس الٰہی پر مفطور ہیں، پس یہ ہمارے رب اور سفارشی ہیں وہ رب الارباب ہے یہی ہماری حاجات کا پورا سامان کرتے ہیں، اور افعال میں یوں کہ ایجاد و اختراع میں اور تبدل حالات میں اور مخلوقات کو کمال تک پہنچانے میں یہی واسطہ ہیں حق سبحانہ کی طرف سے قوت حاصل کرکے موجودات سفلیہ تک پہنچاتے ہیں پھر کچھ ان روحانیات میں سے سات ستاروں کے مدبر ہیں اور یہ ستارے ان کے لیے ہیکل ہیں جیسا کہ ارواح انسانیہ کے لیے ان کے ابدان اور ہر ایک روحانی کے لیے ایک ہیکل ہے اور ہر ہیکل ایک آسمان میں ہے اور کچھ روحانیات آثار علویہ کے مدبر ہیں جو زمین اور آسمان کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ان قوتوں پر موکل ہیں جو تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اور کچھ ہدایت کے لیے اور کچھ ہلاکت کے لیے غرض ہر کام کے لیے یہی وسائط ہیں اور حالت ان کی یہ ہے کہ وہ قرب الٰہی میں خوش و خرم ہیں ان کا کھانا پینا تسبیح و تقدیس ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدے میں ہے وہ جو حق سبحانہ فرماتا ہے وہی کرتے ہیں طریق عبادت ان کا یہ ہے ستاروں اور بتوں کی پرستش کرنا، نذر و نیاز چڑھانا بخور جلا کر وہ منتر و عزائم پڑھنا کہ جن میں ان ستاروں آفتاب ماہتاب، زہرہ، مشتری، زحل، عطارد، مریخ اور بتوں کی بے حد مدح اور اپنی عاجزی ہوتی ہے اور پھر ہر ایک ستارہ کی پرستش کے بڑے بڑے دستورات ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہیاکل یعنی ستاروں کی شکل وصورت کو ان کی روحانیت کا مظہر جان کر پرستش کرتے تھے۔ دوسرے اصحاب اشخاص جو ان چیزوں کی مورتیں پوجا کرتے تھے یہ پانچ بت بھی اسی قسم سے تھے۔

فائدہ ③: خدا تعالیٰ کو مجسم چیز تصور کرنا:…… دنیا میں بت پرستی کا ایک تو یہی سبب ہے جو بیان ہوا اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں۔ از اں جملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو ایک مجسم چیز تصور کرلیا اور یہ خیال کیا کہ ملائکہ اس کے تخت کے اردگرد کھڑے ہیں۔ اسی خیال باطل کے مطابق انہوں نے حق سبحانہ کی بلند مورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملائکہ کی اور اس کا دھیان دھرنے کے حیلے سے انہیں مورتوں کو پوجنے لگے۔

از اں جملہ یہ کہ جو دنیا میں نیک و نامور یا صاحب کرامات لوگ گزرے ہیں ان کی یادگار میں پہلے لوگوں نے تانبے پیتل لوہے پتھر کے بت ان کی شبیہ پر تراشے بعد میں جہل بڑھتا گیا انہیں کو پوجنے لگے۔ اور ان کے نام کی من گھڑت مورتیں بنانی شروع کردیں شبیہ کا بھی قاعدہ ملحوظ نہ رہا۔

از اں جملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو محسوس اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا، اس لیے ہر ایک صفت کی جدا مورت بنائی اور بابرکت اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جن کو اپنی فہم میں معمولی درجے کی قدرت وطاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ ان میں خدا تعالیٰ گھس گیا اور اس بے چوں و بے چگوں نے اس پیکر انسانی یا نباتی یا حیوانی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود حقیقی سمجھ کر پرستش کرنے لگے، ہنود کا اوتاروں اور عیسائیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہے اور اس لیے انہوں نے ان اوتاروں کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش دراصل ان کی پرستش ہے کہ جن کی یہ مورتیں ہیں اور ان کی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے یہ قوت متوہمہ کا ضلال مبین ہے برہما بشن مہادیو کو اس کی صفات کا مظہر جان کر پرستش کرتے ہیں اسی طرح عناصر وسیارات ونباتات وحیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ اس کو پوجتے نہ ہوں۔

فائدہ ④: وَدّ یہ محبت وخواہش کا بت تھا اس معنی کو ظاہر کرنے کے لیے اس کو مرد کی صورت میں ڈھالا تھا اور اسی کو تمام کائنات کا باعث ایجاد جانتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت وخواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں، اس لیے اس نے دنیا پیدا کی اور مرد کی صورت بنائی کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت ورغبت ہوتی ہے اور ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) پھر صابیہ کے دو فریق ہوگئے اصحاب الہیاکل یعنی ستاروں کے پوجنے والے ہر ستارہ کا مندر اس کے اوقات مخصوصہ میں مع رعایت اقلیم ودیگر شروط بنا رکھے تھے رومیوں نے جوپٹر کا مندر یعنی مشتری کا اور اسی طرح وینس یعنی زہرہ کا بنایا تھا۔

دوسرے اصحاب الاشخاص انہوں نے ستاروں کے خواص وآثار ملے لحاظ سے مورتیں بنائیں کسی کی بہادری کے لحاظ سے شیر کی خوبصورتی کے لحاظ سے عورت کی اور وہ پھر ان مورتوں کو پوجنے لگے۔ اور نیز ان مورتوں کے جواہر میں بھی ستاروں کی رعایت ہوتی تھی کسی کو لوہے کا کسی کو تانبے کا کسی کو پیتل کا ڈھالتے تھے۔

یہ بت جو قوم نوح علیہ السلام میں تھے غالباً انہیں سیارات کے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں پھر اس فرقہ کا زور ہوگیا تھا پھر پارسیوں اور اہل ہندو یونان وروم میں بھی صابیت نے زور کیا اور ہر ملک میں اس پر نئی قلعی چڑھی۔ اگر رگوید کے حصہ اول کو ملاحظہ کریں گے تو اس میں انہیں ارواح اور عناصر اور جنوں کی مدح کے منتر پائیں گے اور پھر ان کی پرستش اور پوجا پاٹ کے طریقے ہیں اور کچھ ان کے پوجنے والوں کے لئے جو جو مددیں پہنچیں ان کے جھوٹے سچے مبالغہ آمیز قصے ہیں اسی طرح دساتیر میں ستاروں کی پرستش اور ان کی دعائیں مذکور ہیں ستاروں کی پابندی اور ان سے سعادت ونحوست کا تعلق اور نیرنجات وشعبدے اور فال گنڈے اور دیگر توہمات باطلہ اسی فرقے کے آثار ہیں۔ عرب میں بھی صابیت آئی تھی گو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے کے سبب صابیت کو برا جانتے تھے۔

حنفاء کا جو سلسلہ انبیاء علیہم السلام ہے ہمیشہ صابیت کا رد کرتا آیا ہے اور یہ بتلاتا رہا ہے کہ گو ملائکہ عالم کی تدبیر وتصرف میں اس کے حکم سے مصروف ہوں مگر وہ یا اور کوئی سیارہ وغیرہ جز حق سبحانہ کے نفع وضرر نہیں دے سکتا ہر حال میں اسی کی پرستش اسی کی نذر ونیاز اسی سے مدد مانگنا اسی کو پکارنا لازم ہے اور دوسرے کو اس کے اقتدار الوہیت میں ملانا شرک ہے جو اکبر الکبائر ہے۔ محمدیت کا اصل منشا توحید ہے۔ مگر افسوس تابع انبیاء میں بھی اجنبیوں کی صحبت سے صابیت نے اثر کرلیا۔ ۱۲ منہ

سواع کے معنی قائم کرنے اور ٹھہرنے کے ہیں شرع میں اس کو صفت قیومیت کہتے ہیں یہی صفت بقائے عالم کا باعث ہے اس معنی و عورت کی شکل میں متشکل کیا تھا اس لیے کہ خانہ داری و انتظام خانگی سب عورت کی ذات سے ہے ہندو اس صفت کو بشن سے تعبیر کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اس کی ایک صورت و مورت بنا رکھی ہے۔

یغوثؔ (غوث بمعنی مدد کے) حاجت روائی و مشکل کشائی کی صفت کا بت گھوڑے کی تصویر میں بنا رکھا تھا اس لیے کہ گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ بت اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد آتا ہے اہل ہند اس کا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں۔

یعوقؔ عوق روکنے اور مصائب و اعداء کے دفع کرنے کی صفت اس کا بت بشکل شیر بنا رکھا تھا کہ یہ بہادر جانور دشمنوں پر بڑا حملہ کرتا ہے اہل ہند اس کا مظہر شیو بتاتے ہیں۔

نسر، گدھ یہ صفت سرمدیت کا بت بشکل گدھ اس لحاظ سے بنایا تھا کہ گدھ کی بھی بڑی عمر ہے۔

اور بھی ہر ایک خیال سے بت اور الٰہ باطلہ تھے مگر ان پانچوں پر تو مٹے ہوئے تھے اس لیے بالخصوص اس کی بابت تاکید کی کہ ان کو نہ چھوڑنا اور بت پرستی کی یہ توجیہات جیسا کہ ہنود کرتے ہیں مکر عظیم تھا جس کے سبب وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ہزاروں بندگان خدا کو گمراہی میں ڈال دیا تھا۔ خدا پاک کو چھوڑ کر انہیں مظاہر کی پرستش میں اٹک کر رہ گئے اس تک رسائی نہیں ہوئی۔

فائدہ⑤: طوفان کے بعد یہی پانچوں بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تک قبائل عرب میں بھی پوجے جاتے تھے بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں بھی پوجے جایا کرتے تھے وود دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا، یغوث مراد کا، پھر بنی غطیف کا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر آل ذی الکلاع کا بت تھا اور یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان کے کہنے سے ان کے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے۔

ان کے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے لات بنی ثقیف کا اور عزیٰ بنی سلیم و بنی غطفان و بنی نظر و بنی سعد و بنی بکر کا بت تھا اور منات اہل قدید و مشلل کا بت تھا اور اہل مدینہ بھی انکی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ اساف و نائلہ و ہبل اہل مکہ کے بت تھے۔ اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل کو خاص کعبہ کے اندر، یہ بڑا قد آور آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے ابوسفیان نے احد کی لڑائی میں پکارا تھا اُعْلُ هُبَل جس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اعز و اجل۔

جب حضرت نوح علیہ السلام بالکل ناامید ہو گئے تو اس ناپاک قوم کی نسبت یہ دعا کی وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ㉔ کہ یہ ظالم اور بھی گمراہی میں بڑھیں کہ جلد عذاب آ کر تمام ہو جائیں یا یہ معنی کہ ان پر عذاب نازل ہو اس لیے ضلال کے معنی ہلاکت و تباہی کے بھی ہیں۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ㉕

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ㉖ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ㉗ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ

دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ㉘ ع

ترجمہ: ...... اپنے بعض گناہوں کے سبب غرق کر دیئے گئے پھر جہنم میں داخل کیے گئے پھر انہوں نے اللہ کے سوا کوئی بھی مددگار نہ پایا۲۵ اور نوح نے کہا اے رب زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑنا۲۶ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نسل بھی جو ہوگی تو فاجر و کافر ہوگی ۲۷ اے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور اس کو بھی جو میرے گھر (کشتی) میں مومن ہو کر آ گیا ہے اور ایمان دار مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور ظالموں کو تو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کرنا۲۸۔

ترکیب: ...... مما ما مزیدة للتاکید و المعنی من خطیئتهم قرء الجمهور علی جمع السلامة و قرئ خطایاهم علی جمع التکسیر دیارا من یسکن الدیار و یدور فی الارض و لا یستعمل الا فی النفی العام اصله دیوار علی وزن فیعال من الدار و الدور فقلبت الواو یاء و ادغمت احدهما فی الاخری قاله الزجاج و الفراء قال ابن قتیبة ما بها دیار ای نازل دار لافعال و الالکان دوارا (البیضاوی)۔ مؤمنا حال لمن دخل۔ تبارا اهلاکا۔

تفسیر: ...... اس کشمکش میں حضرت نوح علیہ السلام کو سیکڑوں برس گزر گئے اور سوائے چند شخصوں کے کوئی بھی ہدایت پر نہ آیا تب ان پر حضرت کی بددعا کے سبب عذاب آیا کہ آسمان سے بے انتہا پانی برسا اور زمین نے بھی اپنی سوتیں کھول دیں تمام قوم غرق ہوئی مگر مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ ان کے گناہوں کے سبب اور غرق ہو کر بھی چھٹکارا نہ ہوا بلکہ فَاُدْخِلُوْا نَارًا مرنے کے بعد آگ یعنی جہنم میں داخل کیے گئے دنیا و آخرت دونوں میں مبتلاء عذاب ہوئے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور ان کے ان معبودوں میں سے ان کے کوئی بھی کام نہ آیا کسی نے مدد نہ کی کوئی بچا نہ سکا۔

یہ برہان قاطع مذہب صابیہ اور بت پرستی کے ابطال کے لئے ہے اور طلسم و نجوم فال گنڈے بھی اس سے باطل ٹھہرتے ہیں اس لیے کہ اس وقت کچھ بھی کوئی ٹوٹکا شعبدہ و ستارہ اور دیوتا کام نہ آیا اور نہ آ سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ معبود حق وہی ایک ہے اسی کی عبادت اسی کی اطاعت فرض ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا حضرات انبیاء علیہم السلام محض اس رستہ کے راہ نما ہیں۔

ثبوتِ عذاب قبر

فائدہ: فَاُدْخِلُوْا کی فا اور صیغۂ ماضی سے اہل سنت والجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مؤمن و کافر کو ثواب و عذاب اس کے اعمال و ایمان سے ملتا ہے اور عالم قبر اور عالم برزخ اسی کو کہتے ہیں اس لیے کہ مرنے سے روح نہیں مرجاتی وہ ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کو نیک و بد بدلہ ملتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ڈبوئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کیے گئے معلوم ہوا کہ حشر سے پہلے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اور جگہ بھی اس کا ذکر ہے اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ کہ فرعونی صبح و شام آتش جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کو سخت عذاب میں داخل کرنے کا حکم ہوگا اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بھی اس کا ثبوت بہت کچھ ہوا ہے مگر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب و ثواب کا کچھ ثبوت نہیں۔

وَقَالَ نُوْحٌ اور جب قوم غرق ہونے لگی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اس پُرخار کھیتی کو کٹتے ہوئے دیکھ کر اسی قہر الٰہی کی تجلی میں حق سبحانہ سے یہ عرض کیا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا کہ اے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے کے لیے نہ چھوڑ۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اس لیے کہ اگر آپ نے کسی کو چھوڑا تو یہ جبلی گمراہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کریں گے ان کا

خبیث مرض اوروں تک نہ پہنچ جائے ان سے دنیا کو پاک ہی کرنا چاہیے اور ان کی گمراہی اور کجی جس کا میں نے سینکڑوں برس تجربہ کیا ہے ان کے خمیر میں داخل ہوگئی اصلی فطرت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا اس لیے اگر ان کی نسل اولاد بھی ہوگی تو گندی بوٹی کا گندا شوربا بدکار اور کافر ہی پیدا ہوں گے نہ ان میں ہدایت کا مادہ باقی رہا نہ ان کی نسلوں میں پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو ایسے خاردار ناپاک پیڑ سے باغ دنیا کو پاک ہی کرنا چاہیے۔

بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہوجایا کرتے ہیں

سوال: کبھی کافروں بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہوجایا کرتے ہیں وہاں نطفہ کا اثر کیوں بدل جایا کرتا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کافر وفاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نوزان کی اصلی فطرت سالم ہوتی ہے اس لیے کبھی وہ خود بھی ہدایت پاجاتے ہیں اور بوقت مقاربت کبھی فطرت کا نور ان پر غالب ہوجاتا ہے حالت کفر وفجور کی ظلمت کم ہوجاتی ہے اس لیے اس نطفہ سے نیک اور باخدا لوگ پیدا ہوتے ہیں ابھی ان کے تخم میں وہ زہر اثر نہیں کرگیا ہے برعکس اس کے کبھی نیک اور باخدا لوگوں پر بعض گناہوں یا ترک اولیٰ وغیرہ امور یا حالت قبض سے ایک ظلمت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ فضلات کے ذریعے سے جسم میں سے جلد خروج کرنا چاہتی ہے اس وقت کے نطفہ سے بدکردار ناہنجار پیدا ہوتے ہیں یہ ایک وجہ ہے ورنہ وہ فاعل حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے رات میں سے دن اور دن میں سے رات، نور میں سے ظلمت اور ظلمت میں سے نور، زندہ میں سے مردہ اور مردہ میں سے زندہ پیدا کرتا ہے وہ اسباب کی رسیوں میں جکڑا ہوا نہیں۔ فافهم فانه من سوانح الوقت العزيز۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے دُعا:...... اس کے ساتھ ہی حضرت نوح علیہ السلام نے جب قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اس کی شان کبریائی اور بے پرواہی سے ڈرے اور ڈرنا چاہیے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لیے اور اپنے والدین اور متبعین کے لیے یہ دعا کرنے لگے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ کہ الٰہی مجھے بخش دے جو کوئی بشریت سے چوک ہوگئی ہے اس کا انتقام نہ لے وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو بھی اولاد پر حق ہے کہ ماں باپ کے لیے دعاء خیر کرے پہلے آپ مغفور ہولے کہ دعا مستجاب ہو اور آپ کے والدین موحد اور باخدا تھے۔ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں آجائے یعنی کشتی میں اس لیے کہ یہ تیری پناہ کی جگہ ہے اور ان کے علاوہ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور جس قدر ایمان دار مرد اور عورت ہوں کہیں ہوں اور کسی زمانہ میں ہوں سب کو معاف کردے۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا مگر ظالموں کو تو ہلاک ہی کرڈال یہ بدبخت نہ بچیں۔

فائدہ: حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مؤمنوں کے لیے دعائے خیر کی ہے پھر جس طرح ان کی بددعا کفار پر پڑی کوئی نہ بچا اور مقبول ہوگئی تو دعائے خیر کے مقبول ہونے میں کیا کلام ہے لیکن مؤمن ہونا چاہیے۔ اول ان پانچ ظاہری بتوں سے بچے مگر خانۂ دل میں بھی یہ پانچوں بت موجود ہیں ان سے بھی دور رہے۔ وَدّ تن پروری لذات حسیہ کی محبت ہے۔ سواع نفس کی معشوقہ ہے جس کے لیے لذات وعیش و آرام میں غرق ہے اس لیے تکلیف ورنج سے بھاگتا ہے اور تقویٰ وطاعت میں قصور کرتا ہے۔ یغوث اس کے اقارب مادر و پدر و فرزند برادر ہیں جن کی مدد پر بھولا ہوا ہے جن کی دل جوئی میں حکم خدا اور رسول کو پس پشت ڈال دیتا ہے برادری کی رسم پر مٹا ہوا ہے۔ یعوق اس کا مال واسباب ہے کہ اس کی زکوٰۃ وصدقات سے روک رہا ہے اور بوقت ضرورت مال کی مدد پر بڑا بھروسہ ہے اور خدا سے غافل ہو رہا ہے ۔ نسر اس کا شیطان ہے جو حرص وغصہ کے دونوں بازوؤں سے دفعۃً اڑ کر آتا ہے اور نیک وبد کے امتیاز کو کھو دیتا ہے اور وسواس اور خیالات

فاسدہ اس کے دل میں ڈال کر ہزاروں برسوں کے اہتمام وانتظام میں لگا کر خدا سے پھینکتا ہے ان پانچوں بتوں سے بھی بچنا چاہیے تا کہ ایمان کامل ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے۔

فائدہ: اکثر مورخین کہتے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر آیا تھا اس لیے کہ اس وقت دنیا میں بھی بدکاری پھیلی ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کے سوا دنیا میں اور کوئی نسل باقی نہیں رہی یہ بھی ایک دلیل ہے اور نیز قرآن مجید کی انہیں آیات میں لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴿۲۶﴾ آیا ہے کہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ اور نیز کشتی میں ہر ایک چیز کا جوڑا لینا بھی اسی کی دلیل ہے اس لیے کہ طوفان اگر تمام دنیا پر نہ تھا تو ان چیزوں کی نسل منقطع ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا پھر کشتی میں لینے سے کیا فائدہ تھا؟

رہا یہ شبہ کہ اور ملکوں کے لوگوں کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی اس لیے کہ وہ خاص ایک ملک میں رہے جہاں میں پھر کر منادی کرنا ثابت نہیں پھر جب دعوت نہیں پہنچی تو بحکم آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ان کا ہلاک کرنا منافی انصاف وعدالت ہے اور اگر اور قوموں میں بھی نبی آئے تو ان کا کشتی میں سوار ہونا ثابت نہیں پھر وہ کیوں ہلاک ہوئے اور کشتی کے سوا اور کوئی چیز پناہ کے لیے نہ تھی بقولہ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ... الخ اس کا جواب یہ ہے کہ اور ملکوں میں رسول عقل توحید و مکارم اخلاق کا معلم ضرور آیا تھا اور نیز اس زمانے میں ایسی دور دراز جگہوں میں بنی آدم پھیلے ہوئے بھی نہیں تھے حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں برس کی منادی ان تک پہنچنا خیال میں آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ان ایمان داروں میں سے جو آپ پر ایمان لائے تھے آپ کی طرف سے ان ممالک میں گئے ہوں بعض لوگ کہتے ہیں صرف آرمینیا وغیرہ بلادِ ایشیاء کو چک میں طوفان آیا تھا یا آس پاس کے ملکوں میں۔

عام اہل اسلام اور یہود وعیسائی سب طوفان کے قائل ہیں لیکن بعض بت پرست قومیں انکار کرتی ہیں ان کا انکار محض قیاسی بات ہے کسی دلیل وحجت پر مبنی نہیں اور اہل ہند کی بعض کتابوں سے بھی طوفان کا پتا ملتا ہے جس کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

خدا تعالیٰ مجھے اور میرے والدین اور جمیع ایمان داروں کو اپنے غضب وقہر کے طوفان سے دنیا وآخرت میں بچائے اور حضرت محمد ﷺ کی کشتی میں پناہ دیتا رہے آمین آمین۔

اٰیَاتُهَا ۲۸ (۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الجن مکیہ ہے اس میں اٹھائیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ

رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ

شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵

ترجمہ:...... (اے رسول) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے) سن گئے ہیں پھر انھوں نے جا کر کہہ دیا (اپنی قوم سے) کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ۱ جو نیک راہ بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے ۲ اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ وہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد ۳ اور ہم میں سے بعض بے وقوف (ایسے بھی گزرے) ہیں جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے ۴ اور ہم سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات تھیں بتایا کرتے اس لیے ہم ان کی باتوں کو مانتے تھے ۵۔

ترکیب:...... اوحی من الایحاء و هو القاء المعنی الی النفس فی خفاء کالالهام و انزال الملک و یکون ذلک فی سرعة انه بالفتح الجملة فاعل اوحی و الضمیر فی انه للشان ای اخبرت بالوحی من الله۔ عجبًا مصدر وصف به للمبالغة۔ یهدی...الخ الجملة صفة قرٰنا او حال منه۔ و انه تعالٰی قرء ابن کثیر و غیره من اهل البصرة بالکسر فی احد عشر موضعا الی قوله و انه لما قام عبدالله الا قوله و ان لو استقاموا و ان المساجد و انه لما قام عبدالله فانها من جملة الموحی به و وافقهم نافع و ابوبکر الا فی قوله و انه لما قام علی انه استیناف او مقول وجه الکسرة انها من جملة المحکی بعد القول و قرء الباقون بالفتح فی هذه المواضع عطفًا علی محل الجار و المجرور فی اٰمنا به کانه قیل صدقنا انه تعالٰی جدّ ربنا ای عظمة جد فلان فی عینی اذا عظم او سلطانه او غنائه۔ ما اتخذ الجملة بیان لتعالی جد ربنا و لیس المراد بالجد اب الاب و انه کان اسمها۔ سفیهنا و یقول خبره و یجوز ان یکون سفیهنا فاعل یقول و الجملة خبر کان و اسمها ضمیر یرجع الی الحدیث او الامر و یجوز ان تکون کان زائدة۔ و الشطط الغلو فی الکفر و قیل الکذب و اصلها البعد عن القصد۔ کذبًا انتصابه علی المصدرية لانه فرع من القول او علی انه وصف لمحذوف ای قولا مکذوبا فیه و من قرء تقول بالتشدید کیعقوب جعله مصدرا لان التقول کذب۔

تفسیر:۔۔۔۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

ربط سورت:۔۔۔۔سورۂ نوح میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و پند کیا مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا آخر ہلاک ہوئی۔ اب اے قریش! تم جونہیں مانتے اور عذاب کے خواستگار دلیری سے ہوتے ہو جیسا کہ سورہ نوح سے پہلے سورۂ سأل سائل میں بیان ہوا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ استعداد کا فتور ہے ورنہ چند جنوں نے حضرت سے قرآن مجید سنا جب کہ ایک بار صبح کی نماز میں آپ پڑھ رہے تھے اور جنوں کا گزر ہوا انہوں نے سن لیا اور سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہو گئے، اپنے عیب کا اقرار کر لیا اور اپنی قوم میں جا کر اسلام لانے کی ترغیب دی حالانکہ ان نہ کو ہمارے نبی سے صحبت تھی نہ ہم جنس تھے عادات بھی جنوں کی سخت اور ہٹ کی ہوتی ہیں تم ہم قوم، ہم زبان، ہم صحبت اور انسان ہو کر نہیں مانتے اور لطف یہ کہ تم جنوں کو پوجتے اور ان سے مدد مانگتے ہو انہوں نے مان لیا جو تمہارے استاد تھے، تم نہیں مانتے افسوس ہے۔

شان نزول:۔۔۔۔اس سورت کی شان نزول میں امام احمد اور ترمذی اور بخاری و مسلم وغیرہ کبار محدثین نے مختلف طرق سے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن کا خلاصہ مطلب مع اس تشریح کے جو کتب سیر میں ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں قریش کو مکہ میں سمجھایا اور ان کی سختیوں کو بڑے استقلال سے برداشت کیا اور بجز چند لوگوں کے ایمان نہ لائے (اسی لیے سورہ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنا کر اطمینان دلایا گیا) تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نہیں جانتے چلو باہر کے لوگوں کو نصیحت کریں اس غرض سے طائف تشریف لے گئے وہاں کے سردار عبد یالیل و مسعود و خبیب یہ تین شخص تھے یہ تینوں بدسلوکی سے پیش آئے اور آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا تب آپ نے عکاظ کا قصد کیا (یہاں ایک پینٹھ یا منڈی لگا کرتی تھی جہاں عرب کے مختلف ملکوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے) آپ رستہ میں نخلہ ٹھہرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے کھڑے ہوئے شہر نصیبین کے نو جن جو اس تلاش میں نکلے تھے کہ ان پر آسمانی خبریں بند ہونے کا کیا سبب ہے یہاں بھی آ نکلے آپ سے قرآن سن کر ششدر رہ گئے اور کان اور دھیان لگا کر سننے لگے جب سن چکے تو کہنے لگے واللہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی ❶۔ یہ خود بھی ایمان لائے اور اپنی قوم کو جا کر ہدایت کی۔

اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے۔ اور سورۂ احقاف میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا بقولہ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

اس کے بعد ان جنوں کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ میں آئی اور آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر شب کو جنگل میں گئے اور ان لوگوں کو رات بھر تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ پھر ایک بار مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔

جنات کا قبول ایمان:۔۔۔۔فقال قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اے محمد! کہہ دیجیے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ چند جن قرآن سن گئے فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ الخ سن کر اپنی قوم سے کہنے لگے ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے کہ کوئی بشر و جن ایسا کلام بنا نہیں سکتا وہ راہ حق بتاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔

---

❶ اس کی حفاظت کے لیے خدا نے جنوں کو اوپر سے باتیں لا کر کاہنوں سے کہہ دینے سے بند کر دیا تھا کہ کہیں یہ بھی کوئی آیت سن کر اس میں کچھ ملا کر کسی سے نہ کہہ دیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر بنانے کا دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔

وجودِ جن میں کلام:......فائدہ ۱: وجودِ جن میں اکثر اختلاف رہا ہے اکثر فلاسفہ انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک خداوند تعالیٰ کی مخلوقات کا کارخانہ محسوسات میں ہی تمام ہے جس چیز کو وہ حواس خمسہ سے دریافت نہیں کر سکتے ان کے نزدیک محض خیالی چیز ہے اس کا وجود خارج میں نہیں آج کل کا فلسفۂ یورپ بھی اسی کا قائل ہے اور ان کے بعض مقلد مسلمان بھی اسی کے قائل ہیں اور اس قسم کی آیات کی تاویلات کرتے ہیں اور اس کا نام ان کے نزدیک تفسیر دانی اور قرآن فہمی ہے مگر یہ بہت کوتاہ خیال ہے اس لیے کہ ان فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ طبعی اور مادی ہے جو خدا تعالیٰ کا قائل نہیں اور عالم کے تمام کائنات کواکب وآفتاب نباتات وحیوانات کو مادہ اور اس کی حرکت کے آثار بتلاتے ہیں مذہب آریہ آخر کار اسی طرف بہہ کر آ جاتا ہے لیکن ان سے جب مادہ کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے تو وہ ایسے اجزاء صغار بتلاتے ہیں جو آج تک نہ کسی کہربائی آلہ سے دریافت ہوئے نہ کسی خوردبین سے دیکھے گئے پھر یہ مادہ جو ان کے نزدیک خالق ہے کس حواسِ خمسہ سے محسوس ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔

بعض حکماء غیر محسوس موجودات کے قائل ہوئے ہیں اور قدماء کا ایک گروہِ عظیم وجودِ جن کا قائل ہوا ہے یہ اور اصحاب روحانیات جن کو ارواحِ سفلیہ کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ارواحِ سفلیہ جلد قبول کرتی ہیں مگر ضعیف ہیں برخلاف ارواحِ فلکیہ کے کہ وہ دیر میں قبول کرتی ہیں مگر قوی ہیں اسی طرح کل اہل مذاہب اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے اہل اسلام وعیسائی ویہودی بلکہ ہنود وغیرہ جن کے قائل ہیں ہر ایک کی زبان میں جن کا ایک نام ہے انجیل موجود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنوں کا مریض میں سے نکالنا مذکور ہے۔

پھر جو وجودِ جن کے قائل ہیں ان کے دو قول ہیں:

اول: قول یہ کہتے ہیں کہ جن اور ملائکہ نہ اجسام ہیں نہ اجسام میں حلول کیے ہوئے ہیں بلکہ جواہر ہیں جو بذاتِ خود موجود ہیں پھر ان کے مختلف انواع واقسام ہیں بعض رذیل، خسیس شر اور آفات کو پسند کرنے والے ہیں ان کی بہت اقسام ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی جان نہیں سکتا وہ افعالِ قویہ کر سکتے ہیں علم رکھتے ہیں دیکھتے سنتے ہیں۔

دوسرا: قول یہ کہ جن بھی اجسام ہیں مگر اجسام لطیفہ ہیں لطافت کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتے مگر وہ خود جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں پھر بعض کا مادہ ہوائیہ ہے بعض کا ناریہ۔

پھر اس مادہ کے لحاظ سے بعض سے اقسام بالذات نیک اور عابد ہیں کہ جن پر فرشتہ یا ملک کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض گندے اور سرکش اور ناپاک ہوتے ہیں جن پر شیطان کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض میں شر وخیر دونوں کی صلاحیت ہوتی ہے اور بعض اوقات بنی انسان سے مجامعت ومجالست بھی کرتے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں بنی آدم کی ارواح مرنے کے بعد کثافت کی وجہ سے عالم قدس تک نہیں پہنچتیں وہ جنوں میں مل جاتی ہیں ایسی ہی ناپاک روحیں لوگوں کے سروں پر آتی ہیں اور ادھر ادھر کی خبریں بھی اپنے نذر ونیاز کرنے والوں کو دیا کرتی ہیں۔

فائدہ ۲: جن کا وجود حیوان اور ملائکہ میں ایک برزخ ہے اسی لیے ان میں دونوں کی باتیں پائی جاتی ہیں تشکل باشکال مختلفہ وتدبیراتِ کلیہ وفہم وشعور حسن وقبح امور دقیقہ کا ملائکہ کا وصف ان میں ہے اور اسی لیے وہ بھی مکلف ہیں اور کھانا پینا وجماع وغصہ حیوانات کے اوصاف ان میں ہیں اور اسی لیے ان کی عمر طبعی بھی ہوتی ہے مرتے بھی ہیں بیمار بھی ہوتے ہیں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے جن گویا عالم ملائکہ کا سفلی سطح ہے اکثر بنی آدم اس سطح سفلانی میں اٹک گئے اور اس پردہ کو پھاڑ کر اوپر تک ان کی عقل کو پرواز نہ ہوئی اسی لیے بنی آدم نے ان میں سے عمدہ جنوں کو اپنا معبود بنا لیا اور ان سے حاجات میں مدد طلب کرنے لگے اور بعض حوادث آئندہ کی ان سے خبریں دریافت کرنے لگے اکثر عرب کے جاہل اس اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو ہنود وغیرہ مشرک قومیں اس وادیٔ ضلالت میں ٹکریں مارتی رہی ہیں بلکہ بعض جہال مسلمان بھی اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، بعض جنوں کا نام سید اور بعض کا پریاں اور کسی کا شیخ سدو کسی کا زین خاں کسی کا ہنومان کسی کا بھیروں رکھ چھوڑا ہے ان کی نذر و نیاز اور پرستش کے طریقے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کو نافع و ضار سمجھتے ہیں ان سے حاجات طلب کرتے غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے ہیں اور عرب میں تو رات دن انہی کے کرشمے پائے جاتے تھے اور وہ جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنے کے لیے کرتے تھے کبھی بتوں کے اندر سے آوازیں دیتے تھے اور باتیں کرتے تھے کبھی کسی درخت میں سے بول اٹھتے تھے اور کہیں کسی کے سر پر آ کر دور و دراز کی باتیں بتاتے تھے اور کبھی کسی مشکل کام کے لیے وہ لوگ اپنی چوکی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنوں کے مقابلے کے وقت اور بیماری یا وبا کے دفع کرنے کے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ آ کر ہماری مدد کریں گے اور ان کے خیال کے موافق کبھی کچھ ظہور بھی ہوتا تھا اور کبھی ان کے مخالف کو کچھ مضرت بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ وید کے اشلوکوں میں دیوتاؤں کی مدح اور ان کے یگ کرنے کے طریقے جو مذکور ہیں خصوصاً فتح و نصرت، ارزانی و بارش و دفع مرض و کثرتِ اولاد و مال کے لیے وہ یہی باتیں ہیں ہاں یہ فرق ہے کہ ان کے جنوں کے نام ان کی زبان میں اور تھے اور غیر مرئی ارواح کو جو ہر جزو عالم پر موکل سمجھتے تھے ان کو شرع میں ملائکہ کہتے تھے، پوجتے تھے اور ستاروں اور آفتاب کو بھی اور کبھی وہ جن کاہنوں کے سر پر آ کر کلام مسجع میں غیب کی خبریں بھی دیا کرتے تھے اور شعراء کے دل پر مضامین کے القاء کرنے میں مدد کرتے تھے۔

الغرض اس طوفان بے تمیزی میں دنیا ڈوبی ہوئی تھی اور ارواح بشریہ کی ترقی روحانی میں یہ پتھر حائل تھا اب خدائے پاک کی رحمت نے جلوہ کیا اور دنیا کو اس ورطۂ ضلالت سے بچانا چاہا تو برِ عرب میں نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا اور آپ کی بعثت سے کسی قدر اول ہی ان جنوں کی بادشاہی چھین لی اور ان کے کرشموں کو روک دیا اور جب آفتاب جلوہ گر ہونے کو ہوتا ہے تو رات کے چور صبح صادق سے پہلے چھپنے لگتے ہیں اس لیے جنوں پر عالم بالا کے اسرار بند کیے گئے اب جو اوپر جاتے ہیں شہاب ثاقب سے مار کر نکالے جاتے ہیں اپنے کاہنوں کو کوئی خبر نہیں لا کر دیتے بلکہ شرمندگی کے مارے ان کے پاس آنا بھی کم کر دیا ادھر جہاں جہاں ان شیاطین کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے وہاں سے بھی الوداع الوداع کہہ کر چلنے لگے چنانچہ صحیح روایات سے یہ ثابت ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتابوں میں موجود ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں اپنے بتوں کے پاس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آ کر بت پر گائے ذبح کی جو اس کی نذر کے لیے لایا تھا۔ اس بت کے پیٹ میں سے یہ آواز اس درجہ بلند ہوئی کہ سب نے سنی وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ (اے مردِ قوی ایک بات پیش آئی ہے کہ جس میں کامیابی ہے کہ ایک شخص بآواز بلند کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا) امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ آواز سن کر بھاگ گئے میں وہیں بیٹھا رہا کہ اس آواز کی حقیقت دریافت کروں دوبارہ وہی بلند آواز پیدا ہوئی تیسری بار پھر وہی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ میں حیرت زدہ تھا کہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ اس جگہ ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے وہ لوگوں کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ تعلیم فرماتا ہے۔

اس طرح مجاہد نے دوسرے شخص کا واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح بیہقی نے سواد بن اقارب کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایام جاہلیت میں ایک جن میرا یار تھا اخبار آئندہ مجھے بتایا کرتا تھا میں لوگوں سے کہتا اور خوب چڑھاوا آتا تھا۔ ایک رات میرے خواب میں آ کر کہا اٹھ اور ہوشیار ہو اگر کچھ شعور ہے ایک پیغمبر لوئ بن غالب کی نسل سے پیدا ہوا ہے ❶ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

عجبت الجن وارهاسها ☆ وشد هن العيس باحلاسها

---

❶ یہ جن اسلام لے آیا تھا ۱۲ منہ۔

تحوی الی مکة تبغی الهدی ☆ ما مومنوها مثل ارجاسها
فانهض الی صفوة من هاشم ☆ واسم بعینیک الی راسها

مجھے جنوں کے حال سے اور ان کے اضطراب سے تعجب آتا ہے اور ان کے اونٹوں پر سفر کے لیے کاٹھی باندھنے سے بھی تعجب۔ مکہ کی طرف جاتے ہیں ہدایت کے لیے ان کے ایمان دار ان کے ناپاک لوگوں کے برابر نہیں۔ تو اٹھ برگزیدہ بنی ہاشم کی طرف اور اپنی دونوں آنکھیں اس قبیلہ کے سردار کی طرف اٹھا۔ سواد کہتے ہیں برابر تین راتیں مجھے یہی معاملہ پیش آیا۔ آخر مکہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں آ کر مشرف باسلام ہوا۔ اسی طرح اور بھی روایات ہیں۔

فائدہ: جب جنوں پر عالم غیب کا راستہ بند ہوا اور وہ اس کی تحقیق میں نکلے اور آپ کا قرآن پڑھنا سن کر ایمان لائے اور اس کے بعد جو کچھ انہوں نے کہا ان باتوں کو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو بتا کر کفار مکہ اور عرب کے جاہلوں عجائب پرستوں کو آپ کی نبوت کو اطمینان اور ان کے خیالات کا بطلان کرتا ہے بچند وجوہ۔

جنات کا قرآن سن کر حیرت زدہ ہونا:......(١) یہ کہ کفار مکہ آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ خیال اور بدگمانی کرتے تھے کہ ایسا عمدہ کلام جو اس سے صادر ہوتا ہے جس کی مثل کوئی بنا نہیں سکتا اس کو کوئی بڑا فصیح و بلیغ جن تعلیم کرتا ہے اس لیے کہ کاہنوں کو ایسی تعلیم جن کرتے تھے اور مقفّٰی و مسجع کلام میں خبریں دیا کرتے تھے، اس لیے آپ کو کاہن کہتے تھے اب اس صورت میں بتلایا گیا کہ جن کیا تعلیم کریں گے وہ تو خود اس کی خوبی پر ایمان لا کر یہ کہتے ہیں اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ۔

اور تیز آگے چل کر جنوں کی ہجو اور ان کی پرستش اور نذر و نیاز کی مذمت اور ان کا مخلوق الٰہی ہونا اور اس کے بس میں ہونا وغیرہ وہ باتیں بیان ہیں جو جنوں کے خلاف ہیں، پھر اگر آپ کو جن تعلیم کرتا تو کیا اپنی برائی اور مذمت آپ کرتا، اس لیے یہ شبہ بھی بے اصل ہو گیا کہ ہم کو کیونکر معلوم ہو کہ جن ایمان لائے اور انہوں نے یہ کلام کیا اس لیے کہ اگر یہ کلام بھی جن کا ہے یعنی سورۂ جن تو جن ایسی باتیں اپنی نسبت کہہ نہیں سکتے اور اگر جن کا نہیں تو آپ کاہن نہیں پھر کیا وجہ کہ اس کی مثل بھی تم اور تمہارے مددگار جن نہیں لا سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کلام منزل من اللہ حضرت جبریل علیہ السلام القاء کرتے ہیں۔

(٢) جنوں کی پرستش اور ان کی نذر و نیاز سب لغو ہے:......ان کا کچھ بھی خدائی کارخانہ میں حصہ نہیں، خود جن اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

(٣) آنحضرت ﷺ کی نبوت نہ صرف دو آدمیوں کے لیے ہے بلکہ جن بھی کہ جن کی پرستش اور مدد پر مشرکین نازاں ہیں آپ کی زنجیر اطاعت میں بندھے ہوئے ہیں۔

فائدہ: اس کے بعد اور جنوں کے کلمات نقل کر کے جن پرستوں کو متنبہ کرتا ہے فقال: وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جن بھی مشرک تھے بعض کاملوں کو جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام یا بعض جن بعض جنوں کو خدا تعالیٰ کا رشتہ دار اور خدائی میں دخیل سمجھتے تھے اسی لیے اس کے بعد اس کی تفصیل کرتے ہیں وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا کہ ہمارے رب کی شان بلند ہے مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ نہ اس نے کسی کو جورو بنایا ہے نہ اولاد اس لیے کہ یہ باتیں عجز و حدوث پر دال ہیں اور اسکی شان بلند کے منافی ہیں۔

اس کے بعد اپنے اعتقادات سابقہ کی (جو لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے) لغویت بیان کرتے ہیں وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا

عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا۝ کہ جن کو ہم پہلے عقل مند و دانا سمجھ کر ان کی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونے کی روایت کرتے تھے اس کو برحق جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم نے ان کی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھ رکھا تھا بلکہ محض تقلید باطل سے بایں طور کہ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۝ ہم سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی آدمی اور کوئی جن خدا پر جھوٹ نہیں کہتا، اس اعتقاد اور اس سادہ لوحی نے ہم کو گمراہ کر رکھا تھا، اب معلوم ہوا کہ سیکڑوں آدمی اور جن اللہ پر جھوٹے ڈھکوسلے بناتے اور اپنی عاقبت برباد کر کے اوروں کی عقبیٰ بھی تباہ کر رہے ہیں حقیقت میں اس سادہ لوحی اور خوش اعتقادی نے دنیا کو شرک اور غلطی و تخیلات پرستی میں مبتلا کر رکھا تھا اگر اب کسی بت پرست و فال و شگن وارواح غیر مرئیہ کے پوجنے والے سے پوچھیں گے کہ کون سی دلیل و برہان تمہارے حق پر ہونے کے لیے ہے تو ہیر پھر کر آخر کار یہی کہیں گے ہمارے اگلے یوں کرتے اور کہتے آئے ہیں اگر یہ باتیں غلط ہیں تو وہ کیا اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور ایسا ہم ان کو نہیں سمجھتے آفریں ہے ان صاحبوں پر کہ جن کے دماغ نے ایک صحبت مادی برحق سے ایسی ترقی کی اور افسوس ہے ان عقلمند آدمیوں پر کہ وہ اس اندھیرے گڑھے سے باہر نہیں نکل سکتے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا۝۶
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۝۷ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ
فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا۝۸ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ
لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۝۹ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ
بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا۝۱۰

ترجمہ:......اور کچھ آدمی جنوں کے مردوں سے پناہ لیا کرتے تھے اس نے توان کا اور بھی مغز چلا دیا۶ اور وہ بھی سمجھے ہوئے تھے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ہرگز کسی کو (رسول بنا کر) نہ بھیجے گا۷ اور ہم نے آسمانوں کو ٹٹول دیکھا تو مضبوط نگہبان اور شہابوں (کے انگاروں) سے بھرا ہوا پایا۸ اور ہم (پہلے) تو آسمانوں کے ٹھکانوں میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سننے کا قصد کرتا ہے تو اپنے لیے تارا انگارا تاک لگائے پاتا ہے۹ اور ہم نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے لیے برائی مقصود ہے یا ان کے رب نے ان سے کوئی بہتری کرنا چاہا ہے۱۰۔

ترکیب:...... رهقًا كبرا و عتوا مفعول ثان لزادوا و الرهق في الاصل غشيان الشيء۔ و انهم من كلام الجن بعضهم لبعض او استئناف من الله سبحانه و من فتح ان فيها جعلها من الموحى به۔ ان لن الجملة ساد مسد مفعولي ظنوا۔ للسمع صلة لنقعد او صفة لمقاعد۔

تفسیر:......اس طوفان بے تمیزی میں آدمیوں کی پرستش سے جنوں کے مغز چل گئے خدائی کے دعوے کرنے لگے۔

مرد جنات سے پناہ مانگنا:......وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا کہ بہت سے انسانوں

کے مرد● جنوں کے مردوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اس نے ان کی اور بھی سرکشی اور غرور ونخوت بڑھادی۔ اس پناہ مانگنے اور مدد طلب کرنے کے کئی طریقے عرب میں مروج تھے۔

جنات کی پرستش کے چند طریقے:......اول: یہ کہ جب کسی کو کوئی مرض لاحق ہوتا اس کو جن و پری کی نظر بد کا اثر سمجھ کر اسکے لیے کھانا عمدہ پکاتے اور خوشبو شامل کرتے اور بخور جلاتے اور وہاں جا کر رکھتے جہاں ان کو جنوں کے گزرنے کا گمان ہوتا تھا تا کہ اس رشوت اور نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچائے اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکا کر کہیں چوراہوں میں کہیں دریا پر کہیں کسی قبر پر کہیں کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جس کو اتارا کہتے ہیں اور ایسے صدقات کے لیے برہمنوں، نجومیوں پنڈتوں سیانوں، ملاؤں تعویز گنڈے کرنے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے۔

دوم: یہ کہ مشکل کے وقت ان کے نام کو جپتے اور وظیفہ بنا کر پڑھتے ہیں اور نذر و نیاز و بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں لاتے ہیں ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ دیوتا آسان کر دے گا بیر و مؤکلات کے حاضر کرنے کے لیے اب بھی بڑے بڑے ڈبل لوگ بجائے مراقبہ واذکارِ الٰہی کے یا دردائیل و یا فتمائیل دریا یا جنگل میں بیٹھ کر ہزاروں بار پڑھتے ہیں اور جو کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اس کو فوزالمرام جانتے ہیں۔

سوم: جب کسی آئندہ آنے والی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو کاہنوں● کے پاس جا کر ان کے محامد کے منتر پڑھواتے ہیں نذر و نیاز مینڈھا بکرا چڑھاتے ہیں تب وہ ان کاہنوں کو سر پر آ کر وہ باتیں بتلا تا تھا۔

چہارم: جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیاباں میں اترتے تھے تو اس وادی کے جنوں سے پناہ چاہتے اور یوں باآواز بلند کہتے: اعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفھاء قومہ تا کہ ان کے چھوٹے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ اور بھی بہت سے طریقے تھے ان سب باتوں کو اسلام نے ممنوع کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی نذر و نیاز کے قابل ہے مالی و جسمانی عبادتیں اسی کو ہیں اس کے حکم کے بغیر کوئی پتہ بھی نہیں ہلا سکتا۔ پھر تھوڑے دنوں میں برِ عرب ان سب اوہام پرستی کی نجاستوں سے پاک وصاف ہو گیا۔

جنوں کا مادہ ناری یا ہوائی ہے:......اس لیے علو وتکبر ان کی طبیعت میں داخل ہے، ایسے اعمال و نذر و نیاز و منتروں سے وہ اترا کر ان کے کام کرنے میں کوشش کرتے ہیں تا کہ ہماری عظمت و وقعت بنی آدم کے دلوں سے نہ نکلے اور اسی لیے لوگوں کے ذہنوں میں سیکڑوں مکر وحیلوں سے اپنی عظمت بٹھاتے ہیں کبھی اپنے آپ کو اولیاء و انبیاء کی ارواح طیبات میں محسوب کرتے ہیں اور ان کے نام بتاتے ہیں کہ میں فلاں بزرگ ہوں یا فلاں شخص ہوں تا کہ لوگوں کو اعتقاد پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ اپنی خباثت ظاہر کرتے ہیں اور کبھی کسی مردہ شخص کا نام اپنا نام رکھ کر اس کے گھر کی خبریں بتاتے تا کہ ثواب و عقاب اخروی کا اعتقاد دلوں سے زائل ہو جائے اور جان لیں کہ مر کر یوں ہی اسی دنیا میں سیریں کرتے پھرا کرتے ہیں جس کے سر پر چاہتے ہیں آتے ہیں اسی بات کی طرف ان جملوں میں اشارہ ہے وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا اور ان جنوں نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ اے مخاطب تم نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد زندہ نہ کرے گا یعنی حشر ونشر کچھ نہیں مر کر روحیں پھرتی رہتی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی یہ بھی انہیں جنوں کا مقولہ ہے اپنی قوم سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ جیسا تمہارا عقیدہ حشر کی بابت ہے کہ حشر کچھ نہیں ایسا ہی ان جنوں کا بھی تھا جن کو بنی آدم پوجتے اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

● ......لفظ مرد میں ایک لطیف سی تعریض ہے کہ جب اپنے مثل کو پوجا تو مردانگی کو کھو دیا۔ مردوں کی یہ باتیں نہیں کہ اپنے مثلوں کے غلام اور بندے ہو جائیں۔ یہ نامردی اور زنانہ پن ہے ۱۲ منہ۔ ●......کاہن بھوت بڈا حاضرات کرنے والے چڑیلوں پریوں کو بلانے والے ۱۲ منہ۔

بعض مفسرین کہتے ہیں اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کے یہ معنی ہیں کہ خدا کسی پیغمبر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث نہ کرے گا کہ وہ آ کر ان جاہلانہ خیالات سے پاک کرے ہماری خدائی ہمیشہ یوں ہی بنی رہے گی۔ یہی جہالت کی گھٹائیں بنی آدم پر چھائی رہیں گی۔

یہاں تک تو ان ایمان دار جنوں کا کلام اپنی قوم کے سامنے توحید وحشر کے مسئلہ میں تھا اس کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ثابت کرنے کے لیے ایک نئی تمہید بیان کرتے ہیں تاکہ قوم بھی آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔

آسمان پر جنات کے لئے پہرے:......فقالوا وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا کہ ہم نے آسمان جا چھوا یعنی اسرار آسمانی کی بہت تلاش کی اور بہت بلند اڑ کر گئے گویا کہ آسمان کو چھولیا اور وہاں تک پہنچ گئے تو وہاں بے شمار پہرے چوکی والے پاسبان پائے جو اسرار آسمانی سننے سے منع کرتے ہیں وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ اور اس سے پہلے تو ہم اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھتے اور آسمانوں کے ملائکہ کی باتیں سنتے اور کاہنوں کو آ کر دیتے اور اپنی غیب دانی اور خدائی کا سکہ جمایا کرتے تھے۔ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا پھر اب جو کوئی سننے کے لیے جاتا ہے تو اپنے لیے ایک انگارا تیار اور نگہبان پاتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔

حاصل یہ کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ عالم بالا کے اسرار ہم حاصل کرلاتے تھے اور اب یہ دروازہ بند ہو گیا ہے یہ ایک بڑا حادثہ ہے وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے خدا نے اپنے بندوں کی بھلائی چاہی ہے یا برائی اس بات کو فہم مخاطبین پر چھوڑ کر یہ کہلانا منظور ہے کہ خدا نے بندوں کی بہتری چاہی ہے کہ جنوں کے بے جا تسلط اور باطل خدائی کو پست کر کے ایک ایسے شخص کو برپا کیا ہے جو نورِ ہدایت کی جہاں افروز شمع ہاتھ میں لے کر اٹھا ہے جنوں کے لیے اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی صداقت پر اور کوئی دلیل ہو نہیں سکتی کہ انھوں نے آسمانی اسرار کا بند ہونا وغیرہ امور بظہور نبوت آنحضرت ﷺ خود دیکھ لیا ہے۔

اس کلام میں طریقہ ادب کہاں تک ملحوظ رکھا ہے کہ شر کی نسبت خدا پاک کی طرف نہیں کی بلکہ صیغۂ مجہول بولا گیا اور رشد کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ بندوں کی رہنمائی اور بہتری چاہا کرتا ہے اور شر کے مقابلے میں خیر ہونا چاہیے تھا مگر خیر عام تھی اس کا جو فرد کامل یہاں مقصود تھا اسی کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خیر رشد ہے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ⑪ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ
لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ⑫ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا
بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ⑬ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ
وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ
فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ⑮

ترجمہ:......اور یہ کہ کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہم بھی مختلف طریقوں پر تھے ⑪ اور (اب) ہم سمجھ گئے کہ ہم اللہ کو زمین پر نہ تھکا سکیں گے اور نہ ہم اللہ سے بھاگ کر جا سکیں گے ⑫ اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آیا پھر نہ اس کو نقصان کا ڈر رہے گا اور نہ ظلم کا ⑬ اور کچھ تو ہم میں سے فرماں بردار ہیں اور کچھ نافرمان پھر جس نے مان لیا تو انھوں نے اچھا

راستہ تلاش کرلیا⑭ اور جو نافرمان ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے⑮۔

ترکیب :...... القدد القطعة من الشیء و صار القوم قددا اذا تفرقت احوالهم والمعنی کنا ذوی طرائق قددا او کانت طرائقنا طرقًا قددا۔ فی الارض ای کائنین فی الارض حال من الفاعل۔ هربا مصدر فی موضع الحال ای و لن نعجزه هاربین فلا یخاف الجملة جواب الشرط و هو فمن فالجملة جواب و لو لا۔ ذاک لقیل لا یخف۔

تفسیر :...... اب مسئلہ نبوت کی بابت ایک عمدہ پیرایہ سے تقریر کرتے ہیں۔

(۱) وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا⑪ کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور بد بھی مختلف طریقوں کے لوگ ہیں اس کا فیصلہ کون کرے کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر بجز نبوت والہام الٰہی کے کون کرسکتا ہے۔

(۲) وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا⑫ کہ ہم کو یقین ہوگیا ہے کہ جن گو قوی اور زبردست اور جاہل دماغ انسانوں پر حکمراں ہیں مگر اللہ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے صرف آسمانی راز ہی کے بند کرنے پر دیکھ لیا کہ کسی کی تدبیر و روزگار نہ ہوا اور پر چڑھتے ہیں تو انگارے برستے ہیں پھر جو تم نے اس کے طریقے کا خلاف کیا اور ہم پر اس کا قہر نازل ہوا تو ہم اس کے بس سے نہیں نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر کہیں پناہ گزیں ہوسکیں گے اس لیے نبی آخر الزمان کا ماننا ضروری ہوا❶ اب اے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ہم نے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا⑬ پھر جو تم میں سے بھی کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو دنیا و آخرت میں کسی نقصان کا خوف نہ رہے گا نہ اس کو خداوندی انتقام وسزا کا ڈر باقی رہے گا۔

اب رہی یہ بات کہ قوم کی حالت یکساں ہے تا کہ عذاب و ثواب میں برابر سمجھے جائیں سو یہ تو ہرگز نہیں اس لیے کہو وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ کہ ہم میں سے اس کے فرمانبردار بھی ہیں اور جفا کار بھی ہیں پھر دونوں مساوی کیوں کر ہوسکتے ہیں؟

بہر طور قوم میں سے ایک گروہ پر مصائبِ دنیا و آخرت کا نازل ہونا یقینی ہے پھر اس کی عدالت سے رستگاری کا یہی قانون ہے کہ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا کہ جو ایمان لے آیا اور اس کا حکم بردار ہوگیا تو اس نے دنیا و آخرت کے لیے عمدہ راستہ تلاش کرلیا اور ہر ایک مصیبت سے بچنے کے لیے امن الٰہی کا مستحکم قلعہ ڈھونڈ لیا وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا اور جو جفار کار بدکار رہے ایمان نہ لائے آخر وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

فائدہ ۱: پہلے جو مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ کہا وہ اسلام سے پہلے کی حالت بیان کی تھی اس لیے کہ اسلام سے پہلے بھی نیک و بد ہو سکتے ہیں کیوں کہ ظلم و بدکاری کی برائی عاقل عقل سے بھی دریافت کرسکتا ہے اور لطف یہ کہ صالحون کے مقابلے میں **دون ذلک** سے اشارہ مہذبانہ الفاظ میں کر دیا تا کہ ان بدکاروں کو صراحت سے رنج نہ معلوم ہو۔ اب مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ میں عہدِ نبوت کا ذکر ہے اور بدکاروں کی بدی جہنم سے بچنے کے لیے صاف صاف بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

فائدہ ۲: قسط یعنی عدل مگر جب اس کا استعمال ثلاثی مجرد سے ہوگا تو اس کے معنی ظلم کے ہوں گے اور جب باب افعال میں لائیں گے تو انصاف وعدل کے معنی پیدا ہوں گے اس لیے قاسط ظالم، مقسط عادل۔

---

❶ اس لیے کہ جن جنوں کو تم پوجتے مانتے ہو جب ان کا یہ حال اور یہ مقال ہے تو تم ان کے گھمنڈ اور بے جا زوروں پر کیوں تکیہ کر کے گمراہی میں پڑے ہو اور ان کو پکارتے ہو اور پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے توحید کا لباس نہیں پہنتے۔ ۱۲۔

فائدہ ۳: یہاں تک ان جنوں کی گفتگو تمام ہوگئی اب بعد کا قصہ بیان نہیں فرمایا کہ قوم ایمان لائی یا نہیں احادیث سے ثابت ہے کہ لائی اور ان جملوں میں کفار مکہ پر تعریض ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ
وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا
مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ: ...... اور یہ بھی (میری طرف وحی کیا گیا) کہ اگر وہ (اہل مکہ) سیدھے رستہ پر چلتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے ﴿۱۶﴾ تا کہ اس (ارزانی) میں ان کا امتحان کریں اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا تو وہ اس کو سخت عذاب میں پھنسا دے گا ﴿۱۷﴾ اور یہ بھی وحی کیا گیا کہ سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو ﴿۱۸﴾ اور یہ بھی کہ جب اللہ کا بندہ (نبی) اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جمگھٹا کرنے لگتے ہیں ﴿۱۹﴾۔

ترکیب: ...... وان لو استقاموا اقرأ الجمهور بكسر الواو من لو لالتقاء الساكنين و قرئ بضمها تشبيها بواو الضمير و هذا معطوف على جملة انه استمع فيكون من جملة الموحى اليه و ليس من قول الجن و التقدير "اوحى الى انه استمع" و ان لو استقاموا فيكون هذا النوع الثاني مما اوحى اليه و ان مخففة من الثقيلة و اسمه ضمير الشان محذوف اى انه جواب الشرط و الجزاء الجملة خبر۔ ان يسلكه مجزوم على انه جواب الشرط اى من يعرض۔ يسلكه اى يدخله يقال سلكه و اسلكه و قيل الجار محذوف اى فى عذاب۔ و الصعد مصدر يقال صعدا و صعودا و صف به العذاب لانه يصعد طاقة المعذب اى يعلوه و يغلبه۔ و ان المسجد معطوف على ان لو استقاموا من جملة الموحى اليه و هو النوع الثالث و المساجد على قول الاكثرين المواضع التى بنيت للصلوٰة و ذكر الله و يدخل فيها الكنائس و البيع و مساجد المسلمين و قال الحسن البقاع كلها و قيل الجوارح و الاعضاء التى يسجد عليها العبد و هى القدمان و الركبتان و اليدان و الجبهة و الانف فعلى هذا هى جمع مسجد بكسر الجيم و هو موضع السجود و قال الحسن ايضا المساجد هى الصلوات فعلى هذا جمع مسجد بفتح الجيم مصدر بمعنى السجود۔ و انه لما قام معطوف على و ان المساجد هو النوع الرابع من الموحى اليه۔ يدعوه الجملة حال من فاعل قام اى قام موحد الله۔ كادوا الجملة جواب لما۔ لبدا جمع لبدة و هو تلبد بعضه على بعض و ارتكم و ازدحم بعضه على بعض و منه اللبود التى تفرش و يقال لبدة الاسد لا يتلبد من الشعر بين كتفيه و قرئ لبدا بضم اللام و قرئ لبدا جمع لابد كمسجد فى ساجد و قرئ بضم اللام و الباء جمع لبود كصبر فى صبور۔ (تفسیر کبیر)

تفسیر: ...... جنوں کا کلام نقل کر کے جو آنحضرت ﷺ کو وحی کے طور پر بتلایا گیا تھا تین اور باتیں ارشاد فرماتا ہے: اے محمد! لوگوں سے کہہ دے کہ جس طرح مجھے جنوں کا کلام وحی کے طور پر بتلایا گیا یہ باتیں اور بھی وحی کی گئیں از اں جملہ یہ کہ:

صراط مستقیم پر استقامت کے فوائد: ......(۱) وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ○ کہ اگر لوگ سیدھے راستہ پر قائم رہیں تو ہم ان کو بہت پانی پلائیں یعنی مال و اولاد، کھیتی

باڑی تندرستی عافیت عطا کریں ❶ اور جو ہماری یاد سے منہ موڑے گا ہم سے توڑ کر جو شیاطین سے جوڑے گا تو ہم اس کو سخت عذاب میں داخل کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس جملہ میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جن وانس اطاعت الٰہی اور نیک چلنی پر مامور ہیں نیکی کی جزا بدی کی سزا پاتے ہیں پھر ان میں شان معبودیت کیا ہے اور ان کی پرستش محض بے جا ہے۔

اسْتَقَامُوْا کے جملہ میں بعض مفسرین کہتے ہیں جنوں کی طرف ضمیر پھرتی ہے اس لیے کہ انہیں کا ذکر چلا آتا ہے اور انہیں کی حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اے مشرکین تمہارے معبود خود مامور ومحکوم ہیں بعض کہتے ہیں کہ آدمیوں کی طرف اس لیے کہ اہل مکہ اس وقت سات برس کے قحط میں مبتلا تھے پانی اور رزق کی تنگی سے جان لبوں پر آرہی تھی ان کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری بت پرستی اور جنوں سے مدد مانگنے اور بدکاری کا نتیجہ ہے اگر تم راستی اختیار کرتے اور ہمارے آگے جھکتے تو ہم تم کو بہت پانی پلاتے اور ارزانی کرتے یہ بھی تمہاری آزمائش کے لیے کہ شکر کرو نہ کہ اتراؤ سرکشی کرو۔

حضرت ربیع بن انس اور زید بن اسلم اور ابن کیسان وغیرہ کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار اگر اپنے اس طریقہ کفر پر رہتے کہ جس پر ہیں اور سب کفار ہوتے ہیں تو ان کی آزمائش کے لیے دنیا میں ان کو فراخ دستی دیتا اور پھر آخرت میں عذاب دیتا اور دلیل اس کی یہ آیت ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ۔ وقولہ وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ۔ الآیۃ اور لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ قرینہ ہے۔

مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں:...... تیسری بات جو وحی کی گئی یہ ہے وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑱ کہ سب عبادت گاہیں اللہ کے لیے ہیں اس کے سوا ان میں اور کوئی پکارے جانے عبادت کیے جانے کا مستحق نہیں اسی کو پکارو، مساجد کے کئی معنی ہیں

مساجد کی تعریف وتفسیر:......(۱) ایک تو مسجدیں عبادت گاہیں گرجا، کنیسہ مسجد اہل اسلام سب کو شامل ہے یعنی دنیا میں کوئی عبادت خانہ اس کے سوا اور کے لیے نہ ہونا چاہیے۔

(۲) حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں جنوں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ کس طرح مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوا کریں حالانکہ ہم دور دراز رہتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ ہر جگہ اس کے لیے عبادت ہو سکتی ہے اور نبی ﷺ نے بھی فرمایا کہ تمام زمین میرے لیے عبادت گاہ بنائی گئی کسی جگہ خاص پر منحصر نہیں۔

(۳) سعید بن المسیب کہتے ہیں مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جو سجدے میں کام آتے ہیں، ہاتھ، پاؤں، پیشانی، گھٹنے، ناک کہ یہ نعمت الٰہی ہیں اور کے لیے نہ جھکنے چاہئیں۔

(۴) بعض کہتے ہیں کہ مساجد سے مراد سجدے ہیں کہ سجدہ اس کے سوا اور کے لیے نہ ہونا چاہیے۔

(۵) بعضے کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ مساجد خاص عبادت کے لیے ہیں اور کام وہاں نہ ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے آئے تو کہہ دو کہ خدا کرے کہ نہ ملے اس لیے کہ مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں ہر ایک معنی آیت میں سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

تلاوت قرآن کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم:...... چوتھی بات جو وحی کی گئی یہ ہے کہ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ⑲ کہ جب اللہ کا بندہ محمد ﷺ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس پر اژدہام کر لیتے ہیں کون اژدہام کر

---

❶ ...... اس کو ماءً غدقًا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے۔ ۱۲ منہ۔

لیتے ہیں اور کس لیے؟۔
اکثر مفسرین کہتے ہیں کفار مکہ جب آپ کو اللہ کی عبادت کرتے اور اس کو پکارتے دیکھتے تو گرداگرد جمع ہو کر تمسخر کرتے تھے اس بات کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے کفار کو سنواتا ہے کہ یہ کیسی بات ہے کہ اوروں کی عبادت کرنے والے پر تو یہ اژدہام نہ ہو مگر ہماری عبادت کرنے والے کے لیے یہ ہو یہ بہت نازیبا اور ناحق شناسی ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ یہ مراد کہ جب ہمارا بندہ محمد ﷺ اللہ کو پکار نے قرآن سنانے جنوں کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس کے سننے کے لیے ہر طرف سے آ کر اژدہام کر لیتے ہیں جیسا اس رات کو ہوا کہ جس رات آپ مکہ سے باہر عبداللہ بن مسعودؓ کو لے کر جنوں کو قرآن سنانے گئے تھے مگر اے قریش مکہ تم پر افسوس ہے کہ تم قرآن سننے سے بھاگتے ہو۔
لبدا کو جمہور بکسر اللام و فتح الباء پڑھتے ہیں لِبَدًا اور بعض نے لام کے ضمہ اور باء کے فتح سے پڑھا ہے لُبَدًا اور بعض بضم ب و لام و تشدید بائے مفتوحہ بھی پڑھا ہے لُبَّدًا پہلی قراءۃ پر وہی معنی ہیں اور دوسری پر لُبدا کے معنی بہت کے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا کہ بہت ہو جاتے تھے مگر مجاہدؒ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں جماعتوں کے کہ جماعت پر جماعت آ کر گھیرتی ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ:..... کہہ دو کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا ﴿۲۰﴾ کہہ دو نہ میرے ہاتھ تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا ﴿۲۱﴾ کہہ دو مجھ کو میرے اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا اور نہ مجھے کو اس کے سوا پناہ ملے گی ﴿۲۲﴾ مگر اللہ کا پیغام اور اس کا حکم پہنچانا ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ سدا رہا کرے گا ﴿۲۳﴾۔

ترکیب:..... قل قرء العامة على الغيبة اى قال حملوا ذلک على ان القوم لما قالوا ذلک اجابهم النبى ﷺ بقوله انما ادعوا ربى فحكى الله ذلک عنه بقوله قال اويكون ذلک من مقولات الجن و قرء عاصم و حمزة قل بصيغة الامر ليكون موافقا لما بعده و هو قوله قل انى لا املک و هو الاظهر و الاقوى۔ ملتحدا ملجاء و حرائر مثل السرب الذاهب فى الارض ، فى القاموس الحدمال و فى المصباح الملتحد بالفتح اسم الموضع و هو الملجا ۔ الا بلاغا قال الفراء استثناء من قوله لا املک فان التبليغ ارشاد و انفاع ۔ و قوله قل انى لن يجيرنى . . . الخ جملة معترضة وقعت فى بين لتاكيد نفى الاستطاعة عنه و بيان عجزه و قيل الا هنا ليست كلمة الاستثناء بل معناه ان لا و معناه ان لا ابلغ بلاغا لم اجد من دونه ملتحد افما قبله دليل الجواب اى كلام بدل بلى جواب الشرط و على هذا من الله ليس صلة للتبليغ لان صلته يكون بعن كقوله ﷺ بلغوا اعنى و لو اٰية و انما هى بمنزلة من فى قوله براءة من الله و معناه بلاغا كائنا من الله و رسالاته عطف على بلغا كانه قال لا املک لكم الا التبليغ و الرسالات ۔ خٰلدين حال من ضمير من و الجمع لرعاية معنى من و المعنى يدخلونها

مقدار خلو دھم۔

تفسیر:.....کفار مکہ جب آپ کے اردگرد (قرآن پڑھنے اور خالص اللہ کو پکارنے میں) جمگھٹا کرتے تھے تو یہ بھی کہتے تھے کہ اے محمد! تو اس بات سے باز آ اور ہمارے الٰہ (معبودوں، بتوں) کی ہجو (مذمت و برائی) نہ کر نہ ان کی پرستش سے منہ موڑ، وہ تو نفع وضرر کے مالک ہیں پھر آپ میں بھی یہ بات ہے؟ اور ہمارے معبود آپ کو مصائب سے پناہ دیں گے۔

کفار کو آنحضرت ﷺ کا دوٹوک جواب:.....اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا قُلْ ان کافروں سے کہہ دے اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور آیندہ بھی اسی کو پکاروں گا و لَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کروں گا تمہارے معبود خواہ روحانیات ملائکہ ہوں یا جن ہوں خواہ اس کے برگزیدہ لوگ ہوں خواہ ستارے ہوں خواہ خیالی چیزیں ہوں خواہ پتھروں کے تراشیدہ بت ہوں خواہ عناصر و نباتات وحیوانات ہوں کسی کو بھی اس کی خدائی میں کچھ بھی دخل نہیں، وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ اس کے حکم کے بغیر نفع وضرر دے سکتا ہے میں باوجودیکہ نبی مرسل ہوں اور مراتب قرب میں اس نے میرے لیے اعلیٰ مرتبہ تجویز کیا ہے مگر میں بھی تمہارے ضرر یعنی گمراہی و راہنمائی کا مالک نہیں کہ جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اور باتوں کا تو کیا ذکر ہے ہاں میرے سبب سے وہ خود جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اسی لیے مجھے دنیا میں بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہیں:.....اور یہ بھی کہہ دے قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں اور مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو خود مجھے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں، پھر تمہارے معبود تو کیا پناہ دیں گے جن کے بھروسہ پر تم گمراہی میں پڑے ہو۔ الغرض میں بھی بشر ہوں اور جمیع مخلوقات خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو اس کی ذات وصفات وقدرت و الوہیت میں شریک نہیں میں اور جس قدر دنیا میں ہدایت کے لیے اس نے رسول بھیجے ہیں کسی چیز کے مالک نہیں کیے گئے اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ مگر اللہ کے پیغام و احکام پہنچانے کے، ہاں یہ اختیار ان کو دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ نبوت تبلیغ من اللہ ہے، الوہیت میں نبی کو کوئی شرکت نہیں، اس کی ذات پاک سب سے ممتاز ہے۔

بعض مفسرین نے اِلَّا بَلٰغًا مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اگر میں حکم پہنچانے میں کوئی کمی کروں تو مجھے اس کے عذاب سے بچنے کے لیے کوئی پناہ نہ ملے پھر احکام پہنچانے کے بعد جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا کفر و بت پرستی سے باز نہ آئے گا ابداً جہنم میں جلے گا۔

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾
قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ
فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ
یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّہِمْ وَاَحَاطَ بِمَا

غ۲ لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تک وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تب بہت جلد معلوم کرلیں گے کہ کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں کون کم ہے؟﴿۲۴﴾ تو کہہ دو کہ مجھے خبر نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرا رب کوئی مدت ٹھہراتا ہے﴿۲۵﴾ وہ غیب جاننے والا ہے اپنی غیب کی باتوں پر کسی کو واقف نہیں کیا کرتا﴿۲۶﴾ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو پھر اس کے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کردیتا ہے (کہ شیطان آمیزش نہ کرنے پائے)﴿۲۷﴾ تاکہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچادیا اور اللہ نے تمام کاموں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی رکھی ہے﴿۲۸﴾۔

ترکیب: حتی الشیء الذی جعل مابعده حتی غاية له فيه قولان (الاول) انه متعلق بقوله يكونون عليه لبدا والتقدير انهم يتظاهرون عليه بالعداوة۔ حتى اذا راوا مايوعدون من يوم بدر او فتح مبين او يوم القيامة او وقت الموت فحينئذيعلمون من هو اضعف ناصرا و اقل عددا (والثانى) انه متعلق بمحذوف كانه قيل الكفار لا يزالون على ماهم عليه حتى اذا كان كذا و كذا كان كذا و نظير هذه الاية اية فى سورة مريم وهى حتى اذا راوا مايوعدون اما العذاب و اما الساعة۔ اذا شرطية۔ فستعلمون جوابها و يفهم من كلام القرطبى ان حتى لمجرد الابتداء من غير ملاحظة معنى الغاية فتكون جملة مستقلة بالاستفادة۔ علم الغيب خبر مبتدء محذوف اى هو و الجملة مستانفة مقررة لما قبلها من عدم الدراية والفاء لترتيب عدم الاظهار على تفرده تعالى بعلم الغيب على الاطلاق۔ الا استثناء من احدا۔ من رسول بيان لمن فانه تقرير و تحقيق للاظهار المستفاد من الاستثناء و بيان لكيفية اى فانه يسلك من جانب جميع جوانب الرسول ﷺ عند اظهاره على غيبه۔ حرسا من الملائكة يحرسونه من تعرض الشياطين لما اظهره عليه من الغيوب ليعلم متعلق بيسلك غاية له من حيث انه مترتب على الابلاغ المرتب عليه او المراد به العلم المتعلق بالابلاغ الموجود بالفعل۔ و ان مخففة من الثقيلة و اسمها محذوف و هو ضمير الشان و الجملة خبرها۔ و احاط... الخ الجملة من محل النصب على الحال من فاعل يسلك باضمار قد او بغيره۔ و احصى معطوف على احاط عددا اختصاصه على الضمير محولا من المفعول به ويجوز ان يكون على المصدرية۔ والله اعلم

تفسیر: ان نصائح و دلائل کے بعد بھی کفار مکہ سرکشی اور پیغمبر خدا ﷺ کی توہین اور ان کے اردگرد جاہلانہ ہجوم کرنے سے باز نہ آتے تھے اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کر کے اپنی قوت و شوکت کا گھمنڈ کر کے طرح طرح سے آنحضرت ﷺ اور ایمانداروں کو ایذائیں دیتے تھے اس لیے ایمان داروں کی تسلی اور کفار کی تنبیہ کے لیے یہ فرمادیا گیا۔

اہل ایمان کو تسلی اور کفار کو تنبیہ: حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴿۲۴﴾ کہ یہ لوگ جب تک نہیں مانیں گے کہ ان کو وہ چیزیں نہ دکھادی جائیں کہ جن کا ان سے وعدہ ہوا ہے (بدر کے دن کا قتل و مغلوب ہونا یا مرنے کے بعد عذاب اور مصائب کا دیکھنا یا قیامت جن کا آنحضرت ﷺ نے من اللہ بار بار ان سے وعدہ کیا تھا) پھر جب یہ چیزیں دیکھ لیں گے انہیں آپ معلوم ہوجائے گا کہ کس کی مدد کمزور و قلیل ہے؟ اس دن ان کی آنکھیں کھل جائیں گی مگر پھر کیا فائدہ ہوگا توبہ اور ایمان لانے کا وقت باقی نہ رہے گا۔

وقوع قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں ہے:...... اس کو سن کر کفار تمسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ ان چیزوں کا کہ جن کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں یعنی عذاب و مصائب کون وقت ہے اور ٹھیک وقت بتلایئے۔ یہ سوال محض جاہلانہ اور گستاخانہ ہے اس لیے کہ آنے والی مصیبت جب کہ یقینی ہو تو اس کے وقت دریافت کرنے سے کیا فائدہ بلکہ اس سے بچنے کی تدبیر میں مصروف ہونا دلیل سعادت ہے اس لیے وقت نہ بتلایا گیا جو اس سے پہلے ان کے نڈر ہونے کا باعث تھا بلکہ اپنے نبی کو یہ کہہ دیا کہ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا کہ ان سے کہہ دے مجھے معلوم نہیں کہ اس کا وقت بہت قریب ہے یا میرا رب اس کو دیر میں بھیجے گا۔ یہ جواب سعادت مندوں کے لیے نہایت مستعدی اور سرگرمی کا باعث ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے ہر آئندہ آنے والی بات کا وقت اسی کو ٹھیک ٹھیک معلوم ہے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اس لیے کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو واقف نہیں کرتا کیوں کہ یہ اسی کا خاصہ ہے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پسندیدہ اور برگزیدہ رسول کو چاہتا ہے واقف کر دیتا ہے اور اس کو بھی اس احتیاط اور محافظت سے واقف کرتا ہے فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے یا اس غیب کی بات کے آگے اور پیچھے ملائکہ کی ایک چوکی مقرر کرتا ہے جو اس کو شیاطین کے لے اچکنے سے بچاتے ہیں یعنی خداوندی غیب کا خریطہ جب رسولوں کے پاس آتا ہے تو اس کے آگے پیچھے فرشتوں کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ ہوتا ہے تاکہ کوئی شیطان یا جن اس غیب کی بات سے کچھ واقف نہ ہو جائے وہ ملائکہ شیاطین کو مار بھگا دیتے ہیں۔

اور یہ اس لیے لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ تاکہ خدا تعالیٰ معلوم کر لے ❶ کہ فرشتوں نے رسول تک بحفاظت اس کے احکام پہنچا دیئے یا یہ معنی کہ محمد ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں نے اللہ کے پیغام بحفاظت پہنچائے ہیں۔ (سعید بن جبیر) یا یہ معنی کہ رسولوں کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں نے احکام و پیغام پہنچا دیئے، اس تقدیر پر یَعْلَمُ کا فاعل اللہ یا محمد ﷺ یا رسل ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس کا فاعل کل واحد و ابلیس و جن بھی ہو سکتا ہے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے یا ابلیس کو معلوم ہو جائے یا جنوں کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں نے وہ غیب بحفاظت پہنچا دیا۔ اور اَبْلَغُوْا کا فاعل ان چھ صورتوں میں فرشتے ہیں۔ اب ان چھے صورتوں میں اَبْلَغُوْا کا فاعل رسولوں کو قرار دیا جائے تو یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تاکہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام جو ان کے پاس خزانہ غیب سے آئے تھے اور ان میں کچھ چوری نہیں ہوئی تھی بحفاظت لوگوں کو پہنچا دیئے یا یہ کہ محمد ﷺ کو معلوم ہو کہ اگلے رسولوں نے جو اللہ کے احکام و پیغام پہنچائے وہ ٹھیک ٹھیک پہنچائے یا لوگوں کو معلوم ہو و قس علی ہذا۔ یہ بارہ احتمالات ہیں ہر ایک کی طرف ایک نہ ایک مفسر گیا ہے لیکن اول اقویٰ ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کی چوکی معین کرنا اور بحفاظت اس غیب کا رسولوں تک پہنچنا ایک عادت اللہ کے موافق ہے ورنہ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ اس کے احاطۂ علمی میں ہے جو کچھ بندوں کے پاس ہے کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں اور علم بھی کیسا علم ہے وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا اس نے ہر ایک چیز کو گن رکھا ہے دریا کے قطرے ریگستان کے ذرے درختوں کے پتے ہر ایک کی گنتی اور تعداد اس کو معلوم ہے یہ کمال احاطۂ علمی کی علامت ہے۔

علم غیب کی تحقیق اور اس کی اقسام

فوائد: غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں اب یہ پوشیدگی کئی طرح کی ہے۔

---

❶ خدا تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے مگر شی کے ظہور کے بعد جو علم کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے علم تفصیلی مراد ہوتا ہے جو وجود اشیاء کے بعد ہوتا ہے ۱۲ منہ

اول: اضافی کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے اور ایک جو کوس دو کوس دور ہے ہم سے غیب اور غائب ہے یہاں تک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں اگر ایک سے غیب میں ہیں تو دوسرے کے نزدیک موجود ہیں۔ کیا اس قسم کا غیب بھی خاصہ خدا ہے؟ عقل اضافی فوراً کہہ دے گی کہ ہرگز نہیں اس لیے کہ یہ غیب مطلق نہیں بلکہ من وجہ مشہود ہے اس کو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا جن اکثر اسی قسم کے غیب کو کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے اور اب بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں۔

دوم: عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثالی کی چیزیں، عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم میں نہیں آئی ہیں بلکہ آنے والی ہیں یا آ کر چلی گئی ہیں نہ اب وہ ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ ان کانوں سے سنی جا سکتی ہیں نہ ان ہاتھوں سے ٹٹولی جا سکتی ہیں نہ ناک سے سونگھی جا سکتی ہیں نہ زبان سے چکھی جا سکتی ہیں۔

اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے مگر یہ بھی غیب مطلق نہیں جس کو غیب الغیب کہتے ہیں کیوں یہ چیزیں عالم ملکوت کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی روح خواب میں جب کہ اس کو کثافت جسمانیہ سے نورانیت حاصل ہوتی ہے تو ان چیزوں میں سے بعض یا کل کو دریافت کر لیتی ہے اور اسی طرح اہل کشف صادق بحالت بیداری اپنی روحانی تجلی میں دریافت کر لیتی ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام، چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف ہے جس میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اس عالم کی چیزیں دکھائی گئیں اور اس لیے اشراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزوں سے واقف ہو جاتے ہیں اور کاہن و رمال و جفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ اڑتی ہوئی بات معلوم کر کے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب میں ڈھالتے ہیں مگر ان قواعد کی غلطی یا ان سے استنباط کی لغزش اور اسی طرح خواب مکاشفہ میں قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے مرتبے میں کر دیتی ہے یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جس قدر طریقے ہیں علی قدر مراتب ان میں غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اس لیے ان کے جاننے کو علم بمعنی یقین نہیں کہہ سکتے۔

پس اس قسم کا غیب بھی اس کی طرف سے خاص انبیاء علیہم السلام کو عطاء ہوتا ہے جس کی یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرا رہتا ہے تا کہ شیاطین و قوت فکریہ و قوت وہمیہ و خیالیہ آگے سے اور عادات و طبائع سامنے سے اس میں کچھ بھی دست اندازی نہ کر سکیں اور بعد کی چوکی سے علوم مخزونہ و عادات و اخلاق متروکہ اس میں آمیزش نہیں کرنے پاتے رمالوں جفاروں نجومیوں کاہنوں وغیرہ کے غیب میں تو ہزاروں من کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے مکاشفات میں بھی یہ حفاظت نہیں ہوتی قوائے متوہمہ و متخیلہ کی آمیزش سے امن نہیں اس لیے ان کو بھی آخر الامر کتاب و سنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کے ہیں اور اسی لیے اور مکلفین کو بھی ان کے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھہرائے گئے یہ بات خاص الہامات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے [1] کہ جن کے حاصل ہونے سے پہلے بھی حفاظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت ان کے قویٰ کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بعد میں بھی حفاظت ہوتی ہے یہ اس لیے کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام و احکام پہنچائے ہیں اس میں کچھ آمیزش اور کمی زیادتی و تغیر نہیں ہوئی۔

تیسری قسم: غیب الغیب اور غیب مطلق: ...... جس کو حق سبحانہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں کہ جن کے جاننے کی کسی ممکن میں قدرت ہی نہیں اور یہ ایک بے انتہاء غیب ہے لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اور بعض ایسی بھی ہیں جن کو ملائکہ مقربین

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیب کی باتوں کو جو بذریعہ الہام و وحی آپ کو خدا نے بتائی تھیں اپنی امت کو بتایا اس لیے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آئندہ آنے والے واقعات بتائے جیسا کہ احادیث صحاح سے ثابت ہے پھر ان مغیبات کا انحصار رسول پر نہ ہوا بلکہ افراد امت بھی اس سے مطلع ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو علم تصدیق سے حاصل ہوا یہ علم استدلالی ہے نہ کہ غیب پر مطلع ہونے سے اس لیے انحصار صحیح ہوا کذا قیل ۱۲ منہ۔

وحاملان عرش جان تو سکتے ہیں مگر نہیں بتلائی جاتیں اور بعض ایسی ہیں کہ کبھی کبھی بتلائی بھی جاتی ہیں اور جب بتلائی جاتی ہیں تو عالم ملکوت میں ایک ہیبت اور وحشت ہوتی ہے جس سے مقربین ماتحت کے ملائکہ سے پوچھتے ہیں اور علی غیبہ میں اضافت اسی غیب کی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ کہ غیب من وجہ کی طرف۔

فائدہ: مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے کیا سب رسول مراد ہیں؟ جمہور اسی کے قائل ہیں اس لیے کہ مِنْ رَّسُوْلٍ میں من بیانیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ۔

پھر کیا اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص مراد ہیں یا ملائکہ بھی رسول ہیں جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کو اور ملائکہ پر فوقیت ہے۔

معتزلہ اس سے ابطال کرامات اولیاء اللہ پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ آئندہ آنے والے واقعہ کی خبر بطور پیشن گوئی نہیں دے سکتے۔

مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے اس لیے کہ غیبہ یعنی اپنے غیب پر بجز رسول کے اور کسی کو مطلع نہیں کرتا اس طرح سے اس کی نفی نہیں ہوتی کہ قسم اول و دوم کے بعض غیوب کا بطریق ظن کسی پر اظہار کیا جائے جس کو اظہار الغیب کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ غَیْبِہٖ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہیں اس اعتراض سے اور ان شبہات سے بچنے کے لیے کہ بعض کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہیں۔

اٰيَاتُهَا ۲۰ (۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳) رُكُوْعَاتُهَا ۲

مکیہ ہے اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ
عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ
الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ
اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ
وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ
اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ
وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۗ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ:......اے چادر اوڑھنے والے!① رات کو اٹھا کرو (تمام رات) بلکہ کم آدھی رات ② یا اس سے کچھ کم کرلیا کرو ③ یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ④ ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں ⑤ بے شک رات کو اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور بات کرنے (یعنی دعا) میں بھی مناسب تر ہے ⑥ بے شک دن میں آپ کے لیے بڑے مشغلے رہتے ہیں ⑦ اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف آرہو ⑧ (کیونکہ) وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں پھر اسی کو کارساز بنا رکھو ⑨ اور کافروں کی بات پر صبر کرو اور ان کو عمدگی سے چھوڑ دو ⑩ اور ہم کو اور جھٹلانے والے دولتمندوں کو (اپنی حالت پر) چھوڑ دو اور ان کو قدرے مہلت دو ⑪ اس لیے کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم ⑫ اور گلا گھونٹنے والا کھانا اور سخت عذاب (موجود) ہے ⑬ جس دن کہ زمین اور پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ بھربھرے ریت کا ٹیلہ ہو جائیں گے (آپس میں ٹکرا کر) ⑭

ترکیب:......المزمل اصله المتزمل ادغمت التاء فی الزاء والتزمل التلفف فی الثوب۔ الا قليلا هو استثناء من الليل ای صل الليل كله الا يسرا منه وما دون النصف القليل والمراد منه ههنا الثلث نصفه فی انتصابه وجهان (الاول) هو بدل من الليل بدل البعض الا قليلا استثناء من النصف (والثانی) هو بدل من قليلا و قلته بالنظر الی الكل وهذا اقوی والضمير فی

●......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بڑا شوق تھا، مگر خدا پاک جسم کی محافظت رکھنے کے لیے آپ کو تمام رات جاگنے سے روکتا ہے ۱۲ منہ

منه و عليه يرجع الى النصف۔ هي اشد۔ ۔ ۔ الخ خبر ان۔ وطأ تميز من اشد بكسر الواو بمعنى مواطاة و بفتحها هو اسم للمصدر۔ و اقوم معطوف على اشد۔ و قيلا بمعنى قولا تميزا منه۔ سبحا شغلا و تصرفا اسم ان لك في النهار خبرها۔ رب المشرق بالجر على البدل و بالنصب باضمار اعني او بفعل يفسره۔ فاتخذه و بالرفع على انه خبر مبتدا محذوف اى هو او مبتدء خبره لا اله الا هو۔ و المكذبين عطف على المفعول او مفعول معه۔ او لي النعمة صفة للمكذبين او بيان او بدل۔ قليلا زمانا يوم ظرف لما في لدينا من معنى الفعل و قيل لعذاب۔ و اصل مهيل مهيول فحذف الواو عند سيبويه و سكنت الياء و قيل قلبت الواو ياء۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی، بیہقی اور ابن مردویہ وغیرہ محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔

شان نزول:......اس کی شان نزول میں بزار و طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے دلائل میں یوں نقل کیا ہے کہ دار الندوہ ❶ میں قریش جمع ہوئے اور کہنے لگے اس کا یعنی نبی ﷺ کا کوئی نام تجویز کرو کہ لوگوں کو روکا جائے، بعض نے کہا کاہن، بعض نے کہا کاہن نہیں مجنون کہو، بعض نے کہا یہ مجنون نہیں اس کو ساحر کہو، بعض نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں اس کے بعد قریش اٹھ گئے۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی آپ غمگین ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اس میں جبریل علیہ السلام آئے اور کہا يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① کہ اے جھرمٹ مارے ہوئے کھڑا ہو رات کو نماز پڑھا کر اس کی باتوں سے رنج نہ کر ہم سمجھ لیں گے ذرا مہلت دے ہمارے پاس ان کے لیے عذاب الیم تیار ہے ان سے منہ موڑ اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا کارساز بنا۔

ربط سورت:......اور ربط اس سورت کا سورت جن سے یہ ہے کہ سورت جن میں بتلایا گیا تھا کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے وہی جس قدر چاہتا ہے اپنے رسول کو عطا کرتا ہے، اس سورت مزمل میں اپنے رسول کو علم غیب حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرنا سکھایا وہ کیا رات کو حق سبحانہ کی عبادت کرنا جس میں انسانوں سے غائب ہو کر باطمینان قلبی بلا شور و شغب پورا پورا متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے اس لیے کہ جس نے جو کچھ پایا زبانی لاف زنی اس راہ میں کارآمد نہیں۔

(۲) اور نیز یہ بھی بتلایا جا رہا ہے کہ جن آدمیوں سے غائب ہیں پھر قرآن سن کر ہدایت پر آ گئے عبادت کرنے لگے آپ ان کے رسول اور ہادی ہیں آپ کو بھی رات میں عبادت کرنی چاہیے کہ اس وقت آدمی حاضر نہیں ہوتے اور ان سے غیبوبت حاصل ہوتی ہے تاکہ عالم غیب آپ پر منکشف ہو۔

(۳) قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا:......تاکہ دن میں لوگ فیض یاب ہوتے ہیں تو شب میں جن وغیرہ عالم غیب کے لوگ بہرہ ور ہوں اس لیے کہ آپ نبی ثقلین ہیں، ظہور کا وقت جو دن ہے عالم ظہور کے لوگوں کے لیے اور مخفی لوگوں کے لیے مخفی وقت دیا گیا۔

(۴) اور یہ بھی ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار دن میں آپ پر یورش کرتے تھے جیسا کہ فرمایا تھا کہ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ⑲ اس لیے مشغولی بحق کے لیے رات کا وقت مقرر کیا گیا جس میں عبادت و تلاوت کی حلاوت بخوبی حاصل ہو سکے اور لوگوں کے شور و شغب سے انتشار خاطر عاطر نہ ہو۔

اس کے علاوہ مضامین والفاظ میں بہت کچھ مناسبت ہے اور چونکہ سر سورت پر مزمل کا لفظ تھا اس لیے اس کا نام سورۂ مزمل ہوا۔

---

❶...... قریش کے مشورہ کرنے کا مکان یا چوپال۔ ۱۲ منہ۔

مزمل کی تشریح:......مزمل عرب میں اسے کہتے ہیں جو چادر میں لپٹا ہو یا چادر اوڑھے ہو، آنحضرت ﷺ کے پاس چودہ ہاتھ کا لمبا ایک کمبل تھا تہجد کی نماز یا تلاوت کے لیے جب اٹھتے تو اسی کو اوڑھ لیتے تھے تاکہ نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں حرج نہ ہو وضو آسان ہو ہوا سرد سے محافظت ہو اور نیز اس قسم کی چادر اوڑھنا یا لپیٹ لینا کفن لپیٹنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نفس ہر وقت موت سے آگاہ رہے اور رات کی اندھیری قبر کی اندھیری اور دنیا کے عدم کی ظلمت سے مشابہت رکھتی ہے اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس قسم کا کپڑا اوڑھتے تھے خصوصاً حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہمیشہ سے صلحاء کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لیے فقراء میں خرقہ پوشی ایک سنت چلی آرہی ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اوڑھنے والے نے ترک دنیا و عبادت مولیٰ کا التزام کرلیا ہے جیسا کہ وردی سپاہیوں کی علامت ہے۔ اس خرقہ کے لیے سات شرطیں ہیں۔

(۱) شب بیداری و نماز تہجد و تلاوت قرآن، (۲) دن میں اوقات کو یادِ الٰہی میں مصروف رکھنا، (۳) ہمیشہ ذاکر رہنا، (۴) ترک و تجرد، (۵) توکل واعتماد بر کارسازیٔ خالق، (۶) خلق کی جفا و ظلم پر صبر کرنا، (۷) اہل دنیا کی صحبت ترک کرنا اور اس کے ساتھ ان کی خیر خواہی سے بھی غافل نہ رہنا۔

جس میں یہ سات باتیں ہوں اس پر یہ خرقہ زیبا ہے اور اسی لیے اس خرقہ کی شروط بجالانے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مزمل کا خطاب عطا ہوا جو بڑا پیارا خطاب ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادا حضرت حق کو پسند آگئی تھی اس لیے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کہ اے چادر اوڑھے ہوئے اس چادرِ ریاضت کا حق بجالا، قُمِ الَّیْلَ رات بھر نماز و تلاوت کے لیے قائم اور مستعد و سرگرم رہ۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مزمل کے معنی ظاہری چادر اوڑھنے والے ہی کے نہیں بلکہ مراد ملتزم و ذمہ داری کرنے والے کے ہیں کہ اے نبوت و رسالت کے ذمہ دار اور کمالات ملکوتی کے حامل اور اسی لیے وہ اس لفظ کو تخفیف زاء و دال اور فتح میم مشدد سے پڑھتے ہیں وہ اس کو زمل سے لیتے ہیں جس کے معنی اٹھانے کے ہیں، کہتے ہیں زمل هذا الامر ای حمله۔

قُمِ الَّیْلَ کے معنی پر مفسرین نے متعدد رائیں ظاہر کیں

① قول اول:......(۱) جمہور کا قول ہے کہ آپ پر اور آپ کی امت پر ابتداء اسلام میں پنج گانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا چنانچہ احمد و مسلم و ابوداود و نسائی و بیہقی و حاکم وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے اول میں قیام لیل فرض کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ایک برس تک ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے پھر ایک برس کے بعد اس سورت کا نزول ہوا فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اس سے تخفیف کی گئی اور یہ حکم فرض نہ رہا نفل رہ گیا یہی مضمون ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیہقی اور طبرانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

بعض علماء یوں تشریح کرتے ہیں کہ اول اس حکم میں اس طور سے تخفیف کی گئی کہ قُمِ الَّیْلَ کے بعد اِلَّا قَلِیْلًا فرمایا جس سے آپ رات بھر میں کچھ کچھ ٹھہر جاتے اور آرام لیتے تھے مگر یہ حکم ایک برس تک رہا پھر نِّصْفَهٗ فرمایا اور تمام رات کی جگہ پچھلی آدھی رات کی عبادت فرض کی گئی مگر اس زمانہ میں گھڑی گھنٹے نہ تھے ٹھیک آدھی رات کا اندازہ مشکل تھا اور اس کے علاوہ یہ ایک طرح کی مقید پابندی بھی تھی اس لیے اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ فرمادیا گیا کہ نصف شب پر کچھ موقوف نہیں اس سے کم زیادہ کرنے کا تمہاری حالت صحت و مرض و خواب و بیداری فرط شوق وغیرہ پر محمول ہے، مگر آدھی سے بالکل کم نہ کرو بلکہ کسی قدر بہرحال تہائی رات جاگنا عبادت کرنا ضرور ہے اس میں سردی کی راتوں کے لحاظ سے بھی ایک تخفیف ہے۔

پھر اس رات میں کیا کرو آپ ہی بتلاتا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کہ نماز میں قرآن پڑھو عمدہ طور سے ترتیل کے معنی ہیں اچھی طرح پڑھنا۔ اس طرح پڑھنے سے دل پر ایک اثر ہوتا ہے اور جلد جلد پڑھنا گھاس کاٹنا ہے (ان جملوں کی اور اس کے بعد کے جملوں کی ہم بعد میں شرح کریں گے)۔

اس کے بعد فرمایا اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ . . . الخ کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور نصف شب کے قریب اور تہائی کے قریب اٹھتا ہے اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کا ایک گروہ بھی اٹھتا ہے رات کا اندازہ تم ٹھیک نہیں کر سکتے اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کرتا ہے ابر بادل وغیرہ اسباب سے دو ثلث اور نصف کا اندازہ مشکل تھا اس لیے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری حالت مرض وسفر پر بھی نظر کر کے یہ حکم دے دیا کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ جس قدر تم سے ہو سکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو۔

یہ اخیر رکوع کا خلاصہ ہے اس سے دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی قید بھی اٹھ گئی جس قدر نشاطِ خاطر سے ہو سکے پھر اس کے بعد نماز پنجگانہ نمازیں فرض ہوئیں جیسا کہ سورت کے اخیر میں ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ امت پر تہجد کی نماز جس کی بارہ رکعت سے لے کر چھ تک (موقع وفرصت وحالت صحت ومرض کے لحاظ سے ہیں) سنت رہ گئی اور آنحضرت ﷺ پر بدستور فرض رہی مگر یہ تخفیف ہوگئی کہ تمام رات یا دو ثلث یا ثلث کی قید باقی نہ رہی اور صحابہ ؓ بھی کرتے رہے اور صالحین امت کا بھی دستور اور طریق ہوگیا۔

② قول دوم:..... (۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ شب بیداری نہ آنحضرت ﷺ پر واجب وفرض تھی نہ امت پر بلکہ یہ امر ندب کے لیے ہے کہ بہتر ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ کہ نماز تہجد پڑھ جو تیرے لیے نفل ہے خلاصہ مطلب یہ کہ آپ کو آدھی رات اور اس سے کم ثلث رات اور زائد از نصف کا اختیار دیا گیا تھا کہ اس میں سے جس قدر چاہو شب بیداری کرو مگر آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ نے اول اول عرصہ تک شب بیداری نصف رات سے زائد کی جو قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا کا مصداق ہے پھر نصف شب تک پھر کبھی دو ثلث کبھی ایک ثلث رات تک جیسا کہ نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ سے سمجھا جاتا ہے اور دلیل اس پر اخیر رکوع ہے جس میں فرمایا ہے اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ . . . الخ کہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ والے دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات میں اٹھتے اور شب بیداری کرتے ہیں اگر اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ کے یہی معنی نہ تھے تو آپ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات میں کیوں اٹھتے اور کہاں سے یہ بات پیدا ہوئی تھی مگر آپ اس دو ثلث ونصف وثلث کی قید بھی جو آنحضرت ﷺ وصحابہ ؓ نے اپنے لیے نفل کی طور (پر) لگا رکھی تھی اٹھ گئی اور تہجد گزاروں کے شوق اور فرصت پر چھوڑ دیا۔

ترتیل کے معنی:..... وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا مبرد کہتے ہیں عرب بولتے ہیں ''ثغر رتل'' جب کہ دانت گنجان نہ ہوں بلکہ جدا جدا ہوں اور کلام مرتل اس کلام کو کہتے ہیں جو باترتیب ہو اور جس کے جملے الگ الگ ہوں قرآن کی ترتیل اس کے حروف وکلمات کا مخارج سے ادا کرنا اور جلدی نہ کرنا اور حروف ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سننے والا اگر گننا چاہے تو گن سکے یہ تدبر وتفکر کے لیے ہے کہ مطالب ومعانی پر خوب نظر رہے۔

حضرت ام سلمہ ؓ سے یعلی بن مالک نے نبی کریم ﷺ کی قرائت کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ تم آپ کی نماز کا کیا پوچھتے ہو پھر آپ کی قراءت بتلائی ایک ایک حرف جدا کر کے۔ (اخرجہ النسائی) اسی طرح بخاری وترمذی وغیرہ محدثین نے روایات نقل کی ہیں کہ لوگ شعر کے طور پر پڑھتے تھے اور جلد جلد پڑھتے تھے آنحضرت ﷺ نے (اس) سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ جس سے دلوں کو حرکت ہو اس طرح سے پڑھو۔

فوائد تلاوتِ قرآن:..... فائدہ ۱: یہ پڑھنا بظاہر نماز تہجد میں ہے مگر نماز سے فارغ ہو کر یوں بھی کوئی قرآن مجید پچھلی رات میں

پڑھتا ہے تو عجب نور و سرور پیدا ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اس کے معانی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ معانی مدتوں کلام نفسی کا مرتبہ علم الٰہی میں حاصل کر چکے ہیں، پھر جب وہ معانی ان الفاظ سے کہ جن میں الوہیت و تقدیس کا رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اس عطر حقیقی سے معطر ہو چکے ہیں کان کے راستہ سے دل تک پہنچتے ہیں تو پڑھنے والے کی روح پر وہی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

اور کچھ کلام الٰہی پر منحصر نہیں جس کلام کو بھی بار بار پڑھا جائے اور اس کے معنی کا ذہن علی الدوام ملاحظہ کرے گا متکلم کی صفت اور اس کا رنگ اس کے اندر نمودار ہو گا مثنوی شریف اور بزرگوں کے ملفوظات کو دیکھیے اور اسی طرح برے کلاموں کو قیاس کر لیجیے عشق و حسن اور فواحش کے افسانے اور عیاروں بدمعاشوں کی داستانیں ان کے پڑھنے والوں بلکہ سننے والوں پر ایسا ہی رنگ پیدا کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن مجید کے پڑھنے سے انوارِ روحانیہ اور قربِ حق میسر آتا ہے اور بندے کے تمام مدرکات اور مشاعر کو انوار قرب الٰہی پُر کر لیتے ہیں اور صفاتِ الٰہیہ بندہ کی صفات پر اور اس کے افعال اس کے افعال پر غالب آ جاتے ہیں اور یہی دنو وتدنی ہے خصوصاً جب کہ اس استحضار و التفات کا دوام ہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ

قرأت قرآن اور اس میں غور و تدبر کے تین مرتبے ہیں

اول: یہ کہ ہر خطاب و قصہ میں اپنے آپ کو مخاطب سمجھے۔ دوم: یہ کہ بغیر واسطہ اس کلام کو حق سبحانہ سے سنے۔

سوم: تیسرا مرتبہ جو اعلیٰ ہے یہ ہے کہ متکلم کی صفات و افعال کا اس میں مشاہدہ کرے۔

فائدہ ۲: نبی ﷺ کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینا ان کو علم غیب حاصل کرنے کے لیے تیار کرنا ہے اور وحی کے لیے مشاق کرنا ہے اس لیے کہ بار بار زبان سے کان تک کلام الٰہی کا پہنچنا اور کان سے دل تک جانا صدمہ وحی میں تخفیف پیدا کرنے کا باعث ہے یعنی پہلے سے سدھارنا ہے کیونکہ نزول وحی کے وقت ارواح ملکیہ مقام متعددہ سے ایک جا مجتمع ہو جاتے تھے اور دفعتہ اس حقیقتِ روحانیہ کا قلب و جوارح تک پہنچنا حواس و قوائے بشریہ کو ایک سخت صدمہ پہنچاتا تھا یہاں تک کہ آپ پر ایک بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی اور سرد موسم میں پسینہ آ جاتا تھا اور جذب روح کی حالت یہ ہو جاتی تھی اس لیے بار بار پہلے سے اس کا مشاق ہو جانا سہولت کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے حکم کے بعد فرماتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝ کہ ہم ابھی تجھ پر بھاری بات ڈالیں گے جس سے مراد پے در پے قرآن کا نزول ہونا ہے جو آپ پر نہایت گراں ہوتا تھا یہ ابتداء وحی میں تھا پھر آخر میں یہ ثقل جاتا رہا تھا۔

قول ثقیل کے معنی:......پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رات کے اٹھنے اور قرآن کے پڑھنے کا آپ کو اس لیے حکم دیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے یعنی قرآن مجید پے در پے نازل کریں گے جو باعتبار نزول کے آپ پر بھی بھاری اور عمل کرنے اور عادت و رسوم کفر چھوڑنے کے لحاظ سے کفار و مشرکین پر بھاری ہے اور خود قرآن بھی ایک وزنی اور گراں بہا ہے اپنی بلاغت اور جمیع وجوہ اعجاز اور تعلیم مکارم اخلاق کے لحاظ سے اور اس سبب سے کہ اس کے لیے ظہر و بطن ہے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں نفس امارہ کی شرارتیں توڑنے میں بے نظیر ہے وغیرہ وغیرہ بہت سی خوبیاں اس میں جمع ہیں جس کا مثل بنانا بشر سے ممکن نہیں پس آپ پہلے سے مستعد رہیں اور عبادت و ذکر سے نفس کو اشراق جلال الٰہی کے لیے تیار رکھیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قول ثقیل سے مراد کلمۂ توحید ہے جس نے دنیا میں زلزلہ ڈال دیا تھا اور جس پر ہر طرف سے مار دھاڑ ہوئی اور خویش و اقارب تک لڑنے کو تیار ہو گئے اور پھر تکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں قول ثقیل و انذر عشیرتک الاقربین ہے یعنی اقارب تمام بنی آدم کے لیے دین حق کی منادی کرنا جس سے بھاری اور کوئی بات کیا ہوگی؟ تمام عالم کے سدھارنے کا بیڑا اٹھانا اس حالت میں کہ دنیا ہلاکت کے عمیق گڑھے میں گری پڑی ہو اور جہالت کی کالی گھٹاؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو بڑا بھاری کام ہے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کے سدھارنے کے لیے آئے تھے اور انہیں کے ہم قوم اور ہم زبان بھی تھے پھر ان پر مصائب کے جس قدر پہاڑ توڑے گئے اہل تواریخ پر مخفی نہیں چہ جائے کہ ایک شخص تمام جہاں کے لیے بھیجا جائے۔

آفریں بر جانِ پاکت آفریں ☆ مرحبا بر روئے پاکت مرحبا

اس لیے آپ کو تقرب الٰہی کی قوت اور انوار سے جو تہجد گزاری اور ذکر و تلاوت کے سبب حاصل ہوتے ہیں پہلے سے قوی و مستعد ہونے کا حکم دیا گیا اور آپ کے ساتھ اس کام کے رفقاء کو بھی شریک کیا گیا کہ پہلے سے تیار رہو تم سے بڑا کام لینا ہے۔

دلا بسوز کہ سوزِ تو کار ہا بکند ☆ دعاء نیم شبست دفع صد بلا بکند

یہ تھوڑے سے دنوں میں جو تمام جہاں میں توحید و حق پرستی و پرہیزگاری کی روشنی پھیل گئی ان اندھیری راتوں کے سوز و فغاں کا اثر ہے اے خدا کے پیارے اس قدر بھاری بوجھ اٹھانے والے تجھ پر اور تیری پاک باز جماعت پر جنہوں نے خوشی سے اس گراں بار بوجھ کے تلے کندھا دیا اور ڈوبتی کشتی بنی آدم کو بھنور سے کھینچ کر کنارے پر لائے لاکھ لاکھ درود اور کروڑ کروڑ سلام اور جان فدا ہوا ے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ارجمند آپ نے اپنے جد بزرگوار کے کام کو پورا کر دیا آپ کا احسان قیامت تک بنی آدم ادا نہیں کر سکیں گے علیک صلوۃ اللہ و سلامہ۔

شب خیزی کے فوائد:......اس کے بعد رات کے اٹھنے کے فوائد بیان فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۞ کہ رات کا اٹھنا نفس پر سخت ہے اور بات کہنے میں بہت عمدہ وقت ہے۔ (ناشی، پیدا ہونے والا کہتے ہیں نشأت تنشأ نشأ فهي ناشئة و الانشاء الاحداث)

نَاشِئَةَ الَّيْلِ کے دو معنی ہیں۔

(۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ناشئة الليل رات کی ساعتوں اور گھڑیوں کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں۔

(۲) جو رات میں پیدا ہو انسان کا نفس بھی نَاشِئَةَ الَّيْلِ ہے جو خواب کے بعد گویا دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور قیام لیل کو بھی کہہ سکتے ہیں ابن الاعرابی کہتے ہیں جب اول رات سو کر اٹھے تو اس کو نشأ کہتے ہیں اور اس سے نَاشِئَةَ الَّيْلِ ہے اور شب میں جو بیدار ہونے کے بعد روح پر انوار غیبی پیدا ہوتے ہیں وہ بھی نَاشِئَةَ الَّيْلِ ہیں الحاصل رات کا اٹھنا بھی نَاشِئَةَ الَّيْلِ ہے۔

وطأ: کو جمہور نے بفتح واو و سکون طا پڑھا ہے اس کے معنی ثقیل اور سخت کے ہیں بولتے ہیں اشتدت علی القوم و طا السلطان اور اسی معنی میں ہے آنحضرت ﷺ کا یہ قول اللّٰھم اشدد و طاک علی مضر مطلب یہ کہ رات کا اٹھنا نفس پر گراں ہے۔

نماز تہجد کے فضائل:......اور یہ واقعی بات ہے پچھلی رات کی میٹھی نیند خصوصاً سردی میں جب کہ لحاف میں لپٹا ہو اور زنان محبوب اور فرزندان مرغوب بغل میں ہوں اور اسی طرح گرمی کی راتوں میں جب کہ اول رات گرمی کی شدت اور پسوؤں اور مچھروں کی حدت کے بعد پچھلے کو آنکھ لگی ہو اٹھنا اور یادِ الٰہی میں مصروف ہونا بڑی جواں مردی کا کام ہے اس لیے ان اٹھنے والوں کی مدح خدا تعالیٰ کرتا ہے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا... الخ کہ بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کو طمع و خوف میں پکارتے ہیں اور

فرماتا ہے یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا کہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔
بعض نے وطأ کو بکسر الواو وفتح الطاء بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر اس کے معنی مجاہد وابن ابی ملیکہ وغیرہ نے موافقت کے لیے ہیں ❶ کہ رات کے اٹھنے میں زبان اور دل اور آنکھ اور کان میں بہت موافقت ہوتی ہے اس لیے کہ انتشار وشور وشغب کا وقت نہیں ہوتا بلکہ سکون اور تسکین کا وقت ہوتا ہے جو کچھ منہ سے نکلتا ہے وہی دل سے نکلتا ہے اور کان اس کو دل تک پہنچانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔
واقوم قیلا اور اس وقت بہت درست اور ٹھیک بات منہ سے نکلتی ہے۔ قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں قرأت قرآن اس وقت بہت ٹھیک ہوتی ہے اس لیے کہ چپ چاپ ہوتی ہے اور عالم غیب کے انوار کا بھی روح پر ایک خاص انکشاف ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس کو ارواح بنی آدم کی طرف انجذاب تام ہوتا ہے اسی بات کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر (متفق علیہ) کہ جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو ہر رات حق سبحانہ آسمانِ زیریں کی طرف اتر آتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں قبول کر دوں؟ جو کوئی مانگے دوں جو کوئی مانگے بخشدوں۔ خدا پاک نزول وصعود جسمانی سے پاک ہے اس سے مراد وہی تدلی ودنو ہے جس کو عرفاً تقرب کہتے ہیں۔
نماز تہجد کے فضائل اور اس کی تاکید اور اس کی برکات احادیث صحیحہ میں بکثرت بیان ہوئی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں اس کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تہجد گزار کے منہ پر ایک عجیب نور نمودار ہوتا ہے اور اس کی قبر میں کبھی اندھیری نہیں ہوتی اور اس کی مشکلات کو خدا آسان کرتا ہے ہر ایک دنیا کی ظلمت سے نجات دیتا ہے۔
فرماتا ہے رات کے اٹھنے کا کیوں حکم دیا گیا اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا اس لیے کہ دن میں تیرے لیے بڑا کام ہے (السبح الجری والدوران ومنہ السباحۃ فی الماء لتقلبہ بیدیہ ورجلیہ وفرس سابح ای شدید الجری)
قال ابن عباس رضی اللہ عنہ السبح الفراغ للحاجۃ والنوم یعنی دن میں ہدایت وارشاد وفیصلہ خصومات وتدابیر دفع اعداءِ دین وعیادت مرضیٰ وتدبیر خانہ داری وغیرہ کاروبار رہتے ہیں تخلیہ مشکل ہے اس لیے رات کا وقت مناجات وتلاوت ونماز کے لیے عمدہ وقت ہے۔
زجاج کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ رات کے جاگنے میں نیند وآرام حاصل نہ ہو تو دن آپ کے لیے بڑا وسیع ہے اس میں آرام کر لو سو لو۔
رات ہی کی عبادت پر ہی موقوف نہیں کہ دن میں خدا سے غافل ہو جائے دنیا ہی کے دھندے میں پھنسا رہے بلکہ ہر وقت یاد رکھے اس لیے ارشاد فرماتا ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کہ اپنے رب کو یاد رکھ ہر حال میں اسے نہ بھول کیوں کہ جس دم بندہ اس سے غافل ہو جاتا ہے تو سلسلہ انوار کا روح سے منقطع ہو جاتا ہے تاریکی بھر جاتی ہے روح پژمردہ ہو جاتی ہے۔

ذکر کے اقسام

فائدہ: ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ قلب سے خواہ روح سے خواہ سر سے خواہ خفی خواہ جلی خواہ نفس اور عام ہے کہ اسم ذات کا ورد ہو یا کسی اسم صفاتی کا کہ جس سے اس کو مناسبت ہو اور اس کے حال کے موافق ہو حضرات صوفیہ کرامؒ نے اجتہاد واستنباط اور تعلیم الہامی سے اذکار کے مختلف طریقے مبتدی ومنتہی کے مناسب مقرر کیے ہیں اور تجربہ ثقات نے بتا دیا ہے کہ ان کا اثر جلد محسوس ہوتا ہے ار تنویر قلب وروح میں ان کو ایک عجیب خاصیت ہے اس کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔
ذکر مع التبتیل:......منتہی ہر حال میں ذاکر رہتا ہے کوئی شغل اور کوئی حال اس کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا مگر مبتدی کے لیے ذکر

❶ مواطاۃ کے معنی مطابقہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ ۱۲ منہ۔

تبتل کے ساتھ ہو تو جلد اثر بخشتا ہے اس لیے فرماتا ہے کہ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا کہ ماسوی اللہ جس قدر شور شواغل وعلائق ہیں ان کو منقطع کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جا اس کے بعد جو تخلیہ وخلوت میں ذکر ہوگا تو اس میں کوئی خیال اور وسوسہ سد راہ نہ ہو سکے گا۔ ورنہ ہزاروں خطرات (خیالات) کی نجاست کے ساتھ ذکر کچھ مفید نہیں۔

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ☆ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ذکر مع التبتل کی عرفاء نے ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ علاقہ اہل دنیا کو منقطع کرے اگر کر سکے ورنہ کم تو ضرور کرے نہ کسی سے دوستی نہ کسی سے دشمنی نہ جھگڑا نہ کسی سے مطالبہ نہ کینہ نہ حسد باقی رکھے بقدر ضرورت مال سے لباس ومکان پر اکتفا کر کے شب کو کسی گوشہ میں سر ڈھانک کر قبلہ رو باطہارت بیٹھے استغفار ورود کے بعد ذکر شروع کرے، فرائض وسنن نوافل کے بعد کوئی ذکر ہوا گر ذکر قلبی ہو تو بہتر اور توجہ تام حق سبحانہ کی طرف ہو اس کے اس پر ایک حالت طاری ہوگی کہ جس میں تعداد ذکر بھی جاتی رہے گی اس کے بعد ایک جاذبہ محبت اس پر طاری ہوگا اور اس کو ایک بے خودی ہوگی جس میں اپنی صفات وحالات سے بھی فراموشی ہو جائے گی اور اس مرتبہ کو قرب کہتے ہیں اس کے بعد ذکر بھی ساقط ہو جائے گا اور مذکور ہی مذکور ہی کا شہود باقی رہ جائے گا اس کے بعد ایک اتصال و بے تکیف و بے قیاس حاصل ہوگا اور اس مرتبہ کا نام بقاء ہے اس طرح سے مداومت کرے کم از کم چار چلے تو اس عمل کو کرے پھر دیکھے کہ عالم کے کس قدر اسرار منکشف ہوتے ہیں مگر صلاحیت وقابلیت شرط ہے۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے تھے:...... مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر حراء ایک پہاڑ ہے اس کے غار میں اپنا خلوت خانہ بنا رکھا تھا آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کچھ کھانا پانی آپ کو وہاں پہنچا دیا کرتی تھیں یہ معلوم نہیں کہ ٹھیک کتنے عرصہ تک آپ وہاں رہے مگر جب عالم غیب کے مشاہدہ کا وقت آ گیا تو ملائکہ سے باتیں ہوتیں تھیں آخر جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورت اقرأ ساتھ لائے اس کے بعد چھ مہینے تک وحی بند رہی اور آپ پر اس قبض سے سخت صدمہ تھا اور اس قبض کا نام ضلال تھا جس کے دفع کی طرف سورت والضحیٰ میں اشارہ ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ چھے مہینے کے بعد پھر سورۂ مزمل نازل ہوئی اور پھر پے در پے قرآن نازل ہونے لگا اعلاء کلمۂ حق سے مکہ میں ایک شور برپا ہو گیا ایذاؤں کے دروازے کھل گئے اس سورت میں بیشتر انہیں حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لفظ مزمل اور نماز، تہجد وذکر وتبتل کا اشارہ ہے جو اس وقت کی حالت سے مناسب تھا بعد میں خلوت کا زمانہ آ گیا تھا جو ارشاد وہدایت کے لیے ضروری تھا

تبتل پر خیال بشری یہ اشکال پیدا کر سکتا تھا کہ دنیاوی کام کیونکر چلیں گے کھانا مرنا جینا شادی غمی تندرستی بیماری میں جو امور تمدنی ہیں ضرور بنی نوع کی طرف حاجت پڑتی ہے پھر سب سے الگ ہو جانا مشکل بات ہے اس لیے اپنے نبی کریم ﷺ کو بتلایا جاتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ کہ وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں تمام دنیا اور اس کے جمیع اسباب اور سارے سلسلے اسی کے ہاتھ میں ہیں وہی اہل مشرق ومغرب کی پرورش کرتا ہے پتھر میں کیڑے جو گھونسلوں میں پرندوں کو بیابانوں میں چرندوں کو روزی دیتا ہے مشرق سے دن نکالتا ہے جہاں کو روشن کرتا ہے تمام کاموں کے سلسلے جاری کر دیتا ہے مغرب کا رب ہے اندھیری چھا دیتا ہے رات میں بستر خواب پر جس کو لٹا کر موت کا نمونہ دکھا دیتا ہے پس اسی کو اپنا کارساز بنا رکھ وہ آپ کے یہ کام سرانجام دے گا ❶۔

---

❶ اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ابتداء میں سخت ریاضتیں کی ہیں چالیس روز کے روزے اور صحرا نشینی اور رات کو جاگنا اور دعا ونماز میں مصروف رہنا اور حواریوں کو تاکید کرنا اور دنیا سے بالکل الگ ہونا اور یہ فرمانا کہ خداوند پرندوں کو کھانا کھلاتا ہے اور سوسن کو جنگل میں سبز لفا پہناتا ہے وغیرہ بہت سی باتیں مذکور ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی باتوں میں ہوتی ہیں جیسا کہ آں حضرت ﷺ کے یہ حالات ہیں اور اقوال ونصائح میں بھی ایک ہی پھول کی خوشبو آتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

فائدہ: عارف و کامل کے لیے دو باتیں ضرور پیش آتی ہیں ایک وہ کہ ان کا تعلق اپنی ذات اور خالق سے ہے۔ دوم یہ کہ جن کا تعلق اوروں سے بھی ہے اس لیے یہاں تک آنحضرت ﷺ کو بالذات اور متبعین کے لیے تبعاً قسم اول کی تعلیم تھی کہ ان کو عمل میں لاؤ اور وہ چار باتیں ہیں۔

(۱) **قیام شب و نمازِ تہجد و قرأت قرآن:**...... عام ہے کہ آدھی رات سے یا دو ثلث یا ایک ثلث رات سے ہو اس کے ضمن میں قیام شب کے فوائد بھی ارشاد کر دیئے تھے کہ ہم تجھ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے عبادت و ریاضت سے اس کے لیے تیار رہ اور رات کا اٹھنا نفس کشی کا بڑا عمدہ آلہ اور قرأت و مناجات کا خوب وقت ہے۔

(۲) اس کے سوا ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھو۔

(۳) سب علائق کو توڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو رہو۔ علائق توڑنے کے یہ معنی نہیں کہ زن و فرزند بیع و شراء کاروبار معاش کو معطل کر دو بلکہ تعلق خاطر اٹھا لو دل میں جگہ نہ دو اور ان پر فریفتہ نہ ہو جاؤ دفع الوقتی اور ایام گزاری ملحوظ رکھو اسلام میں یہی تبتل معتبر ہے نہ کہ رہبانیت کہ لنگوٹا باندھ کر جنگل اور پہاڑوں میں جا بیٹھو اس لیے کہ ایسا حکم انتظام عالم کو برہم کرتا ہے ہاں اگر خاص لوگ مناسب حال سمجھیں اور جذبۂ محبت ان کو دنیا سے بالکل الگ کر دے تو ان پر کچھ عتاب بھی نہیں۔

(۴) **اس (اللہ) پر توکل کرو تمام دنیا کا وہی کارساز ہے:**...... توکل صرف منہ سے کہنے کا نام نہیں بلکہ تدابیر و اسباب ظاہریہ کے بعد بھی یقین کامل رہے کہ وہی ہمارے کاروبار کا متکفل ہے وہی مصائب دفع کرتا ہے۔ ان حکموں میں عجب ترتیب طبعی ملحوظ ہے اس لیے کہ شب بیدار تہجد گزار کو از خود ذکر میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے وہ دن میں بھی اس محبوب حقیقی کو نہیں بھولتا بلکہ اس مزہ میں رات کا منتظر رہتا ہے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہوتے جاتے ہیں اس لیے کہ یہ تعلقات اس محبوب حقیقی کے وصال میں موانع اور رقیب ہیں ایک دل میں دو خواہشیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں اس کے بعد اس پر تجلی اور شہود محبوب ہوتا ہے پھر اس کی آنکھ میں اور کوئی دکھائی نہیں دیتا کہ جس پر وہ توکل کرے یا اس کو کارساز سمجھے اس کے سوا کسی چیز کو ہستی میں نہیں سمجھتا۔

چو سلطانِ عزت علم بر کشد ☆ جہاں سر بجیب عدم درکشد

اس کے بعد قسم دوم کی باتیں ذکر فرماتا ہے جن کی اپنی آراستگی و درستی کے بعد مخلوق کی درستی کے لیے ضرورت ہے اور وہ بھی چار ہیں۔

صبر کی تلقین:...... (۱) وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ کہ ان کی باتوں پر صبر کر کفار کی باتیں کئی قسموں پر تھیں۔

اول: یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو برا کہتے اور گالیاں دیا کرتے تھے دیوانہ احمق اور سخت باتیں کہتے تھے جس سے جوش آتا اور درپے انتقام و مقابلہ ہونا ایک فطری بات ہے مگر اس سے آنحضرت ﷺ کو روکا گیا اس لیے کہ اس سے عداوت قائم ہوتی ہے جس سے ہدایت کا دروازہ بند ہوتا ہے جو کچھ کہیں کہنے دو برا نہ مانو اپنا کام عبادت و ہدایت کا کیے جاؤ۔

دوم: وہ اپنے بتوں کی مدح اور ان کی کرامات کے کرشمے اور دار آخرت کا انکار کر کے لوگوں کو توحید و آخرت کے مفید اعمال حسنہ سے روکتے تھے ایسی باتوں پر بھی خدا پرست طبائع کو غصہ آنا معمولی بات ہے مگر ابتداء میں ان کے جواب و مقابلہ سے روکا گیا۔

تفسیر ہجر جمیل:...... (۲) وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ اور ان بے وقوفوں کو اچھی طرح چھوڑ دے۔ ہجر جمیل یہ ہے کہ کینہ نہ رکھے ان کو برائی و ایذا پہنچانے کا قصد نہ کرے نہ گلہ و شکوہ کرے ہجو و توہین تو کجا جہاں تک ہو سکے بھلائی اور نصیحت سے بھی درگزر نہ کرے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ اخلاق حمیدہ کفار سے برتے تو پھر ان کے دلوں پر ایسا اثر ہوا کہ روز بروز سینکڑوں اسلام کی طرف مائل ہونے

لگے۔ واعظ اسلام میں یہ باتیں شرط ہیں اگر ایسی طبیعت نہ ہو اس کے وعظ و ہدایت کی مسند پر بیٹھنا روا نہیں اس لیے کہ بجائے ہدایت کے اس کے اخلاق درشت اور منتقم طبیعت اور لڑنے والی زبان سے اور بھی عداوت ہو کر لوگوں کو اپنی بری باتوں پر اصرار ہو جائے گا۔

مکذبین مالداروں کو مہلت:...... (۳) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ کہ مالدار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دے آپ ان کے لیے بددعا بھی نہ کریں۔

(۴) وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا اور ان کو تھوڑی مہلت دیجیے۔

اول تو ایسے گمراہ اور گمراہ کرنے والوں کو جو اپنے خداداد مال و جاہ کا شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کو خدا کے مقابلے میں صرف کرتے ہیں دنیا ہی میں سزا مل جایا کرتی ہے ورنہ مرنے کے بعد تو ضرور ہی ملے گی اور یہ چند روز مہلت ہے اور وہ سزا کیا ہے؟ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ﴿۱۲﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳﴾ کہ ان کے لیے ہمارے ہاں بیڑیاں تیار ہیں اس لیے کہ ان پاؤں سے خدا کی راہ میں چل کر نہیں آتے تھے اور ان پر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ فساد اور نفسانی خواہشوں کے لیے چلتے تھے اور ان کے لیے آگ جلانے والی بھی تیار ہے، یہ ان کے عشق و محبت دنیا کی آگ ہے اور نیز دین حق کے مقابلہ کی آگ ہے اور شہوات لذات کی بھی آگ ہے جو ان کے دلوں میں جلا کرتی تھی اب یہ اس میں جلا کریں اور کھانے ہیں گلا گھونٹنے والے گلے سے نیچے اترتے ہی نہیں، یہ ان کے دنیا میں عمدہ عمدہ کھانوں کا بدلہ ہے جو کھا کر شہوت پرستی اور بدکاری پر بدکاری کرتے تھے اور نیز یہ وہ بزرگان دین کی نصیحت بھی ہیں جو ان کے گلے سے نیچے دل میں نہیں اترتی تھیں اوپر ہی اوپر اڑا دیتے تھے اور یہ وہ شادمانیاں اور ناچ و رنگ اور کھیل تماشے بھی ہیں کہ جن میں مسرور اور خدا سے دور تھے آج وہ گلوگیر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے دردناک عذاب بھی ہیں۔

یہ سامان ان کے لیے تیار ہیں مرنے کی دیر ہے اس چند روزہ زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لیں اور یہ چیزیں پوری پوری ان کو کس دن ملیں گی يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ کہ جس دن زمین لرزے وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ٹیلے ریت کے بن جائیں گے یعنی قیامت کے روز اور قیامت سے پہلے بھی مگر کم۔

انجیل لوقا کے ۱۶ باب میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دولت مند کافر اور ایک غریب دین دار کا ذکر جو ناسور اور زخموں سے چور تھا اور کتے اس کے زخم چاٹتے تھے اور وہ دولت مند کے پس خوردہ ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا تھا قضاءً دونوں مر گئے العرز کو جو غریب تھا فرشتوں نے لے جا کر ابراہیم کی گود میں رکھا اور دولت مند کو دوزخ میں۔ اس نے ابراہیم کو دیکھا اور اس کی گود میں العرز کو بھی اور اس نے پکارا کہ اے باپ ابراہیم! مجھ پر رحم کر اور العرز کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ میں لو میں تڑپتا ہوں تب ابراہیم نے کہا کہ اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اچھی چیزیں لے چکا اور العرز بری چیزیں سو اب وہ آرام پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک عمیق گڑھا ہے اُدھر کے اِدھر اور اِدھر کے اُدھر نہیں جا سکتے تب دولتمند نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ تو اسے باپ کے گھر بھیج میرے پانچ بھائی ہیں ان کو مطلع کرے تاکہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ نہ آئیں، تب ابراہیم نے کہا ان کے پاس نبیوں کی سنیں اس نے کہا اے باپ ادھر مردوں میں سے کوئی ان کے پاس جائے تو وہ توبہ کریں گے ابراہیم نے فرمایا نبیوں کی نہ سنی تو مردوں کی کب سنیں گے۔ ❶ ان آیات کی تفسیر کے بعد ہم کو آنحضرت ﷺ کی نمازِ تہجد کا بیان کرنا ضروری ہے۔

---

❶ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں ثواب و عذاب ہوتا ہے اور مرنے کے بعد ایماندار حضرت ابراہیم کے ظل عاطفت میں رہتے ہیں اس لیے شرع محمدی میں نماز میں ان پر درود و سلام مسنون ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مردے کو اپنے اقارب کا علم اور ان کی ہمدردی باقی رہتی ہے سورۂ یٰس میں يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي اور احادیث میں ان تمام باتوں کی تصریح ہے ۱۲ منہ۔

نمازِ تہجد کا وقت: .....اس کا وقت جمہور کے نزدیک آدھی رات ڈھلنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے آنحضرت ﷺ وتر نماز تہجد کے بعد پڑھا کرتے تھے اور جس کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہونے کا پورا بھروسہ نہ ہوتو وہ عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ شب بیداری اور نمازِ تہجد کی حالت سورۂ مزمل کے بعد سے ایک طرز خاص پر نہ تھی آپ عشاء پڑھ کر سو جاتے اور آدھی رات کے بعد اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت پڑھتے ان میں بہت کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے۔ سورۂ بقرہ و آل عمران وغیرہ اور یہ دو رکعت بڑی دیر میں تمام کرتے اور تھک جاتے تو لیٹ جاتے تھے پھر اٹھ کر اسی طور سے دو رکعت پڑھتے کبھی چھے رکعت پڑھتے کبھی زیادہ دس تک پڑھتے پھر اخیر میں تین رکعت وتر پڑھتے۔

بعض محدثین کے نزدیک چھے رکعت یا آٹھ یا دس رکعت کے بعد متصلاً ایک رکعت اور ملا دیتے طاق کرنے کے لیے اور اسی کو وتر کہتے ہیں ،اس سے یہ نہیں پایا گیا کہ وتر کی ایک رکعت جداگانہ بھی پڑھی ہے صبح صادق کے بعد صبح کی دو رکعت پڑھ کر ذرا لیٹ جاتے اور پھر نماز صبح پڑھاتے اور کبھی صبح صادق تک برابر نماز پڑھتے رہتے۔

تہجد میں بروایتِ مسلم جو زید بن خالد جہنی سے ہے تیرہ رکعت وتر کی ثابت ہوئی ہیں اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے گیارہ رکعت بھی ثابت ہیں۔

اور کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر بھی نماز تہجد پڑھتے تھے اور رکوع و سجود کے وقت اٹھ کر رکوع و سجدہ کرتے تھے کوئی خاص صورت مقرر نہیں تھی۔

آپ ﷺ نماز تہجد میں بہت رویا کرتے تھے اور قرآن مجید کبھی آواز سے کبھی آہستہ پڑھتے تھے اور کبھی تہجد دو رکعت اول جلدی تمام کرتے بعد کو طول دیتے اور نماز میں اٹھنے سے پہلے بہت دعائیں پڑھتے تھے جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾
فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ
يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۚ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ: .....ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اس طرح سے بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا ﴿۱۵﴾ پھر فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو وبال میں پکڑ لیا ﴿۱۶﴾ پھر اگر تم نے بھی انکار کر دیا ہے تو تم اس دن کی مصیبت سے کیوں کر بچو گے جو لڑکوں کو بوڑھا کر دے گا ﴿۱۷﴾ آسمان اس دن پھٹ جائے گا اس کا وعدہ ہو کر رہے گا ﴿۱۸﴾ یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ بنا لے ﴿۱۹﴾۔

ترکیب: .....شاهدًا وصف لرسولا۔ وبيلا قال الاخفش شديدا وبه قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ومنه مطر وابل وطعام وبيل اذا كان لا يستمر۔ يومًا مفعول۔ تتقون اى كيف تتقون يوما ان كفرتم۔ وقيل مفعول كفرتم يجعل الجملة صفة يوم۔ شيبا جمع اشيب والاصل فى شين شيب الضم وكسرت لمجانسة الياء۔ منفطر به والباء سببية ويمكن بمعنى فى وانما قال

منفطرة لتنزيل السماء منزلة الشيء لتغيرها عن صفتها و قال الفراء السماء يذكر و يؤنث۔

تفسیر: ...... قریش اپنے تکبر اور سرکشی میں آنحضرت ﷺ کے مطیع نہیں ہوتے تھے اور ان کو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اس لیے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ہم نے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجا تھا پھر اس نے سرکشی کی سزا پائی غرق ہوا پھر تم فرعون سے زیادہ مالدار اور صاحب حشمت نہیں ہو یا یوں کہو کہ نبوت کے مسئلہ کی ضرورت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب بدکاری اور بت پرستی ہوئی ہدایت کے لیے نبی آیا جیسا کہ پہلے فرعون کے پاس موسیٰ آئے تھے تمہارے پاس محمد ﷺ آئے ہیں۔

فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا کیسا رسول؟ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ تم پر تمہارے نیک و بدکاموں کی شہادت دینے والا وہ خدا کی طرف سے گواہی دیتا ہے کہ یہ کام برے اور ناپسندیدہ ہیں اور یہ کام عمدہ اور قابل نجات ہیں۔ یا یہ کہ وہ قیامت میں تمہارے اوپر گواہی دے گا جو کچھ تم نے کیا اور کر رہے ہو وہ سچا گواہ آسمانی عدالت میں تم پر ثابت کر دے گا اور تم کو ملزم ٹھہرے گا اگر برائی سے باز نہ آؤ گے اور نیک کام اختیار نہ کرو گے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جیسا کہ فرعون کے پاس ہم نے رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے ان کی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی، شام کی سرزمین نصیب ہوئی وہاں کے سردار ہوئے اور فرعون نے سرکشی کی تو ہلاک ہوا اس طرح اس نبی کے مطیع دنیا کی سرسبز بادشاہتوں کے مالک ہوں گے اور آخرت کے بھی درجات حاصل کریں گے اور نافرمان اور سرکش خوار و ذلیل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قریش بدر میں مارے گئے سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا اور دین کے سردار ہوئے۔

اس جملہ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توراۃ سفر استثناء کے اٹھارہویں باب میں آنحضرت ﷺ کی بابت منقول ہے۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہیں "میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" انتہیٰ۔ متعصب عیسائی اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں اور سند بھی عیسائی مصنفوں کے اقوال سے لاتے ہیں۔ مگر یہ بشارت بجز آنحضرت ﷺ کے اور کسی پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ اصل بشارت میں موافق عبرانی ترجمہ کے ان کے بھائیوں میں سے نبی برپا کرنا فرمایا ہے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے جو بنی اسمٰعیل ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت دینے کا وعدہ بھی ہے ❶۔ اگر اس کا مصداق حضرت عیسیٰ یا اور کوئی اسرائیلی نبی ہو تو بنی اسرائیل میں سے برپا ہوا سمجھا جائے گا نہ کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے۔

دوسرے اس نبی کی نسبت یوں فرمایا کہ وہ موسیٰ کے مانند ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی موسیٰ کے مانند نہیں گزرا بلکہ ہر ایک ان کا شریعت میں متبع تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی بھی مشابہت حضرت موسیٰ سے نہیں تھی اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے بیوی اولاد رکھتے تھے ایک فرومانده قوم کو سرکشوں کے پنجوں سے چھڑا کر لائے اور اس کو ایک ملک کا سردار کر گئے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بقول نصاریٰ آدم زاد ہی نہ تھے بلکہ خدا زاد یعنی خدا کے بیٹے (تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا) اور نہ ان کی بیوی بیٹے تھے نہ قوم کو رومیوں کی قید سے آزاد کرا گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ میں مشابہتیں: ...... اور نیز حضرت موسیٰ کے جانشین ان کی نسل کے غیر لوگ ہوئے جیسا کہ یوشع

---

❶ ...... اس تقدیر پر اس بشارت کا مصداق بنی اسمٰعیل میں سے برپا ہونا چاہیے اور بنی اسمٰعیل میں بجز آں حضرت ﷺ کے اور کوئی ایسا گزرا نہیں ۱۲ منہ۔

بن نون ان کے بعد ان کا خلیفہ ہوا حالانکہ آپ کی اولاد بھی موجود تھی اس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر ؓ ہوئے باوجودیکہ آپ کے اقارب واولاد بھی تھی جن کے عہد میں عرب غیر قوموں پر فتح یاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی سرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور دونوں کی شریعت میں بھی حلت وحرمت طہارت اور نجاست قوانین عبادت احکام معاملات اور دستور عبادت میں بہت مشابہت ہے اور حضرت عیسیٰ کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نہ تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اس لیے فرماتے تھے کہ میں تورات کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہیں آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں اور جو بعد میں پولوس وغیرہ نے شریعت بنائی تو اس میں ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کیے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی کیے وہ لوگوں میں صاحب شوکت اور ذووجاہت تھے ایسا ہی آنحضرت ﷺ بھی برخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ محض فقیرانہ اور عاجزانہ پیرایہ میں تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نہ کر سکا اپنی موت سے مرے ایسا ہی آنحضرت ﷺ، برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ الغرض پیدائش سے لے کر شریعت واحکام اور زیست کے حالات اور موت کے بعد میں جانشینوں تک کے حالات میں حضرت موسیٰ اور محمد ﷺ میں جیسی مشابہت ہے اس کا سوواں حصہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں۔

بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن:...... پھر فرماتا ہے اگر اے قریش تم ہمارے نبی الرحمۃ کی وجہ سے دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے یا جیسا کہ تم ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ ہم دنیا میں ہر قسم کی مصیبت اٹھا سکتے ہیں تو: فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ اس دن سے کیوں کر بچو گے (اگر تم کافر رہے اور کفر پر مرے گئے) جو لڑکوں کو بوڑھا کر دے گا یعنی قیامت کا دن علماء فرماتے ہیں یہ کنایہ ہے قیامت کے دن کی شدت اور درازی سے کہ غم کے مارے لڑکے بوڑھے ہو جائیں گے یا وہ اس قدر بڑا دن کفار پر ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہو جائیں گے اس لیے کہ وہ بڑا دراز دن ہوگا۔ بیضاوی فرماتے ہیں "ھذا علی الفرض و التمثیل" یہ مثال کے طور پر ہے کہ اگر لڑکے بھی ہوں گے تو غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے کیونکہ غم والم میں بڑھاپا جلد آتا ہے مطلب یہ کہ بڑا اندوہناک روز ہوگا۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ اور آسمان پھٹ جائے گا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ حشر کے وقت کا حال ہے اور السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ نفخۂ اول کا ہے اور دونوں کا ایک ہیبت ناک متصلا حادثہ ہے سب کو ایک دن (بمعنی وقت مصیبت) بیان فرمانا پوری تشریح ہے اور ان باتوں میں اے آدم زاد! کچھ شک وشبہ نہ کر اس لیے کہ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا۔ اس کا وعدہ جو اس نے رسول کی معرفت کیا ہے قیامت کے آنے کی بابت اور جزا اور سزا کی بابت ضرور ہو کر رہے گا اب جو تم کو سمجھایا اور ڈرایا جاتا ہے اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ یہ محض تمہاری نصیحت اور خیر خواہی اور تم کو آگاہی کی جاتی ہے ورنہ اور کچھ غرض نہیں فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ہم نے اپنے تک تقرب حاصل کرنے کی راہ بیان فرما دی ہے پھر جو چاہے ہمارے دربار لطف میں جگہ پانے اور ہمارے پاس آنے کا راستہ اختیار کر لے وقت ہے۔ ورنہ دوسرے رستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے۔

در فیض الٰہی وا ہے آئے جس کا جی چاہے ☆ خلاف اس کے راہ دوزخ ہے جائے جس کا جی چاہے

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ
اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰ ع

ترجمہ: ...... بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات سے (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ ہی رات اور دن کا صحیح اندازہ کیا کرتا ہے اس نے معلوم کرلیا ہے کہ تم اس کا ٹھیک لحاظ نہ کرسکو گے سو اس نے تم پر مہربانی کی (نصف و ثلث کی قید اٹھادی) تو جس قدر قرآن (تہجد میں) پڑھا جاسکتا ہے پڑھا کرو اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ خدا کے فضل (روزی) کی تلاش میں زمین پر سفر بھی کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں بھی لڑیں گے پھر جو کچھ اس میں سے آسان ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے لیے قرض حسنہ دیا کرو اور اپنے لیے جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس (جاکر) بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگا کرو بے شک اللہ (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۝۲۰۔

ترکیب: ...... انک الجملۃ مفعول۔ یعلم و نصفه و ثلثه بالنصب عطفا علی ادنی کما قرأبه ابن کثیر و الکوفیون و بالجر عطفا علی ثلثی الیل کما قرأ الجمهور و طائفة بالرفع عطفا علی الضمیر فی تقوم و جری الفصل مجری التوکید۔ ان لن تحصوه مخففة من التقیلة و اسمها ضمیر شان محذوف ای انه لن تحصوه و کذا ان سیکون یبتغون حال من الضمیر فی یضربون۔ و ماتقدموا ۔ ۔ ۔ الخ الجملة مبتدأ۔ تجدوه خبر ا۔ خیرا قرء الجمهور بالنصب علی انه مفعول ثان لتجدوا۔ و هو فصل او بدل او تاکید و قرئ بالرفع علی انه خبر هو و الجملة فی محل النصب علی انها مفعول ثان لتجدوا۔ اعظم بالنصب عطفا خیر او بالرفع لکونه خبر ثان۔ اجرًا منصوب علی انه تمیز من اعظم۔

تفسیر: ...... آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم تہجد کی نماز میں کبھی آدھی رات کے قریب سے اٹھتے جیسا کہ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی تہائی رات سے جیسا کہ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی دو ثلث رات سے اٹھتے تھے جیسا کہ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ سے سمجھا جاتا ہے، اور نماز پڑھتے اور نماز میں قرآن مجید درد و سوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا سے سمجھا جاتا ہے اور یہ کمی زیادتی صحت و مرض اور غلبہ شوق و فرحت اور خواب و بیداری سے تھی اب عام ہے کہ یہ شب بیداری آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اصحاب پر فرض ہو یا بطور ندب یا آپ پر فرض اور لوگوں پر ندب، علی اختلاف اقوال العلماء، مگر مدتوں تک آپ اور آپ کے اصحاب اسی ثلث شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ہی ضروری سمجھتے رہے اور اسی لیے رات کا اندازہ ستاروں سے کیا کرتے تھے اس حالت محمودہ کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔

قیام لیل میں تخفیف: ...... فقال اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ کہ اللہ جانتا ہے کہ اے محمد! آپ اور آپ کے ساتھی دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات سے اٹھتے ہیں اور صحیح اندازہ رات دن کا اللہ ہی کرتا ہے کہ اب دراصل آدھی رات رہی یا ثلث یا دو ثلث مگر تم بھی اپنے نزدیک ان اوقات کی پابندی کرتے

ہو اور اپنے اندازے کے موافق دوثلث ونصف وثلث رات میں اٹھتے ہو اس کے بعد اس پابندی کو بھی مہربانی سے معاف کرتا ہے اس لیے کہ یہ دوثلث ونصف وثلث کی پابندی تم سے ہمیشہ نبھ بھی نہ سکے گی کیونکہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور سفر و جہاد بھی پیش آنے والا ہے پھر بیمار و مسافر اور مجاہدوں کے تھکے ہارے سے رات میں اٹھنا ایک شاق امر ہے اس لیے دوثلث ونصف اور ثلث کی قید بھی تمہارے لیے کوئی لازمی بات نہیں بلکہ جس قدر تم سے ہو سکے اتنی رات جاگو اور جس قدر قرآن بآسانی تم سے نماز میں پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

اس مضمون کو ان آیات میں ارشاد فرماتا ہے عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (ضمیر تحصوہ کی قیام لیل کی طرف پھرتی ہے) کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس پابندی کو نباہ نہ سکو گے فَتَابَ عَلَيْكُمْ اس نے تم پر مہربانی کی اس لیے حکم دیا کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کہ جس قدر قرآن پڑھنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو جس قدر نماز تہجد تم سے ادا ہو سکے کر لیا کرو (چونکہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کو قراءت قرآن سے تعبیر کیا جیسا کہ رکوع و سجود سے کرتے ہیں)۔

حکم میں تخفیف کی حکمت و مصلحت:

......اور یہ پابندی اس لیے تم سے اٹھا دی عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اس کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے اور کسی کو سفر بھی درپیش ہوگا اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے تجارت اور علم سیکھنے اور سکھانے کے لیے اور ہجرت کے لیے بزرگانِ دین سے ملنے کے لیے غرباء و مساکین یا درماندوں کی چارہ جوئی حاجت براری کے لیے، ہر ایک سفر پر اللہ کے فضل و رحمت کی طلب کا اطلاق ہوتا ہے اور نیز جہاد بھی پیش آنے والا ہے یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں اس حکم کی پابندی کہ اس قدر رات سے اٹھو اور اس قدر قرآن پڑھو ایک مشکل امر ہے اس لیے پھر بارِ دیگر تم کو سنایا جاتا ہے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کہ جس قدر تم سے بآسانی پڑھا جائے اس قدر پڑھو۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیات اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ ... الخ پہلے حکم قُمِ الَّيْلَ ... الخ کے ایک برس بعد نازل ہوئیں اس قدر عرصہ تک آنحضرت ﷺ اور صحابہ ؓ اسی پابندیٔ خاص سے شب بیداری کرتے رہے اور راتوں کے جاگنے اور نماز میں کھڑا رہنے سے پاؤں بھی ورم کر آتے تھے جس پر قریش نے طعنہ کے طور پر کہا تھا کہ محمد پر قرآن کیا اترا کہ مصیبت میں پڑ گیا اس کا جواب سورت طٰہٰ میں دیا گیا کہ طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ ... الخ اس بناء پر یہ آیات اول آیات کی کہ جن میں دوثلث اور نصف وثلث کہ پابندی تھی ناسخ ہیں خاص پابندی کے لیے نہ کہ تہجد کے لیے کیونکہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ تہجد میں قرآن پڑھنا ہنوز باقی ہے صرف اس قدر ہے کہ جس قدر تم سے ہو سکے کوئی پابندی نہیں۔ اس آیت میں تہجد کو منسوخ قرار دینا تحکم ہے ہاں اگر فَاقْرَءُوْا سے نفس قرآن پڑھنا نماز میں یا نماز کے باہر مراد لیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نماز تہجد کا بقاء نہیں سمجھا جا سکتا مگر فَاقْرَءُوْا سے یہ تعمیم سیاق آیات کے منافی ہے اس لیے کہ اول سے نماز تہجد اور اس میں قرآن پڑھنے کا ذکر چلا آ رہا ہے اور لطف یہ ہے کہ پھر ان علماء کے اقوال پر اس قرآن کو پڑھنا بھی منسوخ ماننا پڑھتا ہے بعد کی آیت وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ سے بس صاف معنی آیت کے یہی ہیں کہ دوثلث اور نصف اور ثلث رات کی پابندی اٹھا دی ہے اور تہجد گزاروں کے شوق و فرصت پر چھوڑ دیا ہے اور حکم تہجد بدستور باقی ہے آنحضرت ﷺ پر فرض اور امت پر مندوب ❶۔

قیام نماز، ادائیگی زکوٰۃ اور قرض حسنہ کا حکم:

......اس کے بعد تین حکم اور دیتا ہے فقال وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اللہ کو قرض حسنہ دو۔ محققین علماء فرماتے ہیں کہ پنج گانہ نماز کی فرضیت شب معراج سے ہوئی اور یہ سورت شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اس وقت تک زکوٰۃ مفروضہ بھی نہ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ میں آ کر فرض ہوئی ہے

---

❶ ... مندوب مستحب و مسنون وہ ہوتا ہے جس کو کریں تو ثواب نہ کریں تو کچھ عذاب نہیں ۱۲ منہ۔

ہر آیت میں وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گو پنج گانہ نماز اور زکوۃ معینہ واجب نہیں ہوئی تھی مگر مطلقاً نماز اور زکوۃ تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع و سجود قیام وقعود میں دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت دن میں کفار کا ہجوم رہتا تھا صرف تہجد کی نماز بھی ممکن ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ میں اسی طرف اشارہ ہو کہ جس قدر تم سے قرآن پڑھا جا سکے پڑھو اور نماز تہجد پڑھے جاؤ پابندی دو ثلث اور ثلث اور نصف کی نہیں۔

خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی مقرر نہ تھی جیسا کہ بعد میں ہوئی سو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے اور وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کی تاکید ہے جس میں بتلانا مقصود ہے کہ خیرات دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے بایں معنی کہ خدا اس کا بدلہ نفع کے ساتھ تم کو دنیا اور آخرت میں دے گا گویا وہ تمہارے اس دیئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تا کہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ قرض لینے سے پاک ہے۔ اس کو کوئی حاجت نہیں اور قَرْضًا حَسَنًا میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ ناپاک اور حرام کا مال منظور و مقبول نہیں اور یہ بھی کہ فقیر کو طعنہ نہ دو اور دے کر کسی کو شرمندہ نہ کرو اس لیے حکم ہے کہ مخفی طور دے اور خلوص نیت سے دے۔ ان سب باتوں کو یہ شامل ہے، اس میں خیرات کے سب آداب کی طرف اشارہ ہے۔

ہر نیکی اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہے:......اس کے بعد پھر اطمینان دلایا جاتا ہے فقال وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کہ جو نیکی تم اپنے لیے کرو گے اور آگے بھیجو گے تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بڑھ کر پاؤ گے رائیگاں نہ جائے گی ہم گن گن اور جمع کر کے رکھتے ہیں مر کر جب آؤ گے بہتر اور بڑھ کر پاؤ گے ایک پیسہ کے دس پیسہ کا ثواب بلکہ زیادہ کا موجود ہے لِاَنْفُسِكُمْ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس عبادت و خیرات میں ہمارا فائدہ نہیں تمہارے ہی لیے فائدہ ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور معافی مانگا کرو کیوں کہ وہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز و خیرات پر غرور نہ کرو اس کے بعد بھی معافی مانگا کرو جو مقتضائے عبودیت ہے اور نماز و زکوۃ میں جو کوئی قصور و فتور ہو جائے تو معاف کیا جائے آخر کار ہمارے فضل پر مدار ہے۔

فائدہ: علماء اصول نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پر ایک دلچسپ بحث کی ہے وہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ ما کے لفظ کو عام رکھ کر فرماتے ہیں نماز میں قرأت قرآن مطلقاً فرض ہے کوئی آیت اور کوئی سورت ہو اور چونکہ سورت الحمد کی بابت آ گیا ہے **لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** کہ الحمد کے بغیر نماز نہیں اس لیے الحمد کا پڑھنا اور اس کے ساتھ اور کوئی سورت یا آیت ملانا جیسا کہ اور احادیث سے ثابت ہے واجب ہے نہ کہ فرض اور دونوں میں ایک باریک سا فرق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماتیسر کے عموم سے بقرینہ احادیث صحیحہ سورۂ فاتحہ مراد ہے اس لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہی مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ہے۔

فائدہ: اس سورت میں رسالت اور قیامت اور نیز توحید کا کامل ثبوت عجیب پیرایہ میں کیا گیا ہے اور دار آخرت میں کارآمد باتوں کی تاکید اور تعلیم بھی دی گئی کہ شب بیداری کرو نماز پڑھو خیرات دو، یہی باتیں وہاں کارآمد ہیں اور مخالفوں کی ایذاء پر صبر اور تحمل کرو اس لیے کہ عافیت اسی میں ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ دین و دنیا میں پھیل کر رہے گا فرعون کی شہ زوری جیسے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اسی طرح کفار عرب کی بھی نہ چلے گی۔

آیاتھا ۵۶ | (۷۴) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۴) | رکوعاتھا ۲

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات ۵۶ دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷

ترجمہ:.....اے کپڑے میں لپٹے ہوئے ① کھڑے ہو کر ڈر سنا ② اور اپنے رب کی بزرگی بیان کرو ③ اور اپنے کپڑے پاک رکھو ④ اور میل کچیل دور کرو ⑤ اور بدلہ یا نیکی غرض سے احسان نہ کرو ⑥ اور اپنے رب کے لیے صبر کرو ⑦۔

ترکیب:.....المدثر اصله المتدثر ادغمت التاء في الدال للمجانسة و قرأ الجمهور بالادغام و الدثار يلبس فوق الشعار و الشعار مايلي الجسد و منه قوله ﷺ "الانصار شعار و الناس دثار" فانذر الفاء فيه و فيما بعده لافادة معنى الشرط كانه قال مايكن من الشيء فانذر و كبر و قال ابن جني هو كقولك زيدا فاضرب فالفاء زائدة۔ و ربك و ثيابك و الرجز منصوب بفعل محذوف يفسره ما بعده تستكثر بالرفع على انه حال و بالجزم على انه جواب النهي و بالنصب على تقدير لتستكثر و قيل على تقدير ان و بقاء عملها۔

وقت ومقام نزول

تفسیر:.....بخاری و مسلم وغیرہما نے نقل کیا ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا سب سے پہلے سورۂ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ نازل ہوئی اس پر یحی ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگ سب سے اول سورۂ اقرأ کا نازل ہونا بیان کرتے ہیں ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے بھی یہ بات حضرت جابر بن عبداللہ سے پوچھی تھی تب اس نے کہا میں آپ کو وہی سناتا ہوں جو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی آپ نے فرمایا کہ میں غار حرا میں گوشہ نشین تھا جب نیچے اترا تو آواز آئی تو میں نے دائیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا تھا تب اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا آسمان و زمین کے درمیان اس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی اور گھر میں آیا اور دَثِّرُوْنِی دَثِّرُوْنِی کپڑا اوڑھاؤ تب یہ سورت نازل ہوئی وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ تک۔

علماء نے احادیث میں غور کر کے فیصلہ کر دیا کہ سب سے اول سورت اقرأ نازل ہوئی مَالَمْ يَعْلَمْ تک اور پھر کچھ دنوں تک وحی بند رہی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اس کے بعد سورۂ مزمل بعض کہتے ہیں کہ سورۂ مزمل نازل ہونے کے بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی مگر یہ بالاتفاق ہے کہ یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بھی وہی توحید کے مطالب ہیں۔

مناسبت:.....مناسبت اس سورت کی سورت مزمل سے یہ ہے کہ سورت مزمل میں اپنے کو آراستہ کرنے کا حکم تھا کہ رات کی نماز و تلاوت

سے پہلے خود کامل ہو جاؤ اس کے بعد اس سورت میں لوگوں کو کامل کرنے کا حکم دیا گیا تھا بقولہ فانذر اس لیے کہ جب تک آپ کامل نہ ہوئے تو دوسروں کی تکمیل کا انذار و تبشیر سے بیڑا اٹھانا زیبا نہیں۔

اس کے علاوہ دونوں کے مطالب میں بھی بہت کچھ مناسبت ہے وہاں ابتداء یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے ساتھ تھی یہاں یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے ساتھ ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں وہاں رات میں نماز و تلاوت کا حکم تھا یہاں اس کے شروط کپڑے اور جسم کی پاکی بتائی گئی وہاں بھی قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو بوڑھا کر دینے والا دن آنے والا ہے یہاں اس کی نسبت فرمایا گیا یَوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ کہ وہ دن بڑا سخت ہے کافروں پر آسان نہیں وہاں خاتمہ میں تھا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس سے بخشش مانگو یہاں خاتمہ میں ہے هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور وہ بخشش والا ہے۔

تفسیر الْمُدَّثِّرُ:......فقال یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کہ اے کپڑا پہنے ہوئے۔شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو اور اس کے اوپر جو کپڑا ہو اس کو دثار کہتے ہیں اور ایسے کپڑے اوڑھے ہوئے کو مدثر۔

عام مفسرین اس کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھتے تھے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار مٹی پر سوئے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا قم یا اباتراب۔

وجوہِ مدثر:......اب اس کپڑا اوڑھنے کی چند وجوہ علماء نے بیان فرمائی ہیں۔

(۱) فرشتہ کو دیکھ کر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی جس لیے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اس حالت میں تھے کہ یہ سورت نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت سے خطاب کیا گیا۔

(۲) کفارِ قریش نے جمع ہو کر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لیے لفظ ساحر تجویز کیا اور پکار دیا تو اس سے آپ ﷺ کو رنج ہوا اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لیے کپڑا اوڑھ کر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں مخاطب کر کے فرمایا گیا اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔

(۳) آپ ﷺ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے اسی حالت میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا منہ سے اتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ ہو۔

ایک گروہ علماء کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ

(۴) یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جیسا کہ کہتے ہیں البسه الله لباس التقوی و زینه برداء العلم۔

(۵) یہ کہ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہے گا کھڑا ہو اور لوگوں کو متنبہ کر اس لیے کہ دنیا گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

(۶) یہ کہ اے خلق عظیم اور رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہن کر چپ کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہو اور لوگوں کو متنبہ کرو، دین حق کی منادی کرو۔

انذار کا حکم:......قُمْ فَاَنْذِرْ کھڑا ہو یعنی اس مرتبہ پر مستحکم و آمادہ ہو یا خواب گاہ سے اٹھ قم کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ پھر کھڑا ہو کر کیا کر فانذر لوگوں کو ڈرسنا جیسا کہ آپ ﷺ نذیر تھے بشیر بھی تھے مگر ابتدائی حالت میں بشارت کا موقع نہ تھا اس لیے کہ دنیا بدکاری و بت پرستی کے گرداب میں پڑی ہوئی تھی اس لیے مقدم یہی بات تھی کہ ان کو ہلاکت کے کاموں سے ڈرایا اور بچایا جائے اس کے بعد اس

اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئے گا۔

تکبیر کہنے پر بحث:……اور لوگوں کو خدا کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت اور مصائب دنیا کی خبر دینا (جو بدکاری اور بت پرستی کا ثمرہ ہوتا ہے) بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہیں ہوتا کہ خداوند عالم کی عظمت و جبروت بیان کی جائے اس لیے حکم ہوا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ کہ اپنے رب کی عظمت و شوکت بیان کر اور اس کے آثارِ جبروت و قدرت کا اظہار کرتا کہ مشرکین کے دلوں سے (اس کی قدرت و یکتائی سن کر) بتوں اور خیالی معبودوں کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہوں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ نافرمانی پر جو بلا آئے گی اس کو ہمارے معبود دفع نہ کر سکیں گے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آپ کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے مرتبہ نبوت و تبلیغ عطا کیا، اس لیے اس خوشی پر تکبیر کہنا فرمایا شادمانی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اس لیے آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی نے اور اسی لیے اہل اسلام میں یہ دستور ہو گیا کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اسی لیے نماز عیدین اور حج میں تکبیر با آواز بلند کہی جاتی ہے بلکہ دشمنوں کو مقہور کرنے کے لیے اور آفات دور کرنے کے لیے بھی تکبیر اکسیر کا حکم رکھتی ہے عظمت و ہیبتِ الٰہی مخالف کے دلوں کو ہلا دیتی ہے مصیبت کو دفع کرتی ہے، اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم جہاد میں اور ہر خوشی کے موقع پر اس آواز کو بلند کرتے تھے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ نماز میں تکبیر کہنا مراد ہے تحریمہ کے وقت اور رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے گو اس سورت کے نازل ہونے کے وقت نماز پنج گانہ فرض نہ تھی مگر نوافل تھے انہیں میں تکبیر کہنا مامور تھا ہر ایک معنی چسپاں ہو سکتے ہیں یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے۔

طہارت جامہ و بدن فرض ہے:……لیکن تکبیر کا اثر طہارت کی حالت میں زیادہ ہوتا ہے اس لیے اس کے بعد حکم دیتا ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کہ اپنے کپڑے پاک کر علماء کے اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

اول: ثیاب اور طہر حقیقی معنی پر محمول کیے جائیں یہ معنی کہ ظاہری کپڑوں کو ظاہری نجاست سے دور رکھ اور جب کپڑوں کو دور رکھنا فرمایا تو بدن کو جو کپڑوں کے نیچے چھپا ہوتا ہے بدرجۂ اولیٰ نجاست سے دور رکھنا اور پاک رکھنا مراد ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ ناپاک کپڑوں اور ناپاک بدن سے نماز درست نہیں اس لیے کہ نوافل و ذکر میں مؤمن کو مشغول رہنا اور عالم سے مناسبت پیدا کرنا چاہیے تاکہ مرنے کے بعد اس جماعت میں شامل ہو جائے اور کپڑے اور بدن کی نجاست ظاہری اس مناسبت میں خلل انداز ہے۔ گو موت منی قے خنزیر شراب مردار ناپاک چیزیں ہیں اور اسی طرح حیوانات کا گوبر اور موت بھی ناپاک ہے اور کتا وغیرہ نجس جانور اور ان کے پس خوردہ چیزیں بھی ان سے ہر وقت دور رہنا چاہیے خصوصاً نماز کے وقت تو فرض ہے یہ حکم آپ کو اس لیے دیا کہ مشرکین اپنے بدن اور کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے تھے اس لیے آپ کو اور آپ کی امت کو پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ آپ پر نجاست ڈال دیا کرتے تھے اس لیے حکم ہوا کہ ان کی حماقت کا خیال نہ کریں کپڑے پاک کر لیا کریں۔

دوم: کپڑے کو حقیقی معنی پر اور طہارت کو مجازی معنی پر باطنی پاکی پر محمول کریں یہ معنی کہ اپنے کپڑوں کو معنوی نجاست سے پاک کریں ،غصب اور چوری کے کپڑے اسی طرح ناجائز کمائی کے اور وہ کہ جن پر تصاویر ہوں اور اسی طرح دامن نیچا اور ریشمی جو مردوں کے لیے درست نہیں معنوی ناپاکی رکھتے ہیں مسلمانوں کو چاہیے خصوصاً یادِ الٰہی کے وقت ایسے کپڑے دور پھینک دینے چاہئیں اسی طرح مرد کے لیے زنانہ لباس اور زنانہ آرائش اور عورت کے لیے مردانہ لباس بھی معنوی نجاست ہے۔

سوم: یہ کہ کپڑوں کے مجازی معنی اور طہارت کے حقیقی معنی لیے جائیں۔ کپڑوں سے آپ کی ذات و صفات و اخلاق مراد ہیں کہ آپ ان کو

نجاست سے دور رکھیں۔ کپڑا بول کر شخص مراد لینا محاورہ ہے عرب کہتے ہیں الکرم فی بردیہ و طاھر الذیل و نقی الثوب جیسا کہ کہتے ہیں پاک دامن اپنے بدن کو استنجے وغیرہ سے پاک رکھیں اور بول و براز منی وغیرہ سے پاک رکھیں کیونکہ طہارت ظاہری کو طہارت قلبی میں بڑا اثر ہے

چہارم: دونوں کے معنی مجازی لیے جائیں تب یہ معنی ہوں گے کہ اپنے دل کو صفات مذمومہ سے پاک رکھ۔ یہ اس لیے فرمایا کہ جب کفار نے آپ کو ساحر کا لقب دیا اور آپ کو رنج ہوا تو یہ بدخلقی اور انتقام کا مقتضی تھا جس سے منصب انذار میں فرق آ جانے کا موقعہ تھا اس لیے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کی حماقت سے وعظ نہ چھوڑیں اور ان کے اخلاق رذیلہ اور کج خلقی کو دل میں جگہ نہ دیں اور یہ حکم اس لیے دیا کہ اول میں آپ کو مدثر فرمایا اور دثار کپڑوں اور لباس کو کہتے ہیں اس لیے ارشاد فرمایا کہ جو جامہ آپ پہنے ہوئے ہیں اس جامۂ نبوت کو ان داغ دھبوں سے پاک رکھیں تاکہ تکبیر کا اثر نمایاں ہو اور تکبیر کا مقتضی بھی یہی ہے اس لیے کہ اللہ کی کبریائی کا سب سے اول تکبیر کہنے والے کے دل اور اخلاق پر اثر ہونا چاہیے جس سے اس کا جامۂ انسانیت شہوات و لذات اور غضب و کبر کے دھبوں سے پاک ہو جانا لازمی بات ہے۔

اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ رجز بالکسر عذاب کما فی قولہ تعالیٰ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ اور بالضم بمعنی قبیح و مستقذر، یہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کا تکملہ ہے اگر اس جگہ بدن اور کپڑے کی ظاہری طہارت مراد تھی تو یہاں طہارت باطنی مراد ہے اخلاق رذیلہ سے۔ غرض یہ کہ ظاہر و باطن کو پاک رکھ۔

اور منجملہ نجاسات قلبیہ کے جو ہادیٔ دین کے لیے دھبہ لگانے والی بات ہے طمع دنیاوی بھی ہے اس لیے بالتخصیص اس سے بھی منع فرمایا فقال وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی قرآن کی تعلیم و تبلیغ احکام الٰہی کا کسی پر احسان نہ جتلا کہ تو مریدوں و معتقدوں کی کثرت کر کے مال و جاہ پیدا کرے اور لوگوں سے کچھ حاصل کرے یا کسی کو کچھ دے اور حاجت براری اس نیت سے کرے کہ وہ اس کے بدلے میں مجھے زیادہ دے گا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی طمع ہے بعض اس کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ دے اس کو بہت کچھ نہ سمجھ یا یہ کہ کسی پر احسان جتانے کے لیے نہ دے۔

ان سب مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے بعد اس شخص کے لیے جو مسند انذار پر بیٹھے لوگوں کی بدگمانی اور ایذا پر صبر بھی ضروری ہے ورنہ ارشاد و تبلیغ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اس لیے اس کے بعد یہ بھی فرمایا وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ کہ اپنے رب کی رضامندی کے لیے صبر کر اس میں بندوں کی دولت و ثروت کا لحاظ نہ کر بلکہ خاص اللہ کی رضامندی کا۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ کے لیے اوامر و فرائض کا بوجھ اٹھا ان پر قائم رہ۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ﴿۱۰﴾
ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴿۱۶﴾
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ
قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ

اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ
اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ
ع مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:……پھر جب کہ صور پھونکا جائے گا﴿۸﴾ تو وہ دن مشکل کا دن ہوگا﴿۹﴾ منکروں پر آسان نہ ہوگا﴿۱۰﴾ مجھے اور اس کو چھوڑ دو کہ جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا﴿۱۱﴾ اور اس کو بڑھنے والا مال دیا﴿۱۲﴾ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے﴿۱۳﴾ اور اس کے لیے ہر قسم کی تیاری کی﴿۱۴﴾ پھر امید رکھتا ہے کہ اس کو اور بھی دوں گا﴿۱۵﴾ ہرگز نہیں اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا ہے﴿۱۶﴾ میں اس کو بھی جھنڈے ❶ پر چڑھاتا ہوں﴿۱۷﴾ کیونکہ اس نے سوچا اور تجویز کیا﴿۱۸﴾ اور غارت ہو اس نے کیسی تجویز کی﴿۱۹﴾ پھر غارت ہو کیسی تجویز کی﴿۲۰﴾ پھر اس نے دیکھا﴿۲۱﴾ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا﴿۲۲﴾ پھر پیٹھ پھیر لی اور تکبر کیا﴿۲۳﴾ پھر کہنے لگا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے﴿۲۴﴾ یہ تو ہو نہ ہو آدمی کا کلام ہے﴿۲۵﴾ ہم اس کو ابھی جہنم میں بٹھائیں گے﴿۲۶﴾ اور تو (اے مخاطب) کیا جانے کیا ہے جہنم﴿۲۷﴾ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے﴿۲۸﴾ آدمی کو (دور سے) تاکتی ہے﴿۲۹﴾ ❷ اس پر انیس شخص مقرر ہیں﴿۳۰﴾ اور ہم نے دوزخ پر فرشتے ہی رکھے ہیں اور ان کی تعداد کافروں کے لیے آزمائش بنائی ہے تاکہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ یقین کرلیں اور ایمانداروں کا ایمان بڑھے اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان دار شک نہ کریں اور تاکہ وہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر یہ کہیں کہ اللہ کی اس بیان سے کیا غرض ہے اور اللہ اس طرح سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور آپ کے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو محض لوگوں کی نصیحت ہے﴿۳۱﴾

ترکیب:……فاذا والفاء للسببیۃ کانہ قیل اصبر علی اذاھم فبین ایدیھم یوم ھال یلقون فیہ عاقبۃ امرھم والعامل فی اذا مادل علیہ قولہ فذلک لانہ اشارۃ الی النقر ای وقت النقر وقیل مادل علیہ عسیر ای یعسر۔ نقر نفخ۔ الناقور۔ علی وزن فاعول من النقر بمعنی التصویت فذلک اشارۃ الی وقت النقر مبتدأ۔ یومئذ بدل منہ او ظرف لخبرہ یوم عسیر خبرہ غیر یسیر تاکیدہ وقال الاخفش اذا مبتدأ والخبر فذلک والفاء زائدۃ۔ یومئذ ظرف لذلک وقیل ھو فی موضع رفع بدل من ذلک او مبتدأ و یوم عسیر خبرہ والجملۃ خبر ذلک۔ وعلی یتعلق بعسیر او ھی نعت لہ او حال من الضمیر الذی فیہ

---

❶ جھنڈے پر چڑھانا محاورہ ہے بدنام کرنے اور بلا میں مبتلا کرنے کا ۱۲ منہ۔ ❷……جن میں ذرہ بھی آدمیت ہے ان کو بدی کرنے پر یہیں سے جہنم دکھائی جاتی ہے وہ بدی کرکے پشیماں ہوتے ہیں اس کی لپٹیں ان کے دل کو جلاتی ہیں اس لیے برے کام نہیں کرتے ۱۲ منہ۔

و من مفعول و او معطوف علی الضمیر المنصوب و حیدًا حال من الیاء ای ذرنی وحدی معه فانی اکفیکه او من التاء ای و من خلقته وحدی لم یشر کنی فی خلقه احدا او من العائد المحذوف ای و من خلقته فریدا لامال له ولا ولد و هذا ذم فانه کان ملقبا به فسماه الله تعالیٰ به تحکمًا و استهزاءً او ارادانه وحید و لکن فی الشرارة او عن ابیه لانه کان زنیما۔ لا تبقی مستانفة او حال من سقر و العامل فیها معنی التعظیم۔ لواحة بالرفع ای هی لواحة و بالنصب مثل لا تبقی او حال او علی الاختصاص۔ تسعة عشر مبتدأ و هذه الکلمة مرکبة و کلا الجزأن مبنیان علی الفتح و قرئ عشر بالاسکان لتوالی الحرکات و قرئ اعشر جمع عشیر علیها خبر مقدم۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ کہ اللہ کے لیے مخالفوں کی بے حد تکالیف پر صبر کیجیے اب اس صبر کا انجام بیان فرماتا ہے اور آپ کو اطمینان دلاتا ہے۔

صبر کا ثمرہ وانعام:......فقال فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ﴿۱۰﴾ کہ دنیا چند روزہ ہے ایک دن آنے والا ہے جو کافروں پر سخت ہوگا کچھ آسانی ان کے لیے نہ ہوگی وہ دن وہ ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا اس روز یہ لوگ اپنے کیے کی سزا پالیں گے اور آپ کو صبر کا بدلہ ملے گا۔

من جملہ ان ایذا دینے والوں کے کہ جن کی ایذا پر آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ایک شخص ولید بن المغیرہ تھا چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اس کی اولاد بھی بہت تھی اور بڑا عزت دار کہلاتا تھا اس کو لوگ وحید یعنی یکتا اور یگانہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔

اب آئندہ آیات میں اس (ولید) کی ایذا کا اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے اس پر فضل و کرم کیا تھا اس کا ذکر کر کے آنحضرت ﷺ کو اطمینان دلاتا ہے اور عام ایمان داروں کو تنبیہ کرتا ہے کہ دنیاوی مال و جاہ و اولاد و حشمت اس کا فضل و کرم ہے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کے گھمنڈ میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادوں سے مقابلہ کرے جس کا انجام دنیا کی بربادی اور آخرت کا ابدی جہنم ہے اخیر رکوع تک اسی کا حال ہے اور کچھ جہنم کے داروغوں کا جو ملائکہ ہیں یہ اس لیے کہ ولید کو اپنے زور اور اقارب کی حمایت کا بڑا غرور تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے جہنم میں کون عذاب دے سکتا ہے؟ اس لیے بیان فرمایا گیا کہ وہاں بڑے طاقتور فرشتے متعین ہیں اور وہ انیس ❶ ہیں اور ان کی تعداد اس لیے بیان کی گئی کہ اہل کتاب اور ایمان داروں کو یقین کامل ہو اور کافر اور بھی تمسخر کر کے مصیبت اور آزمائش میں پڑیں اس لیے کہ یہ نکتہ ان کی ناقص سمجھ سے باہر ہے یہ خلاصہ مطلب ہے ولید بن المغیرہ کی بابت آیات کا۔

شان نزول:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ولید ایک بار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو کچھ قرآن سنایا جس سے اس کا دل نرم ہو گیا یہ خبر ابوجہل کافر کو بھی پہنچی تب ولید کے پاس آ کر کہنے لگا اے چچا! آپ کی قوم چندہ کر کے آپ کو دینا چاہتی ہے اس نے کہا قریش کو معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں مجھے اس کی حاجت نہیں تب اس نے کہا آپ محمد کی شان میں کوئی بات ایسی کہیے جس سے آپ کی قوم کو معلوم ہو کہ آپ ان کے منکر ہیں اس نے کہا میں کیا کہوں مجھ سے زیادہ کوئی شعر سے بھی زیادہ واقف نہیں ہر قسم کے اشعار سے واقف ہوں جنوں کے اشعار بھی مجھے معلوم ہیں خدا کی قسم اس کا کلام شعر نہیں بلکہ اس میں شیرینی اور برکت ہے وہ غالب ہے مغلوب نہیں ابوجہل نے کہا خدا کی قسم آپ کی قوم ہرگز خوش نہ ہوگی جب تک کہ ان کے حق میں کوئی بری بات نہ کہیں تب اس نے کہا مجھے مہلت دو کہ فکر کر کے تجویز کروں، تب اس نے فکر کر کے تجویز کی کہ یہ جادو ہے جو کسی سے سیکھا ہے اس پر یہ

❶......انیس شخص یا انیس قسم کے ملائکہ۔ ۱۲ منہ۔

آیات ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا۔۔۔ الخ نازل ہوئیں۔ (اخرجہ حاکم والبیہقی فی الدلائل) ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے مگر روئے سخن تمام ناشکر دولت مندوں کی طرف ہے اور اسی لیے اس کا نام نہیں لیا گیا، ولید کی تخصیص نہیں۔

فرماتا ہے چھوڑ مجھے اور اس کو کہ جس کو میں نے خود پیدا کیا نہ اس کے جھوٹے معبودوں نے یا یہ معنی کہ جس کو میں نے یگانہ پیدا کیا، اس میں اس پر تعریض بھی ہے کہ جب پیدا ہوا تھا کیا ساتھ لایا تھا اکیلا تھا اولاد کچھ ساتھ نہ تھا یہ سب ہم نے دیا یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو وحید کہلاتا تھا اسی لقب سے اس کو استہزاءً یاد کیا گیا کہ آپ بڑے یگانہ اور یکتائی روزگار ہیں اور اس میں یہ بھی تعریض ہے کہ اس کا باپ نہیں وہ اکیلا ہے یہ چوٹ ہے اس پر اس لیے کہ قریش میں یہ زنیم یعنی بدنسل مشہور تھا مدتوں تک اس کا باپ کہتا رہا کہ میرا نطفہ نہیں۔

ولید بن مغیرہ اور مال و دولت:..... وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا۝ اور اس کو بہت مال دیا، زجاج کہتے ہیں مال ممدود سے مراد مال غیر منقطع، مد کے معنی درازی کے ہیں جو بڑھنے سے علاقہ رکھتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں ولید کے پاس بہت مال تھا تجارت سے بھی بہت نفع حاصل ہوتا تھا اور طائف میں اس کے باغ اور زمینیں تھیں اونٹ، گھوڑے، بھیڑ، بکری ہر قسم کا مال تھا ان سے نفع حاصل ہوتا تھا روز افزوں تھا۔

حاضر باش بیٹوں کی نعمت:..... وَّبَنِیۡنَ شُهُوۡدًا۝ (یہ مالا پر عطف ہے جَعَلۡتُ کا مفعول ہے) کہ میں نے اس کے لیے بیٹے دیئے جو حاضر رہتے ہیں دولت کی وجہ سے ان کے باہر جانے اور غائب رہنے کی نوبت نہ آتی تھی مجلسوں میں باپ کے ساتھ جب یہ دیدار اور بیٹے آتے تھے تو ایک شوکت مجلس پر نمایاں ہوتی تھی۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اس کے تیرہ بیٹے تھے۔ مقاتلؒ کہتے ہیں کہ اس کے سات بیٹے تھے سب لڑکے ہی تھے لڑکی نہ تھی ان میں سے ہشام اور خالد بن ولید اور ولید بن ولید مسلمان ہو گئے تھے۔

وَّمَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِیۡدًا۝ اور ہم نے عزت و جاہ کو اس کے لیے فرش کر دیا تھا تمام قریش اس کی عزت کرتے تھے اور اسی لیے اس کو وحید اور "ریحانۃ قریش" سے ملقب کرتے تھے تمہید کے معنی بچھانے کے ہیں اور اسی سے مھد الصبی ہے۔

ان سب خوبیوں کے بعد باوجود اس کفر و عناد و ناشکری کے پھر بھی امید کرتا ہے ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ۝ کہ ہم اس کو دنیا میں یا آخرت میں اور زیادہ دیں گے؟ وہ کہتا تھا کہ محمد سچے ہیں تو سب سے زیادہ جنت کا میں مستحق ہوں اس لیے کہ سردار و عزت والا میں ہوں نہ کہ یہ غریب و مفلس مسلمان۔

فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہ ہوگا اس لیے کہ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا۝ کہ وہ ہماری آیات قدرت کا مخالف رہا ہے کبھی ان میں غور نہیں کیا ہے اور اپنے اوپر جو نعمتیں ہیں ان کو اس کا فضل نہیں سمجھا بلکہ اپنے بخت کی یاوری جانتا رہا اور آیاتِ قرآنیہ کا بھی دیدہ و دانستہ مخالف رہا ہے اس لیے کہ جب قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد کے لیے کون سا لقب تجویز کرنا چاہیے تاکہ ایام حج میں جو لوگ آئیں یہ سن کر اس سے دور رہیں تو اس نے سوچ کر کہا کہ وہ شاعر نہیں اس لیے کہ میں شعر سے واقف ہوں اور نہ مجنون ہے اس لیے کہ وعظ و پند مجنون کا کام نہیں اور نہ کاہن ہے اس لیے کہ کاہن کی کوئی بات جھوٹی اور کوئی بات سچی ہوتی ہے اس کی تمام باتیں سچ نکلتی ہیں اور جادوگر بھی نہیں اس لیے کہ جادو کے منتر اول تو بیشتر مہمل ہوتے ہیں اور پھر ان میں یہ انوار اور دلکشی کہاں اور نیز جادوگر طامع ہوتے ہیں مگر اس کو شاہ و گدا کی کوئی پروا نہیں طمع اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتی اور نیز جادوگر ناپاک اور سیاہ باطن ہوتے ہیں لیکن اس کے انوارِ باطن اس کے چہرے سے چمکتے ہیں۔

ولید کا قرآن کو جادو اور آپ ﷺ کو جادوگر کہنا:..... مگر جب قریش نے اصرار کیا تو سوچ ساچ کر منہ بنا کر کہا تو معلوم ہو گیا وہ جادوگر ہے مگر یہ جادو نہیں بلکہ سحر بابل کسی سے اس کے ہاتھ لگ گیا ہے اس لیے کہ یہ جادو ہی کی تاثیر ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے

باپ کو، خادم سے بیوی کو اور بیوی سے خاوند کو اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے باوجود یکہ قرآن مجید کو من اللہ جانتا تھا مگر جان کر اس کے مٹانے کی کوشش کرتا تھا اور ایسے ہی شخص کو عنید کہتے ہیں۔

تکبر وعناد کا انجام:...... اس کے عناد کا بدلہ بجائے اس کی طمع عام کے اس کو یہ ملے گا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ کہ ہم اس کو مصیبت کے پہاڑ پر چڑھائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ایک محاورہ ہے تکلیف ومصیبت میں مبتلا کرنے کا جیسا کہ اس آیت میں يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ⑰ بعض کہتے ہیں صعود جہنم میں ایک آتشیں پہاڑ ہے اس پر چڑھایا جائے گا اس کی دنیاوی عزت وبلندی کے مقابلے میں جس کی اس نے شکر گزاری نہ کی تھی۔

جس حدیث میں صعود کو جہنم کا پہاڑ بیان کیا ہے اس کو احمد وترمذی وابن جریر وابن منذر وابن حاتم وابن حبان وحاکم وابن مردویہ وبیہقی نے روایت کیا ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے کہ اس کو ابن لہیعہ نے صرف دروج ہی سے روایت کیا ہے اور کسی سے ثابت نہیں اور ابن کثیر ابن جریر کی روایت میں کلام کرتے ہیں۔

ولید کی کیفیت عناد:...... اس کے بعد اس کے عناد کی کیفیت بیان کرتا ہے اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ کہ اس نے باوجود قرآن و نبی ﷺ کو بر حق جاننے کے محض قریش کے کہنے سے سوچ وفکر کر کے یہ تجویز کی کہ یہ جادو ہے اس لیے اس کی اس سوچ اور تجویز پر پھٹکار بھیجتا ہے فقال فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ لعنت ہو اس پر مارا جائے، وہ اس نے کیونکر یہ تجویز آنحضرت ﷺ کی بابت کی ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳ پھر اس پر لعنت ہو مارا جائے باوجود عقل وفہم کے اس نے ایسی بے ہودہ اور بے اصل بات کیونکر تجویز کی دوبارہ اس کلمہ کو تاکید اور غضب کے لیے استعمال کیا یا اس لیے کہ باوجود یکہ پہلے جان چکا تھا ایک بار اس لیے لعنت کا مستحق ہوا اور بار دیگر اس لیے کہ اس نے سوچا اور اس کے فکر نے ہی فتویٰ نہ دیا مگر عناد کی وجہ سے جادو کہہ دیا اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ثُمَّ نَظَرَ اس نے پھر حضرت ﷺ کے حالات میں نظر کی اور کوئی بات جادوگری اور کہانت اور جنون کی نہ پائی اور جب اس کی طبیعت اور ذہن نے اس کو جواب دے دیا اور طعن کا کوئی راستہ نہ ملا ثُمَّ عَبَسَ تو پھر اس نے ترش روئی کی وَبَسَرَ اور تیوری چڑھائی ثم ادبر اس پر حق ظاہر ہوا مگر اس نے منہ پھیر لیا وَ سْتَكْبَرَ اور سرداری اور مال کے غرور میں آ کر فقال اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ یہ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے بابل یا عجم سے یا پہلے ساحروں سے سیکھا ہے حال کا جادو نہیں بڑا قدیم جادو ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے یہ خدا کا کلام نہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ بلکہ یہ آدمی کا کلام ہے۔

اس عناد کی سزا یہ ہے کہ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ کہ ہم اس کو ابھی سقر میں داخل کریں گے یہ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جس میں اس قسم کے معاندین ڈالے جائیں گے۔

جہنم کے طبقۂ سقر کے اوصاف:...... پھر سقر کی ہولناک حالت بیان کرنے کے لیے جیسا کہ محاورۂ عرب ہے فرماتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ کہ اے محمد یا اے مخاطب! آپ کیا جانتے ہیں کہ سقر کیا ہے پھر اس کی چند صفات بیان فرماتا ہے۔

اول: لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ کہ کسی جنس کو جو اس میں داخل ہونے کے قابل ہے باقی نہیں چھوڑے گی یا یہ کہ ہڈی اور گوشت پوست کو باقی نہ چھوڑے گی جلا دے گی اور پھر جلانے سے وہ چھوٹ نہ جائیں گے بلکہ بار دگر جسم تیار ہو گا اور جلے گا اور ابدالآباد یہی معاملہ رہے گا۔

دوم: لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ آدمیوں کو بڑی دور سے دکھائی دینے والی ہے کما قال قولہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ آخرت میں دور سے نظر آئے گی اور جو آنکھیں رکھتے ہیں ان کو یہی سے دکھائی دیتی ہے یا یہ معنی کہ جھلس دینے والی ہے مجاہدؒ کہتے ہیں عرب بولتے ہیں لاحه الحر و البرد و الحزن و السقم اذا غیرہ۔

دوزخ کے انیس داروغے:۔۔۔۔سوم: اس کے داروغہ جو اس پر متعین کیے گئے ہیں انیس شخص ہیں عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ۔

فرشتوں کی تعداد میں کیا رمز ہے:۔۔۔۔انیس فرشتوں کی تعداد بیان کرنے کی وجہ تو وہی ہے کہ آئندہ آیات میں حق سبحانہ بیان فرماتا ہے کہ کافروں کی آزمائش اہل کتاب کی تصدیق ایمان داروں کے ایمان کا استحکام مگر تعداد میں جو حکمت ہے اس کی بابت علماء کے چند اقوال ہیں۔

اول: پہلا قول یہ ہے کہ دوزخ غضب اور قہر الٰہی کا مظہر ہے اور تمام کارخانوں کے انجام دینے کے لیے روحانیات و ملائکہ متعین ہیں عرش کرسی سات آسمان چار عنصر آب آتش خاک ہوا اور تین موالید ثلاثہ حیوانات نباتات و جمادات اور پھر حیوانات میں سے انسان اشرف ہے اس کی بنیاد اور اجراء کاران تین لطیفوں پر ہے طبع کا محل اس کا جگر ہے قلب کہ فرحت و سرور اور حیات کے کارخانے اس سے متعلق ہیں اور دماغ کہ حس و ادراک اس سے متعلق ہے یہ سب انیس چیزیں ہوئیں۔ ان انیس چیزوں کے موکلات ملائکہ ہیں عذاب دوزخ کے سرانجام دینے کو بھی وہی انیس ملائکہ مؤکل ہوں گے ان میں جو مؤکل عرش ہے وہ مالک ہوگا اس کو وہاں کے کارخانے کا بادشاہ سمجھنا چاہیے اور کرسی کا فرشتہ اس کا دیوان اور اسی طرح ہر آسمان کا فرشتہ ایک ایک خدمت پر متعین ہوگا اور اسی طرح عناصر کے فرشتے اپنے اپنے موافق سرانجام دیں گے معدنیات کا فرشتہ لوہے کی زنجیریں ڈالے گا۔ نباتات کا زقوم کا درخت کھانے کو دے گا۔ حیوانات کا سانپ و بچھو کو ڈسنے کے لیے متعین کرے گا، طبع کا موکل پیاس بھوک دے گا الجوع الجوع اور العطش العطش کریں گے۔ قلب کا فرشتہ خوف و غم اور بے حد رنج دے گا، دماغ کا فرشتہ جو عقل کا محل ہے ان کو ان کی گزشتہ خطاؤں پر متنبہ کرے گا اور ان کے خیالات فاسدہ و تخیلات باطلہ کی کہ جس میں وہ گرفتار تھے قلعی کھولے گا جس پر حسرت اور افسوس پر افسوس ہوگا۔

دوسرا قول اربابِ حکمت کا قول ہے کہ نفسِ انسانیہ کا خراب اور درست ہونا اس کے قویٰ کی خرابی و اصلاح پر موقوف ہے اگر اس کے قویٰ نیک اور عمدہ باتوں میں صرف ہوتے ہیں تو نفس ناطقہ کمال کو پہنچتا ہے اور بعد مفارقت بدن اس کمال کے سبب سے عالم قدس میں آرام پاتا ہے اور اگر برے کاموں میں صرف ہوئے ہیں تو اسفل چیزوں میں داخل ہو کر جہنم میں جاتا ہے کیونکہ اسفل اور خسیس چیزوں کا وہی مقام ہے اور انسان میں انیس قوتیں ہیں کیونکہ دس تو قویٰ حیوانیہ ہیں پانچ ظاہر یہ جن کو حواس خمسہ کہتے ہیں آنکھ ناک، دیکھنا، سونگھنا (یعنی) ٹٹولنا، سننا، چکھنا اور پانچ باطنیہ ہیں حس مشترک وغیرہ اور سات قوائے طبعیہ ہیں جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ، دافعہ، غاذیہ، نامیہ، مولدہ اور دو قوتیں اور ہیں ایک قوت غضبیہ اور دوسری شہویہ سب انیس ہوئیں۔ پس جب منشا فساد انیس قوتیں تھیں تو انتقام کے گھر میں ہر ایک قوت کی ناشکری میں ایک فرشتہ عذاب کے لیے معین ہوگا تاکہ انیس قسم کا عذاب ہو اور ہر قوت کا برا مزہ چکھے دنیا کے عمدہ نظاروں کے بدلے ہیبت ناک چیزیں دیکھنی پڑیں مزید اراور پر شہوت نغمات کے بدلے میں رنج دہ باتیں سننی پڑیں علیٰ ہذا القیاس۔

دوزخ کے سات دروازے ہوں گے:۔۔۔۔**تیسرا قول:** علماء کلام کا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہوں گے ایک دروازہ پر کہ جس میں گنہگار مسلمان جائیں گے صرف ایک ہی فرشتہ نگران ہوگا اس لیے کہ اس نے تین باتوں میں سے صرف ایک بات ترک کی تھی اور وہ تین یہ ہیں اعتقاد بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان۔ اور باقی چھے دروازوں پر تین تین فرشتے ہوں گے ہر ایک فرشتہ ایک ایک بات کی پرسش کرے گا عذاب دینے کے لیے اس لیے انیس ہوئے۔

چوتھا قول: واعظوں کا ہے وہ کہتے ہیں دن رات کے چوبیس گھنٹے یا گھڑی یا ساعت ہوتی ہیں پنج گانہ نماز کی برکت سے پانچ گھنٹوں کو تو معاف کیا جائے گا باقی ہر ایک گھنٹے کے ضائع کرنے پر ایک فرشتہ عذاب کے لیے معین ہوگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی مصلحت وہی جانتا ہے۔

اس تعداد پر کفار مکہ مضحکہ کرتے تھے چنانچہ ابوالاسد نے قریش سے کہا کیا غم ہے قیامت کے دن دس کو دائیں کندھے سے پھینک دوں گا اور نو کو بائیں سے اور ہم نکل کر جنت میں سیدھے چلے جائیں گے اور ابوجہل نے کہا اے قریش تمہاری اس قدر جماعت ہے کیا ہم میں سے سو آدمی ایک کا بھی مقابلہ نہ کرسکیں گے۔

ان بیہودہ دماغوں کو دوزخ کے داروغوں کی حالت بیان کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا گیا وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً کہ ہم نے دوزخ پر اور کوئی معین نہیں کیے بلکہ فرشتے جن کی قوت کو بنی آدم کی قوت سے نسبت نہیں ایک فرشتہ لاکھوں کروڑوں کو کافی ہے اور نیز وہ غیر جنس ہیں رعایت مروت اور رحم بھی نہ کریں گے۔

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور ان کی تعداد انیس کافروں کے عذاب کے لیے ہم نے کی تاکہ انیس قسم کا عذاب کریں اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ کافر آزمائش میں پڑیں کم کی تعداد کو کم سمجھ کر تمسخر کریں اور کفر میں دلیر ہوں اور تقدیر الٰہی میں انکا گمراہ ہونا بھی ٹھہر چکا ہے۔

تعداد داروغہ کے بیان میں چار فوائد:......اس کے بعد ظاہر کرتا ہے کہ اس تعداد کے بیان کرنے میں چار فائدے ہیں۔

اول لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تاکہ اہل کتاب کو محمد ﷺ کی نبوت کا یقین کامل ہو اس لیے کہ وہ فرشتوں کی طاقت کے قائل تھے سدوم اور عمورہ لوط علیہ السلام کی بستیوں کو دو فرشتوں نے ہلاک کردیا تھا توریت سفر پیدائش باب ۱۹ میں یہ واقعہ موجود ہے اور اس کے علاوہ اور بہت واقعات ہیں جن سے فرشتوں کی طاقت معلوم ہوتی ہے۔

اور اس بات کے بھی اہل کتاب قائل تھے کہ جہنم میں کفار اور بت پرست ڈالے جائیں گے اس بات میں بھی اس آیت سے دار آخرت کے معاملہ میں ان کو وثوق و یقین ہونا ایک معقول بات ہے اس لیے کہ یہود میں دو فرقے تھے ایک قیامت اور وہاں کے عذاب وحشر برپا ہونے کا منکر تھا اور ان کو صدوقی کہتے تھے چنانچہ اس معاملہ میں انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی خاوند والی عورت کی بابت ایک سوال بھی کیا تھا کہ اگر قیامت برپا ہوئی تو وہ کس کو ملے گی۔ (انجیل متی باب ۲۲) اور ایک فریق قیامت کا قائل تھا یہ بیان ان کے اعتقاد اور دار آخرت اور وہاں کے ثواب وعذاب کو قوت دینے والا ہے اس لیے ان کو اس کے یقین کرنے میں کچھ تامل نہیں ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ آں حضرت ﷺ کی نبوت کا بھی خدا ترس اہل کتاب کو یقین کرنے کا موقع ہے جس نے ایک مختلف فیہ مسئلہ آخرت کا فیصلہ کردیا۔

دوم: وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا تاکہ ایمان داروں کا ایمان زیادہ ہوجائے یعنی اور بھی تقویت ہوجائے اس لیے کہ اب تک قرآن میں جہنم کی زیادہ تشریح نہ تھی اس سے ان کے اعتقاد میں اور بھی قوت ہوجائے گی اس لیے کہ اجمال کے بعد تفصیل علم اور یقین کو قوی کرنے والی بات ہے۔

سوم: وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ تاکہ اہل کتاب اور ایمان داروں کو آخرت کے بارے میں شک نہ ہو یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت میں شک نہ ہو ان کو شک نہ تھا مگر اور اہل شک پر اس میں تعریض ہے اس لیے یہ جملہ پہلے کی تاکید ہے۔

چہارم: وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا تاکہ جن کے دلوں میں شک ہے اور منکر ہیں یہ کہیں کہ اس مثل یعنی بیان سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ یعنی وہ اس میں نکتہ چینی کرکے اور زیادہ گمراہ ہوں۔

اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے بس اس کے لیے اسباب ہدایت پیدا کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے یا اسباب گمراہی پیدا کرتا ہے ہدایت و گمراہی اس کی طرف سے ہے یعنی جس طرح جہنم

اوراس کے کارکنوں کے بارے میں کسی کو سمجھ میں نہ آنے اور انکار کرنے سے گمراہی ہوئی ہر معاملہ میں اسی طرح کرتا ہے کسی کو اس بات کے سرسے مطلع کرتا ہے اوراس کے دل میں اس بات کی تہہ تک پہنچنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتی اس لیے شک اور تردد میں پڑ کر انکار و تمسخر سے پیش آتے ہیں یہی وہ ضلال مبین ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لشکر:...... پھر فرماتا ہے کہ انیس تو سردار ہیں باقی ہر ایک جس قدر تعدادِ کثیر تابع ہے وہ بے شمار ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وہ بے شمار لشکر تیرے رب کے ہیں جن کو ان سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ امام احمدؒ و ترمذیؒ و ابن ماجہؒ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آسمان چڑ چڑ بولتا ہے اوراسے بولنا چاہیے اس لیے کہ کوئی انگلی دھرنے کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو۔ عالم محسوس میں ٹڈیوں اور چیونٹیوں اور مچھر وغیرہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کی تعداد پر عقل حیرت میں آجاتی ہے پھر عالم روحانی کی وسعت اور وہاں کے رہنے والوں کی تعداد اس کے سوا اور کون جان سکتا ہے؟

جہنم انسان کے لیے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے:...... پھر فرماتا ہے وَمَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ کہ جہنم انسان کے لیے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے کہ اس کے حالات سن کر غضب اور قہر الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آجائیں، نہ یہ کہ سن کر انکار کریں اور تمسخر سے پیش آئیں بعض مفسرین کہتے ہیں مَاهِیَ کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے جو جہنم کی کیفیت بیان کر رہی ہے کہ یہ آیات بشر کے لیے پند و نصیحت ہیں۔

فائدہ: اس سورت کے نازل ہونے کے وقت مکہ میں نہ اہل کتاب تھے نہ وہاں کوئی منافق تھا کہ جن کے دلوں میں شک کا مرض ہو پھر ان آیات میں اہل کتاب کا ذکر آنا تاکہ اہل کتاب یقین کریں اور ان کے اور ایمان داروں کے دلوں میں شک نہ پیدا ہو اور اسی طرح منافقوں کا ذکر آنا کہ جن کے دلوں میں شک ہے اور کفار یہ کہیں کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو اس کے اس بیان سے کہ جہنم پر انیس فرشتے ہیں کیا مراد ہے؟ ایک بے موقع ذکر معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ دین مکہ ہی کے پہاڑوں میں بند نہ رہے گا بلکہ دنیا میں پھیلے گا اور یہ بھی معلوم تھا کہ نبی علیہ السلام مدینہ میں تشریف لے جائیں گے وہاں منافق بھی ہوں گے اور اہل کتاب بھی اور وہ اس سورتِ مبارکہ سے بھی مطلع ہوں گے اس لیے ان کا ذکر بطورِ پیش گوئی کے آگیا اور یہ آنحضرت ﷺ کا اعجاز ہے اگر آپ ﷺ کو من جانب اللہ اس دین اور وحی کے دنیا میں پھیلنے کا کامل وثوق نہیں دلایا گیا تھا تو آپ اس حالت میں کہ مکہ میں بھی آپ کو امن نہ تھا اور وہیں کے شرکشوں کو زیر کرنا مشکل ہو رہا تھا کس طرح سے معلوم ہو گیا تھا کہ اہل کتاب اور منافقوں تک بھی اس کی نوبت پہنچے گی؟ خصوصاً فریبی اور متنفی آدمی تو کبھی بھی ایسی حالت میں اپنی کامیابی پر بھروسہ نہیں کرسکتا اور نہ وہ ایسی باتیں کہہ سکتا ہے کہ جن پر اس کا تمسخر ہو اور لوگ اس کے درپے ہو جائیں عقل سلیم ہرگز ہرگز باور نہیں کرسکتی۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾
نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا
ع ١٦ كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ
نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ
بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:……نہیں نہیں قسم ہے چاند کی ﴿۳۲﴾ اور رات کی جب کہ ڈھلے ﴿۳۳﴾ اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہو جائے ﴿۳۴﴾ البتہ دوزخ ایک بڑی چیزوں میں سے ہے ﴿۳۵﴾ انسان کے ڈرانے کو ﴿۳۶﴾ تم میں سے ہر ایک کے لیے خواہ کوئی اس کے آگے آئے یا پیچھے ہٹے ﴿۳۷﴾ ہر شخص اپنے اعمال کے سبب گروی ہے ﴿۳۸﴾ مگر دائیں طرف والے ﴿۳۹﴾ کہ وہ باغوں میں ﴿۴۰﴾ گناہ گاروں سے پوچھیں گے ﴿۴۱﴾ کہ تم کو کیا چیز دوزخ میں لائی ﴿۴۲﴾ وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے ﴿۴۳﴾ اور نہ فقیروں کو کھانا کھلایا کرتے تھے ﴿۴۴﴾ اور باتیں بنانے والوں کے ساتھ ہم بھی باتیں بنایا کرتے تھے ﴿۴۵﴾ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿۴۶﴾ یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہنچی ﴿۴۷﴾ پھر ان کو کسی سفارش کرنے والے کی سفارش فائدہ نہ دے گی ﴿۴۸﴾۔

ترکیب:…… کلا ردع لقول الکفار انا نقدر علی مقاومۃ خزنۃ النار و القمر الواو للقسم۔ انہا۔ الخ ھذا الکلام جواب القسم و الضمیر الی سقر او تعلیل لکلا و القسم معترض لتاکید الکبر فی الکشاف انہا جمع کبرٰی جعلت الف التانیث کتاء التانیث فکما جمعت فعلۃ علی فعل جمعت فعلی علیہا۔ نذیرا بالنصب حال من الضمیر فی انہا قالہ الزجاج و قال الکسائی انہ حال من قولہ قم حال کونہ نذیر اللبشر و قال الفراء مصدر بمعنی الانذار منصوب بفعل مقدر و قیل تمیز لاحدی لتضمنہا معنی التعظیم و قیل مفعول لہ ای لاجل انذار البشر و قریٔ بالرفع لانہ خبر بعد و بحذف المبتدء لمن شاء بدل من قولہ للبشر و التقدیر انہا نذیر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر و نظیر قولہ للہ علی الناس حج البیت من استطاع و قیل ان یتقدم فی محل الرفع بالابتداء و لمن شاء خبرہ مقدم علیہ کقولک لمن توضا ان یصلی و المعنی التقدم و التاخر مطلقان لمن شاء ھما منکم۔ رھینۃ اسم بمعنی الرھن کالشتیمۃ بمعنی الشتم و لیست بصفۃ الرھینۃ النفس لان وزنہا فعیل یستوی فیہ المذکر و المؤنث فلو کانت صفۃ لقیل رھین۔ الا اصحاب الیمین الاستثناء متصل لان المستثنی المؤمنون الخالصون من الذنوب۔ فی جنٰت فی محل الرفع علی انہ مبتدء محذوف ای ھم۔ فی جنات و الجملۃ مستانفۃ او حال من اصحاب الیمین و یمکن ان یکون ظرفا لقولہ یتسائلون حتی غایۃ لامور اربعۃ لم نک... الخ۔

تفسیر:…… کفار کی بے ہودہ باتوں کو رد کر کے اب اور دوسرے قسم کے دلائل قیامت برپا ہونے اور دنیا میں نبی بھیجنے پر قائم کرتا ہے اور ایک عجیب موثر بیان سے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کھینچتا ہے اور الفاظ کے اندرونی پہلو میں جہنم میں انیس فرشتوں کے ہونے کا سر بھی روز مرہ معاملات سے بتاتا ہے ان چند آیات میں مسئلہ حشر اور وہاں کی کیفیت اور دخول نار کے اسباب اور مسئلہ نبوت اور دنیا کی ابتداء اور انتہاء اور انسان کا انجام کار جو اس کے اس دنیا میں آنے کا نتیجہ ہے اور سعادت و شقاوت کے اسباب کن مختصر الفاظ میں بیان فرمائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور ضمناً مذاہب باطلہ کا رد بھی ہے۔

قیامت ضرور برپا ہوگی:…… فقال کلّا نہیں نہیں ضرور قیامت برپا ہوگی اور ضرور جہنم کے اوپر انیس فرشتے مقرر ہیں اور تمہارا روز

کام نہ آئے گا اور جو کہتے ہو نبی کی کیا حاجت؟ بھیجنا بے کار ہے نہیں نہیں! اس کی بہت ضرورت ہے اب ان باتوں کے ثبوت میں چند چیزوں کی قسم کھا کر بیان کرنا عرب کے لیے کافی تھا اس لیے کہ وہ قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولتے تھے اور اس کو مصیبت آنے کا سبب ❶ تصور کرتے تھے اس لیے فرماتا ہے۔

چاند، رات اور صبح کی قسم: ...... وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ چاند کی قسم اور رات کی قسم جب کہ وہ ڈھلے اور صبح کی قسم جب کہ وہ روشن ہو جائے البتہ وہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں کی ایک چیز ہے کچھ ایسی ویسی بات نہیں جس کو تم ہلکا سمجھ رہے ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جواب قسم محذوف ہو اس لیے کہ وہی جواب قسم ہے جس کی بابت مخاطبین سے ردوبدل ہو رہی ہے اس قرینہ سے اس کو حذف کرنا عین بلاغت ہے اور اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ان تینوں چیزوں کی بابت ہے کہ جن کی قسم کھائی ہے یعنی ہم ان چیزوں کی اس لیے قسم کھاتے ہیں کہ یہ بڑی چیزوں میں سے ہیں اور نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ بھی ان تینوں چیزوں کی یہ نسبت کہنا ان کے واقعی حال کو بیان کرنا ہے یا یہ کہ ہم ان کی قسم انسان کے متنبہ کرنے کو کھاتے ہیں یا یہ معنی کہ محمد ﷺ کو انسان کے متنبہ کرنے کو بھیجا ہے یا یہ کہ قیامت کا واقعہ انسان کو ڈرانے اور ہوشیار کرنے کو بیان کیا ہے۔

عرب کے یقین دلانے کو تو صرف ان چیزوں میں قیامت اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ثبوت ہے گویا یہ دونوں اشیاء ان دونوں مسئلوں کے لیے دلائل ہیں، ذرا ان کے حالات میں غور کرے تو خود بخود قیامت کا برپا ہونا آں حضرت ﷺ کا نبی مرسل ہونا ثابت ہو جائے اب اختیار ہے کہ ان کے حالات کو قضایا بنا کر نتیجہ نکالا جائے یا یوں ہی طبیعت صافیہ سمجھا جائے۔

یہ تینوں چیزیں وجود قیامت پر اس لیے دلیل ہیں۔

چاند اس لیے کہ اس کے نور کا گھٹنا بڑھنا اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے اور یہ نمونہ ہے دنیا کو آباد کر کے بگاڑنے اور پھر دوسری بار زندہ کرنے کا۔ چاند رفتہ رفتہ روشنی زیادہ دیتا جاتا ہے آخر جب کامل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد سے نقصان (کمی) شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ بالکل غائب ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر چاند نمودار ہوتا ہے اور اگلے مہینے روشنی کا نیا نقش جماتا ہے اسی طرح دنیا نے تدریجاً ترقی کی اور کرتی جارہی ہے جب پوری ترقی کر کے اس کی حد پر پہنچ جائے گی تو رفتہ رفتہ انحطاط شروع ہوگا خوب (اچھے) لوگ اور خوبیاں اٹھتی جائیں گی آخر ایک روز فنا ہو جائے گی اور اس تاریکی عدم کے بعد اس کو دوسری زندگانی کا نور بخشا جائے گا جو پھر فنا نہ ہوگا اور اس لیے بھی چاند قیامت کی نشانی ہے کہ قیامت کے قریب اس کا شق ہونا پہلی کتابوں میں مذکور ہے ❷ جیسا کہ فرمایا تعالیٰ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت پر چاند اس لیے دلیل ہے کہ یہ رات کو روشن کرتا ہے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بھی اندھیری ہو رہی تھی، اس حکیم نے اپنے فضل سے نبی آخر الزماں بھیجا جو تاریکی دور کرنے والا چاند ہے اور وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ میں تو صاف صاف ایما ہے کہ رات کی اندھیریاں پیٹھ پھیر کر چلیں ظلمت کا زمانہ رخصت ہوتا چلا ہے اور صبح ہدایت روشن ہوتی جاتی ہے اور اسی لیے حضرت کو کہیں چراغ روشن سے کہیں چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ایام جاہلیت کو رات سے۔

اور قیامت کی طرف اس لیے اشارہ ہے کہ دنیا مع اپنے چاند ستاروں کے تمام ہوا چاہتی ہے اِذْ اَدْبَرَ اس کا وجود چند روزہ ہے اور یہاں کی ہستی کدورتوں اور خلش سے صافی ہے اس لیے اس کو رات سے تشبیہ ہے آنحضرت ﷺ کی بعثت اس کی صبح ہے اخیر زمانہ اور

---

❶ کہ وہ اور کہ کوئی معشوق کے سر کی کوئی ماں کی قسم کھاتا ہے کوئی مخدوم و معزز کی ۱۲ منہ۔ ❷ ...... کتاب یسعیاہ و میکہ کے باب ۲۴ درس ۲۳ میں ہے اور چاند مضطرب ہو جائے گا اور سورج شرمندہ جس وقت رب الافواج کوہ صیہون اور یروشلم پر اپنے بزرگوں کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کرے گا ۱۲ منہ۔

تنویر کے لحاظ سے اب اس کے بعد آفتاب برآمد ہونے والا ہے جس سے دارِ آخرت اور اس ابدی جہان کی طرف اشارہ ہے وہاں ہر ایک کو اصلی روشنی میں اپنے نیک اور بد کی اور علم و جہل کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

یہ جہاں رات ہے اس میں جو کچھ نور ہے تو وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہدایت و ارشاد کا نور ہے حق و باطل میں امتیاز کرنے کو اسی قدر روشنی کافی ہے کہ جس قدر چاند سے رات میں پیدا ہوتی ہے مگر انکشاف کلی قیامت کے دن ہی میں ہوگا جس کی صبح نمودار ہو چلی اس لیے فرماتا ہے اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ یہ ایک بڑی بات ہے نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ بشر کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والی ہے جاگو جاگو اے لذات و شہوات کے متوالو! خدا کی طرف سے بیدار کرنے والا پکار رہا ہے مگر جاگے کون؟ وہی جو بشر ہو، مگر جو بشریت سے خارج ہو کر حیوانیت میں داخل ہو گیا ہو جس کو رات دن کھانے پینے سونے جماع کرنے یا باہم لڑنے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا جاگے گا؟

اصحاب الیمین ماخوذ نہیں: ......فرماتا ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ اب جو چاہے تم میں سے آگے آئے سعادت کے راستے میں بڑھ کر قدم رکھے جو چاہے پیچھے ہٹے اور جہنم کے عمیق گڑھے میں جا گرے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ مگر جو پیچھے ہٹے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں دارِ آخرت کی دارو گیر سے آزاد ہو جاؤں گا میرے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی اس لیے کہ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر شخص امیر غریب شریف و وضیع اپنے اعمال میں گروی ہے چھٹکارا نہیں الا اصحٰب الیمین مگر داہنے والے ماخوذ نہیں۔

تعیین اصحاب الیمین: ......داہنے والوں سے مراد وہ گروہ ہے جو قیامت کو تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑا ہوگا اور ان کو ان کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور روزِ میثاق بھی وہ دائیں طرف تھے اور یمین۔ یُمن سے ماخوذ ہے جس کے معنی برکت اور بہتری کے ہیں یعنی اہل خیر ایمان دار نیکوکار، وہ اپنے اعمال میں ماخوذ نہ ہوں گے اس لیے کہ ان کے اعمال قابل مواخذہ ہی نہیں۔

وہ اصحاب الیمین اس روزِ روشن میں کہ جس کی صبح نمودار ہونے والی ہے کہاں رہیں گے فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں جہاں اپنے اعمال و ایمان کے پھل کھائیں گے اور یہ ان کی اس گرمی و محنت کا نتیجہ ہے جو خرابہ دنیا میں انھوں نے اٹھائی تھیں۔

اہل جنت کا اہل دوزخ سے سوال: ...... يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ گنہگاروں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا (فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ کا ظرف بھی ہو سکتا ہے کہ ان باغوں میں رہ کر ان مجرموں سے پوچھیں گے) اس عالم میں اہل جنت کو اہل نار دکھائی دیں گے کیونکہ حجابِ جسمانی جو قرب و بعد کی رؤیت میں فرق پیدا کرتا تھا اٹھ جائے گا۔

دوزخی ان کو جواب دیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ کہ ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اہل صلوٰۃ کی جماعت میں نہ تھے وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ اور نہ فقیروں محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے یعنی نہ بدنی و روحانی عبادت کرتے تھے اور نہ مالی عبادت کرتے تھے، نماز بدنی و روحانی عبادت ہے، کھانا کھلانا مالی۔ اہل دنیا کے نزدیک بدنی خدمت مالی خدمت سے آسان تر ہے اس لیے اول نماز نہ پڑھنا ذکر کیا بعد میں کھانا نہ دینا یہ دونوں کام قوتِ عملیہ کی تکمیل کے رکن ہیں اس لیے کہ تعظیم امر اللہ جو نماز میں ہے اور شفقت بر خلق خدا جو خیرات میں ہے، تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک عمدہ کام ہیں۔

دو کام قوت نظریہ کے فاسد کرنے والے: ......اس کے بعد دو کام قوت نظریہ کے باطل کرنے والے اور بتائے وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ اور خدا اور رسول کی باتوں میں اور غوطہ لگانے والوں کے ساتھ ہم بھی غوطے لگاتے تھے۔ غوطہ لگانے سے مراد باتیں چھانٹنا انکار

کرنا شک وشبہات پیدا کرنا، وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم روزِ جزا کو بھی جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے کہ قیامت نہ ہوگی انکی وہاں کی کیا خبر کون دیکھ کر آیا ہے اب تو مزے کرلو یہ دونوں باتیں قوتِ نظریہ کو خراب کرنے والی بہت کچھ تھیں اعمال نیک بھی نہ کیے ایمان بھی نہ لائے تھے اور یہ بات کب تک رہی حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۞ یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی اور مر گئے کسی سمجھانے والے کی بات کو نہ مانا اپنی جہالت پر اڑے رہے۔

موت کو یقین اس لیے کہتے ہیں:..... کہ اس کی بابت دنیا میں کسی کو بھی شک نہیں، ملحد، خدا پرست، عالم، جاہل بدکار نیک سب اس کے قائل ہیں اور یہ بھی ہے کہ مرنے کے وقت پردہ جو اس جہان اور اس جہان میں پڑا ہوا ہے اٹھ جاتا ہے پھر وہاں کی ہر بات دکھائی دینے لگتی ہے یقین آجاتا ہے مگر کیا فائدہ؟ ایمان وعمل کا وقت جاتا رہا اس لیے خود ہی فرماتا ہے۔

سفارشیں کام نہ آئیں گی:..... فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ کہ اس روز سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ آئے گی۔ اس لیے کہ شفاعت ایمان واعمال صالحہ کرتے ہیں وہ ان کے پاس ہیں نہیں یا حضرات انبیاء واولیاء کرام کرتے ہیں ان سے بے زاری پیدا کرلی تھی وہ ان سے بے زار تھے۔ ان آیات کا انجام بتایا گیا اور یہ بھی بتلا دیا گیا کہ دارِ آخرت میں کارآمد یہ باتیں ہیں نماز، خیرات، ایمان، اطاعتِ خدا اور سول اور ان کے برخلاف کرنے سے سقر میں داخلہ یقینی ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ۝٤٩ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ۝٥٠ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۝٥١ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً۝٥٢ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ۝٥٣ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ۝٥٤ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۝٥٥ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۝٥٦ ع

ترجمہ:..... پھر ان کو کیا ہو گیا جو نصیحت سے منہ موڑ لیتے ہیں۝٤٩ گویا کہ وہ گدھے ہیں۝٥٠ جو شیر سے بدک کر بھاگ رہے ہیں۝٥١ بلکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ ان کو کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں۝٥٢ نہیں نہیں بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۝٥٣ نہیں نہیں یہ قرآن ایک نصیحت ہے۝٥٤ پھر جو چاہے اس کو یاد رکھے۝٥٥ اور کوئی بھی یاد نہیں رکھ سکتا مگر جب کہ اللہ ہی چاہے وہی ہے کہ جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی بخشنے والا ہے۝٥٦۔

ترکیب:..... معرضین حال من الضمير فی متعلق الجار و المجرور ۔فما مبتدأ۔ لهم خبره ۔ كانهم الجملة حال من الضمير فی معرضين علی التداخل۔ مستنفرة قرأ الجمهور بالكسر يقال نفروا و استنفروا مثل سخر و استسخر و عجب و استعجب و قرئ بالفتح قال ابو علی الفارسی الكسرة الاولی۔ فرت... الخ حال بتقدير قد۔ و القسورة عند الاكثر اسد فعولة من القسر و هو القهر و الغلبة سمی بذلک لانه يقهر السباع و قيل جماعة الرماة قال الازهری اسم جمع للرماة لا واحد له من جنسه و قيل ذكر الناس و اصواتهم و قيل ظلمة اليل بل يريد عطف علی مقدر يقتضيه المقام كانه قيل لا يكتفون بتلک التذكرة بل يريد... الخ ۔ كلا بل لا يخافون اضراب انتقالی لبيان هذا التنعة و قيل كلا بمعنی حقا كلا ردع لهم عن اعراضهم عن التذكرة و الضمير فی انه و ذكره للتذكرة و المصدر ذو التاء يذكر و يؤنث۔

تفسیر:......جب قیامت کے مصائب کا یہ حال ہے کہ کسی کی سفارش کفار کو کام نہ آئے گی اور وہ دن آنے والا ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ تو ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے جو اس روز کے لیے کارآمد نصیحتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور منہ بھی کس طرح پھیرتے اور بھاگتے ہیں۔

اعراض کرنے والوں کی مثال گدھے کی سی ہے:...... كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جنگل میں شیر کو دیکھ کر یا آواز وشور وغل سن کر بدک کر بھاگتے ہیں۔ نفع ونقصان کچھ نہیں دیکھتے نہ سوچتے ہیں۔

نصیحت وبھلائی سے منہ پھیرنا کبھی کم فہمی اور بے عقلی سے ہوتا ہے کہ اس کے فوائد اس کی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ کم عمر بچے تحصیل علم سے بھاگتے ہیں اور کبھی طبعی نفرت سے ہوتا ہے باوجودیکہ فوائد معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیمار دوا پینے سے اعراض کرتا ہے اور کبھی کسی وہم اور خیالی اندیشہ سے جیسا کہ فصد سے کہ اس میں وہم ہوتا ہے کہ مر نہ جاؤں اور کبھی عادات ورسوم کی پابندی اور خسیس لذات اور الفت امر ناقابل سے ہوتا ہے جس لیے اس کے خلاف کسی کی نصیحت سننا نہیں چاہتا جیسا کہ عوام جہال اپنے مالوفات اور رسوم بد کے خلاف سننا گوارہ نہیں کرتے اور فساق وفجار کی ناپاک خواہش ان کی عقل پر غالب آجاتی ہے وہ شراب زنا لواطت یا اور برے کام نہیں چھوڑتے ان چاروں صورتوں میں عقل سلیم مغلوب ہو جاتی ہے اس لیے ان کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دینا اور ناصح مشفق کو شیر سے جس کی نصیحت کو اپنی قوت متوہمہ کے سبب مضر اور خطرناک جانتا ہے بہت ٹھیک تشبیہ ہے۔

کفار کی درخواستیں:......ایک پانچویں صورت اور بھی اعراض کی ہے کہ اس کا تکبر اور غرور نہیں رخصت دیتا کہ کسی اور سے مستفید ہو، حالانکہ اس کی بھلائی سمجھتا ہے اس لیے فرماتا ہے بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً بلکہ اس لیے بھی نہیں مانتے کہ ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ اس پر آسمان سے بند وملفوف نہیں بلکہ فرامین شاہانہ کے طور پر کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدا پاک سے ہم کلام اور مخاطب ہونے کی ہوس رکھتا ہے جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں کہ نبی کی ضرورت نہیں ہر ایک کا واسطہ اس کے رب سے کافی ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہم آپ کو جب مانیں گے کہ ہر ایک کے پاس آسمان سے ایک فرمان آئے جس میں لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے تو محمد کا کہنا مان۔ یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی ہے کہ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ فرماتا ہے كَلَّا یہ ہرگز نہ ہوگا اس لیے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونے کی قابلیت نہیں کیونکہ نفوس انسانیہ کے درجات متفاوت ہیں بعض کو عالم علوی سے مناسبت ہے اور بعض کو نہیں دنیاوی کاروبار میں ایک عمدہ کام کی ہر ایک صلاحیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ عالم ملکوت کے اسرار پر مطلع ہونے کی رکھے۔

قرآن ایک نصیحت ہے:......یہ تو ان کی خرمستی کی باتیں ہیں بلکہ بات یہ ہے بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ کہ وہ آخرت کے معاملات میں نہیں ڈرتے اس لیے کہ ان کا ان باتوں پر ایمان نہیں اگر ان کو کچھ بھی ان پیش آنے والی مصیبتوں کا خوف واندیشہ ہوتا جیسا کہ دنیاوی امور میں ہوتا ہے اور اس کی چارہ جوئی کے لیے ہر ایک کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تو ضرور ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دفعیہ کی تدبیر پوچھتے۔

پھر اعادہ کرتا ہے كَلَّا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہرگز نہ ہوگا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ یہ قرآن ایک نصیحت ہے فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ جو چاہے اس کو یاد کرے نصیحت سے مستفید ہو اس لیے کہ اس کا اسی کو نفع ہے اور چاہے نہ مانے جہنم میں جائے۔

تقویٰ مغفرت کا سبب ہے:......مگر وَمَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اس کو یاد بھی وہی کرتے ہیں جن کو یاد کرانا اللہ چاہتا ہے اس لیے کہ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۝ وہی متقی بناتا ہے اور وہی متقی بنا کر بخش دیتا ہے یا یوں کہو وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے تمام نفع ونقصان کی ڈوریاں اس کے ہاتھ میں ہیں پھر جب اس سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے وہی بخشنے کے قابل ہے، اس کے ڈر کے ساتھ بخشش لگی ہوئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے **انا اهل ان اتقی فلا یجعل معی اله فمن اتقانی فلم یجعل معی الٰها فانا اهل ان اغفر له** (رواہ واحمد والدارمی والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والبزار وابویعلی) کہ میں اس قابل ہوں کہ مجھ سے ڈرے پس میرے ساتھ کوئی شریک نہ بنایا جائے پھر جو مجھ سے ڈرے گا میرے ساتھ اور معبود نہ ٹھہرائے گا تب میں اس کو بخش دوں گا۔ (اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ ونسائی وغیرہ محدثوں نے نقل کیا ہے)۔

یعنی یہاں تقویٰ سے اعلیٰ مرتبہ نہیں کہ جس میں تمام صغار وکبائر (گناہوں) سے مجتنب رہنا (بچنا) شرط ہو اس لیے کہ اول تو ہر ایک بندہ سے اس قسم کا تقویٰ مشکل ہے ای عبد لک لا الما۝۔

دوم ایسا تقویٰ کرنے والے پر مواخذہ ہی نہیں بلکہ شرک سے بچنا مراد ہے اور اس سے وہ اس کے دربار میں راہ پانے کے قابل ہو جاتا ہے اس کے بعد اور باقی گناہوں پر اسی کی طرف رجوع کرنے سے مغفرت ہے یعنی وہ اگر مشرک نہیں تو قابل مغفرت ہے۔

سورت کی ابتداء میں تھا کہ اے مدثر کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا، اخیر میں کلام کو تمام اس پر کیا کہ اس سے ہی ڈرنا چاہیے اور انجام کار تیری نصیحت کا تقویٰ ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا ہے اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے حاصل یہ کہ تو خلعتِ نبوت پہن کر چپ نہ رہ بلکہ متقی بنانے میں کوشش کر اور متقیوں کے لیے میری بخشش تیار ہے۔ ابتداء وانتہاء کلام میں ایسی مناسبت رکھنا کمالِ بلاغت ہے۔

۝......کون سا بندہ ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا ۱۲ منہ۔

رُكُوْعَاتُهَا ٢ ﴿٧٥﴾ سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿٣١﴾ اٰيَاتُهَا ٤٠

سورۂ قیامہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿١﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿٢﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ
اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿٣﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ
لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿٥﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿٦﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿٧﴾ وَخَسَفَ
الْقَمَرُ ۙ﴿٨﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿٩﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿١٠﴾ كَلَّا
لَا وَزَرَ ؕ﴿١١﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ
وَاَخَّرَ ؕ﴿١٣﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿١٥﴾

ترجمہ:...... قسم ہے قیامت کے دن کی ① اور قسم ہے پشیمان ہونے والے شخص کی ② کیا آدمی سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے؟ ③ ہاں ہاں ہم اس کے جوڑوں کے ٹھیک کر دینے پر قادر ہیں ④ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کے سامنے ڈھٹائی کرے ⑤ پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن ⑥ پھر جب کہ نظر چندھیا جائے گی ⑦ اور چاند گہنا جائے گا ⑧ سورج اور چاند اکٹھے کیے جائیں گے ⑨ اس دن آدمی کہے گا کہاں ہے بھاگ کر جانے کی جگہ نہیں ⑩ کہیں پناہ نہیں ⑪ آپ کے رب ہی کی طرف اس دن ٹھکانا ہے ⑫ اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ کیا لایا اور کیا چھوڑ آیا ⑬ بلکہ ہر ایک انسان اپنے حال کو آدیکھ رہا ہے ⑭ پڑا بہانے کیا کرے ⑮۔

ترکیب :...... لا اقسم قیل لا زائدة کما زیدت فی قوله لئلا یعلم و قیل لیست بزائدة و حینئذ فی معناها وجهان احدهما انه نفی القسم بها لوضوح الامر و الثانی لارد لکلام مقدر لانهم قالوا انت مفتر۔ ایحسب الهمزة للاستفهام الانکاری۔ و ان مخففة من المثقلة و اسمها ضمیر الشأن محذوف و جواب القسم محذوف یدل علیه هذه الجملة ای لیجمعن العظام بلیٰ ایجاب لما بعد النفی المنسحب الیه الاستفهام و الوقف علیه حسن۔ و یبتدی الکلام بقوله قادرین و انتصابه علی الحال من الفاعل ای نجمعها قادرین و قیل المعنی بل نجمعها نقدر قادرین۔ بنان جمع او اسم جمع لبنانة۔ لیفجر اللام زائدة و ناصبه ان مقدرة ای ان یکذب امامه ظرف ای لیکفر فیما یستقبل۔ یسئل تفسیر لیفجر۔ ایان خبر مقدم۔ یوم القیامة مبتدأ مؤخر ثم بل یرید عطف علی ایحسب فیجوز ان یکون ایضا استفهاما و یجوز ان یکون ایجابا۔

یقول الانسان جواب اذا برق البصر۔ و جمع الشمس و القمر و لم یقل جمعت لان التانیث مجازی قالہ المبرد۔ الی ربک خبر و المبتدا المستقر۔ و یومئذ منصوب بفعل دل علیہ المستقر۔ الانسان مبتدا۔ بصیرۃ خبرہ و علی متعلقۃ بالخبر و التاء فی بصیرۃ للمبالغۃ کما فی العلامۃ و لو وصلیۃ معاذیرہ قال الواحدی المعاذیر جمع معذرۃ یقال معذرۃ و معاذر و معاذیر و قال صاحب الکشاف و المعاذیر لیس جمع معذرۃ و انما ہو اسم جمع لہا کالمناکیر فی المنکر و جمع المعذرۃ معاذر قال المبرد و الزجاج المعاذیر الستور و احدھا معذار۔

تفسیر: ...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جمہور اسی کے قائل ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس میں چالیس آیات ہیں اس میں سر سورت پر قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قیامہ ہوا۔

مناسبت: ...... اس کی مناسبت سورۂ مدثر سے یہ ہے کہ سورۂ مدثر میں قیامت کے ظاہری واقعات کی ابتداء مذکور تھی بقولہ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ اور انتہاء بھی بقولہ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ۔ وَكُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اور اس سورت میں قیامت کے باطنی واقعات کی ابتدا اور انتہاء مذکور ہے ابتدا یہ کہ عقل اس دن متحیر ہو جائے گی بقولہ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ . . . الخ اور انتہاء دیدار الٰہی یا اس سے محرومی کے بعد سیاہ روئی حسرت و ندامت ہے بقولہ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اور یہ بھی ہے کہ مدثر کے اخیر میں فرمایا تھا هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ کہ وہی ڈرنے اور بخشش کرنے کے قابل ہے یہ اس کی شان۔ ہے کہ اس سے خوف کیا جائے اور وہی معافی دیتا ہے مگر دنیا جو چند روزہ دار العمل ہے اس تقویٰ اور مغفرت کے آثار تو یہ ظاہر ہونے کی جگہ نہیں بلکہ ایک دوسرا جہاں ہے جو ابدی ہے اور اس کی ابتدا قیامت کے دن سے ہے اسی لیے قیامت کی قسم کھاتا ہے اور اس کے بعد نفس لوامہ کی بھی یعنی اچھے لوگوں کی جان کی بھی جو اپنے برے کاموں پر ملامت کرتے ہیں اور دراصل ایسے ہی لوگ متقی ہیں، یہ اس لیے کہ اس روز وہ لوگ مغفرت کے آثار دیکھیں گے۔

اور بھی الفاظ و معانی میں باہم مناسبتیں ہیں غور کرنے سے ظاہر ہو سکتی ہیں اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے عجیب ذہن صافیہ تھے کہ ترتیب سور کے وقت ان پر یہ مناسبات ظاہر تھیں۔

فقال: ...... لَاۤ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ کہ ہم قسم کھاتے ہیں قیامت اور نفس لوامہ کی کہ انسان اس روز اپنی تقصیرات پر حسرت کرے گا اور سخت نادم ہوگا۔ نَفْسِ اللَّوَّامَةِ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اچھے لوگ دنیا میں اپنی تقصیرات پر حسرت اور ندامت کرتے ہیں ① کیوں کہ ان کو چشم بصیرت ہے، برے بھلے میں امتیاز کرتے ہیں نفس کی خواہش سے کوئی تقصیر ہو جاتی ہے تو فوراً نادم بھی ہو جاتے ہیں ان کے اندھے جاہلوں کی طرح اس پر اڑتے نہیں اسی طرح یہ اندھے اس روز حسرت و ندامت کریں گے کیونکہ اس روزِ روشن میں ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ (فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ) اس روز روئیں گے دانت پیسیں گے مگر کیا فائدہ آج اگر روتے اور ندامت کرتے تو فائدہ تھا۔

نفوس انسانی اپنی استعداد و فیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہیں: ...... نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے اور وہی مدرک ہے اور وہی اصل انسان ہے اور یہ جسم اکتساب کمالات کے لیے اس کا آلہ یا ہتھیار یا اوزار ہے پھر نفوس انسانی اپنی استعداد و فیضان کے

① ...... وہ نیکی کر کے بھی ملامت کرتے ہیں کہ ہم کی اچھی طرح سے نہ کی اور بدی کر کے بھی اس لیے کہ کیوں کی، بدی کرنے کے بعد ان کے دل کو ایک سخت صدمہ ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

لحاظ سے کئی قسم پر ہیں۔

۱۔ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام کے نفوس قدسیہ مطمئنہ ہیں کہ ان کو حق سبحانہ کی قربت سے اطمینان حاصل ہوتا ہے (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)۔

۲۔ ان کے بعد صالحین ہیں ان کے قلوب کو بھی ذکرالٰہی سے اطمینان ہے مگر نہ اُتنا، اور ان میں اپنی تقصیرات پر ملامت کرنے کی صفت غالب ہے اس لیے ان کے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں (وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ)

بندہ ہماں بہ کہ تقصیر خویش ☆ عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزا وار خدا وند لیش ☆ کس نہ تواند کہ بجا آورد

۳۔ بدکاروں اور کافروں کا نفس امارہ ہے وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتا رہتا ہے، ہر وقت لذات وشہوات، حسد وبغض کینہ وانتقام کا حکم وہی دیتا ہے ندامت وملامت تو در کنار بلکہ وہ ان نالائق باتوں پر اصرار کیا کرتا ہے۔

نفس مطمئنہ کو قیامت کے ہول ناک واقعات سے بحکم وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ اطمینان ہی ہوگا اور امارہ سقر کا ایندھن ہیں البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف ورجاء میں اسی کو تعلق ہے اس لیے قیامت کی قسم کے بعد اس کی قسم کھانا اس کی خوبی اور قیامت کے روز فلاح مندی بتا کر اس کو تسلی دیتا ہے۔

تفسیر نفس لوّامہ: ...... بعض علماء فرماتے ہیں نفس لوامہ وہ نفس اور شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے برے کاموں پر اپنے تئیں ملامت کرے گا اس لیے وہ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ میں لا کو زائدہ نہیں کہتے بلکہ نفی کے لیے اور یوں معنی بیان کرتے ہیں کہ ہم قسم کھاتے ہیں قیامت کی اور نہیں قسم کھاتے نفس لوامہ کی اس لیے کہ وہ ناپاک اس قابل نہیں۔ کفار منکرین کے مقابلے میں کھانا بظاہر مصادرہ علی المطلوب تھا مگر قیامت کا آنا ان کے لیے دلائل سے ثابت کر دیا گیا تھا اور اس لیے اس کے بعد ان کے شک کو اور بھی رفع کرتا، ان کے دو قسم کے شبہات تھے۔

منکرین کے شبہات اور ان کا ازالہ: ...... اول: جہالت کی وجہ سے کہ وہ قیامت اور حساب کے نام لینے کو بھی مخل عیش سمجھتے تھے اول شبہ کو مان کر کے اس کا رد کرتا ہے فقال: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ کیا انسان (یعنی وہ انسان جو قیامت کے منکر ہیں) یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی بوسیدہ ہڈیوں کو پھر جمع نہ کر سکیں گے؟ مشرکین مکہ کا قیامت کے بطلان پر کسی دلیل وبرہان پر اعتماد نہ تھا، وہ اسی شبہ سے باطل کرتے تھے کہ ہم دیکھتے ہیں انسان مرجاتا ہے اس کی ہڈیاں اور گوشت پوست خاک میں مل جاتا ہے ہوا اڑا کر لے جاتی ہے سر کے ذرات ہو کر کہیں اڑ گئے، ہاتھ پاؤں کے ذرے ذرے ہو کر کہیں دور جا پڑے اب باردیگر یہ سب کیونکر جمع ہو سکتے ہیں اس لیے کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ یہ بات کب ہو سکتی ہے اور اسی استبعاد کو ایک شاعر جاہلیت نے بھی بیان کیا ہے۔

حیات ثم موت ثم نشر ☆ حدیث خرافۃ یاام عمرو

کہ جی کے مرنا پھر زندہ ہونا ایک لغو بات ہے اے ام عمرو! یہ اس شاعر کی بیوی یا معشوقہ ہے جس سے کلام کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے بَلٰى! ہاں کیوں نہیں ہم جمع کریں گے۔

ہم اس کی انگلیوں کے پورے کے درست کرنے پر قادر ہیں: ...... پھر فرماتا ہے قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ کہ ہم اس کی انگلیوں کے پورے کے درست کرنے پر قادر ہیں۔ انسان کے بدن میں سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر انگلیوں کی کھال تیار ہوتی ہے

یہ اس کی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور نیز یہاں گوشت اور چربی ہے اور اس کے اندر عروق و شرائین ہیں اور پھر اعصاب و رباطات و عضلات و مفاصل ہیں اور اسی لیے تمام بدن میں حکماء کے نزدیک اس کا مزاج بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ معتدل ہے اور گرمی سردی رطوبت یبوست کے دریافت کا مادہ زیادہ ہے پھر جب ان کو بار دیگر درست اور ٹھیک کر دینا فرمایا تو تمامی اعضاء کا بھی بار دگر ٹھیک کر دینا سمجھا گیا۔

آسمان اور زمین کی پیدائش اور انسان کا اول بار منی کے قطرے سے بننا وغیرہ ہزاروں اس کی قدرت کاملہ کے نمونے ان لوگوں نے دیکھے تھے اور سب دیکھتے ہیں پھر جو ایسا قادر اور حکیم ہے کہ جس نے اول بار اس کو ایسی چیزوں سے پیدا کر دیا وہ بار دگر بھی پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس بات کو عقول صافیہ اور اذہان سلیمہ کے حوالے کر دیا کہ وہ خود سمجھ سکتے ہیں اور یہی ایک بڑی قوی دلیل حشر کے برپا ہونے پر ہے اس لیے فرماتا ہے کہ یہ انکار و تعجب دراصل کچھ نہیں بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ۝ بلکہ اس انکار سے اس کی غرض یہی ہے کہ پہلے جو کچھ کیا تھا سو کیا تھا آئندہ بھی دل کھول بدکاری پر بدکاری کرے اس لیے کہ اب قیامت اور وہاں کی باز پرس کا کھٹکا تو اس نے اس انکار سے نکال ہی دیا اس فسق و فجور کا نشہ اس کو قیامت کا لفظ بھی منہ پر نہیں لانے دیتا اور نہ اس کے دلائل میں غور و فکر کی مہلت دیتا ہے اس لیے دلیر ہو کر پوچھتا ہے یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کہ کب ہے قیامت کا دن؟ یَسْـَٔلُ سے یہاں تک دوسرے شبہات کا رد ہے جو شہوات پر مبنی ہے۔

بعض مفسرین امامہ کی ضمیر اللہ کی طرف پھیرتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ قیامت کا انکار کر کے اللہ کے سامنے بدکرداری کرنا چاہتے ہیں جو پوچھتا ہے کہ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کہ کب ہے قیامت کا دن یہ انسان کی کمال بے شرمی اور بے حد دلیری ہے کہ اپنے مولیٰ کے روبرو گستاخانہ سوال کرتا ہے اس لیے کہ اس کو ڈرنا اور اپنے حال کی اصلاح کرنی چاہیے۔ کوئی طبیب حاذق خبر دے کہ یہ مرض تجھ کو لاحق ہے علاج کر ورنہ مرجائے گا پھر یہ بڑے جاہل کا کام ہے کہ اس سے پوچھے کہ کب اور کس تاریخ کو مر جاؤں گا؟۔

اس کے بعد قیامت کی علامات اور حالات بیان کرتا ہے جس کے سننے سے دل لرزتا ہے فقال:

آنکھیں چندھیا جائیں گی: ..... فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ کہ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔

علامات قیامت و احوال: ..... یہ اس روز کی تجلی نورانی سے ہوگا جب کہ تخت رب العالمین عدالت کے لیے فرشتے لا کر دھریں گے اس قہر و جبروت کی تجلی کو آنکھیں دیکھ نہ سکیں گی آفتاب کے سامنے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں پھر وہ تجلی تو اس سے لاکھوں درجے بڑھ کر ہوگی جس کے آگے بجلی کی چمک بھی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سورۂ زمر میں آیا ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قیامت صغریٰ یعنی موت کے وقت ہوگا جب کہ اس عالم ناسوتی پر پردہ پڑ جائے گا اور دوسرے عالم کا پردہ اٹھ جائے گا تو وہاں کے ہولناک حالات دیکھ کر کافر و فاسق کی آنکھیں حیرت و دہشت کے مارے اوپر چڑھ جائیں گی، وہ شہوت کا نشہ جس سے وہ انکار قیامت کرتا تھا اتر جائے گا، یہیں سے اس کا وقت شروع ہے اور ایمان دار نیک لوگوں کی آنکھیں عالم ملکوت کی تجلیات دیکھ کر خیرہ ہو جائیں گی اور اولیاء کرام و انبیاء عظام کی اس تجلی ذاتی سے جو عین وصال ہے یہ قیامت کی پہلی علامت ہے۔

چاند بے نور ہو جائے گا: ..... اس کے بعد دوسری علامت بیان فرماتا ہے وَخَسَفَ ❶ الْقَمَرُ کہ چاند گہنا جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا یہ قیامت کبریٰ کے قریب ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی موت کے وقت ہوگا اس لیے کہ قمر سے مراد عقل ہے اس وقت عقل ماری جائے گی۔

---

❶ ..... کتاب یسعیاہ کے باب ٢٤ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ چاند اور سورج خداوند کی عدالت کے روز بے نور ہو جائیں گے ١٢ منہ۔

چانداور سورج جمع کیے جائیں گے:......(تیسری علامت) وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ چانداور سورج جمع کیے جائیں گے یہ بھی قیامت کے وقت نفخ صور پر ہوگا کہ دونوں بے نور ہو کر کے عدم کے گڑھے میں ایک جگہ پھینک دیئے جائیں گے اور نفخ صور دوم پر نیا آسمان نئی زمین نئے چانداور سورج پیدا ہوں گے جوان کو بھی علاماتِ موت سے قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک قمر اور شمس کے جمع ہونے سے بطور کنایہ کے روح آفتاب اور قمر دل کا جمع ہونا مراد ہے کہ پھر اس دن دل پر اِدھر اُدھر کے خیالات طاری نہ ہوں گے بلکہ صرف روحانی یا ذات وصفات کا اجتماع مراد ہے، جو دارِ دنیا میں عوارض کے سبب اختلاف تھا ذات کا تقاضائے معرفت تھا، صفات شہوانیہ اور غضبیہ اس کو دور پھینکتے تھے اب یہ اختلاف نہ رہے گا۔

اس وقت آدمی کی عجب حالت ہوگی يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ اور انسان کہے گا آج بھاگ کر جانے کی کون سی جگہ ہے کہاں جاؤں جو اس مصیبت سے امن پاؤں، فرماتا ہے كَلَّا نہیں نہیں لَا وَزَرَ کوئی امن و پناہ کی جگہ اس دن نہ ہوگی جس نے آج پناہ کی جگہ پیدا نہیں کی اس کو اس دن نہ ملے گی۔ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ اس روز تیرے رب کے پاس ٹھہرنے کی جگہ ہوگی مشتاقانِ دیدار خود بخود آئیں گے اور اشرار و فجار کو بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے دربار میں لائیں گے پھر وہاں حساب وکتاب شروع ہوگا۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ اس روز آدمی کو بتا دیا جائے گا کہ اس نے کیا کام آج کے دن کے لیے آگے بھیجے تھے یعنی کیے تھے اور کیا نہیں کیے تھے یا قدم سے مراد نیک و بد کام ہیں جو اس نے کیے تھے اور اخر سے وہ نیک و بد باتیں ہیں جو دنیا میں پیچھے چھوڑ کر آیا کہ اس کے بعد نیک کاموں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے جیسا کہ بناء مساجد و مدارس و رسم نیک و بندگانِ خدا کی اصلاح وفلاح کی تدابیر، اسی طرح برے کاموں کا عذاب ملتا رہتا ہے رسم بد چھوڑ آیا تھا یا دنیا کو برباد کرنے والی بات قائم کر آیا تھا یا کسی میں جھگڑے و لڑائی کا بیج بو آیا تھا، یا قدم سے وہ اعمال مراد ہیں جو پہلے کیے جاتے ہیں اور اخر سے وہ جو ان کے بعد ظہور میں آتے ہیں فرماتا ہے بتلانے کی کوئی حاجت نہ ہوگی محض اکرام و الزام مقصود ہوگا ورنہ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ آدمی خود اپنے حال اور نیک و بد اعمال سے واقف ہوگا اور اب بھی منصف مزاج واقف ہو سکتے ہیں وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ پڑا حیلے بہانے بنایا کرے یا پڑا پردہ ان پر ڈالے اور چھپائے مگر کچھ بھی نہ چھپا سکے گا نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آئے گا، وہاں یہ حجتیں اور ابلہ فریب تقریریں کچھ کام نہ آئیں گی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ
الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾
تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾
وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ:......آپ (جبریل کے پڑھنے کے ساتھ) قرآن کے ساتھ ساتھ پڑھنے میں اپنی زبان نہ چلایا کریں ۱۶ کیونکہ قرآن کا جمع کرنا اور اس کا پڑھوا دینا ہمارا ذمہ ہے ۱۷ پھر تو آپ اس کو پڑھنے کو سنتے رہیں ۱۸ پھر اس کا بیان کر دینا ہمارا ذمہ ہے ۱۹ نہیں نہیں بلکہ تم تو (اے اہل مکہ) جلد آنے

والی (دنیا) کو پسند کرتے ہو۞۲۰ اور دیر میں آنے والی (آخرت) کو چھوڑتے ہو۞۲۱ اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ۞۲۲ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۞۲۳ اور بہت سے منہ اس دن اداس ہوں گے۞۲۴ خیال کرتے ہوں گے کہ ان پر کوئی کمر توڑنے والی مصیبت ڈالی جائے گی۞۲۵ نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہنچ جائے گی۞۲۶ اور لوگ کہتے پھریں گے کوئی جھاڑنے والا ہے؟۞۲۷ اور وہ سمجھ چکا ہوگا کہ اب تو جدائی ہے۞۲۸ اور ٹانگ سے ٹانگ (مرنے والے کی) لپٹی پڑی ہوگی۞۲۹ اس دن ان کے رب ہی کی طرف روانگی ہوگی۞۳۰۔

ترکیب:...... جمعه و قرانه اسم ان۔ علینا خبره قال الفراء القرائة و القران مصدر ان۔ فاذا شرط۔ قرانه ای اتممنا قرائه علیک۔ فاتبع جواب الشرط ای استمع قرائته و کررها و قیل اعمل به۔ کلا للردع عن العجلة و قیل کلا بمعنی حقا۔ وجوه مبتدأ و جاز الابتداء بالنكرة محصول الفائدة۔ ناضرة خبره۔ یومئذ الظرف للخبر ناضرة ناعمة حسنة یقال شجر ناضر ای حسن ناعم و نضارت العیش حسنه و قیل مضیئة مسفرة مشرقة۔ ناظرة خبر۔ الی ربها متعلق به۔ و قیل وجوه مبتدأ۔ و ناضرة صفة لوجوه و یومئذ ظرف لناضرة۔ و ناظرة خبر۔ تظن الجملة صفة۔ باسرة فی الصحاح بسر الرجل وجهه بسورا ای كلح و قیل متغیرة شدید العبوس و الباسل ابلغ من الباسر لكنه غلب فی الشجاع اذا اشتد كلوحه ❶ فاقرة داهیة تكسر القفار۔ اذا شرط۔ و الجواب الی ربک یومئذ المساق۔ التراقی جمع ترقوة و هی فعلوة لا تفعلة و هی عظم بین ثغرة النحر و العاتق یمینا و شمالا و لكل انسان ترقوتان و یكنی ببلوغ النفس التراقی عن قرب الموت و قیل هذا و ما بعده معطوف علی بلغت۔ من مبتدا۔ راق خبره اصله راق فعلل فهو اسم فاعل ❷ اما من رقی یرقی بالفتح فی الماضی و الكسر فی المضارع فهو من الرقیة ❸ و هی كلام معد للاستشفاء و اما من یرقی یرقی بالكسر فی الماضی و الفتح فی المضارع فهو من الرقی بمعنی الصعود منه اسراقی۔

تفسیر:...... پہلے ذکر تھا کہ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی خواہ دینی امور میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جو اس نے باوجود ایک دم پیدا کر سکنے کے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا کیا۔ کفار قیامت کے بارے میں جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کہ ایان یوم القیامۃ اسی طرح بمقتضائے بشریت آنحضرت ﷺ وحی کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے تھے کہ ادھر جبرائیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کیا ادھر اس کے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نہ جاؤں، اور نیز یہ شوق تھا کہ جلدی مطلع ہو کر لوگوں کو مطلع کروں۔

قرآن کا پڑھوانا اور جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے:

...... اس لیے قیامت کے بیان میں جملہ معترضہ کے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ سے لے کر ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۞۱۹ تک آنحضرت ﷺ کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور تلقیٔ وحی کا ادب و قاعدہ سکھایا اور تسلی کر دی کہ آپ کو بھولنے نہ دیں گے اور ہم خود اس کو لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور یہ جملہ معترضہ اس مسلسل بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کسی کو تعلیم کرتا ہو اور اس اثناء میں شاگرد ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اس کو بیچ میں ٹوک دے اور کہہ دے کہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو پھر کیا اس کے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہو سکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا معترض کی کم فہمی اور اسلوب بلاغت و طرز خطاب سے محض بے خبری کی دلیل ہے اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بے جا کا رد ہو اس لیے کہ وہ عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے تیرے اعمال ہم نے جمع کرنے اور تجھ کو سنوانے اور پڑھوانے کا ذمہ کیا ہے آخرت میں جو بعد میں آئے گی اور تم سامنے کی چیزوں کو بعد کی چیزوں پر ترجیح دیتے ہو۔

---

❶ ترش روئی۔ ۱۲ منہ۔ ❷ و قیل صیغة الماضی ۱۲ منہ۔ ❸ منتر جھاڑ ۱۲ منہ۔

شانِ نزول:..... بخاری و مسلم وغیرہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کے متعلق یوں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کو وحی کے وقت ایک گرانی معلوم ہوتی تھی اس لیے آپ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تا کہ بھول نہ جائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ کہ آپ قرآن سیکھنے میں جلدی کر کے زبان نہ ہلائیں بلکہ متوجہ ہو کر تمام وحی کو سن لیا کریں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون آیا ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ . . . الخ اس لیے کہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ کہ ہمارا ذمہ ہے اس کا تیرے دل میں جمع کرنا یہاں تک کہ آپ کے سینے سے کچھ بھی فراموش نہ ہوگا اور اس بات کا بھی ذمہ ہے قراٰنه کہ تیری زبان سے پڑھوا دیں یا یہ معنی کہ اس متفرق کلام کو جمع کر دیں سب ایک جا مجتمع ہو جائے گا تب قرآن بمعنی قرأت نہ ہوگا بلکہ بمعنی قرآن۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پھر جب ہم آپ کو جبرائیل کے ذریعے سے پڑھ کر سنا دیں تو فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ آپ اس کو چپ ہو کر سنیں یا یہ معنی کہ اس پر چلیں اور اس کے تابع ہوں اس کے موافق عمل کریں اور اسی پر موقوف نہیں بلکہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ پھر یہ بھی ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اس کو آپ سے بیان بھی کرا دیں گے یا یہ کہ آپ اس کے اشکالات اثناء وحی میں نہ پوچھیں بعد میں خود ہم آپ کو الہامی طور پر بتا دیں گے۔

فائدہ: اس جگہ علماء کا ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے وہ یہ کہ بوقت خطاب کسی مجمل بات کا بیان اگر بعد میں کر دیا جائے تو درست ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے بعض کہتے ہیں نہیں۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں ان آیات کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن جن کا ذکر چلا آتا ہے انسان کو اس کے اگلے پچھلے گناہ بتلاتے ہوئے اور اس کے عذاب کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ اپنی کتاب یعنی اعمال نامہ پڑھ پھر جب وہ پڑھنے لگے گا تو زبان لڑکھڑائے گی جلدی جلدی پڑھے گا تب حکم ہوگا کہ اس کے پڑھنے میں جلدی نہ کر اس لیے کہ اپنی حکمت سے یا اپنے وعدے کے موافق ہم نے ذمہ کر لیا ہے کہ تیرے اعمال جمع کریں اور تجھ سے پڑھوائیں یا تجھ کو سنوا دیں پھر جب سنائیں تو سن اور اس کے تابع ہو یعنی اقرار کر کہ پھر ہم اس عقوبت کی شرح اور اس کے اسرار بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر تمام کلام مسلسل ہے۔

فائدہ: خدا پاک نے وعدے کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا اس لیے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوا ہے اب سب ایک جا بترتیب موجود ہے اور آپ کے سینہ میں بھی جمع کرا دیا اور تمام قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپ کی برکت سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حافظ تھے اور بعدہ امت میں بھی اب تک لاکھوں حافظ ہیں جو ایک ایک حرف اور زبر و زیر پر حاوی ہیں یہ عہد آدم علیہ السلام سے اب تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہ کھلا ہوا معجزہ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھیں، کان ہوں سنے، دل ہو سمجھے۔

اس کے بعد قیامت اور اس کی نسبت انسانی طبیعت کا تعلق بیان فرما کر خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے فقال كَلَّا نہیں ہرگز نہیں جلدی نہ کر۔ مگر کیا کیا جائے انسان جلد باز ہے جس لیے تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اے بنی آدم! تم جلدی کی بات پسند کرتے ہو دیر اور بعد میں آنے والی چیز کو چھوڑتے ہو اس میں آنحضرت ﷺ کو بھی تنبیہ ہے اور نیز یہ بیان آخرت کی تمہید ہے اور سلسلہ وار کفار سے کلام بھی ہے کیونکہ وہ جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کب ہے قیامت کا دن؟ اس کے جواب میں یہ جملہ ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو ٹھہرو وہ دن بھی آتا ہے اور نیز انسان غفلت شعار کو اس کی ناعاقبت اندیشی پر ملامت ہے خصوصاً کفار کو جو عاجلہ کو یعنی دنیا اور اس کے عیش و نشاطِ فانی کو پسند کرتے ہیں اور ان پر فریفتہ ہو کر آخرت پیچھے آنے والی یعنی قیامت یا موت کو چھوڑ بیٹھے، اس کا سامان اور سرانجام کچھ نہیں کرتے، حال کا سبز باغ دیکھ کر آدمی فریفتہ ہو جاتا ہے، انجام نہیں سوچتا۔

مؤمنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے:...... اب لو اس آخرت کا کچھ حال سن لو جس کو دنیا پر فریفتہ ہو کر چھوڑے بیٹھے ہو وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۝ بہت سے منہ یعنی ایمان داروں نیکوں کے منہ جو دنیا میں آخرت کی تیاری میں رات دن معروف رہتے ہیں تازہ اور روشن ہوں گے فرحت اور سرور کی وجہ سے یا اس تجلی خاص سے کہ جس کا اثر بدنِ انسانی پر بھی نمایاں ہوگا اور دنیا میں بھی خدا پرست چہروں پر ایک خاص نورانیت ہوتی ہے اور وہی اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے یعنی دیدارِ الٰہی کی دولت سے سرفراز ہوں گے اور اس کی خوشی میں ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

دیدارِ الٰہی کی بحث:...... **فائدہ:** اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے دن اور بعدہ بہشت میں بھی ایمان داروں نیک بختوں کو دیدارِ الٰہی ہوگا۔ بخاری و مسلم و ابن شیبہ اور عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر وغیرہ محدثین نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تم اسی طرح قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے۔ ابن کثیر کہتے ہیں بحمد اللہ یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں متفق علیہ تھا اور تابعین اور ان کے بعد ائمہ اسلام میں بھی سب کا اتفاق ہے۔

شیعہ و معتزلہ کہتے ہیں عیاناً دیکھنا جسمانی چیزوں کے لیے ہوتا ہے اور وہ جسمانیت سے پاک ہے اس لیے عیاناً دیکھنا محال ہے، آیت کے معنی سے بھی بات ثابت نہیں ہوتی کس لیے نظر اور چیز ہے جو آیت میں آئی ہے اور رؤیت دیکھنا اور چیز ہے نظر دیکھنے کا آلہ ہے جیسا کہ کان سننے کا، یہ ممکن ہے کہ نظر کریں اور وہ چیز دکھائی نہ دے اور سننا چاہیں سنائی نہ دے خصوصاً نظر کے بعد الی کا لفظ کلام عرب میں انتظار اور توقع کے معنی دیتا ہے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اپنے رب کی توقع کرتے ہوں گے اس لیے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ صاف آ گیا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کہ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور وہ لطیف وخبیر ہے ممکنات میں سے لطیف چیزیں دکھائی نہیں دے سکتیں جیسا کہ ملائکہ وجن اور ہوا پھر وہ تو سب سے زیادہ لطیف ہے ان آنکھوں سے کیوں کر دکھائی دے سکتا ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ نظر رؤیت کے معنی میں بہت مستعمل ہے اشعارِ عرب اور آیاتِ قرآنیہ اس پر دال ہیں اور الی کے ساتھ بھی دیکھنے میں مستعمل ہے، اور آیت لاتدرکه الابصار میں ان جسمانی آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے جو عالم ناسوتی میں مکدرات کے دیکھنے کے لیے مخصوص ہیں نہ کہ عالم آخرت میں جہاں اور آنکھیں عطا ہوں گی اور نیز نفی ادراک کی ہے جو ہر طرف سے گھیر لینے کو کہتے ہیں نہ کہ دیکھنے کی۔

طرفین کے دلائل علم کلام کی کتابوں میں بہت کچھ مذکور ہیں جس کو اس پر زیادہ واقف ہونا ہو وہ شرح مواقف وشرح مقاصد وغیرہما کتابیں دیکھے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ اور بہت منہ اس روز ترش اور بگڑے ہوئے یا سیاہ ہوں گے قیامت کی دہشت اور سخت سزاؤں کے خوف سے اور بجائے کسی نیک توقع اور دیدارِ الٰہی کے تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ یہ یقین ہوگا کہ ابھی ہم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اس لیے کہ آنکھوں کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی، فرشتے طوق وزنجیر لیے اس قید خانہ میں داخل کرنے کے لیے پولیس کے سیاہ پوش گارڈ کی طرح تیار کھڑے ہوں گے اس وقت ادھر اُدھر دیکھے گا کہ کوئی چھوڑانے والا پیدا ہو كَلَّا یہ ہرگز نہ ہوگا۔

احوالِ قیامت صغریٰ:...... اس کے بعد قیامت صغریٰ کا حال بیان فرماتا ہے ہر وقت انسان کے دروازہ پر کھڑی ہے موت جس کا ذائقہ چکھے بغیر چھٹکارہ نہیں اس صورت میں كَلَّا کو آئندہ کلام میں شامل کیا جائے گا اور اس کے معنی ضرور کے لیے جائیں تو ممکن ہے فقال كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ضرور ضرور جب جان گلے تک پہنچ جائے گی یہ نزع کے وقت کا ذکر ہے جب کہ جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق

تک آگئی یہ اس حالت بے کسی کی تصویر کھینچی جاتی ہے وَقِیْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ اور لوگ کہیں گے کوئی جھاڑنے یا علاج کرنے والا ہے؟ جاہل عرب ٹونکوں، شعبدوں، تعویز گنڈوں جھاڑ پھونک کے بڑے قائل تھے اس لیے انہی کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا، اس وقت وارث جھاڑنے والے کی تلاش میں پھرتے ہیں کہ کوئی جھاڑے منتر سے اس کو ہوش میں لائے وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ مگر وہ بیمار قریب الموت علامات موت اور ملائکہ کو دیکھ کر یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے پیارے فرزند محبوبہ بیوی اور یہ گھر جس کی تعمیر میں سرگرم رہا کرتا تھا اور یہ املاک و جائداد و مال خزانے ہاتھی گھوڑے اور یہ احباب اور یہ جانی دوست جو ہر وقت شریک جلسہ رہا کرتے تھے اور یہ مادر مہربان جس نے گود میں پالا تھا اور یہ شفیق باپ کہ جو جان بھی نثار کرنے کو تیار تھا اور یہ ساتھ کھیلے ہوئے بھائی بہنیں جو باہم مل کر ایک گھر میں پرورش پائی اور مل کر ہنستے بولتے تھے ہائے آج مجھ سے چھوٹتے ہیں الفراق الفراق الوداع الوداع۔

کوس رحلت بکوفت دستِ اجل ☆ ای دو چشم و داع سر بکنید
اے کفِ دست و ساعد و بازو ☆ ہمہ تودیع یک دگر بکنید
بر من افتادہ دشمن کام ☆ آخر اے دوستاں گزر بکنید
روز گارم بشد بنادانی ☆ من نہ کردم شما حذر بکنید

آخر روح پرواز کر گئی وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور پنڈلی سے پنڈلی مل گئی مردے کے پاؤں اور ٹانگیں ملا دیتے ہیں اور سیدھا چت لٹا دیتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں ساق سے مراد سختی اور شدت ہے عرب ساق بول کر شدت مراد لیا کرتے تھے کہ تیاری کے وقت پنڈلی سے کپڑا اٹھا لیا اور دامن چڑھا لیا جاتا ہے ایسے وقت کافر پر دو شدت پیش آتی ہیں ایک لذاتِ دنیا اور اقارب و اموال کا بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا دوسرے وہاں کی باز پرس اور گونا گونا عذاب میں مبتلا ہونا، ایک شدت سے دوسری شدت اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت مل گئی۔

اسی طرح مَنْ ٚ رَاقٍ میں بھی وہ فرماتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد کا حال ہے فرشتے باہم ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اس کو کون اوپر چڑھا کر لے جاتا ہے اس لیے کہ ایمان دار کی روح کو اوپر لے جانے کے لیے خوش رُو خوش خلق ملائکہ متعین ہیں اور کافر کی روح کے لیے ہیبت ناک بد خلق متعین ہیں۔

امام احمدؒ و نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں مرنے کے بعد کی کیفیت مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مؤمن مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے آتے ہیں نہایت خوش رو گویا ان کے منہ آفتاب ہیں اور ان کے پاس جنت کا کفن اور خوشبو بھی ہوتی ہے تو وہ جہاں تک میت کی نظر جاتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک الموت آکر نہایت نرمی سے جان قبض کر کے ان کو دے دیتا ہے وہ اس کو لے کر عالم بالا کو جاتے ہیں اور اس کی روح سے خوشبو آتی ہے، اثناء راہ میں ملائکہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو اس کا تعظیم سے نام لیتے ہیں یہاں تک کہ آسمانوں پر حق سبحانہ کے حضور میں پیش کرتے ہیں تب حکم ہوتا ہے کہ اس کو علیین میں لے جاؤ جہاں اور مؤمنین کی ارواح رہتی ہیں یہ وہاں آتا ہے وہاں کے لوگ اس سے اپنے دنیا کے قرابت داروں کا حال پوچھتے ہیں اگر سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا ہے اور یہاں نہیں آیا تو کہتے ہیں کہ جہنم میں گیا ہوگا اور کافر کے پاس سیاہ رنگ بری شکل کے ملائکہ آکر بیٹھ جاتے ہیں ملک الموت شدت سے جان قبض کر کے ان کے حوالے کرتا ہے وہ اس ناپاک اور بدبودار روح کو اوپر لے جانے کی پروانگی مانگتے ہیں، اس کے لیے اوپر جانے کا حکم نہیں ہوتا (لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ) پھر حکم ہوتا ہے کہ اس کو عالم سفلی کے گڑھے میں پھینک دو پھر وہ اس کو پھینک دیتے ہیں کہ جہنم میں آگرتا ہے انتہی ملخصاً۔ مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

جب یہ سامان موت سب مہیا ہو چکے ہیں اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ آج تیرے رب کے پاس جانا ہے چلیے وہاں سامنا ہونا ہے اب تجھ کو وہاں کی حاضری سے کوئی روک نہیں سکتا۔ مؤمن کو بعزت واحترام سماوات پر حضوری ہوتی ہے اور اس کے بعد جنت میں جو عالم قدس ہے اور کافر جہنم میں رہتا ہے۔

عالم آخرت کے حالات جو کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام نے مکاشفہ صادقہ اور الہام سے بیان فرمائے ہیں سب صحیح ہیں سرِ مو تفاوت نہیں ان کے خلاف جو کہتا ہے وہ غلط ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾
اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾
اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ
الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۱۰/۱۸

ترجمہ: ...... پھر اس نے نہ خیرات دی اور نہ ہی نماز پڑھی ﴿۳۱﴾ بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا ﴿۳۲﴾ پھر اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا ﴿۳۳﴾ اے انسان! تجھ پر افسوس اور افسوس ﴿۳۴﴾ تجھ پر افسوس اور افسوس ﴿۳۵﴾ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا ﴿۳۶﴾ کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا ﴿۳۷﴾ پھر لوتھڑا بنا پھر خدا نے اس کو بنا کر ٹھیک کیا ﴿۳۸﴾ پھر اس نے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا ﴿۳۹﴾ پھر کیا وہ خدا مردہ کو زندہ کر دینے پر قادر نہیں؟ ﴿۴۰﴾

ترکیب: ...... فلاصدق ای لم یصدق لا بمعنی لم و العرب تقول لا ذھب ای لم یذھب و ھذا کثیر فی کلام العرب قاله الکسائی و الاخفش و قیل لا بمعنی ما و ھو معطوف علی قوله یسئل ایان . . . الخ و الضمیر فی لا صدق و لا صلی للانسان المذکور فی قوله ایحسب الانسان . . . الخ ۔یتمطی حال من ضمیر ذھب یتمطی فیه قولان (الاول) ان اصله یتمطط ای یتمدد لان المتبختر یمد خطاء قلبت الطاء فیه یاء کما قیل فی تقضی اصله تقضض (والثانی) من المط و ھو الظھر لانه یلویه فعلی الاول الالف مبدلة من طاء و علی الثانی من واو ۔ اولی لک فیه قولان الاول انه اسم فعل مبنی علی السکون و معناه ویلک ماتکرھه و الفاعل ضمیر مستتر یعود علی ما یفھم من السیاق و ھو الدعاء علیه بالمکروہ و اللام زائدة کما فی قوله ردف لکم و الثانی انه علی وزن افعل من الویل بعد القلب کادنی من دنو و قیل وزنه فعلی من أل یؤل و الالف للالحاق لا للتانیث و علی التقدیر من ھو اعلم فلالم ینون فعلی ھذا اولی مبتدا، لک خبره ۔ سدی حال و الالف مبدلة من واو و معناه المھمل و منه اھل سدی ای ترعی بلا راع ۔ الم . . . الخ مستانفة و اردة لبطلان الحسبان المذکور ۔یمنی بالیاء و الضمیر یرجع الی المنی فیکون فی موضع جر صفة للمنی و بالتاء للنطفة و ھی الماء القلیل یقال نطف الماء اذا قطر و جمعھا نطاف و نطف فیکون فی موضع نصب ۔ الذکر و الانثی بدل من الزوجین۔

تفسیر: ...... اب اس روح کی حالت بیان فرماتا ہے کہ خدا کے پاس جانے کے بعد اس سے کیا معاملہ پیش آئے گا اور اس کو کیا کہا جائے گا مؤمن کا حال چھوڑ دیا گیا اس لیے کہ بالفعل ان سرکش کافروں کا انجام کار بیان کرنا اہم مقصد تھا اس لیے کفار و بت پرست اور گنہگاروں کا حال بیان فرماتا ہے۔

روح سے کلام:......فقال فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائے گا تو نے دنیا میں نہ مالی عبادت کی یعنی خیرات نہ دی نہ فقیروں کو کچھ دیا، جوڑ جوڑ کر رکھتا تھا خلق خدا پر رحم نہ کھایا اور نہ جانی عبادت کی، نہ نماز پڑھی نہ خدا کے سامنے رکوع وسجود کیا، نہ عاجزی و دعاء کی ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا خدا کے طرف کے داعی سے منہ موڑ لیا یا یوں کہو تصدیق نہ کی اللہ اور رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا، نہ اعمال اچھے کیے، نماز سے بے خبر رہا۔

اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾ اس کے بعد غصہ سے اس کو کہا جائے گا کم بختی ہو تیری، پھر کم بختی ہو تیری، یعنی تیری زندگی پر پھٹکار اور یہاں زرد رو خالی ہاتھ آنے پر پھٹکار پھر تیرے جہنم میں جانے پر پھٹکار یہ کلمہ زبان عرب میں ایسے موقع پر بولا جاتا ہے، چار بار بولا گیا چار موقعوں کے لحاظ سے اس کے بعد اس کو اس اندوہناک اور تاریک قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا جہاں آگ کی لپٹیں اور طرح طرح کے عذاب ہیں۔

انسان کی پیدائش عبث نہیں:......اس قیامت صغریٰ (موت) کے واقعہ کا بیان فرما کر حشر برپا ہونے پر ایک دلیل قائم کرتا ہے اس انداز میں کہ اس کو ادنیٰ فہم کے لوگ بھی سمجھ سکیں فقال اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو بے کار اور آزاد اور نکما چھوڑا جائے گا؟ ہرگز نہیں اسی طرح اور چند آیات میں جو حشر برپا ہونے کی دلیل ہیں تقریر اس کی یہ ہے کہ انسان کو قدرت اور اسباب وعقل عطا کیے گئے ہیں اور ان چیزوں کا عطا کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جائے اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جائے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امور منہی عنہا پر عذاب اور مامور بہا پر ثواب ہے جس کا محل دار آخرت ہے کیا آدمی کا اس جہاں میں آنا عقل وحواس پانا اور پھر چند روز رہ کر دار دنیا سے غائب ہو جانا اس حکیم کا کوئی عبث فعل یا کوئی کھیل ہے؟ ہرگز نہیں، پھر کیا یہ ساری باتیں ایک نئی زندگانی کے لیے سامان واسباب فراہم کرنے کے لیے نہیں؟ ضرور ہیں۔ پھر انسان نکما اور بے کار اور شتر بے مہار کیونکر ہوسکتا ہے کہ جو جی چاہے سو کرے دنیا کے جائز وناجائز مزے اڑایا کرے، جانوروں کی طرح سونے جماع کرنے کھانے پینے کے سوا اس کو کچھ کام نہ ہو۔ ضرور ضرور وہ کسی کام کے لیے یہاں آیا ہے اس کی خاطر بناوٹ اور اس کی عقل وحواس اس پر دلالت کرتے ہیں۔

اثبات نبوت کی دلیل:......اثبات نبوت کی بھی یہ دلیل ہوسکتی ہے اس لیے کہ جب انسان شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا تو ضرور اس کے لیے کوئی روحانی معلم ہونا چاہیے جس پر اس جہاں کے اسرار منکشف کیے گئے ہوں اور وہ اس کو وہاں کے مناسب باتیں تعلیم کرے اور ایسا شخص نبی ہوتا ہے پھر اس کا اتباع بھی ضرور ہے۔

حقیقت انسان:......دوسری دلیل حشر برپا ہونے پر یہ ہے اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى کہ وہ انسان کیا ایک منی کا قطرہ نہیں تھا؟ ضرور اس کی ابتداء یہی ہے اس کو کافر ومؤمن سب جانتے ہیں پھر کیا وہ قطرہ خود بخود انسان بن گیا اس میں یہ تناسب اعضاء پیدا ہو گیا یا کسی مادے بے خرد اور طبیعت بے شعور نے یہ عقل وحواس عطا کر دیے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسی نے اس کو بترتیب بنایا اس لیے کہ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى قطرۂ منی سے خون کا لوتھڑا بنایا، پھر بتدریج اس کے اعضاء بنے پھر اعضاء بھی ایسے بنائے کہ جن کی تشریح وتناسب میں عقل حیران ہے ہر ایک عضو اس کے کمال صنعت وقدرت کی باآواز بلند گواہی دے رہا ہے پھر خود انسان کا تو یہ کام نہیں کہ از خود بن جائے، از خود ہوتا تو ایک بارگی ہوتا بلکہ کسی نے بنایا ہے پھر کیا یہ اس کے ماں باپ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں ان کو تو خبر بھی نہیں کہ اندر پیٹ میں کیا ہو رہا ہے پھر کیا یہ مادہ وطبیعت کا کام ہے؟ جیسا کہ دہری وطبعی کہتے ہیں، یہ بھی نہیں اس لیے کہ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اس نے ایک قطرۂ منی سے مرد بھی پیدا کیے اور عورت بھی مادہ منویہ برابر تھا طبیعت کا مقتضی یکساں تھا پیٹ بھی وہی پیٹ ہے اور نطفہ بھی اس شخص کا نطفہ

ہے پھر یہ مرد و عورت کا تفاوت کیوں کر ہو گیا؟ اور لطف یہ کہ ایک ہی حمل میں ایک لڑکی دوسرا لڑکا، کبھی دونوں لڑکے کبھی دونوں لڑکیاں یہ تفاوت کیوں ہوا کس نے کیا؟ بے شک اس حکیم مطلق نے اور یہ بھی اس کے کمال صنعت وقدرت اور انسان پر مرحمت کی دلیل ہے اس لیے کہ اگر سب عورتیں ہوتیں یا سب کے سب مرد ہی ہوتے تو انسانی توالد وتناسل اور اس کے عیش اور زندگانی کے لطف کا خاتمہ ہو جاتا اور اسی سے یہ اعضاء مختلف الآثار کس مرجع کا کام ہے؟۔

حشر برپا ہونے کی دلیل:...... پھر جس نے یہ سب کچھ کر دیا تو اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى کیا وہ مردے کو حشر میں زندہ کر دینے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں۔

عبد بن حمید وابن الانباری وابوداود وترمذی وبیہقی وابن المنذر وحاکم وغیرہ محدثین نے باسنادِ مختلفہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ اس آیت کے بعد یہ فرماتے تھے بلٰی کہ کیوں نہیں آپ ضرور قادر ہیں اور اسی طرح سورۂ والتین کے بعد بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور سورۂ مرسلات کے بعد اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کہتے اور حکم دیتے تھے کہ کہو اس لیے کہ یہ آداب سماعت میں سے ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز کے باہر ان مواقع میں یہ الفاظ کہے نماز میں نہیں بعض کہتے ہیں کہ نماز میں بھی مضائقہ نہیں اس لیے کہ ان الفاظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اول قول احوط ہے۔

ایاتھا ۳۱ (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) رکوعاتھا ۲

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ
السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا
وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۚ ⑤ عَيْنًا
يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

ترجمہ:......ضرور انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا① ہم نے انسان کو مٹی کے ایک لچھے سے بنایا کہ اس کو آزمائیں سو اس کو سنتا دیکھتا کر دیا② ہم نے اس کو راستہ دکھایا پھر کچھ شکر گزار اور کچھ کافر ہو رہے③ (مگر) ہم نے بھی کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے④ بے شک نیک لوگ ایسا پیالہ پئیں گے کہ جس میں چشمہ کافور کی آمیزش ہوگی⑤ (ایک خاص) چشمہ سے اللہ کے نیک بندے پئیں گے (اور خوب) لنڈھائیں بہائیں گے⑥۔

ترکیب:...... هل هنا عند الفراء و الكسائي و سيبويه و ابو عبيده بمعنى قد كما في قول هل اتك حديث الغاشية و كقوله هل بلغت و قال مكي بمعنى الاستفهام التقريري و الاول اقوىٰ۔ من الدهر بيان لحين او صفة۔ لم يكن... الخ محله النصب على الحال من الانسان و قيل محله الرفع على انه صفة لحين۔ امشاج بدل او صفة من نطفة قيل هي جمع مشج او مشيج كعدل و شريف جمعهما اعدال و اشراف۔ و المشج في اللغة الخلط يقال مشج يمشج مشجا اذا خلط و انما وقع الجمع صفة لمفرد لانه في معنى الجمع لان النطفة ماخوذة من اشياء مختلفة او جعل كل جزء من النطفة نطفة و المراد نطفة الرجل و نطفة المرأة۔ و قال صاحب الكشاف الامشاج لفظ مفرد و ليس بجمع بدليل انه وقع صفة للمفرد و نظيره مرتبة اشعار اى قطع مكسرة و ثوب اخلاق۔ نبتليه في موضع الحال اى خلقناه مبتلين له يعني مريدين ابتلائه فاما شاكرا و اما كفورا في انتصابهما اقوال الاول شاكرا و كفورا حالان من الهاء في هدينه السبيل اى هدينه السبيل حالتي كونه شاكرا او كفورا (و الثاني) انتصابهما باضمار كان و التقدير سواء كان شكرا او كان كفورا (الثالث) معناه انا هديناه السبيل ليكون اما شاكرا و اما كفورا و اما على هذا القول كقول القائل قد نصحت لك ان شئت فاقبل و ان شئت

فاترک (و القول الرابع) هو المطابق لمذهب اهل السنة ان تكون اما فی هذه الأية كاما فی قوله اما یعذبهم و اما یتوب علیهم و التقدير اناهديناه السبيل ثم جعلناه تارة شاكرا و تارة كافرا۔ اما عند الجمهور بكسر الهمزة فهی عند الكوفيين كماحكاه۔ ان شرطية زيدت بعدها ما للتاكيد ای بيناله الطريق ان شكر و ان كفر و اختاره الفراء و لا يجوز عند البصريين لان ان الشرطية لا تدخل على الاسماء الا ان يقدر بعدها فعل و لا يصح ههنا اضمار الفعل لانه لايلزم رفع شاكرا و كفورا فتامل و قرأ ابو السماک و ابو العجاج بالفتح فعلى هذا فهی اما عاطفة فی لغة بعض العرب او هی التفصيلية جوابها مقدر سلسلا عند البعض منصرف لان مثل هذه الجموع تشبيه الاحاد لانهم قالوا صواحبات یوسف فلما جمعوه جمع الاحاد المنصرفة جعلوها فی حكمها فصرفوها و عند البعض غير منصرف لكونه صيغة المنتهى الجموع و السلاسل جمع سلسلة و الاغلال جمع غل و اما الحاق الالف فی الوقف فهو كالحاقها فی قوله الظنونا والرسولا۔ الابرار فی الصحاح جمع البر الابرار وجمع البار البررة۔ كان مزاجها كافورا الجملة فی محل جر صفة لكاس۔ عينا ان قلت الكافور اسم النهر فی الجنة كان عينا بدلا منه و ان شئت قلت نصبه على الاختصاص و التقدير اعنی عينا و ان قلت الكافور على معناه المستعمل فيه فكان عينا بدلا من محل كاس على حذف مضاف كانه قيل يشربون خمرا خمر عين ثم حذف المضاف و اقيم المضاف اليه مقامه و قيل نصب عينا۔ يشرب بها الجملة صفة لعينا و قيل الباء زائدة و قيل يشرب بمعنى يتلذذ۔ و يفجرونها صفة اخرى لعينا۔

تفسیر: ...... اس سورت کا نام اسی کے الفاظ کی وجہ سے سورۂ دھر اور سورۂ انسان اور سورۂ هَلْ اَتٰی اور سورۂ اَمْشَاجٍ بھی ہے اس کے نزول میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ و مقاتل رحمہ اللہ و کلبی کہتے ہیں کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی وراسی طرف بیضاوی اور زمخشری گئے ہیں اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا سے آخر تک توقطعی مکی ہے اور باقی میں احتمال ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں؟ اور آیت يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جو بعض اہل بیت کرام کی مدح میں بیان کی گئی ہے اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

ماقبل سورة مناسبت: ...... اس سے پہلی سورۂ قیامہ میں یہ ہے کہ اس میں دو فریق کا معاملہ ذکر تھا جو قیامت میں پیش آئے گا ایک وہ کہ جن کے منہ روشن ہوں گے اور دوسرے وہ کہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے تتمہ کے طور پر اس سورت میں فریق اول کے اور بھی حالات بیان کیے گئے اور یہ بھی ہے کہ سورۂ قیامہ میں صرف قیامت اور نفس لوامہ کی قسم سے ابتداء کلام تھی، یہاں قیامت پر انسان کے حادث ہونے سے استدلال ہے اور یہ بھی ہے کہ سورتوں میں اکثر یہی مسائل زیر بحث ہیں۔ (۱) خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کا ثبوت، (۲) قیامت کا برپا ہونا اور وہاں کے حالات، (۳) انسان کی ابتداء اور انتہاء اور اس کے اس جہاں میں آنے کی وجہ، (۴) انسان کے اسباب سعادت وشقاوت کہ یہ چیزیں ہیں کہ جن سے اس کو سعادت یعنی وہاں کی حیات جاودانی اور سلطنت ابدی نصیب ہوگی اور یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کے سبب یہ شقی ہو کر جہنم کے عمیق گڑھے میں زنجیروں میں باندھ کر اوندھے منہ ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا۔ پھر ان مسائل کو عجب انداز سے بیان کیا ہے اور عجب دل کش طرز سے بلالحاظ تقدیم وتاخیر کے بعد دیگر پُراثر الفاظ اور روح کو جنبش دینے والے فقرات میں بیان فرماتا ہے اور ہر ایک بحث پر دوسرے مسئلہ کا لحاظ رہا ہے یعنی اگر اس بیان اور کلام کے ایک پہلو میں ایک مسئلہ کا ثبوت ہے تو دوسرے پہلو میں دوسرے کا اگر خدا پاک کسی مفسر کی روح پر وہی فیضان مصطفوی ڈالے تو وہ ان مطالب کی تفسیر کر سکتا ہے اور اسی لیے

قرآن کو دریائے بے کنار کہا جاتا ہے اور اس کا ظہر و بطن اور ہر حد کا مطلع بیان کیا گیا ہے۔

مطالب:......سورۂ قیامہ میں بھی انہیں مسائل پر انہیں طرزوں میں بحث تھی اس سورت میں بھی اور اس سورت کے بعد کی سورت میں بھی علی ہذا القیاس اور اسی لیے باہم لفظی بھی کچھ مناسبتیں پیدا ہیں جو شخص اس رمز پر واقف ہوگا اس کو ہر قسم کی روایات سے ایک خاص شان نزول تلاش کرنے کی حاجت نہ ہوگی اس لیے کہ ان مسائل کی ضرورت ہی سبب نزول ہے اور آیات میں انسانی نیک و بدفطرت کا فوٹو کھینچا جایا کرتا ہے عام لوگ کھینچ تان کر کے رطب و یابس روایات کے ذریعہ سے ایک شخص کا قصہ یا واقعہ بنا دیتے ہیں جس کا جس طرف رجحان ہوا اور جوان کی برائی کے لیے جھنڈے پر چڑھ گیا۔

انسان عدم محض تھا:......فقال هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا کہ بے شک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر گیا ہے کہ اس کا کوئی ذکر بھی نہیں تھا شیئا سے وجود فی الخارج کی نفی کر دی گئی اس لیے کہ متبادر معنی شے کے جبکہ اس کو وجود ذہنی اور لفظی کی قیود سے مبرا رکھا جائے تو موجود فی الخارج کے ہیں اور مذکوراً وجود لفظی اور ذہنی کی نفی کرتا ہے کہ انسان کا وجود نہ کسی کے ذہن میں تھا نہ کسی کی زبان پر ذکر تھا اور جب اس قید کو بھی ملحوظ کر کے نفی کریں گے تو وجود ذہنی اور لفظی کی نفی دلالت مطابقی سے اور خارجی وجود کی نفی دلالت تضمنی سے سمجھی جائے گی مگر اس سے ہی نہیں ثابت ہوتا کہ علم الٰہی میں بھی انسان کا وجود نہ تھا اس لیے کہ علم الٰہی کا مرتبہ بالاتر ہے حاصل یہ کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اس وقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا کوئی ان حضرات کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔

انسان کی ابتداء:......اس کا ثبوت کہ نسل انسان ایک وقت دنیا پر نہ تھی اور اس کی پیدائش کی ایک ابتداء ہے اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے کیونکہ ان کے ہاں آفرینش انسان کا زمانہ اب تک تخمیناً سات ہزار برس کا ہے اور اس بات کا نصف دنیا سے زائد کو یقین ہے اہل ہند اور اہل پارس اگرچہ لاکھوں برس کی تعداد بیان کرتے ہیں مگر پھر بھی ایک ابتدا معلوم ہوتی ہے البتہ حکماء یونان اور دیگر فلاسفہ ہر نوع کو قدیم زمانی کہتے ہیں علی سبیل البدلیہ اس کے افراد کو قدیم زمانی مانتے ہیں خصوصاً دھریے اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ تجددات اور انقلابات جہاں میں ہو رہے ہیں سب گردش زمان اور اوضاع فلکیہ و تاثیرات سیارات سے ہوتے ہیں پھر کہتے ہیں بعض ان اوضاع میں سے رات دن میں بعض مہینے میں بعض فصل میں بعض ایک برس میں بعض قرانات میں متبدل ہو جاتے ہیں اور بعض بہت دراز زمانے میں ان کو ادوار کہتے ہیں اس سے انقلابات عظیمہ اور انواع مختلفہ پیدا ہوتے ہیں، آبادیاں، جنگل اور جنگل آبادی، خشکی دریا اور دریا خشک جنگل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بنی آدم اور دیگر حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا تھے مٹ جاتے ہیں اور ایک نوع بدل کر دوسری نوع بن جاتی ہے، انسانوں سے بندر اور بندروں سے انسان ترقی کر کے ہو جاتے ہیں۔

ان عقول کی حق سبحانہ کی طرف رسائی نہیں ہوتی ان کے مذہب کا ابطال صرف ایک اس بات سے ہو سکتا ہے کہ نسل انسانی کا ایک زمانہ میں بالکل نہ پایا جانا حال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ حال کے محققوں کو کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر پتھروں میں سیپیاں اور گھونگھے دیکھے ہیں جس سے علم جیالوجی کے واقف کاروں کو کامل یقین ہے کہ کسی زمانے میں تمام ہندوستان سمندر کی سطح تھا اور سمندر کا پانی ان چوٹیوں کے اوپر تک تھا پھر گھٹتے گھٹتے یہ زمین کھل گئی پھر جب کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں سمندر کے پانی میں غرق تھیں تو پھر مساحت اور ارتفاع کے لحاظ سے قیاس ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی ملک ایسا نہ تھا جو پانی سے ڈھکا ہوا نہ ہو پھر جب ایسا ہوگا تو نسل انسانی کا زمین پر قطعاً وجود نہ ہوگا اور اسی طرح سیاحوں کو اور ملکوں کے پہاڑوں پر بھی سمندر کے نشانات معلوم ہوئے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ نسل انسانی ایک زمانہ میں دنیا پر نہ تھی تو ثابت ہوگیا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنا دہر کا اور اس کی کسی وضع کا مقتضی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہے ❶ اگر یوں کہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے نسلِ انسانی تھی اور مدتوں رہ کر نیست ہوگئی پھر بار دیگر پھیلی اور اسی طرح پھر نیست ہوگئی اور پھر زمین پر آباد ہوگئی اور یہی تسلسل رہے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی کا وجود کس دلیل سے معلوم ہوا؟ کیا اس سے پہلے کے کچھ آثار پائے گئے یا قواعد زیچ و تقدیم سے معلوم ہوا یا کسی دیکھنے والے مخبر صادق نے خبر دی؟ پھر جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو محض ڈھکوسلا اور وسوسہ شیطانی ہے۔ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ان سب باتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے بعض کہتے ہیں کہ انسان سے مراد نوع نہیں بلکہ ہر ایک انسان، تب مطلب صاف ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت دہریوں کا رد ہے اور نیز توحید کا ثبوت ہے اس لیے کہ جمیع افراد انسانیہ حادث ہیں ان کو کارخانہ قدرت و قضاء و قدر میں کچھ دخل نہیں اور نیز دوسرے پہلو میں قیامت کا بھی ثبوت ہے کہ ہم بار دیگر پھر نیست کرنے پر قادر ہیں اور پھر حشر میں پھر زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

فائدہ: دہر زمانہ دراز، حین اس کا ایک ٹکڑا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے گالیاں دیا کرتا ہے جب وہ دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے میں ہوں دہر، میرے ہاتھ میں سب کچھ ہے میں رات دن کو پلٹتا ہوں۔ (متفق علیہ) یعنی دہر کی طرف اس کا حوادث کا منسوب کرنا بے عقلی ہے وہ دہر کیا کرتا ہے جو کچھ کرتا ہوں میں ہی کرتا ہوں انجام کار دہر یہ بھی ہے جب اس سے دہر کی حقیقت دریافت کی جائے تو اللہ جل جلالہ کی طرف آ رہتا ہے صرف لفظوں کا فرق رہ جاتا ہے یہی اس کی گمراہی ہے کہ پھر بھی وہ حق سبحانہ کا انکار کرتا ہے اور مادی اور طبعی لوگوں کا بھی اسی کے قریب قریب مذہب ہے وہ دہر کی جگہ مادے کو پیٹا کرتے ہیں۔ نئے فلسفہ نے آج کل یورپ میں دہریت اور الحاد اور مادیت کا دریا بہا رکھا ہے ان کے کہربائی تجربات ان کی آنکھوں پر حجاب ہو رہے ہیں اس اندھیری رات میں ادھر اُدھر ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔

نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ:......اس کے بعد نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ بتلایا ہے جو خاص اسی کے قبضہ و تصرف کی بات ہے فقال اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ کہ اور کسی نے نہیں بلکہ خود ہم نے انسان کو منی کے لچھے سے پیدا کر دیا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پیچھے کی سورتوں میں بیان ہو چکی ہے ان کو مٹی سے بنایا گیا اس لیے ان کا ذکر چھوڑ دیا گیا، مقصود نسل انسانی کا پھیلانا بتلانا ہے اگرچہ مبدأ اُن کا آدم علیہ السلام ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل قطرۂ منی سے شروع ہوتی ہے، منی کو اَمْشَاجٍ چیپ اور لچھا کہتے ہیں انسان کی حقیقت بیان کرتا ہے کہ آپ جو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور خدا کا انکار کر کے کہیں دہر کو کہیں مادے کو خالق کہتے ہیں آپ کو علم و شعور ہی کیا ہے، آپ پہلے اپنی اصل کو تو بیان کر دیجیے کہ وہ منی جس میں چیپ تھا اور وہ نر و مادہ کی منی رحم میں مل کر لچھا سا ہوگیا تھا وہ کون کون سی غذاؤں کے کھانے سے بنی تھی اور رحم میں اس پر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس سے پہلے آپ کیا تھے آپ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پھر جب آپ کو ان باتوں کا علم نہیں تو آپ کس اعتماد پر دہر اور مادے کو خالق کہتے ہیں؟ اور اگر کوئی بھی خالق نہیں تو آپ کیوں کر خود بخود بتدریج بن گئے۔ فعل بغیر فاعل کے اور حادث بغیر محدث کے کیونکر ہوگیا؟ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی نطفہ کا لچھا تو ہے جس میں انسان کی تمام قوتیں اور اعضاء ودیعت ہیں بھلا اب کوئی بتلا تو دے کہ نطفہ کے کون سے جزء ہیں کون سی قوت اور کون سا عضو ودیعت رکھا گیا ہے؟ اور یہ بھی کہ آپ ایسی حقیر اور ناپاک چیز سے بنے ہیں جو کپڑے پر لگے تو دھوئی جائے پھر یہ غرور یہ باتیں؟ اب انسان کو دنیا میں پھیلانے اور پیدا کرنے کا

❶......کیونکہ ان کے نزدیک قدم مقتضائے دہر ہے اور وہ باطل ہے ۱۲۔

راز بھی بتلاتا ہے۔

نَّبْتَلِیْهِ کہ ہم اس کو آزمائیں کہ دنیا کی اندھیری میں کیا کرتا ہے اور ہماری طرف بھی متوجہ ہوتا ہے یا لذات وشہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور اسی لیے فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا اس کو ہم نے سننے دیکھنے والا بھی کر دیا کان دے کر حضرات انبیاء علیہم السلام کی باتیں سن کر ایمان لائے برے بھلے کو دیکھے اور امتیاز کرے لوگوں کے غلط افسانوں پر ہی اڑا نہ رہے دنیا کی رواروی اور اس کی بے ثباتی دیکھ کر اپنے چلنے کی بھی فکر کرے۔

فائدہ: انسان کم بخت بڑی مصیبت میں ہے لذات وشہوات دنیا اس کے کانوں کو پھر آنکھوں کو اندھا کر کے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں عقل سلیم دار آخرت کی طرف کھینچ رہی ہے ملہم غیبی پڑا پکار رہا ہے کہ او نادان اُدھر نہ جا آگے جہنم کا عمیق گڑھا ہے ادھر بیماری فکر معاش موت احباب واقارب، رنج والم اور بھی کھائے جاتے ہیں اور مہلت ایسی تھوڑی۔

فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگاں ☆ اس اتنی سی زیست پر کوئی کیا کیا کرے

اسی لیے بعض حضرات اکابر نے یہ کہہ دیا کہ کاش ہم اسی حالت میں رہتے شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا نہ ہوتے۔

اس آزمائش کی پھر تشریح کرتا ہے اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ کہ ہم نے انسان کو کان آنکھ دے کر بری بھلی سب راہیں دکھا دیں اور بتا دیں کہ یہ برا راستہ ہے وہ دیکھ سیدھا جہنم کو جاتا ہے اور یہ راستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے اور تجھے دونوں پر چلنے کا قضاء وقدر نے اختیار دیا ہے اِمَّا اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا پھر کچھ شاکر ہو گئے جنت کی راہ پر چلے گئے اور کافر ناشکر ہو گئے جہنم کی راہ پر چلے یا یوں کہو کہ اب تو خواہ شاکر ہو یا کافر۔

منکرین کے لیے طوق اور زنجیریں:..... مگر یہ بھی یاد رہے کہ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا کہ ہم نے کافروں ناشکروں کے لیے زنجیریں اور طوق کان اور آنکھ کی ناشکری اور ان کو اچھے کاموں میں استعمال نہ کرنے پر اور دہکتی آگ دل اور عقل کو راہ راست پر کام میں نہ لانے پر تیار کر رکھی ہے، ذرا مرنے کی دیر ہے اور جو شاکر ہیں وہی ابرار ہیں اس لیے کہ شکر منعم کے احسان کا بدلہ ہاتھ پاؤں سے دل سے ادا کرنے کو کہتے ہیں اور اسی کا نام نیکی ہے اس میں مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی صدقات ہمدردی بھی آگئی کیوں کہ نعمتوں کے بدلہ کی اس کو کیا حاجت؟ اس کی مخلوق کی حاجت براری اس کے قائم مقام ہے اسی لیے آیا ہے کہ جو کوئی فقیر مسکین ذو حاجت کو دیتا ہے یا کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو گویا ہماری عیادت کرتا ہے اور ہم کو دیتا ہے اور نماز و عبادت و ذکر بھی آگیا اس لیے کہ جان وتن کو اسی کی طرف جھکانا اس نعمت کا بدلہ ہے اور بری باتوں سے پرہیز بھی آگیا اس لیے کہ جو کام کرتا ہے درحقیقت وہ ان اعضاء اور دل کی قدردانی نہیں کرتا۔

پھر ان نیکیوں کے لیے آخرت میں کیا ہے؟ فرماتا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا کہ نیکوں کو جنت میں شراب طہور کا وہ پیالہ پینے کو ملے گا، جس میں چشمہ کافور کی آمیزش ہوگی یا اس کا مزاج کافوری ہوگا کوئی گرمی اور سوزش نہ ہوگی تا کہ حشر کی گرمی سب دور ہو جائے۔

ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں منکر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کسی کے گلے میں محبت زر کی زنجیر ہے کسی کے زن وفرزند کی کوئی باغ وکھیتی اور تعمیر مکانات کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے کوئی ملک گیری کی زنجیر میں پابند ہے، الغرض علائق دنیا کی زنجیریں ان کے لیے تیار ہیں تا زیست ان سے چھٹکارا نہیں کہ ذرا بھی معرفت وعبادت کی طرف متوجہ ہو سکیں، اور ان کے گلوں میں طوق بھی پڑے ہوئے ہیں کسی کے گلے میں نوکری کا طوق ہے کہ امیروں کی خدمت اور حاضر باشی سے دم بھر کی مہلت نہیں کسی کے گلے میں

شراب اور فاحشہ عورتوں کی محبت کا طوق پڑا ہوا ہے کسی کے گلے میں دنیا طلبی اور حب جاہ و حب مال کا طوق ہے جو ایک دم بھی اس کو خدا کی طرف پھرنے اور متوجہ ہونے نہیں دیتا اور ان کے لیے دہکتی آگ بھی تیار ہے وہ کیا؟ عداوت و حسد کی آگ ناکامی کی آگ حرص و شہوت کی آگ یا فوائد متوہمہ کے فوت ہو جانے کی آگ یہ آگ ہر وقت دل میں جلتی رہتی ہے، محبت الٰہی اور رغبت دار آخرت کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی مرنے کے بعد یہی زنجیر اور یہی طوق اور یہی آگ جہنم میں لوہے کی بڑی زنجیر اور گراں بار طوق اور دہکتی آگ ہو جائے گی جس طرح یہاں چھٹکارہ نہ تھا وہاں بھی ان سے رستگاری نہ ہوگی۔

اہل ایمان و ابرار کے لیے چشمہ کافور کا مشروب:...... برخلاف ابرار و اہل ایمان کے کہ ان کو شراب محبت الٰہی کا پیالہ پلایا جائے گا جس میں کافور کا اثر ہوگا جس سے وہ باوجود علائق دنیاویہ کے سب سے آزاد رہتے ہیں ان کے دلوں سے یہ آگ سرد کر دی جاتی ہے یہی پیالہ جنت میں شراب طہور کی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آئے گا اور اس پیالہ ہی پر بس نہیں بلکہ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ وہ اللہ کے نیک بندے ایک چشمہ کو پئیں گے یعنی ان کے لیے چشمہ تیار ہے جو جاری ہے کبھی بند نہیں ہوتا نہ اس میں کمی آتی ہے نہ ہوگی اور نہ صرف پئیں گے بلکہ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا کہ اس کو بہائیں گے جس طرح سے چاہیں گے کام میں لائیں گے دنیا میں جو نہ صرف ایک ہی جام پیتے ہیں بلکہ چشمۂ محبت الٰہی سے پیتے اور اس کو بہاتے ہیں اور ان کے ہر کام میں اور ہر بات میں اور ہر شان میں محبت الٰہی کا نشہ ہے وہ وہاں چشمۂ کافورا ● کا بھی اسی طرح دل کھول کر استعمال کریں گے اور وہ کافور یہ دنیا کا کافور نہیں بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جس کو کافور سے کسی خاص خاصیت میں مناسبت ہے سردی اور سپید تقویت دل و دماغ ہیں۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝٧ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝١٠ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝١٤

ترجمہ:......(ابرار وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں کہ جس کا شر پھیل پڑے گا⑦ اور وہ اس کی محبت میں فقیر اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا کرتے ہیں⑧ (اور کہتے ہیں) ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لیے نہ ہم کو تم سے بدلہ پانا مقصود ہے نہ شکر گزاری⑨ ہم تو اپنے

● ......اے سبحان اللہ آں حضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیا ہی کافوری شراب کا پیالہ بلکہ چشمہ پلایا گیا کہ اس کے نشہ میں دنیا سرد تھی وہ پھر اس کو کیسا بہایا جس کی نالیاں ہندوچین اور ترکستان اور بربر کے خشک میدانوں تک گئیں اور وہاں بھی لاکھوں کو مست و بےخود کر دیا پھر انھوں نے ساقی بن کر ایسا پلایا کہ جس کا نشہ اب تک نہیں اترا ان کے مزارات مقدسہ سے اب تک وہی مستی کی بو آتی ہے اور کفار کا زنجیروں اور طوق اور دہکتی آگ میں گرفتار ہونا ہر ایک کو دکھائی دے رہا ہے ١٢ منہ۔

رب سے ایک اداس (اور) ہول ناک دن سے ڈرتے ہیں ⑩ پھر ان کو اللہ اس روز کے شر سے بھی محفوظ رکھے گا اور ان کے سامنے تازگی اور خوشی لائے گا ⑪ اور ان کے صبر کے بدلے ان کو جنت اور ریشمی پوشاکیں دے گا ⑫ وہاں چھپر کھٹوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی ⑬ اور ان کے سائے ان پر جھکے پڑے ہوں گے اور پھلوں کے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہوں گے ⑭۔

ترکیب:...... یوفون جملة مستانفة لبیان حال الابرار۔ النذر فی اللغة الایجاب و المراد ھھنا ما وجب اللہ علی العباد او ما اوجب العبد علی نفسه من فعل الخیرات و ترک المنکرات۔ و الوفاء الاتیان بما اوجب۔ المستطیر اسم الفاعل من باب الاستفعال ماخوذ من الطیران العرب تقول استطار الحریق اذا انتشر۔ و یطعمون الجملة معطوفة علی السابقة۔ انما نطعمکم... الخ الجملة فی محل النصب علی الحال بتقدیر القول ای قائلین انما... الخ۔ عبوسا تعبس و تکلح فیه وجوه الناس من شدته و ھو له فالمعنی انه ذو عبوس۔ القمطریر اشد ما یکون فی الایام و اطوله فی البلاء قال مجاھد ان العبوس بالشفتین و القمطریر بالجبهة و الحاجبین۔ متکئین حال من ھم فی جزاھم و العامل جزی۔ الارائک جمع اریکة و ھی سریر فی بیت یزین بالثیاب۔ لا یرون الجملة فی محل النصب علی الحال من مفعول جزاھم و من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال من مفعول جزاھم او من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال مترادفة و علی الثانی متداخلة او صفة اخری لجنة۔ و دانیة من الدنو بمعنی القرب قرء الجمھور بالنصب عطف علی ماقبلھا حال مثلھا او صفة لمحذوف معطوف علی جنة و قریٔ بالرفع علی انه خبر و المبتدء ظللھا و الجملة فی حیز الحال و المعنی لا یرون فیھا شمسا و لا زمھریرا و الحال ان ظللھا دانیة۔ و علی تقدیر النصب ظلالھا مبتدأ علیھم الخبر۔ و ذللت الجملة حال من دانیة او معطوفة علی دانیة و علی تقدیر رفع دانیة علی جملة اسمیة۔ و القطوف جمع قطف بالکسر و ھو العنقود، خوشه۔

تفسیر:...... یہاں سے ان ابرار کے اوصاف و حالات بیان فرماتے ہیں جن کے سبب وہ ابرار کیے گئے۔

ابرار کے اوصاف:...... ۱۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ کہ وہ نذر پوری کیا کرتے ہیں نذر پیمان (و منه نذرت للہ کذا النذر بالضم و الکسر (صراح) وفا پورا کرنا۔ قتادہؒ و مجاہدؒ کہتے ہیں اس کے معنی عبادت اور طاعت کے ہیں لغوی اور شرعی معنی کے لحاظ سے اس میں مفسرین کے تین اقوال ہیں۔

(اول) نذر شرعی کہ بندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو اپنے اوپر واجب کر دے کہ میں اللہ کے لیے یوں کروں گا یا یہ کام نہ کروں گا اب عام ہے کہ یہ نذر کسی آنے والی مراد کے حاصل ہونے یا بلا کے دفع ہونے پر کی ہو جیسا کہ عام دستور ہے یا نہیں مگر اس قسم کی نذر کی بابت پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے لَا تَنْذُرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا تُغْنِیْ مِنَ الْقَدْرِ شَیْئًا وَاِنَّمَا یستخرج به من البخیل (متفق علیہ) کہ نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ تقدیر الٰہی کو نذر ماننا کچھ ٹال نہیں سکتا جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا ہزار نذر مانا کرو بلکہ اس حیلہ سے بخیل کا مال خدا پاک باہر نکلوا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو بغیر نذر مانے کے کچھ بھی للہ نہ دیتا ہو اور وہ نذر کو تقدیر الٰہی کے پلٹنے کا وسیلہ بنائے یہ اس بخیل کے مال صرف ہونے کا سبب ہے نذر ممنوع کاموں میں بھی جو اس کی قدرت نہ ہوں نہ ماننی چاہیے کیونکہ مسلم نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ معصیت میں اور جن کاموں کے کرنے کی قدرت نہیں رکھتا نذر کا پورا کرنا نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قسم کی نذر کو پورا نہ کرے مگر کفارہ لازم ہوگا کیونکہ ابو داؤد و ترمذی نے روایت کی ہے لا نذر فی معصیة اللہ و کفارته کفارة الیمین اور اسی طرح ابن

ماجہ وابوداؤد نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے من نذر نذرا لایطیقہ فکفارتہ کفارۃ الیمین ❶ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نذر دراصل نذر نہیں کفارہ واجب نہیں۔نہ اس کو پورا کرے۔

باقی اور سب نذروں کا پورا کرنا واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ابرار کی شان میں فرماتا ہے یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ اور ایک جگہ فرماتا ہے وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ کہ اپنی نذریں پوری کرو پھر جو اپنی مانی ہوئی نذر کے پورا کرنے پر آمادہ ہے وہ خدا پاک کے واجب کردہ احکام و عبادات پر بدرجہ اولیٰ سرگرم ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ آیت میں نذر سے مراد واجبات ہیں عام ہے کہ از خود بندہ نے اپنے اوپر واجب کر لیے ہوں یا خدا تعالیٰ نے واجب کیے۔

تیسرا قول: کلبی کا ہے کہ نذر سے مراد عہد ہے عہد وفا کرنے کی قرآن میں تاکید کی ہے عام ہے کہ باہمی جائز عہد ہو یا خدا تعالیٰ کا عہد جو نبیوں کی معرفت بندھا ہے شریعت واحکام کی بجا آوری کا۔

ابرار شر سے ڈرا کرتے ہیں:...... ۲۔ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا کہ وہ اس دن کے شر سے بھی ڈرا کرتے ہیں کہ جس کا شر پھیل پڑے گا، گرمی اور سردی کا جس طرح دنیا میں ایک عام اثر ہوتا ہے اسی طرح قیامت کا شر اور اس کا ہول اور دنیا کے زیر و زبر ہونے کا حادثہ اور پھر نفخ صور اور اس کے بعد قبروں سے نکلنے کا حادثہ ایک عام وحشت انگیز حادثہ ہوگا وہ ابرار اس دن کے حادثہ عظیمہ سے ڈرا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس دن کی تیاری میں نذریں پوری کرتے ہیں اور اپنے جان و مال کو انھوں نے دنیا میں نذر اللہ کر دیا ہے۔

یتیم و مساکین اور قیدیوں وغیرہ سے حسن سلوک:...... اس لیے وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ کھانا کھلاتے ہیں عَلٰی حُبِّہٖ محض اللہ ہی کی محبت سے نہ ریاکاری و شہرت کے لیے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کھانے کی ان کو رغبت و محبت ہوتی ہے اور حاجت دامن گیر ہوتی ہے اس پر بھی وہ کھلاتے ہیں کس کو؟ مِسْکِیْنًا فقیر کو وَّیَتِیْمًا یتیم کو وَّاَسِیْرًا قیدی کو۔ اگلے زمانے میں قیدیوں کو شاہی خزانہ سے کھانا نہیں ملتا تھا وہ اپنی محنت مزدوری کر کے کھاتے تھے اس میں ان پر سختی گزرتی تھی، فاقہ کشی پر فاقہ کشی ہوتی تھی اس لیے ان کا کھانا بھی اس حالتِ بے کسی میں بڑا عمدہ کام تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسیر سے مراد وہ بے بس لوگ ہیں جو خود کوئی کام نہیں کر سکتے یا وہ لڑکے و عورتیں ہیں اور غلام ہیں جو ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہیں اور ان کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔ بے چارے ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں اس میں بے زبان جانور بھی داخل ہیں جو ایسے موذیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور دانہ پانی نہیں ملتا۔

احسان نہیں جتلایا کرتے بلکہ ڈرا کرتے ہیں:...... اور ان پر کچھ احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ کہتے ہیں اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا کہ ہم تو خالص اللہ کے لیے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کہ وہ خوش ہو جائے اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے نہ ہم کو تم سے اس کا بدلہ مقصود ہے نہ یہ کہ تم شکر گزاری کرو ہماری تعریف کرتے پھرو۔

اور یہ بھی کہتے ہیں اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا اس روز کے لیے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں یہ کچھ ضرور نہیں کہ اللہ کے نیک بندے یہ باتیں ہر مسکین و یتیم و اسیر کے سامنے

---

❶ ...... یمین خدا کے نام یا صفات کی قسم کھانا کہ ایسا کروں گا یا نہ کروں گا اور نذر بغیر قسم کے کوئی کام واجب کر لینا کہ تین روزے اللہ کے لیے رکھوں گا یا صدقہ اس قدر دوں گا وغیرہ اگر برے کاموں کی بابت یا غیر مقدور کی بابت نہیں تو وفا کرنا لازم ہے ورنہ گنہگار ہوگا اور ترک میں کفارہ ہے دس مسکین کو کھانا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا ورنہ تین روزے رکھنا ۱۲ منہ۔

زبان پر کہتے ہوں بلکہ ممکن ہے زبان حال سے کہتے ہوں اور ان کے دل میں یہ مضمون اور ان کی اس نیت اور حسن اخلاص کو خدا پاک ان کے قول سے تعبیر کرتا ہو اور ایسا ہوتا ہے اور یہی قوی ہے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ سے لے کر یہاں تک کی آیات کے بارے میں ابن مردویہ نے ایک طویل قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کی بیماری میں نذر مانی تھی کہ تین روزے رکھوں گا جب صاحب زادوں کو شفا ہوئی اور روزے رکھنے شروع کیے اور کھانے کے لیے بمزار دقت شمعون خیبری یہودی غلہ فروش سے کچھ جو لا کر روٹیاں پکائیں، شام کو افطار کر کے کھانے بیٹھے اور آپ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی لونڈی فضہ بھی روزہ دار تھیں تو ایک مسلمان نے سوال کیا، پانچوں روٹی اس کو اٹھا دیں، دوسرے روز ایک یتیم نے آ کر سوال کیا تیسرے روز جب کھانا تیار کیا تو ایک اسیر نے آ کر سوال کیا اور تین روز پے در پے پانی پر روزہ رکھا اس پر یہ آیات ان کی مدح میں نازل ہوئیں یہ ممکن ہے اس لیے کہ حضرات اہل بیت کرام ایسے ہی تھے مگر اول تو اس روایت کی صحت میں کلام ہے، دوم اول سے آخر تک سلسلہ وار عموماً ہر انسان کی بابت کلام چلا آ رہا ہے تخصیص کسی کی نہیں۔ ہاں اس عموم میں حضرات اہل بیت کرام بدرجہ اولیٰ شریک ہیں۔ (تفسیر کبیر)

ابرار کی جزاء:......اس کے بعد ان ابرار کی جزائے خیر کا ذکر کرتا ہے فقال فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس روز کے شر سے محفوظ رکھے گا ان پر کوئی مصیبت اور آفت اس روز نہ آئے گی اور نہ صرف یہی بات کہ ان کو شر سے بچا کر نعمتوں سے بہرہ ور کرے گا بلکہ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ ان کو فرحت اور خوشی عطا کرے گا اور دیدارِ الٰہی کی فرحت سے شاداں ہوں گے۔

یہ جنت روحانی تھی اس کے بعد جنت جسمانی کا ذکر کرتا ہے وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا کہ ان کو صبر کے بدلے میں جو نذر کے وفا کرنے اور اسیروں اور یتیموں اور فقیروں کے کھلانے میں تکالیف برداشت کرتے تھے جنت دے گا اور اس میں ریشمی لباس پہننے کو ملے گا اور نہ یہی کہ صرف ایسے کپڑے اور خوشی ملے گی بلکہ ان کے رہنے کے لیے اور بیٹھنے سونے کے لیے مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ چھپر کھٹ اور طلائی پلنگ ملیں گے جن پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا جنت میں نہ دھوپ دیکھیں گے اس لیے کہ وہاں عرش کا سایہ ہوگا آفتاب کی روشنی کی وہاں حاجت نہ ہوگی اور نہ وہاں سردی ہوگی، ایک معتدل موسم ہوگا جو بہت ہی پر بہار موسم ہوگا، نہ خزاں کا ڈر، نہ برسات کی کیچڑ، نہ مچھر نہ پسو، نہ گرمی نہ سردی دنیا میں جو نہایت پر بہار موسم باغوں میں ہوا کرتا ہے اور جو عمدہ ملکوں میں ہوا کرتا ہے یہ وہاں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا اور درخت کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اگرچہ وہاں آفتاب نہ ہوگا اور نہ اس کی دھوپ مگر اور اجرام نورانیہ بھی تو پرفگن ہوں گے کبھی طبیعت انسانی ہمیشہ یکساں حالت سے گھبرا جاتی ہے اس لئے کبھی اس کے تبدل و تغیر میں سرور پاتا ہے اس واسطے ان کے لیے بڑے دراز سائے ہوں گے جن کے نیچے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے اور دنیا کے تذکرے بھی کریں گے اور بے ثمر درختوں کے سائے نہ ہوں گے بلکہ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ان کے پھل ان کے بس میں ہوں گے جن کے لینے اور توڑنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

اصل اس دنیا کی ہر ایک صفت نیک ان کے لیے جنت میں ایک نعمت بن کر سامنے آئے گی ان کی فرحت اور خوشی ان کے دل غم ناک اور اندوہ گیں کے خوف و خطر کا نتیجہ ہے وہاں ان میں اس کے بدلے خوشی بھر دی جائے گی اور ان کے صبر کی تپش اور غذا کی راہ میں سختیاں اٹھانے کا ثمر جنت اور نرم لباس ہے اور وہ خود خدا کے آگے جھکے ہوئے تھے وہاں جنت میں درخت میوہ دار ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور یہ میوے ان کے اعمال صالحہ و معارف الٰہیہ اور اس کے اشواق و مواعید ہیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ
فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا
فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ
حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ
ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ
ع ۲۲ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

ترجمہ:......اوران پر چاندی کے برتن اور شیشے کے آبخوروں کا دور چل رہا ہوگا۞ شیشے بھی چاندی کے شیشے جوایک خاص انداز پر ڈھالے ہوں گے ۞اور وہاں ان کو پیالہ پلایا جائے گا کہ جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۞ وہاں اس چشمہ میں سے بھی پئیں گے کہ جس کا نام سلسبیل ہوگا۞ اور ان کے پاس سدا رہنے والے لڑکے (خادم) گھومتے ہوں گے جب (اے مخاطب) تو ان لوگوں کو دیکھے گا تو ان کو خیال کرے گا بکھرے ہوئے موتی ہیں (صفائی اور خوبصورتی میں)۞ اور جب تو (وہاں کی نعمتیں) دیکھے گا تو تجھ کو وہاں بڑی نعمت اور شاہی ساز وسامان نظر آئے گا۞ بہشتیوں پر سبز ریشمی باریک اور دبیز کپڑے ہوں گے اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو شراب طہور پلائے گا۞ (کہا جائے گا) یہ تمہارے (نیک اعمال کا) بدلہ ہے اور تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۞۔

ترکیب:......أنية جمع اناء ككساء او كسية و غطاء و اغطية و الاصل أنئية بهمزتين الاولى مزيدة للجمع و الثانية فاء الكلمة فقلبت الثانية الفا۔ من فضة بيان لأنية۔ و اكواب جمع كوب و هو الكوز الكبير (کوزۂ بے دستہ۔ صراح) عطف على أنية كانت قواريرا الجملة صفة لاكواب و القوارير جمع قارورة (شیشہ) قرء نافع و الكسائى قواريرا بالتنوين فى الموضعين مع الوصل و مع الوقف بالالف كسلاسلا و قرء حمزة بعدم التنوين فيهما و عدم الوقف بالالف بصيغة منتهى الجموع و الثانى بدل من الاول و قرء برفع الثانى على تقدير هى قوارير ۔قدروها صفة لقوارير۔ عينا منصوب على انها بدل من كاس۔ و اذا رايت ثم فى موضع النصب على الظرف يعنى فى الجنة و فى مفعول رايت اختلاف قيل مقدر و قيل لا غليهم قرء نافع و حمزة بسكون الياء و كسر الهاء على انه خبر مقدم و ثياب مبتدء مؤخر و قرء الباقون بفتح الياء لتحرك ما قبلها على انه ظرف كانه قيل فوقهم ثياب فتصبه على الظرفية و قيل نصب عليهم على الحال اما من هم فى قوله يطوف عليهم او من الولدان اى اذا رايتهم حسبتهم لؤلؤ منثورا فى حال علو الثياب ابدانهم و الجملة صفة اخرى لولدان وقرئ عليهم خضر بالرفع نعت لثياب و بالجر نعت لسندس لكونه اسم جنس و استبرق بالرفع عطفا على ثياب و حلوا عطف على يطوف عليهم۔

تفسیر:......یہ تتمہ ہے بیان سابق کا کہ:

اہل جنت کا اعزاز واکرام:...... جنت میں جنتیوں کے لیے کھانے پینے کا بھی شاہانہ سامان ہوگا صرف میووں ہی پر بس نہ ہوگی بلکہ

برتن آبخورے اور لوٹے وغیرہ ظروف چاندی کے ہوں گے مگر کیسی چاندی جس کی چمک اور صفائی آئینہ جیسی ہوگی شیشہ دنیا میں مٹی کے مادے سے ہوتا ہے وہاں کے شیشے کا مادہ چاندی کا ہوگا ایسی چیز دنیا میں کسی کے پاس نہیں کہ مادہ تو چاندی ہو اور صفائی شیشہ ہو اور پھر وہ برتن بے ڈول نہ ہوں گے بلکہ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے اور ڈھالے جائیں گے اور ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی جس قدر پانی اور کھانا مطلوب ہو اور جس موقع کے لیے ہو اتنا ہی اس میں آئے گا اور سونے کے بھی برتن ہوں گے جیسا کہ سورۂ زخرف میں آیا ہے وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ہر موقع کے اور محل کے مناسب کہیں طلائی نقرائی برتن ہوں گے اور يُطَافُ میں اشارہ ہے کہ کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر اوقات انہیں برتنوں کی آمد و رفت رہے گی خادمان پری رُو لائیں گے لے جائیں گے عیش و نشاط کا ایک تار بندھا رہے گا ان کے صبر کا بدلہ ہے جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاتے تھے اور فقیرانہ گزر کرتے تھے۔

اہل جنت کے لئے مشروب:......اور ایسے لذیذ کھانوں کے بعد یا ساتھ کھانا جلد ہضم ہونے کے لیے وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ان کو ایک ایسی عمدہ چیز کا پیالہ پلایا جائے گا کہ جس کا مزاج اور کیفیت یا آمیزش سونٹھ کی ہوگی تاکہ حرارت غریزی میں آئے اور عیش و نشاط کا لطف تازہ ہو اور شوق دیدار الٰہی بڑھے تاکہ شوق کے بعد جو چیز ملے اس کی قدر اور لذت زیادہ ہو اول مرتبہ کافوری شراب کا پیالہ پلایا جانا فرمایا تھا کہ حشر کی گرمی اور ہموم و غموم کی تپش بالکل جاتی رہے، بعد میں شراب زنجبیل کا پلایا جانا فرمایا کہ ایک دوسری گرمی پیدا ہو جو لذت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے کہ جب انسان کی اصلی گرمی کم ہو جاتی ہے تو پھر نہ ہضم جید ہوتا ہے نہ کسی مہ جبین کے وصال کا شوق باقی رہتا ہے نہ دل میں چونچلے اور اچھل کود کی امنگ رہتی ہے ایک مٹی کا بے حس ڈھیر رہ جاتا ہے جیسا کہ بڑھاپے میں ہوتا ہے۔

مگر وہ زنجبیل دنیا کی زنجبیل نہیں کہ جس میں سوزش اور کسی قدر مضرت ہو بلکہ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا وہ جنت میں ایک صاف چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا سلسبیل کے معنی ہیں پوچھ رستہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اس کو پی کر شوق بڑھے گا اور ساقی سے محبوب کا رستہ پوچھے گا۔ یہ دنیا میں شراب شوق الٰہی اور اس کی گرمی کا اثر ہے جو خاصان خدا کو نصیب تھا۔

اور اس شراب کو اور ان لذیذ نعمتوں کو کون لائیں لے جائیں گے وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ لڑکے جن کا لڑکپن ہمیشہ باقی رہے گا جوان اور بوڑھے نہ ہوں گے ہمیشہ اسی حالت پر رہیں گے لڑکوں میں ایک شوخی شرارت ٹرت پھرت اور بھولا پن ہوتا ہے ایسی نشاط کی مجلسوں میں ان کا کھانے پینے میں کام کرنا عجب لطف دیتا ہے اور نیز وہ ان کے خلوت خانوں میں ان کی محبوب بیویوں کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے میں آجا سکتے ہیں، ناگوار نہیں معلوم ہوتے، نہ وہ عورت ہوتے ہیں اس لیے نہ مرد کو ان کا آنا برا معلوم ہوتا ہے، نہ عورت کو برخلاف جوان مرد و عورت کے۔

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا وہ ایسے حسین اور پرنور ہوں گے کہ ان کی خدمت میں ادھر اُدھر آتے جاتے کھڑے بیٹھے جو کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا لڑی کے موتی بکھر گئے ہیں موتی تو اس لیے کہ وہ اس قدر خوبصورت ہوں گے اور بکھرے ہوئے اس لیے کہ وہ کاربار میں ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہوں گے ان کے حسن اور ہرنے پھرنے کی بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تشبیہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو نعمتیں بیان کیں طلائی برتن وغیرہ کچھ انہیں پر موقوف نہیں بلکہ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا کہ جب تو دیکھنے والے جنت میں نظر کرے گا تو ہزاروں نعمتیں اور بڑی سلطنت اور شاہانہ تکلفات و تجملات دیکھے گا جو دنیا میں عمدہ باغات اور سنگ

مرمر کے طلائی اور جواہرات کے کام کیے ہوئے مکانات اور بڑے بڑے عیش ونشاط کے سامان اور بہاریں بڑے بڑے بادشاہوں کو حاصل ہیں وہ لاکھواں حصہ بھی وہاں کی نعمتوں کا نہیں جو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو جنت میں ملیں گی۔

اہل جنت کی پوشاک:......اب ان کی پوشاکوں کا حال بیان فرماتا ہے عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ کہ ان کے اوپر خلعت کے طور پر چمکنے والے اور صاف ریشم کے مہین کپڑے خُضْرٌ سبز رنگ کے ہوں گے کہ ان کی سرسبزی کی دلیل ہو، وَّاِسْتَبْرَقٌ اور ریشم کے دبیز کپڑے بھی ہوں گے کاشانی مخمل وغیرہ جس طرح دنیا میں یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ شاہانہ لباس ہوگا یہ ان کے صفات حمیدہ ہیں جو اس روز لباس بن کر ظہور کریں گے لفظ عٰلِيَهُمْ میں اس طرف اشارہ ہے۔

اہل جنت کے لیے چاندی کے کنگن:...... وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورۂ کہف میں ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ کہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ممکن ہے کہ کسی کو سونے کے کسی کو چاندی کے ہر ایک کی رغبت یا مرتبے کے لحاظ سے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے دوسرے وقت سونے کے پہنائیں جائیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ چاندی کے خادمان جنت کے کنگن ہوں گے اور حُلُّوْٓا کی ضمیر انہیں کی طرف راجح ہے، اور اہل جنت کے سونے کے کنگن ہوں گے۔

کنگن پہنائے جانے کی وجہ

سوال: زیور عورتوں کی زینت ہے مرد کے لیے عیب ہے، پھر جنت میں پہنائے جانے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں علماء کے چند اقوال ہیں۔

① ......یہ کہ دراصل یہ چاندی اور سونے کا زیور وہاں کے خادموں اور عورتوں کو پہنایا جائے گا مگر لفظ میں جانب تذکیر کو غلبہ دے کر مذکر کے صیغے اس لیے لائے گئے کہ ان کی عورتوں اور خادموں کو پہنانا انہیں کی خوشنودی کا باعث ہے گویا ان کو پہنایا گیا۔

② ......یہ کہ مشرقی ملکوں میں قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ میں چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اس کے ہاتھ میں ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ مہذب ملکوں میں تمغہ۔ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت میں ان کی سرداری کا تمغہ ہوگا نہ کہ زینت کے لیے زیور۔

③ ......یہ کہ یہ کنایہ ہے ان کے انوار و برکات سے جو دنیا میں انھوں نے ان متبرک ہاتھوں سے نیک اعمال کیے تھے، یہ ان کی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ میں کنگن معلوم ہوگا۔

شراب طہور:......وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اور ان کا رب انہیں شراب طہور پلائے گا طہور کہ جس میں نہ نشہ ہے نہ سر درد اور نہ خمار لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ وہ ان سب قباحتوں سے پاک ہوگی۔ اہل دل [1] کہتے ہیں شراب طہور کنایہ ہے شراب وصال سے کہ ان کو وہاں اس معشوق ومحبوب حقیقی کا بے کیف وصال نصیب ہوگا جس کے نشے میں وہ ابدالآباد مسرور رہیں گے نعماء جسمانیہ کے بعد نعماء روحانیہ کا ذکر ہے کہ اس کے آگے وہ سب ہیچ ہیں اور وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ میں سقا کو رَبُّهُمْ کی طرف منسوب کرنے میں جو لطف ہے وہ واہل دل پر مخفی نہیں کہ وہ خود اپنے دست مبارک سے جام مئے بھر بھر کر پلائیں پھر اس کے آگے اور کیا نعمت ہوگی؟

اہل ظواہر کہتے ہیں خادم پلائیں گے مگر وہ اسی کے حکم سے پلائیں گے اس لیے ان کا پلانا گویا خود اس کا پلانا ہے۔

---

[1]...... اہل دل سے مراد صوفیاء ہیں۔

اعمال کا ثمرہ:......اہل جنت سے کہا جائے گا اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً کہ یہ تھی تمہاری جزا اور تمہاری دنیاوی کوششوں ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لیے پہلے تیار تھا۔ اس میں اطمینان دلایا جاتا ہے کہ تمہاری نیکی اور پرہیزگاری رائیگاں نہ جائے گی جیسا کہ منکر کہتے ہیں بلکہ اس کا بدلہ تیار ہے تمہارے مرکر وہاں جانے کی دیر ہے وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا ﴿۲۲﴾ اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی اس کی قدر دانی کی گئی اکارت نہیں گئی برخلاف بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کی بیکار کوشش کے کہ وہ ان کا آگے سر جھکانا، ٹھنڈے پانیوں میں نہانا، بتوں کے لیے نظر دنیاز کرنا، عمر بھر ترک دنیا کرنا، ہاتھ پاؤں کا سکھا دینا، اپنے آپ کو پہاڑوں پر گرا کر مار ڈالنا، دریا میں غرق ہونا، آگ میں جل کر مر جانا، گوشت اور نعماء الٰہیہ کو چھوڑنا، نکاح نہ کر کے تجرد میں گدائی کر کے گزر کرنا، سب رائیگاں جائے گا بلکہ اس بت پرستی اور مخالفتِ رسول پر اور الٹا عذاب ہوگا محنت برباد گناہ لازم کیونکہ وہ محنت تعلیم شیطانی اور خدا سے روکنے والی تھی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعْ مِنْھُمْ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ:......(اے نبی) ہم نے ہی آپ پر قرآن ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے ﴿۲۳﴾ پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا کریں اور ان میں سے کسی بدکار اور ناشکر کا کہنا مانا کریں ﴿۲۴﴾ اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کیا کریں ﴿۲۵﴾ اور کچھ رات سے اس کے لیے نماز بھی پڑھا کریں اور بڑی رات سے اس کی تسبیح کیا کریں ﴿۲۶﴾۔

ترکیب:......انا نحن نزلنا مبتدا و خبر و قال الزجاج او ھھنا او لہ من الواو لانھا بدل علی ان کل واحد اھل ان لا یطاع بخلاف الواو لانھا تدل علی لا یطاع کلاھما و جاز ان یطاع احدھما و قال الفراء او بمعنی لا کانہ قال و لا کفورا۔ بکرۃ من اول النھار الی الزوال و الاصیل الی الغروب و ھما منصوبان علی انھما ظرفان لاذکر۔ و من اللیل من للتبعیض و الفاء دالۃ علی معنی الشرطیۃ و التقدیر مھما یکن من شیء فصل۔ من اللیل ای فی اللیل لیلا منصوب علی انہ ظرف لسبحہ۔

تفسیر:......اس سورت کی ابتدا میں بتلایا گیا تھا کہ آدمی معدوم تھا عدم سے وجود میں لایا گیا ایک قطرہ منی سے بنایا گیا جس میں اس کی تمام قوتیں اور ظاہر ہونے والے اوصاف و حالات ودیعت رکھے گئے تھے جس کی طرف لفظ امشاج میں اشارہ تھا اور یہ بے کار اور عبث نہیں عالم ہستی میں لایا گیا بلکہ امتحان اور آزمائش کے لیے نَبْتَلِیْہِ اور اس امتحان میں پورا نکلنے کے اسباب (کان، آنکھ، عقل) بھی اس کو عطا ہوئے اور عقل زیادہ کارآمد تھی اس لیے اس کو جداگانہ ذکر کیا اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ پھر اس امتحان میں کچھ کامل (شاکر) کچھ ناقص (ناشکر) نکلے پھر ناقصوں کی سزا مختصر سے الفاظ میں بیان کر کے کاملوں کی جزا و حیاتِ جاودانی اور وہاں کے عیش و نشاط بڑی تفصیل سے بیان فرمائے تاکہ معلوم ہو کہ رحمت کا پلہ جھکا ہوا ہے۔

اس کے بعد کاملوں کو چند باتوں سے جو مضر ہیں منع کرنا چاہتا ہے اور چند نافع چیزوں کے عمل میں لانے کی وہ ناصح مشفق تاکید فرماتا ہے مگر اس مشقتِ عمل کی آسانی کے لیے اول تو جزا و سزا ادارِ آخرت کی بیان فرما دی تھی۔ دوم اور بھی آں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک باز جماعت کو اطمینان دلاتا ہے تاکہ بڑے فراخ حوصلہ اور اطمینان قلب سے عمل کریں۔

نزولِ قرآن: ..... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ کہ لوگوں کی آسانی کے لیے خود ہم نے اے محمد تجھ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا ہے یہ محمد نے از خود نہیں بنالیا ہے نہ یہ جن کا قول ہے نہ کسی کاہن کا وہ ناقص جو اس میں شبہ کرتے ہیں اور اس کے بیان دارِ آخرت پر تمسخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کس نے دیکھا ہے کیا یہ ان کا وسوسہ شیطانی جو راہِ سعادت کا روڑا ہے ٹھیک ہے یا ہمارا فرمانا جو رب العالمین ہو کر علام الغیوب ہو کر اس میں تاکید سے کہتے ہیں کہ بے شک ہم نے قرآن نازل کیا بے کھٹکے تم اس پر عمل کرو، اس کے وعدوں کے موافق ضرور حیاتِ جاودانی پاؤ گے اور مخالفت سے جہنم کے تاریک گڑھے میں جاؤ گے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ... الخ پس اے محمد اور اس کی جماعت اپنے رب کے حکموں کی پابندی کر یا اس حکم ربی کا انتظار کر جو تمہارے غلبے کے لیے چلا آتا ہے، اس کی راہ دیکھو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کس نے بھیجا ہے؟

اس کے بعد دو باتوں سے منع فرماتا ہے اور دونوں کو ایک ہی جملہ میں جمع فرماتا ہے فقال وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا کہ تو ان میں سے کسی گناہ گار بدکار کا کہنا نہ مان نہ کسی ناشکر کا، اثم گناہگار، ہر گناہ کے مرتکب کو آثم کہتے ہیں خواہ صغیرہ خواہ کبیرہ، خواہ شرک خواہ کفر، اور كَفُوْرًا ان میں سے خالص گناہ گار کو کہتے ہیں جو ناشکر ہو كَفُوْرًا اثم ہے مگر اٰثِمٌ اَوْ كَفُوْرًا نہیں۔ پھر بعض علماء کہتے ہیں کہ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں کوئی ہو بعض کہتے ہیں اثم سے ولید کی طرف اور كَفُوْرًا سے عقبہ کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں کہ آثم سے عتبہ کی طرف اور كَفُوْرًا سے ولید کی طرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کا مصداق ایک شخص مراد ہے یعنی ابو جہل۔ ان لوگوں کی اطاعت دینی باتوں میں ممنوع ہے اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں دنیا کے طالب ہیں۔

فائدہ: یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار ومشرکین کی فرمانبرداری وجان نثاری اسلامی احکام کے مقابلے میں سخت ممنوع ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔

تسبیح وتقدیس اور سجدہ کا حکم: ..... اس کے بعد تین چیزوں کا حکم دیتا ہے

۱..... فقال وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ کہ صبح وشام اپنے رب کا نام لیا کر۔

۲..... وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ اور رات میں اس کو سجدہ کیا کر۔

۳..... وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اور بڑی رات سے اس کی تسبیح اور تقدیس کیا کر۔

ان آیات میں مفسرین کے دو قول ہیں۔

اول: یہ کہ ان آیات میں نماز پڑھنا مراد ہے بُكْرَةً سے صبح کی نماز، اور اَصِيْلًا سے ظہر وعصر کی نماز اور وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ سے مغرب وعشاء مراد ہے اور وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا سے تہجد۔

دوم: یہ کہ اس وقت نماز پنج گانہ فرض نہ ہوئی تھی تہجد کی نماز اور رات میں عبادت کرنا تھا، ان آیات میں مقصود ہر حال میں عبادت کی ترغیب ہے جیسا کہ اس آیت میں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ اور تسبیح وتحلیل ودعا واستغفار وسجود ہی اس وقت کی نماز تھی۔

اوقات مخصوصہ میں عام مفسرین کے نزدیک مراد نماز پنج گانہ اور تہجد ہے تہجد گو امت کے لیے فرض نہ ہو مگر مسنون ہے اور آنحضرت ﷺ کے لیے اس کے پڑھنے کا حکم تھا اس لیے بلفظ امر تعبیر کیا گیا۔ لَيْلًا طَوِيْلًا میں اشارہ ہے کہ تمام رات سونے اور عیش کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کا بڑا حصہ یادِ الٰہی کے لیے بھی ہونا چاہیے اور کچھ نہ ہو تو پچھلی رات تو اٹھ کر دربارِ الٰہی میں حاضر ہو نہ کہ دن چڑھے تک

مدبروں کی طرح بستر پر کروٹیں لیا کرے۔

فائدہ: یہاں خدا تعالیٰ نام یاد کرنا بتلاتا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقول بشریہ کو اس کی صفات تک رسائی نہیں انہیں اسماء و صفات سے اس کا علم حاصل ہوتا ہے اسی کو کبھی وَاذْكُرْ رَبَّكَ سے تعبیر کیا اور کبھی وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ سے اور کبھی وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ سے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾ ع

ترجمہ:......بے شک یہ لوگ جلد آنے والی (دنیا) کو پسند کرتے ہیں اور بھاری دن کو اپنی پس پشت پھینک رہے ہیں ﴿٢٧﴾ ان کو ہم نے پیدا کیا اور ان کی گرہ مضبوط باندھی اور ہم جب چاہیں ان جیسے ان کے بدلے اور لے آسکتے ہیں ﴿٢٨﴾ یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے ﴿٢٩﴾ اور تم جب ہی چاہو گے جب کہ اللہ چاہے گا کیونکہ وہ سب کچھ جانتا (اور بڑا) حکمت والا ہے ﴿٣٠﴾ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے تو اس نے سخت عذاب تیار کررکھا ہے ﴿٣١﴾۔

ترکیب:......یذرون معطوف علی یحبون و کلاھما خبران۔ یومًا مفعول یذرون۔ ورائھم ظرف لہ۔ اذا شئنا شرط و مفعول شئنا محذوف یدل علیہ الجواب و ھو بدلنا۔ الا ان یشاء اللہ ای الوقت مشیئۃ اللہ او الافی حال مشیئۃ اللہ۔ و الظّٰلمین منصوب بفعل محذوف یفسرہ مابعدہ ای اعد۔

تفسیر:......اوقات مخصوصہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا تسبیح و تحلیل میں مصروف ہونا دعا مانگنا گریہ وزاری کرنا وغیرہ جنکا حکم دیا گیا ہے بقولہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ ... الخ انہیں لوگوں کا کام ہے جو دار آخرت کے قائل ہیں اس لیے تو وہاں کے لیے توشہ ساتھ لیتے ہیں اور دار آخرت کا یقین ہی تو ہے جو انسان کو اس طرف ابھارتا ہے، برخلاف کفار و مشرکین کے کہ وہ ادھر متوجہ ہی نہیں ہوتے ،نہ ان کو اس عبادت و شب بیداری میں کچھ حلاوت ملتی ہے۔

کفار کی دنیا طلبی:......اس لیے کہ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ یہ تو دنیا اور اس کی لذات و شہوات پر فریفتہ ہیں شب و روز مال و زر اور زن و زمین و فرزند و اسباب دنیا کے جمع کرنے میں مصروف ہیں اور انہیں باتوں میں انکو مزہ اور حلاوت معلوم ہوتی ہے انہیں کاموں کو کام سمجھتے ہیں، اور انہیں چیزوں میں کامیابی حاصل کرنے کی کو خوش نصیبی اور فوز عظیم سمجھتے جانتے ہیں اور دار آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہیں، اول تو اس کا یقین ہی نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے لیے تدبیر نہیں نہ کوشش ہے نہ دل میں رغبت ہے نہ طبیعت میں میلان، اور ان دونوں حالتوں میں دار آخرت کو (جو بڑا بھاری اور مصیبت ناک دن ہے مصائب کی وجہ سے) چھوڑنا اور پیچھے پھینک دینا ہے۔

اور ان کا عذر کہ (ہم میں دار آخرت کی قدرت کی قدرت نہیں کاروبار دنیا میں مہلت نہیں نماز پنج گانہ خصوصاً صبح اور عشاء اور تہجد بھلا ہم سے کیونکر

ادا ہوسکتی ہے وہ سونے کا وقت ہے) محض غلط ہے اس لیے کہ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اوران کی بنیادِ جسم کو مضبوط کیا ہے ہٹے کٹے ہیں نیک و بد، نفع ونقصان کی سمجھ بوجھ ہے بد بخت اکثر اپنی کمزوری اور ناچاری کا عذر کیا کرتے ہیں اور وہ دراصل ان کی سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے ان کے جواب میں یہ آیت ہے۔

مگر بعض بدنصیب ازلی ہوتے ہیں نیک کام کیسا ہی آسان ہو ان کو پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور برا کام کیسا ہی مشکل ہو ان پر آسان ہوتا ہے۔ اور ناچ تماشے میں رات بھر جاگیں آنکھ نہ جھپکے، عبادتِ الٰہی میں دو گھڑی بھی بیٹھ نہ سکیں۔ یہ آیت ان کی سرشت کا بھی حال بیان کرتی ہے کہ یہ بد بخت عاجلہ یعنی دنیا اور اس کے عیش ونشاط ولذات وشہوات کو پسند کرتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں اس لیے کہ ہم نے ان کو پیدا کیا ہے ان کی سرشت سے ہم خوب واقف ہیں وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ اور ان کی قوتِ شہوانیہ کو قوی کر دیتا ہے کتوں اور خنزیروں جیسی قوت بہیمیہ ان میں بہت رکھی ہوئی ہے، رات دن چرنے جفتی کرنے کے سوا انجام کار کو سوچنے اور فکر کرنے کی ان میں قابلیت ہی نہیں اور جو کچھ ہے تو مہلت نہیں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ ایسے ناپاک اور زمین میں اپنے گھناؤنے کاموں سے گندہ کرنے والے اپنے قیام ودوام کا دعویٰ نہ کریں اور نہ اس مہلتِ چند روزہ پر نازاں ہوں اس لیے کہ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ہم جب چاہیں ان کو مٹا کر ویسی ہی (شکل وصورت وقوت میں) اور لوگ پیدا کر سکتے ہیں اور ایسا ہی کرتے بھی ہیں، قوم نوح برباد ہو کر اور قومیں پیدا ہوئیں ہر صدی پر بلکہ پچاس برس کے بعد دوسرا ہی نقشہ جم جاتا ہے پہلوں میں سے صدی دو صدی کے بعد انسان تو کیا ان کے استعمال کے جانور بلکہ اکثر مکانات بھی نہیں رہتے۔ اس قرن کی کشتی بھری ہوئی عدم کے عمیق گڑھوں میں پڑی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بسے ہوتے ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان کے بدلے اے پیغمبر اور لوگ ہم تیرے لیے پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ عتبہ کے بدلے ان کے بیٹے حذیفہ کو اور ولید کے بدلے ان کے بیٹے خالد کو معین دین بنا دیا اَمْثَالَهُمْ کے بعض مفسرین نے اَشْكَالَهُمْ کے معنی بھی لیے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ جب ہم چاہیں ان کی صورت بدل دیں مسخ کر دیں یا فارغ دستی اور اقبال سے خواری اور ذلت کی حالت میں کر دیں جن سے ان کی وہ صورت بدل جائے ڈرتے رہنا چاہیے۔

پھر یہ قریش اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے اقارب اور اہل وطن ہیں جب ہم نے اس کو قبول نہ کیا تو اور کوئی کیا قبول کرے گا اس لیے کہ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ یہ آیات پند ونصیحت ہیں کوئی برادری کا حصہ بخرا نہیں کہ آنحضرت ﷺ خواہ مخواہ تمہارے سمجھانے کے لیے مجبور ہوں فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا پھر جو کوئی ہو عرب وعجم، وقریب یا بعید جو چاہے ان آیات سے اپنے رب تک پہنچے اور اس کے مہمان سرا جنت میں حیات جاودانی حاصل کرنے کا راستہ اختیار کرے خدا تعالیٰ تمام جہان اور تمام قوموں کا خدا ہے اس کا دین بھی سب کے لیے برابر ہے سب کے لیے رحمت کی راہیں کشادہ ہیں بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کی کوئی خصوصیت نہیں۔

تمہارا چاہنا بھی اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہے: ...... مگر یہ جاننا بھی درحقیقت اے بندگانِ خدا تمہارے بس میں نہیں وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ تم جب ہی چاہ سکتے ہو کہ جب اللہ بھی چاہے اور قائد توفیق تمہیں ادھر کھینچ کر لے چلے ہر چند قوت وقدرت ہر ایک میں رکھی ہے تا کہ دارِ امتحان کا معاملہ معطل نہ ہو لیکن محرک اسی کی توفیق ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ کہ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے جس میں صلاحیت اور نور ازلی دیکھتا ہے اس کو اپنی رحمت یعنی راہ راست پر لاتا ہے دین حق سمجھاتا ہے ورنہ بڑے بڑے عاقل ہوشیار پُرفن پُرگو مالدار خوبصورت یوں ہی وادیٔ ضلالت میں ٹکرا ٹکرا کر مر گئے اور جہنم کے عمیق گڑھے میں جا پڑے اور غریب کم مایہ کو کھینچ لیا اس میں قریش پر تعریض ہے کہ تم نے کیا دین کو قبول نہیں کیا دین حق نے تمہیں ردی جان کر

پھینک دیا اور تمہاری سرکشی اور بدکاری کی ناپاکی نے بارگاہ قدس میں آنے کے قابل نہ رکھا اس پر بھی بس نہیں یہ تو دنیا میں تمہارے نامقبول اور مردود ہونے کی وجہ ہے مگر آخرت میں وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ظالموں کے لیے اس نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے مرنے کی دیر ہے۔

اس سورت کی ابتدا اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ جس میں نیست و نابود تھا پھر اس کو اس قادر مطلق نے منی کے قطرے سے پیدا کیا اور عقل و حواس دیے پھر جس نے ان عقل و حواس سے کام لیا اپنی ابتدا و انتہا کو سوچا، راہ راست اختیار کی وہ سعادت کی کرسی پر بیٹھا دار آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت کا مالک بنا اور جس نے ان سے کام نہ لیا لہو و لعب و شہوات میں غرق ہوا اور انبیاء علیہم السلام کا مقابل رہا اس کے لیے عذاب الیم تیار رکھا ہے۔

ابتداء کلام کو انتہاء کلام سے کمال ارتباط ہے اور کمال درجہ کی بلاغت ہے اگر یہی سورت بغور و تامل دیکھی جائے تو انسان کی ہدایت کے لیے اعتقادیات سے لے کر عملیات تک کامل راہبر ہے جس میں دار آخرت کی ترغیب روح کو اس جہاں کی نعمتیں بیان فرما کر کامل تشویق اور بدکاروں سرکشوں منکروں کو وہاں کے مصائب یاد دلا کر تخویف دلائی گئی ہے اور اصول حسنات نماز خیرات بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں ان تمام مقاصد کا جب کوئی خدا ترس طبیعت دل پر نقشہ جمائے تو فوراً ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے پھر یہ مطالب عالیہ کس کس دل کش عبارت میں بیان کیے گئے ہیں نہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے، نہ شہوت برانگیختہ کرنے والے شاعرانہ خیالات ہیں۔

رُکُوعَاتُهَا ٢ ﴿٧٧﴾ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ﴿٣٣﴾ اٰیَاتُهَا ٥٠

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات ۵۰ دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿٢﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿٥﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿٦﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۭ﴿٧﴾

ترجمہ: ...... قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو خوشگوار چلتی ہیں ① پھر وہ تیز (وتند) چلنے لگتی ② ہیں اور وہ بادلوں کو چھوڑ دیتی ہیں ③ پھر وہ ان کو پھاڑ کر بالکل الگ کر دیتی ہیں ④ پھر ان کی جو (دلوں میں) نصیحت ڈالتی ہیں ⑤ (دفع) عذر کے لیے یا ڈرانے کے لیے ⑥ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا ⑦۔

ترکیب: ...... و المرسلٰت الواو للقسم۔ عرفًا مصدر فی موضع الحال ای متتابعة او مفعول له ای ارسلت للاحسان و المعروف۔ فالعصفٰت الفاء للعطف و کذا ما بعدها معطوف علی المرسلٰت۔ عصفًا مصدر مؤکد یقال عصف بالشیء اذا اباده و اهلکه یقال ناقد عصوف و عصفت العرب بالقوم ای ذهبت بهم۔ ذکرا مفعول به نشرا و فرقا مصدران۔ عذرا او نذرا قیل مصدر ان لیسکن وسطهما او یضم و قیل جمع عذیر و سطهما نذیر فعلی الاول ینتصبان علی المفعول او علی البدل من ذکرا و یذکر و علی الثانی حالان من الضمیر فی الملقیات ای معذورین و منذرین انما اصله ان ما بمعنی الذی و الخبر لواقع و الجملة جواب القسم و لذا صدرت بان للتاکید۔

تفسیر: ...... یہ سورت حسن و عکرمہ و عطاء و جابر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی اور جمہور کا اسی طرف رجحان ہے قتادہ کہتے ہیں مگر یہ آیت وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ مدینہ میں نازل ہوئی اور بخاری و مسلم کی وہ روایت جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اسی کی مؤید ہے وہ یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ایک غار میں تھے کہ سورۂ مرسلٰت نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھ رہے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے لے رہا تھا اور ہنوز آپ کا دہن مبارک تر ہی تھا کہ ایک سانپ ہم پر کود پڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مارو ہم مارنے دوڑے لیکن وہ چلا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حق سبحانہ نے ہم سے بچا لیا جس طرح تم کو اس سے بچا لیا۔

اور شیخین وغیرہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں اس سورت کو پڑھ رہا تھا ام الفضل رضی اللہ عنہا نے سن کر کہا اے فرزند! تیرے اس پڑھنے نے مجھے یاد دلا دیا کہ اخیر جو کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا وہ یہی سورت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مغرب کی نماز میں پڑھ رہے تھے۔

ماقبل سورۃ سے ربط: ...... ربط اس سورت کا سورۂ دہر سے یہ ہے کہ اس کی ابتدا میں کافروں کے لیے عذاب شدید کی تہدید تھی بقولہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا اور اس کے اخیر میں ظالموں کے لیے عذاب الیم تیار کرنا فرمایا ہے کفار کو اس عذاب میں

شک تھا اس لیے کہ دنیا میں اس کا ظہور نہیں تھا آخرت کے منکر تھے اس سورت میں چند چیزوں کی جو اس کے کمال قدرت کے نمونے اور تغیرات عالم کے اسباب ہیں قسم کھا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ اس عذاب کا گھر اور موقع دارِ آخرت ہے نہ دارِ دنیا۔ الحاصل اس سورت میں مسئلہ معاد پر کلام تمام کیا تھا اس سورت کی ابتداء میں مسئلہ معاد کو ایک نئے اسلوب سے ثابت کیا اور نئے نئے اسلوب سے ایک مدعا کو بار بار دلکش عبارت میں بیان فرمانا دلوں پر نہایت اثر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو متعدد سورتوں میں اعادہ کیا گیا ہے۔

پانچ چیزوں کی قسم:......وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا① ... الخ اس سورت میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرماتا ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ⑦ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اور دارِ آخرت میں منکروں کے لیے ان کے اعمال بد پر عذاب اور نیکوں کے لیے اعمال صالحہ پر ثواب یہ ہو کر رہے گا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یہ مسئلہ کہ روح جسم چھوڑنے کے بعد ایک خاص پیکر میں باقی رہتی ہے اور اس کو جسمانی وقت کی باتیں یاد رہتی ہیں اور اس کے دنیاوی اعمال واعتقادات اس کے سامنے عذاب وثواب رنج راحت بن کر پیش آتے ہیں جمیع اہل ادیان کے نزدیک ثابت ہے، البتہ دہری اور کچھ جہلاء اور ناتربیت یافتہ دماغ اس کے منکر تھے اور ہیں جیسا کہ عرب کے جاہل اور قریش مکہ اسی وجہ سے ان کے مقابلہ میں اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے اور اس سے زیادہ جہلاء کے نزدیک جو دروغ گوئی کو عیب سمجھتے تھے اس شخص سے جس کی نسبت ان کو راست بازی کا یقین تھا اور کوئی صورت یقین دلانے کی نہیں۔

ملائکہ کی قسم:......ان پانچ چیزوں میں قدماء مفسرین کے کہ جن میں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین بھی ہیں مختلف اقوال ہیں۔

اول: قول یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا وہ فرشتے جو وحی کے ساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر لگاتار بھیجے گئے (عُرْفًا اَیْ اِرْسَالًا مُتَتَابِعًا یَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَعُرْفِ الْفَرَسِ ●) یا عرفا کے معنی ہیں نیکی اور بھلائی کے لیے (ضِدُّ النُّكْرِ وَانْتِصَابُهٗ عَلٰی هٰذَا الْوَجْهِ اَنَّهٗ مَفْعُوْلٌ لِاَجْلِهٖ) یعنی انتظام دنیا اور مصالح دینی کے لیے ملائکہ جو بھیجے جاتے ہیں اور ان سے تدابیر وابستہ ہیں ہم ان کی قسم کھاتے ہیں۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا② پھر ان ملائکہ کی قسم جو ہلاک کرتے اور عالم میں تغیر عظیم پیدا کرتے اور تہلکہ ڈال دیتے ہیں۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا③ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو پھیلاتے ہیں کھول کر دنیا میں جو امور آئندہ مخفی ہوتے ہیں ان کے اظہار اور نشر کے لیے ملائکہ کی ایک جماعت ہے اقبال اور بداقبالی قحط وارزانی تمام امور مخفیہ جو ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں پھیل جاتے ہیں قضا وقدر نے ان کے لیے ملائکہ معین کر رکھے ہیں اس میں ادیان حقہ اور وحی کا پھیلانا بھی آ گیا۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا④۔ پھر ایک ان فرشتوں کی جو ہر ایک معاملہ میں فرق وامتیاز کر دیتے ہیں مذاہب حقہ وباطلہ میں فاتح ومفتوح قوموں میں سعادت مندوں اور نحسوں میں فریبیوں اور خدا پرستوں میں فرق کرنے والے اور اسی طرح عہدِ جوانی بڑھاپے اور لڑکپن اور حیات وممات اور ایک قرن سے دوسرے قرن میں فرق کرنا ظلمات کو نور سے الگ کرنا اشیاء عنصریہ میں قوتِ نامیہ کے ہر ایک کام میں اور اسی طرح اجزاء متشابہ انسان وحیوانات ونباتات میں فرق کر کے پتے اور پھول اور شاخ وثمر کو جدا کر دینا اور ہر ایک کو اس کے خواص وکمال میں دوسرے سے امتیاز دینا اسی طرح انسانی نطفہ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا پھر اسی میں سے سر اور پاؤں ناک اور آنکھ وغیرہ اجزاء اجزاء نمودار کرنا سب اسی جماعت کے متعلق ہے ان کی بھی قسم کھاتا ہے۔

● ...... عرف الفرس گھوڑے کی ایال یعنی اس کی گردن کے بال اور اسی طرح عرف الدیک مرغ کا تاج۔ گھوڑے کی ایال میں بال مجتمع ہوتے ہیں اور ایک قطار سے یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں گویا یہ لفظ اس محاورہ سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ پھر ان فرشتوں کی قسم جو مخلوق کی تکمیل کے بعد ان میں ذکر ڈال دیتے ہیں ذکر الٰہی اور اپنے خالق کے وجود و قدرت کاملہ پر گواہی دینا بھی ذکر ہے پھر یہ ذکر دو قسموں پر ہے غیر اختیاری جس کو تسبیح قہری کہتے ہیں یہ ذکر ان ملائکہ نے ہر مخلوق کی سرشت میں ڈال دیا ہے حیوانات پرند چرند وحوش و طیور سب اسی کے ذکر میں مصروف ہیں۔

بذکر ہرچہ بینی درخروش است ☆ ولے داند دریں معنی کہ گوش است

دوسری قسم ذکر اختیاری ذوی العقول کا جیسا کہ اہل ایمان انسان و جن و ملائکہ و اُن باخدا مسلمانوں کے دل میں اس ذکر کا القاء بھی ملائکہ کی طرف سے ہے ان کے حق میں باز پرس آخرت سے یہ ذکر عذر ہوگا اور جنات پائیں گے اور یہی ذکر اس سے غافل رہنے والوں کے لیے عذاب آخرت کا ایک خوف ناک پیغام یا تنبیہ ہے یا یہ کہ ذکر سے مراد قرآن و وحی ہو اور ذکر کا اطلاق قرآن و وحی پر ہو جیسا کہ ان آیات میں صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۔ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ تب یہ معنی ہوں گے کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو قرآن لاتے ہیں یعنی نازل ہوتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ہوتے ہیں اور قرآن ماننے والوں کے لیے عذر ہے یعنی اس کے سبب وہ جمیع معاتبات سے معذور اور مغفور ہوں گے اور نہ ماننے والوں کے لیے نذر خوف اور اتمام حجت ہے۔

ان پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھانے میں عالم کی آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی ابتدائی حالت اور پھر اس کی قوت و کمال تک پہنچ جانے کی نہایت اور پھر ممکنات کے اکتساب خیر و شر اور اس کے بعد تک کی حالت اور پھر بقاء علم کے اسباب اور ہر چیز کی نشو و نما کی کیفیت کہ عالم عدم سے عالم ظہور میں ایک چیز کیا کیا صورتیں پیدا کرتی ہے اور اس پر کیا کیا انقلابات ہوتے ہیں اور پھر سب کی پیدائش کا نتیجہ دار آخرت کی تیاری (جو ہوشیار کے لیے عذر اور اس سے غافل کے لیے نذر ہے) کس عمدہ اسلوب میں بتائی ہے۔

دوسرا قول: جمہور مفسرین کا ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوا ہے ہر چند فرشتے مخلوق میں عمدہ اور بہتر ہیں مگر ہوا کو بھی اس عالم کی بقاء اور فنا اور کاروبار میں عجب دخل ہے سننا دیکھنا چکھنا ٹٹولنا سونگھنا ہوا ہی پر موقوف ہے اس لیے کہ آواز جب متکیف ہوتی ہے تو ہوا کے ذریعہ سے کان کے سوراخ تک پہنچتی ہے اور دیکھنے میں شعاع آنکھوں سے نکلتے ہیں اور ہوا چوں کہ عنصر لطیف ہے ان کا حائل نہیں اس لیے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور سونگھنے میں ہوا ہی متکیف ہو کر ناک کے راستے سے وہ کیفیت پہنچاتی ہے اور چھونے میں بھی ہوا کو دخل ہے اس لیے کہ حرارت و برودت رطوبت و یبوست اشیاء کو مسام میں سے گھساتی ہے اور نیز اندرونی کیفیت ہوا ہی کے ذریعہ سے جلد تک پہنچتی ہے اور نیز ہوا ہی پر جان داروں کی زندگی کا مدار ہے۔ سانس بند ہوا اور مرا اور نباتات کی بالیدگی وغیرہ بھی ہوا ہی کے ذریعہ سے ہے دریا میں کشتیوں کو ہوا ہی لیے پھرتی ہے اور ہوا لطافت بھی ہے اس وجہ سے اس کو فرشتوں سے کمال مناسبت ہے۔

پس وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا سے وہ ہوائیں نرم نرم مراد ہیں جن کے چلنے سے دل خوش ہوتا ہے اور انہیں سے روئیدگی ہوتی ہے اور ابر اٹھتا ہے۔

اور عٰصِفٰتِ عَصْفًا سے مراد آندھیاں اور سخت ہوائیں جن سے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں دریا میں طوفان آتا ہے صحرا میں درخت پژمردہ ہو جاتے ہیں لفظ فا گو اس طرف اشارہ ہے کہ نرم نرم چلنا اور سخت چلنا یکے بعد دیگر ایک ہی چیز کا کام ہے اور دونوں ایک ہی چیز کے ہر دو وصف ہیں۔ نرم نرم چلنے کے بعد وہی ہوا تند اور تیز ہو جاتی ہے اور اس کی حالت یہ بتلاتی ہے کہ دنیا میں انقلاب ہے اور نیز جو راحت کا سامان ہے وہی آفت بن جاتی ہے مال اور اولاد عورت وغیرہ تمام اسباب عیش و فرحت میں یہی بات ملحوظ ہے۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا قسم ہے ان ہوؤں کی جو دنیا میں پھیلاتی ہیں بادلوں کو بھی ہوا ہی پھیلاتی ہے اگر نہ پھیلیں اور لگاتار ایک ہی جا بر سے جائیں تو طوفان برپا ہو جائے اور نیز ہر چیز کے اجزاء لطیفہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے کارخانہ جمع و تالیف نقل و تحویل کیفیات اجزاء لطیفہ اشیاء کا جس پر ایجاد و احداث اشیاء عجیبہ مربوط ہے ہوا ہی پر منحصر ہے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا قسم ہے ان ہواؤں کی جو بالکل جدا کرتی ہیں یہ بھی ہوا کا کام ہے کہ دانہ کا گھاس سے جدا کرنا اور پانی کا کدورت سے جدا کرنا اس کے سبب سے ہے اور اجزاء نباتیہ وحیوانیہ کا باہم جدا ہونا ہوا ہی کے نشوونما سے ہے سبز وترشی کے اجزاء بھی ہوا ہی جدا کرتی ہے۔ متکبروں اور پرغرور اجسام کے اجزاء مرنے کے بعد ہوا ہی اڑاتی ہے۔ سر پرغرور کے اجزاء کہیں پڑے ہوتے ہیں اور نازنین ہاتھوں کے کہیں اس میں بھی انقلاب عظیم عالم کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح جمع وتالیف ہواؤں کے وسیلہ سے تھا تفریق وانتشار بھی آخر انہیں کے سبب سے دیکھ لیا یہاں بھی فا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نٰشِرٰات اور فٰرِقٰت ایک ہی چیز کے وصف ہیں یکے بعد دیگرے وہی ناشرات بعد میں فارقات ہوجاتی ہیں جس ہوا کی تازگی سے سرِرواں اور دلکش صورت لیے پھرتے تھے آج اسی نے اس کے ریزے ادھر اُدھر بکھیر دیئے۔

صبا نے اس کے کوچے سے اڑا کر ☆ خدا جانے ہماری خاک کیا کی

غبار کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیے کہ یہ ذرے کس کس جسم کے ہیں ان پر حیات میں کیا کیا بہاریں تھیں؟

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا پھر قسم ہے ذکر پہنچانے والی ہواؤں کی، ذکر سے مراد کلام اللہ کا وجود لفظی ہے کہ جس کو قرآن متلو کہتے ہیں اس ذکر کے پہنچانے میں ہوا کو دخل ہے اس لیے کہ لفظ ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور پھر ہوا کے ذریعہ سے کان میں پہنچتی ہے پس یہ ہوا لوگوں کے کانوں میں قرآن پہنچانے کے لیے ایک خادم ہے اور حقیقت جبرائیل علیہ السلام کا ایک شعبہ ہے اور اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہواؤں پر موکل ہیں اس ذکر کے کانوں میں پہنچنے سے ایک تغیر اور انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے پھر یا سعادت کی طرف مائل ہوتا ہے اگر روح نے اس کو قبول کرلیا اور یا شقاوت کی طرف مائل ہوگیا اگر قبول نہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے عُذْرًا یعنی کلام الٰہی کا پہنچانا یا اس لیے ہے کہ وقت باز پرس کے وہ کہے کہ یہ کام میں نے خدا کے فرمودہ کے مطابق کیا اور یہ کام اس کے فرمانے سے چھوڑ دیا بہرحال اس کے عذر اور سند اور دستاویز ہے۔ یہ عذر ہونا خاص اس کلام کی بابت ہے جو متضمن اوامر ونواہی یا اعتقادات ہو جیسا کہ ذات وصفات کے متعلق اور تمام کی نسبت یہی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قصص وحکایات میں تصدیق کے سوا عبرت ونتائج حاصل کرنے کا بھی موقع دیا جاتا ہے اور نُذْرًا اور شقی ازلی ہے تو اس کو کلام الٰہی محض ڈرانے کے لیے سنایا جاتا ہے۔

اور ان پانچ قسم کی ہواؤں میں ملائکہ منتظمان عالم کی ہر ایک صفت کی رعایت بھی ملحوظ ہے اس لیے کہ صفت اول وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا میں حقیقت میکائیلی ملحوظ ہے کیوں کہ پرورش عالم انہیں کے متعلق ہے اور من جملہ اسباب پرورش کے ہواؤں کا نرم نرم چلنا بھی ہے جن سے نشوونماءِ ابدان ہوتا ہے اور صفتِ دوم عٰصِفٰتِ میں حقیقت عزرائیلی ملحوظ ہے اس لیے کہ عالم کا درہم وبرہم کرنا یا انقلابِ عظیم انہیں کے ساتھ وابستہ ہے اور اس انقلاب کے اسباب میں سخت ہواؤں کا چلنا بھی ہے جو بڑے بڑے نشانوں کو مٹاتی ہے اور صفت سوم وچہارم النّٰشِرٰتِ اور فٰرِقٰتِ میں صفت اسرافیلی ملحوظ ہے اس لیے کہ نفخ ارواح کے ابدان میں اور نیز حق وباطل میں امتیاز اور نیز دنیا میں ارواح کو ابدان سے متعلق کرنا انہیں کے سپرد ہے یہ ہوائیں بھی انہیں کام میں کارآمد ہیں صفت پنجم فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا حقیقتِ جبرائیلی کا شعبہ ہے چوں کہ یہ صفت بلند مرتبہ ہے اس لیے فاء تعقیب اس پر لائے گویا یوں فرمایا کہ صفات سابقہ کے بعد اس صفت کی قسم کھاتے ہیں بخلاف فاء تعقیب فَالْعٰصِفٰتِ فَالْفٰرِقٰتِ کے اس لیے کہ وہ تعقیب ایک فعل کی دوسرے فعل کے لیے ہے نہ تعقیب قسم کے لیے گویا تین چیزوں کی قسم ہے اول نرم نرم چلنے اور سخت چلنے والی ہواؤں کی دوم پھیلانے اور فرق کرنے والی ہواؤں کی سوم ذکر پہنچانے والی ہواؤں کی۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے ایک قسم کی چیزیں مراد نہیں بلکہ متعدد چیزیں مراد ہیں پھر اس میں کئی قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلی چاروں چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں اور پانچویں سے ملائکہ جو ذکر یعنی کلام الٰہی دنیا میں لاتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اول دونوں صفات سے مراد ہوائیں ہیں اور اخیر تینوں سے ملائکہ۔ اور ملائکہ و ہوا میں کمال مناسبت ہے لطافت کی وجہ سے۔

فراء کہتے ہیں کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ اہل ایمان کے دل نرم کرتی ہیں پے در پے نازل ہوتی ہیں کفار و مشرکین پر آندھی کا اثر رکھتی ہیں اور آثار ہدایت وانوار سعادت کو جہاں میں منتشر کرتی ہیں پھر اہل حق و باطل میں فرق ظاہر کر دیتی ہیں پھر ایمان داروں کے دل میں یاد خدا پیدا کرتی ہیں اور عمل کیا تو حجت ہیں ورنہ خوف کا پیغام۔ بعض سب سے حضرات انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں۔

حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا سے مراد دواعی والہامات ربانیہ ہیں کہ سالک کے نفع کے لیے پے در پے اس کے دل پر وارد ہوتے ہیں اور عٰصِفٰتِ سے مراد جذب وکشش الٰہی کے جھونکے ہیں کہ اس کے دل کو حب ماسوی اللہ سے اکھیڑ دیتی ہیں اور نشرات سے مراد اشغال واذکار ہیں کہ تمام جوارح میں انوار پھیلا دیتی ہیں اور فرقت سے مراد واردات الٰہیہ ہیں کہ وجود ناسوتی کو فناء کر کے وجود حقیقی اور مجازی میں فرق کر دیتی ہیں اور مُلْقِيٰتِ ذِكْرًا سے علوم ومعارف مراد ہیں جو بقاء حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں محبت کے طریق سے جو عذر یا خوف کے طریق سے جو نذر ہے۔

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾

ترجمہ:.....پھر (وہ کب ہوگا) جب کہ ستارے ماند پڑ جائیں گے ﴿٨﴾ اور جب کہ آسمان پھٹ جائیں گے ﴿٩﴾ اور پہاڑ اڑتے پھریں گے ﴿١٠﴾ اور جبکہ رسولوں کے لیے وقت مقرر کیا جائے گا ﴿١١﴾ کس دن کے لیے دیر کی گئی ﴿١٢﴾ فیصلہ کے دن کے لیے ﴿١٣﴾ اور تو کیا جانے کیا ہے فیصلہ کا دن؟ ﴿١٤﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿١٥﴾ کیا ہم نے پہلوں کو غارت نہیں کر دیا ﴿١٦﴾ پھر ہم ان کے پیچھے پچھلوں کو لاتے ہیں ﴿١٧﴾ ہم گناہگاروں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں ﴿١٨﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿١٩﴾۔

ترکیب:.....فاذا هذه وما بعده كلها شرط و جوابها محذوف تقديره بان الامر اذ فصل۔ طمست يقال طمس الشيء اذا درس و ذهبت اثره۔ نسفت يقال نسفت الشيء و انسفه اذا اخذته بسرعة و قيل جعلت كالحب الذي ينسف بالمنسف ❶ قال المبرد و نسفت قلعت من مواضعها۔ اقتت الهمزة بدل من الواو المضمومة و كل واو مضمومة بضمة لازمة يجوز ابدالها بالهمزة و قد قرئ بالواو۔ لای يوم اجلت الامور او الرسل الجملة استفهامية و الاستفهام للتعظيم والتعجب مقولة يقول مقدر ای يقال قيل هو جواب لاذا ۔للمكذبين خبره و كررت هذه الاية في هذه السورة عشر مرات على تعداد مستحقي الويل ۔ثم نتبعهم الجمهور على الرفع ای ثم نحن نتبعهم و ليس بمعطوف لان العطف

---

❶ چھاج پھٹکنے والا۔ ۱۲ منہ۔

یوجب ان یکون المعنی اھلکنا الاٰخرین بعد الاولین ولیس کذلک۔

علامات قیامت

تفسیر:..... یوم جزاء کے واقع ہونے کی خبر دے کر اس کی علامات و اسباب بیان فرماتے ہیں فقال فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ جب کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے یا اکھڑ جائیں گے اسی بات کو ایک جگہ یوں فرمایا ہے وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ کہ جب ستارے دھندلے ہو جائیں گے ان کی روشنی جاتی رہے گی اور ایسا ہی ہوگا بھی کہ اول بے نور ہو جائیں گے جیسا کہ مرنے سے پہلے انسان کی تازگی جاتی رہتی ہے اس کے بعد گر پڑیں گے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ جب ستارے جھڑ جائیں گے ان کا مدبر یا روح یا نفس یا فرشتہ مؤکل ان سے الگ ہو جائے گا جو ان کو حرکت دے رہا ہے اور وہ ایسا ہے جیسا کہ بدن انسانی کے لیے روح یا نفس ناطقہ اس کا علیحدہ ہونا ہے کہ ان کا مردہ اور بے نور ہو کر گر پڑنا ہے۔

دوسری علامت وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ اور جب آسمان پھٹ جائیں گے فلسفہ قدیم کے نزدیک آسمان اور ستاروں کا گرنا اور پھٹنا محال ہے جن دلائل کے بھروسے پر حکماء نے یہ کہا ہے ان کا نقص علماء کلام نے ثابت کر دیا ہے فلسفہ حال کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہیں ایک فضاء وسیع ہے جس میں ستارے اور مہتاب لاکھوں کوسوں کے فاصلے پر ایک خاص مدار پر حرکت کرتے ہیں اور مشتری ایک جلد رفتار ہے کہ ایک گھنٹے میں کئی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے اور یہ اجرام علویہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور زمین بھی ان کے رہنے والوں کو ایک چھوٹا سا تارہ حرکت کرتا معلوم ہوتا ہے مگر ان کے نزدیک ان سب باتوں کا موجد و محرک مادہ ہے جس کو وہ قدیم کہتے ہیں جو نہ دکھائی دے سکتا ہے نہ حس سے محسوس ہو سکتا ہے مگر جب الہامی عقل کی دوربین صافی سے صحیح النظر ذرا بھی دیکھے گا کہ یہ مادے کا کام نہیں اس لیے کہ اگر مادہ ہی سب باتوں کی علت فاعلیہ ہے تو مادہ سب کا یکساں ہے پھر اس نے سب جگہ یکساں کام کیوں نہیں کیا؟ اور سب کو ایک صورت کیوں نہیں دی اور پھر صورت اور مادہ دونوں غیر عقل و غیر مدرک ہیں ان میں اس نظام کو قائم کرنے کی کیا عقل کہ ہزاروں برس سے یہ کارخانہ چلا آتا ہے کوئی ستارہ دوسرے ستارے سے ٹکرا نہیں جاتا اور غیر محسوس چیز کے تم قائل نہیں پھر قائل ہوئے تو کیوں نہیں دو چار قدم آگے بڑھ کر یہ دیکھتے کہ وہ غیر محسوس سب کا موجد مادے کا تقسیم کرنے والا نئی نئی صورتیں پہنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور جس فضاء وسیع کو تم مانتے ہو وہی تو آسمان ہے یہ اور بات ہے کہ لطافت کی وجہ سے اس کا جسم کما ینبغی تم کو کسی دوربین سے محسوس نہیں ہوتا نہ ہوگا پھر کیا یہ ناممکن ہوگا کہ وہ خالق ان ستاروں کو باہم ایک وقت ٹکرا کر چورا چورا کر دے اور آسمان پھٹ جائے؟ بے شک یہ ممکن ہے۔

تیسری علامت وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ کہ جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور زمین سے اکھڑ جائیں گے قیامت کے دن جو پہاڑوں پر واقعہ گزرے گا اس کا قرآن مجید میں متعدد الفاظ میں ذکر ہوا ہے ان سب کی مطابقت اس طور پر ہے کہ اول زلزلہ عظیم کے سبب پہاڑ آپس میں ٹکرا کر چورا چورا ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا ہے وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً پھر اس چورا ہونے کے بعد اس زیر و زبر ہونے سے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۞ اور فرمایا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا پھر ہوا کی شدت اور تموج سے ان کا غبار بادلوں کی طرح اڑتا پھرے گا جیسا کہ فرمایا وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ اور اس اڑنے میں پہاڑوں کی رنگتوں کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی جیسا کہ فرمایا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ پھر زمین پہاڑوں سے صاف ہو جائے گی جیسا کہ فرمایا وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً یہ تینوں علامات نفخ صور کے بعد ہوں گی یہاں تک کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اس کے بعد خدا تعالیٰ ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرے گا اور بنی آدم زندہ ہوں گے اور حساب کے لیے دوبارہ قائم ہوگا۔

اب اس وقت کے حالات بیان فرماتا ہے فقال وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ اور جب کہ رسولوں کے لیے میدان حشر میں وقت مقرر کیا جائے گا تا کہ باری باری ہر ایک رسول اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی امت کی کوشش کرے (ان سب شرطوں کا جواب جو لفظ اذا سے مذکور تھیں محذوف ہے جو قرینہ سے سمجھا جاتا ہے) وہ یہ کہ جب یہ باتیں ہوں گی تب وہ عہد پورا ہو جائے گا جو تم سے رسول حساب و کتاب آخرت کی بابت کرتے ہیں اور تم اپنی غفلت یا حب دنیا اور لذات و شہوت کی کوری سے انکار کرتے ہو۔

اس بیان کو سن کر بھی منکرین قیامت کہتے ہیں پھر کس دن کے لیے دیر کی گئی ہے لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ کہ کس دن کے لیے ان باتوں کے آنے میں دیر کی گئی ہے کیوں ابھی نہیں ہو جاتیں اس کے جواب میں فرماتا ہے لِيَوْمِ الْفَصْلِ کہ فیصلہ کا دن آنے کے لیے دیر کی گئی ہے جب وہ دن آئے گا تو یہ سب چیزیں واقع ہوں گی۔

اس دن کی تاخیر کا راز ایسا نہیں کہ تمہاری ناقص سمجھ میں آ جائے اس مضمون کو اس آیت میں بیان فرمایا وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ کہ اے مخاطب تو اس فیصلہ کے دن کی حقیقت کیا جانے اور کیا کیا اسرار اس کی تاخیر میں ہیں اور یوں بھی اس عالم کی تخریب اور بار دیگر بناء تمہاری سمجھ میں نہیں آتی مگر سمجھ میں آئے یا نہ آئے وہ دن مصیبت کا ضرور آنے والا ہے جس میں وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ہو سکے تو کچھ اس کا بندوبست کرو۔

اعادۂ ویل کی وجہ:......واضح ہو کہ یہ جملہ اس سورت میں دس جگہ ارشاد ہوا ہے اس کی وجہ چند ہیں۔

اول: یہ کہ فصحاء عرب اپنے کلام میں چند جملوں کے بعد ایک خاص جملہ بولتے تھے پھر چند جملوں کے بعد اس کا اعادہ کرتے تھے اور یہ جملے گویا اس کے ادلہ متعددہ ہوتے ہیں جس سے مخاطب کے دل پر ہر بار اثر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مخمس و مسدس میں ہر بار اخیر وہی مصرعہ یا شعر ذکر کیا جاتا ہے۔

دوم: یہ کہ ان منکرین قیامت کو دس وجہ سے اس روز مصیبت پیش آئے گی ہر ایک وجہ کے لیے اس کلام کا اعادہ کیا گیا واضح ہو کہ انسان میں مبدا فیاض نے تین قوتیں رکھی ہیں جن کی اصلاح سے سعادت اور فساد سے شقاوت دارین نصیب ہوتی ہے۔

پہلی قوت نظریہ جس پر اعتقادات و ادراک صحیح کا مدار ہے کفار نے اس کو بگاڑ رکھا تھا کئی وجہ سے، اول: خدا کی ذات پاک اور دوم، اس کی صفات میں بے ہودہ خیالات پیدا کر رکھے تھے۔ سوم: ملائکہ کرام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ہمارے کاروبار کے وہی مستقل مالک ہیں۔ چہارم: مر کر بار دیگر جینے اور اعمال پر حساب ہو کر حشر میں جزا و سزا کے منکر تھے۔ پنجم: مخلوقات کو قضا و قدرت میں شریک جانتے تھے ششم حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کا انکار اور ان کے اوامر عبادات و صلہ رحمی سے سرتابی تھی۔

دوسری قوت شہویہ اس میں افراط اس درجہ تھی کہ بہائم کی حد تک پہنچ گئے تھے اور تفریط بھی تھی کہ حلال اشیاء کو حرام جانتے تھے یہ دو وجہ ہوئیں۔

تیسری قوت غضبیہ ہے اس میں بھی افراط یہاں تک تھی کہ ظلم و تعدی میں درندوں سے بڑھ گئے تھے اور تفریط بھی یہاں تک تھی کہ محارم الہیہ اور ان کی گستاخی میں دست درازی کرنے والے پر غصہ تو کیا جوں بھی کان پر نہیں چلتے تھے یہ بھی دو وجہ ہوئیں۔

یہ دس سبب ان میں ایسے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کی وجہ سے ویل کے مستحق تھے اور اسی لیے قیامت میں ہر ایک سبب کے بدلے ایک قسم کا عذاب ہوگا اس لیے دس بار یہ جملہ آیا، یا یوں کہو کہ اس طرح سے ویل ہوگا اس کا سبب ایک ہو یا متعدد۔

واضح ہو کہ دس عذاب مذکورہ بالا میں سے بعض کا یہاں بیان ذکر ضمنی کر کے اس کا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ قیامت کی بابت ان کو سخت

انکار تھا اور کہتے تھے کہ بھلا یہ تو دیکھا اور سنا بھی گیا ہے کہ ایک حادثہ ایک مکان یا شہر یا خاندان پر آیا اور وہ برباد ہوا مگر یہ نہیں کہ تمام دنیا اور آسمان اور زمین سب ایک بار برباد ہو جائیں؟

اس کا جواب یہ ہے اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ کہ کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کر دیا؟ اپنے سے سو دو سو برس پہلے کے لوگوں کو خیال کرو اور ان کے اسباب معاش اور مکانوں کو بھی غور کرو اس تمامی دنیا میں سے اب کوئی ایک بھی باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں پھر یہ مخلوق سب فناء ہو گئی یا نہیں اور اسی طرح تمہارے بعد آنے والے اور تم فنا ہو جاؤ گے ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ان کے پیچھے لگاتے ہیں ہم فنا ہونے میں پچھلوں کو کہ پچھلے قرون بھی یوں ہی ہلاک ہوں گے كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ یہاں تک کہ پچھلے قرنوں میں قریب قیامت کے کوئی بندہ باقی نہیں رہے گا جو قیامت برپا ہونے میں حاجب ہو سب بدکار اور گنہگار ہی رہ جائیں گے جس طرح کہ پہلے اور بعد کے قرنوں کو ہم نے فنا کر دیا یک بارگی ان کو بھی ہلاک کر دیں گے صور پھونکنے سے بس یہی سلسلہ قیامت کا ہے جس کا ایک سرا اب بھی موجود ہے اور پہلے سے چلا آ رہا ہے پھر اس میں شک وشبہ کی کیا بات ہے؟

ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے کفار قریش تم اپنے زور وزر پر غرور کر کے کیوں حکم آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو کیا تم نے نہیں سنا کہ ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے بھی زیادہ قوت وشوکت میں تھے عاد کا حال تم کو معلوم ہے اور ان کے بعد ہم نے پچھلوں کو ہلاک کیا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم نے قوم ثمود کو ہلاک کیا اور قریات لوط علیہ السلام کو الٹ دیا ہماری عادت ہے کہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں پھر تم کیا چیز ہو جو اس سرکشی اور مقابلے میں ہمارے سامنے ٹھہرو گے اس میں ان کفار قریش کو اور ان جیسے اور بدکار لوگوں کو رب العالمین کی طرف سے اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو لرزنا چاہیے کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی ہے اور اب بھی اس کا یہ قانون برابر جاری ہے۔ اس دن سے پہلے ہر عاقل کو درست ہو جانا چاہیے اس لیے کہ اگر وہ روز آ گیا تو پھر وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ اس روز اس دن کے جھٹلانے اور عذاب الٰہی جس میں نئی قسم کا دکھ ہوگا۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ......کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی کی بوند سے نہیں بنایا ﴿۲۰﴾ پھر اس کو ٹھہرنے کی جگہ (رحم) میں رکھا ﴿۲۱﴾ ایک اندازہ معلوم تک رکھا ﴿۲۲﴾ ہم قادر ہیں پھر ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں ﴿۲۳﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۲۴﴾ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے لیے سمیٹنے والی نہیں بنایا ﴿۲۵﴾ ﴿۲۶﴾ اور اس میں بلند پہاڑ کھڑے کیے اور تم کو میٹھا پانی پلایا ﴿۲۷﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے ﴿۲۸﴾۔

ترکیب: ......الی قدر الجار بجعلنا متعلق بمعنی اثبتناہ۔ فقدرنا قرء نافع و عبداللّٰہ بن عامر بالتشدید و الباقون بالتخفیف علی الاول من التقدیر (اندازہ کردن) و علی الثانی من القدرۃ۔ کفاتا قیل ھو جمع کافت کالصائم و الصیام و قیل مصدر مثل۔ کتاب و حساب و التقدیر ذات کفت ای جمع و معنی الکفت فی اللغۃ الضم و الجمع یقل کفت الشیء ای

ضممة و يقال جراب كفيت و كفت اذا كان لا يضيع شيئا مما يجعل فيه وقال صاحب الكشاف هو اسم ما يكفت كقولهم الضمام و الجماع لما يضم و يجمع۔ احياء و امواتا منصوبان اما على انهما مفعول كفات اى الم نجعل الارض كفات احياء و اموات فاذا نوّن نصب ما بعده و اما على انهما المفعول الثانى۔ لجعلنا اى جعلنا بعض الارض احياء بالنبات۔ و كفاتا على هذا حال و اما على انهما حالان من الارض او من الضمير بتقدير نكفتكم احياء و امواتا۔ شمخت الرواسى الثابت و الشامخات الطوال و كل عال فهو شامخ۔

تفسیر:......منکرین حشر ونشر کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ اخیر وہ مرکر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اس کے اجزاء بدن منتشر ہو جاتے ہیں پھر ان کا باہم جمع کرنا اور بدستور اول اس قالب میں سیکڑوں ہزاروں برس کے بعد جان ڈالنا اور اس کی زندگی چندروزہ کے حالات افعال واقوال یاد کرانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً قرآن کہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ ان کی قوت نظریہ کے فساد کو جس کا منشاء غلط فہمی تھی انسان کی ابتدائی حالت سے ثابت ہوتا فرماتا ہے اور اس ابتدائی حالت پر ان کو یقین تھا اور ہونا بھی چاہیے اور سب کو یقین ہے۔

انسانی توالد وتناسل کا حیرت ناک حال:

......فقال اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا ہم نے تم کو اے بنی آدم ذلیل اور بے قدر اور بدبودار پانی سے نہیں بنایا یعنی منی سے؟ اس کو سب مانتے ہیں اور مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی آفرینش منی سے ہوئی۔

اب دیکھنا یہ کہ کن کن غذاؤں سے بنی ہے اور کس طرح سے اس حکیم مطلق نے انسان کے تمام ہضموں اور استحالوں کے بعد یہ قطرہ بنا کر اس کے محل میں تیار رکھا ہے۔

پھر دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ اس قطرے میں تمام وہ قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں جو اس سے بننے والے شخص میں ہوں گی اور تمام اجزاء انسانیہ کا بھی مادہ اسی ایک مساوی الحقیقت والصورت میں رکھا ہوا ہے کوئی حکیم ودانشمند تمیز نہیں کرسکتا کہ اس قطرے کے کون سے حصے سے سر بنے گا جس سے دل کس سے جگر۔

تیسری بات حیرت ناک یہ ہے کہ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ کہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کو ہوا خارجی اور مفسدات داخلی سے بچا کر مرد کے آلہ تناسل کے محفوظ نل سے اس کے ٹھہرنے کی جگہ عورت کے رحم یا بچہ دانی میں پہنچایا اور وہاں کس حکمت بالغہ سے رکھا کہ جس سے بڑے بڑے حکیم حیرت میں ہیں۔ رحم کی تشریح اور اس کے انثیین کی حالت اور اس کی نلیوں کی کیفیت اور ان میں نطفہ کا جا کر نئی نئی صورتیں پیدا کرنا اور پھر اس میں اعضاء اور دیگر چیزوں کا نمودار ہونا اور ان میں قویٰ کا رکھا جانا جو کتب طب قدیم وجدید میں مذکور ہے اس کے دیکھنے میں حیرت ہوتی ہے۔

چوتھی بات حیرت ناک یہ ہے کہ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اس کو اس رحم میں ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کم تر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس اور بعض کے نزدیک چار برس اور کثیر الوقوع نو مہینے ہیں چونکہ یہ مدت مختلف ہے اس لیے ایک عام اور شامل لفظ میں بیان فرمادیا ایک خاص مدت کا نام نہیں لیا۔

پھر اس مدت میں ہم نے اس کے اعضاء بنائے اور اس کی تکمیل کے تمام اسباب جمع کیے اور ان سب باتوں کے کرنے پر ہم قادر ہوئے فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ پھر دیکھو ہم کیسے قادر ہیں جب وہ کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ کے زور سے اس کو کشاں کشاں اس تنگ وتاریک مکان سے باہر لائے۔

پھر جب یہ ثابت ہوا کہ ہم بڑے قادر ہیں اور ہماری بے انتہا قدرت کا نمونہ تم دیکھ چکے تو کیا اس کے اجزاء متفرقہ کو جمع کر کے بار دیگر

اس میں روح پھونکنے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہیں اے کوتاہ بینو! ابتدائی حالت پر انتہائی حالت کو کیوں قیاس نہیں کرتے؟ پھر کس لیے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی تکمیل انسانی کا تتمہ ہے کہ جس طرح اس کو اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے اور وسیع جگہ میں رکھا اسی طرح یہ جہان اس دوسرے جہان کی نسبت ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی نسبت، جس طرح حمل کی حالت کا تصور حمل میں نہیں معلوم ہوتا بلکہ باہر آنے کے بعد اسی طرح تم اس دنیا کے پیٹ میں حمل کی حالت میں ہو یہاں کا تصور بھی یہاں نہیں معلوم ہوتا بلکہ اس حمل سے باہر ہونے کے بعد معلوم ہوگا یعنی دوسرے جہاں میں، صرف اتنا فرق ہے کہ حمل مادی میں تم کو اپنی تکمیل کی قدرت نہ تھی اس حمل دنیاوی میں تم کو قدرت دے دی ہے پھر جس میں اعمال و اقوال بد اور اعتقاد فاسدہ کے قصور رہیں گے اس جہاں میں وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ اس فیصلہ کے دن ان ناقصوں کی خرابی ہوگی جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں۔

فائدہ: بعض علماء نے لفظ قَدَّرۡنَا کو تشدید سے پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حالت حمل میں اندازہ کیا یعنی اس کے اعضاء ظاہر یہ اور قوی باطنیہ کو ایک خاص اندازے پر بنایا نہ کہ دنیا کے کاری گروں کی طرح کہ کچھ مسالہ اندازہ سے بچ رہا ہو یا اس مصنوع میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ رحم میں ٹھہرنے اور تکمیل کر کے باہر آنے کا زمانہ جو ہم نے اندازہ کر لیا تھا اس میں وہ تکمیل ہوگئی جیسی شکل جیسا قد بنانا تھا بنا دیا اور پردہ سے باہر لے آئے۔

یہ تو حمل مادی میں اس کی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان ہی کی آفرینش سے متعلق تھا جس میں غور کرنا اپنی ہی ذات سے خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ عرفاء کہتے ہیں مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا کہ میں کیا تھا اور کیوں کر بنا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس لیے کہ مصنوع سے صانع کا علم آنا لازمی بات ہے اور ان دلائل کو دلائل انفس کہتے ہیں۔

دوسری دلیل حشر:...... اس کے بعد دنیا ہی میں انسان اس کے کچھ نمونے دیکھتا ہے اور نہ صرف اس کی قدرت بے انتہاء کے نمونے ہی ہیں بلکہ ان سے حمل دنیاوی میں انسان کی پرورش بھی ہوتی ہے اور اس کے لئے رحمت ہیں ان کو ذکر کرتا ہے اور ان دلائل کو دلائل آفاق کہتے ہیں فقال اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ۝ اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا ۝ کہ کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے سمیٹنے والی اور جگہ دینے والی نہیں بنایا؟ زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی، یعنی زمین میں وہ صلاحیت رکھی کہ جس سے تمہاری معاش اور بود و باش کا زندگی میں کام چلتا ہے اور مرنے کے بعد اس میں دفن ہوتے ہو یا یوں کہو کہ زمین تمہارے اسباب معاش اور بود و باش کے لیے ہم نے بنا دی سرسبزی کی حالت میں بھی اور اس کی خشکی کی حالت میں بھی۔ زمین سرسبز کو زندہ سے اور خشک کو مُردہ سے تعبیر کیا کرتے ہیں قرآن میں ہے کہ اَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا۔

وَّجَعَلۡنَا فِیۡهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ اور اس زمین میں ٹھہرنے والے بلند پہاڑ بنائے جن کے منافع بے شمار ہیں از اں جملہ یہ ہے کہ وَّاَسۡقَیۡنٰکُمۡ مَّآءً فُرَاتًا کہ پہاڑوں سے شیریں پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور ندیاں بن کر بہتے ہیں جن کا پانی پی کر انسان زندگی بسر کرتا ہے اور یوں بھی بارش اور کنوؤں کے ذریعے سے شیریں پانی پلاتا ہے اب ان میں سے ہر ایک چیز کی قدرتی بناوٹ اور ان کے منافع میں غور کرنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ اس قادر حکیم کا کام ہے جو بار دگر دنیا کو فنا کر کے قائم کر سکتا ہے پھر ان ناشکروں کے لیے وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے وہ اس کی قدرت اور نعمت کو جھٹلاتے ہیں۔

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ ۝۲۹ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ
صُفْرٌ ۝۳۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۴ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۳۵ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ
فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝۳۶ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۷ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ
وَالْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝۳۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۰ ع

ترجمہ:...... (کہا جائے گا) جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اس کی طرف چلو۝۲۹ اس سایہ کی طرف چلو کہ جس کی تین شاخیں ہیں۝۳۰ جو نہ سرد سایہ ہے اور نہ لپٹ سے بچاتا ہے۝۳۱ وہ (آگ) بڑے بڑے انگارے پھینک رہی ہے۝۳۲ جیسا کہ زرد اونٹ۝۳۳ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۝۳۴ یہ وہ دن ہے کہ جس میں بات بھی نہ کر سکیں گے۝۳۵ اور نہ ان کو عذر کرنے کی اجازت ہوگی۝۳۶ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۝۳۷ یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جس میں تم کو اور تم سے پہلوں کو اکٹھا کر لیا۝۳۸ پھر اگر تمہارا کوئی داؤں ہے تو مجھ پر چلاؤ۝۳۹ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۝۴۰۔

ترکیب:......ذی ثلث شعب نعت لظل و کذا لا ظلیل نعت لہ۔ بشرر قرء الجمهور بفتح الشین و قرء ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن مقسم شرار بکسرها مع الف بین الرائین قال الواحدی شررة و شرر و شرارة و هی ماتطایر من النار متفرقا فی کل جهة و اصله شررت الثوب اذا اظهرته و بسطته للشمس و الشرار ینبسط متفرقا۔ کالقصر فیه قولان الاول ان المراد منه البناء المسمی بالقصر و الثانی انها جمع قصرة ساکنة الصاد کتمرة و تمر و جمرة و جمر قال المبرد یقال للواحد من الحطب الجزل الغلیظ قصرة و السمع عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال هو خشب کنا ندخره للشتاء نقطعه و کنا نسمیه القصر و هذا قول سعید بن جبیر و مقاتل و الضحاک قرء الجمهور باسکان الصاد و قری بفتحها و هو جمع قصرة و هی اصل النخلة۔ جملت قرء حمزة و الکسائی و حفص جمالة جمع جمل و قرء الجمهور جمالات بکسر الجیم و هی جمع جمال و هی الابل او جمع جمالة و قرء ابن عباس رضی اللہ عنہ جملت بضم الجیم و هو قرائة یعقوب و له وجوه منها انها من الشیء المحمل یقال اجملت الحساب و جاء القوم جملة ای مجتمعین و المعنی ان الشررة ترتفع کانها شیء مجموع غلیظ اصفر و هذا قول الفراء۔ هذا مبتداء یوم لا ینطقون خبره و قری بفتح المیم فهو منصوب علی الظرفیة۔ و لا یؤذن لهم معطوف علی الخبر۔ فیعتذرون فی رفعه وجهان احدهما انه نفی کالذی قبله و الثانی انه مستانف و قیل اصله فیعتذر و و لکن زیدت۔ النون لتوافق رؤس الأیات۔ فان کان لکم شرط فکیدون بحذف الیائی الجملة جواب۔

تفسیر:......دلائل انفس و آفاق سے قیامت کا برپا ہونا ثابت کر کے اس کے بعد قیامت میں جو کچھ منکرین کی حالت ہوگی جس کو کئی بار لفظ ویل سے تعبیر کیا تھا کو بیان فرماتا ہے فقال اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ کہ منکروں کو قبر سے اٹھانے کے بعد جب کہ آفتاب کی تپش سے مارے دماغ ابلتے ہوں گے اور ایمان داروں کے لیے عرش کا سایہ ہوگا اور ان کے لیے نہ ہوگا اور یہ حسرت و شدت میں ہوں گے فرشتے یوں کہیں گے چلو اس چیز کی طرف جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے وہ کیا ہے؟ حساب و اعمال بد پر عذاب۔ لو اب چلو اس کو دیکھ لو۔ یہ سن کر نہایت گریہ و زاری سے کہیں گے کہ سردست ہم کو سایہ ملے کہ کچھ تو اس بلا سے نجات پائیں فرشتے کہیں گے۔

منکرین جہنم کی طرف ہانکنا:......فقال اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ چلو اس سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں نمودار ہیں وہ دور سے سایہ نمودار ہوگا وہاں آئیں گے تو کچھ اور ہی پائیں گے وہ کیا؟ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ نہ دراصل وہ سایہ ہے کہ جس میں ٹھنڈک ہو اور نہ بیرونی تپش اور لو کے دفع کرنے میں کارآمد ہے پھر وہ کیا ہے؟ جہنم کا دھواں ہے، اور جب دھواں گرم اور بہت ہوتا ہے اور اس کا بُخَّہ اٹھتا ہے تو اوپر سے اس کی کئی شاخیں ہوجاتی ہیں کچھ ادھر کچھ ادھر اسی سایہ کو سورۂ واقعہ میں یوں بیان فرماتا ہے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ کہ وہ سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہے نہ اس میں کوئی آرام ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس دھوئیں کی ایک شاخ ان کے دائیں ایک بائیں ایک سر پر محیط ہوگی یعنی ہر طرف سے گھیر لے گا اور سر اس کا عرفاء (صوفیہ) نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ عالم مثالی میں ان کے اعمال فاسدہ و عقائد باطلہ جس کی تاریکی میں ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے دھوئیں کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ انسان کے اندر تین لطیفے غیبی ہیں ان کی اصلاح جماعت ملائکہ میں ملا دیتی ہے اور فساد سے شیاطین کے زمرہ میں مل جاتا ہے۔

اول: جو بائیں طرف ہے منجملہ اس کے فساد کے ایک یہ ہے کہ قوت غضبیہ حد سے بڑھ جائے اور ظلم و تعدی پر کمر باندھ لے اس لیے ایک دھواں اس جانب سے نکل کر محیط ہوگا۔

دوم: جگر جو دائیں جانب ہے اس کے فساد سے ایک یہ ہے کہ قوت شہوانیہ بڑھ جائے اور فسق و فجور میں ڈوب جائے اس لیے ایک دھواں اس طرف سے نکل کر محیط ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام قوائے شہوانیہ کا خزانہ اور جڑ جگر ہے اس لیے کہ خون یہیں سے بنتا ہے اور اس سے تمام جگہ پھیلتا ہے اور انسان کی قوت اکل و شرب و جماع کا دارمدار اسی خون پر ہے، بدن میں خون ہے تو سب کچھ سوجھتی ہے۔

سوم: دماغ جو قوت ادراکیہ کا چشمہ ہے یہ خراب ہوگیا اور اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوا تو تیسری شاخ دھوئیں کی انہیں سے نکل کر محیط ہوگی۔

یا یوں کہو کہ حس و خیال و وہم ہی روح کو انوار قدس سے منور ہونے میں مانع ہوتے ہیں اور ہر ایک کی ان تینوں میں سے ایک ایک ظلمت ہے اس لیے ہر ایک ظلمت دھوئیں کی صورت میں ظاہر ہوگی صوفیہ کرامؒ کے نزدیک قوت غضبیہ و شہویہ دونوں کا منشا اول ہے مگر غضب اس کی دائیں جانب سے اور شہوت بائیں جانب سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ قوت غضبیہ کا دھواں دائیں جانب سے اور شہوانیہ کا بائیں جانب سے احاطہ کرے گا۔

یہ دھواں حساب سے فارغ ہونے تک محیط رہے گا اس کے بعد جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور جہنم کے کنارے پر کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا بعض کہتے ہیں یہ کیفیت جہنم میں پیش آئے گی۔

اس کے بعد جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے جہاں سے یہ دھواں اٹھتا ہوگا اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ کہ جہنم سے محل جیسی چنگاریاں اڑیں گی۔ قصر کے معنی میں علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔

قصر کے معنی میں علماء مفسرین کے دو قول:......اول: تو یہی ہے کہ قصر سے مراد محل ہے یعنی بڑا مکان جس کی جمع قصور ہے۔

دوم: یہ کہ قصرہ کی جمع ہے اور قصرہ لکڑیوں کے انبار کو کہتے ہیں جو جلانے اور تاپنے کے لیے رکھی جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے جو کسی نے معنی پوچھے تو انھوں نے بھی یہی معنی بتائے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے زیادہ لکڑیوں کو جمع کرتے اور اس کو قصر کہا کرتے تھے۔ (رواہ البخاری) اس کے مطابق یہ معنی ہوں گے کہ اس قدر بڑی چنگاریاں باہر پھینکیں گی جیسا کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ قصر درخت کے تنا کو کہتے ہیں اور سعید بن جبیر و ضحاک کہتے ہیں بڑے درخت کے تنا کو قصر کہتے ہیں ایسی

ایسی چنگاریاں اڑیں گی جیسے کہ بڑے درخت کا تنہ کہ جس پر وہ قائم ہوتا ہے۔

زرد اونٹ کے برابر چنگاریاں:...... کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ وہ شرارہ یعنی چنگاریاں گویا زرد اونٹ ہیں کہ قطار میں ایک کے بعد دوسرا چلا آتا ہے چنگاریوں کو زرد اونٹوں سے کئی باتوں میں تشبیہ دی بڑائی میں رنگت میں پے در پے جلد جلد ایک کے بعد دوسرے کے آنے میں چنگاریاں جو جہنم سے اڑیں گی آگ ہوں گی اور آگ روشن زرد ہوتی ہے اور ایک کے بعد دوسری آئے گی لگا تار جیسا کہ قطار میں ایک اونٹ کے بعد دوسرا متصلا آتا ہے اور بڑی بھی ایسی ہوں گی جیسا کہ اونٹ، اور یہ بھی ہے کہ اس قدر جسامت کی چنگاریاں گول نہیں ہوتیں بلکہ لمبی اور آگے سے پتلی اس حالت میں اس کی نوک کو اونٹ کی گردن سے اور باقی کو جسم سے پوری تشبیہ ہے۔

بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول منقول ہے کہ جمالات سے مراد حبال السفن کشتی کے رسے ہیں تجمع حتی تکون کاوساط الرحال جو باہم ملائے جانے سے اونٹ کی درمیانی کاٹھی کے برابر ہو جائیں گے۔ اس کے اور بھی معنی علماء نے بیان فرمائے ہیں اول تقدیر پر جمالۃ جمل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اونٹ اور ت تاکید کے لیے زیادہ کر کے جملہ بھی کہتے ہیں۔

اس تشبیہ کی وجہ:...... چنگاریوں کو اونٹ سے تشبیہ دیتے ہیں اور یہی لطیفہ ہے کہ وہ کفار مکہ کو دنیا میں بڑی حسرت دنیا اور اس کے جمالات کی تھی اور آرزو کرتے تھے کہ سفر میں بھی ہمارے خیمے اور سامان عیش اونٹوں پر لد کر ساتھ چلا کریں ان کی یہ حسرت اس روز ان چنگاریوں کی شکل میں ظاہر ہوگی جو زرد اونٹوں کی قطار سے مشابہ ہوں گی اور زرد اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے گویا یہ دکھایا جائے گا کہ لو تمہارے سایہ کرنے کے سامان لے کر یہ زرد اونٹ جہنم سے قطار باندھے نکل رہے ہیں لو اس دھوئیں میں تمہارے لیے سفری اور حضری دونوں قسم کا سایہ ہے پھر جب ان اونٹوں کی قطار کا دھیان آئے گا تو کیسی حسرت ہوگی اور روح کو دوگنا عذاب ہوگا نعوذ باللہ منہا۔

اس لیے فرماتا ہے وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ۝ کہ اس روز جھٹلانے والوں کی خرابی ہے کہ ایک تو سایہ کی جگہ جہنم کے گرم دھوئیں کا سایہ جس میں جی بھی گھٹے اور ٹھنڈک بھی نہ ہو دوسرے یہ کہ چنگاریوں کی بوچھاڑ کہ جن سے مفر نہیں اڑ اڑ کر اوپر گر رہی ہیں تیسرے ان چنگاریوں کی قطار سے زرد اونٹوں کی قطار کا دھیان آنا یہ کیا کم خرابی ہے نعوذ باللہ منہا۔

ایسی مصیبت جاں گداز کے وقت خلاصی کی یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ چرب زبانی سے انکار کر کے یا عذر و معذرت کرے سو یہ دونوں باتیں بھی وہاں ان کو میسر نہ آئیں گی اس لیے کہ ھٰذَا یَوۡمُ لَا یَنۡطِقُوۡنَ یہ وہ دن ہوگا کہ جس میں اس وقت بات نہ کر سکیں گے حیرت و دہشت میں بدحواسی ہوگی چرب زبانی اور انکار بھی منہ سے نہ نکلے گا سن ہو جائیں گے وَلَا یُؤۡذَنُ لَہُمۡ فَیَعۡتَذِرُوۡنَ اور نہ ان کو عذر و معذرت کی اجازت ہوگی یہ ایک اور خرابی ہوگی اس لیے کہ فرماتا ہے وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ کہ اس دن جھٹلانے والوں کی ایک اور خرابی ہوگی۔

اشکال:...... قرآن مجید میں اس موقع پر کافروں کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے مگر دوسری آیات میں اس کے خلاف آیا ہے کہ کفار کہیں گے کہ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشۡرِکِیۡنَ کہ بخدا ہم مشرک نہ تھے اور ایک جگہ یوں آیا ہے ثُمَّ اِنَّکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے اور بہت آیات ہیں جن میں کفار کا کلام کرنا بروز قیامت ثابت ہے۔

جواب: اس کا جواب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں دیا ہے کہ قیامت کا دن ایک بڑا دن ہزاروں برس کے برابر ہوگا، کلام نہ کرنا کسی خاص وقت اور خاص جگہ میں ہوگا اور کرنا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ ہوگا، اس لیے کچھ منافات نہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کلام کرنے سے مراد اور عذر کرنے سے مراد معقول کلام اور معقول عذر کرنا ہے سو وہ میسر نہ ہوگا رہی بکواس سو وہ دراصل کلام اور عذر نہیں اس لیے منافات نہیں۔

فیصلہ کا دن:......اب ایک اور مصیبت ہے کہ ھٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلہ کا دن ہے اور فیصلہ کے وقت مجرم کو مہلت نہیں دی جاتی کہ کچھ مدت کو یہ بلا ٹل جاتی۔ دوم فصل کے معنی فرق کے بھی ہیں کہ نیک اور بد میں جدائی کردی جائے گی وہ ان سے جدا یہ ان سے جدا اب یہ بھی توقع جاتی رہی کہ ان بزرگوں سے شفاعت کرائیں گے اور ان کی عرض معروض پر رستگاری ہو جائے گی۔

تیسری مصیبت جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۝ کہ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب کو جمع کرلیا اب یہ رُ دسیاہی اور ذلت تمام خلائق اولین و آخرین کے سامنے ہوگی اور نیز معاصروں سے قرابت و محبت کے رشتے منقطع ہوں گے اسی طرح اگلے بھی جن سے رشتۂ قرابت و عقیدت تھا جدا ہو جائیں گے اب یہ بھی امید نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت نوح علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرض کریں گے کس لیے کہ ان میں اور ان میں بھی جدائی ہو جائے گی۔

مصیبت کے وقت کیہ بھی ارمان ہوا کرتا ہے کہ گزشتہ ناموروں کو جن کی جناب میں عقیدت ہوتی ہے یاد کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو مشکل کشائی ہو جاتی ہم فلاں بزرگ کو پوجتے تھے اگر وہ ہوتے تو یوں کرتے اور اس لیے اب بھی بوقت مصیبت ہر قوم کے مشرک اپنے اپنے معتقد علیہم کو پکارتے ہیں ہنود کہتے ہیں یا ہنومان مدد بھروں کی دہائی علی ہذا القیاس یہودی اور پارسی اور نصاریٰ خصوصا رومن کیتھولک بھی پکارا کرتے تھے اور اب عرب کا تو تمام دستور تھا سیکڑوں معبود تھے بوقتِ مصیبت انہیں کو پکارتے تھے اور جہلاء اہل اسلام بھی بزرگان دین کو پکارتا ہیں صبح شام اٹھتے بیٹھتے وردر ہتا ہے اللہ جل شانہ سے جانے کیا بدگمانی ہے اس کی دہائی اور اس کے متبرک نام کو کم پکارتے ہیں۔ فرماتا ہے اس روز بھی سب جمع ہوں گے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ اگر ان❶ کی کچھ مدد سے کچھ داؤں کر سکتے ہو یعنی ہمارے عذاب کو ٹال سکتے ہو تو ٹالو اور مجھ سے داؤں کرو اور کوئی حیلہ باقی نہ چھوڑو مگر کیا کرسکیں گے؟ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ان کے سب وسائل منقطع ہو جائیں گے پھر اس وقت وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝ جھٹلانے والوں کی ضرور خرابی ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی ہوگی کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں ہیں دنیا میں عمر بھر جن کو پکارتے اور ان کی پرستش کرتے تھے آج وہ ان کی طرف منہ بھی نہیں کرتے اور ان کی بات بھی نہیں سنتے پھر کبھی حسرت ہے اور کبھی غصہ ہے کہ ناحق حق جل و علا کو چھوڑ کر ہم نے ان کی پرستش کی آج تو سوائے اس کے اور کسی کی بھی سلطنت اور حکومت نہیں دکھائی دیتی۔ اور اس سے دنیا میں کچھ بھی واسطہ نہ رکھنا اس کو کامل قاضی الحاجات سمجھنا قادر مطلق جاننا، اس کی طرف سے غافل رہنے کی جو کچھ حسرت ہوگی وہ بھی ایک روحانی عذاب ہوگا جس کو لفظ ویل حاوی ہے۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ۝ ممکن ہے کہ دنیا میں رسول کی طرف سے ہو کفار کے لیے کہ یہ بات ہونے والی ہے اب میں نے تمہیں مطلع کردیا اگر تم ناخوش ہو تو جو تم سے میرے لیے مکر و فریب ہوسکے کرلو مگر پہلے معنی زیادہ چسپاں ہیں اس لیے کہ قیامت میں جب حقوق العباد کی بابت کفار سے مطالبہ ہوگا تو ان سے کہا جائیگا جو کچھ دنیا میں تم حیلہ سازی اور مکر سے حق تلفی کیا کرتے تھے تو اب کرلو یہاں کوئی حیلہ بازی نہ چلے گی۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ۝۴۲ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

---

❶......یہ کافر اور مشرکوں کے لیے ہے مگر ایمان داروں کے لیے بندگان دین اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جو رحمت الٰہی کا مظہر ہے اس سے باطل نہیں ہوتی وہ ضرور ہو گی اور وہ دوسری بات ہے ۱۲ منہ۔

هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۴۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝۴۴ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۝۴۵ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ۝۴۶ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۝۴۷

ترجمہ:.....بے شک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں ۴۱ اور دل پسند میووں میں رہیں گے ۴۲ (کہا جائے گا) لو مزے سے کھاؤ پیو یہ جزا ہے تمہارے ان کاموں کی جو تم کیا کرتے تھے ۴۳ نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ۴۴ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۴۵ (اے کفار) کھاؤ اور برت لو تھوڑے دنوں، آخر تم مجرم ہو ۴۶ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۴۷۔

ترکیب:.....ان اسمها المتقین۔ فی ظلال خبرها۔ و عیون و کذا فواکه عطف علی الخبر۔ و مما یشتهون من بیانیة۔ ما موصولة۔ یشتهون صلة و العائد محذوف ای یشتهونه و الجملة مجرور بمن و هی متعلقة بمحذوف نعت لفواکه۔ کلوا و اشربوا فی محل الحال من ضمیر المتقین فی الخبر بتقدیر القول ای مقولهم کلوا و اشربوا۔ هنیئًا منصوب علی انه صفة مصدر محذوف ای اکلا هنیئا و شرابا هنیئا (هن) گوارا شدن طعام و شراب یقال هنیئت الطعام ای تهنات به و منه قوله تعالی فکلوه هنیئا مریئا من باب فتح یفتح و کرم یکرم (من الصراح)۔ بما الباء للسببیة۔ کلوا و تمتعوا قلیلا ای زمانا قلیلًا الجملة حال من المکذبین ای الویل ثابت لهم فی حال ما یقال لهم کلوا و تمتعوا ایذانا بانهم فی الدنیا کانوا احقاء بان یقال لهم ذلک و علل ذلک بکونهم مجرمین دلالة علی ان کل مجرم ماله الا الاکل و التمتع الا ایاما قلائل ثم الخلود فی العذاب ابدا و یجوز ان یکون کلاما مستانفا خطابا للمکذبین فی الدنیا۔ (من الکشاف)

تفسیر:.....اب ایک اور مصیبت کفار پر پیش آئے گی وہ یہ کہ:

متقین اور مکذبین کا انجام:..... اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ۝۴۱ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ۝۴۲ پرہیزگاری ایمان دار اس روز ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں گے برخلاف اس کے کفار گرم دھویں کی چھاؤں میں ہوں گے اور وہ آتش دوزخ کی چنگاریوں میں جلتے ہوں گے مگر ایمان دار اس کے بدلے چشموں میں نہاتے پیتے عیش کرتے ہوں گے کفار کو زقوم اور پیپ اور لہو کھانے کو ملے گا یا غصہ اور غم مگر ایمان داروں کے لیے میوے ہوں گے اور میوے بھی وہ جن کو دل چاہے وہی حاضر ہوں گے اور کفار کو لعنت و ملامت ہوگی برخلاف ان ایمان داروں کو یہ کہا جائے گا كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کہ خوب کھاؤ پیو مزے کرو اپنے ان نیک عملوں کے بدلے جن کو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کہ معظم و مکرم مہمان کو کہا جاتا ہے کہ کھایئے۔ ہرچند تمہارے اعمالِ نیک چند روزہ تھے اور ان کا بدلہ اور اجرت اس قدر نہیں مگر ہم ہیں اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝۴۴ نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ایک نیکی کے بدلے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ اور فانی کے بدلے باقی عطا کرتے ہیں۔

یہ کیفیات عرصات کی ہے کہ کفار کے جہنم میں فیصلہ ہو کر جانے سے پہلے، پھر جب کفار ایمان داروں کے لیے عرصات میں یہ انعام و اکرام دیکھیں گے اور اپنے لیے یہ خرابی اور ذلت اور عذاب دیکھیں گے تو اپنے مقابلے میں اپنے دشمنوں کی عزت و اکرام دیکھ کر کس قدر رنج و غم ہوگا اور نیز اس بات سے بھی ہم نے ایسے کریم کی کیوں نافرمانی کی جو آج ایسے صلے دے رہا ہے یہ اور بھی رنج ہوگا کما قال وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ کہ خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کی۔

آیت میں اہل سعادت کا انجام بھی بیان کر دیا تا کہ بیان پورا ہو جائے ظِلٰلٍ یعنی سائے فرمایا جو جمع کا لفظ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ در

اہل ایمان داروں کے لیے متعدد سائے ہوں گے اول عرصات میں عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا پھر پل صراط سے گزرنے کے وقت اعمال صالحہ اور صداقت کا پھر جب بہشت میں جائیں گے تو طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پر بہار درختوں کا اور جب اپنے منازل و مکانات سکونت میں آئیں گے تو جنت کے عمدہ محلوں اور وہاں کے چھپر کھٹوں اور نمگیروں کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا جو ایک سایہ ہزار سایوں سے بہتر ہوگا۔

اسی طرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے عین ایک چشمہ عیون بہت سے چشمے وہاں چشمے اور نہریں بھی ان کے لیے متعدد ہوں گی جو ان کے معارف اور اعمال صالحہ کا مظہر ہوگا اقسام اقسام کے اعمال و معارف تھے ویسے ہی چشمے بھی اقسام کے ہوں گے کسی میں کافور کی آمیزش کسی میں زنجبیل کی کسی میں شہد کی شیرینی کسی میں دودھ کی خاصیت یہ دنیا میں ان کے روزہ کی تشنگی برداشت کرنے کا اور دین میں کوشش کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اسی طرح فواکہ جمع کا لفظ ہے فاکہ کی جمع جس کے معنی ہیں میوہ سو وہاں ان کا ہر ایک عمل اور ہر ایک کوشش ایک ایک دل پسند میوے کی صورت میں ظاہر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فرمایا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک عملوں کا بدلہ ہے۔

چندروز کھالو پی لو آخر تم مجرم ہو:...... ایک اور مصیبت ان کفار پر پیش آئے گی وہ یہ کہ تمسخر کے طور پر ان سے کہا جائے گا کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ کہ چندروز کھالو پی لو آخر تو تم مجرم ہو یہ ان کی دنیاوی حالت کو یاد دلا کر ان پر تعریض کی جائے گی کیوں کہ منکرین قیامت دنیا ہی کو سمجھتے تھے اور کہتے تھے اجی قیامت قیامت سنا کرتے ہیں وہاں کے ادھار کے لیے کیوں آج کی عیش و عشرت کو چھوڑ دیں کھاؤ حرام و حلال جو ملے اور ہر طرح کے مزے کرو شراب و زنا وغیرہ لذتوں سے کون محروم رہے یہ خشک دماغ جو قیامت کے بھروسے پر بیٹھے ہیں ناحق ان مزوں سے محروم رہتے ہیں قیامت کس نے دیکھی ہے دن بھر روزے میں بھوکا پیاسا کس عقل کا کام ہے پھر کیا بار دگر دنیا میں آنا ہے یہ مزے کیوں چھوڑیں۔ بعض شعراء نے جو انہیں لوگوں کی ذریت میں سے تھے ان باتوں کو اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔ تب وہاں فرشتے انہیں کی اس بات کو انہیں کی دنیاوی خیالات یاد دلانے کے لیے اس میں نمک مرچ ملا کر یوں کہیں گے کہ کھاؤ مزے کرلو چندروز آخر تم مجرم ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ کلام دنیا میں کفار کی طرف بالفعل ہے کہ اے کفار تم قیامت کے منکر ہو دنیا ہی کی لذت پر دلدادہ ہو تھوڑے دنوں کھالو عیش کرلو آخر تم مجرم ہو حبس دائمی و سزا ابدی میں گرفتار ہو گے اس لیے کہ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

اس خرابی سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ دنیا کے مزے یاد کریں گے اور حسرت آمیز آنسو سے روئیں گے کہ ہائے چندروز عیش و نشاط کے سبب جواب خیال ہو گئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دکھ بھری زندگی خریدی جہاں موت بھی نہیں کہ مر کر اس بلا سے چھوٹ جائیں۔

یہ نویں قسم خرابی بھی جس کو عذاب کہنا چاہیے خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی ایک دوسری سے بڑھ کر ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ ان مصائب میں مبتلا ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ کیوں وہ ایسی ایسی مصیبتوں میں گرفتار ہوں گے فقال:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۲۲

ترجمہ:...... اور جب ان سے کہا جاتا ہے لو جھکو تو نہیں جھکتے ﴿۴۸﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۴۹﴾ اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿۵۰﴾

ترکیب:..... واذا شرط۔ لا یرکعون ای ھم لا یرکعون الجملۃ جوابہ۔ فبای الباء تتعلق بیؤمنون بعدہ ظرف لیؤمنون و الجملۃ استفھامیۃ و الاستفھام استقراری۔

تفسیر:..... فقال وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ یعنی وہ ایسی سرکش اور حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں کہ جب دنیا میں کہا جاتا ہے (رسول یا اس کے نائب کہتے ہیں) خدا کی طرف جھکو، اس کے احکام مانو، نواہی سے بچو، تو نہیں جھکتے۔ مؤمن و کافر میں ایک یہ بھی بڑا امتیاز ہے کہ مؤمن مصیبت کے وقت، راحت کے وقت بیماری میں، تندرستی میں، افلاس میں، تونگری میں ہر حال میں خدا کی طرف جھکتا ہے اس کا مرکز اصلی وہی ہے جب کسی مانع نے روک بھی لیا تو جب مانع اٹھ گیا (ادھر ہی چلا آیا) اس کی طرف اس کو قرار آتا ہے برخلاف کافر کے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رکوع سے مراد نماز میں جھکنا ہے جو خاص علامت فرمانبرداری کی ہے ہم نے آپ کے آگے سر جھکا دیا پیٹھ ٹیڑھی کر دی، آپ جو چاہیں ہم پر احکام کا بوجھ دھر دیجیے ہم بجا لانے کو مستعد ہیں اسی لیے دنیا میں بادشاہوں کے سامنے خم ہونا اور سلام کرنا اطاعت اور انقیاد کی علامت ہے اور یہ رکوع نماز میں اسلامیوں کے شعار میں داخل ہو گیا گویا جب ان کو نماز کے لیے بلایا جاتا ہے تاکہ زمرۂ اسلام میں داخل ہوں تو نہیں مانتے۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قوم ثقیف کے معاملہ میں نازل ہوئی وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اظہار اسلام کیا آپ نے فرمایا نماز پڑھو نماز کی تعلیم فرمائی انھوں نے کہا ہم رکوع نہ کریں گے کیونکہ اس میں عار ہے کہ آدمی زا دسیدھا پیدا کیا گیا ہے اور جب وہ پیٹھ گائے بیل کی طرح کرے گا تو برا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود کہ اس دین میں کچھ خیر نہیں کہ جس میں نہ رکوع ہو نہ سجود۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ کفار سے اس وقت کہا جائے کہ تجلی الٰہی ہو کر کشفِ ساق ہوگا اور لوگوں کو سجدہ کا حکم ہوگا، پھر جو دنیا میں سجدہ نہیں کرتے تھے وہاں بھی نہ کر سکیں گے تختے کی طرح پیٹھ اور گردن اکڑ جائے گی، رکوع و سجود میں خم نہ کر سکیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ کفار جب قیامت میں رکوع و سجود کرنے والوں کو دیکھیں گے کہ طرح طرح کے انعام و اکرام ان پر ایک آسان عمل سے ہو رہے ہیں تو سخت رنج و افسوس ہوگا کہ ہائے ہم نے کس لیے اس حکم کو نہ مانا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یہ ایک اور خرابی ہوگی جو دسویں خرابی ہے۔

پھر جب ان کفار کو دارِ آخرت کا حال اس طرح معلوم کرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ منکروں کے لیے یہ خرابیاں اور ماننے والوں کے لیے یہ نعمتیں ہیں تو پھر اگر اس کو سن کر بھی ایمان نہ لائے تو فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ پھر کس بات پر اس بیان کے بعد ایمان لائیں گے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ بعدہ کی ضمیر بیان واضح قرآن کی طرف راجع ہے جو قرینہ حال سے سمجھا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب اس آیت تک پہنچے تو اس کے بعد کہے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ و بما انزل۔

تم بحمد اللہ سبحانہ فی ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ یوم الاثنین بعد صلوۃ العصر فی ایام الشتاء

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ

اٰيَاتُهَا ۴۰ (۷۸) سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۸۰) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ نباء مکیہ ہے اس میں چالیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤

وہ کیا پوچھ رہے ہیں؟ ① کیا وہ بڑی خبر (حادثہ قیامت) ② کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں ③ ایسا نہ کرنا چاہیے عن قریب جان لیں گے ④ (ہم) پھر (کہتے ہیں) ایسا نہ کرنا چاہیے ابھی جان لیں گے۔ ⑤

ترکیب:......عم اصلہ عن ما فادغمت النون فی المیم وحذفت الالف لتمیز الخبر عن الاستفہام و کذالک فیم و بم والاستفہام فی اللفظ وفی المعنی تفخیم القصة کماتقول ای شیء ترید اذا اعظمت شانہ۔ عن النباء العظیم عن بدل من الاولی والف الاستفہام التی ینبغی ان یعاد محذوفہ وعن الاولی متعلقۃ بیتسالون وقیل عن الثانیۃ متعلقۃ بفعل محذوف غیر مستفہم عنہ ای یتساءلون عن النبأ علی ھذا التقدیر عن النبا جواب الاستفہام کمافی قولہ تعالی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ الذی ہم فیہ مختلفون الموصول صفۃ للنبا بعد وصفہ بکونہ عظیما۔

تفسیر:......اس سورت کو سورۂ تساؤل اور سورۂ نبا بھی کہتے ہیں یہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس یا اکتالیس آیات اور دو رکوع ہیں اس کی مناسبت سورۂ مرسلات سے مسئلہ معاد میں ہے اور ہجرت سے پہلے یہی مسئلہ زیادہ تر مبحوث عنہا تھا۔

شان نزول:......شان نزول اس کی یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں مبعوث ہوئے اور ان انسانی اعمال کے جزا و سزا کی منکروں

●......قرأ الجمہور عم بحذف الالف وقرئ باثباتہا وھو قلیل وقرئ بہاء السکتۃ عوضا عن الالف عمہ ۱۲ منہ۔

●......عم دراصل عن ماتھا الف کو تخفیف اور کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا کہ قاعدہ ہے کہ الف ما کو ان حروف جر کے بعد حذف کر دیتے ہیں عن، تا، لام، فی، علی، الی، حتی ۱۲ منہ

●...... الضمیر یرجع الی ھل مکۃ کانوا یتسالون عن البعث بکونہ متسالا دون امر النبوۃ و القرآن علی ماقیل لاقتضاء قولہ تعالی الم نجعل الارض... الخ او یتسالون الرسول و المؤمنین عنہ استہزاء او للناس یعنی المسلمین و الکافرین ۱۲ منہ حقانی

●......سیعلمون قرأ الجمہور بالیاء التحتیۃ فی الفعلین وقرئ بالتاء علی الخطاب وقرأ الضحاک الاولی الفوقیۃ و الثانی بالتحتیۃ ۱۲ منہ

کو ایک آنے والے دن کی خبر دی کہ ایک دن آنے والا ہے جس میں یہ دنیا زیر زمین ہو جائے گی اور انسان بار دگر زندہ ہوں گے اور ان کے نیک اور بد اعمال کی جزا و سزا ملے گی (یہ خبر عقل مند کے نزدیک البتہ بڑی خبر ہے اس لیے کہ شتر بے مہار ہو کر نفسانی خواہشوں کو پورا پورا کرنے والوں اور پھر سلسلۂ حیات کو اسی حیات پر تمام سمجھنے والوں کو ایک سخت پریشانی کا سبب اور نہایت فکر کی بات ہے) تب وہ کفار بار بار تعجب کی راہ سے حضرت نبی علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے کہ کب وہ دن آئے گا اور یہ کیونکر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی ان کے اس سوال اور تعجب کا ان آیات میں ذکر کرتا ہے۔

تفسیر تساؤل:...... فقال عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ① کہ یہ لوگ کیا پوچھ رہے ہیں؟ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے۔ مگر یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی بڑی بات پوچھتا ہے یا چاہتا ہے تو کہتا ہے تو کیا پوچھتا ہے کیا چاہتا ہے یعنی یہ پوچھنے اور چاہنے کی چیز نہیں ،تساؤل باہم سوال کرنا ایک دوسرے سے پوچھنا۔ یہ پوچھنے والے کون تھے؟ بظاہر کفار تھے کہ تعجب و انکار اور تمسخر کی راہ سے آپس میں چرچا کرتے اور پوچھتے تھے۔

فراء کہتے ہیں تساؤل بات چیت کو بھی کہتے ہیں گرچہ باہم سوال و جواب نہ ہو کمافی قولہ تعالیٰ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ۝ یَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ۝ اس تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ وہ آپس میں کس چیز کا چرچا کرتے ہیں؟ یعنی یہ چرچا کرنے اور تعجب کرنے کی بات نہیں بلکہ مان لینے کی بات ہے جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے یا چرچا کرنے والے کفار تھے اس لیے کہ اس کے بعد كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝ اور هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لیے یَتَسَآءَلُوْنَ کی ضمیر بھی ان ہی کی طرف پھرنی چاہیے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے وہ جواب دیتے تھے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ مسلمان و کفار سب آنحضرت ﷺ سے پوچھتے تھے مسلمان اس لیے کہ اور بھی یقین بڑھ جائے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے۔ پھر آپ ہی فرماتا ہے عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ اس بڑی چیز کی بابت سوال کرتے ہیں کہ جس میں اختلاف کر رہے ہیں یعنی کیا وہ بڑی خبر پوچھ رہے ہیں؟ جس کا پوچھنا اور تعجب کرنا لازم نہیں ،لفظ الْعَظِیْمِ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ تو ایک بڑی بھاری بات ہے اس کی عظمت دلوں پر خود بخود اثر ڈال رہی ہے بشرطیکہ دلوں پر حجاب ظلماتی اس اثر سے روکنے والے نہ ہوں اور جملہ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لیے کہ اختلاف کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس بڑی خبر کے بطلان پر بھی ان کے پاس کوئی برہان قاطع اور تسلی بخش دلیل نہیں بلکہ محض توہمات ہیں پھر ان کے زور پر الہامی باتوں پر اس قدر انکار اور اصرار حماقت ہے۔

نبأ عظیم کی تفسیر:...... نبأ کے معنی ہیں خبر۔ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ بڑی خبر۔ وہ کیا ہے اس میں تین قول ہیں۔

اول: قیامت اور اس پر چند دلیلیں ہیں۔

۱)...... یہ کہ بعد میں فرمایا ہے کہ سَیَعْلَمُوْنَ جس سے تہدید مراد ہے اور وہ تہدید قیامت میں زیادہ متحقق ہے۔

۲)...... یہ کہ بعد کی آیات میں اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ . . . الخ میں وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو اس کی قدرت و جبروت انعام و افضال کے نمونہ ہیں جن سے قیامت برپا کرنے پر اپنا قادر ہونا ثابت کرنا مقصود ہے۔

۳)...... یہ کہ لفظ الْعَظِیْمِ ایک اور جگہ بھی قرآن میں قیامت پر اطلاق ہوا ہے بقولہ تعالیٰ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ

عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ و قولہ تعالیٰ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝۔

دوسرا قول: یہ کہ نبأ عظیم سے مراد قرآن شریف ہے اور اس میں ان کا اختلاف تھا کوئی اس کو سحر کوئی شعر کوئی اگلوں کے قصے کہتا تھا اور نیز نبا جس کے معنی خبر کے ہیں قرآن سے زیادہ چسپاں ہیں اس لیے کہ قرآن خبر دیتا ہے برخلاف قیامت کے کہ وہ مخبر عنہ ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی نبوت ہے اور وہ بڑی چیز ہے جس نے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا پہلے قانون اور رسم و رواج پلٹ دیئے، پرانی بادشاہتیں غارت کر کے نئی کر دیں ان ہی باتوں سے ان کفار کو جو دقیانوسی خیالات کے پابند اور پرانی لکیر کے فقیر تھے آنحضرت ﷺ کی نبوت میں اختلاف تھا اختلاف بمعنی انکار۔

قیامت کا اکثر عرب کو انکار تھا اور تعجب سے کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ اور کچھ قائل بھی تھے نصاریٰ معاد جسمانی کے منکر تھے صرف معاد روحانی کے قائل تھے بلکہ اب بھی ہیں یہود کے بعض فرقے بالکل قیامت کے منکر تھے اور ہنود تناسخ کے پیرایہ میں جزا و سزا کے قائل تھے۔ پھر قیامت کی کیفیت میں بھی سخت اختلاف تھا بعض کہتے تھے کہ مر کر انسانوں کی روح جنوں یا فرشتوں میں مل جاتی ہے اور اسی کا نام قیامت ہے پھر اس عالم میں اس جسم سابق میں آنا محال ہے اور نہ یہ آسمان و زمین فنا ہوں گے نہ عناصر بلکہ جس طرح یہ قدیم ہیں اسی طرح ابدی بھی ہیں البتہ ان سے باہم ترکیب پا کر جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ حادث ہیں اور وہی فنا پذیر ہیں۔

ان سب کے جواب میں فرماتا ہے كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ تمہارے خیالات صحیح نہیں، عن قریب یقینی کرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا ثُمَّ ہم پھر کہتے ہیں کلا تمہارے خیالات صحیح نہیں سَيَعْلَمُوْنَ تم کو قیامت اور اس کی اصلی کیفیت عن قریب معلوم ہو جائے گی اس لیے کہ دنیا روزے چند ہے ❶۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا
نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱
وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ
الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶

ترجمہ:.....کیا ہم نے زمین کو بچھونا ⑥ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا ⑦ اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا ⑧ اور تمہاری نیند کو آرام بنا دیا ⑨ اور رات کو اوڑھنا بنا دیا ⑩ اور ہم نے دن روزگار کے لیے بنایا ⑪ اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے ⑫ اور چمکتا ہوا چراغ بنایا ⑬ اور ہم نے برستے بادلوں سے پانی کا ریلا اتارا ⑭ تا کہ اس سے اناج اور گھاس اور گھن دار باغ اگائیں ⑮۔

ترکیب:.....الاستفهام للتقرير اى جعلنا الارض مفعول اول و مهادا مفعول ثان لجعلنا بمعنى الخلق و فيه معنى التقدير و التسويد و قيل بمعنى التصيير و المهاد جمع مهد بمعنى الفراش قرأ الجمهور بالجمع و قرئ مفردا۔ اوتادا جمع وتد

---

❶.....اس جگہ تکرار کلام محض زجر و توبیخ کے لیے ہے۔

(ترکیب)۔ و خلقنکم معطوف علی المضارع المنفی داخل فی حکمہ۔ ازواجا حال ای متجنسین متشابھین جمع زوج۔ سباتًا قال الزجاج السبات ان ینقطع عن الحرکۃ والروح فی بدنہ و حاصل المعنی الراحۃ ای جعلنا نومکم راحۃ لکم۔ معاشًا منصوب علی الظرفیۃ و المعاش مصدر میمی بمعنی المعیشۃ۔ شدادًا جمع شدیدۃ ای قویۃ محکمۃ و ھاجًا و الوھاج لمضییء من قولھم وھج الجوھر ای تلألأ ۔المعصرات فیھاقولان الاول وھو احدی الروایتین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و قول مجاھد و مقاتل و قتادۃ و الکلبی انھا الریاح التی تثیر السحاب و من بمعنی الباء و المعنی انزلنا بالریاح المثیرۃ للسحاب الثانی و ھو الروایۃ الثانیۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اختار ابی العالیۃ و الربیع و الضحاک انھا السحاب بوجوہ منھا انہ قال المورخ العصرات السحاب بلغۃ قریش۔ ماءً موصوف۔ ثجاجا۔ صفۃ و المجموع مفعول انزلنا و الثجاج شدۃ الانصاب یقال ثج المال ای اسال بکثرۃ و ثجہ ای اسالہ فیکون لازما و متعدیا۔ الفافًا ای بساتین ملتفۃ قال صاحب الکشاف انہ لا واحد کالاوزاع و الاخیاف و الجماعات المتفرقۃ و الجماعات المختلطۃ و الأخرون البتوالہ واحد اثم اختلفوا فیہ فقال الاخفش و الکسائی واحدھا لف بکسر اللام و قیل بضمھا و قال المبرد واحدھا لفا و جمعہ لف الفاف و قیل جمع لفیف کشریف و اشراف المعنی ان کل جنۃ فیھا الاشجار المجتمعۃ المتقارۃ یقال امرأۃ لفاء اذا کانت غلیظۃ الساق مجتمعۃ اللحم یبلغ من تقاربہ ان یتلاصق۔

تفسیر: ..... اس دن یا اس خبر کی عظمت بیان فرما کر اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے جو اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا کافی ثبوت کرتی ہیں اور جن سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اس عالم کو درہم برہم کر کے ایک دوسرا عالم پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس عالم کو فنا کر کے دوسرے عالم کے پیدا کرنے میں جو کچھ اس کی حکمت ہے اس کی کیفیات و خصوصیات تک عقولِ بشریہ کو رسائی نہیں، پھر ایسی چیزوں کی بابت سوال کرنا محض نادانی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بنانے میں ذرا بھی کسی کی شرکت نہیں۔

فیصلہ کا دن: ..... یا یوں کہو کہ وہ دن جس کی وہ خبر پوچھتے ہیں اور اس کے آنے کی جلدی کرتے ہیں وہ یوم الفصل ہے جیسا کہ بعد میں بیان ہوتا ہے اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ ... الخ جس دن مطیعوں اور نافرمانوں میں بالکل امتیاز ہو جائے گا نہ مکان میں شرکت نہ کھانے پینے کے کسی سامان میں شرکت باقی ہے گی نہ اسبابِ تعیش و موجباتِ راحت میں برخلاف دنیا کے کہ یہاں سب چیزوں میں مؤمن و کافر مطیع و عاصی سب شریک ہیں پھر یہاں وہ دن کیوں کر آ سکتا ہے اس لیے جلدی کرنا اور سوال کرنا عبث ہے اور نیز یوم الفصل کی حقیقت بھی فی الجملہ بیان فرما دی گئی کہ وہاں نہ یہ آسمان ہوں گے جو آج تم پر قائم ہیں نہ یہ زمین ہوگی نہ یہ پہاڑ ہوں گے جن کے نفع میں سب شریک ہیں نہ ان بدلیوں سے پانی برسے گا، باغوں و نباتات کی روئیدگی کے اور ہی سامان ہوں گے نہ یہ رات و دن ہوں گے جن میں رات میں پڑ کر بے خبر سوتے ہیں اور دن کو روزی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

ان کے سوال کا فی الجملہ جواب دینا مقصود تھا اس لیے اس کے بعد یہ نو چیزیں بیان کرتا ہے جن پر دنیا اور اس کی زندگی مربوط ہے فقال

زمین کو فرش بنایا: ..... ۱) ..... اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ کہ کیا ہم نے زمین کو تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لیے فرش نہیں بنایا؟ ضرور بنایا اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کی طرح گرم ہوتی تو تم کہیں اس پر بس سکتے تھے؟ ہرگز نہیں پھر ہمارے اس انعام میں مؤمن و کافر سب ہی تو شریک ہیں برخلاف دارِ آخرت کے کہ وہاں مطیعوں کے رہنے کی اور جگہ ہے نافرمانوں کی اور اس سے یہ بھی تم غور کر سکتے ہو کہ کس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنایا کیا وہ اس کو فنا نہیں کر سکتا اور نئی زمین نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنا

سکتا ہے یہ دنیا کے گھر کا فرش ہے جس پر ہوا میں اڑنے اور ملنے جلنے کے لیے۔

پہاڑوں کو میخیں بنایا:...... ۲) ......وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۝ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا؟ ضرور بنا دیا ہے جس سے یہ فرش ہلتا؟ نہیں اس میں بھی کافر اور مؤمن سب شریک ہیں اور پہاڑوں سے جو کچھ نفع ہیں سب ان سے حصہ پا رہے ہیں برخلاف یوم الفصل کے پھر کیا وہ قادر مطلق جس نے پہاڑوں میں ثقل پیدا کر کے زمین کو ڈگمگانے اور ملنے سے محفوظ رکھا وہ ایک روز اس کو ہلا نہیں سکتا؟ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا۝۔

حکماء کے نزدیک زمین حرکت کرتی ہے جیسا کہ اور ستارے اپنے مدار پر گھومتے ہیں یہ بھی دورہ تمام کرتی ہے ان کے نزدیک بھی ان آیات سے انعام الٰہی اور اس کی حکمت بالغہ کا کافی ثبوت ہے اس لیے کہ اب اس طرح حرکت کرتی ہے کہ اس پر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں جیسا کہ کشتی میں پتھر ڈال دینے سے وہ ادھر ادھر ڈگمگاتی نہیں اور ایک خاص انداز پر چلتی ہے۔ زمین کے فرش بنانے اور پہاڑوں کو میخیں بنانے سے ان کے نزدیک یہی مراد ہے اور یہ اس کا بڑا انعام اور قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔ یہ فرش بنا کر اس کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ۔

جوڑے جوڑے پیدا کیا:...... ۳) ......وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۝ تم کو اے بنی آدم! جوڑے جوڑے پیدا کیا مرد کا عورت اور عورت کا مرد بنایا تا کہ اس فرش پر رہیں اور اولاد جنیں اور پھولیں پھلیں اس نعمت میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں۔ ازواج کے معنی اور بھی عام ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کے مقابل دوسرا ہے بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے غنی ہے تو مفلس بھی ہے نیک ہے تو بدکردار بھی ہے، حسین ہے تو بدشکل بھی ہے، کالے ہیں تو گورے بھی ہیں، عقل مند ہیں تو احمق بھی ہیں علی ہذا القیاس۔ اس میں اس قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جس نے ایک ہی فرش پر ایک ہی مادہ سے کیسی مختلف چیزیں بنا دی۔ اور نیز انسان کو اس کی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھا دی ہے وہ محدود ہے اپنے اندر بھی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کر سکتا ہے پھر کیا وہ قادر مطلق تم کو بار دگر پیدا نہیں کر سکتا؟ اور تمہارا یہ اختلاف تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ تمہارے مختلف اعمال کی جزا و سزا کا ایک اور گھر ہے۔ پھر اس دنیا کے فرش پر تم کو کس طرح سلایا؟

نیند کو راحت کا سبب بنایا:...... ۴) ......وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۝ اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لیے راحت بنایا اگر رات کو یا دن کو انسان اچھی طرح نہ سوئے اور نوم غریق نہ آئے جس کو سبات کہتے ہیں یا سرے سے نیند ہی نہ آئے اور جو آئے تو غریق نہ ہو بلکہ نیم خوابی ہو تو پھر دیکھیے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟۔

اس میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں برخلاف یوم الفصل کے کہ وہاں مجرموں کو نیند کہاں۔ بے قراری اور سوزش میں نیند کب آتی ہے؟ دنیا کی یہ بےفکری کی نیند یاد کریں گے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ نعمت ہے اس کا شکریہ کرو، بقدر ضرورت اس سے کام لو، پھر طلب معاش یا یاد الٰہی میں وقت گزارو نہ یہ کہ سو سو کر عمر گزار دو اور نیز یہ موت کا بھی ایک نمونہ ہے کہ ابھی تو باتیں کرتے تھے یا چٹ پٹ سو گئے دنیا سے غفلت ہو گئی۔ گویا مر گئے۔

پھر جو تم کو ہر روز مارتا اور ہر روز جلاتا ہے پھر کیا وہ موت کی نیند کے بعد اس خواب سے بیدار نہ کرے گا؟ جس پر کہیں گے من بعثنا من مرقدنا ضرور کرے گا اور اصل بیداری وہی ہوگی اس جہاں کی بیداری بھی خواب ہے بلکہ خواب پریشاں۔

رات کو لباس و اوڑھنی بنایا:...... ۵) ......وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا۝ اور ہم نے رات کو اوڑھنا بنا دیا یعنی پردہ، رات پردہ دار ہے اس پردہ میں کوئی برائی کرتا ہے کوئی بھلائی۔ چور چوری کرتا ہے۔ زنا کار چھپ کر زنا کرتا ہے عابد و زاہد نماز اور تہجد اور مراقبہ و ذکر میں بیٹھا ہوا

ہے اور نیند کا وقت بھی رات ہی ہے ستر کی وجہ سے رات کو لباس کہنا استعارہ ہے یہ اس کی پانچویں نعمت ہے۔

فائدہ: کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں؟ آپ نے فرمایا رات میں، اس لیے کہ رات کو بھی قرآن نے لباس کہا ہے اور عورت کو وَ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ اس لیے عورت اور اس کے نکاح کو رات ہی مناسب ہے ایک لباس کو دوسرے سے مناسبت ہے۔ پھر جس نے تم کو یوں راحت سے سلایا اور جگا کر بھوکا نہیں رکھا بلکہ:

دن کو حصول معاش کے لئے بنایا:.....۶).....وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ اور ہم نے دن کو تمہاری روزی کے لیے بنایا۔ اس میں بھی کافر اور مؤمن سب شریک ہیں برخلاف اس دن کے کہ نیک بہشتوں میں آرام کرتے ہوں گے بد جہنم میں جلتے ہوں گے روزی تلاش کرنا کجا۔ اہل دنیا کی فطرت میں ہے کہ رات کو سوتے اور دن کو معاش کے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا ہمیشہ دن ہی رہتا تو عافیت کا دائرہ تنگ ہو جاتا آفتاب اور دیگر سیارات کی گردش یا کہو زمین کے آفتاب کے گرد حرکت کیسا کہ حکماء جدید کا خیال ہے اس طرح اور اس نظام سے کہ رات دن پیدا ہوں اس کی قدرت اور حکمت کی دلیل ہے پھر جو ان اجرام کو ایک خاص ارادے پر حرکت دے رہا ہے کیا اس کے نزدیک بار دگر پیدا کرنا مشکل ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ دنیا کی حاصل کار باتیں تھیں یعنی رات کو سونا اور دن کو روزی کے دھندے میں لگنا اس میں غافل عمر تمام کر جاتے ہیں ان دو مشغلوں کے سوا اور آخرت کی فکر تک نہیں اب اس گھر کی چھت کا حال بیان فرماتا ہے۔

سات مستحکم چھتیں بنائیں:.....۷).....وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ کہ ہم نے تمہارے اوپر سات چھت مستحکم بنائیں جو زمانے کے گزرنے سے ہرگز پرانی نہیں ہوتیں اور نہ ان میں کوئی فتور واقع ہوتا ہے اب تک ویسے ہی ہیں اس کاری گر کی یہ کاری گری قابل غور ہے۔ وہ سات چھتیں کیا ہیں سات آسمان کہ جن میں سات ستارے دورہ کرتے ہیں اور ان ستاروں کی تاثیر حرارت و برودت روشنی و تاریکی سے سب نیک و بد فائدہ اٹھاتے ہیں بخلاف یوم الفصل کے کہ وہاں نیکوں کے لیے جنت میں چھت کی جگہ بلند مرتبہ لوگوں کے مکان ہیں جن کی روشنی ان پر پڑتی ہوگی اور وہ بلند مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ان ماتحتوں کی ترقی میں مدد کریں گے اور بدوں کو جہنم کے طبقات احاطہ کیے ہوں گے اور یہی ان کی چھت ہوگی اور کفار اپنے ظلمات کفر میں اپنے سے اوپر والوں کو اور بھی زیادہ عذاب میں مبتلا سمجھیں گے۔

حکماء حال کے نزدیک سبع شداد سات ستارے ہیں جو یکے بعد دیگرے قائم ہیں اور اپنے مدار پر حرکت کرتے ہیں اور جس فضا میں یہ حرکت کرتے ہیں وہ ان کے آسمان ہیں مگر کوئی دوربین اب تک ایسی نہیں ایجاد ہوئی جو اس قدر دور دراز کی فضا کو جس میں اجرام لطیف ہیں محسوس کر سکے پھر آسمان کا انکار محض مکابرہ ہے۔ اب دنیا کے گھر کا چراغ بھی ضروری تھا اس لیے فرماتا ہے

چمکتا ہوا چراغ بنایا:.....۸).....وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ اور ہم نے چمکتا ہوا چراغ بھی بنا دیا، دن کو آفتاب رات کو مہتاب اور ستارے جن کے نور سے نیک و بد برابر نفع اٹھاتے ہیں برخلاف یوم الفصل کے کہ جنت میں آفتاب کی روشنی کی ضرورت نہ ہوگی اور جہنم میں سرے سے کوئی روشنی ہی نہ ہوگی اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا اور نیز یہ اس کی قدرت کاملہ کی برہان ہے کہ آفتاب میں یہ نور دیا اور پھر ان ستاروں کے انوار میں یہ فرق پیدا کر دیا کہ کسی کی روشنی گرم ہے کسی کی سرد۔ پھر کیا وہ حکیم اس جہاں میں نیکوں اور بدوں کو جزا و سزا نہیں دے سکتا؟ ضرور دے سکتا ہے اور دے گا یوں ہی معطل نہ چھوڑے گا۔

اس کے بعد اس جہاں میں جو بندوں کی راحت کا سبب ہے اس کو بھی بیان فرماتا ہے کہ ایسا گھر بنا کر ہم تم کو اس تدبیر سے کھانا کھلاتے ہیں فقال:

بادلوں سے پانی برسایا:......۹)......وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ کہ ہم بادلوں سے پانی کا ریلا اتارتے ہیں بادلوں سے پانی کا برسنا اور وہ بھی اس طرح سے کہ چھوٹی چھوٹی بوندیں برستی ہیں اس کی حکمت وقدرت کی دلیل ہے۔ حکماء نے کہا ہے کہ آفتاب کی حرارت سے زمین ابخرات اوپر چڑھتے ہیں اور ہوا کے بارد طبقہ میں جا کر جم جاتے ہیں پھر ان سے پانی برستا ہے یہ ٹھیک مگر اس سلسلہ اسباب میں جو کچھ کاریگریاں ہیں ان کو تو دیکھو جہاں عقل حیرت میں آ کر یہی کہہ دیتی ہے کہ تو ہی مسبب الاسباب ہے تیرے ہی ہاتھ میں ہر کام کی ڈوریاں ہیں۔

زمین سے اناج اُگایا:...... پھر یہ پانی بے کار نہیں بلکہ اس لیے ہے لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ کہ اس سے ہم اناج پیدا کرتے ہیں جو اے ابن آدم تمہارے کھانے میں آتا ہے اور نبات بھی پیدا کرتے ہیں یعنی جڑی بوٹیاں کہ جن میں تمہارے چارپایوں کی بھی غذا ہے اور دوائیں تمہارے بھی کام آتی ہیں اور کچھ ان میں سے خوشبو اور مسالے کا کام دیتی ہیں اور وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ اور چمن کے باغ اگھاتے ہیں جن میں طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں اور انکی سبزی وشادابی تمہاری عشرت وفرحت کا سبب ہے اب دیکھو ایک پانی ہے اس سے کیا کیا مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں یہ اس کی قدرت کی دلیل ہے اس میں بھی کافر ومومن سب برابر نفع اٹھاتے ہیں کوئی امتیاز نہیں، برخلاف اس جہاں کے کہ وہاں نیکوں کے اعمال واعتقادات واحوال کے باغ وانہار اور میوے بن کر سامنے آئیں گے اور بدوں کے اعمال بد اور عقائد فاسدہ زقوم اور ماء حمیم بن کر ظاہر ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس جہاں میں تمام منافع میں شرکت ہے امتیاز کلی نہیں بلکہ اس جہاں کی فنا وتخریب کے بعد ایک اور جہاں ہوگا جہاں بدوں کو نیکوں کے ساتھ راحت اور نفع میں شرکت نہ ہوگی۔ پس وہ دن فیصلہ کا ہے اور وہیں جزا وسزا کامل ہے اور وہی فصل یعنی امتیاز کلی کا بھی دن ہے۔

فائدہ: ان آیات میں جس طرح اس عالم کے منافع میں شرکت عمومی بیان کی گئی ہے کہ جو یوم الفصل کے برخلاف ہے اسی لیے یہ جہاں دارِ جزا وسزا ہو بھی نہیں سکتا بلکہ ایک اور جہاں کا انتظار کرنا چاہیے جس کی تمام انبیاء علیہم السلام خبر دیتے چلے آئے ہیں اور جس کی اول منزل ہر ہر فرد انسانی کے لیے موت ہے اور سب کے لیے اس جہاں کی تخریب ❶ جس کو آئندہ بیان فرماتا ہے اور جس کی نسبت سوالات کرنا اور تعجب کرنا عقل کی کوتاہی ہے اسی طرح ان آیات میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اور نعمت شاملہ کا بھی ہر فرد انسانی کے لیے ثبوت ہے جس سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ تم اس محسن اور قادر مطلق وحکیم برحق کی نافرمانی کرتے ہو اور ان نعمتوں میں اور معبودوں کو شریک ٹھہرا کر ملزم بنتے ہو ❷ توہمات فاسدہ کے گھوڑے دوڑاتے ہو یہ کمال ناسپاسی اور پوری نمک حرامی ہے جس کی سزا ابدی جہنم ہے۔

نیز ان آیات میں موت وحیات اور بقا وفنا کا نقشہ دکھایا ہے مثلاً آفتاب طلوع کرتا ہے پھر نصف النہار پر اپنے کمال کو پہنچتا ہے پھر ڈھلنا شروع ہوتا ہے آخر غروب ہو جاتا ہے اور دنیا میں روشنی کی جگہ اندھیرا چھا جاتا ہے یہی حال انسان کا ہے کہ پیدا ہوتا ہے اور جوانی کی حد تک پہنچ کر ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے آخر ایک روز زمین کے پردے میں یہ چمکتا ہوا مہتاب غروب ہو جاتا ہے اور اس کے وجود عارضی پر ایک عدم کی اندھیری رات چھا جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا، پھر جس طرح ایک مدت معین کے بعد آفتاب بار دگر طلوع کرتا ہے اسی طرح یہ مہ پارہ بھی نئی دنیا اور دوسرے جہاں میں پھر طلوع کرے گا اور اسی طرح پانی سے سبزہ اگنے میں بھی موت وحیات کا نمونہ ہے، پانی کے قطرے سے یہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے ماں باپ کی ٹپکتی بدلیوں سے برستا تھا پھر اس سے ایک بوٹا

❶......یعنی اس جہاں کا برباد ہونا دوسرے جہاں کے لیے سب کے لیے یہی منزل ہے ۱۲ منہ۔

❷......بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ ان نو چیزوں میں سے کون سی کسی اور معبود نے بنائی ہے یا بنانے میں مدد دی ہے پھر وہی معبود واحد اور قابل پرستش ہے ۱۲ منہ

اگا اور کیا کیا جوانی اور لڑکپن کی بہاریں آئیں آخر پژمردہ ہوتا چلا اور سوکھ کر زمین پر گر پڑا اور ہوا میں اس کے ریزے ریزے اڑتے پھرے یہ اسی طرح رات اور دن خواب و بیداری بھی نمونہ ہیں۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک فیصلہ کا دن معین ہو چکا ہے ﴿۱۷﴾ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم (پرے باندھے) جوق در جوق چلے آؤ گے ﴿۱۸﴾ اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے بن جائیں گے ﴿۱۹﴾ اور پہاڑ اڑائے جائیں گے ﴿۲۰﴾ تو ریتا ہو جائیں گے بے شک دوزخ تو شریروں کی تاک میں ہے ﴿۲۱﴾ ان کا ٹھکانا ہونے کے لیے ﴿۲۲﴾ اس میں قرنوں پڑے رہیں گے ﴿۲۳﴾ نہ وہاں کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا ﴿۲۴﴾ مگر گرم پانی اور زخموں کی پیپ ﴿۲۵﴾ پورا پورا بدلہ ملے گا ﴿۲۶﴾ کیونکہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے ﴿۲۷﴾ اور ہماری آیتیں بے باکی سے جھٹلاتے تھے ﴿۲۸﴾ اور ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر رکھا ہے پھر (ان سے کہا جائے گا) ﴿۲۹﴾ لو چکھو سو ہم تمہارے عذاب ہی زیادہ کرتے رہیں گے ﴿۳۰﴾۔

ترکیب:...... كان ميقاتا الجملة خبر ان يوم الفصل اسمها۔ يوم ينفخ بدل من يوم الفصل او عطف بيان۔ الصور اما جمع الصورة فالنفخ في الصور عبارة عن نفخ الارواح في الاجساد و اما هي عبارة عن قرن ينفخ فيه۔ افواجا حال من فاعل تاتون و هي جمع فوج اى جماعات جماعات۔ و الفاء في فتأتون فصيحة۔ و فتحت معطوف على ينفخ و صيغة الماضي على تحقيق الوقوع و قيل عطف على فتأتون۔ مرصادًا خبر كانت۔ و المرصاد اسم للمكان الذى يرصد فيه كالمضمار للمكان الذى يضمر فيه الخيل و كذا المنهاج۔ و قيل مفعال من الرصد و المفعال من ابنية المبالغة كالمعمار على هذا ان جهنم ترصد اعداء الله و تشهق عليهم۔ للطٰغين ان قلنا ان جهنم مرصادا للكفار فقط فكان قوله للطٰغين من تمام ما قبله اى جهنم كانت مرصادا للطاغين۔ ثم قوله مآبا بدل من قوله مرصادا و ان قلنا انها مرصد للكفار و للمؤمنين ثم قوله على مرصادا و كان للطاغين مآبا كلاما مبتدءا مآبا خبر ثان لكانت۔ للطٰغين متعلق به او بمحذوف او بكانت۔ المآب المرجع يقال أب يؤب اذا رجع لابثين منصوب على الحال المقدرة من الضمير المستكن في للطٰغين۔ و احقابا منصوب على الظرفية و هي جمع حقب بضمتين و هو الدهر و الاحقاب الدهور و تقدير الحقب عند اهل اللغة ثمانون سنة و اصل الحقب الترادف و التتابع يقال احقب اذا اردف۔ لا يذوقون الجملة حال من الضمير في لٰبثين او صفه لاحقابا او مستانفة لبيان ما اشتملت عليه من الهم۔ لا يذقون في جهنم او في الاحقاب بردا و لا شرابا برز (خنکی آب یا ہوا) وقيل

النوم۔ و الشراب الماء۔ جزاءً وفاقًا ای موافقا لاعمالهم و فاقا صفة الجزاء اما علی حذف المضاف ای ذا وفاق و اما علی المبالغة و نصب جزاء علی انه مفعول مطلق من فعل محذوف قال الفراء و الاخفش جازیناهم جزاء وافق اعمالهم و قال الزجاج جوزو اجزاء وفاقا۔ قال الفراء الوفاق جمع الوفق و الوفق و الموافق واحد۔ انهم کانوا الجملة مستانفة و تعلیل لاستحقاقهم الجزاء المذکور۔ و کل شئی منصوب علی الاشتغال ای احصینا کل شیء و قریٔ بالرفع علی انه مبتدأ ما بعده خبره۔ کتٰبًا فی نصبه اوجه احدها انه تمیز من احصینا و الثانی انه حال ای مکتوبا فی اللوح و الثالث انه مصدر من بمعنی الاحصاء و التجوز اما فی المصدر او فی الفعل اذ یراد بالاحصاء و الکتب الضبط۔

احوالِ قیامت

تفسیر:......اس کے بعد قیامت کے چند احوال بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا کہ فیصلے کا دن موقت و معین ہے اس وقت سے پہلے تمہارے انکار اصرار کی وجہ سے آنہیں سکتا اس لیے کہ اس وقت کے لیے چند چیزیں لازم ہیں اول: یہ کہ ارواح کا بارِ دگر ابدان سے تعلق، دوم: یہ کہ جب تک یہ تمام کارخانہ دُنیا درہم برہم نہ ہو اور اس کے گھر کی چھت اور فرش اور قندیل اور اس کے سامان رزق و راحت جن کا آج فائدہ عام ہے منقطع نہ کر دیئے جائیں اور تمام آنے والی روحیں اس گھر میں آ کر فائدہ نہ اٹھالیں اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔

تفسیر مِيْقَاتًا:......۱)......میقاتا کے یہ بھی معنی ہیں کہ یوم الفصل میقات یعنی حد ہے اس عالم کے تمام ہونے کی یا وقت ان چیزوں کا کہ جن کا اللہ نے وعدہ کیا ہے یا وقت ہے اجتماع خلائق اور معاملات کے فیصلے کا۔

میقات کے لفظ سے ان کے سوالات کا جواب بھی ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو اور کس لیے تعجب کی راہ سے پوچھتے ہو آخر ہر ایک بات کی حد بھی تو ہوتی ہے دنیا کا حادث ہونا جب تم کو ان نو دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا تو یہ جان لینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ ہر حادث کی حد و انتہاء بھی ہے ایک روز یہ کارخانہ تمام بھی ہونا ہے پس وہی قیامت ہے اور وہ اس دنیا کی انتہائی حد ہے۔

صور کا پھونکا جانا:......۲)......يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اس دن صور پھونکا جائے گا پہلے صور پھونکنے سے تمام دنیا الٹ پلٹ ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی جیسا کہ اس صور اول کے حالات بعد کی آیات میں آتے ہیں اور چونکہ وہ حالات و واقعات ہولناک ہیں اس لیے ان کو بعد میں جداگانہ بیان کرتا ہے اس کے بعد بارِ دگر صور پھونکا جائے گا اور صور ایک بگل یا تُرہی جیسی مجوف چیز ہے حضرت اسرافیل اس میں پھونک ماریں گے جس کی سخت آواز کی تاثیر سے یہ عالم خراب ہو جائے گا اس کے بعد بارِ دگر پھونکیں گے تو اس کی تاثیر سے تمام ارواح اپنے اپنے اجسام سے متعلق ہو جائیں گی اور اجسام گو ریزے ریزے ہو گئے تھے مگر وہ ریزے باقی تھے جمع ہو جائیں گے تب ہر ایک بارِ دگر زندہ ہوگا فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا تم سب کے سب جوق در جوق تختِ رب العلمین کی طرف عدالت کے لیے آؤ گے۔

اَفْوَاجًا کے معنی کی قرآن میں بہت جگہ تشریح آئی ہے ایک جگہ آیا ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ایک جگہ ہے وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ایک جگہ ہے يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ اور احادیث میں بھی تفصیل و تشریح بہت کچھ ہے پس نیکوں کی جدا جماعت ہوگی بدوں کی جدا، پھر نیکوں میں سے نمازیوں کی جدا صدقات و خیرات کرنے والوں کی جدا، صابروں کی جدا، تو شاکروں کی جدا رات میں چھپ کر عبادت کرنے والوں کی جدا، مجاہدین کی جدا، اشاعت علم و دین کرنے والوں کی جدا۔

بدوں میں مشرکوں کی جدا، پھر مشرکوں میں سے آفتاب پرستوں کی جدا، اصنام پرستوں کی جدا، ارواح غیر مرئیہ سے مدد مانگنے والوں

کی جدا، توہمات پرستوں کی جدا، حضرات انبیاء و اولیاء کو پوجنے والوں کی جدا، ملائکہ کو پوجنے والوں کی جدا، جنوں بھوتوں سے مدد مانگنے والوں کی جدا، پھر زنا کاروں کی جدا، تو ظالموں کی جدا، دغا بازوں جھوٹ بولنے والوں کم تولنے والوں کی جدا جماعت ہوگی ہر ایک جماعت کا نشان ہوگا اور اس پر لکھا ہوگا کہ یہ فلاں جماعت ہے ہر ایک جماعت عدالت میں حاضر ہوگی اور اپنے اعمال کا بدلہ پائے گی۔

صور اول کی کیفیات:......اس کے بعد صور اول کی کیفیات بیان فرماتا ہے۔

۴)......وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا اور آسمان کھولے جائیں گے تو اس میں دروازے ہو جائیں گے اس کے معنی میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

اول: یہ کہ صور پھونکنے سے آسمان میں دراڑیں پڑ جائیں گی جن کو دروازوں سے تعبیر کیا ہے اور یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مستحکم گول چھت گرتی ہے تو پہلے اس سے دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔

دوم: یہ کہ ملائکہ کے لشکر نازل ہونے کے لیے جو دنیا کے خراب کرنے کو آئیں گے تو آسمان میں بہت دروازے ہو جائیں گے یہ دنیا کی چھت گرنے کا حال تھا جس کو سَبْعًا شِدَادًا سے تعبیر کیا تھا۔ اس کے بعد فرش کے اٹھائے جانے کا حال بیان فرماتا ہے۔

۴)......وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا کہ پہاڑ اڑائے جائیں گے اور وہ ریزہ ریزہ ریتے کی مانند ہو جائیں گے یہ وہ پہاڑ تھے جو زمین کی میخیں تھیں پھر جب وہ نہ رہے تو زمین کہاں؟ ان دونوں کے ضمن میں باقی اور چیزوں کی فنا بھی بیان ہوگئی اس لیے کہ جب آسمان و زمین نہ رہیں گے تو ان کے اندر رہنے والے کہاں؟ اس کے بعد پھر صور دوم کے حالات بیان فرماتا ہے جو دربار الٰہی میں پیش ہونے کے بعد ظاہر ہوں گے سب سے اول بدوں کے حالات بیان فرماتا ہے جو دنیا میں اس دن کو بھول چکے تھے اور شہوات ولذات میں فریفتہ ہو کر حق سبحانہ سے باغی ہوگئے تھے اب دربار الٰہی اور عدالت ربانی سے ان کے لیے کیا حکم ہوتا ہے؟ فقال

جہنم تاک میں ہوگی:......۵)......اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا کہ جہنم سرکشوں یعنی بدکاروں مشرکوں کافروں کی تاک میں ہوگی کہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں آخر اس میں ڈالے جائیں گے اور یہی ان کا ٹھکانہ ہوگا اور ٹھکانہ بھی ایک دو گھڑی کے لیے نہیں بلکہ:

۶)......لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا سال ہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے کافر و مشرک تو ابدالآباد وہاں رہیں گے اور ایمان دار گنہ گار ایک زمانے کے بعد نکل آئیں گے افسوس حیات دنیا تو چند روزہ تھی دس بیس ساٹھ ستر اسی سو جہاں لذات و شہوات کے مزے اڑائے تھے اس کے بدلے یہاں ہزاروں لاکھوں برس بلا میں مبتلا ہونا پڑا۔ کیا برا سودا کیا اور کیا بری کمائی کر کے آئے گھڑی دو گھڑی کے ایسے مزے پر پھٹکار جس کے بدلے برسوں گوناگوں عذاب و تکالیف بھگتنی پڑیں کوئی عاقل ایسا نہیں کرے گا مگر اس جہاں میں غفلت اور شیطانی تخیلات کے پردے عقلوں پر پڑے ہوئے ہیں جن کے اٹھانے کو حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے اور کتاب الٰہی ساتھ لائے۔

اہل جہنم کے احوال:......پھر اس جہنم میں کیا ہوگا؟ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا کہ وہاں ان بدبختوں کو کوئی ٹھنڈک میسر نہ آئے گی نہ ٹھنڈا پانی نہ سرد ہوا نہ سرد مکان نہ سرد لباس نہ سرد کھانے اور نہ ٹھنڈک دینے والی چیزیں آنکھوں کے سامنے ہوں گی۔

بعض علماء فرماتے ہیں برد سے مراد نیند ہے عرب میں برد کا اطلاق نوم پر بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت میں ان کو نیند نہ آئے گی اور استعارہ کے طور پر چکھنے کی نفی کر کے یہ بتلا دیا کہ ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئے گی دل بھر کر تو کجا نہ بدن کی ٹھنڈک، نہ دل کی ٹھنڈک، نہ

آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی۔ لفظ کو عام رکھنا بہتر ہے اور شراب سے مراد پانی ہے کہ اور تو کیا جو دنیا میں ہلکی چیز ہے یعنی پانی جو قیدی اور خونی کو بھی پلا دیا جاتا ہے وہاں ان کو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلے اِلَّا حَمِيۡمًا کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلس دے گا وہ ملے گا اور کھانے کو غَسَّاقًا جہنمیوں کے زخموں کی پیپ حمیم اور غساق کے معنی میں مفسرین نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔

اور یہ اس لیے جَزَآءً وِّفَاقًا ۞ یہ اس کا پورا پورا بدلہ ہوگا شہوت وحب جاہ و مال کی آگ جو دل میں بھڑکا کرتی تھی وہی تو یہ آگ ہے اب اس سزا اور کامل جزا کے مستحق ہونے کی وجہ سے بیان فرماتا ہے کہ ان کی سزا کیوں دی گئی اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا ۞ کہ وہ حساب کی توقع نہیں رکھتے تھے۔

قوت نظریہ وعملیہ:......واضح ہو کہ نفس انسانیہ کو دو قوتیں عطا ہوئی ہیں:

اول: قوت نظریہ کہ حقیقت الامر کو ٹھیک دریافت کرے۔

دوسری قوت عملیہ کہ اس صحیح دریافت کے موجب عمل بھی کرے۔

جن کی یہ دونوں قوتیں درست ہیں وہ سعادت مند ہیں اور جن کی یہ دونوں قوتیں فاسد ہیں وہ شقی ہیں سو ان کفار کی قوت عملیہ کا فاسد ہونا تو اس جملہ سے بیان فرما دیا اور اسی لیے کسی گناہ کا نام نہیں لیا کہ اس کی وجہ سے ان کو یہ دن نصیب ہوا حالانکہ بہت سے گناہ تھے بلکہ قوت عملیہ کا فساد ظاہر فرمایا اور وہ اس لیے کہ انسان جب اپنے اعمال پر باز پرس اور حساب کا اعتقاد نہیں رکھتا تو نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا کوئی گناہ ہو اس کے نزدیک کچھ بھی بری بات نہیں اور کسی نیک کام کی مشقت بھی سر پر نہیں رکھتا باز پرس اور حساب ہی کا خیال انسان کو ہر نیکی کو عمل میں لانے پر تحریک کرتا ہے جن قوموں میں یہ اعتقاد نہیں وہ برائی میں کوتاہی نہیں کرتیں، نیکیوں سے دور رہتی ہیں۔

عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ تمہارے تمام گناہ کے عوض حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو گئے اب ہم سے کچھ باز پرس نہیں پھر شراب خوری اور زنا کاری اور عیاری کا کون سا کام ہے جو ان سے رہ گیا ہے۔

قوت نظریہ کا فساد اس جملہ سے ثابت کرتا ہے وَّكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۞ اور ہماری آیات کو عام ہے کہ آیات قرآنیہ ہوں یا آیات قدرت ہوں سب کو جھٹلایا اور خوب ہی جھٹلایا یعنی حق کے منکر اور باطل کے مصر تھے اس سے معلوم ہوا کہ ردائت و فساد میں حد سے بڑھ گئے تھے اس لیے جَزَآءً وِّفَاقًا کے مستحق ہوئے۔

اس کے بعد یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے ان کی شقاوت کے اصول بیان کر دیے ورنہ جزئیات اعمال اور ہر ایک بات جو وہ کیا کرتے تھے اور ہر ایک اعتقاد باطل جس کے وہ پابند تھے وہ بھی ہمیں سب معلوم ہیں اس لیے کہ وَكُلَّ شَيۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ كِتٰبًا ۞ کہ ہر شیٔ کو ہم نے گھیر رکھا ہے ہر ایک چیز ہمارے احاطہ علم میں ہے اور علم بھی کیسا کہ اس کو دفتر غیب میں لکھ رکھا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جزئیات کا علم بتفاصیلہا و خصوصیاتہا و کیفیاتہا و کمیاتہا حق سبحانہ کو حاصل ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح ان کے اعمال و اقوال و اعتقادات ایک ایک ہم کو معلوم ہیں اسی طرح ہر ایک کے مناسب وقتاً فوقتاً جو جو سزائیں ہوں گی وہ بھی ہم کو معلوم ہیں اس لیے جزاء وفاق دیا جانا صحیح بات ہے گویا اس جزاء وفاق کی بھی ایک دلیل ہے جس میں ضمناً منکروں کے شبہ کا بھی رد ہے کہ خدا کو ہمارے ہر روز کے کام اور خیالات کیونکر معلوم ہیں اور معلوم ہیں تو اس وقت کیوں کر یاد رہیں گے پھر جب یہ نہیں تو جزاء وفاق کا دعویٰ غلط ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہم کو ہر چیز معلوم ہے اور معلوم بھی کس طرح کہ ہم نے اس کا احصاء بھی کر لیا ہے جو کمال علمی اور علم کا اعلیٰ مرتبہ

ہے اور احصاء بھی اس قسم کا ہے کہ وہ دفتر غیب میں درج ہے جہاں نسیان و ذہول کا گزر بھی ممکن نہیں وہ کچھ ایسا لکھنا نہیں کہ جیسا دنیا کے دفتروں میں قلم سے لکھا جاتا ہے جس میں تلف ہو جانے کا طرہ باقی رہتا ہے بلکہ وہ ایک ثبوت علمی ہے اور عالم غیب میں چھپ جانا اور نقش ہو جانا ہے اور وہ لوح علمی ہمیشہ اس کے حضور میں رہتی ہے۔

جب یہ ہے تو ہر عمل بد اور اعتقاد فاسد پر ہم وقتاً فوقتاً ایک سزا اس کے مناسب دیں گے فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا۞ اور یہ بھی ہے کہ جوں جوں بیمار کا زمانۂ مرض دراز ہوتا جاتا ہے تکلیف بڑھتی جاتی ہے اس طرح جہنمیوں کے عذاب کی کیفیت ہوگی لحظہ لحظہ عذاب اور دکھ بڑھتا جائے گا اور اس میں اس طرف بھی تعریض ہے کہ اے منکرو! بدکارو! جس طرح باوجود پند و نصیحت کے تم دم بدم سرکشی اور بدی میں بڑھتے جاتے ہو آگے ہی پاؤں رکھتے ہو پیچھے نہیں ہٹاتے اسی طرح تمہیں دم بہ دم عذاب زیادہ ہوتا جائے گا اس لیے کہ ہم کہہ چکے ہیں جَزَآءً وِّفَاقًا اعمال کے موافق جزا دی جائے گی فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا جو فاء کے ساتھ کلام صادر ہوا گویا اسی تمام کلام سابق کو مدلل کر کے نتیجہ کے طور پر ثابت کر دیا یہ کمال بلاغت ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا۝۳۱ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا۝۳۲ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا۝۳۳ وَّكَاْسًا دِهَاقًا۝۳۴
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۝۳۵ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۝۳۶ رَّبِّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا۝۳۷

ترجمہ:......ضرور پرہیزگاروں کو کامیابی ہے۞ (ان کے لیے) باغ ہیں اور انگور۞ اور نوجوان ہم عمر عورتیں۞ اور پیالہ چھلکتا ہوا۞ نہ وہاں بیہودہ بات سنیں گے اور نہ مکر جانا۞ آپ کے رب کی طرف سے (ان کو) بدلہ دیا جائے گا (اور) انعام گن گن کر۞ جو رب ہے آسمانوں کا اور ان کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا رحم (کرم) کرنے والا ہے ان کو اس سے بات کرنے کا مقدور نہ ہوگا۞۔

ترکیب:...... مفازا اسم ان۔ و للمتقین خبرها و المفاز مصدر میمی بمعنی الفوز و الظفر بالمطلوب و النجاة من الهلاک و لذا یطلق المفازة علی الفلاة❶ تفاولا بالخلاص منها و قیل الفوز النجاة و الهلاک ایضا فاطلاق المفاوزة علی الفلاة حقیقی۔ حدائق بدل من مفازا بدل الکل علی طریق المبالغة و هی جمع حدیقة و هی کل بستان❷ محوط علیه من قولهم احدقوا به۔ ای احاطوا به و کذا و اعنابا معطوف علی حدائق و هی جمع عنب (انگور)۔ و کواعب عطف علی و اعنابا و هی جمع کاعبة و هی الناهدة❸ التی تکعبت ثدیها ای استدارت مع ارتفاع۔ اترابا صفة کواعب و هی بالکسر ہم زاد❹ یقال هذه ترب هذه و هن اتراب (صراح)۔ و کاسا موصوف۔ دهاقا صفته عطف علی کواعب۔ کاس جام باشراب مؤنث جمعه کؤس۔ و اذا لم تکن فیها خمر فلیس بکاس۔ دهاق بالکسر جام پر ادهاق پر کردن جام را و بر ریختن آب را۔ (صراح) لا یسمعون الجملة حال من الضمیر فی خبر ان یجوز ان یکون مستانفا و الضمیر فی فیها یرجع الی الکاس ای لا یجری بینهم لغو فی الکاس التی یشربونها بخلاف کاس الدنیا و قیل یرجع الی الجنة ای لا یسمعون فی الجنة ما یکرهونه۔ کذابا بالتخفیف ای کذبا و بالتشدید ای تکذیبا من واحد لغیره بخلاف ما یقع فی الدنیا

❶...... فلاۃ صحرا خالی از آب و خورش ۱۲ منہ۔ ❷...... وہ باغ جس کی دیوار نہ ہو ۱۲ منہ۔ ❸...... یعنی پستان ابھرے ہوئے ہوں ۱۲ منہ۔ ❹...... ہم سن اور ہم عمر ۱۲ منہ۔

عندشرب الخمر۔ جزاءً منصوب علی نه مصدر ای جاز اهم جزاء۔ من ربک صفة له۔ عطاء بدل منه۔ حسابا مصدر اقیم مقام الوصف او باق علی مصدریة مبالغة او هو علی حذف مضاف و فی معناه کلام طویل۔ قیل معناه کافیا ماخوذ من قولهم اعطانی ما احسبنی ای ما کفانی و قیل معناه بقدر ما وجب له فیما وعده من الاضعاف ماخوذ من قولهم حسبت الشیء اذا عددته و قدرته و قیل معناه کثیرا و الاول ارجح و فی القاموس حسبک درهم کفاک و شیء حساب کاف و منه عطاء حسابا۔ رب السمٰوٰت... الخ بالرفع علی الابتداء و فی خبره وجهان احدهما الرحمٰن فیکون ما بعده خبرا اخرا و مستانفه و الثانی الرحمٰن نعت۔ و لا یملکون الخبر و یجوز ان یکون رب خبر مبتدا محذوف ای هو رب السمٰوٰت۔ الرحمٰن و ما بعده مبتدا و خبره۔ و یقرأ رب الرحمٰن بالجر بدلا من ربک لا یملکون الجملة مستانفة لما تفیده الربوبیة العامة من العظمة و الکبریاء۔

تفسیر:......دارآخرت میں اشرار و بدکاروں کی جو حالت ہوگی اس کو بیان کر کے ابرار و صلحاء کا حال بیان فرماتے ہیں تاکہ بیان پورا ہو جائے یا یوں کہو کہ بدکاروں کے حق میں بیان فرماتا ہے کہ ان کو عذاب دم بدم زیادہ ہوگا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پرہیزگاروں کو جو ہر روز نئے عیش و کامرانی میں دیکھیں گے اور بھی دل جلیں گے گویا یہ روحانی عذاب ہوگا اس لیے پرہیزگاروں کا حال بیان فرماتا ہے۔

متقین کے لئے کامیابی ہے:...... فقال اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ کہ ضرور بالضرور پرہیزگاروں کو وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت اور حیات جاودانی حاصل ہے اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ متقی کون ہے؟ جو عقائد درست کرنے کے بعد بری چیزوں سے بچے اور جن کا حکم ہے ان کو کرے پھر تقویٰ کے چند مراتب ہیں۔

مراتبِ تقویٰ

اول......مرتبہ توحید اور ایمان ہے اس مرتبہ میں ہر مؤمن متقی ہے گو وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔

دوم......مرتبۂ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کو عمل میں لانا برے افعال سے بچنا۔ اس مرتبہ میں گناہ گار ایمان دار کو متقی نہ کہا جائے گا جب تک کہ کبائر سے نہ بچے اور فرائض و واجبات کا پابند نہ ہو۔

سوم......تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کسی کی محبت اس کے دل میں نہ ہو۔ یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے اور تقویٰ کا انتہاء درجہ ہے کہ ماسوا اللہ کوئی چیز ان کے قلوب صافیہ تک نہیں پہنچتی وہ اس کے سوا سب سے بچتے ہیں قرآن مجید میں لفظ متقی کو مطلق رکھا ہے کیا تعجب ہے کہ اس کی رحمت گناہ گار ایمان داروں کو بھی مفاز یعنی کامیابی سے حصہ دے۔

جس طرح متقی میں اطلاق تھا اسی طرح مفازا میں بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر قسم کی کامیابی مراد ہے روحانی ہو یا جسمانی لیکن بندوں کو عام رغبتیں ان چند چیزوں کی طرف زیادہ ہوتی ہیں اس لیے اس کامیابی کے خزانے میں سے ان چند جواہر ❶ کو بیان فرماتا ہے فقال حَدَآئِقَ باغ رہنے کو ملیں گے زبان عرب میں حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چار دیواری ہو اور ہم جلیسوں اور یاروں کے ساتھ اس میں رہنے سے لطف بھی ہوتا ہے یہ وہ باغ ہیں جو دنیا میں توحید و ایمان سے لگائے تھے اور اعمال صالحہ سے سینچے گئے تھے اور

❶......جس میں سے چند جواہر بیان فرماتا ہے جام شراب کے دور چلیں گے یکے بعد دیگرے اس جام کا تسلسل جاری رہے گا وہ شراب محبت الٰہی ہے جو دنیا میں ساقی کوثر ﷺ کے مے خانہ سے عطا ہوئی تھی ۱۲ حقانی۔

معارف سے آراستہ کیے گئے تھے یہ لفظ بھی عام تھا باغ کہنے میں جو کچھ نعمتیں باغوں میں ہوتی ہیں سب ہی آ گئی تھیں پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان باغوں میں شاید وہ چیزیں نہ ہوں جو ہم کو مرغوب ہوتی ہیں اور نئی قسم کی چیزیں ہوں دنیا میں اقالیم کے لحاظ سے باغوں کا مختلف حال ہونا ہے چہ جائے کہ دوسرے جہان کے باغ۔ اس لیے اپنی مہربانی سے نقصان وخطرہ کو دور کرتا ہے اور ان باغوں میں جو دل پسند چیزیں ہوں گی ان کا ذکر فرماتا ہے

وَّاَعْنَابًا❶ کہ وہاں انگور بھی بہ کثرت اور عمدہ ہوں گے۔ انگور ایک قسم کا میوہ کا کام بھی دے سکتا ہے اور اس سے شراب بھی بنتی ہے اور نیز باغ میں انگور ٹٹیوں پر ہوتا ہے اس کا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے۔

اس عمدہ باغ میں جہاں کھانے پینے کے ہی سامان ہوں گے اگر ماہ رو ہم نشین نہ ہوں تو کچھ بھی لطف نہیں اس لیے فرماتا ہے وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا۝ کہ وہاں نوجوان عورتیں بھی ہوں گی جن کی جوانی کے پستان ابھی ابھرے ہوں گے یہ نوعمری اور سادگی معشوقوں میں اور بھی لطف تازہ کرتی ہے پھر ان کی نوعمری اور نئی جوانی کے ساتھ اگر اہل جنت بڑی عمر کے ہوں گے تو بھی لطف نہ ہوا انسان اپنے ہم عمروں سے رغبت کیا کرتا ہے اور وہیں اس کا دل کھلتا ہے نوجوان لڑکی بوڑھے مرد سے کبھی لطف صحبت نہیں پاتی اس لیے اَتْرَابًا کا لفظ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ متقی بھی ان کے ہم سن یعنی نوجوان ہوں گے۔

پھر یہ سب کچھ ہو اور دل میں حجاب ہو اور چونچلے اور اچھل کود نہ ہو تو سوئی سوئی سی صحبت رہتی ہے اس لیے اس کا بھی سامان کر دیا جائے وَّكَاْسًا دِهَاقًا۝ کہ جام شراب کے دور چلیں گے دھاق کے معنی بھرے ہوئے کے بھی ہیں یعنی لبریز پیالے اس سے اور بھی لطف ہوتا ہے اور پے در پے کے معنی ہیں کہ یکے بعد دیگرے اس جام کا تسلسل جاری رہے گا یہ وہ شراب محبت الٰہی ہے جو دنیا میں ساقی کوثر کے مے خانے سے عطا ہوئی تھی۔

شراب کے ساتھ اگر اس کی خرابیاں بھی ہوں جیسا کہ دنیا کی شراب میں ہوتی ہے بے ہوشی اور دردسر اور اہل مجلس کے بے ہودہ بکواس یا مار پیٹ تو کچھ بھی مزہ نہیں اس لیے فرماتا ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۝ کہ وہاں ایذا اور مار پیٹ تو کیا کوئی لغوبات بھی سننے میں نہ آئے گی اور نہ جھوٹی بات نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اس کو کوئی جھٹلائے اور رنج ہو اس میں اشارہ ہے کہ علم وادراک اور اخلاق پر کوئی برا اثر پیدا نہ ہوگا یہ دنیا کی شراب محبت الٰہی کا ظہور ہے جس کے نشے میں احوال ومقامات کے ابکار اور ان کے ثمرات کے پھل کھاتے اور وقار وتہذیب کو عمل میں لاتے تھے۔

دنیا کی شراب اور یہاں کی اور نعمتوں اور آخرت کی شراب اور وہاں کی نعمتوں میں شرکت اسمی ہے ورنہ ان کی حقیقت اور ان کی اور "چہ نسبت خاک را عالم پاک" یہاں کی فانی اور ظلماتی چیزوں پر نام کی شرکت سے وہاں کی چیزوں کا قیاس کر کے اعتراض کرنا بے فہمی ہے اس لیے فرماتا ہے جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ کہ یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں بندوں کے اعمال وعقائد اور معارف کا تیرے رب کی طرف سے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا جیسا کرے گا ویسا پائے گا بغیر تقویٰ اختیار کیے ان نعمتوں کی ہوس کرنا اور اپنی اضافی نسبتوں کو وسیلہ سمجھنا کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں فلاں کے شاگرد ہیں فلاں کے مرید ہیں کچھ مفید نہیں اب دنیا میں متقی بننے کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔

کوشش کرو اور تقویٰ کا سرمایہ حاصل کرو جزاءکو رب کی طرف سے کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گو اعمال کی جزاء ہے مگر جزاء بھی کسی تنگ دل تنگ حوصلہ شخص کی طرف سے نہیں بلکہ اے محمد ﷺ تیرے رب یعنی تیرے پرورش کرنے والے کی طرف سے جس کی بخشش اور جود کے دریا رواں ہیں جو ایک ذرا سے کام کے بدلہ میں سیکڑوں حصہ بڑھ کر دے گا اور اس دنیا کی چند روزہ کوشش میں نعماء

❶......حضرت مسیح علیہ السلام کے قول سے بھی جنت میں انگور کا شیرہ پینا ثابت ہے پھر عیسائی کیوں کہتے ہیں کہ وہاں لذات جسمانیہ نہیں ۱۲ منہ۔

بافتہ وصافیہ عطاء فرمائے گا اس لیے فرماتا ہے عَطَآءً گو یہ سب جزاء اعمال کے بدلے میں ہے مگر اس قدر اور ایسی چیزیں دراصل عطاء یعنی بخشش ہے اور بخشش بھی کیسی حِسَابًا کافی اور پوری اور بہت کچھ اور یہ اس لیے کہ یہ انعام اور افضال اس کی طرف سے ہیں جو رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی چیزوں کا پرورش کرنے والا ہے ہر ایک چیز کو بغور دیکھئے تو اس کے وجود اور ذات اور اس کی بقاء میں سیکڑوں عنایات ہیں بغیر کسی سابقہ واسطہ یا عمل کے درختوں کو پتے عطا فرمائے ان کی جڑوں میں زمین سے غذا حاصل کرنے کی قوت دی پھر رنگارنگ کے پھول دیئے جو نہایت خوش نما ہیں جن کی نقل کرنے میں بڑے بڑے صناع اور کاری گر نقاش حیران ہیں پھر جب اس عالم میں بغیر کسی عمل اور کوشش کے اس نے ایک شیٔ پر یہ عطا و فضل کیا تو اس جہان میں اس کی عطاء کا کیا ٹھکانا ہے جس کے لیے ذرا سا عمل کا ہی بہانہ ہے۔

اب یہ شبہ کرنا کہ "نعماء" آخرت کو جزاء کہنا جو بدلہ ہوتا ہے اور پھر اس کو عطاء کہنا جو بدل ہوتی ہے تعارض ہے محض کم فہمی ہے جزاء اور لحاظ سے ہے تو عطا اور لحاظ سے ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ ... الخ کے بعد اور بھی صفت جود کا اظہار کرتا ہے الرحمٰن کہ وہ عطاء کس کی طرف سے ہے؟ رحمٰن کی طرف سے جس کی رحمت کا کچھ حساب نہیں ہر ذرے پر بے شمار رحمتیں ہیں جن کا کسی کو بھی استحقاق نہیں لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷ اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اس سے کچھ بھی نہیں کر سکتا جس کو جو کچھ دیا محض فضل ہی فضل ہے جس کو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی کیوں کہ اس کو کسی کا دینا نہیں جو وہ اپنا حق جتلائے اور گلہ کرے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لَا یَمْلِكُوْنَ کی ضمیر کفار کی طرف پھرتی ہے کہ کفار قیامت میں اس سے کچھ کلام نہ کر سکیں گے یعنی وہ متقیوں پر رحمٰن ہوگا ان کو شرف کلام حاصل ہوگا مگر یہ نعمتیں دیکھ کر کفار کو اس کی ہیبت و جبروت دیکھ کر کلام کرنے کی قدرت نہ ہوگی مگر اول معنی بہت ٹھیک ہیں اور اس جملہ سے شفاعت کا انکار نہیں ثابت ہوتا اس لیے کہ نفی جو ہے استحقاق جتلانے میں کلام کرنے کی ہے اور شفاعت میں استحقاق نہیں جتلایا جاتا بلکہ وہ بھی فضل و کرم پر موقوف ہے اور فضل و کرم کا دروازہ بڑا وسیع ہے ہر مومن اس سے وہاں کلام کرے گا بلکہ عذر و معذرت کے لیے کفار بھی کلام کریں گے صرف نفی کلام استحقاق کی ہے حاصل یہ ہے کہ رحمٰن بھی ہے اور اس کیساتھ یہ ہیبت و جبروت بھی ہے کہ کوئی بات نہیں کر سکتا بے اذن کے۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝۳۸ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝۳۹ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚۖ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝۴۰ ع

ترجمہ:.....جس دن روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے کوئی نہیں بولے گا مگر وہ جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہوگی اور اس نے بات بھی ٹھیک کہی ہوگی ۝۳۸ وہ دن برحق ہے پھر جو چاہے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے ۝۳۹ ہم نے تم کو ایک عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن کہ انسان آپ دیکھ لے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا تھا اور کافر کہے گا اے کاش میں خاک ہو جاتا ۝۴۰۔

ترکیب :..... یوم منصوب بلا یملکون او بلا یتکلمون۔ صفا حال ای صافین او مصدر ای یصفون صفا و الجملۃ

مستانفة او حالية۔ الا من استثناء من قوله لا يتكلمون اى لا يتكلم احد الا الماذون من الرحمن فالاستثناء متصل وقال معطوف على قوله اذن۔ ذلک مبتدأ۔ اليوم الحق خبره۔ الى ربه مأبا الى متعلقة بمابًا قدم عليه اهتماما و رعاية للفواصل۔ فمن شاء المفعول محذوف شرط۔ اتخذ جوابه۔ يوم ينظر يوم منصوب على انه بدل من عذابا او ظرف لمضمر هو صفة له اى عذابا كائنا۔ يوم ينظر المرء ماموصولة۔ قدمت يداه صلة و الموصول المجموع منصوب محلا انه مفعول ينظر۔ والمرأ فاعله۔ ويقول معطوف على ينظر۔

تفسیر :..... پہلے فرمایا تھا کہ اس سے کوئی کلام نہیں کر سکتا اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے اب اس بات کی اور بھی تشریح کرتا ہے کہ یہ کس روز کا واقعہ ہے اور اس دن کی کیا کیفیت ہوگی۔

بروزِ قیامت کلام اور اس کی کیفیت :..... فقال یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا کہ جس روز روح اور فرشتے پرباندھے کھڑے ہوں گے عین دربار کا وقت ہوگا اور ہیبت وجلال کبریائی سے ہر ایک کا دل لرز رہا ہوگا تو اس روز لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا کہ وہ روح اور ملائکہ جو خدمت میں صف باندھے کھڑے ہوں گے بات نہ کرسکیں گے ہیبت وخوف کے سبب سے مگر ان میں سے وہی کلام کرے گا جس کو رحمن کلام کرنے کی اجازت دے گا اور اجازت پا کر بھی وہ واہی تباہی باتیں نہ کرے گا بلکہ ٹھیک ادب وقاعدہ کو ملحوظ رکھ کر یا یہ معنی کہ وہ کلام کرے گا یعنی شفاعت اسی کے لیے کریں گے کہ جس کے حق میں اجازت خدا تعالیٰ نے دی ہوگی اور یہ حال ہوگا کہ وہ شخص کہ جس کے لیے شفاعت ہوگی وہ شخص ہوگا کہ جس نے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہوگی اور وہ صحیح بات کیا ہے نیکی کا حکم اور بدی سے ممانعت یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ قول صواب ہے یعنی مؤمن کے حق میں کلام کرنے کی اجازت پا کر۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یَتَکَلَّمُوْنَ کا فاعل روح اور ملائکہ ہی نہیں بلکہ سب زمین وآسمان کے رہنے والے یعنی سب آسمان وزمین کے رہنے والے ہیبت الٰہی سے بات بھی نہ کرسکیں گے صرف وہی بات کرے گا جس کو اجازت ہوگی اور وہ بعد اس کے بات غلط و بے قاعدہ نہ کرسکے گا یعنی شفاعت میں کسی کافر یا مشرک کی بابت لب کشائی نہ کرسکے گا اور اسی طرح وہ کسی کی گواہی میں اجازت پا کر بولے گا تو کچھ رُو رعایت نہ کرے گا نہ کمی زیادتی جو بات ٹھیک ہے اسی قدر کہے گا۔

ان آیات میں ان مذاہب باطلہ کا کس خوبی کے ساتھ بطلان ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے عہد میں تھے اور کچھ اب بھی ہیں ان کے مذاہب بڑے غلط خیالات پر مبنی تھے۔ عرب کے بعض مقامات پر عیسوی حکومت تھی، وہ یہی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں کہ بنی آدم کے تمام گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ذمہ لے گئے اور ان کے عوض آپ نے تین روز جہنم میں رہنے کی سزا پائی۔ بس اب قیامت میں باز پرس اعمال کا تو کھٹکا ہی نہیں صرف مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا یعنی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا تصور کر لینا کافی ہوگا پھر اس روز حضرت مسیح علیہ السلام کے تو تمام کارخانہ ہاتھ ہی میں ہوگا وہ اپنے بندوں کو جنت میں لے جائیں گے اور وہ سب خدا کے داہنے ہاتھ کرسیوں پر جابیٹھیں گے اب جو چاہو کرو مشقت عمل اور قید حلال وحرام بے کار ہے اس عقیدہ کا بطلان کر دیا گیا کہ وہاں اس کے برابر کون کرسی پر بیٹھ سکتا ہے وہ روح جس کو تم روح القدس کہتے ہو اور جس کو الوہیت کا ایک اقنوم قرار دیتے ہو اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تائید ان سے ہوا کرتی تھی وہ بھی اور فرشتوں کے ساتھ باادب صف بستہ کھڑے ہوں گے بغیر اجازت کے بات بھی نہ کرسکیں گے اور سفارش کریں گے تو اس کی کہ جس نے حق بات دنیا میں کہی ہوگی نہ اس کی کہ جس نے کفر بکا اور خدا تعالیٰ کی ذات بے چون وبے چگون کے حصے بخرے کر ڈالے ہوں گے اور اقنوم قرار دیئے ہوں اور اسی لیے روح کا ذکر اس آیت میں آیا۔

اس سے روح حیوانی یا انسانی یا نباتاتی یا جبرئیل علیہ السلام مراد نہیں بلکہ روح اعظم جو ایک اور دوسری چیز ہے یعنی سب فرشتوں سے بڑا فرشتہ۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) ادھر مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ حضرات ملائکہ اور انبیاء وصلحاء اور دیگر اوہام کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ ان کو اس کے گھر کا مختار سمجھتے تھے دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنے کا ان ہی کو مسبب کہتے تھے اور اسی لیے ان کی خوشنودی اور تقرب کے لیے ان کی نذر کرتے تھے اُڑے وقت ان کے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور آخرت میں ان کو اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے اور بہت تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ اس خیال کا بطلان بھی ان آیات میں کر دیا گیا کہ تمام آسمان وزمین کے رہنے والے باادب کھڑے ہوں گے کسی کو لب ہلانے کی قدرت نہ ہوگی مگر اجازت پا کر کسی کی سفارش بھی کریں گے تو اسی کی کہ جس نے حق بات دنیا میں بولی تھی توحید ورسالت کا اقرار کیا تھا نہ خدا کے دشمنوں باغیوں سرکشوں کی اسی کے قریب قریب دنیا کے تمام مذاہب کے تراشیدہ خیالات عالم آخرت کے باب میں ہیں جن میں حق سبحانہ کی تنقیص ہے اور ان کے خیالی معبودوں کی عظمت ہے اور اسی طرح جو کچھ ان لوگوں کو شہادت کی بابت گمان ہے کہ ہمارے حق میں مفید شہادت دیں گے یہ بھی غلط ہے کیونکہ وہ سچ وحق بات کہیں گے خواہ مفید ہو یا مضر اور یہ اس لیے کہ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ کہ وہ دن حق ہے آج حق وباطل میں اشتباہ ہو جاتا ہے اس روز ہوگا حق کا ظہور باطل باقی نہ رہے گا پردہ کھل جائے گا یا یہ معنی ہیں کہ اس دن کا آنا حق ہے جس میں یہ حال ہوگا اس کے آنے میں کچھ شبہ نہیں وہ آنے والا ہے اور اس روز سوائے حق سبحانہ کی پناہ اور ٹھکانے کے اور کوئی پناہ اور کوئی ٹھکانا نہیں۔

رب کے پاس ٹھکانا بنایا جائے: ...... فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا۝ پھر جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے تقویٰ اختیار کر لے بری راہ سے ہٹ جائے جو جہنم تک پہنچتی ہے۔ ایمان وپرہیزگاری ایک سیدھا راستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب وجوار رحمت تک پہنچ جاتا ہے پھر اس راستہ کا اختیار کرنا اللہ کے ہاں ٹھکانا بنانا ہے۔

آدمی جب کسی نئے شہر میں جاتا ہے تو ضرور فکر کرتا ہے وہاں رہنے ٹھہرنے کا کوئی بندوبست کرنا چاہیے پھر اس دن کا آنا برحق ہے اور ہر انسان کو اس نئے جہاں جانا ہے جہاں کا مالک اور بادشاہ اللہ ہے پھر جو پہلے سے آشنائی پیدا کیے بغیر وہاں جاتا ہے تو اس پر افسوس وہ وہاں کیسا مارا مارا پھرے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا اہل اللہ اس جہاں میں حق سبحانہ کو اس طرح ٹھکانا بناتے ہیں کہ ہر کاروبار میں دل اسی کی طرف لگا رہتا ہے جہاں کہیں ادھر سے غفلت ہوگئی تو گھبرا کر اس کی طرف دوڑتے ہیں کہ جیسے کوئی گھر بھول جاتا ہے اور جب اس کا رستہ پاتا ہے تو دوڑ کر ادھر ہی آتا ہے اس کی روح پاک کا وہی حیز طبعی اور مرکز اصلی ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہیں قرار وچین نہیں آتا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اس عالم سے گزرنے کے بعد پھر تو ان کے اور حق کے درمیان کوئی حجاب جسمانی بھی حاجز نہیں رہتا یہ اسی کے درباری ہو جاتے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی کا رستہ بتا کر اور آنے والے دن کی مصیبت جتا کر پھر بندوں پر حجت تمام کرتا ہے۔

فقال اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا کہ ہم نے تو اے بنی آدم! تم کو بہت نزدیک کی مصیبت سے خبردار کر دیا ہے قیامت کا دن گو ابھی دور ہے مگر آنے والی چیز گو دور ہو قریب ہوتی ہے اور نیز عقلمند ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب ہی سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی بہت ہی بے ثبات ہے موت بہت ہی قریب ہے اور موت اس دن کا دروازہ ہے اس لیے مر کر جو کچھ انسان کو پیش آنے والا ہے وہ بہت ہی قریب ہے اس لیے کہ مر کر انسان کے بڑے کام کی ظلمت جو نفس پر غالب تھی ہولناک صورتوں میں پیش آتی ہے اور ایمان داروں کا ایمان اور نیک کاموں کی روشنی عمدہ صورتوں میں ظہور کرتی ہے اس جہان میں نفس ادراکات وتصرفات میں مصروف ہے اس لیے وہ صورتیں اور وہ اشیاء جو اس کے نیک وبد اعمال کا ظہور عالم مثالی میں متشکل ہو رہا ہے اس کو دکھائی نہیں دیتا لیکن جب مرے گا اور نفس ان شواغل سے فارغ ہو

جائے گا تو اس روز سب کچھ دیکھے گا یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ اس روز انسان دیکھ لے گا کہ اس نے کیا کر کے آگے بھیجا تھا اور کیا کیا کام نیک و بد کیے تھے وہ سب عالم مثالی میں اپنی اپنی مناسب صورتوں میں اس کو نظر آئیں گی مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ کے لفظی معنی ہیں کہ جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اس کو دیکھ لے گا اس سے مراد اس کی کوشش ہے مگر ہاتھ دنیا میں ہر کام کا ذریعہ ہیں اس لیے ہاتھوں کی طرف منسوب کرنا ایک محاورہ ہے۔

پھر جب وہ پردہ کھل جائے گا اور کافر اپنے کفر اور بد اعمالیوں کو ہیبت ناک صورتوں میں دیکھے گا کہ اس کے ہلاک کرنے پر تیار ہیں اور کوئی ٹھکانا اور پناہ نہ پائے گا تو وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ وہ کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا کہ اے کاش میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہو جاتا اور انسان نہ پیدا ہوتا جو آج اس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا اور نہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا انسان کے جسم کی اصل خاک ہے کیونکہ غذاؤں سے نطفہ بنا اور غذائیں خاکی چیزوں سے بنیں تو ایسے وقت اپنی اصل حالت کی آرزو کرے گا کہ کاش میں خاک ہی رہتا انسان نہ بنایا گیا ہوتا اتنے ہیر پھیر کر انسان بنے اور یہ مصائب دیکھنے میں آئے اور اپنے جسم کا مآل کار انسان خاک ہی دیکھتا ہے کہ مر کر سب کچھ خاک ہو جاتا ہے اس جہان میں روح کے زندہ باقی ہونے سے جب یہ بلائیں دیکھے گا تو آرزو کرے گا کہ اے کاش خاک ہو جاتا روح باقی نہ رہتی۔

عبد ابن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر و بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ حیوانات کا حساب لے کر نیک و بد کا بدلہ دے کر حکم دے گا کہ سب خاک ہو جاؤ وہ سب خاک اور نیست ہو جائیں گے اس وقت کافر آرزو کرے گا اے کاش! میں بھی خاک ہو جاتا زندہ نہ رہتا ابتداء خاک تھی اور انتہاء بھی خاک ہے ہر اعتبار سے آرزو خاک بن جانے یا ہونے کی کرے گا۔

فائدہ: بعض صوفیہ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے اس قول سے کہ کاش میں خاک ہو جاتا یہ مراد ہے کہ کاش دنیا مین خاک ہوتا تکبرو غرور نہ کرتا خاکسار بن کر احکام الٰہی مانتا۔ بعض فرماتے ہیں کہ کافر سے مراد خاص ابلیس مراد ہے کہ وہی سب کافروں کا پیر و مرشد ہے جب وہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی نسل کو جو خاک سے پیدا ہوئے ہیں دیکھے گا کہ حق سبحانہ نے ان کو کیا کیا عزت بخشی تب آرزو کرے گا کہ کاش میں بھی خاک سے پیدا ہوتا آگ سے نہ بنتا جس پر میں نے فخر کیا تھا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔

حاصل کلام:...... واضح ہو کہ کافر کا حال بیان فرمایا مؤمن گنہگار کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ مؤمن کے اعمال بد نے گو اس میں تاریکی پیدا کر دی تھی لیکن اس کے ایمان اور اعتقاد صحیح نے بھی اس میں ایک بڑی نورانی ہیئت پیدا کر دی ہے کشا کش کے بعد انجام کار نور ایمان ظلمت اعمال بد پر غلبہ پائے گا اور ہیئت ظلمانیہ گھٹا کی طرح پھٹ جائے گی جب کہ آفتاب ایمان کا نور چمکے گا اس لیے وہ بھی انجام کار نجات پائیں گے برخلاف کافر کے کہ وہاں نور کا نام بھی نہیں اللّٰھم نور بنور الایمان والعرفان۔

اٰيَاتُهَا ۴۶ (۷۹) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ نازعات مکیہ ہے اس میں چھیالیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵

ترجمہ:...... قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی گھس کر ① اور (آسانی سے) گرہ کھول دینے والوں کی ② اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں ③ پھر ان کی جو دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں ④ پھر ان کی جو انتظام کرتے پھرتے ہیں ⑤۔

ترکیب:...... و للقسم جارة النزعت مجرور مقسم بها و النشطت و السبحت عطف عليه بالواو فالسبقت فالمدبرات عطف بالفاء لكونها مسببة عن التى قبلها كانه قيل و اللاتى سبحن فسبقن كما تقول قام فذهب فضرب و انتصاب۔ غرقًا على انه مصدر محذوف الزوائد اى اغراقًا على الحال اى ذوات اغراق يقال اغرق فى الشيء يغرق فيه اذا اوغل فيه و بلغ غايته و كذا نشطا و سبحًا و سبقًا مصدر و النصب على انها مفعول مطلق۔ و امرًا مفعول فيه و قيل حال اى يدبرون مامورات وجواب القسم محذوف هو عند الفراء لتبعثن وقال الاخفش و الزجاج لنفخن فى الصور نفختين و قال لكسائى الجواب المحذوف هو ان القيامة واقعة و الدليل على جميع الاقوال مابعدها من الأيات و قيل الجواب مذكور ثم اقوال الاول انه قوله قلوب يومئذ واجفة و الثانى هو هل اتك حديث موسىٰ الثالث هو قوله تعالىٰ ان فى ذلك لعبرة لمن يخشى۔

تفسیر:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

ماقبل سورت سے مناسبت:...... مناسبت اس سورت کو سورۂ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ سے یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کا سوال مع جواب مذکور تھا جو وہ قیامت کے بارے میں انکار کے طور سے کیا کرتے تھے اس سورت میں قیامت کے مبادی قسم کے طور سے ذکر فرما کر بعد میں قیامت اور اس جہان باقی کی مجملاً کیفیت بیان فرمائی تا کہ ان نادانوں کو معلوم ہو کہ قیامت دور نہیں اس لیے کہ اس کے مبادی یعنی موت اور اس کے سامان بہت قریب ہیں اور یہ موت قیامت کا دروازہ ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ من مات قد قامت قیامتہ جو مر گیا اس کی قیامت برپا ہوگئی۔

کیفیت موت:...... نیز ان پانچ چیزوں کی قسم کھا کر موت کی کیفیت بھی بیان فرما دی کہ بدوں کی روح کھینچ کر اور گھسیٹ کر ان کے جسم سے نکالی جائے گی اور غافل و مست شہوات دنیا کو یوں فرشتے گھسیٹ کر لیجاتے ہیں اور نیکوں کی روح کی جسم سے گرہ کھول دی جاتی

ہے گویا وہ اس عالم کے مشتاق تھے خصوصاً جب کہ نزع میں وہاں کی کیفیت سے وہ خبردار ہو چکے تھے اس تن کے پنجرے میں اس طرح تڑپتے اور پھڑ پھڑاتے تھے کہ جس طرح مرغ چمن جو پنجرے میں بند ہو چمن کو دیکھ کر اور مرغان چمن کی آواز سن کر تڑپتا اور پھڑ پھڑاتا اور مشتاق ہوتا ہے کہ جلد قفس کا دروازہ کھول دیا جائے تو اڑ جاؤں۔

آواز من برسا نید بمرحان ِ چمن ☆ کہ ہم آواز ِ شما در قفسے افتاد ست

یہی حال مؤمن کا ہوتا ہے پھر فرشتے اس کی گرہ اور قفس کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر وہ ارواح طیبات اڑتی ہوئی اور ایک دوسرے سے تیز روی کرتی ہوئی عالم قدس میں جا پہنچتی ہیں۔

خرم آں روز کزیں منزل و یراں بروم ☆ راحت ِ جاں طلبم وزپے جاناں بروم

در ہوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کناں ☆ تالب چشمۂ خورشید درخشاں بروم

پھر اس عالم میں ملائکہ ان کے لیے ان کے درجات کے موافق ان کی عیش جاودانی کا سامان وانتظام کرتے ہیں سبحان اللہ پانچ چیزوں کی قسم کھا کر قیامت کا برپا ہونا بیان فرمایا مگر ان پانچ چیزوں کے ذکر سے نفوس بشریہ کو اس عالم کا مشتاق بنادیا اور ان میں سے بدکاروں اس خسیس جہاں پر شیدا ہو کر یہیں پسر جانے والوں کو پر حذر بھی کر دیا اور بتا دیا کہ خود نہ جاؤ گے تو گھسیٹ کر فرشتے بری حالت سے لے جائیں گے یہاں رہنا نہیں ہوگا۔

یا یوں کہو کہ اس سورت میں ان کے سوال قیامت کے جواب میں یوں فرمایا تھا فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا کہ تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہو کر عدالت میں حاضر ہو گے اب یہاں اس سورت کے مطلع یعنی شروع میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر ان پانچ کی طرف اشارہ کر دیا کہ جن کے سبب ہر نیک و بد کو اپنے مراتب سعادت وشقاوت میں دوسرے سے امتیاز ہے اور ہر ایک صفت کا ایک گروہ ہوگا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نفوس انسانیہ جب سعادت ❶ کی طرف عروج کرنا چاہتے ہیں تو ان کو یہ پانچ مرتبے طے کرنے پڑتے ہیں ان کے بعد اس مقصود کو پہنچتے ہیں۔

اول مرتبہ: یہ ہے کہ جو چیزیں اس کے اس مقصود کے خلاف اور اس کے لیے حائل ومانع ہیں اور ان کی طرف اس کی طبیعت مائل ہے تو اس کو ضرور ہے کہ طبیعت کو کھینچ کر اور نفس کو گھسیٹ کر ادھر سے لائے اور اپنے مطلب کی تحصیل میں کوشش کرے اس مرتبے کو وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ سے تعبیر کیا شہوات ولذات کے روکنے میں یہ حالت زیادہ واقع ہوتی ہے شروع میں اس کو مجاہدہ کہتے ہیں ہر کام میں جس کے کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اول مجاہدہ اور سچی کوشش اور بڑی عرق ریزی درکار ہے سست اور ہوا وہوس کے بندے نہ کبھی دنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں نہ دینی میں بادشاہوں کو ملک گیری میں پہاڑ اور دشوار گزار جنگل طے کرنے پڑتے ہیں گرمی سردی کی تکالیف اٹھانی ہیں علم حاصل کرنے میں علماء نے بڑی بڑی عرق ریزیاں کی ہیں، اولیاء اللہ نے بڑی شدید ریاضتیں کی ہیں، سالہا راتوں کو جاگے ہیں نفس سے لڑائیاں کی ہیں چلے کھینچے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ ان ریاضات اور مشقتیں اٹھانے کے بعد ایک ملکہ پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس کام میں ایک نشاط وسرور معلوم ہونے لگتا ہے اور اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے اور اب ان موانع وشہوات کے مقابلے نہیں کرنے پڑتے میدان صاف ہو جاتا ہے اس کو نشاط کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ سے تعبیر کیا ہے اہل اللہ کے نزدیک اس حالت کا نام جو ریاضات ومجاہدات کے بعد پیدا

---

❶ ...... بلکہ شقاوت اور دنیاوی کاروبار حرفت وصنعت میں اور علوم اکتسابیہ میں بھی یہی مراتب طے کرنے پڑتے ہیں ۱۲ منہ۔

ہوتی ہے شوق وذوق ہے یہی شوق بڑی بڑی مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ اس شغل میں پوری مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور بے تکلف وہ کام اس سے سرزد ہونے لگتا ہے اس مرتبہ کو وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۝ سے تعبیر فرمایا کہ اچھی طرح تیرنا اس لیے کہ تیرنے والا کسی آڑ کے بغیر بے کھٹکے سیر کرتا ہے اس مناسبت سے اس مرتبہ کو سباحت کہتے ہیں۔ اہل سلوک کے نزدیک اس کا نام سیر احوال و مقامات ہے اب یہاں سے شاید مقصود تک رسائی شروع ہوتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پوچھے آپ نے فرمایا آپ کا خلق قرآن ہے یعنی قرآن پر عمل کرنا آپ کے لیے بے کلفت و مشقت ہے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ اپنے ہم سروں سے اس شغل میں بڑھ جائے یہ سب سے آگے دوڑے اس حالت کو فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا۝ سے تعبیر فرمایا اور یہ اعلیٰ کمال ہے صوفیاء کرام کے نزدیک اس کا نام طیران و عروج ہے۔

اس کے بعد پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ جمیع مراتب کمال کو طے کر کے دوسروں کی تکمیل کرنے لگے اور لوگوں کا اس کام میں مقتداء و مرشد ہو جائے اور اس مقصود کے طالب اس سے رجوع کریں اس مرتبہ کو فقراء کے نزدیک رجوع و نزول و دعوۃ الحق کہتے ہیں اس مرتبہ کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۝۔ چونکہ ہر ایک مرتبہ عمدہ ہے اس لیے ان کی قسم کھاتا ہے اور بھی مضامین میں اس سورت کو سورۂ عم یتسائلون سے مناسبتیں ❶ ہیں۔

تفسیر: اب ہم آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا نزع کے معنی کشیدن چیزے از جائے خود و برکندن و مانند شدن بہ پدر و کشیدن کمال یقال نزع فی القوس ای مدہا و فلان فی النزع ای فی قلع الحیٰوۃ نزاع آرزو مند شدن یقال نزع الیٰ اہلہ نزع پرداختن از کار (ع ف اک ۲) بیر نزوع بالفتح و نزیع چاہ کہ قعر او نزدیک باشد (از صراح) غرق آب از سر گزشتن و سخت کشیدن کمان را و مبالغت کردن در مدح و ذم و جز آں۔ استغراق فرا گرفتن ہمہ را۔ اغتراق در آمیختن اسپ با اسپان دیگر۔ (صراح)

کلمہ خمسہ کی تفسیر و تعیین:......نازعات، نازعۃ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے اور غرقا مصدر ہے اب دونوں لفظوں کے کئی معنی ہیں اس لیے یوں بھی معنی ہوئے کہ قسم ہے ان کی جو کھینچتے ہیں ڈوب کر یا یوں کہو قسم ہے ان کی جو کمان کھینچتے ہیں زور سے یا یوں کہو قسم ہے ان کی جو اپنے کام سے بالکل فارغ ہونے والے ہیں۔

ہر ایک معنی پر کلام طویل ہے پہلے معنی کہ جو کھینچتے ہیں ڈوب کر اس میں متعدد اقوال ہیں جمہور کہتے ہیں کہ نازعات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو جان نکالتے ہیں خدا تعالیٰ فرشتوں کی قسم کھاتا ہے جو اس کی بہتر مخلوق ہے اور ان میں سے بالخصوص ان فرشتوں کی جو روح کھینچتے ہیں گھس کر۔ اس سے کفار کی جاں کنی مراد ہے کہ ان کی روح عالم آخرت کے مصائب سے ڈر کر ان کے بدن میں اُدھر اُدھر تمام اطراف و جوانب میں چھپتی پھرتی ہے اس لیے وہ ملائکہ بھی ان اجسام میں گھس کر روح نکالتے ہیں۔ اسی طرح نشطٰت، سبحٰت، سبقٰت، مدبرٰت سے بھی مراد ملائکہ ہیں جن کو باعتبار ان کی صفات و حالات کے مختلف صفات سے تعبیر فرمایا اور اسی تغایر وصفی کو تغایر ذاتی کی طرح عطف کا باعث سمجھنا چاہیے اس تقدیر پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ نازعات وغیرہ مؤنث کے صیغے ہیں اور فرشتہ مؤنث نہیں بلکہ خدا پاک نے کفار

❶......ازاں جملہ مضامین میں بھی مناسبت ہے جس طرح اس سورت میں مبدء و معاد کی تصویر کھینچی گئی ہے اس میں بھی ازاں جملہ اس سورت کے اختتام میں قیامت برپا ہونے اور نیک و بدوں کے درجات اور کافروں کی حسرت بیان فرمائی تھی اس سورت کی ابتداء میں اس آنے والے وقت کا چند چیزوں کی قسمیں کھانے میں ذکر کر دیا کہ ملائکہ جان قبض کرتے ہیں اور اس طرح سے لے جاتے ہیں اور یہی قیامت اور اس عالم غیب کی ابتداء ہے جو بہت ہی قریب ہے [illegible] ہاں عذاب قریب سے ڈرایا گیا تھا تو یہاں وہ عذاب قریب آنکھوں کے سامنے دکھایا گیا ۱۲ منہ۔

کو فرشتوں کے مؤنث کہنے میں الزام دیا حیث قال: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ...الآیۃ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو صیغہ مؤنث سے تعبیر کرتے ہیں اور ملائکہ سے اشخاص مراد نہیں بلکہ جماعات۔ بعض کہتے ہیں کہ نزعات غرقًا سے مراد ستارے ہیں اور یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے اور ان کو نزغت باعتبار طلوع کے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کھینچ کر اوپر لاتے ہیں اور غرقًا سے اشارہ ان کے غروب کی طرف ہے اس میں اپنے عجائب قدرت اور عالم عروج ونزول اور فنا و بقا پر اپنا قادر ہونا ثابت کر کے یہ دکھایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم! ہم قیامت برپا کرنے پر بھی قادر ہیں اور یہ کہ جب یہ روشن اجسام غروب کرتے ہیں تو پھر تمہارا غروب یعنی فنا و موت کیا بات ہے اور پھر جس طرح غروب کے بعد یہ طلوع کرتے ہیں قیامت کے روز تم بھی بار دگر طلوع کرو گے اور اسی طرح نشطت وغیرہا سے بھی مراد ستارے ہیں باعتبار ان کے اوصاف کے اور ایک جگہ ستاروں کی نسبت بھی یوں آیا ہے وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ اس تقدیر پر مدبرت امرا سے ستارے مراد لینے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ تدبیر امور حق سبحانہ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ ستاروں کے اس لیے اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اخیر جملہ سے مراد ملائکہ کرام ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارضی وسماوی معاملات کے سرانجام دینے پر مامور ہیں مگر ستاروں کے مدبرات ہونے کی یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ حرارت و برودت، شعاع وضیاء کی وجہ سے ان کی تاثیرات زمین پر پڑتی ہیں پھل پکتے ہیں پھول پکتے ہیں وفیہ مافیہ۔

بعض کہتے ہیں ان پانچوں کلمات سے مراد ارواح ہیں پس نزغت سے مراد وہ ارواح جو اس عالم سفلی اور ظلماتی پر مبتلا ہیں اس لیے ان کا جسم سے فراق نزع شدید ہے یعنی کھینچ کر اور گھسیٹ کر سختی سے دور کیے جاتے ہیں اور جو ارواح علائق جسمانیہ سے الگ ہیں اور ان کو عالم علوی کا از حد اشتیاق ہے وہ بہت جلد ادھر کو جسم چھوڑ کر روانہ ہوتی ہیں ان کی اس سیر کو نشط اور سباحت سے تعبیر کیا پھر ان میں بھی درجات متفاوت ہیں۔

بعض اور بھی سریع السیر ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی ارواح طیبات اور ان میں سے بعض عالم علوی کے مدبر امور بھی ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ سے منقول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے آگے جاتا ہوں کہ تمہارے لیے تیاریاں کروں اور اسی طرح سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس عالم میں ارواح مؤمنین کے مربی و مدبر امور ہیں بلکہ جو لوگ ایمان واعمال صالحہ سے منور ہو کر اس جہاں میں جاتے ہیں وہ اپنے ان آنے والے عزیزوں محبوبوں کے لیے جنت میں تیاریاں کیا کرتے ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کی ارواح پاک گروہِ ملائکہ میں مل جاتی ہیں پھر ان ملائکہ کی طرح وہ بھی تدبیر عالم سفلی میں مصروف ہوتی ہیں پہلی امتوں نے جو حضرات انبیاء و اولیاء کرام و ملائکہ عظام کی پرستش اور ان سے نذر و نیاز کر کے اپنے مقاصد کا سرانجام چاہنا دستور کر لیا تھا غالباً وہ اسی خیال سے تھا جس کو اسلام نے رد کر دیا اور بتا دیا کہ گو وہ مامور ہیں مگر کرتے وہی ہیں جو حکم الٰہی ہوتا ہے نہ وہ کسی کی نذر و نیاز سے خوش ہوتے ہیں نہ پکارنے نہ دہائی دینے پر ان کے کام بناتے ہیں وہ حق سبحانہ کی مرضی کے تابع محض ہیں ان کا ذاتی ارادہ واختیار ان معاملات میں کچھ بھی نہیں۔

بعض ❶ کہتے ہیں یہ پانچوں کلمات غازیوں کے گھوڑوں کی بابت ہیں نزغت وہ گھوڑے جو گردن کھینچ کر اور بلند کر کے چلتے ہیں اور وہی نشطت ہیں یعنی دارالاسلام سے نکل کر دارالحرب کی طرف جانے والے یہ ماخوذ ہے قول عرب سے ثور ناشط اذا خرج من بلد الی بلد اور یہی سبحت ہیں دوڑنے کو سباحت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی تیز رو گھوڑوں کو سبوح کہتے ہیں اور یہی سبقت ہیں کہ ایک دوسرے سے آگے دور کر دشمن کے سامنے جاتے ہیں اور انجام کار یہی تدبیر امر یعنی فتح وظفر کرتے ہیں اور یہ اسناد مجازی ہے کہ ان ہی کے

---

❶ ۔۔۔۔وجوہ مذکورہ بالا اور ان کے سوا اور وجوہ جو الفاظ قرآنیہ سے پیدا ہوسکتی ہیں سب منصوص نہیں معانی پر لحاظ کر کے ہر ایک عالم نے ایک مناسب معنی مراد لیے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

سبب سے دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں ان پانچوں کلمات سے مراد غازی ہیں پس نزعت غازیوں کے ہاتھ ہیں اور نشطت ان کے تیر ہیں جو ان کی کمانوں سے شپاشپ چھوٹتے ہیں اور سبحت ان کے گھوڑے ہیں جو اس موقع پر دھاوا کرتے ہیں اور وہی سبقت ہیں کہ بڑھ کر دشمن تک پہنچتے ہیں اور ان ہی کو مجازاً باعتبار انجام فتح وظفر کے مدبرات کہا گیا ہے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۝ نشط نشاط بالفتح شادمانی نمودن وگرہ کشادن نشیطہ آنچہ غزاۃ درراہ یابند از غنیمت ناشط گاؤ دشتی نشط گزیدن مار و برون اندوہ وآب برکشیدن از چاہ بے بکرہ وگرہ آسان بستن نشوط چاہ کہ دلواز دے بہ بسیار کشیدن برآید وایضانوعے از ماہی از صراح ان لغوی معانی کے لحاظ سے ہر ایک توجیہ چسپاں ہوسکتی ہے۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۝ ۔ سبح۔ سباحۃ بالفتح والکسر شناوری کردن سبح تصرف کردن در معاش، قولہ تعالیٰ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا۝ رفتار اسپ فرش سابح۔ سبحۃ بالضم مہرہا کہ عدد تسبیح بوے گیرند ونماز و ذکر تسبیح پاکی وبپاکی یاد کردن سبحان اللہ معناہ التنزیہ للہ نصب علی المصدر یہاں بھی ہر معنی مناسب چسپاں کر لینے چاہئیں۔

فَالسّٰبِقٰتِ. فَالْمُدَبِّرٰتِ کے معنی ظاہر ہیں اول سبقت یعنی پیش روی اور آگے بڑھنا اور دوسرے کے معنی تدبیر کرنا آگے بڑھنے والوں، تدبیر کرنے والوں کی قسم کھاتا ہے مگر سب سے اول معنی صاف ہیں یعنی قسم ہے اس جماعت کی جو اپنے نفس کو کسی کام میں کھینچتے ہیں یعنی کوشش و سرگرمی کرتے ہیں اور قسم ہے اس جماعت کی جو نیک کاموں میں نشاط وشوق پیدا کرتے ہیں اور قسم ہے اس جماعت کی جو نیک کاموں میں دوڑتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو اس دوڑ کے بعد آگے بڑھتے ہیں سبقت کرتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو ان مراتب سے فارغ ہو کر لوگوں کی تکمیل ورہنمائی کی تدبیر کرتے ہیں اور چونکہ یہ اخیر دونوں جماعت پہلی تینوں جماعتوں سے بالاتر ہیں اس لیے ف لائی گئی جس کو ف تعقیب کہنا چاہیے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ۝۷ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ۝۸ اَبْصَارُهَا
خَاشِعَةٌ۝۹ يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ۝۱۰ ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۝۱۱ وقف لازم
قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ۝۱۲ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ۝۱۴

ترجمہ: ۔۔۔۔ جس دن کہ زمین لرزے ۝۶ پے در پے زلزلے آئیں ۝۷ کتنے ایک دل تو اس روز دھڑکتے ہوں گے ۝۸ ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی ۝۹ منکر کہیں گے کیا ہم پہلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے (باردگر زندہ ہوں گے) ۝۱۰ ارے اس وقت کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ۝۱۱ کہتے ہیں تب تو یہ پھر آنا بڑا ہی ٹوٹا ہے ۝۱۲ پھر وہ واقعہ صرف ایک ہی ہیبت ناک آواز تو ہے ۝۱۳ پھر تو وہ اس وقت (جاگ جائیں گے) میدان میں آموجود ہوں گے ۝۱۴۔

ترکیب: ۔۔۔۔ یوم منصوب بالجواب المضمر و التقدیر لتبعثن یوم ترجف الراجفة ای فی الوقت الواسع یحصل فیه النفختان و قیل منصوب بما دل علیه۔ قلوب یومئذ واجفة ای یوم ترجف و رجفت القلوب و الراجفة الحرکة و الاضطراب یقال یرجف اذا اضطرب و منه قوله تعالی یوم ترجف الارض و الجبال و قیل الهداة و لانکرة الصوت الهائل

من قولهم رجف الرعد يرجف رجفا ورجيفا و منه قوله تعالى فاخذتهم الرجفة فعلى هذا الرجفة صيحة عظيمة تتبعها الرادفة الجملة منصوب على الحال من الراجفة و المعنى لتبعثن يوم النفخة الاولى حال كون النفخة الثانية تابعة لها۔ و الرادفة كل شيء جاء بعد شيء أخر يقال ردفه اى جاء بعده قلوب مبتدأ۔ يومئذ منصوب بواجفة و هي صفة القلوب۔ ابصارها مبتدأ ثان خاشعة خبره و الجملة خبر الاول و الضمير في ابصارها راجع الى اصحاب القلوب۔ وجف۔ وجیف طپیدن ونوعے از رفتار شتر (ع ف ا ک ۲) ایجاف راندن شتر براں رفتار و منه قوله تعالى فما اوجفتم عليه من خيل و لا ركاب ءانا الجملة الاستفهامية مقولة يقولون۔ الحافرة عند العرب اول الشيء و ابتداء الامر و منه قولهم رجع فلان على حافرته اى على الطريق الذى جاء عنه و المراد الحالة الاولى و اصل الحافرة الطريقة حفرها اى اثر فيها بمشيته فيها جعل اثر قدميه حفرا فهي في الحقيقة محفورة الا انها سميت حافرة كما في عيشة راضية و ماء دافق الحفار زمین کندن حفرہ بالضم کندہ حافر سم ستور حافرہ اول ہر چیزے (صراح)۔ ءاذا كنا الجملة تاكيد للانكار و العامل في اذا مضمر يدل عليه۔ مردودون و قرء الجمهور نخرة و قرء حمزة و الكسائى ناخرة قال الاخفش هما لغتان اى معناهما واحد و قيل ان الناخرة غير النخرة لان الناخرة من النخير بمعنى الصوت كنخير النائم و لمخنوق فهي العظام الفارغة التى يحصل منها صوت الريح فيه صوت و النخرة من نخر العظام ينخر فهو نخر كعفن يعفن عفن اذا بلى و صار لولمسته لتفتت۔ تلك مبتدأ كرة خاسرة خبره الساهرة وجه الارض قال الفراء سميت بها لان فيها نوم الحيوان و سهرهم و قيل الساهرة ارض بيضاء۔

تفسیر: ...... ان مذکورہ بالا چیزوں کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ اے منکرین قیامت تم اس کا کیا انکار کر رہے ہو تم ضرور مرنے کے بعد باردگر حساب کے لئے زندہ کیے جاؤ گے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین و پہاڑ ہلیں گے اور تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ پے در پے لرزہ اور زلزلہ آئے یہ نفخ صور اول کے وقت ہوگا کہ زمین ہل جائے گی اور پے در پے لرزے آخر یہ تمام دنیا نیست و نابود ہو جائے گی اس کے بعد باردگر ہر ایک انسان زندہ ہوگا ابتدائے نفخ صور اول سے لے کر نفخ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لیے اس میں زندہ ہونا صحیح ہو سکتا ہے ورنہ صرف نفخ اول صور میں تو کوئی زندہ نہ ہوگا بلکہ زندہ لوگ مر جائیں گے۔

احوال قیامت اور اس کی ہولناکیاں: ...... ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ سے مراد وہ بڑی ہیبت ناک آواز ہے جو نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگی جس سے زمین و آسمان میں وحوش و طیور حیوان و انسان نیست و نابود ہو جائیں گے اور تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے یعنی باردیگر صور پھونکنا جس سے تمام حیوان و انسان باردگر زندہ ہوں گے اور ان دونوں نفخ صور میں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا اور الرَّادِفَةُ اس لیے باردگر صور پھونکنے کو کہتے ہیں کہ وہ اول کے بعد ہے اور ایک شئے سے بعد کی چیز کو رادفہ کہتے ہیں اور گھوڑے پر دو شخص بیٹھنے والوں میں سے اخیر کو ردیف کہتے ہیں۔

امام احمد و ترمذی و حاکم وغیرہ نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چوتھائی رات گزر چکتی تھی تو فرمایا کرتے تھے اے لوگو! اللہ کی یاد کرو الرَّاجِفَةُ آئی اس کے پیچھے الرَّادِفَةُ آتی ہے موت اور اس کے سامان قریب آ پہنچے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ کہ زمین اور جو اس پر ہے ہلیں گے کہ جس طرح کشتی ڈگمگایا کرتی ہے۔ (اخرجہ الشیخ وابن مردویہ والدیلمی وابو مسلم) ان دونوں جملوں

میں قیامت کے احوال مراد نہیں لیتے بلکہ الرَّاجِفَة۔ الرَّادِفَةُ سے مراد مشرکوں کے گھوڑے ہیں۔

پھر جب یہ حالت ہوگی تو اس روز قُلُوْبٌ یَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ۝ بہت دل دھڑکتے ہوں گے اس لیے کہ عمر رائگاں گئی پھر عمل کرنے کا موقع نہیں رہا، برے اعمال اور خیال کا نتیجہ سامنے آیا جہنم جوش مار رہی ہے۔ احکم الحاکمین کی طرف سے دار و گیر ہو رہی ہے اور ایسی حیرت و دہشت طاری ہے اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۝ کہ ان کی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہوں گی ان مصائب کو دیکھ نہ سکیں گے خوف کے وقت جب کہ سامنے مہلک سامان موجود ہوتے ہیں تو ملزم آنکھ بند کر لیتا ہے اور شرمندگی سے بھی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔

قیامت سے متعلق کفار کے اقوال:......قیامت کا حال بیان فرما کر کفار کے اقوال نقل کرتا ہے کہ وہاں تو یہ حالت ہوگی اور وہ وقت قریب آلگا ہے اور یہ لوگ اس دنیا میں غفلت و لذت کے نشہ اور جہالت کی تاریکی میں کس غرور سے یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ۝ کہتے ہیں کہ کیا ہم بار دگر اس حالت حیات کی طرف لوٹائے جائیں گے یعنی کیا مر کر بار دگر ہم زندہ کیے جائیں گے یہ کہنا ان کا تمسخر اور غرور کی وجہ سے تھا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۝ ارے کیا جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ اور چورا چورا ہو جائیں گی اس کے بعد پھر زندہ ہوں گے؟ یہ ان کی ناقص سمجھ میں محال بات تھی اور اس کو خدائے قدیر کی قدرت سے باہر جانتے تھے۔

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ۝ کہتے ہیں تب تو یہ بار دگر جینا بڑے نقصان کی بات ہے یعنی اگر مدتوں کے بعد زندہ بھی ہوئے تو یہ زندگی نقصان کی ہوگی اس لیے کہ اتنی مدت میں کوئی عضو کہیں گیا ہوگا کوئی کہیں پھر جو کوئی زندہ ہوا تو کسی کی انگلی نہ ہوگی کسی کے پاؤں نہ ہوں گے کوئی اندھا ہوگا کسی کے بال نہ ملیں گے وغیرہ وغیرہ اور نیز اقارب بھی اس حالت میں نہ ہوں گے اور دنیا میں جو کچھ کمایا ہوگا وہ بھی نہ ہوگا اور نیز اس لیے کہ ہم نے قیامت کے منکر رہ کر اعمال صالحہ و ایمان سے غفلت اختیار کی اور آج ان کی پرسش ہو رہی ہے اور ہم خالی ہاتھ رہے۔ الحاصل ان وجوہ سے اس زندگی کو خاسرۃ سمجھتے تھے یعنی اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بار دگر زندہ ہوں گے تو وہ زندگی ناقص ہوگی اور یہ اس حکیم و قدیر کی شان سے بعید ہے اس لیے بھی وہ اس بار دگر زندہ ہونے کو محال جانتے تھے اور اس پر یہ دلیل لاتے تھے۔

ان کے جواب میں اس کا امکان بلکہ وقوع بتلاتا ہے فقال فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ۝ کہ یہ کرۃ یعنی بار دگر جینا کچھ مشکل نہیں صرف ایک سخت آواز یعنی نفخ صور سے ہو جائے گا کوئی حالت منتشرہ نہ ہوگی فوراً ہر ایک بدن تیار ہو جائے گا اور اجزائے بدن مجتمع ہوں گے اسی وقت ان ابدان سے ارواح کو متعلق کر دیا جائے گا گویا سوتے کو جگا دیا اس لیے فرماتا ہے فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ۝ کہ پھر تو جب ہی وہ یعنی ان کی روحیں ان کے بدنوں سے متعلق ہو جائیں گی یا یوں کہو فوراً وہ میدان میں حاضر ہو جائیں گے۔

موت کو خواب سے تشبیہ کے اسباب:......اول معنی چسپاں تر ❶ ہیں اس لیے کہ اس زندگی کے بعد موت طاری ہوتی ہے اس کو خواب سے تشبیہ تام ہے چند وجوہ سے۔ اول: یہ کہ جسم سالم اور صحیح موجود ہوتا ہے اور خواب کی وجہ سے بے کار ایک جگہ پڑا رہتا ہے نہ چلتا پھرتا ہے نہ کسی سے بات چیت کرتا ہے نہ کھاتا پیتا ہے نہ کسی کو جواب دیتا ہے یہاں کچھ ہی ہوا کرے اس کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی یہی حال موت سے ہو جاتا ہے وہی جسم ہے وہی اس کے اعضاء ہیں مگر ایک تختہ سا پڑا ہے نہ اب اس کو بیوی بچوں کی پروا ہے نہ کسی یار دوست کی نہ دنیا کے زر و جواہرات مرغوب چیزوں کی جن کے لیے مارا مارا پھرتا تھا نہ ان سے متمتع ہو سکتا ہے سب بیکار پڑا ہے اور جس طرح خواب میں

---

❶......لفظ ساھرۃ کے دو معنی ہیں اول یہ کہ فوراً لوگ قیامت کے دن جاگ اٹھیں گے موت کی نیند سے۔ دوم یہ کہ فوراً میدان حشر میں آحاضر ہوں گے اول معنی زیادہ مناسب اور بہت چسپاں ہیں اس لیے کہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سہر بیداری کو کہتے ہیں حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے چند وجوہ سے جن میں سے ایک وجہ تفسیر میں بیان کی گئی ہے ۱۲ منہ۔

اس پر بہت کچھ واقعات گزرتے تھے کہیں باغوں کی سیر کرتا پھرتا ہے دوستوں سے مل کر لطف صحبت اٹھاتا لذت و سرور پاتا ہے کہیں کسی مکان تنگ میں بند کیا جاتا ہے مار پٹتی ہے سانپ بچھو ڈستے ہیں روتا پیٹتا ہے چیختا چلاتا ہے پاس والوں کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی نہ جسم پر ان خواب کی راحتوں یا تکلیفوں کا کچھ اثر نمودار ہوتا ہے نہ خواب کی حالت میں ان خواب کے واقعات کو فرضی اور خیالی سمجھتا ہے بلکہ اصلی خواب کو بھی خواب، بیدار ہو کر سمجھتا ہے خواب میں تو اس عالم کو اصلی حالت اور سچے واقعات سمجھتا ہے یہی حال میت کا ہے جب اس پر ادھر سے بے ہوشی ہوئی اور دوسرا عالم منکشف ہوا اور فرشتوں سے آمنا سامنا ہو گیا پھر کوئی بہاریں لوٹ رہا ہے ملائکہ پاک صورت و حوریان مہر طلعت سے باتیں کر رہا ہے ان کے جلسوں میں بیٹھا ہوا ہے باغ قدس کی بہاریں دیکھ رہا ہے کسی پر وہاں گزر پڑ رہے ہیں جہنم کی لپٹیں اس کو کھائے جاتی ہیں مکان تاریک و تنگ میں محبوس ہے سانپ بچھو ڈس رہے ہیں روتا ہے چلاتا ہے مگر اس کے جسم پر کوئی اثر نہیں نہ جسم کے دیکھنے والوں کو کچھ دکھائی دیتا ہے پھر جس طرح خواب سے بیدار ہونے والا پھر ایک دوسرے عالم میں آتا ہے اور یہاں کے حالات دیکھ کر اس عالم کو عالم خواب و خیال سمجھتا ہے اسی طرح مردے جب سخت آواز سے خواب عدم سے جگا کر بیدار کئے جائیں گے تو ایک اور زندگی دیکھیں گے اور اٹھ کر کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے سوتے ہم کو جگا دیا؟ اس لیے بار دگر زندگی کو زجرة واحدة ایک تند آواز سے وابستہ کیا جیسا کہ خواب سے بیدار کرنا ایک تند آواز سے ہوا کرتا ہے اور جیسا کہ اس عالم میں خواب سے بیدار ہوتا ہے اس لیے اس عالم میں آواز تند سے بیدار ہونا بیان فرمایا۔

اور بھی موت کو اور مر کر بار دگر جینے کو انسان کی زندگی اور اس کے خواب اور اس کی بیداری سے مشابہتیں ہیں اور یہ کلام تخیلی نہیں بلکہ مقدمات حقہ اور یقینیہ پر مبنی ہے اس لیے یہ ایک برہان یا حجت ہے جس کو ہر ایک ذی شعور سمجھ سکتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:......آپ کو کچھ موسیٰ کا حال بھی معلوم ہوا؟ ﴿۱۵﴾ جب کہ ان کے رب نے ان کو پاک وادی طویٰ میں پکارا ﴿۱۶﴾ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ اس نے سر اٹھا رکھا ہے ﴿۱۷﴾ پھر (جا کر) کہو کیا تو چاہتا ہے کہ تو سدھر جائے ﴿۱۸﴾ اور میں تجھے رب کی راہ بتاؤں کہ تو ڈرنے لگے ﴿۱۹﴾ پھر موسیٰ نے اس کو بڑی نشانی دکھائی ﴿۲۰﴾ سو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ﴿۲۱﴾ پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ﴿۲۲﴾ پھر لوگوں کو جمع کر کے پکارا ﴿۲۳﴾ تو کہا کہ میں ہی تمہارا بڑا معبود ہوں ﴿۲۴﴾ پھر تو اس کو اللہ نے آخرت اور دنیا کی رسوائی میں گرفتار کیا ﴿۲۵﴾ بے شک اس میں ہر ایک ڈرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے ﴿۲۶﴾۔

ترکیب:......هل استفهامية او بمعنى قد و الجملة مستانفة لبيان مسئلة النبوة۔ اذ متعلق بحديث لا باتك لاختلاف و قتيهما۔ طوى قرى بالتنوين و تركه و هما سبعيتان فمن صرفه جعله اسم واد و مكان و جعله نكرة و من لم يصرفه جعله

بلدة و بقعة و جعله معرفة و هو واد بين الشام و قلزم و هو بدل من الواد۔ اذهب ای قال اذهب و قيل هو تفسير للنداء۔ تزكى قرأ الجمهور بالتخفيف و قرأ نافع و ابن كثير بتشديد الزای علی ادغام التاء فی الزای قال ابو عمرو بن العلاء على الاول مسناة زكيا مؤمنا و على الثاني الصدقة۔ و الی متعلقة بمحذوف و هو رغبة او توجه و هو مبتدأ لک خبره۔ و اهديک معطوف على تزكى منصوب بان و الفاء فی فتخشى لترتيب الخشية على الهداية يسعى حال من الضمير فی يسع۔ نكال الاخرة و نصب النكال و جهان احدهما هو مصدر لان اخذ و نكل به معناه واحد و الثانی هو مفعول له ای اخذه الله لاجل نكال الاخرة و الاولى و رجح الزجاج القول الاول لعبرة اسم ان فی ذلک خبرها۔

تفسیر:.....مسئلہ معاد پر دلائل عقلیہ بیان فرمانے کے بعد وہ دلائل نقلیہ بیان فرماتا ہے جن کا تعلق ایک جم غفیر کے مشاہدہ سے ہے یعنی سینکڑوں آدمیوں نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا ہے اور جو چیز بظاہر حیات نہیں اس میں حق سبحانہٗ نے روح پھونک دی ہے اور یہ تاریخی واقعات (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اتباع کے عہد میں ان کی برکت و معجزات سے سرزد ہوئے تھے) رھد میں مشہور اور معروف تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے۔ فقال هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞ کہ کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ یعنی ضرور پہنچی۔ پھر دیکھو کیا ان کے وقت میں مردہ زندہ نہیں ہوا جس کا قصہ سورۂ بقرہ میں موجود ہے اور نیز ان کے پاس ایک عصا تھا جو سانپ بن جاتا تھا پھر مردہ کا زندہ کرنا خشک لکڑی کے سانپ بنانے سے بڑھ کر ہے؟ ہرگز نہیں۔

یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کے بعد نبوت کا ثابت کرنا بھی اہم مقاصد میں سے تھا اس لیے ایک مسلم النبوۃ نبی کا ذکر کرتا ہے اور اس کے ضمن میں مسئلہ معاد کو بھی ثابت کرتا ہے اور یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ اے قریش! تم نے موسیٰ کا حال تو سنا ہوگا وہ فرعون کے پاس ہماری طرف سے رسول بن کر گئے فرعون اور اس کی قوم اے قریش دولت و حشمت میں تم سے بدرجہا بڑھ کر تھے انھوں نے ہمارے رسول کا کہا نہ مانا معجزات کو جھٹلایا پھر اس کا اور اس کے سرداروں کا یہ انجام ہوا کہ ہم نے ان کو دنیا اور آخرت کی رسوائی میں گرفتار کیا دنیا میں قلزم میں ڈوب کر مر گئے۔ آخرت میں جہنم کی آگ میں پھینکے گئے ان کے ساز و سامان سب دھرے رہ گئے۔ اب تم جو ہمارے رسول کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہو جو فرعون نے موسیٰ سے کیا تھا سو تم بھی اپنے لیے دنیا اور آخرت کی خواری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ:.....حضرت موسیٰ کا حال اکثر سورتوں میں بہ تفصیل مذکور ہوا مگر اس سورت میں جو کہ نزول میں ان سے مقدم ہے اجمالاً ذکر فرمایا گیا فقال اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ کہ جب موسیٰ کو اس کے رب نے یعنی ہم نے پاک جنگل میں جس کا نام طوی تھا اور کوہ طور بھی وہیں واقع ہے پکارا یہ مختصر کیفیت ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ شہر مصر میں پیدا ہوئے تھے بنی اسرائیل کے خاندان میں فرعون نجومیوں کی اس خبر سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس سے تیری ہلاکت ہوگی ان کے ہر ایک بچہ کو قتل کروا ڈالتا تھا اس خوف سے موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈل دیا وہ بہتا ہوا فرعون کے محلوں میں آنکلا اسکی بیٹی نے دیکھ لیا صندوق کھولا گیا تو چاند سا لڑکا دکھائی دیا۔ فرعون کے کوئی بیٹا نہ تھا اس کی بیوی نے ان کو بیٹا بنا لیا ان ہی کے گھر میں ناز و نعمت سے پرورش پائی جوان ہوئے تو ایک بار بازار میں دیکھا کہ ایک فرعونی ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے اسرئیلی نے حضرت موسیٰ سے فریاد کی آپ مظلوم کو چھڑانے بڑھے فرعونی باز نہ آیا تو اس کے آپ نے ایک گھونسا مارا جس سے وہ مر گیا اس خوف سے کہ فرعونی اور فرعون مجھے نہ پکڑیں موسیٰ علیہ السلام مصر چھوڑ کر قلزم پار شہر مدین میں آئے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہا کرتے تھے یہاں ان کی بیٹی سے آپ نے شادی کر لی آٹھ یا دس برس یہاں رہے اب مصر کا شوق ہوا اور سمجھے کہ اب اس قصہ کو لوگ بھول گئے ہوں گے بیوی بچے بھی

ساتھ چلے بیوی حاملہ تھیں رستہ میں ایک منزل پر وادیٔ طویٰ میں پہنچ کر راہ بھول گئے سردی کا موسم تھا رات ہوگئی تھی آپ نے دور سے ایک آگ کا چمکارا دیکھا بیوی اور غلاموں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں آگ کے پاس جاتا ہوں آگ لاؤں گا۔ تمہارے تاپنے کے لئے اور اگر نہ ملی تو رستہ تو بتادے گا رستہ پوچھ لوں گا آپ اس مقام پر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت پر بجلی ہے اور ایک شاخ و برگ سے ملائکہ کی تسبیح و تحلیل کی آوازیں آرہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر حیران ہوگئے۔ پھر ایک ایسا نور عظیم الشان متجلی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں دیکھ نہ سکیں اور موسیٰ کو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہوں قریب آ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰؑ نے عرض کیا یہ میرا عصا ہے فرمایا اس کو زمین پر ڈال دے ڈالا تو سانپ بن گیا موسیٰ ڈر کر پیچھے بھاگنے لگے فرمایا ڈر نہیں اس کو اٹھالے اٹھایا تو پھر عصا تھا اور کہا اپنا دایاں ہاتھ تو بغل میں ڈال کر نکال نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا یہ دو معجزے یا نشانیاں عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے تجھے رسول کیا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ شاہ مصر کے پاس جا کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے بندگان خدا کو ایذا دیتا ہے نہایت بدکار ہے اور اس کے سبب سے اس کی قوم بدکاری کے دریا میں ڈوبی ہوئی ہے وہاں جا کر فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ یہ کہہ کر کیا تجھ کو اس بات کی رغبت و خواہش ہے کہ تو درست ہوجائے تیرے اخلاق بد دور ہوجائیں اور تو ان تمام روحانی نجاستوں سے پاک و صاف ہوجائے اور پاک ہونے کے بعد وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ تیرے رب کا تجھے رستہ بتاؤں۔

جب تک انسان روحانی نجاستوں میں آلودہ رہتا ہے اس کو اس کے رستہ تک بھی رسائی نہیں اس تک تو کجا یہی تاریکیاں حجاب حاجز ہیں بندے کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتیں اول تزکیہ پھر تخلیہ ہے۔

اور صرف یہی بات نہیں کہ تجھے رستہ بتادوں وہاں پہنچے یا نہ پہنچے بلکہ پہنچا ہی دوں اس لیے کہ کمال ہدیت ایصال الی المطلوب ہے نہ ارائۃ الطریق اور مرشد کامل جو مُدَبِّرٰتِ اَمْرًا میں مذکور ہیں ان کا یہی کام ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام ان میں فرد کامل ہیں اس لیے فرمایا فَتَخْشٰى کہ پھر تو ڈرنے لگے اس لیے کہ دربار الٰہی میں جب پہنچ ہوجاتی ہے تو بہیمیت کمزور ہوجاتی ہے اور جلال الٰہی کا پرتو دل پر پڑتا ہے جس سے بندہ ڈرنے اور لرزنے لگتا ہے جو بادشاہ کے دربار تک ہی نہیں پہنچا اس پر دربار کی کیا ہیبت پڑے گی خشیت دلیل وصال ہے اس مقام پر بجز گریہ کے اور کچھ نہیں بن آتا اے فرعون اگر تجھ کو ان سب باتوں کی رغبت ہے تو میں کوشش کروں کیوں کہ طالب کے لیے ارادت شرط ہے ورنہ محرومی ہے۔

معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام:.....فرعون نے ارادت تو ظاہر نہ کی بلکہ انکار و مقابلہ کے لیے پوچھا کہ راہ دکھانا اور درست کرنا تو بعد کی بات ہے پہلے اپنا رسول ہونا تو ثابت کیجیے ہم کس دلیل سے جانیں کہ تجھ کو خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے؟ اس لیے فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔ بڑی نشانی کیا تھی؟ بعض علماء فرماتے ہیں ید بیضاء، بعض کہتے ہیں عصا ① دکھایا کہ وہ سانپ بن گیا اور فرعون اور اس کے درباری ڈر کر بھاگنے لگے اور یہی قول قوی ہے بعض کہتے ہیں دونوں معجزات دکھائے ہر ایک کو آیت کبریٰ کہا جاسکتا ہے یہ اول ملاقات کا معاملہ ہے اور بعد میں تو اور بہت معجزات دکھائے جس کا ذکر جلد سوم سورۂ بقرہ کی تفسیر تاریخ بنی اسرائیل میں ہم کرچکے ہیں۔

فرعون کا جھٹلانا:.....مگر فرعون معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا بلکہ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ جھٹلادیا اور کہہ دیا کہ یہ جادو ہے میرے جادوگر اس سے بھی بڑھ کر دکھا سکتے ہیں اس لیے میں تیرا ان سے، مقابلہ کراتا ہوں اور ایک روز مقرر کر کے تیرے مقابلہ کے لیے انھیں بلاتا ہوں چنانچہ

①.....اس لیے کہ توریت سفر خروج کے (۷) باب میں یہی ہے ۱۲ منہ۔

اس نے ایسا کیا مگر جادوگر عاجز ہو کر ایمان لے آئے لیکن فرعون نے اس پر بھی خدا کی نافرمانی کی کہ ان جادوں گروں کو ان کے ایمان لانے کے جرم میں مرواڈالا اس پر بھی بس نہ کی بلکہ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ اس نے اس کے بعد پشت پھرنے یعنی نافرمانی میں کوشش کی اور بنی اسرائیل کو اور زیادہ تکالیف دینی شروع کر دیں اور یہ قصد کیا کہ موسیٰ تو کیا میں اس کے خدا کا مقابلہ کروں گا اس لیے اس نے ایک روز درباریوں کو جمع کیا فَحَشَرَ اور جب سب جمع ہو گئے تو فَنَادٰى منادی کی فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ کہ میں تمہارا بڑا رب نہ کہ موسیٰ کا خدا بس تم موسیٰ کے کہنے میں نہ آنا میری اطاعت کرنا۔

فرعون اور اس کی قوم بت پرست تھے مگر فرعون اپنی سرکشی سے خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنے زور و قوت جتانے کو لوگوں کے سامنے کہتا تھا کہ میں بڑا ہوں تمہاری پرورش میرے ہاتھ میں ہے جس کو جس قدر چاہوں دوں جس کو چاہوں سزا دوں پھر اتنا اختیار میرے سوا کس کو ہے خدا تعالیٰ کا محسوس نہ ہونے کے سبب قائل نہ تھا اس لیے وہ بے عقل اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا ہندستان میں پہلے زمانوں میں راجاؤں کو معبود سمجھا کرتے تھے یہی مصر کا دستور تھا۔

جب فرعون نے موسیٰ کی بات نہ مانی اور سرکشی میں ترقی کرتا گیا تو فَاَخَذَهُ اللّٰهُ اس کو اللہ جبار و قہار نے پکڑ لیا اور کس بلا میں مبتلا کیا نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ آخرت کے عذاب میں اور دنیا کے عذاب میں اس روز اس کی ساری خدائی بوسیدہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔

اس گرفتاری کی تفصیل اور سورتوں میں موجود ہے کہ فرعون اپنا لشکر لے کر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو گرفتار کرنے نکلا تھا بنی اسرائیل قلزم سے پار اتر گئے دریا نے رستہ دے دیا بعد میں جو فرعون اور اس کا لشکر آیا تو سب غرق ہو گئے یہ تو دنیا کی رسوائی تھی آخرت کے لیے جہنم تیار ہے آخرت کو اس لیے مقدم کیا کہ دنیا کی رسوائی بمقابلہ آخرت کی رسوائی کے کچھ نہیں اصل عذاب و رسوائی وہیں کی ہے اس لیے اس کے اسباب سے بچنا چاہیے۔

خدا ترس لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت :...... اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً اس بیان میں عبرت اور نصیحت ہے مگر کس کے لیے؟ لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو خدا ترس ہو اور اس کے دل پر کفر اور بدکاری کی سیاہی چھا نہیں گئی ہے اس کو عبرت و نصیحت ہو سکتی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا فرمودہ غلط نہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ یقینی ہے ہو کر رہے گا ان سے مقابلہ کرنے والا انجام کار خراب ہوتا ہے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی مگر جو بدبخت ازلی ہے اس کو عبرت و نصیحت نہیں ہوتی کیسا ہی حادثہ ہو وہ اس کو ایک معمولی بات خیال کرتا ہے اب بھی خدا تعالیٰ کی آیات قدرت وقتاً فوقتاً ہماری عبرت کو ظاہر ہوتی ہیں وبا، بربادی خاندان، بجلی، ہوا، ژالہ باری وغیرہ مگر دل کے اندھے ان کو معمولی بات جانتے ہیں۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: ......کیا تمہارا بنانا بڑی بات ہے یا آسمان کا؟ جس کو اس نے بنایا ﴿۲۷﴾ جس کی چھت بلند کی پھر اس کو سنوارا ﴿۲۸﴾ اور اس کی رات اندھری کی اور اس کی روشنی نکالی ﴿۲۹﴾ اور زمین کو اس کے بعد ہموار کیا ﴿۳۰﴾ (پھر) اس میں سے پانی اور چارہ نکالا ﴿۳۱﴾ اور پہاڑ کو اس کا دباؤ کیا ﴿۳۲﴾ تمہارے اور

تمہارے چار پایوں کے برتنے کے لیے۔

ترکیب: ۔۔۔ انتم مبتدأ۔ اشد خبرہ۔ خلقا تمیز منہ۔ السماء مبتدأ۔ و الخبر محذوف ای اشد و الترديد بين الجملتين بالهمزة و ام۔ بناها الجملة مستانفة و قيل حال من المحذوف قال الزجاج و الفراء و الكسائي تم الكلام عند قوله بنها لانه من صلة السماء و التقدير ام السماء التي۔ بنهابحذف التي رفع سمكها مستانف لبيان البناء .و صفة۔ سمک بر داشتن و سقف خانه (وعح ض ۲) يقال سمک الله السماء سمكا سموک بلند شدن يقال سنام سالک ای عال مرتفع سمک بالتحريک ماهي سماک سموک جمع (ازصراح) اغطش اغطاش تاریک کردن شب را و تاریک شدن متعدی و لازم (صراح)۔ و الارض منصوب بفعل محذوف ای دحی الارض و کذا الجبال ای و ارسی الجبال قرئ بالرفع علی الابتداء۔ متاعا مفعول له او مفعول مطلق ای متع متاعا۔

تفسیر: ۔۔۔ منکرین حشر کو ان دلائل کے بعد یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ لکڑی کا سانپ بنانا اور دیگر حیوانات لایعقل کا ہر برسات میں پیدا کر دینا یا مینڈک کی مٹی سے مینڈک پیدا کر دینا اور بات ہے کلام انسان اشرف المخلوقات کے بار دگر زندہ ہونے میں ہے۔

منکرین کے شبہ کا ازالہ: ۔۔۔ اس کا جواب دیتا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ کہ کیا تمہارا بنانا اول بار یا بار دگر بڑی بات ہے یا آسمان کا؟ یعنی جس قادر مطلق نے ایسا وسیع اور بلند آسمان بنایا اور اس میں یہ صنعتیں رکھیں اور جس نے زمین کو بنایا اور اس کو ایسا اور ایسا کیا اور اس میں سے انسان اور حیوان کی خورش پیدا کی جس کی قدرت و حکمت کے ایسے بڑے نمونے موجود ہیں پھر اس کے نزدیک انسان کا بار دگر پیدا کرنا کون سی بڑی بات ہے؟ اس لیے کہ جو بڑی چیز جس میں بے انتہاء باریکیاں رکھی ہیں پیدا کر دینے پر قادر ہے وہ چھوٹی چیز کے پیدا کرنے پر بدرجہ اولی قادر ہے خصوصاً جب کہ ایک بار اس کو پیدا بھی کر چکا ہو۔

تخلیق آسمان اور اس کی صنعتیں: ۔۔۔ اس کے بعد آسمان کی پیدائش اور اس کے اندر جو صنعتیں رکھیں ان کو بیان فرماتا ہے۔

اول: رَفَعَ سَمْكَهَا کہ اس کی چھت کس قدر بلند کی زمین لاکھوں کوس بلند ہے نہ وہ کسی ستون پر قائم ہے نہ کسی دیوار پر رکھا ہوا ہے۔

دوم: فَسَوّٰىهَا یہ نہیں کہ بے ڈول اس کو بلند کر دیا بلکہ ٹھیک کیا ہر موقع پر ہر چیز ہے نہ اس میں شگاف ہے نہ ٹیڑھا ترچھا پن ہے۔

سوم: وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اس کی رات اندھیری کی یعنی اس طور پر رکھا کہ گردش سے رات پیدا ہوتی ہے اور کیسی اندھیری ہوتی ہے اور پھر دوسری پلٹی میں دن پیدا ہوتا ہے کیسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور آسمان ہی پیدا کر کے ہی نہیں بیٹھ رہا بلکہ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اس کے بعد یعنی آسمان کے سنوارنے کے بعد زمین کو ہموار کیا پیدا تو اول زمین کو کیا اسکے بعد آسمان کو پیدا کیا اور اس کو ٹھیک کر کے زمین کو ہموار اور موزوں کیا۔

ان آیات میں سورۂ فصلت کی ان آیات ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ اور سورۂ بقرہ کی آیات هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ ...الخ اور ان آیات قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ...الخ میں کچھ تعارض نہیں اس کی تشریح و تفصیل ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا زمین سے پانی نکالا کنوؤں اور چشموں سے اور چارہ پیدا کیا وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور پہاڑوں کو اس کا دباؤ بنایا جس سے ڈگمگاتی نہیں مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ تمہارے برتنے اور آرام پانے اور تمہارے چار پایوں کے برتنے اور کھانے کے لیے پھر یہ مصالح زمین و آسمان میں جس نے ملحوظ رکھ کر ان کو بنایا ہے کیا وہ انسان کو بار دگر نہیں پیدا کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ
الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ
هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

ترجمہ:.....پھر جب کہ وہ بڑا حادثہ آموجود ہو ﴿۳۴﴾ جس دن کہ انسان اپنے کیے کو یاد کرے گا ﴿۳۵﴾ اور دیکھنے والوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی ﴿۳۶﴾ پھر جس نے سرکشی کی ہوگی ﴿۳۷﴾ اور دنیا کا جینا ہی پسند کرلیا ہوگا ﴿۳۸﴾ سو اس کا تو دوزخ ہی ٹھکانا ہے ﴿۳۹﴾ اور جو اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اور دل کو خواہشوں سے روکا ﴿۴۰﴾ پھر بے شک اس کا تو جنت ہی مقام ہے ﴿۴۱﴾۔

ترکیب:.....فاذا شرط۔ الطامۃ قال المبرد ھی عند العرب الداھیۃ طمم طم دُرانپاشتن (ع ع ف ا ض ۲) یقال فوق کل ذی طامۃ طامۃ و بریدن۔ و الطامۃ قیامت (صراح) قال المبدد ھی من قولھم طم الفرس طمیما اذا استفرغ جھدہ فی الجری و طم الماء اذا ملا النھر کلہ و قال اللیث الطم طم البدء بالتراب و ھو الکبس ویقال للشیء الذی یکبر حتی یعلو طم و الطامۃ الحادثۃ تطم علی ماسواھا۔ کبیر و۔ العامل فی اذا جوابھا و ھو معنی قولہ یوم یتذکر قال الواحدی جواب اذا محذوف و التقدیر اذا جاءت الطامۃ الکبری دخل اھل النار النار و اھل الجنۃ الجنۃ و قیل جوابھا قولہ فان الجحیم ھی الماوی و کانہ جزاء مرکب علی شرطین یوم یتذکر الظرف بدل من اذا و قیل من الطامۃ الکبری۔ و برزت معطوف علی جائت قرء الجمھور یری، بالتحتیۃ و قرئت عائشۃ و عکرمۃ و مالک بن دینار و زید بن علی بالفوقیۃ ای لمن تراہ الجحیم فاما شرط۔ من موصولۃ۔ طغی صلتھا و اثر معطوف علی طغی اثر اختار فان الجحیم الجملۃ جواب شرط ھی الماوی لہ او الالف و اللام عوض عن المضاف الیہ و قس علیہ اما من خاف مقام ربہ قیامہ بین یدیہ و قال الجلال جواب اذا فاما من طغی. . . الخ

تفسیر:.....آسمان وزمین کی بناوٹ میں اپنی حکمت بالغہ وقدرت کا ثبوت دے کر بظاہر تو یہ بات ثابت کی تھی کہ ہم انسان کے باردگر زندہ کرنے پر قادر ہیں اور ضمناً یہ بھی بتایا تھا کہ دراصل ہم ہی مربی ورزق رساں ہیں ہم ہی نے تمہارے لیے یہ گھر بنایا جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے اور جس میں تمہاری معیشت کے کل سامان ہیں پھر ہم ہی قابل پرستش ہیں ہمارے ساتھ عبادت و استعانت میں دوسرے کو شریک کرنا کمال ناشکری ہے اور ہماری عبادات واطاعت شکر گزاری اور حق شناسی ہے اس میں مسئلہ توحید کا بھی کامل ثبوت کردیا گیا۔

آخرت میں نیک و بد کا ٹھکانا:.....اب یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ دنیا کا گھر اور اس کی نعمتیں ہمیشہ کے لیے نہیں آخر ایک روز یہ گھر بگڑنا ہے اور تمہیں ایک دوسرے گھر میں جا کر سدا رہنا ہے جہاں انسان کو اس کی کوشش اور عمل کا نتیجہ نیک یا بد بھگتنا پڑے گا اور اس دار امتحان میں جو کچھ کیا تھا اس کا بدلہ پانا ہوگا اور اس گھر میں بسانے سے یہی مقصود بھی تھا نہ کہ یہاں رکھنا اور یہ کب ہوگا فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ جب کہ بڑا حادثہ یعنی قیامت آئے۔ طامۃ بڑا حادثہ جو اور سب حادثوں پر غالب ہو اور کبریٰ میں اور بھی تاکید ہے موت

کے حادثے اور دنیا کے جمیع حوادث انقلابات سلطنت دریائی طغیانی پہاڑوں کے آتش فشانی قوموں کے زیر وزبر ہونے سے مکانوں کے بننے بگڑنے کے گرنے انسان کے بڑھاپے اور دولت مند وفقیر ہونے سب سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ اس حادثہ میں یہ تمام عالم ہی زیر وزبر ہو جائے گا یہ گھر فنا ہو جائے گا ان آیات میں پھر اس مسئلہ معاد کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور یہی خیال انسان کو نیکی پر ابھارتا اور بدکاریوں سے روکتا ہے۔

قیامت میں آسمانوں کا پھٹنا زمین کا فنا ہونا پہاڑوں کا اڑتے پھرنا جو نفخ صور اول سے متعلق ہے تو طیہ وتمہید ہے اور اصل مقصد انسان کا بار دگر زندہ ہو کر اپنے اعمال وایمان کا بدلہ پانا ہے اس لئے طامۃ الکبریٰ کے بعد جو قیامت ہے اس اصلی مقصد کو بیان فرماتا ہے۔

فقال يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ یعنی جس دن کہ آدمی یاد کرے گا کہ اس نے دنیا میں کیا کیا تھا اس کو وہ قویٰ وحواس عطا ہوں گے کہ جو کچھ آج دنیا میں کر کے بھول گیا تھا اس روز وہ سب یاد آجائے گا اور اعمال کا نیک وبد نتیجہ اپنی مناسب اشکال میں اس کو آنکھوں سے دکھائی دے گا وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ اور مظہر قہر الٰہی جس کو جہنم یا جحیم کہتے ہیں ظاہر ہو جائے گی لِمَنْ يَّرٰى ہر ایک دیکھنے والے کے لیے۔
آج جو یہ تفرقہ ہے کہ اس کو اہل بصیرت حضرات انبیاء واولیاء دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اسی لیے شتر بے مہار ہو کر لوگ لذات وشہوات میں گر پڑتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے اور محسوس نہ ہونے کے سبب انکار کرتے ہیں اس روز یہ نہ ہو گا ہر ایک کھلم کھلا دیکھے گا لِمَنْ يَّرٰى کے لفظ نے تعمیم کر دی۔ پھر اس قہرمان الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ ہو گا کہ تمام بنی آدم کو اس میں جھونک دیا جائے گا بلکہ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى جس نے سرکشی کی دنیا میں کہ حد مقرر سے آگے پاؤں دھرا۔ یہ لفظ جمیع گناہوں کو شامل ہے معاملات سے لے کر عبادات تک حکم الٰہی سے سرتابی تجاوز وطغیان ہے یہ قوت نظریہ کے فساد کی طرف بھی اشارہ ہے اس لیے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ اپنے نفس کو حقیر جانے گا اور ہر دم خداوند قہار وجبار کو انتقام پر قادر سمجھے گا پھر اس سے طغیان یعنی سرکشی سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو گا رہا مقتضی بشری جس کے بعد توبہ وندامت ہو وہ طغیان نہیں۔

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اور طغیان ہی پر بس نہیں بلکہ زندگی دنیا پر بھی ریجھ گیا ہو یہ قوت عملیہ کے فساد کی طرف اشارہ ہے۔

دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے:...... حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ جب انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور دوسرے جہان میں جانے کا اس کو یقین نہیں رہتا تو وہ رات دن اسباب عیش وآرام کے جمع کرنے میں مصروف رہتا ہے خواہ حرام سے خواہ حلال سے کسی طرح سے ہو مال وزر زمین وجائیداد پیدا کرنے کے خیال میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ پھر گناہ اور حق تلفی ہو پرواہ نہیں کرتا نہ جھوٹ بولنے اور دغا بازی کرنے سے حذر کرتا ہے نہ ظلم کرنے سے ڈرتا ہے اپنا شیوہ منافقانہ بنانا دنیاداری کے اصول میں سے جانتا ہے پھر اس کو نماز وروزہ یا اور کسی نیکی کی فرصت ومہلت کہاں؟ رات دن اسی میں رہتا ہے خواب بھی اسی کے دیکھتا ہے آخر اسی حال میں دنیا سے جاتا ہے فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ تو لامحالہ دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوتا ہے مرتے ہی وہ عالم برزخ میں اس بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہ وہی تو اس کا طغیان وحب الدنیا ہے جو جہنم کی شکل میں ظاہر ہو گی اور حشر میں اور بھی ظہور ہو گا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ جو شخص اس خیال کو دل میں جگہ دے گا وہ ہر قسم کی بدکاری اور گناہ سے دور رہے گا اور یہ صفت وصف طغیان کی ضد ہے جس میں یہ صفت ہو گی وہ نہ ہو گی اور اسی خیال پر بس نہیں بلکہ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ وہ نفس کو خواہش نفسانی سے بھی روکتا ہے جس طرح وہ دونوں صفتیں جمیع قبائح اور الواث کو شامل تھیں اسی طرح یہ دونوں صفات جمیع طاعات وحسنات وتطہیر باطن وظاہر ومکارم اخلاق کو شامل ہیں اور ان نیک صفتوں میں سے اول دوسری کے لیے علت

ہے اس لیے کہ نفس کی بدکاریوں سے لگام روکنا جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب یہ تصور کرلے گا کہ مجھے ایک روز خدائے جلیل و جبار کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور حساب دینا ہے خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ میں قوت نظریہ کی تکمیل کی طرف اور وَنَهَى النَّفْسَ میں قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے ایسے پاک لوگوں کا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ بہشت انجام ہے وہی ان کا مقام ہے وہ عالم قدس میں بادشاہت کیا کریں گے۔

سبحان اللہ ان دو آیتوں میں دار آخرت کا حال اور نیکی و بدی کا انجام اور اصول سعادت و شقاوت کس خوبی سے بیان فرمادیے ان آیات میں تعمیم ہے کوئی کیوں نہ ہو جو ایسا ہوگا یہ انجام ہوگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ پہلے دونوں جملوں میں عامر بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو بدکار دنیا پرست تھا اور اخیر کے جملوں میں اس کے بھائی مصعب بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو تارک الدنیا تہجد گزار تھے احد میں شہید ہوئے جن کے لیے پورا کفن بھی نہ تھا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جو پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

ترجمہ:......(اے رسول!) آپ سے اس گھڑی کا حال پوچھتے ہیں کہ اس کا کب وقت ہے؟ ﴿۴۲﴾ آپ کو اس کے ذکر کی کیا پڑی؟ ﴿۴۳﴾ اس کی خبر تو آپ کے رب کے پاس ہے ﴿۴۴﴾ آپ تو اس گھڑی سے اس کو ڈراتے ہیں کہ جو اس سے ڈرتے ہیں ﴿۴۵﴾ جس دن کہ اس کو دیکھ لیں گے تو (یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) گویا ہم ایک شام یا اس کی صبح تک ٹھہرے تھے ﴿۴۶﴾۔

ترکیب:...... ایان ظرف زمانی مبنی علی الفتح مبتدأ۔ مرسٰها خبرہ ای منتهی قیامها قال ابو عبیدة مرسی السفینة مستقرها و الجملة بیان السوال۔ فیم اصله فیما ای فی ای شیء خبر۔ و المبتدا انت۔ من ذکرها بیان لای شیء و المعنی لست فی شیء من ذکر وقت القیامة انما یعلمها اللّٰه تعالیٰ خاصة و الاستفهام انکاری و رد السوال المشرکین عنها۔ الی ربک متعلق بثابت خبر۔ منتهٰها مبتدا ای منتهی علمها فلا یعلم تعین وقتها الا هو و الجملة تاکید للجملة الاولی فی رد سوالهم۔ و کذا انما انت ـــ الخ منذر مضاف الی من و هذا قرائة الجمهور و قرئ بالتنوین قال الفراء کلاهما صواب کقوله بلغ امره و موهن کید الکفرین و قال صاحب الکشاف الاصل هو التنوین و الاضافة تخفیف و کلاهما یصلح للحال و الاستقبال کانهم کان اسمها هم۔ لم یلبثوا خبرها۔ یوم یرونها ظرف لقوله لم یلبثوا ای یظنون انهم لم یلبثوا فی الدنیا الا عشیة او ضحها ای عشیة یوم او بکرته و صح اضافة الضحی الی العشیة لما بینهما من الملابسة اذ هما طرفا النهار و الاضافة عند العرب تصح بادنی مناسبة یقولون اتیتک الغداة او عشیتها و اتیک العشیة او غداتها و العشیة من الزوال الی الغروب الضحی هو البکرة الی الزوال۔

تفسیر:......کفار عرب نے جب قیامت میں دوزخ کا ظاہر لایا جانا اور بدوں کا سزا اور نیکوں کا جزا پانا سنا اور نیکی و بدی کا اصول بھی معلوم کیا تو بجائے اس کے کہ اصول حسنات پر عمل کرتے اور بدی کے رستے سے رکتے خود قیامت کی بابت ہی سوال کرنے لگے۔

وقوع قیامت سے متعلق کفار کے سوال:...... اَيَّانَ مُرْسٰهَا کہ اس کا کون سا وقت ہے؟ یہ کمال نادانی ہے اس لیے کہ اگر طبیب

حاذق کسی کو کہے کہ تمہارا مرض مہلک ہے علاج کرو ورنہ مرجاؤ گے تو احمق بیمار یہ پوچھے کہ اگر سچ ہو تو بتاؤ کہ کب مروں گا حالانکہ اس کو اپنا مرض معلوم کر لینے کے بعد علاج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا نہ کہ حکیم سے لایعنی سوال کرنا اور تمسخر سے پیش آنا اس لیے آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا۝ تجھے کیا پڑی جو اس کا وقت ذکر کرے اول تو یوں کہ ان کو کچھ فائدہ نہیں اس لیے کہ وقوع سے پہلے وقت کی خبر کو کب سچ جانیں اور وقوع کے بعد کوئی تدبیر ہاتھ نہیں۔ دوم اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا۝ اس کا علم اور وقت کی تعیین تیرے رب ہی کو معلوم ہے کیونکہ وہ ایسا حادثہ ہے جو تمام عالم کے ارکان کو درہم برہم کر دے گا اور اس کا سبب اس عالم کے سوا اور ہی کوئی ہے پھر کسی علم اور قرائن سے کسی کو کیوں کر معلوم ہو سکے اور حق سبحانہ اس کی خبر اس لیے نہیں دیتا کہ کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا بدوں کو نیکی سے باز رہنے کے لیے ایک یہ بھی حیلہ ملے گا کہ اجی دل کھول کر شہوت پرستی کرو کیا ابھی قیامت آئی جاتی ہے؟ وہ تو بہت دور ہے۔

آپ کا کام خبردار کر دینا ہے:..... اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ آپ کا کام اے نبی! خبردار کر دینا ہے اور لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دینا ہے مگر آپ کے انذار سے نفع اسی کو پہنچے گا جو مَنْ يَّخْشٰىهَا۝ قیامت سے ڈرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے ایک روز سامنے جا کر حساب دینا ہے وہی اپنے امراض کے علاج کے لیے روحانی حکیموں سے چارہ جوئی کرے گا۔

اور وہ کیوں اتنی جلدی کر رہے ہیں كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۝ جس روز وہ قیامت کو دیکھیں گے تو اس جہاں کی زندگی ایسی کم معلوم ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ وہاں آدھے دن رہے تھے صبح یا شام۔ بدحواسی سے پورے طور پر یہ بھی معلوم نہ رہے گا کہ کب تک رہے تھے اول دن یا پچھلے دن دنیا کی عافیت کا خیال آئے گا تو صبح سے دوپہر تک رہنا خیال کریں گے اس لیے کہ یہ فرحت کا وقت ہوتا ہے اور جو تکالیف کا خیال آئے گا تو اخیر دن کا رہنا ڈھلتی پھرتی چھاؤں سا بیان کریں گے۔

اٰيَاتُهَا ۴۲ (۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۴) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ عبس مکی ہے اس میں بیالیس آیات اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓىۙ ۞١ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕ ۞٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓىۙ ۞٣ اَوْ يَذَّكَّرُ
فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰىؕ ۞٤ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰىۙ ۞٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰىؕ ۞٦ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا
يَزَّكّٰىؕ ۞٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰىۙ ۞٨ وَهُوَ يَخْشٰىۙ ۞٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ ۞١٠ كَلَّآ اِنَّهَا
تَذْكِرَةٌۚ ۞١١ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗۘ ۞١٢ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍۙ ۞١٣ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۙ ۞١٤ بِاَيْدِيْ
سَفَرَةٍۙ ۞١٥ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍؕ ۞١٦

وقف لازم

ترجمہ:......(محمد) اتنی بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا ① ترش رو ہو گئے اور منہ موڑ لیا ② اور آپ کو کیا خبر کہ شاید وہ سدھر ہی جاتا ③ یا نصیحت کی باتیں یاد کرتا یا وہ سوچتا سو اس کو نصیحت نفع دیتی ④ لیکن وہ جو پرواہ بھی نہیں کرتا ⑤ سو آپ اس کے لئے توتوجہ کرتے ہیں ⑥ حالانکہ آپ پر اس کے سدھرنے کا کوئی الزام نہیں ⑦ لیکن وہ جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آئے ⑧ اور وہ ڈر رہا ہو ⑨ سو اس سے آپ بے پروائی کرتے ہیں ⑩ ہرگز ایسا نہ کرو یہ ایک نصیحت ہے ⑪ پھر جو چاہے اس کو یاد کرے ⑫ یہ (قرآن) مکرم بلند مرتبہ مقدس ⑬ صحیفوں میں نیک بخت ⑭ لکھنے والوں کے ہاتھوں ⑮ میں رہتا ہے ⑯۔

ترکیب:......ان جاء ای لان جاء مفعول لاجله و العامل فیه اما عبس او تولی علی الاختلاف بین البصریین و الکوفیین فی التنازع و المختار مذهب البصریین لعدم الاضمار فی الثانی۔ او یذکر عطف علی یزکی داخل فی حکم الترجی معه فتنفعه قرأ الجمهور برفع المضارع عطفًا علی یذکر و قریٔ بالنصب علی جواب التمنی فی المعنی تصدی التصدی الاصغاء و قیل هو تفعل من الصدی و هو الصوت ای لایناديک الااجبته و یجوز ان یکون الالف بدلا من دال و یکون من الصدو در هو الناحیة و الجانب قرأ الجمهور بالتخفیف علی طرح احد التائین تخفیفا و قرأ نافع و ابن محیض بالتشدید علی الادغام و ما علیک... الجانب ای لیس علیک باس فی ان لا یتزکی و الجملة فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی تصدی۔ یسعٰی حال من فاعل جاء۔ و هو یخشی حال من فاعل یسعی علی التداخل او من فاعل جاءک علی الترادف۔ تلهی و التلهی التفاعل یقال لهیت من الامر الهی ای تشاغلت عنه و کذا تلهیت و لیس من اللهو انها الضمیر الی الموعظة و الضمیر فی ذکره للقران فی صحف حال من الهاء و قیل الجار و المجرور نعت لتذکرة و مابینهما

اعتراض۔ و کذلک بایدی۔ ۔ ۔ الخ و قیل فی صحف خبر ثان لانها و ما قبلها اعتراض الاول تذکرة۔ سفرة جمع سافر من السفارة و هو السعی بین القوم او من الکتابة قال الزجاج یقال للکاتب سفر بکسر السین و سافر لانه یسفر ای یکتب و الاصل ان معناه الاظهار یقال اسفر الصبح اذا اضاء و یقال اسفرت المرئة اذا کشفت النقاب عن وجهها و فی السفارة و الکتابة یوجد ذلک المعنی و لذا یطلق علیهما۔ بررة جمع بار۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بیالیس آیات ایک سوتیس کلمات پانچ سو پینتیس حروف ہیں اور اس سورت کا نام سورۂ عبس اس لیے ہے کہ اس کے نزول کا باعث عبوس یعنی ترش روئی تھی ❶۔

جملہ اولی لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى میں خود اس کی درستگی اور صلاحیت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے جملہ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى میں اس کی ترقی اور مرتبہ ارشاد و تکمیل تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے کہ اس لیے کہ یذکر تذکیر سے ہے اور یہ لفظ قرآن میں دوسروں کو سمجھانے کے معنی میں اکثر وارد ہوا ہے پھر جب وہ اس مرتبہ میں پہنچ جائے گا تو اے محمد! تیری نصیحت کا پورا نفع اس کو پہنچے گا چونکہ اس کی استعداد کا پورا حال کہ کمالی ہی کے مرتبہ تک ہے یا تکمیل کے مرتبہ تک آنحضرت ﷺ و صحابہ ؓ کو معلوم نہ تھا گو اتنی بات معلوم تھی کہ یہ ہونہار ہے اس لیے لفظ او سے ان دونوں جملوں کو ذکر فرمایا جو مانعۃ الخلو ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ لعلہ کی ضمیر کافر کی طرف پھرتی ہے نہ کہ اعمیٰ کی طرف تب اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے محمد تجھے کیا معلوم کہ وہ کافر (کہ جس کے سمجھانے کے لیے آپ اس قدر دردسری اور عرق ریزی کر رہے ہیں اور اس کی طرف ایسے متوجہ ہیں کہ اس اندھے کی بات کا جواب بھی نہیں دیتے بلکہ اس کے درمیانی سوال سے ترش رو ہوتے ہیں) سمجھ ہی جائے گا اس کی خباثت کفر اس سے دور ہو جائے گی یا دہ سمجھ ❷ جائے گا اور اس کو تیری نصیحت سے نفع پہنچے گا پھر جب یہ معلوم نہیں تو اس کی طرف اس قدر توجہ اور اس اندھے غریب سے کہ جس میں استعداد ہے بے اعتنائی کرنا کیا۔

اس لیے فرماتا ہے اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ❸ کہ جو تیرے اشارے اور ہدایت سے بے پروائی کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنے عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ اور حیات دنیا اور اس کے عیش و نشاط کو بہتر جانتا ہے آپ اس کے درپے ہو رہے ہیں کوشش کر رہے ہیں یہ سمجھ کر کہ اس کی بے پروائی اس کو اس دریائے ضلالت میں غرق کر دے گی اس کا پہلے تدارک کرنا چاہیے اور جو شوقین ہے اس کا شوق ضرور اس کو ورطۂ ضلالت سے بچا لے گا۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ مریض کی حالت موجودہ کو دیکھ کر سخت بیمار کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے تھے اس لیے کہ رحمۃ للعالمین کا تقاضا یہی تھا اور حق سبحانہ عواقب امور کو دیکھتا تھا کہ جو مریض قابل علاج اور اس میں شفا پانے کی صلاحیت ہے آپ اس کو چھوڑ کر اس لاعلاج مریض کی طرف متوجہ کیوں اس قدر متوجہ ہوتے ہیں اگر وہ مرجائے تو مرجائے آپ کا ذمہ نہیں۔

---

❶...... مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کفار کو سمجھا رہے تھے اور ان کے بے جا سوالات اور کم بختیوں سے ملول ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک اندھا جس کا نام عبداللہ بن مکتوم تھا آیا اور آپ سے قرآن سننے کی التجا کی آنحضرت ﷺ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اشراف قریش ہی کی طرف مخاطب رہے اور اس کے بار بار سوال کرنے سے چیں بہ جبیں ہوئے جس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں آں حضرت ﷺ پر قدرے تہدید ہے کہ ہمارے نزدیک طالب صادق مرغوب ہے دولت مند اور مفلس کا کچھ لحاظ نہیں آپ نے طالب صادق سے اعراض کیا اور منہ بنایا آپ کو کیا معلوم کہ یہ اندھا سدھر جائے اور اس کا تقربات میں مرتبہ بالا ہو جائے اور دین کے بڑے بڑے ہادیوں میں سے ہو جائے گو بظاہر اندھا ہے مگر قلبی و روحی استعداد میں ممکن ہے کہ ہزار آنکھوں والوں سے بڑھ کر ہو جس سے وہ خود بھی درست ہو جائے اور درست ہو کر اوروں کی بھی اصلاح و تربیت کرنے لگے ۱۲ منہ۔ ❷...... اس تقدیر پر ہے کہ یذکر بصیغہ مجہول پڑھا جائے جیسا کہ بعض کی قرأت ہے ۱۲ منہ۔ ❸...... تصدی کان رکھنا آواز جو خالی مکانوں اور خشک لکڑیوں سے سنی جائے۔ پیاس۔ بہرحال کوشش و سعی کے لیے یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے اور اسی لیے محرروں کو مصدی کہتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں کوشش اور ہوشیاری کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

اس مضمون کو اس جملہ میں ادا فرمایا ہے وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ اور تجھ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ کافر بے پروا درست اور پاک نہ ہو اس لیے کہ آپ کا کام تبلیغ ہے اب سدھرنا یا نہ سدھرنا استعداد ازلی پر موقوف ہے۔

تبلیغ کا مستحق یہ متکبر بے پروا منہ پھرنے والا نہیں بلکہ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ ... الخ وہ جو شوق میں تیرے پاس دوڑتا ہوا آئے اور خداترس بھی ہو جیسا کہ ابن ام مکتوم آپ کو ان سے متوجہ ہونا چاہیے مگر آپ کی رحم دلی اور شفقت اس کے برخلاف اس دوسرے گمراہ کی طرف متوجہ ہے جو جہنم کے کنارے کھڑا ہے آپ کو دکھائی دے رہا ہے اس لیے آپ اس شوقین سے التفات نہیں کرتے بلکہ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ بلکہ اس سے منہ موڑ کر دوسرے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

كَلَّآ ہرگز ایسا نہ کرو کیونکہ حکمت الٰہی کا مقتضی یہ نہیں اس لیے کہ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ یہ آیات تذکرہ ہیں یعنی خدا کے نام اور صفات و خوف و رجا کو یاد دلاتی ہیں اور خدا سے ملانے کا راستہ بتاتی ہیں سو یہاں خود طالب کی رغبت و ارادت کا درکار ہے یہاں یہ چاپلوسی اور التجا اور سر ہونا مفید نہیں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ جو چاہے اپنی رغبت و شوق سے اس قرآن کو یاد کرے قرآن مجید کلام الٰہی ہے اس میں اس کی ذات و صفات و تہذیب نفس کے متعلق بہت کچھ ہے اور بالخصوص اس میں ایک تجلی ہوتی ہے کہ اس کے تلاوت کرنے والے پر ایک تجلی ہوتی ہے جس سے روح میں نورانیت اور بہیمیت کو شکستگی پیدا ہوتی ہے اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے القرآن حبل اللّٰه المتین کہ قرآن بندہ کے لیے اللہ کی طرف سے ایک مضبوط رسہ ہے جس نے اس کو پکڑ لیا بام سعادت پر چڑھ گیا اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تجلی اللّٰه لعبادہ فی کلامه ولکنهم لا یبصرون کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بندوں کے لیے متجلی ہوتا ہے لیکن بندے دیکھتے نہیں۔

اوصاف قرآن کریم : ...... اب قرآن کی چند خوبیاں بیان فرماتا ہے اور ضمناً کفار قریش پر تعریض بھی کرتا ہے جو نجاست کفر و فسق و حب شہوات میں آلودہ تھے اور ان کو قرآن عظیم کی طرف التفات نہ تھا اور وہ تعریض یہ ہے کہ قرآن ایسے پاک ہاتھوں کا لکھا ہوا بلند شان اوراق میں ہے کہ ناپاک اور دنی لوگ اگر اس سے تنفر کریں اور اس کی خوبیوں سے ان کی آنکھیں اندھی رہیں اور ان کے ناپاک ہاتھ اس کو تلاوت کرنے میں مس نہ کریں تو کچھ تعجب نہیں اس لیے کہ اے پیغمبر! (علیہ السلام) آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ ظاہر کا اندھا روشن دل ہے وہی اس کا مستحق ہے وہ اوصاف یہ ہیں۔

اول : صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ کہ قرآن مجید گرامی قدر بلند شان صحیفوں میں ہے یعنی اوراق میں اس سے بعض کے نزدیک یہ مراد ہے کہ کتب سابقہ میں (جو معزز اور بلند مرتبہ ہیں) قرآن مجید کے مطالب عالیہ موجود ہیں یا ان کو میں اس کا ذکر خیر ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ اور ایک جگہ یہ آیا وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ سے مراد الواح نورانیہ ہیں جو آسمان ہفتم میں ہیں اور وہیں سے وقتاً فوقتاً قرآن مجید تھوڑا تھوڑا دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کرتا تھا مرفوعۃ کے معنی بلند سو وہ بھی بلند ہیں اور رفیع القدر بھی ہیں اور مطھرۃ پاک بھی ہیں کہ وہاں کسی ناپاک کا ہاتھ نہیں پہنچتا بعض مفسرین کہتے ہیں صحف مکرمۃ ایمان داروں کے قلوب ہیں جن میں قرآن مجید بطور حفظ کے مکتوب و منقوش ہے نہ کہ تحریف کو گنجائش ہے نہ کسی آفت کو رسائی ہے اور وہ دل خدا کے نزدیک مکرم و معظم ہیں اور پاک بھی ہیں نجاسات کفر و شرک و تلویثات حب شہوات ان تک چھو بھی نہیں گئی ہے۔

دوم : بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝ وہ قرآن ناپاک اور خیانت آمیز ہاتھوں سے نہیں لکھا گیا بلکہ کاتبوں کے ہاتھ سے جو کرام یعنی بزرگ اور مقدس اور بررہ نیک ہیں یا تو اس سے مراد ملائکہ ہیں اگر صحف مکرمۃ سے مراد الواح نورانیہ ہیں یا دنیا کے نیک اور باخدا لوگ جو قرآن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا کرتے تھے نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے کم و زیادہ کرتے تھے نہ کسی غرض سے اس میں ہیر

پھیر کرتے تھے خیانت اور خودغرضی ان کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔

یہ دووصف ایسے ہیں کہ جن سے قرآن مجید جمیع کتب سابقہ پر فوقیت رکھتا ہے اور انہیں کے سبب سے آج تک اسی اصلی چمک دمک سے باقی ہے اس میں کوئی گردوغبار پیدا نہیں ہوا اور نہ ہوگا برخلاف اور کتابوں کے کہ ان میں ذلیل اور ناپاک اور ناخداترس ہاتھ بھی لگے ہیں اس لیے کوئی کتاب دنیا میں ایسی نہیں جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ وہی ہے جیسی کہ تھی توراۃ وانا جیل زبور میں جو کچھ تغیرات ہوئے ان کا کوئی منصف مزاج اہل کتاب بھی انکار نہیں کرسکتا رہی زندواُستا اور دساتیر پارسیوں کی آسمانی کتاب اور ہندوؤں کی کتاب چاروں وید وہاں تو یہ بھی تحقیق نہیں کہ کس مصنف کی تصنیف ہیں اور کہاں کے رہنے والے تھے ان کے ماں باپ کا کیا نام تھا کیا عمر تھی کیا کیا کرتے تھے اور بعدہ کس نے ان سے لیا اور کس طرح محفوظ رکھا ان اوصاف قرآنیہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب نفیس کاغذوں پر مطلا حرفوں میں لکھے جانے اور عمدہ صندوقوں اور بلند طاقوں میں رکھے جانے سے معزز و محترم نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس میں یہ خوبیاں نہ ہوں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:.....انسان غارت ہوجائے کیسا ناشکرا ہے ﴿۱۷﴾ اس کو کاہے سے بنایا؟ ﴿۱۸﴾ ایک بوند سے اس کو بنایا پھر اندازہ کیا ﴿۱۹﴾ پھر اس کے لیے راہ آسان کردی ﴿۲۰﴾ پھر اس کو موت دی ﴿۲۱﴾ پھر اس کو قبر میں رکھوایا پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا کھڑا کرے گا ﴿۲۲﴾ جس چیز کا اس کو حکم دیا تھا اس نے اس کو پورا ہی نہیں کیا ﴿۲۳﴾۔

ترکیب:.....قتل الانسان الجملة فی الظاهر خبر وفی المعنی انشاء وهی دعاء علیه وهی من اشنع دعوات العرب لان القتل اشد مصائب الدنیا و الدعاء علی الانسان یلیق بالعاجز و الله سبحانه قادر فوجهه انما اورده علی اسلوب کلام العرب و محاوراتهم۔ ما اکفر صیغة التعجب و الجملة انشائیة انما اوردها علی محاورتهم۔ من ای شیء خلقه استفهام و الغرض زیادة التقریر فی التحقیر۔ و من تتعلق بخلق۔ من نطفة جواب الاستفهام و الوقف علیه جید۔ من تتعلق بخلق ،خلقه۔۔۔ الخ کلام مبتدا لبیان خلقه الانسان۔ السبیل منصوب بفعل مضمر یدل علیه المذکور ای یسر السبیل یسره کلا ردع و زجر للانسان الکافر عما هو علیه من التکبر و الاصرار علی الکفر۔ لما بمعنی لم و فاعل یقض عند الجمهور هو الانسان و قیل الله تعالیٰ و فاعل امر هو الله جل ذکره۔

تفسیر:.....کفار قریش کے بڑے بڑے متکبر و مغرور آنحضرت ﷺ کی محفل میں حاضر تھے جب کہ ابن ام مکتوم ؓ آئے تھے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو ابن ام مکتوم کا سوال ان کے اثناء وعظ میں برا معلوم ہوا تھا کہ اس غریب کی طرف متوجہ ہونے میں ان متکبروں کو برا معلوم ہوگا اور اسی لیے یہ ہدایت کے پانی سے محروم رہ جائیں گے سو اس بات پر تو اول تو حق سبحانہ نے آنحضرت ﷺ کو تنبیہ کی کہ ایسے طالب صادق کی اور غریب آدمی کی خاطر شکنی نہ چاہیے تھی اور اب ان متکبروں کے مایۂ غرور کو باطل کرتا ہے۔

انسان کیسا ناشکرا ہے:..... فقال قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ کہ مارا جائے انسان کیا ہی ناشکرا ہے ہم نے تن درستی دولت مال اولاد اس لیے عطا کیا تھا کہ اس کا شکر ادا کرے اور ہماری طرف متوجہ ہو اور اس کو ہمارا عطیہ سمجھے نہ کہ اور غرور میں آ کر ہمارے سامنے سرکشی کرے

میرے فرستادوں کا کہنا نہ ماننے غریب مفلس خدا پرستوں کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ مجامع خیر وعظ و عبادت میں بھی شریک ہونا عار ❶ جانے۔

فائدہ: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انسان سے مراد خاص اشخاص ہیں پھر بعضے کہتے ہیں کہ عموماً کفار مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں ان میں سے خاص عتبہ ابن ابی لہب مراد ہے جو بڑا متکبر تھا اور گویا یہ آیت خاص اسی کے لیے ہے مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی دولت مند ہو۔

فائدہ: خدائے پاک بددعا خاص محاورہ اور ان کے اسلوب کلام کے لحاظ سے کرتا ہے ورنہ وہ خود غارت کر سکتا ہے اور یہی حال تعجب کا ہے وہ خود جانتا ہے مگر یہ بھی اور اسی قسم کے جمیع الفاظ و جملے محاورے کے لحاظ پر ہیں اس لیے کہ جس زبان میں کلام کیا جاتا ہے اسی کے محاورات استعمال میں لانا فصاحت و بلاغت ہے۔

اس کے بعد انسان کے تکبر کو باطل کرنے کے لیے آپ ہی پوچھتا ہے کہ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے؟ پھر آپ ہی جواب دیتا ہے مِنْ نُّطْفَةٍ کہ ایک بوند یعنی منی کے ناپاک قطرہ سے یہ حضرت کی اصل ہے جو بدن پر یا کپڑے پر لگ جائے تو دھوئے بغیر چارہ نہ ہو پھر اس پر یہ غرور یہ فوں فاں کہ ہم چومن دیگرے نیست پھر اس قطرہ میں کیا کاری گری کر کے انسان کو بنایا خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اس منی کے قطرے سے انسان کی آفرینش کی اس میں سے اعضاء بدن مناسبت بنائے جان ڈالی رحم میں حیض مادر سے جو وہ بھی بے حس چیز ہے غذا پہنچائی۔ اے واہ آفرینش ایسی چیز سے کہ پیشاب کی راہ سے نکلی اور دوسری پیشاب گاہ کے راستے سے رحم میں گئی یہ ہے حضرت انسان کے وجود دنیاوی کی اصل جس پر یہ غرور ہے۔ پھر پیدا کر کے یوں ہی بے کار نہیں چھوڑ دیا بلکہ فَقَدَّرَهٗ اس کا اندازہ کیا عمر کا اندازہ رزق کا اندازہ جو کچھ دنیا میں نیک و بد کام کرے گا سب کا اندازہ کیا رحم میں رہنے کا اندازہ کیا۔

فائدہ: اس میں تعقیب بیان کے لیے ہے نہ کہ تعقیب تقدیر کے لیے اس لیے کہ جب پیدا کیا تھا جب ہی بلکہ اس کے پہلے ہی اس کی سب باتوں کا اندازہ علم ازلی میں ہو چکا تھا ابوداود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہر ایک بندے کے پیدا ہونے سے پہلے پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکتا ہے اس کی اجل سے اور اس کے عمل (خیر و شر) اور اس کے سکون و قرار اور اس کی حرکت و اضطرار اور اس کے رزق سے (رواہ احمد) یہاں تک کہ انسان جو پیدا ہو کر بڑھتا ہے خواہ جسم میں ترقی کرے جیسا کہ لڑکا، یا علوم و معارف میں ترقی کرے یا کسب اموال میں سب کچھ پہلے ہی سے مقدر ہو چکتا ہے جسمانی حرکت میں کیا ممکن ہے کہ لڑکی لڑکے کے رستے کو طے کرے جہاں جہاں بال برآمد ہونے قضا و قدر نے مقرر کر دئے ہیں وہیں سے برآمد ہوتے ہیں پھر اعضائے جسم کی بالیدگی میں ذرا بھی تناسب میں فرق نہیں ہوتے پاتا کیا ممکن ہے کہ قوی نامیہ ناک کو ٹانگ کے برابر بڑھائیں یہ اندازہ ماں کے پیٹ میں رہنے سے پہلے ہو چکتا ہے۔

سبیل کی تفسیر: ...... پھر جب اپنی عمر طبعی کا ایک زمانہ اس تنگ و تاریک مکان میں پورا کر چکتا ہے اور اب وہ مکان اس کی آئندہ ترقیوں کے قابل نہیں رہتا تو قضاء و قدر اس کو اس تنگ رستہ سے باہر لاتی ہے ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ﴿۲۰﴾ اور اس تنگ رستہ کو اس پر سہل کر دیتی ہے نو مہینے کے پورے پاٹھے بچے کو خیال کرو اور عورت کی اندام نہانی کو خیال کرو کیسا تنگ رستہ ہوتا ہے مگر کس حکمت سے باہر نکالتے ہیں اول تو

❶ آج کل یورپین عیسائی دین دار عبادت گاہوں میں بھی دیسی لوگوں کو اپنے ساتھ اپنے تکبر نے شریک ہونا پسند نہیں کرتے چہ جائے کہ ساتھ کھانا اور بیٹھنا یہ دعویٰ دین داری اور یہ غرور۔ اس سے موجود مذہب عیسوی کے پیروؤں کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اب کہاں تک ان میں مذہب عیسوی کا اثر تام باقی ہے اور یہی حال رحم دلی، پرہیزگاری، پابندی عہد، ادائے حقوق ہمسائیگی کا ہے، خوشبو چلی گئی اس کا دھبہ باقی ہے ۱۲ منہ۔

اندام نہانی میں نرمی اور قدرے وسعت رطوبات کے ذریعہ سے کر دیتے ہیں پھر بچہ بوقت ولادت ملہم غیبی کے کہنے سے پہلے سر باہر نکالتا ہے اور جہاں ایسا نہیں ہوتا بڑی مشکلیں پیش آتیں ہیں اختیار قضا و قدر ثابت کرنے کے لیے کبھی ایسا بھی کر دکھاتے ہیں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ سبیل سے مراد بالخصوص عضو مخصوص ہی نہیں بلکہ عام ہے اس کو بھی شامل ہے اور پیدا ہونے کے بعد اور سب رستوں کو شامل، چنانچہ پیدا ہوتے ہی اس کو ماں کے پستان سے دودھ پینے کا راستہ آسان کر دیتے ہیں ہاتھ سے پستان پکڑ کے چوستا ہے اور بھوک کا اظہار اپنے رونے سے کرتا ہے اور منہ میں پستان کو کس انداز سے دباتا ہے کہ دودھ نکل آئے، پھر اس کی اور غذاؤں کا رستہ آسان ہوتا ہے کہ دو دانت بر آمد کر دیتے ہیں جس سے روٹی کا ٹکڑا کھانا آسان ہو جاتا ہے۔

پھر اس کو معاش کے رستے آسان کر دیتے ہیں حرفت، صنعت، زراعت، تجارت میں کیسی کیسی ایجادیں کرتا ہے اسی طرح تندرستی بیماری سفر و حضر مقابلہ اعداء بنائے مکان دیگر اسباب آسائش کے طریقے اس کے لیے تا زیست آسان کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ بری سفر کی آسانی کے لیے ریل اور بحری کے لیے دخانی جہاز بنادیئے یعنی اس کے بنانے کے علوم اس کے دل میں القاء کیے الغرض اس کے ہر ایک کمال تک پہنچنے کے رستے آسان کیے خیر و شر نفع و نقصان میں امتیاز کرنے کے لئے عقل عطا کی یہاں تک کہ راہ آخرت کو اور راہ وصول الی اللہ کو بھی (کتابیں اور انبیاء علیہم السلام بھیج کر اور مرشدوں اور اور ہادیوں کو قائم کر کے) آسان کر دیا اور اسی شقاوت کے رستے بھی بدنصیبوں کے لیے آسان کر دیے کسی نے شراب ایجاد کی، کسی نے اشعار اور مزامیر سے قوای شہوانیہ کو حرکت دی، فواحش کے گلے میں بدکاری کا طوق ڈالا' دینیات سے غفلت کے پردے ڈالے، نادیدہ امور آخرت پر توہمات کے پتھر برسائے، شبہات کے عمیق گڑھوں میں گرے یہ سب رستے شقاوت کے ہیں ان کو بھی قضا و قدر نے آسان کر دیا۔ زانی کو جس طرح عورت فاحشہ کا ملنا آسان کر دیا اسی طرح باخدا کو رات میں جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کر دیا۔ بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھ کر مال و زر جمع کرنا آسان کیا تو سخی کے لیے صرف کرنا نامرد کو بھاگنا تو شجاع کو میدان جنگ میں کود پڑنا پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بے حیائی یہ تمامی حیات دنیا کا مختصر سا نقشہ ہے اس مختصر جملہ میں ختم کر دیا۔

عالم آخر کا بیان: ......اس کے بعد دوسرے عالم کا حال بیان فرماتا ہے فقال ثُمَّ اَمَاتَہٗ پھر اس انسان کو موت دی جیسا پیدا ہونا بے اختیار تھا ویسا ہی مرنا بھی بے اختیار ہے۔ لاکھ تدبیر کرے کہ نہ مرے یا ضعف و پیری مرض وغیرہ اسباب کو نہ آنے دے یا آئے ہوئے کو دفع کر دے ہرگز نہیں کر سکتا دنیا میں بڑے سے بڑے حکیم و دانش مند آئے کلیں ایجاد کیں کہربائی قوتیں دریافت کیں بڑے بڑے علوم ایجاد کیے مگر موت کو دفع نہ کر سکے یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کا ایک بڑا نمونہ ہے اور یہ موت دوسرے جہاں میں پہنچانے کا دروازہ ہے تاکہ جو کچھ ان کمالات کے حاصل کرنے میں محنت و مشقت کی تھی ان کا ثمرہ پائے اور جو کچھ برے کام کیے تھے تن پروری و شہوت پرستی میں عمر گراں مایہ برباد کی تھی اب دیکھیے اس کا وہ محبوب جسم اور وہ لذائذ جسمانی کس طرح سے اس سے چھوٹتے ہیں اور پھر وہاں اس فعل بد کا کیا برا نتیجہ پاتا ہے۔

درحقیقت موت بھی ایک بڑی نعمت ہے اگر مدت جیے تو پھر زیست کی تلخی بھی ایسی دیکھے کہ الٰہی توبہ، چہ جائے کہ کبھی نہ مرے اور نیز پہلوں کی وراثت پچھلوں کو نہ پہنچے آیندہ آنے والوں کے لیے دنیا تنگ ہو جائے اور بالخصوص اہل سعادت کے لیے تو موت بہت بڑی نعمت ہے یہی دنیا کی کشاکش اور مشقت عمل سے ان کو رہائی دیتی ہے اور اسی لیے یہ لوگ موت کے آرزومند رہا کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے لیے سخت قید خانہ ہے۔ چند برسوں رہ کر اس عالم جاودانی کو دیکھنے والوں یا یقین کرنے والوں کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے دل بھر جاتا ہے۔

دلاتا ہے کے دریں کاخ مجازی ☆ کنی مانند طفلاں خاک بازی

الغرض جس طرح ماں کے پیٹ کی منزل سے ترقی کرنے کے لیے باہر آتا ہے اسی طرح اس منزل تنگ و تاریک سے بڑی ترقی کرنے کے

لیے جاتا ہے یہ موت وہاں کی ولادت ہے پھر اس کو موت دے کر نیست و نابود نہیں کر ڈالتے بلکہ فَاَقْبَرَهٗ اس کو قبر میں ہی داخل کرتے ہیں۔

قبر کی کیفیت:...... قبر شرع میں عالم برزخ کا نام ہے خواہ کوئی دریا میں ڈوب گیا یا آگ میں جل جائے یا اس کی لاش ہوا میں لٹکتی رہے بہر حال اس کو قبر میں جانا ہوتا ہے وہاں اس کو ثواب و عذاب بھگتنا ہوتا ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ خدا تعالیٰ مرنے کے بعد قبر میں رکھتا ہے تناسخ کے طور یا کسی اور طریقہ پر یا کسی طرح سے پھر کر اس جہاں میں نہیں آتا جیسا کہ ماں کے پیٹ سے نکل کر بار دگر اس میں نہیں جاتا۔

عرف میں قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں لاش دفنائی جاتی ہے یہ بھی بندے کے لیے نعمت ہے جس کی تعلیم قابیل کے عہد میں ہوئی اس سے پہلے جانوروں کی طرح لاش پڑی سڑا کرتی تھی کتے گیدڑ چیل کوے کھایا کرتے تھے مرنے والے کی کمال بے حرمتی ہوتی تھی اور نفرت ہوتی تھی اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی امراض پھیلتے تھے لوگ گھن کھاتے تھے پھر جب اس کو دفنا دیا تو یہ سب باتیں جاتی رہیں پردہ میں ڈھک گیا یہ تعلیم بھی ایک انعام الٰہی ہے جس لیے فَاَقْبَرَهٗ کے جملے میں یاد دلایا۔ پارسی یعنی مجوسی تو اب تک اپنے مردوں کی لاش کو اس جاہلانہ دستور کے موافق یوں چھوڑ دیتے ہیں صرف اتنی بات کرتے ہیں کہ ان لاشوں کے لیے ایک مکان بنا دیتے ہیں کنوئیں کی طرح کا اور اس میں ایک دروازہ ہوتا ہے اور لاش کو اس میں دھر کر وہاں سے چلے آتے ہیں گدھ اور چیل کوے اس کو کھاتے ہیں اور اس مکان کو یہ دخمہ کہتے ہیں اور اکثر ہنود آگ میں جلا دیتے ہیں باقی اور تمام اقوام مسلمان عیسائی یہودی و دیگر اقوام خاک میں دباتے ہیں۔

جلانے سے دفنانا بہتر ہے:...... ہنود کہتے ہیں کہ دفنانے سے جلانا بہتر ہے اول یوں کہ آگ پاک کر دیتی ہے اور زمین کو ناپاک کرنا وہاں مردے کو سڑانا ہے جا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آگ پاک نہیں کرتی بلکہ فنا کرتی ہے اور جلانے میں مردے کی لاش کی بڑی بے حرمتی ہے دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دور دور بد بو پھیلتی ہے اور پھر راکھ پاؤں میں روندی جاتی ہے اڑتی پھرتی ہے ناپاک چیزوں پر بھی اڑ کر پڑ جاتی ہے اور پھر مردے کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا نہ دوستوں عزیزوں کو اس کی یاد دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کا موقع رہتا ہے نہ محبوں کو قبر دیکھ کر دل ٹھنڈا کرنے کی جگہ رہتی ہے اور اسی لیے قبر میں دفنائی ہوئی میت کو اپنی لاش سے ایک روحانی تعلق باقی رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں سے برکات و فیوض مشاہدہ ہوتے ہیں برخلاف جلا دینے کے کہ جسم سے بالکل تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور دھوئیں اور آگ سے ارواح کو آمیزش ہو کر شیاطین و جنات سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

مردہ کو دفنانے کی چند مصلحتیں:...... دفنانے میں اور بھی مصالح ہیں۔

اول: یہ کہ انسان کا مادہ خاک ہے تو اس کو اس کی اصل خاک ہی کی طرف پھیر لانا چاہیے جیسا کہ فرمایا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۞ یہ آگ سے نہیں بنا تھا کہ اس کو آگ کے حوالے کیا جاتا ہے۔

دوم: اس دفنانے میں انسان کے فطرتی سفر اور اس کی منازل اور ان کی مشابہت کو باقی اور برقرار رکھنا ہے برخلاف جلا دینے کے کیونکہ ماں کا پیٹ اس کی ایک منزل تھی جس کے بعد وہ اس عالم میں آیا ہے اب یہاں کا سفر تمام کرنے کے بعد جب قبر میں دفنایا گیا تو گویا دوسرے جہاں کی رستخیز کے لیے ایک اور نے حمل میں آیا اس جہان کی سو پچاس برس کی عمر کے لیے حمل مادری نو مہینے کا کافی تھا مگر اس جہاں کی زندگی ابدی ہے اس کے لیے حمل بھی ایسا ہی طویل و دراز مدت ہونا چاہیے پس نفخ صور ایک دروازہ ہے جس کے بعد حمل قبری سے لوگ پیدا ہو کر اس جہاں میں آئیں گے اور اسی لیے اس حمل قبری کے زمانے کو برزخ کہتے ہیں جو حیات دنیاوی اور حیات آخرت کے درمیان ہے اور اسی لیے کبھی اس کو خواب سے اور قبر کو خواب گاہ سے تعبیر کرتے ہیں اور قبر کو مرقد کہتے ہیں۔

سوم: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو گویا حق سبحانہ اپنی ایک امانت ودیعت رکھتا ہے پھر جس طرح اس کو پالا پرورش کیا جاتا ہے اسی طرح

روح نکلنے کے بعد اس کو دفنانا اور زمین کے سپرد کرنا گویا امانت کو مالک کے حوالے کر دینا ہے اور امانات وخزائن کے لیے زمین ہی موضوع ہے نہ کہ آگ، انہیں معانی کو خیال کر کے شاعر کہتا ہے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم ☆ تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

چہارم: اپنے دوست یا بزرگ کی لاش کو آپ دہکتی آگ میں جلانا اور لاٹھیوں سے اس کی ہڈیوں کو چورا چورا کرنا علاوہ بے ادبی کے انسانی رحم دلی اور مروت ومحبت کے بھی برخلاف ہے، برخلاف اس کے باعزت وشان اس کو ایک شائستہ طور پر زمین میں دفن کرنا گویا اس کو ایک مکان یا تہ خانہ میں پہنچانا ہے۔

پنجم: دفنانے سے بسا اوقات بہت سی جانیں جو حکماء کے اشتباہ سے مردہ سمجھ کر دفن کر دی گئیں کسی وجہ سے جلد قبر کھل جانے پر زندہ نکل آئے اور پھر برسوں جئے، جلا دینے میں یہ احتمال بھی باقی نہیں رہتا اس کے علاوہ جو ظالموں نے کسی کو زہر دے کر یا گلا گھونٹ کر یا قتل کر کے دفن کیا تھا موقع پر مطلع ہو جانے کے بعد لاش سے ملاحظہ جرم بھی ممکن ہے مگر جلا دینے میں پورا پورا اخفاء واردات ہے جس میں ستم گاروں کو اپنی اس وحشیانہ حرکت پر پورا پورا اطمینان ہوتا ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔

احوال بعثت بعد الموت:۔۔۔۔۔ پھر اس حمل قبر کے بعد جو ایک اور نئی زندگانی کی ولادت ہوگی اس کا حال بیان فرماتا ہے فقال ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ کہ پھر جب چاہے گا اللہ تعالیٰ اس مردہ کو اس کی قبر سے زندہ کر کے کھڑا کر دے گا تاکہ اُس جہاں میں اس جہاں کے اعمال خیر وشر کا پورا بدلہ پائے گویا یہاں آ کر اتنی الٹ پلٹیوں کے بعد انسان اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا اور اب یہاں سے اس کو اور کہیں جانا نہیں اسی لیے اس جہاں کے کارآمد افعال واعمال وعقائد تعلیم کرنے کے لیے حضرت انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے کہ ان سے خبر پا کر وہاں کے لیے بڑی سرگرمی سے تیاری کریں۔

لیکن كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ کہ بے شک انسان نے پورا نہیں کیا جس کا اس کو حق سبحانہ نے بمعرفت انبیاء علیہم السلام اسی کی بھلائی کے لیے حکم دیا تھا یا یوں کہو کہ انسان اس جہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر جو اس کو بے سابقہ عمل عطا ہوئیں یہ قیاس کرتا ہے کہ وہاں بھی بغیر عمل وایمان یوں ہی نعمتیں ملیں گی اس لیے اس کے جواب میں فرماتا ہے کلا ہرگز نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا اس لیے کہ پہلے یہ مامور نہ تھا اب مامور ہوا نیک وبد کی تمیز دی گئی تعمیل احکام کی طاقت دی گئی اس پر جو اس نے نافرمانی کی مضر چیزوں اور برے کاموں کو عمل میں لایا عمدہ کو چھوڑا جن کا اثر اس کی روح پر پہنچا ضرور سزا وجزا پائے گا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہرگز نہیں اللہ نے کبھی وہ قضاء وقدر میں مقرر نہیں کیا ہے جو انسان اپنی خواہش سے اپنے لیے آپ تجویز کرتا ہے اور امر کرتا ہے کہ مجھے یوں ملے گا اور یہ پاؤں گا جیسا کہ ہنود وعیسائی من گھڑت باتیں بتایا کرتے ہیں انسان کی ابتداء وانتہاء کن مختصر الفاظ میں بیان فرما دی۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔۔۔۔ پھر آدمی اپنی خورش ہی کو دیکھے کہ ہم نے اس کو کس طرح پیدا کیا؟ ﴿۲۴﴾ کہ ہم نے اوپر سے پانی برسایا ﴿۲۵﴾ پھر ہم نے زمین کو چیر پھاڑ کر ﴿۲۶﴾

اس میں اناج اگایا㉗ اور ان کو انگور اور ترکاری㉘ اور زیتون اور کھجور㉙ اور گھنے باغ اور میوے㉚ اور چارہ (اُگایا)㉛ تمہارے چار پایوں کے برتنے کے لیے㉜۔

ترکیب:......انا قرأ الجمهور بالکسر علی الاستئناف و الکوفیون بالفتح علی انه بدل من طعامه بدل الاشتمال لان نزول المطر سبب لحصول الطعام فهو کالمشتمل علیه او یتقدیر اللام ای لانه و المعنی فلینظر الانسان الی انا صببنا الماء صبا۔ و عنبا معطوف علی حبا و انبات العنب باعتبار شجرته۔ و کذا قضبا فیه قولان الاول انه الرطبة و هی التی اذا یبست سمیت بالقت و اهل مکة یسمو انها بالقضب و اصله من القطع و ذلک لانه یقضب مرة بعد مرة اخری و هذا قول ابن عباس رضی اللہ عنہ و الثانی هو قول المبرد انه العلف بعینه و به قال الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ قضیب اقتضاب بریدن و اقتضاب الکلام ارتجاله و قضبه ای قطعه قضب و قضبه سپست زار قضیب شاخ درخت قضبان جمع و نره خر و غیره آن۔ قضیب شاخ بریدن از درخت در بیهار قضابه بالضم شاخ ریز هائے بریده افتاده (صراح) و نخلا معطوف علیه جمع نخلة۔ و کذا حدائق جمع حدیقة و هی البستان۔ غلبا جمع اغلب و غلباء کما یجمع احمر و حمراء علی حمر۔ یقال حدیقة غلباء ای غلیظة الشجر ملتفة و یقال رجل اغلب اذا کان عظیم الرقبة و یقال اسد اغلب لانه مصمت العنق۔ و ابا الاب هو المرعی قال صاحب الکشاف لانه یؤب ای یوم و قیل الاب الفاکهة الیابسة لانها تؤب للشتاء ای تعد۔ متاعا منصوب لانه مفعول له لانبتنا و قال الزجاج هو منصوب لانه مصدر مؤکد قوله فانبتنا لان انبات هذه الاشیاء امتاع للانسان و الحیوان۔

تفسیر:......قرآن مجید کی عادت ہے کہ کسی مقصد پر دلائل النفس کے بعد دلائل آفاق بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے یہاں غرور انسان کا ابطال کیا تھا اور مقصود تر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے رد شرک و اثبات توحید ہو یدا تھا اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر واحد لاشریک انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے اور اس کے اعمال نیک و بد کی جزا و سزا بھی دے سکتا ہے۔

زندگی کے اسباب وسامان سے دلائل:......اس مقصود کے اثبات کے لیے پہلے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جن کا خود انسان کی پیدائش اور اس کے حالات سے تعلق تھا اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے فقال فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ﴿۲۴﴾ کہ کس طرح پیدا کیا ہے اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا﴿۲۵﴾ کہ ہم نے اوپر سے پانی برسایا بادلوں کا پیدا کرنا اور پھر ان میں سے پانی برسوانا کیا اے بنی آدم! تمہارے کسی علم و حکمت کا اثر ہے؟ ہرگز نہیں ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا﴿۲۶﴾ پھر ہم نے حکمت بالغہ سے زمین کو پھاڑا کہ اس میں سے سہولت سے گھاس اور جڑی بوٹیاں برآمد ہوتی ہیں اُن جڑی بوٹیوں کا وجود آسمانی پانی سے ہے وہ بمنزلہ نطفۂ انسانی کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم کے ہے اور نباتات بمنزلہ مولود کے ہیں پھر زمین کو پھاڑ کر فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا﴿۲۷﴾ ہم نے اس زمین میں سے اناج نکالا یعنی جن سے دانہ پیدا ہوتا ہے جیسے گیہوں، چنا، جوار، باجرہ، جو انسان کے کھانے میں آتے ہیں۔

اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وَّعِنَبًا انگور بھی اگائے یعنی اس کی بیل بھی اُگائی انگور میں غذائیت بھی ہے کہ صرف اسی کو کھا کر پیٹ بھر سکتا ہے اور میوہ پن بھی ہے اور پھر انگور سے سینکڑوں کارآمد چیزیں بنتی ہیں اور اسی پر بھی بس نہیں کی بلکہ وَّقَضۡبًا یعنی جن کو بغیر پکانے کے یوں بھی توڑ توڑ کر کھاتے ہو جیسے مولی، گاجر، شلغم، پیاز، کھیرا، ککڑی، خربوزہ، تربوز وغیرہ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وَّزَيۡتُوۡنًا یعنی زیتون بھی پیدا کیا کہ جس کا تیل بہت سے کام آتا ہے اور اس کی لکڑی سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور ایسے بھی میوے پیدا کئے جو

مہینوں رہ سکیں اور دور دراز ملکوں تک جا سکیں اور جن کو کھا کر انسان مدتوں زندہ رہ سکے یعنی وَّنَخْلًا کھجور۔ یہ بھی بہت کام آتی ہے اس کا بھی کھانے کے سوا عمدہ سرکہ اور شراب بنتی ہے اور سال بھر تک اس کو رکھ کر کھا سکتے ہیں اس کی مٹھائی عمدہ عمدہ کھانوں میں پڑتی ہے۔

اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وحدائق باغ پیدا کیے جن میں طرح طرح کے پھل اور پھول اور کارآمد میوے ہوتے ہیں اور باغ بھی کیسے؟ غُلْبًا گھنے کہ جن کے سایہ میں سرور اور دل کو نور پیدا ہوتا ہے اور ان کو بڑے بڑے موٹے درخت پیدا کیے کہ میوے دینے کے علاوہ ان کی لکڑی عمارت اور دیگر اشیاء میں کارآمد ہوتی ہے گاڑیاں بنتی ہیں صندوق بنتے ہیں اور پلنگ اور کرسیاں اور کیا کیا آرائش اور راحت کے سامان تیار ہوتے ہیں اور باغ کے علاوہ وَّفَاكِهَةً اور بھی صحرائی میوے پیدا کیے جنگلوں اور پہاڑوں میں کیسے کیسے خودرو درخت میوے دور پہاڑوں میں کیسے کیسے عمدہ پیڑ اور جھاڑ ہیں صحرائی شریفہ اور کیلا اور بہت سی چیزیں ہیں جن کو وہاں کے لوگ جانتے ہیں اور ان کے علاوہ وَّاَبًّا خودرو گھاس اور چارہ بھی پیدا کیا۔

یہ سب چیزیں کس لیے پیدا کیں مَّتَاعًا لَّكُمْ تمہارے فائدہ اٹھانے کو وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چار پایوں گائے، بیل، بھیڑ، بکری بھینس، گھوڑے، اونٹ کے لیے کہ وہ جانوران چیزوں کو کھا کر زندہ رہیں اور تم ان سے فائدہ اٹھاؤ کسی کا دودھ پیو کسی کے بچے لو کسی کے بالوں کو کام میں لاؤ عمدہ عمدہ شالیں اور دوشالے بناؤ اور کسی کو فربہ کر کے اس کا گوشت کھاؤ اور کسی پر سواری کرو اور کسی پر بوجھ لادو۔

اب ہر ایک بات کو غور کرو تو آپ معلوم ہو جائے گا کہ یہ کارخانہ خود بخود نہیں بن گیا ہے جیسا دہریہ اور طبعیہ کہتے ہیں ضرور تمہارا نور عقل تم کو رہنمائی کرے گا کہ ضرور بالضرور ان سب چیزوں کا خالق جس نے ہر ایک میں ایک کیا ہزاروں مصلحتیں اور قدرت کاملہ کے نمونے رکھے ہیں ان سب سے بالا بڑا قادر حکیم ہے اور اس کے علاوہ وہ اے بنی آدم تم پر رحیم بھی ہے کہ اس نے صرف تمہارے پیٹ بھرنے کے لیے کیسے سامان پیدا کیے۔

ابرو باد مہ و خورشید و فلک در کار اند ☆ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ایں ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ☆ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

پھر جس قادر مطلق نے آسمانی بوند سے یہ چیزیں بنائیں اور ایک بوند سے تم کو بنایا اور عرصہ وجود میں کیسی کیسی پلٹیاں دیں ہر دن ایک نیا روپ اس کا بدلا اس کی ابتداء میں کچھ اور ہی قدرت کا جلوہ دکھایا اور اس کے شباب میں اور ہی شان نمایاں کی اور اس کے اخیر میں جبروت کی اور ہی تجلی دکھائی۔ اس شے کو قدرت کا گھوڑا بنا کر اس کو میدان وجود میں کیسا دوڑایا ہر شئی ہر قدرت کو سوار کیا۔ وہ انسان کو جو صرف اشرف المخلوقات ہے اسی میدان میں ٹکرا کر نیست و نابود کر دے گا یا اس کو کسی اور جہاں میں نہ لے جائے گا؟ ضرور لے جائے گا انسان کی اندرونی و بیرونی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ تیز رو کہیں اور جانے والا ہے اور یہ دانہ قبر میں بھی ضرور پھرا گے گا۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ
يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع

ترجمہ:......پھر جب کہ وہ شور برپا ہو۳۳ جس دن کہ انسان دور بھاگے گا اپنے بھائی سے۳۴ اور ماں باپ سے۳۵ اور بیوی سے اور اولاد سے (دور بھاگے گا)۳۶ ہر شخص کی (اس روز) ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پروا کردے گی (ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی)۳۷ کتنے ایک چہرے تو اس روز دمکتے۳۸ ہنستے شاداں ہوں گے۳۹ اور کتنے ایک مونہوں پر اس دن خاک پڑی ہوگی۴۰ (اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی۴۱ یہ وہی منکر بدکار ہوں گے۴۲۔

ترکیب:...... فاذا حرف الشرط۔ جاءت فعل۔ الصاخة فاعله و الجملة شرطية و الجواب محذوف يدل عليه الكلام الآتي و هو لكل امرئ منهم۔۔۔ الخ الصاخة الصيحة و سميت بها لشدة صوتها كانها تصخ الآذان اى تصمها فلا تسمع و اصل الكلمة من الصخ و هو الطعن و الصك يقال صخ راسه بحجر اى شدخه و الغرب يصخ بمنقاره فى دبر البعير اى يطعن و هى النفخة الاخيرة و الفاء للدلالة على ترتب ما بعدها على ما قبلها۔ يوم منصوب بمقدر اى اعنى و يكون تفسيرا للصاخة او بدل من اذا جاء۔ لكل امرئ منهم خبر۔ شان يغنيه مبتدأ۔ يومئذ ظرف له و الجملة مستانفة مسوقة لبيان سبب الفرار۔ وجوه مبتدأ و النكرة لوقوعها فى مقام التفصيل و التوزيع صلحت للابتداء۔ يومئذ متعلق به۔ مسفرة خبر اول۔ ضاحكة خبر ثان۔ مستبشرة خبر ثالث۔ و وجوه يومئذ مبتداء۔ عليها غبرة خبر۔ ترهقها قترة خبر ثان رهق بالتحريک برشستن گرد بر چیزے وفرو پوشیدن (منتخب ک ا ف ۲) قوله تعالى يرهق وجوههم قترة و لا ذلة و فى الحديث اذا احدكم اى الشىء فليرهقه اى فليغشه و لا يبعد منه۔ وجور بر حرام وتباہی داشتن یقال فیہ رہق وستم کردن قوله تعالى فلا يخاف بخسا و لا رهقا اى ظلما و سفاهيت و طغيان قوله تعالى فزادوهم رهقا اى سفها و طغيانا و نزدیک آمدن در یافتن چیزے را (صراح)

قتر قترة بفتحتين گرد قتر جمع تقتير اقتاد کذلک وبوے بریان برانگیختن وبخور کردن ودرویش شدن مرد۔

غبر غبار بالضم غبرة بفتحتين گرد غبر بالضم تیرگی (صراح) قال زيد بن اسلم القترة ما ارتفعت الى السماء و الغبرة ما انحطت الى الارض و قال ابن عباس رضی اللہ عنہما القترة سواد الوجه اولئک مبتداهم الكفرة ـــ خبر كفرة جمع كافر و الفجر جمع فاجر و لا فاجر المائل عن الحق۔

تفسیر:... اور یہ کب ہوگا فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ۳۳ جس دن کہ صاخہ آئے یعنی قیامت جس کے نفخ صور سے شور برپا ہوگا۔

فائدہ: قیامت کو اس کے اوصاف ہیبت ناک کی وجہ سے ہر ایک وصف سے یاد کیا گیا ہے کبھی اس کو طَآمَّةُ کُبْرٰی کبھی وَاقِعَہ کبھی اَلْقَارِعَةُ کبھی اَلصَّآخَّة۔

نفسا نفسی کا عالم:......وہ کیسا دن ہوگا اور کب اس کا ظہور ہوگا یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۳۴ جس دن کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا یعنی اس کی مصیبت میں شریک ہونا پسند نہ کرے گا اپنی ہی خلاصی کی پڑی ہوگی وَاُمِّهٖ اور اپنی مادر مہربان سے بھی آنکھیں چرائے گا نا اہل تو دنیا میں بھی ماں سے منہ پھیر لیتے ہیں، بیوی پر فدا ہوتے ہیں وَاَبِيْهِ اور اس کے بعد باپ کی طرف توجہ ہوتی ہے سو اس روز باپ سے بھی الگ ہو جائے گا اس کی شفقت پرورش کا کچھ خیال نہ آئے گا وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کی بھی کچھ پروانہ کرے گا آج جس کو مال وعزت و گھر کی تمام برکات کا خزانچی جانتا ہے حرام حلال جو ملتا ہے اسی کے آگے لا کر دھرتا ہے اور اس کی غیرت کے لیے جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے جو اس کی بڑی مونس درد وغم کی شریک اور بڑی دل ربا اور معشوق ہوتی ہے اس روز اس سے بھی منہ پھیر لے گا جن کے لیے آج دنیا میں خدا کو بھولا ہوا ہے اور رات دن انہیں کے لیے مال و زر جمع کرنے میں کوشش کرتا ہے۔

ان آیات میں غالباً ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے اس لیے کہ سب سے اول انسان کو اولاد اور ان میں نرینہ اولاد پیاری ہوتی ہے اس کے بعد بیوی پھر اس کے بعد باپ کہ جوانی میں بوڑھے باپ کا تزکیہ ملنے کی امید ہوتی ہے اس کے بعد ماں اس کے بعد بھائی سوادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک جو کچھ اس کے لخت جگر اور محبوب دلی ہیں اور جن کی محبت و ہمدردی ایک فطری بات ہے خاص لوگوں کے سوا جس کو دیکھو انہیں کی محبت میں سرگرداں ہے اور انہیں کے خیال کی بھری بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اس روز ایسی آپا دھاپی ہوگی کہ ان سے بھی کنارا کرے گا اور کسی کے بدلے آپ سزا پانا ہرگز قبول نہ کرے گا بلکہ اپنے حسنات میں حصہ دینا بھی گوارا نہ کرے گا جب ان سے یہ حال ہوگا تو اور رشتہ داروں دوستوں ہم وطنوں کی تو کیا پرواہ ہوگی۔

یہی مضمون اور کئی ایک جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۔ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وغیرہ امن الآیات ۔ اور کیونکہ ایک دوسرے کی پروا نہ کرے گا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ کہ ہر ایک شخص ان مذکور لوگوں میں سے اپنی ایک ایک ایسی حالت میں ہوگا کہ وہ حالت اس کو دوسروں سے بے پروا کر دے گی اپنی پڑی ہوگی دوسرے کی خبر نہ ہوگی اور مصیبت میں ایسا ہوا کرتا ہے۔

فائدہ: یہ حالت کب تک؟ قیامت میں اس وقت کہ قہر و جبروت الٰہی کا ظہور ہوگا اور دروازہ شفاعت کا نہ کھلا ہوگا ہر ایک نبی نفسی نفسی کرے گا سب اولین و آخرین حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے کہ آج آپ جو سب کے باپ ہیں شفاعت کیجیے وہ کہیں گے نوح کے پاس جاؤ اسی طرح وہ کہیں گے ابراہیم کے پاس جاؤ وہ کہیں گے موسیٰ کے پاس جاؤ وہ کہیں گے عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ کہیں گے حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ آج اس کے قابل وہی ہیں پھر سب آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں گے آپ شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت قبول ہوگی پھر اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء و صلحاء شفاعت کریں گے اور حساب شروع ہوگا۔

تب وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ اس دن بہت سے منہ روشن ہوں گے خصوصاً جب کہ ان کو نعیم جنت اور عطاء کا ملنا معلوم ہوگا یہ نیک لوگ ہوں گے بزرگوں نے فرمایا ہے یہ وہ ہوں گے جو رات کو اندھیرے میں نماز پڑھا کرتے تھے یا جن کے چہروں پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا تھا یا جن کے چہروں پر سعادت کے حاصل کرنے اور اعمال کی مشقت بھوک پیاس کی شدت اور خوف الٰہی سے تیرگی پیدا ہوئی تھی یا آثار وضو سے ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ ہنستے ہوں گے بشاش ہوں گے حساب سے فارغ ہو کر جنت میں جاتے وقت جو دنیا میں خوف الٰہی سے روتے اور غفلت و اعمال بد پر غمگین ہوں گے وہ اس روز ہنستے اور بشاش ہوں گے یہ اہل سعادت کا (حال) ہوگا۔

اس کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان فرماتا ہے وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ کہ بہت مونہوں پر اس روز غبار پڑا ہوگا جو نعیم دنیا میں چپڑے چکنے چہرے رکھتے تھے اور خدا سے غافل تھے تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اور جہنم اور اعمال بد کی سزا میں سامنے دیکھ کر چہروں پر سیاہی چڑھ جائے گی یا پھٹکار کی سیاہی یہ کون ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ یہ کافر بدکار ہیں کفر اور اس کے ساتھ بدکاری اور بھی غضب ہے سبحان اللہ انسان کی ابتداء اور حالت حیات و ممات ودو آخرت کی کیفیت کن مختصر الفاظ میں کس دل کش انداز سے بیان فرمائی یہ کمال اعجاز ہے۔

اٰیَاتُهَا ۲۹ ﴿۸۱﴾ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۷﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ تکویر مکیہ ہے اس میں انتیس آیات اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③
وَإِذَا الْعِشَارُ* عُطِّلَتْ ④ وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥
وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ⑧ بِأَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ⑨ وَإِذَا
الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ⑪ وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ⑫ وَإِذَا
الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ⑬ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ⑭

ترجمہ: ... جب کہ سورج دھندلا ہو جائے ① اور جبکہ ستارے دھندلے ہو جائیں ② اور جب کہ پہاڑ اڑتے پھریں ③ اور جب کہ گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں ④ اور جب کہ جنگلی جانوروں میں رول پڑے ⑤ اور جب کہ دریاؤں میں جوش ہو ⑥ اور جب کہ جانوروں کے جوڑے لگائے جائیں ⑦ اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جائے ⑧ کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی ⑨ اور جب کہ نامۂ اعمال کھولے جائیں ⑩ اور جب کہ آسمان کی (نیلی) ❶ چادر اتاری جائے ⑪ اور جب کہ دوزخ دہکائی جائے ⑫ اور جبکہ بہشت پاس لائی جائے ⑬ (تب) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے ⑭۔

ترکیب: ... اذا شرطیة و کذا بعدها و جواب الکل علمت نفس... الخ الشمس مرفوع بفعل محذوف یفسره مابعده لان اذا تطلب الفعل و هذا عند البصریین و صاحب الکشاف و عند الاخفش و الکوفیین یجوز رفعه بالابتداء و قس علیه البواقی۔ و التکویر الجمع ماخوذ من کار العمامة علی رأسه یکورها و المراد ذهاب نور ها و لذا قیل فی التفسیر ای طمست و قال الآخرون انکشف۔ وقیل معنی التکویر الطرح ز السقوط قال الاصمعی یقال طعنه فکوره اذا صرعه فقوله اذا الشمس کورت ای القیت و رمیت عن الفلک وقیل انها ماخوذة من الفارسیة یقال للاعمی کور کورت ای جعلت اعمی انکدرت ای ساقطت و انقصت یقال انکدر الطائر من الهوی اذا انقض و اصل الانکدار الانصاب۔ العشار جمع عشراء کنفساء جمع نفاس و هی التی اتی علی حملها عشرة اشهر و هی انفس الاموال عند العرب عطلت ای ترکت هملا بلاراع و بلاحلب۔ حشرت جمعت من کل ناحیة و کل شیء من دواب البر لا یستانس

* العشار دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں ۱۲ منہ۔ ❶ یعنی اب جو نیلی چادر اوڑھے ہوئے ہے نیلا دکھائی دیتا ہے یہ اتار لی جائے اور آثار قہر سے سرخ ہو جائے ۱۲ منہ۔

فهو وحش۔ و الجمع وحوش سجرت قرئ بالتخفيف و التشديد۔ قال القشيری هو من سجرت التنور اسجره سجرا اذااحميته نشرت ای فتحت و بسطت للحساب لانها تطوی عندا وت و تنشر عند الحساب۔ کشطت و الکشط القلع عن شدة۔ کشط برہنہ کردن وجل از پشت ستور برگرفتن قشط لغۃ فیہ (صراح) سعرت سعو افروختن آتش وحرب از لفت زلف پیش شدن۔ (صراح)۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن عمر رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا یہی فرماتے ہیں اس سورت کی انتیس آیات ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ منظور ہو کہ قیامت کو آنکھ سے دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ پڑھے۔ (اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وابن المنذر والطبرانی والحاکم) یعنی ان سورتوں میں قیامت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط:...... ربط اس سورت کا سورۂ عبس سے یہ ہے کہ اس میں قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ اس روز بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے اور ماں سے اور خاوند بیوی سے اور باپ بیٹوں سے بھاگے گا۔

حوادثات قیامت

اول حادثہ:...... اب اس سورت میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاخہ کہ جس روز یہ ہوگا کب ہوگا اور اس مصیبت کے اسباب کیا ہوں گے؟ فقال اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ جب کہ آفتاب لپیٹا جائے گا یعنی اس کی روشنی جو پھیلی ہوئی اور تھان کی طرح دنیا میں سفید چادر بچھی ہوئی ہے تہ کردی جائے گی اور آفتاب بے نور پنیر کی چکتی سی رہ جائے گا استعارہ ہے اس کے بے نور ہونے سے یا یہ معنی کہ پھینک دیا جائے اور توڑ دیا جائے اس لیے کہ تکویر لپیٹنے اور پھینکنے کو بھی کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ تخریب عالم کے لیے بارہ نشان بتائے گئے ہیں کہ جب یہ بارہ چیزیں ہوں گی تب عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ ہر ایک جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے ان بارہ میں سے چھ تو وہ ہیں جو صور اول کے بعد رہوں گے اور چھ صور دوم کے بعد ہوں گے اور ان بارہ حوادث کے بعد اس دنیا کا نام ونشان باقی نہ رہے گا اور نفوس انسانیہ کا اس منزل سے یک لخت تعلق منقطع ہو جائیگا اور یہی تعلقات اس کے جہل و بے خبری کے اسباب ہیں پھر جب یہ نہ رہیں گے تو انکشاف تام اور ظہور کلی ہو جانے کے سبب ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اس دنیا کی اندھیری رات میں کیا کیا تھا کوئی بات مخفی نہ رہے گی یہ ہے ان حوادث دوازدہ سے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ کا تعلق اور شرط سے جزا کا ارتباط۔

ان چھ میں سے جو نفخ صور اول کے بعد واقع ہوں گے سب سے بڑا حادثہ آفتاب کا بے نور ہو کر گر پڑنا اور نیست و نابود ہو جانا ہے اس لیے کہ اس دنیا کی بنیاد آفتاب کے نور اور اس کے وجود پر قائم ہے روشنی میں انسان ہر چیز کو دیکھتا ہے اور محسوسات میں امتیاز کرتا ہے اور یہی سبب ہے کہ دن میں اسکے حواس منتشر زیادہ ہوتے ہیں اور اسی سبب سے رات میں اہل مراقبہ و اہل ریاضت اپنی نسبت باطنی کی ترقی کیا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ رات میں عشاق اور بیماروں کو او ہر ایک مبتلائے مصیبت کو اپنا درد زیادہ معلوم ہوتا ہے اور یہی باعث ہے کہ ساحر اور تاثیرات نفسانیہ کے عامل اپنا عمل رات میں زیادہ مؤثر پاتے ہیں اس کے علاوہ آفتاب کی حرارت اور تاثیر سے سینکڑوں چیزیں پیدا ہوتی ہیں انقلابات عظیمہ واقع ہوتے ہیں تغیرات ظہور کرتے ہیں اشیاء کی عمر اور لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا آفتاب ہی کے سبب سے ہے۔ یہ دنیا کا چراغ ہے یہ نہ ہو تو اندھیر ہے اور انہیں باتوں کو مستقل سمجھ کر بہت سی قوموں نے پرستش شروع کردی اور

سورج کو دیوتا کہنے لگے اور ہزاروں منتر اس کی مدح میں بن گئے ہنود کا گائتری منتر اسی کی بے حد مدح ہے جو عمدہ عبادت خیال کی جاتی ہے۔ ہنود کے علماء کو اقرار ہے کہ آفتاب کیا بلکہ عناصر کی مدح اور احکام کی پرستش سے وید بھرے پڑے ہیں آریہ فرقہ وید کو چھپا کر جو تاویلات رکیکہ کرتا ہے اس پر وہ پنڈت ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شرم ناک دھبہ کو یہ تاویلات مٹا نہیں سکتیں۔

اس میں آفتاب پرستوں اور نیز ان طبیعتوں اور دہریوں کا بھی کامل رد ہے جو آفتاب کو پوجتے اور دھر میں اسی کو علت فاعلیہ سمجھتے ہیں اور اسی کو قدیم اور ابدی خیال کرتے ہیں تمہارا معبود ایک روز یوں لپیٹ کر دھر دیا جائے گا۔ آفتاب زمین سے لاکھوں حصہ بڑا ہے جب یہ خراب ہوا تو پھر زمین کی خیر نہیں۔

دوسرا حادثہ:......آفتاب کے بعد اور ستارے ہیں ان کے اجرام کی عظمت بھی زمین سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں درجہ زیادہ ہے لیکن وہ آفتاب سے کم ہیں اگر آفتاب نظر نہ آئے تو یہ ستارے بھی زمین کی زینت اور روشنی کے قنادیل اور تاثیر مختلفہ پیدا کرنے کے اسباب ہیں اس لیے ان کی حالت بھی بیان فرماتا ہے کہ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ اور جب کہ تارے جھڑ پڑیں گے گر جائیں (یہ دوسرا حادثہ ہے) نجم کے لفظ سے روشنی اور ظہور سمجھا جاتا ہے اس لیے ان کے لیے لفظ انْكَدَرَتْ استعمال ہوا جس میں تیرگی کے معنی ہیں یعنی بے نور اور دھندلے ہو جائیں اور کوکب بھی تارے کو کہتے ہیں مگر اس لفظ میں جڑے رہنے اور جمے رہنے کے معنی ہیں اس لیے کوکب کے ساتھ انتثرت کا لفظ استعمال کیا جس کے ظاہر معنی ہیں جھڑ پڑیں یعنی فرمایا وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۔

تیسرا حادثہ:......آفتاب اور ستارے نہ رہیں گے تو کرۂ زمین بھی رخصت ہوگا اس لیے یہ تیسرا حادثہ بیان فرماتا ہے فقال وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ اور جب کہ پہاڑ چلائے جائیں گے یعنی وہ اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھریں جب آفتاب کی یہ حالت اور ستاروں کی یہ نوبت ہوگی تو گویا دنیا کی چھت برباد ہو جائے گی اور زمین کا فرش جس کے لنگر یا میر فرش پہاڑ ہیں وہ یوں اڑتے پھریں گے تو پھر اہل زمین کو کس جائداد اور کس تجارت اور کس مال کی آرزو باقی رہ جائے گی اور کس کی حفاظت اور روک تھام کریں گے؟ کسی کی بھی نہیں بلکہ اپنی ہی پڑی ہوگی۔

چوتھا حادثہ:......اس مضمون کو اس جملہ میں ادا کرتا ہے۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ اور جب کہ حاملہ اونٹنیاں جو بچہ دینے کے قابل ہوں گی یوں ہی بے کار و بے مہار ماری ماری پھریں گی کوئی پرسان حال بھی نہ ہوگا اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مال ہے اور خصوصاً گابھن اونٹنی جو بچہ دینے کو ہو اور بھی نفیس اور مرغوب دل مال ہے اس کی حفاظت و نگاہ داشت بہت کچھ کیا کرتے ہیں اس لیے گابھن اونٹنیوں کے بے کار رہنے کا ذکر کیا یہ چوتھا حادثہ ہے اور اسمیں ایماء ہے کہ جس مال کے جمع کرنے میں یوں عقبیٰ برباد کر رہے ہو اس کی ایک روز یہ حالت ہوگی اور یہ طبعی بات ہے دنیا میں جب کوئی سخت بیمار ہو مبتلائے مصیبت ہو جاتا ہے ایسا کہ بے کل ہو جائے اور چین نہ پڑے اس وقت نہ روپیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کی طرف رغبت رہتی ہے نہ گھوڑے بیل اچھے معلوم ہوتے ہیں نہ مکان و جائداد کا دھیان رہتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ الْعِشَارُ سے مراد پانی بھرے بادل ہیں کہ اس روز معطل ہوں گے۔

پانچواں حادثہ:......اور جب یہ حالت ہو جائے گی تو انسان کیا وحشی جانوروں کے بھی ہوش و حواس بجا نہ رہیں گے وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ اور جب کہ جنگلی جانور جو آج انسانوں سے دور بھاگتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے غیر جنس سے گریز کرتے ہیں ہرن

شیر سے بکری بھیڑیئے سے ان سب پر بوقت نفخ صور یہ ہوں و دہشت طاری ہوگی کہ سب جنگل اور پہاڑ چھوڑ کر آبادی میں پناہ لینے کے لیے آ جمع ہوں گے اور اب بھی جب روآتی ہے یا جنگل میں آگ لگتی ہے ایسے جانور جو انسان سے بھاگتے ہیں امن کی جگہ جمع ہو جاتے ہیں شیر اور جنگلی ہرن وغیرہ کو ایک جا دیکھا گیا ہے۔ مصیبت میں نفرت اور باہمی عداوت کافور ہو جاتی ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُس روز وحوش بھی ان کے باہمی قصاص اور فیصلہ کے لیے جمع ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ وحوش کے حشر سے مراد ان کا مرنا ہے۔ عرب کہتے ہیں حشر تھم السنۃ جب کہ لوگوں کے مال اور جان قحط سے تلف ہوں۔

چھٹا حادثہ:......اس کے بعد چھٹے حادثہ کو بیان فرمایا وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ اور جبکہ دریا گرم کیے جائیں گے دریا گرم ہونا اور جوش میں آنا اس کی طغیانی سے عبارت ہے پھر جب کہ صور پھنکے گا اور زمین ہلے گی اور پہاڑ اڑیں گے تو جس سطح ارض پر سمندر ہے وہ کب ساکت ہوگا اس کا تموج اور جوش بھی بے حد ہوگا کہ خشکی پر پھیل پڑے گا اور زمین کے حیوانات وانسان بلکہ بڑی بڑی بلند چیزوں کو ڈبو دے گا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بے حد تموج سے اس میں ایسی مفرط حرارت پیدا ہوگی کہ پانی مستحیل ہو کر ہوا ہو جائیگا اور ہوا مستحیل ہو کر آگ بن جائے گی پانی نے تو آفت برپا کی ہی ہوگی پھر ہوا ہو کر اور بھی دنیا کو درہم برہم کر دے گا اور پھر آگ ہو کر اور بھی ستیاناس کر دے گا الغرض یہ تینوں عنصر جو آج دنیا کی آبادی کا باعث ہیں یہی خرابی کا باعث ہو جائیں گے نہ آسمان رہا نہ ستارے نہ سورج نہ پہاڑ نہ انسان وحیوان نہ سمندر گویا ان چھے حادثوں سے جو نفخ صور اول سے ہوں گے دنیا کا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اعتراض: مگر ان چھے حوادث کی ترتیب ذکر میں بعض نکتہ چینوں کو اعتراض ہے کہ جب یہ معاملہ نفخ اول کا اور ستارے بے نور ہو جائیں گے اور پہاڑ اڑتے پھریں گے تو اس وقت عشار یعنی گابھن اونٹنیاں اور وحوش موجود ہی کب ہوں گے جو ان کو معطل اور محشور ہونا کہا جائے۔

جواب: اس کا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ ان حوادث میں خدائے پاک نے ترتیب وقوع کا اظہار نہیں فرمایا کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا اور محض ایک کے بعد دوسرے کے ذکر کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ دوسری شے اول کے بعد ہی واقع ہو چونکہ سورج کا بے نور ہونا ایک بڑی عظیم الشان بات تھی اس لیے اول اس کو ذکر کیا گو وقوع اس کا آئندہ مذکورہ چیزوں کے بعد ہوگا اسی طرح اس کے بعد ستاروں کا جھڑنا بے نور ہونا بڑی بات تھی اس کو ذکر کیا جب علویات کے ذکر فساد سے فراغت ہوئی تو اس کے بعد سفلیات کا بطلان وفساد ذکر فرمایا اور سفلیات میں پہاڑ بلند اور بڑے مستحکم اور ثابت القدم معلوم ہوتے ہیں ان کی بے ثباتی اور اڑا پھرنا ذکر کیا حالانکہ ممکن ہے کہ پہاڑ پہلے سے اڑ چکیں اور زمین کے وحوش وطیور مر چکیں تب آفتاب اور ستارے بے نور ہوں اور اس کے بعد انسان کا بدحواس ہونا اپنے مرغوب مال سے بے خبر ہو جانا اور وحوش میں کھلبلی پڑ جانا اور سب کا مجتمع ہونا بہ نسبت پہاڑوں کے اڑتے پھرنے کے ایک کم مرتبہ چیز ہے اس لیے اس کا ذکر پیچھے کیا حالانکہ یہ انسان کی بدحواسی اور وحوش کی بدحواسی پہلے ہوگی اس لیے کہ جب صور کی آواز قدرے بھی بلند ہوگی انسان تو جب ہی بدحواس ہو کر اونٹ اونٹنیوں سے بے خبر ہو جائے گا اور حیوانات اور جنگلی جانوروں میں رول پڑ جائے گی پھر ذرا اور آواز بلند ہوگی تو دریاؤں میں تموج ہوگا اور وہ ابل پڑیں گے پھر چونکہ دریا کا گرم ہونا کسی قدر اب بھی بعض مواقع پر ہوتا ہے گویا ایک معمولی سی بات ہے حالانکہ اس روز اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا اس لیے اس کو انسان کی بدحواسی اور وحوش کی کھلبلی کے بعد ذکر کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ تموج بحری کے بعد انسان وحیوانات کی موت اور بدحواسی ہو پھر جب اور بھی زیادہ بلند آواز ہوگی تو زمین لرزے گی اور پہاڑ ٹوٹ جائیں گے اور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر تموج سے ہو جائیں گے پھر زمین کا خاتمہ ہو چکے گا تو علویات کی بربادی ہوگی آفتاب بے نور ہو کر گرے گا پھر ستارے گر پڑیں گے۔ پھر جب سب فنا ہو جائیں گے اور ایک معلوم المقدار عرصہ فنا کا گزر چکے گا تو حق سبحانہ پھر اسرافیل کو صور پھونکنے پر

مامور فرمائیں گے اور پھر بار دگر ہر چیز ایک نئے وجود سے زندہ ہوگی اور یہ وجود ہمیشہ باقی رہے گا اس لیے اس وقت کے ان چھے حوادث کو ذکر کرتا ہے جن کا ذکر نفوس انسانیہ کو اکتساب حسنات اور تحصیل سعادت کی طرف ابھرتا ہے۔

اول حادثہ:......وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۞ اور جب کہ نفوس انسانیہ کے جوڑے لگیں۔ اول تو نفوس یعنی ارواح کا ان کے اجسام سے پھر جوڑا لگے پھر جسموں میں روح پھونکی جائے اور گویا روح کی جسم سے پھر ایسی شادی اور بیاہ ہو کر پھر باہم جدائی نہ ہوگی۔ اس کے بعد ہر ایک جنس اور نوع کا باہم جوڑا لگے گا نیک جدا کھڑے ہوں گے تو بد جدا پھر نیکوں میں نمازیوں کی قطار مجاہدوں کی قطار جدا جدا ہوگی علی ہذا القیاس اور سب سے اول تین جماعتیں قائم ہوں کما قال وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۞ ایک وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ کی دوسری وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ کی تیسری سابقین کی اس کے بعد نفوس انسانیہ کا نفوس سماویہ وارضیہ سے جوڑا لگے تا کہ قوت ادراک خیر وشر کا پورا بدلہ پائے گا اور ہر نفس اپنے اعمال خیر وشر کی صورت مثالیہ سے بیاہا جائے اور ہر نیک کا حور العین سے جوڑا لگے تمام جزا وسزائے آخرت کو یہ ایک لفظ وسیع المعنی حاوی ہے۔

زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ کس گناہ میں ماری گئی

دوسرا حادثہ:......اس کے بعد چند مہتم بالشان امور کو بیان فرماتا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۞ اور جب کہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۞ کہ کس گناہ میں ماری گئی تھی خواہ سوال مظلوم لڑکی سے ہو خواہ قاتل ظالم سے بہر حال اس کی باز پرس ہوگی عرب کے جاہل اور مغرور لوگ ننگ دامادی یا خوف افلاس سے لڑکیوں کو زندہ گڑھے میں ڈال کر مٹی دیدیا کرتے تھے ان کو سنایا جاتا ہے کہ ایک روز تم سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم پر اس معصوم کو قتل کیا یا اس مظلوم وادخواہ سے دریافت ہوگا یہ ایسا پر اثر بیان ہے کہ اس کے بعد عرب سے یہ رسم یک لخت موقوف ہوگئی یہ دوسرا حادثہ ہے۔

نامۂ اعمال کھولے جائیں گے

تیسرا حادثہ:......وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۞ اور جب کہ نامہ اعمال کھولے جائیں اور حساب شروع ہو اور کہا جائے کہ پڑھ یہ صحائف ان معمولی کاغذوں پر رسم الخط سے نہ ہوں گے بلکہ ایک انجلا وانکشاف صور اعمالیہ کا ہوگا جس کا مجموعہ ایک صحیفہ ہے یا جو کچھ اس کی حقیقت عند اللہ ہو برحق ہے۔

چوتھا حادثہ:......وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ۞ اور جب کہ وہ آسمان جو بار دگر نفخ صور ثانی کے بعد قائم ہوگا اس کو کھولا جائے گا یعنی جس طرح جانور مذبوح کی کھال کھینچ لینے سے اس کا گوشت واندرونی اعضاء ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کا حجاب مرتفع ہو جائے گا اور مکنونات خیالات فلک کہ اشیاء کی صورت مثالیہ ہیں متجلی ومنکشف ہو جائیں اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہوں جو عدالت حشر کے کارندے ہوں گے یہ چوتھا حادثہ ہے۔

امام رازی كُشِطَتْ کے معنی اسی کے قریب قریب بیان فرماتے ہیں حیث قال ای کشفت و ازیلت عما فوقها و هو الجنة و عرش الله كما يكشط الاهاب عن الذبيحة و الغطاء عن الشيء یعنی کھولا جائے اور اس کے اوپر کی چیز جو جنت اور عرش الٰہی ہے ظاہر کیا جائے جیسا کہ کھال ذبیحہ سے اتاری جاتی ہے اور پردہ کسی چیز سے دور کیا جاتا ہے۔

لفظ کشطت کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قشطت قاف سے بھی پڑھا ہے اور کاف کی جگہ قاف کا استعمال زبان عرب میں بہت جگہ ہوتا ہے جیسا کافور اور قافور لبکت الثريد و لبقته۔

جب آسمان کھل جائے گا اور جو کچھ عالم بالا میں ہے ظاہر ہوگا

پانچواں حادثہ:......جب آسمان کھل جائے گا اور جو کچھ عالم بالا میں ہے (خزانہ غیب ہے) ظاہر ہوگا اور انسان کے اعمال نیک و بد کی صور مثالیہ بھی ظاہر ہوں گی تو اول بدوں کے لیے وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ دوزخ دھکائی جائے گی بنی آدم کے گناہوں کا ایندھن جو اس میں پڑا سلگ رہا تھا اب جزا کا وقت آ گیا غضب الٰہی کا شعلہ اس کو بھڑکائے گا اور عدل وانتقام کی آگ اس کو دھکائے گی پھر تو وہ جوش مارے گی کہ الٰہی توبہ اس کے جوش وخروش اور شعلوں کی لپیٹ کی آواز دور دور سے سنائی دے گی کما قال وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۔ اور بڑے بڑے انگارے اور چنگاریاں باہر آ آ کر پڑیں گے کما قال اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ اس کے دیکھنے سے لوگوں کی جان پر بن جائے گی اور بالخصوص مجرم تو اس کی حالت کو دیکھ کر حواس باختہ ہو جائیں گے اور دنیا کی چند روزہ لذات و شہوات پر ہزاروں نفرینیاں کریں گے کما قال وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۔ یہ پانچواں حادثہ ہوگا۔

اہل حشر کے لیے جنت سامنے لائی جائے گی

چھٹا حادثہ:......اور اسی طرح اہل حشر کے لیے جنت سامنے لائی جائے گی کما قال وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ اور جنت قریب لائی جائے گی اب جو عالم غیب میں آنکھوں سے اوجھل ہے اور اسی لیے کور باطن اس کا انکار کرتے ہیں اس روز وہ حاضر ہو جائے گی اور تحت عدالت کے قریب لا کر رکھی جائے گی یہاں تک کہ اس کی نعیم اور وہاں کے بے حد اسباب آسائش وتجمل نظر آئیں گے بدوں کو اور بھی مصیبت ہوگی کہ حسرتیں کریں گے اور اس سلطنت جاودانی کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا الم دلوں کو عذاب جہنم سے کم نہ ہوگا خصوصاً کہ ان غریبوں اور مفلسوں کو کہ جن کی عبادت وتقویٰ پر تمسخر کیا کرتے اور ان کو بہت ہی ذلیل وخوار سمجھتے تھے یہ دیکھیں گے کہ کس اکرام واعزاز سے جنت کے لیے منتخب کیے جا رہے ہیں اور ان دنیا کے عزت داروں سرداروں ناز ونعمت میں پرورش پانے والوں پر جوتیاں پڑ رہی ہیں ملائکہ گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف مارتے ہوئے چلے جاتے ہیں اب نہ کوئی دنیاوی یار ہے جو حمایت کرے نہ مال وزر ہے جو کام آئے یہ چھٹا حادثہ جانکاہ ہوگا۔

تب عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ ہر ایک شخص جان لے گا کہ وہ دنیا سے کیا لایا؟ کیا اعمال نیک وبد کیے یہ حجاب اٹھ جائے گا۔

فائدہ: بعض مفسرین (صوفیہ) نے ان بارہ حوادث کو انسانی حالات پر محمول کیا ہے جو بوقت مرگ ظاہر ہوں گے اور مرگ قیامت صغریٰ ہے اس وقت اس کو نیک وبد معلوم ہو جائے گا آفتاب کا بے نور ہونا روح کا تعلق جسمانیہ سے دست بردار ہونا اور ستاروں کا بے نور ہونا اس کے حواس اور قویٰ کا بے نور ہونا ہے اور پہاڑوں کا اڑنا اس کی بنیاد جسم کا ہل جانا اور اس کے بڑے بڑے ارادوں کا باطل ہونا ہے اور گابھن اونٹنیوں کے بے کار ہونے سے مراد انسان کی قریب الحصول تمناؤں کا بے کار ہونا کاموں کا تصور اور ان کی صورتیں سامنے آنا اور دریاؤں کا گرم ہونا اور جوش مارنا اس کی حسرات اور آرزوؤں کا بطلان اور خیالات کا انتشار ہے کہ ہر ایک بے کنار دریا ہے اور نفوس کا جوڑا لگنے سے مراد ملکات مکسوبہ کا ان کی مناسب چیزوں سے ارتباط ہے ظلمانی ملکات کا ظلمانی چیزوں سے اور نورانی ملکات اور علوم ومعارف کا نورانی چیزوں سے جوڑا لگایا جاتا ہے اور موؤدہ سے انسانی قویٰ ومدارک مراد ہیں جو اس کے اندر ودیعت ہیں جن کو زندہ گاڑ دینا کہنا استعارہ ہے ان سے سوال ہوگا کہ ان کو برمحل صرف کیا تھا یا بے محل جس نے بے محل اور بے موقع خداداد قوت کو صرف کیا گویا زندہ معصوم بچے کو قبر میں ڈال دیا مثلاً قوت شہوانیہ ایک اس کی عطا کردہ امانت ہے اگر اس کو اپنی بیوی پر اور حلال چیزوں کے کھانے میں صرف کیا تو

مضائقہ نہیں ورنہ عتاب وعقاب ہے اسی طرح قوت غضبیہ ایک ودیعت ہے اگر اس کو غیرت دینیہ وملیہ کے لیے اور ظالموں کے مقابلہ میں اپنے ناموس او ملت کے محفوظ رکھنے میں صرف کیا تو بہت خوب اگر زیردستوں کے ستانے اور لوگوں پر ظلم وجفا کرنے میں صرف کیا تو عتاب اور عذاب اسی طرح نطق یعنی گویائی ایک امانت ہے اگر اچھی باتیں کہیں خدا کی حمد وثنا کی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر واصلاح بین الناس میں صرف کی تو اجر ہے ورنہ وِزر۔ پس جس نے اس کو بے ہودہ گوئی فحش گوئی اور جھوٹے قصوں کے سنانے اور لوگوں میں فساد کرانے اور نقصان دینے میں صرف کیا تو عذاب ہے اور صحائف کے کھولے جانے سے مراد قوئی اور نفوس کے وہ صحائف ہیں کہ جن میں اعمال کی ہیئت ہے اور آسمان کے کھولے جانے سے مراد احکام روحی کا ظہور ہے جو بوقت مرگ ہوتا ہے اور دوزخ کے دھکائے جانے سے مراد شدائد واہوال ہیں جو موت کے بعد ظاہر ہوں گے اور بہشت کے نزدیک لائے جانے سے مراد روح وریحان ہیں جو عالم برزخ میں ایمان داروں کے سامنے آتے ہیں۔

یہ کہنا کہ ان بارہ چیزوں سے یہ مراد ہیں تفسیر نہیں بلکہ تاویل ہے ہاں اس کہنے کا مضائقہ نہیں کہ ان چیزوں کی طرف بھی الفاظ قرآنیہ میں اشارہ ہے ٹھیک بات ہے اس لیے کہ قرآن مجید کے لیے ظاہر وبطن ہے اس کے اندرونی پردوں میں جو کچھ معانی مخفی ہیں وہ ایک دریائے بے کنار ہے جس کو وہاں تک رسائی ہو وہ سمجھے۔

اسی طرح بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ۝ میں اشارہ ہے تجلی ذات وصفات کے ظہور کی طرف جو قلوب عارفین پر ہوتی ہے پس اس وقت ان کی روح کے آفتاب بے نور ہو جاتے ہیں اور ان کی عقول کے ستارے دھندلے ہو جاتے ہیں بسبب غلبہ نور ذات وصفات کے اور اس وقت ان کے دلوں کے پہاڑ یعنی واردات محبت سخت ہواؤں سے اڑتے پھرتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے نفوس کی باردار اونٹنیاں اس کے سطوت جلال کے سامنے بے کار ہو جاتی ہیں پھر اس وقت توحید کے دریا گرم ہو جاتے ہیں اور وحوش تفرید مجتمع ہو جاتے ہیں اور بجز ذات پاک ذوالجلال والاکرام کے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور ہر عارف کے ان احوال میں ایک قیامت ہے اور اسی طرح روح ناطقہ کا نفس مطمئنہ سے جوڑا لگا دیا جاتا ہے پھر وہ دونوں ہمیشہ قرب کے باغوں اور وصال کے بہشتوں میں رہا کرتے ہیں جیسا کہ دنیا میں مقامات مراقبات میں رہا کرتے تھے اور اسی طرح مشاہدات کے باغ قریب کیے جاتے ہیں واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۝۱۵ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبۡحِ اِذَا
تَنَفَّسَ ۝۱۸ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۝۱۹ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۝۲۰
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ۝۲۱ وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝۲۲ وَلَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ۝۲۳
وَمَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ۝۲۴ وَمَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ۝۲۵ فَاَیۡنَ تَذۡہَبُوۡنَ ۝۲۶
اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝۲۷ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ۝۲۸ وَمَا تَشَآءُوۡنَ
اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۲۹

ترجمہ: ...... سو ہم کو قسم ہے ان ستاروں کی ⑮ جو چلتے چلتے ہٹنے لگتے غائب ہو جاتے ہیں ⑯ اور قسم ہے ڈھلتی رات کی ⑰ اور صبح کی جب کہ روشن ہو ⑱ کہ یہ قرآن ایک معزز رسول (جبرائیل) کی زبانی ہے ⑲ جو بڑی قوت والا عرش والے کے پاس رتبہ رکھتا ہے ⑳ وہاں کا سردار امانت دار ہے ㉑ اور تمہارا پیغمبر دیوانہ نہیں ہے ㉒ اور البتہ انہوں نے اس (جبرئیل) کو مطلع صاف میں دیکھ بھی لیا ہے ㉓ اور وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والا نہیں ㉔ اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ㉕ پھر تم کہاں (بہکے) چلے جا رہے ہو ㉖ یہ تو جہاں بھر کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے ㉗ اس کے لیے جو تم میں سے راست ہونا چاہے ㉘ اور تم تو جب ہی چاہو گے کہ جب اللہ چاہے گا جو تمام جہاں کا رب ہے ㉙۔

ترکیب: ...... فلا الفاء للتفریع او التعقیب و لا زائدۃ کما مر تحقیقا فی سورۃ القیامۃ۔ بالخنس المقسم بہ وھی جمع خانس و خانسۃ من خنس اذا تاخر و فی الصحاح الخنس الکواکب کلھا لانھا تخنس فی المغیب او لانھا تخفی نھارا و قیل ھی لکواکب الخمس زحل و المشتری و المریخ و الزھرۃ و عطارد فی الکبیر الخنس ❶ جمع خانس و الخنوس الانقباس و الاستخفاء تقول خنس من بین القوم و تخنس و فی الحدیث الشیطان یوسوس الی العبد فاذا ذکر اللہ خنس و لذا سمی الخناس۔ الجوار جمع جاریۃ وھی السیارات لانھا تجری۔ وھی صفۃ الخنس۔ الکنس جمع کانس و کانسۃ یقال کنس اذا دخل الکناس وھو مقر الوحش کنس کناس بالکسر خواب جائے آہو و پنہاں شدن او در آں جا (غع ف ا ک ۲) کنس خانہ روفتن مکنسہ جاروب کباسہ بالضم جاروبہ و خانہ روبہ (صراح) و المراد بھا الکواکب لانھا تکنس ای تختفی بالنھار وھی ایضا صفۃ لھا و الیل الواو للقسم اذا ظرف العامل فیھا معنی القسم عسعس من الاضداد یقال عسعس الیل اذا اقبل و عسعس اذا ادبر و المراد ھنا اقبال الیل و قیل الادبار و الصبح ھذہ الواو ایضا للقسم تنفس ای اسفر و امتداد فقد شبہ الیل المظلم بالمکروب المحزون الذی جلس بحیث لا یتحرک و اجتمع الحزن فی قلبہ فاذا تنفس و جدا راحۃ فھنا لما طلع الصبح فکانہ تخلص من ذلک الحزن فعبر عنہ بالتنفس و ھو استعارۃ لطیفۃ و جواب القسم الاول و الثانی و الثالث قولہ انہ لقول رسول کریم ثم وصف الرسول المذکور باوصاف محمودۃ (۱) ذی قوۃ (۲) عند ذی العرش مکین (۳) مطاع ثم امین قرأ الجمھور بفتح ثم علی انھا ظرف مکان و العامل فیہ مطاع او امین و المعنی انہ مطاع فی الملا الاعلی او امین ھھنا و قرئ بالضم علی انھا عاطفۃ و کان لاعطف بھا للتراخی فی الرتبۃ لان ما بعدھا اعظم مما قبلھا۔ و ما صاحبکم ھذہ الجملۃ داخلۃ فی جواب القسم و لقد راہ اللام جواب قسم۔ محذوف ای و تامۃ لقد رای محمد ﷺ جبرائیل۔ بالافق المبین بمطلع الشمس من قبل المشرق لان ھذا الافق لطلوع الشمس منہ مبین فالمبین صفۃ الافق و قیل صفۃ لمن راہ قالہ مجاھد و تا اللہ۔ لمن شاء بدل من العالمین باعادۃ الجار و مفعول شاء۔ ان یستقیم بتاویل المصدر ای لمن شاء الاستقامۃ۔

تفسیر: ...... چونکہ یہ واقعاتِ ہول ناک کہ جن کی اذا اذا کر کے خبر دی گئی امور بدیہہ نہیں تھے ایسے تھے کہ عقول متوسط ان کو کسی برہان یا دلیل سے بے کھٹکے مان لیتے اور اگر ایسے ہوتے تو ان میں عقلاء کا اختلاف اس درجہ نہ ہوتا اور اسی لیے شرع میں ان چیزوں پر ایمان لانے کو ایمان بالغیب کہتے ہیں ان کا ثبوت محض نبی کے بیان پر موقوف ہے جس نے نبی کو سچا مان لیا ہے اس کے نزدیک ان امور کے سچا ہونے میں سر مو تفاوت نہیں ❷ اس لیے ان کے بعد ضروری ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت و صداقت اور نبی کے ذریعہ سے جو

---

❶ ...... اما جمع خنساء و اخنس بالسکون و التخفیف ۱۲ منہ۔

❷ یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ نبوت کا ثبوت کرنا اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مسئلہ نبوت کے ثبوت پر مسئلہ معاد کا ثبوت منحصر ہے اور نبوت کا اثبات بھی اس لطف سے کیا کہ قرآن مجید کی صداقت ثابت کی جس میں یہ امور مذکور ہیں اور قرآن مجید جس کے نزدیک کتاب الٰہی ہے تو آنحضرت ﷺ کی نبوت بھی اس کے نزدیک قطعی ہے ۱۲ منہ۔

کتاب آسمانی ظاہر ہوئی ہے اور جس میں یہ باتیں مذکور ہیں اور اس کی سچائی بھی ثابت کی جائے اور عرب کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا ہلاکت کا باعث تھا اس لیے اس آیندہ کلام کو قسم سے صادر کیا اور قسم ہی پر موقوف نہیں رکھا بلکہ بعد میں وہ دلائل بھی بیان فرمائے کہ جن سے قرآن مجید کا کتاب الٰہی اور آنحضرت ﷺ کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چلنے والے سیاروں کی قسم:......فقال فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۝ کہ پس میں قسم کھاتا ہوں خنس کی ایسے جو جوار اور کنس ہیں ان تینوں کا مصداق ایک ہی چیز ہے تین چیزیں جدا جدا نہیں جوار اور کنس اسی خنس کے صفات ہیں ان الفاظ کے معانی یہ ہیں۔

(۱) خنس خانس اور خانسہ کی جمع ہے اور خنوس ان کا مصدر ہے جس کے معنی مخفی ہونا اور ہٹنا ہیں خنس پیچھے ہٹ آنے والی چیزیں۔

(۲) جوار جاری ہونے والی چیزیں یعنی سیدھا چلنے والیاں۔

(۳) کنس کانس اور کانسہ کی جمع کنس چھپ جانا کُنّس تشدید کے ساتھ چھپ جانے والی چیزیں۔

جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ خنس اور جوار اور کنس سے پانچ ستارے مراد ہیں جن کو اہل ہیئت خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یعنی زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد انگریزی میں سیزن جوپیٹر مارس وینس مرکیوری کہتے ہیں فارسی میں کیوان، برجیس، ترک فلک ناہید، دبیر فلک، ہندی میں سنیچر، برہسپت، منگل، سکر، بدھ کہتے ہیں۔ ان پانچوں ستاروں کی عجیب حیرت ناک چال ہے یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے ان کو جوار کہتے ہیں اور کبھی الٹے چلتے ہیں کدھر سے گئے تھے پھر لوٹ کر ادھر ہی آجاتے ہیں اس لحاظ سے ان کو خنس کہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس لحاظ سے ان کو کنس کہتے ہیں۔ انہیں ستاروں کے یہ تین حال ہیں ان کی ہمیشہ ایک روبہ پر چال نہیں جیسا کہ کوئی حیرت زدہ سیدھا جاتا ہے پھر لوٹ آتا ہے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اسی لیے ان کو متحیرہ کہتے ہیں یا تو شرق سے مغرب کی طرف بترتیب بروج چل رہے تھے کہ حمل سے ثور اور ثور سے جوزاء برج کو طے کر رہے تھے یا یکایک حرکت بند ہوگئی اور پھر الٹے مشرق سے مغرب کی طرف چلنے لگے پہلی حالت کو استقامت اور دوسری کو وقوف و اقامت تیسری کو رجعت کہتے ہیں۔

ان ستاروں کا اس میدان میں اس طرح سے ہیر پھیر کر کے دوڑنا صریح دلیل ہے کہ ان کی ڈور کسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے جو بڑا قادر اور بڑا حکیم ہے یہ ستارے اس لحاظ سے اس کی قدرت و عظمت جبروت و کبریائی کی روشن ضمیر آدمی کے نزدیک بڑے روشن دلائل ہیں اس کے لیے ان کی قسم کھائی اور ان کی پرستش کرنے والوں کے خیالات فاسدہ کا بطلان بھی کر دیا۔

فائدہ: حضرت نوح علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تو ایک فرقہ تھا جو ان ستاروں کی پرستش کیا کرتا تھا پھر بمرور دہر اس کے متعدد فرقے ہو گئے اور ہر فریق نے اپنے ملکوں میں ایک جدا رنگ پیدا کیا چنانچہ روم و یونان کے لوگ یورپ بلکہ ایشیاء کی حکمت و فلسفہ کے استاد مانے گئے ہیں جوپیٹر کو پوجا کرتے تھے اور اس کے نام کا بڑا مندر بنا رکھا تھا اور ستاروں کی پرستش بھی کیا کرتے تھے۔

پارسیوں کی دساتیر میں تو ناہید کی بہت مدح اور پرستش کے دستورات موجود ہیں یہی حال ہنود کا ہے بعض مفسرین فلا اقسم میں لا زائد نہیں کہتے بلکہ نافیہ مانتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ میں ان ستاروں کی قسم نہیں کھاتا اس لیے کہ غور کرنے والے کے نزدیک خود بخود قرآن مجید کی صداقت ظاہر ہے۔

فائدہ: ان خمسہ متحیرہ کی اس حرکت کے حکماء نے اسباب تلاش کیے تو حکماء قدیم نے جو ہیئت میں بطلیموس کے پیرو ہیں یہ کہا کہ آسمان کے ثخن (دل، مٹائی) میں ایک اور دوسرا آسمان ہے اس کو حامل کہتے ہیں اور حامل میں گول پہیا لگا ہوا ہے جس کو تدویر کہتے ہیں اس تدویر میں

ستارہ جڑا ہوا ہے اور گھومتی ہوئی تدویر اس میں ستارہ کو لے کر گھومتی ہے اور گھومتی ہوئی تدویر کو لے کر حامل گھومتا ہے اور اس گھومنے میں تدویر اور حامل کی حرکت موافق ہے تو ستارہ سیدھا چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف ہے تو بطی حرکت محسوس ہوتی ہے پھر وہ مخالفت اگر اس درجہ تک ہے جس قدر ستارہ ایک کی حرکت سے آگے بڑھتا ہے تو اسی قدر مخالف حرکت سے ہٹتا ہے اس لیے یہ ستارہ ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف حرکت غالب آ کر اس کو الٹا ادھر ہی واپس کرلانے لگے کہ جدھر سے وہ چلا تھا تو اس وقت وہ ستارہ الٹا حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

حامل اور آسمان اور تدویر اور ستارہ کا نقشہ

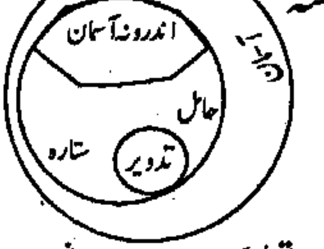

اس لیے ہر ایک ستارہ کے لحاظ سے سات آسمان تسلیم کرنے پڑتے پانچ تو یہی ستارے اور دو چاند اور سورج ان کو بھی سیارہ کہتے ہیں سبع سیارات یہی ہیں پھر ہر ایک سیارہ کا مقام ایک آسمان قرار دیا ہے اور دیگر ستاروں کا مقام جو حرکت کرتے نظر نہیں آتے اور ایک ہی جگہ ثابت رہتے ہیں (اور اسی لیے ان کو ثوابت کہتے ہیں) آٹھواں آسمان قرار دیا اس کے اوپر نواں آسمان ایک اور تجویز کیا ہے جس کو فلک اطلس کہتے ہیں اور علماء اسلام نے آٹھویں آسمان کو عرش اور نویں کو کرسی سے تعبیر کیا ہے اور حکماء حال (جو آسمان کی سیر یعنی چلنے کے قائل ہی نہیں وہ) ان ستاروں کی اس حرکت کا سبب ان کا میلان ذاتی بیان کرتے ہیں جو کچھ ہو بہر حال اس میں قدرت کاملہ کا پورا پورا ثبوت ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خنس۔ جوار۔ کنس کل ستاروں پر صادق آتا ہے رات میں مشرق کی طرف چلتے ہیں دن میں غائب بھی ہو جاتے ہیں اور الٹے مشرق کی طرف چلتے ہیں جہاں سے اگلے روز نمودار ہو کر چلے تھے پھر وہیں سے چلنے لگے الغرض علویات کا انقلاب اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد عالم میں ایک اور تصرف روزانہ سے اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت دیتا ہے اور اس کو بھی وثوق دلانے کے لیے اسی قسم کے عنوان سے صادر فرماتا ہے فقال وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ ڈھلنے پر آنے لگے عَسْعَسَ کے معنی رات ڈھلنے کے ہیں ❶ اور آنے کے بھی ہیں۔ رات ڈھلنا بھی اس کی قدرت کا نمونہ ہے یا تو دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا یا اب سمٹنے لگا اور یہ وقت بسبب ظہور نور کے برکت کا بھی وقت ہے اور صبح سے مناسبت رکھتا ہے اس لیے اس کی بھی قسم کھائی اسی طرح رات کا آنا اور دنیا پر چھا جانا بھی ایک تغیر عظیم ہے یا تو روشنی تھی یا اندھیرا ہونے لگا۔

قسم ہے صبح کی جب کہ روشن ہونے لگے: ......وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اور قسم ہے صبح کی جب کہ روشن ہونے لگے یہ تیسری قسم ہے تنفس سانس لینا گویا رات ایک غمگین شخص دم گھونٹے بیٹھا تھا پھر سانس لیا تو راحت پائی اور یہ وقت راحت ہے۔

یہ ایک لطیف استعارہ ہے پہلے ان پانچ ستاروں کی قسم کھائی کہ جن کی حرکت و رفتار اس کی کبریائی کی روشن دلیل ہے جس میں اس طرف ایما تھا کہ دنیا میں یہ پانچ اولوالعزم نبی ان پانچ ستاروں کیطرح روشنی پھیلانے والے تھے مگر ان کی روشنی یعنی شریعت اقوام کے تغیرات کے لحاظ سے سدا کے لیے ایک چال پر نہ تھی اور وہ پانچ ستارے یہ ہیں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پانچ ستاروں نے ہر چند دنیا کو مذاہب باطلہ سے پاک کیا ان کے جھگڑے نبیڑے مگر جہل و کفر

❶ ......عسعس اللیل اذا ادبر (کشاف)۔

وبت پرستی کی تاریخ نے جہان کو گھیر لیا تھا یہاں تک کہ رات اٹھتی چلی آتی تھی یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے ہوا پھر تو رات پھیل گئی یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے بعد سے لے کر آنحضرت ﷺ کی بعثت تک کا ہے مگر اس رات اس رحیم و کریم نے جو اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رات دن بدلتا ہے ستاروں کو چلاتا ہے آنحضرت ﷺ کو مبعوث کیا مگر آپ کی بعثت سے کچھ آگے وہ کفر و بدکاری کی اندھیری رات ڈھل چلی تھی اس لیے لوگوں کو کچھ کچھ غیبی آثار نمودار ہونے لگے تھے کہیں کسی کو بتوں میں سے آواز سنائی دیتی کہ ہماری پرستش کا زمانہ ختم ہوا جاتا ہے جہاں کا ہادی آتا ہے آخر وہ آفتاب ہدایت مکہ کے پہاڑوں میں طلوع ہوا اور دنیا کو روشن کر دیا۔

ان ہدایت کے ستاروں اور ڈھلتی رات اور ہدایت کی صبح کی قسم کھا کر فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ کہ یہ قرآن جو صبح صادق کی طرح روشنی پھیلا رہا ہے از خود محمد ﷺ نے دل سے نہیں بنالیا ہے جیسا کہ اور شعراء یا مصنفین بنایا کرتے ہیں بلکہ یہ ایک معزز رسول کی زبانی پہنچا ہے یعنی جبرئیل آپ کے پاس وحی لاتے ہیں اور بڑھ کر سناتے ہیں تب آپ اس کو لوگوں کو سناتے ہیں اس مطلب کی طرف اور بہت سی آیات میں ایماء و تصریح ہوئی ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ۔ بس یہ ہیں لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کے معنی اب اس پر یہ شبہ پیش کرنا (کہ جب یہ رسول کریم کا قول ہوا اللہ کا کلام کیوں کر ہوا حالانکہ بالاتفاق قرآن مجید کلام اللہ ہے اس کا کوئی مسلمان بھی منکر نہیں) محض لغو ہے اس لیے کہ قول سے یہ مراد نہیں کہ جبرائیل کی تصنیف بلکہ یہ جبرائیل نے کہا خدا کی طرف سے جیسا کہ اور آیات میں ان معنی کی تصریح ہے۔

اسی جگہ سے علماء اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی عبارت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے ہے اور معنی خدا کی طرف سے جبرائیل کو القاء ہوتے ہیں اور جبرائیل وہ عبارت مع الفاظ آنحضرت ﷺ کو سناتے تھے مگر یہ بھی ایک لغو بات ہے۔ اس لیے کہ جس جبرائیل علیہ السلام کو خدا کی طرف سے معنی القاء ہوتے تھے اسی کو الفاظ کی بندش بھی القاء ہوتی تھی کیا خدا پاک کو الفاظ کی بندش نہیں آتی تھی اور جبرائیل علیہ السلام کی کون سی بات اپنی طرف سے ہے ہر حرکت و سکون خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے وہ تو اس طرح تابع ہیں کہ جس طرح انسان کی زبان تابع ہے زبان از خود کیا بولتی ہے وہی جو انسان بولتا ہے۔

اوصاف حضرت جبریل علیہ السلام:...... پھر جبرائیل علیہ السلام کے چند اوصاف بیان فرماتا ہے جن سے وحی کی مضبوطی اور استحکام متعلق ہے۔

اول: کریم کہ وہ معزز فرشتہ ہے ایسا ویسا نہیں بلکہ ناموس اکبر ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ جامۂ بشریت میں ہیں ان کا تجرد ایسا نہیں کہ ہر وقت حق سبحانہ سے بغیر اس واسطہ کے کلام کر سکیں اسی لیے وحی لاتے ہیں یہ نورانی شخص کہ جس کا تجرد اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ بلا واسطہ حق سبحانہ سے کلام کر سکتا ہے واسطہ قرار دیا گیا۔

دوم: ذِيْ قُوَّةٍ قوت والا تار برقی میں اگر قوت نہ رہے تو بھی پیغام بسرعت ادا نہ کر سکے اور یہی قوت جبرئیل ہے کہ جب یہ کسی نبی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے جمیع تخیلات و توہمات کو جو غلطی میں پڑنے کے اسباب ہیں یک لخت باطل کر دیتی ہے اور اسی وقت ان میں کوئی اثر قوی بہیمیہ کا باقی نہیں رہتا پھر وہ جو کچھ بولتے ہیں وہی بولتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں وہی کہتے ہیں جو کوئی ان کے سر چڑھ کر بلواتا یا کہلواتا ہے جس طرح بانسری آپ نہیں بولتی اس میں کوئی اور بولنے والا بولتا ہے یہی حال حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

سوم: عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ عرش والے کے پاس جا پانے والا یعنی یہ نہیں کہ اس کو تخت تک رسائی نہیں وہ اوروں سے سن کر لاتے ہیں بلکہ ان کو بارگاہ قدس میں صرف رسائی نہیں بلکہ

چہارم: مُّطَاعٍ ثَمَّ وہاں وہ سردار بھی ہیں بے شمار ملائکہ ان کے زیر فرمان ہیں اور کسی نیک بندے کو کوئی نیک بات الہام و القاء کرنی ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام ان ملائکہ میں سے کسی ایک کو معین کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرات اولیاء کرام کے الہام میں ہوا کرتا ہے اور یہ فرق

ہے الہام انبیاء والہام اولیاء میں حدیث صحیح میں آیا ہے

ان للشطان لمة بابن ادم و للملک لمة فاما لمة الشیطان فایعاد بالشر و تکذیب بالحق و اما لمة الملک فایعاد بالخیر و تصدیق بالحق الحدیث (رواہ الترمذی)

کہ شیطان بنی آدم کے دل میں القاء کرتا ہے اور فرشتہ بھی سو شیطان تو برائی ڈالتا ہے اور حق بات سے انکار کراتا ہے اور فرشتہ کا القاء نیکی پر ابھارنا اور حق کا تسلیم کرانا ہے۔

پنجم :اَمِیْنٍ کہ جبرائیل امین بھی ہیں یعنی اس وحی میں کوئی کمی زیادتی نہیں کرتے کوئی آمیزش نہیں ہونے پاتی۔ چونکہ کلام الٰہی کے بندوں تک پہنچنے میں دو واسطے ہیں ایک جبرائیل علیہ السلام لہٰذا یہاں تک تو ان کے محامد بیان فرمائے تا کہ عدالت و حفظ جو شرائط راوی ہے بدرجۂ کمال ان میں متحقق ہو جائیں اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان کا اعتبار ملاء اعلیٰ میں بھی از حد ہے اور راوی گو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو مگر پھر بھی فرق ہے ایک تو بادشاہ کا چوب دار یا خواص گو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو بادشاہ کا پیغام لائے اور ایک کوئی امیر کبیر بڑا راز دار معتبر ثقہ صحیح الحافظہ خبر لائے دونوں میں فرق ہے اس لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بارگاہ قدس میں سردار مطاع ہونا بھی بیان فرما دیا۔

دوسرا واسطہ پیغمبر ہے اب ان کی نسبت اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ ان کی عدالت اور تقویٰ اور راست بازی پر تو کفار مکہ بھی ایمان لائے ہوئے تھے پھر ایسا سچا اور نیک آدمی کہ جس نے تمام عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی کوئی طمع نفسانی اس سے سرزد نہیں ہوئی جس کے بزرگانہ اخلاق اور صداقت ضرب المثل ہوں وہ خدا پر بلا منفعت دنیا کوئی ایسا جھوٹ باندھے کہ جس سے ہزاروں مصائب سر پر آ پڑیں مار دھاڑ ہونے لگے، قوم اور کنبہ چھٹے، دنیاوی فوائد یک قلم موقوف ہو جائیں، عقلاء کی شان سے بعید ہے اس لیے قسم کھانے کے بعد اس جملہ کو بھی ارشاد فرماتا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ کہ تمہارا صاحب یعنی دوست اور بہی خواہ محمد ﷺ دیوانہ نہیں جو ایسی جھوٹی بات کہہ کر مفت اپنے سر مصیبت لیتا ہے یہ بھی تم خود جانتے ہو کہ بڑے عاقل ہیں دنیا کے بڑے بڑے عاقل ان سے عقل سیکھتے ہیں پھر جب یہ بھی نہیں تو اس واسطے کے سچے ہونے میں بھی کوئی کلام باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد ان کو شبہ باقی تھا کہ آپ ﷺ سچے بھی ہیں دیوانہ بھی نہیں مگر ممکن ہے کہ جبرائیل سے آپ ﷺ نے یہ کلام نہ سنا ہو اور جبرائیل کو دیکھا بھی نہ ہو کوئی اور شیطان ان سے آ کر کہہ جاتا ہو اور وہ اس کو جبرائیل سمجھتے ہوں اس کا جواب دیتا ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ کہ محمد ﷺ نے جبرائیل کو آنکھ سے مشرقی کنارے پر دیکھا ہے وہ ان کو پہچانتے ہیں فرمایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ نے افق مبین پر دیکھا۔ فرمایا علماء فرماتے ہیں کہ وہی افق اعلیٰ اور وہی افق مبین ہے یعنی شرقی کنارہ۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں آپ نے جبرائیل کو اجیاد کی طرف دیکھا تھا اور وہ مکہ سے مشرق کے رخ ایک میدان ہے اور یہ ابتداء زمانہ نبوت میں ہوا تھا بعض کہتے ہیں جب وحی آ کر بند ہو گئی تھی تب کا یہ واقعہ ہے اور بعض کہتے ہی کہ جب آپ غار حرا میں تشریف رکھتے تھے اور سورۂ اقرأ نازل ہوئی تب کا واقعہ ہے کہ اول تو شرقی کنارہ پر آنحضرت ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام ایک زریں کرسی پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیے اپنی اصلی صورت میں نہایت عظمت و جلال کی صورت تھی اور کنارہ بھرا ہوا تھا اس لیے جب اوپر کے کنارہ پر تھے تو اس کو افق اعلیٰ سے تعبیر کیا اور ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ پھر حضرت جبرائیل نیچے اترے اور آنحضرت ﷺ کے قریب ہوتے گئے (اس وقت کے لحاظ سے افق مبین کہا گیا) اور دونوں مل گئے بعض کہتے ہیں دوبارہ دیکھا تھا۔

عالم مثال کے دو افق ہیں:..... بعض محققین فرماتے ہیں کہ عالم مثال کے دو افق ہیں ایک افق اعلیٰ جو عالم تجرد و تقدس سے ملی ہوئی

ہے اور دوسری ادنیٰ جو عالم شہود سے ملی ہوئی ہے اسی سبب سے اس کو افق مبین کہتے ہیں کہ عالم شہود کے قریب ہونے کے سبب ظہور وابانت اس میں ہویدا ہے پھر جب کہ جبرائیل علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے کمالات کے مناسب شکل میں آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیں تو اول افق اعلیٰ پر جسم و شکل مثالی کا لباس پہنے ہوئے نظر آئے اور پھر آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہاں تک کہ افق ادنیٰ کے قریب پہنچ گئے اور عالم شہود کے منارے پر آرہے اور آنحضرت ﷺ سے بالکل مل گئے پس افق اعلیٰ اور افق مبین سے یہ افق مراد ہیں استعارہ کے طور پر یہ اس لیے کہ عوام غیبیہ غالباً اہل کشف و شہود کی نظروں میں دوائر کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرائیلیہ منکشف ہوگئی اور کئی بار عالم شہود میں بھی آپ ان کو دیکھ چکے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۝ کے پاس بھی شب معراج میں دیکھ چکے تو اب اشتباہ شیاطین و جنات کا شبہ پیدا کرنا محض حمق ہے ہم اپنے وجدانیات میں بھی اشتباہ نہیں پاتے اور نہ محسوسات میں تو پھر ادراک تام حضرات انبیاء علیہم السلام کا تو کیا کہنا ہے جن کے سامنے حقائق الاشیاء منکشف ہیں۔

ایک شبہ کا جواب:......اب ایک شبہ یہ باقی رہ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کاہن ہوں کاہن بھی غیب کی باتیں جنوں سے سن کر بیان کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۝ کہ قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں بخل اور کمی نہیں کر رہا برخلاف کلام کاہن کے کہ وہ نہ آخرت بیان کرسکتا ہے نہ انسان کی سعادت وشقاوت کا رستہ بتا سکتا ہے نہ مرضیات الٰہی اور اس کے نزدیک ناپسند باتوں کی خبر دے سکتا ہے نہ پہلی امتوں اور اگلے انبیاء علیہم السلام کے گزشتہ حالات بیان کرسکتا ہے جن میں عبرت و نصیحت کوٹ کوٹ کر بھری ہے نہ آئندہ آنے والے واقعات ہولناک کی خبر دے سکتا ہے جن پر مطلع ہونا انسان کو ایک آنے والی زندگی دائمی کے لیے ضرور ہے صرف دنیاوی معاملات پیش آنے والوں کا کچھ بے تکا حال بیان کیا کرتا ہے وہ بھی پورا نہیں ایک بات سچ تو سو غلط محض مجمل طور پر کہ جس کے حواشی اور متعلقات محض قیاسی ہوا کرتے ہیں اور یہی بات نجوم ورمل وجفر وغیرہ علوم میں ہوتی ہے اسی طرح خواب کے انکشاف ہوتے ہیں اور ذرا اس سے بڑھ کر مکاشفات غیر انبیاء علیہم السلام کا حال ہے برخلاف الہام انبیاء اور خصوصاً اس وحی کے جو بذریعہ جبرائیل امین آتی ہے یعنی قرآن مجید اس میں علوم خمسہ پورے پورے ہیں اور چھٹا علم بے کار ہے اس میں سے بھی بقدر ضرورت بہت ہے باقی زید بکر کے مریض ہونے شفا پانے دولتمند ہونے فقیر ہونے کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے یا ناکامی ہونے بارش ہونے یا ہوا چلنے سے جو منصب نبوت سے دور تھا درگزر کیا اس لیے قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں کمی نہیں کرتا ہے برخلاف کاہن اور اس کے کلام کے کہ وہ ان باتوں میں کمی کرتا ہے پورا بخیل ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ وابوعمرو اور کسائی نے لفظ بضنین کو بظنین ظا سے پڑھا ہے ❶۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن مجید یا محمد ﷺ غیب کی باتیں بتانے میں متہم نہیں قیاسی باتیں نہیں کہتے گویا یہ جملہ پہلی دلیل کا نتیجہ ہے یعنی جب دونوں واسطے ثقہ اور معتبر ہیں تو متہم نہیں بلکہ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے روایت کرتے ہیں اس میں ثقہ ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی یہی قرأت ہے اور عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظا ہی سے پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس کو دارقطنی نے افراد میں اور حاکم نے اور باقی قراء نے ضاد سے پڑھا ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ بخیل نہیں وحی کے پہنچانے میں بخل نہیں کرتے ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی

---

❶ صاحب کشاف کہتے ہیں و اتقان الفصل بین الظاء والضاد واجب...الخ ان دونوں حرفوں میں فرق کرنا ضروری ہے ض اور ظ میں اکثر عجم فرق نہیں کرتے حالانکہ ان کے مخرج جدا جدا ہیں ظ کا منہ زبان اور اگلے دانتوں کی جڑ سے نکلتی ہے اور ض دائیں یا بائیں داڑھ سے اور زبان کی جڑ سے ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا ایسا ہی ہے کہ جیسا دال کی جگہ جیم اور ت کی جگہ شین ۱۲ منہ۔

یہی معنی لیتے تھے۔

اس کے بعد اور دلیل بیان کر کے اس بحث کا خاتمہ کرتا ہے فقال وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ کہ یہ قرآن شیطان رجیم کا کلام نہیں یعنی جب کہ تم یہ کہتے ہو کہ قوت بشریہ سے تو یہ کلام بڑھ کر ہے اور پھر یا تو کاہن کا کلام کہتے ہو یا کچھ سچ ہے تو زیادہ جھوٹ اور اس کو شیطان یا جن خبیث کا کلام کہتے ہو ان کے اعجوبہ افعال پر نظر کر کے تو یہ بھی نہیں تم خود اس کلام میں غور کر لو اس لیے کہ پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے نہ کہ درخت سے پھل۔

اس قرآن مجید میں بیشتر یہ مطالب ہیں توحید باری تعالیٰ ذات وصفات بلکہ افعال میں بھی بت پرستی اور توہمات پرستی کی مذمت اچھے کاموں کی ترغیب، خیرات وصدقات صلہ رحمی، عبادت عفت صداقت رحم دلی راست بازی صبر وحلم کی تعلیم مکارم اخلاق کی خوبی برے کاموں سے نفرت خصوصاً افعال شہوت وغضب و کبر وغرور اور سخت دلی ایذا رسانی مکر وزور کی مذمت اور ان کے خراب نتائج بیان فرمائے، دنیا اور اس کے تجملات سے نفرت دلائی حیات جاودانی اور دار آخرت کا شوق دلایا خدا کے اسماء وصفات ذکر فرمائے پہلی قوموں کے عبرت انگیز حالات بیان کیے صادقوں کی خوبی بدکاروں نافرمانوں کی مذمت میں ان کے قصص ارشاد ہوئے باہمی عدل وانصاف کے قانون بتائے معاملات میں ظلم وتعدی روکنے کے لیے مسائل ارشاد ہوئے زمین وآسمان و دیگر مخلوقات کے حالات سے اپنی قدرت و رحمت کے نشان بتلائے وغیرہ۔

بھلا ان مضامین سے شیطان کو کیا واسطہ یہ اس کی آنکھوں میں خار ہیں خصوصاً جب کہ شیطان کی تمام سرگزشت ہی بیان کر دی کہ اس نے تکبر کیا اور یوں وہاں سے دھکے دے کر نکال دیا گیا ان حالات کو تو وہ سن بھی نہیں سکتا آپ بیان کرتا تو کجا فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ پھر اے نادانو! تم کدھر جا رہے ہو کیوں کر راستی کی طرف نہیں آتے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ یہ قرآن تو بہ لحاظ مضامین مذکورہ بالا اور دیگر خوبیوں اور روحانی تاثیر کے جہان والوں کے لیے نصیحت وہدایت ہے لازم ہے کہ اس کو یاد کریں اس پر چلیں مگر جہاں والوں میں سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اسی کے لیے یہ ذکر ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ کہ جو تم میں سے سیدھا ہونا چاہے اور اپنے امراض نفسانیہ کا علاج کرنا چاہے اور جس کا یہ قصد نہیں بلکہ حجت آرائی اور کج بحثی ہے تو اس کو اس سے نفع نہیں بلکہ مضرت ہے اور یہ ارادہ کسی کے بس کا نہیں وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ جس کے لیے اللہ سدھارنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہی اپنے سدھرنے کا بھی ارادہ کر سکتا ہے یہ توفیق اس کی طرف سے ہے انسان قضاء وقدر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، صرف اتنی بات ہے کہ جو کچھ قضاء وقدر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے صرف کچھ قضاء وقدر اس سے کراتی رہے اور اسی کے ارادہ واختیار کے سبب بندہ ثواب وعقاب مدح وذم کا مستحق ہوتا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں جبر وقدر دونوں کا ابطال ہے جبر کا لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ سے اور قدر یعنی تقدیر کے انکار اور بندے کے فاعل مختار ہونے کا ابطال جیسا کہ وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور فرقہ قدریہ کی ایک شاخ ہے اس آیت سے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ اور لفظ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ میں اشارہ ہے کہ بندہ کی ہدایت کے اسباب پیدا کرنا اور اس کی سعادت کی راہیں بتانا برے کاموں سے روکنا یہ بھی اس کی شان ربوبیت ہے ورنہ اس کو کیا پڑی کوئی بدراہی اختیار کرے جہنم میں جائے اپنا سر کھپائے۔ اس سورت کی ابتداء اور وسط اور مقطع کو غور کیا جائے تو صدہا اسرار بلاغت پائے گا جو اس میں رکھے ہوئے ہیں وله الحمد اولا و آخرا و ظاهرا و باطنا۔

اٰیَاتُہَا ۱۹ (۸۲) سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ (۸۲) رُکُوْعَاتُہَا ۱

مکیہ ہے اس میں انیس آیات ۱۹ ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵

ترجمہ:...... جب آسمان پھٹ جائے گا ۱ اور جب کہ تارے جھڑ پڑیں گے ۲ اور جب کہ دریا پھیل پڑیں گے ۳ اور جب کہ قبریں اکھیڑی جائیں ۴ تب ہر شخص جان لے گا کہ کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑ آیا ۵۔

ترکیب:...... اذا شرطیة السماء فاعل فعل محذوف یدل علیه انفطرت و الجملة معطوفة علیها۔ و اذا الکواکب الخ عطف علیها و کذا ما بعدها من الجملتین علمت الجملة جواب الشرط۔ نفس فاعل۔ ما قدمت و اخرت مفعوله یقال بعثر ❶ یبعثر بعثرة اذا قلب التراب و قال الفراء اخرجت ما فیها من الدافائن و ذلک من اشراط القیامة ان تخرج الارض ذهبها و فضتها۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے نسائی نے روایت کی ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے جب عشاء کی نماز میں بڑی سورت پڑھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ نہیں پڑھ لیا کرتا یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مگر وہاں اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ کا ذکر نہیں صرف نسائی نے یہ روایت کی ہے۔

ربط:...... اس سورت کا ربط اول سے ظاہر ہے کہ جس طرح اس میں اسباب تخریب عالم کو اذا اذا کر کے بیان فرمایا تھا اور ان کے بعد جزاء میں نفاس انسانیہ کا اپنے کیے پر مطلع ہونا بیان فرمایا تھا اسی اس طرح سورت میں اس مضمون کو دوسرے عنوان سے شروع کیا اور بعد میں انسانی سعادت و شقاوت کی ایک دلکش انداز میں تصویر کھینچی ہے۔

آسمان کا پھٹ جانا:...... فرماتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا تب کیا ہوگا اس کا اور اس کے بعد وَاِذَا الْكَوَاكِبُ وغیرہ سب جملوں کا جو اس مضمون کے ہیں آپ ہی جواب دیتا ہے کہ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ ہر شخص جان لے گا کہ کیا لے کر آیا اور کیا چھوڑ کر آیا۔

آسمان کے پھٹنے کا مضمون متعدد آیات میں واقع ہے کہیں یہ ہے کہ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ اور کہیں فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ اور کہیں یہ ہے وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ اور کہیں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ اور کہیں وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝

❶ ... و بعثر و بحثر بمعنی واحد و هما مرکبان من البعث و البحث مع را مضمومة الیهما و المعنی اثیرت و قلب اسفلها اعلاها و باطنها ظاهرها (کبیر) ۱۲ منہ۔

ہے عرض بیان یہ ہے کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے کہ یہ عالم خراب ہو جائے گا اور ایک دوسرا عالم ابدی قائم ہوگا جس کے لیے انسان اس دار فانی میں چند روز مہمان ہے کہ وہاں کے لیے حسنات حاصل کر کے جائے پھر اس کی تمامی عمر عافیت اور آرام سے بسر ہو اور اس عالم کی خرابی کا شروع اس کی چھت سے ہوگا یعنی آسمان سے اس لیے کہ جب مکان بناتے ہیں تو شروع بنیاد سے کرتے ہیں اس لیے زمین کا اول بنانا بیان فرما کر یہ فرمایا تھا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ اور جب گراتے ہیں تو شروع چھت سے کرتے ہیں جب آسمان لپٹ جائے گا اور ٹوٹ پھوٹ جائے گا تو ستارے بھی جھڑ پڑیں گے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ۝ اور جب کہ ستارے جھڑ پڑیں گے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔

یہاں تک علویات کی بربادی بیان مذکور ہو چکی اب اس کے بعد عالم سفلی کی بربادی بیان فرماتا ہے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۝ اور جب کہ دریا بہہ پڑیں گے بحو عربی زبان میں دریائے شور کو کہتے ہیں (سمندر کو) اور دریائے رواں کو خواہ کیسا ہی عریض و عمیق ہو جیسا کہ دجلہ، فرات، نیل، گنگا، جمنا سب کو نہر کہتے ہیں اب سمندر تین حصے زمین کو حاوی ہے اور ایک چوتھائی کے قریب کھلا ہوا ہے جس پر یہ تمام اقلیمیں اور جنگل اور پہاڑ واقع ہیں قیامت کے قریب جب کہ یہ دنیا برباد ہونے کو ہو گی (اب خواہ پہلے چھت یعنی آسمان اور ستارے برباد ہوں یا زمین برباد ہو کر پھر علویات برباد ہوں اس لیے کہ یہ بات آیات سے صاف معلوم نہیں ہوتی کہ پہلے کون برباد ہوگا ہاں ترتیب ذکر وغیرہ قرائن سے جو چاہو قرار دے لو) تب زلزلہ عظیم ہوگا جس سے پہاڑ اور بڑی بڑی عمارات بھی زیر و زبر ہو جائیں گی اور دریائے شور جو اب ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے آبادی پر پھیل پڑے گا اور دنیا کو اور بھی تہ و بالا کر دے گا اور سورۂ تکویر میں جو وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۝ آیا تھا اس سے بھی یہی مراد تھی دونوں جملوں کے ایک ہی معنی ہیں وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ۝ اور وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ۝۔

جب ایسا زلزلہ عظیم ہوگا تو زمین بھی جا بجا سے شق ہو جائے گی اور زمین میں مدفون چیزیں نکل پڑیں گی اس بات کو اس جملہ میں ذکر کرتا ہے وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۝ اور جب کہ قبریں اکھیڑی جائیں گی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نفخ صور کے بعد کا واقعہ ہے یعنی اس وقت کہ مردے قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جو زمین میں مدفون ہے باہر آ پڑے زلزلہ میں ایسا ہوتا ہے۔

یہ واقعات ہولناک تھے اس لیے ہر ایک کو اذا کے لفظ سے تعبیر کیا تا کہ ان کی عظمت شان معلوم ہو ان واقعات کے بعد کیا ہوگا آپ ہی فرماتا ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۝ تب ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا عمل کیا تھا اور کیا نہیں کیا تھا مَا قَدَّمَتْ سے مراد تقدیم فی العمل ہے اَخَّرَتْ سے مراد پیچھے ہٹنا کام نہ کرنا پس جس نے اعمال صالحہ کی تقدیم کی یعنی عمل میں لایا اور کبائر سے کوتاہی کی تو اس کا ٹھکانا جنت ہے اور جس نے اس کے برخلاف کیا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مَا قَدَّمَتْ سے مراد وہ اعمال ہیں کہ جو اس نے اول عمر میں کیے، واخرت سے وہ جو اس نے اخیر عمر میں کیے یہ ابو مسلم کا قول ہے بعض علماء اس کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں کہ مَا قَدَّمَتْ سے مراد وہ اعمال ہیں جو اس سے سرزد ہوئے اور اَخَّرَتْ سے وہ رسوم مراد ہیں کہ جن کی بنیاد ڈالی تھی جن کاموں کی یہ بنیاد ڈال کر دنیا سے گیا ہے اگر وہ نیک کام ہیں تو اس کو بھی ایسا ہی اجر ملتا رہتا ہے جیسا کہ عمل کرنے والوں کو ملتا ہے اور اگر بری رسم قائم کر کے گیا تھا تو اس کے لیے بھی اسی قدر گناہ ہے جس قدر اس پر عمل کرنے والوں کو ہے یہ مضمون ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس کو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حاکم نے بسند صحیح نقل کیا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ماقدمت سے مراد اعمال ہیں نیک و بد واخرت سے مراد وہ مال و زر ہے جو اس نے وہاں چھوڑا تھا۔

سوال: یہ واقعات تو نفخ صور اول کے ہیں پھر اس وقت تو انسان یا تو مردے ہوں گے یا قریب مردنی مصیبت میں مبتلا ان کو اعمال خیر و شر کیونکر معلوم ہوں گے؟

جواب: یہ ہے کہ اذا سے وہی متصل زمانہ مراد نہیں بلکہ وسیع زمانہ جس کی ابتداء یہ حوادث اور انتہاء نفخ صور ثانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

ترجمہ:.....اے انسان! بھلا تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم سے غافل کر دیا ۝ جس نے تجھے بنایا پھر تجھے برابر کیا پھر تجھے اعتدال پر کیا ۝ جس صورت میں چاہا تیرے اعضاء کو جوڑ دیا ۝ نہیں نہیں بلکہ تم جزا کو ہی نہیں مانتے ۝ حالانکہ تم پر بزرگ لکھنے والے محافظ ہیں (فرشتے) ۝ کراما کاتبین ۝ جو تم کیا کرتے ہو ان کو معلوم رہتا ہے ۝۔

ترکیب:.....الکریم صفة اولی للرب۔ الذی. . . الخ صفة ثانية مقررة للربوبية مبنية للكرم۔ فسوک فعدلک عطف علی صلة الذی ای خلقک فی ای صورة الجار متعلق برکبک۔ و ما مزيدة۔ و شاء صفة لصورة ای رکبک فی ای صورة شاءها و قيل يتعلق بمحذوف الی انه حال ای رکبک حاصلا فی ای صورة شاءها و انما لم يعطف الجملة ماقبلها لانها بيان لعدلک۔ و ان عليكم خبر ان۔ لحفظين اسمها۔ کراما صفة للحفظين و کذا کاتبين و کذا يعملون و قيل هذا حال من الکاتبين فان مع اسمها و خبرها و صفات الاسم جملة اسمية فی محل النصب علی الحال من فاعل تکذبون ای تکذبون و الحال ان عليكم من يرد تکذيبکم و قيل مستانفة مسوقة لبيان مايبطل تکذيبهم۔

تفسیر:.....جب یہ حالت ہے کہ ایک روز قیامت آنے والی ہے انسان اس روز اپنے نیک و بداعمال کا ملاحظہ کر کے افسوس کرے گا ہاتھ ملے گا تو آج اے بنی آدم تم کس خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہو اور خدا تعالیٰ کی کریمی کے سبب (کہ جلد دنیا میں افعال بد کی سزا نہیں دیتا اور نیک و بد کو اپنی نعمتوں سے بھرپور کر رکھا ہے) نیکی میں کوشش کرنا تو درکنار بلکہ اس کے رسولوں سے مقابلہ کر رہے ہیں اس جاں گداز مضمون کو اس آیات میں کن دل شکن اور پراثر الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔

رب کریم سے غفلت:.....فقال يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ کہ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس نے مغرور کر دیا۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد کافر ہے کیوں کہ وہی قیامت کا منکر ہے اور یہ انکار قیامت اور اس پر دلیرانہ گناہ کرنا اس کا اللہ سے غرور ہے یعنی سزا کی کچھ پروا نہیں کرتا شتر بے مہار بنا ہوا ہے کسی کی نہیں سنتا۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے کلبی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن الاسد بن کلدہ بن اسید کافر کے حق میں ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کے حق میں گستاخی کی مگر اس پر خدا نے دنیا میں اس کو سزا نہ دی جس سے وہ اور بھی اترا گیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ کافر اور گنہگار مؤمنوں سب کو شامل ہے مؤمن ہی سہی مگر جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہیں آتا تو گویا اس کا حال سزا و جزا کا برپا ہونا نہیں مانتا اور سزا کا اندیشہ دل میں نہیں اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے احیانا گناہ ہو جانا اور اس سے تائب اور نادم ہونا منافی شان ایمان نہیں ایسے ہی شفاعت کے مستحق ہیں نہ کہ عیسائیوں کی طرح یہ دل میں ٹھان لینا کہ

ہمارے گناہوں کا تو حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو چکے اب جو چاہو کرو دل کھول کر حرام کاری مے نوشی، مکر و فریب کرو جھوٹ بولو لوگوں پر ظلم کرو کچھ پروا نہیں یہ بھی رب کریم سے غرور ہے اور بڑا دھوکا ہے اس قسم کے خیالات فاسدہ یہود میں بھی تھے وہ حضرت ابراہیم و اسحاق علیہم السلام کی اولاد سے ہونا کافی جانتے تھے وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۔ سَيُغْفَرُ لَنَا کہا کرتے تھے جیسا کہ جاہل بزرگ زادے اور جاہل سید کہا کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ یعنی باپ دادا فلاں ولی یا غوث و قطب تھے ہم کو سب گناہ معاف ہیں مواخذہ نہ ہو گا اور ہوا تو وہ چھڑا لیں گے اور بنی فاطمہ ❶ پر تو آگ حرام ہے اور اسی لیے بعض جاہل دنیاوی آگ میں کود کر سالم نکلنا فاطمیت کی دلیل سمجھا کرتے ہیں یہ بھی رب کریم سے غرور اور بڑا دھوکا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی اور نصرانی خیال کو باطل کر دیا جب کہ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرما دیا تھا کہ دنیا کا مال و اسباب جو میرے پاس ہے لے اور قیامت کے بارے میں یہ غرور نہ کرنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں خدا کے مقابلے میں کچھ کام نہ آؤں گا۔ یہ مضمون احادیث میں موجود ہے اور نیز آئندہ آیات میں بھی یہی مضمون ہے۔

اسلام اس بات پر فخر کرتا ہے کہ خدا اور بندے کے مرتبے کو ایسا الگ کر کے بتا دیا کہ جس میں کوئی شائبہ اشتراک کا لگا نہیں رکھا اور پھر بندوں میں بھی موروثی اعزاز قائم نہیں بلکہ تقویٰ اور ایمان پر اور یہی شایانِ شان دین حق ہے۔

برہمنوں کا بھی یہ خیال ہے کہ ہم برہما جی کی اولاد ہیں برہمن دوزخ میں نہ جائے گا وہ جو چاہے گا کرے گا اس کو کچھ گناہ نہیں الغرض یہ غرور اور یہ دھوکا بنی آدم میں وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا تھا جس کو اسلام نے رد کیا اور اسی طرح انکار قیامت اور باز پرس تو ان غروروں سے بھی زیادہ خطرناک غرور تھا جو بیشتر عرب میں پھیلا ہوا تھا۔

فائدہ ۲: غرور کو رَبّ اور پھر کریم کے ساتھ متعلق کرنے میں اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی وقتاً فوقتاً پرورش کرنے والے سے غرور (جس کی طرف ہر وقت حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اس کی پرورش بھی کریمانہ ہو ہر بات میں کرم و فضل کرتا ہو) انسانیت کا مقتضی نہیں ایسا انسان جو ایسا احسان فراموش ہو انسان نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے اس کو عقل بھی نہیں کہ جس سے ہر دم حاجت متعلق ہو اس سے بگاڑے اور چند عطا کردہ نعمتوں پر ایسا مغرور ہو کہ اپنے آقا اور محسن کی طرف ذرا بھی نہ جھکے سر نیاز اس کے آگے نہ رکھے، کیسی نالائقی ہے مگر لفظ کریم میں بھی بتلا دیا کہ اس اکڑفوں کا سبب ہمارا کرم ہے فوراً سزا دے دیا کریں یا اپنے کرم کو باز رکھیں حاجت روانہ کریں تو سارا غرور خاک میں مل جائے۔

لطف حق باتو موا ساہا کند ☆ چونکہ از بگزرد رسوا کند

بدکار بدکاری کر رہا ہے اور جانتا ہے کہ میرا اقبال اور جاہ و بخت اسی میں ہے بت پرست بت پرستی کر رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ یہ نعمتیں میرے خیالی معبود دے رہے ہیں گمراہ گمراہی میں اڑا ہوا ہے اور اس گمراہی کو راست خیال کرتا ہے یہ بھی غرور ہے اور سینکڑوں خیالی اور فرضی عقائد ہیں کہ جن پر فلاح و سعادت کا انحصار سمجھ رہا ہے یہ بھی غرور ہے یہ غرور اس کے جہل اور شیطان کے بہکاوے کا نتیجہ ہے اس لئے کہ اس کے قہر و صفتِ انتقام کو نہ جانا اور شیطان نے دل میں یہ ڈالا کہ یہ جو تو کر رہا ہے یہی اس کی رضامندی کا سبب ہے کسبن کہہ دیا کرتی ہے کہ اگر وہ ہمارے کام سے ناراض ہوتا ہے تو ہم کو یہ دولت و ثروت کیوں دیتا ہے چور اور ظالم بھی یہی کہا کرتے ہیں بت پرست

---

❶ ...... اگر یہی وجہ ہے تو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما و دیگر اہل بیت اس بات کا زیادہ گھمنڈ کرتے جن کے فاطمی ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں تھا برخلاف اس کے کہ وہ راتوں کو تہجد میں رویا کرتے تھے اور ایک ادنیٰ گناہ کو بھی مہلک سمجھتے تھے پھر اس زمانے کے سید اور پیرزادے اس نام کی سیادت پر یہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں اگر یہ ہمسایہ برہمنوں سے نہیں سیکھا تو پھر کہاں سے لائے ہیں کوئی سند ہے؟ یہ کہنا کہ حسن اعتقاد اور محبت سیادت اسی کی مقتضی ہے غرور ہے ۱۲ منہ۔

اور توہمات باطلہ کے بندے بھی یہی کہا کرتے ہیں اور غضب یہ کہ الٹے اور قیامت میں جزا خیر کے مستحق اپنے آپ کو ان بد باتوں پر سمجھتے ہیں نعوذ باللہ من الغرور۔

غرور، تمنی اور رجا کا فرق

فائدہ: واضح ہو کہ غرور اور تمنی اور رجاء یا امید میں فرق ہے غرور اور تمنا مذموم ہیں غرور کی بابت یہ ہے کہ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ اور تمنی کی مذمت یہ ہے کہ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ، لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْکِتٰبِ اور امید کی مدح آئی ہے اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ سو امید یا رجا وہ ہے کہ ایک مرغوب چیز کا انتظار کیا جائے اس کے اسباب مناسب بہم پہنچانے کے بعد جیسا کہ زمین عمدہ کو خوب بوجوب کر کاشتکار غلبہ کی انتظاری کرے یا تو آقا کی خدمت بجالا کر انعام کی توقع کرے یا نیک کام کر کے ایمان و اعمال صالحہ میں کوشش کر کے نجات آخرت کی توقع رکھے سو یہ عمدہ بات ہے اور جب اسی پر کچھ کامیابی کا اشارہ ہو جاتا ہے تو اسی کو اطمینان کہتے ہیں جو بوقت اخیر ❶ اہل اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور دنیا میں حاصل ہو تو یقین کہلاتا ہے اور اسی آیت (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ) کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے میں یہی یقین مراد ہے۔

رہا غرور سو وہ ایسی چیز کی توقع کرنا ہے کہ اس کے برخلاف اسباب بہم پہنچا چکا ہے مثلاً آقا کی بغاوت کر کے بخشش کی امید رکھے یا مال برباد کر کے نفع کی امید رکھے کھیت اجاڑ کر غلہ کی آرزو کرے برے برے کام کر کے نجات کی امید کرے۔

ہر آں کہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ☆ دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست

اور تمنی وہ ہے کہ کسی قدر اسباب بہم پہنچا کر کامیابی کی توقع کرے یا اسباب کے حصول میں شک ہو تب امید کرے۔ حاصل کلام اسباب بہم پہنچا کر توقع کرنا رجا ہے اور شکی حالت میں تمنی ہے اور اسباب باطل بہم نہ پہنچائے ہوں یا برخلاف اسباب جمع کیے ہوں تب نیک نتیجہ کی امید کرنا غرور یعنی دھوکا ہے دنیا کے لوگ اس اندھیری رات میں کہ جس کو حیات کہتے ہیں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں مگر وہ جن کو روشنی عطا ہوئی ہے۔

تسویہ اور تعدیل میں فرق:......اس کے بعد رب کے کرم کی تفصیل سناتا ہے تاکہ اس مغرور کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ میں کس کے ساتھ غرور کر رہا ہوں فقال اَلَّذِیْ خَلَقَكَ وہ کہ جس نے تجھ کو پیدا کیا عدم سے ہستی میں اپنے کرم سے لایا نہ تیرا سوال تھا نہ تیری دعا تھی پھر یوں ہی بے ڈول اور اینڈ نہیں پیدا کر دیا بلکہ اس طور سے کہ فَسَوّٰىكَ تجھے برابر کیا اعضاء جسم میں تناسب رکھا کان کی جگہ کان ناک کی جگہ ناک آنکھ کی جگہ آنکھ رکھی اور فَعَدَلَكَ قویٰ و مزاج میں بھی تعدیل ملحوظ رکھی جس عضو میں جس قدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی جس کو جس قدر رطوبت درکار تھی اتنی ہی عطا فرمائی۔

یہ دو وصف ہیں کہ ایک تسویہ جو ظاہری بناوٹ سے متعلق ہے سو پہلے ماں کے پیٹ میں تسویہ اعضاء جسم ہو لیتا ہے تب اس میں ایک قوت ودیعت رکھی جاتی ہے اور دوسرا وصف تعدیل ہے جو اس کے باطنی استحکام سے متعلق ہے مزاج کی تعدیل سے لے کر اس کے جمیع قویٰ کی تعدیل تک کو شامل ہے اس لیے خلق کی تفصیل میں اول تسویہ کو ذکر کیا فَسَوّٰىكَ فرمایا پھر تعدیل کو فَعَدَلَكَ فرمایا ان دونوں باتوں کے بعد اور کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی بلکہ معاً ایک صورت خاصہ عطا ہوتی ہے جس کو صورت شخصیہ کہتے ہیں خواہ مرد کی ہو خواہ عورت کی پھر ان میں ایک خاص نقشہ خوب صورت بدصورت جیسا واہب العطایا کی طرف سے عطا ہو دیا جاتا ہے اس لیے اس بات کو بغیر عطف کے یوں فرمایا فِیْٓ

❶......اور اسی طرح کے اطمینان کے لحاظ سے بوقت مرگ اہل اللہ سے فرشتے کہتے ہیں؟ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ ... الخ۔

اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ کہ جس صورت خاص میں چاہا اے انسان تجھے مرکب کر دیا ان میں سے کوئی بات تیرے اختیار کی نہیں نہ تیرے سوال پر عطا ہوئی ہے یہ اسی کا کرم ہے جو آج تو اسی صورت اور حسن و جمال پر اتنا غرور کرتا ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

تناسب اعضاء کے اتنا تجز ☆ بگاڑ تجھے خوب صورت بنا کے

اکثر انسان کے غرور کے اسباب تین ہیں ایک حسب و نسب، دوسرا حسن، تیسرا مال و زر حکومت و شوکت ان تینوں کی حقیقت اسی ایک جملہ میں بیان فرما دی۔

اب اس انسان کے کرتوت بیان فرماتا ہے کہ جس کو اس رب کریم نے یہ کچھ دیا یہ اس کے مقابلہ میں کیا شکر گزاری کرتا ہے؟

فقال كَلَّا ہرگز نہیں بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ بلکہ اے بنی آدم! تم جزا کا انکار کرتے ہو شتر بے مہار بن کر حصول لذات و شہوات میں غرق ہو اور جانتے ہو کہ اس میں مزے اڑانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزاء ہے نہ سزا ہے۔

محافظ فرشتے: ...... وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ حالانکہ اس نے اپنے کرم سے تم پر نگہبان فرشتے مقرر کر رکھے ہیں ان کی محافظت نہ ہو تو تلف ہو جاؤ وہی تمہارے دل میں حفاظت کے علوم القاء کرتے ہیں یعنی صرف پیدا ہونے ہی میں اس کی محتاجی نہ تھی بلکہ پیدا ہونے کے بعد بھی بقا اور وجود میں بھی احتیاج باقی ہے، سوتے میں وہی سانپ بچھو وغیرہ مہلکات سے بچاتے ہیں یہ محافظت بڑی شرح طلب ہے۔

اور صرف وہ محافظت ہی نہیں کرتے بلکہ کراماً کاتبین کرم کرتے ہیں مباشرت کے وقت اور شرم ناک کاموں کے وقت تمہارے روبرو نہیں ہوتے کسی پر افشاء راز نہیں کرتے لیکن نیک و بد جو کچھ تم کرتے ہو اس کو دفتر غیب میں لکھ لیتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو فرشتے شام کو آتے ہیں صبح تک رہتے ہیں پھر صبح کو اور آتے ہیں شام تک رہتے ہیں ❶۔ پہرہ بدلتا رہتا ہے۔

اور یہ لکھنا ان کا بے خبری سے نہیں بلکہ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ جو تم کرتے ہو اس کو جانتے ہیں ان سے تم کچھ چھپا نہیں سکتے پھر جب یہ ہے تو یہ سمجھو کہ تم کو اس کے رب کریم نے شتر بے مہار نہیں پیدا کیا بلکہ اس جہاں میں نیکی کمانے کے لئے۔ اس لئے ہر ایک کام کی جزا و سزا ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵
وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝۱۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا
يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹ رکوع

❶ ...... اور یہی سر ہے صبح و شام کی عبادت کی طرف اہل اللہ زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ میں اسی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ۔

● ...... علماء بدیع کہتے ہیں کہ اس آیت میں کئی صنعتیں موجود ہیں۔ اول: جمع و تقسیم وہ یہ کہ چند اشیاء کو جمع کر لیا جائے پھر تقسیم کیا جائے سو یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے جمع و ان علیکم لحفظین ... الخ میں تھا کہ سب کو ایک حکم میں جمع کر لیا کہ سب پر محافظ کراما کاتبین مقرر ہیں یہاں تفریق کر دی کہ ان میں سے نیک نعیم میں اور بد جحیم میں ہوں گے۔ دوم: صنعت ترصیع ہے اور کلام مرصع وہ ہے کہ دونوں فقروں میں ایسے الفاظ استعمال ہوں کہ جن کا وزن برابر ہو سجع یعنی اخیر کا حرف ایک ہو یہاں یہ بات بھی ہے ابرار کے مقابلہ میں فجار اور نعیم کے مقابلہ میں جحیم ہموزن ہے۔ سوم: صنعت تضاد بھی ہے جس کو الطباق کہتے ہیں اس لیے کہ ابرار کی ضد فجار اور نعیم کی ضد جحیم ایک کلام میں جمع ہیں۔)

ترجمہ:......یقیناً نیک بندے تو نعمتوں میں ⑬ اور بدکار دوزخ میں ہوں گے ⑭ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے ⑮ اور وہ اس دوزخ سے کہیں جانے نہ پائیں گے ⑯ اور تجھے کیا معلوم کیا ہے انصاف کا دن؟ ⑰ پھر (کہتے ہیں) تجھے کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ ⑱ جس دن کسی کا کسی کے لیے کچھ بھی بس نہ چلے گا اور اس دن اللہ ہی کی حکومت ہوگی ⑲۔

ترکیب:...... ان الابرار الجملة و ما هو معطوف عليها اعني الجملة الثانية مستانفة لبيان نتيجة الحفظ و الكتاب من الثواب و العذاب۔ يصلونها الجملة اماصفة لجحيم او مستانفة جواب لسوال مقدر كانه قيل ماحالهم فقال يصلونها... الخ و قيل حال من الضمير في متعلق الجار و المجرور ويوم منصوب بيصلون قرأ الجمهور مخففا مبنيا للفاعل و قرئ مشددا مبنيا للمفعول۔ وماهم... الخ و هذه الجملة ايضا صفة لجحيم۔ و ما ادرٰك تفخيم لشان يوم الدين ولذا كرره۔ يوم لا تملك قرئ هو بالرفع قرئها ابن كثير و ابو عمرو و على انه بدل من يوم الدين او خبر مبتدامحذوف و قرأ ابو عمرو في رواية عنه بالتنوين و القطع عن الاضافة و قرأ الباقون يفتحه و فيه وجوه الاول باضمار يدانون لان الدين يدل عليه و الثاني باضمار اذكروا و الثالث قول الزجاج و هو ان يكون في موضع رفع الا انه مبني على الفتح لاضافة اى قوله لاتملك و المضاف الى غير المتمكن يبنى على الفتح و ان كان في موضع رفع و جر قال الواحدى قول الزجاج انما يجوز عند الخليل و سيبويه اذا كانت الاضافة اى الفعل الماضي نحو قولك على حين عاتبت و اما اذا كانت الاضافة الى المستقبل فلايجوز عند الكوفيين الرابع قول ابو علي و هو ان اليوم لما جرى في اكثر الامر ظرفا ترك على حالة الاكثر و الدليل عليه قول العرب و الامر مبتدأ يومئذ لله خبره رفع ابن كثير يوم على البدل من يوم الدين او خبر لمحذوف۔

تفسیر:......اب یہاں سے اس جزا کی تفصیل وتشریح فرماتا ہے اس لیے کہ پہلے اس کو ثابت کرلیا۔

نیکیوں کا ثمر:...... فقال اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ⑬ کہ بیشک نیک بندے نعمت میں ہوں گے یعنی بہشت میں اس لیے کہ اس سے اور زیادہ کیا نعمت ہے جہاں کھانے اور پینے اور مکان ولباس وہم جلیس کے متعلق سب دل خواہ سامان ہیں اور اس پر حیات ابدی بھی ہے اور کوئی مرض رنج موت بڑھاپا نہیں اور سب سے بڑھ کر وہاں دیدار الٰہی بھی ہے یہ جگہ کسی ملک کے باشندوں یا کسی قوم یا خاندان کے لوگوں کا حصہ نہیں بلکہ ابرار کا ہے کوئی ہو۔

بر یعنی نیکی کی تفسیر خود خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمادی ہے لَیْسَ الْبِرَّ... الخ کہ نیکی یا نیک کون ہے جو ایمان لائے اور پھر نیک کام کرے ایمان اور عمل صالح ہوں تو نیک ہے ورنہ دنیا کی مشہور نیکی کسی کام کی نہیں۔

بدی کا انجام:...... یہ تو نیکوں کا انجام کار تھا اب بدوں کا انجام کار بیان فرماتا ہے فقال وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ⑭ اور بد یعنی جو ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں رکھتے یا ان دونوں میں سے ایک نہیں رکھتے اگر ایمان نہیں تو بھی فاجر ہے اور ایمان ہے مگر نیک کام نہیں بلکہ گناہ کرتا ہے چوری، زنا، شراب خوری ترک صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ ظلم ودغا ناچ ورنگ میں مبتلا ہے تو فاجر ہے مگر اولیٰ سے کم اس لیے کہ ایمان کی بدولت آخر کار اس کی نجات ہے فاجر بھی کوئی ہو امیر ہو غریب ہو بادشاہ ہو عزت دار ہو ذلیل ہو کسی بزرگ کی اولاد ہو کسی مقدس شہر کا رہنے والا ہو سب کے لیے حکم عام ہے۔

اس کے بعد کسی قدر جحیم کے ہول ناک احوال بیان فرماتا ہے تا کہ ان کو سن کر لوگ فجور سے باز آئیں ❶۔

اول: يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ کہ اس جحیم میں جزا کے دن فاجر داخل ہوں گے یعنی جس طرح دنیا میں حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے بچ کر جاتے ہیں یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دے کر خوشامد ومنت کر کے بچ جاتے ہیں ایسا وہاں نہ ہوگا وہ قید خانہ ایسا نہیں کہ جو مجرم اس سے بچ سکے معاذ اللہ۔

دوم: وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ کہ اس جحیم سے وہ غائب بھی نہ ہو سکیں گے قید خانہ سے خلاصی کی ایک یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ قیدی مر جائے اور مر کر چھوٹ جائے اور دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی تدبیر سے داخل ہو کر نکل جائے دیوار پھاند کر بھاگ جائے یا نگہبانوں سے چھپ کر نکل جائے یا زبردستی سے نکل جائے یا رشوت دے کر نکل جائے سو یہ بھی وہاں نہ ہوگا ان سب باتوں کی نفی اس ایک جملہ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ میں کر دی کہ وہاں یہ باتیں نہ ہونے پائیں گی۔

معتزلہ کا مذہب اور اس کا رد

فائدہ: اس جگہ سے معتزلہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان کبیرہ کرنے والے بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس لیے کہ وہ بھی فاجر ہیں اور فاجروں کی نسبت آ گیا ہے وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ کہ وہ وہاں سے غائب نہ ہوں گے یعنی کبھی نہ نکلیں گے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا۔

اس کا جواب امام رازی رحمہ اللہ نے یوں دیا ہے کہ یہ تمہارا عقیدہ قطعی ہے اور الفاظ کی عموم پر دلالت ظنیہ ہے پھر اس سے ثبوت کرنا بے کار ہے اور ظن اس لیے ہے کہ استعمال جمع معرف باللام کا معہود سابق میں اکثر ہوا کرتا ہے پس محتمل ہے کہ یہاں الْفُجَّارَ سے مراد کافر ہوں جن کا ذکر چلا آ رہا ہے جو روز جزا کی تکذیب کرتے ہیں اگر عموم کو قطعی بھی مان لیا جائے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اہل کبیرہ فاجر ہیں اس لیے کہ پہلے آ چکا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ کفار ہی کافر و فاجر ہیں اس لیے یہ بات کہ اصحاب الکبائر ہی علی الاطلاق فاجر ہیں غیر تسلیم ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ کے صدق کے لیے ان فاجروں میں سے کفار کا خلود کافی ہے مگر راقم الحروف کہتا ہے کہ معتزلہ کا اس آیت سے استدلال ہی صحیح نہیں اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ وہ از خود کسی مکر و تدبیر سے وہاں سے نہ نکل سکیں گے نہ یہ کہ خود خدا تعالیٰ انہیں نہ نکالے گا سو یہ ممکن ہے کہ وہ ان میں سے اہل الکبائر کو رہائی دے دے ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد اپنے فضل و کرم سے یا شفاعت سے انہیں رہائی دے دے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے واللہ اعلم۔

اس کے بعد اس روز کی شدت کے اظہار کے لیے آپ ہی پوچھتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ کہ اے انسان! تو کیا جانے کہ کیا ہے جزاء کا دن؟ پھر اس کا اعادہ کرتا ہے ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ پھر تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن؟ یہ اس لیے کہ دنیا کے جس قدر مصائب ہیں اس روز کے مصائب کے آگے کچھ بھی نہیں پھر انسان اس کی حقیقت سے کیونکر واقف ہو سکے اس کے سوا جزاء کا معاملہ کیوں کر اپنی مناسب اشکال میں متشکل ہو کر راحت و رنج کا باعث ہوں گے خیر حقیقت جزا تو کیا جانیں گے سا لے وہاں کی ایک ہی بات پر سخن تمام کرتے ہیں يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا کہ اس روز کوئی کسی کے لیے کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا نہ بھائی نہ باپ نہ یار نہ کوئی اور اہل قرابت کچھ کام آئے گا جیسا کہ دنیا میں شریک ہو جاتے ہیں اور دفع مصیبت میں کوشش کرتے ہیں وہاں یہ نہ ہوگا۔

فائدہ ۲: نَفْسٌ نکرہ لِّنَفْسٍ نکرہ شَيْـًٔا نکرہ تینوں نکروں کے عموم نے یہ بات بتا دی کہ اس روز کسی کا بھی اختیار نہ ہوگا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ

❶ فجور بدکاری بے ایمانی، بت پرستی ۱۲۔

لِلّٰہِ⑲اس روز اللہ ہی کا اختیار ہوگا برخلاف دنیا کے کہ بیوی پر میاں کی حکومت ہوتی ہے آقا کی نوکر پر اور بادشاہ کی رعیت پر مگر اس روز بجز اس کے اور کسی کی حکومت نہ ہوگی۔

فائدہ ۲: اس آیت سے شفاعت کا رد کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں غلط فہمی ہے اس لیے کہ شفاعت اپنا اختیار نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے حکم سے ہے سو وہ بھی اس کا امر ہے۔

اٰيَاتُهَا ٣٦ (٨٣) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ (٨٦) رُكُوْعَاتُهَا ١

مکیہ ہے اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦

ترجمہ:...... خرابی ہے کم تولنے والوں کی ① ان کی جو لوگوں سے لیں تو پورا پورا ناپ کر لیں ② اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیں ③ تو گھٹا کر دیں کیا وہ خیال نہیں کرتے ④ کہ ان کو ایک بڑے دن (قیامت میں) اٹھایا جائے گا ⑤ جس دن کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ⑥۔

ترکیب:...... ویل مبتدا و جاز الابتداء بہ لکونہ دعاء قال مکی ویل و شبہ اذا کان غیر مضاف فالمختار الرفع و یجوز النصب و اذا کان مضافا او معرفا فالمختار فیہ النصب و الویل کلمۃ تذکر عند وقوع البلاء یقال ویل لک و ویل علیک و قیل و اد فی جہنم۔ للمطففین خبرہ المطفف ماخوذ من الطفف و ہو الجانب او الشیء الیسیر۔ یقال طف الوادی الاناء اذا۔ اقارب الامتلاء و لم یمتلی بعد۔ قال الزجاج انما قیل للذی ینقص المکیال و المیزان مطفف لانہ یسرق الشیء الیسیر۔ و التطفیف النجس فی الکیل و الوزن۔ الذین... الخ صفۃ کاشفۃ للمطففین اذا اکتالوا الاکتیال الاخذ بالکیل علی الناس قال الفراء علی و من فی ہذا الموضع یعتقبان یقال اکتلت منک ای استوفیت منک و تقول اکتلت علیک ای اخذت ما علیک یعنی الاکتیال یستعمل بمن و علی و فی الکشاف لما کان اکتیالہم اکتیالا یضرہم ابدل علی مکان من للدلالۃ علی ذلک۔ و اذا کالوہم ای کالوا لہم او وزنوہم حذف اللام فتعدی الفعل الی المفعول فہو من باب الحذف و الایصال قال الکسائی و الفراء ہذا من کلام اہل الحجاز و من جاورہم یقولون زنی کذا کلنی کذا و کسبتک و کسبت لک قال الزجاج لا یجوز الوقف علی کالوا حتی یوصل بالضمیر و یروی عن عیسی بن عمرو و حمزۃ انہما کانا یجعلان الضمیرین توکید المافی کالوا و یقفان عند الواوین ای علی کالوا و وزنوا ثم یقولون ہم یخسرون و زعم الفراء و الزجاج انہ غیر جائز۔ الا یظن... الخ جملۃ مستانفۃ یوم منصوب باعنی و قیل بمبعوثون او مرفوع المحل خبر لمبتدا محذوف او مجرور بدلا من یوم عظیم مبنی علی الفتح لاضافۃ الفعل و ان کان مضارعا علی انہ مذہب الکوفیین۔

تفسیر:......وقت ومقام نزول:

یہ سورت بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ وضحاک ومقاتل مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن الزبیر سے بھی منقول ہے کہ آخر جو مکہ میں نازل ہووہ یہ سورت ہے مگر حسن وعکرمہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور سب سے اول جو مدینہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہی سورت ہے قول اول قوی ہے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں کو لینے دینے میں پیمانہ اور تول میں کم یا زیادتی کرتے پایا سوسب سے اول جو ایک مجلس میں ان کو قرآن مجید سنایا تو ان کے حسب حال یہی سورت سنائی جس میں پیمانہ اور تول میں کمی زیادتی کرنے کی سخت برائی ہے اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اس روز کے بعد اب تک اہل مدینہ سے بڑھ کر کوئی شہر اور بستی پورا تولنے اور پیمانہ بھرنے میں نہ ہوگی، یک لخت سب نے وہ کام چھوڑ دیا۔

ربط:...... ماقبل سے سورت کا إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۞ سے ربط یہ ہے کہ اس سورت کے اخیر میں حشر کا معاملہ مذکور تھا کہ نیک نعیم میں اور بد جحیم میں ہوں گے اور کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اس لیے اس سورت میں اس بدی کی شرح کر دینا مناسب ہوا جو حقوق العباد سے متعلق ہے اس لیے کہ حقوق العباد سے زیادہ تر باز پرس ہوگی۔

وہ بدی کیا ہے؟ حقوق العباد میں دیدہ دانستہ کمی زیاتی کرنا جس کو عربی میں لطیف اور اس کے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں خصوصاً لین دین زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعے سے۔

اس لیے فرماتا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۞ خرابی ہے حقوق العباد تلف کرنے والوں کی پیائش اور وزن میں ہر چند لفظ تطفیف کے معنی لغوی پیائش اور وزن میں خیانت کرنے کے ہیں مگر شیخ الاسلام ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز اور دیگر بزرگوں نے فرمایا کہ یہ لفظ وسیع المعنی ہے پیائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت اور خست کو بھی جیسا کہ اپنے عیوب کو چھپانا اور لوگوں کے وہی اپنے عیوب ظاہر کرنا لوگوں سے انصاف طلب کرنا اور آپ انصاف نہ کرنا لوگوں کی عیب جوئی کرنا اور اپنے عیوب کی پروانہ کرنا لوگوں سے تعظیم طلب کرنا اور خود کسی کی تعظیم وتکریم نہ کرنا نوکروں غلاموں تابع داروں سے خدمت تو ٹھونک بجا کر لینا اور تنخواہ اور اجرت دینے میں کمی کرنا۔ اپنے لیے جو پسند کرنا وہ دوسروں کیلئے نہ کرنا رزق وعزت و عافیت تو خدا تعالیٰ سے بہت کچھ مانگنا اور اس کی حکم برداری سے دل چرانا لوگوں سے اللہ کے لیے سوال کرنا آپ اللہ کے لیے کچھ نہ دینا اوروں کو نصیحت کرنا خود مبتلا ہونا حال خراب رکھنا قال ٹھیک رکھنا بزرگوں کی صورت بنانا باطن شیطانی کام کرنا ریاکاری کرنا وغیرہ یہ سب لوگ مطفف ہیں ان سب کے لیے ویل بمعنی خرابی ہے۔

پھر اس خرابی کو جو دنیا اور آخرت میں مطفف کو پیش آتی ہیں سینکڑوں صورتیں ہیں لوگوں کی آنکھ میں ذلیل وخوار ہوں اس کے کاموں میں برکت نہ ہونا مرض و وبا و دیگر دنیا کے اشد مصائب میں مبتلا ہونا اور آخرت میں جہنم اور اس کی پیپ اور بدبودار وادی ہے جہاں عمر بھر رہنا اور رونا اور سر پیٹنا ہوگا۔

پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں:...... دنیا کی خرابیوں کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تفسیر کی ہے کہ خمس بخمس یعنی سن لو پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں مقرر ہیں جو قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اس کے دشمن اس پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جو قوم احکام الٰہی کو خواہش نفسانی اور رشوت ستانی سے ترک کرتی ہے تو فقر وافلاس میں مبتلا ہوتی ہے جس قوم میں زنا وغلام بازی کی کثرت ہوگی وبا وغیرہ حوادث سے ہلاک ہوگی جو

قوم ناپ وتول میں خیانت کرے گی قحط میں مبتلا ہوگی باغ اور کھیتوں کی پیداوار سے بہرہ ورنہ ہوگی جو قوم زکوٰۃ اور حقوق مساکین سے دست کشی کرے گی ان سے بارش روک لی جائے گی

مگر خدا تعالیٰ جب کسی قوم اور ملک کو برباد کرنا چاہتا ہے تو ان سے سزاؤں کو چند روز کے لیے روک لیتا ہے تاکہ دلیر ہوکر ان افعال کو کریں اور پھر دفعۃً برباد ہو جائیں وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ کہ میں ڈھیل دیتا ہوں اور میرا داؤ مضبوط ہے۔ معاذ اللہ۔

مکر وخیانت کی تشریح:......اس کے بعد ان کے مکر وخیانت کی تشریح فرماتا ہے فقال اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ کہ جب اوروں سے ناپ کر بھر لیں عرب میں عموماً اور دیگر ملکوں میں بھی رواج تھا بلکہ اب بھی ہے کہ غلہ وغیرہ انسان کی غذا اور کار آمد چیزوں کو تولنے کی جگہ پیمانہ سے لیتے تھے مثلاً آدھ سیر کا ایک لکڑی کا برتن بنا رکھتے ہیں آدھ سیر غلہ دینا ہو یا لینا ہو تو اس میں بھر کر لیتے دیتے ہیں اس میں آسانی بہت ہے اور پیمانہ کو کیل اور مکیال کہتے ہیں اور کیلہ اسم ہے اور جو چیزیں تول کر بکتی ہیں ان کو موزون کہتے ہیں سو وہ تول کی چیزوں میں بھی خیانت کرتے تھے وَاِذَا كَالُوْهُمْ اور جب اوروں کو ناپ کر دیتے تھے اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا تول کر دیتے تھے يُخْسِرُوْنَ کمی کرتے تھے۔

فائدہ (۱): پیمانہ اور وزن سے لینا ایک حالت ہوئی اور انہیں سے ناپ یا تول کر دینا دوسری حالت ہے لینے میں دھوکا دے کر زیادہ لینا پیمانہ میں اکثر ہوتا ہے دوسرے نے اس کو پیمانہ بھر کر دیا اس نے زیادہ دبا دیا اوپر سے چوٹی باندھ دی اس لیے لینے کی صورت میں پیمانہ کا ذکر کیا برخلاف دینے کی صورت میں کہ وہاں پیمانہ میں بھی خیانت ہوا کرتی ہے اور تولنے میں بھی جس کو ڈنڈی مارنا کہتے ہیں عرب میں ایسا دستور بھی تھا اس لیے اس سورت میں پیمانہ اور وزن دونوں کا ذکر کیا۔

فائدہ (۲): اہل زبان اس مقام پر کہتے ہیں کہ اکتیال کا استعمال مِنْ کے ساتھ ہوتا ہے مگر علیٰ کے ساتھ اس لیے کیا کہ علیٰ مضرت کے لیے آتا ہے اور خیانت میں دوسرے کی مضرت ہے اسی طرح كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ لام کے ساتھ استعمال ہوا ہے ان کے اس کاروبار کی کثرت بیان کرنی مقصود تھی اور کثرت استعمال میں ایسے حروف محذوف ہو جایا کرتے ہیں یہ عرب کا خاص محاورہ ہے۔

فائدہ (۳): بقول علمائے محققین یہاں بھی تول اور پیمانہ کی خاص خیانت مراد نہیں بلکہ عام خیانت مراد ہے آپس کے معاملات میں اور خدا کے معاملات میں بھی جیسا کہ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں تشریح کی گئی۔

فرماتا ہے اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ کہ یہ جو جو ایسی گندم نمائی جو فروشی کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو ایک بڑے سخت اور مصیبت کے روز کھڑا ہونا اور عدالت الٰہی میں حاضر ہونا ہے؟ گویا ان کا بے باکانہ ایسی حق تلفی اور خیانت کا عمل میں لانا قیامت کے دن میں کھڑے ہونے کا انکار کرنا ہے گو زبان سے انکار نہ ہو ورنہ جو اس کھڑے ہونے کا دل میں یقین رکھتا ہے اس سے یہ بے باکی سرزد نہ ہوگی خلاصہ یہ کہ ان کو اپنے اعمال وزن اور تول کا خیال نہیں کہ حشر میں ہونا ہے۔

وہ دن کیسا ہوگا يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ ایسا ہوگا کہ جس میں تمام لوگ رب العالمین کے آگے کھڑے ہوں گے لفظ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اشارہ ہے کہ لوگوں کے حقوق کا انصاف کرنا بھی اس کی ربوبیت عامہ کا مقتضی ہے اور یہی صفت اس روز مظلوموں کے بدلے لینے پر محرک ہوگی۔

حقیقت میں نفوس سرکش کی باگ تھامنے والی اگر کوئی چیز ہے تو یہی خیال ورنہ حکام وقت کی قانونی بندش یا اور کوئی ترغیب وترتیب باز نہیں رکھ سکتی جیسا کہ آج کل ہم لوگوں میں بدکاری اور خیانت کا زیادہ رواج اس لیے دیکھتے ہیں کہ قیامت کا اعتقاد کم ہوتا جاتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ

اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

ترجمہ:......نہیں نہیں بدکاروں کا روز نامچہ سجین میں ہے ۝۷ اور (اے مخاطب) تو کیا جانے کیا ہے سجین؟ ۝۸ (وہ) لکھا ہوا دفتر (ہے) ۝۹ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۝۱۰ ان کی جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں ۝۱۱ اور اس کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھا ہوا گناہ گار ہے ۝۱۲ جب کہ اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ تو) پہلوں کی کہانیاں ہیں ۝۱۳۔

ترکیب:...... كلا الاكثرون على انها كلمة ردع وتنبيه اى ليس الامر مازعمتم من انه لاحساب ولا جزاء وقال ابو حاتم كلا ابتداء يتصل بما بعده على معنى حقا هو وقول الحسن۔ كتب الفجار اسم ان۔ لفى سجين خبرها و فى السجين قولان الاول وهو قول الجمهور انه اسم علم على شىء معين فعلى هذا فيه اقوال عند الاكثر هو الارض السابعة لسفلى و هو قول ابن عباس ؓ و قيل جب ❶ فى جهنم و القول الثانى انه مشتق فهو فعيل من السجن بمعنى الحبس و التضيق كالفسيق من الفسق و هذا قول المبرد و الشجاج و ابى عبيدة و رده الواحدى و قال صاحب الكشاف ان السجين فعيل من السجن ثم انه ههنا اسم علم منقول من وصف كماتم و هو منصرف لانه ليس فيه الاسبب واحد و هو التعريف۔ كتب مرقوم اى هو محل كتاب فلا يرد و ماقيل ان الله سبحانه اخبر عن كتاب الفجار بانه فى سجين بانه كتاب مرقوم فكانه قال ان كتابهم فى كتب ❷ مرقوم و اجاب القفال بان قوله كتب مرقوم ليس تفسير السجين بل التقدير ان كتب الفجار لفى سجين و ان كتب الفجار كتاب مرقوم فيكون هذا وصفا لكتاب لافجار بوصفين احدهما انه فى سجين و الثانى انه مرقوم و قوله وماادرك ما سجين جملة معترضة و اجاب الرازى بانه لااستبعاد فى كون احد الكتابين فى الأخر بان يوضع كتاب الفجار فى كتاب الذى هو الاصل المرجوع اليه فى تفصيل احوال الاشقياء او بان ينقل مافى كتاب الفجار الى ذلك الكتاب المسمى بالسجين و فيه وجه أخر وهو ان يكون المراد من الكتاب الكتابة الفجار فى سجين ثم وصف السجين بانه كتاب مرقوم فيه جميع اعمال الفجار من الكبير۔

قال ابن عطية من قال ان سجينا موضع فكتاب مرفوع انه خبر و الظرف و هو قوله لفى سجين ملغى و من جعله كتابا فكتاب خبر مبتدا محذوف و تقدير هو كتاب الذين يكذبون بدل من المكذبين او صفة۔ اساطير جمع اسطورة او اسطارة۔

تفسیر:...... جب قیامت کے دن دربار الٰہی میں کھڑے ہونے اور نیکی بدی کا حساب دینے جزاء وسزا پانے کا ذکر آیا تو مناسب ہوا کہ نیکوں اور بدوں کے ان حالات کو بھی بیان کیا جائے جو مرنے کے بعد حسب اعمال پیش آئیں گے ہر چند جزاء وسزا کا مسئلہ بہت جگہ بیان ہوا لیکن اس مسئلہ کے سخت منکروں کے مقابلہ میں بار بار مختلف عنوانوں سے بیان کرنا ان کے دل پر نقش کر دینا مقصود ہے جو نبوت

❶ کنوئیں۔ ۱۲ منہ۔ ❷ قال قتادة مرقوم رقم لهم بشر كانه اعلم بعلامة يعرف بها انه كافر و به قال مقاتل ۱۲ منہ۔

کے اہم مقاصد میں سے ہے اس لیے فرماتا ہے کلا نہیں نہیں یعنی تم جو یہ سمجھے ہوئے ہو کہ مر کر خاک ہو جائیں گے نہ سزا ہے نہ جزا جو چاہو دل کھول کر مزے اڑاؤ کوئی پوچھنے والا نہیں یہ خیال غلط ہے ہرگز ایسا نہیں پھر اس کے بعد جزء و سزاء کا حال بیان فرماتا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کلّا کو بمعنی حقا لیتے ہیں تب یہ آئندہ کلام سے متعلق ہوگا کہ بے شک اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۝ کہ روز نامچہ بدکاروں کا جس میں ان کے اعمال لکھے ہوئے تھے سجین میں ہے سجین سے وہ واقف نہ تھے اس لیے آپ ہی فرماتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ۝ کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے سجین؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۝ وہ کہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے یعنی وہاں ایک دفتر ہے جس میں مجرموں کے نام ونشان اور اعمال کی کیفیت لکھی ہوئی ہے۔

سجین وعلیین کا بیان:......سجین۔ سجن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قید خانہ اس قید خانہ کی کہ جہاں مرنے کے بعد ارواح جاتی ہیں یوں تشریح آئی ہے کہ وہ جہنم کا طبقہ ہے اور ساتویں زمین کے تلے ہے یعنی عالم بالا یا علوی کے برخلاف عالم سفلی میں جو تنگ و تاریک اور پرحزن جگہ ہے جہاں درد وغم کے سوا اور کچھ نہیں جہاں طرح طرح کی تکالیف اور آگ کی لپٹیں اور سانپ بچھو ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ونسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسناد مختلف اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے اگرچہ ہر ایک کی سند میں الفاظ ومطالب میں کمی بیشی ہے مگر سب کا قدر مشترک یہ مضمون ہے کہ جب ایمان دار نیک بندہ مرنے کو ہوتا ہے تو نورانی فرشتے اس کے روبرو آبیٹھتے ہیں اور اس کے قریب ہو کر نہایت نرمی سے کہتے ہیں لو چلو خدا کی رحمت ومغفرت اور باغ وبہار اور عیش دل پسند کی طرف تب اس کی روح فرحت ونشاط سے بدن سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیتی ہے اور وہ اس کو لے کر عالم بالا کی طرف جاتے ہیں رستے میں جہاں ملائکہ ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں یہ کون معطر اور روشن روح ہے تب وہ ملائکہ جو لیے جا رہے ہوتے ہیں اس کا بڑی تعظیم سے نام لیتے ہیں یہاں تک کہ اس کو وہاں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک اس کی رسائی اس کو نورانیت وصفائی کی وجہ سے ہوتی ہے پھر کسی کو اول آسمان تک کسی کو دوسرے تک کسی کو ساتویں تک پھر وہیں اس کو اپنے رب سے پیشی ہوتی ہے اور تجلی ہو کر شرف ہم کلامی حاصل ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے اکتبوا عبدی فی علیین کہ میرے بندے کا نام علیین کے دفتر میں لکھو یعنی علیین جو عالم بالا میں ایک فرحت بخش جگہ ہے اور جہاں ایمان داروں کی روحیں رہتی ہیں اور وہاں عیش اور بہار ایسی ہے کہ جس کا بیان ممکن نہیں وہاں یہی رہے اور وہاں جو ایک دفتر ہے جس میں وہاں کے رہنے والوں کے نام ہیں اس کا نام بھی وہیں درج کرو تب وہ روح وہاں آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہاں آئے ہیں اس سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور جس طرح سفر سے واپس آنے والے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اس سے بھی زیادہ ان کو خوشی ہوتی ہے وہاں کے لوگ اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتے ہیں کہ فلاں کیسا ہے فلاں کا کیا حال ہے؟ پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ مر گیا ہے تمہارے پاس نہیں آیا تب وہ کہتے ہیں افسوس وہ حاویہ میں گرایا گیا۔

اور اگر کافر و منافق ہے تو اس کے مرنے کے وقت اس کے سامنے ہیبت ناک اشکال کے فرشتے آتے ہیں جن کے چہروں سے غضب کے آثار دیکھنے والے کے زہرہ کو پانی پانی کیے دیتے ہیں جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہی بیٹھے نظر آتے ہیں تب وہ کہتے ہیں اے روح خبیث! اس ناپاک بدن سے نکل اور اپنی سزا اور عذاب کی جگہ چل تب وہ اس کو کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس سے بدبو آتی ہے جس جگہ سے گزرتے ہیں وہاں کے فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون روح خبیث ہے؟ تب وہ کہتے ہیں فلاں فلاں برے نام سے یاد کرتے ہیں پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر اوپر چڑھنے کے لیے دروازہ نہیں کھلتا اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔ کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا نام سجین میں لکھو سب سے نیچے زمین میں تب اس کی روح اوپر سے نیچے پھینک دی جاتی ہے اور اس مقام پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ . . . الخ کہ جس نے اللہ سے شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا الآیہ تب سجین میں اس کو طرح طرح سے عذاب ہوتا رہتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد روح کو خبر رہتی ہے اور اسی کو عذاب وثواب ہوتا ہے جسم یہاں پڑا رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجین مجرموں کا قید خانہ عالم پستی میں ہے اور وہاں نام لکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہاں دفتر رہتا ہے جیسا کہ جیل خانوں میں قیدیوں کے لیے دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا اس میں نام لکھ دیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سِجِّيْن کو دفتر کی جگہ بھی کہنا نامناسب نہیں اور ہے یہ دراصل قید خانہ اور عِلِّيِّيْن جس کا ذکر اگلی آیتوں میں آتا ہے عالم بالا میں ایک پر فضا اور فرحت کی جگہ ہے قیامت تک بد سِجِّيْن میں پھر جہنم میں اور نیک عِلِّيِّيْن میں اور پھر جنت میں رہیں گے اور سِجِّيْن جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے جیسا کہ عِلِّيِّيْن جنت کا ابتدائی مقام ہے۔

سجین وعلیین کے احوال:..... حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سِجِّيْن اور عِلِّيِّيْن کا کچھ حال بیان فرمایا ہے چنانچہ انجیل لوقا کے سولہویں باب میں حضرت کا یہ قول منقول ہے۔ (۱۹) ایک دولت مند تھا جو لال اور مہین کپڑے پہنتا اور روز روز شان وشوکت سے عیش کرتا تھا (۲۰) اور لعزر نامی ایک غریب آدمی جو ناسوروں سے بھرا تھا جس کو اس کی ڈیوڑھی پر ڈال جاتے تھے (۲۱) اور وہ آرزو رکھتا تھا کہ ان ٹکڑوں سے جو دولت مند کی میز سے گرتے تھے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کتے آکے اس کے گھاؤ چاٹتے تھے (۲۲) اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مر گیا اور فرشتوں نے اسے لے جا کر ابراہیم کی گود میں رکھا (اس لیے کہ عالم روحانی میں ارواح ان کے ظل عاطفت میں رہتی ہیں یہ کام ان کے سپرد ہے) اور دولت مند بھی مر گیا اور گاڑا گیا (۲۳) اسے دوزخ کے درمیان عذاب میں ہو کے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور ابراہیم کو دور سے دیکھا اور اس کی گود میں لعزر کو اور اس نے پکار کے کہا اے باپ ابراہیم مجھ پر رحم کر اور لعزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سر پانی میں بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیوں کہ میں اس لو میں تڑپتا ہوں (۲۵) تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اچھی چیزیں لے چکا اور لعزر بری چیزیں سو وہ تسلی پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے (۲۶) اور ان سب کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا حائل ہے کہ ایسا کہ وہ جو یہاں سے تمہارے پاس جایا چاہیں نہ جا سکیں اور نہ وہ لوگ جو وہاں ہیں اس پار ہمارے پاس آسکیں (۲۷) تب اس نے کہا اے باپ تیری منت کرتا ہوں کہ تو اسے میرے باپ کے گھر بھیج (۲۸) کیوں کہ میرے پانچ بھائی ہیں تاکہ ان پر گواہی دے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ میں آویں (۲۹) ابراہیم نے کہا کہ ان کے پاس موسیٰ اور انبیاء ہیں چاہے کہ وہ ان کی سنیں (۳۰) اس نے کہا نہیں اے باپ ابراہیم اگر کوئی مردوں میں سے ان کے پاس جائے تو وہ توبہ کریں گے (۳۱) اس نے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں کی نہیں سنتے ہیں تو مردوں میں سے اگر کوئی اٹھ کر جائے تو اس کی کب سنیں گے۔ یہاں سے یہ باتیں معلوم ہوئیں۔

۱)..... یہ کہ مرنے کے بعد عذاب وثواب ہوتا ہے اور بد طرح طرح کا عذاب پاتے ہیں اور نیک راحت اور اسی کو شرع محمدی میں قبر کا عذاب وثواب کہتے ہیں۔

۲)..... یہ کہ نیکوں کا مقام بالاتر ہے جہاں دور سے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے پاس لعزر کو بھی اور اسی کو شرع محمدی میں علیین کہتے

ہیں اور بدوں کا مقام پستی میں ہے جہاں گڑھا حائل ہے اس کو سجین کہتے ہیں جس قید خانہ سے نکلنا مشکل ہے۔

۳)...... مرنے کے بعد جو دنیا کی باتیں اور اپنے اقارب کی محبت بھی باقی رہتی ہے اور سب کو جانتا ہے۔

۴)...... مرنے کے بعد جو واقعات پیش آتے ہیں ان کی حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی خبر دی ہے جو مردے کے زندہ ہو کر دنیا میں جا کر خبر دینے سے زیادہ معتبر ہے۔

۵)...... حضرت ابراہیم روحانی باپ ہیں اس لیے اسلامی ان پر بھی نماز میں دورد بھیجتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾ کہ اس روز (یعنی جس روز کہ بدکار اور منکر سجین میں داخل ہوں گے اور وہ دن بہت دور نہیں صرف مرنے کی دیر ہے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو الہامی باتوں کو آج دنیا میں جھٹلاتے ہیں بعض تو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے کہتے ہیں کوئی خدا نہیں آپ ہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا صرف ایک وہمی بات ہے جو مدتوں سے کانوں میں پڑی چلی آتی ہے۔

یہ ملحد آج کل فرنگستان میں بہت ہیں محسوسات کے چند علوم نے جن کی غلطیاں روز بروز نکلتی جاتی ہیں ان کو تاریک گڑھا میں ڈال رکھا ہے پھر ان میں کچھ تو طبعی ہیں جن کو نیچری کہنا چاہیے اور کچھ دہری اور کچھ مادی ہیں اور کچھ خیالی ہیں کہ سب باتوں کو توہمات و خیالات ہی کہتے ہیں اور بعض خدا تعالیٰ کو تو نہیں جھٹلاتے اس کے قائل ہیں مگر پھر اس کی صفات توحید و تنزیہ و قدرت کے منکر ہیں پھر کسی نے مخلوقات میں سے اس کے وسائل دے کر شریک بنا رکھا ہے جیسا کہ مشرکین عرب و مشرکین ہند و فرقۂ مجوس پھر کسی نے خدا تعالیٰ کو ممکنات پر قیاس کر کے اس کی ذات مقدسہ کے حصے کر ڈالے ہیں جن کو اقانیم کہتے ہیں یعنی باپ بیٹا روح القدس پھر اس کی توجیہ میں کیا کیا باتیں بناتے ہیں ریاضات سے اور مثلث اور شکل سے ثابت کرتے ہیں بعض کرسنان جو کچھ مسلمانوں کے علوم سے واقف ہیں بے سمجھے بوجھے اس کو تعینات اور تنزلات کے قالب میں ڈالتے ہیں صوفیا کرام کے اقوال و اشعار سے عامہ کو دھوکا دینے کے لیے سندیں لایا کرتے ہیں حالانکہ نہ وہ تعینات کو سمجھے نہ تنزلات سے واقف نہ مصطلحات صوفیہ کرام سے آگاہ ہیں مگر یورپین پادری ان کی اس موشگافی سے جو محققین اہل اسلام کے نزدیک قابل تمسخر ہے ان کی خوب قدردانی کرتے ہیں۔

اور بعض نے جملہ اصول ❶ عالم حسی کو قدیم مانا ہے اور ان کے پیدا اور فنا کرنے سے اس کو عاجز سمجھتے ہیں جیسا کہ آج کل فرقہ آریہ۔ بعض نے حضرات انبیاء کو جھٹلایا وہ کسی نبی کو بھی نہیں مانتے نہ نبوت کی ضرورت سمجھتے ہیں جیسا کہ فرقہ آریہ اور برہمو اور بعض انبیاء کو تو مانتے ہیں لیکن خاص خاص کو نہیں مانتے جیسا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور عیسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں یہ سب مُكَذِّبِيْنَ ہیں اور ان کے علاوہ آیات قدرت کے منکر بھی مُكَذِّبِيْنَ ہیں جو ہر دنیا میں اس کی قدرت کے کرشمے دیکھتے ہیں پر نہیں مانتے۔

اور قیامت اور جزا و سزا کے منکر تو مکذبین میں سے بہت ہی بڑے فائدے مکذبین ہیں اس لیے کہ دل کھول کر بدکاری کرنے کا یہ عمدہ ذریعہ ہے اس لیے بالخصوص مکذبین میں سے اسی گروہ کا ذکر کرتا ہے فقال الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾ وَمَا وہ مکذبین جو روز جزا کی تکذیب کرتے ہیں اس کو نہیں مانتے اس لیے دل کھول کر بدکاری کرتے ہیں اس مضمون کو اس جملہ میں بیان فرماتا ہے وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ کہ روز جزا کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرا ہوا اور بدکار ہے اس کی یہ سرکشی اور بدکاری روز جزا کے خیال کو بھی دل میں نہیں آنے دیتی جیسا کہ عرب بت پرست تھے اور اب یورپ کے عیش پسند حرام کار بدکار لوگ ہیں۔

---

❶ عالم حسی کے اصول یا علویات ہیں کواکب و سماوات یا سفلی ہیں عناصر ۱۲ منہ۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں بالخصوص وہ کہ جن میں جزا کا حال ہے تو ان کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور کہہ دیتے ہیں کہ پہلی کہانیاں ہیں یوں ہی کہتے چلے آئے ہیں کس نے دیکھا آج کل تعلیم انگریزی کا یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ ابتدا ہی سے جوان ملحدوں کے خیالات ان کے دل پر نقش کیے جاتے ہیں اور کسی قدر علوم جدیدہ کے کرشمے دکھائے جاتے ہیں تو وہ الہامی باتوں سے تمسخر کرتے ہیں اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے قائل نہیں رہتے پاک ناپاک حلال و حرام کی کچھ پروا نہیں کرتے خرابی کی شرح نہیں کی اس لیے کہ وہ کئی جگہ ہو چکی ہے آگ سانپ بچھو درد لو پیاس وغیرہ۔

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۱۴ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۝۱۷

ترجمہ:.....نہیں نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۱۴ ضرور وہ اس دن اپنے رب کے سامنے آنے نہیں پائیں گے۱۵ پھر وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۱۶ پھر ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۱۷۔

ترکیب:...... كلا ردع زجر للمعتدى الاثيم و قال الحسن بمعنى حقا۔ ما كانوا يكسبون و العائد محذوف اى يكسبونه و الجملة فعل ران رين ريم و زنگ گرفتن و منه قوله تعالى بل ران... الخ اى غلب و قيل هو الذنب على الذنب حتى يسود القلب (صراح) لمحجوبون خبران۔ عن ربهم متعلق به۔ يومئذ ظرف له۔ ثم انهم ثم لتراخى لرتبة۔ هذا الذى... الخ الجملة مفعول مالم يسمى فاعله ليقال۔

تفسیر:.....ان حد سے بڑھنے والے گناہگاروں کے خیال کو باطل کرتا ہے بقولہ کلا کہ جو تم سمجھے ہوئے ہو وہ ہرگز نہیں۔

گناہوں کی سیاہی اور زنگ:...... پھر اس انکار اور آیات کو پہلوں کی کہانیاں کہنے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے جس لیے وہ ایسی باتیں بناتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر توبہ استغفار کر لیتا ہے تو صاف ہو جاتا ہے اور اگر اور گناہ کیا تو وہ نقطہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے بس یہی وہ رین ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

پھر گناہ کرتے کرتے جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو کوئی حق بات اس میں نہیں آتی پھر اس سے بھی بڑھ گیا تو دل پر ایک حجاب ہو جاتا ہے جس کو مہر کہنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر اس سے بھی بڑھ کر قفل کا مرتبہ ہے اب دل میں صلاحیت ہی نہیں رہی کہ کوئی اس کو صاف کر دے گویا مر گیا پہلے تو بیمار ہی تھا۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ مضغہ گوشت پر کوئی سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے اور پھر پھیلتے پھیلتے سب کو سیاہ کر ڈالتا ہے یہاں تک کہ چیرنے کے بعد وہ سیاہ معلوم ہونے لگتا ہے اس لیے کہ قلب سے انسان کی روحانی قوت ہے جو ادراک کرتی ہے گناہ کرنے سے اس پر تاریکی کا ایک حجاب بن

جاتا ہے جو اس کو انوار الٰہیہ کی تجلی سے مرنے کے بعد دیدار سے محروم کرتا ہے کما قال كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۝۱۵ ○ کہ بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روکے جائیں گے حجاب یعنی پردہ حائل ہو جائے گا دیدار کے شرف سے محروم ہوں گے۔

پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہیں تو ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ۝۱۶ ان کو الجحیم میں پھینک دیا جائے گا کہ وہ اسی کے لائق تھے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۝۱۷ پھر ان کو شرمندہ کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ وہ جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب تو یقین آیا کہ نبیوں کا فرمانا برحق تھا۔

عالم حشر اور اس کے بعد کے احوال:...... جس طرح پہلی آیات میں اشقیاء کا وہ حال بیان ہوا تھا جو مرنے سے لے کر حشر تک ہوگا یعنی عالم برزخ کا اسی طرح ان آیات میں عالم حشر اور اس کے بعد کا حال بیان فرما دیا اس کے بعد نیک لوگوں کا حال بیان کرتا ہے اور بدوں کا حال پہلے اس لیے بیان فرمایا کہ اس سے پہلے تم تولنے وغیرہ جرائم کا ذکر تھا۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ۝۱۸ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ۝۱۹ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۝۲۰ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۝۲۱ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ۝۲۲ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۝۲۳ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۝۲۴ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ۝۲۵ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۝۲۶ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ۝۲۷ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۝۲۸

ترجمہ:...... بے شک نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہے۱۸ اور تو کیا جانے کہ علیین کیا ہے؟۱۹ ایک کتاب ہے نشانی کی ہوئی۲۰ کہ جس کو (ملائکہ) مقرب دیکھا کرتے ہیں۲۱ بے شک نیک لوگ عیش میں ہوں گے۲۲ تختوں پر بیٹھے نظارہ کیا کریں گے۲۳ اے مخاطب تجھے ان کے چہروں پر عیش کی تازگی دکھلائی دے گی۲۴ (اور) ان کو شراب خالص پلائی جائے گی۲۵ جن پر مشک سے مہر لگی ہوگی اور للچانے والوں کو للچانا تو اسی پر چاہیے۲۶ اور شراب میں تسنیم کی بھی آمیزش ہوگی۲۷ وہ ایک چشمہ ہے جسے مقرب پیا کرتے ہیں۲۸۔

ترکیب:...... کلا... الخ جملة مستانفة لبيان حال الابرار۔ عليين قال ابو الفتح الموصلى جمع على وهو فعيل من العلو و قال الفراء و الزجاج جمع و اعرابه كاعراب الجمع رفعا و نصبا و جرا لكن لا واحد له من لفظه نحو ثلاثين و قنسرين و المراد به المقام الاعلى فقيل على السماء السابعة و هناک يجتمع ارواح الابرار۔ يشهده صفة اخر الكتاب اى يحضرون ذلک الكتاب و يحفظونه و قيل يرون ما فيه فعلى الاول من الشهود و على الثانى من الشهادة۔ ينظرون حال و يجوز ان يكون مستانفا۔ و على يتعلق به۔ و الارائک جمع اريكة و هى السرير فى حجلة و الحجلة بيت مربع من الثياب الفاخرة فى على السرير و يقال فى الهندية (چھپر کھٹ ومسہری) يعرف... الخ الجملة مستانفة لبيان حال الابر۔

○ محجوبون کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ شرمندہ ہوں گے شرمسار کو محاورہ عرب میں بھی محجوب کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

و کذا یسقون قال المبرد و الزجاج الرحیق من الخمر مالاغش فیه و فی الصحاح الرحیق صفوة الخمر مختوم صفة لرحیق۔ ختمه مسک صفة اخری۔ التنافس شدة الحرص۔ و مزاجه معطوف علی ختمه مسک صفة اخری۔ من تسنیم هو شراب ینصب من علو و التسنیم فی اللغة الارتفاع و منه سنام البعیر لعلوه من بدنه و منه سنیم القبور فهی تجری من علو الی سفل و قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ عین فی الجنة تمزج للابرار و یشربها المقربون کما فسره الله تعالی بقوله علینا . . الخ و فی نصب عینا وجوه الاول انه علی المدح و الثانی انه علی الحال و انما جاز کونها حال مع انها جامدة غیر مشتقة لاتصافها بقوله یشرب بها و قال الاخفش منصوبة بیسقون و قال الفراء بتسنیم و الباء فی بها زائدة او بمعنی من۔

تفسیر: ......فقال كَلَّآ کہ تم سمجھے ہوئے ہو کہ نیکوں کی نیکی بےکار ہے ایسا ہرگز نہیں یا یوں کہو کہ بے شک وشبہ۔

ابرار کے نامہ اعمال: ... ...اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ۝ ابرار کا روزنامچہ کہ جہاں ان کے کام اور نام لکھے ہوئے ہیں عِلِّيِّيْنَ میں ہیں پھر جس کا اس دفتر میں نام ہے وہ محو نہیں ہوسکتا نہ وہ مرنے کے بعد اکرام واعزاز سے محروم رہتا ہے

ع ثبت ست برجریدہ عالم دوامِ ما

وہ جریدہ بقا ہے ان کے لیے حیات جاودانی اور ابدی عیش وکامرانی میں کوئی شبہ نہیں۔

چونکہ عِلِّيِّيْنَ پر آگاہی ان کے افہام ناقصہ کو نصیب نہیں اس لیے آپ ہی پوچھتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ۝ کہ اے انسان تو کیا جانے کیا ہے عِلِّيِّيْنَ؟ اس لیے کہ انسان محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور حس سے باہر جو کچھ ہے اس کا ادراک بترتیب معقولات سے بطور نظر وفکر کرتا ہے سو اس میں سینکڑوں غلطیاں ہو جاتی ہیں اور اسی لیے عقلاء کا ایسے امور میں اختلاف ہوا ہے پھر اگر ادراک صحیح ہے تو کشف وشہود ہے اور اس میں کامل حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہے پھر جو کوئی ایسی باتوں کے دریافت کرنے کا اردہ کرے تو اس کو وحی کا اتباع لازم ہے بذریعہ وحی آپ ہی بتاتا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۝ کہ وہ ایک بالاتر اور عالم قدس کی عمدہ جگہ ہے جہاں وہ لکھا ہوا دفتر ہے جس میں نیکوں کے نام ہیں اور وہ مقام چونکہ بہت بلند ہے وہاں نیکوں میں سے بھی ہر ایک نہیں پہنچتا بلکہ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۝ وہاں مقربین حضرات انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام ہی پہنچتے ہیں عام مومنین وصلحاء امت اس کے نیچے اپنے درجات کے موافق عالم قدس کے اور مقامات میں ہوتے ہیں مگر ان کے نام اس بلند دفتر میں درج ہوتے ہیں کہ ترقی کر کے وہاں تک پہنچنے کی اس کے لیے امیدواری ہے۔

یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۝ کو علیین کی صفت قرار دیا جائے اور بسبب مقام ہونے کے ضمیر مفرد اس کی طرف پھیری جائے اور اگر كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ کی صفت مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اس دفتر تک ہر ایک کی رسائی نہیں بلکہ ملائکہ مقربین کی کہ وہی اس دفتر کے محافظ اور کارپرداز ہیں۔

یہاں تک عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور مقربین پر گزرتا ہے نفخ صور سے پہلے تک اور اس بعد کا حال آئندہ آیات میں بیان فرماتا ہے۔

فائدہ: اکثر صورتوں میں نیک بندوں کو دو جماعت میں تقسیم کیا ہے ایک وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ اور ان سے بڑھ کر السّٰبِقُوْنَ اور پھر بعض مقامات پر وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الیمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے اور سابقین مقربین دوسری کا نام ہے پہلی جماعت میں صلحاء وشہداء امت داخل ہیں اور دوسری میں حضرات انبیاء واولیاء جن کو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اچھے لوگوں کو انہیں چار قسموں میں داخل کیا ہے مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اب یہ

بتلا دیا گیا کہ ابرار کا نام علیین میں ہے وہ خاص علیین میں یا اس کے متعلق کسی بلند جگہ میں رہیں گے اور مقربین علیین میں۔

فائدہ: عِلِّيِّيْنَ اور سِجِّيْنٍ کی تصویر عرفاء نے یوں کھینچی ہے کہ نوع انسانی کا بحسب معرفت اور اس کی تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف و تحصیل انوار ملکیہ اور ان کے تکدر اور ظلمات بہیمیہ وسبعیہ کے بڑا وسیع میدان ہے جس کو ایک وسیع دائرہ خیال کرنا چاہیے کہ جس کا مرکز ادنیٰ مرتبہ انسانیت کا ہے جو بہت ہی فروتر مرتبہ ہے محیط اس کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور جب عالم الغیب میں اس شکل متخیل نے ایک صورت پیدا کی ہے تو اس کے مرکز کا نام سجین اور محیط کا نام علیین ہو گیا اور یہ ثابت ہے کہ جس قدر دائرے مرکز کے قریب ہوں گے وہ بہت ہی چھوٹے ہوں گے درجہ بدرجہ اور جو دوائر محیط کے قریب ہوں گے وہ بہت ہی بڑے ہوں گے درجہ بدرجہ اس لیے انسانیت فجار کے مراتب درجہ بدرجہ مرکز کے قریب ہیں یہاں تک کہ بعض تو محض مرکز ہی تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور انسانیت ابرار کے مراتب ترقی کرتے ہوئے درجہ بدرجہ محیط کے قریب ہوتے ہیں اور وسعت وفراخی میں ایک دوسرے سے زائد یہاں تک کہ نوبت اعلیٰ علیین تک پہنچ جاتی ہے۔

نام مقربین: ۔۔۔۔۔ اعلیٰ علیین جس کو رفیق اعلیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے خاص مقربین کا مقام ہے اور ابرار ان کے طفیل سے اس مقام پر عبور کرتے ہیں لیکن ان کا مشہد یعنی ٹھہرنے کی جگہ وہ نہیں اور یہ عبور روحانی مفارقت جسم کے بعد روح کو حاصل ہوتا ہے کہ مقربین کی روح کو اعلیٰ علیین میں لے جاتے ہیں اور ابرار ان کے قریب جگہ پاتے ہیں اور فجار سجین میں لائے جاتے ہیں اور اسی لیے سجین کو بطور استعارہ کے زمین کے طبقہ سفلی اور علیین کو ساتویں آسمان پر بیان کیا گیا محیط اور مرکز کے لحاظ سے۔

ابرار کے لئے جنت کی نعمتیں: ۔۔۔۔۔ اس کے بعد وہ حالات بیان فرماتا ہے جو حشر میں ابرار کو پیش آئیں گے فقال اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ کہ بے شک ابرار یعنی نیک بندے نعمتوں میں ہوں گے جتنی نعمتیں کہ ان کو انسان کا دل چاہے عمدہ مکان باغ وانہار نفیس کپڑے حور وغلمان سواری اور خادمان پری روز اور کھانے کی دل پسند چیزیں اور فرحت وسرور جاودانی کے وہ سب سامان ہوں گے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کے کان نے سنا، نہ کسی کے ذہن میں آئے لفظ نعیم سب کو شامل ہے۔

اس کے علاوہ ان کو بادشاہت کے تخت پر بھی بٹھایا جائے گا جیسا کہ فرمایا ہے عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ کہ تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کریں گے وہ تخت ایسے معمولی تخت نہ ہوں گے بلکہ سایہ دار جو بیش بہا جواہرات اور بیش بہا کپڑوں اطلس ودیبا وغیرہ سے مزین ہوں گے کہ ان کو کوئی نہ دیکھے گا اور اس میں سے وہ سب کچھ دیکھیں گے اسی لیے يَنْظُرُوْنَ کا مفعول حذف کر دیا کہ تعمیم سمجھی جائے جنت کے سب تماشے اور عیش ونشاط کے سامان بھی دیکھیں گے اور دوزخیوں کی حالت زبوں کا بھی ملاحظہ کریں گے مگر تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ ان کو ان کی یہ حالت زار دیکھنے سے ملال اور پریشانی نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر کوئی دوست اور قرابت دار کافر ومشرک عذاب میں مبتلا نظر آئے گا تو ان کی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہو جائے گا اور اب کے عیش ونشاط میں ان کے برے حال کے دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا نہ ہوگا بلکہ ان کے چہروں پر وہی شادمانی اور نعمت کے آثار اور تازگی نمایاں ہوگی اور چودھویں رات کے چاند کی طرح انکے نورانی چہرے جگمگائیں گے ❶۔

خالص وپاکیزہ شراب: ۔۔۔۔۔ اور اس نظارہ کا لطف زیادہ کرنے کے لیے يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ ان کو شراب خالص بھی پلائی

❶ عرفاء فرماتے ہیں کہ ارائک جس کا ذکر قرآن میں جابجا آیا ہے وہ اہل اللہ کے مخفی حالات ومقامات ہیں اور یہ ان کی رات میں لوگوں سے چھپ کر تہجد ودعا واستغفار وتسبیح وتہلیل ہے اور ان کے دلوں کا وہ سوز وگداز ہے جو لوگوں سے مخفی تھا اور ان کی وہ محبت الٰہی ہے جو کسی کو نظر نہ آتی تھی آج وہی ارائک کی شکل میں جلوہ گر ہوگی اور ان کے چہروں کی وہ پژمردگی جو دنیا میں محبت الٰہی اور فاقہ کشی اور ندامت وفقر سے تھی آج تازگی بن جائے گی ۱۲ منہ۔

جائے گی کہ نہ اس میں تلخی ہوگی نہ بد بو اور نہ بعد میں خمار اور درد سر نہ بے ہوشی نہ بدحواسی جو تمام لطف کو درہم برہم کر دے بلکہ وہ ایک شراب ہوگی جو ان باتوں سے خالص ہوگی اور اس سے ایک سرور پیدا ہوگا اور وہ ایسی مبتذل شراب نہ ہوگی کہ جس تک ہر ایک کا ہاتھ پہنچتا ہو بلکہ اس پر مہر لگی ہوگی۔ نہ دنیا کی شرابوں کی طرح کہ جن پر مٹی یا لاکھ کی مہر ہوتی ہے بلکہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ اس کی مہر مشک سے ہوگی جس کی خوشبو اس میں سرایت کر جائے گی اور فرحت سرور بڑھائے گی اور نیز مشک ایک مناسب گرمی پیدا کرے گا جو ہضم بڑھاتا ہے۔

بعض مفسرین ختام سے مراد تمامی لیتے ہیں کہ پینے کے بعد مشک سے ان کے منہ خوشبودار کیے جائیں گے جیسا کہ کھانا کھانے اور شراب پینے کے بعد پان یا الائچی کھاتے ہیں اور یہ اس کا ختام ہوتا ہے اسی طرح وہاں بعد میں ایسی خوشبودار فرحت خیز چیز دی جائے گی جس کو مشک سے تشبیہ دی ہے۔

واضح رہے کہ یہاں تک ابرار اصحاب الیمین کے نعماء بیان ہوئے ہیں کہ جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے شراب رحیق پئیں گے یہ شراب رحیق وہ محبت خالص ہے جو دنیا میں شرک و بدکاری کا ملاؤ نہیں رکھتی تھی اس لیے جنت میں وہ شراب خالص بن کر ان کے رگ و ریشے میں سرایت کرے گی مگر یہ شراب رحیق تسنیم سے جو خاص مقربین کا حصہ ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) کم مرتبہ ہے اس لیے اس رحیق میں کبھی کبھی اس تسنیم سے کچھ ملا دیا جائے گا جیسا کہ دنیا میں شراب میں گلاب وغیرہ چیزیں ملا کر پیتے ہیں اور یہ کم مرتبہ اس لیے ہے کہ رحیق وہ فرحت و شادمانی ہے جو موجودات عالم علوی کے ملاحظہ سے ہوگی جیسا کہ دنیا میں یہ جماعت ابرار مصنوعات کے ملاحظہ سے صانع کو پہچانتے تھے اور ہر ایک آیت قدرت کو اس کے جمال کا آئینہ سمجھ کر شادمانی کرتے تھے اسی طرح اس جہاں میں ان کو عجائب موجودات کو ملاحظہ کر کے ان میں اس کے جمال باکمال کا مشاہدہ کریں گے اور نہایت شادمانی ہوگی بخلاف تسنیم کے کہ وہ خاص ذات حق کے مشاہدہ کے لیے بغیر اس کے کہ موجودات کے آئینوں میں جھلکتی دکھائی جائے اس لیے اس شراب میں بھی کبھی ان کو حصہ ملے گا کہ یہ بھی ذات پاک کا مشاہدہ کریں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ اور چاہیے کہ للچانے والے اس پر للچائیں اور اسی کی آرزو و خواہش کریں نہ کہ دنیا کی نعمتوں کی جو کدورت سے خالی نہیں اور اس پر بھی ان کو دوام و بقا نہیں جوانی باد صبا کی طرح ایک دم کے لیے آئی اور چلی گئی پھر جب جوانی نہیں تو اور نعمتوں کا کیا مزہ باقی رہا، پھر دنیا کی شراب کی کیا رغبت کرنی چاہیے جو بدمزہ اور بدبودار اور مزیل عقل و حواس اور مورثِ درد سر خمار ہے اور کم تولنے یا حقوق العباد تلف کرنے میں بے حقیقت چیزوں پر کیا ریجھنا اور عاقبت برباد کرنا چاہیے یہاں کا مال و زر کیسا اور یہاں کے اسباب عیش و نشاط کیا تھے ان بے حقیقت چیزوں پر ریجھ کر عقبی برباد ہو۔ رغبت کرنے اور ریجھنے کی چیز تو آخرت کی یہ نعمتیں ہیں۔

اس کے بعد کچھ حال مقربین کا بھی بیان کیا جاتا ہے انہیں ابرار کے ضمن میں تاکہ معلوم ہو جائے کہ جب مقربین کے روز کے پینے کی چیز کبھی کبھی ان ابرار کی شرکت میں مزید لطف و کرم و اعزاز کے لیے لائی جاتی ہے اور یہ ابرار ان نعمتوں میں ہیں تو پھر مقربین کا ان سے مرتبہ بڑھ کر ہے ان کے نعیم کا کیا کہنا ہے اس لیے فرماتا ہے وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ کہ اس رحیق کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی تسنیم اس میں ملائی جائے گی تسنیم کے لغوی معنی بلندی کے ہیں اونٹ کے کوہان کو اسی لیے سنام کہتے ہیں کہ وہ بلند ہوتا ہے اس لغوی معنی کے لحاظ سے تسنیم کے باب میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

۱) ...... ایک یہ کہ وہ اونچے سے نیچے کو گرتا ہوا چشمہ ہے ایسا چشمہ بہ نسبت اس کے کہ جو ہموار زمین میں بہتا ہے نہایت صاف اور پر

لطف ہوتا ہے۔

۲)...... یہ کہ وہ ہوا میں بہتا ہے اس کی بلندی وارتفاع سے اس کی لطافت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیسی ہوگی۔

۳)...... یہ کہ وہ بلند قدر عالی مرتبہ چیز ہے اس لیے اس کو تسنیم کہتے ہیں اور اسی لیے عکرمہ کہتے ہیں تسنیم کے معنی تشریف کے ہیں یعنی عالی قدر بلند مرتبہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی حقیقت سے بجز پروردگار کے کوئی واقف نہیں وہ ایک نہایت عمدہ اور بے بہا چیز ہے جس کی نسبت حق سبحانہ کا اسی قدر بیان کافی ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸ کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ جس سے مقربین پیا کرتے ہیں اور ابرار کو اس میں سے ملا کر دیا کرتے ہیں اس سے ابرار کی شان معلوم ہوئی کہ پلائی تو ان کو رحیق جاتی ہے مگر اس میں لطف بڑھانے کے لیے تسنیم ملا دیتے ہیں اور مقربون کا بھی حال معلوم ہوا کہ وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کرتے ہیں جو ایسی قدر و قیمت کی چیز ہے کہ جس میں سے کچھ ابرار کی شراب میں ملائی جاتی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝۲۹ وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝۳۰ وَإِذَا انْقَلَبُوْا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝۳۱ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوْا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ ۝۳۲ وَمَا أُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝۳۳ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝۳۴ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝۳۵ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ ع

ترجمہ:...... یقیناً نافرمان (دنیا میں) ایمان داروں سے ہنسی کیا کرتے تھے ۝۲۹ اور جب ان کے پاس سے نکلتے تو آنکھیں مارتے تھے ۝۳۰ اور جب اپنے گھر لوٹ کر جاتے تو ہنستے ہوئے جاتے تھے ۝۳۱ اور جب ایمان داروں کو دیکھتے تھے تو کہا کرتے تھے بے شک یہی گمراہ ہیں ۝۳۲ حالانکہ یہ ان پر نگہبان بھی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے ۝۳۳ پھر آج تو ایمان دار کافروں سے ہنسی کر رہے ہیں ۝۳۴ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ۝۳۵ اب تو کافروں نے اپنے کیے کا بدلہ پایا ۝۳۶۔

ترکیب:...... الذین مع صلته اسم ان۔ کانوا اسم کان ضمیر متصل یضحکون خبرہ۔ من الذین أمنوا متعلق بیضحکون ای یستهزؤن منهم فالجملة کانوا... الخ خبر ان۔ و اذا مروا ای المسلمون۔ بهم بالکفار و هم فی مجالسهم۔ یتغامزون ای الکفار من الغمز و هو الاشارة بالجفون و الحواجب۔ و اذا انقلبوا ای الکفار شرط انقلبوا جواب اذا۔ فکهین حال منهم قرأ عاصم فی روایة حفص عنه فکهین بغیر الف فی هذا الموضع و حده و قرأ الباقون فکهین بالالف فقیل معناه واحد و قیل ان الفکه الاشر البطر و الفاکه الناعم المتنعم و اذا شرطیة۔ راوا ای الکفار هم المسلمین قالوا جواب الشرط۔ و ما ارسلوا الجملة حال من فاعل۔ فالیوم منصوب بیضحکون و فاعله الذین أمنوا و تقدیم الفاعل للتخصیص او لرعایة لفواصل۔ علی الارائک ینظرون الجملة حال من یضحکون ای یضحکون منهم ناظرین الیهم و

الی احوالھم۔ھل ثوب الجملۃ مستانفۃ و قیل فی محل نصب بینظرون و قیل علی اضمار القول ای یقول بعض المؤمنین لبعض قرأحمزۃ و الکسائی و ابو عمرو بادغام لام ہل فی ثاء ثوب و الباقون بترک الادغام۔

تفسیر:.....فرمایا کہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت کرنی چاہیے اور یہی رغبت کرنے کے قابل چیز بھی ہے۔

کفار کا تضحیک کرنا:.....اب بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا کی رغبت کرتا ہے اور اس پر فریفتہ ہوتا ہے کہ دار آخرت کی رغبت کرنا تو کجا سرے سے اس کا انکار ہی کر بیٹھتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ جو دار آخرت پر یقین کر کے وہاں کے لیے تیاری کرتا ہے تو اپنے مشرب کے خلاف سمجھ کر اس سے نفرت کا کرتا ہے اور ایذا دینے پر کمر باندھ لیتا ہے اور اس کو برا بھلا بھی کہتا ہے پھر ان برے افعال کا بدلہ پاتا ہے خدائے عادل (جو میزان عدل ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے اور دنیا میں بھی ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیتا ہے اور کمی کرنے والوں کی خرابی بیان فرماتا ہے) قیامت کے دن ان دنیا کے فریفتہ لوگوں کو اسی ترازو سے تول کر اور اسی پیمانہ سے ناپ تول کر دے گا جس سے انہوں نے خدا پرستوں کو تول کر اور ناپ کر دیا تھا یعنی ایمان دار آخرت پر رغبت کرنے والے اس روز اس اپنی کامیابی پر خوش ہوں گے ان احمقوں پر ہنسیں گے۔

کفار کی عادات بد:.....ان مطالب کی آیات میں تصویر کھینچی جاتی ہے تا کہ دنیا سے نفرت اور دار آخرت سے رغبت ہو فقال اِنَّ الَّذِیْنَ...الخ کہ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیا ہے (دار آخرت سے بے خبری اور نفرت دنیا کی رغبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی لیے حدیث میں آیا ہے (حب الدنیا رأس کل خطیئۃ) اور اس جرم میں یہاں تک دلیر ہوئے ہیں کہ جو خدا کے مجرم نہیں بلکہ مطیع ہیں ان پر ٹھٹھے کیا کرتے ہیں یہ ان کا ایک فعل بد ہے یا تھا اول تو کسی پر ہنسنا یوں بھی برا ہے اس کی دل شکنی کا باعث اور یہ اخلاق اور مروت انسانی سے بعید ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو کم تر سمجھتا ہے یہ بھی سخت عیب ہے۔

سوم جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اس حالت سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ بھی نہیں خیال کرتا ہے کہ مجھ سے بھی کوئی بالا دست ہے ممکن کہ مجھے اس سے بھی بدتر کر دے اور اس کو مجھ سے بہتر بنا دے ایسا کور باطن حوادث دہر اور قدر تک کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ باطن کی کوری ہے اور خدا تعالیٰ کو غصہ میں لانے والی بات ہے اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اس میں مبتلا ہوگا اور بزرگوں نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا اس پر ہنسا جائے گا۔

مسلمان کی تحقیر کرنا:.....دوسرا فعل بد ان کا یہ تھا کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴿۳۰﴾ کہ جب وہ دین داروں کے پاس سے گزرتے تھے تو تحقیر کے لیے آنکھوں کے اشارے کرتے یہ بھی ایک بڑی کمینہ خصلت ہے اور اکثر نالائق طعن وطنز کی راہ سے دوسروں کی طرف آنکھیں بھویں مارا کرتے ہیں منہ بنا کر اشارہ کرتے ہیں سو وہ دنیا پرست ان خدا پرستوں کے ساتھ یہ بھی کیا کرتے تھے اور ان کی غرض ان فعلوں سے ان کی تحقیر ہوا کرتی تھی جو ان کے ظاہر حال شکستہ پر اپنی ثروت دولت واقبال کے زور میں ہنستے آنکھیں مارتے کہ لو یہ ہیں جنت کے وارث حوروں کے شوہر جب ان کی دنیا میں یہ حالت ہے تو وہاں کیا ہوگی اور ہم پر یہ فضل ہے ایسے عزت والے ہیں ہم کو کیا ان سے بڑھ کر رتبہ نہ ملے گا اگر وہاں کچھ ہے ورنہ خالی ڈر گئے ہیں حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ اس عالم کا معاملہ یہاں کے برعکس ہے

بسا امیر کہ آں جا اسیر خواہد شد ☆ بسا پیادہ کہ آں جا سوار خواہد شد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الا اخبر کم باهل الجنة کل ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لا بره الا اخبر کم باهل النار کل عتل جواظ متکبر۔ (متفق علیہ) کہ میں تمہیں اہل جنت بتلاؤں ہر ایک ضعیف بے کس اگر خدا پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو پورا کردے اور دوزخی بتلاؤں ہر ایک سخت کٹر متکبر۔ آخرت کے مستحق وہی ہیں جو دنیا میں مسکین کمزور عاجز متواضع خدا پرست ہیں۔

ع کہ سا کنان در دوست خاکسار انند

تیسرا فعل بد: ان کا یہ تھا وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ۝ کہ باہر تو کچھ کرتے ہی تھے مگر جب اپنے گھروں میں جایا کرتے تھے تو وہاں بھی ہنستے ایمان داروں پر دل لگیاں کرتے یا یہ معنی کہ ان کو آخرت کا اندیشہ اور آنے والے مصائب کا کچھ خیال نہیں آتا تھا گھروں میں رات دن اٹھکیلیاں ہی کرتے تھے یہ بھی دنیا پرست کی شان ہے جس کو کبھی مرنے کا خیال نہیں آتا باخدا لوگ ہمیشہ مغموم رہا کرتے ہیں ان کے دلوں پر ایک اندیشہ رہتا ہے بات بات پر ہنسی کیسی اہا اہا، اہوا ہو کیسی، رنگ رلیاں کہاں کی، یہ مجلس کرنا رات دن ناچ رنگ عیش ونشاط کے سامان بہم پہنچانا اس جہاں سے غافلوں کا یہ کام ہے اور اس کا نتیجہ حزن دائمی اور مصائب کا نزول ہونا ہے جن گھروں پر یہ سامان تھے ہم نے وہاں خاک اڑتی دیکھی ہے دردمندان محبت الٰہی کو اس کی فرصت کہاں۔

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ☆ تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

چوتھا فعل بد: ان کا یہ تھا وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ۝ کہ جب ان دین داروں کو دیکھتے تو کہتے یہی گمراہ ہیں دنیا کے مزے چھوڑ کر کس مصیبت میں پڑے ہیں یہ سب گفتگو حشر کی ہے کہ حق سبحانہ وہاں یہ فرمائے گا کہ دنیا میں یہ ایسا ایسا کرتے تھے۔

پھر ان کی بے ہودہ بات کا آپ یہ جواب دیتا ہے وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ۝ کہ یہ کفار دین داروں کے داروغہ یا فوج دار بنا کر نہیں بھیجے گئے ان کو ان کی کیا پڑی جو ایسا کرتے ہیں۔

اب جو قیامت میں ان کو ان افعال کی جزا ملے گی اس کو بیان فرماتا ہے۔ فَالْيَوْمَ . . . الخ کہ آج کے دن ایمان داران کفار پر تختوں پر بیٹھے نظارہ کرتے ہوئے ہنسیں گے یا یوں کہو کفار سے ہنسیں گے کہ وہ تمہارے جاہ وجلال کیا ہوئے اب یہ تم سے کیا ہو رہا ہے اور تختوں پر بیٹھے بادشاہ بنے نظارہ کریں گے اور فرشتے پکاریں گے کہ اب تو کفار نے اپنے کیے کا بدلہ پایا اوروں پر ہنستے تھے آج ان پر ہنسا جا رہا ہے کس لطف کیساتھ دار آخرت کی جزا و سزا کا نقشہ کھینچا ہے اور کس انداز سے انسان کو بری باتوں سے روکا ہے۔ و لہ الحمد۔

اٰیَاتُهَا ۲۵ (۸۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ (۸۳) رُکُوْعَاتُهَا ۱

مکیہ ہے اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ① وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ② وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ③

وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ④ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ⑤

ترجمہ:۔۔۔۔ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا① اور اپنے رب کا حکم سن لے گا② اس کا فرض ہے کہ سنے اور جب کہ زمین پھیلا دی جائے③ اور جو کچھ اس میں ہے اگل دے اور خالی ہو جائے④ اور اپنے رب کا حکم سن لے اور اس کا فرض ہے کہ سنے⑤۔

ترکیب۔۔۔۔۔اذا قیل شرطیة فیقدر بعدها فعل و التقدیر اذا انشقت۔ السماء انشقت فالسماء فاعل بفعل محذوف و قیل لیست بشرطیة بل هی منصوبة باذکر المحذوف و هی مبتدا و خبرها اذا الثانیة و الواو مزیدة و التقدیر وقت انشقاق السماء وقت مد الارض۔ و اذنت معطوف علی انشقت و معنی اذنت اطاعت فی الانشقاق و لم تاب و لم تمنع۔ مشتق من الاذن و هو الستما للشیء و الاصغاء الیه و استعمال الاذن فی الاستماع کثیر فی کلام العرب۔ و حقت الجملة حال من فاعل اذنت قال الضحاک و معنی حقت حق لها ان تطیع ربها ای لا تمنع ما اراده اللّٰہ بها۔ و اذا الارض مثل اذا السماء۔۔۔ الخ و معنی مدت بسطت و صارت قاعا و قیل زید فی سعتها مدد و هو الزیادة و القت ما فیها من الکنوز و الدفائن و الاموات و طرحت الی ظهورها فعلی تقدیر کون اذا شرطیة جوابها اما محذوف تقدیره بعثتم و قیل مذکور فقیل هو قوله یایها الانسان۔۔۔ الخ و قیل قوله فامامن۔۔۔ الخ قاله المبرد و الکسائی و قیل فملقیه قاله اخفش۔

تفسیر:۔۔۔۔ یہ سورت بھی بلا خلاف مکی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ وغیرہما نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں یہ سورت پڑھی اور بعد میں سجدہ تلاوت کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے اور میں سدا ایسا کروں گا اور بھی روایات صحیحہ میں اس سورت کے اختتام پر سورت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب بیان ہوا ہے قرآن مجید میں ایسے بہت سے مواقع ہیں جن کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا چاہیے اس لیے کہ وہاں اسی کا حکم یا ذکر ہے اس قسم کے سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں اور ایسی چودہ سورتیں ہیں کہ جن میں سجدۂ تلاوت ہے آخر اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، اول سجدہ حج میں، فرقان، نمل، الم تنزیل، ص، حم سجدہ، النجم، اذا السماء انشقت اقرأ۔ (ہدایہ) مضامین سجدہ کے لحاظ سے علماء کا سجدہ تلاوت میں اختلاف ہوا ہے امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے جس کو اوپر بیان کیا لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سورۂ حج میں اخیر سجدہ بھی مانتے ہیں مگر ص میں نہیں مانتے۔

ماقبل سے ربط:۔۔۔۔ اس کا پہلی سورت سے ربط ظاہر ہے دونوں میں قیامت کے واقعات اور مرنے کے بعد کے حالات مذکور ہیں ذرا

تامل سے معلوم ہوسکتا ہے۔

آسمان پھٹ جائے گا:......سب سے اول یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ جس میں اس جہان کا درہم برہم ہونا علم الٰہی میں ٹھہر چکا ہے تا کہ پھر ایک دوسرا جہاں قائم کیا جائے اور جو کچھ دنیا میں نیک و بد کیا تھا اس کی جزا و سزا دی جائے گی اور اس نئے جہاں کی ابتداء کب سے ہے آپ ہی فرماتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۝ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یہ بات کچھ محال نہیں اس لیے کہ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وہ اپنے رب کے حکم پر کان رکھے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اس کی نسبت صادر ہوگا وہ فوراً قبول کرے گا فوراً آسمان پر وہی حالت طاری ہوجائے گی جو خدا تعالیٰ قادر ذوالجلال چاہے گا وَحُقَّتْ اور آسمان کو لائق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل کرے اس لیے کہ وہ ممکن ہے ہر وقت اپنے وجود اور بقا میں اسی کا محتاج ہے اور جب ممکن اور محتاج ہے تو اس کا وجود اور عدم دونوں اس کے آگے یکساں ہیں جب چاہے نیست و نابود کردے۔

ان آیات میں بہت سے اوہام باطلہ کا جن کو لوگوں نے مذہب بنا رکھا تھا ابطال کر دیا گیا بہت سے لوگ آسمان کو یہ انسانی سعادت و نحوست کا مالک و مختار جانتے تھے اسی لیے شعراء ناکامی کے وقت آسمان کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور بہت سی اقوام اجرام سماویہ کو معبود جانتے ہیں کوئی زہرہ کو کوئی آفتاب کو کوئی کسی اور ستارے کو اسی خیال سے پوجتا تھا ان سے مدد مانگتا تھا فرقہ صابیہ اور اس کی شاخیں مجوس و ہنود اب تک ایسا کرتے ہیں اور عرب میں بھی یہی خیال تھا کہ ان سب کے خیال کو باطل کر دیا کہ ایک روز آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے بعد ستارے بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے یہ سب ہماری مخلوق اور حکم کے تابع دار ہیں یعنی یہ مخلوق ہیں حادث ہیں فانی ہیں حکم بردار ہیں یہ اس عالم کی چیزیں ہیں ایک وقت معہود تک باقی ہیں پھر ہم ایک عالم سے وسیع عالم پیدا کریں گے تو ان کو نیست و نابود کو دیں گے۔

زمین پھیلائی جائے گی:...... یہاں تک تو عالم علوی کی کیفیت بیان ہوئی اس کے بعد عالم سفلی کی حالت بیان فرماتا ہے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ۝ اور جب کہ زمین پھیلائی جائے یا بڑھائی جائے زمین بالفعل گول کروی الشکل ہے جب حق سبحانہ اس کو بھی نیست و نابود کرنا چاہے گا تو یہ چپٹی ہوجائے گی اس کی صورت جو محافظ تھی اس سے چھین لی جائے گی اور عادۃً بھی یوں ہی ہے کہ کروی چیز ٹوٹتے وقت پھیل جاتی ہے۔ یہ نفخ صور اولیٰ کے وقت کا حادثہ ہے جیسا کہ آسمان کا پھٹنا بھی اسی وقت کا حادثہ ہوگا اور بعد میں تو نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی کما قال يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ۔

زمین سب کچھ اُگل دے گی:......اور جب زمین کی یہ حالت ہوجائے گی تو وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ۝ تو کچھ اس کے اندر ہے اس کو باہر ڈال دے گی اور خالی ہوجائے گی اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہ درہم برہم ہوگی اور اس کی صورت و شکل بگڑ جائے گی جس طرح مرتے وقت ہر جان دار کی اور ڈھلتے وقت مکانات کی بگڑتی ہے اور اس وقت اس کے اندر جو کچھ ہے جس سے مراد خزائن و دفائن زر و جواہر اور مردے ہیں جو اس میں دفن ہوئے تھے یا جو اس کے رب نے اس میں ودیعت رکھا ہے وہ سب اوپر آپڑے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ آج جن چیزوں کو عزیز از جان سمجھ کر زمین میں چھپاتے اور زمین کو اپنا خزانچی جانتے ہو ایک روز سب کچھ باہر آجائے گا۔

یہ بات کچھ محال نہیں اس لیے کہ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا کہ زمین بھی اپنے رب کے حکم کی طرف کان لگائے گی یعنی مانے گی اور کوئی وجہ سرتابی کی اس کو حاصل نہ ہوگی وَحُقَّتْ اور اسے ماننا بھی چاہیے اس کو لائق بھی یہی ہے کہ حکم الٰہی مانے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے اس کا وجود اور عدم دونوں اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے بلند کرے جس کو چاہے پست۔

ان حوادث کی نسبت اذا اذا کر کے یہ تو بیان فرمایا کہ جب ایسا ہوگا مگر یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا یعنی اذا شرطیہ کی جزا یا شرط کا جواب بیان نہیں فرمایا اس کو اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لیں گے اس وقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط ثابت ہو جائے گا کہ اس کو مر کر کسی دار جزا و سزا کی طرف جانا نہیں ہے اور اسی لیے بعد میں اسی مقصود کی تصریح بھی کر دی جس کو بعض نے جواب شرط سمجھ لیا۔ فقال

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲
اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵

ترجمہ:......اے آدمی تو تو کھٹا کھٹ اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے پھر تو اس سے جا ملے گا۶ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۷ تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۸ اور وہ اپنے اہل و عیال میں خوش واپس آئے گا۹ اور جس کو نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۱۰ تو وہ موت کو پڑا پکارے گا۱۱ اور دوزخ میں بسے گا۱۲ کیوں کہ وہ تو اپنے گھر میں خوشیاں منایا کرتا تھا۱۳ اس نے سمجھ لیا تھا کہ پھر کر تو جانا ہی نہیں۱۴ کیوں نہیں اس کا رب تو اسے دیکھتا ہی رہتا ہے۱۵۔

ترکیب:......انک...الخ الجملۃ نداء۔ الکدح السعی فی الشیء بجھدہ کدح درزیدن و کار کردن و کوشش نمودن و روی خاشیدن یقال بہ کدح و کدوح ای خدوش و فی الحدیث فی وجھہ کدوح و ھو یکدح بعیالہ ای یکسب لھم از صراح۔ فاما من فیہ معنی الشرط فسوف جوابہ۔ و ینقلب معطوف علی یحاسب۔ مسرورا حال۔ وراء ظھرہ ظرف لاوتی۔ لن یحور قال الراغب الاصفھانی الحور التردد فی الامر و محاورۃ الکلام مراجعتہ و المحار المرجع الحور الرجوع یقال حار یحور اذا رجع و منہ قولہ علیہ السلام اللھم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور یعنی من الرجوع الی النقصان بعد الزیادۃ۔ بلی ایجاب للمنفی بلن ای بلی یحور ان ربہ جواب قسم مقدر فالجملۃ تعلیل لما افادتہ بلی۔

تفسیر:......فقال يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶۔

لفظ کدح کی تفسیر:......کدح کے معنی لغت میں حرکت کرنا اور کوشش کرنا ہے اس لحاظ سے مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان فرمائے ہیں اور ہر ایک معنی کے لحاظ سے انسان سے بھی کبھی کافر مراد لیا ہے فرد ناقص سمجھ کر اور کبھی نبی کریم ﷺ فرد کامل جان کر اور کبھی مطلقاً۔

پس بعض نے یوں معنی بیان کیے ہیں کہ اے انسان یعنی نبی کریم ﷺ تو ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلیغ اور سرگرمی کر رہا ہے ضرور تو اس کا بدلہ نیک پائے گا تیری کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔

بعض نے کہا یہ معنی ہیں کہ اے کافر! ابوجہل و ابی بن خلف تو جو طلب دنیا اور ابطال رسالت اور اصرار کفر پر کوشش کر رہا ہے اس کا بدلہ پائے گا یہ تیرا کام تجھے ملے گا ایک دن ہیبت ناک شکل میں تیرے سامنے آئے گا۔

تیسرا یہ معنی کہ انسان (سب کی طرف خطاب ہے مؤمن ہو یا کافر نیک ہو یا بد) تو جو دنیا میں سرگرمی کر رہا ہے (نیک حسانات میں، بد

فسق وفجور اور طلب دنیا اور اس کی لذات وشہوات میں) یہ تیری کوشش اور عمل کا نیک و بد پھل ضرور ملنا ہے یوں ہی عبث نہیں چھوڑا جائے گا اس میں کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ جو کچھ کرو آنکھ بند کر کے نہ کرو تقلید آبائی و پابندی رسم ورواج میں اندھا بن کرنہ کرو سوچ بچار کرلو کہ کیا کر رہے ہو جو کچھ تم کر رہے ہو ایک روز تمہارے سامنے آئے گا۔

چوتھے معنی یہ ہیں اور وہ زیادہ تر چسپاں ہیں کہ اے انسان (سب کی طرف خطاب ہے) تو یہ سمجھ کہ میں سدا دنیا ہی میں رہوں گا مجھے اپنے خدا کے پاس نہیں جانا ہے مر کر خاک ہو جاؤں گا یا امید ان ناسوت میں تناسخ کے ذریعہ سے قوالب بدلتا رہوں گا اس جہان میں ٹھوکریں کھاتا رہوں گا یہ ہرگز نہیں بلکہ تو کھٹا کھٹ ہماری طرف چلا آرہا یہ رات اور دن تیری سواری کے دو پہیے ہیں یا تیرے سفر کرنے کے لیے دو پاؤں ہیں تو بے اختیار اس میدان وجود کو طے کر رہا ہے ایک دن حمل میں تھا پھر باہر آیا لڑکا بنا رہا جوان ہوا بڈھا ہوا مر گیا یہ حمل اور لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا تیرے اس تیز سفر کے منازل ہیں آخر ایک روز ہمارے پاس آئے گا مرنے کے بعد ہمارے سامنے کھڑا کیا جائے گا پھر تیرے نیک و بد اعمال تول تول کر تیرے پلے میں ڈالے جائیں گے۔

نامہ اعمال مؤمنین کا آسان حساب:......فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا اور یہ نیک لوگ ہوں گے یمین ویمن خیر و برکت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جانا اس کے لیے بشارت ہے کہ یہ اہل خیر میں سے ہے تو اس کے بعد جھٹ پٹ اس سے حساب آسان لیا جائے گا اور حساب آسان یہ ہے کہ اس کے زلات اور ان جرائم سے جس کے بعد اس نے توبہ واستغفار کیا اور نادم ہوا درگزر کیا جائے گا اور دراصل یہ حساب نہیں بلکہ ایک ملاحظہ کرانا ہے کہ بندہ اپنے اعمال اور اس پر اس کے بے حد افضال کا اندازہ کر لے اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ . . . الخ یعنی یہ آیت پڑھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حساب نہیں جو مؤمن سے آسانی سے کیا جائے یہ تو ایک ملاحظہ کرانا ہے اور جس سے حساب لیا جائے گا وہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما) اور اس لیے آنحضرت ﷺ بعض اوقات یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے امت کو تعلیم کرنے کے لیے **اللھم حاسبنی حسابا یسیرا** کہ اے اللہ مجھ سے حساب یسیر لینا۔ (اخرجہ احمد)

اور اس حساب یسیر سے فرصت پا کر وہ شخص اپنے گھر کی طرف جو پہلے سے جنت میں تیار کیا گیا ہے جہاں اس کے دنیاوی اقارب زن وفرزند اس سے پہلے گئے ہیں اور حور عین بھی ہے خوشی خوشی جائے گا اور وہ گھر اس کو معلوم ہوگا گویا وہیں رہا کرتا تھا اور اب لوٹ کر وہیں جانا ہے لفظ وینقلب اسی طرف اشارہ کر رہا ہے اور یہ سچ ہے اس لیے کہ یہ دار آخرت اس کے ان اعمال حسنہ اور محبت الٰہی کا تو مظہر ہے جو ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتے تھے گویا ان میں رہا کرتا تھا۔

پیٹھ کے پیچھے سے نامۂ اعمال کا ملنا:......اس کے بعد بدوں کا حال بیان فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کی طرف سے دیا گیا تھا کہ پہلے سے معلوم ہو کہ بد ہے اور آیات میں وَرَآءَ ظَهْرِهٖ کی جگہ بِشِمَالِهٖ کا لفظ آیا ہے مگر یہ ملزم زنجیروں میں کسا ہوا مشکیں بندھی ہوں گی ہاتھ پیٹھ کی طرف پیچھے بندھے ہوں گے اس لیے پیٹھ کے پیچھے سے دینا یہاں ذکر فرماتا ہے تاکہ اس کی مشکیں بندھی ہونے کو بھی ثابت کرے (اس لیے دونوں لفظوں میں کوئی تعارض نہیں) تو وہ ہلاکی اور موت کو پکارے گا ہائے ہائے کرے گا کہ موت آجائے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں پھر وہاں موت کہاں وَّیَصْلٰى سَعِیْرًاؕ وہ تو دہکتی آگ میں

ڈالا جائے گا وہیں پڑا جلا کرے گا۔

استحقاق عذاب کا سبب:......اب اس کا سبب بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ کیوں دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ کہ وہ اپنے گھر میں مگن تھا شہوات ولذات کے گھوڑوں پر سوار تھا آخرت کی کچھ فکر نہیں تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا رات دن طلب مال وزر میں مصروف تھا حرام وحلال کی کچھ پروانہ کرتا تھا شراب زن ناچ تماشہ راگ رنگ میں مسرور تھا اور اس کے علاوہ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ وہ یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ اللہ کے پاس جانا نہیں حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو چاہو کرو یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ اس خیال میں تھا کہ اس کی یہ حالت کبھی متغیر نہ ہوگی ہمیشہ یوں ہی رہے گا یہ دو باتیں سبب ہیں اس کے آگ میں پڑنے کا اس کی وہ خوشی اور وہ اعتقاد کہ جس میں یہ پڑا ہوا تھا آج آتش جہنم بن گیا گویا یہ خود ہی جہنم میں پڑا ہوا تھا بَلٰى ؛ ہاں ہاں اس کا یہ خیال غلط تھا کیوں کہ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝ اس کا رب تو اس کو دیکھا کرتا تھا کوئی حرکت وسکون اس کی نظر سے غائب نہ تھا۔

فائدہ: بلٰی کا کلمہ نفی کا اثبات کرتا ہے یعنی وہ جو سمجھتا تھا کہ خدا کے پاس نہ جاؤں گا اس کے جواب میں ہے بلٰی ہاں جائے گا اور یہ کلمہ اول کلام سے بھی متصل ہے اور بعد سے بھی اسلیے اس پر وقف بھی درست ہے اور ملا کر بھی پڑھا جاتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا
السجدة عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
ع ۱ اَلِيْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵

ترجمہ:......پھر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی ۝۱۶ اور رات اور اس کے چھا جانے کی بھی ۝۱۷ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے ۝۱۸ کہ تم کو تو ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا ۝۱۹ پھر انہیں ہوا کیا جو ایمان نہیں لاتے ۝۲۰ اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ۝۲۱ بلکہ منکر تو جھٹلا رہے ہیں ۝۲۲ اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ (دل میں) بھرا رکھتے ہیں ۝۲۳ سو آپ ان کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دیں ۝۲۴ مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے ہیں ان کو تو بے انتہا اجر ملے گا ۝۲۵۔

ترکیب:...... فلا لا زائدة کما مر۔ الشفق الحمرة التی تبدو بعد غروب الشمس و سمی شفقا لرقته و منه الشفقة علی الانسان و هی رقة القلب علیه۔ و الیل عطف علی الشفق۔ و کذا ما وسق الوسق فی اللغة جم الشیء بعضه الی بعض یقال استوسقت الابل اذا۔ جمعت و انخمت و الراعی یسقها ای یجمعها ای جمع و ضم ما کان منتشرا فی النهار لان اللیل اذا قبل اوی کل شیء الی منزله قال قتادة و الضحاک و مقاتل بن سلیمان ای ما حمل من الظلمة او من الکواکب و قال سعید بن جبیر ای ما عمل فیه من التهجد و الاستغفار۔ و القمر معطوف علی الیل۔ اتسق هو افتعل من الوسق و هو الجمع ای تکامل فی النور لت۔ لترکبن جواب القسم لترکبن بفتح التاء و ضم الباء صیغة جمع المذکر الحاضر من الرکوب و قری بفتح الباء خطاب للواحد و هو النبی ﷺ او کل فرد من افراد الانسان و قری لیرکبن بالتحتیة و ضم الموحدة علی

الاخبار۔ طبقا منصوب علی انه مفعول لتر کبن۔ عن طبق صفة لطبقا ای طبقا حاصلا عن طبق ای حالا عن حال۔ و اذا قری الجملة فی محل النصب علی الحال۔ الا الذین استثناء منقطع او متصل۔

تفسیر:......یعنی اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جزا و سزا ہے اور تمہاری عقول متکدرہ کی وہاں تک رسائی نہیں تو ہمارے کہنے سے مان لو اور اگر اس طرح سے کہنے پر بھی اعتبار نہیں کرتے ہو تو لو فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶......الخ

تین چیزوں کی قسم:......تین چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو ہماری قدرت کاملہ کا پورا نمونہ اور تمہارے متبدل حالات کا کامل آئینہ ہیں۔

اول شفق کی قسم:......شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد کی سرخی کو کہتے ہیں ذرات پر جو آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں تو ایک سرخ رنگ آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتا ہے طلوع کے وقت بھی اور غروب کے وقت بھی اور چونکہ یہ رقیق ہوتی ہے اس لیے اس کو شفق کہتے ہیں اور اسی لیے مہربان کو شفیق کہتے ہیں کہ اس کے دل میں اپنے دوست کی طرف سے رقت ہوتی ہے یعنی نرمی۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر اس سرخی (شفق) کے غائب ہونے تک رہتا ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ اس سرخی کے بعد سفیدی بھی شفق ہے اس تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور جب یہ سفیدی جاتی رہتی رہے اور سیاہی اٹھ آئے تو عشا کا وقت آجاتا ہے جمہور کے نزدیک اس سفیدی کے وقت عشاء کا وقت آجاتا ہے مغرب کا وقت باقی نہیں رہتا ہے۔

اس شفق کے وقت ایک درمیانی حالت رہتی ہے نہ تو پورا پورا دن ہی رہتا ہے نہ پوری رات ہی آجاتی ہے اس شفق کی قسم کھانے کے میں انسان کو اس کے مرنے کے بعد سے لے کر حشر تک کے زمانے کو یاد دلاتا ہے ایک پوری تشبیہ میں تصویر کھینچ دیتا ہے اس لیے کہ جب انسان کا آفتاب روح غروب ہوجاتا ہے یعنی اس جسم عنصری کو چھوڑ دیتا ہے تو اس وقت روح پر شفق کے وقت جیسی حالت طاری ہوتی ہے کسی قدر دن سا ہوتا ہے تو ایسا یہ روح پر کسی قدر ہنوز آثار زندگی باقی رہتے ہیں اپنے اقارب سے محبت دنیاوی مالوفات کے ترک کا رنج اسی لیے تھوڑے دنوں تک مردہ خواب میں بہ کثرت آتا ہے اور پتے پتے کی باتیں جو دنیا میں اس کے متعلق تھیں بتا جاتا ہے۔ ایک بڑھیا ماما کا انتقال ہوگیا بظاہر اس نے کچھ نہیں چھوڑا تھا ایک رات ایک عورت کے خواب میں آکر کہا کہ میرے اتنے روپے پیسے اس بوسیدہ تکیے میں سلے ہوئے ہیں کہ جس کو تم نے گندہ جان کر کوڑے کی جگہ پھینک رکھا ہے صبح کو اسے کھولا تو اسی قدر روپے اور پیسے برآمد ہوئے یہ معاملہ اور اس قسم کے اور صدہا واقعات کاتب الحروف کے سامنے کے ہیں۔

اسی لیے مردہ اس وقت اپنے تئیں زندہ سمجھتا ہے اور کہتا ہے دَعْنِی اصلی (رواہ ابن ماجہ) کہ ذرا مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز پڑھ لوں اور اپنے اس حال کی اپنے لوگوں کو خبر کر آؤں ارجع الی اھلی فاخبرھم (رواہ ترمذی) اور اسی لیے احیاء کی طرف سے صدقات و دعا کا زیادہ منتظر رہا کرتا ہے۔

اس وقت رات کے آثار بھی نمودار ہوتے ہیں تو ایسا میت پر بھی دوسری حالت طاری ہوتی ہے کہ اس کے نیک و بد اعمال کے آثار اس پر وہاں منکشف ہوتے ہیں اور جوں جوں وقت زیادہ گزرتا جاتا ہے اتنا ہی دنیا سے تعلقات کا انقطاع ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ استغراق عظیم وہاں کی ان کیفیات کے مشاہدہ میں اس پر طاری ہوتا ہے جو اس کے نیک یا بد اعمال کا نتیجہ ہیں اور اس کے قوی مدرکہ و متصرفہ اس جہان سے بالکل منقطع ہوجاتے ہیں اور اس کے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات جیسا حائل ہوتا جاتا ہے۔

رات کی قسم:......اس کے بعد رات کی قسم کھاتا ہے وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ اور قسم ہے رات کی اور اس چیز کی کہ جس کو رات سمیٹے یعنی جمع

کرے دن کو لوگ اور حیوانات پھرا کرتے ہیں رات میں اپنے ٹھکانوں پر آجاتے ہیں گویا رات دن کے بچھڑے ہوؤں کو جمع کر لیتی ہے اس لیے اس کا نام عشاق کے نزدیک جامع المتفرقین ہے۔

اور ما مصدر یہ بھی کہہ سکتے ہیں یہ معنی ہوں گے کہ رات کے سمیٹنے کی قسم کہ بے اختیار سب سمٹے چلے آتے ہیں اشیاء بھی آفتاب کا نور بھی سمٹ جاتا ہے یہ دوسری قسم تھی جس میں رات کی اور رات میں سمٹنے والوں کی قسم تھی ان کا سمیٹنا بھی ایک شان ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے کو اور موت کو یاد دلاتی ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ جب رات کو سوتے تو ایسی دعائیں پڑھتے جن میں مرنے کی طرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دیا کرتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سونے کا قصد کرتے تھے تو اپنا ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر کہا کرتے تھے اللھم باسمک اموت و احی (کہ الٰہی تیرے ہی نام سے مرتا اور جیتا ہوں) اور جب بیدار ہوتے تو یہ کہتے الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور کہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے مرنے کے بعد زندا کر دیا اور اس کے پاس جا کر جمع ہونا ہے۔

اور صحیحین میں اس دعا کا پڑھنا بوقت خواب ثابت ہوا ہے

اللّٰھم اسلمت نفسی الیک و وجھت وجھی الیک و الجأت ظھری الیک رغبۃ و رھبۃ الیک لاملجأ و لا منجأ منک الا الیک أمنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت۔

بہر حال خواب و بیداری میں خصوصا رات کے وقت منازل پر جمع ہونے اور سونے میں جس کو رات کے سمیٹنے سے تعبیر کیا اس کی قدرت کا پورا نمونہ ہے کہ تھوڑی دیر پہلے تو دنیا آباد تھی اب ہے کہ سناٹا ہے موت کا نمونہ طاری ہے، اسی لیے ایسے انقلابات پر اہل اللہ اس کی تسبیح و تحلیل اور یاد کرتے ہیں جو روح کے منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے۔

چاند کی قسم:.....اس کے بعد یعنی اس رات کے بعد پھر چاند روشن ہوگا وہ کیا؟ قیامت برپا ہو کر ابدان کو ایک نئی زندگانی عطا ہوگی اس لیے اس تیسری قسم میں یہ حالت مذکور ہوگی فقال وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ کہ قسم ہے چاند کی جب کہ اس کی روشنی پوری ہو جائے تیرھویں چودھویں پندرہویں رات کا چاند اس وقت حجاب دور ہو جائیں گے ہر ایک پر حقائق منکشف ہو جائیں گے نیکی کا راز کھل جائے گا۔

ان تینوں حالات کی قسم کھا کر فرمایا ہے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کہ ضرور اے بنی آدم تم کو ایک سیڑھی پر دوسری کے بعد چڑھنا ہے یعنی ایک منزل کے بعد دوسری طے کرنی پڑے گی پہلے ماں کے پیٹ میں رہنے کی ایک منزل تھی جب اس پر چڑھ چکے تو دوسری منزل پر چڑھے کہ پیدا ہوئے باہر آئے ہیں اب لڑکپن کی منزل پر چڑھے اس کو طے کر کے جوانی کی منزل پر چڑھے اس کے بعد بڑھاپے کی سیڑھی طے کی اس کے بعد موت کی اور عالم برزخ میں رہنے کی اس کے بعد حشر کی پھر حشر سے جنت یا دوزخ کی۔

تغیرات عالم خصوصا انسان کا تغیر و تبدل بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انسان کہیں سے آیا اور بے اختیار یہ مسافر کہیں جا رہا ہے جو کسی کے روکنے سے نہیں رکتا اور چوں کہ ان حالات کا طے کرنا قطع و طے منازل سے مشابہ تھا اس لیے لفظ رکوب کو جس کے معنی سوار ہونا ہے استعمال کیا اور چوں کہ یہ حرکت صعودی ہے کہ اس خاک دان پست سے عالم بالا کی بلندی پر جانا ہے اس لیے ان حالات و مقامات کو طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ سے تعبیر فرمایا اس لیے کہ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ تہہ پر تہہ کو کہتے ہیں جیسا کہ آسمان کے سات طبق اور بلند مکانات کے طبقات سے یعنی درجات، عرف، میں مستعمل ہیں اور یہ آیات گویا پہلی آیت يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ کی تفصیل و

تشریح ہے۔

فائدہ: طبق اس کو کہتے ہیں جو دوسرے سے مطابق ہو۔ کہتے ہیں:

ماهذا يطبق كذا اى لايطابقه و منه قيل للغطاء الطبق ثم قيل للحال المطابقة بغيرها طبق و منه قوله تعالى طبقاعن طبق اى حالا بعد حال كل واحدة مطابقة لاختها فى شدة و الهول و يجوز ان يكون جمع طبقة وهى المرتبة من قولهم هو على طبقات۔ (کبیر)

لَتَرْكَبُنَّ کے مختلف قرأتوں کی وجہ سے معنی بھی متعدد پیدا ہو سکتے ہیں۔ صیغہ جمع مذکر حاضر کی صورت میں ایک تو یہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کیے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو! تم قیامت کا کیا انکار کرتے ہو ہم ان تین چیزوں کی قسم کھا کر جو علویات میں تغیر و تبدل پیدا کرنے کے سبب ہماری قدرت و جبروت پر دلیل بیّن ہے یہ کہتے ہیں کہ وہ دن ہو کر ہی رہے گا اور اس روز شدائد و اہوال پیش آئیں گے اور ایک مصیبت کے بعد دوسری کا سامنا ہوگا۔

تیسرے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے لوگوں کا اس روز حال متبدل ہو جائے گا بہت سے امیر فقیر ہو جائیں گے اور ذلیل عزیز ہو جائیں گے

بسا امیر کہ آں جا اسیر خواہد شد ☆ بسا پیادہ کہ آں جا سوار خواہد بود

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

چوتھے یہ کہ تم پہلوں کے طریقے کو اختیار کرو گے شبراً بشبر مگر یہ معنی یہاں مناسبت نہیں ہو رکھتے۔ اور جس نے لَتَرْكَبُنَّ کو واحد مذکر حاضر کا صیغہ پڑھا ہے تب آیت کے معنی بہ لحاظ مخاطب کے بھی متعدد ہوں گے۔

۱)..... اگر مخاطب آنحضرت ﷺ ہیں تو یہاں حضرت ﷺ کے لیے ایک بشارت ہے اعداء پر فتح و ظفر پانے کی کہ اے محمد! تو ایک حال پر مسلط ہو کر دوسرے حال پر مسلط ہوگا۔ ایک فتح و ظفر کے بعد دوسری پر متمکن ہوگا یہ کفار جو آج تیری تکذیب کرتے ہیں نادم ہوں گے۔

۲)..... یہ کہ تجھ کو رفعت مرتبت نصیب ہوگی رفعت ظاہری معراج میں اور باطنی ترقی مراتب قرب و وصال میں ہر روز اور ہر آن آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ قرب کے بعد دوسرے کو طے کرتے جاتے تھے جیسا کہ فرمایا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ کہ پچھلی ساعت تیرے لیے ترقی قرب کے لحاظ سے اول ساعت بہتر ہے۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

چونکہ یہ تغیرات عالم اور خاص کر انسان کے تبدلات برہان ہیں اس بات پر کہ ضرور انسان کو کسی اور جگہ جانا اور اپنے کیے کا بدلہ پانا ہے یہ ایسی بات ہے ذرا غور کرنے سے بھی واضح ہو جاتی ہے اس لیے فرماتا ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ کہ انہیں کیا ہو گیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے لیے کوئی سامان نہیں کرتے۔ مصیبت سر پر آنے والی ہے اس سے کس قدر غافل ہو کر دنیاوی مشاغل میں غرق ہیں۔

عاقل کو ذرا سا بھی کھٹکا ہوتا ہے تو اس کی تدبیر کرتا ہے غافل نہیں رہتا اور اس دار آخرت کے لیے ہادی ہے تو صرف قرآن ہے اور ان کا قرآن سے یہ حال ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ کہ جب ان کو قرآن سنایا جاتا ہے آپ پڑھنا اور غور و تدبیر کرنا تو کجا اس کے آگے نہیں جھکتے یعنی اس کے پابند نہیں ہوتے بلکہ قہقہے اڑاتے ہیں یا یوں کہو کہ سن کر نازل کرنے والے کے آگے اس شکریہ میں کہ اس نے ہمارے لیے ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہماری مشکلات دنیا و آخرت کی رہبر ہے سجدہ نہیں کرتے اور حق سبحانہ کی عبادت جو

آخرت کا سرمایہ ہے اور قرآن کی تعلیم کا اعلیٰ تر مقصود ہے ادا نہیں کرتے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیے اس لیے کہ یہاں سجدہ نہ کرنے والوں کی برائی مذکور ہے احادیث صحیحہ میں سجدہ کرنے کا ثبوت ہم شروع میں کر چکے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ سجدہ کرنا تو کجا بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ بلکہ منکر تو جھٹلاتے ہیں اور گو بعض زبان سے نہیں جھٹلاتے لیکن دل میں قائل نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں مخفی ہے اس کی حب شہوات ولذات اور انکار آخرت کے متعلق ان کے دلوں میں جو گندگی بھری پڑی ہے اور زبان سے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں ان کو خدا خوب جانتا ہے اس میں ان ریاکاروں کی طرف تعریض ہے کہ زبان سے دعویٰ اسلام ومحبت خدا اور رسول اور دل میں حب شہوات ولذات۔

جب بدنصیبوں کی یہ حالت ہے تو اے نبی کریم فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ ان کو مژدہ سنا دے سخت عذاب کا، بشارت کا لفظ علیٰ سبیل تحکم واستہزاء استعمال کرنا عین بلاغت ہے اس لیے کہ وہ اپنی بت پرستی اور بیہودگی پر نتائج نیک کے امیدوار تھے۔

کوئی شخص اس جہاں میں فلاح نہیں پا سکتا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ جو ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد انہوں نے نیک کام بھی کیے لَهُمْ اَجْرٌ ان کے لیے اجر ہے ان کے ایمان اور نیک کاموں کا نیک بدلہ ہے اور بدلہ بھی کیسا کہ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ بے انتہاء اگرچہ ایمان وعمل محدود تھا کیوں کہ عمر کا زمانہ بھی محدود تھا کہ وہ کریم ورحیم اپنے فضل وکرم سے ابدالآباد تک بدلہ دیتا رہے گا جو غیر محدود ہے۔ (الٰہی ہمارا خاتمہ بالخیر کر آمین)

اٰيَاتُهَا ۲۲ (۸۵) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکیہ ہے اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى
مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹

ترجمہ:...... قسم ہے برجوں والے آسمان کی ① اور وعدے کے دن کی ② اور حاضر ہونے والے کی اور جس پاس حاضر ہو اس کی ③ غارت ہو آگ کے ایندھن بھرے ہوئے خندقوں والے ④ جب کہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے ⑤ ایمان داروں سے جو کچھ کر رہے تھے ⑥ اس کو دیکھ رہے تھے ⑦ اور ان سے اسی کا تو بدلہ لے رہے تھے کہ وہ اللہ زبردست خوبیوں والے پر ایمان لائے تھے ⑧ اس پر کہ جس کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے ⑨۔

ترکیب :...... والسماء الواو للقسم۔ ذات البروج صفة السماء۔ و اليوم موصوف۔ الموعود صفة و المجموع معطوف۔ السماء و كذا شاهد و مشهود. جواب القسم محذوف ای لتبعثن و نحوه و قيل جوابه قتل اصحٰب الخدود...الخ وقيل جوابه ان بطش ربک لشديد۔ الخدود جمع خد و هو الشق العظيم المستطيل فی الارض كالخندق و منه الخد لمجاری الدموع النار قرأ الجمهور بالجر علی انها بدل اشتمال من الاخدود لان الاخدود مشتمل عليها وقيل التقدير ذی النار وقرأ بالرفع علی انها خبر مبتدا محذوف ای هی النار۔ ذات الوقود صفة النار بانها نار عظيمة و الوقود عند الجمهور بفتح الواو وقرئ بضمها و هو الحنطب اذهم ظرف لقتل ای لعنوا حين قحرقوا بالنار قاعدين علی جوانبها الذی...الخ نعت لله۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بائیس آیات ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء میں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ اور وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ پڑھا کرتے تھے۔ (اخرجہ احمد) رات میں ستاروں کی کیفیت اس سورت کے معانی کو اور بھی ذہن نشین کر دیتی ہے۔

ماقبل سورت سے مناسبت:...... اس کی پہلی سورت سے الفاظ و معانی میں ظاہر ہے کیوں کہ اس میں آسمانوں کا پھٹنا ابتداء میں مذکور

تھا تو یہاں اس کے بروج کی صفت مذکور ہوئی تا کہ محل تجربہ وتقسیم وانشقاق کا اظہار ہو اور مضامین میں بھی اور مقطع میں بھی مناسب تامہ ہے۔

سبب نزول:...... اس سورت کا یہ ہے کہ مکہ میں جب آفتاب نبوت جلوہ گر ہوا اور صدیوں کے ظلمات کم ہونے شروع ہوئے تو قریش مکہ کو ناگوار گزرا کیوں کہ ان کے مالوف ومرغوب دستور کے خلاف تھا اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ستانا شروع ہی کیا تھا مگر وہ جو غریب غرباء مسلمان ہوئے تھے ان پر تو آفت ہی برپا کردی تھی مار پیٹ گالی گلوچ سے گزر کر دھوپ میں باندھ کر ڈال دینا اور پھر کوڑے برسانا اور پیٹ میں نیزہ گھونپ دینا عورتوں کو بے ستر کر کے ذلیل کرنا اپنے بت پرست سب کی حمایت سمجھ رکھی تھی غرباء مسلمین آنحضرت ﷺ سے آ کر شکوہ کرتے تھے آپ ﷺ تسلی دیتے کہ تھوڑی دیر کی بات رہ گئی ہے ان کا یہ زور ڈھے جائیگا یہ تمہارے مقہور ہوں گے یہ سن کر کفار قریش اور بھی تمسخر کرتے تھے اور اس لیے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لیے اور متکبروں کو تنبیہ کرنے کے لیے یہ سورت نازل ہوئی۔

اور اس کی ابتداء ہی میں وہ کلمات ارشاد فرمائے جو خدا کی جبروت اور دنیا کا اس کے آگے مسخر ہونا اور دنیا میں انقلاب برپا ہونے کو بتا رہے ہیں فقال وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ کہ ہم کو قسم ہے آسمان برجوں والے کی وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ اور اس دن کی کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ اور حاضر ہونے والے کی اور جس کے پاس حاضر ہوں گے اس کی بھی قسم ہے۔

خدا کی پکڑ کا بیان:...... ان تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ کہ تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے جب کسی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ جس قوم اور جس شخص کو پکڑتے ہیں تو پہلے اس کی عقل مار دیتے ہیں، اقبال لے لیتے ہیں، لوگوں کی آنکھوں میں ہیبت وعزت باقی نہیں رہتی، شہوت پرستی جفا کاری پیشہ ہو جاتا ہے، کاہلی اور اس پر بدمزاجی اور غرور ونخوت اور جملہ بداخلاقی گھر کر لیتی ہے، خدا ترسی اور راست بازی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا، دشمنوں کا غلبہ اور افلاس کو ترقی واعداء سے شکست، مقاصد میں ناکامی پیش آنے لگتی ہے۔ آخر کوئی ایسا زبردست ان پر مسلط ہوتا ہے کہ کام ہی تمام کر دیتا ہے اور کبھی دفعۃً کوئی آسمانی بلا بھیج کر غارت کر دیتے ہیں زلزلہ اور ژالہ باری اور ہوا اور پانی کا طوفان بجلی اور وبا بھی اس کے آلات تیار رہتے ہیں۔ یہاں تک تو دنیا کی پکڑ تھی پھر آخرت میں تو مرنے کے بعد سے لے کر حشر تک، ابدالآباد تک جہنم اور دہکتی آگ اور طوفان اور طوق وزنجیر تیار ہے۔ معاذ اللہ من ذلک بطشہ۔

اس اجمال بیان میں جس طرح کفار کو تنبیہ ہے اسی طرح مسلمانوں کو تسلی بھی ہے کہ وہ ہماری قدرت وقبضہ سے باہر نہیں مگر ان تینوں چیزوں میں کہ جن کی قسم کھائی ایک کو دوسرے سے نہایت ارتباط ہے اس لیے ہم ان تینوں چیزوں کی تفسیر کرتے ہیں۔

برجوں والے آسمان سے کیا مراد ہے؟:...... اور پھر اس صفت کے ذکر کرنے سے کیا مقصد ہے؟ جو آسمان کے وجود بلکہ جسم کے قائل ہیں اور یہ قدیم خیال ہے اور صحیح بھی معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ آسمان پر آفتاب کی گردش سے ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے جس کو دائرۃ البروک کہتے ہیں جس کو آفتاب حرکت ذاتی سے برس بھر میں تمام کرتا ہے اور جب اس دائرہ کو بارہ حصوں میں برابر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک حصہ برج ہے جیسا کہ خربوزے کی پھانکیں اور ہر ایک پھانک کو برج کہا جائے۔

یا یوں کہو کہ آفتاب کی حرکت سے اکثر آباد اور معتدل بلاد میں فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ربیع۔ صیف، خریف، شتا، یعنی بہار گرمی خزاں جاڑا اصل دو فصلیں ہیں جاڑا اور گرمی مگر جاڑے کے بعد جب گرمی آتی ہے تو دفعۃً نہیں آتی بلکہ ایک زمانہ بیچ میں حائل ہوتا ہے اور اس کو ربیع کہتے ہیں اور اسی طرح گرمی کے بعد سردی بھی دفعۃً نہیں آتی ہے بلکہ درمیان میں ایک زمانہ دونوں سے ملتا جلتا ہوتا ہے اس کو خریف کہتے ہیں یہ موسم ہندستان میں برسات کے بعد پیدا ہوتا ہے، یہ چار فصلیں ہوئیں اور ہر ایک فصل کی تین حالت ہیں ابتداء، انتہا اور اوسط

آفتاب کی حرکت جس سے یہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں جمہور کے نزدیک آسمان پر ہے اس لیے آسمان کے باعتبار ہر ایک فصل کے چار حصے کیے اور ہر ایک حصہ کے تین تین۔ ہر ایک کا نام برج ہوا اور جن کے نزدیک آسمان کا وجود نہیں وہ اس بُعد اور فضاء نیل گوں ہی کو آسمان کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی اس آسمان کے بارہ حصے اسی لحاظ سے ہوں گے۔

بارہ برجوں کی کیفیت:...... یا یوں کہو کہ رات کے وقت آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں ❶ آسمان کے ہر ایک حصہ کو ان اشکال کے لحاظ سے نام زد کیا۔ حمل، ثور جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ ان چھ برجوں میں جب آفتاب آتا ہے تو گرمی ہوتی ہے حمل سے لے کر سرطان تک بڑھاؤ ہوتا ہے اور دن بھی بڑھا کرتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے جس طرح حمل میں رات دن برابر ہو جاتے ہیں اسی طرح میزان میں بھی۔

اس کے بعد سردی شروع ہو جاتی ہے اور اس کے بعد برج یہ ہیں میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

حمل: (مینڈھے کا بچہ) چوں کہ تیس ستاروں کے باہم ملنے سے مینڈھے کی شکل پیدا ہوگئی ہے جس کا مغرب کی طرف سر، مشرق کی طرف دم ہے۔

ثور: (بیل) بتیس ستاروں کے ملنے سے بیل کی صورت نمودار ہوگئی ہے جس کا سر بجانب مشرق اور دم بجانب مغرب ہے اور بھی اس کے ساتھ ستارے ہیں جن کو عین الثور کہتے ہیں اور ثریا بھی جو انگور کے خوشہ کی طرح ہیں۔

جوزا: (دو آدمی ملے ہوئے) اٹھارہ ستاروں کے ملنے سے ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے کہ گویا دو آدمی جڑے ہوئے ہیں۔

سرطان: (کیکڑا فارسی میں اس کو خرچنگ کہتے ہیں) نو ستاروں کے ملنے سے یہ صورت پیدا ہوگئی ہے۔

اسد: (شیر) ستائیس ستاروں کے ملنے سے یہ صورت پیدا ہوگئی ہے اور زہرہ ستارہ بھی اس سے تعلق رکھتا ہے۔

سنبلہ: (خوشہ) یہ ایک عورت کے ہاتھ میں معلوم ہوتا ہے جس کا سرا اسد کی دم کی طرف اور پاؤں میزان کی طرف اور اس کے اس ہاتھ کے پاس کہ جس میں خوشہ معلوم ہوتا ہے ایک ستارہ ہے کہ جس کو سماک اعزل کہتے ہیں یہ شکل چھبیس ستاروں سے بنی ہے۔

میزان: (ترازو) یہ آٹھ ستاروں سے بنی ہے۔

عقرب: (بچھو) یہ شکل اکیس ستاروں سے بنی ہے۔

قوس: (کمان) یہ ایک ایسی شکل ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں کمان ہے جس میں تیر لگا ہوا ہے یہ اکتیس ستاروں سے مرکب ہے۔

جدی: (بزغالہ، بھیڑ کا چھوٹا بچہ) یہ اٹھائیس ستاروں سے مرکب ہے سعد ذابح جو ایک ستارہ ہے وہ اسی سے متعلق ہے۔

دلو: (ڈول) ایک مرد کے ہاتھ میں ایک ڈول سا معلوم ہوتا ہے یہ بیالیس ستاروں سے مرکب ہے۔

حوت: (مچھلی) یہ دو مچھلیاں باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ایک کا منہ دوسرے کی دم کی طرف ہے یہ چھبیس ستاروں سے مرکب ہے۔

فائدہ: نزول قرآن مجید سے پہلے عرب بھی آسمان میں اس قسم کے برجوں کے قائل تھے اشعار جاہلیت سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

قرآن مجید میں آسمان کو اس صفت سے ذکر کر کے قسم کھانا اس طرف اشارہ ہے کہ انقلاب عالم ہمارے ہاتھ میں ہے ہم موسموں کو بدلتے ہیں کفار قریش اس چند روزہ جاہ وحشم پر نازاں نہ ہوں مقلب الاحوال ہم ہیں اور اس میں ایمان داروں کو تسلی بھی ہے کہ چند روزہ

---

❶ یعنی در اصل آسمان پر برج و گنبد کچھ نہیں بلکہ اہل ہیئت و نجوم نے ستاروں کی رفتار و مقام سمجھنے کے لیے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لیے ہیں اور پھر ستاروں کے اجتماع جیسی شکل پیدا ہوگئی ہے اس کو اسی نام سے نام زد کر دیا گیا کہیں بیل کی شکل نمودار ہے تو اس حصہ کو برج ثور کہتے ہیں علی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

مصیبت پر صبر کریں سدا ایک سے دن نہیں رہا کرتے۔

بروج کے معنی:۔۔۔۔۔ بروج کے معنی اور بھی علماء نے بیان کیے ہیں۔

(۱) یہ کہ بروج سے مراد منازل قمر ہیں۔

(۲) یہ کہ بروج بڑے بڑے ستاروں کو کہتے ہیں کیوں کہ بروج کے لغوی معنی ظہور کے ہیں اور جو ستارے ظاہر اور روشن ہوں اس لیے ان کو بروج کہتے ہیں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد و ضحاک کا و حسن و قتادہ و سدی کا قول ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ قسم ہے آسمان روشن ستاروں والے کی اور یہ معنی مذاق عرب العرباء سے زیادہ چسپاں ہیں منہال بن عمرو کہتے ہیں اس کے معنی ہیں عمدہ پیدائش۔

یوم موعود کا بیان:۔۔۔۔۔دوسری بات وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ کہ قسم ہے وعدہ کے دن کی اس سے مراد کیا ہے؟ ابن حاتم نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ سے مراد قیامت کا دن ہے جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا و جزا کے لیے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یا جو کچھ خدا نے اپنے نیک بندوں کے لیے دنیا میں فتح و ظفر آخرت میں بہشت وہاں کے نعیم کے وعدے کیے ہیں اور ان کے لیے ایک دن معین کر رکھا ہے اس کی قسم کھاتا ہے جس سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے یہ ایک بڑا وسیع المعنی لفظ ہے جو ہر پہلو پر ایک نئے معنی کا افادہ کرتا ہے ❶۔

ہر شخص کے لیے ہر قوم کے لیے جس طرح بحالی اور اقبال کا ایک دن مقرر ہے اسی طرح اس کی بربادی اور تنزل کا بھی ایک دن معین ہے جس میں اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی اور اقبال اور اس کی جملہ شادمانی محدود ہے اور اس کی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے اس پر مغرور نہ ہونا چاہیے اسی طرح دنیا کی تکالیف اور رنج و غم بھی سدا نہیں رہنے ان کے لیے بھی ایک دن موعود ہے کہ پھر وہ نہ رہیں گے اس لفظ میں جس طرح غمگین ایمان داروں کو تسلی ہے تو اسی طرح دنیا کے متوالوں نعیم و ناز کے بندوں اور مغروروں کو تہدید بھی ہے کہ خبردار کس بارت پر ناز ہے اس کے زوال کا دن بھی موعود ہے۔

شاہد و مشہود کی تفسیر:۔۔۔۔۔ تیسری چیز کہ جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ بھی ایک بڑی متبرک چیز ہے یعنی وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا؟ لغت میں شاہد کے معنی سامنے ہونے والے کے ہیں اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے یہ لفظ بھی بڑے وسیع المعنی ہیں اس لیے ان کے معنی میں بھی علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

① ۔۔۔۔۔بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وَشَاهِدٍ جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد میں آتا ہے اور مَشْهُوْدٍ عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد و اطراف سے حاجی وہاں حاضر ہوتے ہیں اور دراصل وہ راز مکہ کے ایک خاص میدان سے تعلق رکھتا ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور انوار و برکات کا فیضان ہوتا ہے چونکہ جمعہ ہر ہفتہ میں اور یوم عرفہ ہر سال میں آتا ہے اس لیے ان کو نکرہ لایا گیا برخلاف قیامت کے دن کے کہ وہ ایک ہی ہے اس لیے اس کو معرفہ باللام لایا گیا اور وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ فرمایا اور اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جس کو ترمذی و عبد بن حمید و ابن جریر و بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ قیامت کا دن ہے اور وَمَشْهُوْدٍ عرفہ کا اور وَشَاهِدٍ جمعہ کا جو سب دنوں سے افضل ہے اس میں ایک ایسی ساعت بھی آتی ہے کہ اس میں جو کچھ بندہ مانگتا ہے اس کی دعا

---

❶ ۔۔۔۔۔حضرات اہل دل (یعنی صوفیہ) یوم موعود وصال کے دن کو کہتے ہیں جس دن حجاب اٹھ جائیں گے اور صاف صاف اپنے معبود حقیقی کا دیدار کریں گے اس دیدار کا ان سے وعدہ ہے اس یوم موعود کے سہارے تو ان کی زندگی ہے۔

وعدے یہ تیرے وصل کے اور ہجر کے صدمے ۔۔۔۔ مرنے نہیں دیتے مجھے جینے نہیں دیتے

قبول ہوتی ہے اور جس سے پناہ مانگتا ہے اس سے پناہ پاتا ہے۔

②......بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو جو ذکر الٰہی اور دین کے لیے ہو مَشْهُوْدٍ اور جماعت کو وَشَاهِدٍ بتایا ہے جس میں عیدین وجمعہ عرفہ بھی شامل ہے۔

③......بعض علماء نے وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ میں صرف گواہی کے معنی کا لحاظ کر کے کہا ہے کہ وَشَاهِدٍ سے مراد حق سبحانہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور نیز جملہ پیغمبر اور خاص آنحضرت ﷺ بھی وَشَاهِدٍ ہیں کیوں کہ قیامت کو وہ گواہی دیں گے ان دونوں صورتوں میں مشہود توحید اور رامت ہے اور نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی شاہد ہیں اور مشہود علیہ بنی آدم اور ان کے اعمال ہیں جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ اور انسان کے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ اور رات دن بھی شاہد ہیں یہ بھی انسان کے نیک و بد کاموں کی گواہی دیں گے اور نیز آسمان و زمین بھی شاہد ہیں یہ بھی گواہی دیں گے اور نیز جمیع ممکنات بھی شاہد ہیں ہر چیز اس کی ذات اور توحید پر گواہی دے رہی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے

ففي كل شيء له شاهد ☆ تدل على انه واحد

④......صوفیہ کرام ﷭ فرماتے ہیں کہ مقام جلا میں شاہد حق سبحانہ ہے اور مشہود خلق اور مقام استجلاء میں شاہد خلق اور مشہود حق ہے۔

⑤......ایک اور توجیہ بھی اس مقام پر چسپاں ہے اور وہ یہ کہ شاہد بمعنی حاضر ہونے والے اور آنے والے کے لیے جائیں تو شاہد سے مراد فرشتے بھی ہوسکتے ہیں جو شام و صبح نامۂ اعمال لکھ کر لے جاتے ہیں اور نامۂ اعمال لکھنے آتے ہیں خصوصاً صبح کی نماز میں قرآن مجید پڑھتے وقت جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۔

⑥......اور ممکن ہے کہ آنے والے دن کو جو مسلمانوں کی دنیاوی فتح و نصرت اور اعدائے دین پر غلبہ پانے کا دن ہے شاہد سے تعبیر کیا ہو اور اس کے ساتھ وہ برکات و فتوحات بھی مراد ہوں جو آنے والے تھے اور مشہود صحابہ ﷡ اور ان کے پیروکار جن کے پاس یہ برکات و فتوحات آئیں اس تقدیر پر وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ سے وہ دن مراد ہوسکتا ہے کہ جس کا وعدہ صحابہ ﷡ سے آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے جبکہ صحابہ ﷡ کفار مکہ کی ناقابل برداشت ایذاؤں کی شکایت کرتے تھے گویا وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وہ فتح و نصرت کا دن مشہود سچے دین دار یہ توجیہ سورت کے شان نزول سے زیادہ تر چسپاں ہے واللہ اعلم بمرادہ ۔

الغرض ان تین چیزوں کی قسم کھا کر کیا فرمایا ہے؟ اس میں علماء اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ بات جس پر قسم کھائی اور جس کو جواب قسم کہتے ہیں محذوف ہے اس وقت کے مخاطبین اپنے ذوق سلیم و طرز کلام سے خواب سمجھے تھے پھر کسی نے کہا وہ ایمان داروں کا دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا اور منکروں کا برباد ہونا کسی نے اس کے قریب قریب کچھ اور فرمایا ہے بہر طور مدعا ایک ہی ہے اور یہ ٹھیک ہے اس لیے کہ محاورہ میں بعض اوقات قسم کھاتے ہیں اور وہ بات کہ جس پر قسم کھائی گئی ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس کو مخاطب و متکلم خوب جانتے ہیں یا اس کے اخفاء میں یا اس کے اخفاء میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔

دیگر علماء فرماتے ہیں کہ وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے اسی سورت میں مذکور ہے پھر بعض کہتے ہیں وہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جملہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ہے۔

چونکہ کلام الٰہی سب معانی پر حاوی ہے ہر احتمال درست ہے فقال قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ غارت ہوئے (یا غارت ہو

جائیں) دہکتی آگ سے خندقوں کے بھرنے والے ذَاتِ الْوَقُوْدِ۝ اور آگ بھی کیسی تھی ایندھن والی یعنی بہت لمبے چوڑے گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر دی تھیں اور آگ لگادی تھی جب وہ شعلہ مارنے لگی تو ایمان داروں سے باز نہیں آتے تھے تو اس دہکتی آگ میں پکڑ پکڑ کر ڈالتے تھے اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۝ اور خود ان خندقوں کے کناروں پر بیٹھے ہوئے وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۝ جو کچھ ایمان داروں سے کر رہے تھے اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے ان کے تڑپنے اور جلنے پر خوب ٹھٹھے لگاتے تھے ❶۔

اور ایمان داروں کو یہ سزا کسی چوری ڈکیتی خون وغیرہ جرائم کے سبب نہ تھی بلکہ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۝ صرف اسی لیے اور اسی جرم میں یہ سزادی جاتی تھی اور ان سے بدلہ لیا جارہا تھا کہ وہ اللہ زبردست ستودہ صفات پر ایمان لائے تھے یعنی ایمان لانا جرم قرار دیا گیا تھا۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ☆ کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے

اور ایمان بھی کس پر اللہ پر جو تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے اور اس پر زبردست بھی ہے متکبروں اور گردن کشوں کو چاہے تو دم بھر میں خاک میں ملادے اس بات کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور وہ حمید بھی ہے تمام خوبیاں اس میں ہیں از اں جملہ عدل وانصاف اور رحم بھی ہے سو اس بات کا بھی خیال نہ کیا اور وہ ایسے ظلم وستم پسند نہیں کرتا اور یہ بھی نہیں کہ اس کے بندوں پر ظلم ہو اس کو خبر نہ ہو بلکہ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۝ کہ اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

اصحاب الاخدود کی تحقیق:......اب دو باتیں قابل غور ہیں

اول: یہ کہ وہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کہ جنھوں نے آگ کی کھائیاں کھودی تھیں ایمان داروں کو بجرم ایمان آگ میں ڈالا تھا کون لوگ تھے کس ملک میں اور کس زمانہ میں تھے اور ان کا کیا مذہب تھا۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ تین جگہ ہوا ہے ایک نجران میں جو ملک یمن میں واقع ہے اور ایک بار شام میں اور ایک بار فارس میں یمن میں ذونواس نے کھائیاں کھدوا کر آگ سے بھر دی تھیں ان میں ایمان داروں کو ایمان کے جرم میں ڈالتا تھا شام میں ابطاموس رومی نے ایسا ہی کیا تھا فارس میں بخت نصر نے کیا تھا جس کے عہد میں دانیال علیہ السلام تھے۔

ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ وابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حبشہ میں بھی ایک بار یہ واقعہ گزرا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل میں گزرا ہے جب کہ ان میں بت پرستی کا رواج ہوا اور انہوں نے خدا پرستوں کو ایمان سے روکنا چاہا تو خندقیں کھدوادیں اور ان میں آگ جلادی اور بت کو کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ جو اس کو سجدہ کرے اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

مگر ان آیات میں کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟ بامعان نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذونواس نے جو یمن میں کیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ اس واقعہ کو عرب جانتے تھے اور اس کے دیکھنے والے بعض اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھے اور قریش کو اس سے عبرت دلائی کہ وہ بھی اصحاب الاخدود کی طرح غریب ایمان داروں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے اخیر میں اور اسی طرح نسائی نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ترمذی نے صہیب رومی سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے (ان نقول میں باہم کسی قدر الفاظ ومطالب میں کمی زیادتی ہے مگر ترمذی نے جو نقل کیا ہے ہم اس کا خلاصہ نقل کرتے

❶......اس تقدیر پر شہود بمعنی شاہد یہ ظالم اور مشہود وہ مظلوم ہیں ۱۲ منہ۔

ہیں) کہ کوئی بادشاہ تھا اور اس کے ہاں ایک بوڑھا کاہن ❶ تھا اس نے ایک روز بادشاہ سے کہا کہ میری عمر اخیر ہوئی آپ کسی ذہین و فطین لڑکے کو میرے حوالے فرمائیے کہ میں اس کو اپنا یہ علم سکھا جاؤں تب ایک ہوشیار لڑکے کو متعلق کیا وہ اس کاہن کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور راستہ میں ایک راہب ❷ اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا (معمر راوی کہتا ہے کہ اس عہد تک راہب لوگ اصلی دین پر قائم تھے) لڑکا راہب سے بھی ملنے لگا راہب نے اس کو دین حق اور توحید کی تعلیم کرنی شروع کی اور لڑکا ایمان لے آیا کاہن کے پاس آنے میں دیر ہونے لگی تو اس کے گھر والوں سے کہلا بھیجا کہ یہ کہاں رہا کرتا ہے میرے پاس کم آتا ہے گھر والوں نے اور کاہن نے اس بات پر اس کی مار پیٹ شروع کی ایک روز رستہ رکا ہوا تھا کسی مہلک جانور نے روک رکھا تھا بعض خیال کرتے ہیں کہ وہ شیر تھا بعض کہتے ہیں کہ سانپ تھا اور لوگ رکے ہوئے تھے تب لڑکے نے ایک پتھر اٹھا کر کہا کہ الٰہی اگر راہب ❸ کی بات حق ہے تو میں سوال کرتا ہوں کہ اس پتھر سے یہ موذی مر جائے، یہ کہہ کر اس نے پتھر پھینکا جس سے وہ موذی جانور مر گیا لوگوں میں چرچا ہوا اور اس لڑکے کی بڑی تعریف ہونے لگی یہ شہرہ سن کر ایک اندھا بھی لڑکے کے پاس آیا اور کہا اگر تو میری آنکھیں اچھی کر دے تو میں تجھے یہ کچھ دوں گا وہ اندھا بادشاہ کا مصاحب تھا لڑکے نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہیے صرف یہ کہ جو تجھے بینائی دے تو تو اس پر ایمان لا، اس نے کہا بہت اچھا لڑکے نے دعا کی تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں یہ خبر بادشاہ کو پہنچی جو بت پرست تھا اس نے ان سب کو بلایا اور اس اندھے اور راہب کو آرے سے چروا دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ کی چوٹی سے گرا دو جب شاہی لوگ اس کو اوپر لے گئے تو وہ خود گر کر مر گئے اور لڑکا بچ رہا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو کشتی میں سوار کر کے دریا میں لے جا کر غرق کر دو وہاں بھی شاہی لوگ ڈوب گئے اور لڑکا سلامت نکل آیا تب لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھے کبھی نہیں مار سکیں گے مگر اس تدبیر سے کہ مجھے سولی پر چڑھاؤ اور یہ کہہ کر کہ باسم رب ھذا الغلام (اس لڑکے کے رب کے نام سے) میرے تیر مارو بادشاہ نے ایسا ہی کیا لڑکا مر گیا اس کی کنپٹیوں میں تیر لگا اور مرتے وقت اس نے ان پر ہاتھ دھر لیا بادشاہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے ان تین شخصوں کو تو ہلاک کیا جو آپ کے مذہب کے خلاف تھے مگر اب تو سب لوگ آپ کے دین کے مخالف ہو گئے (لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے) تب بادشاہ نے حکم دیا کہ خندق کھودو اور ان میں لکڑیاں بھر کر آگ دو اور لوگوں کو حکم دو کہ حاضر ہوں اور کہا جو اپنے اس دین سے نہ پھرے تو اس کو آگ میں ڈالتے جاؤ تب بادشاہی لوگوں نے ایمان داروں کو آگ میں ڈالنا شروع کر دیا اسی واقعہ کا خدا تعالیٰ آیت میں ذکر کرتا ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اَلْعَزِیْزُ الْحَمِیْدِ تک آیت پڑھی۔

مذکور ہے کہ وہ لڑکا دفن کیا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب کے زمانہ میں اس کی لاش برآمد ہوئی تو اس کی کنپٹیوں پر اسی طرح ہاتھ دھرے ہوئے تھے اور خون بہہ رہا تھا۔

محمد ابن اسحاق بن یسار اسلامی مؤرخ نے اسی واقعہ کو اور بھی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر اس پہلی نقل میں اور اس کے بیان میں کسی قدر مخالفت ہے وہ کہتا ہے کہ یہ شہر نجران کا واقعہ ہے اور اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا اور راہب کو کہا ہے کہ وہ عیسوی دین پر تھا اور کھائیاں آ کر ذونواس بادشاہ یمن نے کھدوائی تھیں اور اسی نے آ کر جب کہ یہ دیکھا کہ اکثر اہل نجران عیسائی ہو گئے تب یہ حرکت کی تھی اور عبداللہ بن تامر کو اسی نے قتل کیا تھا اس حادثہ میں تخمیناً بیس ہزار آدمیوں کو اس ظالم نے قتل کیا تھا۔

---

❶ ...... کاہن: جادوگر ۱۲ منہ۔ ❷ ...... راہب: خدا پرست ۱۲ منہ۔ ❸ ...... راہب سے مراد یہاں فیمیون ہے اور بادشاہ سے مراد ذونواس ہو سکتا ہے یا نجران کا حاکم، تو احادیث میں راویوں سے اصل قصہ میں فروگذاشت ہو گئی ہے اس لیے کہ بعض روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ نجران کا بادشاہ ایمان لے آیا اس نے قتل نہیں کیا بلکہ دوسرے بادشاہ نے کیا تھا جو ذونواس ہے ۱۲ منہ۔

ذونواس کا تذکرہ:۔۔۔۔اب ہم کسی قدر ذونواس کا حال بیان کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ ملک یمن میں قوم حمیر کا اخیر بادشاہ اسد تھا اس کو تبع اخیر بھی کہتے تھے یہ بادشاہ نوشیرواں عادل کے عہد کے قریب تھا یا ہم عہد تھا اس نے تسخیر بلاد کا اپنے بزرگوں کے طور پر قصد کیا حجاز اور بالخصوص مکہ سے سفر کرتا ہوا مدینہ پہنچا مدینہ کے آس پاس قوم یہود کی چند بستیاں آباد تھیں یہ لوگ بخت نصر کے حادثہ سے یا اس کے بعد دیگر حوادث سے اس ملک میں آ رہے تھے فدک، خیبر، قریظہ، نضیر وادی القریٰ، ینبوع وغیرہ اسی قوم کی بستیاں تھیں صرف یہی لوگ توریت اور دین موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے ورنہ سب عرب بت پرست تھے مدینہ کا گرد و نواح اس بادشاہ کو بہت پسند آیا مدینہ کا سرداران دنوں عمرو بن طیان بنی خزرج میں سے تھا یہ بادشاہ جس کے پاس بے شمار لشکر تھا مدینہ پر غالب آیا اور عمرو کی جگہ اپنے بیٹے کو سردار کر کے شام کی طرف کوچ کر لیا، جب دور چلا گیا تو بعد میں اہل مدینہ نے اس کے بیٹے کو قتل کر ڈالا اس نے اس خبر کو سن کر ارادہ کیا کہ واپسی میں اس شہر کے مرد و زن کو تہ تیغ کردوں گا چنانچہ جب یہ لوٹتا ہوا آیا تو مدینہ کا محاصرہ کیا، بہت دنوں تک محاصرہ رہا مگر شہر فتح نہ ہو سکا اس عرصہ میں بنی قریظہ کے دو تین عالم یہودی اس کے پاس آئے جن میں سے ایک کا نام کعب اور ایک کا اسید تھا انہوں نے کہا اے بادشاہ آپ اس شہر کو برباد نہ کر سکیں گے لوٹ جائیے اس نے کہا کس لیے؟ عرض کیا کہ اس شہر کو خدا نے اپنے آخری نبی کے لیے مخصوص کر رکھا ہے جو قریش مکہ میں سے برپا ہوگا اور جب مکہ کے لوگ اس پر ظلم کریں گے تو اس شہر میں آ کر رہے گا یہیں اس کی قبر ہوگی۔ یہ خبر ہماری توریت میں ہے بادشاہ نے پوچھا توریت کیا ہے انہوں نے آگاہ کیا اور دین موسیٰ کے فضائل بیان کیے تب یہ بت پرست بادشاہ مذہب یہودی میں داخل ہو گیا اور ان دونوں عالموں کو یمن میں ہمراہ لے گیا اور وہاں اس مذہب کو رواج دیا پھر یہ بادشاہ مر گیا اور اس نے تین لڑکے چھوڑے حسان، عمرو، زرعہ۔ یہ کم سن لڑکے تھے اس لیے بنی لخم میں سے ایک شخص ربیعہ ابن نصر اٹھ کھڑا ہوا اور سلطنت کا مالک ہو گیا اسی ربیعہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کے لیے سطیح اور شق دو کاہنوں کو بلایا انہوں نے از خود بادشاہ کا خواب بیان کر دیا کہ آپ نے یہ دیکھا کہ ایک سیاہی جہاں میں پھیل گئی اور اس میں سے ایک کوئلہ نکل کر زمین پر گرا اور آگ ہو گیا اور لوگوں کو جلا دیا بادشاہ نے کہا تو نے درست کہا اب اس کی تعبیر کیا ہے اس نے کہا کہ ملک حبش سے ایک بادشاہ اٹھے گا اور تیرا ملک لے لے گا اور دین یہودی سے لوگوں کو برگشتہ کرے گا بادشاہ نے پوچھا اے سطیح اس کے بعد کیا ہوگا اس نے کہا ایک شخص اٹھے گا جس کا نام سیف بن ذی یزن ہوگا اور حبشیوں سے ملک چھین لے گا پھر سیف مارا جائے گا اور عرب سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اس کا دین لوگ قبول کریں گے جو قیامت تک باقی رہے گا اس خواب کے اندیشہ سے ربیعہ نے اپنے لوگوں کو حیرہ میں بھیج دیا تھا جن میں سے منذر ابن نعمان بھی تھا جو نوشیرواں کا تابع تھا اور اس کی سلطنت بصرہ و کوفہ اور عراق اور کچھ شام اور نواحی عرب میں تھی۔

ربیعہ چند سال سلطنت کر کے مر گیا لوگوں نے پھر تبع کے بیٹے حسان کو بادشاہ بنا دیا اس نے حجاز اور شام پر چڑھائی کی اور یمن میں اپنے بھائی کو چھوڑ گیا تھا جب وہ موصل میں پہنچا تو لوگوں نے عمرو کو بادشاہ بنا لیا اور اس نے اپنے بھائی حسان کو قتل کر ڈالا جس کے بعد وہ دیوانہ ہو گیا اس عرصہ میں ایک شخص جو خاندان سلطنت سے نہ تھا کھڑا ہوا اور یمن کا بادشاہ بن بیٹھا اس کا نام خیف بن عالم تھا وہ بڑا ظالم اور بدکار تھا لڑکوں سے بدفعلی کیا کرتا تھا جو نئی دلہن ہوتی تھی پہلے ایک رات وہ اپنے پاس رکھا کرتا تھا زرعہ جو تبع کا چھوٹا بیٹا تھا وہ نہایت حسین تھا اس کو بھی اس نے اس ارادے سے بلایا اس نے تنہا پا کر اس ناپاک کو مار ڈالا اور لوگوں نے مستحق تاج و تخت سمجھ کر زرعہ ہی کو یمن کا بادشاہ بنا لیا۔

ادھر نجران میں شام سے ایک شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی ذریت میں سے آیا جس کا نام فیمون تھا اور نجران میں عرب کا قبیلہ

بنی ثعلبہ تھا اور وہاں ایک کھجور کا پیڑ تھا جس کو یہ لوگ پوجا کرتے تھے، فیمون مرد با خدا تھا رات بھر عبادت کرتا تھا اور دن کو مزدوری اور آج اس گاؤں میں ہے توکل دوسرے میں اسی طرح قیام کیا کرتا تھا جب لوگوں نے اس کی کرامات دیکھیں تو اسکی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اگر تو ہمارے بتوں پر غالب آ گیا تو ہم تیرا دین اختیار کرلیں گے فیمون کی دعا سے ان کے بت گر پڑے لوگوں نے دین عیسوی اختیار کر لیا اور فیمون وہاں انجیل کی تعلیم کرنے لگے وہاں کے سردار تامر کا بیٹا عبداللہ بھی فیمون کا شاگرد رشید اور بڑا بزرگ اصحاب نجران کے لوگوں نے بجز عیسائی دین کے اور کسی مذہب کو باقی نہ چھوڑا، جو دین قبول نہ کرتا تھا قتل کیا جاتا تھا۔

ایک یہودی نجران میں گیا اور جا کر اس نے یہ سب کیفیت ملاحظہ کی اور زرعہ کو خبر کی اور یہ زرعہ ذونواس بھی کہلاتا تھا، یہ سن کر ذونواس پچاس ہزار کا لشکر لے کر نجران پر چڑھ گیا اور عیسائیوں کا عبادت خانہ جلا دیا کہ جو دین عیسوی سے برگشتہ نہ ہو اس کو اس میں ڈال دو اس لیے لوگوں کو آگ میں ڈالنا شروع کیا اور عبداللہ ابن تامر کو بھی قتل کیا۔ یہ ہیں وہ اصحاب الاخدود جن پر خدا تعالیٰ قرآن مجید میں لعنت کرتا ہے بقولہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۔

یہ ظلم وستم کر کے ذونواس یمن میں واپس آیا (بعض کہتے ہیں ذونواس زرعہ نہ تھا بلکہ اس کا سپہ سالار تھا) اس حادثہ کے بعد لوگوں میں سے ایک شخص جلی ہوئی انجیل لے کر قیصر کے پاس جو عیسائی تھا فریادی گیا قیصر یہ ماجرا سن کر سخت ناراض ہوا اور کہا میرے لشکر کا پہنچنا مشکل ہے میں حبش کے بادشاہ نجاشی کو لکھتا ہوں کہ وہ بھی عیسائی ہے اور یمن سے قریب ہے وہ تمہاری مدد کرے گا چنانچہ قیصر کے نامہ کیساتھ یہ شخص حبش میں آیا وہاں کا بادشاہ یہ حال سن کر بہت رویا تب شاہ حبش نے ستر ہزار بہادر سپاہ تیار کی اور اس کا سپہ سالار رباطہ کو کیا حبش اور یمن کے درمیان چھوٹا سا ٹکڑا سمندر کا ہے یہ لشکر بادبانی جہازوں پر سوار ہو کر یمن میں حضرموت کے مقام پر اتر پڑا۔ ذونواس نے ایک حیلہ کیا کہ رباطہ کو نامہ لکھا کہ بادشاہ نجاشی کو مجھ سے عداوت نہیں اس لیے میں بھی لڑنا نہیں چاہتا آپ کو میں خزانوں کی کنجیاں دیئے دیتا ہوں پھر آپ مجھے یا اپنے پاس رکھیے گا یا نجاشی کے پاس بھیج دیجیے، رباطہ نے کہا میں نجاشی کو مطلع کرتا ہوں جو وہ حکم دے گا آپ کو مطلع کروں گا اس لیے نجاشی کو سب حال لکھا نجاشی نے خوش ہو کر حکم دیا کہ خزانے اس سے لے لو اور اس کو میرے پاس بھیج دو اس بات کی ذونواس کو خبر دی، ذونواس نے اونٹوں پر کنجیاں لاد کر رباطہ کے پاس بھیج دیں اور پھر شہر صنعا میں رباطہ کو لے آیا اور جو کچھ تھا اس کے حوالے کیا اور یہ کہا کہ اور صوبہ جات میں بھی میرے خزانچی اور خزانے ہیں اور آپ جہاں جہاں میں کھو ضبط اموال کے لیے لشکر روانہ کیجیے رباطہ نے ایسا ہی کیا اور تمام لشکر ملک یمن میں منتشر کر دیا اور در پردہ لوگوں کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ ان پر حملہ کر دو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حبشی لشکر جا بجا مارا گیا رباطہ کو جب یہ خبر ملی تو صنعا سے بھاگ کر حضرموت میں آیا اور کشتی میں آ بیٹھا اور نجاشی کو اس حال سے مطلع کیا، نجاشی نے ایک لاکھ پیادہ اور سوار کا دوسرا لشکر مرتب کیا اور ان کا افسر ابرہۃ الاشرم بن صباح کو کیا جو شاہی خاندان سے تھا اور اس کو عرب ابرہۃ الاشرم بھی کہتے تھے اور اشرم نکٹے کو کہتے ہیں۔ جب ذونواس نے دیکھا کہ اب کی بار بڑا لشکر آیا ہے اور کوئی تدبیر پیش نہیں چلتی تو گھوڑے پر چڑھ کر سمندر میں گھس گیا یہ گھوڑا تیرا کرتا تھا تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا اور سوار دونوں ڈوب گئے۔ ابرہہ نے آ کر تمام ملک اور صنعاء کی بیش بہا چیزوں پر قبضہ کر لیا اور حکم دیا کہ جو دین عیسوی اختیار نہیں کرے گا قتل کیا جائے گا چنانچہ جس نے ذرا بھی انکار کیا گردن ماری گئی۔

نجاشی کو ابرہہ کے تحائف ونذرانے وفتوحات نہ بھیجنے سے گمان ہوا کہ خودسر ہو گیا ہے اس لیے چار ہزار کا لشکر دے کے رباط کو بھیجا کہ ابرہہ کو معزول کر کے میرے پاس بھیج اور تو میری طرف سے وہاں کا حاکم ہو کر رہ جب رباطہ آیا اور ابرہہ سے کہا تو ابرہہ نے کہا اگر میں سب چیزیں تیرے سپرد کروں تو تو کیا کرے گا رباطہ نے کہا جنگ کروں گا ابرہہ نے کہا تم آؤ میں اور تم ہی کیوں نہ لڑیں فوج کو کیوں تلف

کریں فوج سے نکل کر دونوں میدان میں آئے ادھر ابرہہ نے اپنا ایک غلام چھپا رکھا تھا رباطہ نے ابرہہ کے سر پر ایک تلوار ماری چونکہ یہ لوہے کا خود پہنے ہوئے تھا سر تو نہ کٹا مگر ناک اڑ گئی اس لیے اس کو اشرم کہنے لگے ادھر غلام نے رباطہ پر یکا یک حربہ کیا اور ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا باقی رباطہ کے کچھ لوگ مارے گئے کچھ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوبے کچھ کشتیوں میں سوار ہو کر نجاشی کے پاس آئے اور سب حال سے مطلع کیا نجاشی نے قسم کھائی کہ میں جب تک ابرہہ کو قتل نہ کروں گا خاموش نہ رہوں گا ابرہہ کو بھی خبر لگ گئی اس نے ایک عرضی میں ایک عذر لکھا اور کہا کہ رباطہ نے مجھ پر زیادتی کی تھی میرے غلام نے اس کو مار ڈالا میں آپ کا فرمانبردار ہوں اور عرضی کے ساتھ بہت کچھ تحائف بھی بھیجے نجاشی نے عذر قبول کر کے ابرہہ ہی کو یمن کا حاکم رہنے دیا یہ وہی ابرہہ ہے جو بہت سے ہاتھی لے کر کعبہ ڈھانے آیا اور اس کا لشکر اور وہ قہر الٰہی میں مبتلا ہوا جس کا ذکر سورۂ الم ترکیف کی تفسیر میں آئے گا۔ (ملخص از تاریخ طبری)

اس تاریخ کے مطابق عبداللہ تامر کو ذونواس نے قتل کیا تھا اور واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت تک دین عیسوی کی پابندی فرض تھی یہ اور بات ہے کہ اس دین میں عیسائیوں نے صدہا بدعات ملا کر اس کی صورت بگاڑ دی تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ
وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ
وَیُعِیْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:...... بے شک جنہوں نے ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو ستایا پھر اس سے باز نہ آئے تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے ﴿۱۰﴾ بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ان کے لیے باغ ہیں کہ جن کے تلے بڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ ہے بڑی کامیابی ﴿۱۱﴾ بے شک تیرے رب کی پکڑ بھی سخت ہے ﴿۱۲﴾ وہ تو اول بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ بھی زندہ کرے گا ﴿۱۳﴾ اور وہی بخشنے والا پیار کرنے والا ﴿۱۴﴾ تخت والا بڑی شان والا ہے ﴿۱۵﴾ جو چاہتا ہے کر ہی ڈالتا ہے ﴿۱۶﴾۔

ترکیب:......فلھم۔۔۔الخ الجملۃ خبر ان و لھم الجملۃ الثانیۃ معطوفۃ علیھا۔ الذین اٰمنوا۔۔۔الخ اسم ان۔ لھم جنت الجملۃ خبرھا۔ تجری۔۔۔الخ صفۃ جنت۔ المجید قرء الجمھور بالرفع علی انہ نعت لذو و قرء بالکسر علی انہ نعت للعرش و مجدہ علوہ و عظمہ و قیل ھو نعت لربک و قال مکی ھو خبر بعد خبر۔ فعال مرفوع علی انہ خبر مبتدء محذوف و قال الفراء مرفوع علی التکریر و الاستیناف و قیل علی الاتباع۔

تفسیر:......کفار قریش کو اصحاب الاخدود کا مآل کار سنا کر کہ ان پر لعنت پڑی دنیا میں بھی برباد ہوئے تخت بخت سب جاتا رہا ذلت سے مرے آخرت میں بھی رسوا ہوئے اپنا دائمی قانون سناتا ہے۔

ابتلائے فتنہ:...... فقال اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ کہ جنہوں نے ایمان دار مردوں اور عورتیں کو فتنہ میں ڈالا عام ہے کہ مار پیٹ کی یا قتل کیا یا قید میں رکھا یا اور کسی قسم کی تکلیف دی یا ان کے لیے گمراہی میں اور لہو و لعب میں پڑنے کے سامان پیدا کیے

ناچ تماشا اور رقص و سرور کی محفل کر کے مسلمان مرد اور عورتوں کو شریک کرنا بھی ان کو فتنہ میں ڈالنا ہے ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا اور پھر اس سے باز نہ آئے کیونکہ اگر باز آ جاتے اور توبہ کرتے گو حقوق العباد کا مطالبہ باقی رہتا مگر خدائی مقابلہ کے جرم میں عذاب عظیم نہ پاتے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ تو ان کے لیے آخرت میں عذاب جہنم ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۞ اور دنیا میں جلانے والا عذاب ہے یعنی وہ مصیبت کہ جس سے ان کے دلوں پر صدمہ ہو اور جلا یا کریں، اقبال جاتا رہے دشمن غلبہ پائیں افلاس و نااتفاقی اور بیماریوں اور قحط پیش آئیں قتل کیے جائیں گھر بار چھنیں بال بچے قید ہوں یا غلام بنائے جائیں عورتیں ان کے روبرو بے عزت کی جائیں ان کے ملک اور دولت پر دشمن قابض ہوں اور یہ دیکھا کریں خدا کی پناہ ہے عذاب حریق سے اور سب عذابوں سے۔

اور ف جو فَلَهُمْ میں آئی ہے تو اس سے یہ بات بتلا دی کہ یہ بلا انہیں کے افعال سے آتی ہے وہ افعال سبب اور یہ مسبب ہے ہماری عدالت اور رحم کا مقتضی نہیں کہ خواہ مخواہ ہم بغیر کسی ارتکاب جرم کے عذاب میں مبتلا کریں یہ ان کی سوزش کا بدلہ ہے جو ان کے ہاتھ سے ایمان داروں کو پہنچی تھی۔

اب دوسری بات اس کے مقابلے میں نیکی کرنے والوں ایمان داروں کی بابت بھی سن لو اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کہ جو لوگ ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے بعد انہوں نے نیک کام بھی کیے عبادت خیرات وصلہ رحمی وغیرہ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۥ ان کے لیے باغ ہیں یعنی بہشت میں اور باغ بھی ایسے کہ جن میں نہریں بہتی ہیں یہ نہریں ان خونوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں ان کے بدنوں سے اللہ کی راہ میں نکلا تھا یا وہ حسنات جاریہ ہیں جن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

بڑی کامیابی:......ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۞ یہ ہے بڑی کامیابی اس لیے کہ اگر دنیا میں کسی نے مال بے حساب اور ملک اور مکان اور اچھے جواہرات اور تمامی عیش وسامان بہم بھی پہنچا لیے اول تو سب چیزوں کا بہم پہنچنا مشکل، ایک نہ ایک حسرت باقی رہ ہی جاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ☆ بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر کم نکلے

تو پھر ان چیزوں کو دوام و بقا نہیں دشمن کا کھٹکا، ان چیزوں کی بے ثباتی کا بھی دغدغہ ساتھ ہی لگا ہوتا ہے بڑے بڑے بادشاہوں کو اخیر عمر میں اپنے ملازموں اور اولاد اور بیویوں کے ہاتھ سے تلخی چکھ کر بڑی حسرتوں سے مال اور ملک رخصت کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو خود اس کی عمر رواں کا کیا اعتبار اور پھر جوانی اور تندرستی تو تھامے نہیں تھمتی بے اختیار چلی جاتی ہے برخلاف دار آخرت اور وہاں کے نعیم کے وہاں تو ان باتوں میں سے کسی کا بھی دغدغہ نہیں وہیں کے پھول بے کانٹے کے ہیں اسی لیے عالی دماغوں نے اس چند روزہ عیش ونشاط ان کو چھوڑے خود انہوں نے اس کے کہ یہ عیش ونشاط ہے ان کو چھوڑنے خود انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا اس لیے بڑی کامیابی ہے جنت اور وہاں کے نعیم ہیں۔

دو باتیں بیان فرمائی تھیں ایک یہ کہ ایمان داروں کو ستانے والوں کو جہنم ہے، دوسری یہ کہ ایمان داروں نیک بختوں کے لیے جنت ہے اس لیے ان دونوں کے مناسب دو قسم کی صفات بیان فرمانا کلام کو مؤکد کرتا ہے۔

صفت جبروت کا اظہار:......پہلی بات کے لیے اپنی صفت جبروت وقہروت قدرت کا اظہار فرماتا ہے فقال اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۞ کہ تیرے رب کی گرفت سخت ہے جس کو پکڑتا ہے تو پھر کوئی چھوڑ نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی خوار وذلیل کر دیتا ہے آخرت میں بھی مبتلا عذاب کرتا ہے نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے بندہ کو کسی بات پر ناز نہ کرنا چاہیے وہ دم بھر میں سلطنتوں کو خاک

میں ملا دیتا ہے دولت مندوں کو مفلس کر دیتا ہے آبادی اعزاز کو برباد کر دیتا ہے۔

صفت رحم و عطا کا اظہار:...... دوسری بات کے لیے صفات رحم و عطا و بذل اور جود کو ذکر کرتا ہے فقال اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ⑬ کہ وہ مبدء فیاض ہے پہلا وجود بھی اسی نے عطا کیا تھا اور مرنے کے بعد بھی جو نئی زندگانی ہوگی اس وجود کو بھی وہی عطا کرے گا۔

صاحب عرش کی چند صفات:...... یہاں دار آخرت کا ضمناً ثبوت بھی تھا اور یہی زندگانی فوز کبیر کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے بعد فوز کبیر کے متعلق صفات بیان فرماتا ہے وَهُوَ الْغَفُوْرُ کہ وہ بخش دینے والا بھی ہے۔ بندوں کے گناہوں سے توبہ و استغفار پر در گزر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکوکار ہیں ان کے لیے الْوَدُوْدُ: پیار اور محبت کرنے والا ہے اس کو اپنے بندوں سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہیں اور اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہی محبت کرنے کے قابل ہے وہی محبوب اصلی ہے ذُو الْعَرْشِ وہ تخت والا بھی ہے تخت پر بیٹھ کر اپنے ملک میں جو چاہتا ہے کرتا ہے کون ہے اس کے آگے صاحب تخت؟ الْمَجِيْدُ⑮ بڑی شان والا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ⑯ اور قادر مطلق بھی ہے جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا ہے، نہ کسی کام میں اس کو مددگار کی حاجت پڑتی ہے نہ وہ کسی سامان کا محتاج ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ⑱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ⑲

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ⑳ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ㉑ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ㉒

ترجمہ:...... آپ کو لشکر کا حال تو معلوم ہوا ہی ہوگا⑰ فرعون اور ثمود کا⑱ بلکہ منکر تو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں⑲ اور اللہ ہے کہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے⑳ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان کا㉑ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے㉒۔

ترکیب:...... هل اتٰک الجملة مستانفة مقررة لما تقدم من شدة بطشه و کونه فعالا لما یرید۔ فرعون و ثمود بدل من الجنود و المراد بفرعون هو و قومه و ثمود و قوم معرفون عند العرب و المراد بحدیثهم ما وقع منهم من الکفر و العناد و ما وقع علیهم من العذاب۔ و الله... الخ الجملة حال من فاعل کفروا محفوظ بالجر نعت للوح و بالرفع نعت للقرآن و الاول قراۃ الجمهور۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا کہ تیرے رب کی پکڑ سخت ہے اور اس کے ثبوت کے لیے اول اصحاب الاخدود کا قصہ نقل کیا تھا اجمالاً جو آنحضرت ﷺ سے تھوڑے ہی برسوں پہلے گزرا تھا اور عرب میں زبان زد تھا اس کے بعد پھر اسی کے ثبوت کے لیے اجمالی طور پر واقعات یاد دلاتا ہے جن میں سے ایک کو تو عرب اور اہل کتاب دونوں جانتے تھے اس لیے اس کو مقدم کیا اور وہ فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی اور ہلاکت کا قصہ ہے اور دوسرے کو عرب جانتے تھے یعنی قوم ثمود کا حال کہ جو کچھ ان پر حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ گستاخی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے گزرا۔

لشکر والوں کا قصہ:...... اس لیے فرماتا ہے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ⑰ کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی؟ یعنی ضرور پہنچی ہوگی۔ بعض علماء کہتے ہیں هل بمعنی قد ہے یعنی تحقیق پہنچی سب جانتے ہیں۔

جُنُوْدِ۔ جند کی جمع ہے اس میں اشارہ ہے کہ کفار قریش کیا چیز ہیں ان کا تو ایک لشکر نہیں اس سے پہلے بہت سے لشکروں کو ہم غارت کر چکے ہیں۔

پھر فرماتا ہے فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؀ وہ لشکر کون تھے؟ فرعون کے اور قوم ثمود کے لشکر جو بڑے طاقت ور اور کثرت سے تھے کچھ ایسے ایسے لشکر بھی نہ تھے۔ پھر دیکھو ان پر کیا گزری کس طرح خدائے جلیل و جبار نے ان کی سرکشی اور بدکاری سے ان کو ہلاک کیا ان دونوں قصوں کی تفصیل کئی بار قرآن مجید میں آچکی ہے۔

منکرین قریش ایسے واقعات سن کر کہہ دیا کرتے تھے کہ کیا ہم خدا کے قائل نہیں اور کیا اس کی قدرت کو نہیں مانتے یہ اس لیے کہ وہ مشرک تھے بتوں کو وسیلہ جانتے تھے اور خدا پاک کو بھی مانتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ؀ ہرگز نہیں بلکہ منکر جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں گو زبان سے کہتے ہیں مگر ان کا حال جھٹلا رہا ہے اور اگر دل میں ان کے اس بات کا نقشہ جما ہوتا کہ وہ سخت پکڑ کرنے والا ہے تو ایمان داروں اور ہمارے پیغمبر پر ظلم و ستم نہ کرتے اور سرکشی سے باز آتے اور ہماری مرضی کے تابع ہوتے ان کو اپنے جہل سے اپنی طاقت اور قومیت کا غرور ہے اور دراصل یہ غرور باطل ہے اس لیے کہ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ؀ کہ وہ ہر طرف سے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں کسی طرف سے باہر نہیں نکل سکتے اور تمام ممکنات کا یہی حال ہے کہ اس کی قدرت کے احاطہ میں ہیں سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے یہ احاطہ جسمانی نہیں جیسا کہ برتن کا پانی کے لیے اور گھر کا گھر میں رہنے کے لیے بلکہ احاطہ قدرت اور احاطہ ذاتی ہے۔

چونکہ یہ سب واقعات اور پرہدایت مضامین قرآن میں ہیں وہ ان باتوں کو کیا نہیں مانتے بلکہ قرآن کو نہیں مانتے مگر ان کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ؀ بلکہ یہ قرآن وہ بلند شان والا ہے کہ کسی کے باطل کرنے سے باطل نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ؀ لوح محفوظ میں ثبت ہے جہاں کسی معاند کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا لوح محفوظ کی کیفیت مقدمہ تفسیر سے معلوم کرلو۔

آیَاتُهَا ۱۷ (۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکیہ ہے اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ
نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ
دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

ترجمہ:..... قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنے والے کی ① اور آپ کیا جانیں کیا ہے رات میں آنے والا ② (وہ) چمکتا ہوا تارہ ہے ③ ایسی کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک محافظ مقرر نہ ہو ④ پھر آدمی آپ ہی دیکھے کہ وہ کاہے سے بنایا گیا؟ ⑤ ایک اچھلتے قطرے سے ⑥ جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے ⑦ بے شک وہ اس کے لوٹانے پر بھی قادر ہے ⑧۔

ترکیب:..... و للقسم۔ السماء مجرور معطوف علیہ۔ والطارق عطف علیہ و الطارق مایاتی لیلا سواء کان کوکبا او غیرہ (طروق بشب آمدن (ع ف اض ۲) طارق بشب آیندہ وستارہ وکشتی کردن نخل (از صراح) و ما ادراک الجملۃ الاسفہامیۃ لتفخیم الطارق النجم الثاقب مستانفۃ جواب سوال کانہ قیل ماھو فقال النجم الثاقب ثقوب افروختہ شدن آتش۔ ص ان کل نفس لما علیھا حافظ قرء ابن کثیر وابی عمرو ونافع و کسائی لما بالتخفیف وقرء عاصم و حمزۃ و النخعی بالتشدید فمن خفف کانت ان عندہ المخففۃ من المثقلۃ و اللام فی لما تدخل مع ان المخففۃ للفرق بین النافیۃ و المخففۃ و ماصلۃ کما فی قولہ فبما رحمۃ ومن ثقل فان عندہ النافیۃ و لما بمعنی الا۔ حافظ مبتدا۔ علیھا خبر و الجملۃ جواب القسم علی التقدیرین ای ان الشان کل نفس لعلیھا حافظ او ما کل نفس الا علیھا حافظ۔ خلق۔۔۔ الخ الجملۃ مستانفۃ جواب سوال مقدر و الماء المنی و الدفق الصب۔ دافق ای مدفوق مصبوب فی الرحم۔ یخرج الجملۃ صفۃ ماء والترائب جمع تریبۃ و ھی موضع القلادۃ من الصدر و الصلب الصدر لھما دخل عظیم فی تولد المنی لان للدماغ دخل تام و لہ خلیفۃ و ھی النخاع و ھی فی الصلب و لہ شعب کثیرۃ نازلۃ الی مقدم البدن و ھو التریبۃ فلھذا السبب خصصھما اللہ بالذکر و الامادۃ المنی فی الانثیین تتولد من فضلۃ الھضم الرابع و تنفصل عن جمیع اجزاء البدن حتی یأخذ من کل عضو طبیعۃ و خاصۃ فیصیر مستعدا لان تتولد منہ مثل تلک الاعضاء انہ الضمیر یرجع الی اللہ سبحانہ و الضمیر فی رجعہ الی الانسان فالمصدر مضاف الی المفعول۔

تفسیر:..... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے چونکہ لفظ طارق اس میں ہے اس لیے اس کا نام سورۂ طارق قرار پایا اس کی سترہ

آیات ہیں۔ مناسبت اس کی پہلی سورت سے آسمان کے ذکر اور مسئلہ مبدء و معاد کے ذکر سے اور نیز خاتمہ سے ظاہر ہے۔

سورۂ بروج میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ کے احاطہ میں لوگ ہیں اور یہ بھی کہ قرآن مجید لوح محفوظ میں بحفاظت ہے اب ان دونوں باتوں کے متعلق دو چیزوں کا ذکر قسم کھا کر کرتا ہے۔

قسم ہے آسمان کی:......فقال وَالسَّمَاءِ قسم ہے آسمان کی اس میں پہلی بات کی تائید ہے کہ آسمان ہمارا بنایا ہوا ہے مگر اس نے سب کو گھیر رکھا ہے صورۃً و معنیً جہاں جاؤ اور کسی ملک یا دریا میں چلے جاؤ آسمان سر پر موجود ہے ہر طرف سے محیط ہے

ع بہر زمین کہ روی آسماں برو پیداست

اور نیز آسمانی احکام سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا، دولت مندی افلاس عزت و ذلت سب آسمانی احکام ہیں بھلا کوئی ان کو ٹال تو دے انہیں احکام کے ٹالنے میں اوہام باطلہ کہیں فال اور شگون سے مدد لیتے ہیں کہیں گنڈے اور ٹوٹکے کرتے ہیں کہیں بتوں سے مدد لیتے ہیں کہیں قبور صلحاء و انبیاء سے لیتے ہیں کہیں ان کی ارواح طیبات کو پکارتے ہیں مگر آسمانی حکم ہو کر رہتا ہے نہ کوئی تدبیر پیش چلتی ہے نہ کوئی حیلہ کارگر ہوتا ہے اب معلوم ہوا کہ اللہ کے احاطہ میں ہر چیز ہے؟ اس لیے کہ آسمان اس کے احاطہ میں ہے اور اس نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

قسم ہے طارق کی:......دوسری بات کے لیے یہ اشارہ ہوا وَالطَّارِقِ اور قسم ہے ہمیں طارق کی طارق کے لغوی معنی ہیں رات میں آنے والے کے خواہ کوئی آئے اور اسی لیے احادیث میں آیا ہے نعوذ باللہ من طوارق اللیل کہ اللہ کی پناہ ان حوادث سے جو رات میں یکا یک آئیں اس لیے کہ رات میں ان کا تدارک استغاثہ، تدبیر، علاج، استعانت وغیرہ اسباب سے مشکل ہوتا ہے مگر اس جگہ کیا مراد ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ آپ ہی تعظیم شان کے لیے سامعین سے دریافت کر کے وَمَا أَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ کہ تو کیا سمجھا کہ طارق کیا ہے معنی کوئی ایسی ویسی چھوٹی موٹی بات رات کی نہیں ہے پھر آپ ہی بتلاتا ہے النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ کہ وہ روشن ستارہ ہے۔

''طارق'' کے معنی میں اقوال:......پھر علماء کے اس میں کئی قول ہیں:

① ......بعض کہتے ہیں جنس مراد ہے ہر ایک ستارے کو شامل ہے کسی کی خصوصیت نہیں اس لیے کہ ہر ایک طارق ہے یعنی رات میں آنے والا اپنے آپ نمودار ہونے والا۔

② ......بعض کہتے ہیں ستارہ معین مراد ہے پھر اس تعین میں بھی کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں زحل مراد ہے اس لیے کہ ثقب چھید کرنے کو کہتے ہیں اور اس کی روشنی ساتوں آسمانوں کو چیر کر نیچے تک آتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ثقوب روشنی کے معنی میں ہے اور ثریا کا گچھا بسبب اجتماع کے زیادہ روشن ہے اس لیے وہ مراد ہے۔

بعض کہتے ہیں شہاب ثاقب مراد ہے اور یہی اخیر قول زیادہ تر چسپاں ہے اس لیے کہ حفاظت کا نمونہ دکھانا منظور ہے اور یہ بات شہاب ثاقب سے زیادہ حاصل ہے اس لیے کہ جب شیاطین عالم بالا میں اسرار غیبی لینے کو جاتے ہیں تا کہ لوگوں پر افشا کر کے ان کے اعتقادات خراب کریں اور قرآن میں خلل اندازی کریں تو شہاب ثاقب ان پر دوڑ کر جاتا ہے اور ہانک دیتا ہے اگرچہ اور ستاروں سے بھی حفاظت ہے ❶ عالم ارضی کی حفاظت اس لیے کہ نباتات کی روئیدگی اور ان کا پکنا پھولنا وغیرہ امور ستاروں کی شعاعوں سے متعلق ہیں اور نیز وہ اجسام نورانیہ ہیں اور نور سے بالطبع شیاطین کو نفرت ہے اس لیے کہ ان کا مادہ ظلمانی ہے اس لیے وہ ان شمعوں اور آسمانی چراغوں

---

❶ ......دن کو تو آفتاب کے چراغ اور رات کو ستاروں کی روشنی عالم بالا تک شیاطین کو نہیں جانے دیتی ۱۲ منہ۔

کی چکا چوند سے خیرہ ہو کر ہٹ آتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ اندھیرے مکانوں میں اور رات کو کہ جہاں چراغ اور روشنی نہ ہو شیاطین و خباثت کا زیادہ گزر اور اثر ہوتا ہے۔

اس محافظت کے مضمون کو جو مقصود اصلی اس مقام پر تھا اگرچہ ضمناً ثابت کیا گیا تھا مگر اس کو بصراحت ثابت کرتا ہے اور اس کے موکد کرنے کو اسی کو جواب قسم قرار دیتا ہے فقال اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ کہ ہر نفس پر محافظ ہے یا یوں کہو ایسی کوئی جان یا چیز نہیں کہ جس پر وہ محافظ نہ ہو پھر قرآن کی حفاظت کون سی بڑی بات ہے۔

نفس سے بعض علماء کے نزدیک مطلق ذات الشیء مراد ہے اس تقدیر پر حافظ اللہ ہے اس لیے کہ سوائے حق سبحانہ کے جو چیز ہے ممکن ہے اور ہر ممکن وجود و عدم میں مساوی الطرفین ہے جانب وجود کسی مرجح کی ترجیح سے قائم ہوتی ہے اور وہ واجب تعالیٰ ہے پس وہی حق سبحانہ ہر چیز کا قیوم ہے وہی موجودات کو باقی رکھتا ہے وہی حفاظت کرتا ہے اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں ظاہر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ اور اگر نفس انسانیہ یا حیوانیہ مراد ہوں تو بالخصوص ان کی قوامیت کی طرف اشارہ ہوگا اور اس طرف بھی کہ وہی ہر وقت ان کی خبر گیری کرتا ہے ان کے منافع و اسباب زندگی بہم پہنچاتا ہے مضرات سے بچاتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حافظ سے مراد ملائکہ ہیں جیسا کہ فرماتا ہے وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۚ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ ہر بلا سے وہی حفاظت بحکم ربی کرتے ہیں۔ اس کی طرف سے حفاظت نہ ہو تو انسان کو حشرات الارض سے لے کر درندوں تک اور جن و شیاطین بلکہ ارضی و سماوی سیکڑوں جان لینے والے ہیں دریا میں اور خشکی پر وہی حفاظت کرتا ہے انسان کے اندرونی اعضاء کے افعال و قویٰ کی بھی وہی محافظت کرتا ہے۔

جب یہ ثابت کر دیا گیا کہ وہی محافظت کرتا ہے اسی نے امن دے رکھا ہے تو اس حالت میں اور اس فرصت میں اصلی مقصد کی تحصیل میں کوشش کرنی چاہیے خصوصاً جب کہ انسان کے اعمال بھی حفاظت سے دفتر میں لکھے جاتے ہیں اور اعلیٰ مقاصد میں سے تمام اہل ادیان و اہل عقول کے نزدیک مبدء و معاد کی معرفت ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ معاد کی معرفت سے مبدء کی معرفت مقدم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے معرفت مبدء کے لیے پہلے یہ کلام ذکر فرمایا۔

فقال فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ کہ آدمی خود نظر کرے کہ وہ کاہے سے پیدا کیا گیا؟ وہ دیکھے کہ اس کی اصل کیا ہے اور کس نے اس کو کیوں کر بنایا ہے؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ کہ ایک پانی کی بوند سے بنایا گیا جو اچھلتی ہے منی کے قطرے سے جو کود کر نکلتا ہے يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ وہ قطرہ پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اگرچہ محققین کے نزدیک منی کا خزانہ انثیین ہیں اور رحم میں پڑنے کے وقت منی وہیں سے نکلتی ہے لیکن اس مادہ کی تولید کا اصلی سبب قیام و درستی بدن ہے اور خصوصاً دماغ اور اسی لیے جب ضعف دماغ ہوتا ہے تو یہ قوت کم ہو جاتی ہے اور کثرت مجامعت سے دماغ کو ضعف کا عارض ہو جاتا ہے اور اس کے بعد تمام بدن میں بھی نخافت محسوس ہوتی ہے اور دماغ سے پٹھے پشت کی طرف آئے ہیں جن کو نخاع کہتے ہیں اور اسی طرح اس کی شاخیں مقدم بدن کی طرف آئی ہیں جو سینہ ہے اور عربی میں اس کو تریبہ کہتے ہیں اس لیے بہت صحیح ہے کہ منی پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتی ہے اور یہ مراد نہیں کہ پیٹھ اور سینہ منی موجود رہا کرتی ہے وہاں سے نکلتی ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مرد کی منی دماغ سے نکل کر پیٹھ کی طرف سے انثیین کی رگوں میں آتی ہے اور عورت کی سینہ میں سے۔

آیت میں نہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان مرد و عورت دونوں سے بنتا ہے نہ اس بات کی کہ صرف مرد کی منی سے جس کسی نے کچھ

ثابت کیا ہے تو قرائن و استنباط سے۔

گرچہ انسانِ حقیقی روح ہے اور وہ نہ کسی قطرہ منی سے بنی ہے نہ اور کسی مادہ عنصری سے لیکن اس روح کا مرکب عالم حسی میں بدن انسان ہے اور عالم ناسوتی میں غالباً اسی پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ منی کے قطرہ سے بنتا ہے پھر اس کا بنانے والا کون ہے؟ وہی قادر مطلق اس قطرے کو رحم میں اس سانچے میں ڈھالتا ہے اور کیا کیا کاری گریاں کرتا ہے۔

اس کے بعد معرفت معاد جو دلالت کرے اس کو ذکر فرماتا ہے فقال اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۸ کہ وہ کہ جس نے اس کو ایک قطرہ سے بنایا مرنے کے بعد بار دگر اس کو بنانے اور اس کی صورت کی طرف لوٹا دینے پر قادر ہے وہ بار دگر پھر اس کو ویسا ہی بنا سکتا ہے جن اجزاء سے منی بنائی تھی پھر کیا وہ ان اجزاء سے اس کی دوبارہ جمعیت کا مادہ مجتمع نہیں کر سکتا ہے؟ ضرور کر سکتا ہے اس کلام کے معنی ہیں کہ وہ پھر اس کو انہیں اجزاء کی طرف پلٹا سکتا ہے پھر وہی منی کا ایک قطرہ کر سکتا ہے انسان و حیوان و نباتات میں اس کی گردش ظاہر ہے جس قطرے سے یہ بنایا تھا اس کے تمام جسم کا عطر پھر وہی قطرہ ہے جس سے پھر ویسا ہی انسان بنتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۱۱
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۱۴ اِنَّهُمْ
ع يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۱۷

ترجمہ: ...... جس دن کہ بھید کھل جائیں ۹ پھر نہ تو اس کا کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار ۱۰ قسم ہے آسمان بارش والے کی ۱۱ اور زمین کی جس میں سے بوٹیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں ۱۲ بے شک قرآن قطعی بات ہے ۱۳ اور یہ کچھ ہنسی نہیں ۱۴ وہ تو ایک داؤ کر رہے ہیں ۱۵ اور میں بھی ایک داؤ کر رہا ہوں ۱۶ پھر تو منکروں کو تھوڑی سی مہلت دو ۱۷۔

ترکیب: ...... یوم منصوب برجعه وقیل بقادر العامل مقدر ای یرجعه او اذکر فیکون مفعولا به۔ و السرائر جمع سریرة و السر جمعه اسرار و هو الذی یکتم و الابتداء الاختبار و الامتحان قال ابو مسلم بلوت یقع علی اظهار الشیء و علی امتحانه و السماء الواو للقسم۔ ذات الرجع صفة للسماء قال الزجاج الرجع المطر لانه یجیء و یرجع و یتکرر و قال الخلیل الرجع المطر نفسه و الرجع نبات الربیع وقال الواحدی الرجع المطر فی قول المفسرین و قال ابن زید الراجع الشمس و القمر و النجوم یرجعن فی السماء تطلع من ناحیة و تغیب فی ناحیة و قال القفال معناه ذات النفع وقال ابن عباس الرجع المطر و الارض معطوف علی السماء۔ ذات الصدع صفة للارض الصدع هو الشق قال ابن عباس تنشق عن النبات و الاشجار و قال مجاهد هو الجبلان بینهما شق و طریق نافذ کما فی قوله و جعلنا فیها سبلاً فجاجا و قال اللیث الصدع نبات الارض لانه یصدع الارض فتصدع به۔ انه لقول۔۔الخ جواب للقسم و الضمیر فی انه یرجع الی ما اخبرتکم به من قدرتی علی احیاکم تبلی السرائر و قیل یرجع الی القرأن امهلهم بدل من مهّل و مهل و امهل بمعنی واحد مثل نزل و انزل رویدا منصوب علی انه مصدر مؤکد للفعل المذکور او نعت لمصدر محذوف ای امهلهم امهالا رویدا ای قلیلا او قریبا و یجوز ان یکون حالا رویدًا فی کلام العرب علی ثلاثة اوجه (۱) اسم للامر کقولک رویدًا زیدًا ای

دعه ولا تنصرف لانها غير متمكنة (۲) هو مصدر كسائر المصادر فيضاف الى ما بعده تقول رويد زيد كما تقول ضرب زيد (۳) هو نعت منصوب كقولك سار واسير اروية او ربما يحذفون المنعوت ويقيمون رويدا مقامه۔ (من الكبير)

تفسیر:.....اور وہ اعادہ کس روز ہوگا اس کو بتایا ہے۔

مخفی باتوں کا ظہور:..... يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ جس روز کہ مخفی باتیں ظاہر ہو جائیں گی یعنی قیامت کے روز اس جملہ میں قیامت کی بھی ایک صفت بیان ہوگئی کہ وہ ایسا روز ہے کہ جس میں آج جو کچھ مخفی کہا جاتا ہے کہ ظاہر ہو جائے گا اس عالم ناسوتی میں احکام روح مخفی و مستور اور احکام اجسام ظاہر ہیں گناہ در پردہ ہوں یا ظاہر ان کی کیفیت جسم پر ظاہر نہیں ہوتی اسی طرح اخلاق ذمیمہ بخل وحسد وکینہ حب جاہ ومال سب مخفی ہیں اور اسی طرح ایمان وحب الٰہی وصداقت وذکر الٰہی وغیرہ افعال واخلاق محمودہ کا بھی کوئی اثر ظاہر بدن پر نہیں ہوتا لیکن قیامت کے روز معاملہ برعکس ہوگا روحانی آثار ظاہر ہو جائیں گے۔

سرائر عام ہیں پوشیدہ گناہوں اور مکر وحیلہ کو بھی شامل ہے کہ جن کے اخفاء کی دنیا میں کوشش کیا کرتے تھے اور عقائد باطلہ ونیات فاسدہ کو بھی اسی طرح نیک کاموں کو بھی جن کو مخفی کرتے تھے روزہ اور نماز تہجد اور مخفی خیرات اوروں کے ملکات کاملہ مواجید واشواق کو بھی اور ہر ایک معاملہ کو بھی جو اس میں اور خدا میں تھا۔

پھر اس روز کیا ہوگا فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پھر نہ کسی کو خود قدرت ہوگی کہ اخفا کر سکے اور اظہار ہونے کے بعد اس کی سزا کو دور کر سکے وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ اور کوئی دوسرا اس اخفا میں اور اظہار کے بعد سزا دور کرنے میں مدد کر سکے جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا ہے۔

ان آیات میں دو باتیں ذکر ہوئی ہیں اول یہ کہ انسان کو بار دگر خدا تعالیٰ ایسی ہی زندگانی عطا کر سکتا ہے دوسری یہ کہ جس روز یہ زندگانی عطا ہوگی مخفی باتیں ظاہر ہو جائیں گی اس لیے ان دونوں باتوں کے لیے دو مثالیں پیش کرتا ہے جن کا ہر ایک مشاہدہ کرتا ہے اور لطف یہ کہ ان دونوں مثالوں یا نمونوں کو قسم کھا کر بیان فرماتا ہے۔

بارش والے آسمان کی قسم:.....اول نمونہ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ کہ قسم ہے آسمان بارش والے کی رجع کے معنی اکثر مفسرین کے نزدیک بارش کے ہیں اور نفع کے بھی عرف عام میں بارش کا آسمان سے برسنا مشہور ہے گو بادلوں سے برستی ہے اور اس لیے بادلوں کو بھی آسمان سے تعبیر کرتے ہیں اس لحاظ سے آسمان کو بارش والا کہا گیا اس میں بار دگر زندگانی کا نمونہ ہے برسات میں سبزہ اگتا ہے ایک عمر طبعی کو پہنچ کر چورا چورا ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اگلے سال پھر جو بارش ہوتی ہے تو وہ تمام نباتات بار دگر (دوبارہ) سرسبز ہو جاتے ہیں اور اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ اس جملہ میں اسی مضمون کی تصریح ہے۔

بعض علماء نے رجع کے معنی حرکت کر بے اور چکر لگانے کے بھی لیے ہیں اس تقدیر پر (آسمان چکر لگانے والے) معنی ہوں گے اس میں بھی یہ مضمون ثابت ہے جیسا کہ آسمان چکر لگاتا ہوا لوٹ آتا ہے رات سے پھر دن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کا بھی بار دگر اپنی حالت پر لوٹ آنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

دوسری بات کے لیے یہ دوسرا نمونہ پیش کیا جاتا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ کہ قسم ہے زمین پھٹنے والی کی صدع کے معنی پھٹنے کے بھی ہیں اور نباتات کے بھی دیکھو زمین میں جو قویٰ ودیعت رکھے گئے ہیں اور ایک وقت پر وہ ظاہر ہو جاتے ہیں زمین پھٹ کر اس میں کیسی کیسی جڑی بوٹیاں موسم بہار میں نکل آتی ہیں اور چشمے اور معادن بھی ظاہر ہو جاتے ہیں آسمان کا پانی بمنزلہ منی والد کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم مادر کے نباتات واشجار ودیگر اشیاء اس کے بچے ہیں جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں اور پھر پیدا ہوتے ہیں اور

مٹ جاتے ہیں یہی حال اس دنیا اور دار آخرت کا ہے کہ اس کے بعد یہ زندگی عطا ہوگی۔

قسم کھا کر وہ جامع بات یہ بیان فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ مر کر جینے اور مخفیات کے ظاہر ہو جانے کی بات قطعی اور دوٹوک بات ہے کہ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اور یہ ہنسی اور لغو بات نہیں جیسا کہ اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا ﴿۱۵﴾ وہ کفار کہتے ہیں کہ اجی وہاں کا حال کس نے دیکھا ہے لوگوں کی ترغیب و ترہیب کے لیے حضرات انبیاء ایسے خیالی مضامین جنت و دوزخ سزا و جزا کی تراش کر بیان کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ بچوں کو خیالی باتوں سے پھسلایا اور ڈرایا کرتے ہیں یہ تھا کفار کا کید۔ وَّاَكِیْدُ كَیْدًا ﴿۱۶﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے مقابلے میں میں بھی کید کر رہا ہوں ان باتوں کو دلائل انفس و آفاق سے ثابت کر رہا ہوں یہ اس کا کید ہے یا یوں کہو کہ ان کا دار آخرت سے غافل ہو کر حصول دنیا کے لیے اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیے تدابیر نکالنا یہ ان کا کید تھا اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے غلبہ اور ہدایت کے سامان پیدا کرنا اور ان کی بربادی کے سامان قریب لانا یہ کید الٰہی ہے علی وجہ المشاکلت کید کا اس فعل الٰہی پر اطلاق ہوا●۔

چونکہ وقت قریب آ لگا ہے فَمَهِّلِ الْكٰفِرِیْنَ ان کو مہلت دے اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا ان کو اور تھوڑے دنوں مزے کر لینے دیجیے بددعا نہ کرو پھر تو ہمیشہ کا عذاب ان کے لیے ہے، یہ مہلت بھی کید الٰہی ہے۔

●......ورنہ یہ فعل الٰہی کید نہیں ۱۲ منہ۔

آیَاتُهَا ١٩ (٨٧) سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ (٨) رُكُوْعَاتُهَا ١

مکیہ ہے اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣
وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا
مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧

ترجمہ:......اپنے رب کے نام کی جو سب سے اعلیٰ ہے تسبیح کیا کر ① اس کی کہ جس نے انسان کو پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا ② اور اس کی کہ جس نے انسان کا اندازہ کیا پھر راہ دکھائی ③ اور اس کی کہ جس نے چارہ نکالا ④ پھر اس کو کالا کوڑا کر دیا ⑤ (اے انسان) ہم تجھے ابھی پڑھاتے ہیں پھر تو نہیں بھولے گا ⑥ مگر جتنا کہ اللہ چاہے وہ تو کھلی اور چھپی (سب باتوں) کو جانتا ہے ⑦۔

ترکیب:...... الاعلی صفة ربک۔ الذی الجملة صفة اخری للرب۔ و الذی صفة اخری او معطوف علی الموصول الذی قبله۔ قدر قرء مخففا و مثقلا۔ و الذی اخرج صفة اخری۔ فجعله غثاء فی القاموس الغثاء القماش و الزبد والهالک البالی من ورق الشجر قال قتادة الغثاء الیابس۔ احوی اسود ماخوذ من الحوة وهی سواد یضرب الی الخضرة فی القاموس الحوة سواد الی خضرة او حمرة الی السواد حوی کرضی و فی الصحاح الحوة بالضم حمرة الشفة قال ابن عباس رضی اللہ عنہما غثاء هشیما احوی متغیرا۔ فلا تنسی قیل نفی و قیل نهی و الالف للاشباع۔ الا استثناء مفرغ من اعم المفاعیل ای لاتنس لی مما علمک اللہ شیئا من الاشیاء۔ الا ماشاء اللہ ان تنساه قال الفراء و لم یشأ اللہ ان ینسی نبیه محمد صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فهو کقوله خٰلدین فیها مادامت السمٰوٰت و الارض الا ماشاء ربک۔ انه یعلم۔۔۔۔ الخ تعلیل لما قبله۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں انیس آیات ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی بیان فرماتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و بزار و ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو بہت محبوب رکھتے تھے (کیوں کہ اس میں بہت سے علوم اور خیرات ہیں) امام مسلم و امام احمد و اہل سنن نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین و جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ پڑھا کرتے تھے اور مسلم وغیرہ نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ پڑھتے تھے ابوداود و نسائی و ابن ماجہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ اور دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ

اَحْوٰى ۝ پڑھا کرتے تھے۔

مناسبت اس سورت کی سورۂ الطارق سے بہت سے مضامین میں ہے از اں جملہ یہ کہ سورۂ طارق میں انسان اور اس کے بعد دیگر مخلوق کی آفرینش بیان کی تھی کہ انسان قطرہ منی سے اور نباتات آسمانی پانی سے اس کی قدرت سے پیدا ہوتے ہیں اس سورت میں انتہاء کا بیان ہے کہ آخر کار مرجھا جاتے اور چورا چورا ہو کر ہواؤں میں اڑے پھرتے ہیں، پاؤں میں آتے خاک میں مل جاتے ہیں وجود ناسوتی میں ایک جلوہ دکھا کر چلے گئے۔

شانِ نزول: ...... اس سورت کا مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر بڑی بڑی سورتیں نازل ہونی شروع ہوئیں اور جانب غیب سے بے شمار علوم و معارف کا فیضان ہونا شروع ہوا تو آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خود لکھا پڑھا نہیں مبادا ان میں سے کوئی چیز بھول نہ جاؤں اس لیے اس سورت میں حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو تسلی کرتا ہے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔

ایک سورۃ بمنزلہ ایک کتاب: ...... واضح ہو کہ قرآن مجید کی ہر ایک سورت بمنزلہ ایک کتاب کے ہے ہر ایک میں علوم و معارف انسانی سعادت کی راہنمائی کرنے میں کافی وشافی ہیں۔ تکمیل کے لیے ان چند علوم کی اشد ضرورت ہے۔

۱) ...... علم مبدء و معاد عاقل کو یہ غور کرنا چاہیے کہ یہ مخلوق کس نے بنائی اور اس میں کیا کیا کاری گری کی اگر کسی درخت یا جڑی بوٹی کو بغور ملاحظہ کیجیے گا تو اس کو معرفت الٰہی کا ایک دفتر پایئے گا جب یہ خیال ہوگا کہ اس کی ابتداء کیا تھی؟ ایک تخم خشک پھر زمین میں جا کر آسمانی پانی نے اس کی ان قوتوں کو جو مبداء فیاض نے اس میں ودیعت رکھی تھیں کس طرح سے اُبھارا اور پھر اس میں سے ایک تنا نکلا اور نکل کر میدان دجود کو طے کرتے ہوئے اپنے کمال کو پہنچا۔ پتے ہیں تو ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے اور پھول ہیں تو اپنے رنگوں اور صورت میں کس کاری گری کے ساتھ اور پھر شاخ کا نشوونما ہے تو کس انداز کے ساتھ اور پھر اس تدریجی ترقی میں اس کے لیے کیا سامان مہیا کیے جاتے ہیں اور پھر ہر ایک چیز میں ایک جدا خاصیت رکھی گئی ہے اور اس کی غذا حاصل کرنے اور توالد و تناسل کے جو قاعدے مقرر کر رکھے ہیں ان میں غور کرنے سے اور بھی حیرت پیدا ہوتی ہے پھر اگر انسان اپنے حالات میں غور کرے کہ میں کس طرح سے پیدا ہوا اور میری بناوٹ میں کیا کیا خوب صورتی کی شانیں نمایاں کی ہیں اور مجھ میں کیا کیا قوتیں ودیعت رکھی ہیں اور میں بے اختیار کیوں کر جسمانی ترقی کرتا جاتا ہوں تو حیران رہ جائے اور بے اختیار کہہ اٹھے سبحان ربی الاعلیٰ۔

اور جب اس کتاب وجود کے ان اوراق کا مطالعہ کر کے اس کے اخیر باب پر پہنچے کہ اخیر اس کا کیا ہوتا ہے اور کیوں کر تدریجاً فنا کے گڑھے میں جا گرتا ہے تو روح انسانی کو ضرور اپنے خالق و مربی کے ساتھ دل بستگی کرنے کا ولولہ اٹھتا ہے اور یہ تمام دنیاوی زرق برق جس کی ہستی حباب کی بقا سے مشابہ ہے بے قدر ہو جاتی ہے اس لیے اس دوسرے علم کی طرف مشتاق ہوتا ہے کہ میں اپنے خالق و مالک و مربی سے کہ جس کو نہ میری دنیاوی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں نہ ہاتھ ٹٹول سکتے ہیں نہ کان سن سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے نہ ناک سونگھ سکتی ہے کیوں کر پہچانوں اور کس طرح سے تقرب ■ حاصل کروں تاکہ میں اس جسم کے لباس چھوڑنے کے بعد اس کے جلال کبریائی میں جگہ پاؤں اور اس کی تجلی سے متجلی ہو کر عالم بالا کے لوگوں میں مل جاؤں اور یہی انسان کی تکمیل اور یہی اس کی سعادت اور یہی اس کے اس سفر کا نتیجہ ہے۔

حق سبحانہ اس سورت میں ان دونوں علوم کو منکشف کرتا ہے مگر چونکہ دوسرا علم مقصود اصلی ہے اس لیے اول اسی کی راہنمائی کرتا ہے اور بعد میں دوسرے علم کی طرف مشتاق کرتا ہے فقال سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ کہ اپنے رب کی بالاتر نام کی تسبیح کیا کر یعنی اس تک تیرے

■ ...... یعنی جو معشوق اس پردے میں یہ کاریگریاں کر کے اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اس کا شوق اور اس سے ملنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ

تقرب کا یہی ذریعہ ہے۔

اور وہ کون ہے تیرا رب اور رب بھی اعلیٰ یعنی اس ظلمت کدہ اور خاک دان پست میں جو تو نے آنکھ کھول کر ہماری مخلوق ہی کو دیکھا ہے اور اسی کے حالات کا تجھے مشاہدہ ہوا ہے اور ان سے تو نے ہم کو سمجھا ہے کہ آخر ان کا کوئی بنانے والا ہے اس سے تو ہم کو مخلوق پر قیاس نہ کر لینا ہمارے لیے جسم اور توالد و تناسل اور تغذیہ اور خواب اور تدریجاً ترقی اور پھر تنزل اور بیچ میں بیماری وضعف اور اپنی سی شکل و صورت اور اپنے سے اسباب معیشت میں محتاجگی مکان لباس کھانے پینے وغیرہ امور میں نہ سمجھ، ہم ان باتوں سے پاک اور منزہ ہیں یہ ہے تسبیح مگر اس سمجھنے پر آمادہ کرنے والا لفظ سبحان اللہ و بحمدہ یا سبحان ربی الاعلیٰ وغیرہ کہنا اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ پڑھے تو کہہ سبحان ربی الاعلیٰ۔ (رواہ عبد بن حمید)

سجدہ اور اس کی تسبیح: ۔۔۔۔ ابوداؤد ابن ماجہ واحمد نے روایت کی ہے کہ جب سبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو رکوع میں کہا کرو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس کو سجدہ میں کرو یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو۔

تسبیح کے معنی: ۔۔۔۔ علماء نے فرمایا کہ تسبیح کے معنی خدا تعالیٰ کو جمیع عیوب اور نقصان سے مبرا اور منزہ سمجھنا اس کی ذات اور صفات اور افعال کو سب نقصانوں سے بری اور پاک جاننا اور منہ سے کہنا تسبیح ہے۔

اور لفظ اسم کے لانے میں یہ حکمت ہے کہ اس کی ذات تک رسائی نہیں صرف اسم تک ہے یعنی آثار و صفات سے اس کو جانتے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ لفظ اسم محض عظمت شان کے لیے ہے ورنہ مراد تسبیح اس کی ذات کی ہے بعض فرماتے ہیں اس کے اسم کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا نام بے حرمتی سے نہ لے نہ جنابت اور ناپاک جگہ پر پڑھے، نہ برے کام پر۔

اور لفظ اسْمَ رَبِّكَ میں اس کا اظہار ہے کہ وہی تسبیح کا مستحق ہے کیوں کہ وہ تیری وقتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے نطفہ سے لے کر اخیر تک وہی تو تیرا مربی و محسن ہے۔

اور لفظ اعلیٰ میں یہ بات بتلا دی کہ دنیا کے مربی درحقیقت مربی نہیں بلکہ وسائل ہیں جیسا کہ ماں باپ آقا بادشاہ ولی النعمۃ۔ کیوں کہ یہ اسی کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو دیتے ہیں گو اس لئے وہ بھی قابل شکر گذاری ہیں مگر رب اعلیٰ وہی ہے نیز لفظ اعلیٰ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ سب خیالات و توہمات کے احاطہ سے بالاتر ہے اس لیے تسبیح کا مستحق ہے اور یہ بھی کہ وہ سب سے بالادست ہے سب کا حاکم ہے اس کا کوئی شریک نہیں پھر وہی تسبیح و تقدیس کا سزاوار ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تسبیح کرنے سے انسان پر بھی اس تقدیس و تنزیہ کا اثر پڑ کر یہ آلائش جسمانی سے پاک و صاف ہو کر قابل ہو جاتا ہے کہ عالم بالا میں شامل ہو۔

فائدہ: خدا پاک کی ستائش میں صفات حمیدہ کا اثبات ہوتا ہے اور تسبیح میں صفات رذیلہ سے جو اس کی شان کے منافی ہیں تنزیہ اور تبری ہوتی ہے یعنی دور کرنا، چونکہ ثابت کرنا جس کو تحمید کہتے ہیں بعد کا مرتبہ ہے اس لئے اول تسبیح کا حکم دیا ہے بعد میں اس کی صفات حمیدہ ذکر کرنے کا اور اسی لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کو ملانے کا ارشاد فرمایا ہے سبحان اللہ و بحمدہ کہنا موجب ثواب و اجر عظیم قرار دیا۔ تسبیح کے انوار منعکس ہو کر تسبیح کرنے والے کی روح پر پڑتے ہیں اور پھر اس کی روح میں نورانیت ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد اول علم کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو علم مبدء کہتے ہیں کیوں کہ جب اس کی ذات و صفات و تقدیس کا علم اور اس کے انوار اس پر سایہ فگن ہو جائیں گے تو مخلوق کے پیدا کرنے کے اسرار خوب سمجھ سکے گا۔

انسان کی عمدہ تخلیق:...... فقال (۱) اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ اس کی تسبیح وتقدیس کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور پیدا کر کے یوں ہی اینڈا اور بے کار اور بے ڈول نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا جس کے لیے جس عضو اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی ہر ایک مخلوق میں اگر نظر کیجیے گا انسان سے لے کر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک جس میں چاند اور سورج اور ستارے بھی شامل ہیں تو جلد اقرار کر لیجیے گا کہ اس کی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہیے تھی اور اگر اس میں ذرا فرق ہوتا تو خوبصورتی بگڑ جاتی اور افعال میں فرق آ جاتا پرندوں کو پر دیے درندوں کو ناخن اور کچلیاں عطا کیں، درختوں کو پوست کا لباس پہنایا پھر ایک کے جسم کی بناوٹ میں ہڈی اور ہر پٹھا کس موقع سے رکھا ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔

(۲) وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ اس کی کہ جس نے پیدا کیا اور ٹھیک کر کے اندازہ کیا یعنی اس کے قوٰی اور اس کے افعال اور عمر سب چیزوں کا علم الٰہی نے اندازہ کر لیا تا کہ اس حد تک اس کی کسی بات اور بناوٹ میں فرق نہ آئے مثلاً یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ حیوان تمام عمر میں اس قدر کھائے گا اور اتنے دنوں جئے گا تو اس کے معدہ میں اتنے ہی ایام تک اتنی غذا ہضم کرنے کی قوت عطا کی اور معلوم کر لیا تھا کہ اتنی حرکت کرے گا تو اس کے پاؤں میں اسی قدر قوت عطا کی اور اگر یہ اندازہ نہ ہوتا تو بڑی خرابی واقع ہوتی مثلاً چراغ جلانا صبح تک مقصود ہو اور تیل تھوڑا ڈال دیا جائے تو قبل الوقت گل ہو جائے گا اور زیادہ ڈال دیا جائے تو بے کار جائے اور جس اندازہ کی روشنی درکار تھی اس سے بڑھ جائے اور نیز اس اندازہ کرنے میں اس کی شان ربوبیت بھی نمایاں ہے۔

بعض قراء نے قدر کو بغیر تشدید کے پڑھا ہے جس کے معنی ہیں کہ اس کو قادر کیا یعنی اس کے مناسب افعال و حرکات کی اس میں قدرت بھی رکھی اور قدرت ہی پر بس نہ کیا بلکہ فهدیٰ اس کو راہنمائی بھی کی انسان کو اس کے معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا ہوئے پرندوں کو گرمی سردی میں گھر بنانے کی ہدایت کی حشرات الارض کو زمین کے اندر سوراخوں میں رہنے کی ہدایت کی چیونٹی ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر آپ اس کی ہدایت الٰہی کو دیکھیں تو حیرت میں رہ جائیں کس ترکیب سے خورش کی چیزیں لاتی ہے اور باہم کس موقع سے قطار باندھ کر چلتی ہیں انسان کو تو وہ وہ چیزیں بتائیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جس سے ریل گاڑی تار برقی اور طرح طرح کی کلیں اور کہربائی قوتیں ایجاد کیں اور علوم آخرت بھی ہدایت کیے اس کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے اس ہدایت الٰہی کی شرح کی جائے تو ایک دفتر میں بھی نہ آئے۔

اب یہاں تک تو اس کے وجود اور ما یناسبہ کا بیان تھا اب فنا کی بھی سن لیجیے۔

(۳) وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ اس کی تسبیح کر کہ جس نے زمین سے چارہ نکالا یعنی گھاس پھر دیکھیے وہ کیسی لہلہاتی اور دل لبھاتی ہے پھر چند روز کے بعد وہ زرد پڑ جاتی ہے اور کٹ کر لوٹ جاتی ہے اور کوڑا ہو جاتی ہے اور کوڑے کے بعد سیاہی نمامٹی ہو جاتی ہے یا کھو کوڑے پنے ہی میں اس پر تیرگی آ جاتی ہے اس میں مخلوق خصوصاً حضرات انسان کی انتہا کی طرف کس عمدہ پیرایہ میں اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنے والے کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔

احوال بعد الموت:......اب یہاں سے موت اور موت کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے۔

فقال سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ کہ مرنے کے بعد تیرے نامہ اعمال کو ہم تجھ سے پڑھوائیں گے تو اے انسان اب اس کو نہیں پڑھ سکتا جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے اقرء کتبک کہ ہم کہیں گے پڑھ اپنی کتاب اور اس وقت تو اپنے اعمال نیک و بد میں سے کچھ بھی نہ بھولے گا سب تجھے یاد آ جائیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ، مگر وہ کہ جن کو اللہ چاہے گا یاد نہ آئیں گے اور وہ نیکوں کے بعض برے کام اور ان کی شرمندگی کے اسباب ہیں جو دنیا میں ان سے سرزد ہو گئے تھے اور پھر انھوں نے توبہ و استغفار و گریہ وزاری کے پانی ڈالے تھے ان کو خدا پاک وہاں

بھی یاد نہ دلائے گا ان کی شرمندگی اور رنج کا باعث نہ ہوں خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں یا وہ خفیف باتیں جو انسان سے بتقاضائے بشریت سرزد ہو جاتی ہیں❶۔

یہ مرنے کے بعد خصوصاً قیامت میں ایک حضور علمی کا مرتبہ ارواح کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ سہو و نسیان دنیا میں بسبب جسم کے ہے اور ہم تمام باتیں کیوں یاد دلائیں گے اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۞ اس لیے کہ اللہ کو کھلی اور چھپی بات معلوم ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں اب جو کچھ کرو ہوشیاری سے کرو اور جان لو کہ اس کو ایک روز ہمارا رب ہمیں جتلائے گا اور ہمارے دفتر اعمال کو ہم سے پڑھوائے گا۔

ان آیات سَنُقْرِئُكَ . . . الخ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب جبریل علیہ السلام وحی لاتے تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جاؤں جبریل علیہ السلام کے ساتھ جلد جلد پڑھتے تھے یہ آپ کے لیے بڑی مشقت تھی اس مشقت کے دور کرنے کو یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ بھول جانے کے اندیشہ کو دل سے نکال دیجیے اس کا یاد کرانا ہمارا کام ہے آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جس قدر خدا چاہے کہ بشریت سے آپ کو نسیان و سہو ہو جائے نہ یہ کہ بالکل ذہول ہو جائے❷۔

اور ایسا ہوتا تھا چنانچہ نماز میں ایک بار آنحضرت ﷺ ایک آیت پڑھنی بھول گئے نماز کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا کیا میں کوئی آیت چھوڑ گیا؟ ابی ابن کعب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ فلاں آیت چھوڑ گئے۔

بعض فرماتے ہیں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ تبرکاً فرما دیا گیا تاکہ معلوم رہے کہ بھلا دینا حق سبحانہ کے اختیار میں ہے ورنہ بھلایا آپ کو کچھ بھی نہیں یہ فراء کا قول ہے۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ کیوں کہ تیرے موجود کمالات کو جانتا ہے وَمَا يَخْفٰى ۞ اور جو تیرے اندر استعداد کامل رکھی ہے اس کو بھی جانتا ہے اس قابل ہے کہ حق سبحانہ تیرے ذہن کو عالم غیب کا آئینہ یا خزانہ کر دے۔

چنانچہ ایسا ہی کر دیا پھر قرآن مجید میں سے ایک حرف بھی آپ نہ بھولے تھے آپ کی برکت سے بہت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور امتوں کی طرح کتاب آسمانی کا کتابت پر انحصار نہ تھا بلکہ تمام قرآن مجید ان پاک بازوں کے سینوں پر لکھا ہوا نہیں بلکہ کھدا ہوا تھا اور ان کی یہ برکت اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مستمر چلی آتی ہے خصوصاً اس گروہ میں جو ان کے قدم بقدم ہے ہر گاؤں اور ہر شہر میں حفاظ موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور عورتیں بھی تمام قرآن مجید کے حافظ ہیں اگر خدانخواستہ تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا باقی نہ رہے تو ایک گاؤں میں سے ایک لڑکا سب قرآن کو لکھوا دے گا اور ایک لفظ اور حرف بلکہ زیر و زبر کا بھی فرق نہ پڑے گا فَلَا تَنْسٰی کی بشارت کیسی جلوہ گر ہو رہی ہے بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھائے نہ کوئی وید کا حافظ سننے میں آیا نہ انجیل کا نہ تورات کا نہ زبور کا۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۞ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۞ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۞
وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۞ الَّذِیْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۞ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا

❶ ..... اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو خدا پاک کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح پر انوار قدس فائض ہونے لگتے ہیں تو علم غیب اس کے دل کو علوم و معارف کا چشمہ کر دیتا ہے اس کو اس حال میں وہی پڑھاتا ہے اس صفت میں اول پر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں پھر اولیاء کرام ۱۲ منہ۔

❷ ..... اس سے یہ سمجھ لینا کہ پیغمبر علیہ السلام قرآن کی بعض آیات بھول گئے تھے یا خدا نے بھلوا دی تھیں ایک غلط خیال ہے جس کی بناء اخبار آحاد غیر صحیحہ اور غلط فہمی پر ہے ۱۲ منہ۔

يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾

ترجمہ:......اور ہم تیرے لیے آسان بات کو سہل کر دیں گے ⑧ پس سمجھاتے رہو اگر فائدہ سمجھانا بخشے ⑨ جو خدا ترس ہوگا وہ تو جلد سمجھ جائے گا ⑩ اور اس نصیحت سے بدبخت ہی تو (الگ ہی) ہٹا رہے گا ⑪ وہ جو بڑی آگ میں پڑے گا ⑫ پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا ⑬ جس نے پاکیزگی حاصل کرلی ⑭ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا (اور) نماز پڑھتا رہا اس نے فلاح پائی ⑮۔

ترکیب:......و نیسّرک معطوف علی سنقرئک۔ و قوله انه یعلم الجهر و ما یخفی اعتراض ای سنقرءک فلاتنسٰی و نوفقک للطریقة التی هی اسهل و ایسران شرطیة۔ نفعت الذکرٰی شرط و قوله فذکر یدل علی الجزاء الذی یصلی... الخ صفة الاشقٰی۔ ثم لا یموت عطف علی تزکٰی۔ و فصلٰی عطف علی ذکر۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ کہ اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح بیان کرو اب اس تسبیح کے ثمرات بیان فرماتا ہے

تسبیح کے ثمرات:......فقال وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ کہ ہم تیرے لیے نجات کے رستے کو آسان کردیں گے۔

نجات کو یسریٰ یوں کہا کہ وہ کوئی حقیقت میں مشکل اور محال بات نہیں جیسا کہ مذاہب باطلہ میں ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب جانتا ہے کوئی آگ میں جل مرنے کو کوئی دریا میں ڈوب مرنے کو، کوئی عمر بھر بھوکا پیاسا مرنے کو کوئی لنگوٹی باندھ کر فقیر بننے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔

اس لفظ یسریٰ میں اشارہ کردیا کہ یہ سب خیال باطل ہیں نجات کچھ مشکل نہیں صرف خدا اور اس کے رسول کی فرماں برداری سے ہے مگر یہ بھی ہر ایک کے لیے آسان نہیں گو فی نفسہا آسان ہے یہی پنجگانہ نماز ہے کہ جس میں کچھ بھی دقت نہیں وضو نہ کرسکے تو تیمم کرلے کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے مگر بعض طبائع پر یہ پہاڑ سے زیادہ بھاری ہے زنا سے بچنا کچھ مشکل کام نہیں ایک عورت دل پسند سے نکاح کر کے قضاء حاجت کرسکتا ہے اگر اس پر بھی بس نہیں تو دو کرلے اور اس پر بھی بس نہیں تو تین کرلے اور بہت ہی ضرورت پڑے تو چار سہی، پھر جس کی تقدیر کھوٹی ہے وہ سو پر بھی بس نہیں کرتا اور اس کو حلال میں لذت نہیں آتی ایک بدکار عورت یا مرد سے اگر کہا جائے کہ تم اپنا تعلق قائم رکھو مگر نکاح کرلو تو وہ ہرگز نہیں کریں گے یوں عمر بھر جھک ماریں گے علیٰ ہذا القیاس لیکن خدا کی تسبیح تقدیس کے انوار سے جب روح منور ہوتی ہے تو قوائے بہیمیہ پست ہو جاتے ہیں اس وقت روح کا تقاضا نیک کام کا موجب ہوتا ہے اور وہ بڑی آسانی سے یہ کام کرنے لگتا ہے اور وہ نیک کام اس کے نزدیک ایسے آسان ہو جاتے ہیں جیسا کہ ظلمانی کے نزدیک بدکام آسان ہوتے ہیں اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق له اما من کان من اهل السعادة فسیسر لعمل السعادة و ام من کان من اهل الشقاوة فسیسر لعمل الشقاوة الحدیث (متفق علیہ) کہ جو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کو وہی آسان کردیا جاتا ہے پھر جو اہل سعادت ہے اس کے لیے سعادت کے کام آسان کردیئے جاتے ہیں اور جو اہل شقاوت میں سے ہوتے ہیں اس کے لیے بدبختی کے کام آسان کر دیئے جاتے ہیں۔

اب اس میں آنحضرت ﷺ کو مژدہ ہے کہ معرفت عبادت و سیاست و حسن اخلاق صبر وغیرہ کے لیے آپ کے دل کو منبع کردیا جائے گا اس سے ایک فوارہ جوش کرے گا جس سے یہ سب کام آپ کے نزدیک بہت آسان ہو جائیں گے اس لیے آپ کو کسی معلم اور استاد اور لکھنے پڑھنے والے کی حاجت نہ پڑے گی اور نہ کوئی مشقت اٹھانی پڑے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر جب آپ خود ہی کامل ہو گئے اور نیک کاموں کا ملکۂ راسخہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا تو فنذ کر لوگوں کو سمجھا اور ان کو سدھارا درحقیقت اسی کے وعظ و پند (نصیحت) کا اثر بھی ہوتا ہے کہ جس کے دل میں خود ان باتوں کا ملکہ راسخہ ہوتا ہے اور اسی کے قلب سے ایک سچا جوش اٹھ کر موجزن ہوتا ہے ورنہ خالی بک بک اور اسپیچ کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی کیا خوب کہا ہے عارف جامی نے:

گر ز عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ ☆ ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغاں چیزے نیست

مگر یہ تذکیر ایک دُرِّ بے بہا ہے خنزیر اور کتا اس لائق نہیں کہ اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے بلکہ وہ جو اس کا اہل ہو اور جس کو سمجھتے ہو کہ وہ اس سے فائدہ مند ہو گا اس کے لئے اس کے بعد فرمایا کہ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۞ کہ اگر آپ یہ سمجھیں کہ ذکر سے نفع گا۔

شبہ: آنحضرت ﷺ پر فرض تھا کہ سب کو نصیحت کریں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس کو نفع ہو یا نہ اس لیے کہ آپ تمام خلق کے لیے ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے پھر یہ قید کیوں لگائی کہ اگر ذکر نفع دے تو تذکیر کر؟

جواب: تبلیغ اور تذکیر میں فرق ہے تبلیغ عام ہے وہ ایک حکم کا پہنچا دینا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس پر حجت تمام ہو جائے اور رہی تذکیر جس کے معنی ہیں یاد دلانا یا سمجھانا وہ یہ ہے کہ یہ شخص پہلے سے جانتا تھا اس کی فطرت میں یہ باتیں تھیں مگر علائق و موانع سے بھول گیا تھا اس کو مذکر یاد دلاتا ہے اگرچہ حق سبحانہ کو علم ازلی سے معلوم ہے کہ فلاں کو تذکیر فائدہ دے گی یہ ازلی سعادت مند ہے عارضی گمراہی اس پر طاری ہو گئی ہے اور فلاں کو فائدہ نہ دے گی اس لیے کہ یہ ازلی گمراہ ہے مگر رسول کریم ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جس کے لیے تذکیر کو مفید دیکھیں تو تذکیر کریں ورنہ ابلاغ و انذار تو سب ہی کے لیے ہے۔

بعض علماء نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ اصلی عبارت یوں ہے اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۞ اَوْ لَمْ تَنْفَعْ کہ خواہ فائدہ دے یا نہ دے آپ سمجھائیں مگر دوسرے جزء کو حذف کر دیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ مقصود اصلی نفع ہی دینا ہے۔

اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ کسی شے کو کسی چیز پر معلق کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب وہ شے کہ جس پر معلق کیا ہے نہ ہو تو یہ بھی نہ ہو ممکن ہے کہ ایک شے کے چند اسباب ہوں ہر ایک کے پائے جانے سے یہ شے پائی جائے اور ان میں سے ایک کے وجود پر معلق کی جائے اور یہ نہیں کہ جب یہ نہ ہو تو یہ شے نہ ہو اس لیے کہ اس وقت دوسرا سبب پایا جائے۔

بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں ایک محاورہ کی بات ہے کہ کسی کام کو کسی فائدہ سے اور مقصود اعلیٰ سے معلق کر دیتے ہیں جب کسی حکیم سے کہا جائے کہ آپ علاج کیجیے اگر علاج سے شفا ہوتے دیکھیں اور صورت یہ ہے کہ علاج ہر حالی میں کرانا مقصود ہے۔

اب یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ تذکیر کس کو نفع دے گی اور کون اس کے اثر سے محروم رہے گا فقال سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۞ اس وعظ و تذکیر سے وہ بہت جلد سدھر جائے گا کہ جو ڈرتا ہو گا۔

تین قسم کے آدمی: ......واضح ہو کہ تین قسم کے آدمی ہیں:

ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزاء و سزا کے قائل ہیں۔

دوم وہ کہ جو نہ قائل ہیں نہ منکر ہیں بلکہ متردد و شکی ہیں۔

یہ دونوں قسم کے لوگ ڈر جاتے ہیں اول قسم کے تو خوب ہی ڈرتے ہیں اور قسم دوم کے بھی جب کہ ان کے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھڑی کر دی جاتی ہے تو وہ بھی ڈر جاتے ہیں اب دونوں فرقوں کو اس میں شامل کر لیا گیا۔

تیسرا فریق وہ ہے کہ جو منکر اور سخت معاند ہے ڈھٹائی کرتا ہے اس کی نسبت یوں فرماتا ہے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۞ کہ اس نصیحت یا

نجات کے معاملہ میں بدبخت اور بڑا اشقی وہ ہے جس کے اعمال خراب ہوں لیکن اعتقاد درست ہو اور اشقی وہ ہے کہ جس کے اعتقادات بھی خراب ہوں پھر اگر یہ کسی رسم و عادت یا کسی کی تقلید سے ہیں تو یہ بھی سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے اور اگر حق سے انکار کرنے کی مشاقی کرتے کرتے اور ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کرتے کرتے ایک ملکہ راسخہ پیدا کرلیا ہے تو یہ لاعلاج ہے اسی کے حق میں آیا ہے وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اس جگہ اشقی سے یہی مراد ہے۔ اس کا انجام بیان فرماتا ہے الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ کہ وہ بڑی آگ میں پڑے گا اور دنیا کی صغری اور وہاں کی آگ کبریٰ ہے یعنی سخت سوزش والی اور پھر جہنم میں طبقات ہیں ایک سے ایک بڑا پس جو یہاں اشقی یعنی بڑا اشقی ہے اس کے لیے وہاں کی آگ بھی بڑی ہے یہی شقاوت آگ بن جائے گی العیاذ باللہ۔

پھر یہاں کے مصائب ناقابل برداشت سے موت رستگاری کر دیتی ہے اسی لیے سخت مصائب میں لوگ موت کی آرزو کیا کرتے ہیں اور بعض خودکشی بھی کر لیتے ہیں مگر وہاں موت بھی نہیں ہوگی جیسا کہ خبر دیتا ہے ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا کہ پھر اس آگ میں موت بھی اس کو نہ آئے گی اور یہ اس لیے کہ اس عالم میں روح کے احکام بدن پر غالب ہوں گے ہاں ایک چمڑی جل جانے کے بعد دوسری چمڑی تیار ہو جائے گی کما قال بدلنا جلودًا . . . الآیہ۔

وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ اور نہ زندگی اچھی طرح سے ہوگی اس لیے کہ ہر وقت موت سے زیادہ تلخ چکھنی ہوگی اور ایسی بری زندگی کو عرف میں زندگی ہی نہیں کہتے۔

پاکیزگی کی اہمیت و حقیقت:...... پہلے فرمایا تھا کہ ڈرنے والے اس نصیحت سے جلد سمجھ جائیں گے اب اس سمجھنے کی تشریح اور اس کا نتیجہ بیان فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ کہ تحقیق فلاح پائی اس نے کہ جو پاک بن گیا۔

پاکی عام ہے اول جسم کی پاکی نجاسات ظاہرہ گوموت وغیرہ سے اور نیز ناپاکی کپڑوں سے عام ہے کہ وہ حقیقۃً ناپاک ہوں کہ ان پر نجاستیں لگی ہوں یا حکماً کہ مال حرام یا مشتبہ سے بنائے گئے ہوں یا نامشروع ہوں جیسا کہ مرد کے لیے ریشم اور زری گوٹا یا نیچا دامن اور فساق و بدکاروں کی وضع و تراش ہو نیز جسم کو حکمی نجاستوں سے بھی پاک کیا ہو جنابت یا حدث اصغر سے غسل اور وضو کے ساتھ اس لیے کہ جسم کی پاکی کو روح کی پاکیزگی میں بڑا دخل ہے۔

اس کے بعد روح کی پاکیزگی ہے اور یہی مقصد اصلی بھی ہے اور وہ روحانی نجاستیں کیا ہیں اول کفر و شرک اور دیگر عقائد باطلہ مثلاً حق سبحانہ کی ذات یا کسی صفات کا انکار یا انبیاء علیہم السلام اور ان کے ارشادات اور کتب سماویہ اور عالم آخرت کا انکار یا ان میں کوئی خیال باطل جیسا کہ گمراہ فرقوں کو ہوتا ہے ان سب سے تزکیہ ایمان لانا اور عقائد حقہ کا دل پر نقش کرنا ہے اور یہ روحانی پاکی ہے پھر افعال زشت اور اخلاق بد سے پاکی حاصل کرنا زنا، چوری، جھوٹ بولنا، دغابازی، کینہ، حسد، طمع بے جا، حب، شہوات فاسدہ سے پاک کرنا ہے جس کے لیے توبہ، استغفار و ندامت اور آنکھوں کے آنسو بڑا عمدہ صابن ہیں نہ کسی حوض کا پانی جیسا کہ عیسائی سمجھتے ہیں اور نہ کسی دریا میں نہانا جیسا کہ ہنود خیال کرتے ہیں ● اور اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے عام ہے کہ حقوق اللہ ہوں جیسا کہ اس کے فرائض و واجبات جن میں زکوٰۃ اموال و صدقات بھی شامل ہیں یا حقوق العباد ہوں۔

مگر ان سب باتوں سے صرف ناپاکی دور ہوتی ہے ابھی تک کوئی نیا رنگ نہیں پیدا ہوتا اس لیے نئے رنگ پیدا کرنے کے لیے ان جملوں میں ارشاد فرماتا ہے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ کہ اپنے رب کا نام لے عام ہے کہ ذکر قلبی ہو یا ذکر لسانی ہو سر ہو جہر ہو بشرطیکہ شرعی اور مسنون

● ...... عیسائی بپتسمہ یعنی حوض میں غوطہ لگانے چھڑکا دینے کو روحانی پاکی خیال کرتے ہیں اسی طرح عامہ ہنود گنگا جمنا دریاؤں میں نہانا پاکی سمجھتے ہیں ۱۲ منہ۔

طریقوں سے ہو ذکر الٰہی سے روح پر ایک ایسی نورانیت پیدا ہوتی ہے جو اور کسی کام سے نہیں ہوتی اسی لیے ایک جگہ فرمایا وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اب اس کے بعد ترقی ہوتی ہے فَصَلّٰى کہ پھر نماز پڑھی اس لیے کہ نماز میں روح اور جسم دونوں ذکر و فکر و مراقبہ میں ہوتے ہیں۔

بعض عرفاء (صوفیہ) نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں تمام منازل سلوک کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ تزکّی میں توبہ اور معاصی سے تصفیہ آ گیا جو اول منزل ہے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى میں ذکر قلبی ولسانی وروحی و سرّی آ گیا اور فَصَلّٰى میں مرتبہ مشاہدہ تک پہنچنا آ گیا اور اسی لیے نماز کو معراج المؤمنین کہتے ہیں۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ تزکّی میں طہارت کی طرف اور وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ میں تکبیر تحریمہ کی طرف اور فَصَلّٰى میں ادا نماز کی طرف اشارہ ہے اسی لیے امام اعظم ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کی جگہ الرحمن اعظم یا لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ بھی کہہ سکتے ہیں نماز ہو جائے گی اس لیے کہ نماز شروع کرنے کی کوئی خصوصیت نہیں نیز فَصَلّٰى سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تکبیر یا ذکر جو افتتاح نماز کے وقت ہو نماز میں داخل نہیں۔

اَفْلَحَ کے لفظ میں تعمیم ہے دنیا کی فلاح اور آخرت کی فلاح سب آ گئی جنت اور دیدار الٰہی سب کو شامل ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ:......بلکہ تم تو دنیا کی زندگی پسند کر رہے ہو ﴿۱۶﴾ حالانکہ آخرت کا گھر بہتر اور سدا رہنے والا ہے ﴿۱۷﴾ بے شک یہی بات تو اگلے صحیفوں میں بھی ہے ﴿۱۸﴾ ابراہیم موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ﴿۱۹﴾۔

ترکیب:......بل اضراب عن کلام مقدر یدل علیه السیاق ای انتم لا تفعلون ذلک بل تؤثرون اللذات الفانية العاجلة الحاصلة فی الدنیا علی الدار الأخرة و نعمائها الباقية۔ و الأخرة مبتدأ۔ خیر و ابقی خیر و الجملة حال من فاعل تؤثرون صحف ابراهیم... الخ بدل من الصحف الاولی۔

تفسیر:......کفار دنیا پرست کہتے تھے کہ ہم کو تزکیہ اور ذکر اور نماز میں کوئی فلاح نہیں معلوم ہوتی کیا ہم عقل وادراک نہیں رکھتے۔

لذاتِ فانیہ کو لذاتِ باقیہ پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں:......اس کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے یا یوں کہو کہ وہ بھی تزکیہ کے مدعی تھے ان کے جواب میں بَلْ بلکہ تم تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ دنیا کی چند روزہ زندگانی اور اس کی لذات فانیہ کو آخرت اور اس کی لذات باقیہ پر فوقیت دیتے ہو حالانکہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ وہ جہاں دنیا سے کہیں بہتر ہے اس لیے کہ دنیا کے گھر میں کون سی لذت ہے جس کے اول بھی تلخی نہ ہو اور آخر بھی تلخی نہ ہو کون سی شادمانی ہے جس میں غم کا کانٹا نہ لگا ہو اگر دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور دولت مندوں سے پوچھے گا کہ تمہیں پوری مرادیں مل گئیں اب تو کوئی ارمان اور ہوس باقی نہیں تو فوراً کہہ دیں گے ابھی بہت کچھ ارمان دل میں ہیں جو ابھی نہیں نکلے پھر یہ کیسا کانٹا ہے جو ہر وقت کھٹکتا رہتا ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ کوئی رنج و غم تو نہیں تو جھٹ بول اٹھیں گے کہ ہزاروں۔ کوئی کہے گا میری محبوبہ مر گئی مجھے اس کی جدائی نے بے چین کر دیا ہے کوئی کہے گا مجھے فلاں مرض نے مجبور کر رکھا ہے اور اگر ان سب باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر بقا نہیں چند روزہ عیش و کامرانی کے بعد فنا ہے اور فنا بھی ایسی کہ گویا کبھی آئے ہی نہیں تھے برخلاف آخرت کے کہ وہاں

کے عیش بے خار ہیں اور اس پر باقی ہیں فنا ہی نہیں۔

چونکہ یہ مضمون کہ آخرت کو دنیا پر فوقیت ہے (اس لیے دل کو اس فانی اور کم تر چیز پر باقی اور بہتر کے مقابلہ میں نہ لگانا چاہیے) اکثر طبائع بنی آدم کے مخالف تھا کیوں کہ ان کی جبلت میں دنیا کی محبت اور آخرت سے نفرت اور غفلت ہے اس لیے اس مطلب کے اثبات کے لیے پہلی کتابوں سے سند لائی گئی کہ جو اکثر طوائف عالم کے نزدیک بالخصوص عرب کے نزدیک مسلم الثبوت ہیں۔

دیگر صحف انبیاء علیہم السلام:......فقال اِنَّ هٰذَا کہ تحقیق یہ مضمون قَدْ اَفْلَحَ سے لے کر اخیر تک لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ⑱ پہلی کتابوں میں ہے ہرگز منسوخ نہیں ہوا نہ ہوگا بالخصوص صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ⑲ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی ہے۔ حضرت ابراہیم پر بھی خدا پاک نے متعدد صحیفے نازل کیے تھے۔ صحیفہ یعنی چھوٹی سی کتاب اب صحیح تعداد تو معلوم نہیں کہ کتنے تھے اور نہ ان میں سے اب کوئی صحیفہ کسی کے پاس باقی ہے اور موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے علاوہ اور صحیفے نازل ہوئے تھے ان میں بھی یہ مضمون موجود تھا۔

آيَاتُهَا ٢٦ (٨٨) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٨) رُكُوْعَاتُهَا ١

سورۃ الغاشیہ مکیہ ہے اس میں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳
تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷

ترجمہ:.....بھلا آپ کو چھا جانے والی چیز (قیامت) کا حال بھی معلوم ہوا ۞ اس دن بہت سے منہ تو ذلیل ۞ مشقت کش ہارے ہوئے ہوں گے ۞ دہکتی آگ میں گرے پڑے ہوں گے ۞ ان کو کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا ۞ ان کو کھانا نہ ملے گا مگر اونٹ کٹارا ۞ جو نہ موٹا کرتا ہے اور نہ بھوک میں کام آتا ہے ۞۔

ترکیب:.....هل بمعنى قد و به قال قطرب و قيل استفهامية۔ الغاشية القيامة و سميت بها لانها تغشى الخلائق باهوالها و قال سعيد بن جبير و محمد بن كعب الغاشية النار تغشى وجوه الكفار و عن ابن عباس انها من اسماء القيامة و عنه انها الساعة۔ وجوه... الخ الجملة مستانفة وجوه مرفوع على الابتداء و ان كان نكرة لوقوعه فى مقام الفصيل۔ خاشعة خبره يومئذ ظرف للخبر۔ عاملة وصف له او كذا۔ ناصبة تصلى قرء الجمهور بفتح التاء مبنيا للفاعل و قرء بضمها مبنيا للمفعول و الضمير راجع الى الوجوه و المراد اصحابها و هى خبر أخر للمبتدا و كذا تسقٰى۔ ليس لهم الجملة مستانفة لبيان حال اهل النار الا من ضريع يجوز ان يكون فى موضع نصب على اصل الباب و ان يكون رفعا على البدل۔

تفسیر:.....یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس میں چھبیس آیات ہیں غاشیہ ڈھانکنے والی چیز کو کہتے ہیں اور بے ہوش کر دینے والی کو بھی اور یہ قیامت کا اسی سبب سے نام ہے کہ اس کی دہشت لوگوں کو ڈھانک لے گی اور بے ہوش کر ڈالے گی، یہ لفظ اس سورت میں ابتداء میں آیا اس لیے اس کا نام غاشیہ ہوا۔

ماقبل سورۃ سے مناسبت:.....اس سورت کی پہلی سورت سے بہت سے مضامین میں ہے از اں جملہ اس مضمون میں کہ سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى میں اخیر مضمون یہ تھا کہ نجات سے الگ رہنے والا بڑی آگ میں ڈالا جائے گا کہ جہاں نہ اس کو موت آئے گی نہ پوری زندگی ہوگی اور جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اس نے فلاح پائی اب اس سورت میں دونوں باتوں کا وقت بیان فرماتا ہے اور نیز ان دونوں گروہوں کے حالات کی پوری تشریح بھی ہے تاکہ نار کبریٰ سے لوگ ڈریں اور آخرت جو بہتر اور باقی ہے اس کی نعمتوں کا حال سن کر مشتاق ہوں اور لذائذ دنیا اور اس کی چند روزہ زرق برق کو حقیر جانیں اور اس پر دل نہ لگائیں۔

وہاں دو گروہ ہوں گے ایک بدلوگوں کا کہ جو اس دنیا کی محبت میں آخرت کو برباد کر بیٹھے تھے۔ دوسرا نیک لوگوں کا جنہوں نے اس چند روزہ زندگی میں آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کو غنیمت جانا اور بڑی کوشش کی۔

اس لیے پہلے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے اور شروع قیامت کے حال سے کرتا ہے فقال هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ کہ کیا تجھے غاشیہ یعنی قیامت کی بات معلوم ہوئی؟ ضرور ہوئی بعض علماء نے یوں معنی بیان کیے ہیں بے شک تجھ کو اے پیغمبر یا اے سامع قیامت کا حال معلوم ہو گیا ہے۔

غاشیہ کی تفسیر:......غاشیۃ سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک قیامت ہے اور اس کا یہ نام اس لیے ہوا کہ جو چیز ہر طرف سے ڈھانک لیتی ہے اس کو غاش کہتے ہیں اور یہ بات قیامت میں پائی جاتی ہے۔

① ...... یوں کہ وہ لوگوں پر دفعۃً آجائے گی اور ایسے آنے والے کو غاش یا غاشیہ کہتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔

② ...... یہ کہ سب لوگوں کو ڈھانک لے گی ہوش و حواس کو بھی اور مجرموں کے بدنوں کو بھی چاروں طرف سے اس روز عذاب ڈھانک لے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اور نیز ایمان داروں کی لغزشوں کو بھی بسبب مغفرت الٰہی کے اور کفار کے نامقبول اعمال کو بسبب عتاب کے۔

اور اس طرز سے سوال کرنے میں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ اس طرف سامع کی پوری توجہ دلانا اور آئندہ کلام کو حضور دل سے سنوانا مقصود ہے۔

اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ کہ بہت سے منہ اس روز ذلیل و خوار ہوں گے ان کے چہروں پر ذلت نمایاں ہو گی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں خدا کے آگے سر کو نہیں جھکاتے تھے کبر و گردن کشی کرتے تھے اور وہ بھی ہیں کہ جو تن پروری کرتے تھے اور وہ بھی ہیں جو دنیا میں عبادت اور دینی کاموں میں سستی کرتے اور عیش و آرام طلبی کی عادت بنا رکھی تھی لوگ رمضان کے روزہ سے لب خشک تھے بھوک پیاس کے آثار نمایاں تھے۔ یہ تھے کہ خوب مجلسوں میں بیٹھ کر نعمتیں اڑاتے اور روزہ داروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے یا جہاد میں جانے سے پہلو تہی کرتے تھے یا دینی کاموں سے دل چرا کر گھروں میں بے فکر بیٹھ کر عیش کرتے تھے۔

ان کے منہ اس روز عَامِلَةٌ عمل کی مشقت میں پڑے ہوں گے کسی کو جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا کما قال سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ کوئی میدان قیامت میں دوڑا دوڑا پھرے گا کہ ہے آج کوئی جو میری دست گیری کرے اور مجھ کو اس بلا سے رستگاری دلائے، کسی کو ملائکہ زنجیریں اور ہتھکڑیاں ڈالے جہنم میں گھسیٹتے لیے جاتے ہوں گے اور سر پر ہزاروں جوتیاں پڑی جاتی ہوں گی، کسی کو وہاں جہنم میں کوئی اور سخت کام تفویض ہو گا جیسا کہ دنیا میں قیدیوں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے اور ان اعمال شاقہ کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے کما قال نَّاصِبَةٌ کہ تکان ان کے چہروں پر نمایاں ہو گی اگر دنیا میں کسی کی یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجائے مگر وہاں کون رحم کرے۔

بدلوگوں کا انجام بد:......اب اس کے بعد ان کے اور حالات بیان فرماتا ہے فقال تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ کہ وہ دہکتی ہوئی آگ میں گریں گے یہ ان کی وہی شہوت کی اور حماقت کفر کی اور حب جاہ و مال کی آگ ہے یہ تو مکان ملے گا اب پینے کی سنیے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ کہ دنیا میں ٹھنڈے پانیوں اور لذیذ شربتوں اور برف آمیز مشروبوں کے بدلے ان کو کھولتے پانی کے چشمہ سے پلایا جائے گا وہ بھی جب کہ مدتوں منت کریں گے اور وہ انتڑیوں میں سے پیتے ہی نکل پڑے گا پیتے وقت منہ جھلس جائے گا۔

اب کھانے کا حال سنیے لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ کہ سرے سے ان کو کھانا ہی نہ ملے گا بھوکوں مریں گے یہ حرام اور جائز نعمتیں کھانے کا بدلہ ہے جو کھا کرا کڑتے اور بدکاری کرتے تھے اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۶ اور جو ملا بھی تو کٹارا جو لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ۷ نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے۔

ضریع کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں کہ یہ خار دار چیز ہے جس کو اونٹ کھاتے ہیں اور خشک ہو جانے پر زہر ہے (جھوانسا)۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ زقوم کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ ضراعہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ذلت وخواری کے یعنی وہ ذلیل وخوار کھانا جو نہایت مکروہ اور قابل نفرت ہے جس سے فریاد کریں گے واللہ اعلم بمرادہ۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا
لَاغِيَةً ۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۱۳ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۱۴
وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۱۶

ترجمہ:......اس دن بہت سے منہ تر و تازہ ۸ اور اپنی کوشش (کمائی) سے خوش ہوں گے ۹ اونچے باغوں میں رہیں گے ۱۰ جہاں کوئی بیہودہ بات بھی سننے میں نہ آئے گی ۱۱ وہاں بہتا ہوا چشمہ ہوگا ۱۲ ان باغوں میں اونچے اونچے تخت ۱۳ اور آب خورے چنے ہوئے ۱۴ اور گاؤ تکیے قطار سے لگے ہوئے ۱۵ اور قالین بچھے ہوئے ہوں گے ۱۶۔

ترکیب:......وجوہ مبتدا۔ ناعمة خبرہ۔ یومئذ ظرف للخبر۔ لسعیھا واللام تتعلق براضیة وھی خبر بعد خبر و کذا فی جنة عالیة لاتسمع قرء الجمھور بفتح الفوقیة و نصب لاغیة و قرئ بصیغة المجھول و رفع لاغیة۔ و لاغیة اما صفة موصوف محذوف ای کلمة لاغیة او مصدر ای لا تسمع انت یا ایھا المخاطب فی الجنة ای اذا و باطلا ھذہ الجملة و کذا ما بعدھا صفة۔ جنة و اکواب جمع کوب و انه قدح الذی لاعروۃ له ولا خرطوم۔ نمارق جمع نمرقة بضم النون و بکسرھا عند الفراء و ھی سادۃ صغیرۃ (تکیہ)۔ زرابی جمع زربی و زربیة فی القاموس الزرابی و البسط و کل مایبسط و یتکأ علیھا الواحد زربی بالکسر و بالضم۔

تفسیر:......اب دوسرے فریق کا حال بیان فرماتا ہے یعنی نیک لوگوں کا۔

نیک لوگوں کے لئے انعامات:......فقال وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۸ کہ بہت سے منہ اس روز شاداں اور خوش اور تر و تازہ ہوں گے ان پر وہاں کے ہول اور سختی کا کوئی اثر نہ ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں روزہ کی بھوک پیاس اور راہ حق میں کوشش اور جہاد کے واسطے تکالیف شاقہ اٹھا کر اور نیز راتوں کو عبادت کر کے پژمردہ ہو گئے تھے اور اللہ کی راہ میں فقر و فاقہ نے ان کے چہروں کو بے رونق کر دیا تھا اس لئے فرماتا ہے لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۹ اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش و خرم ہوں گے کہ ہماری کوششوں کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور کفار بد مذہبوں کے موافق وہ رائیگاں نہ گئیں۔

---

*......وما احسن قول بعض الصوفیة العین الجاریة لمن عینه فی خشیة اللہ جاریة ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ ۱۲ (شہاب)

*......النمرق والنمرقة وسادۃ صغیرۃ و النمرقة بالکسر لغة و ربما سموا الطنفسة التی فوق الرحل نمرقة ۱۲ (مختار الصحاح)

اور دہ نیک ثمرہ یہ ہے کہ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ⑩ کہ بلند باغوں میں ہوں گے جہاں حوادث دہر کے ہاتھ کو رسائی نہ ہوگی اور نیز بلندی پر جو باغ ہوتا ہے نہایت خوش فضا ہوتا ہے یا یہ معنی کہ بلند مرتبہ باغوں میں ہوں گے یعنی وہ دنیا کے باغوں جیسے نہیں جن پر خزاں کو دسترس ہو بلکہ جن کے آگے دنیا کے شاہانہ باغ ہیچ ہیں، جہاں تک عقل و وہم انسانی نعمتیں تجویز کرے ان سے بڑھ کر ان میں ہیں۔

ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَۃً⑪ کہ اے مخاطب تو اس میں کوئی لغو اور رنج دہ بات نہ سنے گا نہ کوئی کسی کو برا بھلا کہے گا نہ کوئی خوف و اندیشہ کی بات کہے گا نہ کسی کے مرنے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہو جائے نہ اپنی جوانی اور اس باغ و بہار کے فنا کی بات سننے میں آئے گی الغرض کوئی رنج دہ بات کان میں نہ پڑے گی بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتیں سننے میں آئیں گی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ⑫ کہ ان باغوں میں چشمے جاری ہوں گے ان کے پانیوں کی خوش آئند روانی اور ان سے باغوں کی تر و تازگی لطف دوبالا کر دے گی دوزخیوں کو تو گرم چشمہ کا پانی پینے کو ملتا تھا یہاں نہر تسنیم بے حساب ہے ان کے ان اعمال جاریہ اور خدا کے خوف و محبت سے روتی آنکھوں کا مظہر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ⑬ ان باغوں میں بلند مرتبہ یا بلند تخت شاہانہ ہوں گے جن پر بیٹھ کر نظارہ کریں گے اور اس سلطنت کے بادشاہ ہوں گے ہر جنتی اس جہاں میں ملک باقی کا بادشاہ ہوگا۔

چوتھی بات یہ کہ وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَۃٌ⑭ وہاں کوزے اور پیالے نعمتوں سے بھرے ہوئے اور نہایت خوش رنگ اور بیش بہا قرینہ سے چنے ہوں گے تاکہ جس چیز کی طرف رغبت ہو آسانی سے لی جائے۔

پانچویں یہ کہ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ⑮ کہ برابر برابر حریری اور پرزر اور نہایت پرتکلف تکیے اور جواہر ٹکی ہوئی مسندیں ہوں گی بچھی ہوئی کہ جن کے رنگوں اور تکلف کو دنیا کی آنکھ نے دیکھا بھی نہیں یہ تکیے اور مسندیں تو تختوں پر ہوں گی اور مکانوں میں یہ ہوگا وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ⑯ کہ نہایت بے بہا قالین بچھے ہوں گے ہر کمرہ میں ایک نئی تیاری ہے۔

اہلِ سعادت کے مکانات:......اور مکانات کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں کیوں کہ وہ جواہرات کے ہوں گے اور وہ جواہرات دنیا کے جواہرات سے بدرجہا فائق ہوں گے اور جب مکانوں اور وہاں کے سامانوں کی یہ کیفیت ہے تو ان مکانوں میں ان کے دل بہلانے اور آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے وہ وہ حسین عورتیں ہوں گی کہ جن کے حسن اور خوبی اور ان کی نوخیز جوانی اور ان کے ناز و ادا اور ان کے لباس اور زیورات کی تصویر وہم و ادراک سے بھی نہیں کھنچ سکتی۔

یہ سب چیزیں روحانی ملکات کے مظاہر ہیں کور باطن ان باتوں کو ایک تشبیہ اور دل لبھانے والا استعارہ سمجھتا ہے اور اس کی کوتاہ عقل درحقیقت ایسی چیزوں کے وجود کو اس قادر مطلق کی قدرت کے احاطہ سے باہر جانتی ہے یہ سب باتیں برحق ہیں عالم ناسوتی کا حجاب ان کے دیکھنے میں حائل ہے جن پر یہ پردہ ظلماتی موت نے اٹھا دیا تب یہ سب چیزیں نظر آنے لگیں گی اور جو اہل صفا ہیں اور ان کی روح میں کمال نورانیت پیدا ہو گئی ہے تو اس عالم میں بھی یہ چیزیں دکھائی دے جاتی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کی آنکھوں میں نہ یہاں کے حسینوں کی قدر و منزلت باقی رہتی ہے نہ وہ دنیا کے عیش و نشاط کو خاطر میں لاتے ہیں اور اسی لیے وہ ہر دم اس عالم کے مشتاق رہا کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو قید خانہ کی زندگی سے بدتر سمجھتے ہیں ہاں خسیس طبع بچوں کی طرح اس کھیل اور تماشہ پر ایسے گرویدہ ہوتے ہیں کہ پھر اور نیک و بد کی تمیز ہی نہیں رہتی کیا خوب فرمایا ہے عارف جامی نے:

دلا تاکے دریں کاخِ مجازی ☆ کنی مانندِ طفلاں خاک بازی

بیفشاں بال و پرواز میزش خاک ☆ پرتا کنگر ایوانِ افلاک

قرآن مجید دنیا کے غافلوں کو اس ملک جاودانی کی ہدایت کرتا ہے مگر نفس قوائے ملکیہ اور قوائے بہیمیہ میں کہ اس کو اکنے نہیں دیتے عجب کش مکش میں پڑا ہوا ہے مگر جس کو جاذبہ الٰہی چاہتا ہے ادھر کھینچ لے جاتا ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:......پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں ﴿۱۷﴾ اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسا بلند کیا گیا ہے ﴿۱۸﴾ اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کیوں کر کھڑے کیے گئے ہیں ﴿۱۹﴾ اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے ﴿۲۰﴾۔

ترکیب:...... افلا ينظرون الاستفهام للتوبيخ و الفاء للعطف على مقدر و الجملة مستانفة مسوقة لاثبات البعث و لاظهار القدرة على الاعادة و قيل الجملة في محل جر على انه بدل اشتمال من الابل و عن الاصمعي انه قال من قرء خلقت بالتخفيف عنى به البعير و من قرء بالتشديد عنى به السحاب اى بالابل و قال المبرد و المراد من الابل ههنا القطعة العظيمة من السحاب و الابل اسم جمع لا واحد له من لفظه و انما واحده البعير و الناقة و الجمل... الخ۔ و السطح بسط الشیء قرء الجمهور مبنيا للمفعول مخففا و قرء الحسن مشددا و قرء علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ و غيره في المواضع كلها مبنيا للفاعل و ضم التاء فيها على انها صيغة الواحد المتكلم۔

تفسیر:......دوزخ کے عذاب اور جنت کے نعماء سن کر قریش مکہ تعجب کرتے تھے خصوصاً جنت کی نعمتوں پر کہ اس قدر عیش و آرام کے سامان کہ جو دنیا میں بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں اس افراط سے کیوں کر پیدا ہو جائیں گے؟ اور دنیا میں تو ایسی چیزیں کیا بلکہ روزمرہ کھانے پینے کی چیزیں بھی بمشکل میسر آتی ہیں اور عرب پر کیا موقوف ہے ہر طبقہ کے انسان کا (بشرطیکہ نور باطن سے اس کی عقل بہرہ یاب نہ ہو اس بذل وجود اور ان چیزوں کے وجود پر) تعجب کرنا بعید نہیں اس لیے کہ اس تعجب کے دور کرنے کو دنیا کی چیزوں میں جو غریب و امیر کو میسر ہیں اور کیسی عظیم الشان ہیں نظر کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تخلیق اونٹ:......فقال اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ کہ پھر وہ کیوں اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے یا میں نے ان کو کیسا پیدا کیا؟

اونٹ کی خصوصیات و فوائد:......یہ اول نمونہ اس کی قدرت کاملہ و بذل وجود کا ہے کہ اہل عرب کے ہر وقت سامنے رہتا ہے اور جس پر ان کی معاش کا دارومدار ہے اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب و غریب ہے اس قدر اونچا مگر جب بٹھاؤ بیٹھ جائے اور جانوروں پر ان کو کھڑا کر کے سوار ہوتے اور بوجھ لادتے ہیں مگر اس کو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اس کے زور سے کھڑا ہو جاتا ہے یہ کسی جانور میں خوبی نہیں پھر جس قدر اطاعت کا اس میں مادہ ہے کسی میں نہیں۔ سینکڑوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کے جدھر چاہے لے جائے پھر بارکش ایسا کہ تمام گھر بار اس پر لادلو گویا خشکی میں رواں کشتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اشیاء لے جانے میں چھکڑا یا ریل گاڑی ہے پھر جلد چلنے اور اس پر آرام کے لیے سامان ساتھ لے جانے میں ڈاک گاڑی ہے کہ جس کے لیے نہ سڑک کی ضرورت

ہے نہ رستہ کا ہموار ہونا، سانڈنی (جو سواری کا اونٹ ہوتا ہے) دن میں سو کوس تک جا سکتی ہے اس پر جفاکش اتنا کہ کیسی دھوپ اور گرمی ہو کچھ بھی پروا نہیں کرتا پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ میں گزر کر لیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے نہیں ہوتے یہ کھا لیتا ہے کچھ ہری بھری گھاس اور دانہ اور مالیدہ کی حاجت نہیں اس پر کئی روز تک پانی نہ ملے تو کچھ بھی پروا نہیں، سواری کا یہ آرام اسی کے ساتھ دودھ میں یہ برکت کہ ایک گھر کے لئے کافی ہو اور پھر استسقاء وغیرہ امراض کے لیے اس کا دودھ دوا بھی ہے اس کی پشم بھی کام آتی ہے کیسے کیسے نفیس کپڑے بنے جاتے ہیں خصوصاً عرب کے لباس کمبل اور جے جو برسوں میلے نہیں ہوتے اور مدتوں چلتے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں اسی کی پشم سے بنتے ہیں، اس پر اس کا گوشت بھی حلال گھر بھر کیا محلے کو کافی ہو سکتا ہے اس پر اس کی نسل میں برکت سستا مل سکتا ہے اور عرب میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور خشک گرم اور ریگستانی ملکوں کی معاش تو اسی پر موقوف ہے یہ باتیں کسی جانور میں نہیں۔ ہاتھی قد و قامت میں اتنا بڑا جانور ہے نہ اس میں یہ فوائد ہیں نہ وہ ہر ایک کو مل سکتا ہے نہ تھوڑے سے پتوں پر گزر کر سکتا ہے پھر اس کی قدرت کاملہ کو دیکھو اور اس پر اس کے احسان عام کو غور کرو، پھر اگر اس عالم میں وہ بندوں کے آرام کے لیے ایسے ایسے سامان پیدا کر کے یہ احسان کرے تو کیا تعجب کی بات ہے وہاں کے بہت بلند تخت اونٹوں کی طرح اونچے اونچے ہو جائیں تو کیا بڑی بات ہے۔

دوسرا نمونہ، آسمان کی بلندی:......وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ اور آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسا بلند کیا گیا (یا ہم نے اس کو کیسا بلند کر دیا) یہ دوسرا نمونہ ہے جس سے ہر ملک اور ہر قوم سمجھ سکتی ہے کہ اول تو اس قدر بلندی کہ جہاں طائر وہم بھی اڑ کر نہیں جا سکتا ہے کیسی قدرت کاملہ ہے پھر اس کی وسعت کہ جس کے سایہ میں ہر ایک نیک و بد بادشاہ و امیر ہے کیسی قدرت و انعام عام کی دلیل ہے پھر اس کے ستارے بھی قدرت کا نمونہ ہیں آفتاب کو دیکھو کہ کتنا بڑا جسم ہے کہ جو زمین سے لاکھوں حصے زیادہ ہے کس نے بنا دیا اور اس میں یہ نور اور نور میں یہ گرمی کس نے دی؟ جس سے تمام فائدہ اٹھا رہے ہیں اگر آفتاب نہ ہو تو زندگی وبال ہو جائے پھر یہ کیسا انعام عام ہے اس دنیا کے ظلمت کدہ کا چراغ ہے تو آفتاب ہے اگر یہ نہ ہو تو جنگلوں اور دریاؤں اور شہروں اور گاؤں کو کونسی شمع روشن کر سکتی ہے اور کس تنور کی گرمی پھل پھول اور پیداوار کو پکا سکتی ہے اور اگا سکتی ہے سرد موسم میں آفتاب کے لیے سب مشتاق رہا کرتے ہیں غریبوں کی انگیٹھی ہی تو آفتاب ہے پھر چاند کے فوائد اور اس کی جسامت اور اس کے روشنی میں غور کیا جائے تو عقل سلیم کبھی انکار نہ کرے کہ وہ قادر مطلق جواد کریم اس جہاں میں نیک بندوں کے لیے جیسے چاہے سامان پیدا کر سکتا ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بعض ستارے لاکھوں کوس دور ہونے کے سبب نظر بھی نہیں آتے حالانکہ وہ زمین سے بہت بڑے ہیں پھر جب زمین میں یہ کچھ سامان ہیں باغ و بہار بھی ہے جو جنت کا نمونہ ہے اور گرمی و سوزش اور تکالیف کے سامان بھی ہیں سانپ بچھو بھی ہیں جو جہنم کا نمونہ ہیں تو ان اجسام میں کیا کچھ نہ ہوگا پھر وہ ایک دو نہیں لاکھوں ہیں پھر اس پر اس کی قدرت و عظمت و انعام و اکرام کو خیال کر لو جو تمہارے تنگ فہم میں بخوبی آ سکے۔

تیسرا نمونہ، پہاڑوں کا گاڑ دیا جانا:......لو اب نیچے اتر کر اور اپنی اور اس کے عجائبات کو ہی غور کرو وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ اور پہاڑوں کو دیکھو کیسے کھڑے کر دیئے گئے اور کس طرح گاڑ دیے گئے ہیں (یا ہم نے ان کو کیسا کھڑا کر دیا ہے) یہ تیسرا نمونہ ہے پہاڑ بھی اس کی قدرت اور بذل و احسان کامل کا نمونہ ہیں اول تو باوجودیکہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہیں پھر زمین سے کس طرح ممتاز ہیں اول تو ان کی بلندی قابل حیرت ہے اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

حکماء و عقلاء نے عقل کے بڑے بڑے گھوڑے دوڑائے ہیں مگر اب تک کوئی تسکین بخش وجہ پیدا نہیں کر سکے کہ زمین کے اس ٹکڑے میں یہ

بلندی اور پھر یہ سختی اور پھر یہ رنگتیں کیوں کر پیدا ہو گئیں اس قدر کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کہ بدء خلقت میں جب قدرت نے زمین بنائی تو اوپر سے پانی برسنے شروع ہوئے ادھر ادھر کی زمین گھل کر بہہ گئی تو ٹیڑھے ترچھے یہ ٹیلے ویسے ہی بلند رہ گئے اور پھر آفتاب کی حرارت سے اب ٹیلوں میں حجریت آ گئی یعنی مٹی کا پتھر بن گیا اور جیسی زمین تھی اس رنگ کے سرخ سفید سیاہ پتھر بنے اور بارشوں اور چشموں کے پھوٹ پڑنے سے پہاڑوں میں گھاٹیاں ہو گئیں بعض کہتے ہیں یوں نہیں ہوا بلکہ پہلے تمام دنیا پر سمندر کا پانی محیط تھا یہ ٹکڑے جو اوپر ابھر آئے پانی کی موجوں نے ان میں نشان کر دیے اور پھر پانی درجہ بدرجہ اترتا گیا اور بہت سی زمین اور ملک کھلتے گئے یہ ٹکڑے سخت ہو گئے۔

بظاہر یہ باتیں تو ٹھیک ہیں تک تو ملا دی مگر اس پر سینکڑوں شبہات پیدا ہوتے ہیں آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس قادر مطلق نے ایسا کر دیا اور چلو اسباب بھی تلاش کرو مگر ان اسباب میں گفتگو ہوگی کہ وہ کیوں کر پیدا ہوئے؟ پھر آخر کار تو اس قادر مطلق کے ید قدرت تک سلسلہ تمام ہوگا۔

پہاڑوں کے فوائد:......اب پہاڑوں کے منافع میں غور کیجیے تو عقل حیران رہ جائے انہیں پہاڑوں میں سے یہ خوش گوار پانی نکلے گنگا، جمنا، نیل، فرات، جیحون، دجلہ وغیرہ اور پھر ان سے ملک شاداب ہوئے اور کیا کیا نعمتیں پیدا ہوئیں اور بھی سینکڑوں فوائد ہیں جن کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

چوتھا نمونہ، زمین کا بچھایا جانا:......وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۝ اور زمین کو دیکھو کہ کیسی بچھائی (یا ہم نے کس طرح بچھا دیا) یہ قدرت کا چوتھا نمونہ ہے اگر غور کیا جائے کہ زمین ایک کروی الشکل یعنی گول ہے تو گول چیز پر کوئی رہ نہیں سکتا ہے نہ کھیتی باڑی کر سکتا ہے مگر اس قادر مطلق اور حکیم متقن نے باوجود اس کے کروی ہونے کے اس کو ایسا بچھا دیا کہ سینکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا رواں ہیں لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں سینکڑوں کوس تک سڑکیں ہیں اور بے شمار باغات اور کھیت ہیں اور کیا کیا نفیس وسیع شہر آباد ہیں اور کیسی کیسی بلند عمارتیں ہیں کہ جن میں اس کی کرویت سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا اور یہاں تک وسعت دی ہے کہ بڑے بڑے ملکوں پر بادشاہ حکمرانی کر رہے ہیں یہاں تک کہ عقول عامہ کے نزدیک زمین گول ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک ہموار فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین کے رہنے والوں کو زندگی وبال اور محال ہو جاتی یہ کیسا انعام ہے جس سے ہر امیر فقیر برابر نفع اٹھا رہا ہے اور یہ اس کی کیسی قدرت اور کاری گری ہے کہ اس قدر اس کے محدّب کو وسعت عطا کی کہ کرویت یہ محسوس نہیں ہوتی۔

پھر کیا وہ قادر حکیم اور منعم اس عالم میں نیک بندوں کے لیے یہ نعمتیں نہیں پیدا کر سکتا ضرور پیدا کر سکتا ہے اور لطف یہ کہ ان چاروں نمونوں میں بہشت کی شان بھی نمایاں ہے اور دوزخ کی بھی۔

اونٹ کے منافع پر غور کیجیے تو شان بہشت نمایاں ہے جدھر چاہو لے چلو بٹھا لو کھڑا کر لو بوجھ لاد لو اور جو خود اونٹ کی مشقت اور بار کشی کو دیکھے تو جہنم کی تکالیف کا نمونہ ہے آخر وہ بھی تو ہماری طرح خدا کا بنایا ہوا ہے پھر بے چارہ کس مشقت میں ہے۔

اور سرسبز پہاڑوں میں جنت کی شان نمایاں ہے خشک اور گرم پہاڑوں میں خصوصاً ان میں کہ جہاں آتش فشانی ہوتی ہے یا آتشیں مادہ نکل کر بہتا ہے جہنم کا غصہ اور اس کی چنگاریاں نظر آ جاتی ہیں۔

آسمان کی فضا اور چاند سورج کی پر بہار روشنی اور اچھے موسم جنت کا نمونہ ہیں پھر اندھیری راتیں اور گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ ہیں۔

زمین کے شاداب ٹکڑے اور باغات جنت کا نمونہ ہیں اور خشک و گرم اور بدبودار اور عمیق گڑھے جہنم کا نمونہ ہیں۔

مگر یہ چیزیں روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ہر روز دیکھتے دیکھتے ایک معمولی بات ہو گئی مگر روشن دل ان میں پورے نمونوں

کا ملاحظہ کیا کرتا ہے اور یہی آثار قدرت ہیں جو بندوں کو خدائے پاک دکھاتا ہے اس لیے جنت کے بیان میں شہوت انگیز مضامین بیان نہیں ہوئے بلکہ ان کو سن کر عالم آخرت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور دنیا سے نفرت۔ اس لیے فرمایا:

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾
فَيُعَذِّبُهُ ٱللَّهُ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

ترجمہ:......سو (اے رسول) آپ سمجھاتے رہیں آپ کا کام تو سمجھانے کا ہے ﴿٢١﴾ تم ان پر کوتوال تو نہیں ہو ﴿٢٢﴾ لیکن جس نے منہ موڑ لیا اور منکر ہو گیا ﴿٢٣﴾ سو اس کو اللہ ہی بڑی سزا دے گا ﴿٢٤﴾ بے شک ان کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے ﴿٢٥﴾ پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے ﴿٢٦﴾۔

ترکیب:......فذکر الفاء لترتیب مابعدها علی ما قبلها۔ مصیطر بالصاد و السین قال فی الصحاح هو المسلط علی الشیء لیشرف علیه و یتعهد احواله۔ الا استثناء متصل من اعم المفاعیل و قیل منقطع۔ و العذاب الاکبر العذاب الشدید الدائم و هو عذاب جهنم و انما قال الاکبر لانهم عذبوا فی الدنیا بالعذاب الاصغر و هو الجوع و القتل و الاسر قرء قتادة و ابن عباس الا التی للتنبیه۔ ایاهم اسم ان۔ الینا خبرها و قس علیه حسابهم جمع الضمیر فی ایابهم و حسابهم باعتبار معنی من کما افراد الضمیر فی یعذبه باعتبار لفظها۔

تفسیر:......جب عالم آخرت کی طرف رغبت کرنے کے اسباب بیان ہو چکے اور اس چندروزہ زندگی کا انجام کار لوگ سن چکے ہیں اور نیک و بد کاموں کا انجام بھی معلوم کر چکے تو آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے:

وعظ و نصیحت کا حکم:......فَذَكِّرْ آپ نصیحت کیجیے وعظ و پند سے سمجھایئے اس لیے کہ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ آپ کا کام ہی سمجھانا ہے اس لیے آپ اس پر آشوب زمانے میں مبعوث کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں پھر جو کوئی ہٹ دھرم اور شقی ازلی نہ مانے تو اپنا سر کھائے اس لیے کہ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ آپ ان پر کوتوال یا داروغہ نہیں کہ زبردستی ان کو ایمان پر لائیں اور جو نہ مانے اس کا ذمہ آپ پر ہو۔

فائدہ: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات منسوخ ہیں آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ سے یعنی یہ حکم جب تھا کہ کفار کا غلبہ تھا اور اسلام غالب ہونے کے بعد اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اب بھی جو نہ مانے تو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں ہاں یہ بات ہے کہ وہ لوگ عرب سے نکال دیئے جائیں اور دیگر ممالک میں اگر رہنا چاہیں تو شاہ اسلام کی اطاعت میں ذمی [1] بن کر رہیں کچھ جبر نہیں کہ ان کو مسلمان بنایا جائے اور قتل کا حکم بوقت مقابلہ ہے۔

إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ بعض مفسرین نے اس کو مفعول عام سے مستثنیٰ کیا ہے فذکر کل واحد الا من تولی و کفر کہ سب کو نصیحت کر مگر اس کے لیے کچھ ضرور نہیں جو منہ موڑ جائے اور منکر ہو جائے اس لیے کہ اس ہٹ دھرم کو نصیحت کچھ فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ پہلے فرمایا تھا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾۔

[1] ذمی اس شخص کو کہتے ہیں جو مسلمان نہ ہو اور شاہ اسلام کی رعیت ہو کر رہے اس کی حفاظت کا شاہ اسلام پر اور اس پر شاہ اسلام کی اطاعت کا ذمہ ہے اس لیے ذمی کہتے ہیں اس سے ایک خاص ٹیکس حفاظتی لیا جاتا ہے جس کو جزیہ کہتے ہیں اس کے بعد یہ فوجی خدمت سے معاف کیا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ وقتادہ اِلَّا کو اِلَّا تنبیہ کا کلمہ قرار دیتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ خبردار جو منہ موڑے اور انکار کرے گا اس کو خدا سخت سزا دے گا۔ بعض نے اس کو عَلَيْهِمْ کی ضمیر سے استثناء کیا ہے کہ آپ ان پر داروغہ نہیں لیکن جو نہ مانے گا وہ سخت سزا پائے گا۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ آخر ان سب کو مر کر ہمارے پاس آنا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے ہم ضرور باز پرس کریں گے اور منہ موڑنے اور انکار کرنے والے کو سخت سزا دیں گے وہ کیا ہے جہنم کا ابدی عذاب اس کے مقابلہ میں سب سزائیں کم ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اٰیَاتُھَا ۳۰ (۸۹) سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃٌ (۱۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱

سورۃ الفجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۝۴ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ۝۵

ترجمہ:...... قسم ہے فجر کی ۝۱ اور دس راتوں کی ۝۲ اور جفت اور طاق کی ۝۳ اور رات کی جب کہ وہ ڈھلے ۝۴ کیا ان چیزوں کی قسم عقل مند کے لیے بس کرتی ہے؟ ۝۵

ترکیب:...... و الفجر الواو للقسم و الباقی معطوف علی الفجر و جواب القسم محذوف ای لتبعثن او نحوہ و قیل ان ربک لبالمرصاد و الشفع و الوتر بفتح الواو و کسرھما لغتان و معناھما الزوج و الفرد۔ اذا یسر اذا ظرف و العامل فیه محذوف ای اقسم بہ یسر قرء الجمهور بحذف الیاء وصلا و وقفا اتباعا لرسم المصحف و قرء نافع و ابو عمرو بحذفها فی الوقف و اثباتها فی الوصل و قرء ابن کثیر و یعقوب ابن محیص باثباتها فیهما قال الخلیل تسقط الیاء منهما موافقة لرؤس الأی و هو ماخوذ من السری و هو السیر لیلا یقال سریت اللیل و سریت به و اسناد السری الی اللیل قبل حقیقی لانا معناہ جاء او ادبر و قیل مجازی۔ هل فی ذٰلک القسم۔ قسم لذی حجر ای عقل و لب و اصل الحجر المنع یقال لمن ملک نفسه و منعها انه لذو حجر و منه سمی الحجر لامتناعه بصلابته و منه حجر الحاکم علی فلان ای منعه و الجملة استفهامیة لتقریر تعظیم ما اقسم اللہ تعالی به ذٰلک اشارة الی تلک الامور المذکورة بتأویل المذکور ای هل فی تلک الامور المذکورة التی اقسمت حقیق بان یتیقن به ذو عقل سلیم و فهم مستقیم۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی جمہور کا اس پر اتفاق ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما و عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس میں تیس آیات ہیں لفظ فجر اس کے شروع میں ہے اس لیے اس کو سورۂ فجر کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو لمبی قرأت پر تنبیہ فرمائی تو من جملہ اور سورتوں کے اس سورت کے پڑھنے کا بھی حکم دیا تھا۔ (رواہ النسائی)

واضح ہو کہ اس سورت میں بھی خدا تعالیٰ جزا و سزا کا پابند اور ایک ایسے دن کا آنا کہ جس میں انسان نے جو کچھ اس — کدہ میں کیا تھا اس کا مشاہدہ کرنا بدلائل ثابت فرماتا ہے اور یہی وجہ اس سورت کی پہلی سورت سے مناسبت کی ہے مگر ہر سورت میں ایک نیا دلکش اور پُراثر انداز ہے جو انسان کو شقاوت کے گڑھے سے نکال کر سعادت کی بلندی کی طرف لاتا ہے اور بعثت انبیاء علیہم السلام سے یہی مقصود اصلی بھی ہے اس لیے اس سورت کی ابتداء ایسی چیزوں کی قسم سے کی کہ ان میں سے ہر ایک غور کرنا اس مقصود کو ثابت کرتا ہے اور لطف کہ یہ شبہات کو بھی زائل کر دیتا ہے اس لیے فرماتا ہے۔

پانچ چیزوں کی قسم:..... وَالْفَجْرِ ۝ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۝ یہ کل پانچ چیزیں ہوئیں کہ جن کی قسم کھائی گئی۔

اول فجر: اگر فجر کے معنی صبح کے لیے جائیں جیسا کہ جمہور کا قول ہے تو یہ بھی قیامت کے برپا ہونے کا پورا نمونہ ہے، رات کو ایک سناٹا ہوتا ہے پرند چرند انسان حیوان پر نیند و آرام طاری ہوتا ہے جو ایک حالت موت سے پوری مشابہ ہے، نہ وہ شور و غل ہے، نہ ہاؤ ہو ہے نہ وہ آفتاب کی مشعل کی روشنی ہے، پھر صبح نمودار ہوتے ہی ہر ایک بیدار ہوتا ہے، پرند چرند چہکنے لگے، مسافروں نے چلنے کی تیاری کی کاروباری اپنے کاروبار کی طرف چلنے لگے، درباری اپنے دربار کی طرف دوڑنے لگے، الغرض ایک شور برپا ہو گیا یہ قیامت کا پورا نمونہ ہے کہ مرنے کے بعد خصوصاً جب کہ فنا کے صور سے ہر چیز نیست ہو جائے گی تو پھر صبح قیامت نمودار ہو کر لوگوں کو بیدار کر دے گی بادۂ غفلت کے مست کہیں گے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہ ہم کو نیند سے کس نے جگا دیا۔

صبح و فجر کی تفسیر:.....اس تقدیر پر فجر سے مراد کسی روز معین کی فجر نہیں بلکہ عام ہے جیسا کہ اور جگہ بھی آیا ہے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اور جو اس سے کسی خاص دن کی فجر مراد لی جائے تو بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ اور علماء فرماتے ہیں چنانچہ:

(۱).....قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر مراد ہے اس لیے کہ عرب کے نزدیک شروع سال محرم سے ہوتا ہے تب ان کے نزدیک اس فجر میں یہ خصوصیت ہوگی کہ گویا یہ تمام سال کا دیباچہ ہے اور برس بھر کے دنوں کا پیش خیمہ ہے جو ہر روز کے لحاظ سے پورا پورا قیامت کا نمونہ ہے اور سال بھر میں جو کچھ نیک و بد کام ہوتے ہیں ان کا دروازہ ہے۔

اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یوم النحر ❶ کی صبح مراد ہے کیونکہ یہ دن مناسک ملت ابراہیم کے ادا کرنے کا ہے جو تمام خدا پرستوں کے لئے ملت ابراہیمیہ کا شعار ہے اور اس دن دنیا بھر کے خدا پرستوں کا ایک متبرک مقام پر مجمع ہوتا ہے جو ہر ایک اپنے خدائے پاک پر جان فدا کرنے کو تیار ہے اور جان کے بدلے اپنی خاص رحمت سے جانوروں کی قربانی کی اجازت دے دی ہے یہ دن بڑا متبرک ہے اور اجتماع کے لحاظ سے حشر کا نمونہ ہے پھر اس کی صبح تو کیا ہی مبارک صبح ہے۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماہ ذی الحجہ کے پہلے روز کی صبح مراد ہے اس لیے کہ مناسک حج جو حشر کا نمونہ ہیں اور اس سے شروع ہوتے ہیں اور اسی لیے اس کے بعد وَلَیَالٍ عَشْرٍ کی قسم کھائی ہے جو اسی مہینے کی دس راتیں ہیں۔

بعض فرماتے ہیں عرفہ کی فجر مراد ہے اس لیے کہ آج تو تمام حجاج کا مجمع ہوتا ہے اعظم ارکان حج کے لیے۔

اب اگر فجر کے اور معنی لیے جائیں جیسا کہ دیگر علماء نے لیے ہیں تب بھی ہر ایک معنی کے لحاظ سے یہ حشر و نشر اور اس دن میں اس کے جلال و جمال کے اظہار کا پورا نمونہ ہے۔

چنانچہ بعض فرماتے ہیں کہ فجر سے مراد لغوی معنی کے لحاظ سے پھٹنا اور بہنا ہے جس سے چشموں کا بہنا اور پھوٹنا مراد ہے اور ان پر دنیا کی معاش کا مدار ہے اور یہ اس کے جمال یعنی اس روز کی خاص رحمت کا جو نیکیوں کے لیے رکھی گئی ہے پھوٹ پڑنے اور چشموں کی طرح بہنے کا پورا نمونہ ہے۔

بعض صوفیاء کرام فجر سے مبدء طلوع نور حق مراد لیتے ہیں جس کا اول مرتبہ تو روح کا بدن پر ظہور ہے جس کو انسان کی آفرینش یا تولد

---

❶ نحر قربانی کا دن ذی الحجہ کے مہینے کی دسویں تاریخ ۱۲ منہ۔

سے تعبیر کرنا چاہیے اور پھر ترقی کرتے کرتے اس کی تجلیات تک نوبت پہنچتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ہے مگر اب تک آفتاب ذات حق اس پر طلوع نہیں ہوا اب تیسرے مرتبہ میں جب آفتاب ذات حق جلوہ گر ہوتا ہے تو روز روشن ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی یہ مرتبہ حضرات انبیاء کرام ﷺ کو اور ان کے بعض مخصوص لوگوں کو حیات ہی میں حاصل ہو جاتا ہے مگر اور لوگوں کو مرنے کے بعد حشر کے دن حاصل ہوگا۔

اس میں آنحضرت ﷺ کے نور نبوت کی ابتداء کی طرف بھی اشارہ ہے اس لیے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی ہے تو اس وقت نبوت کی فجر تھی مکہ ہی میں اسلام تھا پھر آفتاب جلوہ گر ہوا اور دنیا کو منور کرتا گیا اس لیے اس سہانی حالت کی قسم کھاتا ہے۔

وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی تحقیق:.....دوسری چیز جس کی قسم کھائی وَلَيَالٍ عَشْرٍ جس کے معنی ہیں دس رات کے، یہ وہ دس راتیں کہ جن کی خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے بڑی متبرک راتیں ہیں جس میں بندہ کے لیے عالم بالا سے ایک خصوصیت خاصہ ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں کہ جن میں دور دراز کے خدا پرست ایک متبرک مقام پر جمع ہو کر عبادت و دعا میں مشغول ہوتے ہیں یہ ایام حج کی راتیں ہیں ان میں بھی حشر کا نمونہ ہے۔

دوسرا قول بعض مفسرین کا یہ ہے کہ اخیر رمضان کی دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر بھی واقع ہوتی ہے اور اسی لیے آنحضرت ﷺ ان راتوں میں نہایت شب بیداری کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی شریک کرتے تھے اور مسجد میں معتکف ہو کر بیٹھتے تھے دنیاوی کاروبار چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ بیع و شراء وغیرہ اگرچہ آپ ﷺ کے دنیاوی کام بھی بغرض تحفظ دین ہی ہوا کرتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ماہ محرم کی اول دس راتیں مراد ہیں اس لیے کہ دسویں تاریخ کے روزہ کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں اسی لیے رفع درجات کے لیے حضرت امام حسین ؓ کی مصیبت اور شہادت بھی انہیں ایام میں واقع ہوئی۔

چوتھا قول یہ ہے کہ تمام سال میں سے یہ دس متفرق راتیں ہیں جن میں سے پانچ راتیں تو اخیر رمضان کی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ جن میں لیلۃ القدر واقع ہوئی ہے اور ایک عید الفطر کی رات اور ایک عرفہ کی رات اور ایک یوم النحر کی رات اور ایک لیلۃ المعراج یعنی ستائیسویں رجب کی رات اور ایک شب برأت اور چونکہ یہ راتیں فی الجملہ مبہم ہیں جیسا کہ چار قولوں میں مختلف اقوال گزرے اور نیز ان کی تعظیم بھی مقصود تھی اس لیے نکرہ لائی گئیں تاکہ ہر احتمال کو گنجائش ہو سکے۔

بعض صوفیاء کرام دس راتوں سے حواسِ عشرہ پانچ باطنہ اور پانچ ظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان کو رات سے اس لیے تعبیر کیا گیا اور انوار حق و مجردات کے ادراک اور ان سے مشغول ہونے کے وقت یہ متکدر اور بے کار ہو جاتے ہیں اور شب کی طرح ان پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ جب نور الٰہی کی تجلی ہوتی ہے تو یہ جسمانی آلات معطل ہو جاتے ہیں مگر بندہ کے کسب کمالات کے لیے عمدہ اوزار ہیں اس لیے ان کی قسم کھائی گئی اور یہ تعطل ایک جسمانی عالم کا بطلان ہے جو قیامت اور صور فنا کو یاد دلاتا ہے۔

شفع اور وتر کے معنی:.....تیسری اور چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ ہے کہ قسم ہے شفع اور وتر کی شفع زوج جس کو جفت کہتے ہیں وتر طاق یا فرد۔

ان سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں مگر وہ سب دو قولوں سے باہر نہیں اس لیے کہ یا ان سے نفس عدد مراد ہوگا یا معدود۔

اول: قول جو حسن کا قول ہے یہ ہے کہ نفس عدد جفت و طاق کی قسم کھاتا ہے جس کی حساب کے لیے اور گنتی کے لیے لوگوں کو از بس ضرورت ہے اور دنیا کی عمر یا خود انسان و حیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے دس بیس پچاس سو ہزار لاکھ یا کچھ ہو آخر کوئی نہ کوئی

عدد ہوگا طاق ہو یا جفت اس میں دنیا و اہل دنیا کے حادث اور فانی ہونے کی طرف اشارہ ہے ان کی ابتداء یہی ہے پھر انتہاء بھی یہی ایک بات اگر عاقل غور کرے تو جلد قائل ہو جائے کہ آخر ایک روز یہاں سے جانا ہے اور جا کر کیے کا بدلہ پانا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ معدود مراد ہیں پھر اس میں بھی کئی اقوال ہیں۔

① ...... یہ کہ عام ہے سب کو شامل ہے رات دن کا جوڑا نیکی بدی کا شمس و قمر کا جن و انس کا کفر و ایمان کا سعادت و شقاوت کا مرد و عورت کا ذلت و عزت کا دولت و فقر کا آسمان و زمین کا بحر و بر کا تندرستی و بیماری کا موت و حیات کا جیسا کہ فرماتا ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ یہ مخلوق تو سب شفع ہے اور وتر یعنی فرد وہ سبحانہ ہے جو ان کا خالق ہے جس کا کوئی جوڑا نہیں یہ سفیان بن عیینہ و مجاہد و محمد بن سیرین و قتادہ وغیرہ کا قول ہے۔

② ...... یہ کہ مخلوق میں سے شفع اور وتر مراد ہے شفع یوم النحر ہے اور وتر یوم عرفہ پہلے دن میں قربانی ہوتی ہے اور دوسرے پر بہت سے احکام حج کا مدار ہے۔

③ ...... ربیع بن انس و ابو العالیہ کہتے ہیں صرف نماز مغرب مراد ہے اس کی پہلی دو رکعت شفع ہیں اور تیسری رکعت وتر ہے۔

④ ...... ضحاک و عطا کہتے ہیں شفع دس روز ذی الحجہ کے اور وتر اس کے بعد کے تین روز۔

⑤ ...... بعض کہتے ہیں آدم و حوا مراد ہیں اس لیے کہ آدم اکیلے تھے پھر حوا کے ملنے سے جوڑا ہو گیا۔

⑥ ...... مقاتل کہتے ہیں کہ شفع کل ایام ہیں رات دن سے اور وتر وہ اخیر دن ہے یعنی قیامت کا۔

⑦ ...... حسین بن فضل کہتے ہیں شفع جنت کے درجات ہیں کیونکہ وہ آٹھ ہیں اور وتر جہنم کے طبقات ہیں کیونکہ وہ سات ہیں۔

⑧ ...... شفع صفات خلق ہیں علم ہے تو جہل بھی ہے قدرت ہے تو عجز بھی ہے۔

⑨ ...... شفع انسان کے بعض اعضاء دو ہاتھ دو پاؤں اور وتر وہ جو ایک ہیں ناک، سر، قلب۔

⑩ ...... شفع سجدہ اور وتر رکوع ہے۔

اور بھی اقوال ہیں الفاظ قرآنیہ میں بڑی وسعت ہے سب کو حاوی ہیں مگر ان میں ٹھیک وہی ہیں جن کی طرف احادیث صحیحہ میں اشارہ ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے شفع اور وتر کے معنی پوچھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز مراد ہے بعض جفت ہیں دو دو یا چار چار رکعت بعض طاق یعنی تین رکعت لیکن اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے اور اسی لیے ترمذی نے کہہ دیا کہ یہ روایت غریب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و نسائی و حاکم نے روایت کی ہے کہ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۝ عید الاضحیٰ کی دس راتیں اور وتر عرفہ کا دن اور شفع نحر کا دن ہے مگر محققین محدثین کے نزدیک ان روایات میں کلام ہے۔

ڈھلتی ہوئی رات کی قسم: ...... پانچویں چیز کہ جس کی قسم کھائی وہ رات ہے فرماتا ہے وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ۝ کہ قسم ہے رات کی جب کہ ڈھلے یسری تھا فواصل آیات کے لحاظ سے محذوف ہو گئی اور کلام عرب میں ایسا بہت ہے اس کے معنی ہیں جب کہ جائے یعنی ڈھلے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ۝ مگر قتادہ و ابو العالیہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں جب کہ آئے اس میں کسی رات کی تخصیص نہیں ہر رات میں جب کہ ڈھلتی ہے رحمت الٰہی کا ظہور اور اس کی تجلی ہوتی ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف

اترتا ہے ❶ اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں دوں اور کون ہے جو دعا کرے میں قبول کروں اور ہے کوئی جو مجھ سے معافی مانگے میں معاف کروں۔

پچھلی رات کے اور بھی برکات و فضائل آئے ہیں اور اسی لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام و صالحین کا ہمیشہ پچھلی رات میں جاگنے اور عبادت کرنے کا دستور رہا ہے اور احادیث میں تاکید ہے۔ اور روز جزا پر جو شبہات ہوتے ہیں ان کا بھی ان پانچ چیزوں کی قسم کھانے میں جواب ہے۔

شبہ: منکرین قیامت اکثر یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ دنیا میں نیکی و بدی کی جزا و سزا دینے سے کون مانع ہے اگر خدا تعالیٰ ہے اور وہ بندوں کے نیک و بد اعمال پر بھی نظر رکھتا ہے اور وہ جزا و سزا پر قادر ہے تو پھر اسی جہاں میں کیوں بدلہ نہیں دیتا تاکہ جلدی قصہ طے ہو جائے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت کاملہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس بدلہ دینے میں قیامت کا انتظار کیا جائے اس لیے کہ انسان کی دو حالت ہیں ایک اس کی یہ زندگانی دوسری موت اور بعد کا زمانہ پہلی حالت سزا و جزا کے لیے کافی نہیں اس لئے دوسری حالت پر موقوف رکھا ہے کیوں کہ اس جہان میں انسان کی تمام عمر دار آخرت کے لیے سامان جمع کرنے کے واسطے مقرر ہے کہ اخیر تک تحصیل کمالات کرے اور نیز ہر ایک کے ساتھ بہت سے لوگوں کے حقوق و آسائش بھی متعلق ہیں اور نیز بعض ایسے بھی لوگ ہیں کہ جن ظلم و ستم ہوئے ہیں اور ظالم زندہ ہے مظلوم مر گئے اب اگر اس کو اسی جہاں میں سزا دی جائے تو:

اول: تو اسی کو کہنے کی جگہ باقی رہے کہ جلدی کیوں کی؟ میں آئندہ توبہ و استغفار و عبادت کرنے کو تیار تھا مافات کی تلافی کا وقت مجھے باقی تھا۔

دوم: اس کے سزا دینے سے اس کے متعلقین پر ایک مصیبت کا دروازہ کھلتا اس کے عیال و اطفال اور دیگر اہل حقوق اپنے حقوق سے محروم رہ جاتے۔

سوم: جن مظلوموں پر ظلم ہوا اگر ان کے بعد ظالموں کو سزا ہوتی تو انہیں کیا؟ وہ دیکھتے تو دل ٹھنڈا بھی ہوتا یا وہ اپنے حقوق کا اس سے مطالبہ کرتے۔

چوتھے: اس عالم میں جزا و سزا ہونے پر بندوں کی وہ آزمائش جو دنیا میں آزادانہ زندگی پر منحصر ہے باقی نہ رہتی۔ اس لیے اس کی سزا و جزا کے لیے یہ زندگانی کافی نہیں بلکہ ایک دوسرا جہاں ہے جہاں نہ یہ عذر باقی رہے گا کہ میرے لیے تلافی کا وقت باقی تھا نہ اس کی جزا و سزا اسے اس کے متعلقین کی آسائش میں کچھ فرق آئے گا نہ ان کے حقوق تلف ہوں گے اور جہاں مظلوم بھی موجود ہو گا اور ظالم بھی ہو گا آنکھوں سے دیکھ کر دل ٹھنڈا کرے گا پس اس جہاں کا انتظار کرنا چاہیے کیوں کہ دنیا میں بھی بہت سی باتیں فوراً ہی نہیں ہو جایا کرتیں انتظار ہی کرنا پڑتا ہے فجر کو دیکھو کہ اکثر لوگ اپنے کام اور ضرورتوں کے سرانجام کے لئے اس کا انتظار کیا کرتے ہیں بیمار و عشاق تو رات میں تڑپ تڑپ کر صبح کی آرزو کیا کرتے ہیں پرند اور چرند جب خالی پیٹ ہو جاتے ہیں تو صبح کے انتظار میں کلبلانے لگتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔

دس راتوں کی قسم:...... پھر وَلَيَالٍ عَشْرٍ دس راتوں کو دیکھو کہ ان کے انتظار میں برس گزر جاتا ہے خواہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہوں یا رمضان کی یا محرم کی یا سال بھر میں سے متفرق اور عدد جفت و طاق کو دیکھو جن کے انتظار سے چارہ نہیں تمام دنیا کے کاروبار تنخواہ و طلب

---

❶...... آسمان دنیا کی طرف اترنا یا نازل ہونا کنایہ ہے اس کی ایک توجہ اور التفات خاص سے جو اس کی تجلی سے عبارت ہے نہ کہ نزول و صعود جسمانی کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے ۱۲ منہ۔

توالدولین دین اسی عدد پر موقوف ہے خواہ جفت ہو خواہ طاق نو مہینے تک لڑکے کے پیدا ہونے کا انتظار ہوتا ہے مہینہ یا سال پھر نوکر ماہوار یا سالیانہ کا انتظار کرتا ہے اور رات کو دیکھو کہ اس کا بھی انتظار ہوتا ہے سیکڑوں کام یہ رات کے آنے پر موقوف ہوتے ہیں پھر کیوں جھٹ پٹ اسی وقت نہیں کر لیتے جب دنیاوی کاموں میں وقت وعدد کا انتظار ہے تو پھر اگر بھاری کام کے لیے ہوتا کیا تعجب ہے؟

اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝ کہ کیا جو کچھ مذکور ہوا عقل مند کے لیے اس میں کافی قسم ہے؟ ضرور ہے بلکہ بغیر قسم ہی کے عقل مند ان پانچ چیزوں میں غور وتدبر کر کے کہہ سکتا ہے کہ بے شک قیامت آنے والی ہے اور مصلحت الٰہی سے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور بندہ نیک و بد کام سے وہ غافل نہیں۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤

ترجمہ:...... (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد ارم ۝٦ ستونوں والوں سے کیا کیا؟ ۝٧ جن کا مثل دنیا پر پیدا نہ کیا گیا تھا ۝٨ اور ثمود سے کیا کیا کہ جنھوں نے وادی میں پہاڑ تراشے تھے (مکان بنانے کے لیے) ۝٩ اور میخوں والے فرعون سے کیا کیا؟ ۝١٠ ان سب نے ملک میں سرکشی کر کے ۝١١ بڑا ہی فساد مچا دیا تھا ۝١٢ پھر تو آپ کے رب نے ہی ان پر عذاب کا کوڑا پھٹکار دیا ۝١٣ کیونکہ آپ کا رب تاک میں ہے ۝١٤۔

ترکیب:...... ارم ذات العماد عطف بیان لعاد او بدل منه وارم غیر منصرف للتعریف و التانیث وارم جد ❶ عاد لانه عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح وقال قتادة هي قبيلة من عاد قال ابو عبيدة هما عادان فان الاولى ارم ومعنى ذات العماد، ذات القوة و الشدة وقيل ذات الطوال يقال رجل طويل العماد اى القامة وفى الصحاح العماد الابنية الرفيعة تذكر وتؤنث۔ التی لم یخلق... الخ صفة لعاد وقیل صفة ارم علی قول من قال ان ارم قریة وارض۔ و ثمود بالنصب عطفا علی عاد مجرور محلا علی انه اسم للقبیلة ففیه التانیث و التعریف فهو غیر منصرف الذین... الخ صفة لثمود جابوا الجواب القطع ومنه جاب البلاد اذا قطعها ومنه جیب القمیص لانه قطع۔ بالواد متعلق بجابوا والمراد بالوادی وادی القری وهو موضع بقرب المدینة من جهة الشام قرء الجمهور بالواو بحذف الیاء وصلا ووقفا اتباعا لرسم المصحف وقرء ابن کثیر باثباتها فیهما وقری باثباتها فی الوصل دون الوقف۔ وفرعون معطوف علی عاد۔ ذی الاوتاد صفة فرعون والمراد به قومه والاوتاد جمع وعد بکسر التاء وفتحها وعند اهل نجد بسکونها والمراد بالاوتاد الجنود لان الملک یشدبها۔ الذین... الخ الموصول صفة لعاد وفرعون ای طغت کل طائفة منهم فی بلادهم وتمردت فصب ای القی و افرغ وهذا استعارة عن ایقاع العذاب بهم علی ابلغ الوجوه۔ ان ربک تعلیل لما قبله ایذانا بانه عالم باحوال القریش یوقع بهم ما اوقع بمن قبلهم وقیل هی جواب القسم۔

❶ ...... وهذا کقولهم قریش کنانة الیاس مضر وربیعة نزار۔ ۱۲ منه۔

تفسیر:...... اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ جزاء وسزا کا دن قیامت ہے اور وہیں پوری سزا و جزا ملا کرتی ہے اب یہاں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ کبھی دنیا میں بھی ہم کچھ سزا دے دیا کرتے ہیں اور نیکوں کو جزا بھی۔ اس لیے پہلی قوموں کے تین مشہور واقعات یاد دلاتا ہے کہ جن کی سرکشی پر خدا نے دنیا ہی میں ان کو سزا دی تھی۔

قوم عاد کا انجام:...... فقال اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ کہ کیا اے مخاطب تو نے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھا (گو اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا نہیں مگر وہ مشہور واقعہ ایسا ہی یقین بخش ہے جیسا کہ آنکھ کا دیکھا ہوا کرتا ہے اس لیے الم تو فرمایا) کہ تیرے رب نے عاد کی قوم سے کیا کیا کون سے عاد سے؟ آپ ہی فرماتا ہے ارم یعنی عاد ارم کی قوم سے جن کو عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں ارم ان کے جد اعلیٰ کا نام تھا۔ عرب میں جد اعلیٰ کی طرف منسوب کرنا عام محاورہ ہے کہتے ہیں قریش کنانہ اور وہ کیسی قوم تھی؟ ذات العماد بڑی بلند قامت یعنی طاقتور یا یہ معنی کہ مکانوں اور محلوں والی اس لیے کہ عماد بلند مکانوں کو بھی کہا کرتے ہیں یا خود ستونوں والی کیوں کہ اس دولت مند قوم کی عادت تھی کہ اپنے بزرگوں کے مقابر پر بلند منارے بنوا دیا کرتے تھے فخر اور یادگاری کے لیے جس کے آثار ملک مصر میں اب تک باقی ہیں الَّتِي لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِي الۡبِلَادِ ۝ ایسی قوم یا اپنے ایسے ستون یا ایسی عمارات کہ جن کی مثل اس عہد تک ملکوں میں پیدا نہیں کیے گئے تھے۔

پہلا واقعہ ہے قوم عاد اولیٰ کا۔

واضح ہو کہ عاد دو فرقوں کا نام تھا ایک کو عاد اولیٰ اور عاد قدیمہ بھی کہتے تھے اور وہ اولاد عاد بن اوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام سے تھے اور انہیں کو عاد ارم کہتے ہیں اس لیے کہ ارم ان کے دادا ہیں اور شہر ارم بھی عدن کے قریب نہایت عمدہ انہوں نے اپنا نام سے آباد کیا تھا جس کا مثل اس زمانہ میں دنیا بھر میں نہ تھا یا ملک عرب میں نہ تھا۔

دوسرا فرقہ جس کو عاد اخریٰ کہتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اس قوم کے ہلاک ہونے سے بچ رہے تھے اور یہ لوگ ملک یمن کے ضلع حضرموت میں احقاف کی زمین میں رہا کرتے تھے پھر یہ بھی بڑے پھلے پھولے اور آخر کار جبار و سرکش ہو گئے انہیں میں ہود علیہ السلام پیغمبر بھیجے گئے تھے یہ قوم ہوا کے طوفان سے ہلاک ہوئی تھی ان کا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے مگر عاد ارم کا صرف دو ہی جگہ آیا ہے ایک انہیں آیات میں دوسرے سورۂ نجم میں جہاں کہ فرمایا وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَا الۡاُوۡلٰى ۝۔

اس قوم ❶ کا وہ واقعہ جو صحیح طور پر ثابت ہوا اس قدر ہے کہ یہ ایک قوم قدیم زمانے میں طوفان نوح علیہ السلام کے بعد ملک یمن میں آباد تھی اس قوم کا یہاں تک عروج ہوا کہ تمام عرب بلکہ مصر و دیگر ممالک پر بھی ان کی سلطنت ہو گئی اور انہوں نے بڑے بڑے عجائب شہر آباد کیے اور دولت و حشمت نے ان سے قول ہار دیا تھا من جملہ ان کے شہر ارم بھی اسی وقت میں ایک عجائب زمانہ تھا یہ بڑی طاقت ور اور بہادر قوم تھی مگر پھر دولت و ثروت کے ساتھ بدکاری اور عیاری اور عیاشی اور ظلم بھی ان میں آیا اور یہ باتیں دولت و ثروت کا خمار ہیں ہر چند اس عہد کے انبیاء علیہم السلام نے ان کو سمجھایا اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر ان کے گناہوں کی کشتی جو بھر چکی تھی غرق ہونے کو تھی، کب مانتے تھے آخر عذاب الٰہی کا کوڑا ان پر پڑا برباد و ہلاک ہو گئے سلطنتیں جاتی رہیں دولت و ثروت نے منہ پھیر لیا وباء اور دیگر مصائب نے ہجوم کر لیا برباد ہو گئے۔

شہر ارم کا بیان:...... مروی ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد۔ یہ ملکوں پر قابض ہوئے شدید مر گیا تو شداد اس کا قائم مقام ہوا اس کے اقبال نے بڑی ترقی کی بڑے بڑے بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے اس نے جنت کا ذکر سن کر کہا کہ میں بھی ایک ایسی بہشت تیار

❶...... یعنی عاد ارم کا۔ ۱۲ منہ۔

کرتا ہوں تب اس نے یمن کے بعض جنگلوں میں شہرارم کی بنیاد ڈال دی اور تین سو برس میں ایک شہر تیار ہوا جس کے چاندی سونے کے محل اور یاقوت وزبرجد کے ان کے ستون تھے اور اقسام اقسام کے اس میں باغ اور نہریں تھیں جب یہ بن کر تیار ہوا تو ارکان دولت کو لے کر اس بہشت میں چلا جب قریب رہ گیا تو آسمان کے ایک کڑک آئی اور سب کو ہلاک کر دیا شداد نو سو برس کی عمر میں مرا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ابوقلابہ اپنا اونٹ ڈھونڈتے ہوئے جنگل میں جا نکلے اور شہرارم میں جا پہنچے اور وہاں سے بہت کچھ جواہرات اٹھا لیے اس کی خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی انہوں کے بلا کر پوچھا سارا احوال بیان کر دیا تب معاویہ نے کعب سے دریافت کیا تو کہا یہ وہ شہرارم ہے جو شداد نے بنایا تھا۔

اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو ممکن ہے کہ وہ شہرارم کے کھنڈرات میں جا پہنچے ہوں اور بیش بہا پتھر لے کر آئے ہوں مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ شہرارم اسی طرح اب بھی یمن کے جنگلوں میں موجود ہے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہے۔

دوسرا واقعہ (واقعۂ قوم ثمود):......اس کے بعد دوسرا واقعہ بیان فرماتا ہے جو اس کے بعد گزرا ہے فقال وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ اور قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا وہ قوم ثمود کہ جس نے جنگلوں میں پتھر تراشے تھے اور بڑے مستحکم مکان بنائے تھے کہ ہم ہمیشہ ان میں رہا کریں گے یہ قوم شمال عرب میں رہتی تھی حجر سے لے کر وادی القریٰ تک ان کی بستیاں تھیں پہاڑ تراش کر نہایت خوبصورتی کے ساتھ مکان بنایا کرتے تھے تصویر اور پھولوں اور درختوں کی صورتیں بھی تراشا کرتے تھے نہایت شادمانی اور مزے سے زندگانی بسر کیا کرتے تھے مگر ساتھ ہی بدکاری اور بت پرستی بھی بے حد تھی حضرت صالح علیہ السلام اس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے پھر کب یہ ماننے والے تھے آخر ایک ہی بار ہلاک ہو گئے ان کا قصہ بھی کئی بار قرآن مجید میں آ چکا ہے ان کے آثار ان تک شام کی طرف جانے والوں کو دکھائی دیا کرتے ہیں حال کے سیاحوں نے بھی ان کے سنگین مکانات کے کچھ آثار دیکھے ہیں۔

تیسرا واقعہ (قوم فرعون):......اس کے بعد تیسرا واقعہ قوم فرعون کا بیان فرماتا ہے فقال وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ اور فرعون کے ساتھ کیا جو لشکر والا تھا اوتاد وتد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں میخ کے مفسرین کے اس کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

۱)...... یہ کہ اوتاد لشکروں کو کہتے ہیں کیوں کہ سلطنت وحکومت کی یہی میخ ہے جس بادشاہ کا لشکر مہیا اور کارآمد نہیں اس کی بادشاہت بے بنیاد ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۲)...... یہ کہ اس قدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ بے شمار میخیں ساتھ چلا کرتی تھیں جس سے اس کی حشمت اور کثرت مال ودولت وجاہ کی طرف اشارہ ہے۔

۳)...... یہ کہ وہ موذی ایمان داروں کو چومیخا کیا کرتا تھا اس لیے میخیں رکھ چھوڑی تھیں اس لیے اس کو اس بری صفت سے یاد کیا گیا۔

پھر اجمالاً ان تینوں قصوں کو بیان فرما کر سب کے افعال زشت اور حالات بد کا اجمالی حال بیان فرماتا ہے جو ان پر دنیا میں قہر ٹوٹ پڑنے کا باعث ہوا فقال الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ یہ سب قومیں وہ تھیں کہ جنہوں نے ملک میں رہ کر سرکشی کی اپنی حد سے گزر گئے تکبر کی بھی انتہا نہ رہی تھی محکوموں کے ساتھ نخوت اور بے پروائی سے پیش آتے تھے اخلاق کا نام تک نہ تھا شہوت پرستی اور عیاشی کی بھی انتہا نہ تھی بہائم کو بھی شرما دیا تھا اس پر درندے بھی بن گئے تھے جس کو چاہا پیٹ ڈالا قید کر دیا مروا ڈالا الزام لگا کر گھر بار ضبط کر لیا عدل و انصاف صداقت پارسائی پرہیزگاری رحم دلی خوش اخلاقی تو چھو بھی نہیں گئی تھی اس پر اعتقادات وہ بد کہ الٰہی توبہ خدا تعالیٰ کی بے ادبی اس کے رسولوں اور ان کی شریعت کی بے عزتی بت پرستی ایک ادنیٰ بات تھی دار آخرت اور اعمال کی جزا وسزا کا تو خیال بھی نہ آتا تھا زناکاری

اور شراب خواری کے دروازے کھول دیے تھے لوگوں کو بھی اسی روش اور انہیں خیالات پر پھیر کر لاتے تھے اور اپنی عقل و تدبیر اور شوکت و حشمت موجودہ پر بڑا غرور تھا ان سب باتوں کی طرف اس ایک ہی جملہ میں اشارہ ہے فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ۪ کہ زمین میں بہت ہی فساد کیا ہر ایک بات جو اوپر مذکور ہوئی فساد فی الارض ہے۔

عذابی کوڑا:......اب ان کی سزا بیان فرماتا ہے فقال فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ۪ۖ کہ تیرے رب کا (جو رب العالمین ہے اس کو اپنے غریب بندوں کی پرورش بھی ملحوظ ہے مظلوموں پر رحم کھانا بھی اس کی ربوبیت کا مقتضی ہے) ان پر سزا کا کوڑا مارا سب کو ہلاک و برباد کر دیا اس کے تازیانہ سے ڈرنا چاہیے اس لیے کہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِؕ۝ تیرا رب اپنے بندوں کے حالات و حرکات دیکھتا رہتا ہے سب کچھ اس کی نظروں میں رہتا ہے کچھ انہیں قوموں پر انحصار نہیں اور صدہا قوموں پر سزا کے کوڑے مارے ہیں اور آئندہ بھی مارے گا اگر یہی اخیر جملہ بندے کے دھیان میں رہتے تو بڑا ہی نیک ہو جائے قرآن نے تذکیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اس سے بڑھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا۔

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِؕ۝۱۵ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِۚ۝۱۶ كَلَّا بَلۡ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَۙ۝۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِۙ۝۱۸ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّمًّاۙ۝۱۹ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّاؕ۝۲۰

ترجمہ:......لیکن انسان ایسا ہے کہ جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے پس اس کو عزت اور نعمت عطا کرتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ مجھے میرے رب نے نواز دیا۝۱۵ اور جب کہ اس کو (اس طرح) آزماتا ہے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۝۱۶ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۝۱۷ اور نہ مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتے ہو۝۱۸ اور مُردوں کا مال بھی سمیٹ کر کھا جاتے ہو۝۱۹ اور مال کو بھی بہت ہی عزیز رکھتے ہو۝۲۰۔

ترکیب:...... فاما ههنا لمجرد التاكيد لا لتفصيل المجمل اذا شرطية ما زائدة فاكرمه و نعمه تفسير للابتداء۔ فيقول۔۔۔الخ جواب الشرط و قيل اذا ظرفية و دخلت الفاء في فيقول لتضمن۔ اما معنى الشرط اى فاما الانسان فيقول ربى اكرمنى وقت ابتلائه بالنعماء۔ اكرمن اصله اكرمنى حذفت الياء اتباعا لرسم المصحف و بقيت الكسرة دليلا عليها و قس عليه۔ و اما اذا ما ابتلٰه فقدر۔۔۔الخ كلا ردع للانسان عن قوله و لا تحضون و المفعول محذوف اى احدا او انفسكم قرء الجمهور تحضون من حضه على كذا اى اغرئه به و قرئ تحاضون بفتح التاء و اصله تتحاضون اى لا يحض بعضكم بعضا و قرئ بضم التاء من الحض و هو الحث۔ طعام المسكين و الطعام اما اسم مصدر اى اطعام المسكين او اسم للمطعوم فالمضاف مجذوف اى بذل طعام المسكين التراث اصله الوارث فابدلت التاء من الواو المضمومة كما في تجاه و وجاه۔ لما اصل اللم الجمع الممت الشئ المه۔ جمًا: الجم الكثرة۔ يقال جم الشيء يجم جموما يقال في المال و غيره فهو جم و جائم۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ کہ وہ آخرت کے مفید و مضر کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

احوال انسان:...... فَاَمَّا الْاِنْسَانُ .... الخ اور انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اس کی لذات و شہوات میں مشغول ہے اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا کہ میرا خدا مجھ سے خوش ہے اور جب ہی تو اس نے مجھے یہ عزت دی ہے اور جو تنگ دستی یا تکلیف پیش آ گئی تو کہنے لگا کہ ناراض ہے جس لیے اس نے مجھے ذلیل کر رکھا ہے گویا خدا تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا عزت و اکرام حصول دولت و راحت دنیا پر منحصر جانا اور اس کی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تکالیف پر محمول کیا اور یہ اس کا خیال باطل ہے اس لیے کہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسی طرح افلاس و فقر بیماری و خواری اس کی آزمائش ہے کہ نعمت و راحت پا کر کیسی شکر گزاری و فرمانبرداری کرتے ہیں اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں اگر مصیبت میں صبر کیا تو ترقی درجات آخرت کا باعث ہے اور نعمت میں شکر نہ کیا تو اور بھی باز پرس کا باعث ہوگا الغرض حصول دنیا اور اس کے عدم حصول پر ہماری رضامندی اور اکرام یا توہین و ناراضگی سمجھنا غلط بات ہے جیسا کہ کفار سمجھے ہوئے ہیں اور یہی حجت پیش کیا کرتے ہیں اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے کَلَّا کہ ہرگز ایسا نہیں۔

کَلَّا یعنی فراخ دستی کثرت مال و اولاد سے یہ سمجھنا کہ خدا مجھے معزز سمجھتا ہے اچھا اور محبوب جانتا ہے یا تنگ دستی سے برا جانتا ہے غلط خیال ہے جس کو لفظ کَلَّا سے تعبیر کیا بلکہ فراخ دستی بھی اس کی آزمائش ہے اور تنگ دستی بھی کہ فراخ دستی میں کیا شکر اور تنگ دستی میں کیا صبر کرتے ہو فراخ دستی سے خدا کے نزدیک عزت دار نہیں ہو جاتا ہے نہ تنگ دستی سے ذلیل۔

اسباب ذلت:...... بَلْ بلکہ ذلت کے یہ اسباب اور یہ کام ہیں گو وہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہوں اور وہ ذلت کے کام کیا ہیں جن کے کفار مرتکب تھے آپ ہی بیان فرماتا ہے۔

یتیم کی عزت نہ کرنا:...... (۱)...... لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے حالانکہ وہ بے باپ کے ہے دنیا کے مصائب اس پر پڑے ہوئے ہیں اور خود بھی کم سن ہے کچھ کر نہیں سکتا ہے۔ اب تم اپنے تکبر سے اس کو منہ بھی نہیں لگاتے شفقت اور کھانا کھلانا اس کی حاجت براری کرنا تو کجا یہ کام ہے جس سے اللہ کے نزدیک انسان ذلیل ہو جاتا ہے خواہ بظاہر کیسا ہی دولت مند کیوں نہ ہو جہال عرب میں یہ بھی عیب تھا کہ یتیموں پر مہربانی نہیں کیا کرتے تھے احادیث صحیحہ میں یتیموں پر مہربانی کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا:...... (۲)...... وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ اور نہ مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتے ہو نہ اپنے آپ کو اور نہ کسی اور کو۔ حالانکہ غریب محتاج کو کھانا کھلانا تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک مسلم نیکی ہے برخلاف اس کے بدبخت جاہل یہ کہتے ہیں کہ جب اس کو خدا ہی نے نہ دیا اور اس نے اس کی بے قدری کی اور خدا ہی نے یتیم کے باپ کو مار دیا تو ہم اس پر کیوں کر رحم کریں کیوں کھانا کھلائیں؟ نہ کرنے میں تو یہ دو کام نہیں کرتے جو کرنے چاہیے تھے اور کرنے میں یہ دو کام کرتے ہیں۔

مُردوں کا مال کھانا:...... (۳)...... وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ کہ مردوں کا مال جو بلا مشقت ورثہ میں ملتا ہے اس کو بسمیٹ لیتے ہو اور خوب دل کھول کر کھاتے ہو فضول خرچی کرتے ہو عیاشی اور نام و نمود کے کاموں میں اڑاتے ہو سچ ہے مال مفت دل بے رحم۔

دل میں مال کی محبت کا ہونا:...... (۴)...... وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ اور مال کی دل سے محبت کرتے ہو بڑے لالچی اور طماع ہو معاذ اللہ تمام گناہوں کی جڑ یہی محبت دنیا اور یہی لالچ اور طمع تو ہے یہی حق تلفی کراتی ہے یہی جھوٹ بلواتی ہے یہی خون کراتی ہے یہی بے شرم بےحیا بنا دیتی ہے یہ ہیں وہ کام جو تم اے قریش کر رہے ہو بجائے عبادت صداقت ایمان پرہیزگاری خیرات، صلہ رحمی کے پھر تم سمجھ لو کہ

عاد وثمود وفرعون پر جو کوڑا پڑا تھا وہ تمہارے لیے بھی تیار ہے پھر بتاؤ اہانت وذلت خدائی کا سبب حب دنیا ہے یا فقر وفاقہ؟

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲ وَجِايْٓءَ
يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝۲۳ يَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝۲۴ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۵ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ
اَحَدٌ ۝۲۶ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝۲۹ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۳۰ ع

ترجمہ:......نہیں نہیں جب کہ زمین چکنا چور ہو جائے ۲۱ اور آپ کے رب کا (تخت) آجائے اور فرشتے بھی صف بستہ چلے آئیں ۲۲ اور اس دن جہنم بھی سامنے لائی جائے اس دن انسان سمجھے گا اور اس وقت اس کو سمجھنا کیا فائدہ دے گا ۲۳ کہے گا اے کاش میں اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجتا ۲۴ سو اس دن اس جیسی مار کوئی بھی نہ مارے گا ۲۵ اور نہ اس جیسی جکڑ کوئی جکڑے گا ۲۶ (کہا جائے گا) اے تسلی یافتہ جان لے ۲۷ آ اپنے رب کی طرف چل کر تو اس سے راضی ۲۸ وہ تجھ سے راضی (لے آ) میرے بندوں میں جا مل ۲۹ اور میری بہشت میں چل رہ ۳۰۔

ترکیب:...... کلا ردع اذا ظرف و العامل فیہ یتذکر الانسان۔ دکاً منصوب علی انہ مصدر مؤکد للفعل دکاً تاکید للاول و الدک الکسر و جاء معطوف علی دکت۔ صفاً صفاً حال ای مصففین او ذوی صفوف۔ و جایئ فعل مجہول۔ بجہنم مفعول مالم یسم فاعلہ قائم مقام الفاعل یومئذ منصوب بجاء و الجملۃ معطوف علی دکت یومئذ بدل من یومئذ قبلہ۔ یتذکر عامل اذا۔ و انی لہ الذکریٰ الجملۃ حال من فاعل یتذکر۔ یقول ۔۔۔ الخ تفسیر لیتذکر۔ قدمت لحیاتی ای قدمت فی الدنیا من الاعمال الصالحۃ لاجل حیاتی الاخرویۃ فانہا الحیاۃ بالحقیقۃ و قیل ان اللام بمعنی فی و المعنی یالیتنی قدمت فی حیاتی الدنیاویۃ الاعمال الصالحۃ یومئذ عاملۃ۔ لا یعذب ۔۔۔ الخ عذابہ۔ وثاقہ بالنصب علی نزع الخافض ای کعذابہ و ثاقہ قرء الجمہور لا یعذب۔ لایوثق مبنیا للفاعل فالضمیر فی عذابہ و ثاقہ یرجع الی اللہ تعالیٰ ای لایعذب احد کعذابہ و لایوثق احد مثل وثاقہ و قریٔ بصیغۃ المجہول ایضاً فالضمیر ان راجعان الی الانسان الکافر۔ راضیۃ مرضیۃ حال من فاعل ارجعی۔

تفسیر:...... پھر فرماتا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ جو تمہارے نیک و بد کاموں کو دیکھ رہا ہے وہ بدلہ دینے سے عاجز ہے یا بدلہ نہ دے گا كَلَّآ ہرگز یہ خیال نہ کر بلکہ وہ ضرور بدلہ دے گا کس روز؟

بدلہ وجزاء کا دن:...... اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور بلند وپستی ہموار کر دی جائے یہ نفخ صور اول کے بعد ہوگا جب کہ زلزلہ عظیم زمین کو زیر وبالا کر دے گا اور اس کے بعد یہ تمام عالم فنا ہو جائے گا تب ایک دوسرا جہاں پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام اولین وآخرین عدالت کے لیے خدا تعالیٰ اور اس کے ملائکہ مقربین

کی راہ تکیں گے کہ اس گرمی و مصیبت سے فیصلہ کر کے ہم کو نجات ملے گی وَّجَآءَ رَبُّكَ تیرا رب آئے گا یعنی صفت جلال و قہر میں تجلی کرے گا اور بندوں کی عدالت کی طرف متوجہ ہوگا۔

وَّالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ اور فرشتے بھی صف باندھ کر آ حاضر ہوں گے یہ تعمیل حکم کرنے کے لیے صف بستہ کھڑے ہوں گے ہر ایک مرتبہ کے فرشتوں کی ایک صف ہوگی۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ اور جہنم بھی لا کر لوگوں کے سامنے موجود کی جائے گی اور اس کی بڑی بڑی چنگاریاں اڑتی ہوں گی اور اس کے جوش و خروش کی ایک ہیبتناک آواز لوگوں کے ہوش و حواس پریشان کرتی ہوگی لانے سے مراد ظاہر کیا جانا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾۔

حسرت وندامت:...... يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس روز انسان یاد کرے گا جو اس نے دنیا میں کیا تھا اور اس روز اس کا نشہ ہرن ہو جائے گا اور اس کو نصیحت ہو جائے گی کہ جو کچھ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبوں نے خبر دی تھی سب حق ہے اور ہم اپنی بدبختی سے آنے والی مصیبت کو ٹھٹھوں میں اڑاتے رہے اور اس کے لیے نیک عمل اور ایمان صادق کا سرمایہ جمع کرنے کے بجائے دنیاوی لذات و شہوات فانیہ میں مستغرق رہے۔

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ مگر اس روز کے سمجھنے سے اس کو کیا فائدہ ہوگا اس روز پچھتانا دانت پیسنا رونا سر پیٹنا کچھ کام نہ آئے گا۔

اور اس دن رونے پیٹنے میں منہ سے کیا کہے گا يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ اے کاش میں آج کی زندگی کے لیے جو ابدی ہے دنیا میں ایمان و عمل صالحہ کا سرمایہ آگے بھیجتا اس کے بعد مرتا میں بدنصیب تو جو کرتا رہا چندروزہ زندگانی کے لیے کرتا رہا جو ایک خواب سا تھا۔

بعض نے لِحَيَاتِيْ کے لام کو فی کے معنی میں بھی سمجھا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ اپنی زندگانی دنیا میں اس دن کے لیے کاش کچھ آگے بھیجتا۔

یہ حسرت وندامت بھی عذاب جسمانی کے علاوہ ایک اور روحانی عذاب ہوگا اور اس لیے فرماتا ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ کہ پھر اس روز اس کے عذاب جیسا اور کوئی عذاب نہ کرے گا، یعنی جس قدر اللہ تعالیٰ اس روز اس بے ایمان بدکردار کو عذاب دے گا ویسا کسی نے نہ دیا ہوگا اس لیے کہ اول تو اس کا عذاب روحانی و جسمانی ہوگا۔ دوم ایسا سخت ہوگا کہ ویسا دنیا میں ہو نہیں سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہاء خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو موت ہے جس سے چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر وہاں موت بھی نہیں کہ چھٹکارا ہو جائے۔

پاؤں میں بیڑیاں:...... وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ اور نہ اس کی قید جیسی کسی کی قید ہوگی وہاں کی بیڑیاں خدا کی پناہ وہاں کے جیل خانہ سے کوئی نکل نہیں سکتا کچھ لے دے کر کوئی راحت نہیں پہنچا سکتا آخر ہمیشہ کی قید، الامان الامان! اس کے علاوہ عقل و ادراک تمام اسی تکلیف کی طرف متوجہ غم زدہ آدمی کہیں جائے اس کے غم کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں رہا کرتی ہیں یہ روحانی قید ہے جو وہاں بدرجہ کمال ان بدبختوں کو ہوگی پھر ایسی قید اور کون کر سکتا ہے۔

بعض قاریوں نے لا یعذب و لا یوثق کو مجہول کا صیغہ پڑھا ہے تب یہ معنی ہوں گے اس غافل بدبخت جیسا اور کسی کو عذاب نہ کیا جائے گا نہ اس جیسی اور کو قید کی جائے گی اس لیے کہ وہ کافر و مشرک اور اس پر بدکار لذات و شہوات دنیا کا فریفتہ کسی وقت اور کسی حال میں بھی دنیا میں خدا تعالیٰ اور دار آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا برخلاف اور ایمان دار گنہ گاروں کے کہ اگر وہ بدی کرتے تھے تو دوسرے وقت کوئی نیکی بھی کر لیتے تھے ان کو آخر کار ان کے ایمان یا اعمال نیک کے سبب رستگاری ہو جائے گی۔

مؤمنین خوش ہوں گے:...... یہاں تک تو بدکاروں کا حال بیان فرمایا ہے جو قیامت میں ان پر طاری ہوگا اس کے بعد نیکوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان سے اس روز کیا معاملہ پیش آئے گا؟ فقال یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کہ اس خوف و ہراس کے وقت فرشتے ان کو تسلی دے کر یہ کہیں گے کہ اے اطمینان یافتہ جان! اپنے رب کی طرف عدالت میں خوش خوش چل تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش کوئی غم و ہراس نہ کر اس عظمت وشان سے اس کو پیشی میں لائیں گے پھر جب وہ حق سبحانہ کے سامنے ہوگا تو جو کچھ عنایت و مہربانی اس پر ہوگی اس کی انتہا نہیں۔

آخر کار خدا تعالیٰ اس کو فرمائے گا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کہ اب اس بلند مرتبہ اور بلند جگہ میں آ، جو میرے بندگان خاص کے لیے ہے جیسا کہ دنیاوی عدالت میں حاکم کسی کی تعظیم وتکریم کے لیے کہا کرتا ہے کہ آپ ادھر معزز لوگوں میں آئیے ہمارے پاس دائیں طرف عزت کی کرسی پر بیٹھے جہاں اور معززین ہیں۔

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور میری بہشت میں جو میں نے خاص تمہارے لیے پہلے سے تیار کر رکھی ہے اس میں رہے سدا آرام کیجیے دنیاوی بادشاہ بڑے بڑے عالی شان مکانوں اور باغوں میں ملا کرتے ہیں اور ملنے والوں کے لیے بیٹھے رہنے کی جگہ کی کیسی تیاری کرتے ہیں تو پھر کیا خدا تعالیٰ کا جہاں دیدار ہوگا وہ کوئی کوڑی اور ویرانہ ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ جہاں ان کا جلوہ جہاں ان کا دیدار وہ جگہ گل زار بلکہ لاکھ گل زار اس پر غار یہ بات جَنَّتِیْ کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے جس میں جنت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

بہت سے خشک زاہدوں اور بے سمجھ شاعروں نے جنت نہیں سمجھی جنت کو دنیا کا باغ اور چکلہ اور کیا کیا بتانے لگے یوں سمجھنا چاہیے کہ جو اس دیوان خاص میں نہ جانے پائے گا اس کو اس کا دیدار ہی نصیب نہ ہوگا کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی دکھائی پھر کیا اس کی وہ جنت دنیا کے طور سے بھی کم ہوگئی؟ ہرگز نہیں۔

فائدہ ۱: اس نیک کو اطمینان والی جان کیوں فرما دیا؟ اس لیے کہ اس کو اس لفظ کے سنتے ہی عذاب وعتاب کی دہشت سے اطمینان ہو جائے گویا یہ تسلی دینے والا لفظ پہلے سے بطور مژدہ کے سنایا جائے گا کہ تجھے اطمینان ہے۔

فائدہ ۲: واضح ہو کہ انسان کے نفس کی صفات ہیں امارہ، لوامہ، مطمئنہ۔ امارہ کفار و دنیا کی لذات پر فریفتہ لوگوں کی صفت ہے وہ ان کو بدکاری پر بار بار امر یعنی حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے ہیں۔

لوّامہ اور مطمئنہ کی تفسیر:...... لوامہ لوم ملامت کرنے والا یعنی اپنی برائیوں پر ملامت کرے یہ عامہ ایمان داروں کی صفت ہے کہ ان میں حس وادراک باطنی باقی ہے ابھی گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں افسوس کرتے ہیں دل میں گناہ کر کے رنج ہوتا ہے۔

الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اطمینان یافتہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء و صالحین کے نفس کی حالت ہے ان کو عبادت و معرفت سے اطمینان ہو جاتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور کاموں میں ان کا دل بے قرار رہتا ہے ہر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الٰہی کی طرف آ رہتا ہے یہ بات بوقت مرگ بھی نیکوں سے پیش آتی ہے کیوں کہ یہ بھی قیامت صغریٰ ہے رحمت کے فرشتے نہایت مہربانی سے کہتے ہیں کہ اے روح اطمینان والی چل اپنے رب کی طرف اس ویرانہ دنیا کو چھوڑ تو اس سے خوش وہ تجھ سے تیرے لیے وہاں بڑی بڑی تیاریاں ہیں احادیث صحیحہ میں اس کی بکثرت تصریح ہے۔ جعلنا اللّٰہ منہم۔

اٰیَاتُھَا ۲۰ (۹۰) سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ (۳۵) رُکُوْعَاتُھَا ۱

سورۃ البلد مکیہ ہے اس میں بیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۭ﴿۴﴾

ترجمہ:...... میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی ① حالانکہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں ② اور قسم ہے والد اور اس کی اولاد کی ③ کہ البتہ ہم نے انسان کو محنت میں پیدا کیا ہے ④۔

ترکیب:...... لاقد مر الکلام فیہا فقیل زائدۃ و قیل لا لنفی کلام الکفار و قیل لنفی القسم بظہور الامر ای لاحاجۃ الی القسم بہذہ الاشیاء و المراد بالبلد عند جمہور المفسرین مکۃ و البلد یذکر و یؤنث و الجمع بلدان و البلدۃ بالفتح جمعہا بلاد بالکسر۔ و انت حل...... الخ قال الواحدی الحل و الحلال و المحل واحد و ہو ضد الحرم ای فاحل اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ و سلم القتال فی مکۃ و قد انجز اللہ تعالی وعدہ یوم الفتح فالجملۃ معترضۃ بین المقسم بہ و ماعطف علیہ و قیل معناہ حال ای اقسم بہذا البلد و انت مقیم فیہ تشریفًا لک و تعظیمًا لقدرتک او لا اقسم بہذہ البلد حال کونک مقیما فیہ بل اقسم فعلی ہذا الجملۃ منصوبۃ محلا۔ و والد و ما ولد معطوف علی البلد و ما بمعنی من۔ لقد خلقنا الجملۃ جواب القسم۔ فی کبد حال ای مکابدا و اصل الکبد الشدۃ و منہ تکبد اللبن اذا اشتد و غلظ ثم استعمل فی کل مشقۃ و شدۃ و قیل الکبد الاستواء و الاستقامۃ۔ (ابن کثیر)

تفسیر:...... یہ سورت بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس میں بیس آیات ہیں اور اس کا نام سورۂ بلد اس لیے ہے کہ اس کے اول میں بلد یعنی شہر مکہ کی قسم ہے۔

ماقبل سے مناسبت:...... سورۂ فجر میں ذکر تھا کہ عاد و ثمود و فرعون کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے دنیاوی اسباب پر غرور کر کے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرنا اپنے سر قہر الٰہی لینا ہے اس بات پر کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ اس میں آپ کا امتحان ہے تو ہم پر بھی عاد و ثمود جیسا عذاب نازل کرا دو اگر سچے ہو تو چاہیے کہ مکہ شہر غارت ہو جائے۔

شہر مکہ کی قسم اور اس کی فضیلت:...... اس سورت میں ان کے اسی شہر مکہ کی قسم کھانے کے پیرایہ میں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ شہر مقدس ہے اس میں کعبہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے سب دنیا کے معابد سے اول معبد یہی ہے اور نیز ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہیں رہتے تھے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ ہمارے نبی کا مولد اور اسلام و برکات کا سرچشمہ بھی یہی ہے پھر تم بے ہودہ لوگوں

کے کہنے سے ہم اس کو کیوں غارت کرنے لگے تم خود ہی برباد ہو جاؤ گے جیسا کہ فِیْ كَبَدٍ میں اشارہ ہے اور نیز یہ بھی مناسبت ہے کہ سورہ فجر میں بدوں پر دنیا اور آخرت میں عذاب نازل ہونا اور نیکوں کو راحت ملنا مذکور تھا جس سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان دنیا میں محض عیش وکامرانی کے لیے نہیں بنایا گیا ہے جیسا کہ اور حیوانات ہیں جن کا کام صرف پیٹ بھر کر کھانا اور سور ہنا اور خرمستی کرنا ہے نہ ان کو آئندہ کی فکر ہے نہ کوئی تدبیر درپیش ہے بلکہ انسان کو عقل وادراک دیا گیا ہے اس لیے یہ مکلف ہے اسی مضمون کو اس کے مناسب چند چیزوں کی قسم کھا کر لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ میں بیان فرماتا ہے۔

مکہ میں جنگ کی حلّت:......فقال لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ کہ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی اور تم کو اے محمد! قید نہ رہے گی اس شہر میں بلکہ یہاں کافروں سے لڑنا حلال ہوگا گویا اس نرغہ کے وقت آپ کو بشارت دی جاتی ہے کہ گو یہ شہر مقدس ہے اس میں شکار کی بھی ممانعت ہے قتل قصاص کیسا؟ لیکن ان بدبختوں کی شرارت کے سبب ایک بار آپ کو ان سے انتقام لینا اور ان کو سرکشی کی سزا دینا اس شہر میں حلال ہو جائے گا چنانچہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ یہ شہر محرم ہے اللہ نے اس کی حرمت قائم کی ہے قیامت تک نہ یہاں شکار کھیلا جائے گا نہ گھاس کاٹی جائے گی صرف میرے لیے ایک ساعت کے لیے یہاں کفار سے جنگ کرنا حلال ہوا ہے لیکن پھر اس کی وہی حرمت عود کر آئی ہے (یہ معنی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ وسعید ابن جبیر وابی صالح وعطیہ وضحاک وقتادہ وسدی وابن زید کے نزدیک)۔

اس میں ان کے اس شبہ کا جواب بھی ہے جو کہتے ہیں کہ پھر مکہ کیوں ہلاک نہیں کیا جاتا؟ یعنی صبر کرو ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مباح ہوا جاتا ہے تمہاری گردنیں ماری جاتی ہیں اس پیشن گوئی کو خداتعالیٰ نے فتح مکہ کے روز سچا کر دیا آپ شوکت وجلال سے یہاں آئے اور دشمنان خدا سے انتقام لیا گیا۔

بعض علماء اس کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں کہ میں اس شہر مقدس کی قسم کھاتا ہوں کیوں کہ یہاں جانوروں پر بھی ظلم ممنوع ہے سب کو امن ہے کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہاں نہیں مارتا یہ سب کچھ ہے مگر وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ تم اے نبی! اس شہر میں حلال ہو تمہارے ساتھ یہ کچھ کر رہے ہیں ظلم وستم مار دھاڑ سب تم سے روا ہے؟ گویا یہ قریش مکہ پر تعریض ہے کہ اور چیزوں کا مارنا تو ممنوع مگر ہمارے نبی معصوم کا خون مباح اور حلال یہ کیا انصاف اور کون سی عقل ہے؟

بعض علماء حل کے معنی کہتے ہیں مقیم کہ ہمیں اس شہر کی قسم جب کہ تم اس میں مقیم ہو اس کی برکت وحرمت زیادہ تمہارے سبب سے ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں لانفی کے لیے ہے کہ جس وقت آپ اس شہر میں ہیں ہم کو اس کی قسم کھانے کی حاجت نہیں بلکہ آپ کی کھانی چاہیے کیوں کہ تم ہی تو اس شہر کی برکت اور روح رواں ہو اور لطف یہ کہ تمہیں پر یہ ظالم ظلم کر رہے ہیں۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ اور قسم ہے والد کی اور اس کی جو اس سے پیدا ہوا یہ عام ہے بعض کہتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں ما ولد سے مراد ان کی اولاد۔

انسان کو مصیبت ومشقت کے لیے بنایا ہے:......ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ کہ ہم نے انسان کو مصیبت ومشقت کے لیے بنایا ہے پھر اس پر یہ غرور اور سرکشی کہ خدا کے بندوں میں داخل ہونے سے دور بھاگتا ہے یہ مناسبت ہے اس سورت کو سورۂ فجر سے۔

اس مضمون سے ان چیزوں کو کہ جن کی پہلے قسم کھائی یہ مناسبت ہے کہ شہر مجمع خلائق ہوتا ہے حاجت ایک دوسرے سے تمدن میں پڑتی

ہے کوئی بے کار نہیں رہتا ہے کوئی کپڑا بنتا ہے تو کوئی بڑھئی کا کام کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس ہر ایک ایک نہ ایک دھندے اور مشقت میں ہے اور بالخصوص مکہ شہر جہاں اول تو اس کی پہاڑی اور ریگستانی زمین کی وجہ سے مشقت ہے جہاں نہ کوئی باغ ہے نہ کھیتی نہ کنوؤں میں میٹھا پانی ہے اور نیز گرم جگہ جہاں بادسموم چلا کرتی ہے اور جب سے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو اور بھی دین داروں کو مصیبت و مشقت ہوگئی آئے دن کی مار پیٹ گالی گلوچ شروع ہوگیا تھا اور والد اپنی اولاد سے مشقت اور فکر معیشت اور تدبیر ترتیب میں مبتلا ہوتا ہے بچوں کی بیماریاں اور پھر جوان ہوکر مر جانے کے صدمے اور پھر نالائق اٹھنے کے دکھ باپ ہی سے پوچھنے چاہئیں اور اس پر ان کے لیے رزق و آسائش کے سامان پہنچانے اور ان کو آرام دینے آپ دکھ اٹھانے کا حال بھی ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے اور بچہ بھی دنیا میں آکر کیسے کیسے مصائب اٹھاتا ہے نو مہینے رحم میں خون کھا کر تنگ رستہ سے نکلنا پھر دانتوں کی تکلیف آنکھوں کی تکلیف اور صدہا تکالیف ہیں کہ جو ضعیف البنیان بچوں کو ان کی جسمانی حالت سے پہنچتی ہیں اور ماں باپ کو روحانی صدمہ ہوتا ہے اس لیے یہ فرمانا کہ انسان کو مشقت و مصیبت کے لیے پیدا کیا ہے۔ بہت ٹھیک ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے:

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا ☆ کہ نہ ہنستے ہی رو دیا ہوگا
دل زمانے کے ہاتھ سے سالم ☆ کوئی ہوگا جو بچ رہا ہوگا

اس مشقت کی تصویر بعض اکابر نے یوں کھینچی ہے کہ اول تو انسان کی خلقت ہی میں آب باد خاک آتش ایسی چار چیزیں متضاد جمع ہیں کہ ہر ایک کا غلبہ اعتدال سے دور کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا ہے

گر یکے زین چہار شد غالب ☆ جان شیریں بر آید از قالب

دوئم: رحم میں محبوس ہونے اور طرح طرح کے مصائب اٹھانے کی مشقت۔

سوم: باہر آنے کی مشقت۔

چہارم: لڑکپن میں ضعیف البنیان ہونے کے سبب طرح طرح کے امراض کی مشقت کہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔

پنجم: دانتوں کے نکلنے کی مشقت۔

ششم: مکتب و مدارس میں تعلیم کی مصیبت۔

ہفتم: جب عقل و بلوغ کی بیڑی پاؤں میں پڑی تو قوائے شہوانیہ و سبعیہ و حرص اور ان کے ثمرات کی ایسی مشقت کہ الٰہی توبہ ایک ذرا سی دیر کے مزے کے لیے عزت مال تن درستی دین سب کو خیر باد کرتا ہے اور رسوائے خلائق ہوتا ہے پھر غصہ ہے کہ شیر بھیڑیا بنا کر مخلوق الٰہی کے درپے آزار کرتا ہے جس سے خلق کی بدگوئی اور دنیا کی نفرینیاں اس کو نصیب ہوتی ہیں پھر بھی حرص و طمع چند دانوں (یعنی غلہ) کے لیے سخت گرمی اور سردی برسات اور خشکی میں آرام سے نہیں بیٹھنے دیتی بیلوں کے پیچھے دوڑاتی ہے چند روپیوں کے لیے فوج میں نوکر ہوکر کیا کیا مصائب دیکھ کر سر کٹواتا ہے چند پیسوں کے لیے دن بھر دوکان یا کارخانہ میں مقید رہتا ہے پھر حرص و حسد کی آگ ہمیشہ دل میں شعلے مارتی رہتی ہے جو کچھ نعمتیں اس کو میسر ہیں ان کا مزہ اور ان سے تمتع نصیب نہیں ہوتا پھر حب جاہ و مال اور نام آوری کی حرص ہوئی تو اس کے ایسے ایسے ہولناک گڑھے جھکواتی ہے۔

ہشتم: طبیعت کی عقل و دین سے لڑائی کی مصیبت عقل کہتی ہے یہ کام نہ کر اس میں تیری رُسوائی اور سخت نقصان ہے مگر طبیعت نہیں مانتی دین یا الہام الٰہی کہتا ہے کچھ آخرت کا توشہ ساتھ لے تجھے یہاں سے بہت جلد جانا ہے اور ایسا جانا کہ پھر کر نہیں آنا ہوگا عبادت کر خیرات کر

خلق خدا کے ساتھ نیکی کر صداقت و بردباری اپنا شیوہ بنا مسافرانہ زندگی بسر کر مگر کم بخت طبیعت ادھر نہیں آنے دیتی حرام کاری فسق و فجور سے شرع روک رہی ہے طبیعت ابھار میں ہے صبح کو بفحوائے شرع و خرد توبہ کرتا ہے رات کو بحکم نفس اس کو توڑ کر جو نہیں کرنا وہ کرتا ہے۔

یہ تو وہ مصائب تھے جو خاص اس کی ذات سے متعلق تھے اب جن میں دوسروں کا بھی تعلق ہے وہ سنیے رعیت کو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کاریگار و خراج و ٹیکس کی مصیبت بادشاہ کو جہاں داری و حفظ سلطنت کی مصیبت، نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت اور تمرد و خیانت کی مشقت بیوی کو میاں کی اطاعت و بچہ کشی کی مشقت میاں کو بیوی کے اخلاق بد اور خیانت مال یا اس کے جا بجا مصارف اور فرمائشات کے برداشت کرنے کی مشقت ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں ان کے درد و غم کھانے کی مشقت اولاد پر مادر پدر کی خدمت و اطاعت کی مشقت پھر احباب و ہم وطن و ہمسایوں کے خوش رکھنے کی مشقت۔

یہ تو دنیا کی مشقتیں تھیں اب آگے کی سنئے نزع کی مشقت قبر کی تنگی اور مفارقت مال و اولاد و احبہ کی مشقت پھر اگر شقی ازلی ہے تو ابدی جہنم کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت۔

کبد بفتح ب بمعنی مشقت اور بکسر ب بمعنی جگر۔ جگر غذا کے پکانے اور خون بنا کر اعضاء میں تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہے۔

ابن مسعود و ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابراہیم نخعی اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ انسان برابر پیدا کیا گیا ہے اس کی آفرینش میں کوئی اندھا نہیں اپاہج نہیں سمجھ بوجھ سب کچھ دیا گیا ہے پھر کیوں ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے میرے نیک بندوں میں داخل نہیں ہوتا۔

وقف لازم

اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ ۝۵ یَقُوۡلُ اَہۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَہٗۤ اَحَدٌ ۝۷

ترجمہ:......کیا وہ (یہ) سمجھ رہا ہے کہ وہ کسی کے قابو میں نہ آئے گا۵ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۶ کیا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں۷۔

ترکیب:...... الهمزة للاستفهام الانكاری يحسب فاعله الضمير يرجع الى الانسان۔ ان مخففة من الثقيلة و اسمها ضمير الشان مقدر و الجملة مفعول يحسب يقول جملة مستانفة۔ اهلكت صرفت۔ لبدا صفة مالا قال ابو عبيدة لبد فعل من التلبيد و هو المال الكثير بعضه على بعض و قال الفراء جمع لبدة و قال بعضهم هو واحدا۔ الاستفهام للانكار ان انه۔ لم يره احد خبر ان و الجملة مفعول يحسب۔

تفسیر:......یعنی باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر اس پر بھی اس کو یہ غرور و پندار ہے۔

کس کا قابو چل سکتا ہے؟:...... اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ۵ کیا یہ خیال کر رہا ہے کہ مجھ پر کوئی قابو نہیں پائے گا میرے اعمال بد کی سزا مجھے کوئی نہیں دے گا جو چاہوں کروں گویا حشر کا انکار کرتا ہے اور دنیا میں بھی اعمال بد کی سزا کا منکر ہے اور اپنی تھوڑی سی کامیابی اور دنیاوی اسباب پر یہ گھمنڈ کرتا ہے مکہ کے بعض کفار تو اپنے مال اولاد کے گھمنڈ پر خدا تعالیٰ کے زواجرات ❶ سن کر صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ وہ اور ہی لوگ تھے جن کو خدا نے غارت کر دیا ہم پر کون قادر ہو سکتا ہے کس کا قابو چل سکتا ہے؟

❶ وہ مصائب جو بندے کے اعمال بد پر اس کی تنبیہ کے لیے نازل ہوتے ہیں ۱۲ منہ۔

یَقُوْلُ اَھْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ کہتا ہے میں نے اپنی حفاظت میں بہت سا مال صرف کر دیا ہے بڑے عمدہ گھوڑے لڑائی کے قابل اور بڑے عمدہ ہتھیار خریدے ہیں بہت لوگوں کو کھلا پلا کر تنخواہیں دے دے کر تیار کیا ہے پھر وہ بوقت مقابلہ ہمارے ساتھ ہیں اور نیز آنحضرت ﷺ کی عداوت اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیے بھی کچھ خرچ کرتے تھے۔

اور لوگ بھی گو صاف یہ نہیں کہتے مگر ان کی حالت تکبر اور معاصی پر اصرار یہی کہہ رہا ہے دنیاوی بادشاہ اپنی فوجوں اور اعوان وانصار و اسلحہ وآلات پر نازل ہوا کرتے ہیں جن پر بے شمار روپیہ صرف کر چکے ہیں کروڑ ہا روپیہ سے جنگی جہاز اور عمدہ توپ خانے اور کیا کیا سامان بہم پہنچانے اور اس روز آ کر کفر بکتے ہیں بدکاری کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمیں کون مغلوب کر سکتا ہے حالانکہ روزمرہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ وہ بالکل بس میں ہیں۔

یہ جملہ یَقُوْلُ اَھْلَكْتُ اس کے گمان کرنے کی وجہ ہے یعنی اس لیے گمان کرتا ہے کہ اس کا اعتماد وعزت وجاہ پر ہے جو مال صرف کرنے سے پیدا کی ہے اور بعض تو اپنے الٰہ باطلہ کے نذر و نیاز میں صرف کرنے کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں دیوی اور دیوتا کی نذر و نیاز میں میں نے ڈھیروں خرچ کر دیا ہے وہ میرے حامی ہیں ہمیں کوئی آسیب نہیں پہنچتا۔

الغرض دنیاوی تحفظ و استحکام میں جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے اس کو اپنے قیام و دوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ وہ کیا تھا پھر اس کو کیا کر دیا اس کی اول حالت کسی نے نہیں دیکھی؟ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝۷ ضرور دیکھی ہے وہ پہلے ایک قطرہ منی تھی پھر پیدا ہوا تو ایسا بے بس کہ آپ اپنے منہ سے مکھیاں بھی نہ ہٹا سکتا تھا نہ ہوش و ادراک تھا نہ اس کے پاس کچھ مال و زر تھا نہ کچھ زور و بل تھا پھر جس نے یہ زور و زر ہوش و ادراک عطا کیا وہ اس کو پھر لے نہیں سکتا؟ ضرور لے سکتا ہے وہاں کچھ مال و زر کام نہیں آتا بڑے بڑے بادشاہ بڑے مال دار جب بیماری یا اور کسی آسمانی بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو تمام مال و زر دھرا ہوا رہ جاتا ہے پھر اس پر غرور یہ سرکشی، اگلی آیت اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ میں اسی بات کو بیان فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝۹ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝۱۹ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰ ع

ترجمہ: کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں (۸) اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے (۹) اور اس کو ہم نے دونوں رستے بھی سمجھا دیئے (۱۰) پھر وہ گھاٹی میں نہ گھس پڑا (۱۱) اور تو کیا جانے گھاٹی کیا ہے؟ (۱۲) بردہ آزاد کرنا (۱۳) یا بھوک کے دن کھانا کھلانا (۱۴) قرابت دار یتیم کو (۱۵) یا خاکسار فقیر کو (۱۶) پھر ان لوگوں میں سے ہوتا جو ایمان لائے اور دوسروں کو صبر اور رحم کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے (۱۷) وہی لوگ مبارک ہیں اور خوش نصیب (۱۸) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہی منحوس (و بدبخت) ہیں (۱۹) وہی آگ میں بند کر دیئے جائیں گے (۲۰)۔

ترکیب :...... الم نجعل الاستفهام للتقرير۔ الجعل بمعنى الفعل۔ فعينين مفعول به متعلق بنجعل۔ و لسانا و شفتين معطوفان على العينين۔ النجدين مفعول ثان لهدينا و الضمير المنصوب مفعول اول قال اهل العربية النجد الطريق فى الارتفاع فكأنه لما وضحت الدلائل جعلت كالطريق المرتفعة العالية بسبب انها واضحة للعقول كوضوح الطريق العالى للابصار فالمراد بهما عندعامة المفسرين سبيلا الخير و الشر و عن ابن عباس و عكرمة و سعيد بن المسيب و الضحاك النجدان الثديان فهدى الله سبحانه فى بدء و لادة الطفل الثديين۔ فلا اقتحم لاحرف التحضيض و الاقتحام الدخول فى الامر الشديد يقال قحم يقحم قحوما و اقتحما اقتحاماً و تقحماًاذا ركب القحم وهى المهالك والامور العظام۔ العقبة مفعول له وهى طريق فى الجبل و الجمع العقب و العقاب وهو مثل ضربه الله سبحانه لمجاهدة النفس و الهوى فى اعمال الخير و كف النفس عن اللذات و الشهوات الغير المرضية۔ فک رقبة۔ . . الخ تفسير للعقبة۔ و ماادرٰک جملة معترضة اوردت لبيان شان العقبة او اطعام عطف على فک رقبة و هما مصدران و التقدير هى فک او اطعام۔ و قيل هما فعلان و يؤيده ما بعده وهو قوله تعالىٰ۔ ثم كان ذى مسغبةٌ صفة ليوم و السغب الجوع و الساغب الجائع و المسغبة مفعلة منه۔ يتيماًمفعول اطعام و قرء الحسن ذا مسغبة بالنصب على انه مفعول اطعام اى يطعمون ذا مسغبةٍ۔ ويتيماً بدل منه۔ او مسكينا معطوف على يتيما۔ ذا متربة صفة لمسكينا يقال ترب الرجل يترب تربا و ذا متربة اذا افتقر حتى لصق بالتراب ثم كان عطف على المنفى بلاو ثم للتراخى فى الذكر لا فى الوجود كقوله

ان من ساد ثم ساد ابوه ثم قد قبل ذلک جده

لم يرد بقوله ثم ساد ابوه التأخر فى الوجود و انما المعنى ثم اذكر انه ساد ابوه كذا المراد فى الآية۔ و تواصوا معطوف وعلى أمنوا اى اوصى بعضهم بعضا بالصبر على طاعة الله وعن معاصيه وعلى ما اصابهم من البلايا و الشدائد فى دين الله۔ موصدة اى مطبقة مغلقة يقال اصدت الباب و او صدته اذا اعلقته قرء الجمهور بالواو و قرء بالهمزة و المعنى واحد و المراد عليهم نار ابوابها مغلقة لا تفتح ابدا و قيل المراد احاطة النيران بهم من جميع الجهات۔

تفسیر :......فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ کہ کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں پیدا کر دیں؟ اس میں چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔

کیا دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا نہیں کیں؟:......(۱)......اندھا نہیں ہے دیکھ سکتا ہے کہ ایسا ناپاک مال اور پاک بھی ہو تو ایسے نفس کو خوش کرنے والے کاموں میں صرف کرنا کوئی نیکی نہیں ہر چند یہ بات محسوس نہیں مگر بمنزلہ محسوس کے ہے جس کو ہر ایک آنکھوں والا بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

۲)......مال کے خرچ کرنے کا فخر بے جا ہے مال حاصل کرنے کے آلات جن میں سے اعلیٰ چیزیں آنکھ اور زبان اور لب ہیں وہ تو ہم نے ہی پیدا کر دیے ہیں پھر اس نے کیا کمایا اندھا اپاہج ہوتا تو کیا کماتا۔

۳)......آنکھیں ہیں تو جا کر دیکھ لے کہ اس سے پہلے لوگ عاد و ثمود جو اس سے کہیں زیادہ فخر و نام آوری و تحفظ کے کاموں میں صرف کیا کرتے تھے ہلاک ہوئے۔

۴)......یہ سمجھنا کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا نہ میرے اسرار دل پر کوئی واقف ہے، یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جب ہم نے اس کے لئے

دو آنکھیں پیدا کر دی ہیں جو سیاہ اور سفید میں فرق کر سکتی ہیں تو پھر ہمارے علم و بصیرت کی کیا انتہاء ہے۔

کیا بولنے کے لئے زبان نہیں دی: ..... صرف دو آنکھیں ہی نہیں پیدا کر دی ہیں بلکہ لسانا زبان بھی پیدا کر دی ہے خود عقل نہیں تو پوچھ دیکھے اور نیز یہ سمجھے کہ جس نے مجھے زبان عطا کی ہے جو میرے اندرونی اسرار کو ظاہر کرنے کا آلہ ہے تو کیا وہ اندرونی اسرار نہیں جان سکتا؟ اور نیز زبان ایک ایسا آلہ ہے کہ میٹھے اور کڑوے میں امتیاز کر دیتا ہے تلخی اور شیرینی کے اقسام اور مراتب پہچان سکتا ہے نعماء الٰہی کے کھانے پینے کا مزہ اسی سے وابستہ ہے پھر انسان سمجھ لے کہ لسان غیب میرے اندرونی حالات کیوں کر نہ بیان کر دے گی اور زبان غیب نیک اور بد کاموں کا فرق کیوں کر نہ بیان کر دے گی مگر سننے والے کے کان ہوں تو سن لے کہ ہر دم لسان غیب سے کیا آوازیں آیا کرتی ہیں۔

اور صرف زبان ہی پر بس نہیں کی شَفَتَيْنِ دو ہونٹ بھی بنا دیئے جن سے تکلم میں مدد پہنچی ہے اور جن سے چوسنے اور پھونکنے کا کام چلتا ہے اور یہ دونوں منہ کے دو کواڑ بھی ہیں اور چہرہ کی خوش نمائی بھی۔

خلاصہ یہ کہ انسان کی قوت و اکتساب کے آلات آنکھیں زبان لب ہم نے پیدا کیے ہیں پھر اس کو کاہے پر غرور ہے؟ اور نیز یہ سعادت حاصل کرنے کے آلات ہیں ان کو کیوں کام میں نہیں لاتا کیوں بری جگہ استعمال کرتا ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ دو آنکھ ایک زبان پیدا کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا دیکھنا عام ہے خیر کو بھی دیکھتا ہے شر کو بھی مگر کہنا خاص ہی رہنا چاہیے صرف خیر کا کلمہ منہ سے نکالنا چاہیے بری بات منہ سے نہ نکالے اور نیز دو ہونٹ اس کے دو کواڑ ہیں جو ہر وقت اس پر موکل ہیں کہ دیکھ جو کچھ کہنا ہو سمجھ کر کہیو نیک بات کہیو اس لیے کہ تو دل کی کنجی شمار ہوتی ہے۔

ترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت! نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا کہ اپنی زبان بند کر اور گھر میں گوشہ نشین بن کر بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان سانپ ہے اس کا گھر منہ ہے اس لیے کوئی شاعر کہتا ہے

احفظ لسانک ایھا الانسان ☆ لایلدغنک انه ثعبان

کہ اے انسان اپنی زبان کو حفاظت سے رکھ یہ سانپ ہے کہیں یہ تجھے کو ڈس نہ لے۔ حفظ زبان اور کم گوئی کے فوائد اور زیادہ گوئی کے نقصان علماء و حکماء نے نظم و نثر میں بہت بیان کیے ہیں احادیث صحیحہ میں سب سے زیادہ مذکور ہیں۔

فائدہ ۱: ..... ان اعضاء کے یہاں ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو اس وقت اس کی غذا صرف ماں کا دودھ ہی ہوتی ہے اس کے پینے میں یہ اعضاء کام آتے ہیں پھر جب وہ اپنی غذا پر قادر نہ تھا اور ماں اس نے اپنی ہمت اور کوشش سے بغیر ہماری مدد کے کیونکر پیدا کر لیا جس کے خرچ کرنے کا فخر کرتا ہے۔

کیا نیکی و بدی کی پہچان عطا نہیں کی؟: ..... اور ان اعضاء ہی پر بس نہیں بلکہ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ① اس کو نیکی اور بدی کے دو رستے بھی سجھا دیئے مضر اور مفید کی پہچان عطا کر دی دنیاوی امور سے لے کر اخروی تک سب کو انسان (بشرطیکہ تھوڑی دیر کے لیے شیطانی عوارض دور ہو جائیں) بخوبی پہچان سکتا ہے، خود اس کا دل فتویٰ دے سکتا ہے کہ یہ نیکی ہے یہ بدی ہے، اس جگہ مال خرچ کرنا حق سبحانہ کی

---

① نجد بلند جگہ اس کی جمع نجود آتی ہے اور ملک نجد کو اس لیے نجد کہتے ہیں کہ وہ تہامہ سے بلند قطعۂ زمین پر ہے اس لیے پستان کو نجدین سے تعبیر کرنا بھی ٹھیک ہو سکتا ہے اور خیر و شر کے دلائل واضح ہونے کے سبب بھی ان کو دو بلند رستوں سے تشبیہ دینا ٹھیک ہے جو ہر ایک اہل بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں ۱۲ منہ۔

خوشنودی کا باعث ہے کہ نہیں پھر کیوں عذر کرتا ہے کہ مجھے نیکی کا رستہ معلوم نہیں۔

بعض علماء نجدین سے مراد دو پستان لیتے ہیں کہ یہ بھی تتمہ ہے بیان سابق کا کہ ہم نے دودھ پینے کے آلات عطا کیے اور ماں کی چھاتیاں بنائی ہیں خود ملہم غیبی کے کہنے سے بچہ ماں کی چھاتیوں کی طرف قصد کرتا ہے۔

پھر جب نیکی اور بدی کے دو بلند نشان بتا دیئے تو فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ⑪ ❶ پھر نیکی کی گھاٹی میں کیوں نہیں گھستا اس سخت اور اونچی چڑھائی پر کیوں نہیں چڑھتا جس پر چڑھنا نفس کے خلاف ہے اور بدی کا رستہ خواہش نفسانی کے موافق ہوتا ہے اس لیے اس پر چلنا آسان معلوم ہوتا ہے مگر اس میدان دشوار گزار کو وہی طے کرتے ہیں جو جوانمرد ہیں اور جن کی تقدیر میں سعادت ازلی ہے

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند ☆ کس بمیداں در نمے آید سواراں راچہ شد

فَكُّ رَقَبَةٍ کی تفسیر:...... یہ گھاٹی بڑی دشوار گزار ہے کیونکہ اس سے گزرنا نفس کے خلاف ہے اس لیے آپ ہی پوچھتا ہے وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ⑫ اور اے انسان تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی ہے کیا؟ پھر آپ ہی بیان فرماتا ہے فَكُّ رَقَبَةٍ⑬ اب نیکی کے اقسام ارشاد ہوتے ہیں۔ اول فک رقبۃ ہے یعنی گردن کا چھڑانا یہ لفظ عام ہے اس میں کئی معنی ہیں۔

۱)...... غلام کا آزاد کر دینا یا اس کی قیمت مالک کو ادا کر کے آزاد کرا دینا، عرب میں غلاموں پر ایام جاہلیت میں بڑی سختی ہوتی تھی ان کو بہائم کے مرتبہ میں رکھ کر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے اسلام نے اس رسم میں بھی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسی کے پاس رہ جائے تو اس کے ایسے حقوق قائم کیے کہ پھر غلام کو غلامی میں آزادی ہے کوئی تکلیف سخت باقی نہیں رہتی۔

۲)...... جو کوئی قصاص میں گرفتار ہو اس کا خون بہا ادا کر کے اس کو آزادی دلانا۔

۳)...... کسی نادار قرض دار کو قرضہ معاف کر کے خود آزادی دینا یا ادا کر کے اس کی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا۔

۴)...... کوئی ظالم زبردستی اور ناحق کسی کو بیگار قید میں پکڑ لے اس کی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر۔

۵)...... اپنے آپ کو حقوق العباد و حقوق اللہ سے ادا کر کے رہائی دلانا اپنی گردن میں سے یہ پھندا نکالنا بھی حریت کبریٰ اور اصل آزادی ہے جس کے بعد سعادت عظمیٰ ہے ورنہ غلامی کی قید میں پڑا ہوا ہے یہ کام ہیں مال صرف کرنے کے۔

قسم دوم: بھوکے کو کھانا کھلانا:...... اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ⑭ یا کھانا کھلانا احتیاج کے دن جیسا کہ ایام قحط میں یا کسی سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے وقت بھوکے کو کھانا کھلانا ہزار روپیہ دینے سے افضل ہے۔ ع

شلغم پختہ بہ کہ نقرہ خام

اس میں کوئی ہو مگر يَّتِيْمًا یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر ہے اس لیے کہ اس کا کوئی سرپرست نہیں نہ اس کی صغرسنی کی وجہ سے اس سے کوئی توقع ہے نہ اس کی مدح سے دل خوش ہوتا ہے اور یتیموں میں بھی ذَا مَقْرَبَةٍ اہل قربت ہو جیسا کہ چچا کا بیٹا یا بھتیجا یا بھانجا یا خالہ زاد یا ماموں زاد بھائی ہو کیوں کہ ان پر رحم کھانے اور کھانا کھلانے میں صلہ رحمی بھی ہے۔ کسی نے آنحضرت ﷺ سے اسلام کے عمدہ کام دریافت کیے تو فرمایا کھانا کھلانا، سلام کرنا، خواہ کسی کو جانے یا نہ جانے اور رات میں جب لوگ پڑے سوتے ہوں نماز پڑھنا اس سے معلوم ہوا کہ یہ قید عمدہ موقع بتلانے کے لیے ہے۔

---

❶ عقبہ پہاڑ کا رستہ) (درہ) جس کی جمع عقب وعقاب آتی ہے اس سے مراد نیکی کا دشوار گزار رستہ ہے اس دشواری اور بلندی کی وجہ سے راہ ہدایت کو عقبہ سے بطور تمثیل کے بیان کیا ہے یعنی استعارہ ہے اور نجدین ذکر کرنے کے بعد عقبہ کا ذکر ترشیح ہے ۱۲ منہ۔

اور کسی کو اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ یا فقیر حاجت مند کو کہ فقر و فاقہ نے اس کو خاک پر بٹھا دیا ہو کیوں کہ جب یہ حالت پہنچ جاتی ہے تو اس سے کوئی دنیاوی توقع باقی نہیں رہتی اس وقت جو کھلایا پلایا جائے گا خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہوگا یوں تو وہ بھی مسکین ہے کہ جس کا خرچ اس کی آمد سے بڑھا ہوا ہے یا بالفعل اس کے پاس کچھ نہیں لیکن امید ہے اس کا کھلانا بھی بہتر ہے مگر پہلا موقع اس سے بھی بہتر ہے۔

یہ ہے مال صرف کرنے کا عمدہ موقع نہ وہ کہ جس کو وہ دولت مند سمجھ رہا تھا نام آوری تن پروری میں صرف کرنا۔ یہاں تک تو جو کچھ ذکر ہوا وہ صرف مالی عبادت کے بعض عمدہ مواقع بتلائے گئے جن میں کسی مذہب و ملت کو بھی اختلاف نہیں مگر یہ اعمال جب ہی مقبول ہوتے ہیں کہ جب ایمان بھی ہو اس لیے کہ قوت عملیہ کی تکمیل قوت نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے اس لیے اس کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی بایں ہمہ پھر وہ ایمان داروں میں سے بھی ہو کیوں کہ بغیر ایمان کے کوئی نیکی خدا کے ہاں مقبول نہیں ہوتی ایمان جڑ ہے ایمان ہی بنیاد ہے اعمال صالحہ اس پر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہیں رہ سکتی۔

فائدہ: لفظ ثم اس مقام پر تراخی ذکر کے لیے ہے یعنی ان سب باتوں کے ذکر کرنے کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ایمان دار بھی ہونا چاہیے۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ ثم اس جگہ تاخیر وقوع کے لیے ہے یعنی اعمال خیر کفار کے توقف میں رہتے ہیں اگر اخیر میں ایمان لے آیا تو یہ اعمال قبول ہو جاتے ہیں ورنہ مردود۔ چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے حالت کفر میں بھی بہت کچھ نیک کام کیے ہیں آپ نے فرمایا تیرے ایمان نے ان سب کو نیک اور مقبول کر دیا۔

الحاصل عقبہ سعادت کی گھاٹی میں سے گزرنا نہ صرف غلام آزاد کرنا یتیموں کو مسکینوں کو مصیبت کے دن کھانا کھلانا ہے بلکہ اس کے ساتھ ان لوگوں کے زمرے میں بھی داخل ہونا ہے جو ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس کر کے نہ بیٹھ رہے بلکہ ہر ایک قسم کی نیکی خود بھی کی اور لوگوں کو بھی تاکید کی خصوصاً دنیا سے چلتے وقت۔

صبر اور رحمدلی کی تاکید:...... وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ صبر کرنے کی وصیت اور تاکید کر چلے اور صبر ہی پر موقوف نہیں بلکہ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ ایک دوسرے سے باہم مہربانی اور نرمی اور رحم دلی کرنے کی بھی تاکید کر چلے۔

صبر نفس کو بے جا خواہشوں سے روکنا اور راہِ راست پر ثابت قدم رہنا۔

صبر کے محامد قرآن مجید میں بکثرت وارد ہیں ازاں جملہ یہ ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ازاں جملہ یہ ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ ازاں جملہ یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ازاں جملہ یہ ہے کہ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب ازاں جملہ یہ ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا و غیرھا من الآیات اور احادیث صحیحہ میں بھی اس کے بہت کچھ محامد مذکور ہیں۔

واضح ہو کہ انسان کے اندر تین قوتیں ایسی ہیں کہ جب وہ تیز ہو جاتی ہیں تو اسکو راہ راست سے ادھر اُدھر گھسیٹ لے جاتی ہیں ان سے نفس کو روکنا صبر ہے۔

صبر کی اقسام

اول قوت شہوانیہ:...... کھانے پینے جماع کے متعلق اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی ایک قسم کا صبر ہے جس کو عفت اور اس کے

خلاف کو فجور کہتے ہیں پس جو چیزیں نہ کھانی پینی چاہئیں انہیں نہ کھائے پیے جیسا کہ شراب وسود ورشوت اور جملہ ناجائز کمائی کا مال یا بیگانہ حق یا یتیم کا مال اور جن جگہوں پر اس کو ازار کھولنا نہ چاہیے وہاں نہ کھولے جس سے زنا اور اغلام اور ہر قسم کی بدکاری ممنوع ہوگئی۔ بلکہ جوان چیزوں کی طرف رغبت دلانے والی چیزیں ہیں جیسا کہ ناچ اور نامحارم کے ساتھ اختلاط اور فحش قصے اور نابجاروں کی صحبت ان سے بھی دور اور نفور رہے۔

دوسری قسم: قوت غضبیہ:...... جس سے ظلم وستم برپا ہوتے ہیں اس کی لگام بھی بڑے زور سے روکنی چاہیے یہ دوسری قسم کا صبر ہے غصہ کا تھامنا اور انتقام سے درگزر کرنا بھی بڑے جواں مردوں کا کام ہے کسی نے گالی دی یا برا کہا اس کو سن کر جو نفس کو ہیجان ہوتا ہے اس کا تھامنا بھی صبر ہے، اسی بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولمن صبر وغفر . . . الخ اور اس کو حلم کہتے ہیں عالی حوصلہ انتقام لینے درگزر کرنے میں زیادہ لذت پاتے ہیں۔

تیسری قسم: قوت طمعیہ:...... وہ بھی بہت دور ودراز کھینچ کرلے جاتی ہے اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی صبر ہے نیک کام میں خرچ کرنا اس قوت کی بے صبری ہے جس کو بخل کہتے ہیں اور نیک راہ میں صرف کرنا سخاوت اور جود ہے اور اسی طرح یہ قوت خیانت اور دوسروں کے حقوق تلف کرنے کی طرح ابھار اکرتی ہے اس کے مقابلے میں نفس کو روکنا امانت وصیانت ہے اور کبھی تجملات دنیا کے حاصل کرنے کی طرف بلاتی ہے جس کو حرص کہتے ہیں اس کے مقابلے میں نفس سرکش کی مہار تھامنا زہد وقناعت کہلاتا ہے جو ایک قسم کا صبر ہے۔

چوتھی قسم:...... اس کے علاوہ مصائب اور تکالیف کو برداشت کرنا اور جزع وفزع نہ کرنا اور دین پر ثابت قدم رہنا چوتھی قسم کا صبر ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں دور دراز کا سفر اختیار کرنا اور سفر اور دھوپ اور بھوک اور پیاس کے صدمے اٹھانا یا اعدائے دین کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا ان سے خوف نہ کرنا۔

پانچویں قسم:...... یہ ہے کہ نفس خبیث کو ریاضات شاقہ وعبادات پر لانا اور اس کی خواہشوں سے روکنا بھی صبر ہے روزہ میں بھوک پیاس کی برداشت کرنا نیند کا غلبہ ہے مگر نماز کی طرف آنا نہانے اور وضو کرنے سے دل ڈرتا ہے مگر اس کے مقابلے میں نہانا وضو کرنا صبر ہے۔

چھٹی قسم:...... کا صبر رضا بالقضا ہے۔

مرحمت کے فضائل:...... اسی طرح مرحمت بھی صدہا خصائل حمیدہ کا رکن اعظم ہے یتیموں پر شفقت، چھوٹوں پر مہربانی، بے کسوں، بیواؤں، بے زبانوں کی چارہ سازی قوم اور ملک کے ساتھ بھلائی کرنا بھوکوں کو کھانا کھلانا بیماروں کی دوا کرنا ننگوں کو کپڑا پہنانا بھولوں کو رستہ بتانا درماندوں کی ان کے کاموں میں مدد کردینا وغیرہ سب مرحمت کی شاخیں ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (رواہ ابوداؤد والترمذی) کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والے رحم کریں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قسم کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے جب تک کوئی بھی مومن (کامل) نہیں ہوتا جب تک کہ جو اپنے لیے چاہے وہی اپنے بھائی کے لیے نہ چاہے۔ (متفق علیہ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہم سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم اور بڑے کی توقیر نہ کرے (رواہ الترمذی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایمان داروں کو تو باہمی رحم دلی اور محبت ونرمی میں ایسا پائے گا کہ جیسا ایک جسم جس کا ایک عضو بیمار ہو

جائے تو دوسرے اعضاء میں بھی درد و بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ☆ کہ در آفرینش زیک جوہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ☆ دگر عضو ہارا نماند قرار

تمام نیکیوں کی یہی دو چیز اصل ہیں اول: تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ دوم: شفقت بر خلق اللہ جس کو مرحمت سے تعبیر کیا۔

جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وہی لوگ یمن اور برکت والے ہیں ان کی تاکید صبر و تاکید مرحمت کا نفع ان کی حیات میں اور ان کے بعد میں ان کو بھی اور بندگان خدا کو بھی پہنچتا رہے گا۔ اور پہنچتا ہے

بعض علماء میمنہ کو یمین جانب راست سے لیتے ہیں یعنی وہ دائیں والے ہیں تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے عرب دائیں جانب کو متبرک اور بائیں کو زبوں سمجھا کرتے ہیں۔

ان اہلِ کمال کے بعد ازلی بدبختوں کا حال بیان فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہماری آیات میں مکارم اخلاق اور حسنات کی تاکید اور قبائح کی مذمت ہے پھر وہ ان پر عمل سے بھی محروم رہے اخلاق ذمیمہ اور طرح طرح کی سیئات کے امراض روحانی میں مبتلا رہے۔

هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہی شامت اور بدبختی والے ہیں ان کے بداخلاق کی نحوست نے ان کو ہر طرف سے احاطہ کر لیا اگر مَشْئَمَة کو بمعنی چپ یعنی بائیں کے لیے جائیں تو بھی ممکن ہے کیوں کہ بائیں جانب والے بدبخت اور مشوم اور نامبارک لوگ ہیں۔

ان کے یہ اخلاق ذمیمہ اور ناپاک عقائد اور یہ کفر و بت پرستی جو یہاں ان پر محیط ہے وہاں آگ بن جائے گی عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ اور سرپوش بنا کر ڈھانک دی جائے گی جس طرح یہ دنیا میں ان آتشیں ملکات و افعال و عقائد سے نہ نکلتے تھے وہاں بھی کبھی نہ نکلیں گے، اعوذ باللہ من النار۔

آيَاتُهَا ۱۵ (۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ الشمس مکہ میں نازل ہوئی اس میں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا
يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷
فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰

ترجمہ:...... قسم ہے آفتاب اور اس کی دھوپ کی ۱ اور قسم ہے چاند کی جب کہ اس کے پیچھے چلے ۲ اور قسم ہے دن کی جب کہ آفتاب کو نمایاں کرے ۳ اور قسم ہے رات کی جب کہ آفتاب کو چھپالے ۴ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی ۵ اور قسم ہے زمین کی اور اس کے بچھانے والے کی ۶ اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی کہ جس نے اس کو درست بنایا ۷ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سجھائی ۸ بے شک وہ کامیاب ہوا کہ جس نے اپنی روح کو پاک کرلیا ۹ اور بے شک وہ غارت ہوا کہ جس نے اس کو آلودہ کرلیا ۱۰۔

ترکیب:...... و الشمس الواو للقسم ❶ جارۃ۔ ضحٰها و مابعدها عطف علی الشمس۔ اذا تلٰها و كذا اذا يغشٰها الظرف معمول للقسم ای اقسم اذا تلٰها و اقسم اذا تغشٰها و الضمير فی تلٰها راجع الی الشمس و معناه اذا تبعها و ذلک بان يطلع القمر بعد غروب الشمس يقال تلا يتلو اذا تبع و ذلک فی النصف الاول من الشهر اذا غربت الشمس تلاها القمر فی الاضائة و كذا الضمير فی اذا جلاها و يغشاها راجع الی الشمس لان الشمس عند انبساط النهار تتجلی تمام الانجلاء و كذا عند مجیء اليل تغشی الشمس و يذهب ضوئها فالاسناد فی جلا و يغشی مجازی۔ و مابنٰها مصدرية ای قسم بالسماء و بنائها اذا بنا اذا السماء بالرفعة و الاستدارة امر عجيب و قيل موصولة بمعنی من اقسم بالسماء و بمن بناها و ايثار ما علی من لا رادة الوصفية لقصد التفخيم و الاول قول الفراء و الزجاج و الثانی قول ابی البقاء۔ وقس عليه قوله تعالٰی و ما طحٰها و الطحو البسط من كل جانب كما فی قوله دحاها و معناهما واحد و قيل معنی طحاها قسمها و خلقها و قال ابو عمر و بن العلاء طحا الرجل اذا ذهب فی الارض يقال ما ادری اين طحا و يقال طحا به قلبه اذا ذهب به و منه قول

❶...... اس جگہ اشکال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ واوات یا عطف کے لیے ہیں یا قسم کے لیے اگر عطف کے لیے ہیں تو لازم آتا ہے العطف علی معمولی عاملین مختلفین (یعنی دو مختلف عاملوں کا عطف معمولین مختلفہ پر اگر قسم کے لیے ہے تو يلزم تعدد القسم مع وحدة الجواب (تو اس صورت میں وحدت جواب مع تعدد قسم لازم نہیں آئے گا) اس کو خلیل وسیبویہ منع کرتے ہیں پس بعض کو یوں نے شق ثانی (یعنی الواوات للقسم) کو اختیار کر کے جواب دیا ہے اور خلیل کے قول کو رد کر دیا ہے بعضوں نے شق اول کو اختیار کر کے منع وارد کیا ہے ومنع لزوم المحذور بان تلک الواوات نوائب للواو الاولی القسمية الجارة بنفسها النائبة مناب فعل القسم فجاز ان تعمل الجر و النصب كالاصل ۱۲ حقانی۔

الشاعر ،

طحا بک قلب في الحسان طروب ☆ بعيد الشباب عصر حان مشيب

و كذا قوله تعالى و ما سوٰها۔ فالهمها عطف على سوٰها و جواب القسم عند الجمهور۔ قوله تعالى قد افلح۔۔۔ الخ قال النحاة ان الماضي المثبت المتصرف الذى لم يتقدم معموله اذا وقع جوابا للقسم تلزمه اللام و قد و لايجوز الاقتصار على احداهما الاعند الضرورة او طول الكلام و ههنا لطول الكلام حذف اللام۔ و دسها اصله دسسها فابدلت السين الاخيرة الفاو معنى التدسيس الاخفاء۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس کی پندرہ آیات ہیں۔

احمد وترمذی ونسائی نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور ایسی ہی سورتیں پڑھا کرتے تھے طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نماز صبح میں وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھا کرے۔ عقبہ ابن عامر سے بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم صلوۃ ضحیٰ ❶ کی دو رکعتوں میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالضُّحٰى پڑھا کریں اور حدیث جابر میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو فرمایا کہ کیوں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى نہیں پڑھا کرتا۔

ماقبل سورة سے مناسبت:...... اس کی سورۂ بلد سے یہ ہے کہ سورۂ بلد میں خیر وشر کی رہنمائی کا ذکر تھا قال وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اسی طرح اس سورت میں بھی اشارہ ہوا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا کہ ہر ایک کو ہم نے نیکوکاری و بدکاری سمجھا دی اور سب سے بڑھ کر مناسبت یہ ہے کہ خیر کی رہنمائی میں آفتاب نبوت کی روشنی درکار ہے کہ جس کے سبب نیک و بد میں تمیز کر سکے اس لیے سورۂ بلد کے بعد سورۂ والشمس نازل ہوئی تاکہ معلوم رہے کہ شمس یعنی آفتاب کے بغیر جس طرح حیات دنیاوی میں چارہ نہیں اسی طرح آفتاب نبوت کے بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ شمس ہوا۔

انسان کو جو کچھ آفتاب اور ماہتاب اور دن اور رات اور آسمان و زمین کی حیات دنیاوی میں احتیاج ہے اسی طرح اس کو جب کہ وہ دنیا کے کھیت میں آخرت کے لیے کچھ بونا چاہے تو آفتابِ نبوت اور اس کے متعلقات کی بھی حاجت ہے اس لیے اس کا بیان کرنا بھی آفتاب کے ساتھ مناسب ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ دنیا میں کاشت کار کو ان چھ چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اکثر انہیں پر انسانی قوت کا مدار ہوتا ہے۔

کاشتکاری کے لئے قدرتی اشیاء ضروریہ:...... (۱)...... آفتاب کہ جس کی گرمی سے دانہ زمین میں پڑنے کے بعد پھوٹ کر باہر نکلتا ہے اور اس کی حرارت سے نشوونما پاتا ہے اور اسی سے پھل اور پھول آتے ہیں اسی کی گردش سے موسم بدلتے ہیں۔

(۲)...... چاند جس کی رطوبت سے پھل پھولوں میں رس پڑتا ہے دریا میں جزر و مد پیدا ہوتا ہے اور اندھیرے میں وہ آفتاب کا خلیفہ بھی ہے۔

(۳)...... دن کہ جس میں کام کاج کیے جاتے ہیں۔

(۴)...... رات کہ جس میں آرام کرتے ہیں اور دن کی گرمی سے ٹھنڈک پاتے ہیں اور رات کی شبنم دن کی حرارت کا تدارک کرتی ہے۔

❶ ...... یعنی چاشت کی نماز ۱۲ منہ۔

(۵)......آسمان کہ نزول بارش وہیں سے ہے اور اسی میں آفتاب و ماہتاب ہیں۔

(۶)......زمین کہ جس میں تخم ریزی ہوتی ہے بشرطیکہ قابل بھی ہو۔

آخرت کی کھیتی کے لیے اشیاء ضروریہ:......اسی طرح انسان کو جو اس دنیا میں آخرت کی کھیتی کرنے آیا ہے ان چھے چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱)......آفتاب نبوت کی کہ اسی کی روشنی اور اسی کی گرمی سے سب کام بنتے ہیں۔

(۲)......چاند یعنی آفتاب نبوت کے بعد اس کے جانشین اور نائب ضروری ہیں جو بمنزلہ چاند کے ہیں جس طرح چاند کی روشنی آفتاب کا پرتو ہے اسی طرح حضرات اولیاء کرام و نائبان رسول علیہ السلام کی روشنی بھی انہیں کا پرتو ہے۔

(۳)......روز یعنی وہ عمر گراں مایہ کا حصہ کہ جس میں کچھ کام کر سکے۔

(۴)......رات یعنی اس کے دنیاوی کاروبار اور راحت کا وقت چوں کہ اس میں اللہ سے غفلت ہے اس لیے اس کو رات سے تشبیہ دی جاتی ہے مگر نفس انسانی کو یہ وقت نہ ملے تو انوار دائمہ اس کو سست و معطل کر دیں اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا نم و صل کہ سو بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھ اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ ان لنفسك عليك حقا .... الخ کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اس کو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔

(۵)......آسمان شریعت جو اس کو جمیع اطراف سے محیط ہے اس کے عقائد و اعمال و احوال وہیں سے بارش کی طرح برستے ہیں وہیں سے شوق کی ہوائیں چلا کرتی ہیں جو کوئی شریعت سے باہر ہو کر یہ کھیتی کرنا چاہے گویا آسمان سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے جو محال اور خیال باطل ہے۔

(۶)......زمین وہ اس کی استعداد کی زمین ہے کہ جس قدر اس کی فراخی و صفائی ہے اسی قدر احوال و مقامات کا نشوونما ہوتا ہے۔

لیکن ان چھے چیزوں میں سب سے عمدہ آفتاب ہے جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں اس لیے اس سے ابتدا کی اور اس لیے سورت کا نام شمس ہوا یا یوں کہو کہ یہ چھے چیزیں انقلاب دنیا کے لیے اصل الاصول ہیں اور یہ انقلاب انسان کو بتا رہا ہے کہ اس کو بھی جانا ہے اور انسانی حالات کا نمونہ ہیں۔

آفتاب نور نبوت اور اس کی روحانی روشنی پر دلالت کرتا ہے اور قمر اس کے دوسرے حال پر جو پہلے سے کم تر ہو اور دن اس کی علم معرفت اور روشنی پر کہ جس میں سیاہ و سفید کا امتیاز ہوتا ہے اور رات اس کی بہیمیت اور قوائے شہوانیہ پر اور آسمان اس کی بلندی پر جو قوائے روحانیہ کے آفتاب چمکنے سے حاصل ہوتی ہے اور زمین اس کی پستی پر جو قوائے بہیمیہ کی رات اور اندھیرا چھا جانے سے پیدا ہوتی ہے اور ان چھے چیزوں میں ان چھے چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔

اور نیز یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح آفتاب اور اس کی روشنی اور پھر دن کسی کے روکے سے نہیں رکتے اسی طرح نورِ نبوت اور دنیا کی روشنی جو دن سے عبارت ہے وہ بھی کسی کے روکے سے نہیں رکے گی، پھر اے قریش! تمہاری ہمارے نبی کے مقابلہ میں یہ جدوجہد محض بے فائدہ ہے۔

اور رات اور اس میں آفتاب کا پوشیدہ ہونا ضلالت ہے جو اس وقت دنیا میں چھائی ہوئی تھی اس کے بعد طلوع آفتاب مقتضائے حکمت ہے اور اگر اس آفتاب نے غروب بھی کیا تو مدتوں چاند کی روشنی رہے گی جس سے نائبان نبوت کے پرتوے مراد ہیں اور آسمان و زمین ہر

ایک کی تقدیری پستی و بلندی ہے۔

اس لیے ان چھے چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی قدرت کاملہ کا نمونہ ہیں انسان کی جان اور اس کے ٹھیک کرنے کی یعنی قوائے باطنیہ و ظاہریہ عطا کرنے کی اور پھر اسے نیک و بد کی سُوجھ بُوجھ عطا کرنے کی قسم کھا کر انجام کار بتلاتا ہے کہ جس نے اپنی اس روح کو آلائش سے پاک وصاف کر لیا اس نے فلاح پائی آسمانِ رفعت پر پہنچا اور جس نے اس کو آلودہ کر لیا شب ضلالت اس پر طاری ہوگئی وہ جہنم کی پستی کی طرف گیا خراب ہوگیا۔

اور اس کے بعد چند لوگوں کا تذکرہ کرتا ہے جنہوں نے اپنے نفس کو آلائش دنیا میں آلودہ کیا تھا کہ وہ پستی کی طرف ڈالے گئے دنیا میں ہلاک ہوئے آخرت کا وبال بھی سر پر لے گئے اس مضمون کو اس سورت میں کس دل کش انداز سے بیان فرماتا ہے۔

آفتاب اور اس کے نور کی قسم: ......فقال وَالشَّمْسِ کہ قسم ہے آفتاب کی جس کا نمونہ نور نبوت ہے وَضُحٰهَا ۝ اور قسم ہے آفتاب کی روشنی کی جس کا نمونہ نور نبوت کا جہانمیں پھیلنا ہے جیسا کہ کتابِ یسعیاہ علیہ السلام کے ساٹھویں باب میں بشارت ہے۔

"اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طلوع کرے گا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہاں تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔" انتہی

شمس آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کی روشنی جو دنیا میں پھیلی وہ ضحٰی یا ضحو ہے۔

چاند کی قسم: ......وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اور وہ آنحضرت ﷺ کا جانشین ہے یکے بعد دیگرے و نیز اولیاء کرام اِذَا تَلٰهَا ۝ جب کہ آفتاب کے بعد آئے یا پیروی اور اتباع کرتا ہے۔

اول: استفادۂ نور میں۔

دوم: غروب میں کہ آفتاب کے غروب ہوتے ہی ماہتاب نمودار ہوتا ہے یہ اول چاند رات سے لے کر پندرھویں یا چودھویں تاریخ تک ہوتا ہے۔

سوم: جسم میں باعتبار حسن ظاہر کے اس لیے کہ اور ستارے گو جسامت میں ماہتاب سے بھی بڑے کیوں نہ ہوں اور بعد مسافت کی وجہ سے چھوٹے نظر آتے ہوں مگر حسن ظاہر میں آفتاب کے برابر بجز ماہتاب کے اور کوئی ستارہ نظر نہیں آتا۔

چہارم: تاثیرات اور حساب سال و ماہ میں ہے جہاں اور ستاروں کو دخل نہیں۔

یہ قید اس لیے لگائی کہ آفتاب کے اتباع کرنے میں ہی ماہتاب کا کمال ہے جس سے اشارہ ہے کہ نائبان خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کا کمال اور منصب خلافت و امامت آنحضرت ﷺ کی پیروی میں ہے۔

دن کی قسم: ......وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ اور قسم ہے دن کی جبکہ آفتاب کو روشن کرے جس سے دین محمدی علیہ السلام کے شیوع وظہور کی طرف اشارہ ہے اور نیز سالک و مرشد کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ریاضات و مراقبات کے بعد پیدا ہوتی ہے اور نورانیت محمد ﷺ یہ ان میں جلوہ گر ہو جاتی ہے جس میں ایماء ہے کہ خالی ریاضات و مجاہدات بغیر اس کے کہ نور محمدی کو ان میں چمکایا جائے کچھ بھی قابل عزت و حرمت نہیں ورنہ یوں تو بہتیرے جوگی سنیاسی عمر بھر فضول ریاضات کرتے ہیں۔

ہر چند آفتاب دن کو روشن کرتا ہے نہ کہ دن آفتاب کو مگر جب دن دوپہر آتا ہے تو آفتاب زیادہ روشن و تاباں معلوم ہوتا ہے برخلاف

وقت طلوع وغروب کے یہ ظرف ہے اور ظرف کی طرف اس فعل کو نسبت کرنا مجاز ہے جو محاورہ میں کثیر الاستعمال ہے بعض علماء فرماتے ہیں ضمیر اِذَا جَلّٰىهَا آفاق یا ارض کی طرف راجع ہے گو مذکور نہ ہو مگر مراد ہے۔

رات کی قسم:..... وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا۞ اور قسم ہے رات کی جب کہ آفتاب کو چھپا لے رات میں آفتاب چھپ جاتا ہے اس لیے رات کی طرف بھی اسناد کیا گیا اور اس رات اور اس کے آفتاب کے چھپا لینے سے اشارہ ہے انسانی راحت اور اس کے حقوق زن وفرزند اعزہ و احباب کے ادا کرنے پر متوجہ ہونے کی طرف یعنی توجہ الی الخلق کی طرف۔ یہ بھی ایک متبرک چیز ہے اگر ایسا نہ ہو تو بہت سے حقوق اور معاملات دنیا درہم برہم ہو جائیں اور یہ منشا بعثت انبیاء علیہم السلام کے برخلاف ہے اسی لیے یہ کیفیت توجہ الی اللہ کی ہر وقت نہیں ہوتی مگر اس غفلت کو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی اولوالعزمی اور شوق الی اللہ سے نفاق سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جن کا نام حنظلہ ہے اس بات کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور کہا میں تو منافق ہو گیا وہ بات جو حضرت کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے بال بچوں میں جا کر نہیں رہتی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا بھی یہی حال ہے دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے حنظلہ! یہ کیفیت ہر وقت نہیں رہا کرتی اگر ایسا ہو تو بشریت سے نکل کر فرشتوں میں مل جاؤ۔ (مشکوۃ)

اور نیز اس رات سے عارف وسالک کے قبض کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس وقت آفتاب معرفت بالکل چھپ جاتا ہے جس سے پھر انکشاف تام ہوتا ہے جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے اور محبت میں یہی مزے ہیں ہجر نہ ہو تو وصال کا مزہ نہ آئے۔

نیز اسلامی تنزل کی طرف اشارہ ہے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی مگر وہ تنزل بار دیگر ترقی کا سبب ہے کیونکہ اس رات کے بعد پھر دن ہونے والا ہے اس لیے یہ بھی ایک محترم چیز ہے۔

آسمان اور اس کی بناوٹ کی قسم:......وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا۞ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی آسمان تو عجیب وغریب چیز ہے مگر اس کی بناوٹ بھی عجائب ہے قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔

بعض علماء نے ما کو مصدریہ نہیں بلکہ من کے معنی میں پڑھا ہے جس کے معنی ہیں کہ آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی اس بنانے والے کے قربان جایئے جس کے مبارک ہاتھوں نے یہ رفیع عمارت بنائی۔ آسمان کو شریعت سے تشبیہ ہے جو کہ آسمان کی طرح انسان کے جمیع افعال واحوال ومقامات وعقائد کو محیط ہے اور جس طرح آسمان میں بروج اور ستارے ہیں اسی طرح شریعت میں ابواب واقسام ہیں اور یہی مناسبات ہیں۔

آسمان اور اس کی کشادگی کی قسم:...... وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی وَمَا طَحٰىهَا اور اس کی فراخی وکشائش کی یعنی کیا ہی اس میں وسعت رکھی ہے یہاں بھی بعض علماء نے ما کو من کے معنی میں پڑھا ہے اور یہ استعداد نفس انسانی کی مثال ہے جس کی وسعت وفراخی کے بموجب اس میں تخم معرفت بویا جاتا ہے۔

اب خود نفس انسانی کی عالم میں کوئی نظیر باقی نہ تھی کیوں کہ وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے اس لیے خاص اسی کی قسم کھاتا ہے فقال وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۞ کہ قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی آراستگی کی یا اس کی جس نے اس کو آراستہ کیا۔

انسان کے جسم کو دیکھو تو اس میں کیا کیا کاریگریاں کی ہیں جس کی پوری شرح کی جائے تو ایک دفتر میں بھی نہ سما سکے اور اس کے قوائے باطنیہ وادراکات وعلوم کو غور کیا جائے تو اس کے آراستگی حیرت خیز ہے اور وہ پہلی چھے چیزیں کہ جن کی قسم کھائی گئی ہے اس نفس انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہیں اور وہ سب مل کر ایک عالم ہیں تو نفس انسانی تنہا ایک دوسرا عالم ہے جس میں اول عالم کی سب باتیں موجود ہیں بایں

طور کہ اس کا آفتاب نور روحانی ہے اور ماہتاب دل کی روشنی ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے اور دن اس کے کمالات کا ظہور اور اس کی حیات کے ثمرات کا بروز ہے اور اس کی رات اور اس کی روح اور قلب کی تاریکی ہے یا اس کے قوائے بہیمیہ کا قوائے ملکیہ پر غلبہ ہے اور چوں کہ قلب جو محل معرفت اور عرش رحمانی ہے اور وہ نور روح وظلمت نفس کے ملنے کے بغیر نہیں ہوتا گویا کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے پیدا ہوا ہے اور اگر نفس کی ظلمت نہ ہوتو قلب پر معانی ظاہر نہ ہوں کیونکہ روح میں کمال صفائی ونورانیت ہے اس لیے یہ رات بھی ایک عمدہ چیز ہے اور اس کا آسمان روح حیوانیہ ہے اور زمین اس کا بدن ہے کہ جس کے خالق نے اس کو فراخ ووسیع کیا ہے اس طور پر کہ روح حیوانیہ ہر جگہ اثر کر رہی ہے۔

اور یہاں تک نفس انسانی کی درستگی کی کہ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۝ کہ اس کی بدی اور نیکی کی پہچان اس کو عطا کردی اور نفوس حیوانیہ کی طرح ناقص نہیں رکھا کہ اپنی شقاوت وسعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو صرف معاش ہی کے رستے جانتا ہو۔

فائدہ: علماء فرماتے ہیں کہ الہام فجور وتقویٰ سے جبر لازم نہیں آتا اس لیے کہ یہ جب لازم آتا کہ اس میں بندہ کے ارادہ واختیار کو دخل نہ ہوتا، پھر جب کہ جو کچھ کراتے ہیں بندہ ہی کے اختیار وارادہ سے کراتے ہیں تب کسی طرح جبر لازم نہیں آتا۔

تحقیق المقام:......الہام دردل افگندن وانچہ دل افگند خدائے تعالیٰ یقال الھمہ اللہ و استلھمت اللہ (صراح)

یہ الہام ہے جس کے معنی القاء کے ہیں اس سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں ہر ایک کے دل پر اس طرف کا تار برقی لگا ہوا ہے ادھر سے نیک وبد بات دل میں پڑتی ہے یہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہے اور اس میں کوئی جبر بھی لازم نہیں آتا اس لیے کہ القاء ہونے کے بعد کرنا نہ کرنا اس کے اختیار وارادے کے ساتھ ہے اور اسی پر عذاب وثواب کا دارومدار ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ انسان کو خدائے پاک نے عقل وادراک سمجھ بوجھ عطا کی ہے جس سے وہ نیک وبد جانتا ہے یہ ہیں فجور اور تقویٰ کے الہام کے معنی۔ اور مجاہد اور فراء اسی کے قائل ہیں اور مذہب معتزلہ بھی یہی ہے۔

اس الہام عام کے بعد ایک اور مرتبہ خاص الہام کا ہے جو حضرات اولیاء کرام وانبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اس میں اور شرکت کو نہیں۔

عالم جسمانیہ کی دو قسمیں:......واضح ہو کہ ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنی ذات وصفات غائبہ پر مشاہدہ سے استدلال کرتا ہے اور مشاہد بجز عالم جسمانی کے اور نہیں اور عالم جسمانی کی دو قسم ہیں بسیط اور مرکب۔

بسیط کی دو قسمیں:......پھر بسیط کی دو قسم ہیں۔ اول علوی جس کی طرف وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا۝ میں اشارہ ہے، دوم: سفلی۔ جس کی طرف وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا۝ میں اشارہ ہے اور نیز و الشمس و القمر علویات میں داخل ہیں اور رات دن اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

اب رہے تھے مرکبات سو ان میں سب سے افضل انسان ہے جس کی طرف وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۝ میں اشارہ ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ خدائے پاک مدبر اجسام ہے خواہ علویہ ہوں یا سفلیہ خواہ مرکبہ ہوں خواہ بسیطہ پس عالم محسوسات میں ایسی کوئی شے نہیں جو اس کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے نہ ہوئی ہو مگر یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حیوان وانسان کے افعال اس کی ایجاد وتخلیق میں داخل نہیں اس کا دفع اس قول میں کر دیا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۝ کہ یہ بھی اسی کے پیدا کرنے سے ہیں اسی کی قضاء وقدر سے سرزد ہوتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ ماسوی اللہ جو کچھ ہے سب اسی کی قضاء وقدر سے پیدا ہوا ہے اسی کے احاطۂ قدرت وتصرف میں ہے پس الہام فجور خذلان ہے اور الہام تقویٰ توفیق ہے اور وہ حدیث جس کو امام احمد ومسلم وابن ماجہ وغیرہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس

کی مؤید ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت! یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں پہلے ان کے حق میں مقدر ہو چکا تھا یا ایک آئندہ فعل ہے کہ اپنے نبی کے فرمانے سے کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے ہی سے مقدر ہو چکا ہے اس کے موافق کرتے ہیں اس نے عرض کیا پھر اب لوگ کس لیے عمل کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نے ان دونوں مرتبوں (خیر و شر) میں سے جس کے لیے پیدا کیا اس کو اس کے موافق عمل کرنا آسان کر دیتا ہے اور تصدیق اس کی کتاب اللہ میں ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۝۸۔

مگر اس کے ساتھ بھی انسان کو اختیار باقی رہتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے پایا جاتا ہے اور اسی لیے اس کے بعد جواب قسم میں اس بات کو واضح کر دیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۝۱۰ کہ فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا گناہوں اور عضلات کے میل کچیل سے ❶۔

انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے یا عقائد فاسدہ کو دل میں جگہ دیتا ہے یا حب لذات و شہوات میں خدا سے غافل ہو جاتا ہے تو اس کے نفس یعنی روح پر ایک میل یا دھبہ لگ جاتا ہے مرنے کے بعد یہی دھبہ جس مرتبہ کا ہے اسی کے موافق ایک خاص صورت میں باعث عذاب ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۝۱۰ کہ خراب ہوا جس نے روح کو آلودہ کر لیا اس نورانی جوہر کو گندی چیزوں میں چھپا دیا۔ تزکیہ و تطہیر نفوس کے لیے صرف یہی ایک جملہ قَدْ اَفْلَحَ . . . الخ کافی ہے جس کو چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا اور وہ چیزیں جن کی قسم کھائی ہے اس کی قدرت کاملہ کا نمونہ اور عالم حسی کی بنیادیں ہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۝۱۵ ع ۱۵ / ۱۶

ترجمہ:...... (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی سے (صالح پیغمبر کو) جھٹلایا۝۱۱ جب کہ ان میں سے سب سے بڑا بدبخت اٹھا۝۱۲ پھر ان سے اللہ کے رسول نے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی سے تعرض نہ کرنا۝۱۳ سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۝۱۴ پھر تو ان کے رب نے بھی ان کے گناہ سے انہیں مار کر پٹڑا ہی کر دیا۝۱۴ اور اس نے اس کے انجام کی پرواہ ہی نہ کی۝۱۵۔

ترکیب:...... بطغوٰها الباء للسببية الطغوٰى فعلى من الطغيان و الواو مبدلة من ياء مثل التقوٰى و من قال طغوت كانت الواو اصلا۔ ثمود فاعل كذبت و الجار فى طغوٰها يتعلق بكذبت۔ اذ ظرف لكذبت او للطغوٰى۔ انبعث مطاوع بعث يقال بعثت فلانا على الامر فانبعث له و معناه انتدب لذٰلك و قام به۔ ناقة الله منصوب بفعل محذوف اى ذروا ناقة الله او احذروا و سقيها معطوف عليه و الاضافة فى ناقة الله للتشريف كبيت الله فدمدم فى الصحاح دمدمت الشىء اذا الزقته بالارض و طحطحته و الدمدمة تضعيف العذاب يقال دمدت على الشىء اى اطبقت عليه دمدم عليه القبر اى اطبقه۔ فسوٰها و الضمير يعود الى الدمدمة اى فسوى الدمدمة عليهم و عمهم بها فاشتملت على صغيرهم و كبيرهم و قيل يعود

❶...... معلوم ہوا کہ تزکیہ نفس اور اس کی آلودگی کا انسان کو اختیار دیا ہے جو ان افعال کو اس کی طرف منسوب کیا ہے ۱۲ منہ۔

الی الارض ای فسوی الارض علیهم فجعلهم تحت التراب و قیل یعود الی الامة ای ثمود۔ و لایخاف... الخ الجملة حال ای فعل ذلک و هو لایخاف و الضمیر فی عقبها یعود الی الفعلة او الی الدمدمة و الضمیر فی لایخاف یرجع الی الله سبحانه و قیل الی صالح علیہ السلام ای لا یخاف الرسول و هو صالح علیہ السلام عقبیٰ هذا العذاب کانه وعد لنصرته و قیل یرجع الی الاشقی ای ذلک الاشقی الذی عقر الناقة لایخاف عقبی هذه الفعلة۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ جس سے تزکیہ فلاح کا سبب اور تلویث خسارہ کا سبب سمجھا گیا تلویث میں قوائے بہیمیہ عقل و شرع پر غالب آ جاتی ہیں اور تزکیہ میں ان پر عقل و شرع غالب رہتی ہے اب تلویث کے مضمون پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا تاکہ واضح ہو جائے کہ قوائے بہیمیہ کے غلبہ دینے سے دنیا اور آخرت میں کیا بُرے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اور قوت دار کہ بھی فاسد ہو جاتی ہے حق باتوں کا انکار کر دینا اور انکار پر اصرار کرنا اور ناصح مشفق کا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک ایک ادنیٰ سی بات ہو جاتی ہے اس لیے اب اس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے۔

قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانا: ...... فقال كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی سے جھٹلا دیا تھا یعنی قوائے بہیمیہ کے جوش و غلبہ کے سبب جس کے وہ عادی ہو رہے تھے اور یہ ہوتا ہے کہ جس قوت کو ترقی دی جاتی ہے اس کے بعد ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے جس سے اس کے موافق افعال بے تکلف سرزد ہونے لگتے ہیں عبادات و ریاضات والے سے عبادات و ریاضات بدکار شہوت پرست غدار سے ویسے کام۔

طغویٰ کی تشریح

فائدہ: طغویٰ کی تشریح: جمہور کے نزدیک طغویٰ بفتح الطاء مصدر ہے بمعنی الطغیان فراء کہتے ہیں طغویٰ و طغیان دونوں مصدر ہیں مگر اس جگہ اخیر آیات کے لحاظ سے طغویٰ کا استعمال ہوا بعض کہتے ہیں واؤ کو اسم و صفت کے فرق کرنے کے لیے یاء سے بدل لیا کرتے ہیں جیسا کہ تقویٰ و دعویٰ اور جس نے طغویٰ کو بضم الطاء پڑھا ہے اس کے نزدیک بھی مصدر ہے جیسا کہ رجعیٰ اور حسنیٰ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طغویٰ سے مراد اس قوم کا وہ عذاب ہے کہ جس سے وہ ہلاک ہوئے تھے صالح علیہ السلام نے اس کی خبر دی تھی انہوں نے اس کو جھٹلا دیا تھا اور چونکہ طغویٰ کے لغوی معنی حد سے گزرنے کے ہیں اور وہ عذاب جس سے وہ ہلاک ہوئے وہ بھی حد سے گزر گیا تھا اس لیے اس پر طغویٰ کا اطلاق ہونا بہت ٹھیک ہو سکتا ہے۔

قوم ثمود: ...... ثمود اس قوم کے بزرگ کا نام تھا جو کئی واسطہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہوتا تھا قوم عاد جو عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں تھی اس کے ہلاک و برباد ہونے کے بعد شمال عرب میں قوم زور آور ہوئی تھی یہ قوم شام اور حجاز کے بیچ میں آباد تھی ان کے اس شہر کا نام جو شام کی طرف تھا حجر تھا اور جو حجاز کی طرف تھا اس کا نام وادی القریٰ تھا ان دونوں شہروں کے درمیان اور بھی بہت سے قریات اور شہر اس قوم کے تھے جن کی تعداد بعض مؤرخین نے ایک ہزار سات سو بتائی ہے اس قوم میں مال و دولت بہت تھا بڑے بڑے عالی شان مکان بنائے تھے اور سنگ تراشی کا ہنر خوب جانتے تھے اس لیے پہاڑ کھود کھود کر بڑے بڑے عجیب و غریب مکان بنائے تھے اور عمیق کنوئیں اور باؤلیاں بھی کھودی تھیں مگر اس کے ساتھ بت پرستی اور بدکاری بھی غضب کی تھی درندہ پن اور سفاکی اور بے رحمی کا بھی کچھ ٹھکانا نہ تھا الغرض قوت شہوانیہ و غضبیہ وغیرہ کا دریا جوش زن تھا خدا پرستی رحم دلی پرہیزگاری کا نام و نشان بھی نہ تھا ایسی حالت میں رحمت الٰہی نے انہیں میں سے ایک شخص صالح بن عبید و

منتخب کیا اور نور نبوت سے منور فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کی اصلاح اور وعظ و پند میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا مگر ان کی تقدیر میں شقاوت ازلیہ تھی کب ماننے والے تھے پھر جو مصائب اور ایذائیں ایسی قوم کے واعظ اور ناصح مشفق کو پہنچیں کم ہیں۔

اونٹنی کا معجزہ:......ایک بار قوم نے صالح علیہ السلام کو لاجواب کرنے کے لیے ایک معجزہ طلب کیا اور وہ یہ کہ فلاں پہاڑ میں سے ایک اونٹنی نکلے جو ایسی اور ایسی ہو اور پھر نکل کر وہ اسی وقت بچہ بھی دے چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی ویسی ہی اونٹنی پہاڑ پھٹ کر برآمد ہوئی اور اس نے باہر آ کر بچہ بھی دیا۔ قوم نے یہ معجزہ آنکھ سے دیکھا مگر بجز جندع ابن عمر رئیس قوم اور اس کے اتباع کے اور کوئی ایمان نہ لایا صرف یہی ایک جماعت ایمان داروں نیکوکاروں کی تھی اور قوم ویسی کی ویسی رہی اور اب اور بھی ایذا و ظلم کا دروازہ کھول دیا۔

ادھر اونٹنی کی بینے چوں کہ وہ قوی ہیکل تھی اور جانور اس کو دیکھ کر بدکتے تھے لہٰذا یہ ٹھہرا کہ ایک روز گھاٹ پر یہ پانی پینے آئے تو دوسرے روز اور لوگوں کے جانور چندے اس پر قوم نے صبر کیا مگر ایک فاحشہ عورت نے جس کی ایک شخص شریر سرکش قیدار نامی سے آشنائی تھی یہ فرمائش کی کہ تو اس اونٹنی کا کام تمام کر دے کیوں کہ میرے جانوروں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے وہ بدبخت اپنے یاروں کو لے کر اس کی تاک میں نکلا اور اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور پھر سب نے تلواروں سے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور قوم میں اس کا گوشت بٹا سب نے خوشی خوشی پکا کر کھایا اور حضرت صالح علیہ السلام پر بڑے ٹھٹھے لگائے۔

قوم ثمود پر عذاب:......مگر حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے بھی اس کام سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اگر اس کو ہاتھ لگایا تو جان لینا کہ غضب الٰہی آ گیا مگر اب تو صاف صاف کہہ دیا کہ تین روز کی مہلت ہے اگر ایمان لایا جائے اور توبہ کی جائے تو کر لو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور علامت ہلاکت کی یہ ہوگی کہ اول روز تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے دوسرے روز سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے روز سیاہ چنانچہ صبح کو جب اٹھے تو سب کے چہرے زرد تھے یہ دیکھ کر قیدار اور اس کے شریر دوستوں کو حضرت صالح علیہ السلام پر بڑا غصہ آیا چاہا کہ عذاب آنے سے پہلے اونٹنی کی طرح ان کا کام بھی تمام کر دیا جائے یہ قصد کر کے نو بدمعاش شب خون کی نیت سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر رات کو آئے حمایت الٰہی نے حضرت صالح علیہ السلام کو بچا لیا وہ بدمعاش صبح کو وہیں مردہ پڑے ہوئے پائے گئے یہ دیکھ کر قوم کو اور بھی جوش آیا اور ان کا بدلہ لینے کے لیے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے ادھر حضرت صالح علیہ السلام کی جماعت بھی آمادۂ جنگ ہوئی آخر یہ فیصلہ ٹھہرا کہ صالح اور ان کے اتباع شہر سے باہر نکل جائیں چنانچہ یہ سب لوگ نکل گئے اور اس بات کو غنیمت جانا یہ روز ان کے چہرے سرخ ہونے کا تھا سب کے منہ لال ہو رہے تھے اگلا روز آیا سب کے منہ سیاہ ہو گئے اور یہ دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا کہ اب ضرور کوئی بلا آنے والی ہے اس لیے وہ پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکانوں میں چلے گئے جن کی نسبت ان کو گمان تھا کہ یہاں نہ بجلی کا اثر پہنچے گا نہ زلزلہ کا نہ بارش کا اتنے میں سیاہ آندھی آئی اور اس کے بعد زلزلہ آیا اور کڑک شروع ہوئی متواتر دو تین بار ایسی ہیبت ناک آوازیں آئیں کہ سب کی روح پرواز کر گئی کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا عذاب دفع ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اس بدبخت قوم کے پاس آئے ان کی لاشیں اور ان کو اوندھے پڑے دیکھ کر حسرت بھرے الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہائے تم نے میرے کہنے کو نہ مانا اے بدبخت قوم میں نے بہت سمجھایا مگر تم نہ سمجھے

سابقہ قوموں کے حالات وقعات سے عبرت:...... یہ ہے اس قوم کی مختصر سرگزشت جو عرب میں متواتر منقول تھی اور اس واقعہ کو ہر ایک کہ وہمہ جانتا تھا یہ شہر کہ جہاں عذاب آیا حجر ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حجر سے گزر رہے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بدبخت قوم کی جگہ پر ٹھہرنے اور اس کے کنوؤں سے پانی لینے سے بھی منع فرما دیا تھا عرب میں اب تک سیاحوں کو قوم ثمود کے آثار باقیہ شام جاتے آتے دکھائی دیا کرتے ہیں جو اس قوم کے حال زار پر عبرت کے آنسوں سے رویا کرتے ہیں۔

اسی پر موقوف نہیں اب بھی اس کے قریب قریب حادثات بدبخت قوموں پر گزرتے ہیں مگر وہ اس کو زلزلہ اور کبھی سمندر کی طغیانی اور کبھی ژالہ باری اور بجلی کا صدمہ بتایا کرتے ہیں۔ تھوڑے دنوں پہلے یورپ میں آتش فشاں مادے سے بستیاں غارت ہوئیں اور اٹلی وغیرہ بلاد میں زلزلہ سے ہزاروں شخص ہلاک ہوئے شہر اجاڑ ہو گئے، آسمان سے پتھر برسنے سے ہندوستان میں گاؤں کے گاؤں برباد ہو گئے، ہوا نے گاؤں اجاڑ دیئے سیکڑوں آدمی ہلاک ہوئے اور دریاؤں کی طغیانی سے گاؤں کے گاؤں برباد ہو گئے مگر اب ان واقعات سے عبرت بھی نہیں کیوں کہ حال کا علم ان کو اسباب کا فعل کہتا ہے مسبب الاسباب کا قائل نہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں یہ واقعہ مختصراً مذکور ہے۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا۝ جب کہ اپنی شرارت اور نشاط سے اس قوم میں سے بڑا بدبخت کھڑا ہوا اور وہ قیدار بن سالف تھا یہ پاجی پست قد، متکبر چنکبرا، نیلی آنکھوں والا، سرخ رنگ تھا اسی لیے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ہے ''و هو اشأم من قيدار'' کہ فلاں تو قیدار سے بھی زیادہ منحوس و بدبخت ہے۔

ہر قوم میں چند ایسے نالائق اور لچے ہوا کرتے ہیں جو لوگوں کے نزدیک بہت ہی برا اور قابل نفرین اولین و آخرین ہو وہ اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوتا وہ اس کے لیے تیار ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں بتاؤں تجھ کو کہ سب سے بڑا شقی کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا ایک تو وہ کہ جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کی کوچیں کاٹیں اور دوسرا وہ کہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا جس سے تیری داڑھی پر خون بہے گا یہ دونوں سرخ رنگ والے سب سے شقی ہیں۔ (رواہ احمد وابن ابی حاتم و ابن مردویہ والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ)

یہ شخص بھی درحقیقت بڑا ہی بدبخت تھا اس لیے کہ جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا پورا نمونہ اور شوکت اسلام کا سرچشمہ تھے گویا اس بدبخت نے ایک خسیس شہوت کے لیے سلسلہ خلافت کو درہم برہم کر دیا یہ شخص ابن ملجم خارجی تھا ایک خارجیہ عورت نے کہ جس پر یہ عاشق تھا حضرت مرتضوی رضی اللہ عنہ کے شہید کر ڈالنے کی ترغیب دلائی تھی۔

اسی طرح شمر اور یزید بھی اس شقی سے کم نہیں کہ جنہوں نے دنیائے دنیہ کے لیے جگر گوشہ رسول کریم ﷺ کو کس بے رحمی سے شہید کیا۔

جب اس مردود قیدار نے ناقہ کی کوچیں کاٹنے کا بیڑا اٹھایا تھا تو حضرت صالح علیہ السلام کو اس بدبخت قوم کا ارادہ معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپ نے بتاکید فرما دیا تھا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ان سے رسول اللہ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے کہہ دیا تھا نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۝ خبردار رہنا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے کبھی اس کو برائی سے نہ چھونا نہ پانی پینے سے منع کرنا۔

فائدہ: اللہ کی اونٹنی اس لیے کہا گیا کہ وہ خاص معجزہ سے اللہ نے پیدا کی تھی یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لیے جیسا کہ بیت اللہ ورنہ خدا پاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہا کرتا ہو اور نہ اس کے چڑھنے کی کوئی اونٹنی ہے اور یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی طرف سے آیت یعنی نشانی تھی اس کی قدرت کاملہ کا ایک خاص طرز سے پیدا ہونے کے سبب نمونہ تھی۔

مگر وہ بدبخت کب ماننے والے تھے فَكَذَّبُوْهُ حضرت صالح علیہ السلام کو جو کچھ انہوں نے اونٹنی کی بابت فرمایا تھا کہ اگر اس کو بری نگاہ سے دیکھو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ یہ بھی ایک ڈھکوسلا ہے اس لیے کہ گناہ کرتے کرتے وہ دلیر ہو گئے دلوں پر سیاہی چھا گئی تھی اس لیے فَعَقَرُوْهَا اس بدبخت قوم نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں کوچیں تو قیدار ① نے کاٹی تھیں مگر اور بھی شریک تھے اور اس

① اور اسی لیے سورۂ قمر میں خاص اس بدبخت کی طرف اس فعل کو نسبت کیا کما قال فتعاطی فعقر اس لیے دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ۱۲ منہ۔

فعل بد سے راضی تھے اس لیے فعل ان سب کی طرف نسبت کیا گیا۔

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پھر توان کوان کے رب نے غارت کر دیا بِذَنْۢبِهِمْ یوں ہی نہیں بلکہ ان کے کفر کے گناہ کے سبب جو کفر و تکذیب اور کوچیں کاٹنا تھا اور ایسا ہلاک کیا کہ فَسَوّٰىهَا اس ہلاکت کو سب کے لیے برابر کر دیا کوئی بھی ان میں سے نہ بچا چھوٹے بڑے سب ہلاک ہوئے بجز ان لوگوں کے کہ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور کوئی نہ بچا۔

انجام کار سے ڈرنے کی وجوہات:......وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴿۱۵﴾ اور خدائے تعالیٰ اس ہلاکت کے انجام سے نہیں ڈرتا تھا کیوں کہ انجام سے ڈرنے کی کئی وجوہات ہوا کرتی ہیں۔ اول یہ کہ بے سوچے سمجھے کوئی کام کر بیٹھے اس کو انجام بد کا خوف ہوا کرتا ہے سو وہاں یہ بھی نہیں اس لیے کہ وہ ہر بات کا انجام اور ابتداء جانتا ہے۔

دوم: یہ کہ اس ہلاک شدہ چیز سے کسی منفعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو جیسا کہ کوئی غصہ سے گھر میں آگ دے کر بعد میں پشیمان ہوا کرتا ہے سو وہاں یہ بھی نہیں کیوں کہ اس ناکارہ قوم میں کوئی صلاحیت اور قابلیت ہی نہیں رہی تھی جو ان سے کوئی مصلحت یا منفعت متصور ہو سکتی ہو بلکہ یہ ناپاک قوم ایسی تھی کہ جیسے باغ میں خار دار درخت اگ آئیں ان کے اکھاڑے بغیر چارہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ ان کے وجود میں کوئی منفعت یا مصلحت ہو۔

سوم: یہ کہ ہلاک شدہ قوم کا کوئی اور قوم یا شخص انتقام لینے والا ہو اس وقت خوف انتقام ہوا کرتا ہے سو خدا پاک کو ان کی طرف سے کسی کے انتقام کا بھی خوف نہیں تھا وہ جس قوم یا جس شخص کو برباد کرتا ہے بے دھڑک کرتا ہے اس میں مشرکین کے خیال باطل کا بھی رد ہے کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں بت یا فلاں روح جس کی ہم پرستش کرتے ہیں ہم کو ہر قسم کی مصیبت سے نجات دے گی اور جو کوئی ہمیں ہلاک کر دے گا وہ ضرور بدلہ لے گا بتلایا جاتا ہے کہ خدا سے بدلہ لینے والا کوئی نہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں وَلَا يَخَافُ کا فاعل عاقر یعنی کوچیں کاٹنے والے کو قرار دیا ہے یہ سدی اور ضحاک اور کلبی کا قول ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اس بدبخت نے ایسا نڈر ہو کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹیں کہ اس فعل بد کے انجام سے بھی نہیں ڈرا جو صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا اس کو جھوٹ جانتا تھا اور حقیقت میں ایسا بڑا فعل جو کوئی بدبخت کرتا ہے وہ انجام کار سے نہیں ڈرتا اگر ڈرتے تو کرے کیوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ضمیر لایخاف کی رسول اللہ یعنی صالح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب صالح علیہ السلام ان سے کہتے تھے کہ خبردار ناقۃ اللہ اور اس کے پانی پینے سے تعرض نہ کرو تو اس وقت نہایت بلند حوصلگی سے فرماتے تھے ان کو قوم کی ہلاکت میں اپنی اور اپنے متبعین کی ہلاکت کا کچھ بھی خوف نہ تھا گویا ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ تم ہلاک نہ ہو گے مگر اول معنی زیادہ ترجیح پاں ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اس مختصر سی سورت میں کس انداز اور خوبی سے انسان کی سعادت و شقاوت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا کہ ایسا نقشہ کھینچنا بشر کی طاقت سے باہر اور ہر آیت کے ہر ایک پہلو میں بے شمار معانی ودیعت رکھے ہیں جو انسان کو اگر ان پر غور کرے شقاوت کے عمیق گڑھے سے نکال کر سعادت کے محل پر بٹھا سکتے ہیں اور لطف یہ کہ کلام میں شان شاہانہ بھی ہے جو کہے دیتی ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں۔ فسبحٰن من انزل القراٰن

اٰيَاتُهَا ۲۱ (۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکی ہے اس میں اکیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ③ اِنَّ
سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ④ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ⑪

ترجمہ: ...... قسم ہے رات کی جب کہ چھا جائے ① اور دن کی جب کہ روشن ہو جائے ② اور قسم ہے اس کی کہ جس نے نر و مادہ کو بنایا ③ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے ④ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری کی ⑤ اور نیک بات (کلمہ توحید) کو سچ جانا ⑥ تو ہم اس کے لیے جنت کی راہیں آسان کر دیں گے ⑦ اور جس نے کنجوسی کی اور آخرت کی پروا نہ کی ⑧ اور نیک بات کو جھٹلایا ⑨ تو اس کے لیے جہنم کی راہ آسان کر دیں گے ⑩ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب کہ وہ گڑھے میں پڑے گا ⑪۔

ترکیب: ...... و الیل الواو للقسم۔ اذا العامل فیها معنی القسم۔ و النهار عطف علیه۔ و ماخلق ۔۔۔ الخ معطوف علی السابق و ما مصدریة عند مقاتل و المعنی و اقسم۔ خلق الذکر و الانثی و عند الجمهور موصولة ای و الذی خلقها و مابمعنی من فقد اقسم بنفسه الکریمة۔ ان سعیکم لشتی جواب القسم ای عملکم مختلف فمنه عمل للجنة و منه عمل للنار او منکم مؤمن و منکم کافر السعی العمل و شتی جمع شتیت کمرضی جمع مریض و الشتات هو الافتراق و معناه مختلف لتباعد البعض عن البعض و سعیکم مصدر مضاف فیفید العموم فهو جمع معنی۔ فاما من ... الخ شرط۔ فسنیسره ... الخ جواب و السین فی الموضعین للتسویف و هو من الله محقق۔ و الحسنی ای الخصلة الحسنی تشتمل کل فعل محمود من التوحید و الایمان و الفرائض۔ و الیسری و العسری المراد بهما جماعة العمال فوجه التانیث ظاهر و ان کان المراد عملا و احدا رجع التانیث الی الخلة او الفعلة او المراد بهما الطریقة فکانه قال للطریقة الیسری و العسری و فی تفسیر هم اقوال (۱) المراد بالیسری الجنة و بالعسری النار (۲) و المراد بالیسری الخیر و بالعسری الشر (۳) المراد بالیسری العود الی الطاعة و بالیسری الرجوع الی القبائح کالبخل و التکذیب و اتباع الهوی و انما سمیت بالعسر لاعتبار العسری فی ارتکابها علی اهل السعادة او لاعتبار نتائجها و هی العذاب۔

تفسیر: ...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اس میں اکیس آیات ہیں۔ بیہقی نے

اپنی سنن میں جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر و عصر میں وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۝ جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔
طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک بار ظہر کی نماز پڑھائی کسی قدر آواز بلند ہوئی تو معلوم ہوا کہ سورۂ وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝ اور وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۝ پڑھ رہے ہیں ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا آپ کو اس نماز میں کسی خاص سورت کے پڑھنے کا حکم ہوا ہے فرمایا نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے وقت مقرر کردوں۔

ماقبل سورۃ سے ربط:......ربط اس سورت کا پہلی سورت سے یہ ہے کہ:

۱)......دونوں سورتوں میں ابتداء میں ان چیزوں کی قسم ہے جو باہم نہایت مناسبت رکھتی ہیں۔

۲)......پہلی سورت میں نفوس انسانیہ کا اختلاف مذکور تھا کہ بعض کو فجور کا الہام ہوتا ہے تو بعض کو تقوٰی کا اس سورت میں بھی یہی تفاوت بیان فرمایا ہے بقولہ اِنَّ سَعۡیَكُمۡ لَشَتّٰی ۝ اور پھر اس کی آگے تفصیل بیان فرمائی ہے بقولہ فاَمَّا من اعطی . . . الخ۔

۳)......اس سورت میں اشقی (بڑا بدبخت) کا بیان تھا تو اس سورت میں جماعت اشقیاء کا بیان ہے۔

شان نزول:......اگرچہ الفاظ سورت کے عام ہیں مگر سبب نزول اس کا علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مکہ میں دو شخص بڑے مال دار تھے ایک کا نام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوسرا امیہ بن خلف مگر دونوں کا مال خرچ کرنے میں مختلف طریقہ تھا۔ امیہ کے بہت سے غلام مختلف کاموں پر متعین تھے اور ہر قسم سے اس کے پاس مال تھا باوجود اس کے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتا تھا اور جو کسی غلام نے دے دیا تو اس پر وقت آجاتی تھی اور جو کوئی اس سے توشہ آخرت پیدا کرنے کو کہتا تھا تو یہ کہتا تھا کہ آخرت کہاں؟ اور جو ہوئی بھی تو میرا یہ بے شمار مال اور یہ غلام اور یہ اولاد کافی ہیں مجھے محمد (ﷺ) کے ان نعیم جنت کی پروا نہیں جن کا وہ فقیروں کو گنہگاروں کو لالچ دلا کر اپنا معتقد بناتا ہے۔

اس کے غلاموں میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ نیک طینت توحید و ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے اس بدبخت کو جو خبر ہوئی تو روکنا چاہا اور جب نہ مانا تو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں چنانچہ اول اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے بدن میں کانٹے اور سوئیاں چبھوؤ پھر عین دوپہر میں مشکیں باندھ کر جلتے پتھروں پر چت لٹا دو پھر شام کو اس تنگ مکان میں کہ جہاں سخت گرمی ہو بند کر دو اور بعدہ کوڑے مارو چنانچہ ایسا ہی کرتے تھے مگر اس تکلیف کے وقت بلال رضی اللہ عنہ کے منہ سے احد احد ہی نکلتا تھا کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بدبخت کے محلہ میں گئے تو اس کے گھر میں سے آہ وزاری اور شور و فریاد کی آوازیں سنائی دیں پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ کسی نے اصل حال سے مطلع کیا بلال کو بجرم اسلام مارتے پیٹتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بڑا رحم آیا اور آپ امیہ سے ملے اور کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا کس لیے اس غریب اور بے کس کو اتنی تکلیف دیتا ہے؟ اس نے کہا اگر تو خدا ترس اور اسلام کا حامی ہے تو اس کو خرید لے آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا مانگتا ہے؟ اس نے کہا اس کے بدلے میں مجھے اپنا غلام نسطاس رومی دے دے یہ رومی غلام بڑا ہوشیار تھا دو ہزار دینار اس نے اپنی کمائی سے جمع کر رکھے تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نسطاس دے کر بلکہ اور بھی کچھ دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور لا کر آزاد کر دیا اسی طرح اور بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے اور اپنے کافر اور بے رحم مالکوں سے بے انتہا اذیتیں اٹھاتے تھے خرید کر آزاد کیا۔

ازاں جملہ حضرت عامر بن فہیر رضی اللہ عنہ ہیں یہ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے یہ ہجرت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

ازاں جملہ حضرت زنیرہؓ لونڈی ہے جس کو خرید کر آپ نے آزاد کیا آزادی کے بعد اس کی بینائی جاتی رہی تھی اس کے مالکوں نے طعنہ کے طور سے کہا دیکھی ہمارے لات ❶ وعزیٰ کی کرامات تم کو اندھا کر دیا نا، اس نے کہا وہ کیا کر سکتے ہیں میرا اللہ ہی اندھا کرتا ہے وہی آنکھوں میں روشنی دیتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں روشن کر دیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے بہت سے تو مکہ میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خرچ میں صرف ہوئے اور جو کچھ باقی رہے تھے ان کو آ کر مدینہ میں صرف کیا جن سے مسجد نبوی کی زمین خریدی گئی اور اسی لیے نبی کریم ﷺ بار بار فرمایا کرتے تھے ان من امن الناس علي في صحبته و ماله ابو بكر و لو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابابكر خليلاو لكن اخوة الاسلام و مودته۔ (متفق علیہ) کہ سب لوگوں کے جان اور مال سے ابوبکر کا مجھ پر بڑا احسان ہے اگر خدا کے سوا میں اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو لیکن اخوت اسلامی اور اس کی مودت کافی ہے۔

یہاں تک کہ ایک بار جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ رہا تو کمبل لپیٹ کر کانٹے کا تکمہ لگا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتنے میں جبرائیل بھی نازل ہوئے اور کہا اے محمد! خدا تعالیٰ ابوبکر کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اس فقر میں بھی تو مجھ سے راضی ہے یا کچھ کدورت آ گئی ہے؟ یہ سن کر ابوبکر پر ایک وجد کی حالت طاری ہو گئی اور کہنے لگے کہ ہائے ہائے مجھے اپنے مولیٰ سے کدورت ہو؟ اور بار بار اس کلمہ کو کہتے تھے انا ❷ عن ربی راض اناعن ربی راض (رضی اللہ عنہ)

حق تعالیٰ اس سورت میں ان دو شخصوں کے معاملات و حالات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے دو راستے بتاتا ہے اور بنی آدم کی مختلف کوشش کا مآل کار ظاہر فرماتا ہے سعادت کی طرف نفوس انسانیہ کو ابھارتا ہے۔

تفسیر:...... فقال وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ یعنی قسم ہے رات کی جب کہ چھا جائے یا کہو آفتاب کے نور کو چھپا لے اور جہاں کو تاریک کر دے اور سب کو ڈھانک لے یہ کنایہ ہے انسان کی اس ظلماتی حالت سے جو اس نور روحانی اور نور قلب کو چھپا کر اس اندرونی جہاں میں اندھیرا کر دیتی ہے اور اس سے پھر گوناگوں افعال بد سرزد ہوتے ہیں جیسا کہ رات میں اندھیرے کے سبب چوروں زناکاروں جادوگروں کو موقع ملتا ہے اسی طرح اس اندھیری میں شیطان اور نفس امارہ کے چوروں قزاقوں کو اپنی کارروائی کا موقع ملتا ہے۔

اور رات دنیا میں ایک انقلاب عظیم بھی ہے اور موت اور قیامت کا بھی پورا نمونہ ہے اس لیے کہ رات میں یکے بعد دیگرے باتیں کرتے کرتے سو جاتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد سناٹا ہو جاتا ہے سب مردوں کی طرح فرشتوں پر بے خبر لیٹے ہوتے ہیں نہ اس وقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی نہ کسی کے نیک و بد کہنے کی یہی حال خواب عدم کا ہے یکے بعد دیگرے مر جاتے ہیں سب کو یہی چھوڑ جاتے ہیں ایک عرصہ کے بعد اس کے ہم عصروں میں سے کوئی انسان کیا جانور بھی باقی نہیں رہتا سب پر خواب عدم طاری ہو جاتا ہے اس لحاظ سے یہ ایک بڑی نشانی قدرت کاملہ کی ہے اس لیے اس کی قسم کھائی گئی۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے یہ اس کی قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے کہ اب دوسری حالت پلٹ دی جو بے خبر پڑے سوتے تھے جاگ اٹھے اور پھر ہائے ہو ہونے لگی پرند چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے ہر ایک کاروبار والا اپنے کار کی طرف چلنے لگا مسافر کمر باندھنے لگے یہ حشر کا نمونہ ہے اور اس میں انسان کی اس نورانی حالت کی طرف اشارہ ہے جب کہ اس میں آفتاب روح جلوہ گر ہوتا ہے اور رات کے جو بد معاش بھاگنے لگتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف اس کے ارادوں کے لوگ دوڑنے

---

❶ یہ ان کے بڑے معبود تھے جیسا کہ ہنود کے مہادیو و بشن ۱۲ منہ۔ ❷ میں اپنے رب سے خوش ہوں میں اپنے رب سے خوش ہوں ۱۲ منہ۔

لگتے ہیں چنانچہ آگے انہیں دونوں حالتوں کی طرف ایماء ہوتا ہے کہ ہم ایمان داروں نیکوکاروں کو نیکی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں اور بے ایمانوں بدکاروں کو بدکاری کا رستہ آسان کر دیتے ہیں۔

رات دن بھی نر و مادہ سے مشابہت رکھتے ہیں اور ان کے افعال و خواص میں بڑا اختلاف ہے ہر ایک کی کوشش مختلف ہے اسی طرح مخلوق میں نر و مادہ کا حال ہے اس لیے اس کے بعد نر و مادہ کی بھی قسم کھاتا ہے۔

فقال وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۞ اور قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی یا یوں کہو کہ قسم ہے اس ذات پاک کی یعنی اپنی کہ جس نے نر و مادہ پیدا کیا۔

بعض کہتے ہیں نر سے خاص آدم علیہ السلام اور مادہ سے حضرت حوا مراد ہیں جو تمام بنی آدم کی اصل ہیں کہ ایک نر و مادہ ہے خواہ انسانی ہو خواہ حیوانی ہو خواہ مخلوق کی۔

یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کس لیے کہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے یعنی وہ ایک تخم سے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ کون ہے کہ اسی سے کسی کو نر اور کسی کو مادہ کر دیتا ہے حیوانات و انسان کی ہر صنف و نوع میں یہی قانون جاری ہوتا ہے۔

پھر نر و مادہ میں جو جو چیزیں ہونی چاہیے وہ سب ہر ایک موقع سے پیدا کیں اعضاء انسانی کے تناسب کو اگر بغور دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جائے ماں کے ستر مخصوص کو جو ایک شرم کی چیز ہے کس موقع پر پیدا کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں میں حتیٰ کہ سر کے بالوں اور دیگر بدن کے صاف ہونے میں کیا مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں پھر اندرونی اعضاء توالد و تناسل میں کیا کیا کاری گریاں کی ہیں پھر اس کے قویٰ و عادات و افعال طبیعیہ میں کیا کیا مصلحتیں رکھی ہیں اگر نر و مادہ نہ ہوتے سب نر ہوتے یا سب مادہ ہوتے تو کیا کیا مشکلیں پیش آتیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نر و مادہ میں ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے۔

اور اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح نر و مادہ کے تخم میں بر و مادہ ہونے کی صلاحیت رکھی ہوئی ہے اسی طرح ہر ایک میں خیر و شر نقصان و کمال کی بھی قابلیت پیدا کی ہے اور جس طرح نر و مادہ کے میل سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسی طرح انسانی قویٰ کے باہمی اختلاط سے بھی عجائب و غرائب ثمرات پیدا ہوتے ہیں اگر تا خیر کی طرف ہے تو فرشتوں سے جا ملتا ہے اور شر کی طرف سے ہے تو شیاطین سے بھی برا ہوتا ہے اور مرکران کی جماعت میں جا ملتا ہے اور اسی طرح کی اصلاح کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔

جس طرح رات دن کی کوشش اور افعال و خواص میں اختلاف ہے اسی طرح نر و مادہ کے بھی۔ نر کا مقتضائے طبعی اور، مادہ کا اور۔ اسی لیے اس مناسبت سے ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۞ کہ اے بنی آدم اعمال و اشغال میں تمہاری کوشش و ہمت اور جد و جہد گوناگوں ہے۔

ہر چند کہ یہ بات ذکر و انثی (مذکر مؤنث) کی پیدائش سے عیاں تھی مگر اس کے بعد اس کا ذکر کرنا گویا دعویٰ کو مع دلیل ذکر کرنا ہے۔

پھر کسی کی کوشش رات کی طرح ظلماتی ہے برے کام کرتا ہے اور کسی کی دن کی طرح نورانی ہے وہ اچھے کاموں میں سرگرمی کر رہا ہے پھر کوئی اپنی کوشش میں مرد میدان ہے تو کوئی نامرد اور زن ہے اور پھر کسی کی کوشش مردانہ ہے زبوں اور دنیائے دوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا سعادت کے بلند مقامات ہی کے طے کرنے کے درپے رہتا ہے اور کسی کی کوشش زنانہ ہے وہ دنیا کی خسیس چیزوں پر مر رہا ہے لذائذ فانیہ پر فریفتہ ہے، حسیات کے سبز باغ پر شیدا ہے، کوئی ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے میں لگا ہوا ہے نہ اس کو دن میں چین نہ رات کو راحت، نہ کھانے پینے پہننے کا خیال نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ایک روز مرنا اور ان سب کو چھوڑ جانا ہے اور جب اس دولت سے کوئی

تمتع ہی نہیں پھر کس کام آئے گی اور کوئی ہے کہ اس کی ہمت مردانہ کے نزدیک مال وزر تو کیا دنیا کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں وہ سمجھتا ہے کہ چندروزہ مہمان ہوں جہاں سدا رہنا ہے راحت وعزت ہو تو وہاں کے لیے ہو یہاں آرام سے گزر گئی تو کیا تکلیف سے گزر گئی تو کیا

؎ شب تنور گزشت وشب سمور گزشت

مساعی جمیلہ کے نتائج: ..... اس کے بعد ان مختلف مساعی کے نتائج مختلف بیان فرماتا ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى کہ جس نے اللہ کی راہ میں دیا حتی المقدور سب نیک کاموں میں خرچ کیا۔ یہ زکوٰۃ وصدقات کو بھی شامل ہے اور ہر قسم کی خیرات کو بھی یہ وہ پہلا کام ہے کہ جس کی خوبی پر تمام مذاہب اور دنیا بھر کے عقلاء کا اتفاق ہے۔

دوم: وَاتَّقٰى اور برائیوں سے بھی بچا ظلم وستم، زنا کاری، جھوٹ بولنا، کسی پر اتہام لگانا، ناحق قتل کرنا، چوری کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ کبائر سے دور رہا جس میں دیگر فقیر مسکین واہل قرابت پر احسان جتلانا یا ریاکاری کے لیے دینا بھی آ گیا الغرض پرہیزگاری کی اس لیے کہ دینے کے بعد افعال قبیحہ سے بچنا بھی شرط ہے یہ وہ دوسری بات ہے جس کو اکثر کیا کل مذاہب مانتے ہیں۔

خیر یہاں تک قوت عملیہ کی اصلاح تھی عبادت مالی اور بدنی سے اور نیز بری باتوں کے عمل میں لانے سے مگر ان سب کے عقائد کا درست کرنا بھی ضرور ہے یعنی قوت نظریہ کا یا کہو عمل کے بعد علم کی اصلاح اس لیے فرماتا ہے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ اور اس نے نیک باتوں کو سچ بھی جانا ہو جیسا کہ حق سبحانہ اور اس کی صفات کاملہ اور حضرات انبیاء ﷺ اور قیامت اور آسمانی کتابوں کی تصدیق یا جو کچھ انبیاء نے فرمایا اس کی تصدیق جس کو ایمان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسنیٰ کلمہ توحید ہے اس بات کو عقلاء وحکماء بھی مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی ہے اور وہ ایک دوسرے جہاں میں جاتی ہے جہاں اس کے علم (گیان) کے موافق (بشرطیکہ وہ علم صحیح ہو کیوں کہ یا تو علم ہی نہ ہوا اور ہوا تو خلاف واقع کے ہوا کہ بات تھی کچھ اور اس نے جان لی کچھ اور جس کو جہل مرکب کہتے ہیں) تو روح پر تاریکی طاری ہوتی ہے اور یہ تاریکی رنج وغم اور جہنم ہے اور اگر علم ہے اور علم بھی صحیح تو یہ ایک نور ہے جو راحت وسرور وجنت وسورگ سے تعبیر کیا جاتا ہے انتہیٰ قولھم۔

لیکن یہی بات تو قابل بحث ہے کہ مطابق واقع کیا ہے اور خلاف واقع کیا اعتقاد ہے، اس لیے کہ مشرکین اور مذاہب باطلہ اپنے من گھڑت خیالات وتوہمات کو اعتقاد کامل اور علم مطابق واقع سمجھا کرتے ہیں اور اپنے مخالف کے اعتقاد کو جہل مرکب۔ اس بات کا فیصلہ بھی انہیں الفاظ میں کر دیا کیوں کہ جن کی تصدیق کرنی چاہیے یا یوں کہو جن پر ایمان لانا چاہیے ان کو حسنیٰ کے لفظ سے تعبیر کر کے بتا دیا کہ ایمان لانے کے قابل وہی باتیں ہیں جو عمدہ اور خوب ہوں۔ اب ہر ایک بات کی عمدگی اور خوبی کی پہچان دو ہی باتوں پر منحصر ہے۔

بات کی عمدگی اور خوبی کی پہچان دو ہی باتوں پر منحصر ہے: ..... اول: یہ کہ کوئی مسلم شخص جس کے علم وانکشاف کو ایک عالم نے تسلیم کر لیا ہو ان کو عمدہ کہے۔

دوم: یہ کہ عقل سلیم کے حوالے کر کے (جب کہ عوارض وہم اس سے دور ہوں) دریافت کیا جائے کہ ان میں حسن وخوبی یعنی راستی بھی ہے کہ نہیں۔

وہ شخص کہ جو مسلم ہے نبی ہے، کیوں کہ اس کا علم وانکشاف اور لوگوں کے علم وانکشاف سے خواہ وہ کیسے ہی مرتاض ہوں بدرجہا فائق ہے پس اس کے فرمودہ عقائد حسنیٰ ہیں اور نیز عقل سلیم ان کی عمدگی پر شہادت دے رہی ہے مثلاً خدا تعالیٰ کی توحید اور صفات میں یکتائی حسنیٰ ہے نہ کہ تثلیث۔

علی ہذا القیاس عمل کے متعلق جو کچھ انہوں نے فرمایا خدا کی عبادت و خیرات جملہ بری باتوں سے پرہیزگاری اب یہ تین باتیں ہوئیں پھر جس نے ان تین باتوں کے حاصل کرنے میں کوشش اور ہمت کی تو فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى۞ ہم اس کے لیے۔ ہی کو آسان کر دیں گے۔ یسریٰ سے مراد آسان طریقہ وصول الی اللہ اور وصول الی الجنۃ کا ہے اور وہ طریقہ آسان شرع محمدی (علیہ السلام)۔ اس لیے کہ اگر بغور دیکھو گے تو ہر طریقہ میں وقت و دشواری پاؤ گے برخلاف شریعت محمدی کے یعنی ہم اس کو اس نیک رستہ پر چلنے کی توفیق عطا کریں گے جب انسان کوئی کام بار بار کرتا ہے تو اس کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اگر نیک کاموں کی عادت ڈالے گا جن کا ذکر ہوا تو ایک نورانی ملکہ پیدا ہوگا جس سے اس کو ہر نیک کام آسان معلوم ہوگا اور پھر مرنے کے بعد یہ ملکہ بارگاہ قدس اور عالم باقی میں پہنچانے کا ذریعہ ہو جائے گا اور یہی ملکہ قبر کی روشنی اور پل صراط کا نور ہوگا اور میدان حشر میں سایہ اور نجات کے لیے دلیل ہے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور جو بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہیں دیتا مال کی محبت کی جڑ اس کے دل پر ہے یہ اول صفت کی ضد ہے۔ وَاسْتَغْنٰى۞ اور بے پروائی بھی کی یعنی پرہیزگاری نہ کی بڑی بے پروائی اور تکبر سے برے کام کرنے لگا قوت عملیہ بگاڑ لی، یہ دوسری صفت کی ضد ہے۔ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى۞ اور نیک باتوں کو جھٹلا دیا نہ اللہ تعالیٰ کا قائل رہا اور اس کا قائل ہوا بھی تو توحید کا قائل نہیں، نہ صفات حمیدہ کا، نہ دار آخرت کا اور نہ اعمال کی جزاء کا قائل، نہ انبیاء علیہم السلام کا قائل، یہ تیسری صفت کی ضد ہے۔ اب اس شخص میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہو گیا جو سخت ظلماتی ہے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۞ تو اس کے لیے ہر عمل بدخواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے۔

جس میں ملکہ خیر ہے اگر اس سے کہو چوری کر یا زنا کر یا فلاں کو مار ڈال وہ کبھی نہ کرے گا اور یہ تمام کام اس کو پہاڑ معلوم ہوگا اور اگر کہو تہجد کی نماز پڑھا کر، اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین کو دیا کر وہ اس کو بہت ہی آسان کام جانے گا اور جس میں بدملکہ پیدا ہو گیا ہے اس کا معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ تمام عمر زنا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک آسان کام ہے اگر کہو نکاح کر لے نہ کرے گا یہ مشکل کام ہے، ناحق قتل کر ڈالنا رات کو چوری کرنا سردی اور برسات کی تکلیف اٹھانا یا رات بھر ناچنا اور رات بھر محفل رقص و سرور میں جاگنا آسان مگر آدھ گھنٹہ بھی عبادت کے لیے جاگنا اور وضو کی تکلیف اٹھانا پہاڑ سے بھاری۔ فواحش کو ہزاروں روپیہ دے ڈالنا آسان، اللہ کی راہ میں دو پیسے بھی دینا سخت مشکل یہ ملکہ ظلماتی جس کے سبب خدا نے تمام بدراہوں کے لیے برے کام آسان کر دیئے قبر میں عذاب اور حشر میں جہنم اور طوق و زنجیر ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اول ملکہ دن روشن سے اور دوسرا چھا جانے والی رات سے مشابہ ہے۔ اول کا صاحب، نر دوسرے کا صاحب مادہ ہے۔

مگر بدبخت جو مال میں بخل کرتا تھا اور نیک کام میں صرف نہ کرتا تھا نہ آپ فائدہ اٹھاتا تھا۔ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى۞ اس کے مرنے کے بعد وہ کس کام آئے گا وہ تو اوروں کے ہاتھ میں چلا جائے گا یا یوں کہو جب کہ جہنم کے عمیق گڑھے میں گرے گا تب وہ مال کیا کام آئے گا پھر اس پر اس قدر فریفتگی۔ اَعْطٰى وَاتَّقٰى

فائدہ: اوصاف رذیلہ بخل، تکبر اور بے ایمانی:......جس طرح تزکیہ اور کمال کے لیے تین وصف بیان فرمائے تھے ایک اَعْطٰى، اللہ کی راہ میں دینا۔ دوم: وَاتَّقٰى پرہیزگاری۔ سوم: وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى۞ درستی اعتقادات و ایمان اسی طرح نقصان و تلویث کے لیے ان تین وصفوں کے مقابلے میں تین صفات رذیلہ بیان فرمائیں۔

بخل اَعْطٰى کے مقابلہ میں بخل بھی بڑا ہی عیب ہے۔ بخیل کے ہنر بھی عیب معلوم ہوا کرتے ہیں اس کے دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں خلائق میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے کوئی بھلائی سے یاد نہیں کرتا عالم بالا میں بھی یہ حقیر شمار ہوتا ہے۔

اور اتقی کے مقابلہ میں واستغنی تکبر و احکام الٰہی سے بے پرواہی گناہوں اور برے کاموں کے انجام سے بے پروا ہو کر ان کو عمل

میں لانا، معاذ اللہ فاسق و بدکار بھی مخلوق میں گھناؤنا ہوجاتا ہے اس کے کسی کام میں برکت نہیں ہوتی عالم قدس کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اس کی دعا کو قبولیت نہیں، عمر و مال میں برکت نہیں ہوتی، آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

اور وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ⑥ یعنی ایمان کے مقابلہ میں وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ⑨ بے ایمانی کافر و بدعقیدہ تو خدا کا دشمن اور سخت مقہور ہوتا ہے اس کے کسی نیک کام کا بھی آخرت میں ثمرہ نہیں ملتا کیوں کہ آخرت کا اعتقاد نہیں اب درمیانی تیسرا امر تبہ رہ گیا کہ اس میں بعض صفات حمیدہ ہیں تو بعض رذیلہ اس کو مخاطبین کے فہم پر چھوڑ دیا کہ وہ آپ سمجھ لیں گے اگر ایمان ہے تو قصور عمل سے آخر کار نجات ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ⑫ وَإِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْأُوْلٰى ⑬ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ⑭

لَا يَصْلٰهَآ إِلَّا الْأَشْقَى ⑮ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑯ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ⑰

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ⑱ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲ إِلَّا ابْتِغَآءَ

وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑ ع ۱۷

ترجمہ: ۔۔۔۔ہم پر تو (صرف) رہنمائی کر دینا ہے⑫ اور آخرت اور دنیا (دونوں) ہمارے ہی بس میں ہیں⑬ پس میں نے تو تم کو دہکتی آگ سے خبردار کر دیا ہے⑭ جس میں صرف وہی بدبخت داخل ہوگا⑮ جو (دین حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا رہا⑯ اور اس آگ سے وہ پرہیزگار دور رہے گا⑰ جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کو دیا کرتا ہے⑱ اور اس پر کسی کا کوئی احسان بھی نہیں کہ جس کا بدلہ اتارتا ہو وہ⑲ وہ تو صرف اپنے علی شان خدا کی رضامندی کے لیے دیا کرتا ہے⑳ اور وہ عن قریب خوش ہوجائے گا㉑۔

ترکیب: ۔۔۔۔ للھدی اسم ان علینا خبرھا ای علینا ان۔ نبین طریق الھدی من طریق الضلال و قد فعلنا ذلک حیث بینا کلا الطریقین ترغیبا و ترھیبا قالہ الزجاج۔ للاٰخرۃ معطوف علیہ و الاولی معطوف و کلاھما اسم ا ن۔ لنا خبرھا و الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ و معناہ لنا کل مافی الاٰخرۃ و کل مافی الدنیا فمن ارادھما فلیطلب منا تلظی صفۃ نار و اصلہ تتلظی فحذفت احدی التائین تخفیفا و قرء علی الاصل و معناہ تتوقد و تتلھب یقال تلظت النار تلظیا و منہ سمیت جھنم لظی۔ لا یصلٰھا الجملۃ صفۃ نار و ھو بیان لمن ھی۔ الا الاشقی استثناء متصل ای لایدخلھا دخولا مؤبدا احد الا الاشقی و ھو الکافر و المشرک۔ الذی کذب و تولی وصف للاشقی۔ الذی یؤتی مالہ صفۃ للاشقی۔ یتزکی فی محل نصب علی الحال من فاعل یؤتی ای حال کونہ طالبا للزکاۃ و ھی طھارۃ النفس و یجوز ان یکون بدلا من یؤتی داخلا معہ فی حکم الصلۃ۔ و مالاحد۔۔۔ الخ الجملۃ حال من فاعل یؤتی و قیل مستانفۃ لتقریر ما قبلھا من کون التزکی خالصا للہ لاعلی سبیل المعاوضۃ۔ تجزی صفۃ نعمۃ ای لیس علی ھذہ المؤتی احسان احد یجزی بہ۔ الا ابتغاء۔۔۔ الخ قرء الجمھور بالنصب علی الاستثناء المنقطع لعدم اندراجہ تحت جنس النعمۃ و قیل مفعول لہ علی المعنی ای لایؤتی الا لابتغاء وجہ ربہ لالمکان الرفع اما علی الفاعلیۃ و اما علی الابتداء او من مزیدۃ و لسوف اللام موطئۃ للقسم ای و تاللہ لسوف یرضی بما نعطیہ من الاجر العظیم۔

تفسیر:......شبہ:...... پہلے بیان سے جو اس بابت تھا کہ خیرات اور پرہیزگاری اور ایمان لانے کے لیے نیکی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں اور ان تینوں باتوں کے خلاف کرنے والے کے لیے برائی کا راستہ آسان کر دیتے ہیں جو سخت ہے) یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب سب اسی کے ہاتھ میں ہے تو پھر آپ ہی کیوں ہدایت نہیں کر دیتا رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے کیا فائدہ؟

جواب: اس کا جواب دو جملوں میں دیا جاتا ہے۔

اول اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ﴿۱۲﴾ کہ بندوں کی رہنمائی کرنا ہمارا ذمہ ہے ہم نے اپنی رحمت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے اس لیے اول حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی عطا کیے، عقل و ادراک دیا جو نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے اس کے بعد رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں، پھر رسولوں کے جانشین علماء و ائمہ و اولیاء و مرشدان دین و واعظان پُرگو قائم کیے اور حوادث دہر اور تغیرات عالم بلکہ ان کے حالات کے عبرت خیز نشان قائم کیے تا کہ اختیار و ارادہ نیک رستہ کو اختیار کریں برے رستہ کو چھوڑیں اور یہ ہمارا ذمہ نہیں کہ زبردستی سے کسی کو بے ارادہ و اختیار ہدایت پر لائیں بلکہ دونوں رستوں پر چلنا چلنے والے کے اختیار و ارادہ پر چھوڑ دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو نافرماں اور مطیع اور نیک و بد میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان حجر و شجر کی طرح مجبور سمجھا جاتا تھا اور انسان کو قدرت و اختیار دے کر اس عالم میں بھیجنے کا منشاء ہی غلط ہو جاتا۔

رہی توفیق جو انسان کے ارادہ و اختیار سے متعلق ہے وہ ضرور ہمارے ہاتھ میں ہے اور یہ اس لیے کہ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی دنیا اور آخرت ہماری ہے، ہم ہی ان کے مالک و خلق و بادشاہ ہیں ایک ذرہ بھی ہمارے ارادہ و قدرت اور قضاء و قدر کے بغیر عالم وجود میں نہیں آسکتا بندہ اور اس کے افعال اور جو کچھ راحت و رنج دنیا میں ہے وہ ہمارے اختیار و ارادہ سے موجود ہوتا ہے اور جو کچھ آخرت میں نعیم جنت اور عذاب دوزخ ہے وہ بھی ہماری مخلوق و مملوک ہے اور اسی لیے جو ہم سے دنیا مانگتا ہے اور جائز اور ناجائز طور پر اسی کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تمہاری کوشش مختلف ہیں تو اس کو ہم جس قدر چاہتے ہیں دنیا کی کامیابی عطا کرتے ہیں اور جو عقبیٰ کی نعمتوں کے طالب اور حیات جاودانی اور سلطنت آسمانی کے خواہاں ہیں اور اس کے لیے سعی و کوشش کرتے ہیں ان کو ہم وہ عطا کرتے ہیں دونوں جہاں ہمارے ہیں جو جس کا طالب ہو وہ اس کے لیے آئے اور حاصل کر لے اس شبہ کو ان دونوں جملوں سے دفع کر دیا اور جبر و قدر دونوں کو باطل کر کے درمیانی صاف اور سیدھا رستہ بتا دیا۔

اور جب کہ ہدایت کرنا ہمارا ذمہ ہے اس لیے فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾ ہم نے تم کو اے بنی آدم! اس شعلہ مارتی آگ سے خبردار اور متنبہ کر دیا اور یہ آگ مرنے کے بعد ایک دوسرے جہاں میں کہ جہاں سب کو جانا ہے موجود ہے اور قیامت کے روز سب پر ظاہر ہو جائے گی رحیم کریم ہوں یوں ہی اس میں اپنے بندوں کو نہیں جھونک دوں گا بلکہ لَا یَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ اس میں بجز بڑے بدبخت کے اور کوئی نہیں پڑے گا۔

اَشْقٰی کی تفسیر:......اب اشقی کی آپ ہی تفسیر بھی بیان فرماتے ہیں اَلَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی کہ اشقی وہ ہے جس نے اللہ کے رسولوں اور اس کی فرمودہ باتوں کو جھٹلایا جن میں سے مرنے کے بعد اعمال نیک و بد کی جزاء و سزا بھی ہے اور جب جھٹلا دیا اور باور نہ کیا تو اس نے نیک کاموں سے منہ موڑ لیا یہ وہی شخص ہے کہ جس کے لیے عُسْرٰی یعنی بدی کا رستہ آسان کر دیا گیا تھا اور برے کام گو بظاہر مزے دار تھے مگر ان کا انجام یہ آگ ہے اس لیے ان کو عسری کہا گیا اور یہ اس لیے کہ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ﴿۹﴾ کی جگہ تو کذب موجود ہے جو اس سے بھی عام ہے اور تولی کی تفسیر بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ہو سکتی ہے۔

فرقہ مرجیہ کا قول

فائدہ: علماء اہل سنت کے نزدیک گناہ گار مؤمن کو بھی آخرت میں عذاب النار ہوگا اگر اللہ معاف نہ کر دے گا مگر فرقہ مرجیہ کہتا ہے کہ

ایمان کے بعد کوئی ایسا گناہ نہیں جس سے جہنم میں جائے۔ ہاں گناہوں کے سبب جنت میں درجات عالیہ نصیب نہ ہوں گے اس لیے گناہ گار مؤمن اور نیک مؤمن برابر نہیں ہو سکتے اور دلیل ان کی یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات ہیں اور یہ اس لیے کہ اشقٰی سے مراد کافر و مشرک ہی ہے کیونکہ بدبختی کی دو قسم ہیں۔

اول: دنیا کی بدبختی بیماری تنگ دستی مرگ احبہ شکست و ناکامی وغیرہ سو یہ بدبختی دنیا ہی میں تمام ہو چکی ہے آخرت میں اس کا کوئی اثر نہیں پہنچتا۔

دوسری: عقبیٰ کی بدبختی پھر وہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ ایمان تو ہے مگر برے اعمال کرنے سے یا عبادت و فرائض میں سستی کرنے سے بدبختی پیدا ہوتی ہے جس کا نتیجہ درجات عالیہ سے حرمان ہے اور اسی لیے اس کو شقی کہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ ایمان بھی نہیں بلکہ الہام الٰہی کی تکذیب بھی کرتا ہے سو یہ اشقٰی یعنی بڑا بد بخت ہے اسی لیے خدا تعالیٰ نے جہنم میں جانا بیان فرمایا ہے اور یہ عرف شرع میں کافر مشرک ہے اس لیے کہ کذب اسی پر صادق آتا ہے نہ کہ مؤمن گناہ گار پر اس لیے کہ وہ تکذیب نہیں کرتا اللہ اس کے رسولوں کو سب باتوں کو سچا جانتا ہے مگر خواہش نفسانی یا غفلت و سستی سے گناہ کرتا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے مرجئہ کو جواب:......علماء اہل سنت ان کے جواب میں دو باتیں بیان فرماتے ہیں۔

اول: یہ کہ جو گناہ گار مؤمن جہنم میں داخل ہوگا وہاں سدا نہ رہے گا چند روز سزا ہوگی سو ایسا ہونا کچھ داخل ہونا نہیں اس لیے کہ آیت میں داخل ہونے سے ہمیشہ کے لیے داخل ہونا مراد ہے۔

دوم: یہ کہ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ تو خاص کافروں کے لیے اور گنہگار مؤمن جس آگ میں داخل ہوگا تو وہ اور آگ ہوگی جو اس آگ کے آگے کچھ بھی نہ ہوگی۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ اور اس آگ سے عن قریب بڑا پرہیزگار دور رہے گا۔

اتقٰی کی تفسیر:......اب اس اتقٰی کی تفسیر بیان فرماتا ہے فقال الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ کہ وہ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ فقراء و مساکین کو دیتا ہے ریاکاری اور نمود یا غرض دنیاوی کے لیے نہیں بلکہ طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اور اپنے درجات کی دم بدم ترقی کے لیے زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے بھی ہیں اور افزائش و زیادہ کرنے یا ہونے کے بھی ہیں اس جگہ دونوں معنی صادق آتے ہیں اس لیے کہ اتقٰی اپنا مال محض رضائے الٰہی کے لیے خرچ کیا کرتا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور رضائے الٰہی میں صرف کرنے سے درجات و تقربات میں ترقی و افزائش بھی ہوتی ہے کیوں کہ اس شجر تقرب کے لیے یہ عبادت پانی اور ہوا ہے جس سے یہ درخت بڑھتا ہے اور نیز اس کو ایک قسم کی نورانیت قلب حاصل ہوتی ہے جس کو انشراح کہنا چاہیے اور یہ نجاست بخل اور کدورت طمع و ظلمت حب مال سے پوری پاکیزگی ہے۔

پھر اس یتزکی کی تشریح کرتا ہے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ یعنی اس کو کسی کا دینا نہیں آتا جو اس کے بدلہ میں دیتا ہو کسی کی نعمت و احسان کا بدلہ نہیں اتارتا اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ بلکہ محض اپنے خدائے برتر کی ذات کی خواہش میں یعنی خاص اسی کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور کوئی غرض نہیں۔

پھر اس اتقٰی کا دار آخرت میں کیا انجام ہوگا؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾ قسم ہے کہ وہ بہت جلد راضی ہو جائے گا یعنی دار آخرت میں اس قدر نعمتیں اور اس جہاں کی خوبیاں اس کو عطا ہوں گی کہ راضی ہو جائے گا اپنے صرف کرنے اور خدائے پاک و برتر کی رضامندی حاصل کرنے سے پچھتائے گا نہیں بلکہ خوش ہوگا۔

سوف کے معنی ہیں آئندہ کے یہ اس لیے کہ یہ سب کچھ دار آخرت میں ہوگا جس کا شروع موت ہے یہ اس لیے فرمایا کہ دنیا میں خیرات کا اثر کسی مصلحت سے بدلہ نہ ملے تو دل تنگ نہ ہو اس لیے کہ دنیا اس وعدہ کے پورا کرنے کی جگہ نہیں اگر ایسا ہو تو لالچ کے مارے ہر بخیل بھی خرچ کرنے پر تیار ہو جائے ہاں یہ اور بات ہے کہ بسا اوقات اللہ کی راہ میں صرف کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے وہ مصائب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

فائدہ: عرف شرع میں اتقی اس کو کہتے ہیں جو مؤمن صغائر و کبائر سے پاک ہو اور جو احیاناً کوئی گناہ کرلے تو توبہ و استغفار صدق دل سے کرے اور نہایت ندامت کرے اور صوفیہ کے نزدیک اس کے بعد خطرات (خیالات) اور توجہ الی اللہ ماسوی اللہ کی نجاست سے بھی پاک ہو نہ دل میں حب جاہ و مال ہو نہ اللہ جل جلالہ کے سوا اور کسی کو جگہ ہو پھر اتقی کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ فرد کامل اس کا نبی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ اس کے بعد صدیق پھر شہید پھر صلحاء امت اور اولیاء کرام بھی صدیق و شہید کے زمرہ میں داخل ہیں اور یہ لوگ اصحاب الیمین اور سابقون ہیں۔

شبہ: اب اس آیت سے بطور مفہوم مخالف کے یہ سمجھا گیا کہ جو اتقی نہیں گو وہ متقی ہو وہ اس نَارًا تَلَظّٰى سے دور نہ رہے گا یعنی جو صغائر سے مجتنب نہ ہو مگر مؤمن ہو اور کبائر سے بچنے والا ہو اس کو اتقی نہیں کہتے متقی کہتے ہیں وہ اس آگ سے نہیں بچے گا حالانکہ یہ پہلی آیت کے کہ جس میں یہ تھا کہ اس آگ میں اشقی ہی داخل ہوگا خلاف ہے اس لیے کہ متقی اشقی کیا شقی بھی نہیں۔

جواب: اس الجھن کے جواب میں علماء نے طرح طرح کے جواب اپنی تفاسیر میں دیئے ہیں مگر کاتب الحروف کے نزدیک یہ الجھن یہ کچھ نہیں اس لیے کہ اول تو ہر جگہ مفہوم مخالف پیدا کرنا ہی لغو ہے جیسا کہ علمائے اصول فقہ نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے بلکہ یہ محاورہ کی بات ہے کہ کبھی قید یا وصف کو اس کی بہتری اور خوبی جتلانے کے لیے ذکر کیا کرتے ہیں مگر یہ مراد نہیں ہوتی کہ جس میں یہ قید یا وصف نہیں اس کے لیے مخالف حکم ثابت ہے اس کی نظیر قرآن مجید ہی کی آیات ہیں از اں جملہ یہ ہے وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط کہ اپنی لونڈیوں کو زنا کرانے پر اور خرچی کمانے پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامنی چاہیں، اب پاک دامنی کی قید اس لیے ہے کہ پاک دامنی کی خوبی ظاہر کرنا مقصود ہے نہ یہ کہ اگر وہ پاک دامنی نہ چاہیں تو خرچی کمانے پر مجبور کی جائیں اسی طرح آیت میں وصف اتقی کی خوبی کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ جو اتقی نہیں وہ اس نَارًا تَلَظّٰى سے دور دور نہ رہے گا۔

دوم: اگر مفہوم مخالف بھی مان لیا جائے تو بھی کچھ محذور نہیں اس لیے کہ صغائر و کبائر سے بھی انسان مواخذہ کے قابل ہو جاتا ہے سزا جہنم کی آگ ہے گو وہ ابدی آگ نہیں ہوتی بلکہ موقت ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ حق سبحانہ صغائر و کبائر کو بشرطیکہ ان پر اصرار نہ ہو کبھی تو اور دوسرے نیک کاموں کے صلہ میں مٹا ڈالتا ہے کما قال اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط کہ ان لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بکثرت وارد ہے کہ ایک جمعہ کی شرائط سے نماز پڑھنا جمعہ بھر کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے یا حج عمر بھر کے گناہ اور رمضان کے روزے سال بھر کے وغیر ذالک اور کبھی دنیاوی تکلیف بیماری تنگ دستی یا موت اعزہ یا حادثہ بشرطیکہ صبر کیا جائے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اس کو یہیں اسی قدر عذاب سے رہائی مل جاتی ہے اور کبھی اہل دل کی ندامت و اشک باری جوان پر باعتبار تقرب الی اللہ کے نارا تلظی شعلہ مارنے والی آگ ہو جاتی ہے وہ بھی اس آگ میں جل کر تھوڑی دیر میں نجات حاصل کر لیتے ہیں اور واللہ یہ دل کی آگ بڑی سخت آگ ہے جس کی گرمی سے دل پگھل کر آنسو نکلتے ہیں اور کبھی موت کے وقت کی سختی اور کبھی تھوڑی سی قبر کی تنگی اور گھبراہٹ سے یہ گناہ مٹ جاتے ہیں اور نہیں تو اس کی رحمت کا پانی اور شفاعت کا ابر ماطر سب کو بہا دیتا ہے یہ سب کچھ صحیح مگر مرجئہ

فرقہ کو کیا جواب آئے گا اس آیت کا مفہوم مخالف ان کے سراسر مخالف ہے واللّٰہ اعلم باسرار کلامہ۔

سعادت وشقاوت کا نقشہ:......اس مقام پر ایک اور بحث دلچسپ ہے وہ یہ کہ الفاظ آیات کے ہر چند عام ہیں کوئی اشقیٰ ہو اور کوئی اتقیٰ کیوں نہ ہو ہر ایک کا حال اور مآل بیان فرما کر شقاوت وسعادت کا نقشہ کھینچا ہے اور کتاب آسمانی میں ایسا ہونا بھی چاہیے مگر جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اس وقت بھی اشقی اور اتقی کے افراد موجود تھے اور گو ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا گیا اور لینا بھی نہیں چاہیے تھا مگر ان پر رکھ کر عموماً کلام کیا اس لیے ان اشقیٰ واتقیٰ سے ضرور اس وقت کے لوگوں کی طرف اشارہ ہوگا اور اسی بات کو بعض مفسرین نے یوں سمجھ لیا کہ یہ آیت فلاں شخص کے لیے نازل ہوئی ہے یا اس سے فلاں شخص مراد ہے اور اسی لیے وہ ان عام مفہوموں کے نیچے خاص خاص نام تفسیر میں لکھ دیا کرتے ہیں جہاں کہیں کافر یا اور کوئی اس قسم کا لفظ آیا اس سے مراد ابو جہل لے لیا یا جہاں کہیں کسی کے صفات حمیدہ مذکور ہوئے ان سے اپنے معتقد فیہ کا نام لے دیا یہاں تک کہ بعض شیعہ نے تو جہاں کہیں قرآن مجید میں اہل سعادت وشقاوت کے واقعات یا ان کے حالات اور مآل کار بیان کیے گئے ہیں ان سے حضرات اہل بیت اور ان کے مخالفین جن کو کہ انہوں نے مخالف بنا رکھا ہے مراد لیے ہیں گویا تمام قرآن مجید اسی جھگڑے میں نازل ہوا ہے اور دب دب کر معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کی مدح اور ان کے مخالفوں کی قدح کرتا ہے صاف صاف نام لینے سے ڈرتا ہے اور کوئی مقصد نہ تھا نہ آنحضرت ﷺ اور کسی کام کے لیے بھیجے گئے تھے اور لطف یہ ہے کہ جو جو مسائل اپنی طبیعتوں کے زور سے پیدا کر کے مذہب وملت یا اصول دین ❶ بنائے گئے ہیں وہ بھی صاف صاف قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتے کھینچ تان کر ثابت کیے جاتے ہیں اور دور از کار تاویلات کی جاتی ہیں۔

اور شیعہ پر کیا موقوف ہے ہر ایک کا کم وبیش یہی حال ہے جن کو مذاق تصوف ہے وہ ہر آیات میں توحید وجودی کا جلوہ دکھاتے ہیں اور کھینچ تان کر روح اور نفس اور قرب وبعد مقامات پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ نزول قرآن مجید کے وقت یہ مسائل پیدا بھی نہ ہوئے تھے یہ بڑی غلطی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ کہیں بھی قرآن مجید میں بزرگان دین صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت کی جاں فشانی کی مدح نہیں یا روح ونفس اور مقامات و احوال ومواجید واشواق کی طرف ایماء نہیں ضرور ہے مگر نہ ہر جگہ۔ اب انہیں آیات میں ضرور اتقیٰ واشقیٰ سے اس وقت کے بعض اشخاص کی طرف اشارہ ہے مگر یہ کہنا کہ کس طرف ہے قرائن کا محتاج ہے اور تعین کرنا ایک ظنی بات ہے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اتقیٰ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ جب یہ آیات ہجرت سے پہلے شروع اسلام میں شہر مکہ میں نازل رہی تھیں تو اس وقت مسلمانوں میں يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ کا مصداق اگر کوئی ہے اور بھی فرض کیا جائے گا تو ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں نکلے گا اول تو اس وقت کوئی مسلمان مالدار ہی نہ تھا بجز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر انہیں حضرت کا مال اللہ کی رضامندی میں بے دریغ صرف ہوا کرتا تھا انہی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ باخدا مسلمانوں کو کافروں سے خرید کر آزاد کیا یہی آں حضرت ﷺ کی رفاقت میں مال وجان نثار کرنے والے یار غار تھے اسی لیے ان کے افعال انہیں کے ہم عصر صحابہ رضی اللہ عنہم میں مسلم الکل تھے اور آنحضرت ﷺ کے یاروں میں بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

❶ ......اس میں اشارہ ہے کہ دراصل جو اصول دین ہیں وہ تو صاف صاف قرآن سے ثابت ہیں مگر وہ جو بعد میں باہمی مخالفت اور فرعیات میں نزاع قائم ہونے سے ایک متعصب نے اصول دین بنائے ہیں جیسا کہ شیعہ کا مسئلہ امامت وہ قرآن سے ثابت نہیں ۱۲ منہ۔

ایاتُھا ۱۱ (۹۳) سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ (۱۱) رُکُوعَاتُھَا ۱

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ④ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ⑤

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ترجمہ:...... قسم ہے روز روشن کی ① اور رات کی جب وہ چھا جائے ② (اے نبی) نہ تیرے رب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے نہ وہ بےزار ہی ہوا ہے ③ اور آپ کے لیے دنیا سے آخرت کہیں بہتر ہے ④ اور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ (اے محمد ﷺ) ⑤

ترکیب:...... والضحی الواو للقسم وھو اول النھار۔ اذا تجلی وارتفعت الشمس وقیل المراد بہ النھار کلہ مجازا من اطلاق الجزء وارادۃ الکل بدلیل مقابلۃ بالیل۔ اذا سجی والیل عطف علیہ اذا العامل فیہ معنی القسم سجٰی ای سکن قالہ قتادۃ ومجاھد وابن زید وعکرمۃ وغیرھم یقال لیلۃ ساجیۃ ای ساکنۃ ویقال سجا الشیء یسجو سجو اذا سکن و عن ابن الاعرابی سجی امتد ظلامہ وقال الاصمعی سجو الیل تغطیۃ النھار۔ ماودعک ـــ الخ ھذا جواب القسم قرء الجمھور بتشدید الدال من التودیع و قرء بتخفیفھا من قولھم ودعہ ترکہ۔ وماقلی عطف علی ماودعک والقلاء البغض یقال قلاہ یقلیہ قلاء ولم یقل ماقلاک لموافقۃ رؤس الآی۔ وللآخرۃ اللام جواب قسم محذوف۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس ؓ کا بھی یہی قول ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

ابن کثیر ؒ نے اپنی تفسیر میں اور نیز حاکم نے اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے ابی الحسن مقری سے ایک روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے قرآن مجید عکرمہ بن سلیمان کے پاس پڑھا اور اس نے خبر دی کہ میں نے اسمٰعیل بن قسطنطین اور سہل بن عباد کے سامنے پڑھا جب میں والضحیٰ تک پہنچا تو ان دونوں نے فرمایا تکبیر کہہ اخیر تک یعنی والناس تک ہر سورت کے بعد تکبیر کہہ کیوں کہ ہم نے ابن کثیر کے سامنے قرآن پڑھا اس نے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے مجاہد کے سامنے قرآن پڑھا تو اس نے مجھے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے ابن عباس کے سامنے پڑھا تو اس نے مجھے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو پڑھا تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا۔

یہ روایت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بزی سے ہے جو قرأت کے امام تھے مگر فن حدیث میں ابو حاتم رازی ان کو ضعیف جانتے تھے لیکن اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شیخ شہاب الدین ابوشامہ شاطبیہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی ؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو نماز میں اس سورت کے بعد تکبیر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ بہت خوب کیا یہ سنت ہے؟

شان نزول:...... پھر بعض علماء فرماتے ہیں کہ والضحیٰ سے لے کر اخیر تک جس سورت کو بھی تمام کرے تو اللہ اکبر کہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کہے وجہ اس کی علماء نے یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک مدت تک آپ کو وحی آنی بند ہو گئی تھی پھر جب

شروع ہوئی تو یہ سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جس کی خوشی میں آپ نے تکبیر پڑھی اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں مگر بخاری ومسلم وترمذی ونسائی و ابن ابی حاتم وابن جریر وامام احمد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تھے کہ ایک یا دو رات اٹھے نہیں ایک عورت نے آ کر کہا اے محمد! میں تیرے شیطان کو نہیں دیکھتی کیا اس نے تجھے چھوڑ دیا ہے تب یہ سورت والضحیٰ نازل ہوئی اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی تو مشرکوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے محمد کو چھوڑ دیا ہے تب ان کے قول کو رد کرنے کے لیے کہ اس نے ہرگز نہیں چھوڑا یہ سورت نازل ہوئی یہی اس کا شان نزول ہے۔

فائدہ: ابن اسحاق وغیرہ سلف سے منقول ہے کہ وہ جو سورۂ نجم میں مذکور تھا کہ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ (یعنی ہم نے اپنے بندے کی طرف جب کہ بہت ہی قریب ہو گیا تھا وحی کی جو کچھ کہ وحی کی) اس میں یہی سورۂ والضحیٰ وحی کی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ چند روز وحی بند ہو جانے سے جس کو فقراء (صوفیہ) کے نزدیک قبض کہتے ہیں اور اسی کو کبھی ضلال بھی کہتے ہیں ایک عجیب حالت رنج وغم کی آنحضرت ﷺ پر گزری تھی جس پر کفار کو محبوب حقیقی کی ناراضگی اور جدائی کے طعنے دینے کا موقع ملا اس پر دریائے رحمت جوش زن ہوا اور یہ سورت نازل ہوئی جس میں اس طعنہ کا رد اور آنحضرت ﷺ کے محامد اور آئندہ کے لیے تسلی اور قرب روز افزوں کے وعدہ کا مژدہ ہے۔

روزِ روشن اور رات کی تاریکی کی قسم:......فقال: وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ کہ قسم ہے روز روشن یا وقت چاشت کی اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے اور پھیل پڑے وقت چاشت کو (جب کہ آفتاب کی سلطنت کا عروج ہوتا ہے اور جہاں میں نور پھیل جاتا ہے رات کی کوئی مخفی چیز جو اچھی طرح دکھائی نہیں دیتی شئی مخفی نہیں رہتی تقرب الٰہی اور نزول وحی کے وقت پوری مشابہت ہے کیوں کہ اس وقت حجاب ظلمانی دور ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت الٰہی اور حقیقت کونی کا ظہور کلی ہوتا ہے اور عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور لیل (رات) کو قبض وانقطاع وحی کے زمانہ سے کمال مشابہت ہے اسی لیے والضحیٰ کے مقدم کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایام غم ہجر وانقطاع وحی تمام ہو چکے اب فرح وسرور تتابع وحی کا وقت آ گیا اس میں آنحضرت ﷺ کو مژدہ ہے

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند ☆ چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

رات جب چھا جاتی ہے اور اس کی ظلمت عالم پر طاری ہو جاتی ہے اس وقت کوئی روشنی نہیں ہوتی اور ایسے ہی مواقع پر رات کا چھا جانا مستعمل ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے زمانۂ جاہلیت کی طرف اور ضحیٰ سے زمانۂ آفتاب نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جلوہ گر ہونے کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے پہلے نہ تھا اور آپ کے بعد پھر رات پھیل گئی مگر آفتاب کا خلیفہ قمر خلافت مدتوں رہا اور اس کے بعد پھر تاریکی چھا گئی کہ جس میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے اور ہر ایک فریق دلائل کے چراغوں اور مشعلوں سے استعانت کرتا ہے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مذاہب مجتہدین وطرق اولیاء اللہ اس نور میں متفاوت درجہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہ وقت چاشت سے اس نور الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو قلب محمدی علیہ السلام پر جلوہ گر تھا اور شب سے اس ظلمت انسانیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو نفوس وارواح پر طاری ہوا کرتی ہے۔ نور اللہ قلوبنا بنور محمد ﷺ۔

فائدہ: وہ ضحیٰ کہ جس کی قسم ہے بظاہر عام ہے مگر بعض نے خاص مراد لیا ہے چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ضحیٰ سے وہ مراد ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا تھا اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ سے جنت کی روشنی

اور لیل سے جہنم کی تاریکی مراد ہے، بعض کہتے ہیں ضحیٰ قلوب عارفین کا نور اور لیل قلوب کافرین کی ظلمت ہے، بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ آپ ﷺ کا چہرہ منور ہے اور لیل موئے مبارک، بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ آنحضرت ﷺ کا ظاہر حال جو سب پر روشن ہے اور لیل سے مراد آپ کے اسرار روحانیہ کہ جن کو بجز علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جانتا بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ اسلام کی ترقی کا زمانہ اور لیل سے اس کا تنزل۔ چونکہ الفاظ قرآنیہ میں بڑی وسعت ہوتی ہے لہٰذا ہر ایک احتمال کی گنجائش ہے اور یہ بڑا معجزہ ہے۔

سوال: اس جگہ دن کو قسم کھانے میں مقدم اور رات کو مؤخر کیا اور پہلی سورت میں برعکس کیا تھا اس کا کیا سبب ہے؟ علماء کرام نے اس کے جواب میں نہایت بے بہا موتیوں کی لڑیاں پروئی ہیں مگر سب سے آسان اور جلد سمجھ میں آنے والی یہ بات ہے۔

جواب: (۱) یہ کہ پہلی سورت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل تھے اس لیے اس کو سورہ ابوبکر بھی کہتے تھے، اور اس سورت میں آنحضرت ﷺ کے فضائل مذکور ہیں اس لیے اس کو سورۃ النبی ﷺ کہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کے کمالات و انوار جو کچھ تھے وہ آفتاب نبوت کا عکس تھا ورنہ اسلام سے پہلے یہ باتیں نہ تھیں وہی اندھیرا ان پر بھی طاری تھا جو عموماً بر عرب کیا تمام دنیا پر طاری تھا اور آنحضرت علیہ السلام بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام ماں کے پیٹ ہی سے باکمال پیدا ہوتے ہیں اس لیے سورہ ابی بکر میں رات کو قسم کھانے میں مقدم کیا اور اس سورت میں دن کو تاکہ معلوم ہو کہ نور صدیقی کے پہلے بھی رات تھی اور محمدی ابتداء ہی سے نور ہے۔

(۲) یہ کہ پہلی سورت میں رات کا اول ذکر کرنا اور اس سورت میں دن کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صدیقیت سے ترقی کر کے محمدیت کا مرتبہ ہے اور نیز جس طرح دن کے بعد رات ہوتی ہے اسی طرح محمدیت کے بعد دنیا میں صدیقیت ہی باقی رہ جاتی ہے

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب ☆ بوئے گل را از کہ جوئیم جز گلاب

اور یہ دونوں حضرات میں کمال اتحاد و وصلت کی دلیل ہے جس کا نتیجہ دنیا میں ہر جگہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رفاقت ہر معرکہ میں شرکت تھی اور مرنے کے بعد بھی اپنے آقا کے پہلو بہ پہلو ایک روضۂ منور میں لیٹے ہوئے ہیں۔

(۳) یہ کہ رات اور دن اس کے عجائب قدرت کی دلیل ہیں کبھی دن کی قسم کو مقدم کر دیا ہے اور کبھی رات کی قسم کو مقدم کر دیا لیکن دن کے اس جگہ مقدم کرنے میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ کافر جو تجھ کو کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ سے ناراض ہو گیا اور تجھے چھوڑ دیا (حالانکہ اور مطاعن سے یہ مفارقت محبوب کا طعنہ آنحضرت ﷺ پر تو جس قدر شاق گزرتا ہوگا اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت ﷺ سے کم تر درجہ کے لوگ یعنی عارفان طریق (صوفیہ) بھی اس مفارقت کو عذاب عظیم سے بڑھ کر تصور کرتے ہیں اور جب دعا کرتے ہیں تو یہی کرتے ہیں۔

خلاص حافظ زاں زلف تاب ودار میاد ☆ کہ بستگان کمند تو رستگار رامند

سو یہ تکلیف تو آپ کو دن میں ہوتی ہے اور رات کا وقت تو آپ کا سراسر اطمینان قلبی اور یاد حق اور انس حقیقی کا وقت ہوتا ہے جس میں آپ کو مواصلت تامہ میسر آتی تھی۔

(۴) یہ کہ یہ جو آپ ﷺ کو طعنہ دیتے ہیں تجھے چھوڑ دیا اندھے ہیں جن کو دوپہر میں بھی آفتاب نظر نہیں آتا اور پھر رات تو رات ہی ہے آپ ان کے کہنے کچھ بھی پرواہ نہ کریں۔

ہجر کے بعد وصال: ...... (۵) یہ ہے کہ جس طرح آفتاب غروب ہونے کے بعد تاریکی ہوتی ہے مگر اس کے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے دہر ایک وطیرہ پر نہیں رہتا اسی طرح جو اس دہر میں ہیں ان پر بھی ویسے تغیرات ہوں تو کیا تعجب ہے، عارف کی یکساں حالت نہیں رہتی کبھی آفتاب غیب اور خورشید جمال حقیقی ایسا جلوہ گر ہوتا ہے کہ اس کی دوپہر ہوتی ہے جہاں ظلمت بہیمیہ کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا اور پھر

کبھی انسانیت کی تاریکی اور مادیت کی رات بھی چھا جاتی ہے مگر اس رات کے بعد پھر آفتاب معنوی جلوہ گر ہوتا ہے ایسے جزرومد سے یہ خیال کر لینا کہ ان کو وہاں سے دوری ہوگئی انہی کا کام ہے جن پر سدا بشریت کی رات کا اندھیرا چھایا رہتا ہے اور یہ تفاوت ایک لذت رکھتا ہے اس لیے کہ ہجر کے بعد وصال ایسا ہی مزہ دیتا ہے جیسا کہ اہل جہاں کے لیے رات کے بعد آفتاب کا جلوہ گر ہونا مسرت بخشتا ہے مگر یہ کور باطن اس مزے کو کیا جانیں جس مصلحت سے چند روز وحی بند ہوئی ہے اس کی حقیقت سے یہ کیا واقف؟ پھر اس بات میں کیا لطیفہ ہے کہ تمام دن کی قسم نہیں کھائی صرف وقت چاشت کی برخلاف رات کے کہ اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں کی بلکہ عموم سمجھا گیا۔

وہ لطیفہ یہ ہے کہ وقت چاشت فرحت و سرور کا وقت ہوتا ہے اور رات غموم و ہموم کا وقت ہے یا یوں کہو کہ یہ وقت چاشت تمام حیوانات کی بیداری کا وقت ہے اس لیے کہ دن چڑھے تو بڑے عیاش اور منحوس بھی جاگ اٹھتے ہیں اور تمام رات کی نیند اور غفلت کا وقت ہے جو موت سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ انسان کی فرحت اور اس کا سرور بہ نسبت غموم و ہموم کے بہت ہی کم ہے یا اس کی دنیاوی ہستی کا زمانہ اس کے نیست کے زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے پھر اتنی سی خوشی اور ایسی حیات سریع الزوال پر یہ غرور یہ گمراہی۔

فائدہ: ضحیٰ یعنی چاشت آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہنچنے تک کا زمانہ ہے اس وقت میں کوئی نماز فریضہ نہیں اس لیے کہ یہ کام کاج کا وقت ہے لیکن طالبان آخرت کے لیے اس وقت بھی چند نوافل پڑھنا ایسا ہی ہے کہ جیسا رات میں تہجد یا اس سے کسی قدر کم۔ نماز چاشت کم از کم چار رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہے اس نماز کے بہت سے فضائل ہیں اور اہل اللہ کا دستور قدیم ہے اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر و تنگ دستی سے دور رہنا چاہے تو نماز چاشت پڑھے اور اگر گور کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے۔

تیرے رب نے تجھ کو نہیں چھوڑا:...... اب وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس کی صداقت کے لیے دن اور رات کی قسم کھائی ہے فقال: مَا وَدَّعَكَ ❶ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ کہ نہ تمہارے رب نے اے محمد! تمہیں رخصت کیا ہے اور نہ تمہارا پروردگار تم سے ناخوش ہوا ہے یعنی یہ جو چند روز کسی مصلحت سے وحی بند ہوگئی اس لیے نہیں کہ تمہارے رب یعنی پرورش کرنے والے کی پرورش میں کچھ قصور یا تمہاری حالت میں کچھ فتور آ گیا ہو بلکہ عنقریب پھر وہی آفتاب جلوہ گر ہوگا جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب ظاہری جلوہ گر ہوا کرتا ہے اب جلد وصال دائمی اور قرب روز افزوں میسر آئے گا اس لیے فرماتا ہے۔

پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہے:...... وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ کہ تمہاری پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہے جو آج قرب و کمال ہے کل اس سے زیادہ ہے اور جو صبح ہے شام اس سے زیادہ ہے اور ربوبیت تامہ کا بھی یہی مقتضی ہے کہ ہر آن اور ہر زمان پرورش کا سلسلہ جاری رہے پرورش ظاہری سے تو اور بھی مستفید ہیں مگر پرورش باطنی اور جو تائید الٰہی تمہارے لیے ہے کہ بغیر کسی مرشد و معلم کے خود حق سبحانہ نے تمہاری روح پر تجلی فرمائی اور اپنے نور حقیقی سے منور کیا اور علم اولین و آخرین کے خزانے تمہارے ہاتھ میں دیئے وہ کم نہ ہوگی بلکہ یہ وصال علی الدوام ہوگا اور مراتب و قرب میں آپ درجات طے کرتے جائیں گے اور دنیا سے اٹھنے کے وقت دنیا و مافیہا سے نفرت کلی اور عالم بالا کا شوق اور جذبہ بے حد مستولی ہوگا چنانچہ بوقت اخیر آنحضرت ﷺ بار بار یہی فرماتے تھے اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔

اور اسی لیے واصلان حق کی اخیر عمر کا حصہ پہلی سے زیادہ تر متبرک سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اول عمر میں کمالات باطنیہ کی ترتیب ہوتی تھی تو اخیر میں کھلم کھلا۔

---

❶...... ودع (تشدید سے) ماخوذ ہے تودیع سے جس کے معنی ہیں رخصت کرنا یعنی چھوڑ کر دینا کیوں کہ بوقت رخصت ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

بعض علماء نے آخرت سے مراد دار آخرت اور اولیٰ سے دنیا لی ہے ان کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ آپ کے لیے دنیا آخرت سے بہتر ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے اس لیے کہ دنیا آپ کے لیے تکالیف وشدائد کا گھر تھا مہینوں سوکھے ٹکڑوں یا چند چھواروں اور پانی پر اوقات بسری کی ہے۔ دو وقت پیٹ بھر کر اچھا کھانا میسر نہیں آیا ہے۔ پھر نا اہلوں کے ظلم وتعدی اور اصلاح عالم کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی، مخالف خون بہا رہے ہیں، تو آپ دعا کر رہے ہیں، کسی سے اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا، کسی سے اپنے دنیاوی حقوق کا مطالبہ نہیں کیا، کبھی کوئی عیش ونشاط کا سامان نہ بہم پہنچایا، وہ خدائے پاک کے نور مجسم جن پر ہماری روح فدا ہو رات دن ہماری فکر میں رہ کر دنیا وآخرت کی بھلائیاں ہمارے لیے تجویز کرتے رہے آخرت میں آپ کے لیے نعیم بے حد اور سرور سرمد ہے بلکہ وہ اس جہاں کے سلطان اور حیات جاودانی اور سرور ابدی کے مالک اور تقسیم کرنے والے ہیں وہ حقیقت ابوالقاسم ہیں صلوات اللہ علیہ و سلامہ۔

دوم آپ ﷺ کی سیادت کبری اور سلطنت عظمی کا ظہور کلی دار آخرت ہی میں ہوگا مرنے کے بعد ہر مؤمن پر روح پاک کی تجلی اور نور پُر سرور کا جلوہ ہوگا اور ہوتا ہے اور یہی جلوہ نجات کا باعث ہے اور میدان حشر میں تاج کرامت آپ کے سر مبارک پر رکھ کر مقام محمود میں کھڑے کیے جائیں گے اور تمام انبیاء اولیاء واولین وآخرین کی نگاہیں اس روز آپ ہی کی طرف لگی ہوئی ہوں گی آپ ہی شفاعت کریں گے جس طرح کوئی شفیق ماں اپنے گم شدہ بچوں کو ڈھونڈتی پھرا کرتی ہے آپ امت کے مجھ جیسے گنہگاروں کو ڈھونڈ کر اپنے رب کے سامنے لے جا کر بخشوائیں گے آپ کا حوض کوثر تشنگان میدان حشر کو سیراب کرے گا آپ کا سایہ امت کو جگہ دے گا (اے میرے آقا روحی فداک، میں بھی حضور کا ادنی غلام ہوں میں اس فیض عام سے فیض یاب ہوؤں آپ کے غبار پا کے قربان محروم نہ کیا جاؤں ننگ امت ہی سہی آپ کا نام لیوا تو ہوں۔)

اور چونکہ کفار نے آنحضرت ﷺ کی دل شکنی کی تھی تو حق سبحانہ آپ کو خلعت عز وامتیاز عطا کرتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کسی ملازم خاص پر عنایت فرما کر کوئی معزز عہدہ عطا کرے اور وہ کمال جدو جہد سے اس خدمت کو ادا کر رہا ہو لیکن حاسد ان بد اندیش محض اس کی دل شکنی کے لیے جھوٹی خبریں اڑائیں اور بدنام کریں کہ بادشاہ نے اس سے یہ خدمت چھین لی اور نظروں سے گرا دیا ایسے موقع پر بادشاہ عزت وامتیاز دینے کے لیے اور ان مخالفین کی باتوں کو غلط کرنے کے لیے اس معزز ملازم کو خلعت وعطیات سے سرفرازی بخشا کرتا ہے اور آئندہ ترقیوں کے لیے وعدہ فرمایا کرتا ہے تاکہ نہایت ہمت وکوشش سے اپنی خدمت کو ادا کرتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو مشرف فرماتا ہے فقال:

تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے:......وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے یہ بڑا وسیع وعدہ اور بہت گراں بہا خلعت ہے اس لیے کہ ایسے وعدوں میں دو باتوں کی طرف نظر کی جایا کرتی ہے

اوّل وعدہ دینے والے کی طرف اس لیے کہ اگر تنگ حوصلہ یا کم مایہ کسی کو ایسا وسیع وعدہ دے تو وہ بہ لحاظ اس کی مقدرت وحوصلہ کے ایک معمولی وعدہ بلکہ اس سے بھی کم سمجھا جائے گا مخاطب خیال کر سکتا ہے کہ یہ کیا مجھے کوئی جاگیر یا ملک دے گا یہی دو چار روپے پیسے اور اگر کوئی شہنشاہ بلند حوصلہ ایسی بات کہے تو ضرور خیال ہوتا ہے کہ کوئی جاگیر یا ملک عطا ہوگا۔

دوم: اسی طرح جس کے لیے وعدہ ہو اس کی طرف بھی دیکھا جاتا ہے اگر کوئی فرو مایہ شخص ہے تو اس کی قابلیت اور حوصلہ کے موافق عطیہ خیال کیا جائے گا اور اگر بڑا شخص اور بلند حوصلہ ہے تو اسی کے موافق عطیہ متصور ہوگا۔

اب اس مقام پر وعدہ دینے والا تو خدائے تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں دارین ہیں اور اس کی بلند حوصلگی لفظ رب سے ظاہر ہے جو تمام

مخلوق کو بلا امتیاز مؤمن و کافر مطیع و عاصی ہر وقت پرورش کر رہا ہے اور ہمیشہ سے کرتا آیا ہے اور ہمیشہ کرے گا اور جس کی نسبت وعدہ ہے وہ آنحضرت ﷺ ہیں جو حق سبحانہ کا دنیا میں ظل ہیں اور بلند حوصلگی آپ کی اس سے ظاہر ہے کہ کوئی اپنے دشمن کو سرد پانی بھی دینا گوارا نہیں کرتا ہے آپ ہی سلطنت جاودانی اور ملک کامرانی دیتے ہیں پھر آپ اب اس وعدہ کی وسعت کو غور کیجیے کہ کیا کیا دیں گے جو کچھ آپ کو کمالات جسمانی سے لے کر کمالات اخلاقی و روحانی عطا ہوئے اور جو کچھ شرف و امتیاز دوسرے جہاں میں عطا ہوں گے اگر ان کو بیان کیا جائے تو ایک دفتر میں بھی نہ سمائیں اور حق سبحانہ نے فقیر کو توفیق دی تو خاص اسی آیت کی تفسیر میں ایک مبسوط کتاب لکھ کر آنحضرت ﷺ کے عطیات و کمالات کا کچھ نمونہ دکھائے گا مگر ادنیٰ بات اس وعدہ کے وسعت کی جو آنحضرت ﷺ کی بلند حوصلگی کی ایک دلیل ہے یہ بات ہے کہ اس جملہ کو سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ میں کبھی راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت کا ایک شخص بھی جہنم میں رہے گا اخرجه الخطيب في التلخيص ويؤيده مافي صحيح مسلم۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۞ ۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ ۷ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ۞ ۸

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ ۹ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ ۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞ ۱۱ ع

ترجمہ:......کیا اس نے تمہیں یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی ۶ اور اس نے تمہیں حیران پایا پھر تمہاری راہ نمائی کی ۷ اور اس نے تمہیں تنگ دست پایا پھر غنی کر دیا ۸ پھر یتیم ❶ کو دبایا نہ کرو ۹ اور سائل کو جھڑکا نہ کرو ۱۰ اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کرتے رہا کرو ۱۱۔

ترکیب:......الم يجد هذا شروع فيما انعم الله عليه و الهمزة لانكار النفي و تقرير المنفي فكانه قال قد وجدك يتيمًا والوجود في العلم۔ فاوى قرء الجمهور بالالف بعد الهمزة رباعيا من أواه يؤويه وقرء ثلاثيا و هو امابمعنى الرباعي اوهو من أوى له اذا رحمه۔ و وجدك ضالا فهدى معطوف على المضارع المنفي وقيل على مايقتضيه الكلام السابق والضلال ههنا بمعنى الغفلة كما قال الزجاج و نظيره قوله تعالى لايضل ربي و لاينسى و قوله تعالى ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى و قيل من الطلب و المحبة كقوله تعالى انك لفي ضلالك القديم۔ و وجدك عائلا...الخ معطوف على الكلام السابق يقال عال الرجل يعيل عيلة اذا افتقر۔ اماليتيم منصوب بتقهر و قرء بالكاف و العرب تعاقب بين القاف و الكاف و قيل القهر الغلبة و الكهر الزجر قال ابو حيان هي لغة۔ و اماالسائل منصوب بتنهر و التقدير مهما يكن شيء فلا تقهر اليتيم و لاتنهر السائل۔ و امابنعمة ربك فحدث الابلاغ و الاظهار اوالشكر الجار و المجرور متعلق بحدث و الفاء غير مانعة من ذلك لانها كالزائدة قال الكرخي۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا ہے کہ ہم آپ کو اس قدر دیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے اب اس قول کی تائید و صداقت یا اطمینان قلبی کے لیے آنحضرت ﷺ کے گزشتہ چند واقعات کا اجمالاً ذکر فرماتا ہے جن میں حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے کیسی کیسی عنایتیں ہوئی اور ان مواقع میں کیا کیا عطا فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے تین حال ہیں:......اول لڑکپن بلوغ کی حد کی عمر سو اس عمر میں آپ یتیم تھے آپ پر کیا بے

❶ ۔۔ وہ نابالغ بچہ جس کا باپ نہ ہو ۱۲ منہ۔

کسی تھی مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے کیا کیا انعام واکرام کیے اس لیے اس پہلی حالت کی بابت فرماتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کہ کیا اس نے یعنی خدا تعالیٰ نے تمہیں یتیم نہیں پایا کہ پھر تم کو جگہ دی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت حمل میں تھے کہ حضرت کے والد ماجد عبداللہ کا عین جوانی میں انتقال ہو گیا اور کوئی جائداد یا مال نہ چھوڑا کہ جس سے پس ماندوں کی پرورش ہوتی پھر حق سبحانہ نے یہ انعام کیا کہ آپ کے جدامجد عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کر دیا ایسا کہ آپ کے آگے تمام اولاد کو بھول گئے حالانکہ عبدالمطلب کثیر الاولاد تھے اور حال یہ تھا کہ جب حضرت دو برس کے تھے تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں اب نہ ماں ہے نہ باپ صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ عبدالمطلب کو فریفتہ کر رکھا ہے جب چھے برس کے ہوئے تو عبدالمطلب بھی چل بسے اب خوف تھا کہ کیا کیا مصیبتیں آئیں مگر ان کی جگہ حضرت کے چچا ابو طالب یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ماجد سرپرستی کرنے لگے اور ایسی کی کہ کوئی اپنی حقیقی اولاد کی بھی ایسی نہ کرے گا۔

یہ یتیمی کا زمانہ اس طور سے گزرا اب بالغ ہوئے یہ دوسرا حصہ عمر کا شروع ہوتا ہے اس میں جوانی کی امنگیں اور نوخیز شباب کے ولولے بھی کچھ کم نہیں ہوتے ہر چند کہ آپ مادرزاد نبی تھے اور طفولیت ہی میں رئیس الموحدین تھے خدا پرستی مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا مگر ہنوز مراتب قرب اور محبت کی سنگلاخ گھاٹیوں سے اور نیز وحی اور شریعت اسلام کی حقیقت سے جو آپ کو بعد میں الہام ہوئی ناواقف تھے اس کوچہ سے بھولے ہوئے تھے اور حیران وطالب تھے لیکن حق سبحانہ نے راہ نمائی کی اس بات کی طرف اس جملہ میں ایماء کرتا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ کہ ہم نے تمہیں بھولا ہوا یا طالب پایا کہ پھر تمہیں راہ نمائی کی جیسا کہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے کہ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ـــ الآیۃ آپ عبادت کرتے تھے مگر یہ تعداد رکعات اور اس کے آداب وقوانین نہ جانتے تھے ناپاکی سے دور رہتے تھے ہاتھ پاؤں دھو لیا کرتے تھے مگر وضو اور غسل کے دستور نہ جانتے تھے خیرات کرتے اور اس کی تاکید کرتے تھے مگر اس کے مصارف اور مقدار زکوٰۃ اور اس کے دیگر دستورات سے واقف نہ تھے اسی طرح ایک محبت الٰہی کا جاذبہ تھا اور دل میں ایک آتش عشق شعلہ مارتی تھی مگر اس کی ترقی اور قوانین سے واقف نہ تھے اس حالت کو ضلال سے تعبیر کیا جو اوروں کی ہدایت سے بڑھ کر تھی۔

ضلال کے چند معنی:..... مفسرین نے ضلال کے چند معنی بیان فرمائے ہیں کسی نے کہا کہ ضلال سے مراد رستہ بھولنا ہے جو آپ شام کے سفر میں بھول گئے تھے بعض نے کہا مکہ میں رہا کرتے تھے تب رستہ بھول گئے تھے ابوجہل جا رہا تھا آپ کو اٹھا کر اپنے پیچھے سوار کر کے اونٹنی کو ایڑ ماری تو نہ اٹھ سکی ہر چند مارتا تھا مگر وہ جنبش بھی نہ کرتی تھی آخر ہاتف غیب نے آواز دی کہ تو ناداں ہے جہاں کے سردار کو پیچھے سوار کرتا ہے اور آپ آگے ہوتا ہے یہ آگے ہونے کے قابل ہے تب آپ کو آگے بٹھایا جب اونٹنی چلی آ کر عبدالمطلب سے کہا یہ تیرا بچہ دیکھیے کیا کیا گل کھلاتا ہے اور سارا قصہ بیان کر دیا۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ ضلال محبت کی بے تابی ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی اور اسی لیے بیٹوں نے بھی کہا تھا کہ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۞ حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کسی گمراہی میں نہ تھے لیکن اس مقام پر ضلال سے مراد طلب اور حیرت ہے جو حضرت ﷺ پر طاری ہوئی تھی۔

فائدہ: حضرات انبیاء علیہم السلام جمہور اہل اسلام کے نزدیک گمراہی سے پاک تھے ابتداء عمر سے لے کر اخیر تک کوئی ناپاک دھبہ ان کے دامن عصمت پر نہیں لگا اور نہ لگنا چاہیے اس لیے کہ جس نے ان کو نبی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا وہ ان کی سیرت اور صورت اور اخلاق کو نفرت انگیز کیوں کر ہونے دیتا جس میں سراسر مقصود الٰہی فوت ہو جاتا ہے۔ بعض گمراہوں نے آنحضرت ﷺ کو گمراہ کہنے میں اس لفظ سے استدلال پکڑ کر بڑی جرأت کی ہے اگر نادانستگی ہے تو خیر ور اگر متعصب عیسائیوں اور ہنود جیسا عناد اور آفتاب پر گرد و غبار ڈالنا مقصود

ہے تو بڑا کمینہ پن اور دارین کی روسیاہی ہے۔

تیسری حالت آپ کی عمر کا وہ حصہ کہ جس میں عیال داری ہے خصوصاً جب کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ شہر میں نکاح کیا جہاں نہ زراعت تھی نہ صنعت نہ کوئی کارخانہ تجارت، اس وقت حق سبحانہ نے یہ احسان کیا کہ آپ کو غنی کر دیا اس بات کی طرف اس جملہ میں اشارہ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى اور تم کو فقیر پایا تو غنی کر دیا حضرت کی تنگ دستی تو ظاہر ہے مگر غنی کیوں کر حاصل ہوئی؟ اول تو اصل غنی دل کی غنا ہے سو یہ بات حضرت کو بہت کچھ عطا کی اور دراصل جس کو غنائے نفس حاصل نہیں گو کیسا ہی مال دار ہو مگر سخت محتاج ہے مارا مارا پھرتا ہے دل میں بے قراری ہے برخلاف غنائے نفس کے کہ اس کو اطمینان ہے۔ دوم حضرت کو خدیجہ بیوی ملی جن سے اعیان قریش نکاح کرنا چاہتے تھے مگر وہ کسی کی طرف رغبت نہ کرتی تھیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو قبول کیا یہ بڑی مالدار تھیں اور آنحضرت ﷺ کی تابعدار بلکہ جاں نثار بھی تھیں۔ یعنی ہم اے نبی تمہاری گزشتہ عمر میں تم پر کیا کیا احسان کرتے رہے پھر اب آئندہ جو بے شمار عطیات کا وعدہ کرتے ہیں اس کو کیوں کر نہ پورا کریں گے۔ اب ان تینوں زمانے کے انعامات کا شکریہ ادا کرنے کے لیے تین حکم صادر فرماتا ہے۔

یتیم پر ظلم کی ممانعت:......(۱)......فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ کہ یتیم جو ہو سو اس پر ظلم نہ کرنا اپنے یتیمی کے زمانہ کو یاد کر لیا کرو آنحضرت ﷺ تو کسی یتیم کو کیا اور بھی کسی کو نہ دباتے تھے نہ کبھی دبایا نہ کسی پر سختی کی۔ عرب میں اسلام سے پہلے جہالت اور سخت دلی اور بدکاری کی کوئی حد نہ تھی خصوصاً یتیموں بیواؤں اور ضعیفوں پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کے لیے ان کا نقصان کر دینا کوئی بات نہ تھی اس لیے بظاہر تو نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے مگر معنی سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نہ کرنا۔ یہ لفظ عام ہے زبانی جھڑکنا سخت کلامی کرنا بری نگاہ سے دیکھنا اور اس کو مارنا یا اس کے مال کی خیانت کرنا یا دغا فریب سے لے لینا سب قہر میں داخل ہے بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا اس کے حال زار پر رحم نہ کھانا بھی قہر ہے۔ عرب اس مرض میں مبتلا تھے اور نیز دفع مضرت طلب منفعت سے مقدم ہے اس لیے یہ فرماتا ہے کہ قہر نہ کرنا یوں نہ کہا کہ رحم کر اور یہ بھی نکتہ ہے کہ جب قہر نہیں تو خواہ مخواہ رحم ہی رحم ہے۔

پیغمبر خدا ﷺ بالخصوص یتیموں پر بڑے مہربان تھے اور لوگوں کو بھی تاکید رحم کرنے کی فرماتے تھے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت میں اس طرح سے رہے گا اور اپنی دونوں انگلیوں کی طرف ملا کر اشارہ فرمایا کہ جس طرح میرے ہاتھ کی انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے اسی طرح میرے ساتھ یہ ہوگا یہ مضمون صحیح بخاری میں موجود ہے۔

سائل کو جھڑکا نہ جائے:......اور یتیم ہی پر موقوف نہیں ہر ضعیف و بے کس پر رحم کرنا اسلام اور اسلامیوں کا شیوہ ہے اب ان بے کسوں میں سے ایک سائل بھی ہے جب نہایت ذلیل و خوار حالت ہو جاتی ہے تب ہی شریف سوال کرتا ہے اس لیے فرماتا ہے وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور جو کوئی سائل ہو اس کو نہ جھڑکو اگر اس کے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کرو بشرطیکہ ممنوع امر کا سوال نہ ہو ورنہ نرم الفاظ میں جواب دے دو سائل کی دل شکنی نہ کرو اور دے کر طعن و تشنیع نہ کرو کہ ایسے دینے کا کچھ بھی ثواب نہیں یہ اس دوسری نعمت کے شکریہ میں ہے یعنی آپ کو تنگ دستی کے بعد غنی کیا اپنے وقت کو نہ بھولو۔

آنحضرت ﷺ کی سخاوت اور مروت کی کچھ انتہا نہ تھی، نہیں تو کہنا جانتے ہی نہ تھے۔ آپ بھوکے ہیں سائل نے مانگا جو میسر آیا دے دیا، ایک بار بحرین سے نوے ہزار درہم آئے بانٹ کر خالی ہاتھ کھڑے ہوئے۔ ایک بار ایک عورت نے ایک عمدہ چادر سی کر آپ کو بھیجی سائل نے مانگی اسی وقت اتار کر دی۔ کبھی گھر میں مال و زر کچھ بھی نہیں رکھا، اس کے علاوہ اگر اپنے پاس نہ ہوا تو قرض لے کر دیا یا اور سے فرمائش کر کے دلوایا اور یہاں تک کہ ایک بار ایک ہی کرتا تھا جسے پہنے ہوئے تھے کسی نے مانگا آپ نے اتار کر دیا اب کوئی کپڑا نہیں جو پہن کر باہر

نماز پڑھانے آئیں لوگ بیٹھے راہ دیکھ رہے ہیں اس بارے میں آخر آیت نازل ہوئی کہ ایسا ہاتھ نہ کھولو کہ تنگ ہو کر گھر میں بیٹھ رہنا پڑے۔

فائدہ: آیت میں سائل سے وہی مراد ہیں جو حاجت مند ہو کر سوال کرتے تھے نہ کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے بارہ مہینے گداگری کو پیشہ کرلیا ہے اور صحیح وتندرست ہیں کما سکتے ہیں مگر کہیں کوئی بہروپ بھرلیا ہے کہیں کوئی اور صورت بنالی ہے۔صدائیں اور اشعار یاد کر لیے ہیں اور بنے کٹے ہیں پھر ایک نہیں دو دو چار چار جماعت بنا کر مانگتے پھرتے ہیں اور تکیوں میں بیٹھ کر مسکرات (نشہ آور چیزیں) پیتے ہیں بھنگ گھونٹتے ہیں چرس کے دم لگاتے ہیں نہ نماز نہ روزہ اور اسی کو فقیری اور وصول الی اللہ اور معرفت وحقیقت کی روح جانتے ہیں اور پھر مانگتے کیا ہیں گویا شاہی حکم نامہ ساتھ لے کر چلتے ہیں اڑتے ہیں تو لیے بغیر ٹلتے نہیں اور پھر کیا کیا آوازے کستے ہیں ایسا سوال حرام ہے اور ایسے سائل عرب میں نہ تھے اور جو کوئی تھا بھی تو شریعت نے منع کر دیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تندرست سائل کو جو کمانے پر قادر تھا درے مارے ہیں یہ بے حیائی کا پیشہ جیسا ہندوستان میں ہے شاید ہی کہیں اور بھی ہو۔اس نے صدہا لوگوں کو بے کار اور نکما کر دیا ہے حاجت مندوں کا حق تلف کرادیا ایسے لوگوں کو دینا اور جو دراصل حاجت مند ہیں اور شرم کے مارے سوال نہیں کرتے ان کو نہ دینا بڑا ظلم ہے اگر اس وقت کے مسلمانوں کی سخاوت قانون محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوتی تو بہت کچھ نفع ہوتا یہ بھی جہل کا کرشمہ ہے۔

فائدہ: آیت میں ایک لطیفہ ہے سائل کے لیے لفظ تَنْهَرْ ایک عجیب لطف عربی زبان والوں کو دے رہا ہے کیوں کہ سائل سے سیلان اور تَنْهَرْ سے نہر سمجھا جاتا ہے جس کو سیلان ہوتا ہے۔سائل سے وہ سائل بھی مراد ہو سکتا ہے جو مسائل پوچھے اس کو بھی جھڑکنا نہ چاہیے یہ آداب تعلیم ارشاد ہوا ہے۔

رب تعالیٰ کی نعمتوں واحسانات کا اظہار:......اب تیسری نعمت کے مقابلہ میں یعنی ہدایت وارشاد کے مقابلے میں یہ حکم ہوتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ اور اپنے مقصود کو بیان کیا کر نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو اور بیان کرنے سے وہ بیان کرنا مقصود ہے جس میں تعلّی اور استکبار یا ریاکاری نہ ہو بلکہ اوروں کو حق سبحانہ کی جود وعطا کی طرف رغبت دلانا مقصود ہو۔

بعض علماء نے بقرینۂ فھدیٰ نعمت سے مراد نبوت وہدایت لی ہے اور دراصل یہ بڑی نعمت ہے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اور اس کے بیان کرنے سے بندوں میں اس کا اظہار اور ابلاغ اور گمراہوں کی رہنمائی کرنا مراد ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں جو کچھ روحانی برکات ہیں وہ تو ہیں ہی مگر امور معاش میں بھی ایک ادنی تاثیر یہ ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو سات بار اس سورت مبارکہ کو پڑھے انگلی کے سرے کو سر کے اردگرد پھراتا جائے اور اس کے بعد اصبحت فی امان اللہ و امسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ و اصبحت فی جوار اللہ پڑھ کر دستک دے تو وہ چیز مل جائے گی۔روح جو اپنا عالم قدس کا آشیانہ کھو بیٹھی ہے اس سے اس کا بھی جلد پتا مل جاتا ہے۔

آیَاتُهَا ۸ (۹۴) سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ الانشراح مکیہ ہے اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا
ع ۸ فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

ترجمہ:......کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا ① اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا ② کہ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی ③ اور کیا ہم نے آپ کے ذکر کا آوازہ بلند نہیں کیا ④ پھر مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے ⑤ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ⑥ پھر جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوا کرو تو جھک پڑا کرو ⑦ اور اپنے رب ہی کی طرف دل لگالو ⑧۔

ترکیب:......الم نشرح ـــ الخ الاستفهام تقریری والمعنی قد شرحنا لک صدرک۔ ووضعنا عنک معطوف علی معنی ما تقدم وعنک متعلق بوضعنا وتقدیمه علی المفعول الصریح مع ان حقه التاخیر لتعجیل المسرة والتشویق المؤخر۔ الذی۔۔۔ الخ وصف الوزر۔ ورفعنا ـــ الخ معطوف علی السابق۔ یسرا اسم ان۔ مع العسر خبرها والعسر فی الموضعین واحد لان المعرفة اذا اعیدت یراد بها الاول والیسر غیر الاول ولذا قال النبی ﷺ لن یغلب عسر یسرین ان اللہ یقول ان مع العسر یسرا۔۔۔ الخ اخرجه عبدالرزاق وسعید بن منصور والبیهقی فی شعب الایمان وغیرهم۔

تفسیر:......یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی جمہور کا اس پر اتفاق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اس میں آٹھ آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے مناسبت:......اس کی مناسبت سورۂ والضحیٰ سے ایسی ہے کہ بعض نے اس کو پہلی سورت کا جز سمجھ لیا ہے اور کہہ دیا کہ دونوں ایک سورت ہیں چنانچہ شیعہ کا یہی قول ہے لیکن دراصل یہ دونوں سورت ہیں اس لیے کہ وہاں استفہام غائب کے صیغوں سے ہے جیسا کہ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا۔۔۔ الخ اور یہاں متکلم کے صیغہ سے اور دونوں کے اسلوب میں بڑا فرق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سورت کے مضامین سورۂ والضحیٰ کے اخیر مضامین کا بقیہ ہیں اور آنحضرت ﷺ پر جو جو افضال الٰہی ہوئے ہیں ان کی طرف چھوٹے چھوٹے جملوں میں اشارہ ہے اور بعد ان کے دو حکم مؤکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے لیے دو رکن رکین ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے کمالات:......آنحضرت ﷺ کے اندر خدائے پاک نے دو قسم کے کمالات ودیعت رکھے تھے ایک وہ کہ جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور دوسرے وہ کہ جن کا تعلق خاص آنحضرت ﷺ کی ذات پاک اور حق سبحانہ سے ہے۔

اول قسم کے کمالات میں سے وہ تین کمال سورۂ والضحیٰ میں مذکور تھے۔ (۱) یتیمی اور اس میں باوجود ایسے اسباب پیدا ہو جانے کے کہ کوئی سرپرست اور معظم نہ رہا تھا پھر کمالات ظاہری باطنی کی ایسے معلم نے تعلیم دی کہ انبیاء اولوالعزم اور حکماء باکمال سے صدہا منازل آگے بڑھ گئے۔ (۲) ہدایت عطا کرنا اور اس کی صدہا اقسام ہیں اور دنیاوی تدابیر اگر موافق مصلحت اور مقتضائے حال کے نہ ہوں تو گمراہی ہے پھر ان میں سیدھی راہ کی تعلیم و الہام ہدایت ہے پھر دینی امور میں قوانین نوامیسیہ سے لے کر قوانین سیاسیہ تک راہ راست سے افراط و تفریط ضلال ہے اور راہ راست کی تعلیم و الہام ہدایت ہے اسی طرح اخلاق میں افراط و تفریط ضلال ہے ان میں راہ راست کی تعلیم و الہام ہدایت ہے اسی قوائے انسانیہ کی تہذیب ہدایت ہے اور اس کے برخلاف ضلال ہے اسی طرح مراتب قرب و منازل ہیں اوپر کے درجہ کی تعلیم ہدایت ہے اور اب یہ نیچا درجہ نقص و اضلال ہے ان سب امور میں حق سبحانہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی یہ کیسی نعمت و رحمت ہے۔ (۳) غنائے نفس اور غنائے مال جو ایک اور نعمت ہے اس کا عطا کرنا بڑا احسان ہے کیونکہ ایسے مصلح قوم بنی آدم کے لیے اگر استغناء نہ ہوں تو کوئی فائدہ مرتب نہ ہو یہ تیسرا کمال تھا۔

شرح صدر کی تفسیر:......ان تینوں کمالات کے بعد اس سورت میں تین وہ کمال بیان فرماتا ہے جن کا تعلق خاص آنحضرت ﷺ اور حق سبحانہ کے مابین ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱)......شرح صدر اس کے لفظی معنی ہیں سینہ کھول دینا یہ ہدایت کا اخیر مرتبہ ہے اس مرتبے میں تمام حقائق ملک و ملکوت لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی مرتبہ کے عطا ہونے کی التجا کی تھی رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ (کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دے) یہ مرتبہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا کرتا ہے اور آنحضرت کی نبوت کبریٰ کے لیے یہ مرتبہ اور یہ کمال ضروری تھا اس لیے آنحضرت ﷺ کو اس کمال کے حاصل ہونے کی استفہام تقریری کے پیرایہ میں خبر دیتا ہے کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا یعنی کھول دیا تا کہ آپ کو اور لوگوں کو آپ کی نبوت کبریٰ کا اطمینان حاصل ہو اس لیے سب سے اول اسی کمال کا اظہار فرماتا ہے فقال: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ کہ کیا ہم نے اے نبی تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ ضرور کھول دیا یہ استفہام تقریری کامل ثبوت کا فائدہ دیا کرتا ہے۔

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ دو بار آنحضرت ﷺ کا سینہ فرشتوں نے چاک کر کے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا ایک بار لڑکپن میں جبکہ آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے دوبارہ جب کہ معراج کو تشریف عالم بالا کی طرف لے گئے جمیع الواث بشریہ و کدورات انسانیہ دھو دیے تھے۔

یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و مافیہا آپ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے اور غم اور خوشی دونوں حالتیں آپ پر کوئی تغیر پیدا نہ کرتی تھیں۔ ہمت عالی کے نزدیک تمام جہاں کی اصلاح کے لیے کھڑا ہونا اور دنیا کو ناپاک کرنے والی قوی سلطنتوں کو اکھیڑ کر پھینک دینا کہ جن کی نسبت یہ خیال کرنا بھی جنون شمار ہوتا تھا کوئی بڑی بات نہ تھی، ہر حال میں آپ انبساط قلبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے تھے لَكَ کی قید یہ بتلا رہی ہے کہ اور کسی کے لیے شرح صدر مراد نہیں بلکہ خاص آپ ہی کے واسطے ہے۔

فائدہ: شرح صدر فرمایا شرح قلب نہ فرمایا اس میں کیا نکتہ ہے؟ اس میں یہ نکتہ ہے کہ صدر سینہ کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر قلب ہے جب قلب کا قلعہ ہی درست کر دیا اور شیطان اور اس کے وسواس کی آمد و رفت بند کر دی ہو تو پھر قلب تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے اس لیے کہ وہ تو سینہ میں ایک محفوظ جگہ ہے جیسا کہ جب کوئی شہر محفوظ کر دیا جائے تو اس شہر میں جو مخصوص گھر ہے وہ بدرجہ اول محفوظ ہوگا اور جب چور اس

محفوظ گھر میں آنا چاہتا ہے تو اول اس شہر میں گھستا ہے پھر جب کوئی رستہ پاتا ہے تو اس گھر میں بھی آ گھستا ہے اور ہموم وغموم دنیا کے زہریلے اثر اور حب الشہوات وحرص آرزوہائے دور دراز کے تلخ ثمر اور دار آخرت سے غفلت اور حق سبحانہ سے محجوبیت کے ظلمات ڈال جاتا ہے پھر نہ کسی طاعت میں لذت نہ اسلام وایمان میں حلاوت پاتا ہے اور نہ کسی کی طرف رغبت کرتا ہے اور جب یہ شہر ہی محفوظ ہو جاتا ہے اور اس میں ایسی روشنی تجلیات الٰہی کی ہوتی ہے کہ کوئی چور وقزاق (لٹیرا) روحانی جذبات کے پاسبانوں کے سامنے آنے نہیں پاتا تب عبادات وریاضات میں حلاوت (مٹھاس) پاتا ہے اس لیے شرح صدر فرمایا ہے نہ کہ شرح قلب۔

وزر کی تحقیق:......اب دوسرے کمال کا اظہار فرماتا ہے۔

۲)......وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ کہ ہم نے تمہارے اس بوجھ کو کہ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ ڈالی تھی تم سے اتار دیا وہ بوجھ کیا تھا؟ صحیح بات یہی ہے کہ جس کی روح میں جو استعداد رکھی گئی ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا ایک جبلی بات ہے اور جب انسانی قوی اور اس کے اعضاء ان چیزوں کی برداشت نہیں کرتے اور ان استعدادات کے حاصل کرنے میں تائید نہیں کرتے تو وہ چیزیں کہ جن کا داعیہ اس کی روح کو ہے ایک بار گراں معلوم ہونے لگتی ہیں اور بڑی کش مکش اور اضطراب میں پڑ جاتا ہے یہ ہے بار گراں اور یہ ہر شخص پر اس کے روحانی حوصلے کے موافق کم وزیادہ ہوا کرتا ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپ کے عزائم کی کیا انتہاء ہے اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سرانجام کے اسباب نہ تھے۔ نہ آپ کے قوی وجوارح ان کا تحمل کر سکتے تھے یہ تھا وہ بوجھ بھاری کہ جس نے آنحضرت ﷺ کی پیٹھ توڑ رکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں اتار دیا کہ اس کے سامان بہم پہنچا دیے اور قوی وجوارح میں طاقت دے دی یا سامان بہم پہنچانے کا یہ قوی وعدہ ہے چونکہ یقینی ہے اس لیے اس آنے والی چیز کی ماضی کے صیغوں سے خبر دیتا ہے یہ ایک قوی پیش گوئی ہے جس کا تحقق بہت جلد ہوا۔

بعض صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ وہ نبوت اور اس کے لوازمات کا بوجھ تھا اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کا جب شرح صدر ہو چکا تھا اور تجلیات الٰہیہ وآفتاب ذات حق سبحانہ آپ کی روح پر جلوہ گر ہو چکا تھا تو آپ مقام شہود میں تھے اس وقت سوائے خالق اکبر کے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا مخلوق کا وجود معدوم معلوم ہوتا تھا پھر ان کے افعال خیر وشر کا تو کیا ذکر تھا پھر کس کو کس بات سے منع کرتے اور کس کو کس بات کا حکم دیتے۔

بسا میری نظروں میں تو خوب رو ہے ☆ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے

پھر ایسے مستغرق الحال کو مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اور اعلیٰ مقام سے نیچے تنزل کرنا سخت بوجھ ہے پھر اس بوجھ کو خدا پاک نے یوں اتار دیا کہ مقام بقا میں آپ کو ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ کثرت وحدت کا حجاب نہ ہوئی عین تفصیل میں جمعیت کا مشاہدہ کرتے تھے اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونے سے وہ شہود غائب نہیں ہوتا تھا یہ انتہاء درجہ کا کمال جو انبیاء اولوالعزم کا حصہ خاص ہے۔

بعض حضرات یوں بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ وہ بوجھ بھاری جس نے کمر توڑ رکھی تھی وہ ہیولانیت اور امکان کا بوجھ تھا جو آپ کو اوپر نہ ابھرنے دیتا تھا اور عالم قدس کے لحوق سے انفع تھا پھر جب اس کو خفیف کر دیا اور حدوث وامکان پر تقدیس ووجوب کا پرتو پڑ گیا تو وہ بوجھ اتر گیا اور باطناً آپ عالم قدس کے لوگوں میں داخل ہو گئے اور اسی لیے طرفۃ العین میں آسمانوں پر تشریف لے گئے اور یہی وہ رفع ذکر ہے جس کا ذکر آتا ہے۔

رفع ذکر کا بیان:......۳)......وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ

پانچ وقت آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے، خطبہ میں حضرت پر ثناء ودرود ہوتی ہے، کلمہ جو ایمان کی جڑ ہے اس کے اندر بھی آپ کا ذکر ہے، ہر حال میں باستثناء مواضع چند جہاں حق سبحانہ کا ذکر ہے وہیں آنحضرت ﷺ کا بھی ہے عالم غیب میں آپ سلطان ہیں کوئی جگہ اور کوئی محل نہیں جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہو، قبر میں بھی اور حشر میں بھی، ملائکہ بھی پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا مطیع تھا یا نافرماں، ان پر ایمان بھی لایا تھا یا نہیں، جنت کے دروازوں اور عرش کے کنگروں پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے موافق یا مخالف کی کوئی ایسی تاریخ نہیں جس میں حضرت کا ذکر نہ ہو منکر بھی مجاہدہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اب معمور دنیا پر کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں آپ کا ذکر نہ ہو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا تعجب ہوگی۔

رفع ذکر کی مثال:......اس رفعت ذکر کو ایک محل رفیع الشان سے تشبیہ دی جائے کہ جس میں بارہ کمرے ہوں تو نہایت ہی مناسب ہے ہر ایک میں آپ ہی حاکم اعلیٰ ہوں۔

اول کمرہ:......جس کی توضیح یہ ہے کہ ایک کمرہ میں ایک بادشاہ عظیم الشان بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہ عرب وعجم روم وشام ایران وہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ حاضر ہیں اور تدابیر مملکت اور قوانین جہانداری آپ سے دریافت کر رہے ہیں اور کچھ آپ فرماتے ہیں اس کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں کہیں ہارون الرشید دست بستہ کھڑے پر رکھتے ہیں کسی گوشہ میں مامون ہیں کسی میں سلاطین سلجوقیہ ہیں کہیں خلفائے مصر ہیں پھر ان سے پیچھے کہیں سلطان بایزید یلدرم ہیں اور کہیں سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ ہیں اور کہیں تیمور صاحب قرآن ہیں اور کہیں علاء الدین خلجی اور سلطان محمود الغرض ہر ملک اور ہر زمانہ کے نام آور اقبال بادشاہ جن کے کارنامے زبان زد خلائق ہیں ایک شاہنشاہ کے سامنے مسلح حاضر ہیں اور حکم کے منتظر ہیں اور ان جملہ بادشاہوں کا بادشاہ کون ہے؟ وہی ذات بابرکات محمد مصطفی ﷺ۔

دوسرا کمرہ:......پھر دوسرا کمرہ میں ایک حکیم استاد زمانہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے دنیا کے حکماء اور فیلسوف دست بستہ حاضر کھڑے ہیں اور علوم سیاست وتدبیر منزل تہذیب اخلاق ودرستی آداب حاصل کر رہے ہیں کہیں ابو علی سینا کھڑا ہے کہیں ابو ریحان البیرونی کھڑا ہے کہیں ابو نصر فارابی کہیں شہرستانی اور کہیں نصیر طوسی وغیرہ وغیرہ حکماء دہر علوم کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استاد کل ﷺ ہر ایک کو اس استعداد وفہم کے موافق تعلیم دے رہے ہیں۔

تیسرا کمرہ:......تیسرے کمرہ میں قانونِ محمدی کی بہت سی کتابیں دھری ہوئی ہیں ہدایہ وغیرہ اور ایک قاضی القضاۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی تمکنت اور وقار سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے بڑے بڑے معاملہ فہم اور موجد قوانین سیاسیہ ونوامیسیہ حاضر ہیں کہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو کہیں قاضی ابو یوسف اور امام محمد اور امام مالک وامام شافعی حاضر ہیں پھر ان کے پیچھے امام الحرمین وابن دقیق العید وتاج الدین سبکی وغیرہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں۔

چوتھا کمرہ:......چوتھے کمرہ میں ایک مفتی متبحر مسند افتاء پر بیٹھے ہوئے ہیں اور علوم وفنون کے دریا جوان کے سینے میں جوش زن تھے رواں ہیں کہیں تو نئے واقعات کے احکام کتاب وسنت سے قواعد اصول کے مطابق نکال کر توضیح کی جا رہی ہے کہیں محدثین فخر روزگار فنون احادیث سے بحث کر کے مستفید ہوتے ہیں اور کہیں مفسرین زماں قرآن مجید کے جلوہ میں جو جو اسرار ودیعت رکھے ہوئے ہیں ان کے استفسار کر کے قلمبند کر رہے ہیں اور کہیں واقعات قرآنیہ کی تحقیق کر رہے ہیں اور کہیں اہل دل ان آیات سے جن میں روحانی جذبات مذکور ہیں استفادہ کر کے حظ وافر اٹھا رہے ہیں کہیں فرائض نویسوں کی ایک جماعت مسائل فرائض ومیراث دریافت کر رہی ہے اور

کہیں قراء بیٹھے ہوئے تصحیح قرأت کرر ہے ہیں اور الفاظ قرآنیہ کو انہیں کے لب ولہجہ سے ادا کرنا سیکھتے ہیں اور کہیں نماز و روزہ حج و زکوۃ وغیرہا فرائض کے آداب سنن پوچھ رہے ہیں اور کہیں معاملات بیع و رہن وغیرہ کے متعلق مسائل دریافت کرر ہے ہیں اور کہیں متکلمین علم عقائد کے مسائل کا استفادہ کرر ہے ہیں مخلوق کی ابتداء اور انتہاء اور صفات باری اور اس کے افعال اور وجود ملائکہ اور اگلے پیغمبروں اور ان کی کتابوں اور ان کی شرائع کی بابت سوال کرر ہے ہیں اور کہیں دنیا بھر کے مذاہب کا حال دریافت کرر ہے ہیں کہ ان میں سے کون کون سرے سے غلط اور خیالات جاہلانہ پر مبنی تھے اور کون سے من اللہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت دنیا میں ظاہر ہوئے تھے مگر بعد میں ان میں تحریف و تبدیل ہو کر انکی صورت بگڑ گئی اور کہیں ایک جماعت اسرار احکام الٰہی دریافت کرر ہی ہے اور کہیں علم زہد ورقاق کے دقائق حل کرر ہے ہیں یہ مفتی متبحر وہی سرور کائنات ہیں علیہ افضل التحیہ والصلوٰۃ۔

پانچواں کمرہ: ...... پانچواں کمرہ میں ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر بیٹھا ہوا ہے اور احکام الٰہی سے نافرمانی کرنے والوں کو سزائیں دلوار ہا ہے کہیں زانی سنگ سار ہو رہا ہے اور کہیں چور کا ہاتھ کاٹے جار ہے ہیں اور مسکرات کے استعمال کرنے والوں پر درے پڑ رہے ہیں کہیں ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں اور کہیں لہو ولعب ناچ باجے والوں کے رسوم مٹائے جار ہے ہیں۔ دغا بازوں مکاروں فریبیوں پر سرزنش ہو رہی ہے، مرتشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے۔ یہ صاحب وقار محتسب بھی وہی عالی جناب ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

چھٹا کمرہ: ...... چھٹے کمرہ میں ایک ملکی تدابیر اور پولیٹکل خیالات کا حل کرنے والا نہایت عزو وقار سے مسند پر بیٹھا ہوا ہے بڑے بڑے مدبران ملک دست بستہ زمانہ کے موافق تدابیر پوچھ رہے ہیں پھر کہیں سلطنت کے اصول بیان فرما رہے ہیں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا اشارہ کر کے کاروبار سلطنت کے لیے مدبران قوم کو کمیٹی یا مجلس قائم ہونے کا حکم دے رہے ہیں اور تمام شاہی اختیارات قوی مشورہ کے سپرد فرما رہے ہیں اور کہیں سلطنت کے استحکام کے لیے قومی لشکر جرار کی تیاری کا حکم دے رہے ہیں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ اور ہر زمانے کے موافق اسلحہ و سامان حرب میں سب سے اول رکھنے کی تاکید فرما رہے ہیں اور ملازمان سلطنت کو افسروں کی اطاعت کا حکم مؤکد صادر فرما رہے ہیں من اطاع امیری فقد اطاعنی پھر قرب و جوار کی سلطنتوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے اس کے قوانین و دستورات کی تعلیم دے رہے ہیں کہیں ملک میں امن و امان قائم کرنے کی تاکید شدید کرر ہے ہیں کہیں عہد ناموں کی پابندی پر مجبور فرما کر قوم کی عزت و وقار کو قائم رکھنے کی تدابیر کرر ہے ہیں کہیں قوم کو ماتحتوں پر رحمت و شفقت کی ترغیب دلا رہے ہیں اور کہیں سرکشوں خیرہ چشموں سے سختی اور جواں مردی کرنے کی تاکید فرما رہے ہیں اس لیے کہ قیام سلطنت کے یہی اصول ہیں کہیں قوم کو نیک چلنی اور پرہیزگاری کی تعلیم اور عیش و نشاط میں پڑنے کی ممانعت کرر ہے ہیں اور باہمی اتحاد و محبت کے اصول جماعت کی نماز جمعہ و عیدین اور حج اور بیمار کی پرسش اور سلام کا جواب دینا حاجات میں کام آنا معاملات میں درگزر کرنا وغیرہ تعلیم کرر ہے ہیں اور کہیں فتوحات کے حوصلے دلا رہے ہیں اور احدی بن کر گھر میں بیٹھ رہنے کی برائیاں بیان فرما رہے ہیں یہ کون ہیں؟ وہی عالی جناب رسالت مآب ﷺ۔

ساتواں کمرہ: ...... ساتویں کمرہ میں ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا پر لات مارے کس استغناء سے بیٹھا ہوا ہے اور صبح سے شام تک اور رات دن میں اپنی عمر گراں مایہ کی ایک گھڑی تو کیا پل بھی بے کار نہیں کھوتا کبھی تلاوت قرآن مجید مع التدبر التام ہے اور کبھی نوافل میں مشغول ہیں کبھی تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں اور اوراد و ادعیہ صبح و شام رات اور دن میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کرتے ایک خشک ٹکڑے اور پانی کے گھونٹ اور موٹے پرانے کپڑوں پر اقتصار ہے اور کسی غار یا ٹوٹے پھوٹے مکان کے گوشہ میں رہتے ہیں ان کے چہرے پر انوار چمک رہے ہیں لوگوں کو ان سے دلی انس ہے ملائکہ علوی و سفلی بھی ان کے پاس آتے ہیں اور بندگان خدا بھی جوق در جوق آ کر

مستفید ہوتے ہیں پھر کسی نوافل اور تہجد میں اوراد و اشغال کی تعلیم ہے کسی کو دن کے وظائف کی تلقین ہے نہ کسی امیر کی پروا ہے نہ کسی دولت مند کے آنے کی تمنا ہے یہ حضرت بھی وہی سرور کائنات ہیں صلوٰت اللہ وسلامہ۔

آٹھواں کمرہ:...... آٹھویں کمرہ میں ایک عارف و کامل تشریف رکھتے ہیں جو ذات و صفات کے اسرار اور عالم ناسوت و ملکوت کے حقائق اس کے دل فیض منزل پر منکشف ہیں حقائق و معارف مواجید و اشواق کا اس کی زبان فیض ترجمان سے دریا جاری ہے فصوص الحکم و فتوحات مکیہ وغیرہ کتابیں اسی ذات مقدس کے بیانات سے لکھی جارہی ہیں وہ بھی آپ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نواں کمرہ:......نویں کمرہ میں ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا ہے لوگوں کی روح اور دلوں کو اپنے کلام کی تاثیر سے ہلا رہا ہے اور ایسا سکہ جما رہا ہے کہ پھر وہ دور ہی نہیں ہوتا کسی کو ثواب عظیم و اجر جزیل کی ترغیب سے راہ پر لا رہا ہے اور کسی کو عذاب قبر اور عذاب جہنم کی لپٹیں دکھا کر توبہ کرا رہا ہے اور کسی کو دار آخرت کے درجات اور حیات جاودانی کی برکات دکھا کر نیک کاموں پر آمادہ کر رہا ہے ہزاروں کافر و بت پرست کفر و بت پرستی سے توبہ کر کے ایمان لا رہے ہیں بدکار اپنی بدکاری پر نادم ہو کر رو رہے ہیں سنگ دلوں کا دل موم ہو کر پگھلا جارہا ہے مجلس میں آہ و بکا کی آواز دلوں کو ہلا رہی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ اثر میں وہ قیام ہے کہ پھر دور ہی نہیں ہوتا جو ایک بار بھی اس مجلس میں آ گیا اس پر بھی ایسا رنگ جما کہ عمر بھر نہ اترا خوں خوار نی ایسے رحم دل ہو گئے کہ چڑیا کے بچے پر بھی اپنے بچوں سے زیادہ شفقت کرتے تھے شہوت پرست پرہیزگار بن گئے سست و غافل ہوشیار بن گئے کنجوس اور کٹر سخی ہو گئے دنیا کی کایا پلٹ گئی یہ حضرت واعظ بھی آنحضرت ﷺ ہیں۔

دسواں کمرہ:......دسویں کمرہ میں ایک بڑے مرشد کامل صاحب طریقہ و صاحب دل بیٹھے ہوئے ہیں جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے طالبان خدا کا اس کے ارد گرد ہجوم ہے وہ ہر ایک کے اس کی استعداد کے موافق حجاب دور کر رہے ہیں اور وصول الی اللہ کے رستے بتا رہے ہیں اور ان کے مقامات و احوال اور مراتب و مناسب ظاہر کر رہے ہیں اور مریدین کے باطن میں رنگا رنگ توجہات و تاثیرات پیدا کر رہے ہیں کسی کو وجد آ رہا ہے کوئی حیرت زدہ ہو رہا ہے کوئی لطائف پر نظر کر رہا ہے کسی پر فنا کا غلبہ ہے تو کسی پر بقا کا کوئی جنگل میں ٹکرا رہا ہے حضرت جنید بغدادی و شبلی رحمۃ اللہ علیہ و سید عبدالقادر جیلانی و شیخ احمد بدوی و معین الدین چشتی و نظام الدین محبوب الٰہی و شیخ شہاب الدین سہروردی و خواجہ بہاء الدین نقشبندی وغیرہ اولیاء کرام حاضر ہیں یہ مرشد کامل بھی آنحضرت ﷺ ہیں۔

گیارہواں کمرہ:......گیارہویں کمرہ میں ایک نور پیکر بیٹھا ہوا ہے جس کے رخساروں پر آفتاب و ماہتاب قربان ہو رہے ہیں اور آسمان کے ستارے نثار ہو رہے ہیں وہ جمال الٰہی کا پورا آئینہ ہے ازلی محبوبیت اس میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اس میں ایک ایسی کشش ہے جو تمام بنی آدم کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں مخلوق پروانہ کی طرح بے اختیار اس شمع کی طرف قربان ہو رہی ہے وہ بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

بارہواں کمرہ:......بارہویں کمرہ میں ایک رسول صاحب کتاب نہایت عز و شان کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام و داؤد و سلیمان و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ان کے ارد گرد تشریف رکھتے ہیں اور یہ خاتم النبیین ان کی شریعتوں میں اصلاح کر رہے ہیں کہیں ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کچھ احکام بڑھا رہے ہیں کہیں گھٹا رہے ہیں کہیں مٹے ہوئے نشانوں کو از سر نو قائم فرما رہے ہیں اور سب تسلیم کر رہے ہیں اور اپنا استاد مان رہے ہیں یہ بھی وہی ہیں ﷺ۔ یہ ہے وہ شرح صدر اور یہ ہے وہ رفع ذکر جس کی پوری شرح ایک کتاب میں بھی ناممکن ہے۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں چند اشعار نظم کیے ہیں اور وہ یہ ہیں

اعز علیہ للنبوۃ خاتم ☆ من اللہ مشھور یلوح و یشھد

و ضم الالٰہ اسم النبی مع اسمہ ☆ اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

و شق لہ من اسمہ لیجلہ ☆ فذو العرش محمود و ھذا محمد

سختی کے بعد آسانی دکھ کے بعد سکھ:...... چوں کہ یہ رفع ذکر و شرح صدر و وضع وزر جو بڑی نعمت و سرور دائمی ہے یوں ہی نہیں مل گئی ہے اس کے لیے حضرت رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے مجاہدات کیے ہیں اس لیے فرماتا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵ کہ بے شک ہر سختی کے ساتھ آسانی بھی ہے جب کوئی سختی اور مشقت کا بوجھ سر پر اٹھا دھرتا ہے تو بہت دیر کے بعد نہیں بلکہ بہت جلد راحت بھی پاتا ہے اسی لیے بعد کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ مع کا یعنی کچھ دیر نہیں اس میں ایمان داروں کو ان کی مساعی جمیلہ پر دنیا و آخرت میں کامیابی کا پورا وعدہ ہے اور اسی لیے اس جملہ کو دوبارہ تاکید کے لیے فرماتا ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶ کہ ضرور رنج کے بعد خوشی اور دکھ کے بعد سکھ ہے صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے دنیا میں دیکھو جب کاشتکار زراعت کی مشقت اٹھاتا ہے تو غلہ پیدا ہونے کی خوشی دیکھتا ہے علم میں اور کمالات حاصل کرنے میں جو مشقتیں اٹھاتے ہیں بہت جلد اپنی کوشش کے پھل پاتے ہیں اسی طرح جو ایمان دار نفس کو بدخواہشوں سے روکتے ہیں اور عبادات و فرائض کے ادا کرنے کی مشقت و محنت اٹھاتے ہیں دنیا میں بھی ورنہ مرنے کے بعد جو بہت ہی قریب زمانہ ہے اور گویا ساتھ ہی لگا ہوا ہے عمدہ پھل پائیں گے اس میں سست اور کاہل تن پروروں کو تنبیہ ہے کہ وہ کبھی سعادت کا منہ نہیں دیکھیں گے۔

ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہ ہوگی:...... اس جملہ کے دوبارہ لانے سے محاورہ عرب کے موافق زبان والوں نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک سختی کے ساتھ دو راحت عطا کیا کرتے ہیں یا کہو دو راحت عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اس لیے کہ لفظ عسر الف لام آنے سے معرفہ ہو گیا اور یسر نکرہ ہے اور جب معرفہ بار دگر ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہی مراد ہوتا ہے برخلاف نکرہ کے کہ اس کے دوبارہ آنے سے پہلے کا غیر مراد ہوتا ہے اس قاعدہ سے عسر تو وہی ایک رہا اور یسر دو ہو گئے اور اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو عبدالرزاق وسعید بن منصور و عبد بن حمید و بیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک عسر دو یسر پر غالب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶...... الخ بزار محدث نے کہا ہے کہ اس روایت کے سلسلہ میں ابو حاتم رازی ہے اور اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حسن بصریؒ سے عبدالرزاق و ابن جریر اور حاکم اور بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ خوش اور شاد گھر سے باہر تشریف لائے آپ ﷺ ہنس رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ایک عسر یعنی سختی دو یسر یعنی آسانی پر غالب نہ آئے گی۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶۔

کسی عرب شاعر نے بھی اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح ☆ لعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح

کہ جب تجھ پر کوئی بلا آجائے تو الم نشرح کی سورت میں غور کر اس میں ایک مشکل پر دو آسانیاں کا وعدہ مذکور ہے۔

بعض علماء نے مع سے حقیقی معیت سمجھ کر ایک اشکال پیدا کیا ہے پھر اس کا جواب یوں دیا ہے کہ خاص مصیبت کے وقت میں تحمل اور آئندہ آنے والی راحت کی قوی امید پر بھی ایک یسر ہوتا ہے اگر نہ ہو تو وہ مصیبت نہ کٹے اور پھر دوسرا یسر اس مصیبت کے بعد میسر

آتا ہے جب کہ اس محنت یا مصیبت کا اس رحیم و کریم کی طرف سے بدلہ ملتا ہے مگر یہ سب کچھ ایمان اور صبر کیساتھ مشروط ہے وہ بے صبر و بے ایمان نہ جن کو خدا تعالیٰ کا اعتقاد نہ اس کے وعدہ پر بھروسہ ہے اگر کسی مصیبت کے بعد راحت نہ دیکھیں اور خود مصیبت کے وقت بھی اطمینان و امید کی راحت قلبی ان کو نصیب نہ ہو تو کچھ بعید نہیں اور ایسا دیکھا بھی گیا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک یسر سے مراد یسر دنیا اور ملکوں اور شہروں کا فتح کرنا اور اعدائے دین پر غلبہ پانا ہے اور دوسرے سے مراد یسر آخرت ہے اور وہ ثواب جنت ہے عالم باقی کے درجات ہیں جب کہ اس آیت میں اشارہ ہے قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۚ حالانکہ یہاں دونوں حسنی سے حسن ظفر اور ثواب مراد ہے گویا اس جملہ میں ایمان داروں کو بشارت ہے کہ اگر تم اسلام میں سرگرمی اور کوشش کرو گے سستی اور نامردی اور دنیا پر فریفتہ ہو کر اسلام میں دغابازی نہ کرو گے تو تم کو دو آسانیاں اور فرحتیں اس ایک تکلیف کے بدلے میں ملیں گی ایک دنیا میں فتح و ظفر عزت و اقبال دوسری آخرت اور اگر یہ عسر گوارا نہ کرو تو دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب الیم پاؤ گے ❶۔

جہاں تک تجربہ ہوا اور تواریخ زمانہ شہادت دے رہی ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب مسلمانوں نے اسلام کے فرائض بجالانے کی تکلیف گوارا کی خصوصاً اعدائے دین کے مقابلے میں جواں مردی کی تو وہ ملکوں کے مالک اور آخرت کے حصہ دار ہو گئے جس کی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اسلامیوں کے عروج کا زمانہ ہے پھر جب فرائض اسلام ترک کیے عیش و نشاط میں پڑے نامردی اور خیانت اور حمق میں مبتلا ہوئے تو دنیا میں غیروں نے انکے تاج و تخت چھینے ان کی عزتوں کو خاک میں ملا دیا غلامی کی ہتکڑیوں اور فرماں برداری کا طوق جو لعنت کا طوق ہے ان کی گردنوں میں ڈالا۔ پھر دین بھی برباد ہوا دنیا بھی گئی، ان سب سے اول خلافت عباسیہ کا انجام دیکھو کہ اس عہد کے نالائق خلیفہ کی عیاشی اور عہدہ داروں کی تن پروری اور غفلت اور عیش پسندی اور سے سرخ ہوا عورتوں کی عصمت تاتاری کفار کے ہاتھوں کیسی خراب ہوتی ہے سلطنت گئی خزانے گئے علوم مٹے کتب خانے برباد ہوئے مدارس و مساجد منہدم ہوئے اسی طرح اندلس کی حالت ہوئی پھر اس زمانہ میں جس پر پوری ایک صدی بھی نہیں گزری فرانس نے الجیریا اور تیونس پر اور روس نے ترکستان پر انگریزوں نے ہندوستان اور ملحقات پر کیسا تسلط کیا یہ جو کچھ ہوا مسلمانوں کی عیاشی بدکاری سستی اور جہالت اور فرائض اسلامیہ سے غفلت کا نتیجہ ہے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

ان نعمتوں کے بعد بھی ارشاد ہوتا ہے کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ یعنی جب رسالت کے کام سے (جو تبلیغ احکام وعظ و پند تدابیر امور فیصل قضایا ہیں) فراغت ہوا کرے تو عبادت کے لیے کھڑے ہو جایا کرو من جملہ ان دو راحتوں کے جو ایک سختی کے بعد عطا ہوتی ہے ایک بڑی راحت مشغول بحق بھی ہے اس لیے کہ ارواح طیبہ کا جبر طبعی تقرب الٰہی ہے اور تمام مشاغل ایک قسم کے عوائق ہیں جہاں دور ہوئے فوراً ادھر ہی میلان ہوا اور یہی ان کا آرام جاں ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو تو تندرست ہو تو اپنا نکاح عبادت سے کر (یہ اس لیے کہ نصب کے معنی تکان کے بھی ہیں) یعنی بڑی کوشش اور سعی عبادت میں کر کہ تھک کر جائے۔ قتادہ و مقاتل فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں کہ جب نماز فرض سے فارغ ہو تو نوافل کے لیے کھڑا ہو اور دعا کر اور خوب کر کہ تھک جائے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جب مشاغل سے فارغ دل حاصل ہو تو نماز کے لیے کھڑے ہونا مراد ہے۔ حقیقت میں جو اپنے فراغ کو اس کام میں صرف نہ کرے بلکہ لہو و لعب میں تو وہ عمر گراں مایہ کو برباد کرتا ہے مگر بعضے ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ دنیاوی جھگڑوں سے کبھی فراغت ہی نہیں ہوتی پھر ان کو اللہ کی عبادت کی فرصت کہاں اسی جنجال میں موت آلیتی ہے یہ

---

❶......عرفاء کرام (یعنی صوفیہ حضرات) اس آیت کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ عسر مجاہدہ کے ساتھ یسر مشاہدہ ہے اور عسر انفصال کے ساتھ یسر اتصال ہے اور عسر قبض کے ساتھ یسر بسط رکھا ہوا ہے اور اس کے بعد دوسرا یسر کشف حجاب اور رفع عتاب کا ہے یا یوں کہو کہ عسر اول جو احتجاب بالخلق عن الحق ہے اس کے بعد یسر کشف ذات ہے اور دوسرے عسر کے بعد جو احتجاب عن الحق بالحق ہے دوسرا یسر اور وہ شرح صدر اور ثبات مشاہدہ کہ کثرت میں بھی وحدت کا جلوہ ہے اور یہ مقام نبوت ہے ۱۲ منہ حقانی۔

نعمت الٰہی ہے عاقل کو ضرور فارغ ہونا چاہیے یہ نعمت اللہ کا شکریہ ہے۔

رب تعالیٰ کی طرف رغبت کی جائے:......وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ۝ کہ اپنے رب کی طرف رغبت کر اس کی طرف پھر اسی کو مدنظر رکھ یہ دوسرا یسر ہے یعنی ہر کار اور شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے خصوصاً عبادت میں، نہ ریاکاری مطلوب ہو نہ دنیا نہ آخرت بلکہ اس کی ذات اور اسی کا شوق اسی کا جذبہ محبت۔ اس میں اشارہ ہے کہ صدر میں اس قدر عروج تھا کہ بجز ذات حق کے اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا محویت کبریٰ تھی پھر دنیا کی تکمیل کا آپ پر بوجھ ڈالا گیا جو بڑا بھاری بوجھ تھا ایسی حالت میں روح پر وہ رنگ جو خاص مشغولی بحق میں ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی قدر متغیر ہو جاتا ہو سو اس کی تدبیر بھی ارشاد فرمادی کہ جب اس کام سے فارغ ہوا کرو تو پھر روح کو اس کے تقرب سے قوی اور منور کر لیا اور پھر اسی مقام پر شہود میں آجایا کرو تا کہ ماندگی دور ہو جائے۔

ہر چند پیر وخستہ دل و ناتواں شدم ☆ ہر کہ یاد روئے تو کرم جوں شدم

آیَاتُهَا ۸ (۹۵) سُوْرَةُ التِّیْنِ مَكِّیَّةٌ (۲۸) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥

ترجمہ:..... قسم ہے انجیر اور زیتون① اور طور سینا② اور اس امن کے شہر کی③ کہ ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے④ پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا⑤ مگر ان کو نہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ان کے لیے تو بے انتہا بدلہ ہے⑥۔

ترکیب:..... و التین الواو للقسم۔ و الزیتون و طور سینین و ھذا البلد الامین معطوف علیہ۔ لقد خلقنا الانسان الجملۃ المصدرۃ بلام التاکید و قد الی أخرھا جواب القسم و القسم مع جوابہ جملۃ فعلیۃ و المراد بالتین و الزیتون عند الجمھور الشجرتان المعروفتان و قیل الجبلان و قیل البلدان۔ و طور جبل کلم اللہ علیہ موسی علیہ السلام فی ناحیۃ الشمال و الغرب من العرب و ھو مضاف الی سینین عند النحاۃ سینین و سیناء اسمان للمکان الذی حصل فیہ الجبل المذکور و قال ابو علی الفارسی سینین فعلیل کررت اللام التی ھی نون فیہ و لم ینصرف سینین کما لم ینصرف سیناء لانہ علم للبقعۃ عجمی ای سریانی و لذا اختلف عادۃ العرب فی تعریبہ فقیل سینین و قیل سیناء۔ و الامین بمعنی المامون وصف للبلد۔ فی احسن ۔۔۔الخ فی موضع الحال من الانسان و المراد بالتقویم لقوام لان التقدیم فی الحقیقۃ فعل اللہ تعالی اسفل منصوب مضاف الی سافلین و ھو حال من المفعول و یجوز ان یکون نعتا لمکان محذوف و التقدیر علی الاول ای رددناہ حال کونہ اسفل سافلین ای ارذل و علی الثانی رددناہ مکان اسفل سافلین ای الدرک۔ الا الذین علی الاول استثناء متصل من ضمیر رددناہ فانہ فی معنی الجمیع و علی الثانی منقطع ای لکن الذین کانوا صالحین من الھرمی۔ فلھم اجر غیر ممنوع علی طاعتھم علی الضعیف و الشیخوخۃ علی مقاساۃ المشاق۔

تفسیر:..... جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن الضریس ونحاس وابن مردویہ وبیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن الزبیر سے بھی منقول ہے اور اس میں آٹھ آیت ہیں۔

بخاری ومسلم میں اہل سنن وغیرہ نے براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے اور عشاء کی نماز پڑھائی تب ایک رکعت میں سورۂ والتین و الزیتون پڑھی سو میں نے آپ سے بہتر خوش آواز اور عمدہ پڑھنے والا نہیں سنا۔

اور انہی سے خطیب نے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے سورۂ والتین پڑھی

اور بھی اس قسم کی روایات ہیں۔

انجیر، زیتون، طور سیناء اور شہر امین کی قسم:......خدا تعالیٰ اس سورۃ کی ابتداء میں چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی آفرینش کا حال اور پھر سعادت وشقاوت حاصل کرنے سے مآل بیان فرماتا ہے اور چاروں چیزیں اس کی کمال قدرت کے دلائل ہونے کے علاوہ اس مطلب کے ساتھ کمال مناسب بھی رکھتی ہیں۔

فقال وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ کہ قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سیناء اور اس شہر امین کی۔ طور سینا اور بلد امین تو بالاتفاق دو جگہ ہیں طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام باری حاصل ہوا اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت دار شہر مکہ ہے یہ امن کا شہر ہے جاہلیت میں بھی یہ شہر دارالامن رہا عرب میں باوجود یکہ اسلام سے پہلے باہمی وہ مار دھاڑ تھی کہ جس کی انتہاء نہ تھی مگر مکہ میں کوئی اپنے دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی تعرض نہ کرتا تھا اور اسلام میں بھی اس کی یہی حرمت تا قیامت باقی رہی جو اس پر چڑھ کر آیا غارت ہوا جس طرح اور شہروں پر آفات آئیں اس پر کبھی نہیں آئیں یہ اپنے رہنے والوں کا امانت دار ہے اس میں بڑی وجہ امین ہونے کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو دنیا کے لیے بڑی نعمت اور اس کی امانت تھی اسی شہر کو تفویض ہوئے تھے ہر چند مشرکین آپ کی ذات بابرکات کے فنا کرنے میں ساعی تھے مگر کسی کی کچھ بھی نہ چلی اس شہر نے یہ امانت بسلامت مدینہ منورہ کے سپرد کر دی۔ مگر

تین اور زیتون میں متعدد اقوال ہیں

۱)......اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ تین سے انجیر کا درخت اور زیتون سے بھی زیتون کا درخت مراد ہے۔ پھر ان میں کیا شرف ہے جو ان کی حق سبحانہ نے قسم کھائی؟ علماء کرام نے اس کے چند اسباب لکھے ہیں۔

قول اول: اول یہ کہ انجیر کا عجب میوہ ہے جس میں نہ گٹھلی ہے نہ پوست پھر غذا بھی ہے اور چند امراض کے لیے دوا بھی۔ سریع الہضم (جلد ہضم کرتا ہے) جید الکیلوس والکیموس بلغم کم کرتا ہے، بدن کو فربہ (موٹا) گردوں کو ریگ وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے اور کبد وطحال (تلی وغیرہ) کے مسامات کھولتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اس کو انسان بے مشقت کھا سکتا ہے اس کے درخت میں نہ کانٹا ہے نہ بہت بلند ہے کہ پھل لینا مشکل ہو جائے اور اس میں معنی اہل کمال سے پوری مشابہت بھی ہے کہ جس طرح وہ ظاہر و باطن میں یکساں ہیں یہ بھی ظاہر و باطن میں یکساں ہے نہ چھلکا پھینکنے کے قابل نہ گٹھلی ڈال دینے کے لائق۔

دوم: یہ کہ اہل کمال کی طرح یہ بھی لاف وگزاف سے مبرا ہے پھل اور پھولوں کی بہار کا دعویٰ کرنے سے پہلے ہی پھل لے آتا ہے بخلاف اور درختوں کے اور سال میں کئی بار میوہ لاتا ہے اور ارزاں بھی ہے بہر طور اس کو اہل کمال سے کمال مناسبت ہے اور اس سورت میں اہل کمال کا حال ہے۔

اور اسی طرح زیتون کو بھی اہل کمال سے ظاہر و باطن میں کمال مشابہت ہے زیتون کے فوائد بھی انجیر کی طرح بہت ہیں اس کے علاوہ زیتون میں ایک اور بات بھی ہے کہ جو انجیر میں نہیں وہ یہ کہ اس کے پھلوں کا تیل علاوہ سیکڑوں فوائد کے جلانے میں وہ روشنی صاف دیتا ہے کہ ایسی اور تیلوں میں کم ہوتی ہے جس سے اہل کمال کی اس روشنی کی طرف اشارہ ہے کہ جو دنیا کے ہر امر میں ان کے ساتھ ہوتی ہے اور مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں اور پل صراط پر دائیں بائیں دوڑتی چلے گی، الغرض ان دونوں میں ایک عمدہ خوبی ہے کہ ان کے لگانے اور پرورش کرنے میں بڑی دقت نہیں ہوتی بلکہ پہاڑوں میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں یہی حال اہل کمال کا ہے کہ آفرینش سے ان کی ذات میں صلاحیت رکھی ہوئی ہے چنداں تربیت کی حاجت نہیں برخلاف خاردار بے ثمر درختوں کے کہ ان کی کوئی لاکھ تربیت کرے

پھر وہی کے وہی رہتے ہیں۔

قول دوم: دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سے دو مبارک شہر مراد ہیں کعب کہتے ہیں تین دمشق کا نام ہے اور زیتون بیت المقدس کا اور برکات ان دونوں شہروں کی بنسبت مولد و مسکن ہونے حضرات انبیاء ﷺ کے مشہور ہیں جس سے اہل کمال کے پیدا ہونے کے مقامات کا ذکر کر کے ان اہل کمال کا یاد دلانا مقصود ہے۔

قول سوم: تیسرا قول یہ ہے کہ تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں اور یہی قول کاتب الحروف کے نزدیک قوی تر ہے کیونکہ توریت سفر استثناء کے تیسویں باب کے شروع میں ایک بشارت ہے اور وہ یہ ہے "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔

اس کو تو اہل کتاب کے علماء بھی مانتے ہیں کہ سینا سے کوہ سیناء مراد ہے اور وہاں سے خداوند کا آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی کرنا ہے کہ کلام کا شرف دینا۔ لیکن شعیر اور فاران سے جلوہ گر ہونے میں وہ اپنے خیال کے موافق توجیہ کرتے ہیں اور شعیر اور فاران بھی فلسطین کے پہاڑوں کا نام بتلاتے ہیں مگر کوئی تسلی بخش بات نہیں بتلا سکتے کہ فلسطین یا شام یا تیہ ہی کے پہاڑوں کا نام شعیر اور فاران ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے کے کچھ معنی نہیں بتا سکتے اس لیے میں کہتا ہوں کہ شعیر سے مراد بیت المقدس کے پہاڑ ہیں مگر اس پہاڑ کے کہ جس پر بیت المقدس شہر آباد ہے دو ٹکڑے ہیں ایک کو تو اب تک زیتون کی پہاڑی کہتے ہیں اور دوسرے کو تین کہتے ہیں اور فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے جہاں جناب رسول اللہ ﷺ جلوہ گر ہوئے اور فتح مکہ کے روز دس ہزار قدسی یعنی پاک باز صحابہ آپ کے ساتھ تھے اور آتشی شریعت بھی آپ کے ہاتھ میں تھی جس نے بت پرستوں منکروں زنا کاروں بدکاروں کو جلا دیا پس اس بشارت کے بموجب خدا پاک ان چاروں مقدس جگہوں کی قسم کھاتا ہے جہاں سے نبوت و رسالت کے آفتاب و ماہتاب دنیا کو منور کرنے کے لیے جلوہ گر ہوئے تا کہ معلوم ہو کہ آئندہ جو کچھ انسان کی سعادت و شقاوت کی بابت کہا جاتا ہے وہ لغو بات نہیں بلکہ ان چاروں جگہوں کے مقدس و ابرار حضرات انبیاء ﷺ کا قول ہے کہ جن کو جہاں مانتا ہے اور یہی تمام شرائع کا محصل اور خلاصہ مطلب ہے۔

پس تین و زیتون سے شام کے مقدس پہاڑ مراد ہیں جہاں سے حضرت عیسیٰ، داؤد و سلیمان و الیاس ﷺ وغیرہ اولوالعزم انبیاء برپا ہوئے اب خواہ تین سے دمشق کا پہاڑ لو جیسا کہ کعب کا قول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے اور اسی کے قریب ربیع اور ضحاک اور عکرمہ کا قول ہے خواہ بیت المقدس کے سلسلہ کوہ کو جو زیتون کے سوا ہے اور زیتون تو بیت المقدس کا پہاڑ ہے جیسا کہ عکرمہ و کعب و قتادہؒ کہتے ہیں اور طور سینا سے بالاتفاق وہ پہاڑ مراد ہے جہاں حضرت موسیٰ پر تجلی ہوئی اور فاران کی جگہ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ فرمادیا جس سے بالاتفاق مکہ معظمہ مراد ہے جو کوہ فاران پر آباد ہے چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ ممتاز نبی ہیں اس لیے ان کے مطلع الانوار مواضع کا جداگانہ نام آیا گیا اور یکے بعد دیگرے ترقی ہوتی گئی کیوں کہ سب سے زیادہ مرتبہ مکہ معظمہ کا ہے وہیں کے آفتاب نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

فائدہ: بعض عرفاء (صوفیہ) فرماتے ہیں تین سے شجرۂ روح قدسیہ کی طرف اشارہ ہے اور زیتون سے شجرۂ عقل قدسی کی طرف اشارہ ہے کہ اسی کی روشنی پھیلتی ہے اور طور سینین سے عارف کے قلب کی طرف اور بلد الامین سے محب کے سینہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں بے شمار اسرار الٰہی امانت رکھے ہیں۔

بہر حال ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ کہ ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان

میں پیدا کیا ہے

ع حق نے کھینچی ہے تری تصویر اپنے ہاتھ سے۔

احسن تقویم کی تشریح:... اس کے تناسب اجزاء کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جائے ناک ہے تو کتنی اور کس موقع پر۔ آنکھیں ہیں تو کیسی اور کس موقع پر۔ بھوؤں اور پلکوں کی خوب صورتی اس نرگسی آنکھ کا (جس کی سفیدی اور سیاہی کبھی عاشق کو گمراہ کر رہی ہے اور کبھی ہدایت پر لا رہی ہے) اور بھی حسن بڑھا رہی ہے پھر ہاتھ پاؤں ہیں تو ایسے قد ہے کہ سرو کو شرما رہا ہے رخسار کی خوبی آفتاب و ماہتاب کو ماند کر رہی ہے لال لب یاقوت بدخشاں کو اور دنداں مروارید عدن کی لڑی کو شرما رہی ہیں حیوانات کو اور اس کو ملا کر دیکھا جائے تو قدرت حق کا تماشا نظر آئے۔

پھر اس باطن میں کیا کیا قوتیں عطا کیں کہ اس کو قادر و مرید سمیع و بصیر مدبر و حکیم وغیرہ گویا اپنی صفات عالیہ سے حصہ عطا کیا چنانچہ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا کیونکہ حق سبحانہ شکل و صورت سے تو پاک ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ۔ کہ اس کی کوئی مثل نہیں اور خالق مخلوق جیسا نہیں پھر صفات ہی کی طرف اشارہ سمجھنا چاہیے انسان باطنی لحاظ سے ایک عجوبہ ہے تمام عالم کا نمونہ ہے سیکڑوں دریا جوش زن ہیں سیکڑوں نہریں پڑی بہہ رہی ہیں سیکڑوں بلند پہاڑ اس میں موجود ہیں آتش فشاں مادے بھی ہیں ہیبت ناک پر از ظلمات جہنم کے مشابہ عمیق گڑھے بھی ہیں جن میں گر کر نکلنا مشکل ہے بڑی بڑی پرخار وادیاں بھی ہیں جن کے بھولے کو خضر ہی رستہ بتائیں تو بتائیں۔

اب ان چار نہروں کو ہی دیکھیے کہ رات دن کس زور و شور سے بہا کرتی ہیں شہوت کی نہر، غصہ کی نہر، طمع کی نہر، خیال کی نہر۔ اگر یہ ٹھیک ٹھیک ہیں تو خیر اور جو طغیانی پر آجائیں تو پھر ان کے ڈوبے کبھی ابھریں اسی طرح محبت و عشق کی نہریں علم و ادراک کلیات و جزئیات مادیہ و معانی مجردہ کے دریا رواں ہیں۔ قوائے ملکوتیہ کے بلند پہاڑ ہیں جن میں انجیر اور زیتون اور کیا کیا مفید اور پرثمر چیزیں ہیں اور قوائے بہیمیہ کی پرخار وادیاں اور ہیبت ناک گڑھے بھی ہیں جن میں سانپ بچھو اور زہریلے جانور رہا کرتے ہیں اور اس عالم کبیر پر ظلمات کی رات اور انوار حق کا دن بھی آتا ہے اور تجلی ذات کا آفتاب اور نور روح کا ماہتاب لطائف کے ستارے بھی چمکا کرتے ہیں۔

اسفل السافلین کی تفسیر:... اب ان دونوں حالتوں کی طرف ان جملوں میں اشارہ ہوتا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۝ کہ پھر ہم نے اس کو اس کے برے کرتوتوں کے سبب نیچے کے درجہ میں پھینک دیا یا کہو کہ گرادیا اور جس قدر سافلین ہیں یعنی فروتر اور پست درجہ کے یہ ان سے بھی فروتر ہو گیا۔ حیوانات میں تحصیل کمالات کی استعداد تھی اس لیے وہ فرو اور پست ہوئے مگر اس بدنصیب نے باوجود استعداد کے تحصیل کمالات میں کوشش نہ کی بلکہ نقص پیدا کر لیے اب ان سے بھی گیا گزرا ہوا اسی بات کی طرف لحاظ کر کے خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ یہ چارپایوں کے مانند بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہے۔ الغرض شیطان ہو گیا اور خبیثوں میں مل گیا۔

اہل ایمان کے لیے بے انتہاء اجر:... یہ ایک حالت تھی اور دوسری حالت کی طرف استثناء میں اشارہ کرتا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۝ مگر وہ اس پستی سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے یعنی قوت نظریہ و عملیہ کو درست کر لیا وہ ایک ملک سعادت کے بادشاہ ہیں ان کے لیے بے انتہاء اجر اور نیک بدلے ہیں جیسا کہ بادشاہوں کو ہر نعمت میسر ہے۔

اس آیت کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انسان کو ہم نے نہایت خوشنما قالب میں ڈھالا عمدہ انداز پر پیدا کیا چڑھتی جوانی کی بہار قابل دید ہوتی ہے یہ اس کی ایک حالت ہوئی اب اس کی مرضی کے بغیر اپنے آسمانی حکم سے اس کی حالت ملو کو پلٹا اور بڑھاپے کی پست تر

حالت پر پہنچایا لیکن ایمان داروں اور نیکوں کو اس پر بھی دار آخرت میں ایک نئی زندگانی اور بلندی ہے جس کو اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ سے تعبیر کیا۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۷ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۸ ع

ترجمہ:...... پھر اس کے بعد آپ کو قیامت کے معاملہ میں کون جھٹلا سکتا ہے ⑦ پھر کیا اللہ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں؟ ضرور ہے ⑧۔

ترکیب:...... فما استفهامیة ای ای شیء و قیل بمعنی من یکذبک. الکاف مفعول یکذب و فاعله ضمیر یرجع الی ما و الباء للسببیة فی بالدین و الظرف متعلق بالفعل۔ اللہ فاعل لیس۔ باحکم الحکمین خبرها و الاستفهام اذ دخل علی النفی صار الکلام ایجابا و تقریرا۔ فما یکذبک ــ الخ قال الفراء تقدیره فمن یکذبک یا محمد بعد ظهور هذه الدلائل بالدین و قیل الخطاب للانسان و المعنی فما الذی یلجئک بعد ظهور الامر ایها الانسان الی تکذیب الجزاء۔

تفسیر:...... جب اے انسان! تجھے یہ معلوم ہو گیا حق نے تجھے عمدہ اور بہتر انداز اور شان میں پیدا کیا ہے اور پھر تیری حالت کو باعتبار ظاہر کے بھی ایسا پلٹا ہے کہ بوڑھا ہو جاتا ہے، نہ آنکھوں میں نور رہتا ہے نہ چہرہ پر تازگی، قدِ رعنا کمان کی طرح جھک جاتا ہے دانتوں کی لڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں بھاڑ سا پولا منہ کھلا برا معلوم ہوتا ہے اور صدہا نقصان پیدا ہو جاتے ہیں

ع پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند

اور باطن میں بھی تغیر ہوتا ہے کہ یا تو فطرت سادہ تھی پھر برے کاموں سے شیطان اور بھوت ہو جاتا ہے پھر اس صنعت وقدرت وکمال دیکھنے کے بعد فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ وہ کون سی دلیل اور کون سی وجہ تیرے پاس ہے جو تجھے دارِ آخرت کے انکار پر مجبور کر رہی ہے یا کہوا ے نبی علیک السلام اس بیان اور ان حالات کے سننے کے بعد وہ کون سائل ہے جو تمہیں قیامت اور اعمال کی جزاء وسزا کے معاملہ میں جھٹلائے گا۔

احکم الحاکمین کون ؟:...... اور اگر اس پر بھی باور نہیں اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧ تو پھر کیا خدا تعالیٰ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں؟ ضرور ہے۔ اس کو سب مانتے ہیں اور عقل کی آنکھوں سے روز دیکھتے ہیں اس کے حکم سب پر نافذ ہوتے ہیں بڑے بادشاہ کو دیکھو جس کے پاس لشکر اور خزانہ اور ملک اور حکماء وعقلاء سحر کار سب حاضر ہیں مگر وہ بھی جلیل وجبار کا زیر فرماں اسی طرح سے ہے کہ جس طرح ایک ادنی فقیر ومفلس و بے کس اس بادشاہ کے ذاتی تغیرات لڑکپن اور جوانی اور بے اختیار بڑھاپا اور پھر بیماری وتندرستی پھر موت اور اس کے اعزہ کی بیماری اور موت اسی طرح سے ہے کہ جس طرح غریبوں کی۔ وہ بادشاہ ان میں سے ایک کو بھی ٹال نہیں سکتا پھر جب دنیاوی بادشاہ اپنی عدالت کا قائم کرنا لوازمہ سلطنت جانتے ہیں بدوں کو سزائیں دیتے ہیں خیر خواہان سلطنت اور فرماں برداروں کو انعام عطا کرتے ہیں پھر کیا وہ سب سے بڑا حاکم اپنے نافرمانوں سرکشوں بندگان خدا پر ظلم وستم کرنے والوں بدکاروں منکروں کو یوں ہی چھوڑ دے گا اور مطیع وفرماں برداروں کی طاعت کو ضائع کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اور دنیا تو اس جزاء وسزا کا مقام نہیں اس لیے کہ یہ تا اخیر عمر تک دار العمل ہے پھر ضرور ہے کہ اور دوسرا جہاں دار الجزاء ہو اور یہی مدعا ہے یہ دوسری دلیل اثبات جزاء وسزا پر تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا منقول ہے کہ جب کوئی اس جملہ اَلَیْسَ اللّٰهُ ــ الخ کو پڑھے تو کہے وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ⑧ کہ ضرور ہے اور میں بھی گواہ ہوں روایت کیا اس کو ابن مردویہ وغیرہ نے۔ احناف کے نزدیک یہ جملہ نماز میں زبان سے نہ کہے صرف دل سے اور بیرون نماز کہے دوسرے ائمہ ہر جگہ کہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اٰیَاتُهَا ۱۹ (۹۶) سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ اقرأ مکہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ:...... اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے سب کچھ بنایا① جس نے آدمی کو خون کی پھٹکی سے بنایا② پڑھو اور تمہارا رب کریم ہے③ جس نے لکھنا سکھایا④ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا کہ جس کو وہ جانتا نہ تھا⑤۔

ترکیب:...... اقرأ عند الجمهور بسكون الهمزة هو امر من القراءة و عند البعض بفتح الراء على انه قلب الهمزة الفاثم حذفها للامر و مفعول اقرأ محذوف اى بالوحي ما يوحى اليك۔ باسم ربك متعلق بمحذوف و هو حال اى اقرأ متلبسا باسم ربك و قال ابو عبيدة الباء زائدة فهو مفعول اقرأ و الاسم صلة ايضا و المعنى اذكر ربك و قيل الباء بمعنى على و المعنى اقرأ ما يتلى عليك على اسم الله و قيل الباء للاستعانة اى مستعينا به۔ الذى۔ ۔ ۔ الخ الجملة صفة لربك خلق الانسان الجملة تفسير للجملة الاولى و هى الذى خلق و قيل تخصيص بعد التعميم تشريفا للانسان لما فيه من بديع الخلق و عجب الصنع من علق الجار متعلق بخلق و العلق من نطفة او من الدم الجامد و اذا اجرى فهو المسفوح و لم يقل من نطفة او من علقة رعايتا للفواصل۔ اقرأ تاكيد و تقرير للاول۔ و ربك موصوف۔ الاكرم صفة۔ الذى موصول۔ علم بالقلم صلة و الجملة صفة ثانية فالموصوف مع الصفات مبتدأ۔ علم الانسان۔ ۔ ۔ الخ الجملة خبر و المبتدا مع الخبر جملة اسمية و هى حال من ضمير اقرأ۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بلا خلاف مکہ میں نازل ہوئی ہے اور قرآن میں سے جو سب سے پہلی سورت نازل ہوئی یہی ہے یہی جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین کا قول ہے اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی روایت صحیحہ اسی بات کو ثابت کر رہی ہیں اس کے بعد سورۂ فاتحہ پھر سورۂ نون نازل ہوئی پھر مزمل پھر مدثر اور اس بحث کو ہم مقدمہ تفسیر میں لکھ آئے ہیں اور اس میں انیس آیات ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورت فاتحہ نازل ہوئی اور جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورۂ مدثر نازل ہوئی سو یہ روایت اس قول کے مخالف نہیں اس لیے کہ سب سے اول اس سورت اقرأ کی یہی پانچ آیات مَا لَمْ يَعْلَمْ تک نازل ہوئی تھیں اور پھر تعلیم سوال اور نماز میں پڑھنے کے لیے سورت فاتحہ نازل ہوئی اور پھر چھ مہینے تک وحی بند ہوگئی پھر سب سے اول سورہ مدثر نازل ہوئی اور لگا تار قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ جو سب سے اول الحمد کا نازل ہونا ارشاد فرماتے ہیں وہ نماز اور تعلیم کے بارے میں ہے اور جابر رضی اللہ عنہ جو سورۂ مدثر کو اول کہتے ہیں اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ وحی بند ہونے کے بعد جو سب سے اول

نازل ہوا وہ یہ سورت تھی۔

شان نزول:......اس سورت مبارکہ کے نازل ہونے کی کیفیت صحیح بخاری میں یوں مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائی دینے لگے پھر جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے وہی بات صبح کی سفیدی کی طرح پیش آتی تھی اس کے بعد آپ کو خلوت نشینی کی طرف رغبت ہوگئی (کیونکہ ابتداء میں فراغ خاطر لوگوں کے ساتھ میل جول ترک کیے بغیر میسر نہیں آتا) پھر آپ حراء پہاڑ کے ایک غار میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے چندرات دن وہاں رہا کرتے پھر گھر میں آ کر خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوی کے پاس سے کھانے پینے کا سامان لے جایا کرتے تھے یہاں تک کہ اسی غار میں تھے کہ فرشتہ وحی لے کر آپ کے سامنے آیا اور کہا کہ پڑھو آپ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے پکڑ کر بھینچ لیا اور بڑے زور سے بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا پھر دوبارہ مجھے پکڑ کر بھینچا زور سے پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا پھر تیسری بار مجھے پکڑا اور بہت زور سے بھینچا پھر چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ پڑھ اپنے رب کے نام سے کہ جس نے پیدا کیا، بنایا انسان کو خون کے لوتھڑے سے پڑھ اور تیرا رب کریم ہے جس نے قلم سکھائی انسان کو وہ بتایا جو وہ جانتا نہ تھا اس واقعہ میں چند نکتے ہیں۔

نکتۂ اول:......کمالات میں ترقی بتدریج کرنا بنی آدم کی فطرت ہے اور اسی فطری قاعدے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول خواب یعنی رؤیائے صادقہ کے ذریعہ سے علوم غیب کا القاء ہوتا رہا تاکہ اور اسرار غیب اور ملکیت کبریٰ حاصل ہونے کی رفتہ رفتہ عادت ہو جائے۔ اس کے بعد اب دوسرا مرتبہ ترقی کا شروع ہوا وہ یہ ہے کہ عالم بیداری میں بحالتِ فراغ قلبی عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگا اس لیے آپ کو خلوت و عزلت کا شوق ہوا تب آپ غار حرا ❶ میں بیٹھے جب اس عرصہ میں الواث بشریہ و کدورات بہیمیہ سے آئینہ باطن بالکل پاک و صاف ہو گیا تو عیاناً جبرئیل امین تشریف لائے جو عالم ملکوت کے بادشاہ ہیں ❷ یہ ترقی کا تیسرا مرتبہ تھا۔

نکتۂ دوم:......یہ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پڑھنے کو کہا تو آپ نے تین بار یہ کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا یا میں نہیں پڑھتا جو مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ کا ترجمہ ہے اس میں سر یہ ہے کہ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صاحب کمال تھے اور جو وہ پڑھاتے تھے آپ کے نزدیک آسان تھا مگر جب ملکیت کبریٰ کا ظہور اتم ہوا اور عالم غیب کے علوم سامنے آئے تو اگلا کمال اور فصاحت و بلاغت اس طرح لاشے ہوگئی کہ جس طرح آفتاب کے سامنے ستاروں کے نور لاشے ہو جاتے ہیں اور یہ آپ پر ایک بار عظیم معلوم ہونے لگا۔ اس لیے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین بار لیکر بھینچا اور یہ اس ایک قسم کی توجہ ہے جس کو توجہ اتحادی کہتے ہیں اس کے سبب وہ بار گراں آسان ہو گیا اور جو پڑھایا پڑھنے لگے۔

توجہ کی اقسام:......واضح ہو کہ صوفیائے کرام کے نزدیک توجہ کی چار قسم ہیں۔

اول: تاثیر انعکاسی اس میں کامل کا عکس مرید میں چمک جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی عطر مل کر کسی مجلس میں آئے اور ہم

---

❶ پہاڑ مکہ سے منیٰ کی جانب تخمیناً دو میل دور ہے اسی میں وہ غار ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت خلوت گزیں ہوئے تھے اور یہیں وحی کا آنا شروع ہوا اور سب سے اول سورۂ اقرأ کی یہ آیات نازل ہوئیں ۱۲ منہ۔ ❷...... یہ شبہ کرنا کہ اس سے پہلے آپ نے عیاناً جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا نہ تھا پھر جب وہ سورۂ اقرأ کی وحی لے کر غار حرا میں آئے اور آپ سے بار بار پڑھنے کی تاکید کرنے لگے تو آپ نے کیوں کر پہچان لیا کہ یہ جبرئیل ہیں ممکن ہے کہ کوئی جن بھوت ہو، محض خام خیال ہے اس لیے کہ جس کا ادراک باطن اس درجہ بڑھ جائے کہ اس کو عیاناً ملائکہ دکھائی دینے لگیں اس کے نزدیک ان کا پہچان لینا بعینہ ایسا ہے کہ جیسا دوپہر میں آفتاب کا پہچان لینا جہاں دلیل کی ضرورت نہیں ۱۲ منہ۔

نشینوں کے دماغ میں اس کی خوشبو پہنچے مگر یہ اثر پائیدار نہیں اس کے اٹھ جانے سے اٹھ جاتا ہے بعد میں باقی نہیں رہتا۔

دوم: تاثیر القائی کہ اپنا اثر مریدوں پر ڈال دے اور وہ جب تک کوئی مانع نہ ہو قائم بھی رہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی چراغ جلا کر لائے اور دوسرا اس سے اپنی بتی روشن کر لے، سو یہ جب تک ہوا اور بارش وغیرہ کا صدمہ نہ پہنچے قائم رہے گی اور جس قدر اپنا تیل ہے اسی کی مقدار پر روشن رہے گی یہ اول سے قوی ہے۔

سوم: تاثیر اصلاحی کہ مرشد اپنی روحانی طاقت سے مرید کے باطن کی اصلاح کر دے اور لطائف جاری ہو جائیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کاریگر کسی حوض کی نالیوں اور پانی کے آنے کی جگہ کو اور فوارہ کو صاف کر دے اور پانی ڈال کر فوارہ کو رواں کر دے، یہ اول سے بھی قوی ہے لیکن یہ بھی اسی وقت تک جاری ہے کہ جب تک حوض میں پانی ہے اور نیز جس قدر پانی آنے کی نالیوں میں وسعت ہے اور جب تک ان نالیوں میں بہیمیت کا کوڑا کرکٹ نہیں آیا ہے۔

چہارم: تاثیر اتحادی جو سب سے قوی تاثیر ہے اور وہ یہ کہ کامل اپنے روحانی زور سے مرید کو اپنے ضمن میں لے کر اپنی روح کو اس کی روح سے ایک کر دے اور جو کچھ کمالات اس کی روح میں ہیں وہ اس میں بھی آ جائیں یہ سب سے اعلیٰ تاثیر ہے اس میں بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی اور یہ کوئی محال بات نہیں روحانی طاقت ور کا تو کیا ذکر ہے بعض پرند جانوروں میں ایسی تاثیر ہے کہ وہ دوسرے چھوٹے جانور کو ایک مدت میں اپنا سا ہی کر دیتے ہیں اور ان کے توالد و تناسل کا یہی طریقہ ہے یہ توجہ اتحادی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ پر کی تھی اور اس توجہ میں یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اتحاد ظاہری و باطنی رہے۔

نکتہ سوم:...... یہ کہ اس کے بعد آپ پر ایک عجیب حالت طاری تھی کہ بدن کانپ رہا تھا اس حالت میں آپ گھر تشریف لائے اور آپ کو بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا محض اپنی محبت شوہری کے جوش میں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں کہ ان کو کیا بات پیش آئی؟ ہر چند کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تسلی بخش الفاظ کہے تھے کہ آپ غریب و بے کس کے چارہ ساز مہمان نواز حق پسند ہیں آپ کو کوئی آسیب و آفت خدا نہیں پہنچائے گا مگر پھر مقتضائے محبت دل نے نہ مانا اور ورقہ کے پاس لے گئیں یہ ورقہ عیسوی مذہب کا عمر رسیدہ اور نیک شخص تھا تاکہ ان سے اصلی حال دریافت کریں ورقہ نے سب قصہ سن کر کہا کہ یہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ اور انبیاء اولوالعزم کے پاس آیا کرتا تھا کوئی خوف کی بات نہیں اور کاش میں اس وقت جوان ہوتا اور جب کہ تیری قوم تجھے یہاں سے نکال دے گی تو میں مدد کرتا آپ نے فرمایا کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ایسا کون نبی ہے کہ جس کے ساتھ قوم نے ایسا نہ کیا ہو پھر چند روز کے بعد ورقہ مر گیا اس لرزہ آنے میں یہ حکمت تھی کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ غار کا قصہ بناوٹی ہے بلکہ اس کے آثار ظاہر جسم پر لوگوں نے دیکھ لیے اور ورقہ بھی حضرت پر ایمان لانے کے بعد چند روز میں مر گئے تاکہ کوئی گمان نہ کرے کہ یہ شریعت و احکام ورقہ سے سیکھے تھے۔

اب میں اس مقام پر حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی ابتدائی حالت اہل کتاب کی مسلم کتابوں سے دکھا کر موازنہ کرتا ہوں تاکہ کسی متعصب کو نکتہ چینی کا موقعہ نہ ملے۔

انجیل متی کے تیسرے باب کے اخیر میں ہے کہ "حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اصطباغ پایا یعنی ان کے مرید ہوئے اور مریدی کی رسم ادا کی جو دریا میں غوطہ مارنا تھا اور جب دریا سے اوپر آیا تو اس کے لیے آسمان کھل گیا اور خدا کی روح کبوتر کے مانند اترتی اور اپنے اوپر آتے دیکھا اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے" پھر چوتھے باب میں ہے "تب عیسیٰ روح کے وسیلہ سے بیابان میں لائے گئے تاکہ انہیں شیطان آزمائے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکے آخر بھوکے ہوئے تب آزمائش کرنے

والے نے ان کے پاس آ کر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بن جائے مسیح علیہ السلام نے جواب دے کر ٹال دیا پھر شیطان حضرت مسیح علیہ السلام کو ہیکل یعنی بیت المقدس کے کنگورے پر چڑھا لے گیا اور کہا تو اپنے آپ کو نیچے گرا دے اگر سچا ہے تو فرشتے اٹھا لیں گے تجھیں بھی نہ لگے گی حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی آزمائش نہ کرنی چاہیے تیسری بار بھی آزمایا کہ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا کر دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اس کی شان و شوکت دکھا کر کہا اگر تو مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ دے دوں تب مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اکیلے ❶ بندگی کر'' تب شیطان چھوڑ گیا اور مسیح علیہ السلام جلیل کو چلے گئے اور کفر ناحوم میں جا رہے اور منادی کرنے لگے'' انتہی ملخصاً۔

یہ ترقی اس ترقی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی کم درجہ پر ہے اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے مرید نہیں ہوئے اور نہ کسی کے ہاتھ سے اصطباغ پایا بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نہ کبوتر کی شکل میں ان پر روح اتری بلکہ عیاناً۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ ہے کہ ''تب اس نے گلے کو بیابان کے ایک طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ جوریت کے نزدیک آیا اس وقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا اس نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ہے اور وہ جل نہیں جاتا تب موسیٰ نے کہا میں اب نزدیک جاؤں اور اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا آگ میں کیوں نہیں جل جاتا، جب خداوند نے دیکھا کہ وہ نزدیک آیا تو خدا نے بوٹے کے اندر سے پکارا کہ اے موسیٰ! نزدیک مت آ اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ یہ جگہ جہاں تو کھڑا ہے مقدس زمین ہے پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا اور ابرہیم کا خدا اور اسحق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں......الخ (توریت سفر خروج باب سوم)

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا نے درخت میں سے تجلی کی مگر وہ تجلی جو غار حراء میں ہوئی تھی اس سے کہیں بڑھ کر تھی اس لیے کہ وہاں کسی ناسوتی شکل میں تجلی نہ تھی بلکہ کیف تھی اور تجلی کے بعد ناموس اکبر عیاناً دکھائی دیا اسی فرق اور امتیاز کو خدا تعالیٰ سورۂ نجم میں اور دیگر سورتوں میں جتلاتا ہے کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو آسمان کے کنارے پر عیاناً دیکھا اور جبرائیل جب بلند کنارے پر تھے سنبھلے اور نزدیک ہوتے گئے یہاں تک کہ کمانوں کے فاصلے کے برابر یا اس سے بھی کم قریب آ کر ہمارے بندے کو جو کچھ وحی کرنا تھا وحی کیا (یعنی سورۂ اقرأ کی یہ آیات) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اطمینان ہو گیا پھر کیا اے لوگو جو کچھ انہوں نے دیکھا اس میں شک کرتے اور جھگڑتے ہو) رہا ورقہ کے پاس جانا یہ ایک انسانی فطرت کے باعث تھا اور ورقہ جانتے تھے اس لیے ایمان لے آئے۔

اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔

تفسیر پہلی آیت:......اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (کہ اے نبی پڑھ اپنے رب کے نام سے) اس کے دو معنی ہیں۔

اول معنی: اول یہ کہ بِاسْمِ میں ب زائد ہے تب معنی یہ ہوں گے کہ پڑھ اپنے رب کے نام یعنی اس کو یاد کر اور اسم کا لفظ اس مقام میں اس لیے آیا ہے کہ ذات حق کی طرف ابتدائی حالت میں بغیر ملاحظہ صفات کے رسائی نہیں اور اسم میں صفات کا ملاحظہ ہوتا ہے اور اس لیے اس کے بعد من جملہ اور صفات کے صفت الذی خلق ذکر کی یعنی وہ جو پیدا کرتا ہے اور اس میں شان ربوبیت بھی جلوہ گر ہے جو اول میں بِاسْمِ

---

❶ ......افسوس عیسائی آج تین کی بندگی کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

رَبِّكَ میں ظاہر کی گئی ہے اور اس لیے باسم اللہ نہ کہا بلکہ بِاسْمِ رَبِّكَ فرمایا تا کہ ذات بحت کا ملاحظہ ابتداء میں شاق نہ ہو اور نیز رَبِّكَ کے لفظ میں تسلی بھی ہے کہ کسی اجنبی کے نام یاد کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ تمہارے اس خالق کا کہ جس نے اب تک تمہاری ظاہری اور باطنی پرورش کی اور کرتا ہے اور کرے گا اور یہ اس کی صفت ربوبیت ہی کا تقاضا ہے کہ تم کو تعلیم سے ترقی دے کر مخلوق کا ہادی بنانا چاہتا ہے۔

رب کا نام پڑھنا یعنی اس کا ذکر کرنا عام ہے کہ زبان سے مع تعداد ہو یا بے تعداد یا محض قلب سے مگر اصل مقصود اس صفت کا استغراق اور مراقبہ ہے تا کہ اس آسان رستہ سے شاید مقصود تک پہنچے اور اس آئینہ سے اس کے جمال باکمال کا نظارہ کرے۔

اور فی الحقیقت جملہ صفات باری سے اس صفت ربوبیت کی طرف جس قدر انسان کیا کل مخلوق کو فطرتاً دل بستگی ہے اس قدر اور سے نہیں کیونکہ اول تو اس کا مشاہدہ ہر مرد کرتا ہے کسی دلیل و برہان یا کسی کے اظہار و بیان پر موقوف نہیں جس قدر جس کو ادراک ہے اسی قدر وہ اپنے اندر اس کی شان پرورش کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ دوم اس میں جو مخلوق اور خالق میں رابطہ ہے اس کا بھی کامل اظہار ہے انسانی محاورے میں لفظ رب کی جگہ پیار سے باپ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اس لیے کہ باپ میں بھی اپنے بچہ کے لیے ربوبیت کا ایک جلوہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی لحاظ سے خدا تعالیٰ پر اس کا استعمال کیا اور اے میرے رب کی جگہ اے میرے باپ کہا مگر ان کے بعد عیسائیوں نے یہ کچھ سمجھ لیا کہ دراصل حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے بیٹے اور وہ ان کا باپ ہے۔

دوسرے معنی: (اور یہ بھی معنی ہیں) کہ ب باسم ربک میں استعانت کے لیے ہے جیسا کہ کتب بالقلم میں اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ پڑھ اپنے رب کے نام کی مدد سے۔ کیا پڑھ؟ قرآن یا یوں کہو کہ جو کچھ تجھے سنایا جائے اور جو کچھ تجھ پر وحی کیا جائے۔

فائدہ: ہر چند کہ حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ازل ہی میں پڑھائے جاتے ہیں اور مدرسہ الٰہی میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پا کر دنیا میں مخلوق کو پڑھانے اور سدھارنے آتے ہیں مگر ظہور ان کا اس عالم میں پیکر انسانی میں ہوتا ہے تا کہ اس مجانست سے بنی نوع انسان بآسانی تعلیم پا سکیں اور پیکر انسانی یہ خاک و آب وغیرہ عالم ناسوت کے کثیف اجزاء ہیں جن کی خاصیت جہل اور نسیان اور لذات حسیہ پر فریفتگی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بلوغ سے چاک کر کے آب قدس سے دھویا گیا تھا تا کہ لذات حسیہ کی فریفتگی اور جملہ تلوثات دور ہو جائیں۔ پھر بلوغ کے بعد ایک دوسرا عالم شروع ہوتا ہے اس لیے بعد بلوغ بھی قلب مبارک کو آب قدس سے دھویا تا کہ تمام عمر خصائص ہیولانیت سے پاک اور مبرا رہیں پھر جب عالم ناسوتی میں عہدۂ رسالت کبریٰ عطا ہوا تو جبرائیل نے عیاناً غار حرا میں وہ کچھ پڑھایا کہ اولین و آخرین کے جملہ علوم ایک قطرہ ہو گئے اور ایسا پڑھایا کہ آپ نے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں دلوں کے حجاب اٹھا دیے مردہ اجسام میں نئی روح پھونک دی۔ جہلاء کو علوم کا چشمہ بنا دیا کما قال تعالیٰ "يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" اور دراصل پڑھانے والا اللہ تھا جبرائیل ایک واسطہ درمیانی تھا اس لیے کمال پر پہنچ کر جبرائیل سے بھی بڑھ گئے اور اسی بات کی طرف بِاسْمِ رَبِّكَ ... الخ میں اشارہ ہے کیونکہ یہ انکشاف علوم اسم ربک کی برکت تھی۔

تخلیق انسانی کی حقیقت: ...... اول اسم ربک فرمایا تا کہ رب کی شان ربوبیت جس میں تعلیم علوم بھی ہے اپنے اندر غور کرنے سے ظاہر ہو جاتے ہیں یہ شہد انفس ہے اس کے بعد آفاق کی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرماتا ہے الذی خلق کہ جس نے تمام مخلوق کو بنایا اپنی ذات میں ربوبیت کا جلوہ دیکھنے کے بعد کہ اس نے میرے ظاہر اور باطن میں کیا کیا صنعتیں صرف کی ہیں اور پھر کس طرح ہر لحظہ ان کی تکمیل کے اسباب بہم پہنچا رہا ہے مخلوق میں غور کرنے سے اور بھی حیرت ہوتی ہے اور مخلوق میں سے انسان سب سے زیادہ نمونہ ربوبیت ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ وہ رب کہ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔

علق علقہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خون بستہ مختلف غذاؤں نے ہضم کے بعد جسم میں ایک نیا رنگ بدلا اور سب کا عطر کھینچ کر ایک دوسرا جو تدریجی ظاہر ہوں گے اس کے بعد جب وہ منی عورت کے رحم میں جاتی ہے تو چندروز کے بعد خون بستہ ہوجاتی ہے یہ دوسرا استحالہ ہوا پھر یہ خون چندروز کے بعد ترقی کر کے گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اس کو مضغہ کہتے ہیں یہ تیسرا استحالہ ہوا اب صناع حقیقی اس میں سے مختلف اجزاء ہاتھ سر دل دماغ نمودار کرتا ہے اور ہر ایک عضو کی خاصیتیں اس کو عطا کرتا ہے اب منی کے اندر جو کمالات ودیعت تھے خوب ظاہر ہونے لگے اب ایک ہی مادہ سے مختلف اجزاء بنانا اور انمیں یہ حیرت انگیز نقاشی کرنا کیا طبیعت جسم بے تمیز کا فعل ہے؟ ہرگز نہیں پھر کیا ماں باپ کی کاری گری ہے؟ ہرگز نہیں ان کو خبر بھی نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور اب تک بھی جو جو مصلحتیں اور حکمتیں اس کے اعضاء میں رکھی ہیں ان کی تشریح سے بڑے بڑے اطباء عاجز ہیں قدرت کے بنائے ہوئے اعضاء میں کوئی جوڑ نہیں لگا سکتے اور نہ کسی میں کوئی زائد قوت رکھ سکتے ہیں پھر ماں باپ بے علم کو کیا تمیز پھر یہ کون کاری گر ہے اور کس کے مبارک ہاتھ اس اندھیری کوٹھری میں یہ حیرت بخش کاریگری کرتے ہیں اسی قادر مطلق اور حکیم برحق کے یہ چوتھا استحالہ تھا۔

اس کے بعد اس میں حیات یعنی جان ڈالی جاتی ہے اور وہیں اس کے تغذیہ تنمیہ کے سامان وہ رب حقیقی مہیا کرتا ہے اور رحم ہی میں یہ پورے انسان بن جاتے ہیں یہ پانچواں استحالہ تھا الغرض جب وہ منی اتنی الٹی پلٹیوں کے بعد انسان ہوجاتی ہے اور حضرت انسان رحم سے باہر آتے ہیں تب اس پر ربوبیت کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ اول تو اسی جسم میں سے اس کے لیے غذا تیار کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا کیا اس مرتبہ میں اس سے بڑھ کر نہ کوئی غذا مفید ہے نہ آسان ہے پھر اس کو بھی دودھ پینا اور منہ سے چوسنا سکھایا جب اس عرصہ میں اس کے لیے قابلیت پیدا ہوگئی تو دانت نکل آئے معدہ میں قوت آ گئی دوڑ پھر کر ہضم کرنے کا سامان بھی بہم پہنچ گیا تو دنیا کا الوانِ نعمت سے بھرا ہوا دسترخوان اس کے لیے بچھا دیا گیا اب جو چاہیں کھائیں جو چاہیں اب پییں اب بولنے بھی لگے حس اور ادراک بھی کرنے لگے اور اس میدان میں ترقی کرتے چلے یہاں تک کہ عقل ہیولانی تنگ دائرہ سے نکل کر عقل بالفعل اور عقل کل تک جا پہنچے اب تو زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے ان جملہ مراتب کو لحاظ کرے تو اس کی شان ربوبیت کا کامل جلوہ نظر آنے لگے اور یہ بھی جان لے کہ اس کی ربوبیت کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ ایک دوسرے عالم تک جاتا ہے جس کے لیے علوم روحانیہ پڑھائے جاتے ہیں۔

فائدہ: منی کے مادہ کا ذکر چھوڑ کر خون بستہ کا ذکر کرنا اس وجہ سے ہوگا کہ ماں کے رحم میں آ کر خون بستہ ہوجانا اول استحالہ ہے اور یہیں سے انسان کی عمارت شروع ہوتی ہے اور نیز عمارت تمام ہونے کے بعد بھی خون ہی کے زور پر قائم رہتی ہے اسی کے اجزاء تحلیل شدہ پھر تیار ہوتے ہیں اور اسی سے روح نفسانی وحیوانی وطبعی بنتی ہے وہی روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا مرکب ہے بھلا کوئی کاری گر کسی مادہ سے ایسا خون بنا کر تو دکھادے۔

مضامین مذکورہ بالا جو شان ربوبیت یاد دلاتے ہیں ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اقرا فرمایا تھا یہ کلمہ دوبارہ تاکید کے لئے استعمال کیا۔

فائدہ: مفسرین نے اس کلمہ کے دوبارہ آنے کی بہت سی حکمتیں بتائی ہیں۔

ازاں جملہ یہ ہے کہ اوّل بار جو اقرأ فرمایا تھا اس سے مراد خود کا پڑھنا تھا اس لیے کہ آپ بظاہر امی تھے پھر جب تک کہ پہلے آپ کو نہ پڑھایا جائے تب تک آپ اوروں کو کیا پڑھا سکتے ہیں پہلے آپ کو نہ پڑھا سکتے تھے اس لیے اس کے بعد دوسرا اقرأ فرمایا کہ اب آپ لوگوں کو پڑھائیں آپ ہی ارشاد فی الکل، یہ دستار فضیلت آپ ہی کے سر مبارک پر قضاء وقدر کے ہاتھوں نے باندھی ہے ازاں جملہ یہ ہے کہ اقرا اوّل سے علوم باطنیہ کے پڑھنے کی طرف اشارہ ہے اور اقرأ ثانیہ سے علوم ظاہرہ کی طرف یا برعکس۔

ازاں جملہ یہ کہ اقرأ اول کی اقرأ دوم تاکید جیسا کہ کہتے ہیں پڑھ پڑھ اور یہ اس لیے کہ آپ نے بھی کئی بار انکار ما انا بقاری کہہ کر کیا تھا یہ پڑھانا پڑھنے والے کے لیے ایک بڑا بھاری کام ہے بغیر مدد غیبی کے ہو نہیں سکتا اس لیے مدد غیبی کا بھروسہ دلانے کے لیے اس کے بعد یہ بھی فرما دیا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ کہ تیرا رب کریم ہے اس کے کرم اور فضل پر بھروسہ رکھو اس کا کرم اے محمد (ﷺ) ضرور تمہاری دست گیری کرے گا اور یہ بھاری کام تمہارے لیے آسان ہو جائے۔

قلم کے ذریعہ تعلیم: اور اس کے کرم کا یہ ثبوت ہے کہ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ جس نے انسان کو قلم یعنی لکھنا سکھایا وہ مطالب جو ذہن میں ہوتے قلم کے ذریعہ سے کاغذ پر ثبت ہو جاتے ہیں جن کو لکھنے والا دوسرا شخص بھی گو سیکڑوں ہزاروں برس گزر گئے ہوں مگر لکھی ہوئی بات کو سمجھ لیتا ہے اور ایک کے سینے کا مضمون دوسرے کے سینہ میں مرتکز ہو جاتا ہے۔

قلم پر نہ صرف سلطنت تجارت حرفت کا دارمدار ہے بلکہ دینی امور بھی قلم کے ذریعہ سے آئندہ نسلوں تک کتابیں اور ان کے علوم اور اسی طرح اولیاء کرام کے فیوض و برکات جو پچھلوں کو پہنچے اور پہنچ رہے ہیں قلم ہی کے ذریعہ سے اس لیے قلم کے محامد میں لوگوں نے بہت کچھ عمدہ مضامین لکھے ہیں۔ اور دوسرا ثبوت اس کے کرم کا یہ ہے کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ کہ انسان کو جس کی حقیقت بیان ہو چکی ہے کہ وہ خون کی ایک پھٹکی سے بنا ہے وہ وہ چیزیں سکھائیں کہ جن کو وہ جانتا نہ تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کو اسرار غیب بتائے بندوں کی تجارت اور دنیاوی انتظام کے قانون سکھائے عرفاء کو مواجید و اشواق کے رستے بتائے ذات و صفات کے علوم عطا کیے حکماء کو صدہا علوم اور علوم کے اصول سکھائے جن سے انہوں نے دنیا میں وہ وہ عجائب فنون ایجاد اختراع کیے جو حیرت بخش ہیں عام ہے کہ قلم کے ذریعے سے یا خود اس کے دل میں القاء کیے ہیں۔ ان آیات میں اس طرح بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقے ہیں۔

ایک تعلیم قلم یعنی تعلیم کتابی یہ کسی دوسرے کا فیض ہوتا ہے جو پڑھنے والے کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ دوم تعلیم روحانی یا لدنی جو وحی و الہام کے ذریعے سے انبیاء کو ہوتی ہے اور قرآن تعلیم لدنی ہے اور یہ قلم کے ذریعے سے پچھلوں تک متوارث ہوتا رہے گا۔ بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے یعنی روح جو واسطہ ہے علوم غیبیہ کا اس کے ذریعہ سے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔

فائدہ: انسان کو جن وسائل سے علم آتا ہے بہت سے ہیں ازاں جملہ قلم ہے جس کا ذکر ہوا ازاں جملہ حواس ظاہرہ باطنہ ہیں یہ جزئیات مادیات کے علم میں کام آتے ہیں ازاں جملہ استدلال و نظر و فکر ہے جو چند معلومات کے مرتب کرنے سے مجہول چیز معلوم ہو جاتی ہے۔ ازاں جملہ وحی الہام ہے نجوم و رمل و جعفر علم معین کے ذرائع نہیں ان سے جو حاصل ہوتا ہے وہ ظن ہے اور وہ کارآمد نہیں۔ اب ان بے انتہاء نعمتوں کے بدلے میں انسان اپنے منعم سے کیا کرتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸
اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝۱۱ اَوْ
اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝۱۲ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۳ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝۱۴

ترجمہ: ...... بے شک انسان تو سرکشی کر رہا ہے ۶ اس لیے کہ اپنے آپ کو بے پروا جان رہا ہے ۷ پھر کر تو تیرے رب ہی کے پاس جانا ہے ۸ تم نے اس کو بھی دیکھا جو ۹ بندے کو نماز سے روکتا ہے ۱۰ بھلا دیکھو تو سہی اگر وہ راہ پر ہوتا ۱۱ یا پرہیزگاری سکھاتا ۱۲ بھلا دیکھو تو سہی اگر اس نے جھٹلا

یا اور منہ موڑ لیا⑬ تو کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے⑭۔

ترکیب: ...... کلا فیہا اقوال (۱) انہا بمعنی حقا و ہو مذہب الکسائی۔ لانہ لیس قبلہا و لا بعدہا شیء تکون کلا ردالہ ذکرہ الجرجانی صاحب النظم۔ (۲) ردع و زجر لمن کفر انعامہ تعالی بطغیانہ و ان لم یتقدم لہ ذکر۔ (۳) مذہب ابی حیان انہا بمعنی اَلَا التنبیہ نحو الا انہم ہم المفسدون فیقف علی ماقبلہا و علی الاول الوقف علیہا۔ ان راٰہ بالنصب قال الاخفش اصلہ لان راٰہ فحذفت اللام کما یقال انکم لتطغون ان راٰیتم غناکم۔ و قال ابن الصائغ ہو مفعول لہ ای یطغی لذلک و الرؤیۃ ھہنا بمعنی العلم و لو کانت بصریۃ لا تمنع الجمع بین الضمیرین فی فعلہا لشیء واحد لان ذلک من خواص علم و مثلہ فانمفعول الاول الضمیر فی راٰہ و الثانی استغنی الرجعی و الرجوع و المرجع کلہا مصادر و الرجعی علی وزن فعلی۔ ارئیت فی المواضع الثلاثۃ بمعنی اخبرنی لان الرؤیۃ سبب الاخبار عن المرئ فاقیم مقام الاستفہام و الخطاب لکل من یصلح لہ ارئیت فاعلہ الضمیر المستتر فیہ ای انت الذی موصول۔ ینہی الضمیر الراجع فیہ الی الموصول فاعلہ۔ عبدا مفعولہ۔ اذا صلی متعلق بینتہی و الموصول مع الصلۃ مفعول لرائیت و الجملۃ الشرطیۃ (ان کان علی الہدی معطوف علیہ او امر بالتقوی معطوف) مفعولہ الثانی و جواب الشرط محذوف یدل علیہ قولہ۔ الم یعلم ...الخ و ارئیت الثانی زائدۃ مکررۃ للتوکید ارئیت الثالث مفعولہ الاول محذوف ان کذب و تولی شرط۔ لم یعلم ...الخ جوابہ و الشرط مع الجواب مفعولہ الثانی فان قلت کیف صح ان یکون الم یعلم جوابا للشرط قلت کما صح فی قولک ان احسن الیک زید ہل تحسن الیہ۔ (کشاف)

تفسیر: ...... کیا وہ شکر گزاری اور نیاز مندی کرتا ہے یا سرکشی اس کا بیان ان آیات میں ہے۔

انسان ناشکرا ہے: ...... كَلَّا نہیں نہیں انسان شکر گزاری نہیں کرتا بلکہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى انسان سرکشی کرتا ہے اور یہ کس لیے کرتا ہے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى کہ وہ اب اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج اور دست نگر نہیں سمجھتا جانتا ہے کہ اب مجھے کیا پروا ہے مجھ میں زور ہے تو ایسا میرے پاس مال و اسباب ہے تو یہ کچھ اور مجھے علم و عقل ہے تو یہ کچھ جس کے آگے تمام حیوانات میرے غلام۔ اور عناصر میرے خدمت گزار ہیں میں بجلی کی طاقت کو بس میں لا کر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سیکڑوں کوس اپنا مضمون پہنچا سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں کبریائی طاقتوں سے وہ حیرت انگیز کام کر سکتا ہوں کہ جو کوئی اور نہیں کر سکتا ابخرات مائیہ کے زور سے ہزاروں من بوجھ کھینچنے والی تیز چلنے والی ریل بنا سکتا ہوں بخارات کو بس میں کرکے کیسی کیسی مشینیں چلا سکتا ہوں سمندر کے سفر کے لیے میں نے اپنے علم اور عقل سے وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی اور انسانی علاج میں میں نے وہ وہ نسخے پہنچائے کہ جن کو سن کر حیرت ہو جائے میں ہڈی کی جگہ اور ہڈی لگا سکتا ہوں اور بدن میں خون جدید پہنچا کر قوی کر سکتا ہوں میں نے بارش کی حقیقت معلوم کر لی اب جب چاہوں چند گولے چھوڑوں ان کے ابخرات اوپر جا کر بادل بن جائیں اور پانی برسنے لگے میں بجلی بنا سکتا ہوں نوشادر اور جست اور تانبے کو ترکیب خاص سے ملا دوں تو وہی کڑک وہی چمک ہونے لگے اب میں آسمان کی طرف بھی غبارہ میں بیٹھ کر اڑنے لگا ہوں میں نے وہ وہ دوربینیں ایجاد کی ہیں کہ جن سے عالم غیب کا مشاہدہ ہو جاتا ہے لاکھوں کوس کے ستارے میرے سامنے آ جاتے ہیں وہاں کی چیزیں مجھے خوب خوب دکھائی دیتی ہیں میں نے معاش میں وہ وہ کارآمد چیزیں ایجاد کی ہیں اور وہ وہ پرلطف مکان بنانے جانتا ہوں کہ کوئی کیا بنائے گا وہ وہ باجے ایجاد کیے ہیں کہ چابی دینے سے خود بخود گھڑیوں بجتے ہیں اور سننے والے کو محو کر دیتے ہیں ہماری کوٹھی کا فرنیچر یعنی سامان کچھ جنت کے

سامانوں سے کم نہیں ابھی میں بہت سی چیزوں کی تحقیق میں سرگرم ہوں پھر دیکھئے میں کیا ہوجاتا ہوں خدا خدا، ارے کہاں ہے، مجھے کوئی دوربین خوردبین یا اور کسی آلے سے تو دکھائے۔ فلسفہ جدید کہتا ہے کہ یہ ایک انسان کا خیال ہے جو پشت در پشت چلا آیا ہے عالم اجسام مادہ کے سبب موجود ہے آپ ہی چیزیں بگڑتی ہیں بنتی ہیں جیسا کہ دریا کے جوش میں پانی کے بلبلے اٹھتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں مرنے کے بعد کس نے روح کو دیکھا ہے وہ تو قطعاً مرجاتی ہے پھر آخرت اور ثواب وعقاب کا جھگڑا محض ریفارمروں نے لوگوں کے سمجھانے ڈرانے کے لیے بنالیا ہے اور اس کے بغیر ان کا کام بھی نہیں چلتا تھا۔

یہ ہے وہ انسان بدبخت نمک حرام کی سرکشی جس نے اس خون کی بوند کو ایسا بنایا اور یہ کچھ سکھایا آج اس سے اکڑتا ہے اور یہ سرکشی علی قدر مراتب ہمیشہ سے چلی آتی ہے مکہ کے کافر اور مشرک اپنے حوصلہ کے موافق کرتے تھے آج کل جو علوم جدیدہ اور نیا فلسفہ پھیل گیا اور عمدہ عمدہ سامان معاش بہم پہنچے تو صاف صاف بغاوت کی ٹھہرادی حالانکہ ابھی تو اس نمک حرام کو لاکھواں حصہ بھی نہیں بتایا ہے یہ خود جانتا ہے کہ فلسفہ حال اور اس کی تحقیق کسی حد پر جاکر ٹھہر نہیں گئی ہے اور ہر روز اور ہر سال نئی نئی باتیں معلوم ہوتی جاتی ہیں جن باتوں کا اگلے سال یقین تھا اب ان کو غلط بتایا جاتا ہے الغرض جن جن نعمتوں پر شکر کرنا چاہیے تھا انہی پر اکڑنے لگا کوئی حسن پر کوئی حسب ونسب پر کوئی مال وجاہ پر کوئی علم و ذہن پر کوئی اولاد ولشکر وتخت پر۔ بعض مفسرین انسان سے مراد آیت میں خاص انسان لیتے ہیں مکہ کے کفار ابوجہل وغیرہ۔

رب تعالیٰ کی طرف رجوع: ......اس بیان کے بعد انسانی سرکشی کو باطل کرتا ہے فقال اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ۞ کہ بے شک تیرے رب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ہر ایک اسی کی طرف آتا ہوتا ہے اس کے دو معنی ہیں۔

اول: یہ کہ موت سے تو کسی کو بھی انکار نہیں جن حکیموں فلسفیوں نے یہ کچھ ایجاد واختراع کیے ہیں آخر وہ اپنی صحت اور جوانی کی بقاء کی کوئی تدبیر نہیں کرسکے دیکھ رہے ہیں کہ عمر رواں ہاتھ سے چلی جارہی ہے تن درستی اور جوانی کا قافلہ لٹ رہا ہے یکے بعد دیگر اس کے قوٰی جواب دیتے چلے جاتے ہیں آخر ایک روز یہ سرکش لمبے چوڑے دعوے کرنے والا بھی چل دیتا ہے بے حس وحرکت ہوکر گر پڑتا ہے اب اس کی روح خدا کے پاس جاتی ہے اپنے کیے کا بدلہ پاتی ہے۔

دوم: یہ کہ باوجود ان نعمتوں اور ان علوم کی جو اس کو خدا نے تعلیم کیے اور جن پر یہ سرکشی کرنے لگا اور منعم سے اکڑ بیٹھا جب آن کر اس کی کوئی تدبیر بگڑتی ہے تو پھر خدا ہی سوجھتا ہے اسی طرح زمانہ حال کے بڑے بڑے مدعی جب ان کا جہاز سمندر کے طوفان میں پھنستا ہے اور جملہ تدابیر سے عاجز آجاتے ہیں تو خدا ہی سوجھتا ہے اسی طرح وہ لشکر جن کے اسلحۂ جنگ پر ناز تھا شکست کھاتا ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں پاتی تو خدا تعالیٰ ہی کی طرف دل دوڑتا ہے بڑے بڑے حکیم وڈاکٹر جو اعجاز مسیحا کے مدعی تھے جب تدبیر بگڑتی ہے اور کچھ بن نہیں آتی تو وہی سوجھتا ہے۔

بہرطور ہر حال اور شان میں اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان پر تمام تدابیر اور زوروں کے بعد ایک ایسی حالت بھی آتی ہے کہ جہاں بجز ناچاری کے اور کچھ نہیں ہوسکتا یہی وہ حالت ہے کہ جس کو رب کی طرف رجوع کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کی اندرونی آنکھیں روشن ہیں وہ تو اس وقت بھی دل سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر جان لیتے ہیں کہ تمام اسباب کا سلسلہ ایک مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے مگر جو گمراہ ازلی ہیں وہ بالکل تیرہ باطن ہیں اور بہائم سے زیادہ ان میں باطنی حس ادراک نہیں وہ اس حالت میں بھی کہ جو رجوع الی اللہ کی حالت ہے دل سے رجوع نہیں ہوتے اور اسی گمراہی کے جال میں پھنسے رہتے ہیں۔ من جملہ اس کے سرکشی کی ایک حرکت بد یہ بھی ہے اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۞ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی کہ بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے یعنی اللہ کے بندوں کو نماز اور رجوع الی اللہ سے روکتا ہے آپ تو رکا ہوا تھا ہی اوروں کو بھی روکتا ہے یہ گمراہی اور سرکشی کا کمال درجہ ہے۔ ابوجہل لعین نے بھی ایسا ہی رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے پیچھے سے آ کر گلے میں پٹکا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آنحضرت ﷺ کی آنکھیں نکل آئیں اور کہا کہ اگر پھر کبھی تجھے کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن توڑ ڈالوں گا اور بلال رضی اللہ عنہ جو غلام تھے جب تک اس کی ملک میں تھے ان کو بھی نماز پڑھنے سے روکتا تھا اس وجہ سے مفسرین نے کہہ دیا کہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

فائدہ: نماز سے روکنے سے وہی روکنا مراد ہے جو عبادت الٰہی کا مخالف بن کر روکے ورنہ بے قاعدہ اگر کوئی نماز پڑھنے جیسا کہ اوقات مکروہہ میں یا غصب کی زمین میں یا فرائض وسنن کے علاوہ اور زیادہ نوافل میں نوکر یا بیوی مصروف ہو کر حرج کار کرے تو یہ روکنا وہ روکنا نہیں۔

اب یہ بتاتا ہے کہ بجائے اس سرکشی کے اس کو یہ کرنا تھا فقال: اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ⑫ کہ اے دیکھنے والے دیکھ تو سہی وہ ناشکر متکبر باغی بن کر جو اوروں کو بھی خدا کی طرف رجوع ہونے سے روکتا ہے اگر بجائے اس گمراہی اور سرکشی کے خود ہدایت پر ہوتا یعنی سیدھی راہ چلتا جو انبیاء کی راہ ہے اور اس سے بھی ترقی کر کے اوروں کو بھی تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا حکم دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا گمراہی اور سرکشی کے بدلے ہدایت پر ہوتا اور لوگوں کے روکنے کے بدلے ان کو بھی ہدایت کرتا مہدی اور ہادی ہوتا تو کیا بگڑ جاتا برخلاف اس کے ضال اور مضل بن گیا نعمت کی شکر گزاری یہ ہے نہ کہ وہ۔

فائدہ: لفظ او جس کے معنی یا کے ہیں انفصال حقیقی کے لئے نہیں صرف منع خلو کے لیے ہے کہ ان میں سے ایک نہ ایک بات ضرور کرنی ہے اور جو دونوں ہوتیں تو اور اچھا ہوتا مگر وہ بدنصیب تو ادھر آتا ہی نہیں اس بات کو اس جملہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑬ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭ دیکھ تو سہی اگر اس بدبخت نے ارشاد الٰہی کو جو اسی کی بہتری کے لیے تھا بجائے تصدیق کرنے کے جھٹلا دیا اور منہ موڑ لیا ہے تو کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ بھی دیکھ رہا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا اگر وہ خود بھی ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا اور جو اس نے جھٹلا دیا اور منہ موڑ لیا تو بھی خدا نیکی بدی کا بدلہ دیتا ہے پھر وہ جو بندہ نیکی سے روکتا ہے اور بدی کرتا ہے کیا اس نے یہ کچھ سمجھ لیا ہے کہ خدا دیکھتا نہیں ہے ضرور دیکھتا ہے۔

اس سے اجمالی طور پر اعتقادات کی جزاء وسزا کی طرف اشارہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ لطیف وخبیر ہے کوئی جوہر اور کوئی عرض اس کے علم سے باہر نہیں اور علم بھی حضوری کہ نہ ذہول ہے نہ نسیان اور یہ اس لیے کہ وہ خالق ہے اور جواہر و اعراض مخلوق ہیں اور علت کو معلول کا علم حضوری ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ عادل ہے پھر اس کے نزدیک محسن اور مسیٔ نیک اور بد برابر کیوں کر ہو سکتے ہیں اور وہ قادر بھی ہے اور قدرت کاملہ کا ثبوت اس کے خالق ہونے سے بخوبی ہے پھر قادر بھی ہو عادل بھی ہو عالم بھی ہو کہ اعمال تو اعمال دلوں کے خطرات (خیالات) بھی اس کو معلوم ہوں پھر اگر وہ نیک کو جزا اور بد کو سزا نہ دے تو عالم کی بادشاہی تو بڑی چیز ہے ایک گھر پر بھی حکومت نہیں کر سکتا اس لیے جس طرح اس کے فضل کا مقتضی یہ تھا کہ اس نے انسان کو یہ نعمتیں عطا کیں اور علم کی دستار اس کے سر پر باندھ کر مخلوق کا سردار بنایا اسی طرح اس کے عدل وانصاف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ ان نعمتوں کے شکر کرنے والے کو دنیا میں مرنے کے بعد جزاء خیر عطا کرے اور وہ کیا ہے حیات جاودانی اور سرور ابدی اور شکر یہ کیا ہے ایمان لانا اور نیک کام کرنا اور یہ خیال رکھنا کہ مجھے اللہ جل جلالہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور دل سے اس محسن کی محبت کرنا اور ناشکری کیا ہے کفر اور طغیان اور نیکی سے اوروں کو بھی روکنا تو اس کی سزا جہنم ہے چنانچہ اگلی آیتوں میں اسی کی تصریح فرماتا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ

نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾

ترجمہ:.....خبردار اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی ڈب پکڑ کر گھسیٹیں گے ⑮ جو جھوٹا اور گناہ گار ہے ⑯ لے اب بلالے اپنی مجلس کو ⑰ ہم بھی اپنے پیادے بلاتے ہیں ⑱ خبردار اس کا کہنا نہ مانیو اور سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ ⑲۔

ترکیب:..... كلا زجر للناهي عن الصلٰوة و الخيرات۔ لئن شرطية و اللام مؤطئة للقسم اي و الله لئن لم ينته عما هو عليه شرط۔ لنسفعا.....الخ جواب الشرط و اصله لنسفعن صيغة جمع المتكلم مع لام التاكيد و نون الخفيفة للتاكيد، السفع القبض على الشيء و جذبه بشدة (کشیدن) يقال سفع يسفع (سفع موئے پیشانی گرفتن ع بفتحهما) يقال به سفعة من الشيطان اي مس و سوختن آتش و سموم روی و اردنگ گردانیدن (سفعہ بالضم سیاہی کہ بسرخی زند) صراح و قرء لنسفعن بنون مشددة و نون المخففة تبدل بالالف في الوقف لسكونها و انفتاح ما قبلها و كتبت في المصحف بالالف على حكم الوقف و لما علم انها ناصية المذكور اكتفى بلام العهد عن الاضافة۔ فقيل بالناصية ناصية من الناصية و جاز بدلها عن المعرفة لانها وصف بكاذبة به خاطئة فاستقلت بفائدة و صارت كالمعرفة و قرأت ناصية بالرفع على انها مبتدء اي هي و قرئت بالنصب على الذم و وصف الناصية بالكذب و الخطأ و هما لصاحبها على الاسناد و المجازي للمبالغة و الناصية شعر مقدم الرأس۔ النادي المجلس الذي ينتدي فيه القوم اي يجتمعون و المراد اهل النادي (نداء بالكسر و المد آواز دادن و خواندن و قد يضم ايضا مثل دعاء و رغاء مناداة مثله و تنادوا اي نادٰى بعضهم بعضا ندی ندوة نادی منتدی انجمن) صراح۔ الزبانية قال الكسائي و الاخفش و عيسٰى بن عمر و جمع زابن و قال ابو عبيدة زبنية و قيل زباني بتشديد الياء و قيل هو اسم الجمع لا واحد له من لفظه كعباديه و ابابيل و اصل الزبن الدفع و العرب تطلق هذا الاسم على من اشتد بطشه قال قتادة هم الشرط (سپاہی پیادہ) قرء الجمهور سندع بالنون و لم يرسم الواو لما في قوله يوم يدع الداع۔

تفسیر:.....كلا: خبردار یہ اس ناشکر کو جھڑکی ہے واضح ہو کہ لفظ کلا کے کلام عرب میں کئی معنی ہیں کبھی بمعنی بے شک و تحقیق کے آتا ہے کبھی حرف تنبیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ الا اس کے معنی ہیں دیکھو کبھی زجر و توبیخ کے لیے آتا ہے جس کے معنی ہیں خبردار یا نہیں نہیں اس جگہ اس معنی میں مستعمل ہے اور یہ کلمہ قرآن مجید کے نصف اول میں مستعمل نہیں ہوا نصف اخیر بالخصوص آیات و سور مکیہ میں آیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مکہ کے لوگ کفر و بدکاری اور بے ہودہ گوئی پر اصرار اور ہٹ دھرمی زیادہ کرتے تھے۔

پیشانی کے بل گھسیٹا جائے گا:.....اس جھڑکی کے بعد فرماتا ہے لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۬ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ اگر وہ بدبخت ناشکرا کافر اس پر بھی باز نہ آیا تو ہم اس کی ڈب پکڑ کر کھینچیں گے یعنی پیشانی کے بال پکڑ کر جو خطا کار اور جھوٹی پیشانی ہے۔

فائدہ: پیشانی پکڑ کر گھسیٹنے سے مراد سر کا ذلیل و خوار کرنا ہے دنیا اور آخرت میں انجام کار ایسے متکبر و کافر سخت رسوا اور بہت ذلیل ہوتے ہیں خدائے جبار ان کے سب زور توڑ دیتا ہے کوئی تدبیر نفع نہیں دیتی اور جو کسی مصلحت سے دنیا میں چند روز مہلت بھی دی تو مرنے کے بعد تو بھی سزا ہے۔ سفع کے معنی گھسیٹنے کے بھی ہیں اور سیاہی کو بھی کہتے ہیں اس لیے دوسرے معنی پر خیال کر کے علماء نے یوں مطلب بیان کیا ہے کہ ہم اس کو روسیاہ کر دیں گے۔

فائدہ ۲: پیشانی سر میں ایک نمود کی چیز ہے اور سر ہی تمام غرور اور بطالت کا خزانہ ہے اس لیے ذلیل کرنے میں پیشانی کا ذکر کیا اور ا۔

لفظ سے تعبیر کیا اور چونکہ یہ پیشانی یعنی سر غرور اور خیالات بے ہودہ کا مخزن ہے دماغ میں ہی یہ لغویت ہوتی ہے اس لیے اس کو خاطئہ یعنی خطا کار کہا یعنی غلط خیالات کا مخزن اور اس میں جھوٹی تمنائیں بھی ہوتی ہیں کہ جس طرح دنیا میں ہم نے عزت حاصل کی خدا کے ہاں بھی حاصل کریں گے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کو کون سزا دے سکتا ہے اس لیے اس کو کاذبہ یعنی جھوٹی بھی فرمایا۔ یعنی وہ علوم جو اس کو راہ حق سے روکے ہوئے تھے بطالت کذب تھے بعض فرماتے ہیں کہ پیشانی والا مراد ہے۔

فائدہ ۳: خاطی اور مخطی میں فرق ہے اول وہ جو دیدہ و دانستہ کوئی برا کام یا غلط کاری کرے دویم وہ جو بھولے سے کرے اول کی سزا جہنم ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۝ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۝ دوسرا درگزر ہے جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا : کہ اے ہمارے رب بھول اور نادانستہ خطا پر ہمیں نہ پکڑنا۔

اگر اس پر بھی بس نہ ہوا اور یہ سمجھے کہ ہم کو کون پکڑ سکتا ہے جیسا کہ ابوجہل لعین نے رسول کریم ﷺ کو خانہ کعبہ میں نماز اور قرآن پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ اب دیکھوں گا تو گردن توڑ ڈالوں گا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کے قہر سے ڈر وہ چاہے تو تیری گردن توڑ ڈالے اس پر اس نے کہا میری گردن کون توڑ سکتا ہے اگر میں اپنے اعوان و انصار اور ہر وقت مجلس اور دربار میں بیٹھنے والوں کو بھی کہوں اور ان کو بلاؤں تو آدمیوں سے جنگل بھر دوں اسی طرح ہر سر پر غرور کو خیال ہوتا ہے تو حق سبحانہ فرماتا ہے جب اس کی پیشانی کو پکڑ کر گھسیٹیں گے اور اس کو ذلیل و خوار کرنا چاہیں گے تو فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝ وہ اپنی مجلس اور اعوان و انصار کو بلائے دیکھیں کون آ کر ہمارے مقابلے میں اس کو بچاتا ہے؟ اس لیے کہ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝ ہم بھی اپنے جلادوں کو بلا لیتے ہیں خدا تعالیٰ کے جلاد وہ قہر الٰہی کے فرشتے ہیں جن کے مقابلے کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔ اور نیز وہ حوادث و ہولناک وقائع ہیں جو دنیا میں پیش آتے ہیں اور پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتے وبا، قحط، بیماری، تنگ دستی، بے عزتی، نفاق باہمی، بزدلی، سوءِ تدبیر کاہلی، غلبہ اعداء وغیرہ بھی آسمانی جلاد ہیں۔

فائدہ ۴: پھر جب کہ ایک بار حسب دستور آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل لعین نے دیکھا اور حملہ کرنے کے لیے بڑھا جب قریب آیا تو کسی چیز کو ہاتھوں سے ہٹاتا ہوا پچھلے پاؤں جلدی سے لوٹا لوگوں نے دیکھ کر پوچھا تو کہا میرے اور اس کے درمیان ایک آگ کی خندق اور پروں کی آواز معلوم ہوتی تھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا بخدا اگر وہ میرے ہاتھ لگاتا تو اس کو فرشتے اچک جاتے اور تم سب کے سامنے پرزے پرزے کر ڈالتے۔ (رواہ مسلم واحمد ونسائی وغیرہم) آخرش آنحضرت ﷺ کا فرمودہ پیش آیا بدر کی لڑائی میں اس واقعہ کے بعد ابوجہل بہت سے بہادروں کو لے کر نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں نکلا حالانکہ اس کی جمعیت سہ چند تھی مگر جب قہرمان الٰہی نازل ہوا تو اس کی مجلس و جلس کچھ کام نہ آیا اور بہت سے گرفتار ہوئے اور یہ بھی زخمی ہو کر زمین پر گرا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹی اور کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے اور ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا خدا کے قہر سے ڈرتا رہے آج وہ پر غرور جھوٹی اور خطا کار پیشانی کس ذلت سے میدان بدر میں گھسیٹی گئی۔

اس تحدید کے بعد اہل اللہ کی طرف روئے سخن کرتا ہے كَلَّا کہ ہرگز نہیں لَا تُطِعْهُ اس کافر بدکیش ناشکر کا کہنا نہ مان جو تجھے نماز و تقرب و عبادت الٰہی سے روکتا ہے بلکہ وَاسْجُدْ اپنے رب کو کہ جس نے تجھے یہ نعمتیں دیں علم دیا سجدہ کر اور اس کے آگے جھک بندہ کی یہی سعادت مندی ہے کہ اپنے آقا و محسن کے آگے جھکے۔ سجدہ سے مراد بعض علماء کے نزدیک نماز ہے اس افضل جز سے کل کو تعبیر کیا اور اس کے افضل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ سر پُر غرور کہ جس کو ناشکرا اونچا رکھتا ہے اپنے رب کے آگے سجدے میں رکھ دیا جاتا ہے اور یہ انسان کے تمام جسم میں افضل جزء ہے یہ کمال نیاز مندی کی دلیل ہے اور اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے رب کو سجدہ کرتا رہتا ہے تو نہایت

قریب ہوجاتا ہے۔(رواہ مسلم)اوراسی لیے غیر اللہ کے لیے سجدہ حرام ہوگیا بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اس کو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

اوراے بندے اس سجدہ سے اقْتَرِبْ اس کا قرب حاصل کر بندہ جس قدر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اسی قدر قرب حاصل ہوتا ہے اورسجدہ افضل عبادت ہے اس لیے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے اس لیے اپنے رب کو سجدہ کرنا تمام صالحین کی قدیم عادت ہے بعض انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں صرف سجدہ کرنا ہی نماز تھا۔اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا کرتے تھے اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں سے اخیر موقع ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ...الخ خاص ابوجہل کے لیے نازل ہوا ہے اور خطاب کے صیغوں سے نبی کریم ﷺ مخاطب ہیں۔

اٰيَاتُهَا ۵ (۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ القدر مکیہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

(حاشیہ: وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — معانقہ ۱۲ عند المتاخرین ۱۲ — ع)

ترجمہ:...... ہم نے اتارا ہے اس کو ❶ شب قدر میں ① اور تو کیا جانے کیا ہے شب قدر ② شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ③ اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر ④ سلامتی کی رات ہے وہ صبح روشن ہونے تک ⑤۔

ترکیب:...... انا مبتداء۔ انزلنه الضمير يرجع الى القراٰن وان لم يتقدم ذكره لكونه معهودا معلوما فى متعلق بانزلنه والجملة المبتداء وما ادرٰك الجملة الاستفهامية لبيان عظم شأن ليلة القدر۔ ليلة القدر مبتداء خير من الف شهر خبره التامة جواب الاستفهام تنزل بحذف احدى التائين من الاصل۔ الملٰئكة فاعله وتانيث الفعل لا عتبار جمعية الفاعل اى متلبثين والروح معطوف على الملٰئكة فيها اى فى ليلة القدر والجار متعلق بتنزل باذن ربهم او بمحذوف هو حال من فاعله اى متلبثين باذن ربهم اى بامره۔ من كل امر اى من اجل كل امر وقيل من بمعنى اللام اى لكل امر وقيل بمعنى الباء اى كل امر۔ متعلق بالفعل السابق والفعل مع متعلقاته جملة مستانفة مبينة لوجه فضيلة ليلة القدر وتم الكلام عندمن كل امر ثم ابتدء فقال سلٰم هى فى سلٰم وجهان الاول بمعنى مسلمة اى تسليم الملائكة على المؤمنين او تسليم بعضهم على بعض فعلى هذا هى مبتدأ مؤخر وسلام خبر مقدم وحتى متعلقة بسلام اى الملائكة مسلمة الى مطلع الفجر والثانى بمعنى سلامة ويجوز الوقف عليها ويكون المعنى سلام من كل امر هى حتى مطلع الفجر يجوز ان تتعلق حتى بسلام او بتنزل مطلع بكسر اللام وفتحها لغتان وقيل الفتح اولى۔

تفسیر:...... اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ ماوردی کہتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ مکہ میں نازل ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن زبیر رضی اللہ عنہ وعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے ثعلبی کہتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور واقدی بھی یہی کہتے ہیں۔ قول اول زیادہ معتبر اور قرین قیاس ہے اس کی پانچ آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے مناسبت:...... مناسبت اس سورت کی سورۂ اقرأ سے یہ ہے کہ سورۂ اقرأ میں بشر پر الطاف اور اس کی ترقیات کا

---

❶ یعنی اول جز قرآن۔ ۱۲ منہ۔

اور پھر اس کی سرکشی سے باز نہ آنے کا ذکر تھا اس سورت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان ترقیات والطاف کے سواہم انسان پر دو اور بے انتہاء عنایات کی ہیں۔(۱) یہ کہ اس کی تہذیب اور دارین کی سعادت کے لیے ہم نے قرآن نازل کیا یعنی اس کو اس علم پر نہیں چھوڑا بلکہ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾ کے پورا کرنے کے لیے آپ اس سے بواسطہ جبرائیل اور پیغمبر علیہما السلام کے کلام کیا اور خود اس کو آئندہ سعادت کی باتیں سکھائیں اور ہاویہ میں گرانے والی باتوں سے بچایا۔(۲) یہ کہ جس طرح دنیاوی شاہنشاہوں کے ہاں ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں الطاف وعنایت خسروانہ بے شمار ہوتی ہیں انعامات بٹتے ہیں فرماں برداروں کے لیے ترقی درجات ہوتی ہے اسی طرح ہم نے بھی انسان کے لیے ایک رات سال بھر میں ایسی رکھی ہے اگر یہ اس میں ہماری طرف توجہ کرلے اور عبادت ودعا واستغفار کرے تو اس کو بے انتہاء انعامات ملیں گے دعائیں قبول ہوں گی اس کے گناہوں سے درگزر ہو اور برسوں کی عبادت سے یہ عبادت افضل ہے اور وہ لیلۃ القدر کا وقت ہے۔ان دونوں باتوں کا اس سورۂ مبارکہ میں ذکر ہے اور یہ رحمت خاص نبی کریم ﷺ اور ان کے پیروؤں کے لیے ہے اور سر اس میں یہ ہے کہ پہلی امتوں کی عمر دراز اور قویٰ تیز تھے اس لیے ان کے لیے عمل اور احکام کی پابندی کی مشقت زیادہ تھی کئی کئی سو برس کی عمریں ہوا کرتی تھیں اور ان میں وہ کیا کیا ریاضات شاقہ کیا کرتے تھے۔اس بات کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا ہے کہ میری امت اور اگلی امتوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہ کسی نے نصف دن تک ایک معین اجرت پر کسی کو کام پر لگایا اور پھر نصف دن سے لے کر عصر تک اسی کام اور اسی اجرت پر دوسرے کو معین کی اور پھر عصر سے لے کر غروب تک دوگنی اجرت پر تیسرے شخص کو معین کیا پہلے نے کہا میرا وقت اتنا اور مزدوری اسی قدر کہ جس قدر نصف دن سے لے کر عصر تک والے کی ہے اور اس کا وقت مجھ سے نصف پھر دوسرے نے بھی تیسرے کی نسبت یہ شکایت کی کہ اس کا وقت مجھ سے کم اور اجرت دو چند مالک نے کہا یہ میری عنایت ہے جس پر چاہوں کروں مگر تمہارے حق میں سے تو میں نے کوئی کمی نہیں کی؟ انہوں نے کہا نہیں وہ پہلا شخص یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت اور دوسرا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت اور تیسرا شخص میری امت ہے تمہارے لیے وقت کم اور اجرت دو چند ہے۔(اس کو امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے)

مقتضائے رحمت تامہ:......(کہ جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے التماس کی تھی اور جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ فَسَأَكْتُبُهَا لِلنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ ---الخ کہ میں اس کو نبی امی کے حصہ میں لکھے دیتا ہوں اور کتب سابقہ سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ میں ایک نئی قوم پیدا کروں گا اور وہ میری قوم کہلائے گی اور وہ ابد تک مبارک ہوگی میں اپنے دست شفقت کو ان سے نہ اٹھاؤں گا---الخ) یہی تھا کہ اس امت اور اس مبارک قوم کے لیے ایک رات تقرب الٰہی میں ہزار راتوں سے بڑھ کر بنائی جائے تاکہ یہ لوگ تھوڑی تھوڑی عمر اور تھوڑے زمانہ میں وہ تقرب حاصل کریں جو اوروں کو سیکڑوں برس میں بھی حاصل نہ ہوتا تھا وصول الی اللہ کے لیے پہلے بیل گاڑی تھی پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں گھوڑا گاڑی بنی اور پھر آخر الزماں نبی ﷺ کے عہد میں ریل یا اس سے بھی جو کوئی تیز رفتار اور آرام کی سواری ہو وہ بنی جلد شہر مقصود تک تھوڑی سی دیر میں پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ جوگی اور گسائیں اور پادریوں میں راہب کیا کیا مشقتیں اٹھاتے ہیں اور کیسی سخت ریاضتیں کرتے ہیں مگر ان پر تقرب الٰہی کا دروازہ نہیں کھلتا باطن میں وہی تاریکی باقی رہتی ہے جو کبھی کسی جھری یا سوراخ میں سے کچھ چمک پڑگئی تو کس حساب میں ہے برخلاف طریقہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے یہاں تھوڑی دیر میں اور بہت آسانی سے کشود کار ہوتا ہے پھر جو کوئی بھی ادھر نہ آئے تو بڑا ہی بدنصیب ہے ذرا اس ے کو پی کر تو دیکھے ان سب باتوں کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں ہے گویہ شوق دلانے کے لیے اعلان شاہی ہے۔

فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ کہ خاص ہم نے نہ کسی اور نے اس کو یعنی قرآن کو جس کا چرچا ہو رہا ہے اور مکہ میں غلغلہ مچا ہوا ہے کسی ایسے ویسے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس خاص وقت میں یعنی لیلۃ القدر میں۔

سوال: اب اس جگہ ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باتفاق مؤرخین قرآن مجید تئیس برس کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے اور سب سے اول جو سورۂ اِقْرَاْ مَا لَمْ یَعْلَمْ تک غار حرا میں نازل ہوئی تو شوال کا مہینہ تھا اور غالباً اول عشرہ تھا پھر یہ کیوں کہ صحیح مان لیا جائے کہ قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے تنزیل ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا اور انزال ایک بار، سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تنزیل تئیس برس میں ہوئی اور ابتدائے تنزیل ماہ شوال میں ہوئی مگر اس آیت میں انزال کا ذکر ہے نہ کہ تنزیل کا۔

بات یہ ہے کہ قرآن مجید کل یک بارگی شب قدر میں جو رمضان کے مہینے میں واقع تھی (جیسا کہ اسی لحاظ سے فرمایا گیا شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا لوح محفوظ سے بیت العزت میں جو آسمان پر ایک جگہ ہے نازل کیا گیا اور پھر وہاں سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس لاتے تھے اور آپ ہر کلام کو اس کے اصلی موقع پر جمع کر دیتے تھے اور ترتیب اصلی قرآن مجید کی یہی ہے جواب موجود ہے اور اسی ترتیب سے لوح محفوظ سے بیت العزت میں اوپر سے لا کر رکھا گیا تھا[1]۔

سوال: پھر یہ بات دریافت طلب ہے کہ لوح محفوظ کیا ہے اور بیت العزت کیا ہے اور کیا قرآن کاغذوں پر معمولی سیاہی سے لکھا ہوا تھا مجلد بیت العزت میں آیا تھا۔

جواب: اس کی تشریح ہم مقدمہ تفسیر میں کر چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوح محفوظ کوئی لوہے یا چاندی یا سونے یا لکڑی کی تختی نہیں بلکہ وہ علم الٰہی کا تعین اور مرتبہ اثبات ہے جس میں ہر ایک چیز کا علم دوسری چیز کے علم سے متعین و ممیز ہے باتمیاز خاص ورنہ ذات بحث کے مرتبہ میں بھی اس کے علوم ناقص اور غیر متمیز نہیں اس مرتبہ کو لوح سے تشبیہ دی گئی کہ جہاں ایک مطلب کو دوسرے مطلب سے امتیاز خاص ہوتا ہے اور یہ امتیاز اس سے جدا ہے جو لکھنے والے ذہن میں پہلے سے تھا اس لیے کہ وہ مرتبہ مخفی و مکنون تھا۔ یہ لوح دیکھنے والوں پر ظاہر ہے وہ خود پڑھ سکتے ہیں اور ممکن ہے عالم شہود میں یہ مرتبہ اپنے اپنے مناسب کسی شکل نورانی میں متمثل ہو جس کو عالم جسمانی میں لوح سے کمال مشابہت ہو۔

بیت العزۃ اس کے بعد اور دوسرا مرتبہ علم و امتیاز کا ہے کہ جو اعلیٰ طبقہ کے ملائکہ پر ظاہر و منکشف ہے اور ممکن ہے کہ اس مرتبہ میں قرآن کی حقیقت اپنی مناسب صورت میں متمثل ہو جس کو نوشتہ کتاب سے نہایت مشابہت ہو واللہ اعلم۔

فائدہ: لیلۃ القدر کیا ہے؟ قدر مصدر ہے قدرت القدر کا اور قَدْر اور قَدَر (سکون دال اور اس کی حرکت سے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں مگر یہ فرق ہے کہ بالسکون مصدر اور بالفتح اسم ہے واقدی کہتے ہیں کہ قدر کے لغت میں معنی ہیں اندازہ کرنا اور قدر شرف و منزلت کو بھی کہتے ہیں لفلان قدر عند فلان کہ فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہے۔ (کبیر)

---

[1]......ایک سوال انا انزلناہ پر یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی تو قرآن کا جز ہے پھر جب انزلناہ کی ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے تو اس میں یہ جملہ داخل نہیں ہو سکتا ورنہ حکایت و محکی عنہ کا اتحاد لازم آجائے گا اس کا جواب بچند وجوہ ہے کہ گو انزلناہ میں ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے مگر قرآن کا اطلاق جزء اور کل سب پر ہوتا ہے ایک آیت یا سورت کو بھی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ مجموعہ کو پس ضمیر ان اجزاء کی طرف ہے جو سب سے اول لیلۃ القدر میں نازل ہوئے، اس کے اور بھی جواب ہیں ۱۲ منہ۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ:...... اب دونوں معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی علماء نے کئی وجہ بیان فرمائی ہیں۔

۱)...... ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس رات کو اس لیے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کی جاتی ہیں کسی کا مرنا بیمار ہونا، رزق کی فراخ دستی، عزت و ذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہاں میں ظاہر ہوگا وہ سب اس رات میں عالم بالا میں مشہور کر دیا جاتا ہے اور ہر ایک کام پر ملائکہ معین کر دیئے جاتے ہیں۔

۲)...... یہ کہ اس رات عالم بالا کے روحانیات اس قدر زمین پر آتے ہیں کہ گویا زمین میں تنگی ہو جاتی ہے گنجائش نہیں رہتی اور تنگی کے معنی میں بھی یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ۔

۳)...... زہری فرماتے ہیں کہ اس لیے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالیٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے بلکہ اہل صفا سے مصافحہ بھی کرتے ہیں اور عام ایمان داروں کو بھی چھوتے ہیں گو ان کو محسوس نہ ہو جس کا اثر ان کے دل پر رقت اور گناہوں پر رونا اور دعا کرنا ہوتا ہے اور ان کے اعمال حسنہ کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

۴)...... ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اس لیے اس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے کتاب قابل قدر اور امت قابل قدر کے لیے رسول صاحب قدر کی معرفت نازل فرمائی اور اسی لیے یہ لفظ تین بار آیا ہے اور اس لیے بھی کہ اس رات کی قدر کرنا چاہیے۔

یہ رات کب تک ہوتی ہے؟:...... اس میں علماء کے متعدد قوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ سال بھر میں ایک بار آتی ہے مہینے کا کوئی تعین نہیں اکثر کا قول یہ ہے کہ رمضان میں آتی ہے پھر اکثر اسی پر متفق ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں بالخصوص ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں تلاش کرنا چاہیے اور بعض نے خاص ستائیس رات کی بابت ز... دیا ہے اور احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے۔

اس کے اخفاء کی حکمت:...... حکمت اس کے اخفاء میں یہ ہے کہ اس کا طالب سال بھر عبادت میں گزارے گناہوں سے بچے ورنہ خیر رمضان شریف خصوصاً عشرہ اخیرہ میں تو بڑی کوشش کرے۔ نیکی کرنا تو اس رات میں بڑی قبولیت کا باعث ہے مگر اس رات گناہ کرنا بھی قہر الٰہی کا سبب ہے جیسا کہ کوئی خاص بادشاہ کے دربار میں بغاوت اور نافرمانی ظاہر کرتا ہے تو بہ نسبت اور کے وہ زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اس لیے اس بات کی زیادہ احتیاط چاہیے کہ بالخصوص اس رات گناہ سے بچے اور غفلت و عیش میں اس رات کو نہ گنوائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس کی برکت سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا یعنی بڑا ہی بدنصیب ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس کو دربار کے روز بھی حضوری نصیب نہ ہوئی تو پھر وہ خلوت میں کہاں مل سکتا ہے اور پھر معلوم نہیں کہ اس کی زندگی میں یہ رات اس کو نصیب بھی ہوتی ہے کہ نہیں زندگی کا بھروسہ کیا اس لیے ہر رات کی قدر کرنے والے کو وہ رات بھی نصیب ہو جاتی ہے اسی لیے ہمیشہ سے صلحاء کا رات کو جاگنا عبادت کرنا نماز تہجد پڑھنا دستور رہا ہے۔

لیلۃ القدر کا راز:...... سر اس لیلۃ القدر کا یہ ہے کہ یہ اس کی تجلی کی رات ہے اور من جملہ شیون باری تعالیٰ کے ایک شان مواصلت و تقرب و تدلی بھی ہے مخلوق کی طرف جیسا کہ فرماتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ہر روز اس کی ایک شان ہوتی ہے اس رات یہ ہوتی ہے جس سے مدارک و اذہان بندگان میں اس کی طرف کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور قوت خیالیہ مدرکہ کے تابع ہو جاتی ہے اور تمام عالم سفلی میں عالم بالا کی طرف جنبش ہو جاتی ہے اور عالم اور وہاں کے لوگ ملائکہ و ارواح کو بھی اس تجلی کے ساتھ عالم سفلی کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے جس کو اتر آنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عالم غیب کے عالم شہادت سے ملنے سے ایک نئی کیفیت اور لمعات پیدا ہوتے ہیں اور ایک عجیب حالت

پیدا ہوتی ہے جس کی تشبیہ نہیں دی جاتی مگر ایک تشبیہ ناقص سی یہ ہے کہ جس طرح بارش کے برسنے اور آفتاب کے ایک موقع خاص میں آنے سے ہر تخم اور ہر جڑی بوٹی میں ایک نئی جان پڑ جاتی ہے پیڑ اور بوٹیاں نشوونما کرتی ہیں درختوں میں پتے اور شگوفے اور رنگا رنگ کے پھول آتے ہیں اور فرحت وانبساط کی کیفیت ہو جاتی ہے اسی طرح عالم بالا اور حق سبحانہ کی تجلی سے ارواح بشریہ بلکہ تمام عالم محسوس پر ایک نئی کیفیت بہار کی پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں ایک جگہ یوں بھی آیا ہے إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ۞ کہ ہم نے قرآن مجید کو لیلۂ مبارکہ میں نازل کیا ہے پھر کیا یہ اور کوئی رات ہے جیسا کہ بعض علماء شب برائت کو کہتے ہیں جو شعبان کے نصف میں واقع ہوتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم (باب صوم التطوع) میں کہتے ہیں کہ "لیلۃ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد ہے اور جو نصف شعبان کی رات کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں"۔ مگر عکرمہ کہتے ہیں کہ "یہ نصف شعبان کی رات ہے"۔ اس صورت میں ایک تعارض سا واقع ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شب برأت میں حکم ہوا تھا کہ قرآن کو لوح محفوظ سے نقل کر کے بیت العزت میں جاؤ، یہ ہے لیلۂ مبارکہ میں نازل کرنا اور پھر جب فرشتوں نے نقل کر کے بیت العزت میں پہنچایا لیلۃ القدر تھی اور جب دنیا میں نازل ہوا تو شوال یا ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

فائدہ: اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تجلی کا وقت رات میں کیوں مقرر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دن میں ہر چیز ظاہر ہوتی ہے اس لیے دن عالم شہادت سے مناسبت رکھتا ہے مگر رات میں اخفاء و پوشیدگی ہوتی ہے اس لیے یہ عالم غیب سے مشابہ ہے اور عالم غیب کے اسرار منکشف ہونے کے لیے نہایت مناسبت رکھتی ہے۔

فائدہ: بعض عرفاء (صوفیہ) إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ۞ سے اس طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ رات سے مراد آنحضرت ﷺ کی وہ حالت ہے جو شہود ذاتی کے بعد پیدا ہوتی تھی یعنی مقام خلت میں محتجب ہونا اس لیے کہ قرآن مجید کا نازل ہونا آنحضرت ﷺ پر بغیر ایسی حالت کے ممکن نہ تھا اور اس کو لیلۃ القدر اس لیے کہا کہ یہ حالت قابل قدر و تعظیم ہے۔

اب آپ ہی حق سبحانہ لیلۃ القدر کے مراتب بیان فرماتا ہے فقال وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ۞ کہ اے نبی یا اے مخاطب تو کیا جانے کہ کیا ہے حقیقت ہے لیلۃ القدر کی؟ اس لیے کہ عارف وسیع المعرفت ہی کیوں نہ ہو لیکن حقیقت اس تجلی کی کہ جو گونا گوں عالم کو ساتھ لاتی ہے اور قابلیت واستعداد کے موافق ہر ایک میں رنگا رنگ تاثیرات پیدا کرتی ہے بغیر اس کے معلوم نہیں کر سکتا کہ تمام عالم اور جمیع قابلیت و استعداد عالم سفلی پر احاطہ ہو اور یہ مقدور بشر سے باہر ہے اس لیے خود ہی کسی قدر اس کے مراتب بیان فرماتا ہے لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۞ کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے خلاصہ یہ کہ گو ہر مہینہ میں رات اور دن ہوتے ہیں اور ہر دن میں تجلیات غیبیہ و شہودیہ ہوا کرتی ہیں لیکن جو تجلی اس رات ہوتی ہے وہ اس سے ہزار ہا مرتبہ زیادہ ہے اس رات کی تجلی سے اس تجلی کو وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے ہیں عدد ہزار سے حصر نہیں کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے زائد سے نہیں بلکہ فقط الف یعنی ہزار سے کثرت مراد ہے اس لیے کہ عرب میں اس سے اوپر کوئی عدد نہیں اس سے زیادہ جو گنتی کرنی ہوتی ہے تو اسی عدد کے ساتھ اضافہ کرنے سے کرتے ہیں۔

اور برسوں کی جگہ مہینوں کا نام اس لیے آیا کہ عرب کے سالوں کی بنیاد محض قمری مہینوں پر ہے اور قمر کو رات سے تعلق ہے برخلاف شمسی مہینوں کے کہ ان کا مدار دنوں پر ہے اور قمر اندھیری رات کو روشن کرتا ہے اسی طرح یہ تجلی دنیا کے ظلمت کدہ کو جو رات سے مشابہ ہے روشن کرتی ہے۔

فائدہ: اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کے کیا معنی؟ ایک یہ کہ اس رات کی عبادت ایک خصوصیت خاصہ سے ایسے ہزار مہینوں

کی عبادت سے بہتر ہے کہ جن میں یہ رات نہ ہو۔

اور اسی لیے یہ فضیلت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی کہ ان کی عمریں بہ نسبت امم سابقہ کے بہت کم ہیں اگر کسی نے یہ ایک رات بھی، پائی تو گویا اس نے کچھ اوپر تراسی برس عبادت کی اور جو کسی نے اس کو عمر میں کئی بار دس بیس پچاس بار پالیا (اس لیے کہ ہر سال ایک بار یہ رات آتی ہے) تو گویا سیکڑوں برس عبادت کر لی اور لطف یہ کہ ہزار مہینے سے بہتر فرمایا نہ کہ برابر اب بہتری کس درجہ تک ہوگی اس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ اس میں بنی امیہ کی سلطنت کی عمر کی طرف بھی اشارہ ہے بلکہ قاسم بن فضل نے ایک روایت بھی کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے منبر پر بزرد چڑھتے اور اترتے ہیں (یعنی بنی امیہ کے بادشاہ اس لیے کہ اس عہد میں خلیفہ منبر نبوی پر چڑھ کر خطبہ پڑھا تھا) یہ بات آنحضرت ﷺ کو بری معلوم ہوئی تب آپ کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

اول تو یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے۔ مزی کہتے ہیں کہ یہ روایت غیر معروف ہے اور قاسم جو کہتا ہے کہ ہم نے بنی امیہ کی سلطنت کے برس جو گنے تو پورے ہزار مہینے ہوتے ہیں نہ کم نہ زیادہ، محض غلط ہے اس لیے کہ بنی امیہ کی سلطنت سن چالیسویں ہجری میں قائم ہوئی معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور سب ایک سو بتیس (۱۳۲ھ) میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی جس سے کل مدت بانوے برس ہوتی ہے حالانکہ ہزار مہینوں کے کچھ اوپر تراسی سال ہوتے ہیں۔ اس سے قطع نظر الف شہر سے خیر کہنے میں یہ اشارہ یا بیان کیوں کر ہوگیا کہ بنی امیہ کی سلطنت ہزار برس رہے گی ایسے ہی بے تکے راویوں نے قرآن مجید کے مطالب میں ایسی گڑبڑ کر دی ہے کہ اصل کلام کو اس کے اسلوب سے ہٹا کر محض پھیکا بنا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

اب اس رات کی دوسری فضیلت بیان فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

نزول ملائکہ کا بیان: ۔۔۔۔کیا کل ملائکہ نازل ہوتے ہیں؟

بعض علماء فرماتے ہیں کہ کل نازل ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے ایمان داروں کے دیکھنے اور ملنے کے لیے آتے ہیں پھر بعض آسمان دنیا ہی تک اتر کر رہ جاتے ہیں یہ اس لیے کہ ایک وقت فرشتوں نے انسان کی حالت ابتدائی دیکھ کر یہ کہا تھا طنز سے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا۔۔۔الخ کہ یا رب زمین پر آپ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو وہاں فساد کرے اور اس کو اپنے گناہوں سے ناپاک کر دے مگر حق سبحانہ نے اس انسان پر یہ انعام کیے اور اس کی بتدریج ایسی ترقی کی کہ اب اس کے کمالات کے مشتاق بن کر اوپر سے وہی فرشتے آتے ہیں اور ایک وقت یہ تھا کہ جب منی کا قطرہ اور خون کا لوتھڑا تھا تو اس کے ماں باپ کو بھی اس سے گھن آتی تھی پھر اس کو صورت جمیلہ عطا فرمائی اور ماں کے پیٹ سے باہر تشریف لائے تو ماں باپ اور خویش اقارب اس پر شیدا ہوئے اس کے بعد جو کمالات روحانیہ میں ترقی کی تو آج عالم بالا کے لوگ اپنی مناسبت سے اس کو دیکھنے آئے۔

بعض فرماتے ہیں کہ سب فرشتے نہیں اترتے بلکہ ایک گروہ خاص جن کا جبرائیل علیہ السلام سے تعلق ہے پھر جب یہ اوپر جاتے ہیں تو اوپر کے ملائکہ اور جنت کے کارکن ان سے حال دریافت کرتے ہیں پھر وہ ایک ایک مرد اور عورت کا نام لے لے کر حال بیان کرتے ہیں کہتے ہیں فلاں شخص کو اب کے سال عبادت میں پایا فلاں کو خراب وخستہ اول کے لیے دعا اور دوسرے کے لیے استغفار کرتے ہیں اور افسوس بھی۔

روح سے کیا مراد ہے؟: ۔۔۔۔پھر روح سے کیا مراد ہے؟ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اس گروہ کے

سردار ہیں اسی لیے خاص کران کا بھی ذکر کیا ورنہ ملائکہ میں یہ بھی داخل تھے۔

بعض کہتے ہیں روح ایک اور فرشتے کا نام ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں اور اس کو انسانی ترقی جو کمالات روحانیہ میں ہو کمال دخل ہے گو یا وہ معلم روحانی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر تو روح القدس ایک بار نازل ہوا تھا جب وہ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے جس کی برکت سے مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال) مگر امت محمدیہ کے صلحاء کے پاس وہ ہر سال تشریف لاتے ہیں جس کا اثر اس کے اوپر کہ جس کے پاس آتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ کرامات و برکات کا کارخانہ حواریوں تک چل کر ختم ہو گیا برخلاف اس امت مکرمہ کے کہ اس پر روح القدس کی برکت و تاثیر سے قیامت تک جاری رہے گا اور جو چاہے اب بھی مشاہدہ کر لے کہ ہر زمانہ میں اسی امت میں ایسے اولیا و صلحاء پائے جاتے ہیں کہ ان سے عجائب و غرائب کرامات و برکات سرزد ہوتی ہیں جو اس دین کے برحق ہونے کی کھلی ہوئی نشانی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی زمانہ اور کسی جگہ میں ایسے لوگ بہت تھے کہیں تھوڑے مگر زمانہ خالی نہیں رہتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ روح القدس سے ایمان داروں کی روحیں مراد ہیں جو مفارقت بدن کے بعد ملائکہ میں مل گئی ہیں وہ بھی اپنے بھائیوں سے ملنے اور ان کے حالات دیکھنے اور اس عالم سفلی کی کہ جہاں سے یہ گئی ہیں سیر کرنے آتی ہیں نیکی میں ان کو مصروف دیکھتی ہیں تو خوش ہوتی ہیں اور دعا کرتی ہیں اور جو برے کاموں میں مبتلا دیکھتی ہیں تو ناراض ہو جاتی ہیں اور دل میں فرشتوں سے شرماتی ہیں جن کی ناراضگی کا اس بدنصیب پر یہ اثر پڑتا ہے۔ خسارت مال و زوال اقبالِ دنیاوی مصائب تا کہ تنبیہ ہو کر رجوع الی اللہ کرے وہ اس کی معمولی درود و فاتحہ اور خالی نام کی تعظیم اور انتساب نسبی اور سببی بیعت وغیرہ سے کبھی خوش نہیں ہوتیں بلکہ اپنی طرف نسبت کرنے سے شرم کرتی ہیں۔ بہر طور اس رات ایک عجیب بابرکت اجتماع عالم سفلی پر ہوتا ہے اور عالم بالا اور عالم سفلی کے اجتماع سے بطور تعاکس ایک عجیب ہیئت مرکبہ انوار کی پیدا ہوتی ہے جس کا سرور عالم سفلی والوں اور عالم علوی والوں دونوں کو ہوتا ہے جیسا کہ اجزاء مختلفۃ المزاج کے ملنے سے معجون مرکب میں ایک کیفیت متشابہ پیدا ہوتی ہے جو جداگانہ ہر ہر جز کی کیفیت سے ایک جدا چیز ہے اور یہی سر ہے کہ دنیا میں خاص عبادات کے لیے مجمع کرنا افضل ٹھہرایا گیا جیسا کہ نماز جماعت اور جمعہ و عیدین حج تا کہ باہم ملنے سے انوار کا تعاکس ہو اور ناقصوں کو کاملوں کے فیض سے حصہ ملے اور اسی لیے جس قدر جماعت زیادہ ہو ثواب زیادہ ہے الغرض یہ نزول ملائکہ روح ایک طلسم الٰہی ہے کہ ناقصوں کو اس طریق سے کاملوں میں حساب کر لیا جاتا ہے۔

یہ نازل ہونا ان کا اختیاری نہیں بلکہ ان کے رب کے اذن و اجازت سے ہے گو عالم بالا کے ملائکہ اور ارواح طیبہ کو دنیا کے صلحاء اور ابرار سے ملنے کا شوق ہو مگر وہ بے اجازت نہیں آ سکتے۔ یہ خیال کر لینا کہ جب ہم چاہیں اور ان کے بلانے کا کوئی سامان کریں وہ فوراً آئیں گے گویا کہ ہمارے حکم کے تابع ہیں جیسا کہ جاہلوں کا خیال ہے غلط اور باطل خیال ہے اسی کے رد کرنے کو بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ کا جملہ ساتھ لگا دیا ہے۔

اب تیسری صفت اس مبارک رات یہ بیان فرماتا ہے مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ کہ ہر چیز یعنی ہر آفت و بلا سے یہ رات سلامتی کی رات ہے شیطانی آفات اور اس کے مکر و زور کے مصائب جو ابن آدم کے لیے تیار رہتے ہیں اس رات نیک ایمان داروں کے لیے ان سے سلامتی اور امن ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے اس لیے کہ ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے پھر بہیمیت کیونکر ضرر پہنچا سکتی ہے۔

بعض علماء من کل امر کو ایک جملہ اور سَلَامٌ هِيَ کو دوسرا جملہ قرار دیتے ہیں ہے تب یہ ملائکہ اور روح کے متعلق ہو گا پھر اگر من کو بیان

کے لیے کہیں گے تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر کام کے اور ہر قسم کے فرشتے اترتے ہیں کیونکہ ملائکہ اور روحانیات ایک خاص خاص کام میں مشغول ہیں کوئی رکوع میں تو کوئی سجود میں کوئی تجلی جمال کے مشاہدے میں کوئی ایمان داروں کے لیے دعا و استغفار میں کوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیاوی کارخانہ کے سرانجام دینے میں پھر یہ اس رات اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر دنیا پر ایمان داروں سے ملنے دیکھنے اپنا فیض پہنچانے آتے ہیں آج کی رات جشن شاہانہ اس دنیا پر ہوتا ہے ہر کارخانہ کے لوگوں کو اس میں شریک ہونے کے لیے چھٹی مل جاتی ہے۔

اور اگر من کو اجل یا واسطہ کے معنی میں لیں گے تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر کام کی تدبیر کرنے کو نازل ہوتے ہیں جو کچھ دنیا میں سال بھر تک ہوتا ہے اس کا حکم تو شعبان کی پندرھویں رات ہوتا ہے جس کو شب برأت کہتے ہیں اور اس کے جائزے لینے کے لیے لیلۃ القدر میں فرشتے دنیا پر نازل ہوتے ہیں پھر سال بھر تک اس کے مطابق کاروائی کرتے رہتے ہیں یہی مدبرا مور من جانب اللہ ہیں۔

بعض قراء نے مِنْ كُلِّ اَمْرِئٍ پڑھا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہر ایک آدمی یعنی مؤمن کے لیے نازل ہوتے ہیں اور یہ روایت بھی ہے کہ جب وہ کسی ایماندار مرد یا عورت سے ملتے ہیں تو سلام کہتے ہیں جس میں سلامتی کی دعا ہے۔

پھر سَلٰمٌ ھِیَ کے یہ معنی کہ سلامتی کی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یا یہ کہ اس میں ملائکہ باہم اور نیز مؤمنوں کو سلام کرتے ہیں۔

یہ ایک قرآن مجید کی کمال بلاغت ہے کہ ایک لفظ کو خواہ آخر کے کلام سے ملا لو یا اول سے ہر حال میں معنی عجیب پیدا ہوتے ہیں ولہ الحمد حمدا کثیرا۔

پھر یہ تجلی کب تک رہتی ہے؟ آپ ہی فرماتا ہے حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کہ صبح صادق کے طلوع تک پھر ملائکہ اوپر چلے جاتے ہیں۔

آیَاتُہَا ۸ (۹۸) سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۰) رُکُوْعَاتُہَا ۱

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ

الْبَیِّنَۃُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً ۝۲ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۝۳

ترجمہ:......کافر اور اہل کتاب اور مشرکین تو بغیر اس کے ٹلنے والے نہیں تھے کہ ان کے پاس کھلی دلیل پہنچے ۝۱ (وہ کیا) کوئی خدا کی طرف سے رسول آئے اور پاک صحیفے سنائے ۝۲ جن میں مضبوط احکام ہوں ۝۳۔

ترکیب:......لم یکن الذین کفروا اسم کان۔ من للبیان۔ اھل الکتاب والمشرکین مجروران بمن۔ منفکین خبر کان ای زائلین عما کانوا علیہ من دینھم ھذا حکایۃ عن قولھم قبل الاسلام (کانوا یقولون لانترک ما نحن علیہ حتی یجیء النبی الموعود فی التوراۃ و الانجیل فاذا جاء نتبعہ و نترک دیننا فلما جاء کفروا) زجرا توبیخا لھم لاثبات کذبھم ،البینۃ الحجۃ الواضحۃ وھو محمد ﷺ و لذالک سماہ سراجا منیرا۔ رسول مرفوع علی انہ بدل من البینۃ او خبر مبتدا محذوف و قرأ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وابن ابی رضی اللہ عنہ رسولا بالنصب حالا من البینۃ۔ من اللہ صفۃ لرسول ای کائن من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ صفۃ اخری لرسول او حال والصحف جمع صحیفۃ ای قراطیس و انہ وان کان امیا لکنہ لما تلی مافی الصحف کان کالتالی لھا۔ فیھا کتب قیمۃ صفۃ لصحف او حال من ضمیرھا و المراد الاحکام المکتوبۃ فیھا اوالآیات والسور الثابتۃ فیھا۔

تفسیر:......اس سورت میں علماء کا اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور بعض اس کو مکیہ کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی قول ہے اس میں آٹھ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورت کو بینہ اس لیے کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب اور اہل کتاب اپنے قبائح مروجہ کو ترک نہ کرتے تھے اور بینہ پر محول کرتے تھے اس سورت میں بتلایا جاتا ہے کہ لو اب وہ بینہ بھی آ گیا اب کیوں نہیں مانتے؟ مناسبت اس کو سورۂ قدر سے یہ ہے کہ وہاں بتا دیا گیا ہے کہ (انسان کو وہ چیزیں جو وہ جانتا نہ تھا بتانے کے لیے) ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا جو بڑی متبرک رات ہے اور اہل کتاب اور مشرکین ایسے رسول اور ایسی کتاب کے منتظر تھے اب بتایا جاتا ہے کہ لو وہ کتاب اور رسول آ گیا ہے اب تو اپنا باطل مذہب چھوڑو اس لیے سب سے اول اس بات کا ذکر فرماتا ہے۔

فقال: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝۱ کہ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب اور جہالت و بطالت سے دور ہونے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس بینہ نہ آ جائے۔ آگے بینہ کی

تفسیر فرماتا ہے۔ اس آیت کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بینہ آنے کے بعد بھی وہ کافر اپنے کفر سے نہیں ٹلے اور یہ قید کہ جب تک ان کے پاس بینہ نہ آئے یہ بتاتی ہے کہ بینہ آنے کے بعد نہیں ٹلنا چاہیے اس لیے یہ قرار دیا جائے گا کہ یہ انہیں کافروں کا قول بطور تعریض کے خدا تعالیٰ نے نقل کیا ہے جیسے کوئی کہے اور اصرار کرے کہ جب تک میرے پاس سواری نہ آئے گی میں چلنے والا نہیں پھر سواری آنے کے بعد بھی نہ چلے اور حیلہ بہانہ کرے تو کوئی اس پر تعریض کرے اور کہے کہ آپ تو سواری آئے بغیر چلنے والے نہ تھے یعنی اب سواری بھی آگئی اب کیوں نہیں چلتے؟

اس طرح خدا تعالیٰ ان کافروں پر تعریض کرتا ہے کہ تم تو بینہ آئے بغیر اپنے مذہب سے ٹلنے والے نہ تھے اب بینہ بھی آگیا اور پھر بھی تم اسی طرح اڑے ہوئے ہو۔

۲)...... بعض علماء فرماتے ہیں کہ کفار کا قول نقل نہیں کیا بلکہ از خود فرماتا ہے کافر اپنے کفر اور بطالت پر یہاں تک جمے رہے ٹلے نہیں کہ ان کے پاس بینہ بھی آگیا اور پھر بھی اسی جہالت میں پڑے ہوئے ہیں ایسی کھلی دلیل کو بھی نہیں مانتے۔

۳)...... بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہیں کہ کافر یعنی اہل کتاب اور مشرکین دنیا سے جدا ہونے والے نہیں تھے بینہ آئے بغیر خدا تعالیٰ اس پر آشوب زمانہ میں کہ دنیا پر کفر کی ظلمت طاری تھی اپنی برہان بھیجے بغیر کفار کو موت نہیں دینے والا تھا اب اس نے بینہ بھیج دیا بری اور بھلی راہ میں فرق کر دیا حجت تمام کر دی یہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے۔

۴)...... بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہیں کہ بینہ آنے تک اہل کتاب اور مشرکین عرب محمد ﷺ کے قائل اور ان کے مبعوث ہونے کے منتظر تھے جب آپ آئے اور بینہ آگیا تو ٹل گئے یعنی منکر ہو گئے کقولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ اہل کتاب کی کتابوں میں ایک آنے والے پیغمبر کی خبر تھی تورایت میں بھی اور انجیل میں بھی ایک ایسے عالی شان نبی برپا ہونے کی پیشین گوئی اب تک موجود ہے جس کا بیان ہم اپنی تفسیر میں کئی جگہ کر چکے، بلکہ اہل کتاب کو حضرت ﷺ کے تمام صفات بھی معلوم تھے اور اسی طرح مشرکین عرب میں بھی چرچا تھا کہ مکہ سے ایک ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو عرب کی ابدی عزت و شوکت کا باعث ہوگا اور اس کے سبب سے گلہ بان بھی حکومت کریں گے اور یہ بات عرب میں ایسی مشہور تھی کہ ہر کہہ مہہ جانتا تھا اور ایسے شخص کے مبعوث ہونے کا انتظار کرتا تھا الغرض اہل کتاب اور عرب آنحضرت ﷺ سے منفک یعنی جدا اور مخالف نہ تھے پھر جب آپ مبعوث ہوئے تو ان پر بدبختی سوار ہوگئی آپ سے جدا ہو گئے دشمن بن گئے۔

۵)...... ایک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اہل کتاب اور مشرکین اپنی حالت سرداری اور ریاست سے ٹلنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس بینہ آگیا اور جب وہ بینہ پر ایمان نہ لائے تو وہ ریاست جاتی رہی۔ اس میں اس پیشن گوئی ❶ کی طرف اشارہ ہے کہ یہود سے حکومت کا عصا دور نہ ہوگا جب تک ان کے پاس شیلا نہ آئے شیلا سے مراد بینہ ہے۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ جزیرہ نما عرب میں مشرکین کی حکومت تھی عام ہے کہ مشرکین عرب ہوں یا مشرکین مجوس ہوں اس لیے کہ یمن میں مجوسی یعنی ایرانی بھی فرماں روا تھے اور باقی ممالک میں بھی بت پرست قبائل کے سردار حکم رانی کرتے تھے اور اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ شام اور دیگر ممالک کے فرماں روا تھے اور ان ممالک پر قیصران روم کا جھنڈا لہرا رہا تھا یہود گو کہیں کے فرماں روا مستقل نہ تھے مگر خیبر وغیرہ مقامات میں آپ سردار تھے کسی کے زیر حکم نہ تھے اور ان کو دینی ریاست کا بھی بڑا دعویٰ تھا یہ سب کچھ رنگ بینہ آنے کے بعد مٹ گیا کسی کی بھی ریاست باقی نہ رہی عرب کے سرداروں

---

❶...... توریت سفر تکوین انچاسواں باب ۱۲ منہ۔

کا تو کیا ذکر ہے اسلام نے قیصر اور کسریٰ کے بھی تاج سر سے اتار لیے یہ ایک بڑا اعجاز ہے جس کا چرچا سینکڑوں برس سے ہو رہا تھا اور ہر قوم میں تھا اور یہ آخری معنی سب سے زیادہ چسپاں ہیں گویا اس آیت میں بطور پیشین گوئی کے آنحضرت ﷺ کے مخاطبوں کو جو مشرکین اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ تھے متنبہ کیا جاتا ہے کہ اب ہماری کھلی ہوئی دلیل آچکی ہے اب راہ پر آجاؤ اور کجی اور سرکشی چھوڑ دو ورنہ اس کا آنا تمہارا منفک ہونا یعنی زائل و برباد ہونا وابستہ ہے اور ایسا ہی ہوا بھی۔

فائدہ: مُنْفَكِّيْنَ انفکاک سے ہے جس کے معنی ہیں جدا ہونا ملنا زائل ہو جانا چھوڑنا۔ انفکاک کے معنی پر آیت کے معنی کا اختلاف بنی ہے بتلایا جاتا ہے کہ وہ بینہ کیا ہے؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا فرستادہ، رسول اور رسول بھی کیسا؟ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ کہ وہ پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔

آسمانی صحیفے:......صحیفہ یعنی کاغذ، کتاب، رسالہ، قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے جس طرح تورات کے ابواب یا قصص صحیفے ہیں۔ اور صحیفے بھی کیسے ہیں؟ پاک ان میں جھوٹ اور مبالغہ کی کوئی نجاست نہیں یہ نجاست کتاب کے حق میں ظاہری نجاست سے بڑھ کر بے قدر کرنے والی ہے، اسی طرح تحریف و تبدیل بھی کتاب کے لیے نجاست ہے اسی طرح اس کے مضامین میں فحش اور خلاف تہذیب باتیں بھی نجاست ہے الغرض ہر ایک عیب خواہ کسی قسم کا ہو ایک نجاست ہے سو وہ صحیفے جن کو خدا کا برگزیدہ رسول سناتا ہے ان جملہ عیوب سے پاک ہیں۔ اس لفظ میں ایک مہذبانہ تعریض بھی اہل کتاب پر ہے کہ جن صحیفوں کو وہ لیے پھرتے ہیں ان میں ان ناپاکوں نے نجاست تحریف لگا رکھی ہے۔ کتاب آسمانی ہونے کے لیے یہ دو ہی معنی کافی ہیں۔ ایک تو یہی کہ ہر قسم کے عیوب سے وہ کتاب پاک ہو۔ جس میں مذکورہ بالا عیوب ہوں گے وہ آسمانی کتاب نہیں ہو سکتی۔

دوم: فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ ان صحیفوں میں مستحکم اور عمدہ مضامین بھی ہوں، یہ ان صحیفوں کی جن کو خدا کا رسول سنا رہا ہے دوسری صفت ہے۔ کتب کتاب کی جمع ہے اور کتاب بمعنی مکتوب اکثر استعمال ہوتا ہے اور مکتوب مضمون ہوتا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد احکام و مطالب ہیں اس لیے کہ لکھے تو وہی جاتے ہیں۔ اور قیمۃ بمعنی مستقیمۃ یعنی ان مطالب میں کوئی کجی نہ ہو عقل سلیم کے مطابق ہوں۔ سو یہ وصف بھی قرآن مجید کے مطالب میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وصف اول پایا گیا۔

شبہ: صحف اور کتب کے تو ایک ہی معنی ہیں پھر یہ کیا فرمایا کہ صحیفوں میں کتابیں ہوں گویا یوں کہا کتابوں میں کتابیں، اور یہ کلام غلط ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سے مراد صحیفے نہیں بلکہ مطالب و احکام ہیں بمعنی مکتوب اور وہ کتاب ہی میں ہوا کرتے ہیں۔

بَيِّنَة: بان الشيء بيانا فهو بين، پیدا (صراح) بین ظہور کے معنی میں ہے بینہ وہ شے جو بالکل ظاہر ہو یا ظاہر کر دے اس لیے شہادت کو جو کسی دعوے کے اظہار کے لیے پیش کی جاتی ہے بینہ کہتے ہیں اس مقام پر اس سے مراد خدا کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل اور برہان واضح ہے اور وہ کون ہے؟ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ﷺ اور اسی لیے آپ کو سراج منیر یعنی روشن چراغ بھی کہا گیا ہے اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ بینہ سے مراد اس جگہ رسول کریم ﷺ ہیں اس لیے کہ اس کے بعد کا جملہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ خود اس بات کو بیان کر رہا ہے۔

رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کی دلیل واضح اس لیے تھے کہ آپ ﷺ کی تھوڑی سی صحبت بھی گم گشتگان وادی ضلالت کو راہ راست دکھا دیتی تھی اور آپ سے صدہا معجزات و آیات بینات ایسے سرزد ہوتے تھے جو مافوق العادت زائد از قوت انسانیہ ہونے کے سبب آپ کی سچائی کی روشن دلیلیں تھیں جن کے بعد کو رازلی محروم رہے تو رہے ورنہ فوراً ہدایت ہوتی تھی آپ کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی سیرت وصورت بھی حق نمائی کا ایک صاف آئینہ تھا اور سب سے بڑھ کر ارواح کے لیے آپ عجب خاصیت رکھتے تھے اور یہ بات خلاف قیاس

نہیں اجسام میں ایک دوسرے کے لیے جاذب پایا جاتا ہے لوہے اور مقناطیس ہی کو دیکھو۔ پھر آپ کی روحانیت میں جملہ ارواح کے لیے ایسا بڑا جاذب ہو کہ خود نفوس انسانیہ اس طرف کھنچے چلے آتے تھے تو کیا تعجب ہے اور یہی قوت روحانیہ تو ہے جو ایک عالم کو بہت جلد اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔

وجوہ مذکورہ بالا کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کی طرف سے روشن دلیل یا اس اندھیرے کے زمانہ میں جو شب تار سے زیادہ عالم میں محیط تھا چودھویں رات کے چاند تھے، پھر ان جنم کے اندھوں کو اس بینہ کے بعد کچھ بھی سجائی نہیں دے تو ان میں در اصل کچھ بھی ادراک روحانی باقی نہیں رہا پھر ایسے حروف غلط اگر لوح دنیا سے مٹائے نہ جائیں تو کیا کیا جائے۔

فوائد: ۱)......آنحضرت ﷺ کے عہد سے آگے ہدایت کا چراغ بہت روشن ہونے کے بعد ٹمٹمانے لگا تھا اور آخر کار گل ہو گیا تھا دنیا میں اندھیرا پھیل گیا تھا مگر عرب جو آپ کا مولد و مسکن تھا اس کی تو عموماً یہ حالت تھی کہ بت پرستی رگ وریشوں میں دوڑ گئی تھی خاص خانہ کعبہ میں بہت سے بت رکھ چھوڑے تھے کہیں جنوں بھوتوں غیر مرئی اشیاء کی پرستش ہوتی تھی کہیں صلحاء وابرار کی ارواح طیبات کو معبود مان رکھا تھا کہیں ستارے اور چاند اور سورج کو پوجا جاتا تھا الغرض سیکڑوں معبود اور ان کی پرستش کے سیکڑوں دستور مروج تھے اخلاقی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تھی قتل وغارت، لوٹ مار، زنا، چوری، شراب خوری ایک عام پیشہ تھا۔ اب رہے اہل کتاب سو ان کے دو فریق تھے ایک یہود ان کی یہ حالت تھی کہ اصلی توریت وصحف انبیاء علیہم السلام کھو بیٹھے تھے اور جو کچھ محرف باقی تھا اس پر بھی عمل نہ تھا اور ان کے بھی متعدد فریق تھے جن میں سے ایک فریق قیامت کا ہی منکر تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا کوئی بھی دستور ان کا رہبر نہ رہا تھا صرف رسوم باقی رہ گئی تھیں ان کے علماء اور درویشوں نے دین فروشی کو پیشہ بنا رکھا تھا، جہلاء انہیں کے کہنے پر چلتے تھے اخلاقی حالت بالکل تباہ و برباد ہو چکی تھی۔

دوسرا فریق نصاریٰ کا تھا اس میں سے بھی وہ مسیحی خوشبو نکل چکی تھی صرف پھوک باقی رہ گئی تھا انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ مریم کی پرستش شروع کر دی تھی۔ خدا تعالیٰ ایک کونسل تھی جس کے دو ممبر تھے حضرت مسیح اور روح القدس۔ بعض کے نزدیک حضرت مریم بھی ایک ممبر تھیں حلال وحرام کی اور پاک وناپاک کی کوئی قید نہ رہی تھی ان کے علماء نے مکر کا دام پھیلا رکھا تھا جہلاء ان کے بندے تھے پھر انکے بھی بہت سے فریق تھے اور آئے دن باہم جوتی پیزار ہوا کرتی تھی، روما ❶ میں ان کے اہل علم نے ایک سلطنت قائم کر لی تھی اور وہاں کا سجادہ نشین حضرت مسیح علیہ السلام کا نائب کہلاتا تھا جس کو پوپ کہتے تھے پھر ان پوپوں نے لوگوں کو نچا مارا تھا اور طرح طرح کی بدعات اور عجیب وغریب احکام جاری کر رکھے تھے مردے کو یہ نجات کی چٹھی روح القدس کے نام سے دیا کرتے تھے۔ یہ شادی تو نہیں کرتے تھے مگر ہزاروں کنواریاں بے حجابانہ انکی خدمت کے لیے دن رات انکے پاس رہا کرتی تھیں پھر کیا کیا شرم ناک واقعات پیش آتے تھے اس لیے ان سب کو خدا تعالیٰ نے کافر کہا اور بہت بجا فرمایا ان میں ایمان کی کون سی بات باقی رہ گئی تھی؟

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵

❶......ملک اٹلی کا پایہ تخت۔ ۱۲ منہ۔

ترجمہ:.....اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو بینہ آنے کے بعد۞اور ان کو حکم (بھی کوئی ایسا نہیں) دیا گیا تھا صرف یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے یک رخے ہوکر اور نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی وہ مستحکم دین ہے۞۔

ترکیب:..... وما تفرق... الخ مستانفة لتوبیخ اهل الکتاب والتخصیص بذکرهم للدلالة علی ان المشرکین مع جهلهم بالتفریق۔ الا الاستثناء مفرغ من اعم الاحوال والاوقات۔ وما امروا الجملة فی محل النصب علی انها حال من اهل الکتاب والحال انهم ما امروا بشئ یخالف اصول دینهم بل بشیء یطابقها۔ مخلصین قرء الجمهور بکسر اللام و قرء الحسن بفتحها وهی حال من الضمیر فی یعبدوا۔ حنفاء حال من الضمیر فی مخلصین فیکون من باب التداخل ویمکن ان یکون من یعبدوا جمع حنیف۔ والحنیف المائل عن الباطل الی الحق وقیل المتبع بطریقة سیدنا ابراهیم علیہ السلام ویقیموا ویؤتوا معطوفان علی لیعبدوا اسقطت النون لتقدیر ان ای ان یعبدوا الله..... الخ دین القیمة قال الفراء هذا من باب اضافة النعت الی المنعوت کقوله ان هذا لهو حق الیقین والهاء للمبالغة کما فی قوله کتب قیمة۔

تفسیر:.....اب ظاہر فرماتا ہے کہ جس بینہ کے انتظار میں اہل کتاب اور مشرک بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی آرزو کیا کرتے تھے اس کے آنے کے بعد کیا کیا؟ آپ ہی ارشاد فرماتا ہے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ۞ کہ افسوس اہل کتاب جو علم و فہم رکھتے تھے انبیاء علیہم السلام سے واقف تھے وہی بینہ پہنچنے کے بعد اس کے مخالف ہو گئے اور مشرکین عرب کا تو کیا ذکر ہے وہ جاہل ہی تھے۔ یہ ان کی کمال بے نصیبی پر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس کا زمانہ دراز سے انتظار تھا اور شدید انتظار تھا مگر جب وہ وقت آیا تو جو ازلی بدنصیب تھے ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور عناد وضد کے نشہ نے انہیں بے خبر کر دیا

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے ☆ میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

جس قدر لیلۃ القدر کی تجلی کے انتظار میں کوئی راتوں نہ سوئے مگر جب وہ رات آئے تو سو جائے یہی حال آنحضرت ﷺ کی بعثت پر اہل کتاب کا ہوا (اور یہ بھی ایک وجہ مناسبت اس سورت کی لیلۃ القدر سے ہے) یہی حال حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت پر یہود کا ہوا جس کا افسوس حضرت مسیح علیہ السلام عجیب عجیب تمثیلوں اور دل ہلانے والے فقروں میں کرتے تھے۔

پہلا حکم:.....وَمَآ اُمِرُوْٓا اور وہ جو مخالف ہوئے اور بہت جلد اس رسول سے بگڑ بیٹھے ان کو کوئی حکم بھی تو ایسا سخت یا توریت و انجیل کے مخالف نہیں دیا گیا تھا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں مگر نہ شرک کی آمیزش کے ساتھ بلکہ ان شرائط سے۔

۱:.....مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اوّل یہ کہ خاص اسی کی اطاعت کی نیت سے اس میں تثلیث کی آمیزش نہ ہو نہ اور کسی معبود کی شرکت ہو اور دل سے پورا اخلاص بھی ہو ریاکاری اور نمود کی گرد بھی نہ لگی ہو۔ اب کہو یہ کون سی بری بات تھی جس سے وہ بینہ سے پھر گئے بلکہ یہ تو وہی بات ہے کہ جس کی توریت و انجیل میں بھی جا بجا تاکید ہے۔

۲:.....حُنَفَآءَ یک طرفہ ہو کر کسی باطل اور غلط طریق کی طرف میلان نہ ہو جس کے اصول جہل اور خیالات فاسدہ پر مبنی ہوں اور حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسی وجہ سے لقب بھی ہے جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم جو رئیس الموحدین اور خدا پرست فرقوں کے بزرگ بلکہ اکثر کے جد امجد ہیں اور تمام فریق یہود و نصاریٰ ابراہیمیت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں ان کے طریق کی پابندی اس عبادت میں ملحوظ رہے سو یہ بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ بھاگتے۔

دوسرا حکم:.....اس حکم عبادت کے بعد ہر قسم کی عبادت کو شامل تھا ایک خاص عبادت کے لیے دوسرا یہ حکم بھی دیا گیا تھا۔ (۲) وَیُقِیْمُوا

الصَّلٰوۃَ کہ نماز قائم کیا کریں۔ یہود و نصاریٰ نے وہ نماز بھی ترک کر دی تھی کہ جو ان کے مذہب میں تھی سجدہ اور دعا یا رکوع، سبت یعنی ہفتہ کے روز یہ حکم بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ انکار کرتے بلکہ سچے مذہب کا عطر یہی ہے۔

تیسرا حکم:...... تیسرا حکم یہ تھا کہ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوۃ بھی دیا کریں یعنی خیرات بھی دیا کریں یعنی خیرات کیا کریں خیرات کرنا بھی وہ بات ہے کہ جس کو تمام مذاہب بالاتفاق اچھا جانتے ہیں۔ پھر وہ کون سی بات ایسی تھی کہ جس کے سبب اہل کتاب کو آنحضرت ﷺ کے انکار کا حیلہ ملا، ہاں یہ اس قدر تو ضرور ہوا کہ نماز اور زکوۃ کے طریقے میں اصلاح ہو گئی جو عقل سلیم کے سرمو خلاف نہیں، پھر ان سے خلاف و انحراف اگر شقاوت ازلی نہیں تو اور کیا ہے؟ کوئی عیسائی کوئی ہندو کوئی یہودی کوئی مجوسی انصاف سے کہہ تو دے کہ اس بینہ یعنی نبی کریم ﷺ کی تکذیب کے لیے انکے پاس کوئی دلیل ہے۔ اور جب آپ کے مذہب کے یہ اصول ہیں وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ اس دین کے محکم اور مضبوط ہونے میں کیا شبہ ہے۔ بے شک یہ دین قیم ہے اور یہی مذہب اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو آسمانی مذہب قرار دیا جائے اور یہ تمام بنی آدم میں شائع ہو، اور سب ایک دین اور ایک مذہب ہو جائیں اختلاف کا نام باقی نہ رہے اور یہ ایک روز ہو کر رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ بینہ آنے کے بعد اہل کتاب نے اختلاف کیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا نہ یہ لحاظ مشقت عمل کے سخت تھا اور نہ توریت و انجیل کے برخلاف تھا مگر وہ اس پر بھی مخالف ہو گئے اور حکم جو ان کو دیئے تھے اور رسول نے ان کو سنائے تھے صرف یہ تین حکم تھے۔ (۱) خالص اللہ کی عبادت کرنا، (۲) بالخصوص نماز پڑھنا، (۳) مالی عبادت کرنا زکوۃ و خیرات دینا اور دین قیم یہی ہے تعظیم خدا جو دو پہلے حکموں میں ہے اور ترحم بر خلق جو تیسرے حکم سے متعلق ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

ترجمہ:...... بے شک جنہوں نے انکار کیا یعنی اہل کتاب اور مشرک اور وہ جہنم کی آگ میں سدا رہا کریں گے وہی سب مخلوق سے بدتر ہیں ۝۶ وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے وہی سب خلق سے بہتر ہیں ۝۷ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس باغ ہیں بسنے کے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے اللہ ان سے راضی ہوا وہ اس سے راضی ہوئے اس کو ملتا ہے جو اپنے رب سے ڈرا کرتا ہے ۝۸۔

ترکیب:...... الذین موصول۔ کفروا ملتھا من اھل الکتاب والمشرکین بیان لکفروا اسم ان۔ فی نار جھنم خبرھا ای یصیرون الیھا بعد الموت۔ خلدین فیھا حال من المستکن فی الخبر۔ اولئک مبتداء۔ ھم شر البریۃ الجملۃ خبر قرء الجمھور فی الموضعین البریۃ بغیر ھمزۃ و قرء بالھمزۃ وقیل الاصل بالھمزۃ لانہ یقال برء اللہ الخلق بالھمز ای ابتدعہ و اخترعہ و منہ قولہ من قبل ان نبرأھا و لکنھا خففت عند عامۃ العرب و البریۃ الخلیفۃ و الباری الخالق۔ الذین اٰمنوا...... الخ اسم ان۔ ھم خیر البریۃ خبرھا۔ جزائھم مبتداء۔ عند ربھم صفۃ۔ جنت عدن خبر یقال عدن بالمکان یعدن عدنا ای اقام و

معدن الشيء مركزه ومستقره۔ تجرى ...... الخ الجملة صفة جنت خلدين حال العامل محذوف اى ادخلوها خالدين ولا يجوز ان يكون حالا من الضمير المجرور في جزاءهم لوقوع الفصل بين المصدر ومعموله بالخبر واجاز قوم ابدا تاكيد للخلدين رضي الله . . . الخ الجملة خبر ثان ويجوز ان تكون في محل نصب على الحال باضمار قد۔ ذٰلک مبتداء لمن خشی ربه الجملة خبر۔

تفسیر:......اب ان اختلاف کرنے والوں کا جو اپنے آپ کو دنیا سے بہتر سمجھتے ہیں انجام کار بیان فرماتے ہیں۔

مخلوق میں بدترین لوگ:...... فقال اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ وہ جو منکر ہوئے بینہ کے خواہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرکین ہوں وہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جلیں گے پھر جس طرح یہ ان کا کفر کبھی ان سے دور نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا اسی طرح وہ بھی ہمیشہ اس آگ میں پڑے جلا کریں گے کبھی رستگاری نہ ہوگی جن عقائد واعمال ورسوم کو وہ موجب نجات جانتے ہیں کچھ کام نہ آئیں گے اس لیے کہ وہ سب باطل کوششیں ہیں۔ اور وہ جو اپنے آپ کو دنیا سے بہتر جانتے ہیں یہ بھی غلط خیال ہے بلکہ اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں اس لیے کہ مخلوق میں مؤمن اور فرشتے تو بالاتفاق بہتر ہیں اب رہے حیوانات خواہ وہ کیسے ہی کریہہ کیوں نہ ہوں سؤر، کتا یہ ان سے بھی بدتر ہیں اس لیے کہ وہ اپنے آقا کی ناشکری تو نہیں کرتے ہیں مگر یہ بدنصیب باوجود عقل وادراک ہوش وحواس کے ناشکری کرتے ہیں اس کے احکام اور اس کے رسول اور اس کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور حیوانات کو مرنے کے بعد ثواب وعذاب کچھ نہیں پر ان کے گلے میں تو رنج وحزن دائمی کی مستحکم رسی پڑی ہوئی ہے۔

پہلی قوموں کے تفاخر:...... یہود کو دعویٰ تھا کہ نحن ابناء الله واحباءہ کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اس کے دوست ہیں ہم ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کے اجزاء بدن ہیں اور ان کے لیے برکت ومغفرت کا وعدہ ہو چکا ہے پھر ہم کو کسی طرح بھی اللہ جہنم میں نہ ڈالے گا اور بڑے بڑے گناہوں کی باز پرس ہوئی بھی تو یہ ہوگی کہ دو چار روز جہنم کی تپش دکھا کر پھر ہم کو ہمارے باپ دادا کے مرتبہ میں پہنچا دیا جائے گا الغرض مغفرت وجنت ہمارا موروثی حصہ ہے اس لیے ہم سب مخلوق سے بہتر اور اشرف ہیں ہمارے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت مسیح پر ایمان لائے اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا جان لیا تو وہ ہمارے لیے آپ کفارہ ہو گئے سولی چڑھے ملعون ہوئے اور تین روز جہنم میں رہے اب ہم کو کوئی گناہ مضرت نہیں پہنچا سکتا حوض میں غوطہ لگانے سے اگلے اور پچھلے تمام گناہ صاف ہو گئے، بہرحال ہماری نجات ہے آسانی بادشاہت ہمارے لیے حیات جاودانی کے ہم مالک، ہم باپ کے برابر کرسی پر بیٹھیں گے۔ ہم سے بہتر اور افضل کوئی قوم نہیں اوروں کے ہاں جسمانی عبادات ہمارے ہاں روحانی یعنی ناپاک اعتقاد۔

ہنود کی بت پرست قومیں جو ہزاروں ہیں اخلاقی اور روحانی نجاستوں میں آلودہ ہیں اور تمام مذہب توہمات وخیالات فاسدہ پر مبنی ہے ہرچند ان کے گروہ آریہ نے اس کی اصلاح کرنی چاہی ہے، وید کی تاویلات کر کے اس کو لوگوں سے مخفی رکھ کر (تاکہ ظاہر ہونے پر قلعی نہ کھل جائے اس میں اسلامی توحید واخلاق ملانے کی کوشش کی ہے مگر پھر کہاں تک

ع تن ہمہ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

کا مضمون ہے اس پر وہ اپنے آپ کو پَوِتر ❶ جانتے ہیں اوروں کو ملیچھ ❷ بتلاتے ہیں اور ان کے سایہ تک سے بچتے ہیں ہاتھ اور کپڑا چھو جانے سے تو دھرم برھشٹ ہو جاتا ہے سوائے پہر دن چڑھے تک دھرماتما ہندو غیر قوم کی صورت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پھر سورگ

❶...... پاک۔ ۱۲ منہ۔ ❷...... ملکش یا ملیچھ یعنی کمینہ ناپاک۔ ۱۲ منہ۔

یعنی جنت تو ان کی زرخرید ہے یا برہمن کا عطیہ اور ان کے تمام کاروبار تو ان کے بت چلاتے ہیں پھر جو کوئی پاپ یعنی گناہ ہو جاتا ہے تو گنگا جی میں اشنان کرنے سے دھل جاتا ہے بالخصوص ان میں سے فرقۂ برہمن تو نوری بندے ہیں وہ جو چاہیں کریں ان کو کوئی گناہ ہی نہیں اس لیے کہ برہما جی کے پتر یعنی پسر ہیں وہ کسی کو ماریں گالی دیں اس کے مقابلہ میں دھرماتما مہاراجوں کو سزا دینے کا اختیار نہیں، نسل میں برکت حاصل کرنے کے لیے ان سے نطفہ حاصل کرنا قدمائے ہنود کا قدیم دستور تھا اور ہندوقوم میں تو تناسخ کے میدان میں ٹھوکریں کھا کر اور کیا کیا جنم لے کر مکتی ❶ حاصل کرتی ہیں مگر برہمن جی مہاراج تو کھڑے سوزگ میں چلے جاتے ہیں ان کے سوا اور اقوام ہند کو دینی کتابوں کے پڑھنے کی اجازت تک نہیں (تاکہ راز نہ کھل جائے) جو کچھ خیرات کرنا ہو تو برہمن کو دو گرچہ وہ بڑا مال دار ہی کیوں نہ ہو اس کا دیا مردوں کے پاس پہنچتا ہے پھر ہنود کی بیاہ شادی مرنے جینے کے رسوم بتوں کی عبادت کرانا برہمن ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر قانون بھی جو بنایا ہے جس کو دھرم شاستر کہتے ہیں وہ منو جی برہمن کا بنایا ہوا ہے کہ جو کسی طرح سے ان کے پچھلے اوتاروں رشیوں سے اس کی ترمیم بھی نہ ہو سکی۔

الغرض یہ بھی اپنی فضیلت اور نجات کو موروثی حصہ جانتے ہیں اور اسی کے قریب قریب عرب اور دیگر بلاد کی بت پرست قوموں کا خیال تھا جس کا ابطال کر دیا گیا اور بتا دیا گیا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ کہ انسان کی فضیلت کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے یا ہنود کے سمجھانے کو یوں کہو کہ گیان اور کرم پر ہے۔

ذات بھانت پوچھے ناکوئے ☆ ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

یا حکماء کے سمجھانے کو یوں کہو کہ کمال انسانی قوت نظریہ و عملیہ کی تکمیل پر موقوف ہے قوت نظریہ کی تکمیل ایمان سے ہے اس لیے کہ علوم الٰہیات کو واقعی طور پر جاننا ایمان شرعی میں داخل ہے اور عملیہ قوت کی تکمیل نیک کاموں کے بجالانے میں ہے، اور نیک وہی کام ہیں جن کو طبائع سلیمہ نیک کہتی ہوں جیسا کہ خدا کی عبادت کرنا بندگان خدا سے بھلائی کرنا ہے سو اول بات کو لفظ امنوا حاوی ہے اور دوسری کو وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔

الغرض یہ کہ رب سب کا رب ہے تمام بندے اور کل بنی آدم اس کے نزدیک ایک ہی قطرہ کی پیدائش ہیں اگر کسی کو فضیلت ہے تو ایمان و اعمال صالحہ سے ہے اور یہی مضمون اس آیت میں ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے وہ افضل واشرف ہے جو پرہیز گار ہے اور پرہیزگاری ایمان و اعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ الغرض یہ لوگ مخلوق میں بہتر ہیں اور اصل وہی بہتر ہے جو ایمان و اعمال صالحہ کے لباس سے آراستہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لیے آخرت کے درجات بیان فرماتا ہے جہاں سدا رہنا ہے اگر وہاں عزت ہے تو دراصل عزت ہے ورنہ دنیا کی چندروزہ عزت مال و زر حسن و جمال حسب و نسب کی عزت ایک خواب و خیال ہے۔

فقال جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ کہ ان کا بدلہ ان کے مہربان رب کے پاس رہنے کے باغ ہیں عالم قدس کے باغ ہیں جن میں تمام راحت کے سامان مہیا ہیں جن کو کبھی خزاں چھو نہیں سکتی یہ ان کے ایمان و اعمال صالحہ کا مظہر ہے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کے اعمال صالحہ عرفان الٰہی کی نہریں ہیں جو دنیا میں ان کے اندر رات دن بہا کرتی تھیں کبھی بند نہ ہوتی تھیں۔ پھر جس طرح یہ ایمان و معارف و اعمال صالحہ ان کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتے تھے اسی طرح یہ بھی اس عالم میں ان باغوں میں

---

❶..... مکتی نجات ۱۲ منہ۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے نہ ان کو کبھی موت آئے گی نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ ان کی عمر میں فتور ہوگا یہ خلود اس بیت کا ثمرہ ہے جو ایمان داروں نیک بختوں کے دل میں تھی وہ یہ کہ گو ان کی عمریں تھوڑی تھیں مگر نیت اور قصد یہ تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ اسی اطاعت و بندگی میں رہیں گے کبھی اس نیک رویہ کو نہ چھوڑیں گے۔

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد ☆ کہ بستگان کمندِ تو رستگار انند

اور یہی قصد کفار کا تھا، اس لیے وہ بھی خلود کے مستحق ہوئے مگر جہنم کے خلود کے اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک بڑی نعمت ان کو یہ نصیب ہوگی رَضِیَ اللّٰہُ کہ اللہ ان سے راضی اور خوشنود ہوگا وَرَضُوْا عَنْهُ اور یہ اس سے راضی اور خوشنود رہیں گے پھر اب اور کسی نعمت کی کیا اصل ہے محبوب کی رضامندی کی لذت عاشق صادق سے اور بادشاہ کی خوشنودی کی فرحت ملازم سے پوچھنی چاہیے اور لفظ ماضی سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اب دنیا میں بھی ان کا رب ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے کوئی حسرت وارمان دل میں باقی نہ رہا ایمان داروں نیک کام کرنے والوں کو یہ تمغہ پہنایا گیا، جس کا اثر نیک مؤمن کے دل پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کو اس کے آگے ہیچ جانتا ہے تنگ دستی بیماری اور ناکامی میں بھی اس کے دل میں ایک ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جس کے سبب وہ تنگ دستی بیماری کو کچھ بھی نہیں جانتا۔ یہ تمغہ صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء اربعہ کو بخوبی حاصل ہوگیا تھا اس لیے کہ ان کے ایمان لانے اور نیک کام کرنے کی بھی گواہی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کریم نے دے دی تھی اور کیوں نہ ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو یہ کچھ فضلیت حضرت مسیح علیہ السلام کی برکت سے عطا ہوئی تھی کیا خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں اور قدیم جاں نثاروں کو یہ رتبہ نصیب نہ ہوتا؟ اس لیے نیک مسلمانوں کا نام دستور ٹھہر گیا کہ جب کبھی ان بزرگوں کا نام لیا جائے تو اس تمغہ رضی اللہ عنہ سے لیا جائے اور یہ ایک اور ادب ہے اور وہ جو لوگ ان کی تنقیص کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ و خوارج وہ گویا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اثر کی تنقیص کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں یہ نعمت کس کو نصیب ہوتی ہے فقال: لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ خواہش نفسانی اور پابندی رسم و رواج قوم کو اس کے احکام کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتا یہ حصہ کسی شخص کو اس کے مال و جمال حسب و نسب سے نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے سے سب کا اصل الاصول خوف خدا ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں یہی بڑی دولت ہے۔

اٰیَاتُہَا ۸ ﴿۹۹﴾ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ﴿۹۳﴾ رُکُوْعَاتُہَا ۱

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ﴿۶﴾

ترجمہ: ۔۔۔ جب زمین تھرتھر کانپے ﴿۱﴾ اور جب زمین اپنے بوجھے (دفائن) نکال پھینکے ﴿۲﴾ اور انسان کہنے لگے اس کو کیا ہو گیا ﴿۳﴾ اس دن زمین اپنی خبریں بتائے گی ﴿۴﴾ اس لیے کہ آپ کا رب اس کو حکم دے گا ﴿۵﴾ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں پھر کر آئیں گے تا کہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جائیں ﴿۶﴾۔

ترکیب: ۔۔۔ اذا شرطية كان والفرق بينهما وان اذا تستعمل في المقطوع اى اذا اردت التعليق بمايوجد قطعا تقول اذابخلاف ان فانهاتستعمل في المحتمل فلماكان الزلزال يقينا قال اذا۔ زلزلت فعل مجهول۔ الارض مفعول مالم يسم فاعله۔ زلزالها زلزال مفعول مطلق مضاف الى الضمير الراجع الى الارض قال الفراء الزلزال بالكسر مصدر وبالفتح اسم وقال القرطبي بالفتح مصدر كالوسواس والقلقال وقيل هما مصدران وقد قرء بهما فالمصدر مضاف الى فاعله والمعنى اى حركت الارض حركة شديدة كماقال اذارجت الارض رجا۔ واخرجت ۔۔۔ الخ الجملة معطوفة على زلزلت الارض۔ والاثقال جمع ثقل والمراد الدفائن وقال ۔۔۔ الخ ايضا معطوف امامبتدأ۔ لها خبر والجملة الاستفهامية مفعول قال و المعنى يتعجب الانسان من افعال الارض و هذه الجمل كلها شرط۔ والجواب يومئذ تحدث ۔۔۔ الخ قال ابو السعود يومئذ بدل من اذا والعامل فيها تحدث اخبارها مفعول ثان والاول محذوف اى تحدث الناس اخبارهااما بلسان المقال وقيل يجوز ان يكون اذا منتصبا بمضمر اى اذكر اذازلزلت الارض۔ بان ربك ۔۔۔ الخ متعلق بتحدث فالباء سببية اى تحدث بسبب ايحاء الله اليها وقيل زائدة فيكون ان ربك اوحى لها بدلا من اخبارها لها بمعنى اليها لان اوحى يتعدى تارة بالى و تارة باللام و انما اوثرت اللام ايماء الى انما فعلنا ذلك لاجلها حتى تتوسل الارض بذلك الى الانتقام من العصاة۔ يومئذ اما بدل من يومئذ قبله و امامنصوب بما بعده۔ يصدر الناس اى يرجع والصدر الرجوع ضد الورود اى من موقف الحساب اى منازلهم۔ اشتاتا جمع شت بمعنى متفرق و هو حال من فاعل يصدر اى يرجعون متفرقين بعضهم بيض الوجوه و بعضهم سود الوجه بحسب اعمالهم۔ ليروا اللام تتعلق بيصدر قرء الجمهور مبنياللمفعول من روى

البصر ای لیریھم اللہ اعمالھم و قرء مبنیا للفاعل و المعنی لیروا اجزاء اعمالھم۔

تفسیر:..... یہ سورت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ کے نزدیک مدنی ہے اور جمہور کا بھی یہی قول ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ وعطاء و جابر کہتے ہیں کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اس سورت کی آٹھ آیات ہیں بعض کہتے ہیں کہ نو ہیں بس لیے کہ وہ ایک جملہ کو دو سمجھتے ہیں۔

ماقبل سورت سے مناسبت:..... مناسب اس کی پہلی سورت سے یہ ہے کہ پہلی سورت میں یہ تھا کہ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ کہ ایمان داروں کی جزا ان کے رب کے نزدیک جنات عدن ہیں یہ سن کر ایمان داروں کا دل مشتاق تھا کہ یہ پوچھتے کہ کب یہ جزاء ملے گی اس لیے اس کا وقت بتلادیا کہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ..... الخ کہ جب زمین ہلائی جائے گی یعنی قیامت میں یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کا پہلی سورت میں اخیر میں ذکر تھا کہ مشرکین اور کافر جہنم کی آگ میں اور ایمان دار ابرار جنات عدن میں ہمیشہ رہا کریں گے اس سورت میں مسئلہ معاد کی ابتدائی حالت بیان فرمائی کہ زمین ہلے گی اور اپنے دفائن و اموات اگل دے گی کافر تعجب کریں گے اور یہ عالم کہ جس پر یہ منکرین مبتلا ہیں زیروزبر ہو جائے گا۔

زمین ہلا دی جائے گی:..... فقال اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ کہ جس وقت ہلائی جائے گی زمین جیسا کہ اس کو ہلانا چاہیے اور جتنی کہ ہل سکے یعنی بہت زیادہ یہ شروع قیامت کا ہوگا کہ اسرافیل کے صور پھونکنے سے زمین میں سخت زلزلہ آئے گا جس سے کوئی پہاڑ اور عمارت باقی نہ رہے گی اور سمندر جوش مار کر ادھر ادھر پھیل پڑیں گے وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ اول بار صور پھونکنے میں ہوگا بعض کہتے ہیں کہ بار دوم صور پھونکنے کے وقت ہوگا۔

زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی:..... عرب کے کسی بڑے فصیح و بلیغ نے یہ فقرہ بنایا تھا اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ اور اس کو اس پر ناز تھا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں زلزالا کی جگہ زِلْزَالَهَا آیا یعنی مصدر کو مضاف کر دیا تھا فقرہ میں جان پڑ گئی وہ عرب سن کر وجد میں آ گیا اور بول اٹھا کہ میں اس کلام کی فصاحت پر ایمان لایا اس کا لطف اٹھانا اہل زبان ہی کا حصہ ہے۔ اور اس زلزلہ سے کیا ہوگا؟ من جملہ ان کے یہ ہوگا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ کہ زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی ثقل و بوجھ ❶ جس سے مراد ہے زمین کے اندر کی چیزیں خزانے اور کانیں اور مردے گڑے ہوئے اور طرح طرح کے پتھر اور قدیم عمارات کی بنیادیں اور جو کچھ زمین کے طبقات میں زلزلہ عظیم سے باہر نکل پڑے گا۔ مسلم اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین اپنے جگر کے ٹکڑے قے کر دے گی چاندی سونے کے ستونوں جیسے ٹکڑے باہر پڑے ہوں گے۔ قاتل دیکھ کر کہے گا ہائے میں نے اس کے لیے قتل کیا تھا اور قطع رحم کرنے والا کہے گا کہ ہائے میں نے اس کے لیے عزیزوں کو چھوڑا تھا اور چور دیکھ کر کہے گا ہائے اس کے لیے میرے ہاتھ کاٹے گئے تھے پھر کہا جائے گا اٹھالو مگر وہ بھی نہ لیں گے۔

انسان کی دُہائی:..... وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ اور انسان کہے گا اس زمین کو کیا ہو گیا؟ وہ اس کے باغ اور وہ اس کی عمدہ عمارات کیا ہوئیں؟ اس کی وہ رونق کیا ہوئی جس پر بنی آدم فریفتہ تھا اور کٹے مرتے تھے گز گز بھر زمین کے لیے تلواریں چلتی تھیں ہائے ہائے یہ زر بھی پڑا ہے اور یہ زمین بھی پڑی ہے آج کوئی نہیں پوچھتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ زمین کا دفائن باہر پھینکنا اور انسان کا یہ کہنا دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کا معاملہ ہے جب کہ مرنے کے بعد سب زندہ ہو جائیں گے اور زمین و زر کو یوں خراب و مبتذل دیکھیں گے مگر یہ بھی

---

❶ اور اسی کے جن و انس کو ثقلین کہتے ہیں۔

ممکن ہے کہ قریب قیامت کا معاملہ ہو جب کہ ایک زلزلہ آئے اور دنیا کو درہم برہم کر دے پھر جو کچھ انسان اس وقت زندہ ہوں یہ کہیں اور پھر نفخ صور اول شروع ہو جائے۔

زمین خبر دے گی:......يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ اس روز زمین اپنے اخبار و حالات بیان کرے گے کہ فلاں نے مجھ پر زنا کیا تھا اور فلاں نے قتل کیا تھا اور فلاں نے فلاں گناہ کیا تھا اور فلاں نے فلاں نماز پڑھی تھی فلاں نے فلاں نیک کام کیا تھا سب حالات بتلائے گی اور یہ کیوں بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ اس لیے کہ تیرے رب نے اس کو وحی کی ہوگی یعنی وحی اور حکم رب سے بندوں پر نیکی بدی کی گواہی دے گی یہ معاملہ بالاتفاق نفخ صور ثانیہ کے بعد ہوگا۔

فائدہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا کے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زبان حال سے اپنی گزشتہ خبریں بتائے گی عبرت کرنے والوں کے لیے۔

فائدہ: یہ شبہ کرنا کہ زمین جسم لایعقل ہے کیوں کر کلام کر سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مخلوق الٰہی میں سے ہر ایک چیز روح رکھتی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ حیوانات کی روح بدن کی تدبیر و تصرف اور حس و ادراک اختیاری کا شرف رکھتی ہے برخلاف اور اجسام کی روح کے کہ اس کا ادراک و حس محسوس نہیں مگر کبھی محسوس بھی ہو جایا کرتا ہے بطریق خرق عادت و معجزات کے اور اسی لیے بعض دفعہ پتھروں نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے کلام کیا ہے نبی کریم ﷺ کو شروع نبوت کے وقت پتھر سلام کیا کرتے تھے اور ستون حنانہ حضرت کی مفارقت میں رویا ہے اور اسی لیے ہر شے خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتی ہے کما قال: وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ اور نفوس ملکیہ کے حکماء بھی قائل ہیں اور قیامت کے دن جب ظہور کلی ہوگا ان چیزوں کی گویائی بھی سب کے نزدیک محسوس ہو جائے گی اور اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ زمین بھی گواہی دے گی انسان کے اعضاء بھی گواہی دیں گے اور حدیث میں آیا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں کے حجر و شجر گواہی دیں گے مگر سوائے حیوانات کے دیگر اجسام کی حیات فلسفہ جدید کی سمجھ سے باہر ہے اور اسی لیے وہ اس کو محال خیال کرتے ہیں ❶ مولانا روم اپنی مثنوی میں اس حیات کی کن دلکش الفاظ میں تصویر کھینچتے ہیں

ہستی کوہ است مخفی از خرد	☆	ہستی بے چوں خرد کے پے برد
مادر اے چشم گرد بینش نداد	☆	فرق چوں مے کرد اندر قوم عاد
آتش نمرود در اگر چشم نیست	☆	با خلیلش چوں ترحم گرد ایست
گر نبودے نیل را آں نور دید	☆	از چہ کافر راز مؤمن برگزید
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد	☆	پس چرا داؤد را او یار شد

❶......مگر یہ نہیں سمجھتے کہ انسان کو زبان جو گویائی کا ایک آلہ ہے اور گوشت کا ٹکڑا اس میں کون سے اسباب گویائی کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ کچھ نہیں صرف ایک قادر مطلق نے اس میں قوت رکھ دی ہے اگر وہ چاہے تو یہی قوت انسان کے کسی دوسرے عضو میں رکھ دے وہ بھی بولنے لگے دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھ دی ہے سونگھنے کی ناک میں ٹٹولنے کی تمام جسم میں اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھ دے یا کل بدن کو جمیع قوتوں کا محل کر دے ہر جگہ سے دیکھنے سننے بولنے سونگھنے ٹٹولنے لگے اور کبھی بھی خاصان خدا پر یہ حالت دنیا میں بھی طاری ہو جاتی ہے جب کہ بہیمیت پست اور روحانیت غالب آ جاتی ہے اسی لیے رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نماز میں پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں ارکان صلوٰۃ میں فرق نہ کیا کرو ۱۲ منہ۔

این زمیں را گر نہ بودے چشم جاں ☆ از چہ قاروں را فرا خورد آنچناں
گرنہ بودے چشم دل حنانہ را ☆ چوں بدیدے ہجرآں فرزانہ را
درقیامت ایں زمین ازنیک وبد ☆ کہ زما دیدہ گواہی ہا دھد

پھر اور کیا ہوگا یہ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ کہ اس روز دربار عدالت سے اپنے منازل ہر مختلف حالات میں لوگ لوٹ کر آئیں گے جو ایمان دار و نیک ہیں ان کے منہ چاند سے روشن ہوں گے جنت کی طرف خوشی میں دوڑتے آئیں گے اور کافر مشرک اور بدکار جہنم کی قید کا حکم سن کر سیاہ رو غمگین جہنم کی طرف جائیں گے یہ اس لیے کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دکھایا جائے گا نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔

ع فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞

پھر جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا ⑦ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا ⑧۔

ترکیب: ... الفاء للتفسیر۔ من موصولة مبتداء۔ خیر منصوب علی انه تمیز من مثقال ذرة۔ یره خبره و یمکن ان تکون من شرطیة یره جواب الشرط و قیل خیرا بدل من مثقال ذرة قرء الجمهور یره فی الموضعین بضم الهاء و صلا و سکونها وقفا و قرء هشام بسکونها وقفا و وصلا و قرء الجمهور یری فی الموضعین مبنیا للفاعل و قرء مبنیا للفعول ای یره الله ایاه وقرء یراه علی توهم ان من موصولة او علی تقدیر الجزم الحرکة المقدرة فی الفعل۔ مثقال بالکسر سنگ زرو دینار (صراح) ای زنة ذرة بالذرة هو ان یضرب الرجل بیده علی الارض فما علی من التراب فهو ذرة و قیل ما یری فی شعاع الشمس من الهباء۔

تفسیر: ... اب اعمال دیکھنے کی تفصیل کرتا ہے۔

اعمال اور ان کا نتیجہ دیکھ لیا جائے گا: ... فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ اور جو ذرہ کے برابر بھی یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرے گا ضرور اس کو یعنی اس کے نیک بدلہ کو دیکھ لے گا وہ نیکی رائگاں نہ جائے گی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا وہ اس کے بد نتیجہ کو دیکھ لے گا۔

سوال: علماء کا اتفاق ہے کہ کافروں کی نیکیاں ان کے کفر کے سبب سے ملیامیٹ ہو جاتی ہیں وہ اپنی نیکی بڑی بھی نہ دیکھیں گے ذرہ بھر کا تو کیا ذکر اسی طرح ایمان داروں کی بدیاں متادی جاتی ہیں یا معاف کر دی جاتی ہیں پھر ان کو بھی ذرہ بھر بدی دیکھنے کا موقع نہیں ملتا پھر آیت کے معنی کیوں کر صحیح ہوں گے؟

جواب: دیکھنے کا موقع بیان نہیں فرمایا اس لیے عام ہے پس کافر کی نیکیوں کا نتیجہ اسے دنیا میں مل جاتا ہے افزائش مال و کثرت اولاد تندرستی وغیرہ ہاں آخرت میں کچھ ثواب نہ ہوگا پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ کافر کی بھی کوئی نیکی خواہ ذرہ برابر ہو رائگاں نہ جائے گی آخرت میں نہ سہی دنیا میں تو ضرور اس کا بدلہ دیکھ لے گا اسی طرح مؤمن کو اس کے گناہوں کے سبب دنیا میں بدنتیجہ کوئی مصیبت بیماری تنگ دستی رنج و غم دیکھنا پڑتا ہے گو آخرت میں نہ سہی۔ بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ دونوں جگہ من عام نہیں۔ اول سے مراد ایمان دار ہے کہ جو ایمان لا کر نیکی کرے گا وہ ضرور اپنی نیکی کا بدلہ دیکھے گا اور نیکی کے لیے ایمان مقدم ہونا شرط ہے اور اسی طرح دوسرے من سے مراد کافر ہے کہ کافر کو ہر

بدی کا بدلہ دکھایا جائے گا خواہ ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بھی جواب ہے کہ جب کافر کی نیکیاں ہی نہ رہیں اس کے کفر نے ملیا میٹ کر دیں اور اسی طرح مؤمن کے گناہ ہی نہ رہے توبہ استغفار سے معاف ہو گئے پھر ان کا بدلہ کیا یہ تو موجود نیکی و بدی کے بدلہ کا ذکر ہے۔

فائدہ: بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت جامعہ اور یکتا ہے۔ کعب احبار کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر دو آیت ایسی نازل ہوئی ہیں جو توریت و زبور و انجیل کا خلاصہ ہے اور لب لباب ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے لیے قرآن مجید تعلیم کرنے کو فرمایا پھر جب اس کو یہ سورت تعلیم فرمائی اور ان آیتوں تک پہنچا تو اس نے کہا بس کیجئے مجھے یہی دو آیتیں عمل کرنے کے لیے کافی ہیں حضرت نبی کریم ﷺ کو خبر پہنچی آپ نے فرمایا وہ فہمیدہ شخص ہے جانے دو۔ کیوں کہ ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے خواہ ذرہ بھر کیوں نہ ہو اور ہر ایک نیکی پر مستعدی کرنی چاہیے خواہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ سورت پڑھی اس کو نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ہوگا اور جس نے قل ہو اللہ پڑھی اس کو تہائی قرآن کا اور جس نے قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴿۱﴾ پڑھی اس کو چوتھائی قرآن کا ثواب ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والبیہقی)

اٰيَاتُهَا ۱۱ (۱۰۰) سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکیہ ہے اس میں گیارہ آیت ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ
نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱ ع

ترجمہ:...... قسم ہے ان (غازیوں کے) گھوڑوں کی جو دوڑتے میں ہانپتے جاتے ہیں ① پھر ٹاپوں سے چنگاریاں اڑاتے ہیں ② اور صبح ہوتے دھاوا کرتے ہیں ③ اور اس وقت غبار اٹھاتے ④ اور انبوہ میں جا گھستے ہیں ⑤ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے ⑥ اور وہ اس بات کو دیکھ بھی رہا ہے ⑦ اور وہ مال کی محبت کے لیے مضبوط ہے ⑧ پھر کیا نہیں جانتا جب کہ قبروں سے مردے نکالے جائیں گے ⑨ اور جو دلوں میں ہے وہ ظاہر کیا جائے گا ⑩ تو ان کا رب ان سے اس دن واقف ہوگا ⑪۔

ترکیب:...... وللقسم۔ العٰديٰت جمع عادية من العدو وهو المشي بسرعة فقلبت الواو ياء لكسرة ماقبلها كالغازيات من الغزو والمراد بها الخيل الجهادية وقيل بعير الحجاج۔ ضبحًا الضبح صوت اجواف الخيل اذا عدت وقيل السير ونوع من العدو يقال ضبح الفرس اذا عدا بشدة من الضبح بمعنى الدفع وكان الحاء بدلا من العين على الاول منصوب على الحال اى ضابحات وعلى الثانى مفعول مطلق مؤكد الاسم الفاعل ويجوز ان يكون مصدر الفعل محذوف اى يضبح ضبحا۔ فالموريات قدحا عطف العاديات من الايراء وهو اخراج النار جمع مورية۔ والقدح الصك فجعل ضرب الخيل بحوافرها كالقدح بالزناد والكلام فى نصب قدحا كالكلام ضبحًا۔ فالمغيرات اى التى تغير على العدو جمع مغيرة من الاغارة صبحًا منصوب على الظرفية عطف على السابق۔ فاثرن به نقعا عطف على الفعل الذى دل عليه اسم الفاعل اذا المعنى واللاتى عدون فاثرن او على اسم الفاعل نفسه لكونه فى تاويل الفعل لوقوعه صلة للموصول لان الالف واللام فى الصفات اسماء موصولة فالتقدير واللاتى عدون فاورين فاغرن۔ فاثرن من الاثارة اى هيجن والضمير فى اثرن الى المغيرات هو فاعله به الضمير يعود الى الضبح او الى مكان العدو المدلول عليه۔ نقعا مفعول به والنقع الغبار وقرء الجمهور فاثرن بتخفيف الثاء وقرء بتشديدها ايضا۔ فوسطن اى المغيرات به النقع الباء زائدة اى وسطن ذلك الغبار جمعا مفعول به وقيل الباء للتعدية او الظرفية اى فى ذلك الوقت او بسبب اثارة الغبار جمعا حال وكل موضع

صلح فيه بين فهو وسط بسكون وان لم يصلح فهو وسط بالتحريك يقال جلست وسط الدار بالتحريك لانه اسم لما يحويه غيره من جهاته من باب وسط يسط كوعد يعد والاسم الفاعل واسط والفاءات الاربع للدلالة على ترتيب مابعد الواحد على ماقبله۔ ان الانسان ۔۔۔الخ هذه الجملة ومابعدها جواب القسم۔ افلا يعلم الاستفهام للانكار و الفاء للعطف على مقدر اى يفعل مايفعل من القبائح فلا يعلم اذا العامل فيها يعلم۔ بعثر و حصل شرط۔ ان ربهم ۔۔۔الخ الجملة جواب الشرط والمجموع يدل على مفعول يعلم۔ يومئذ و بهم متعلق بخبير۔

تفسیر:...... یہ سورت اکثر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وجابر رضی اللہ عنہ وحسن وعکرمہ کا بھی یہی قول ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما وانس بن مالک وقتادہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی حسن سے روایت ہے کہ یہ سورت نصف قرآن کے برابر ہے نقل کیا اس کو ابوعبید نے فضائل قرآن میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے نقل کیا اس کو محمد بن نصر نے بسند عطاء بن ابی رباح۔

ماقبل سورت سے ربط:...... سورۂ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ میں نیکی اور بدی کا انجام اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا تھا کہ سلیم الطبع کو سننے کے بعد پھر قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں رہتا مگر کج طبع اور ہٹ دھرم کب مانتے ہیں ان کو سمجھانے کے لیے تو آسمانی کوڑا درکار ہے اس لیے اس سورت میں لشکر جہاد اور اس کے گھوڑوں کے جواں مردانہ اوصاف کی قسم کھا کر بد انسان کا مقتضائے طبع بیان فرماتا ہے کہ بدنصیب بڑا ہی ناشکر اور احسان فراموش ہے اور اس پر بھی خدا کی طرف سے بہتری کی قوی امید رکھتا ہے اور مال کا لالچ اس کے دل میں راسخ ہے جس کے لیے ابواب سعادت کی طرف نہیں آتا چندروزہ زیست کے لیے مارا مارا پھرتا ہے...... الخ اس میں اشارہ ہے کہ ایک دن وہ بھی آنے والا ہے کہ آسمانی سیاست ان کو ادب سکھائے گی چندروز بعد ایسا ہی ہوا۔

یا یوں کہو کہ پہلی سورت میں کفار و بدکردار لوگوں پر آخرت کی سرزنش بیان کی تھی جو ان تیرہ باطنوں کے دل پر مؤثر نہیں ہوتی وہ تو دنیا کے خسارے سے ڈرتے ہیں اس لیے ان پر جو دنیا میں عذاب آنے والا ہے اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے فقال:

دنیاوی عذابات:......(۱) وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝: کہ ہم کو قسم ہے غازیوں کے گھوڑوں کی جو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتے ہیں اخ اخ کی آواز ان کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝: پھر ان کی کہ جو رات میں اپنی ٹاپوں سے پتھروں میں سے چقماق کی طرح آگ جھاڑتے جاتے ہیں یہ دوسرا وصف انہیں جہادی گھوڑوں کا ہے جو ان کی قوت اور تیز رفتاری ظاہر کرتا ہے قوی گھوڑوں کے نعل رات میں جب تیزی سے چلتے ہیں اور پتھروں پر کھٹا کھٹ پڑتے ہیں تو پتھروں میں سے آگ چکا کرتی ہے یہ گھوڑے اعدائے دین پر قہر الٰہی ہیں اور یہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہے اور ان کے سواروں کی اس حرارت و شجاعت دینی کا اثر ہے جو مبدءِ فیاض نے ان کے دلوں میں رکھی ہے جو بدکاروں کے خرمن عیش و کامرانی کے جلانے کو کافی ہے۔

(۳) **تیسرا وصف** اور بیان کرتا ہے فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ پھر ان کی جو صبح ہوتے جب کہ اعدائے دین خواب غفلت میں سرشار ہوتے ہیں دھاوا کرتے ہیں راتوں چلے اور چلتے میں ٹاپوں سے آگ کے شرارے جھڑتے تھے صبح ہوتے ہی بدکرداروں اور آسمانی مجرموں پر دھاوا کر دیا۔

(۴) **اور چوتھا وصف** یہ ہے کہ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ پھر ان کی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے دشمنوں کے مونہوں کو گرد آلود کرتے ہیں یہ صبح کے وقت گرد اڑانا زیادہ قوت زور پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ شبنم سے زمین تر ہوتی ہے برخلاف شام کے کہ خشکی ہوتی ہے ذرا سی حرکت میں بھی گرد اڑانے لگتی ہے اور فَاَثَرْنَ اسم فاعل کی جگہ فعل اس لیے استعمال ہوا کہ تا کہ معلوم ہو کہ یہ گرد اٹھانا اور ان کا

انبوہ میں گھس جانا جو آئندہ آتا ہے تھوڑی دیر کا فعل ہوتا ہے برخلاف جہاد کی تیاری کے کہ وہ ہمیشہ رہتی ہے اس لیے وہاں اسم فاعل کا صیغہ استعمال ہوا تاکہ دوام وثبوت پر دلالت کرے۔

(۵) پانچواں وصف فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے انبوہ میں گھس جاتے ہیں یہ نہیں کہ دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں اور وقت پر نامردی کرتے ہیں۔ یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حج میں جانے والے اونٹوں کے اوصاف ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بارے میں ایک روایت بھی کرتے ہیں۔

صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ عدیت سے نفوس انسانیہ کی طرف اشارہ ہے جن کو ریاضت کے میدان میں دوڑنے والے گھوڑوں کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہی اپنی ریاضت ومجاہدات کے نعلوں سے آگ چمکاتے ہیں جس سے اشتیاق وتجلی کے شرارے مراد ہیں اور یہی بوقت تجلی جو صبح سے مشابہ ہے اس میدان میں دھاوا کر کے جسمانی خواہشوں کی گرد اڑاتے اور مقام وصل وقرب میں جا گھستے ہیں یہ ظاہر الفاظ کے معنی نہیں مگر اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ قرآن کا کمال اعجاز ہے کہ اس کے ہر پہلو میں معنی ہیں۔

انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے:...... پھر ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ کہ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور احسان نہ ماننے والا ہے اول تو اس کی نعمتوں کو اسباب یا خیالی معبودوں اور اپنی کوشش کی طرف منسوب کرتا ہے۔ دوم یہ کہ ان نعمتوں کو بے موقع صرف کرتا ہے۔ سوم اپنے محسن ومربی کی طرف نہیں جھکتا لذات وشہوات میں مستغرق رہتا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ اور وہ اس بات پر گواہی دیتا ہے۔ اس کا حال اور اس کی بناوٹ اور رات دن کے تغیرات میں اس کے دست قدرت کی امیدداری کہہ رہی ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور یہ بھی ہے کہ ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلاں شخص فلاں نعمت کا شکر نہیں کرتا ہے سو وہ اس کی نسبت بھی یہی کہتا ہے گویا دوسرے کو یہ کہنا اور آپ اسی حالت میں مبتلا ہونا اپنے لیے آپ اقرار کرنا اور گواہی دینا ہے کہ میں ناشکر ہوں یہ اس کی دوسری بات تھی۔

اب تیسری یہ ہے کہ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ وہ مال کا بڑا دوست اور سخت لالچی بھی ہے۔ یہ انسان کے تین افعال بد تھے جو اس کو ہاویہ میں لے جاتے ہیں۔

اب اس ناسپاس کے مقابلہ میں ان حیوانات کو دیکھنا چاہیے جو مالک کے مطیع ہیں جیسا کہ گھوڑا جس کے اوصاف کی قسم کھائی جس سے تعریض ہے کہ ایسا انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہے جس میں مالک کی اطاعت کا مادہ نہیں، اور نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ناسپاس نافرمان شہوت ولذات کے بندے مال وزر کے عاشق ایک روز ایسے جہادی گھوڑے کے پاؤں میں روندے جاتے ہیں جن کی ٹاپوں سے آگ نکلتی ہے اور جو دشمنوں کے خرمن آرام کو جلاتی ہے۔

ان الفاظ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جس کا انجیل متی کے تیسرے باب میں ذکر ہے کہ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے پاس جب یہود کے لوگ فریسی اور صدوقی فرقے اصطباغ پانے آئے تو آپ نے فرمایا قولہ "میں تو تمہیں توبہ کے لیے پانی سے بپتسمہ (غوطہ) دیتا ہوں لیکن وہ میرے بعد آتا ہے (یعنی محمد ﷺ اس لیے کہ عیسیٰ تو ان کے بعد نہیں آئے بلکہ روبرو آئے تھے اور نیز بعد کے اوصاف بھی ان میں نہیں پائے جاتے) جو مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے کھلیان کو پھٹکے گا اور گیہوں کو کھتے میں جمع کرے گا اور بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو کبھی نہیں بجھتی"۔

وہ آگ جہاد کی آگ ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے نکلتی ہے اور جو قیامت تک نہ بجھے گی کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لن یبرح ھذا

الدین قائما یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة (رواہ مسلم) کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا قیامت تک مسلمانوں کی ایک جماعت اس پر لڑتی رہے گی۔

فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اب ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم کو لڑنے کے لیے حکم دیا جائے تو نکلو'' (متفق علیہ) اور فرمایا کہ ''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہے گا اپنے مخالف پر فتح پائے گا یہاں تک کہ آخر کے لوگ دجال سے لڑیں گے (رواہ ابوداؤد) نبی کریم ﷺ نے فرمایا البرکة فی نواصی الخیل (متفق علیہ) کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی میں رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ الخیل معقود بنواصیها الخیر الی یوم القیامة الاجر و الغنیمة۔ (رواہ مسلم) کہ گھوڑوں کی پیشانی یا چوٹی میں قیامت تک بہتری باندھی گئی ہے اور وہ بہتری کیا ہے؟ آخرت کا اجر اور دنیا کی غنیمت۔

اور یہ سچ ہے قوم میں ترفہ اور نزاکت اور عیش پسندی آ جاتی ہے خواہ کتنی ہی ہنرمندی صناع ہوشیار ہو ایک روز اس قوم کا مال ہو جاتی ہے جو گھوڑوں پر چڑھنے والے سپاہی اور موٹا پہننے والے اور موٹا کھانے والے اور بہادر اور جفاکش ہوتے ہیں مسلمانوں میں جب سلطنت اور دولت نے (جو ان کے باپ دادا نے مرد اور جفاکش سپاہی تھے حاصل کی تھی) کئی صدیوں تک مقام کیا تو نزاکت اور عیش پسندی آ گئی تو پھر امراء کی یہ حالت ہو گئی کہ دھوپ کی برداشت اور گھڑی بھر بھوک اور پیاس اور شہوت کی برداشت کا تو کیا ذکر ہے پاخانہ میں لوٹا بھی خادم ہی دھرے تو دھرے تو پاخانہ سے پھریں کپڑے بھی کوئی دوسرا پہنائے تو پہنیں رات میں چار قدم باہر جاتے ڈر لگتا ہے ذرا چلیں اور اچھل کر گھوڑے پر چڑھیں تو ناف تک جائے کسی کام میں دل توڑ کر محنت کرنا کیسا رات داستان گو اور فواحش اور مسخروں کے جلسے کھانوں و عمدہ مکانوں اور آرائش تن کے چرچے اور پھر گنجفہ اور شطرنج اور مرغ بازی پتنگ بازی، بٹیر بازی کبوتر بازی اور کون بازی اور کورن بازی اور شراب خوری اور عیاشی اور بستر راحت پر پہروں چڑھے تک سونا اور جاگنا تو گھنٹوں جمائیاں اور انگڑائیاں لینا اور دو گھنٹے پاخانے میں بیٹھنا پہر دن کو منہ دھونا سنگار کرنا مسی کی ڈھری جمانا آئینہ سامنے رکھ کر اپنے جمال کا جلوہ دیکھنا وغیرہ بدعات آئیں جن کو ان کے رسول کریم ﷺ نے منع کیا تھا اور اس کے ساتھ علم بھی رخصت ہوا دانائی بھی گئی دل کی جواں مردی بھی گئی بندوق کی آواز سے دل دھڑکنے لگا اور اس پر بے جا مصارف کار خیر سے ہاتھ بند قومی حمیت رخصت ہوئی رہ گئی تو خود پسندی، آبائی مفاخرزنی کینہ پروری رذیلوں کمینوں سفلوں سے رغبت باہمی نفاق، حسد و بغض کمینہ تدبیریں پس سلطنت و دولت و عزت و شوکت بھی چل دی بھیک مانگنے کی نوبت آ گئی اپنے آبائی خدمت گاروں کی چلمیں بھرنے کی نوکری رہ گئی عورتوں کے ننگ و ناموس بھی گئے الغرض دین بھی گیا دنیا بھی گئی۔ یہ اس لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ کی تفسیر ہے۔ عبرت عبرت!

خیر دنیا تو گئی تھی سو گئی اب تو افلاس یا بقیہ گندہ دولت کے خمار میں حق سبحانہ سے لڑائی کی ٹھہرا دی لگے کفر بکنے احکام ربانی کو ٹالنے اب دین اور عقبیٰ بھی چلے اس لیے فرمایا اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ کہ کیا یہ ناشکرا انسان جو ایسے کام کرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں سے مردے اٹھائے جائیں گے اور جو سینوں میں خیالات فاسدہ مخفی ہیں حب شہوات وغیرہا وہ ظاہر کیے جائیں بلکہ متشکل کر کے سامنے لائے جائیں گے تو اس دن ان کا رب ان سے خبردار ہے بات دنیا میں جو کی تھی اس کو معلوم ہے پھر وہ وہاں کیا ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا نہ دے گا؟ ضرور دے گا اگرچہ وہ اب بھی خبیر ہے کوئی بات اس سے مخفی نہیں مگر یہ کہنا کہ اس روز جو سزا و جزا کا دن ہے خبردار ہے عقل مند کو پوری تہدید ہے جلد توبہ کرنا چاہیے۔ اللھم تبت الیک۔

رُكُوْعَاتُهَا ۱ (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) اٰيَاتُهَا ۱۱

سورۂ قارعہ مکیہ ہے اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ
ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ترجمہ: ...... کھڑا کھڑا دینے والی (قیامت) ۝۱ کیا ہے وہ کھڑا کھڑا دینے والی ۝۲ اور (اے مخاطب) تو کیا جانے وہ کھڑا کھڑا دینے والی چیز کیا ہے ؟ ۝۳ (وہ ایک ایسا وقت ہے) کہ لوگ اس دن بھنگوں کی طرح تتر بتر ہوں گے ۝۴ اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون جیسے ہو جائیں گے ۝۵ پھر تو جس کے اعمال [1] تول میں بھاری ہوں گے ۝۶ تو وہ من مانے عیش میں ہوگا ۝۷ اور جس میں تول ہلکی ہوگئی ۝۸ تو اس کا ٹھکانہ گڑھا ۝۹ اور تو کیا جانے وہ کیا ہے؟ ۝۱۰ آگ ہے دہکتی ۝۱۱۔

ترکیب: ...... القارعة مبتدأ۔ ماالقارعة خبر قرء الجمهور بالرفع والقرع الصوت الشديد ومنه قوارع الدهر و المراد بها القيامة وانها من اسماء القيامة كالحاقة و انما سميت بهالانها نقرع قلوب الانسان و تقرع اعداء الله بالعذاب و العرب تقول قرعتهم القارعة اذا وقع بهم امر قطيع وما الاستفهامية مبتدأ۔ ادزک خبر۔ ماالقارعة مبتدأ وخبر و الجملة مفعول ثانی لادزک ای وای شیء اعلمک ماشان القارعة ثم هو سبحانه بين بعض شيونها۔ فقال يكون و الناصب فی يوم القارعة ای تقرعهم۔ يوم يكون ...... الخ وقيل اذكر وقيل خبر مبتدأ محذوف وانمانصب لاضافته الی الفعل فالفتحة بناء لانصب اعراب والفراش جمع فراشة وهی الطيور التی تتساقط فی النار والسراج وبها يضرب المثل فی الطيش و الهواج يقال اطيش من فراشه۔ المبثوث المتفرق المنتشر ويجوز مبثوث كما يجوز مبثوثة كما فی قوله تعالیٰ كانهم جراد منتشر واعجاز نخل منقعر واعجاز نخل خاوية۔ وتكون الجبال عطف الجملة۔ علی الجملة والعهن الصوف المصبوغ بالالوان المختلفة۔ المنفوش المندوف الذی نقش بالندف۔ فامامن شرط فهو العمل الذی له وزن و خطر عندالله وهذا قول الفراء وغيره وقيل جمع ميزان وقيل المراد بها الحجج و الدلائل۔ عيشة راضية اسناد مجازی او استعارة مكنية تخيلة۔ فامه ای مسكنه وسماه بالام لانه يأوی اليه كما يأوی الی امه۔ هاوية من اسماء جهنم وسميت لانه يهوی فيها مع قعر دها والمهواة

[1] ...... نیک اعمال ۱۲۔

مابین الجبلین ماھیۃ اصلہ ماھی الضمیر یعود الی الھاویۃ وزیدت الھا بعد الیاء للسکت۔

تفسیر:...... یہ سورت بلاخلاف مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام قارعۃ ہے اور قرعہ لغت میں ٹھونکنے اور کھڑکھڑانے کو کہتے ہیں اور اسی لیے ایسے حوادث دہر کو جو عاقل کو دہلاتے اور دل کو ہلاتے ہیں قوارع کہتے ہیں اور قرآن مجید کی اس قسم کی آیات کو جو طبع بشری کو جنبش دینے والی ہیں قوارع القران کہتے ہیں اور اس سورت میں بھی وہ مضامین ہیں جو انسان کو خواب غفلت سے جگاتے ہیں اور اس کے دل کو ہلاتے ہیں یا اس میں اس حادثہ کا ذکر ہے جو دنیا کو زیر وزبر کردے گا یعنی قیامت اس لیے اس کا نام قارعۃ ہوا۔

ثقل کی توضیح:...... واضح ہو کہ اجسام میں خدا تعالیٰ نے ایک قسم کا ثقل یعنی بوجھ یا بھاری پن رکھا ہے جیسا کہ روحانیات میں تجرد اور سبکائی اور یہ ایک قدرتی بات ہے اور یہی ثقل اس کو سکون وقرار پر مجبور کرتا ہے اور یہی اس کو اس کے حیز طبعی کی طرف جھکاتا ہے ایک تو یہی ثقل جسمانی ہے جس سے علی قدر مراتب کوئی جسم بھی خالی نہیں۔ ایک معنوی ثقل بھی ہے جس کو وقار کہتے ہیں یہ ادراک وحواس والے اجسام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ ان کے لیے خوبی ہے بالخصوص انسان میں جو اس کے مردانہ پن اور تحمل وبرداشت کا باعث ہے پھر جس میں یہ وصف نہیں اور تر پھر کرتا ہے بیٹھنے میں بھی کہیں ہاتھ ہلتے ہیں کہیں پاؤں کبھی آنکھیں پھڑکتی ہیں تو کبھی جلد جلد بات چیت کرتا ہے اس کو معیوب سمجھتے ہیں اور بندر اور اس قسم کے جانوروں سے تشبیہ دیتے ہیں جو اس مردوں کو اپنے استقلال اور قائم مزاجی پر بڑا ناز ہوا کرتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کفار قریش اپنے اس وصف پر بڑے نازاں تھے اور یہاں تک دعویٰ تھا کہ اگر کوئی ہمارے جسم میں زخم بھی لگائے تو بھی ہم جس وضع پر بیٹھے ہوں اس میں کچھ فرق نہ آئے اور اس کی وہ مشاقی بھی کیا کرتے تھے اور اس کو میدان جنگ اور دشمنوں مقابلہ میں ثابت قدمی کا سبب جانتے تھے۔

سواوّل قسم کا ثقل زیادہ تر پہاڑوں میں ہے کہ جب سے ان کو قدرت نے جہاں بٹھایا ہے وہیں بیٹھے ہیں ہلتے ہی نہیں اور اسی لیے اس امر میں ثابت قدموں کو پہاڑ سے تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔

اور دوسری قسم کا ثقل انسان میں ہے مگر انسان کے اس ثقل سے عالم بالا کا مقصود اخلاق حمیدہ اور ملکات کاملہ میں ثابت قدم رہنا ہے جو حیات حاصل کرنے کا سبب اور معاصی اور لذات وشہوات کے جھونکوں میں اڑنے سے بچنے کا باعث ہے اور دنیا میں اس کے آنے سے یہی مقصود ہے کہ وہ اس ثقل کو حاصل کرلے جائے اور جس میں یہ ثقل جس قدر ہے وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک گرامی اور بھاری ہے اور جس میں یہ ثقل نہیں وہ بے وقار اور ہلکا ہے اور اس کا ان نیک باتوں سے ہلکا ہونا بہیمیت اور جسمانیت کا بھاری پن ہے جس کا حیز طبعی ہاویہ یعنی مقام اسفل ہے ان باتوں کی طرف خدا پاک اس سورت میں ایماء کرکے انسان کو ابواب خیرات کی طرف رغبت دلاتا ہے اور اس کے ثمرات ونتائج عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ظاہر فرماتا ہے اور بدوں کو ھَاوِیَۃٌ میں لے جانے والے بوجھ سے سبکی حاصل کرنے اور ثقل مقصود حاصل کرنے کی طرف ابھارتا ہے اور نبوت کبریٰ کا یہی مقصد اصلی ہے اس لیے فرماتا ہے اَلْقَارِعَۃُ ۝ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ کہ کھڑکھڑانے والی، کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی اور اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے کھڑکھڑانے والی چیز اس لیے کہ وہ اس عالم کی فنا اور فنا کے مقدمات ہیں جو بغیر دلیل سمعی کے سمجھ میں نہیں آتے اس لیے کہ انسان ہمیشہ سے آسمان اور زمین پہاڑوں اور دریاؤں اور چاند ستاروں کو دیکھتے دیکھتے یہ سمجھ گیا ہے کہ یہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے انکو فنا نہیں، صرف عناصر سے مرکب چیزوں کو فنا ہے وہ بھی کہ ایک وقت کے بعد اس ترکیب کی گرہ کھل جاتی ہے پھر اپنے خیال کو مستحکم کرنے کے لیے اس نے سیکڑوں دلیلیں بنالی ہیں اس لیے اس کوتاہ فہم کے حق میں یہ فرمانا تو کیا جانے کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز بہت درست ہے۔

انسان پروانوں کی مانند اِدھر اُدھر پھریں گے:۔۔۔۔پھر آپ ہی اس کی کسی قدر کیفیت بیان فرماتا ہے يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۝ اور پروانوں جیسے ہو جائیں گے یعنی ان کا وہ ثقل کہ جس پر ناز تھا اس روز ایسی بے قراری اور بے تابی ہوگی کہ اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر مارے مارے پھریں گے۔

فراش فراشہ کی جمع جس کی معنی پتنگا پروانہ بھنگا جو رات میں روشنی یا آگ میں گرتا کرتا ہے جب کہ صور پھونکے گا اور لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور ایک خدا کی طرف پکارنے والا عدالت کی طرف بلائے گا اور جلال کبریائی کی تجلی ہوگی تو دہشت کے مارے لوگ پتنگوں کی طرح یا بڈیوں کی طرح بے قرار مضطرب ہو کر دوڑے آئیں گے اور ممکن ہے کہ یہ نفخ صور اول کا واقعہ ہو کہ جب آواز تیز ہوئی اور کڑک اور زلزلہ زیادہ ہوگا و گھبراہٹ میں پتنگوں کی طرح ادھر ادھر مارے مارے پھریں گے اور بڑی بے قراری ہوگی سب ثقل و ثبات جاتا رہے گا۔ اس تشبیہ میں چار باتیں ہیں۔

۱)۔۔۔۔طیش و بے قراری اور ایک دوسرے پر بدحواسی میں گرنا۔

۲)۔۔۔۔کثرت و ضعف کہ ان کی بھنگوں جیسی کثرت ہوگی اور آج کے بڑے بڑے قوی ہیکل اور دلیر اس روز ملائکہ کے آگے بھنگے معلوم ہوں گے۔

۳)۔۔۔۔ہر جانب اور ہر سمت بلانے والے کی طرف ایسا آنا کہ جیسا پتنگے چراغ کی طرف آیا کرتے ہیں۔

۴)۔۔۔۔آگ میں گرنا جیسا کہ پتنگے گرتے ہیں اس طرح وہ آتش جہنم میں گریں گے اور یہ اس لیے کہ وہ روز ظہور کلی کا ہے یعنی دنیا کا پردہ الٹ کر ہر ایک چیز کی حقیقت اصلیہ دکھادی جائے گی پھر جس طرح آج پتنگوں کی طرح شہوات و لذات کی آگ کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں جہاں طبلہ پر تھاپ پڑی اور سارنگی کی آواز آئی لوگ دوڑ پڑے سو اس روز یہ خواہش آتش جہنم کی صورت میں ظہور کرے گی اور یہ اسی طرح اس کی طرف مجبورانہ جائیں گے وہ رغبت اور اختیار جبر و اضطرار کی صورت میں جلوہ گر ہوگا دنیا کے خواب کی یہ تعبیر ہوگی۔

پہاڑ دھنی ہوئی اون جیسے ہو کر اڑتے پھریں گے:۔۔۔۔اب دوسرے ثقل کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو پہاڑوں میں رکھا ہوا ہے فقال وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۝ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون جیسے ہو کر اڑتے پھریں گے۔ عھن رنگین پشم کو کہتے ہیں اور رنگین پشم سے تشبیہ اس لیے دی کہ جو دنیا میں مختلف رنگوں کے پہاڑ ہیں سنگ مرمر سرخ سنگ سیاہ وغیرہ زلزلہ پے در پے آنے سے چورا چورا ہو جائیں گے اور باہم ملنے سے ایک رنگت پیدا ہو جائے گی۔

مَنْفُوْش دھنی ہوئی نفش دھنا پھر دھنیے کے دھنے سے اور بھی اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑا کرتے ہیں، اسی طرح جب عالم بالا کے دھنے والے اس پہاڑوں کی اون کو دھنیں گے تو یہ اڑتے پھریں گے اب اس سے زیادہ کیا کھڑکھڑانے والا وقت ہوگا اَلْقَارِعَةُ جس کی حقیقت سے بہ مستِ بادہ غفلت بے خبر ہیں۔ یہاں تک تو ایک مصیبت تھی اب اور دوسری سنیئے وہ یہ کہ اس روز جب یہ سب کچھ ہو چکے گا بار دیگر لوگ اصلی حیات میں آئیں گے اور میزان عدالت کھڑی ہوگی تو فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۝ اس روز جس نے اس چند روزہ حیات دنیا میں اپنے اس ثقل خداداد کو اچھے کاموں میں صرف کیا اور ایمان و حسنات کا ثقل پیدا کر لیا پھر اس کی تولیں بھاری نکلیں گی ایمان کی تول ہے تو ویسی ہی بھاری ہے اور نماز کی ہے تو ویسی ہی گراں بار ہے اور روزے کی ہے تو ویسی ہے اور صدقات و خیرات کی ہے تو ایسی ہے شہوات و لذات سے صبر کی ہے تو ایسی ہے اور محبت الٰہی کی ہے تو سب سے بڑھ کر ہے تو وہ لوگ دل پسند زندگانی میں ہوں گے جس کو حیات جاودانی اور زندگانی یا کامرانی کہنا چاہیے۔ یہ لفظ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ بڑا وسیع المعنی لفظ ہے آخرت کی جس قدر خوبیاں ہیں جنت اور وہاں کے نعیم اور فرح و سرور اور دیدار الٰہی سب کو حاوی ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ۝ اور جس کی تولیں ہلکی ہوں گی اعمال حسنہ ایمان میں اس ثقل خداداد کو کام میں نہ لایا نالائق باتوں پر ثابت قدمی دکھائی کفر پر اڑے رہے ایمان لاتے شرم آئی بدوضعی کو وضعداری سمجھے دنیا پر فریفتہ رہے اور اس عشق میں بڑی ثابت قدمی دکھائی رسم ورواج کے پابند رہے بڑے استقلال سے اس کو تھامے رہے اور بڑا ثقل ان باتوں میں پیدا کیا تو اب یہ بھاری لنگر ان کو جہنم کے گڑھے کی طرف اس طرح کھینچتے ہوئے لے جائے گا کہ جیسا کہ اجسام کا ثقل طبعی پستی کی طرف لیے جاتا ہے۔ اور اسی رمز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لفظ ام کا استعمال کیا کیوں کہ ام کے اصلی معنی ہیں اصل اور رجوع ہونے کی جگہ کے اور اسی لیے ماں کو ام کہتے ہیں کہ وہ بچہ کی اصل ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے مراد یہ ہے کہ اس کا اصل ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔

ہاویہ کی تفسیر:...... ہاویہ گڑھے کو کہتے ہیں اور یہ جہنم کا نام ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ۝ کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے هاویہ کوئی دنیا کا عمیق گڑھا کسی بلند پہاڑ کی کھوہ نہیں ہے اس لیے کہ اس کی اصل حقیقت بھی بغیر ملہم غیب کے سمجھائے سمجھ میں نہیں آتی پھر آپ ہی بتایا ہے نَارٌ حَامِیَةٌ کہ وہ دہکتی آگ ہے یہ آگ حب شہوات ولذات کی اور غضب وحسد کی بغض وعداوت کی اور تعصب کفر وبدراہی کی آگ بھی کیسی آگ حَامِیَةٌ بہت گرم کہ جس کی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی آگ گرم نہیں یہ آگ اس آگ کی نسبت کچھ بھی نہیں اس لیے یہ لفظ استعمال ہوا ورنہ آگ کے لیے تو ہر وقت حرارت لازم ہے۔

فائدہ: فرقہ معتزلہ موازین کو دنیاوی ترازو سمجھ کر اور اس میں اعمال وایمان کا وزن جو عوارض ہیں محال جان کر یہ تاویل کرتا ہے کہ تولیں بھاری ہونے سے مراد ہے حجت قوی ہونا اور خدا کے نزدیک گرانی اور بھاری ہونا اور کہتے ہیں کہ یہ ایک عرب کا محاورہ ہے اور اسی طرح تولوں کے ہلکے ہونے سے مراد ذلیل ہونا اور ان کی حجتوں کا ضعیف ہونا ہے۔ مگر یہ ان کا قصور فہم ہے اس لیے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازو نہیں بلکہ وہ ہے کہ جس سے اعمال وایمان کا وزن ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں میزان کا قیامت میں قائم ہونا ثابت ہے اہل سنت اس کے قائل ہیں۔

فائدہ: دو فریق بیان ہوئے اول وہ کہ جن کے ایمان واعمالِ حسنہ کی تولیں بھاری ہوں گی دوم وہ کہ جن کی ہلکی ہوں گی اور دونوں کا انجام بھی بیان فرمادیا مگر ایک تیسرا فریق اور بھی ہے کہ جن کی نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا ان کا کیا انجام ہوگا؟

مناویؒ فرماتے ہیں کہ ان سے حساب آسان لیا جائے گا اور آخر وہ بھی بخشے جائیں گے اور ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا تا کہ معلوم ہو کہ قابل عذاب وہی ہیں کہ جن کی نیکی کی تول ہلکی رہے گی گناہوں کا پلہ بھاری رہے گا پھر اب اگر ایمان بھی نہیں تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور نہ شفاعت یا اس کی مخصوص رحمت کے سبب وہ سزا پاکر ایمان کی برکت سے بغیر سزا پائے یوں ہی نجات پاجائے گا مگر خطرہ میں ضرور ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا ننانوے دفتر بڑے بڑے گناہوں کے اس کے پیش کیے جائیں گے پھر حق سبحانہ پوچھے گا کہ تجھے ان میں سے کسی کا انکار ہے؟ کیا فرشتوں کراما کاتبین نے ناحق لکھ لیے ہیں؟ کہے گا نہیں یا رب! پھر پوچھے گا تجھے کوئی عذر ہے؟ کہے گا نہیں یا رب! تب حق سبحانہ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے تب ایک ورقہ نکلے گا جس میں کلمۂ شہادت ہوگا تب وہ شخص کہے گا کہ بھلا ان دفتروں کے مقابلے میں اس ورقہ کا کیا وزن ہوگا تب وہ ورق ایک پلہ میں اور وہ دفتر دوسرے پلہ میں رکھے جائیں گے تب یہ ورق بھاری ہوجائے گا اور وہ دفتر ہلکے ہوجائیں گے اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

آیَاتُهَا ۸ (۱۰۲) سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۶) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ تکاثر مکیہ ہے اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ⑥ ثُمَّ
لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ⑦ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ⑧ ع

ترجمہ:......غافل کر دیا تم کو حرص نے ① یہاں تک کہ قبریں جھانک لیں ② خبردار ابھی جان لو گے ③ پھر کہتے ہیں خبردار ابھی جان لو گے ④ نہیں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان جاؤ (تو غافل نہ رہو) ⑤ ضرور تم کو دوزخ دیکھنا ہوگا ⑥ پھر اس کو بالیقین دیکھنا ہوگا ⑦ پھر اس دن تم سے نعمتوں کا حال پوچھا جائے گا ⑧۔

ترکیب:......الهٰی فعل یقال الهاه عن فلان اذاشغله عنه و کم مفعوله۔ التکاثر فاعله و التکاثر التباهی و التفاخر بکثرة الاموال و الاولاد و الفضلة عن الله تعالیٰ حتی غایة للانتهاء حتی زرتم المقابر جمع مقبرة و المعنی انساکم حرص الدنیا و التفاخر بالاموال و العشائر عن الدار الاٰخرة حتی ادرککم الموت و انتم علی تلک الحالة۔ کلا للردع۔ لو شرطیة۔ تعلمون شرط و مفعول تعلمون محذوف ای الامر الذی انتم صائرون الیه علمایقینا و نصب العلم علی المصدریة و اضافة الی الیقین من اضافة الموصوف الی صفة و قیل العلم عام یکون یقینا و غیر یقین فاضافة الی الیقین اضافة العام الی الخاص و جواب لو محذوف قال الاخفش التقدیر لو تعلمون علم الیقین ماالهاکم او نحوه۔ لترون الجحیم الجملةجواب قسم محذوف ای والله لترون الجحیم فی الاٰخرة و لیس هذا جواب لو قرء الجمهور بفتح التاء مبنیا للفاعل و الرؤیة بصریة و لذا تعدت الی مفعول واحد۔

تفسیر:......یہ سورت جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ایک روز ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا ہر روز کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① نہیں پڑھ سکتے؟ (روایت کیا اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

ماقبل سورت سے ربط:......اس سورت کا ربط اَلْقَارِعَةُ سے یہ ہے کہ اس سورت میں انسان کو حوادث ہولناک سے خبر دے کر متنبہ کیا تھا کہ ہوشیار خبردار تجھ پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے اس کے لیے تیاری کر اور ادھر ادھر کے فضول جھگڑے جو کچھ بھی کارآمد نہیں چھوڑ دے مگر برخلاف اس کے انسان ایسی فضول باتوں میں غرق ہے کہ جو اس کو کچھ بھی مفید نہیں وہ کیا کثرت مال و اولاد کی حرص اور اسی پر

فریفتہ ہو کر تدابیر ضروریہ سے غافل ہو جانا اس لیے اس سورت میں اس بات کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے کہ او انسان تجھے اس تکاثر نے اصلی کام سے غافل کر دیا اور ایسا غافل کہ کبھی بھی اصلی کام کی فرصت نہیں دی موت تک اسی فضول دھندے میں پڑا رہا اور دراصل یہی اس کا سبب نزول ہے۔

شان نزول:..... مگر قتادہ و مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مدینہ میں یہود تفاخر کیا کرتے تھے کہ ہم فلاں فلاں قوم سے مال و قبائل میں زیادہ ہیں یہاں تک عمر بھر اسی تفاخر میں رہے جو کرنا کچھ تھا وہ نہ کیا اس لیے ان کا حال قابل افسوس بیان کر کے مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے اس تقدیر پر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ قریش کے دو قبیلے تھے ایک بنی عبد مناف دوسرا بنی سہم دونوں قبیلے کے لوگ کسی مجلس میں اپنے اپنے مفاخر ذکر کرنے لگے ایک نے کہا ہمارا قبیلہ مال دار ہے اور آدمی بھی اس میں زیادہ ہیں سرداری اسی کا حق ہے دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں ہمارے لوگ بہادر زیادہ ہیں اس لیے بیشتر جنگ میں مارے گئے اسی پر بات بڑھ گئی تو یہ ٹھہری کہ چلو قبریں گن ڈالیں چنانچہ قبرستان گئے اور قبریں گنیں اس بیہودہ اور فضول تفاخر کی برائی میں جو انسان کو دار آخرت کے اسباب پیدا کرنے سے روکتا ہے یہ سورت نازل فرمائی۔

مال و قبائل پر فخر غفلت کا سبب ہے:..... اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ کہ تم کو تفاخر مال و قبائل نے غافل کر دیا یہاں تک کہ قبریں جھانکیں یعنی موت تک اور بڑھاپے میں بھی جو چلنے کا وقت ہے اور ایسے وقت کی نسبت کہتے ہیں کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی مرنے کو تیار بیٹھے ہو اس وقت تک بھی تو تم کو اس تفاخر نے اصلی کام سے غافل اور بے خبر کر رکھا ہے پھر یہ نہیں سوچتے کہ دار آخرت کی تدبیر کا کون سا وقت آئے گا۔

تفاخر اور تکاثر ایک معنی میں ہیں اور حرص کرنا بھی اس کے معنی ہیں اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے کیا ہی پُر درد اور پر اثر الفاظ ارشاد فرمائے ہیں مسلم و ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن شخیر سے روایت کیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ اس کو پڑھ کر فرما رہے تھے کہ ''ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تیرا مال تو وہی مال ہے جو تو نے کھا لیا یا پہن لیا یا دے دیا خیرات کر کے۔

اقسام سعادت:..... واضح ہو کہ انسان کی دو سعادتیں ہیں۔

سعادت دنیا:..... ایک سعادت دنیا اور اس کی تین قسم ہیں اول خاص اس کے جسم کی بناوٹ کے متعلق حسن و جمال دوسری جسم کے آرام و آسائش کے متعلق وہ کیا؟ تن درستی اور مال و اسباب و مکان کی فراہمی اور ان میں کامیابی۔ تیسرے اپنے بعد اپنے ذکر خیر کی بقا کے اسباب بہم پہنچانا اور زندگی میں عزت اور آپس کے لوگوں میں سربلندی حاصل کرنے کے اسباب مہیا ہونا وہ کیا اولاد اور اقارب اور قوم کی سربلندی یا عمارت وغیرہ یادگار چھوڑ جانا تمام دنیا کی خوبیاں جن پر انسان فریفتہ ہے انہیں میں منحصر ہیں اس سعادت کو نعمت الٰہی سمجھا جاتا ہے اور بقدر ضرورت اس کے حاصل کرنے کی کوشش بھی بری بات نہیں مگر اس میں غرق ہو جانا اور آتش حرص کا ہر وقت شعلہ زن رہنا اور پھر آسائش تن سے زائد بے کار باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا اور سعادت اخرویہ سے بالکل غافل رہنا محض حماقت ہے ہزاروں شخص ایسے ہیں کہ بقدر ضرورت یہ سب سامان ان کو میسر ہیں مگر حرص اور باطل تمناؤں نے بے چین کر رکھا ہے جمع کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ کھلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی وقت کام آئے گا حالانکہ موت کے پاس پہنچ گیا پھر بھی اس سے تمتع حاصل نہیں کیا۔ اب جانے وہ ضرورت کا وقت کب آئے گا اسی طرح اولاد کی تربیت اور ان کی بھلائی میں کوشش کرنا بھی ایک عمدہ بات ہے مگر اس طرح غرق ہو جانا کہ اپنا آرام کھو دینا اور عقبیٰ کے کاموں سے محروم رہنا رات دن انہیں کے دھندے میں پڑا رہنا یہ عبث فعل ہے حالانکہ وہ اولاد مرنے کے بعد کیا زندگی

میں بھی اپنے مشاغل میں ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اس بوڑھے کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔

سعادتِ آخرت:......دوسری سعادت اخرویہ ہے وہ مرنے کے بعد ملک جاودانی میں کام یابی پس جو اس چندروزہ سعادت میں ایسا محو ہو کہ اس سعادت جاودانی سے بالکل غافل ہو جائے اور موت کے وقت تک اس میں غرق رہے وہ سخت ہی بدنصیب ہے اس بدنصیبی کا ذکر اسی آیت میں اور آئندہ آیات میں کرتا ہے فرماتا ہے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ کہ نہیں نہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ تکاثر و تفاخر مرنے کے بعد کیا کام آتا ہے؟ یعنی کچھ بھی کام نہ آئے گا دست افسوس ملے گا کہ ہائے رے کس فضولی میں عمر گراں مایہ برباد کی جن چیزوں کی کثرت چاہتا اور اس پر فخر کرتا تھا اولاد و مال وہ تو وہیں رہ گیا میرے کچھ بھی کام نہیں آیا اب تو یہاں موت بھی نہیں۔ ہائے اس بے انتہا زندگانی کا کوئی توشہ ساتھ نہیں لایا۔

حکایت:......کسی شہر میں کوئی بزرگ باخدا دنیا سے علیحدہ ایک گوشہ میں یاد الٰہی میں مصروف تھا اور اس کا دوست قدیم ایک تاجر تھا جو رات دن غرق تھا اور بڑے بڑے مکان بنائے تھے اور ہر قسم کے سامان عیش و نشاط اس کو حاصل تھے ایک بار اس مال دار تاجر نے اس باخدا کو ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ تو بڑا ناداں ہے دیکھ میں نے اس عرصہ میں یہ کچھ پیدا کیا تو نے کیا کیا؟ اس باخدا نے جواب دیا کہ اے نادان تو نے اس چندروزہ زیست کے لیے یہ کچھ کیا وہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے کیا کیا۔ کیا یہ چیزیں تیرے ساتھ چلیں گی؟ اور اگر نہ چلیں تو بتلاؤ تم کو ان کے چھوٹ جانے پر کیا حسرت ہوگی اب بتاؤ تو نادان ہے یا میں؟ وہ تاجر زار زار رونے لگا۔

بعض لوگ اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ آخرت کا حال معلوم ہے اس لیے حق سبحانہ فرماتا ہے کلا ہرگز نہیں خاک بھی معلوم نہیں كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ اگر تم کو یقیناً وہاں کا معلوم ہو جائے تو یہ تفاخر و تکاثر چھوڑ کر اصلی کام میں مصروف ہو جاؤ گویا تمہارا علم آخرت کے بارے میں علم یقینی نہیں۔

حکایت:......کوئی بادشاہ کسی فقیر باخدا کا معتقد تھا ان سے ایک بار کوئی دوا مقوی باہ بھی طلب کی جس سے بے حد قوت بادشاہ کو معلوم ہوئی مگر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فقیر صاحب ضرور در پردہ کوئی عورت رکھتے ہوں گے اپنی لونڈی بنا سنوار کر بھیجی فقیر نے التفات بھی نہ کیا جس سے اور بھی تعجب معلوم ہوا۔ اگلے روز بادشاہ کا خیال معلوم کر کے فقیر نے کہا کہ ایک روز کی بات ہے آپ کو مطلع کرتا ہوں وہ یہ کہ سات دن کے اندر اندر آپ مر جائیں گے یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش و حواس جاتے رہے اس لیے کہ فقیر کی بات کو یقینی جانتا تھا گھر آ کر تمام امور عیش و عشرت کے ترک کر دیئے اور رات دن رونے لگا اور توبہ کرنے اور دعا و عبادت میں مصروف ہو گیا ایک ایک گھڑی کو غنیمت جانتا تھا تمام شہوانی خیالات اور باطل تمنائیں کافور ہو گئیں گھڑیاں گنا کرتا تھا اس ہفت روزہ شغل میں اس کی روح پر نورانیت بھی پیدا ہو گئی اور کشود کار بھی ہوا ساتویں دن موت کے انتظار میں تھا اور عزیز و اقارب فرزند و زن کو رخصت کر چکا تھا جب وہ دن بھی بخیر گزر گیا اگلے روز فقیر کے پاس آیا اور پوچھا کہ موت تو نہیں آئی شاہ صاحب نے فرمایا دنیا کے سات ہی روز ہیں اب تک گزرے نہیں مگر یہ تو فرمایئے کہ اس عرصہ میں اس دوا کا کیا اثر تھا اور ارباب عیش و نشاط سے کیسی گزرتی تھی عرض کیا کچھ بھی خبر نہ تھی بادشاہ فقیر کی رمز کو سمجھ گیا اور راہ راست پر آ گیا۔

حقیقت میں عِلْمَ الْيَقِيْنِ اس جہاں کا ہو جائے تو نیک پر اشتیاق میں اور بد پر خوف میں یہ زندگانی وبال ہو جائے یہ اہل اللہ بالخصوص انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا ہی حصہ ہے اور اسی لیے ان کے افعال اور عامہ خلائق کے افعال میں جو دنیا پر فریفتہ ہیں اور ہمیشہ جینے کی امیدیں دل میں رکھتے ہیں بڑا فرق ہے۔

فائدہ: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ کو دوبارہ لانے میں کیا حکمت ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تاکید کے لیے ہے جیسا کہ کوئی ناصح کہتا ہے

تو سمجھا تو سمجھا بعض فرماتے ہیں کہ اول بار اہل شر کے لیے اور بار دوم اہل خیر کے لیے پس اول وعید اور دوم وعدہ ہے یہ ضحاک کا قول ہے۔
اب اس قدر فرمانا عاقل کے لیے کافی تھا کہ اگر تم کو یقین ہو جائے تو اصلی کام کرنے لگو اور اس حرص وفخر کو چھوڑ دو مگر مخاطبین کے دلوں پر تو اس حرص وفخر اور غفلت کے بے شمار پردے پڑے ہوئے تھے اس لیے اب ان کو صاف صاف بتلایا جاتا ہے فقال: لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۞ کہ ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔
عام قراء لَتَرَوُنَّ کو بفتح تا پڑھتے ہیں فراء کہتے ہیں کہ یہی ٹھیک بھی ہے کیونکہ یہ تہدید ہے تو عام محاورہ عرب کے موافق اس کے الفاظ یہی ہونے چاہئیں بعض بضم تا بھی پڑھتے ہیں اور جحیم دوزخ کو کہتے ہیں۔ پھر یہ دیکھنا عام ہے کہ ایمان دار تو یوں ہی دور سے دیکھ کر دل میں ڈریں گے اور نعماء الٰہی اور نجات کا شکریہ کریں گے اور کفار و گناہگار اس کا عذاب دیکھیں گے جو ان کے کرتوتوں کی سزا ہے اور تکاثر کا مآل کار ہے ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ پھر دوبارہ اس بات کی تاکید کے لیے اس کلام کا اعادہ کرتا ہے فقال ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۞ کہ ضرور تم اس دوزخ کو بالیقین معائنہ کرو گے اس میں داخل کیے جاؤ گے اس کا مزہ چکھو گے۔
بعض فرماتے ہیں کہ اول جملہ میں مرنے کے بعد عالم برزخ میں عذاب دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں حشر کے روز عذاب دیکھنے کا ذکر ہے یا یہ کہ اول بار کا دیکھنا کنارے سے کھڑے ہو کر ہوگا بار دوم دیکھنا دوزخ میں جا کر بعض مفسرین ان آیات کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اگر تم کو علم یقین ہو جائے تو تم دل کی آنکھ سے دوزخ کو دیکھ لو اور یقیناً دیکھ لو کوئی شبہ باقی نہ رہے مگر تم کو اس کا علم یقین نہیں۔
فائدہ: علم کے تین مرتبے ہیں اول علم الیقین کہ جیسا کسی نے دریا کو آنکھ سے دیکھ لیا، دوسرا عین الیقین کہ اس کے کنارے پر پہنچ کر پانی چلو میں لے لیا ہو، تیسرا حق الیقین کہ دریا میں گھس کر غوطہ لگا لیا ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ جن جن نعمتوں پر بھولے ہوئے ہو اور ان کے ازدیاد کی حرص میں لگے ہوئے آخرت سے غافل اور مالک کے ناشکر بنے ہوئے ہو قیامت کے روز ان کی بابت سوال ہوگا فقال: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۞ کہ اس روز دنیا کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا تم سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور جس لیے تم کو دی گئی تھیں ان کو حاصل کر کے وہ کام بھی کیا یا نہیں؟ یعنی عبادت۔
خدا کی بے شمار نعمتیں ہیں جو حد وشمار سے باہر ہیں کما قال: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ انعمائے ظاہریہ وباطنیہ تندرستی جسم کے اعضاء کی خوبی، رزق اور روزی، گرمی میں ٹھنڈا پانی یا سایہ وغیرہ وغیرہ جن سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں۔ اس لیے علی اختلاف النعماء مفسرین نے متعدد اقوال میں نعیم کی تفسیر کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عافیت، کوئی کہتا ہے تندرستی اور اولاد و مال، کوئی کہتا ہے ٹھنڈا پانی اور خشک سایہ، کسی نے کہا حس وادراک، کسی نے کہا کہ پیٹ بھر کر کھانا اور آرام سے سو جانا اور بدستور بول و براز خارج ہو جانا وغیرہ ذلک یہ سب قول ٹھیک ہیں۔
مسلم وغیرہ اہل سنن نے روایت کی ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو باہر ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو بھی پایا آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تم کس لیے گھر سے نکلے ہو کہا بھوکے نکلے ہیں آپ نے فرمایا میں بھی اسی لیے نکلا ہوں تب سب ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے جس کے پاس کھانا تیار نہ تھا اس نے اور اس کی بیوی نے دیکھ کر کہا مبارک مہمان اور ہماری زہے عزت۔ تب سب کو ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھایا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے پکایا اور سامنے لایا اور چھوارے بھی لایا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا آنحضرت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا آج کی اس نعمت کی بابت بھی تم سے پوچھا جائے گا قیامت کے دن۔
حکایت:......کوئی مفلس شخص افلاس سے تنگ ہو کر خدا تعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں اس کو اس قدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر

لادکرلایا رستہ میں پانی نہ ملا اور گرمی سے کتم کی نوبت پہنچی تب ایک شخص نمودار ہوا جس کے پاس سرد پانی تھا اس نے پانی کا سوال کیا اس نے کہا ایک خچر مال کا دے دو تو دیتا ہوں آخر کار دینا پڑا ورنہ موت سامنے دکھائی دیتی تھی پانی پی کر بھوک لگی اور سخت بے تابی ہوئی ہلاکت کی نوبت آ گئی تب ایک شخص ملا جس کے پاس روٹی تھی اس سے روٹی کا سوال کیا اس نے کہا اگر ان دونوں خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ تو مر جائے گا دونوں یہیں رہ جائیں گے ایک خچر دے کر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا تھوڑی دیر کے بعد پیٹ میں پاخانہ اور پیشاب بند ہو جانے سے اس شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آ گئی ایک شخص حکیم نمودار ہوا جس نے کہا یہ خچر مجھے دے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے آخر جان عزیز تھی وہ بھی دیدیا درد سے نجات ملی تب ہاتف غیب سے آواز آئی کہا روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اس قدر مال دے کر آج لی ہے اس سے پہلے تجھے ہمیشہ مفت دیتا رہا اس پر بھی تو اس کا شاکی ہوا یہ کیا انصاف ہے وہ شخص رویا اور تائب ہوا اس کی نعمتوں کا شکر یہ ہر حال میں واجب ہے و لہ الحمد و المنۃ علی کل حال۔

آیَاتُهَا ۳ (۱۰۳) سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ العصر مکیہ ہے اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع ۲۸

ترجمہ:...... قسم ہے عصر کی ① بے شک انسان خسارہ میں ہے ② مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی باہم تاکید کرتے رہے ③۔

ترکیب :...... وللقسم العصر مقسم به والمراد به الدهر عموما وقيل العشي وهو مابين زوال الشمس وغروبها و قيل صلوة العصر قرء الجمهور بسكون الصاد و قرء بكسر ايضا۔ ان الانسان اسم ان۔ لفي خسر خبرها والجملة جواب القسم قرء الجمهور بضم الخاء وسكون السين وقرئ بضمها ايضا المعنى في نقصان و خسران و شر۔ الا استثناء متصل من الانسان وقيل منقطع على ان المراد بالانسان الكافر۔ وعملوا ومابعده عطف على أمنوا۔ والتواصي وصية بعضهم لبعض۔

تفسیر :...... یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے صرف قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ربط : اس سورت کا ربط سورۂ تکاثر سے یہ ہے کہ انسان تمام عمر کثرت مال واولاد و افراہمی اسباب عیش ونشاط میں صرف کرتا ہے اپنے اوقات گراں مایہ کا حاصل سمجھتا ہے ورنہ جانتا ہے کہ میرے اوقات خراب ہوئے اور عمر ضائع ہوئی اور اسی کو وہ مقصود اصلی جانتا ہے اور اسی لیے وہ اس کی حرص کرتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے اس خیال کے رد کرنے کو یہ سورت نازل فرمائی کہ کوئی کیسا ہی مال و دولت میں کامیابی حاصل کرلے مگر پھر بھی وہ نقصان اور خسارہ ہی میں ہے اس خسارہ سے وہ بچے ہوئے ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور نیک کاموں کی بنیاد اپنے بعد ڈال گئے عمر گراں مایہ کا اصلی کا نفع یہی ہے نہ وہ کہ جو عموماً طبائع انسانیہ سمجھی ہوئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کے جاہلیت کے دوست ابوالاسد نے بطور طنز کے یہ کہا تھا کہ تم بڑے ہوشیار اور تجارت میں خبردار تھے کبھی نقصان نہیں اٹھایا اب کیا ہوا کیا نادانی چھا گئی جو تمام مال صرف کر کے ایک شخص کے معتقد ہو گئے اور قدیم دین کو چھوڑ بیٹھے، یہ تم نے بڑا خسارہ اٹھایا اس کا خیال باطل بھی اس سورت میں رد کر دیا گیا۔

زمانہ کی قسم :......فقال : وَالْعَصْرِ کہ قسم ہے زمانہ کی جس میں یہ انسان زندہ ہے اور یہ ایک نہایت قیمتی اور گراں مایہ سرمایہ ہے جو خداوند تعالیٰ نے انسان کو دے کر دنیا میں ایمان اور نیکوکاری کی تجارت کرنے بھیجا ہے اور یہ سرمایہ ایسا بے ثبات ہے کہ برف کی طرح آپ ہی آپ پگھلتا جاتا ہے اگر اس نے بجائے ایمان اور عمل نیک کے برا سودا خریدا یا کچھ بھی نہیں خریدا تو بھی انسان خسارہ میں ہے اس لیے اس وقت عزیز کی قسم کھائی جس کو یہ ناقدر انسان برائی کے کام میں صرف کرتا ہے یا یوں ہی ضائع کرتا ہے اور اس قسم کو اپنے مابعد کے مضمون

سے نہایت ارتباط ہے گویا وہ دعویٰ ہے تو یہ اس کی دلیل مقدم ہے تاکہ مخاطب کو اس مضمون میں کہ انسان خسارہ میں ہے (سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے) کوئی تردد نہ رہے اور یہ قرآن مجید کا کمال بلاغت ہے و للہ الحمد۔

مفسرین کے عصر کے معنی میں چند اقوال

۱)......بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ عصر سے مراد مطلقاً زمانہ ہے جس کو عربی میں دہر کہتے ہیں اور اس کی قسم کھانے میں اپنی قدرت وحکمت کی تاریکیوں کا اظہار کرنا مقصود ہے اور یہ اس لیے کہ زمانہ کی تمام چیزوں پر زمانہ کا پورا احاطہ ہے کوئی بادشاہ کوئی مال دار کوئی شہ زور ایسا نہیں کہ زمانہ کی نیرنگیوں سے نکل جائے۔

زمانہ کا پہلا اثر موسموں کا تبدل ہے جب سردی آتی ہے تمام لوگوں پر سردی کا اثر پھیل جاتا ہے اور جب گرمی کی سلطنت آتی ہے تو سب پر اس کا اثر پڑتا ہے اور اسی طرح جب رات آتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب دن کی سلطنت آتی ہے تو رات کا فور ہو جاتی ہے زمین پر نور پھیل جاتا ہے اس کے بعد انسان کی عمر پر زمانہ کا وہ نمایاں سکہ چلتا ہے کہ کسی طرح ٹلتا نہیں لڑکپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا بے اختیار آتا ہے اور پھر زمانہ زمانیات کو فنا کرتا ہے اور پھر حیوانات جمادات اور حیوانات میں سے انسان کو مار کر ایسے فنا کے عمیق گڑھے میں ڈال دیتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے وہ فنا شدہ اتنا ہی نیچے چلا جاتا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ زمانہ کی ڈوریاں کس کے ہاتھ میں ہیں اسی قادر مطلق کے لیکن جن کی نظر دور تک نہیں پہنچتی وہ ان سب حوادث کو زمانہ کے مستقل افعال جانتے ہیں جیسا کہ فرقہ دہریہ اور جن کی نگاہیں دور جاتی ہیں اور وہ گہری نظروں سے دیکھتے ہیں وہ اس کے کے موجد اور اس کے چلانے والے کے ہاتھ کی کاری گری سمجھتے ہیں جو زمانہ سے باہر ہو کر زمانہ کی کل چلا رہا ہے اس لیے زمانہ کی قسم کھائی کہ وہ اس کی ایک عمدہ اور بڑی کل ہے جس میں اشارہ ہے کہ زمانہ کے موافق بنو زمانہ تمہارے موافق نہیں بنے گا اور جب کسی نے زمانہ سے لڑائی کی تو فوراً شکست کھائی اور اسی بات کی طرف نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے جو دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے دہر تو میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہے میں ہی رات اور دن کو بدلتا ہوں'' (متفق علیہ)

۲)......بعض فرماتے ہیں اخیر دن کا وقت مراد ہے جو زوال سے غروب تک کا وقت ہے جس کو عربی میں عشی کہتے ہیں یہ قتادہؒ اور حسن بصری ؒ کا قول ہے اور اس کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ دن بھر کے کاروبار کا نفع ونقصان اخیر دن میں ظاہر ہوتا ہے دن بھر بیچ کھوچ کر سوداگر دکان بڑھاتا ہے اور اپنے گھر کا رستہ لیتا ہے اور نیز زیادہ بیع وشراء کا بازار اسی وقت گرم ہوتا ہے اور نیز ایک انقلاب عظیم کی یہ تمہید ہے یعنی دن کا جانا رات کا آنا اور اسی لیے اس وقت کی نماز کی جس کو صلوٰۃ الوسطیٰ اور صلوٰۃ العصر کہتے ہیں بڑی تاکید ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ اے انسان تیری زندگانی کا بہت سا زمانہ گزر گیا ہے اخیر وقت رہ گیا تو اپنی تجارت میں جو آخرت میں کام آئے سرگرمی کر لے وقت بہت نہیں رہا ورنہ پھر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

۳)......بعض فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ مراد ہے جو بڑا متبرک زمانہ ہے اور جس میں تجارت آخرت کا بازار بڑا گرم تھا جس نے سعادت کی طرف ذرا توجہ کی اس نے سلطنت آسمانی حاصل کر لی اور جس نے برا سودا کیا عمر کھو کر کفر وبدکاری خریدی گھاٹا اٹھایا اور بڑا گھاٹا اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا خیر القرون قرنی الحدیث کہ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے......جب کہ صبح سے لے کر تھوڑا دن رہے تک بنی آدم آخرت کے سودے میں پورے کامیاب نہ ہوئے اور وقت رہ گیا کم تو اس نے اپنی رحمت سے ایسا نبی برپا کیا جو دنیا کو نافع تجارت سکھانے آیا ایسی تجارت کہ تھوڑے سے داموں پر (یعنی چند روزہ زندگی سے جو امم سابقہ کی بہ نسبت وقت عصر ہے اور تھوڑے سے اعمال سے

)بے بہا دولت حاصل ہوتی ہے یعنی دار آخرت اور اس کے نعمائے باقیہ اس لیے لفظ وَالْعَصْرِ میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ بس اب اور وقت نہیں رہا جو اور نبی آئے گا انہیں پر سلسلہ تمام کر دیا کہ پھر اب بھی جو کوئی ہدایت پر نہ آئے تو ازلی بدنصیب ہے دنیا کی دکان بڑھا چاہتی ہے اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں اور انگلی سے انگلی ملا کر دکھائی یعنی ساتھ لگے ہوئے میرے بعد قیامت ہے۔

۴)... بعض فرماتے ہیں کہ خاص نماز عصر کی قسم کھا کر مراد ہے یہ مقاتل کا قول ہے۔ اس لیے اس نماز کی قسم کھائی کہ یہ اس دار آخرت کی تجارت کا ایک مخصوص وقت ہے اور نیز دنیاوی تجارت کا بھی وقت ہے اور نیز دن کے اعمال کے دفتر بند ہونے کا وقت ہے اس کے بعد سے رات کے اعمال کا دفتر کھلتا ہے اور اسی لیے حدیث صحیح میں آیا کہ جس کی نماز عصر قضاء ہوگئی گویا اس کا گھر بار لٹ گیا اور قرآن مجید میں صلوٰۃ الوسطیٰ سے (جس کی محافظت کی تاکید ہے) یہی نماز مراد ہے۔

شبہ: قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کی خدا پاک نے قسم کھائی ہے رات کی، دن کی، آفتاب کی، آسمان کی، زمین کی، مکہ شہر کی، انجیر کی، زیتون کی، آنحضرت ﷺ کی عمر کی وغیرہ حالانکہ حدیث شریف میں بندوں کے لیے بجز خدا پاک کے نام کے قسم کھانے کی ممانعت آئی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ قسم کھانے میں تعظیم بے حد ہے اور اس کا مستحق وہی حق سبحانہ ہے اور اہل توحید کا شیوۂ خاص ہے کہ اس کی تعظیم کے برابر کسی کی تعظیم نہ کریں پھر حق سبحانہ نے اپنی مخلوقات کی کیوں قسمیں کھائیں اپنی ذات وصفات کی قسم پر انحصار کیوں نہ فرمایا؟

جواب: اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور معتزلہ اور بڑے بڑے علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ ایسے مقامات پر لفظ رب محذوف ہوتا ہے جیسا کہ والتین قسم ہے رب تین یعنی رب انجیر کی پھر ان اشیاء کے ذکر کرنے میں اور ان کی ربوبیت کے اظہار میں بندوں کو ان چیزوں سے جو منافع اور فوائد ہیں ان کا اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ ان چیزوں میں اس کی قدرت کاملہ کا کرشمہ دیکھ کر ایمان لائیں اور اپنے قدیم محسن اور آقا ولی النعمۃ کی طرف جھکیں، یعنی ہر جگہ اپنی ہی قسم کھائی ہے نہ کہ مخلوق کی اکثر متکلمین کا بھی اس طرف رجحان ہے اور بات بھی یہی قوی ہے۔

لیکن علماء کرام کی ایک جماعت ظاہر الفاظ پر خیال کر کے یہ بھی کہتی ہے کہ لفظ رب کے محذوف ماننے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ انہیں چیزوں کی قسم کھائی ہے مگر ہر ایک قسم کھانے والے کی حالت اور شان کے مطابق اس چیز کی قسم کھانے سے جو مقصود ہوتا ہے وہی مراد لیا جاتا ہے اگر کوئی شخص بادشاہ کے سر کی قسم کھائے یا تخت کی تو اس کا مقصود عزت وعظمت بادشاہ کی اور اس کے تخت کی ہوگی اور جو کوئی اپنی اولاد یا مال کی قسم کھائے تو مقصود محبت ہوگی علی ہذا القیاس۔ پس حق سبحانہ جو اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو مقصود اس چیز کے پیدا کرنے میں جو اس نے اسرار قدرت اور بندوں کے منافع رکھے ہیں ان کا اظہار ہوگا قطع نظر اس سے کہ یہ شئے جملہ مخلوق میں بڑھ کر ہے یا نہیں اور کبھی محض اس چیز کا شرف وعزت بندوں کی نگاہ میں ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی قسم یا مکہ معظمہ کی قسم اب کوئی محل اعتراض باقی نہیں رہا اس پر بھی جو کوئی اس رمز سے ناواقف ہو کر عیب لگائے اور طعن کرے تو یہ اس کی بھونڈی سمجھ ہے۔ الحاصل عصر کی قسم کھا کر فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۞ کہ بے شک ابن آدم نقصان میں ہے اس لیے کہ اس کی عمر گراں مایہ جو بڑا مال ہے اور جس سے دار آخرت کی کارآمد چیزیں خریدی جاتی ہیں وہ ہر آن گھٹتی جا رہی ہے اور جو گھٹتی ہے اس کے پھر آنے کی امید منقطع ہے کیا خوب کہا ہے حافظ مرحوم نے

مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چوں ہر دم ☆ جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محمل ہا

اور اگر اس عمر گراں مایہ کو گناہوں اور شہوات ولذات فانیہ میں صرف کیا یا کھیل کود لہو ولعب میں گزار دیا تو اور بھی نقصان ہوا اور خسران سرمدی وحرمن ابدی نصیب ہوا لیکن اس عمر چندروزہ میں اگر نفع حاصل کرنا چاہے اور نقصان سے محفوظ رہنا چاہے تو اس کے لیے یہ دو باتیں ضروری ہیں اول یہ کہ اپنی حیات میں کمال حاصل کرے اور دوم یہ کہ مرنے کے بعد بھی حسنات وباقیات کا سلسلہ باقی چھوڑ جائے تاکہ اس کے بعد بھی اس

کے حسنات ہمیشہ اس کو پہنچتے رہیں اور اس سبب سے اس کو اکتساب حسنات کے لیے ایک وسیع زمانہ مل جائے ورنہ عمر تو بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے خصوصاجب کہ ایک اس میں سے لڑکپن اور بیماری اور بڑھاپے کا زمانہ کر دیا جائے کیونکہ ایسے وقت انسان بے کار ہو جاتا ہے اور اعضاء جواب دے چکتے ہیں تو بہت ہی کم حصہ رہ جاتا ہے اس لیے ان خسارہ پانے والوں میں سے جن میں یہ دو وصف ہوں ان کو مستثنیٰ کرتا ہے۔

خسارہ سے نجات پانے والے:......۱)...... اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ جو ایمان لائے اور ایمان لا کر نیک کام بھی کیے یہ وہ پہلی بات ہے جو اپنی حیات کی کمائی تھی اس کے دو مرتبے ہیں۔ اول: معرفت اور حقائق الاشیاء کا علم صحیح خصوصا حق سبحانہ اور وسائل ہدایت ❶ وارشاد کی بابت اعتقاد صحیح جس کو شرع میں ایمان کہتے ہیں یہ اعلیٰ کمال ہے روح کے بدن سے جدا ہو جانے کے بعد یہ کمال ساتھ رہتا ہے اور اسی کو حکماء بھی سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اہل ہند بھی اس کو گیان کہتے ہیں جو ان کے نزدیک نجات کا وسیلہ ہے مگر حکما کے علم حقائق الاشیاء اور ہندوؤں کے گیان اور شرعی ایمان میں بڑا فرق ہے شرعی ایمان وہ علم اور وہ گیان ہے جس میں شکوک و خطرات یا توہمات وتخیلات کی بو بھی نہیں وہ ان ظلماتی دھبوں سے پاک ہے نہ اس کے حصول کے وہ ذرائع ہیں جن میں عقلی قیاسات اور وہمی تک بندیوں کو دخل ہو نہ تمام مخلوق کی حقیقت دریافت کرنے کی تکلیف مالا یطاق نہ آسمانوں اور زمین کے قلابے ملانے کی حاجت۔

دوسرا مرتبہ: ایمان کے بعد نیک کام کرنے کا ہے یہ لفظ بڑا وسیع المعنی ہے ہر ایک نیک کام کو شامل ہے خواہ عبادت بدنی ہو خواہ مالی خواہ ذکر و مراقبہ و فکر و تسبیح و تہلیل ہو اور خواہ نماز و خیرات ہو خواہ صلہ رحمی مخلوق خدا پر ترحم اور نفع رسانی ہو اس لیے کہ اگر ایمان ہے اور اعمال صالحہ نہیں تو ایمان ایک درخت بے ثمر ہے اور اگر دونوں باتیں حاصل ہیں تو دنیا سے نفع کما لایا۔

حق وصبر پر قائم رہنے کی تاکید:......۲)...... وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ کہ اپنے بعد بھی سلسلہ حسنات باقی چھوڑ گئے اس لحاظ سے گویا وہ ہمیشہ زندہ ہیں اور ہمیشہ دنیا میں نیک کاموں کی بنیاد ڈال جاتے ہیں جب تک وہ نیک کام باقی رہیں گے اور لوگ ان سے نفع حاصل کریں گے ان کی بنیاد ڈالنے والوں کو بھی اسی قدر ثواب ملتا رہے گا اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی مضمون وارد ہے چنانچہ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا اس کو بھی اتنا ہی اجر ہے کہ جتنا اس ہدایت قبول کرنے والے کو ہے اور جس نے کسی کو برے کام کی ترغیب دلائی تو اس کو بھی اسی قدر گناہ ہے کہ جس قدر اس برے کام کرنے والوں کو ہے کچھ بھی کم نہیں ہوگا اور ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔ اسی نیک کام کی بابت دو لفظ ارشاد فرمائے کہ جس کی اوروں کو تقید کر کے دنیا سے چلے تھے۔

اول حق پر قائم رہنے کی تاکید یہ لفظ بھی وسیع المعنی ہے دین حق پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے اور راست بازی اور نفع خلائق کو بھی شامل ہے پھر دین میں عبادت سے لے کر اعتقاد صحیح اور اخلاق کریمانہ خیرات وصدقات سب کو شامل ہے بنائے مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم سب اس میں آ گئے اسی لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام میں اعلیٰ درجات رکھتے ہیں کہ اپنے بعد مفید اسلام وہ وہ باتیں زندہ چھوڑ گئے جن سے آج تک مسلمان نفع پا رہے ہیں اور ان کے بعد ائمہ دین مجتہدین و پیران طریقت وغیرہم ہیں۔

دوسرا لفظ صبر ہے یہ بھی بڑا وسیع المعنی لفظ ہے اس لیے کہ مخالفوں کی ایذاء اور بدگوئی کی برداشت بھی صبر ہے اور یہ وصف ہر ایک عالی حوصلہ کو لازم ہے اگر یہ نہیں تو نہ ہم چشموں میں عزت ہے نہ عافیت ہے بات بات پر لڑنا مقابلہ کرنا لوگوں سے انتقام لے کر دشمن بنانا زیست تلخ کر دیتا ہے۔

---

❶...... وسائل ہدایت فرشتے اور انبیاء علیہم السلام اور پھر انبیاء کی کتابیں ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے بغیر اس کے معرفت وعلم ناقص ہے اس لیے نجات نہیں ۱۲ منہ۔

حکایت :......سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک بدوی نے جب کہ آپ خلیفہ تھے مجمع عام میں سخت الفاظ کہے اور گالیاں دیں اور لوگوں کو غصہ آیا فرمایا تمہیں تو کچھ نہیں کہا، مجھے کہا ہے آپ نے حکم دیا کہ غریب بھوکا ہوگا کھانا کھلاؤ عمدہ کپڑے پہناؤ خرچ سے تنگ ہوگا روپے دو چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی تیسرے دن اس شخص کو روبرو بلا کر کہا کہ بھائی اب بھی تم مجھ سے خفا ہو؟ وہ شخص رو پڑا اور کہا کہ میں نہ پہلے خفا تھا نہ اب ہوں صرف امتحان منظور تھا کہ دیکھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون آپ میں کس قدر ہے ان کے اوصاف حمیدہ سے کتنا حصہ ملا ہے؟ آپ نے فرمایا بحمد اللہ ہم پہاڑ ہیں ایسے جھونکوں سے ہلنے والے نہیں۔

صبر کی تاثیر ہے کہ مخالف ہر برائی کر کے آپ شرمندہ ہوجاتا ہے قرآن مجید میں جابجا اس کی تاکید ہے اور اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ . . . الخ کہ برائی کے مقابلے میں بھلائی کر کوئی گالی دے تو دعا دے۔ نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ میں ثابت قدمی بھی صبر ہے نفس چاہتا ہے کہ رات کو گرم ہو کر سو رہو مگر یہ جواں مرد نہیں مانتا نماز پڑھتا ہے سردی گرمی برداشت کرتا ہے اسی طرح جملہ اخلاق میں نفسانی خواہش روکنے میں ثابت قدمی صبر ہے اسی طرح صف جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا اور مقابلہ میں استقلال بھی صبر ہے خدا کی راہ میں مشقتوں کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی سماوی پر استقلال بھی صبر ہے۔

انسان کی سعادت کے دو بازو ہیں جن سے وہ اڑ سکتا ہے اور درستی اعتقاد یعنی تکمیل قوت نظریہ یہ دایاں بازو ہے اسی کے لیے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ استعمال ہوا دوسرا بائیاں بازو نیک کام کرنا بری باتوں سے پرہیز کرنا ہے یعنی قوت عملیہ کی تکمیل اس کے لیے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ استعمال ہوا تمام حکمت نظریہ وعملیہ کا انہیں دو لفظوں میں خاتمہ کر دیا۔ اور یہ بھی ہے کہ اول انسان آپ کامل ہو لے اس بات کی طرف اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں اشارہ کیا تھا اور آپ کامل ہو کر اوروں کی تکمیل کی بھی فکر کرے اور حکیم روحانی بن کر مریضان بنی آدم کا علاج کرے یہ پورا کمال ہے اس لیے اس کے لیے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ میں اشارہ فرمایا حق پر قائم رہنے کی وصیت و تاکید گویا دوا پینے کا حکم ہے اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں اشارہ ہے پرہیز کا کیوں کہ اگر مریض دوا پی کر مضر اشیاء سے پرہیز نہ کرے گا کبھی فائدہ نہ اٹھائے گا۔

وصیت کے معنی :......وَتَوَاصَوْا وصیت سے ہے یہ لفظ عرف شرع میں تقیید و تاکید کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا ۝۱ اور عرف عام میں وصیت اس بات کو کہتے ہیں کہ جس پر اس کے مرنے کے بعد عمل ہو یا کہو بوقت مرگ حکم دے اس لیے اس لفظ کے اختیار کرنے میں یہ رمز ہے کہ مرتبہ ارشاد و تکمیل کا نفس فنا کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے گویا یہ لوگ نفس کو مار کر جیتی زندگی میں مر گئے یا قریب بمرگ ہیں گویا وصیت کرتے ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ابتدائے سورت میں لفظ عصر کی قسم کھائی تھی جو اخیر وقت ہے گویا ہر زندہ دل اپنی زندگانی پر بھروسہ نہ کر کے ہر وقت کو دم آخر سمجھتا ہے پس وہ جو کچھ فرماتا ہے گویا بوقت مرگ فرماتا ہے جس کی پابندی پچھلوں پر بہ لحاظ محبت واجب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اچھے لوگ بوقت مرگ دنیاوی جھگڑے چھوڑ کر اپنے مریدوں محبوں کے لیے حق پر قائم رہنے اور صبر کرنے کی وصیت کیا کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے

وَوَصّٰی ۝۲ بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ

۝۱......ہم نے انسان کو ماں باپ سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ۱۲ منہ۔ ۝۲......ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ دین حق خدا نے تمہارے لیے پسند کیا اب تم ایمان و اسلام ہی پر مرنا ۱۲ منہ۔

آیَاتُهَا ۹ (۱۰۴) سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۲) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ ہمزہ مکیہ ہے اس میں نو آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝۱ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝۳
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹ ع

ترجمہ:.....خرابی ہے ہر ایک طعنہ زن آوازہ کش کی ① کہ جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا ② سمجھتا ہے کہ میرا مال مجھے سدا رکھے گا ③ یہ نہ ہوگا البتہ وہ تو حطمہ میں پھینکا جائے گا ④ اور تو کیا جانے کیا ہے وہ حطمہ؟ ⑤ اور وہ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے ⑥ جو دلوں تک پہنچتی ہے ⑦ وہ اس میں بند کئے جائیں گے ⑧ بڑے بڑے ستونوں سے باندھ کر ⑨۔

ترکیب:..... ویل مبتداء و جاز الابتداء بالنکرة لکونه دعاء علیهم۔ لکل همزة لمزة خبره قرء الجمهور بضم اولهما وفتح المیم وقرئ بسکون المیم فیهما واصل الهمزة الکسر والضرب وکذا اللمزة یقال همزه یهمزه همزا ولمزه یلمزه لمزا قال الرازی الهمزة الکسر قال تعالیٰ هماز مشاء واللمزة الطعن ولاتلمزوا انفسکم والمراد الکسر من اعراض الناس والبغض منهم والطعن فیهم همزة لمزة علی وزن فعلة وبناء فعلیة لمبالغة الفاعل کالضحکة واللعنة ای کثیر الضحک وکثیر اللعن واذا اسکنت العین یکون لمبالغة المفعول یقال رجل لعنة بسکون العین اذا کان ملعونا للناس یکثرون اللعن علیه۔ الذی.....الخ بدل من کل اوفی محل نصب علی الذم او تعلیل لماقبله عدده قرء الجمهور بالتشدید وقرئ بالتخفیف ومعناه حصاه فهو ماخوذ من العدد قال الزجاج عده لنوائب الدهر یقال اعددت الشیء وعددته اذا امسکه۔ یحسب.....الخ مستانفة لتقریر ماقبلها وقیل فی محل النصب علی الحال من فاعل جمع۔ اخلد ماض معناه المضارع ای یخلد والخلد بالضم البقاء کلا ردع۔ لینبذن.....الخ اللام جواب قسم محذوف حطمة علی وزن همزة مبالغة فی الحطم بمعنی الکسر تحطم وتکسر من القی فیها والحطمة من اسماء النار۔ فی عمد ممددة فی محل نصب علی الحال من الضمیر فی علیهم ای کائنین فی عمد ممددة موثقین فیها وقیل خبر مبتداء محذوف ای هم او صفة لمؤصدة قرء الجمهور عمد بفتح العین والمیم جمع عمد کادیم وادم وقال ابو عبیدة جمع عماد وقیل اسم جمع لعمود قال فی الصحاح العمود البیت وجمع القلة اعمدة وجمع لکثرة عمد۔

تفسیر:.....یہ سورت بلاخلاف مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے اس کی نو آیات ہیں۔

ماقبل سے وجہ ربط:.....اس کی وجہ ربط سورۂ عصر سے یہ ہے کہ سورہ عصر میں بیان تھا کہ انسان خسارہ میں ہے اب اس سورت میں

انسان کے خسارہ میں پڑنے کے چند اسباب بیان فرمائے جاتے ہیں۔

انسان کے خسارہ میں پڑنے کے چند اسباب:......واضح ہو کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔

اول حقوق اللہ میں کوتاہی یا تجاوز کرنا عبادت نہ کرنا زنا کرنا وغیرہ۔

دوم: وہ حقوق العباد سے متعلق ہیں جیسا کہ کسی کا حق ادا نہ کرنا یا تکلیف وایذ ابلاوجہ پہنچانا آبرو ریزی کرنا دل کو رنج پہنچانا خصوصا خاصان خدا کی دل آزاری کرنا اور ان کی جو بندگان خدا کی اصلاح وتعلیم کے لیے اپنی جان اپنا مال اپنا آرام نذر کر چکے ہوں یہ قسم دوم کے گناہ ایسے برے ہیں کہ بغیر اس کے جس کو ایذا دی گئی ہے وہ معاف نہ کرے تو توبہ واستغفار سے بھی معاف نہیں ہوتے اور نیز ان افعال قبیحہ سے جماعت میں تفرقہ پڑتا ہے فساد کا دروازہ کھلتا ہے تمدن میں خلل واقع ہوتا ہے اور اس لیے قرآن مجید میں غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی اور اس کو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے اس طرح لوگوں پر طعن کرنا منہ چڑہانا اس پر ٹھٹھا کرنا مضحکہ اڑانا آواز اور ان کی صورت کی نقلیں کرنا یہ کمینہ اخلاق بڑے خسارہ کا باعث ہیں ان سے دنیا میں بھی خسارہ ہے عداوت پیدا ہوتی ہے اور ایسے شخص کی لوگوں کی نگاہ میں عزت نہیں رہتی خود اس کو بے ہودہ اور مسخرہ کہنے لگتے ہیں اور آخرت میں تو اس دل آزاری کی وجہ سے ہے ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ جو ان کے دلوں کو جلائے گی نعوذ باللہ منہا اور یہ عیب جاہلوں بدبختوں میں زیادہ مروج ہوتا ہے اور لطف یہ کہ ان کو عیب نہیں بلکہ ہنر جانتے ہیں۔

مکہ کے قریش کافر اس بلا میں سخت مبتلا تھے بالخصوص ولید بن مغیرہ واخنس بن شریق وامیہ بن خلف یہ بدنصیب آنحضرت ﷺ کی بدگوئی کیا کرتے تھے اور غریب ایمان داروں کی نماز اور عبادات کی نقلیں لوگوں کو سنایا کرتے اور نفرت دلایا کرتے تھے اور اس سبب سے بعض مفسرین نے انہیں کے ان افعال قبیحہ کو سبب نزول قرار دیا ہے مگر دراصل سبب نزول وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

پس اس سورۂ مبارک میں بڑے پراثر الفاظ میں ان اخلاق رذیلہ کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے جو باعث خسران ہیں فقال: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ﴾ کہ خرابی ہے ہر ایک بدگوئی کرنے والے عیب چین کی اور وہ خرابی کیا ہے اس کو آخر میں بیان فرمایا ہے ﴿لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ﴾ کہ وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

ہُمزۃ اور لُمزۃ کی تحقیق:......ان دونوں لفظوں کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) ابو عبیدہؒ کہتے ہیں دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں غیبت وبدگوئی کرنے والا۔

(۲) ابو العالیہ وحسن ومجاہد وعطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ هُمَزَةٍ اس کو کہتے ہیں جو روبرو بدگوئی کرے اور لُّمَزَةٍ اس کو کہتے ہیں جو بیٹھے پیٹھ پیچھے برا کہے۔ (۳) قتادہ اس کے برعکس معنی بیان کرتے ہیں۔

(۴) قتادہ ومجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ ہمزہ وہ ہے جو کسی کے نسب میں طعن کرے کہ فلاں کمینہ ہے اس کی ماں ایسی تھی باپ ایسا تھا اس کی قوم ایسی ہے وہ شریف نہیں وغیرہ اور لمزہ وہ ہے کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کے اشاروں سے کسی کی آبرو ریزی کرے جیسا کہ سفلوں کی عادت ہوتی ہے کہ آنکھ بھوؤں یا منہ بنانے سے کسی کی بے عزتی کرنے کے لیے اشارے کیا کرتے ہیں۔

(۵) ابن کثیر کہتے ہیں کہ هُمَزَةٍ وہ ہے جو زبان سے برائی کرے اور لُّمَزَةٍ وہ جو افعال سے یعنی اعضاء کے اشاروں سے۔

ان سب اقوال کا مطلب ایک ہی ہے یعنی طعن اور اظہار عیب اور کسی کی آزاری اور بے عزتی کرنا اور چغل خوری اور دو میں لڑائی کرا دینا اور ایک کی بات دوسرے سے کہہ کر رنج پیدا کرنا اور نقلیں کرنا اور آوازہ کھینچنا اور قہقہے اڑانا اور آوازیں نکالنا سب اس میں آ گئے افسوس آج کل یہ کفار کی عادت مسلمانوں میں رواج پا گئی ایسی مجلس نہ دیکھو گے کہ جس میں دوسرے پر طعن وتشنیع نہ ہو اور امیروں کی آسانی اور خوش

کرنے کے لیے پھوں شہدوں نے اپنا وطیرہ کرلیا ہے بلکہ وعظ و اسٹیج میں بھی ایک دوسرے پر بھی آوزہ کستا ہے الا ماشاء اللہ اسی لیے صلحاء نے مخالطت ومجالست عامہ کو ترک کر دیا اور اب تو یہ خرفات لکھی بھی جاتی ہیں اور ایسے ایسے رسائل شائع ہوتے ہیں کہ جن میں ایک دوسرے پر لعن وطعن کرتا ہے کوئی لفظ نحیف اٹھا نہیں رکھتا اور اخباروں میں تو روزمرہ یعنی دیکھنے میں آتا ہے اور پنچ اخبار تو اس کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اور اس پر فخر کرتے ہیں ہائے ہائے فلانیوں کے عادات وخصائل حمیدہ کہاں چلے گئے بزرگان دین نے عمر بھر بھی کسی کی غیبت نہیں کی ہے امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں مجھ سے غیبت کی بابت مواخذہ نہ ہوگا میں نے کسی کی غیبت عمر بھر نہیں کی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خرابی ہے اس کی کہ جو لوگوں کے ہنسانے کی جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے خرابی ہے اس کی خرابی ہے اس کی۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداود والدارمی)

عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور پوچھا کہ حضرت نجات کا راستہ بتایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر اور گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔ (رواہ احمد والترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن نہ طعنہ باز ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے نہ فحش بکنے والا نہ بے حیائی کرنے والا (رواہ الترمذی) یعنی اہل ایمان کی شان نہیں کہ وہ لوگوں کو برا کہا کرے فحش بکے گالیاں دیا کرے ننگا لچا بن جائے، جو منہ میں آئے بک دیا کرے اور اس کو آزادگی سمجھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہے غیبت (بدگوئی)؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں فرمایا اپنے بھائی کی ایسی بات ذکر کرنی جو اس کو بری معلوم ہو کسی نے عرض کیا کہ اگر دراصل اس میں وہ عیب ہو تو بھی غیبت ہے؟ فرمایا اگر عیب ہے اور تو نے بیان کیا تب ہی تو غیبت ہے ورنہ تو وہ بہتان ہے۔ (رواہ مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اس کے عیب پر طعنہ زنی نہ کر و خدا اس پر رحم کرے گا اور تجھے اس بلا میں مبتلا کر دے گا۔ (رواہ الترمذی)

یہ ہے تہذیب اخلاق جس سے لوگ آج بالکل بے خبر ہو رہے ہیں اور انگریزی روش کو تہذیب اخلاق سمجھ رہے ہیں۔

هُمَزَةٍ اور لُمَزَةٍ فعلہ کے وزن پر ایک صیغہ ہے جو مبالغہ کے لیے عرب کی زبان میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ضحکة اس کو کہتے ہیں جو درست ہنسا کرے اس صیغہ کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس بدبخت کی یہ عادت ہوگئی اور اکثر ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کرتا ہے۔

غالباً اس عادت کا سبب کبر وتعلّی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اس سے جس کی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس غرور کے چند اسباب ہوتے ہیں حسن و جمال شرافت نسب وحسب علم و ہنر اور سب سے بڑھ کر مال ہے یہ وہ نشہ ہے کہ انسان کو اندھا ہی کر دیتا ہے اور افلاس میں تو سارے غرور خاک میں مل جایا کرتے ہیں اس لیے اب اس کے اس مایہ ناز کی حقیقت کھولتا ہے۔

مال کو گن گن کر جمع کر کے رکھنا:...... فقال الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ کہ وہ جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اس گن گن کے رکھنے میں اشارہ ہے کہ وہ مال اسباب خیر اور نیکی کی راہوں میں خرچ کرنے کے لیے جمع نہیں کرتا ہے بلکہ دھر رکھنے کے لیے اور حوادث میں کام آنے کے لیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرص اور حب مال اس کے دل پر غالب ہے اور یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے یوں مال فی نفسہ برا نہیں نہ اس کا جمع کرنا بشرطیکہ جائز طریقوں سے حقوق بھی ادا کیے جائیں، زکوۃ، غرباء کے ساتھ صلہ رحمی دینی کاموں میں تائید کی جائے، برائی اسی قسم کے مال جمع کرنے کی ہے جس کا ذکر ہوا۔

اور جس مال دار سے پوچھے گا کہ یہ کس لیے جمع کیا ہے تو یہی کہے گا کہ وقت پر کام آئے اس بات کو رد کرتا ہے فقال يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ کہ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا موت سے بچا لے گا آسمانی مصائب کو ٹال دے گا تغیرات جسم کو روک دے گا اگر یہ نہیں سمجھتا تو پھر یہ بخل یہ تکبر کس لیے آخر ایک روز خاک میں مل جانا ہوگا سب سامان یہیں رہ جائے گا اس لیے فرما دیا كَلَّا کہ ہرگز ایسا

نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے اس لیے کہ مال دار نے اپنی موت کو نہیں ٹال دیا ہے کوئی بڑھاپے کی مصیبت سے نہیں بچا ہے پھر جب دنیا میں ایسے موقعوں پر کام نہیں آیا تو آخرت میں کیا آئے گا اس کا بھی جواب دیتا ہے۔

لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ کہ آخرت میں آگ میں پھینکا جائے گا جو چور چور کر دینے والی ہے یہ جملہ دراصل ویل کی تفسیر ہے۔

حطمہ کی خصوصیات:..... حُطَمَۃِ بھی فعلۃ کے وزن پر ہے حطم توڑنا حطمہ بہت توڑنے والی یہ جہنم کی آگ کی صفت بیان ہوئی جو اس کے اعمال بد کا نتیجہ ہے یہ بھی دنیا میں اپنی بد اخلاقیوں سے لوگوں کے دل توڑا کرتا تھا آگ کا تسلط اولاً صورت پر ہوتا ہے کہ جلنے کے بعد صورت بگڑ جاتی ہے پھر گوشت و پوست پر نوبت پہنچتی ہے پھر ہڈیوں کو توڑتی ہے جہاں یہ مال کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

اس قدر اوصاف میں دنیاوی آگ بھی شریک تھی لیکن آتش الٰہی ان سے تاثیر میں بالاتر ہے اس لیے کسی قدر اس کے حالات ظاہر کرنے کے لیے بطریق سوال و جواب کے ذکر کرتا ہے تاکہ اس عالم کی آتش کی حقیقت معلوم ہو جائے فقال وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَۃُ ﴿۵﴾ کہ تو اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے وہ حطمہ؟ یعنی اس کی شناخت حکماء و عقلاء کے فہم سے بالاتر ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک تو یہی چند اقسام آتش کی ہیں ایک تو یہی معلولی آگ عنصری یا کوکبی جیسا کہ آفتاب اور بعض ستاروں کی حرارت یا بجلی کی حرارت یا اجسام کی باہم مصادمت اور حرکت کی حرارت یا مزاجی حرارت جیسا کہ حیوانات میں زیادہ محسوس ہے اور انسان میں بخار کے وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن یہ آتش ان قسموں سے ایک جداگانہ حرارت ہے پھر وہ کسی کی سمجھ میں کیونکر آ سکتی ہے؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ کہ وہ غضب الٰہی اور اس کے قہر کی آگ ہے الْمُوْقَدَۃُ روشن کی گئی ہے اور دہکائی گئی ہے بندوں کے گناہوں کے ایندھن سے۔

اب اس کی ایک اور صفت بھی سنو الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ﴿۷﴾ وہ یہ ہے کہ جو دلوں کو جھونکتی یا دلوں تک پہنچتی ہے یعنی اس کا ایک مخصوص صدمہ دل پر پہنچتا ہے اس لیے کہ دنیا میں لوگوں کے دلوں کو جلایا تھا دنیاوی آگ اول جسم پر اثر کرتی ہے اس کے بعد جو جسم میں ہے وہاں تک پہنچتی ہے برخلاف اس آتش قہر الٰہی کے کہ یہ اولاً دل پر پہنچتی ہے پھر جسم پر اثر کرتی ہے اس میں عذاب روحانی کی طرف اشارہ ہے جو جسمانی عذاب سے بدرجہا سخت تر ہے اور حکماء مرنے کے بعد اسی غم والم کو جو افعال ناشائستہ پر ہوگا روحانی عذاب کہتے ہیں۔

دنیا میں اس آتش کے مشابہ بخار کی آتش ہے یا غم کی آتش ہے لیکن وہ دو وجہ سے کبھی ہلکی بھی ہو جاتی ہے۔ اول سانس لینے سے کہ ٹھنڈا سانس باہر سے اندر جائے اور گرم باہر سے آئے سو وہاں یہ بھی نہیں کہ اس لیے کہ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ﴿۸﴾ وہ ان پر سر پوش کی طرح بند کی جائے گی ہر طرف سے احاطہ کیے ہو گی نہ اندر کا گرم سانس باہر نکلنے دے گی نہ باہر سے ٹھنڈا سانس اندر آنے دے گی یعنی گھونٹ دی جائیں گے اور کبھی تڑپتے یا باہر پھرنے سے بخارات گرم پسینے میں نکل کر کسی قدر کمی ہو جاتی ہے باہر پھرنے سے کسی قدر غم غلط ہو جاتا ہے اور اسی لیے غمگین اور عشاق کو جنگلوں اور دریاؤں اور باغوں کی سیر مفید ہوا کرتی ہے سو وہاں یہ بھی نہ ہو گا اس لیے کہ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾ کہ وہ لوگ بڑے بڑے آتشی ستونوں سے جکڑے ہوئے ہوں گے ہل بھی نہ سکیں گے نہ ان ستونوں کو اکھیڑ سکیں گے۔

لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ کے الفاظ سے اس طرف بھی شارہ ہے کہ ایسے خصائل بد کے سبب انسان انجام کار طبیعۃ غالیہ کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جو روحانی آگ ہے غموم و ہموم دائمی میں جلا کرتا ہے۔

اور مُّؤْصَدَۃٌ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ ہر طرف سے محیط ہوتی ہے ابواب سرور ابدی بند کر دیے جاتے ہیں اور بہیمیت و سبعیت و شیطانیت اس پر غالب آ جاتی ہے۔

اور عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ سے طبائع عنصریہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو آسمان تک بلند ہیں اور یہ ان کے سلاسل میں جکڑا ہوتا ہے۔

آيَاتُهَا ۵ (۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ (۱۹) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ الفیل مکیہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ②
وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ
كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤ ع

ترجمہ:......کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا ① کیا ان کا داؤ غلط نہیں کر دیا ② اور ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے ③ جو ان پر کنکریلی پتھریاں پھینک رہے تھے ④ پھر تو ان کو آخور کی مانند کر دیا ⑤۔

ترکیب:......أالهمزة للاستفهام التقريرى لم تر اى اصله تزى حذفت الالف بالجازم و الرؤية قلبية و انما عبر العلم بالرؤية ايماء الى هذه الواقعة بمنزلة المشاهد المحسوس و ان مضت قبل و لادته ﷺ بنحو شهرين و لكنها لتواتر كانت كالمحسوس المبصر۔ و كيف فعل ربك ... الخ هذه الجملة سدت مسد مفعولى تزى و كيف منصوب على المصدرية او الحالية و اختار الاول لابن هشام فى المغنى و المعنى اى فعل۔ الم يجعل الاستفهام للتقرير كانه قال قد جعل۔ كيدهم فى تضليل و الكيد ارادة المضرة بالغير بالخفية۔ و ارسل عطف على الم يجعل۔ طيرًا اسم جنس يذكر و يؤنث مفعول ارسل۔ ابابيل نعت لطير قيل جمع ابول بكسر الهمزة مثل عجول و قيل جمع ابيل كسكين و قيل جمع ابالة و قال الفراء لا واحد له من لفظه مثل الشماطيط و العباديد و اصله من الابل قال ابو عبيدة ابابيل جماعة فى تفرقة يقال جائت الخيل ابابيل قال من ههنا و ههنا اى اقاطيع يتبع بعضها بعضا كالابل المؤلة ترميهم قرء الجمهور بالفوقية وقرء بالتحتية و الضمير فى الحالين الى الطير لانه اسم جنس يذكر و يؤنث و قيل الضمير فى القرأة الثانية لله عزوجل و الجملة فى محل نصب صفة اخرى لطير۔ سجيل قال الزجاج مشتق من السجل اى مما كتب عليهم العذاب و قيل معرب من "سنگ گل" و هى حجارة من طين طبخت بالنار و قيل السجيل الشديد و قال عبدالرحمن بن ابزى من السماء و قيل من سجين ثم ابدلت النون كعصف برگ کشت قوله تعالى كعصف ماكول۔ (صراح) و عصيفة و عصافة بمعناه۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے اس کی پانچ آیات ہیں اور اس میں فیل کا اول ذکر ہے اس لیے اس کو سورۂ فیل کہتے ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:......اس کا سورۂ ہمزہ سے یہ ہے کہ اس سورت میں انسان کے چند اخلاق رذیلہ بیان فرما کر ان کی سزا و جزا اخروی بیان فرمادی تھی اس سورت میں دنیاوی سزا کا ذکر ہے بیشتر قریش مکہ میں اخلاق رذیلہ تھے جن سے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو ایذا پہنچتی تھی اور ان منکرین قیامت کو عذاب آخرت کی تو کچھ پروانہ تھی اور اس لیے اب اس سورت میں ان کو ایک ایسا واقعہ ہولناک کو یاد دلا کر جو ان کے سامنے گزرا ہے تنبیہ کی جاتی ہے کہ جب ہم نے خانہ کعبہ کے ڈھانے والے کی دنیا میں یہ سرکوبی کی حالانکہ وہ بڑا لشکر لے کر آیا تھا تو جو اس گھر کو شکستہ کرنا چاہے گا جو اللہ کا گھر ہے یعنی اہل اللہ کا دل تو وہ کیوں کر ہمارے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہے دنیا میں اس کی سرکربی ہوگی جو یاد کرے گا چنانچہ چند مدت کے بعد ان بدبختوں پر طرح طرح کے مصائب آئے قحط شدید میں مبتلا ہوئے بدر میں قتل اور ذلیل ورسوا ہوئے جس مکہ شہر کی یہ عزت ہے کہ اس پر حملہ کرنے والے کا سر توڑ آگیا اور مکہ کی برکت سے قریش اس آفت سے بچے جو ابرہہ اشرم ان پر لانے والا تھا تو پھر مکہ میں رہ کر جس کی برکت سے مکہ محفوظ رہا بڑی سزا کا مستوجب ہے۔

اصحاب الفیل کا واقعہ:......اور یہ واقعہ جس سال گزرا اسی سال میں ایک مہینہ پچیس روز کے بعد آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ ہے جس کو ارہاص کہتے ہیں

فرماتے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا وہ کون لوگ تھے ابرہہ اشرم یمن کا بادشاہ حبشی جو نجاشی شاہ حبش کا نائب تھا اس کے لشکر والے حبش والے حبش میں بھی ہندستان کی طرح ہاتھی پیدا ہوتے ہیں اس بادشاہ کے پاس بہت سے ہاتھی تھے۔

مختصراً اس واقعہ کی کیفیت یہ ہے کہ یمن کے ملک میں جب وہاں کا بادشاہ ذونواس قوم حمیر کا اخیر بادشاہ تھا یہودی ہو گیا اور بہت کو یہودی کر ڈالا اور اس نے اسی تعصب میں آ کر نجران کے عیسائیوں کو جو اس وقت ٹھیک مذہب عیسوی پر تھے ناحق ظلم سے مارا۔ خندق کھدوا کر ان میں آگ جلائی اور ان مسکینوں کو پکڑ کر اس میں ڈالا جس کا ذکر سورۂ بروج میں ہوا تو ان عیسائیوں میں سے کچھ لوگ جلی ہوئی انجیل لے کر قیصر روم کے پاس فریادی پہنچے کیونکہ وہ بھی عیسائی تھا اس نے نجاشی حبش کے بادشاہ کو جو اس کا تابع فرماں اور عیسائی تھا مدد کرنے کو لکھا نجاشی نے ابرہہ کو ایک لشکر دے کر یمن میں بھیجا اس نے ذونواس اور اس کی سلطنت کو برباد کیا اور آپ یمن کا بادشاہ بن گیا یہ بڑا بدذات اور شہوت پرست اور کمینہ خصلت شخص تھا اس نے کعبہ کی رونق گھٹانے کے لیے اپنے پایۂ سلطنت شہر صنعاء میں ایک کنیسہ (گرجا) بنایا اور اس کی بڑی تیاری کی اور عرب کے لوگوں کو حج کعبہ سے جو ان میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے عہد سے ایک عبادت کا دستور چلا آتا تھا روکا ❶ اور طرح طرح کا تشدد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ میرے کنیسہ کا حج کیا کریں مگر لوگوں کے دل تو خدا کے ہاتھ میں ہیں مقبولیت اسی کی طرف سے عطا ہوتی ہے کون آتا تھا اس وجہ سے اس کو خانہ کعبہ اور شہر مکہ اور وہاں کے لوگوں سے عداوت قلبی پیدا ہوگئی مگر اس دبی ہوئی آگ کے ابھارے کا یہ سبب ہوگیا کہ اس کنیسہ کا جاروب کش نے اس میں رات کو پاخانہ پھر کر اس کو جا بجا سے گندہ کر دیا اور بھاگ گیا معلوم ہوا کہ یہ مکہ کا رہنے والا تھا اس نے عداوت سے کام کیا ہے پھر چند روز کے بعد اس کنیسہ میں کسی سبب سے آگ لگ گئی اور جل کر خراب ہوگیا جس سے لوگوں کی نظروں میں اور بھی اس کی بے وقعتی ہوگئی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے لوگوں نے لگائی ہے اب اس کو غصہ آگیا اور ایک لشکر جرار لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے اور بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا مکہ کی طرف کعبہ ڈھانے کے لیے چلا اور دل میں یہ داؤ بھی تھا کہ صرف کعبہ کا ڈھانا مشہور کروں تا کہ لوگ نہ بھاگیں ان کو امن کا اشتہار دے دیا تھا اور

---

❶......جو کعبہ سے روکتا ہے دنیا میں مبتلائے مصائب ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

جب وہ اس کو ملیں تو زن و فرزند صغیر و کبیر سب کا قتل کروں جب وہ مکہ کے پانچ چار کوس قریب آ گیا اور مکہ کے لوگ ڈر کر بھاگ گئے صرف عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کے دادا رہ گئے تھے اور وادیٔ ❶ محسر میں یا بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما صفاح میں ڈیرا کر دیا تو اس کے پاس عبدالمطلب آئے اس نے ان کو تعظیم سے بٹھایا اور پوچھا کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرے اونٹ تیرے لشکروں نے پکڑ لیے ہیں وہ دلا دو اس نے تعجب سے کہا کہ اونٹوں کی فکر کی کعبہ کے لیے نہ کہا عبدالمطلب نے کہا اونٹ میرے ہیں مجھے ان کی فکر ہے اور یہ تو اللہ کا گھر ہے جو سب پر غالب ہے اس کی وہ آپ تدبیر کرے گا اور رستہ میں بھی بہت کچھ عربوں نے منت و زاری کی تھی کہ تو نہ کر مگر ابرہہ کب مانتا تھا آخر دھاوے کا حکم دیا اور چند فیل بان ہاتھیوں کو مارتے تھے مگر وہ آگے قدم نہ بڑھاتے تھے اسی میں تھے کہ جدہ شہر کی طرف سے جو سمندر کے کنارہ پر ہے بڑے بڑے سبز جانور (بعض کہتے ہیں کہ سیاہ تھے جو کبھی پہلے دیکھے نہ گئے نہ بعد میں) بڑی چونچ اور پنجوں والے پرے کے پرے نمودار ہوئے ایک ٹکڑی کے بعد دوسری ٹکڑی آتی تھی دو کنکریاں ان کے پنجوں میں اور ایک چونچ میں تھی جن کو وہ پھینکتے تھے پھر اس لشکر میں سے جس پر وہ پڑتی تھی خواہ انسان خواہ حیوان سر سے نیچے تک نکل جاتی تھی انہوں نے سب کو غارت کر دیا اور قریش مکہ ادھر ادھر پہاڑوں میں چھپے ہوئے یہ واقعہ آنکھ سے دیکھ رہے تھے چنانچہ بہت لوگ اس سورت کے نازل ہونے کے وقت اس واقعہ کے دیکھنے والے مکہ میں موجود تھے اور ان کنکریوں میں سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بھی تھیں۔

یہ بات کہ ابرہہ کے بعد یمن کا کون حاکم ہوا ہم تاریخ عرب میں بتلا دیں گے اور یمن عرب میں کس حصہ کا نام ہے اس کو جغرافیہ عرب میں دکھائیں گے۔

اس واقعہ کا جو قریش پر نعمت ❷ اور عبرت خیز تھا خدا پاک اس سورت میں ذکر فرماتا ہے اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ﴿۲﴾ کہ کیا اس نے ان کے داؤ کو غلط نہیں کر دیا؟ ضرور کر دیا جو انہوں نے چاہا تھا اور جو ان کے دلوں میں تھا وہ حسرتیں ساتھ لے کر گئے یہ جملہ کَیْفَ فَعَلَ کی تفسیر ہے۔

پھر اور تفسیر کرتا ہے وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ﴿۳﴾ اور ان پر پرندے بھیجے جوق جوق۔

ابابیل کی تحقیق:...... لفظ ابابیل جمع ہے جس کے مفرد میں اختلاف ہے کوئی ابابیل کوئی ابول کوئی ابالہ کہتا ہے بعض کہتے ہیں اس کا مفرد اس لفظ سے نہیں آتا ہے اور اس کے معنی ہیں جوق جوق یا پرے کے پرے مگر لفظ ابابیل سے یہ چھوٹا جانور جس کو اردو میں ابابیل کہتے ہیں سمجھ لینا بڑی غلطی ہے یہ جانور سمندر میں سے اٹھتے تھے اور عرب کے جانور تھے۔

پھر ان پرندوں نے جو کچھ کیا اس کو بیان فرماتا ہے تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۴﴾ ان پر پتھریاں پھینکتے تھے اور پتھریاں کاہے کی تھیں؟ پختہ۔

سجّیل کی تحقیق

فائدہ: لفظ سجیل میں جو اس جگہ وارد ہے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) بعض کہتے ہیں کہ یہ سنگ گل کا معرب ہے اور سنگ گل وہ ہے جو پزاوہ میں پک کر مٹی پتھر بن جائے جس کو کھنگر یا جھانوہ کہتے ہیں۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ اصل میں سجین تھا نون لام سے بدل گیا جس میں اشارہ ہے کہ وہ پتھریاں اور کنکریاں معمولی کنکر نہ تھے بلکہ

---

❶ ...... یہ مزدلفہ اور منٰی کے درمیان وادی ہے۔ یہ قول ابن حجر کا ہے۔ ۱۲ منہ۔ ❷ ...... اس لیے کہ قریش کی جان و مال و آبرو محفوظ رہی اور ان مردوں کے مال ہاتھ آئے جس سے اہل مکہ مال دار ہو گئے اور اس مال سے تجارت کیا کرتے تھے جس کا ذکر سورۂ قریش میں آتا ہے ۱۲ منہ۔

عالم غیب میں سے اس طبقہ کے تھے جہاں ارواح کفار کو عذاب دیا جاتا ہے ان کنکریوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑتی تھیں پار نکل جاتی تھیں پھر وہاں کی اور چیزوں میں کیا کچھ تاثیر ہو گی معاذ اللہ۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ سجل سے مشتق ہے جس کے معنی لکھنے کے ہیں یعنی لکھی ہوئی چیز یا دفتر جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بدبختوں کے لیے لکھی ہوئی تھیں اور یہ ان کے لیے غیب کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر بخط غیب جس کو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا ہوا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کے لیے ہے۔

پھر جب سیسہ کی گولی بارود کے زور سے انسان اور حیوان میں سے پار نکل جاتی ہے تو کیا عالم غیب کی گرمی جو قہر الٰہی کی بارود تھی اس کے زور سے ان کنکریوں کا اصحاب فیل میں سے پار نکل جانا کوئی محال بات ہے؟ اس سے بھی بڑھ کر ہزاروں اس کی قدرت اور کمال کے کرشمے دیکھے جاتے ہیں اور پہلے دیکھے گئے اور آئندہ دیکھے جائیں گے اور اوپر کوئی تو ایسی گرم بھٹی قدرت کی ہے کہ جس کی چنگاریاں کبھی کبھی زمین پر گرمی کرتی ہے۔

مؤرخین حال نے بارہا ایسے واقعات نقل کیے ہیں کہ فلاں موضع میں اوپر سے ایک آتش گولہ پڑا جس کی ہیبت ناک آواز تھی اور گزوں زمین میں گھس گیا اور بہت کو جلا دیا پھر ٹھنڈا ہونے کے بعد جو نکالا گیا تو ایسا سخت لوہا تھا کہ بمشکل گرم ہوتا تھا وغیرہ ذالک۔

اگر ہم ایسے ایسے واقعات یا ان کی تفصیلات لکھیں جو حال کے جرائد اور اخبارات میں ہیں تو ایک مجلد کتاب تیار ہو جائے اور جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور مؤرخوں نے چشم دید دیکھے ہیں وہ بھی ملائے جائیں تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں، پھر ان سب کو غلط بتانا اور اسی دہریت اور سڑے بسے تراشیدہ نیچر کے اصول ہر واقعات کا انکار کرنا خلاف بداہت ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قریش مکہ آنحضرت ﷺ کی تکذیب کے لیے ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی تلاش میں تھے پھر اگر یہ واقعہ غلط ہوتا تو آپ اس کو انہیں اہل مکہ کے روبرو کہ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اور جس واقعہ کے دیکھنے والے بھی موجود ہیں بیان کرتے؟ ہرگز نہیں اور بیان کرنے سے آپ پر کیا کیا دروغ گوئی اور ابطال نبوت کے الزام قائم ہوتے پھر جب ابو جہل اور ولید بن المغیرہ اور امیہ بن خلف جیسے معاندین نے بھی بجز تسلیم کے چارہ نہ دیکھا تو اب ان سے کوئی بڑھ کر منکر پیدا ہو گیا ہے جو انکار کرتا ہے اور انکار بھی محض بے دلیل اور دلیل بھی ہے تو یہ کہ نیچر کے خلاف ہے یا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اس وجہ سے اس کی تاویل کرے اور اس کو چیچک نکلنا بتلا دے عقل مندی کی شان سے بعید ہے۔

پھر فرماتا کہ ان کا انجام کار ان پرندوں کے سبب سے خدائے قہار و جبار نے کیا کیا؟ اس کو آپ ہی بیان فرمایا ہے فقال فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ۞ کہ ان کو بھس یا آخور جیسا چورا کر دیا عصف گھاس یا اناج کے بیہڑوں کے پٹھے اور پتے جوار، باجرہ گیہوں وغیرہ کہ جب ان کو جانور کھاتا ہے تو پیچھے بچا ہوا آخور چورا چورا ہو جاتا ہے یا ماکول باعتبار مایؤکل کے فرمایا کہ کھایا جائے گا کھانے کے لیے تیار ہے جس کو بھس کہتے ہیں یا حقیقت پر محمول ہے پھر اس کے دو معنی یا تو جو کھانے سے بچا ہوا آخور یا کھا کر لید کر دیتے ہیں اور گدھے گھوڑے کی لید میں چورا چورا ہو کر نکلتا ہے اس کو بھی عصف مأکول کہتے ہیں ہر ایک تشبیہ درست ہو سکتی ہے۔

غرض اس تشبیہ سے ہے کہ ان کنکریوں میں سمیت بھی ایسی تھی کہ لگتے ہی جسم میں جابجا آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم کر آتا تھا اور شکل بھی بدل جاتی تھی اور چورا چورا ہو جاتا تھا شاید اس بات سے اس مؤول ❶ نے اس واقعہ کو چیچک نکلنے پر محمول کیا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے واقعہ ٹھیک یوں ہے کہ جس طرح ہم نے بیان کیا اور جو قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ان کنکریوں میں

❶...... یعنی نیچری مفسر نے۔

جو زہر اور قہر بجھی ہوئی یہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑتی تھیں اس کے بدن پر آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم ہو کر صورت بھی بگڑ جاتی تھی چنانچہ اسی بات کو امام رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ روی عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما ارسل اللہ الحجارۃ علی اصحاب الفیل لم یقع حجر علی احد منھم الا لفظ جلدہ و ثار بہ الجدری وھو قول سعید بن جبیر انتہی۔ خوش فہم مؤول نے اسی قول کو اصحاب الفیل کی مصیبت سمجھ لیا کہ بس چیچک نکلتی تھی اور پرندوں نے کنکریاں کچھ نہ پھینکی تھیں چیچک نکلنے کو استفادہ کے طور پر بیان فرمایا۔

فائدہ: اصحاب الفیل کہا ارباب الفیل نہ کہا اس میں نکتہ ہے کہ وہ اس چیز کو اعلیٰ کی طرف لفظ اصحاب سے منسوب کرتے تھے اس لیے اصحاب محمد ﷺ کہتے ہیں کہ نہ آپ کو ان کا اس میں اشارہ ہے کہ ان احمقوں پر بہیمیت غالب تھی ہاتھی سے بھی کم تر عقل رکھتے تھے۔

فائدہ: فیل ہاتھی اس کی جمع افیال وفیلہ ہے جمع کا صیغہ اس لیے نہیں آیا کہ گو اس وقت ان کے پاس تیرہ ہاتھی تھے بڑا ہاتھی محمود تھا جو کعبہ کی طرف نہیں جاتا تھا اس لیے اسی کا اعتبار کر کے مفرد کا لفظ آیا اور نیز یہ اسم جنس بھی ہے سب کو شامل ہے اور اس میں آیات کے فواصل کی بھی رعایت ہے۔ وللہ الحمد حمدا کثیرا۔

اٰيَاتُهَا ۴ (۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ (۲۹) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورہ قریش مکیہ ہے اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④ ع

ترجمہ: ...... قریش کے شوق کے ❶ لیے ① ان کو جو سردی و گرمی کے سفر کا شوق ہے ② پھر تو اسی گھر کے رب کی عبادت کیا کریں ③ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کو خوف میں امن دیا ④۔

ترکیب: ...... لایلف قریش بما یتعلق اللام فیه وجوه (۱) انها تتعلق بماقبلها (۲) متعلقة بمابعده (۳) لایتعلق بشیء فهی لام التعجب کمافی قولهم لزید وماصنعنابه ای اعجبوا من شان زید ومعنی الأیة اعجبوا لایلاف قریش وهذا قول الاخفش والکسائی علی الاول هی تتعلق بجعل والتقدیر جعلهم کعصف ماکول لایلف قریش لبقاءهم ورحلتهم فی الاسفار وهو قول الزجاج وابی عبیدة اومتعلقة بفعل ای فعل ربک باصحاب الفیل لایلف قریش ای کل مافعلناه باصحاب الفیل فقد فعلناه بخاطر القریش اوهی بمعنی الی ویتعلق بفعل کانه قال فعلنا کل مافعلناه فی السورة المتقدمة الی نعمة اخری علیهم وهی الفهم رحلة الشتاء والصیف تقول نعمة الی نعمة هذا قول الفراء۔ وعلی القول الثانی هی تتعلق بقول فلیعبدوا هو قول الخلیل وسیبویه والتقدیر فلیعبدوا رب هذا البیت لایلف قریش ای لیجعلوا عبادتهم شکرًا لهذه النعمة ودخول فاء فی فلیعبدوا لایمنع ذلک وفی الایلف ثلثة اوجه احدها ان الایلف بمعنی الالف الفت الشئی والفته الفًا الافا ایلافًا بمعنی واحد وقرء ابو جعفر لالف قریش بغیر الیاء والأخرون لایلف بیاء وقرء عکرمة لیلف قریش والثانی یکون یکون بمعنی اثبات الالفة بالتدبیر الذی فیه لطف والمعنی ان هذه الالفة فی قریش انما حصلت بتدابیر اللہ تعالی وهو انه اهلک اصحاب الفیل فحصل المسرة عند المسرة یقع الاتفاق والموانسة فالمصدر مضاف الی المفعول والثالث ان یکون الایلف بمعنی التهیة والتجهیز وهو قول الفراء وابن الاعرابی والمعنی لتجهیز قریش رحلتها فالمصدر مضاف الی فاعل وقریش هم بنو مضر وقیل ان قریشا بنو فهر بن مالک ابن النضر وقریش منصرف ان ارید به الحی وغیر منصرف ان ارید به القبیلة وهو تصغیر القریش وفی القرش اقوال قیل دابة فی البحر تعبث فی السفن ولا ینطلق الا بالنار وسمیت قریش بها لشجاعتهم وقیل انه ماخوذ من القرش وهو الکسب لانهم کانوا کاسبین بتجارتهم وضربهم فی البلاد وقیل کانوا

❶ چوں کہ ان کو سردی اور گرمی کے سفر کا شوق ہے سردی میں یمن کی طرف جاتے ہیں تجارت کے لیے اور گرمی میں شام کی طرف اس شوق اور محبت کو قائم رکھنے کے لیے اصحاب الفیل کو غارت کر دیا اور اس گھر کو یعنی کعبہ کو بچا لیا جس کے سبب سے امن سے گرمی و سردی میں سفر کرتے اور نفع اٹھاتے ہیں پھر اس گھر کے مالک کو کیوں نہیں پوچھتے ۱۲ منہ۔

متفرقين فجمعهم قصي بن كلاب في الحرم حتى اتخذها مسكنا فسموا قريشا لان التقريش هو التجمع۔ (من الكبير)

الفهم تاكيد لفظي وقيل بدل رحلة الشتاء منصوبة على المفعولية وقيل على الظرفية۔

مقام نزول اور وجہ تسمیہ:...... یہ سورت بھی جمہور کے نزدیک مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے مگر ضحاک وکلبی کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ وہم ہے اور قول اول صحیح ہے اس میں قریش کا ذکر ہے اس لیے اس کو سورۂ قریش کہتے ہیں اور اس میں چار آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:...... ربط اس سورت کا سورۂ فیل کے ساتھ یہ ہے کہ سورۂ فیل میں قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کیا تھا کہ تم نے اصحاب الفیل کو جو اس گھر کو ڈھانے آئے تھے ان کو اس گھر کی برکت سے غارت کر دیا اور تم کو ان سے بچالیا اور ان کے مال سے مالا مال کر دیا جو تمہاری گرمی سردی میں سرد اور گرم ملکوں میں تجارت کی طرف رغبت کا باعث ہوا اب اس سورت میں بتلایا ہے کہ ہم پر ہمارا انعام ہوا اب تم کو چاہیے کہ اس گھر کی عبادت کرو نہ کہ جھوٹے معبودوں کی اور من جملہ عبادات کے یہ بھی ہے کہ جس کے لیے بھیجا ہے اس کے کہنے پر عمل کرو اور اس کے یار و مددگار بن کر جس طرح دنیا کمانے کے لیے سفر کیا کرتے ہو دین پھیلانے کے لیے سفر کرو اب یہ دوسری تجارت تمہیں بتلائی جاتی ہے۔

قبیلۂ قریش:...... واضح ہو کہ قریش عرب کے اس قبیلہ کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہے اسی قبیلہ سے آنحضرت ﷺ بھی ہیں کیوں کہ آپ ﷺ نضر بن کنانہ کی تیرھویں پشت میں ہیں آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ پھر آگے چل کر یہ نسب نامہ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا اور خانہ کعبہ کی خدمت اور زم زم کی حفاظت انہیں کے سپرد تھی اس لیے تمام قبائل عرب ان کی عزت وحرمت کرتے تھے اور جب یہ لوگ باہر جاتے تو خادم کعبہ سمجھ کر لوگ ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے مگر عرصہ سے ان میں بھی بت پرستی آ گئی تھی اور جو تاریکی عرب پر چھائی ہوئی تھی ان پر بھی چھا گئی تھی اور جب آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان فرمائی تو یہی لوگ دشمن ہو گئے ابوجہل امیہ بن خلف ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کے سردار سخت دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں قریش میں سے بہت سے لوگ ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ رضی اللہ عنہم ہوئے چاروں خلفاء قریش میں سے ہی تھے اور اسلام کے شائع کرنے میں قریش کی عادت سفر بڑی کارگر ہوئی اس لیے چند روز میں اندلس سے چین تک اسلام پھیل گیا۔

قریش کی تحقیق:...... قریش تصغیر ہے قرش کی جس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ قرش ایک سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اس لیے ان کو قریش کہنے لگے۔

(۲) تقرش کے معنی ہیں جمع کرنے کے چونکہ قصی بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اس لیے ان کو قریش کہتے تھے اور جمعیت واتفاق بھی ان میں بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ تھا۔

(۳) یہ کہ قریش کے معنی کسب کے بھی ہیں چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے تھے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اس لیے ان کو قریش کہنے لگے۔

اسلام میں اس قبیلہ کی بسبب ان کی مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم ﷺ کے فضیلت ہے۔

اہل مکہ پر بیت اللہ شریف کی برکات

تفسیر:......فرماتا ہے لِاِيْلٰفِ ❶ قُرَيْشٍ ۝ کہ ہم نے یہ جو کچھ اصحاب الفیل سے کیا قریش کے الفت دلانے کے لیے کیا کہ ان کو اس گھر کے رب کی الفت دلائیں تاکہ وہ اس کا یہ انعام وافضال خیال کر کے اس گھر کے رب کی عبادت کریں یا یہ معنی ہیں کہ عجب ہے کہ قریش کی الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے تجارت یمن اور شام کے واسطے ہے یعنی ان کو اس کی عجب الفت ہے حالانکہ یہ سردی میں یمن جانا جو گرم ملک ہے اور گرمی میں شام جانا جو سرد ملک ہے محض اسی گھر کی بدولت ہے جو اصحاب الفیل بھی ان کو ملا پھر تو الفت ہے مگر جس کا یہ طفیل ہے یعنی کعبہ کا صدمہ سے بچائے گئے اور ان کا مال جس کی وجہ سے لوگ باہر تعظیم بھی کرتے ہیں اور دیتے بھی ہیں اس کی عبادت نہیں کرتے نہ اس کے رسول کو مانتے ہیں۔

پھر اس الفت قریش کی تصریح کرتا ہے فقال اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ ان کی رغبت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے ہے سردی میں گرم ملکوں اور گرمی میں سرد ملکوں میں تجارت کے لیے اور بادشاہوں اور امراء سے تحائف لینے جاتے ہیں خدا تعالیٰ نے اسلام سے پہلے ہی قریش میں باہر کے ملکوں میں جانے اور سفر کرنے کا مادہ تیار کر رکھا تھا جو اسلام لانے کے بعد اشاعت اسلام اور فتوحات ملک میں بہت کام آیا۔

سفر اور تجارت کے فوائد:...... یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو قومیں دور دراز سفر کرنے کی عادی ہوتی ہیں ان میں حوصلہ اور لیاقت بھی آجاتی ہے اور مالی ترقی بھی ہوتی ہے ہر ایک قوم کے ملنے جلنے سے تبدل خیالات ہوتا ہے اولوالعزمی پیدا ہوجاتی ہے خصوصاً تجارت کے ذریعہ سے آج کل وہ قومیں جو پہلے سے خوار وذلیل تھیں علوم وفنون کی مالک ہوگئیں اور سلطنت ہاتھ آئی صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی اولوالعزمی تو تھی کہ لق دق بیابانوں اور خشک ریگستانوں اور پہاڑوں اور جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے اوپر مغرب میں برابر تک پہنچے فریقہ کے بیابان کھنڈل ڈالے اور ادھر مشرق میں عراق وایران وخراسان وترکستان کو طے کرتے ہوئے چین تک بلند اقبالی کے پھرپھرے اڑاتے ہوئے جا پہنچے اس لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

گو قریش کے ساتھ اور قومیں بھی شریک تھیں مگر وہ قومیں قریش کے تابع تھیں اس لیے کہ نبی علیہ السلام تھے تو اسی قوم کے اور پھر خلفاء تھے تو اسی قوم کے۔ جن کے حکم سے وہ یہ فتوحات حاصل کر رہے تھے اور اسلام نے قریش کے گھر میں جنم لیا تھا اس لیے غیرت وحمیت اسلامی اسلام لانے کے بعد ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی اور قریشی خون میں یہ تاثیر دی تھی کہ اسلام کی ہتک اور قومی ذلت دیکھ کر اس کو حرکت ہوتی تھی اس لیے ائمہ بھی اسی قوم میں سے بنائے گئے اور قانون ہوگیا کہ اسی قوم کے ائمہ ہوں اور قرب قیامت میں جو مخالفوں کے جھنڈے گرا دینے والا اور ان کی جمعیت کو زیروزبر کرنے والا امام مہدی ظہور کرے گا وہ بھی قریشی ہوگا۔

بھوک میں کھانا کھلایا خوف میں امن دیا:......اب ان مکہ کے جاہل اور مخالفین اسلام قریش کو اپنی نعمت جتلا کر فرماتا ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ کہ اور کچھ نہیں ہوسکتا تو اسی گھر کے رب کی عبادت کریں اسی بات کو ملحوظ رکھیں بت پرستی چھوڑ دیں۔

---

❶......لایلف کے تعلق میں دو قول ہیں اول یہ کہ لام جملہ گزشتہ کے کسی فعل فعلنا وغیرہ سے متعلق ہے یعنی اصحاب فیل سے ہم نے جو کچھ کیا قریش کی الفت سفر کے لیے کیا جو گرمی سردی سفر کا شوق رکھتے ہیں یعنی اصحاب فیل کی ہلاکت قریش کی آزادی سفر کا باعث ہے یہ اس کی نعمت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لام لیعبدوا سے متعلق ہے کہ قریش اپنے اس گرمی جاڑے کے شوق سفر ہی کے سبب جو خدا نے اصحاب فیل کو غارت کر کے قائم رکھا اپنے گھر کے مالک کی پوجا کریں۔ تیسرا قول ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ لام تعجب کے لیے ہے جس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ قریش کے شوق سفر کو تو دیکھو کیسا ہے اور یہ اس گھر کی برکت ہے جو امن سے سفر کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

پھر اور بھی توضیح کرتا ہے فقال الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ کہ اس کی بندگی کریں کہ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور کھلاتا ہے اور خوف میں امن دیا۔

مکہ کی سرزمین کھیتی کے قابل نہیں خشک پہاڑ یا ریگستان ہے جہاں کوئی سبز درخت بھی نظر نہیں آتا نہ پانی کے چشمے نہ کوئی پیداوار ہے پھر ان کے لیے روزی کے کیا کیا سامان کیے خانہ کعبہ کی عزت و حرمت سے دور دراز کے لوگ حج کو آتے ہیں اور پہلے بھی ہمیشہ سے آیا کرتے اور غلہ وغیرہ ہر قسم کی چیزیں لایا کرتے تھے اور نیز خود قریش کو بھی گرمی اور سردی میں سفر کرنے کا اور تجارت کے لیے جانے کا حوصلہ دیا جس کو ایلف قریش میں بیان فرمایا پھر یہی بھوک میں کھانا دینا ہے۔

اور خوف میں امن دینا یہ ہے کہ ہر جگہ مار دھاڑ تھی قبائل آپس میں لڑا کرتے تھے برخلاف قریش کے کہ ان کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا محض کعبہ کی حرمت کی وجہ سے خصوصاً مکہ دارالامن تھا اور قیامت تک رہے گا حرم مکہ میں جو اس کے اردگرد کوسوں کی سرزمین ہے اگر اس جگہ کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی پاتا تھا تو اس پر ہاتھ نہ اٹھاتا تھا اور نیز اصحاب الفیل کی طرح جو کوئی یہاں چڑھ کر آیا غارت ہوا یہ وجہ ہے کہ آج تک بھی کوئی دشمن کعبہ پر آ کر فتح یاب نہیں ہوا نہ کسی جبار بادشاہ کا آج تک وہاں تسلط ہوا برخلاف اور معابد کے بیت المقدس ہی کو دیکھیے کہ بار بار اس کے مخالف اس پر چڑھ آئے اور شہر کو منہدم کر گئے اور گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا گئے بخت نصر او سییق اور انیٹوکس اور رومی بادشاہوں نے کیا کیا آفتیں ڈھائیں مسجد کو جلایا اس کی گستاخی کی تاریخ بیت المقدس دیکھنے سے ہمارے بیان کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

سوال: خود رسول کریم ﷺ فتح مکہ کے روز مدینہ سے لشکر لے کر اس شہر پر چڑھ آئے اور فتح پائی اور امن عام زائل کر دیا اور اسی طرح حجاج بن یوسف نے آ گھیرا اور عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور کئی بار ایسے واقعات پیش آئے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ شہر مکہ اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے لیے نہیں آئے تھے اور نہ ان کا یہ مقصود تھا بلکہ مجرموں کو سزا دینے آئے تھے یہ اور بات ہے کہ وہ اور اصل مجرم تھے جیسا کہ فتح مکہ کے وقت کفار تھے یا جیسا کہ بعد کے واقعات کے وقت اور یوں تو اب بھی مکہ معظمہ میں مجرم سزا سے نہیں بچ سکتے مکہ کو دارالامن اسی معنی سے کہتے ہیں جو ہم نے بیان کیا اور نیز آیت پر تو یہ شبہ وارد ہی نہیں ہو سکتا آیت میں قریش معاصرین رسول خدا ﷺ کی طرف خطاب ہے کہ تم کو بھوک میں کھانا کھلایا جس کی صداقت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ قحط تھا بھوکے مرتے تھے رزاقی کی اور اصحاب الفیل کے وقت خوف تھا امن دیا۔

اس آیت میں کس لطف کے ساتھ مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کی خدائی باطل کی ہے اس لیے کہ کم سے کم انسان کی دو حاجت ہیں بھوک میں کھانا اور امن سے رہنا پھر جس معبود سے ان دونوں کا کچھ انصرام نہیں ہوتا وہ کیا خدائی کر سکتا ہے مگر مشرکین اس کو بھی نہیں سمجھتے یوں ہی تقلید غیر اللہ کی عبادت کیے چلے جاتے ہیں ان کے ناموں کی دہائی دیا کرتے ہیں مصائب میں انہیں پکارا کرتے ہیں۔

آیَاتُهَا ۷ (۱۰۷) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ الماعون مکیہ ہے اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦ ع

ترجمہ:......تو نے اس کو بھی دیکھا ہے جو جزا کے دن کا انکار کر رہا ہے ① پھر یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے ❶ دیتا ہے ② اور فقیر کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دلاتا ③ پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی ④ جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں ⑤ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں ⑥ اور برتنے کی چیزیں نہیں دیتے ⑦۔

ترکیب:......أالهمزة للاستفهام لقصد التعجب ارءيت والرؤية بمعنى المعرفة فتعدى الى مفعول واحد۔ وهو الذى ... الخ وقيل بمعنى اخبرنى فتعدى الى مفعولين والثانى محذوف اى من هو۔ فذلك... الخ الفاء جواب الشرط والتقدير ان تأملته فذلك ويجوز ان تكون عاطفة على الذى يكذب اماعطف ذات على ذات او صفة على صفة فعلى الاول ذلك مبتداء۔ الذى يدع... الخ خبره۔ ولايحض... الخ عطف على يدع وعلى الثانى فى محل النصب عطفا على الموصول الذى هو فى محل نصب يدفع يعنف ومنه قوله يدعون الى نار جهنم دعا۔ فويل مبتداء۔ للمصلين خبره والفاء لترتيب الدعاء عليهم بالويل الذين هم بيان للمصلين وكذا مابعده۔ ويمنعون معطوف على يراؤن والماعون فاعول من المعن وهو الشيىء القليل يقال مال معن اى قليل قاله قطرب وقيل مفعول من عانه يعينه والاصل معوون فحذفت احدى الواوين كمقول والماعون اسم لمايتعاوره الناس بينهم من الدلو والفاس والقدر۔

مقامِ نزول اور وجہ تسمیہ:...... یہ سورت بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی عطاء وجابر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے مگر قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اس کا نصف اول مکی ہے جو عاص بن وائل کی شان میں اور نصف مدنی ہے جو عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوئی لیکن قول اول قوی تر ہے۔

اور ماعون برتنے کی چیزوں کو کہتے ہیں اس میں ماعون کے منع کرنے والوں کی برائی ہے جو ادنیٰ مرتبہ احسان کا ہے اس لیے اس کو سورۂ ماعون کہتے ہیں۔ اس میں سات آیات ہیں۔

ربط: ربط اس سورۂ کا سورۂ قریش سے یہ ہے کہ سورۂ قریش میں خدا تعالیٰ نے اپنے انعام یاد دلا کر قریش کو اپنی عبادت اور رزاقی کی طرف

❶...... یعنی جب جزا وسزا کا قائل نہیں تو پھر ہر قسم کی بے رحمی اور سنگ دلی کرتا ہے یتیم پر رحم کرنا مسکین کو کھانا کھلانا رحم دلی کی بات ہے اس کو بھی نہیں کرتا ہے اور خدا کی طرف بھی نہیں جھکتا اس لیے غفلت اور دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے اور یہاں تک دنی الطبع ہو جاتا ہے کہ معمولی برتنے کی چیزیں بھی مانگے نہیں دیتا ۱۲ منہ۔

رغبت دلائی تھی اور اس سورت میں قریش کے وہ امراض روحانیہ بتلائے جاتے ہیں کہ جو مہلک ہیں اور خدا سے ملنے میں سد راہ ہیں۔

تفسیر:...... واضح ہو کہ یہ سورت تمام حکمت نظریہ اور عملیہ میں سے تہذیب اخلاق سیاست مدن تدبیر المنزل کا لب لباب ہے۔ اس لیے کہ سب سے اول بات حکمت نظریہ کا اعتقاد درست کرنا ہے خصوصاً اس بات کا یقین کر لینا کہ انسان کے نیک و بداعمال کی جزا و سزا ملتی ہے مرنے کے بعد روح ایک دوسرے عالم میں جاتی ہے جہاں اس کو اپنے نیک و بداعمال کا ثواب وعذاب دیکھنا پڑتا ہے خدائے تعالیٰ عادل انسان سے ضرور باز پرس کرتا ہے اس کی مساعی جمیلہ کا نیک بدلہ دیتا ہے یہی اعتقاد تمام حکمت کی جڑ ہے اگر یہ اعتقاد نہیں تو ہر قسم کی بدکاری کھل کر کرنے میں کوئی مانع نہیں اور اعمال خیر کی مشقت اٹھانے اور مال صرف کرنے کا بھی کوئی محرک نہیں اس لیے سب سے اول دین یعنی جزا و سزا کی تصدیق ضروری ہے اور یہ سعادت کی سیڑھی کا اول درجہ ہے اور جزا و سزا کا اعتقاد دین اسلام کا جز ہے اس لیے اگر دین سے مراد دین اسلام کی تصدیق لی جائے تو بھی ٹھیک ہے اس لیے سب سے اول دین کے منکر کی تعجب کے صیغوں میں برائی بیان فرماتا ہے۔

دین اسلام کو جھٹلانے والے:...... فقال اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ کہ اے مخاطب علیک السلام یا اے مخاطب تو نے اس کو بھی دیکھا ہے جو دین یعنی اعمال کی جزا و سزا کو یا دین اسلام کو جھٹلا رہا ہے ایسے بھی لوگ ہیں یہ تکذیب سے روکنے میں نہایت پر اثر الفاظ ہیں یعنی ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ تصدیق کرنی چاہیے۔

تہذیب اخلاق:...... حکمت نظریہ کے اصل الاصول سے فارغ ہو کر حکمت عملیہ کے اصول کی طرف توجہ کرتا ہے حکمت عملیہ میں سب سے پہلی بات تہذیب اخلاق ہے اور تہذیب اخلاق میں دو ہی جز ہیں۔

اول: دفع شر بالخصوص یتیم یعنی نابالغ بچے سے برائی نہ کرنا کہ جس کا سرتاج اور سر کا سایہ مشفق باپ اٹھ گیا ہے اگر خیر اور بھلائی نہ پہنچا سکے تو سختی اور کوئی دل آزاری بھی نہ کرے چونکہ دفع شر طلب منفعت سے مقدم ہے اس لیے اس کو مقدم کیا اور فرمایا فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ کہ جزا کا جھٹلانے والا ہی سنگ دل یتیم کو دھکے دیتا ہے اور جھڑکتا ہے اس لیے کہ جانتا ہے کہ مر کر کسی فعل کی سزا اور کسی عمدہ کام کی جزا تو ملتی نہیں اس شنیع فعل کو تکذیب دین کی علامت کر دیا جس میں ایسی ناپاک خصلت ہے گویا اس کو دین کی تصدیق نہیں اس لیے کہ تصدیق و تکذیب ایک ذہنی چیز ہے بظاہر معلوم نہیں ہوتی اب اس کی علامت بیان فرما دی کہ وہ مکذب ہے جو ایسے افعال کرتا ہے درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔

دوسرا مرتبہ: تہذیب اخلاق کا یہ ہے کہ بندگان خدا پر رحم کرے اور جو جو سلوک کرنے کی قدرت نہ ہو تو ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اوروں کو ہی ترغیب دلائے پھر جس میں یہ مرتبہ بھی نہیں وہ تہذیب اخلاق سے محروم ہے اس لیے اس کے بعد اس کو بیان فرماتا ہے وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ کہ فقیروں محتاجوں کو خود کھانا دینا تو درکنار اوروں کو بھی رغبت نہیں دلاتا یعنی اس کی ذات سے کسی کو بھی فائدہ نہیں یہ تکذیب کی دوسری علامت ہے اس لیے کہ جب سزا کا معتقد نہ ہوا اور تو برے کاموں سے کیوں باز آنے لگا اور جب جزائے خیر ملنے کا معتقد نہیں تو نیک کام کیوں کرنے لگا۔

یہ تہذیب اخلاق وہ بھی کہ جس کا تعلق بندوں سے تھا اس لیے کہ اس کو تدبیر المنزل کا بھی مسئلہ کہا جاتا ہے اور سیاست مدن کا بھی، اس لیے کہ جب لوگوں پر ظلم سے باز نہ آیا اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک نہ کیا تو اس سے معاشرت اور تمدن میں بڑا خلل واقع ہوتا ہے اور اگر بغور دیکھا جائے تو تمدن اور معاشرت میں جو کچھ رنجشیں اور باہمی عداوت پیدا ہوتی ہے انہیں دو باتوں سے ہوتی ہے جس جھگڑے اور قضیے کی اصل دریافت کرو گے تو یہی دو باتیں نکلیں گی یا تو تعدی اور زیادتی ہو گی خواہ زبان سے سخت کلامی بدخلقی غیبت گالی گلوچ ہجو و توہین یا ہاتھ پاؤں سے دوسرے

کے مال یا آبرو پر حملہ ہو یا خواہ سرقہ کے طور پر یا علانیہ غصب ہو یا اور کوئی چالاکی الغرض کوئی نہ کوئی تعدی ظلم مخاصمت کی بنیاد ہوگی یا اپنی خوبی ومنافع کا بند کرتا ہوگا حق داروں کو نہ دینا، بیوی بچوں کو ترسانا ہمسایوں دوستوں کو محروم رکھنا خواہ مال سے خواہ کلمۃ الخیر سے خواہ کسی اور مفید کوشش سے پھر یہی اسباب باہمی رنج اور حسد وبغض وکینہ وعداوت کے باعث ہوجاتے ہیں اور جہاں یہ دونوں نہیں یہ فساد بھی نہ ہوں گے۔

تہذیبِ نفس:...... دوسری قسم کی تہذیب اخلاق اور بھی ہے جو اس قسم اول کے بعد ضروری ہے وہ کیا؟ اپنے مالک وخالق کے ساتھ رابطہ اور اخلاص ونیاز پیدا کرنا یہ تہذیب نفس ہے یہ اعلیٰ درجہ کی حکمت ہے یہ خاص حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ کا ہے اور اس لیے اس کو حکمت نوامیسیہ کہتے ہیں یہ وہ فن ہے کہ جس سے روح میں نور وسرور پیدا ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی روح عالم قدس کی طرف اس طرح دوڑتی اور اڑ کر جاتی ہے کہ جس طرح اوپر سے ڈھیلا نیچے اپنے حیز طبعی کی طرف میل کرتا ہے اور اس فن کی طرف فقراء اہل کمال کو بڑی رغبت ہوتی ہے اور جس کو اس کی لذت نصیب ہوجاتی ہے پھر وہ دوسرے شغلوں میں مشغول ہونا ایک جبر سمجھتا ہے اس کے لیے مرتاضین جنگلوں پہاڑوں میں گوشہ نشینی کرتے ہیں اور کیا کیا محنتیں کرتے ہیں مگر بغیر مرشد کامل آنحضرت ﷺ کے منزل مقصود کو نہیں پہنچتے اس کو نکتہ نفس بھی کہتے ہیں۔

اب اس کے دو اصول ارشاد فرماتا ہے اول فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ کہ خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

فضائلِ نماز:...... نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں اور یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر بحضور قلب اور مع شرائط ہو تو روح کو ایسا جلد روشن کردیتی ہے کہ پھر بندہ کو خود بخود معاصی اور ہر قسم کی بدکاری سے نفرت ہوجاتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ پھر ایسے بدبخت جو نماز سے بے خبر ہیں افعال ذمیمہ مذکور بالا سے کس طرح باز آسکتے ہیں اس لیے کہ ان میں ملکیت کا تقاضا جا کر بہیمیت وشیطانیت کا تقاضا غالب آجاتا ہے اس جملہ میں نہ صرف نماز ادا کرنے کی تاکید ہے بلکہ ہمہ تن توجہ ہونے کا بھی حکم ہے اس لیے کہ دکھلاوے اور غفلت کی رسمی نماز نماز نہیں ایسا نمازی دراصل نماز سے بے خبر ہے یہ تزکیہ نفس کا اول رکن ہے جو اسلام میں پنج گانہ فرض ہے۔

فائدہ: نماز سے سہو جیسا کہ آیت میں ہے اور نماز میں سہو فرق رکھتا ہے۔

اول کے معنی ہیں نماز میں سستی کرنا یا بالکل ترک کرنا اور شرائط سے وقت پر نہ پڑھنا حضور دل سے ادا نہ کرنا جیسا کہ مدینہ کے منافق کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کے حق میں فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ (کہ جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کو یاد بھی نہیں کرتے)۔

''نماز میں سہو اس کی کسی چیز کو بھول جانا پھر یہ کسی استغراق کلی سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز میں بھول گئے اور بیچ کا قعدہ کیے بغیر دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے اور پھر آخر میں سجدہ سہو کیا اور اکثر اولیاء کرام کو بھی پیش آیا اور کبھی کسی اور وجہ سے بھی پیش آتا ہے مگر اس کا تدارک شرع میں سجدہ سہو سے کردیا گیا ہے۔

بہر طور ''نماز میں سہو'' منافقین کی شان نہیں پیدا کرتا اور یوں انسان کو بھول چوک لگی ہوئی ہے مگر ''نماز سے سہو'' سخت بات ہے۔

فائدہ: مکہ معظمہ میں جب کہ یہ سورت نازل ہوئی تھی مسلمانوں میں نماز شروع ہوگئی تھی جس پر کفار قریش مسلمانوں سے تمسخر کیا کرتے تھے اور یہی ان کا نماز کے ادراک کی حقیقت سے بے خبر ہونا تھا پھر اس لیے کہ نماز سے غفلت مدینہ کے منافق کرتے تھے اس سورت کے

نصف کا نزول مدینہ میں قرار دینا بے کار تاویل ہے۔

اب تزکیہ نفس کا دوسرا اصل الاصول بیان فرماتا ہے الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ؀ کہ خرابی ہے ان کی جو نیکی بھی کرتے ہیں تو لوگوں کے دیکھانے اور نمود کے لیے کرتے ہیں اس میں تعلیم ہے کہ خلوص نیت اور توجہ الی اللہ ہر کام کے لیے ہونی چاہیے۔

خلوص کے فضائل:...... ہر ایک نیک کام جس کی بنیاد خلوص پر ہوگی اس کا نیک ثمرہ دنیا و آخرت میں ہوگا ورنہ برباد ہو جائے گا خلوص عجیب چیز ہے تمام حسنات کی بنیاد یہی ہے اور جو کام خلوص سے ہوتا ہے روح میں اس سے نورانیت حاصل ہوتی ہے مرنے کے بعد رفع درجات کا باعث ہوتا ہے۔ یہ ریا کاری کہ جس کی مذمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کے فقیہوں کے سامنے بیان فرمائی ایک روحانی مرض ہے اور برا مرض ہے اگر کوئی ذرا بھی عقل سلیم رکھتا ہو تو فورا کہہ سکتا ہے کہ رات بھر پیر و مرشد اور اولیاء اور بزرگ کہلانے کے لیے جاگنا روزے رکھنا مال خرچ کرنا دنیا کی آسائش جائز چھوڑ کر زاہد بننا، زاہدوں کا لباس پہننا اور طرح طرح کی مشقتیں اٹھانا مال نمود کے لیے صرف کرنا ایک لغو حرکت ہے آخرت میں تو کچھ ثواب نہیں اس بات پر تو اس ریا کار کا دل بھی جو خلوص سے خالی ہے فتویٰ دیتا ہے۔

اب رہی دنیا کی نیک نامی سو کون ایسا ہے کہ جس کو سب نے مان لیا ہو پھر بھی ہزاروں برا کہنے والے ہوتے ہی ہیں اور جو کسی نے دھوکہ کھا کر اچھا بھی جانا تو اس کو کیا ملا صرف یہی بات کہ نفس خبیث خوش ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی جب کہ یہ جھوٹا ملمع اتر جاتا ہے تو اتنا ہی رنج بھی ہوتا ہے اور سنت اللہ جاری ہے کہ وہ جھوٹے ملمع کو زائل ہی کر دیتا ہے، بہت سے ریا کاروں کی چند روز چمک ظاہر ہوئی مگر تھوڑے ہی دنوں بعد نیست و نابود بھی ہو گئے نام رہا نہ نشان قبروں پر گدھے کھڑے ہگتے ہیں اور جو خلوص قلبی سے حسنات کرتے ہیں نہ ان کو کسی کے اچھا کہنے کی پروا نہ برا کہنے کی پروا اور وہ سات پردوں میں بھی اپنے آپ کو چھپاتے ہیں مگر خدا پاک انکو دنیا میں قبولیت عامہ عطا کرتا ہے بنی آدم کے دلوں میں عرصہ دراز تک نیک نامی سے یاد کیے جاتے ہیں بات یہ ہے کہ:

؎ نے گنجد اندر خدائی خودی

جو خدا جبار و جلیل کی بقاء و کبریائی کا حصہ لینا چاہتا ہے تو غیرت الٰہی اس کو مٹا دیتی ہے جن کی بقاء اپنی ہستی مٹانے کے بعد ہوئی ہے وہ اسی کی بقاء سے ہمیشہ باقی رہا کرتے ہیں ریا کار نماز میں خدا کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ انہیں کو کرتے ہیں جن کو یہ سجدہ دکھانا چاہتے ہیں ہائے ہائے ان کا معبود اصلی اہل دنیا اور دنیا ہوتی ہے اور اسی طرح جو لوگ شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی دنیاوی کام کرتے ہیں اور فضول خرچی میں برباد ہو جاتے ہیں آخر ان کی شہرت بھی خاک میں مل جاتی ہے دو دن کے بعد اس کی فضول خرچی کا تذکرہ بھی نہیں ہوتا۔

الغرض شہرت اور نمود بے کار چیز ہے جس سے کوئی فائدہ دینی و دنیاوی نہیں اور اس کی طلب امراض نفسانیہ میں سے بڑا سخت اور مہلک مرض ہے اس مرض اور جملہ امراض روحانیہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو شفا بخشی تھی اور اس نجاست سے پاک کر دیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے وَيُزَكِّيْهِمْ۔

ماعون کی تفسیر:......اب ایک تیسرا اصل الاصول اور بیان فرماتا ہے فقال وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ؀ کہ وہ جو ماعون کو منع کرتے ہیں ان کی خرابی ہے یہ وہ بات ہے جو نظر توحیدی سے محجوب ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ماعون کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن الحنفیہ و ابن عمر و حسن و سعید بن جبیر و عکرمہ و قتادہ و ضحاک کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے اس لیے کہ بندگی جو تہذیب نفس اور تنویر روح کا سبب ہے اس کی دو قسم ہیں اول جانی سو وہ نماز ہے۔ دوم مالی وہ زکوٰۃ ہے اس لیے نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔

(۲) اکثر مفسرین کا قول ہے کہ ماعون وہ چیز ہے کہ جس کو عادۃ مانگنے پر روکا نہیں جاتا اور جس کو امیر و فقیر دونوں بوقت ضرورت مانگ لیا کرتے ہیں اور جو اس کو نہ دے وہ بد خلق اور لئیم الطبع اور دون ہمت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ کدال پھاوڑا ڈول رسی چھلنی نمک آگ پانی ہانڈی وغیرہ استعمال کی چیزیں۔ اور ماعون فاعول کے وزن پر معن سے مشتق ہوا ہے جس کے معنی ہیں تھوڑی حقیر چیز جیسا کہ برتنے کی چیزیں اور زکوٰۃ کو بھی اسی لیے ماعون کہا جا سکتا ہے کہ وہ بالکل مال کا چالیسواں حصہ ہے جو کل کی نسبت بہت ہی تھوڑا ہے۔

بخل اور دنائت کی ممانعت کرنا مقصود ہے جو بندے اور خالق میں حجاب اکبر ہے اور اسی لیے علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے گھر میں ایسی چیزیں رہیں جو ہمسائے کے کام آئیں اور سر اس کا یہ ہے کہ ایک دل میں دو محبت جمع نہیں ہو سکتیں پھر جن پر تجلی انوار الٰہی ہوا اسی کو سب سے زیادہ محبوب جانتے تھے کما قال: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ پھر یہ محبت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ اپنے محبوب کی مخلوق کو بھی نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور اپنے آقا کے گھر کے آدمی یعنی غلام سمجھا کرتا ہے خواہ کوئی نمک حرام اور نافرمان ہی غلام کیوں نہ ہو مگر اس کی حاجت روائی اور کار براری بھی یہ اسی محبت سے عمدہ جانتا ہے اس لیے کہ اپنی جان سے مال سے دریغ نہیں کرتا ہے حاجت مندوں کے لیے یہ وقف ہوتا ہے اور جس کو اس کی محبت نہیں تو اس کے دل میں دنیا کی محبت بھر جاتی ہے دنیا کے اسباب معاش اس کے دل میں جگہ پائے ہوتے ہیں اور اپنی محبوب چیز کسی کو دینا اور اس کو اپنے آپ سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتا اور اسی کو بخل کہتے ہیں اور یہ حالت بندے اور خدائے تعالیٰ میں ایک بڑا پردہ ہے۔

یہ حالت سخت ظلمت کی ہے جو مرنے کے بعد جہنم کی صورت میں ظہور کرے گی اور مرتے وقت ہر ہر شے کی محبت اس کی جان کو عذاب الیم ہوگی اور اس لیے بخیل مرنے سے بہت ڈرتا ہے اس کی روح اس عالم کی طرف جانے کا نام سن کر لرزتی ہے کس لئے کہ وہ تو اسی خسیس جہان پر فریفتہ ہے اول تو دوسرے جہان کا یقین نہیں اس لیے کہ آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے کان بہرے ہیں دیوار حائل ہے اور جو یقین بھی ہو تو وہاں کا چور ہے جاتے ہوئے ڈرتا ہے اس جملہ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں بخیل کی برائی بیان ہے جو تزکیہ نفس کے لیے ضروری بات ہے اسی لیے بخیل کو کبھی خدا تعالیٰ کا قرب میسر نہیں آتا۔

بخیل ار بود زاہد بحر و بر ☆ بہشتی نباشد بہ حکم خبر

سبحان اللہ کس عمدہ پیرایہ میں مکارم اخلاق کی تعلیم کی گئی ہے اور حکمت کے فنون سکھائے گئے ہیں اس قدر مختصر کلام میں یہ مضامین اور پھر الفاظ کی فصاحت کلام کی بلاغت بڑا اعجاز ہے۔

فائدہ: سورت کے الفاظ میں کسی شخص کا ذکر نہیں بلکہ عموماً طبائع انسانیہ کے رذائل بتلائے گئے ہیں جو اس کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں خواہ وہ ابوجہل میں ہوں یا ابولہب میں خواہ امیہ بن خلف میں ہوں خواہ عاص بن وائل میں یا مدینہ کے منافق عبداللہ بن ابی میں اور دراصل ان لوگوں میں یہ رذائل موجود تھے یتیم کے جھڑکنے کی بابت ابوجہل کا ایک قصہ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ فریبی جب کوئی دولت مند مکہ میں مرنے کو ہوتا تو اس کے پاس جا کر کہتا کہ اپنا میرے سپرد کر دے ورنہ تیرے بال بچے اور وارثوں کے سبب تباہ ہو جائیں گے اس لیے وہ اس کو دے دیا کرتا تھا پھر اس کے یتیم بچوں کو صاف جواب دے دیتا تھا اور جھڑک کر نکال دیتا تھا چنانچہ ایک یتیم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ میری طرف سے چل کر فرمائے آپ تشریف لے گئے اس پر ابوجہل اور بھی افروختہ ہو گیا اور یتیم کو مارنے اٹھا اور آنحضرت ﷺ کو برا بھلا کہا اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی جس میں ان قبائح کی برائی ہے۔

اٰيَاتُهَا ۳ (۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکہ میں نازل ہوئی اس کی تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ③ ع

ترجمہ:......اے پیغمبر ہم نے تمہیں بہت کچھ دیا ہے ① پھر اسی کی نماز پڑھو اور قربانی کرو ② تمہارا بدخواہ ہی بس بریدہ ہے ③۔

ترکیب:......انا مبتدأ۔ اعطیناک ❶ خبر۔ والکاف مفعول اول لاعطینا۔ الکوثر مفعول ثان والکوثر علی وزن فوعل من الکثرۃ وصف بہ للمبالغۃ فی الکثرۃ مثل النوافل من النفل والجوھر من الجھر و العرب تسمی کل شیء کثیر فی القدر او العدو البرکات کوثر فصل الفاء لترتیب مابعدھا علی ماقبلھا او للتفریع۔ صل أمر۔ لربک متعلق بصل۔ وانحر عطف علی صل ان اسمھا شانئک اسم الفاعل من الشنأن لا من الشین فان اسم الفاعل منہ شائن لا شان والشانئ المبغض العدو ھو فصل او تاکید الابتر خبران وقیل ھو مبتدأ والابتر خبرہ والجملۃ خبر ان۔ الابتر افعل من البتر بمعنی القطع من الاصل یقال بترتہ ابترہ بترا و الابتر من الرجال من لا عقب لہ من النسل و ذکر الخیر و من الدواب مالا ذنب لہ

تفسیر:...... یہ سورت اکثر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن الزبیر رضی اللہ عنہ وعائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے مقاتل اور کلبی اسی کو ترجیح دیتے ہیں مگر قتادہ اور مجاہد و عکرمہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اول قول جمہور کا ہے اور قوی تر ہے اس میں تین آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:......اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ ماعون سے یہ ہے کہ سورۂ ماعون میں حکمت کے جمیع اقسام بیان ہوئے تھے اور یہ بھی کہ ضمنا بتلایا گیا تھا کہ ایسے بھی محروم ہیں کہ بدبخت بنی آدم ہیں کہ جن کو اس حکمت میں سے کچھ بھی نصیب نہیں یا بعض اقسام نصیب نہیں وہ دنیا میں آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے نہ وہاں کے لیے کچھ خیر لے گئے نہ دنیا میں زندہ نام اور یادگار چھوڑ گئے یہ لوگ دراصل ابتر یعنی بے نسل اور دم بریدہ ہیں جس سے کفار مکہ کی طرف بھی اشارہ تھا کہ جن پر ازلی بدبختی سوار تھی ابوجہل وغیرہ۔

اب اس سورت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کو جمیع اقسام کی حکمت عطا ہوئی اور ان کے سینوں سے اوروں کے لیے حکمت کی نہریں جاری ہوئیں تا قیامت یادگار باقی رہیں گی اور ان کا دل حکمت کا حوض یا دریائے ناپایاں ہے اور دراصل حکمت ہی خیر کثیر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔

اس میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ بانصیب اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں آپ اور آپ کے جانشین اور متبعین ہیں اس لیے اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان جملہ فنون حکمت سے فیض یاب ہونا بیان فرماتا ہے اور یہ بھی کہ یہ آپ کا فیض تا قیامت جاری رہے گا جس سے

❶......او قرء طلحۃ والزعفرانی والحسن وابن محیصن انطیناک بالنون وھی بمعنی قضینالک فی لغۃ العرب العاربۃ ۱۲ منہ۔

بنی آدم کے نیک لوگ آپ کو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا کریں گے واعظین اپنے منبروں پر اور مصنفین اپنی کتابوں میں ابد تک آپ کی ثناء و صف کریں گے اور آپ کی ذریت دنیا میں پھیل گئی اور کبھی منقطع نہ ہوگی اور ان احمقوں کے نزدیک جو سلسلہ جاری رہنے کا باعث خاص بیٹوں پر منحصر ہے اور تیرے دو صلبی بیٹوں ❶ کے فوت ہو جانے سے جو خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے ان کا خوش ہو کر یہ کہنا کہ چلو سلسلہ دار منقطع ہوا ان کے بعد کوئی نام لینے والا باقی نہیں رہے گا۔ اب یہ ابتر ہو گئے محض بے ہودہ خیال ہے دراصل یہی ابتر یعنی مقطوع السلسلہ ہیں ان کے پیشاب کے بیٹے ان کا نام زندہ رہنے کا باعث نہیں ہو سکتے۔

بعض مفسرین نے خاص اسی بات کو (کہ آپ کے فرزند کے مرنے کے بعد کفار قریش نے آپ کو ابتر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ آپ کے رنج وملال کا باعث تھا جس کے دور کرنے کو سورۂ کوثر نازل ہوئی) سبب نزول قرار دیا ہے لیکن سبب نزول وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا۔

اس سورۂ مبارکہ کی تین آیات ہیں اور ہر ایک میں اسرار و لطائف ودیعت رکھے ہیں۔

فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ ہم نے نہ کہ کسی اور نے تجھے جو تیری ہمیشہ سے تربیت کرتے رہے ہیں کوثر عطا کیا ہے۔

کوثر کی تحقیق:...... کوثر فوعل کے وزن پر ہے جس کے لغت میں معنی ہیں ''بہت زیادہ'' کے۔ جس سے خیر کثیر یعنی ہر قسم کی بھلائی اور بہتری اور برتری ہے اور معنی لغوی کے لحاظ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو حبر الامہ ہیں اس لفظ کوثر کی تفسیر کی ہے جیسا کہ بخاری و ابن جریر و حاکم نے اور اسی طرح ترمذی و امام احمد و ابن ماجہ نے بروایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے۔

اور وہ خیر کثیر ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور پھر یہ لفظ کوثر جس کے معنی خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی ہے ہر ایک قسم کی خیر کثیر کو شامل ہے مفسرین نے ہر ایک خیر کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے اس لیے اس بارے میں ان کے پندرہ قول ہیں جن کو امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں شرح و بسط سے نقل کیا ہے لیکن خلاصہ ان کا یہ ہے۔

(۱) وہ حوض کوثر ہے:...... جس کی بابت بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جہاں پیاس اور گرمی ہوگی اور کسی کو پانی نہ ملے گا العطش العطش پکاریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا کرے گا جس کی درازی اور چوڑان سیکڑوں کوس کا ہوگا اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا، دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جو ایک بار پیے گا پھر عرصات میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت لوگوں کو پلائیں گے تمام اولین و آخرین پیاس کے مارے ادھر ہی دوڑتے چلے آئیں گے جو سعید ہیں اس سے فیض یاب ہوں گے اور شقی محروم کیے جائیں گے۔

یہ حکمت الٰہیہ کا مظہر ہے جو آپ کے دل فیض منزل میں بھر دی گئی تھی اور حوض دل کا مظہر حوض کوثر ہوگا جس کی وسعت کی کچھ انتہا نہ تھی پلانے والے وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں اس حکمت کے جام پلاتے تھے پھر جس نے دنیا میں آپ کے حوض حکمت کا جام پیا وہ وہاں بھی پیے گا اور جو بد بخت یہاں محروم رہا وہاں بھی رہے گا اللّٰھم اسقنا من حوضہ یہ ہے وہ حوض کوثر کا سر جو کج فہموں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

(۲) کوثر وہ جنت کی نہر ہے:...... جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جس کے کنارے موتیوں کے خیمے تھے آپ نے اس کے پانی کو جو دیکھا تو مشک زیادہ خوشبودار تھا پھر آپ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما) یہ بھی اسی نہر غیبی کا مظہر ہے جو آپ کے حوض قلب میں رات دن پڑا کرتی تھی اور وہ حوض دل ہمیشہ لبریز رہا کرتا تھا۔

---

❶...... قاسم و عبداللہ۔ ۱۲ منہ

(۳) اولاد کی کثرت:......سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی بحمد اللہ جسمانی نسل بھی آپ کی بکثرت ہے اور وہ روحانی تو تمام امت ہے جو تعداد میں صحیح جغرافیہ کے لحاظ سے ہر قوم سے زائد ہے حالانکہ اس قدر تھوڑے عرصہ میں ایسی ذریت کسی کی بھی نہیں پھیلی اور دن بہ دن ترقی پر ہے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ تمام دنیا یا اکثر حصہ میں آپ کی ذریت ہوگی تو میں اسلام لے آئیں گی ولہ الحمد۔

(۴) علماء و اولیاء:......سو یہ بھی ایک خیر کثیر اور بحمد اللہ اس امت میں جس قدر اہل کمال گزرے ہیں اور اب بھی ہیں اور آئندہ ہوں گے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں یہ سلسلہ حواریوں پر ختم ہوگیا ان کے بعد پھر نہیں دیکھا گیا کہ کوئی صاحب نفس قدسی پیدا ہوا ہو جس کی کرامات و کمالات انہیں کے اعجاز شمار ہوتے ہوں اور دراصل کمالات کی نسل یہی لوگ ہیں مثلاً کوئی خوش نویس ہے اس کی خوش نویسی کی اولاد وہ صلبی فرزند نہیں جو اس کمال سے بے بہرہ ہے وہ صرف اس کے جسم کی اولاد ہے جو اس کا کمال نہ تھا بلکہ شاگرد رشید فرزند کا کمال ہے اسی طرح نبوت کی پاک نسل اور روحانی فرزند وہی ہیں جن میں کمالات نبوت اور اس کی برکات ہوں اور یہی سر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون ہوئے (علیہ السلام) جو ان کے فیض نبوت کے فرزند رشید تھے حالانکہ صلبی اولاد بھی موجود تھی اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے روحانی فرزند اکبر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانشین قرار پائے جن کی نسبت آپ نے یہ فرمایا تھا ماصبہ اللہ صدری صبیتہ فی صدر ابی بکر (کہ خدا تعالیٰ نے جو میرے سینہ میں ڈالا تھا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا) یہ نسل بھی آپ کی تا قیامت باقی رہے گی۔

(۵) نبوت عظمیٰ:......سو یہ اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے یہ بجز آپ کے کسی کو نصیب نہیں ہوئی کوئی بھی تمام دنیا کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا نہ اس قدر برکات و انوار غیبیہ کسی کے ظاہر ہوئے نہ کسی پر یہ سلسلہ نبوت بجز آپ کے تمام ہوا۔

(۶) قرآن مجید:......سو یہ بھی خیر کثیر ہے جس کی برکات کا کچھ شمار نہیں۔

(۷) کوثر دین اسلام ہے:......اور اس میں کوئی کچھ شبہ نہیں کہ دارین کی حسنات و برکات اسی پر موقوف ہیں۔

(۸) وہ فضائل روحانیہ:......جو آپ کو حاصل ہوئے۔

(۹) آپ کی رفعت ذکر:......کہ ہر جگہ آپ کا نام تعظیم سے یاد کیا جاتا ہے یہ بھی بڑی خیر کثیر ہے ہر ایک کے نصیب نہیں ہوتی ہزاروں اس کی تمنا میں مر گئے۔

(۱۰) آپ کے علوم:......جن کی نسبت فرماتے ہیں کہ مجھے اولین و آخرین کے علوم دیئے گئے۔

(۱۱) کوثر آپ کا خلق عظیم:......ہے اور درحقیقت اخلاق حمیدہ بھی ایک بڑی نعمت ہے۔

(۱۲) کوثر مقام محمود ہے:......جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائے گا جس کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام حسرت کریں گے۔

(۱۳) کوثر یہ سورۂ مبارکہ ہے:......کل تین آیات ہیں اور بے شمار مطالب کو حاوی ہے اور جس کا مقابلہ کسی عرب کے شاعر و بلیغ سے نہ ہوسکا مشہور ہے کہ جاہلیت میں فصحاء بلغاء اپنے اس کلام کو جو ان کے نزدیک بے مثل ہوتا تھا تفاخر سے لکھ کر کعبہ کے پردے پر لگا دیتے تھے جب یہ سورت نازل ہوئی تو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے اور سب نے اپنے کلام اتار لیے پھر کسی کو بھی اس کے اوپر یہ لکھنے کا حوصلہ نہ ہوا ایک بڑے فصیح و بلیغ نے اس کے اوپر یہ لکھ دیا ماھذا کلام البشر کہ یہ بشر کا کلام نہیں کیونکہ قوت بشریہ کے احاطہ سے باہر ہے اور یہ

اعجاز ہے اور یہ خیر کثیر ہے۔

(۱۴) کوثر سے مراد وہ تمام نعمتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئیں۔

(۱۵) کوثر وہ اعلیٰ مقام قرب ہے جس سے اوپر مقام بندہ کو نہیں مل سکتا۔ دراصل یہ سب اقوال اسی پہلے معنی خیر کثیر کی تفسیرات ہیں۔

فائدہ: انا اول لایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہے ہماری عطا ہے اور نیز عاشق صادق کو جو کچھ فرحت معشوق کی ذات سے ہوتی ہے وہ اس کے عطیات سے نہیں ہوتی اس لیے اِنَّا فرما کر اپنی ذات کی طرف متوجہ کیا پھر صفات کی طرف اور یہ اعلیٰ مقام ہے اور جس کو کوثر عطا ہو اس کے مناسب ہے۔

اَعْطَيْنٰكَ فرمایا اٰتینٰک نہ فرمایا اس لیے کہ دینا عام ہے خواہ کسی خدمت کے معاوضہ میں ہو خواہ مفت ہو برخلاف عطا کے کہ وہ صفت ہوتی ہے اور کرم ہی کرم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہوا ہے ہمارے فضل وعنایات سے ہے جس کا شکر یہ لازم ہے پھر اَعْطَيْنٰكَ ماضی کا صیغہ استعمال میں آیا نہ کہ نعطی مضارع کا تاکہ معلوم ہو کہ آپ کو دے دیا گیا صرف وعدہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی سمجھا جائے کہ جن چیزوں کا آئندہ ملنا ہے وہ بھی یقیناً ملیں گی گویا ایسے کریم کا وعدہ بمنزلہ دے دینے کے ہے۔

پھر ک خطاب میں لفظ مفرد استعمال ہوا کم نہ فرمایا کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ عطیہ خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہے اس میں اور کسی کا حصہ نہیں اور جو کسی کو حصہ ملتا ہے اسی کے طفیل سے ملتا ہے بالاستقلال کچھ نہیں ملتا اور اس لیے کوئی کیسی ہی عبادت کرے ریاضت کرے اور آنحضرت ﷺ کا دامن نہ پکڑے وہ درگاہ سبحانہ تعالیٰ سے محروم ہو رہتا ہے کبھی کشود کار نہیں ہوتا اسی لیے صدہا جوگی فقیر جنہوں نے عمر بھر ریاضات شاقہ کی تھیں اور فتوح غیب کا دروازہ ان پر نہ کھلا تھا تو اسلام لائے۔

پھر یہ فرمانا کہ ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا یہ بتلاتا ہے کہ برخلاف ان بدنصیبوں کے کہ جن کا ذکر سورۂ ماعون میں ہوا آپ کو حکمت وانوار غیبیہ سے مالا مال کر دیا گیا اور آپ اس دولت کو اپنی فیاضانہ طبیعت سے لوگوں کو دیتے ہیں اور وہ نہیں لیتے بجائے شکر کرنے کے لڑتے مارتے ہیں ان کو بخل ودنائت کا وصف حاصل تھا یتیم کو جھڑکتے اور کھانے کی رغبت نہیں دیتے اور آپ کی یہ فیاضی ہے یہ نعمت کوثر ان کے اس وصف بد کے مقابلہ میں ہے۔

نماز اور قربانی کا حکم:...... پھر جس طرح تکذیب دین کا ناپاک مادہ ان میں تھا اور ان کو ویسے ہی بدافعال پر ابھارتا تھا بخل ودنائت اور ناشکری ان سے سرزد ہوتی تھی اسی طرح آپ کو کوثر عطا ہے آپ کو اس کے موافق کام کرنا چاہیے اسی لیے فرماتا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ کہ خاص اپنے رب کے لیے نہ کہ کسی اور کے لیے نماز پڑھیں شکر یہ میں اور نماز کو کوثر سے کمال مشابہت بھی ہے اس لیے کہ اس میں اپنے خالق سے مناجات وعجز ونیاز شہد سے زیادہ شیریں ہے اور جو اس میں انوار غیبیہ چمکا کرتے ہیں وہ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن ہیں اور دل کو جو تیقن وسرور اس میں حاصل ہوتا ہے وہ برف سے زیادہ سرد ہے اور آداب وسنن نماز کے ان سرسبز درختوں اور جواہر کی بڑیوں سے مشابہ ہیں جو حوض کوثر کے اردگرد ہوں گے اور اذکار وتسبیحات جو نماز کے ہر رکن میں مقرر ہیں ان جواہرات کے آب خوروں اور پیالوں سے مشابہ ہیں اس لیے کہ ان سے بھر بھر کر شراب محبت الٰہی پی جاتی ہے اور شوق کی پیاس کو بجھایا جاتا ہے۔

اور نیز یہ ان بدبختوں کے اس فعل کے مقابلہ میں الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴿۵﴾ کہ وہ اپنی نماز سے بےخبر ہیں اور لِرَبِّكَ کا لفظ يُرَآءُوْنَ کے مقابلے میں ہے کہ وہ دکھاوے کو کرتے ہیں آپ نماز اور ہر نیک کار اپنے رب کے لیے کیجیے۔

اور یہ بھی کہ شکرانہ نعمت جان سے بھی کرنا چاہیے جو نماز پڑھنا ہے اور مال سے بھی اس لیے اس کے بعد فرمایا ہے وَانْحَرْ کہ اس کے

لیے قربانی بھی کیجیے جو جان کی قربانی کے قائم مقام ہے اور اس سے فقراء کو نفع پہنچتا ہے یہ ان کے اس بخل کے مقابلہ میں ہے وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۝ کہ وہ لوگوں کو برتنے کی چیزوں سے بھی منع کرتے ہیں جس میں کوئی حرج ان کا نہیں تھا۔

فائدہ: انحر سے مراد جمہور کے نزدیک قربانی کرنا ہے پھر عام ہے کہ حج میں ہو یا عید الاضحیٰ کے روز یا عقیقہ میں جیسا کہ صل میں نماز پڑھنا عموماً مراد تھا فرض نماز اور نفل اور نماز عید و نوافل سب کو شامل تھا یہ اس لیے کہ مکہ میں اس وقت نماز بھی فرض ہو چکی تھی اور نوافل بھی آپ بہ کثرت پڑھتے تھے اور قربانی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے چلی آرہی تھی مگر فرق یہ تھا کہ کفار قریش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ میں تحریف کر دی تھی نماز میں صرف تالیاں بجانا اور کودنا ہی رہ گیا تھا اور وہ بھی بتوں کے آگے اور اسی طرح قربانی بھی بتوں کے لیے کرنے لگے تھے اسلیے اس آیت میں انہیں دونوں اصول عبادت کی اصلاح کے لیے فرمادیا کہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ ان قواعد سے جو تجھے بتائے گئے ہیں اور قربانی بھی اپنے رب کے لیے کر نہ کہ غیر اللہ کے لیے۔

اس قربانی میں اسی طرف اشارہ ہے کہ نفس کو ذبح کر و اپنی ذات کو اس کی ذات میں فنا کر دو اور محو کر دو اور یہ روحانی قربانی ہے جو خاص حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرامؒ کا حصہ ہے اور اسی طرح ان کی نماز بھی رب کے لیے ہے نہ کہ ثواب کے لیے اور نہ عذاب سے بچنے کے لیے بلکہ محض اس کی ذات پاک کے لیے ہے۔

بعض علماء انحر سے مراد نماز کے متعلق افعال لیتے ہیں جیسا کہ صل سے شکر گزاری کرنا مراد لیتے تھے پھر ان کے متعدد اقوال ہیں۔

۱)......تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھانا۔

۲)......بعض کہتے ہیں کہ ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا۔

۳)......بعض کہتے ہیں کہ دعا کے وقت سینہ تک ہاتھ اٹھانا۔

۴)......جلسہ استراحت کرنا کہ سینہ سیدھا ہو جائے۔

واحدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سب اقوال کی اصل یہ ہے کہ نحر سینے کو کہتے ہیں۔ (نحر شتر کشتن و بریدن سینہ و بر سینہ زدن و در سینہ شدن نحر منحر بالفتح پیش سینہ) (صراح) اونٹ کی قربانی بھی سینہ کے پاس سے یعنی اس کے حلقوم کی جڑ سے ہوتی ہے جو سینہ سے ملا ہوتا ہے اور رفع الیدین میں بھی سینہ تک ہاتھ اٹھانا ہوتا ہے مگر قربانی کرنے کے معنی اس جگہ مراد ہیں اور یہی قول قوی ہے اس لیے کہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا اکثر جگہ قرآن مجید میں ذکر ہے اور قربانی بھی ایک قسم کی زکوٰۃ ہے۔

دوئم: مشرکین بتوں کے لیے نماز پڑھتے تھے سجدہ و رکوع کرتے تھے اور انہیں کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے تھے جیسا کہ اب مشرکین ہند بتوں کو بکرا چڑھاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس امر کی تاکید کر کے مشرکوں کو سنا دیا گیا کہ یہ فعل بد ہے ہر عبادت کا مستحق حق سبحانہ ہے اور اہل توحید کا یہی دستور ہے۔ اور رفع الیدین وغیرہ آداب صلوٰۃ تو فَصَلِّ میں آگئے پھر ان کے بالخصوص ذکر کرنے سے کیا فائدہ تھا؟

سوم: عبودیت کی دو ہی باتیں ہیں۔ اول تعظیم امر اللہ۔ دوم شفقت بر خلقِ خدا، پس فَصَلِّ میں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے اور وَانْحَرْ میں دوسری کی طرف ایماء ہے۔

چہارم: انحر کا لفظ عرب کے محاورہ میں قربانی کے معنی میں مستعمل ہے اور معنی پیدا کرنا لغت تراشی ہے۔

سعادت کے طریقے بیان فرما کر یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ یہ سعادت آپ ﷺ ہی کے اتباع میں حاصل ہے اس لیے کہ آپ ﷺ

اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور جو آپ ﷺ سے محبت نہ رکھے بغض وعداوت رکھے وہ دین ودنیا میں نامراد ہے اس لیے فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴿۳﴾ کہ اے محمد آپ سے عداوت رکھنے والا جو دراصل اللہ تعالیٰ سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہی پس بریدہ ہے جس کا بعد میں کوئی عمل صالح دنیا میں باقی نہیں نہ اس کا کوئی نام لینے والا نہ اس کے بعد میں اس کا سلسلہ جاری ہے یعنی جمیع اقسام حسنات سے محروم ہے۔

بحمد اللہ آج تک کہ تیرہ سو چودہ برس ہوئے پیشین گوئی آفتاب کی طرح روشن چلی آرہی ہے آنحضرت ﷺ کے دشمن اور توہین کرنے والے جو آپ کے عہد میں تھے کیا کیا مصیبت دیکھ کر مرے اور پیچھے نام رہا نہ نشان جب آنحضرت ﷺ کے دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل سہمی وغیرہ کفار مکہ نے آپس میں یہی کہا تھا کہ یہ ابتر ہے یعنی اولاد ثبوت ہے حق سبحانہ اپنے حبیب کی طرف سے آپ جواب دیتا ہے کہ دراصل وہی اولاد ثبوت ہیں۔

اٰيَاتُهَا ٦ | (۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) | رُكُوْعَاتُهَا ١

سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی اس کی چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ ع

ترجمہ:......(اے پیغمبر) کہہ دو اے کافرو! نہ تو میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں ① اور نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو ② اور نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا ③ اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرو گے ④ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ ⑥۔

ترکیب:...... یاایہاحرف النداء الکفرون المنادی۔ لااعبد......الخ نداء والجملة مقولة قوله قل وفي تكرير قوله لااعبد......الخ انا عابد......الخ قولان الاول التكرير للتاكيد والمقام مقام التاكيد لان الكفار يطلبون منه ﷺ عبادة اصنامهم بالاصرار والثاني ان الاول للمستقبل والثاني للحال لان لالاتدخل الاعلى المضارع بمعنى المستقبل فقوله لااعبد......الخ معناه لااعبد في المستقبل ماتطلبونه بمعنى من عبادة اصنامكم ولاانتم فاعلون في المستقبل مااريد منكم من عبادة ربي وقيل على العكس وفي ماسوال لانها لغير ذي العقول فكيف يصح قوله ما اعبد فانه ﷺ يعبد الله تعالیٰ وهو اعلم العالمين والجواب منه على وجهين الاول ان مامصدرية في الجملتين كانه قال لااعبد عبادتكم ولاتعبدون عبادتي لافي الحال ولافي الاستقبال والثاني مابمعنى الذي والعائد محذوف وقيل الاوليان بمعنى الذي والاخريان مصدريتان۔ دينكم مبتدأ مؤخر۔ لكم خبر مقدم دين اصله ديني حذفت النون لتوافق رؤس الأيات وبقيت الكسرة علامة عليها۔

مقام نزول

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ وحسن وعکرمہ کا بھی یہی قول ہے مگر قتادہ اور ابن زبیر وضحاک کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس کی چھ آیات ہیں۔

ربط: اس سورت کا کوثر سے یہ ہے کہ سورۂ کوثر میں آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ ہر طرح دین ودنیا میں کامیاب ہیں آپ کے اتباع کی کثرت وشوکت عالم غیب میں ٹھہر چکی ہے اس سے آپ کو اطمینان کلی اور ہمت دلائی تھی تاکہ دنیا بھر کے مخالفوں کی کثرت وشوکت کا کچھ بھی دل میں اثر نہ ہو اس لیے کہ آپ ﷺ کا دل قوی کرکے اس سورت میں اس وقت کے تمام دنیا کے لوگوں کو جو کفر وبت پرستی کی

اندھیریوں میں سرگرداں تھے اوراپنے دین وملت پرنازاں تھے اعلان عام کھلے کھلے الفاظ میں کرایا جاتا ہے کہ تم کافرہو اور میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہ کروں گا اور نہ تم میرے معبود برحق کی بلا شائبہ شرکت عبادت کرنے والے ہو۔

شان نزول:......شان نزول بھی اسی مضمون کی تصدیق کررہا ہے اور وہ شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت نے جن میں ابوجہل و عاص بن وائل وولید بن المغیرہ واسود بن عبدیغوث واسود بن عبدالمطلب بھی تھے عباس رضی اللہ عنہ کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے معبودوں کی اوران کی پرستش کی برائی کرنی چھوڑ دیں اور اگر آپ کو سلطنت کا شوق ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنائیں گے اور مال مقصود ہے تو مال چندہ کر کے دیں گے اگر عورت سے شوق ہو تو جو عورت تمام قبائل قریش میں حسین ہو وہ آپ کو لا کردیں گے آپ نے فرمایا مجھے ان چیزوں میں سے کسی کی بھی حاجت نہیں میں یہی چاہتا ہوں کہ تم ہلاکت سے بچو اور راہ راست اختیار کرلو اس کے بعد پھر ان لوگوں نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کریں ہم آپ کے معبود کی کریں گے اس وجہ سے باہم تفرقہ نہ ہوگا نہ کوئی رنجش پیش آئے گی ورنہ آپ کو ہمارے معبودوں سے الگ ہو کر برا کہنے اور توحید جاری کرنے میں بڑی بڑی مصیبتیں دیکھنی پڑیں گی اس کے جواب میں یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی جس میں صاف صاف کہہ دیا کہ تم کافرہو مجھ سے یہ امید ہرگز نہ رکھو۔

کفار قریش کی ایک پیشکش اور اس کا جواب:......فرماتا ہے قُلْ کہ اے محمد! کہہ دے ہر چند کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مامور من اللہ تھے جو کچھ فرماتے تھے اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے اور اسی کے فرمانے سے مگر اس جگہ اور اس کے بعد اور تین اخیر کی سورتوں میں اس لفظ قل کا ابتداء میں لانا ایک خاص رمز ہے اس جگہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تم کو کافر نہیں کہتا نہ از خود تمہارے بتوں کی پرستش کو برا کہتا ہوں بلکہ میں مامور ہوں اوراس کہنے میں بے اختیار ہوں پھر میرا کہنا ماننا مجھے ستانا تمہاری زیادتی اور صریح ظلم ہے ورنہ پہلے بھی تو میں تم ہی میں رہا کرتا تھا پہلے نہ کچھ کہہ دیا اس بات کو سوچ لو کہ تم مریض ہو اور میں تمہارے علاج کے لیے تمہارے رب کیطرف سے بھیجا گیا ہوں جس نے اپنی رحمت سے مجھے بھیجا ہے اور حکیم کا فرض ہے کہ جو کچھ مریض میں مرض ہو اس کو بیان کردے بیمار کے برا ماننے کی پروانہ کرے تا کہ بیمار متوجہ ہو کر علاج کرائے اس لیے اس کے بعد یا یہا القوم نہ فرمایا بلکہ يَآيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ کے خطاب سے مخاطب کیا کہ تم کفر کے مرض مہلک میں گرفتار ہو اور بجائے ازالہ مرض کے خود حکیم کو اپنے مرض میں شرکت کرنا چاہتے ہو تو لو سن لو۔

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ میں ان جھوٹے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا ہوں جن کی تم کرتے ہو میں خاص خالق کی عبادت کرتا ہوں اور وہی عبادت کرنے کے لائق ہے اور تم مخلوق کی عبادت کرتے ہو کہیں ستاروں، کہیں ارواح غیر مرئیہ جن اور بھوت اور ملائکہ اور ارواح حضرات انبیاء واولیاء کی، کہیں اجسام علوم کے نفوس کی اور کہیں اجسام واصنام کی، کہیں عناصر کی کہیں بنی آدم کے محترم لوگوں کی، کہیں ہوا، پانی، خاک، آگ کی، کہیں نباتات کی، کہیں حیوانات کی اور لطف یہ کہ ان چیزوں کی عبادت کو حق سبحانہ کی عبادت اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے ہو اور مخلوق کو خالق جانتے ہو اس لیے ان سے حاجات طلب کرتے ہو دہائی دیتے ہو، مدد مانگتے ہو نذر و نیاز کرتے ہو، یہ بت پرستی ہے نہ کہ خالق پرستی اور بلا شرکت خاص خالق کی عبادت کو تم بے کار جانتے ہو۔

یہ بلا نہ صرف عرب میں تھی بلکہ اس وقت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تھی ایران، ہند، یورپ، افریقہ سب ممالک اور سب قومیں عیسائی یہودی پارسی خود اس بلا میں گرفتار تھے اس لیے آپ نے بآواز بلند کہہ دیا کہ میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا ہوں۔

مگر اے سیاہ باطنو! تم بھی میرے معبود برحق کی عبادت نہیں کرتے فقال وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہیں کرتے ہو اس لیے کہ تمہارا یہ سمجھنا کہ ہم ان اشیاء کو جہت قبلہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں اور دراصل عبادت اللہ ہی کی کرتے ہیں غلط

خیال ہے اس لیے کہ دراصل یہ عبادت انہیں معبودوں کی ہے نہ کہ میرے معبود برحق کی وہ اس قسم کی عبادت سے بری ہے۔

اور آئندہ بھی مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا اس لیے فرماتا ہے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ اور نہ میں آئندہ تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا۔

اور مجھے تو تم سے یہ توقع ہی نہیں وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ کہ تم اس کی عبادت کرو جس کی میں کرتا ہوں اس میں ان کفار کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تقدیر میں کفر پر مرنا مقرر ہو چکا تھا اور آنحضرت ﷺ کو مطلع کر دیا گیا تھا ان کو سمجھانا صرف حجت کا تمام کر دینا تھا یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی نسبت یہ ارشاد الٰہی ہو چکا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہ ان کے دلوں پر مہر خدا نے لگا دی ہے اور وہ لوگ جو بالفعل کافر ہیں اور آئندہ ایمان لانے والے ہیں وہ دراصل ازلی کافر نہیں، وہ تو ہزاروں ایمان لائے اور خالص اللہ کی عبادت کرنے لگے سو اس جملہ میں وہ مراد نہیں نہ اس سے پہلے جملہ میں۔

فائدہ: مفسرین فرماتے ہیں کہ دوبارہ اسی جملہ کا لانا محض تاکید کے لیے ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ سے اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے آپ ہمارے معبودوں کی کیجیے تاکہ نفع نقصان میں برابر ہو جائیں اور بار بار اس پر اصرار کرتے تھے اس لیے دوبار فرمایا گیا اور یہ بلاغت کا اصول ہے کہ مخاطب کے حال کے موافق کلام کیا جائے جس طرح ہماری زبان میں تاکید کے لیے کہہ دیتے ہیں نہیں کروں گا۔

لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ اول جملہ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿۳﴾ میں حال کی نفی تھی کہ بالفعل نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو اور دوسرے جملہ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ نہ آئندہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا نہ تم میرے معبود کی عبادت کرو گے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اول جملہ استقبال کے لیے تھا اور یہ حال کے لیے ہے۔

جب یہ اتحاد یک لخت منقطع کر دیا گیا تو صاف صاف علیحدگی کی بھی خبر دے دی فقال لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمہارے لیے تمہارا طریقہ پسند ہے کہ اسی پر چلتے ہو وَلِيَ دِيْنِ اور مجھے اپنا طریقہ پسند ہے اسی پر چلوں گا اور چلتا ہوں۔

فائدہ (۱): اس زمانہ میں کہ تمام دنیا کفر و بت پرستی کی نجاستوں سے بھری ہوئی تھی اور انسانی بدی کی گھن گھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں روشنی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا اصول ملت بیضاء ارکان طریقت حنفیہ مٹ چکے تھے اور اہل کتاب کے مذہب میں جو کسی قدر چمک تھی اس پر بھی دنیا پرست احبار اور راہبوں نے گرد و غبار ڈال رکھا تھا ایسا دعویٰ کر دینا اور برملا اشتہار کفر جاری کر دینا نہ اس وقت کوئی ظاہری سامان نہ یار و انصار بلکہ اپنا شہر اور خاندان ہی دشمن نہ کسی بادشاہ وقت کی مدد نہ کسی حکومت کا سہارا اگر یہ اس تائید غیبی اور عطائے کوثر کا اثر نہیں کہ جس کا ذکر یسعیاہ علیہ السلام نے بطریق پیشن گوئی کے فرمایا ہے تو اور کیا ہے دنیا طلب کبھی ایسا نہیں کر سکتا وہ اگر ایک قوم کو مخالف کرتا تو دوسری کو موافق بھی بنا لیتا ہے اور پھر اخیر تک آپ اس دعویٰ پر ایسے قائم رہے کہ دنیا کے مصائب اور قبائل کی مار دھاڑ قتل و ضرب نے کچھ بھی جنبش نہ دی یہ دلیل ہے کہ آپ مؤید من اللہ تھے۔

فائدہ (۲): بعض علماء اس سورت یا اس آیت لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ کو منسوخ بتلایا کرتے ہیں بلکہ منسوخ الحکم کی مثال میں پیش کیا کرتے تھے ہیں اور وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سورت میں جہاد ترک کر کے بیٹھ رہنے کا حکم ہے اور آیت قتال وَجَاهِدُوا الْكُفَّارَ ... الآیہ میں ان سے جہاد کا حکم ہے کہ ان کو ان کے دین سے مجبور کر کے اسلام کی طرف لاؤ اور اگر نہ مانیں تو قتل کر ڈالو اس لیے یہ سورت منسوخ اور آیت قتال ناسخ ہے۔

مگر یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ اس سورت میں یہ کہیں نہیں کہ کفار کو ان کے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت ہے اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ کے یہ

معنی نہیں کہ تم اپنے دین پر قائم رہو۔ دوئم اس سورت میں حکم نہیں بلکہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوا کرتی اور اب بھی یہی بات ہے کہ اہل اسلام کفار کے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے نہ کریں گے وہ اللہ جل جلالہ کی خالص توحید محمدی سے عبادت کرتے ہیں کفار کو اپنا دین پسند ہے مسلمانوں کو اپنا دین پسند ہے بلکہ بوقت جنگ بھی یہی بات ہے پس محققین کے نزدیک یہ سورت محکمہ ہے فسخ کا اس میں دخل بھی نہیں ہے۔

فائدہ (سر): احادیث صحیحہ میں اس سورت کے بہت سے فضائل آئے ہیں۔

ازاں جملہ وہ حدیث ہے کہ ترمذی نے نقل کیا ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وانس بن مالک قالا قال رسول اللہ ﷺ اذا زلزلت تعدل نصف القرآن وقل ھو اللہ تعدل ھو ثلث القرآن وقل یایھا الکفرون تعدل ربع القرآن (رواہ الترمذی) کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وانس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ ثلث قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝ ربع قرآن کے برابر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کل قرآن میں یا نیک باتوں کا حکم یا بری باتوں سے ممانعت کا حکم ہے جو ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں کیوں کہ یا تو ان باتوں کا حکم ہے جو دل سے متعلق ہیں یا ان کا جو اعضاء سے متعلق ہیں اور اسی طرح ممانعت یا تو افعال قلبیہ سے ہے یا افعال جوارح سے یہ چار قسمیں ہوئیں اور اس سورت میں صرف ان باتوں سے ممانعت ہے جو قلوب سے متعلق ہیں اور وہ شرک ہے اور گو بظاہر عبادت غیر اللہ اعضاء سے بھی متعلق ہے مگر محرک دراصل دل ہے اس وجہ سے اس سورت کو چوتھائی قرآن کے برابر فرمایا۔

احمد ابوداؤد اور ترمذی ونسائی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نوفل بن معاویہ اشجعی نے پوچھا تھا کہ یا حضرت میں سوتے وقت کیا پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ کر سویا کر اس لیے کہ یہ شرک سے برائت ہے یعنی دل سے پڑھنے والا شرک سے بری ہو جاتا ہے اگر مر گیا تو توحید پر مرے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہو تو میں تمہیں ایسا کلمہ بتلاؤں جو شرک سے بری کر دے لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا سوتے وقت قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو۔ (اخرجہ ابویعلی والطبرانی)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یہ سورت توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا اعلان ہے اور یہی جمیع عبادات کا اصل الاصول ہے۔

آیَاتُهَا ۳ (۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴) رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ النصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ②

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③

(رقعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ع

ترجمہ:...... جب کہ اللہ کی مدد اور فتح آچکی ① اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا ② تو اپنے رب کی تسبیح کرو ستائش کے ساتھ اور اس سے معافی مانگو بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے ③۔

ترکیب:...... اذا منصوبة بجاء وقيل بسبح۔ نصر الله مصدر مضاف الى الفاعل والمفعول محذوف اى نصره اياک او المؤمنين وهذا فاعل جاء ومعناه حصل وانما عبر به بالمجيء تجوّزًا للاشعار بان نصره يقيني وقد قرب حصوله والفتح عطف على نصر الله۔ ورايت عطف على جاء ورايت انكان بمعنى العلم فمفعوله الاول الناس والثانى يدخلون وان كان بمعنى ابصرت فيدخلون حال وعلى التقديرين افواجا حال فاعل يدخلون اى فوجا بعد فوج۔ فسبح ...الخ جواب الشرط۔ بحمد ربک فى محل النصب على الحال اى سبح الله حامد اله او متلبسا بحمده اى قل سبحان الله بحمده۔ واستغفره عطف على سبح۔ انه كان ...الخ تعليل لقوله استغفره اى لان من شانه قبول التوبة۔

وقت ومقام نزول

تفسیر:...... یہ سورت جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر ابویعلیٰ و بزار و بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت ایام تشریق میں بمقام منیٰ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ میرے لیے اُدھر کا پیغام ہے یعنی آپ جس کام کے لیے بھیجے گئے تھے اب وہ پورا ہو چکا یا ہو چکنے کو ہے دنیائے دنی آپ کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں اب ہماری طرف توجہ کیجیے تسبیح کہیے اور حمد بیان کیجیے اور امت کے لیے استغفار کیجیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدری لوگوں کے ساتھ بلایا کرتے تھے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ برا معلوم ہوا کہ یہ بچہ ہے ہمارے ساتھ اس کو کیوں بلایا کرتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لیے کہ اس کی فضیلت تمہیں معلوم نہیں پھر ایک بار مجلس میں بلایا اور لوگ بھی موجود تھے اس سے سوال کیا کہ اس آیت کے تم کیا معنی بیان کرتے ہو إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① لوگوں نے کہا یہ کہ جب ہم کو فتح و نصرت نصیب ہو تو اس کی تسبیح کریں اور معافی مانگیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تم کیا کہتے ہو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ مطلب نہیں بلکہ یہ علامت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل کی جو آپ کو بتلائی گئی عمر نے فرمایا میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ (رواہ البخاری)

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کئی مہینے پہلے نازل ہوئی ہے اس سورت میں تین آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط: ......اس سورت کو قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ سے یہ ربط ہے کہ سورۂ کافرون میں بے دغدغہ اعلان تھا کہ میں تمہارے معبودوں سے بے زار ہوں اور تم بت پرست کافر ہو اور اس سورت سے پہلے سورۂ کوثر میں یہ مژدہ عطا ہو چکا تھا کہ آپ کو ثر عطا ہوا ہے آپ کی ذریت اور اتباع کی کثرت ہوگی اب اس سورت میں تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اس اعلان کے بعد کفار کے غلبہ سے خوف نہ کریں گو ہر طرف وہی محیط ہیں قریش مکہ اور جمیع قبائل عرب سے یہود و نصاریٰ و مجوس تک سب آپ کے بدخواہ ہیں مگر آپ کچھ بھی پروانہ کریں آپ کے لیے اللہ کی مدد اور فتح تیار ہے ایک دن آنے والا ہے گویا آ ہی چکا ہے کہ آپ کا دین غالب آجائے گا کفر کو شکست ہو جائے گی بت پرستی منہ موڑ کر بھاگے گی اور اس کفر و بت پرستی کے حمایتی مغلوب ہو جائیں گے اور گروہ کے گروہ لوگ آپ کے دین میں داخل ہوں گے اور وہ آپ کے کام کا اخیر ہوگا تب ہماری طرف آنے کی تیاری کیجیو تسبیح و تحمید اور امت کے لیے استغفار کی کثرت کرنا چنانچہ اس بشارت کے موافق واقع ہوا جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے اس مناسبت سے یہ سورت قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ کے بعد رکھی گئی۔

فقال اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آ چکی اور تم نے اے نبی علیک السلام لوگوں کو خدا کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا کہ آج ایک جماعت اسلام لائی کل دوسری قوم اسلام لائی۔

چار اہم عنوان: ......آیت میں چار باتیں بیان فرمائیں۔ اول: اللہ کی نصر کا آنا، دوم: فتح کا حاصل ہونا۔ سوم: لوگوں کا دین الٰہی میں داخل ہونا۔ چہارم: ایک دو دو کا نہیں بلکہ جماعتوں کا قادر دموں کا دین میں داخل ہونا۔ اب ہم ان چاروں باتوں کی تشریح کرتے ہیں تا کہ کلام الٰہی کے معنی خوب ذہن نشین ہو جائیں۔

نصر و فتح: ......(نصر) تحصیل مطلوب میں اعانت (فتح) تحصیل مطلوب یعنی مقصود کا حاصل کر دینا اور نصر فتح کا سبب ہوتا ہے اس لیے نصر کے بعد فتح کا ذکر عطف کے طور پر کیا گیا پھر اعانت عام ہے یہ کبھی اسباب ظاہری کے پیدا کر دینے سے ہوتی ہے جیسا کہ مخالفوں پر فتح پانے میں لشکر اعوان و انصار کا موجود کر دینا یا جو لشکر کو کار آمد چیزیں ہوتی ہیں ان کا موجود کر دینا ہتھیار اور خوراک وغیرہ یا مخالفوں سے مدافعت کرنے کے اسباب پیدا کر دینا ان میں بزدلی اور ہیبت اور سوء تدبیری پیدا کر دینا اسی لحاظ سے بدر کے معاملہ میں فرمایا ہے وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۔

اور یہی حال ہے انسانی جذبات کے مقابلہ میں کہ انسان جب تہذیب نفس حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس ملک کے فتح کرنے کے لیے قوائے بہیمیہ وسبعیہ و شیطانیہ کے لشکروں سے لڑنا پڑتا ہے اس موقع پر جو تائید غیبی ہے وہ اللہ کی طرف سے نصرت ہے اور اس کے بعد مقصود کا حاصل ہونا فتح ہے۔

اسی طرح بدراہ قوموں کی اصلاح اور ان کے نفوس کی تہذیب حضرات انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد ہوتا ہے اور یہ حاصل ہونا کچھ آسان بات نہیں اس میں مدد غیبی درکار ہے وہ کیا ہے؟ لوگوں کے دلوں میں اس شخص کی قبولیت اور اس کی بات کا اثر پیدا کر دینا یہ نَصْرُ اللّٰهِ ہے جس کے بعد فتح ہی فتح ہے یعنی پھر جوق جوق اور گروہ کے گروہ دین اللہ میں ایک کشش باطنی سے خود بخود داخل ہونے لگتے ہیں اور اسی کو فتح مبین بھی کہتے ہیں سو یہ سورت اسی کوثر کے عطا کرنے کا ظہور ہے اور اخیر عمر میں جب کہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں آ رہے تھے یہ بات حاصل ہونے لگی تھی اور یوماً فیوماً ترقی پر تھی خصوصاً فتح مکہ کے بعد سے روز مرہ قبائل کے قبائل اور کبھی ان کے ایلچی آتے اور تلقین پا کر جاتے اور سب مسلمان ہو جاتے تھے آپ نے خود جماعتوں کی جماعتوں کو دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا اور خدائے پاک نے اپنا وعدہ پورا کر دیا پھر آپ کے بعد یہی سلسلہ جاری رہا۔

فتح مکہ :.....مفسرین نے لفظ نصر اور فتح کے وسیع معنوں کو ایک ایک بات میں محدود کیا ہے حالانکہ وہ سب کو شامل ہیں اور سب ہی مراد ہیں بس جس طرح نصرت الٰہی کے متعدد طریقے معلوم ہوئے اسی طرح فتح کے بھی ہیں۔

اول فتح مکہ :.....۱).....اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ عرب کے اکثر قبائل آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے تھے مگر مکہ کے لوگ ابھی تک اسی بت پرستی اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے اور کئی بار لڑائیاں میدان میں آ کر لڑ چکے تھے یہ شہر مقدس کفار کا مرکز ہو رہا تھا ہجرت کے آٹھویں ❶ سال جیسا کہ بخاری میں معمر سے روایت ہے کہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے مکہ کا قصد کیا جس کی بابت کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۴۲ باب میں پیشن گوئی ہے جس کے جملے یہ ہیں " دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا.....الخ اس کا زوال نہ ہوگا اور مسلا نہ جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے.....الخ " اس میں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ . . . الخ کے مضمون کی پوری تائید ہے " خدا ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لیے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا " آنحضرت ﷺ نے عرب کی قوموں کو بلایا اور قبائل جمع ہوئے دس ہزار کا لشکر ساتھ ہوا مکہ کے لوگ امان کے طالب ہوئے آپ نے امان دی اور سب نے یک لخت اسلام اختیار کر لیا کفر کا جھنڈا اُکھڑ گیا اب عرب میں کوئی مذہبی مخالف باقی نہیں رہا۔

فتح خیبر :.....۲) بعض کہتے ہیں کہ فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو سال حدیبیہ کے بعد جب کہ مسلمانوں کو رنج و ملال تھا واقع ہوئی اور جس کے بعد مسلمانوں کو فراخ دستی میسر آئی۔

جمیع فتوحات :.....۳) مراد ہیں جو غزوات میں پے در پے نصیب ہوئیں اسلامی شوکت زور پکڑتی گئی فتح مکہ خیبر طائف حنین وغیرہ۔

فتوحات غیبیہ :.....۴) علوم و اسرار ملکوتیہ جو رفتہ رفتہ آپ پر منکشف ہوتے تھے اور آخر اس کا حضرت احدیت کا دروازہ کھل جانا اور کشف ذاتی ہے کہ پھر یہ کثرت وحدت کے ملاحظہ کے لیے کسی طرح بھی حاجب نہ ہوئی تھی اور عرفاء و کملاء ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان پر عالم غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں تب وہاں کی چیزیں عیاناً نظر آنے لگتی ہیں اور اسی عالم کے لوگوں سے موانست زیادہ ہونے لگتی ہے اس عالم سے بے اعتنائی ہو جاتی ہے۔

پھر جس طرح اس عالم کے لوگوں کا شغل خدا پاک کی تسبیح و تقدیس ہے اور یہی باعث راحت اور سرور روح ہے ان لوگوں کا بھی ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا ہے۔ سبح کہ خدا پاک کی تسبیح کیا کرو اور تسبیح بھی کیسی بحمد ربك جملہ سے ملا کر سبحان اللہ و بحمدہ۔

تسبیح کی حقیقت :.....واضح ہو کہ حق سبحانہ کو صفات مذمومہ سے مبرا سمجھنا عین عبودیت ہے کہ وہ فانی نہیں حادث نہیں کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں الوارث بشریہ و کدورات امکانیہ سے پاک ہے نہ وہ سوتا ہے نہ بیمار ہوتا ہے وغیرہ ذلک پس اس قسم کے اوصاف بد سے مبرا سمجھنا تسبیح ہے اور اس کے شرع میں الفاظ مقرر ہیں سبحان اللہ وغیرہ کہنا۔ پھر یہ تسبیح زبان سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی اور کبھی انسان یا ممکنات کی حالت سے بھی خود بخود اس کی بناوٹ کہہ رہی ہے کہ خالق جمیع عیوب اور نقصانوں سے پاک ہے اور آیت میں اسی طرف اشارہ ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ کہ ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے مگر تم نہیں سمجھتے

بذکرش ہر چہ بینی درخروش ست ☆ دلے داند دریں معنی کہ گوش ست

---

❶.....صحیح یہ ہے کہ ساتواں سال تھا۔ ۱۲ منہ۔

نہ بلبل برگلشن تسبیح خوانے ست ☆ کہ ہرخارے بہ تسبیحش زبانے ست

پھر اس تسبیح کے مراتب متفاوت ہیں ادنیٰ مرتبہ زبان سے کہنا اور اعلیٰ یہ کہ زبان اور قلب دونوں سے تسبیح کرنا اور جن جن نقصانوں سے اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے ان کے برخلاف اوصاف کمال کا اس کی ذات میں مشاہدہ کرنا اور اس مشاہدہ سے انوار کا اس کی ذات پر انعکاس پڑنا اور اس کا بھی ان نقائص سے پاکیزہ ہوجانا گو حدوث کے خصائص سے چھٹکارہ مشکل ہے مگر تسبیح سے اس پر ایک ایسی تجلی پڑتی ہے کہ جس سے روح کو نورانیت حاصل ہوتی ہے اور آخر کار اس کے خصائص بشریہ مٹتے مٹتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ کہ یہ مجردات وملائکہ میں مل جاتا ہے اور پھر ان سے بھی بڑھ کر بارگاہ قدس میں جگہ پاتا ہے جیسا کہ فرمایا فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

تسبیح عارف کی حالت ابتدائی ہے اس لیے کہ پہلے آئینے یا کسی لوح کی جس پر کوئی نیا رنگ جمانا ہوتا ہے تو صفائی کرلی جاتی ہے پھر رنگ یا نقش قائم کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ بندہ حادث ہے حدوث وجسمانیت کے ہزاروں خصائص میں آلودہ ہے بہیمیت کی تاریکی اس پر محیط ہے مجردات اور عالم ملکوت سے یوں بعید ہے حتیٰ کہ اس کے ادرکات میں بھی صفائی نہیں قوت وہمیہ اپنا دخل دیئے بغیر نہیں چھوڑتی جب کوئی معانی مجردہ اس کی لوح قلب پر ڈالے جاتے ہیں تو قوت وہمیہ ضرور ان کو بھی کسی نہ کسی جسمانی قالب میں ڈھال ہی لیتی ہے اسی لیے حق سبحانہ اور ملائکہ جو جسمانیت سے پاک ہیں جب ان کا تصور کرتے ہیں تو کسی خوبصورت آدمی کی شکل میں یا اور کسی جسمانی چیزیں، اور اسی لیے خواب میں جب روح دوسرے عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہاں کے علوم اس پر فائض ہوتے ہیں تو قوت وہمانیہ ان کو بھی ان کے مناسب صور میں ڈھال لیتی ہے جن سے جدا کر کے بتانا تعبیر دینا ہے۔

اسی لیے اگلی قوموں میں چوں کہ بہیمیت غالب تھی وہ حق سبحانہ کی عبادت بغیر کسی مجسم صورت پر دھیان دھرے کر ہی نہیں سکتے تھے اور اب بھی جن کی بہیمیت غالب ہے ان پر جو کبھی تجلی ہوتی ہے تو کسی محبوب اور دلکش صورت میں اسی لیے ان لوگوں نے بت آگے رکھ کر عبادت کا طریقہ نکالا تھا جیسا کہ خام کار اور لڑکے خاکہ آگے رکھے بغیر کوئی کام ہی نہیں کر سکتے مگر آں حضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نورانیت وملکوتیت کا غلبہ ہوا اور یہ ابتدائی مشق اٹھوا کے بغیر شائبہ حدوث وامکان بلاکیف اس خالق قادر کی عادت قائم کی گئی اور عبادت میں بھی اول تسبیح قائم ہوئی کہ ان کدورات والواث بشریہ سے اس کی ذات مقدس کو پاک اور مبرا سمجھا جائے۔

اس کے بعد صفات حمیدہ سے موصوف سمجھانا یعنی جو جو اس کی صفات کاملہ ہیں ان کا اس کی ذات پاک میں ثابت کرنا جیسا کہ وہ حی ہے کریم ہے باقی ہے ازلی ہے ابدی ہے ظاہر ہے، باطن ہے سمیع ہے، بصیر ہے، عادل ہے، رحیم ہے وغیرہ ذلک اس کو تحمید کہتے ہیں یعنی اس کے اوصاف حمیدہ کے ساتھ اس کو یاد کرنا عام ہے کہ ان نعماء کا ہی ذکر ہو کہ جو اس نے بندہ کو عطا فرمائیں یا نہیں۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے رنگ یا نقش جمانے کا ہر ایک صفت باری تعالیٰ کا جب بار بار مراقبہ کیا جاتا ہے اور تصور صحیح جمایا جاتا ہے تو ضرور روح پر اس کا پرتوا پڑتا ہے اور پھر مشق کرتے کرتے نوبت دور تک پہنچ جاتی ہے لیکن روح کی استعداد وقابلیت میں فرق بھی ضرور ہے بعض قابل اور مستعد ارواح کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ تسبیح سے فنا طاری ہوجاتی ہے اور تحمید سے بقا کا پرتوا پڑ جاتا ہے پھر اس میں بھی مراتب متفاوت ہیں اس رمز کے لیے قرآن مجید میں اور بالخصوص اس سورت میں تسبیح کے ساتھ تحمید کا حکم دیا اور اسی لیے آنحضرت ﷺ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم اکثر کہا کرتے تھے اور لوگوں کو ترغیب بھی دلاتے تھے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم:.....اور بندہ گو ہزار کوشش اس کی عبادت میں کرے مگر جیسا حق ہے ویسا ادا ہونا مشکل ہے اسی لیے اعتراف قصور بھی ایک شان عبودیت ہے اور نیز بارگاہ اعلیٰ میں بندے کی عاجزی بہت ہی پسند ہے اس لیے اس کے بعد یہ بھی جملہ ارشاد فرمایا وَاسْتَغْفِرْهُ کہ اپنے رب سے بخشش اور معافی مانگ باوجود اس تسبیح وتحمید کے پھر بندہ کا عجز وانکسار کرنا اور اپنے آپ کو خطاوار سمجھ کر

معافی مانگنا نہایت عبادت ہے اس لیے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں دن بھر میں ستر بار خدا سے استغفار کرتا ہوں اور یہ بھی ہے کہ یہ استغفار امت کے لیے اس لیے کہ یہ آپ کا اخیر وقت ہے اور آپ کی تکمیل انتہا کو پہنچ گئی ہے اور آپ نے اقوام کو دین الٰہی کی طرف بلایا ہے اب اس وقت ان کے لیے آپ کا شفیع بن کر استغفار کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اس لیے آپ ﷺ اُمت کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور یہ امت کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ جس کا رسول ان سے خوش ہو جائے اور استغفار کرے۔

اس سورت کے نازل ہونے کے وقت اکثر رموز شناس صحابہ ﷺ سمجھ گئے تھے کہ عن قریب آنحضرت ﷺ ہم میں سے اٹھ جانے والے اور ہم کو داغ مفارقت دینے والے ہیں چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سورت کو سن کر زار زار رونے لگے لوگوں نے کہا یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ اللہ نے نصرت و فتح کا مژدہ دیا اور قوموں کے جوق در جوق اسلام میں آنے کی خوش خبری سنائی پھر یہ بوڑھا کیوں روتا ہے بعض نے کہا کہ یہ حضرت کا قدیم رازدار ہے کوئی تو رمز ہے جو یہ سمجھ گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کا سلسلہ داڑھی پر بہتے دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ اس رمز کو پا گئے ہیں فرمایا ''سب لوگوں سے مجھ پر خدمت گزاری میں مالی مدد میں ابوبکر کا بڑا احسان ہے اور اگر میں خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو، مگر خلت اسلامی کافی ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد میں آنے کے لیے جو کھڑکیاں ہیں سب بند کر دی جائیں مگر ابوبکر کی کھڑکی کھلی رہے یہ اس لیے کہ ان کو نہایت عشق ہے اور رازدار ہیں تاکہ ہر وقت صحبت اٹھانے کا موقع ملے پھر جو اور لوگوں کو بھی یہ راز معلوم ہوا اور لوگوں نے اپنا اظہار غم و رنج کیا تو آپ نے فرمایا کیوں غم کرتے ہو خوش نصیب ہے وہ امت جس کا رسول ان سے خوش ہو جائے اور جا کر ان کے لیے تیاری کرے اور بدنصیب ہے وہ قوم کہ جن کا رسول ان میں زندہ رہے اور وہ قہر الٰہی سے ہلاک ہوں'' چنانچہ اس سورت کے نزول کے کئی مہینے بعد رسول کریم ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

بخاری میں ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد ہر نماز کے رکوع و سجود میں نبی کریم ﷺ یہ کہا کرتے تھے **سبحانک اللّٰھم ربنا وبحمدک اللّٰھم اغفرلی** (کہ اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ستائش کرتا ہوں اے رب بخش دے) اور گویا آپ اس سورت پر عمل کرتے تھے۔ اور بخشش اس سے اس لیے مانگ کیوں کہ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے اس کو بندے کے رجوع ہونے سے بڑی خوشی ہوتی ہے توبہ کرتا ہے تو وہ درگزر کرتا ہے بڑا ہی حلیم ہے اس کے آگے سر رکھ دینا چاہیے پھر اس کی مہربانی اور عنایت کی کیا کمی ہے **اللّٰھم اتوب الیک اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین۔**

اٰیَاتُهَا ۵ (۱۱۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (۶) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مکیہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۳ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۵ ع

ترجمہ:......ٹوٹ جائیں ابی لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ ٹوٹ بھی گیا ۱ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اولاد ۲ وہ اب دہکتی آگ میں گرتا ہے ۳ اور اس کی جورو بھی جو لکڑیوں کا پشتارہ اٹھائے گلے میں ۴ مونج کی رسی ڈالے پھرتی ہے ۵۔

ترکیب:......تبت فعل۔ یدا اصلها یدان سقطت النون بالاضافة۔ ابی لهب مضاف الیه و المضاف مع ما اضیف الیه فاعل تبت و الید مؤنث عند العرب و ابو لهب کنیة عبدالعزیٰ ابن عبد المطلب بن هاشم و العزیٰ اسم صنم وهو عم رسول الله ﷺ و کان مشهور بالکونیة و انما اشتهر بهذا لانه کان جمیلا و ان وجهه کان یتلهب لمزید حسنه کما یتلهب بالنار وتب فعل و الضمیر فاعله یرجع الی ابی لهب عطف الجملة علی الجملة و التباب الخسران و الحرمان من کل خیر وقیل الهلاک و التردی و الجملتان دعاء علیه وقیل الاولی دعاء و الثانیة اخبار۔ ما نافیة اغنی فعل عنه متعلق به۔ ماله فاعله معطوف علیه۔ و ما موصولة۔ کسب صلة و العائد محذوف و الکل معطوف وقیل ما مصدریة فما کسب بتاویل المصدر فاعل اغنی و الجملة بیان لتبابه۔ سیصلی فعل و الضمیر الراجع الی ابی لهب فاعله۔ نارا مفعول به موصوف ذا لهب صفة و امراته معطوف علی الضمیر المتصل و جاز ذلک للفصل۔ حمالة الحطب قرء الجمهور حمالة بالرفع علی الخبریة او النعتیة و قرء عاصم بالنصب علی الذم او علی انه حال من امراته۔ حبل موصوف۔ من مسد صفة مبتدأ مؤخر۔ فی جیدها خبر مقدم و الجملة فی محل النصب علی انها حال من الضمیر فی حمالة وقیل فی محل الرفع علی انها خبر أخر لقوله و امراته الجید العنق و المسد اللیف الذی تفتل منه الحبال قیل المسد بسکون السین مصدر بمعنی الفتل و بفتحها المحور من اهدید او حبل من لیف او کل حبل محکم الفتل و الجمع مساد و امساد کذا فی القاموس وقیل امراته مبتدأ حمالة الحطب خبره۔ فی جیدها ۔۔۔ الخ حال من الضمیر فی حمالة کذا قال ابن الصائغ۔

مقام نزول

تفسیر:......یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن الزبیر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں اس کی پانچ آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:......اس کا ربط سورۂ نصر سے یہ ہے کہ اس سورت میں بتلایا گیا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا میں بھی آسمانی حکم

قبول کرنے والوں کے لیے فتح ونصرت ہے دین اور دنیا کی کامیابی نصیب ہوتی ہے اسی طرح اس آسمانی حکم سے سرتابی کرنے والوں اور مقابلہ اور عداوت سے پیش آنے والوں کے لیے بھی دنیا وآخرت کا خسارہ اور بربادی اور ہلاکی ہے اس پہلی بشارت کا اول مستحق رسول کریم ﷺ کو بنا کر مژدہ سنایا تھا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ کہ لو آئی مدد اور فتح اللہ کی گویا آ ہی گئی۔

اس سورت میں اس خسران و بربادی کا طوق ابی لہب حضور ﷺ کے حقیقی چچا کے گلے میں ڈال کر جملہ مخالفوں کو دکھایا جاتا ہے کہ مخالفت وعداوت کا یہ نتیجہ بد ہے جس کی طرف سورۂ کوثر میں اشارہ تھا کہ آپ کو اے محمد (ﷺ)! کوثر عطا کیا اور آپ کے دشمن کو ابتر کیا اس لیے اس سورۂ لہب میں اس بدبختی کا بھی حال بیان فرمانا ضرور تھا جو دین الٰہی کے مقابلہ اور عداوت میں ظاہر ہوتی ہے۔

شانِ نزول: ......اس سورت کا شان نزول بخاری ومسلم وغیرہ محدثین نے یوں نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ تو آپ کوہ صفا پر چڑھے اور چڑھ کر اول سے لے کر اخیر تک کے قبائل قریش کے نام لے کر پکارا کہ اے بنی فلاں آخر اے بنی ہاشم اے بنی عبدالمطلب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر میں تم کو خبر دوں کہ دشمن کا لشکر تمہارے لیے تیار ہے شب خون مارے گا تو کیا تم مجھے سچا جانو گے؟ سب نے کہا بے شک آپ نے فرمایا لو اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ عذاب الٰہی تم پر آنے والا ہے نجات کا رستہ اختیار کر لو اور اپنے بچنے کی تدبیر نکالو میں کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔ پھر خاص اپنے خاندان والوں کی طرف جو بہت قریب تھے خطاب کیا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ و اے فلاں اور اے صفیہ میری پھوپھی اور اے فاطمہ میری بیٹی اس پر بھروسہ نہ کرو کہ ہم پیغمبر کے رشتہ دار ہیں میں خدا کے ملزم کو نہیں بچا سکتا یہ گفتگو اور وعظ سن کر ابولہب نے جو آپ کا چچا تھا خفا ہو کر یہ کہا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تبالک (کیا تو نے اسی بات کے لیے ہمیں بلایا تھا) اور یہ کہہ کر ایک پتھر آنحضرت ﷺ پر پھینکا اور بہت کچھ گالی گلوچ بکیں جس پر یہ سورت نازل ہوئی یہ واقعہ اس کے نزول کا محرک ہوا جس میں مخالفین دین کا دنیاوی اور دینی انجام بد بیان فرمایا جاتا ہے۔

ابولہب: ......ابولہب عبدالمطلب کا بیٹا حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا اور نام اس کا عبدالعزیٰ تھا سرخ رنگ خوب صورت آدمی تھا اور اس کے چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب ہو گئی تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہیں اور کسی وصف کے بتانے کے لیے عرب میں ابو اور ابن اور اخ کے ساتھ منسوب کرنا ایک عام محاورہ ہے مسافر کو ابن السبیل چاند کو ابن اللیل عربی کو اخا العرب مٹی لگے ہوئے کو ابوالتراب کہتے ہیں یہ بات نہیں کہ لہب اس کا کوئی بیٹا تھا حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی یزید بدبخت کی رشتہ کی دادی ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ سے از حد عداوت تھی۔ ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ جن سے آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں منسوب تھیں وہ بھی سخت دشمن تھے ام جمیل رات کو آنحضرت ﷺ کے رستہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی کہ اندھیرے میں چبھیں اور آپ کو تکلیف ہو پھر اس سورت کے نازل ہونے کے بعد تو قوم میں ابولہب اور اس کی جورو کا خاکہ اڑ گیا اور بھی عداوت بڑھ گئی اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو مجبور کیا کہ محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو اور منہ پر جا کر سخت کلمات کہہ کر چھوڑ دو چنانچہ عتبہ نابکار نے آ کر آنحضرت کے روئے مبارک پر تھوکا اور برے الفاظ سے طلاق دی۔

ابولہب کی بدبختی: ......فرماتا ہے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ کہ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ٹوٹ گیا یہ لفظی ترجمہ ہے مگر یہ اور اس قسم کے کلمات عرب کے محاورے میں بددعا کے لیے مستعمل ہوتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ کسی کو دعا نہیں کرتا ہے بلکہ اس محاورہ میں اس پر بربادی آنے کی خبر دیتا ہے جو دنیا وآخرت میں اس پر آنے والی تھی۔ تب محاورہ کے موافق یہ ترجمہ ہوگا کہ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود بھی خراب ہو جائے یا یہ کہ ہو گیا۔ محاورہ ہے بددعا کے بعد ایک ایسا کلمہ مستعمل ہوتا ہے جو قبولیت پر دلالت کرے جیسا کہ اس شعر میں ہے:

جزی ربه عنی عدی بن حاتم ☆ جزاء الکلاب العادیات وقد فعل

ہمارے محاورے میں کہتے ہیں کہ خدا اس کو غارت کرے اور کر دیا۔

فائدہ (۱): دونوں ہاتھ ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ ظاہری طور پر دونوں ہاتھوں کا ٹوٹنا مراد نہیں بلکہ ہاتھ یا گردن یا سر سے انسان کو تعبیر کیا کرتے ہیں مراد یہ کہ وہ خراب ہو جائے۔ انسان کے اندر خدا پاک نے دو قوت رکھی ہیں ایک قوت نظریہ جس کے سبب چیزوں کا علم آتا ہے ہر ایک چیز کو جانتا ہے امور غیب کی تصدیق کرتا ہے برے بھلے کاموں کا انجام سوچتا ہے نفع و نقصان کو جانتا ہے دوسری قوت عملیہ کہ جس کے سبب نیک و بد کام کرتا ہے یہی دونوں قوتیں انسان کے حسنات اور سعادت دارین حاصل کرنے کے دو بازو ہیں پھر جس نے ان دونوں کو برباد کر دیا اور برے برے علم حاصل کیے عقائد فاسدہ کو دل میں جگہ دی کہ مرنے کے بعد حساب و کتاب سزا و جزاء کچھ نہیں خدا تعالیٰ کے کاروبار قدرت و صفات میں اور بھی شریک ہیں جو نفع و نقصان دے سکتے ہیں نبی کوئی شخص نہیں نہ نبوت کی ضرورت ہے وغیرہ اور اسی طرح قوت عملیہ کو برے کاموں میں صرف کیا مخلوق کے ساتھ بھلائی اور رحم دلی کی جگہ ظلم کیا عفت کی جگہ بدکاری کی جن کی اطاعت کرنی چاہیے تھی ان سے سرکشی کی، مقابلہ کیا۔ عبادت الٰہی کی جگہ شہوت پرستی اور تن پروری کی خیرات کی جگہ بخیلی اور کنجوسی کی وغیرہ انتہی اپنی کمائی کے دونوں ہاتھ توڑ دیئے یہ بات ابولہب کو حاصل تھی اس لیے اس کے حال کی اس مغرور و بے خبر کو خبر دی جاتی اور مطلع فرمایا جاتا ہے اور اس رمز کے لیے اس کی ذات کے برباد و خراب ہونے کو دونوں ہاتھوں کے ٹوٹ جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲)...... یہ کہ انسان کی دو حالت ہوتی ہیں ایک موجودہ دوسری آئندہ چوں کہ ابولہب کی دونوں حالتیں خراب تھیں اور پیغمبر خدا ﷺ کی عداوت سے خراب ہو چکنے کو تھیں اس لیے بطور پیشن گوئی کے دونوں ہاتھوں کے ٹوٹ جانے سے تعبیر کر کے بتا دیا کہ تجھ پر دنیا میں بھی آفت آنے والی ہے اور آخرت میں بھی۔

دنیا میں تو چند روز کے بعد اس پر افلاس شدید آیا وہ بیٹا کہ جس پر ناز تھا اور جس نے آنحضرت ﷺ کے روئے مبارک پر تھوکا تھا اور گالیاں دے کر صاحبزادی کو طلاق دی تھی اور جس کے لیے آپ نے بددعا کی تھی کہ الٰہی اس پر تو اپنا کتا مسلط کر اور وہ اس بددعا سے اندیشہ بھی کرتا تھا شام کے ملک میں جا رہا تھا یا وہاں سے آ رہا تھا اور درندوں سے اپنی حفاظت بھی کرتا تھا رات کو شیر آیا اور آ کر اس نے چبا کر چورا چورا کر دیا اور پھر اس بیماری میں کہ جس کو عرب عدسہ کہتے ہیں خود ابولہب بیماری میں مبتلا تھا وہ مرض متعدی ہے اس لیے کوئی پاس نہیں جاتا تھا بڑی تکلیف دیکھ کر مرا، چہرہ بگڑ گیا تھا دیکھنے والوں کو ہیبت آتی تھی کتوں جیسی آوازیں نکالا کرتا تھا اور پھر اس کی وہ جورو بھی مصیبت دیکھ کر مری افلاس یہاں تک غالب آیا کہ لکڑیوں کا گٹھا باہر سے خود لاتی۔ ایک گٹھا سر سے گر پڑا اس لیے کہ غم زدہ ہو چکی تھی مصائب نے کمر توڑ دی تھی اور رسی کا پھندا گلے میں پڑا ہوا تھا وہ کھنچا گلا ایسا گھٹا کہ تڑپ تڑپ کر مر گئی غرض ستیاناس ہو گیا مگر اللہ رحمت للعالمین کا دل ان کی اس مصیبت پر بھی رنج کھاتا تھا اور رحم آتا تھا مگر کیا ہوتا ہے قضا کا تیر چھٹ چکا تھا خدا پاک کو اپنی بے نیازی کی شان دکھانی تھی کہ بھتیجے کو کوثر عطا کرے اور اسی گھر میں چچا ابتر بنے جس کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہا۔ آیات میں اس کا نام عبدالعزیٰ نہیں لیا کنیت سے یاد کیا اس کی کئی وجہ ہیں۔

۱)...... یہ کہ عزیٰ بت کا نام تھا جس کا یہ بندہ بنا تھا ایسے مکروہ اور ناپسند نام کہ جن میں شرک کی بدبو آتی ہو عالم بالا کے نزدیک ذکر کرنے کے بھی قابل نہیں۔

۲)...... ابی لہب کا لفظ جس میں لہب یعنی شعلہ آتش پڑا ہوا تھا گویا ابتداء ہی سے اس کے جہنمی ہونے کی خبر دے رہا تھا اس لیے کہ اس منحوس لقب کے ساتھ یاد کیا گیا اور اس میں اہل بلاغت کے نزدیک ایک عجیب لطیفہ ہے۔

۳)......وہ ابی لہب سے مشہور تھا اگر نام عبدالعزیٰ لیا جاتا تو جلد نہ سمجھا جاتا اس لیے یہ نام لیا گیا۔ اب اس کی خرابی کی تشریح کی فرماتا ہے مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ کہ نہ اس کا مال کام آئے گا نہ کمائی نہ عزت و شہرت جو قوم میں حاصل کی تھی۔ عائشہ صدیقہ ؓ وابن عباس ؓ ومجاہد فرماتے ہیں کہ ''کمائی سے مراد اولاد ہے عرب کے محاورے میں'' اور اسی کے مطابق ہوا بھی اس لیے کہ جب انتقام الٰہی کا وقت آیا تو دنیا میں مال کام آیا نہ اولاد کوئی بھی اس آفت کو ٹال نہ سکا اور اسی طرح مرنے کے بعد جو عذاب دردناک پیش آیا اور قیامت میں آئے گا وہاں بھی نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد نہ دنیاوی عزت و وجاہت حسب ونسب پھر جب یہ ایسی بے بنیاد چیزیں ہیں تو اتنا ان پر فریفتہ ہونا اور آخرت کو بھول جانا اگر تباب وخسران ازلی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب آخرت کا حال بیان فرماتا ہے۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وہ ایک ایسی آگ میں پڑے گا جو شعلہ مارتی ہوگی یہ وہی آتش عداوت وعناد ہے جو دنیا میں شعلہ زن تھی۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وَّامْرَاَتُهٗ اس کی جورو بھی اس آگ میں گرے اس لیے کہ اس کے دل میں بھی آتش عداوت شعلہ زن ہے۔ شعلہ مارنے والی آگ میں مرنے کے بعد تو وہ دونوں گرے ہی ہیں مگر پیغمبر خدا ﷺ کی روز افزوں ترقی اور اپنا تنزل دیکھنا بھی آگ میں گرنا تھا اور پیشن گوئی کے مطابق وہ بہت جلد اس میں گرے جو رات دن جلا کرتے تھے۔

ابولہب کی بیوی:......اب اس کی جورو (بیوی) کا حال بیان فرماتا ہیں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ❶ جو لکڑیاں کا گھٹا اٹھانے والی ہے اور فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ اس کی گردن میں مونج کی مضبوط رسی پڑی ہوئی ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی کے وہ اوصاف ہیں جو دنیا میں اس کو حاصل تھے پھر اس تقدیر پر یا تو حقیقی مراد ہیں کہ خسیس وذلیل تھی آپ لکڑیاں لایا کرتی تھی اور جس طرح لکڑہاروں کے گلے میں رسی بندھی ہوتی ہے جب کہ وہ لکڑیوں کو جاتے ہیں اسی طرح اس کے بندھی رہتی تھی پھر ایسی خسیس ودنی الطبع کا خیرات وصدقات میں صرف کرنا کیسا؟ یا اس کے مجازی معنی مراد ہیں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ عرب کے محاورہ میں اس عورت کو کہتے ہیں جو لگائی بجھائی کرے اور چغل خوری کرے لڑائی کرائے، چغل خور کو عرب کہتے ہیں فلان یحطب علی فلان یہ استعارہ ہے اور فارسی میں بھی سخن چین کو ہیزم کش کہتے ہیں اس بدنصیب کی یہ بھی عادت تھی کہ لوگوں کو لڑا مارتی تھی اور عورتوں میں یہ عیب زیادہ ہوتا ہے ادھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لے جایا کرتی ہیں یہ قتادہ ومجاہد وسدی کا قول ہے اور حقیقی معنی مراد لینے کا ابن زید وضحاک وربیع بن انس ومرہ ہمدانی کا قول تھا۔

بعض فرماتے ہیں کہ یہ اس کی آخرت کی حالت ہے کہ جس طرح دنیا میں حضرت کے راستے میں ڈالنے کو کانٹے باندھ کر لاتی تھی اور اپنے گلے کے گلوبند پر جو بڑا قیمتی تھا ناز کرتی تھی اور کہتی تھی کہ محمد (ﷺ) کے ہلاک کرنے میں اس کو صرف کو دوں گی اسی طرح جہنم میں اس کے سر پر لکڑیوں کا گھٹا ہوگا اور وہ گلوبند ایک مستحکم رسہ بن کر گلے میں پڑا ہوگا جس سے فرشتے اس کو گھسیٹیں گے۔ گلے میں مضبوط رسی سے اس طرف اشارہ ہے کہ بہیمیت وشیطانیت کی مضبوط رسی اس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی جس کو پکڑ کر اس کا نفس خبیث راہ حق سے کھینچتا تھا ہر کافر ومشرک کے گلے میں اس قسم کی رسی پڑی ہوئی ہے بدکاروں کے گلے میں شہوات کی رسی پڑی ہوئی ہے محبان خدا کے گلے میں محبت کی رسی ہے

رشتہ درگردنم افگندہ دوست ☆ مے بردہرجا کہ خاطر خواہ اوست

---

❶ ...... حمالة الحطب میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کے گناہوں کا گھٹا اس کی پشت پر تھا اور خواہش دنیا کی رسی اس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی اور حمالة الحطب میں اس کے خاوند کی نالائقی کی طرف بھی اشارہ ہے کیوں کہ عورت بوقت مخصوص خاوند کو اپنے اوپر لادتی ہے اس کا خاوند ایک لکڑیوں کا پشتارہ ہے ج وجلانے کے قابل ہے اور فی جیدھا . . . الخ میں خاص اس کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے نفس بد کی یا اس نالائق خاوند کی بڑی مطیع ہے گویا اطاعت کی گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے اور رسی بھی بڑی مضبوط کھجور کے پھٹوں کی ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُهَا ۴ (۱۱۲) سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ (۲۲) رُکُوْعَاتُهَا ۱

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ع

ترجمہ:......(اے نبی) کہہ دو یہ کہ اللہ یگانہ ہے ① اللہ بے نیاز ہے ② نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے ③ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے ④۔

ترکیب:...... هو الضمیر للشان اللہ مبتدأ احد خبره و الجملة تفسیر للضمیر وهو مرجعه ویمکن ان یرجع الضمیر الی المذکور وهو الرب وعلی هذا التقدیر هو مبتدأ اللہ احد الجملة خبره ویمکن ان یکون اللہ خبر اول احد خبر ثان ویجوز ان یکون اللہ بدلا من هو او یجوز ان یکون احد خبره مبتدأ محذوف والفرق بین احد و واحد مشهور۔ اللہ مبتدأ الصمد خبره لم یلد هذه الجملة و کذا ما بعدها تفسیر للصمد و لم یکن اسمه احد و فی الخبر وجهان احدهما کفوا وله اما متعلق بکان او حال من کفوا و الثانی الخبر له و کفوا حال من احد ای ولم یکن له احد کفوا فلما قدم النکرة قدم نصبها علی الحال۔

مقام نزول

تفسیر:...... یہ سورت جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے عطا وعکرمہ وجابرؓ وابن مسعودؓ کا بھی یہی قول ہے لیکن قتادہ وضحاک وسدی کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت کرتے ہیں مگر قوت جمہور کے قول کو ہے۔ اس سورت کی چار آیات ہیں۔

ربط: اس سورت کا ربط سورۂ لہب سے یہ ہے کہ ابولہب اور دیگر عمائد قریش جس بلا میں پڑے ہوئے تھے وہ خدائے پاک وحدہ لاشریک کو جیسا جاننا چاہیے اس کے مطابق نہ جاننے سے بڑے تھے اب اس سورت میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ حق سبحانہ کیسا ہے اور اس کو کیسا سمجھنا چاہیے اور نیز سورۂ کفرون میں جس کی عبادت کا اقرار تھا اس کے کامل اوصاف بیان کر دینا مقتضائے رحمت اور حجت کا اتمام ہے اگر اس کو سن کر بھی یقین نہ لائے اور اس کی ذات مبارک میں باطل خیالات پیدا کرے جو محض توہمات پر مبنی ہیں تو اپنا سر کھائے اور ابتر بنے کوثر سے محروم رہے اور ابولہب والی بلا میں گرفتار ہو اس لیے اس کے بعد اس سورت کو رکھا گیا۔

شان نزول:......شان نزول اس کا مجملاً یہ ہے کہ کفار قریش نے یا کسی اعرابی نے یا یہود کے علماء کعب بن اشرف وحیی بن احطب وغیرہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تھا کہ تو ہم سے اپنے رب کے اوصاف بیان کرتا کہ معلوم ہو کہ وہ کیسا ہے اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی

پھر اس بات کو محدثین نے مختلف الفاظ سے اور قدرے اختلاف مضامین سے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے حضرت سے پوچھا تھا کہ اپنے رب کو بیان فرمائیے تو یہ سورت نازل ہوئی.....الخ اسی طرح ترمذی نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے۔ طبرانی و بیہقی و ابونعیم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی اعرابی نے عرض کیا تھا کہ رب کے اوصاف بیان فرمائیے تب یہ سورت نازل ہوئی اور بیہقی وغیرہ نے علماء یہود کے سوال پر نازل ہونا بیان کیا ہے اور یہ ممکن ہے کہ اول مکہ کے قریش نے سوال کیا ہو اور سورت نازل ہوئی اور پھر مدینہ میں آ کر یہود نے یا اعرابی نے بھی سن کر یہ سوال کیا ہو اور آپ نے اس سورۂ مبارکہ کو پڑھ کر سنایا ہو مفسرین کے نزدیک ایک سوال کے جواب میں کسی آیت یا سورت کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم مقدمہ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں اس تقدیر پر روایت مذکورہ بالا میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔

فضائل سورۂ اخلاص:..... اس سورۂ مبارکہ کے بہت کچھ فضائل ہیں یہ توحید و عقائد اسلامیہ جو ذات پاک حق سبحانہ کی بابت ہیں اور جن کو ایمان سمجھا جاتا ہے بنیاد ہے وہ سب اس سورت میں مذکور ہیں اور گویا اس بارے میں قرآن مجید کا خاتمہ اسی پر ہے اور باقی پچھلی دو سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ تتمہ کے طور پر ہیں جن میں ہر ایک قسم کے شر جو آسمانی ہو یا اس کے اسباب ظاہری بندے ہوں جو توحید و اعتقاد میں فرق ڈالنے والے شر ہیں حق سبحانہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جس میں اشارہ ہے کہ ان شرور سے بچتے رہو اور ان خطرات و وسواس کو دل میں جگہ نہ دو اور اپنے اسی اعتقاد پر دم اخیر تک قائم رہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ وہ جس نے یہ سورت پڑھی گویا اس نے تہائی قرآن مجید پڑھا تہائی کے برابر ہونے کی وجہ ہے کہ مضامین قرآن مجید تین قسم پر ہیں توحید و صفات باری تعالیٰ کیفیتِ افعال عباد، قیامت اور وہاں کے حالات سو اس سورۂ مبارکہ میں توحید و صفات پورے ہیں۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند شخصوں کو جہاد میں بھیجا ان کا امام نماز میں جب قرأت کرتا تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتا لوگوں نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ اس میں حق سبحانہ کی صفات ہیں اس لیے میں اس کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کو خبر کرو کہ خدا تجھ کو دوست رکھتا ہے اور بھی احادیث اس کے فضائل میں وارد ہیں۔

کہہ دو اللہ ایک ہے:..... فقال قُلْ اے نبی! کہہ دو اس میں اشارہ ہے کہ آپ از خود نہیں فرما رہے یہ اسرار کہ جن تک حکماء کی عقول کو بھی برسوں کی ریاضت اور غور و فکر کے بعد بھی رسائی نہیں ملہم غیب کی طرف سے ہیں اس لفظ کے سننے کے بعد مخاطب کو شوق اور انتظار بھی پیدا ہوتا ہے کہ دیکھیے کہ عالم غیب سے اس کے بعد کیا ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کہ وہ رب کہ جس کی صفت تم بیان کرتے ہو اللہ ہے جو یکتا ہے اس کی ذات اور صفات میں یکتائی ہے ذات میں اس طرح سے کہ نہ اور کوئی شریک الوہیت ہے نہ اس کی ذات کے لیے اجزاء ہیں نہ تحقیقی نہ تقدیری نہ ترکیبی نہ تحلیلی اور صفات میں یکتائی یہ ہے کہ وہی ازلی ہے اور کوئی نہیں ہے اور وہی ابدی ہے اور کوئی نہیں ہے وہی قادر مطلق ہے اور کوئی نہیں وہی علیم مطلق ہے کہ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور غیب کے علوم و اسرار اس کے سامنے حاضر ہیں اور کوئی ایسا نہیں وہی رحمن و رحیم حقیقی ہے اور کوئی نہیں وہی موجود

اصلی ہے اور کوئی نہیں اور جو موجودات ہیں تو ان کا وجود ذاتی نہیں بلکہ مستعار ہے اسی کے وجود کا پرتوا ہے وہی مستغنی ہے اور کوئی نہیں الغرض وصف احدیت اسی کا حصہ ہے اس لیے لفظ احد آیا جس کے معنی یکتا ہیں نہ کہ واحد جس کے معنی ہیں ایک۔

احد اور واحد کا فرق:......احد اور واحد میں فرق ہے جمہور کے نزدیک ازہری فرماتے ہیں کہ احدیت کے ساتھ بجز حق سبحانہ کے اور کوئی متصف نہیں ہوسکتا رجل احد درھم احد نہیں کہتے ہیں بلکہ رجل واحد درھم واحد کہتے ہیں اور واحد احد میں داخل ہے نہ کہ احد واحد میں اس لیے کہ ایک اور یکتا میں فرق ہے اور اگر کوئی یوں کہے کہ ایک شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو سمجھ جائے گا کہ دو کر سکتے ہیں برخلاف احد کے اور اسی طرح عربی میں کہیں گے لا یقاومہ احد تو اس کے معنی ہوں گے کہ کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسی لیے واحد اثبات کے موقع میں اور احد نفی کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ واحد کے اوپر اثنین ہے احد پر نہیں۔

بعض فرماتے ہیں کہ احد وہ ذات ہے کہ من حیث ھی ھی جس میں نہ کثرت کا لحاظ ہے نہ قلت کا نہ کسی شرط کے وجود کا نہ عدم کا یعنی حقیقت محضہ جو منبع ہے جمیع صفات اور جمیع شئون کا اور واحد ذات مع صفت ہے اول ھو فرمایا ہے جو ذات بحت ہے اور پھر اس کے نام کو ذکر کیا ہے اور اسی لیے اس کو اسم ذات کہتے ہیں اور چونکہ جمیع صفات کمالیہ بھی اس میں معتبر ہیں تو اس لیے لفظ احد لایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ اس کی صفات اس میں کثرت نہیں پیدا کرتیں اور جو کثرت بھی ہے تو محض اعتباری جو درحقیقت کثرت نہیں اسی لیے اس کی احدیت میں کوئی بھی فرق نہ آیا اور اسی لیے صوفیاء کرام کے نزدیک مقام احدیت اور مقام واحدیت میں فرق ہے۔

خلیل کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں زبان عرب میں ہیں صرف تخفیف کے لیے واحد کے واؤ کو ہمزہ سے بدل لیا کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس سورت میں بندوں کے مراتب کا ایما بھی ہے اور دنیا پر جس قدر مذاہب باطلہ تھے یا ہیں ان کا بھی رد ہے اور اپنی صفات کا بھی اظہار ہے یہ تین باتیں ہوئیں۔

بندوں کی تین قسمیں:......اول بات کی طرف اس ایک آیت میں اشارہ ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ بندوں کی تین قسم ہیں۔

اول: مقربین کہ جن کی بہیمیت پر ملکیت بالکل غلبہ کر گئی اور اسی لیے بہیمیت کے ظلماتی پردے انکی آنکھوں پر سے اٹھ گئے اب ان کو عالم میں کسی کی ہستی نہیں دکھائی دیتی اس آفتاب حقیقی کے سامنے تمام وجودات کے ستارے مخفی ہو گئے یا یوں کہو کہ اشیاء کے تعینات پر نظر نہیں رہی پھر تو تمام اسی کی ہستی اور اسی کے وجود کا دریا رواں دیکھتے ہیں

چو سلطان عزت علم برکشد ☆ جہاں سر بجیب عدم درکشد

اور اسی معنی میں عارف جامی نے فرمایا ہے

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست ☆ بے نشان است کز و نام و نشان چیزے نیست

اور بندہ کی ایسی حالت ہو جانی عقلاً ممکن ہے اس کی تمثیل یہ ہے کہ جب کوئی سبز یا سرخ شیشہ آنکھوں پر رکھ کر دیکھتا ہے تو باوجودیکہ اشیاء باہم ممیز ہیں مگر سب اس کو سرخ یا سبز ہی نظر آتی ہیں یہ مقربین حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں جن میں صدیقین و شہدا بھی داخل ہیں ان کو بجز اس کے اور کی حقیقی ہستی ہی معلوم نہیں ہوتی اس لیے ان کے لیے لفظ ھو فرمایا ہے گو یہ اشارہ ہے مطلق ہے کوئی قید نہیں مگر جب مشار الیہ متعین ہے تو بجز اس کے اور کون مراد ہوسکتا ہے۔

دوم: اصحاب الیمین جو صلحاء و ابرار ہیں ان کی بہیمیت کا اور ملکیت کا وزن برابر ہے اس لئے ان کی آنکھوں میں مخلوق کا بھی وجود ہے۔ ان پر وہ حالت طاری نہیں جو مقربین پر تھی اسی لیے لفظ ھو ان کے لئے کافی نہ تھا بلکہ ایک ایسا لفظ درکار تھا جو خالق و مخلوق میں امتیاز کر دے اسی

لیے اس کے بعد لفظ اللہ آیا اس کے سننے سے ان پر انکشاف ہو گیا کہ مستجمع جمیع صفات کمال اور الوہیت کا مستحق وہی ہے اور کوئی نہیں۔

سوم: اصحاب الشمال یعنی اشرار جن کی ملکیت پر بہیمیت غالب آ گئی، آنکھوں پر بھاری پردے پڑ گئے ہیں، عقل خداداد کا نور زائل ہو گیا، قلب کے آئینہ پر زنگ لگ گیا، روح کے اندھوں کے نزدیک جہاں کوئی بڑی چیز سامنے آ گئی اور اس کا کرشمہ انکے دل پر نقش ہو گیا اس کو الوہیت میں شریک کر لیا، پھر کسی نے اس کو مستقل دوسرا خدا مان لیا، کسی نے خدائی کا حصہ دار ٹھہرایا، آفتاب ستارے عناصر احجار و اشجار وملائکہ و بنی آدم کے ابرار و مقربین اور جن و خبیث سب کو خدائی میں شریک کر لیا ان کی مثال گدھے کے ناداں بچے کی سی ہے کہ گائے دیکھی تو اس کو ماں سمجھ کر پیچھے ہو لیا بیل دیکھا تو اسی کو ماں سمجھ کر اس کے پیچھے دوڑ پڑا تو کسی نے ذات حق سبحانہ کا شریک ٹھہرایا تو کسی نے صفات کا ان کے لیے لفظ احد ارشاد فرمایا تا کہ اس لفظ کو سن کر ہی سمجھیں۔

دوسری بات۔ یوں تو بہت سے باطل مذہب ہیں اور اس وقت بھی تھے مگر ان کی تقسیم یوں کر کے ضبط کر سکتے ہیں کہ یا تو وہ لوگ ہیں جو سرے سے اس کائنات کے بانی کا مستقل وجود ہی نہیں مانتے عناصر و کرات کو کہتے ہیں قدیم ہیں اور ہمیشہ رہیں گے زمین، ہوا، آسمان ، افلاک وسیارات اور پھر ان کی ترکیب سے حیوانات و جمادات و نباتات موالید ثلاثہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ قوت جو مرکب ہونے سے ان میں آئی ہے باقی ہے اور محافظ قوت ان کی صورت ہے یہ باقی ہیں تو قویٰ بھی رہتے ہیں نہیں تو ترکیب گرہ کھل جاتی ہے اور ہر جزء اپنی اپنی جگہ جدا ہو کر چلا جاتا ہے اور اسی کا نام فنا ہے نہ کوئی خدا ہے نہ ملائکہ نہ غیر محسوس چیزوں کا وجود ہے نہ مرنے کے بعد حساب ہے نہ ثواب وعذاب انبیاء و دیگر اچھے لوگ بندوں کی تعلیم کرنے کے لیے اور ترغیب و ترہیب کے لیے جنت و دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ یہ ایک مذہب ہے پھر اس کی بہت سی شاخیں ہیں دہریہ اور طبعیہ اور یورپ میں آج کل اپنی ملکی زبانوں کے ناموں سے مختلف القابوں سے موسوم ہیں۔ حکماء یونان میں بھی ایسے بہت لوگ تھے اور دیگر ممالک میں بھی اور ہنود میں بھی ایسے گروہ ہیں یہ بلا پہلے بھی بہت پھیلی تھی اور آج کل نئی تعلیم کا زور اسی پر ہے اور ان کو شرع میں ملحد بھی کہتے ہیں ملحدوں کی بڑی بڑی تصانیف ہیں۔

یا وہ اس کائنات کے بانی کا وجود مستقل مانتے ہیں اور اس کی ہستی کائنات کی ہستی سے جدا تسلیم کرتے ہیں پھر اس کے ہر زبان میں جدا جدا نام ہیں خدا، اللہ، گاڈ پر میشر شنکری وغیرہ اور یہ فرقہ بہت ہے اور اکثر دنیا کی آبادی میں یہی لوگ پائے جاتے ہیں۔

پھر ان کی دو قسم ہیں یا تو وہ کسی آسمانی کتاب اور نبی کے قائل ہیں یا نہیں جو قائل ہیں ان کو متدین کہتے ہیں اور جو قائل نہیں وہ غیر متدین ہیں۔

غیر متدین لوگوں کے پھر بہت سے فریق ہیں جیسا کہ افریقہ اور ہند کے جنگلی لوگ پھر جو ان میں شائستہ ہیں انہوں نے از خود یا ان کے پیشواؤں اور علماء نے ان کے لیے قوانین بھی بنائے ہیں اور کتابیں بھی لکھی ہیں میرے نزدیک اکثر ہنود کے مذاہب اور اسی طرح اہل چین اور تاتار کے مذاہب اور اسی طرح مجوسیوں کا مذہب اسی قسم میں داخل ہے اس فریق کے آگے بہت سے فریق ہیں مگر سب نے بانی کائنات حق سبحانہ کی ذات پاک اور اس کی صفات مقدسہ میں کائنات میں سے بڑی بڑی چیزوں کو حصہ دار ٹھہرایا ہے عناصر کواکب و احجار و اشجار اور ارواح غیر مرئیہ کو، ان اشیاء کو سمجھتے ہیں کہ یہ مستقل خدا تو نہیں مگر خدا تعالیٰ ان کے بغیر کوئی کام بھی نہیں کر سکتا اس لیے ان کی خوشامد کرنا بھی انہیں ضرور ہوا اور پھر ان چیزوں کی پرستش اور نذر و نیاز کے عجائب عجائب دستورات و قانون بنائے کسی نے ان کے نفوس کی پرستش کی کسی نے ان کے اجسام کی مورتیں بنائیں پھر کسی نے صرف علویات کی پرستش پر قناعت کی ستاروں اور کواکب کو پوجنا اختیار کیا فرقہ صابیہ جو کئی جگہ مذکور ہوا اس کا یہی طریق تھا قدیم یونانی اور اہل مصر اور اہل شام و عراق کا بھی یہ مذہب تھا آنحضرت ﷺ کے عہد میں عرب کے بھی اسی طرح صدہا معبود تھے کہ جس طرح اب تک ہنود کے ہیں اور مجوس بھی اسی طرح عناصر پرستی کرتے تھے جیسا کہ اب تک کرتے ہیں۔

اب رہا فرقہ متدین جو دنیا میں تعداد سب سے زیادہ ہے پھر ان کے بھی اقسام ہیں یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اوپر تک کے اکثر نبیوں کو مانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت اور دیگر صحف انبیاء علیہم السلام کی جو ان کے پاس محرف موجود ہیں تعظیم کرتے ہیں۔ سامریہ جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کو مانتے ہیں وہ بھی یہود میں سے ایک شاخ نکلی ہوئی ہے۔ نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان سے پہلے سب انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں اور توریت کو بھی انجیل کی طرح مقدس سمجھتے ہیں یہ متدین فریق حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا پھر ہر نبی اس طریقہ کی تقویت کرنے کو آیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طریقہ کو نہایت رونق دی اور اس کی بنیاد کے مستحکم پتھر رکھے اور اس لیے اس بزرگ باخدا کی طرف ہر فریق متدین منسوب ہوتا ہے اور اس کو خلیفہ کہتے ہیں طریقہ حنیفیہ میں خدا تعالیٰ کی توحید اور قیامت کا اعتقاد اور مرنے کے بعد جزاء وسزا کا اقرار شرط ہے خالص عبادت کی تاکید اگلے نبیوں ان کی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانے کی تاکید ہے ناجائز افعال کے ارتکاب سے ممانعت ہے عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اس طریقہ کی پابندی کا دعویٰ تھا۔

مگر حنیفیت میں غیر مذاہب کے اختلاط سے آنحضرت ﷺ کے عہد تک بہت خلل ونقصان آ گیا تھا یہ محل بوسیدہ ہو کر گرنے کے قریب ہو گیا تھا۔ یہود میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے تھے بہت میں بت پرستی رواج پا گئی تھی اور اسی طرح رومیوں اور یونانیوں اور دیگر بت پرست قوموں کے اختلاط سے عیسائیوں میں صدہا فرقے ہو گئے تھے اور اب تک ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائے پاک کا بیٹا اور خدائی کا تیسرا جز سمجھنے لگے ہیں اور بعض تو حضرت مریم کو بھی پوجنے لگے تھے اور عرب میں بھی حنیفیت کے نشان مٹ چکے تھے عموماً بت پرستی رواج پا گئی تھی۔

آخر زمانے میں خدا تعالیٰ نے عرب میں ایک ایسا نبی بھیجا جس نے اپنی روحانی طاقت سے اس ملت حنیفیہ میں پھر جان پھونک دی اور جو کچھ اس فرقہ میں نقص پیدا ہو گئے تھے ان کو دور کر دیا اور اس نبی پر یہ سورت نازل فرمائی جس میں جمیع مذاہب باطلہ خصوصاً یہود ونصاریٰ کے قبائح پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اب دنیا میں اصل فرقہ حنیفیہ جو ہے وہ اسی نبی کے متبعین ہیں اور دراصل یہی لوگ حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام وغیرہ بزرگوں کے ماننے والے ہیں۔

اب میں فرقوں کے ابطال کی اس سورت کے الفاظ سے تشریح کرتا ہوں۔

ھو سے ان ملحدوں اور خدا کے منکروں کو تنبیہ ہے جو کسی قدر عقل وادراک سے بھی بہرہ ور ہیں اس لیے کہ موجودات میں سے جب وہ ایک چیز کو بھی غور کریں گے تو آخری یہ بول اٹھیں گے کہ وہی ہے وہی۔ اب آفتاب ہی کو دیکھو اور اپنے علم کے گھوڑے دوڑاؤ اور اس کو ساکن بھی مان لو اور زمین کو اس کے اردگرد حرکت کرتے ہوئے سمجھ لو تو اب بتاؤ کہ اگر یہ خود بخود بن گیا ہے تو گول کس نے کر دیا اور پھر اور ستاروں سے یہ کیوں بڑا بن گیا ان میں نور کیوں نہیں اس لیے کہ جس طرح از خود یہ بنا ہے وہ بھی بنے ہیں پھر اس کے نور میں گرمی کی کیا وجہ ہے؟ اور روں کے نور میں سردی کا کون سبب ہے؟ پھر ان کے باہم یہ ابعاد اس مقدار پر کیوں ہیں؟ اور جب یہ کسی کے مسخر نہیں تو پھر اس فاصلہ میں تفاوت کیوں پیدا نہیں ہوتا اور اگر کہو کہ مادہ علت ہے تو مادہ تمہارے قول کے بموجب غیر محسوس چیز ہے اس کے قائل ہونے کا کون سبب؟ پھر مادہ کو اس طرح کس نے تقسیم کیا اور مادہ تو سب کا ایک ہے پھر تفاوت کیوں ہے؟ اگر کہو کہ صورت کے سبب سے تفاوت ہے تو اس صورت کو کس نے پیدا کیا اور کیوں مختلف صورتیں پیدا ہوئیں؟ پھر اگر وہی مادہ سبب ہے اور علت ہے تو ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر کوئی مرجح ہے تو وہی ہے آخر کار ہر پھر کر اسی طرف آنا پڑتا ہے مادی اور طبعی لوگوں کو بجز سکوت اور حیرت کے چارہ نہیں ہوتا مادی اور طبعی آج کل یورپ میں ہیں اس بحث کو ہم اسی قدر پر تمام کرتے ہیں۔ اور جو بطی الفہم ہیں ان کے لیے لفظ اللہ خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

اب رہے وہ فرقے کہ جو خدا تعالیٰ کے وجود مستقل کے قائل ہیں اور اس کو قادر بھی مانتے ہیں مگر ساتھ ہی اور موجودات کو بھی خدائی میں

شریک کرتے ہیں چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ ایک نوری خالق ہے جس کو یزدان کہتے ہیں اور ایک ظلماتی جس کو اہرمن کہتے ہیں یزدان نیک اشیاء اور نیک کام پیدا کرتا ہے اور اہرمن مضر چیزیں اور برے کام کراتا ہے اور دونوں کا باہم مقابلہ بھی ہوا کرتا ہے کبھی وہ غالب یہ مغلوب اور کبھی یہ غالب وہ مغلوب اور دیگر مشرکین اور اشیاء کو اس کی صفات میں شریک کرتے ہیں۔ عرب فرشتوں کو اور جنوں کو خدا تعالیٰ کے رشتہ دار اور بیٹیاں سمجھ کر کارخانہ قضاء اور قدر کا مختار جانتے تھے۔ اسی طرح عناصر اور کواکب کو مظہر تجلی سمجھ کر ان کو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرتے تھے بلکہ ہنود اور مجوس اب تک ایسا ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر ان کی عبادت کے ہو نہیں سکتی نہ اس تک ان کے وسیلہ بغیر فریاد پہنچ سکتی ہے اور نہ نذر و نیاز اور ہنود نے حیوانات و نباتات کو بھی اس مرتبہ میں سمجھ رکھا ہے اور عرب کے مشرکوں اور دیگر اقوام کا بھی اسی کے قریب قریب حال تھا پھر کہیں کسی دیوتا کو پانی کا کسی کو صحت و تندرستی کا کسی کو ارزانی کا اور کسی کو گرانی کا کسی کو اولاد و مال کا اور کسی کو فتح و شکست کا اور کسی کو موت و حیات کا مختار سمجھ رکھا ہے اور عرب نے بھی سمجھ رکھا تھا پھر ان دیوتاؤں کی مورتیں پیتل تانبے سونے چاندی پتھر کی بنا رکھی تھیں اور مکانات میں رکھ چھوڑی تھیں جیسا کہ ہنود کے مندر یا بت خانے پھر ان کے آگے سجدہ کرتے تھے ناچ گانے سناتے تھے بخور جلاتے تھے باجے بجاتے تھے اور ان مندروں کے پجاری مقرر تھے ماہتاب وغیرہ ستاروں کے مندر بنے ہوئے تھے۔

اب جس کو ان اگلے لوگوں کے حالات دریافت کرنے ہوں تو ہندوستان میں آ کر ہنود کے معابد دیکھ لے کہیں ہنومان جی کھڑے ہیں تو کہیں مہادیو کی مورت ہے اور کہیں بشن کی اور کہیں بھیروں کی اور کہیں کالی دیوی کی تو کہیں لاٹوں والی کی تو کہیں کسی اور کی خصوصاً شہر بنارس میں یہ تماشا خوب موجود ہے ہرچند مسلمانوں کے آنے سے بہت کم ہو گیا پھر بھی کہیں مرد کے اعضائے تناسل کی مورت جس کو مہادیو کا لنگ کہتے ہیں ایک کھرل میں کھڑا ہے جس کو پاربتی زوجہ مہادیو کی اندام نہانی سمجھا جاتا ہے سانپوں کا مالک و مختار گوگا پیر سمجھا جاتا ہے جو ایک مارواڑی راج پوت تھا اسی طرح اور صدہا مکروہات ہیں۔

ہنود کا فرقہ محدثہ جس کا آریہ نام ہے ہرچند تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے اس داغ بدنامی کو اپنی کتب سے مٹانا چاہتا ہے اور جن کتابوں سے مٹ ہی نہیں سکتا جیسا کہ اٹھارہ پوران ان کا منکر ہو گیا ہے مگر سناتن دھرم کے پنڈت ان کی اس تدبیر کو کب چلنے دیتے ہیں وہ کہتے ہیں ان چیزوں کی پرستش جیسا کہ ہزارہا سال سے مروج ہے ہمارے چاروں اور چھوؤں شاستروں اور اٹھارہ پورانوں کی صریح عبارات سے ثابت ہے کوئی ایک آدھ جملہ نہیں جو اس کی تاویل کی جائے بلکہ بڑے لمبے چوڑے مضامین ہیں اور ہمارے تمام پنڈت جو سنسکرت زبان کے ماہر تھے یہی مطلب سمجھتے آئے ہیں اور قدیم شراح نے یہی مطالب بیان کیے ہیں پھر یہ دیانند جو دراصل سنسکرت کا ماہر بھی نہ تھا نہ اس کے پورے قواعد جانتا تھا ہزاروں برس کے بعد کہاں کا پنڈت پیدا ہو گیا جو ہیر پھیر کے خلاف محاورہ زبان کے معنی بیان کرنے لگا یہ کتابیں نہ آسمانی ہیں نہ ایک شخص کی تصنیف ہیں چاروں ویدوں میں سے رگ وید اول کتاب ہی کو دیکھو کہ متعدد اشخاص کے کلام متعدد مذاق کے موافق ہیں جن کے نام بھی شراح نے ہر شکتی کے سرے پر لکھا دیئے ہیں نہ ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کتابوں میں کبھی تغیر نہیں ہوا اس لیے کہ کئی بار یہ کتابیں دنیا سے معدوم ہو چکی ہیں جن کو اوتاروں نے موجود کیا ہے اگر آریہ فرقہ کو جو دیانند جیسے بے علم کا معتقد ہے نئی تعلیم اور مسلمانوں کی توحید سے یہ بت پرستی ناپسند ہے اور مذہب قدیم ان کے نزدیک سراسر جاہلانہ خیالات کا مجموعہ ہے کہ جس کو کوئی روشن دماغ قبول ہی نہیں کر سکتا اور اسی لیے وہ ہمیشہ ہندوستان ظلمت نشان کے باہر بھی نہیں نکلا تو وہ ان کتابوں اور اس مذہب کی کہاں تک مرمت کرے گا حق پسندی یہی ہے کہ صاف صاف اقرار کرلے کہ یہ باطل ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرلے اگر اس بارے میں قوم سے ڈرتے ہیں اور اپنی پرانی گدڑی کو گانٹھ کر تعصب سے دوشالہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور حب الوطن کا حق ادا کرتے ہیں تو یہ ایمان داری نہیں پوری خیانت ہے (میں پنڈتوں کی اس گفتگو سے اتفاق کرتا ہوں)۔

الغرض سیکڑوں معبود ہیں ایک دو نہیں اسی طرح بعض قوموں نے اور الٰہ بنائے تھے ان سب کے رد کے لیے لفظ احد آیا اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے کوئی اس کا کسی وصف میں شریک نہیں اب اس کی توحید کے دلائل اگر میں مفصلاً بیان کروں تو اور ایک مبسوط کتاب بن جائے خصوصاً ان قوموں کے لیے (جو خدا تعالیٰ کو بھی قادر جانتے ہیں مگر مخلوق کو مظاہر یا اس کے کارخانوں کا مالک ومختار جان کر پوجتی ہیں) تو لفظ احد اس غلط خیال کے مٹانے کو سیف قاطع ہے اس لیے کہ مقام احدیت میں اس کے سوا اور کسی کا وجود بھی نہیں پھر صفات میں شرکت کیسی؟ وہ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مگر بلید الفہم لوگوں کو اس کے بعد بھی تسلی نہیں ہوتی اس لیے اس کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا هُوَاللهُ اَحَدٌ ۞ کہ اللہ بے نیاز ہے، اس کو اپنے کسی کام میں کسی کی حاجت نہیں اور وہ حاجت روا اور قاضی الحاجات بھی ہے پھر کون ہے جو بندوں کی حاجت براری کرے؟ اور کسی کی مجال ہے جو اس کے آگے دم مارے؟ اس کی شان صمدیت نہیں چاہتی کہ اور کسی کے عبادت کی جائے۔

اب فریق متدین کی خام خیالیوں کا بطلان کرتا ہے فقال لَمْ یَلِدْ اس نے بھی کسی کو نہیں جنا۔ توالد وتناسل اس کی احدیت وصمدیت کے برخلاف ہے اس لیے کہ بیٹا باپ کے ہم جنس ہوا کرتا ہے پھر جب دوسرا اس جیسا ہوا تو نہ احدیت رہی نہ بہ لحاظ صفات کے صمدیت باقی رہی اس لیے کہ صمد وہی ہے جس کو کسی کی طرح حاجت نہ ہو اور سب کو اس کی طرف حاجت ہو پھر بیٹا باپ کا ہم جنس جب ہی ہوگا کہ وہ بھی اس کے مانند اوصاف رکھ کر حاجت براری کرے پس نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں نہ جن نہ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے ہیں نہ حضرت عزیر علیہ السلام جیسا کہ عیسائیوں اور یہود کا خیال ہے نہ خود یہود یا اور کوئی قوم اس کی اولاد ہے جیسا کہ وہ کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔

وَلَمْ یُوْلَدْ ۞ اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اس کا کوئی باپ نہیں اس لیے کہ اگر باپ ہوتا تو حادث ہو جائے اور حادث خدا نہیں ہو سکتا اگرچہ کسی مشہور فریق کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ خدا کا باپ ہے مگر یہ جملہ اس لیے ارشاد ہوا تا کہ معلوم ہو جائے کہ جو کسی سے جنا گیا ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا اس قاعدہ پر وہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی خدا کا بیٹا اور خدا کہتے ہیں اور اب تک الوہیت مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں اور اسی فاسد اعتقاد کو ایمان اور موجب نجات جانتے ہیں اس کا بھی کامل رد ہو گیا۔

تثلیث کا رد:..... عیسائیوں کا ایک اور فاسد عقیدہ ہے وہ کیا؟ تثلیث کہ باپ خدا، یعنی حق سبحانہ تعالیٰ اور بیٹا خدا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام یا دوسرا فرشتہ یا روح اعظم خدا ہے پھر سب ایک خدا نہ کہ تین۔ ہر چند مذکورہ بالا دلائل سے یہ عقیدہ بھی باطل ہو گیا مگر اس کی زیادہ تر تصریح کرنے کے لیے فرمادیا وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞ کہ اس کا کوئی کفو یعنی مثل بھی نہیں، جب اس کا کوئی ہم سر نہیں اور احدیت وصمدیت اور کسی کو نہ جننا نہ کسی سے جن جانا اسی کا مقتضی بھی ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس پر خدا کا اطلاق کرنا ہم سر اور کفو ثابت کرنا ہے جو بدیہی البطلان بات ہے اور عیسائی تینوں کو برابر خدا کہتے ہیں پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہم سری اور کفویت ہوگی؟

جمیع مذاہب باطلہ کے عقائد فاسدہ کا کن مختصر الفاظ میں اور کس شائستہ اسلوب میں رد کیا گیا ہے۔

صفات کا ثبوت:..... تیسری بات اس کی صفات کا ثبوت اور توضیح وتشریح اس کی کہ جس کے سننے کے مشرکین یا یہود مشتاق تھے اسی طرح سے ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات یا ثبوتیہ ہیں یا سلبیہ یا اضافیہ ہیں یا غیر اضافیہ۔

صفات ثبوتیہ غیر اضافیہ جیسا کہ اس کا حی یعنی زندہ ہونا اور ازلی ہونا ابدی ہونا۔

صفات اضافیہ کہ جن کا تعلق یا تعقل دوسری چیز سے ہو جیسا کہ اس کا قادر ہونا عالم ہونا سمیع وبصیر ہونا صاحب ارادہ ہونا، خالق ورازق ہونا۔

صفات سلبیہ جیسا کہ نہ جوہر ہونا نہ جسم ہونا نہ کسی مکان وزمان میں ہونا حدوث اور امکان کے خصائص سے مبرا ہونا نہ کسی کا باپ ہونا

نہ کسی کا بیٹا ہونا۔

پس ھُوَاللہُ میں صفات ثبوتیہ آ گئے اس لیے کہ اللہ اس ذات کا نام ہے جس میں تمام کامل صفات پائی جائیں اور وہ مستحق عبادت ہو۔

ھو اس کے وجود اصلی پر دلالت کرتا ہے۔

لفظ اللہُ اس کے حی قیوم سمیع وبصیر علیم وخبیر قادر و مالک ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دیگر اوصاف کمال پر دال ہے۔

احد صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ احدیت سے مراد اس کی ذات کا منفرد اور تمام قسم کی ترکیبات سے منزہ ہونا ہے اور جب احدیت ہے تو وہ مکان اور جسم سے بھی پاک ہے کس لیے مکان یعنی جگہ مجسم شی کے لیے ہوتی ہے اور جو چیز مجسم ہے ضرور مرکب ہے اس کے اجزاء لایتجزی ہوں یا ہیولیٰ وصورت ہوں اور ترکیب منافی احدیت ہے اور جب وہ نہ جسمانی ہے نہ مکانی تو جمیع عوارض مکان وجسم بلکہ زمانہ سے بھی پاک ہے نہ اس کو موٹا کہہ سکتے ہیں نہ دبلا نہ لمبا نہ پستہ قد نہ گورا نہ کالا نہ بوڑھا نہ جوان نہ وہ کسی میں حلول کیے ہوئے ہے نہ کوئی اس میں اس لیے کہ حلول بھی مستلزم ترکیب ہے پھر یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ فلاں شخص میں گھس آیا فلاں شخص خدا کی ذات میں داخل ہو گیا محض لغو ہے اور جب وہ مجسم نہیں تو شکل وصورت سے بھی پاک ہے اور محسوس بھی نہیں اور لفظ احد اس کی یکتائی واستقلال صفات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔

صمد کی تعریف وتفسیر:......اس کے بعد صفات کی تشریح فرماتا ہے اَللہُ الصَّمَدُ صمد کے دو معنی ہیں۔

اول: قصد وارادہ کرنے کے اس تقدیر پر صمد بمعنی مقصود ہوگا اس لیے کہ فعل بمعنی مفعول زبان عرب میں بہ کثرت مستعمل ہوتا ہے اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ ہر ایک کا مقصود ہے ہر کوئی اس کی طرف قصد کرتا ہے۔

دوم: صمد کے معنی ہیں ٹھوس کے کہ اس پر کوئی تغیر نہیں آتا وہ قوی اور مستقل ہے اس تقدیر پر لفظ واجب الوجود کے معنی میں ہے۔

یہ لغوی معنی کی تحقیق تھی مگر عرف میں عرب میں یہ لفظ بہت سے معانی میں مستعمل ہوتا ہے اس لیے مفسرین میں سے ہر ایک نے ایک معنی اختیار کیے ہیں۔

۱)......یہ کہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے اس لیے کہ حاجت روائی کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں۔

۲)......ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں سردار کے جو سب سے اعلیٰ سردار ہو۔

۳)......اصم کہتے ہیں کہ صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں۔

۴)......سدی کہتے ہیں کہ صمد اس کو کہتے ہیں کہ جو ہر کام میں مقصود اصلی ہو اور اس کی طرف فریاد لے کر جاتے ہوں۔

۵)......حسین بن فضل کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ جو چاہے کرے۔

۶)......صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

یہ سب قول لغوی معنی کی تائید کرتے ہیں اور سب صفات ثبوتیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چند اقوال اور بھی ہیں جو دوسرے لغوی معنی کی تائید کرتے ہیں اور وہ سب صفات سلبیہ پر دلالت کرتے ہیں۔

۱)......صمد کے معنی بے نیاز کہ جس کو کسی بات میں حاجت نہ ہو۔

۲)......صمد وہ ہے کہ جس کے اوپر اور کوئی بالا دست نہ ہو۔

۳)......قتادہ کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ جو نہ کھائے نہ پیے۔

۴)......صمد وہ ہے کہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہ ہو جائے۔

۵)......حسن بصری کہتے ہیں صمد وہ کہ جس کو زوال نہ ہو جیسا کہ تھا ہمیشہ ویسا ہی رہے۔
۶)......ابی بن کعب کہتے ہیں کہ صمد وہ ذات جو نہ کبھی مرے نہ کوئی اس کا وارث بنے۔
۷)......یمان اور ابو مالک کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔
۸)......ابن کیسان کہتے ہیں کہ صمد وہ جو اور کوئی اس کی صفات سے موصوف نہ ہو۔
۹)......مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔
۱۰)......ربیع بن انس کہتے ہیں کہ صمد وہ کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔
۱۱)......سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ جو اپنی جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔
۱۲)......جعفر صادق فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔
۱۳)......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صمد کے معنی ہیں بے نیاز اور سب سے بے پروا۔
۱۴)......ابو بکر وراق کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے جس کی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہو گئی ہو۔
۱۵)......صمد وہ ہے جو کسی کو نظر نہ آسکے۔
۱۶)......ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ نہ کسی کو جنے نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔
۱۷)......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ صمد وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔
۱۸)......صمد وہ ہے کہ جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔

الغرض لفظ صمد دونوں قسم کی صفات سلبیہ کا مجمع ہے۔ اس کے بعد بالخصوص چند اور صفات سلبیہ بیان فرماتا ہے۔ لم یلد کہ اس نے کسی کو نہیں جنا یعنی وہ کسی کا باپ نہیں کیوں کہ بیٹا باپ کے مثل ہوتا ہے وہ اپنا مثل بنانے سے پاک ہے اور نہ وہ جورو رکھتا ہے جس سے کسی کو جنائے اور وہ خواہش نفسانی سے پاک ہے۔

وَلَمْ يُولَدْ۝ اور وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا کوئی اس کا باپ نہیں یعنی حادث نہیں وہ قدیم ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی وقت نیست کا گزرا ہو۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۝ وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا مثل ہو اور ہم سر ہو اور کنبہ و قبیلہ ہو اس کی کسی بات میں کوئی مساوی نہیں نہ ذات میں نہ وجود میں اس لیے کہ اس کا وجود ذاتی ہے برخلاف مخلوق کے کہ ان کا وجود اس کی طرف سے آیا ہے نہ اس کے علم میں کسی کو ہم سری ہے اس لیے کہ اس کا علم بھی ذاتی ہے اس کی ذات منشاء علم ہے نہ اس کی قدرت میں کسی کو مساوات ہے اس لیے کہ اس کی قدرت ذاتی ہے اور کسی کو جو قدرت آئی ہے اول تو وہ محدود ہے دوم اس کی طرف سے ہے۔

فائدہ: یہ سورت حق تعالیٰ کی محامد میں ہے جیسا کہ سورۂ کوثر نبی کریم ﷺ کے مناقب میں تھی مگر آنحضرت ﷺ پر کفار نے بیٹا نہ ہونے سے عیب لگایا اور ابتر کہا تھا برخلاف اس کے حق سبحانہ پر بیٹا ثابت کرنے سے نصاریٰ نے عیب لگایا تھا پھر جس طرح وہاں آپ حق سبحانہ نے اپنے نبی کریم کی طرف سے جواب دیا اور فرمایا کہ تمہارا دشمن ہی ابتر ہے اسی لیے اس سورت میں لفظ قل نہیں فرمایا اس سورت میں اپنی طرف سے اپنے نبی کریم ﷺ کو مخالفوں کو جواب دینے پر مامور کیا اور اسی لیے ابتداء میں لفظ قل استعمال ہوا اس میں اشارہ ہے کہ مشرکین عرب اپنی جاہلیت سے آپ کے دشمن ہیں مگر یہ اہل کتاب باوجود علم و کتاب کے میرے دشمن ہیں جو مجھ پر ایسا عیب لگاتے ہیں۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

اٰيَاتُهَا ۵ (۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) رُكُوْعَاتُهَا ۱

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ع

ترجمہ:......(اے نبی یوں) دعا مانگا کرو کہ میں تمام مخلوق کے شر سے ① صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ② اور اندھیرے کے شر سے کہ جب وہ پھیل پڑے ③ اور گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے ④ اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے ⑤۔

ترکیب:......برب الفلق الجار متعلق باعوذ۔ الفلق بالتحریک الصبح واصله الشق یقال فلقت الشیء فلقا شققته والتفلیق مثله یقال فلقته فانفلق وهو عام یتناول فلق الصبح من ظلام اللیل والحبوب والنباتات من الارض والماء من الجبال قال اللہ تعالی فالق الاصباح وقال فالق الحب والنوی قال فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم من شر ماخلق متعلق باعوذ۔ مابمعنی الذی والعائد محذوف ویجوز ان تکون مصدریة ویکون الخلق بمعنی المخلوق وقرء الجمهور باضافة شر الی ماوقرء ابو حنیفة رحمہ اللہ بتنوین شر وما علی هذا مع الفعل بتاویل المصدر فی موضع الجر بدل من شر ای شر خلقه وقال بعضهم ما نافیة والمعنی من شر لم یخلقه وهذا فاسد لان النافیة لایتقدم علیها مافی حیزها وهذا عام ومابعده من الشرور الثلاثة تخصیص بعد التعمیم۔ الغاسق اللیل والغسق الظلمة وهذا قول الفراء وابی عبیدة وقال الزجاج الغاسق البارد وانما سمی اللیل به لانه ابرد من النهار۔ وقب من الوقوب وهو دخول ظلامه یقال وقبت الشمس اذا غابت۔ النفثت هذا قرأة الجمهور وهی جمع نفاثة علی المبالغة وقرء النافثات جمع نافثة والنفث والنفخ والعقد جمع عقدة (گرہ)۔

مقام نزول

تفسیر:......حسن بصری رحمہ اللہ وعکرمہ رحمہ اللہ وعطا رحمہ اللہ وجابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ جمہور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی قول قوی تر ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔

معوذتین قرآن کا جزو ہیں:......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اختلاف مشہور ہے وہ یہ کہ انکے نزدیک یہ دونوں اخیر کی سورتیں کلام الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل تو ہیں مگر قرآن مجید کا جزو نہیں بلکہ قرآن مجید قُلْ هُوَ اللّٰهُ پر تمام ہو جاتا ہے اور یہ دونوں سورتیں بطور تعوذ وحفاظت کے نازل ہوئی ہیں اور اسی لیے وہ ان کو اپنے قرآن میں نہیں لکھتے تھے یہ ہرگز نہیں کہ وہ ان کو کلام اللہ اور منزل من اللہ نہیں جانتے تھے جس نے ان کی نسبت یہ خیال کیا ہے یہ اس کی اس سخت غلط فہمی ہے۔

مگر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے مخالف ہیں سب نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کو غلط ٹھہرایا تھا اور جمہور کے دلائل بہت سے ہیں از اں جملہ وہ حدیث ہے کہ جس کو بخاری و احمد و نسائی وغیرہ معتبر محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کی بابت سوال کیا ابی ابن کعب نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ویسا ہی میں نے کہا یعنی ان کو بھی جبرائیل لائے ہیں اور یہ بھی قرآن کا جزء ہیں ابی کہتے ہیں کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اور دوسری حدیث صحیح اور ہے کہ جس کو مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئیں ہیں کہ جن کی مثل اب تک میں نے نہیں دیکھی تھیں یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝ و قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۝'

بعض علماء فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان کو جزو قرآن سمجھتے تھے مگر الحمد کی طرح ان کو بھی اکثر پڑھا کرتے تھے اس کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور بات بھی اصل یہی معلوم ہوتی ہے مگر اس بحث سے قرآن مجید میں تحریف کا شبہ پیش کرنا اور اپنے اوپر سے الزام تحریف اٹھانے کے لیے اس بحث کو دکھانا محض بے فہمی ہے اور کیوں کر تحریف کا الزام قائم ہو سکتا ہے جب کہ یہ سورتیں مصحف میں لکھی ہوئی تھیں اور سب صحابہ ان کو یاد رکھتے تھے نماز میں پڑھتے تھے اگر کسی وجہ خاص سے اپنی کتاب میں کسی نے نہیں لکھا تو کیا قرآن مجید سے خارج سمجھی جائیں گی یا تردد سمجھا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:......اس سورت کا سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۝ سے یہ ربط ہے کہ انسان کی نجات کا مدار اعتقاد کی درستی پر ہے اور مرنے کے بعد یہی نور روح کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے جو اس عالم میں اس کے لیے سرور ابدی کا باعث ہیں تمام و اکمال بیان کر دیا گیا ہے مگر یہ اعتقاد مراتب رکھتا ہے اصحاب الیمین کا اعتقاد راسخ ہے جو حق الیقین کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے وہ کسی کے شبہ اور دنیاوی کش مکش اور اس کی مزخرفات سے زائل نہیں ہوتا مگر اوساط اور نیچے کے طبقہ کے یہی لوگ ہیں جن کو یہ اعتقاد تقلید سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ لفظ قل اس پر دلالت کرتا ہے۔

عقیدہ میں خلل انداز یہ چند چیزیں ہیں

۱)......وہ امور جو ان کی بہیمیت کی تاریکی سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کے نور عقل کو ڈھانک لیتے ہیں پھر اس موقع میں وہی رب الفلق جو ظلمات کو دور کر کے صبح کی روشنی پھیلاتا ہے اگر دست گیری کرے تو توہمات کے گرداب سے بچ نہیں سکتا اس لیے ان امور سے پناہ مانگنے کا ذکر مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۝ میں ذکر فرمایا۔

۲)......دنیا کے تجملات اور اس کے شہوات ہیں جو انسان کے مدارک و مشاعر کی گرہوں میں ایسا منتر پھونکتے ہیں کہ اس کو دیوانہ اور احمق ہی کر ڈلتے ہیں اس کے علاوہ خیالات اور صحیح اعتقاد میں تغیر پیدا کر دیتے ہیں ان سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ میں ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۝۔

۳)......مصائب اور دنیا کے مکروہات اور اعداء کا جبر اور ایذا رسانی ہے اس سے پناہ مانگنے کا ذکر و من شر حاسد اذا حسد میں کیا۔ اب رہے اوساط سے نیچے درجہ کے لوگ ان کے ایمان و یقین میں جو چیزیں خلل انداز ہیں ان کا اور ان سے پناہ مانگنے کا ذکر سورۂ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں ہے جن کا ذکر ہم اس کی تفسیر میں کریں گے۔

فائدہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب وہ بندہ دل سے اس کی پناہ چاہتا ہے تو غیب سے اسکی حمایت ہوتی ہے اور نیز اس میں اشارہ ہے کہ

اپنے کسی کمال پر نازاں نہ ہونا چاہیے دل کی حالت بدلتے کوئی دیر نہیں لگتی اسی لیے اہل کمال ہر وقت لرزاں ہی رہا کرتے اور اس سے پناہ مانگتے تھے اور نیز پناہ مانگنا ایک عجز اور عمدہ عبادت ہے جو بندہ کے دل پر نورانی کیفیت طاری کر دینے میں عجب اثر رکھتی ہے اب ہم آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

قل کہہ دو اے محمد (ﷺ) اس لفظ کے شروع میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح وہ عقائد صحیحہ جو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں بیان ہوئے میری طرف سے نہ تھے بلکہ من جانب اللہ جو آپ اس نے اپنے اوصاف بیان فرمائے کسی دلیل و برہان منطقی اور کسی کے انکشاف سے ثابت نہ تھے جن میں غلطی کا احتمال باقی رہتا اسی طرح ان اشیاء کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا بھی اسی کا حکم ہے جو اس نے اپنے بندوں کی اندرونی حالت پر نظر کر کے ارشاد فرمایا ہے اور خلق کے جملہ حالات اور ان کے تغیرات خصوصاً جز رو مد انسانی کو جس قدر خالق جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

فلق کی تفسیر:..... اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہ میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی جو رات کی ظلمت دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے۔

فائدہ: اَلْفَلَقِ کے لغوی معنی پھاڑ چیر کر نکالنے کے ہیں زمین سے دانہ نکالنے میں بھی حق سبحانہ کو فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى کہا گیا ہے اور رات میں سے صبح کی روشنی نکالنے پر بھی یہ لفظ اس کی نسبت بولا گیا ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ اس میں اس کی قدرت و جبروت کا اظہار ہے اور ایسا ہی شخص پناہ دینے کے قابل بھی ہے اور اسی کا مرتبہ پناہ دینا اور شر سے بچانا ہے یہ تھے لغوی معنی۔

پھر مفسرین کے اس میں متعدد اقوال ہیں

جمہور کا قول یہ ہے کہ اس جگہ فلق سے مراد صبح ہے ہر چند کے وہ سب چیزوں کا رب ہے مگر صبح کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کر کے وہی نور نکالنے والا ہے۔

تاریکی کے اقسام:..... تاریکی کے چند اقسام ہیں۔

اول قسم: عدم کی تاریکی جو بڑی تاریکی ہے جس میں کچھ کسی کا نیک و بد معلوم نہیں ہوتا تھا تمام عالم اس تاریکی کی رات میں تھا اسی نے ہستی کی صبح پیدا کی اور مخلوق کو وجود کی روشنی میں لایا جس سے یہ بتایا جاتا ہے کہ وہی نیست سے ہست میں لانے والا ہے۔

دوسری قسم: جہل اور بہیمیت کی سیاہی اور حب شہوات و لذات کی رات اس میں سے صبح نکالنا فطرت اور ملکیت اور روحانیت کی روشنی پیدا کر دینا ہے اس رات میں سے وہی نور کی صبح پیدا کرتا ہے جس میں انسان نیک و بد اور غلط و صحیح میں امتیاز کرتا ہے اور حقائق صحیحہ پر قائم رہتا ہے۔

تیسری قسم: ظاہری رات کی سیاہی جس میں خبائث و شیاطین چور و قزاق موذی جانور نکلتے ہیں اور اپنا شر پھیلاتے ہیں وہی دامن شر سے صبح کا نکالنے والا ہے اور ان کو دفع کرنے والا ہے۔

شر سے پناہ:..... کاہے سے پناہ مانگنی چاہیے؟ اس کا آپ ہی بیان فرماتا ہے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے شر سے خدا تعالیٰ نے جو ہستی کا باغ لگایا ہے تو اس نے اس باغ میں سب قسم کے بوٹے لگائے ہیں میٹھے بھی کڑوے بھی خار دار بھی اور ثمر دار بھی پھر ایک مخلوق دوسری کو اپنے کام میں بھی لاتی ہے مثلاً شیر بھیڑ بکری کو کھاتا ہے یہ شیر کے لیے خیر ہے اور بکری بھیڑ کے لیے شر علی ہذا القیاس یہ ہے مخلوق کا شر پھر شر عام ہے روحانی ہو یا جسمانی روحانی شر عقائد کا فساد بری باتوں کی طرف میلان، جسمانی شر، خسارت مال اور امراض، غلبہ اعداء وغیرہ ذلک۔

شر کی قسمیں:......شر کے صدہا اقسام ہیں سماوی ارضی اختیاری بلا اختیاری دنیا کا شر آخرت کا شر قبر کا عذاب جہنم کا عذاب ان سب شروں سے اسی کی پناہ مانگنی چاہیے۔ شر بندہ کی مضرت مَا خَلَقَ جو اس نے بنایا یعنی اس کی مخلوق انسان پر دنیا میں یا مرنے کے بعد جو کچھ مضرت پہنچتی ہے جو اس کی مخلوق ہے سانپ نے ڈس لیا آگ نے جلا دیا غذا نے فساد پیدا کیا یہ سب شر ہیں بندہ کے حق میں۔ مگر بالخصوص ان تین شروں سے تو ضروری ہی پناہ مانگنی چاہیے

(۱) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴿۳﴾ اندھیرے کے شر سے جب کہ وہ پھیل جائے۔

اول تو رات کی اندھیری ہے جو محسوس ہے اور اسی لیے اکثر مفسرین نے غاسق سے مراد اندھیری رات لی ہے اندھیری رات میں موذی اور درندے جانور نکلتے ہیں ان سے اذیت پہنچتی ہے اور چور وقزاق بھی نکلتے ہیں لوگوں کو شر پہنچاتے ہیں جن وخبائث نکلتے ہیں اس لیے کہ نور سے ان کو نفرت ہے کیونکہ ان کا مادہ ظلماتی ہے ان سے بھی بنی آدم کو اذیت پہنچتی ہے۔

دوسری بہیمیت اور قوائے شیطانیہ کی اندھیری ہے معاذ اللہ جب یہ آ کر گھیر لیتی ہے تو پھر شر ہی شر ہے اس میں غصہ ہے تو وہ ہے جو نہیں کرنا چاہیے وہ کرا دیتا ہے طمع ہے تو وہ ہے جو دام میں پھنسا کر دارین کے قید خانہ میں قید کرا دیتی ہے اور شہوات وہ بلا ہے کہ الٰہی توبہ پھر ادراک وشعور میں بھی فرق آ جاتا ہے اچھے کام برے اور برے کام اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں وہ تو عقل وایمان زائل ہو جاتا ہے۔

تیسری حجابات روحانیہ کی اندھیری ہے جو واصلان محبوب پر طاری ہو جاتی ہے اور ان کو مشاہدہ سے محروم کر دیتی ہے پھر اس سے بڑھ کر ان کے لیے کیا شر ہے جو شر محض ہے ان سب شروں سے اسی کی پناہ مانگنی چاہیے جو ان سب اندھیریوں کو دور کر کے روشنی نکالتا ہے اور خدا کی صفات میں سے بالخصوص رب الفلق کو ان شرور سے پناہ مانگنے میں ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے۔

(۲) وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴿۴﴾ گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی پناہ مانگنا چاہیے نفث لغت میں پھونکنے اور دم کرنے کو کہتے ہیں نفّٰثٰت نفاثہ کی جمع ہے اور بعض قراء نے نافثات بھی پڑھا ہے وہ نافثہ کی جمع ہے نفاثہ وہ عورت جو بہت پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہو اور تاگے میں گرہیں لگاتی ہو جس کو جادوگرنی کہتے ہیں۔

سحر کے اثرات پر بحث:......مفسرین کا ایک گروہ نفاثات کو ظاہری معنی پر محمول کرتا ہے کہ جادوگرنیاں جو جادو کرتے وقت پھونک پھونک کر تاگے میں گرہیں لگاتی ہیں ان کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سحر میں اثر ہے جیسا کہ نظر میں ہے اور اس کا صدہا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے خدا پاک کی پناہ مانگنی چاہیے کہ ان کے جادو کا اثر نہ چلے ورنہ آدمی کو دیوانہ کر دیتی ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ سحر کا فی نفسہ تو کوئی اثر نہیں ہوتا نہ عقل سلیم اس کو تسلیم کرتی ہے البتہ قوت وہمیہ میں ایک اثر ضرور ہوتا ہے جب جادوگر پھونک پھونک کر تاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں تو قوت متوہمہ اس سے منفعل ہوتی ہے اور یہ وہم قوی ہو جاتا ہے کہ جادو کا اثر مجھ پر ہو گیا ہے پھر آئندہ جو کچھ افعال طبعیہ یا صحت میں تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اس وہم کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور وہم کی مضرت کی صدہا مثالیں اور بہت سی حکایتیں ہیں۔

حکایت:......نقل ہے کہ ایک عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کے بیمار کرنے کے لیے یہ کہہ دیا کہ تم نے جو آب خورے سے سوتے سے اٹھ کر پانی پیا ہے اس میں سانپ کا بچہ تھا میں نے دیکھا تھا میں اور کام میں مصروف ہو گئی اس کو مار نہ سکی افسوس تم نے وہ پانی پی لیا اب وہ پیٹ میں بڑا ہو کر کیا کرے گا؟ الغرض ایسا خیال پکوا دیا کہ اب جو پیٹ میں ریاح سے قرقر ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ سانپ کا بچہ پھرتا ہے نوبت یہاں تک پہنچی کہ نحیف وضعیف ہوتا گیا ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہر چند کہ علاج کیے جاتے تھے کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا اس

رانو سے ایک عورت واقف تھی اس نے لڑکے کے والد سے کہا اس کا علاج میرے ہاتھ میں ہے اور اس سے وہ فوراً تندرست ہو جائے گا اس نے بیمار سے کہا کہ میں اپنے منتر کے زور سے اس کو تیرے پیٹ سے نکال دوں گی ہر روز آ کر کچھ بُڑ بڑاتی اور اس پر دم کر کے جاتی ایک روز ایک سانپ کا بچہ بھی مخفی طور پر ساتھ لے آئی مریض سو رہا تھا کہ اس کو اس کے پائجامے میں آہستہ سے چھوڑ دیا اس کے کاٹنے کا اندیشہ نہ تھا کیونکہ دانت توڑ دیئے تھے زہر کی پوٹلی نکال ڈالی تھی پھر لڑکے کو فوراً بیدار کیا دیکھ کیا ہے اس نے کوئی چیز پائجامہ میں پھرتی ہوئی دیکھی گھبرا کر پائجامہ اتار پھینکا تو اس میں سانپ تھا اس عورت نے کہا دیکھ یہی تو تیرے پیٹ میں تھا جو نکل گیا ہے بیمار کو یقین ہو گیا وہ خیال جاتا رہا یوماً فیوماً تندرست ہوتا گیا۔ اس قسم کے بہت سے شعبدے دیکھنے میں آئے ہیں اور عمل مسمریزم کی تو اسی پر بنیاد ہے اور قوت وہمیہ ہر ایک شخص میں ہے خواہ نیک ہو یا بد مگر زیادہ کم علموں میں ہوتا ہے خصوصاً لڑکوں اور عورتوں میں، اس لیے ان پر وہم کی زیادہ فسوں گری چل جاتی ہے اور اس لیے جاہل اور ناشائستہ اقوام کا حال ہے اور انہیں لوگوں میں سحر اور جھاڑ منتر کا زیادہ چرچا بھی ہوتا ہے۔

پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ:...... پھر گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ انکی فسوں گری کو عقل سلیم دفع کر دیا کرے وہم و خیال فاسد اپنا سکہ جمانے نہ پائے وہم کی ظلمت طاری نہ ہونے پائے اور اسی لیے رب الفلق سے پناہ مانگی جاتی ہے کہ اے رب تو روشنی کی صبح وہم کی رات سے نکالتا ہے مجھے وہم کی اندھیریوں سے محفوظ رکھیو۔

النَّفّٰثٰتِ کی تفسیر

سوال: جادوگر تو مرد بھی ہوتے ہیں النَّفّٰثٰتِ جمع مؤنث کے صیغہ کے لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) جمہور کے قول پر تو یہ وجہ ہے کہ بیشتر یہ جادوگری بسبب کم عقلی اور دنائت طبع کے انہیں میں ہوتی ہے اور جو کوئی مرد ہو کر بھی یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی نامرد عورت ہے اور عورتوں کی جماعت میں داخل ہے۔

(۲) بعض فرماتے ہیں کہ النَّفّٰثٰتِ سے مراد نفوس ہیں سو وہ عرب کی زبان میں مؤنث ہیں تب یہ معنی ہوئے کہ نفوس انسانیہ کے اثر بد سے جو لوگوں کے دلوں کی گرہوں میں پھونکتے ہیں پناہ مانگو۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ جماعتیں مراد ہیں اور جماعت کو صیغہ مؤنث سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

(۴) النَّفّٰثٰتِ سے عورتیں مراد نہیں بلکہ اس قسم کے اور بھی الفاظ قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں جیسا کہ ذاریٰت و نشطٰت جس سے مراد خبائث ہیں جو انسان کے دل و دماغ و جگر وغیرہ اعضاء میں جن کو اصل اور استحکام کے لحاظ سے عقد کے ساتھ استعارہ اعضاء کے طور سے تعبیر کیا ہے اپنا اثر بد پھونکتے اور سکہ جماتے ہیں۔

ابو مسلم النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ مراد عورتیں ہیں مگر انکی جادوگری اور گرہوں میں پھونکنے سے ظاہری تاگوں پر پھونکنا مراد نہیں بلکہ مردوں کے ارادوں اور ان کی مستحکم راؤں میں (جن کو بطور استعارہ کے گرہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے کسی بات پر قوی ارادہ کرنے کو کہتے ہیں کہ گرہ باندھ لی) تغیر پیدا کر دیتی ہیں اور نفث استعارہ ہے ڈھیلا کر دینے سے اس لیے کہ جب گرہ کو کھولنا ہوتا ہے تو اس میں ذرا تھوک لگاتے ہیں کہ نرم ہو جائے پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ عورتوں کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے جو مردوں کی ہمتوں اور مستحکم ارادوں کو مکر کی پھونک مار کر ڈھیلا کر دیتی ہیں اور حقیقت میں عورت کی طرف مرد کو ایک طبعی کشش ہے پھر یہ مردوں پر وہ فسوں گری کرتی ہیں کہ ایک قصد کو تڑوا کر دوسری طرف لگا دیتی ہیں عورت کے جادو سے خدا کی پناہ، اس کے بنائے ہوئے سیکڑوں عاقل و فرزانہ دیوانے بن

گئے عقائد حسنہ اور اعمال صالحہ ترک کر دیئے اس کے جادو کی تاثیر کے معتزلہ اور حکمائے فرنگ بھی قائل ہیں۔ یہ شر بھی بڑا شر ہے اور اسی لیے قرآن مجید میں ایک جگہ یوں آیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ ..... الخ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ کہ تمہارے زن و فرزندوں میں سے ایسے بھی ہیں جو تمہارے دشمن ہیں ان سے بچتے رہا کرو۔

حب شہوات ولذات کے شر سے پناہ ..... الحاصل یہ کہ دوسرا شبہ جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے حب الشہوات ولذات کا شر ہے جس کا جادو انسان کے دل و دماغ اور باطنی قوتوں پر چلتا ہے اور یہ گرہیں ہیں ان میں وہ ایسا منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہیں کہ سب ڈھیلے ہو جاتے ہیں مگر وہ رَبِّ الْفَلَقِ کہ جو سیاہی میں سے روشنی نکالتا ہے اگر اپنی پناہ میں لے لے اور تائید کرے اور قوائے بہیمیہ کی تاریکی میں سے صبح نور فطرت پیدا کر دے تو کچھ غم نہیں

گر ہزاروں دام باشد ہر قدم ☆ گر تو با مائی نباشد ہیچ غم

فائدہ: اس آیت میں یا اور کسی آیت میں اس بات کا ذکر تک بھی نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر بھی کسی نے سحر کیا تھا یا نہیں؟ اور کیا تھا تو کس نے کیا تھا اور کب کیا تھا اور اس کا کیا اثر ہوا تھا؟

آنحضرت ﷺ پر سحر ہوا تھا یا نہیں؟: ..... یہ ساری بحث ایک بالائی بات ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے اکثر اہل روایت کہتے ہیں کہ مدینہ میں لبید بن اعصم یہودی نے اپنی بیٹیوں سے حضرت ﷺ پر جادو کرایا تھا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بال مبارک پر کچھ پڑھ کر اور ایک تاگے میں گرہیں لگا کر ایک کوئیں میں جو خشک تھا جس کو ذروان کہتے تھے رکھوا دیا تھا اس النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ میں اس کی لڑکیوں کی طرف اشارہ بتاتے ہیں اس سے آنحضرت ﷺ علیل ہو گئے تھے دو روز یہ حالت رہی تھی پھر جبرائیل علیہ السلام نے مطلع کیا تو حضرت علی وطلحہ رضی اللہ عنہما گئے اور اس میں سے وہ تاگا اور بال نکال کر لائے جوں جوں اس کی گرہیں کھلتی جاتی تھیں آنحضرت ﷺ کو آرام ہوتا جاتا تھا

مگر معتزلہ اور بالخصوص قاضی وغیرہ ان روایات کا صاف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے اور بے اصل روایات ہیں اور اس کے خلاف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ کفار نبی کریم ﷺ کو طعن کی راہ سے مسحور کہتے تھے یعنی جادو کیا گیا اگر یہ واقعہ صحیح مان لیا جائے تو پھر ان کا یہ طعن صحیح ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی شان رافع تھی کہ کسی کی کوئی مضرت پہنچے اس لیے کہ اللہ کا وعدہ تھا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا پھر اس حفاظت میں کون خلل انداز ہو سکتا ہے؟

فریق سابق کہتے ہیں کہ وہ (کفار) آپ کو مسحور بمعنی مجنون کہتے تھے یعنی جادو سے کسی نے ان کو دیوانہ کر دیا ہے جو ایسی باتیں کہتے ہیں اور اس قسم کے سحر سے کہ جس سے عقل و ہوش میں کچھ فرق نہ آئے ان کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تھا اور اور یہ سحر اس قسم کا نہ تھا اور لوگوں سے محفوظ رکھنے کے معنی ہیں کہ تجھے کوئی قتل نہ کر سکے گا جیسا کہ کفار ارادہ کرتے تھے یہ نہیں کہ کوئی بیماری یا جسمانی مضرت یا اور کوئی ایذا بھی نہ پہنچے گی اس لیے کہ احد کی لڑائی میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے خیبر میں یہودیہ نے بکرے کے گوشت میں ملا کر زہر دیا جس کی مضرت ہر شروع گرمی پر نمایاں ہوتی تھی پھر جب یہ امور اس حفاظت کے مخالف نہیں تو یہود کے جادو کرنے سے بیماری پیدا ہو جانا اور دو بھی چند روز کیونکر مخالف ہو سکتی ہے۔ اور سحر کا اثر نمایاں ہو جانا منافی شان نبوت نہیں اس لیے کہ یہ بحیثیت بشریت اثر نمودار ہوا تھا اور کھانے پینے سونے وغیرہ خواص بشریہ میں آپ بھی شریک بشر ہیں اور مصلحت اس میں یہ تھی کہ کفار جو آپ کو جادوگر کہتے تھے انکا گمان غلط کرنا تھا اس لیے کہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جادوگر پر کسی کا جادو نہیں چلتا۔

تعویذ اور دم کا مسئلہ

فائدہ: تعویذ لکھ کر یا کوئی کلام پڑھ کر دم کرنا دفع مرض کے لیے شرعاً کیسا ہے؟

علماء کے اس میں دو قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ مشرکین اور یہود کا دستور ہے جس کی مذمت اس آیت سے ثابت ہے اور نیز احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں جائیں گے **هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون** (متفق علیہ) کہ وہ جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ فال وشگون لیتے ہیں اور اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔

ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ زینب جو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں وہ کہتی ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرے گلے میں تاگا پڑا ہوا دیکھا تو پوچھا کیا ہے یہ؟ وہ کہتی ہیں میں نے کہا یہ تاگا پڑھا ہوا ہے (گنڈہ) تب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑ کر توڑ ڈالا اور کہا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جھاڑ اور تعویذ اور ٹوٹکا شرک ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاضرات ❶ کی بابت پوچھا آپ نے فرمایا یہ شیطانی عمل ہے۔ (رواہ ابوداود) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے داغ ❷ دلوایا جھڑوایا وہ توکل سے دور ہو گیا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

حضرت عیسیٰ بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن حکیم کے پاس گیا ان کو حمرہ ❸ تھی میں نے کہا آپ تعویذ کیوں نہیں ڈالتے؟ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو کوئی تعویذ گنڈہ لٹکائے گا تو اسی کے حوالے کیا جائے گا ❹۔

خدا تعالیٰ ہی کا توکل بس ہے:...... اکثر اہل علم کا قول ہے کہ تعویذ یا جھاڑنے میں بشرطیکہ کلمات شرک نہ ہوں اور اس میں دوا کی طرح خدا کی عطا کی ہوئی تاثیر سمجھتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں یہ جو احادیث مذکورہ بالا میں ممانعت مذکور ہے یا تو ان تعویذ اور گنڈوں اور منتروں کی بابت ہے کہ جن کو جاہلیت میں مشرکین عمل میں لاتے تھے اور ان میں غیر اللہ سے استمداد و استعانت تھی یا ان خاص لوگوں کے لیے حکم تھا کہ جن کی توکل میں شان بلند تھی اور عوام کے لیے ممنوع نہیں۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ نے جس طرح دوا میں تاثیر عطا کی ہے اسی طرح اسماء میں بھی دی ہے اس کا انکار کرنا مکابرہ ہے اور اس لیے آنحضرت ﷺ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ و قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ وغیرہ ادعیہ پڑھ کر دم کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا کیا ہے اور کلمات مبارکہ بھی لکھ کر تعویذ کے طور پر باندھے ہیں اس امر کے ثبوت کے لیے بہت سی احادیث ہیں جن کے نقل کرنے کی حاجت نہیں البتہ جو کوئی توکل کرے تو اولیٰ ہے۔

حاسد کے حسد سے پناہ:...... اب تیسرے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر فرماتا ہے وہ بھی بڑا ہی شر ہے فقال وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ اور کہہ کہ میں حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب کہ وہ حسد کرے۔

حسد کا بیان:...... حسد دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جلنا اور اس کے برباد کرنے کی کوشش کرنا اور طرح طرح کے حیلے اور تدابیر عمل میں لانا

---

❶...... اکثر عامل جنوں کو حاضر کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں ۱۲۔ ❷...... عرب میں مرض کا علاج داغ بھی تھا اس سے آپ نے منع فرمایا کہ ناحق شکل بگاڑنا ہے کیا اور کوئی دوا نہیں ۱۲۔ ❸...... حمرہ حائے مہملہ سے سرخ رنگ کے دانے نمودار ہو جاتا ایک مرض چیچک کے اقسام سے ہے جس کو سرخ بادا کہتے ہیں ۱۲۔ ❹...... یعنی اللہ تعالیٰ کی حمایت دور ہو کر بیچ تعویذ گنڈہ ہی اس کا کارساز رہ گیا جو بغیر حکم الٰہی کچھ نہیں کر سکتا ۱۲ منہ۔

اور غبطہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر اپنے لیے بھی اس کی آرزو کرنا بغیر اس کے اس کا برباد کرنا چاہتا ہو اس لیے حسد حرام ہے مگر غبطہ جائز ہے۔

دنیا میں جس قدر شر ہیں دو ہی قسم کی ہیں۔

اول وہ جو بغیر ارادہ اور کسی خاص کاوش کے پیش آتے ہیں جیسا کہ اتفاقاً آگ میں جل جانا پانی میں غرق ہو جانا۔

دوم: وہ کہ ارادہ واختیار سے سرزد ہوں جیسا کہ قتل لوٹ چوری وغیرہ اور یہ شر جو بالا رادہ سرزد ہوتا ہے حتی المقدور بچنے کی راہ بھی نہیں چھوڑتا اور بالا رادہ جس قدر شر ہیں ان کی بنیاد حسد پر ہے حاسد کے اندر جب حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لیے اپنی خرابی اور بربادی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اس لیے یہ شر بڑا شر ہے۔

اسی لیے حکماء نے کہا ہے کہ یہ وہ مرض جہاں سوز ہے کہ جس کی آگ میں پہلے حاسد جلتا ہے پہلا گناہ ہے جو عالم میں پیدا ہوا وہ ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے وہ آپ بھی برباد ہوا مگر حضرت کو بھی مبتلائے مصیبت کر ہی چھوڑا اور زمین پر جو پہلا گناہ ہوا وہ قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبی بھی برباد کی اور اس مظلوم کو بھی قتل کیا۔

اس کے شر سے خدا محفوظ رکھے یہ بدنصیب انسان کے خیالات بھی بدل ڈالتا ہے اس لیے اس سے پناہ مانگنی چاہیے تا کہ قادر مطلق اس کی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے بھی محفوظ رکھے، یہ دل میں پیدا نہ ہونے پائے، ورنہ پھر وہ سعادت جو پہلے تعلیم ہوئی تھی برباد ہو جاتی ہے یہود باجودے کہ آنحضرت ﷺ کو نبی برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ میں جل مرے سعادت سے محروم رہ گئے حاسد کو کوئی سعادت نصیب نہیں ہوتی اس کا دل ملعون ہو جاتا ہے؟

فائدہ: بعض عارفین (صوفیاء) اس سورت کی اس طرح سے تفسیر کرتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے سورۂ اخلاص میں الوہیت کی شان بیان فرمادی تو اب مخلوقات کے مراتب کی شرح کرتا ہے اس لیے کہ ظلمات عدم طاری تھے اور اس کے شر میں سب غرق تھے اس لیے اس نے ان عدم کی اندھیریوں کو پھاڑ کر نور جو نکالا اس لیے فرمایا کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ تو اس کی پناہ ہے جو اندھیریوں کو پھاڑ کر ہستی کے نور میں لایا اور ممکنات پیدا کیے۔

پھر ممکنات کی دو قسم ہیں ایک عالم بالا جس کو عالم امر کہتے ہیں ❶ ارواح وملائکہ وہاں خیر ہی خیر ہے شر نہیں۔ دوسرا عالم خلق یعنی محسوس جس میں شر بھی ہے اور خیر بھی، اس لئے اس کے بعد فرمایا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ کہ عالم خلق کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کر و اس سے پناہ مانگو۔

پھر عالم خلق یا علویات ہیں یا سفلیات ہیں علویات میں چنداں شر نہیں لیکن سفلیات میں جمادات نباتات حیوانات تین ایسی قسم ہیں کہ جن میں شر ہے اس لیے کہ جمادات میں تو کوئی قوت نفسانیہ نہیں وہ تو شر ہی شر ہے اس لیے کہ عدم ظلمت ہے اس لیے کہ سب سے اول اس کے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر کرتا ہے فقال وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ اور نباتات میں ایک قوت غاذیہ ایسی ہے جو اس کو طول وعرض و عمق میں بڑھاتی ہے اور یہی اس کی گرہ ہیں جن میں وہ قوت نباتاتیہ پھونکتی ہے۔

پھر نباتات کے شر ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس کے بعد ان کے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر فرماتا ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ

پھر حیوان میں قوائے حیوانیہ ہیں حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ اور بالخصوص شہوت اور غصہ اور طمع اور یہ سب کے سب روح کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونے اور جلال الٰہی میں مشغول ہونے سے حاسد بن کر روکتے ہیں اس لیے ان سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ میں آیا ہے

---

❶ ..... قرآن مجید کی اس آیت الا لہ الخلق والامر میں انہی دونوں عالموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝۵ـ

اب عالم سفلی میں انسان ہی باقی رہا اس لیے اس کے مراتب کا ذکر سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۝ میں کیا ہے۔(کبیر)

فائدہ: واضح ہو کہ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کو اول تو اجمالاً جملہ شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے اور پناہ بھی کس سے مانگے؟ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے جو اندھیروں میں سے روشنی نکالنے کا رب ہے اس کے بعد تین شر کو بالخصوص ذکر کیا ہے تعمیم کے بعد تخصیص کے طور پر اور وہ تین شر یہ ہیں۔

۱)......اندھیرے کا شر جب کہ پھیل پڑے خواہ رات کا اندھیرا ہو جس میں موذی چیزیں نکلتی ہیں خواہ قوت بہیمیہ کا اندھیرا جبکہ نوعقل پھر چھا جائے اور انسان کو اندھا کر دے۔

۲)......گرہوں پر پھونک مارنے والیوں کا شر عام ہے کہ تاگے کی گرہوں پر جادو منتر پڑھ کر پھونک مارنا ہو جیسا کہ ڈائنیں اور جادوگرنیاں کیا کرتی ہیں یا انسانی مدارک و مشاعر دل و دماغ کو اپنے حسن و جمال کے منتر سے بےکار کرنے والی عورتیں ہوں یا عورتوں کے سوا وہ شہوت و لذات ہوں جو انسان کے دل و دماغ کی گرہوں کو اپنے منتر سے ڈھیلا کر دیتی ہیں اور مخبوط بنا دیتی ہیں۔

۳)......حاسد کا شر خواہ کوئی انسان ہو یا اسی کے اندر کا نفس امارہ ہو جب کہ روح پر حسد کر کے اس کی ترقی کو مٹانا چاہے۔ الغرض یہ تینوں شر ایسے ہیں کہ جن میں ظلمت ہے۔

تین شر ایسے ہیں کہ ان میں ظلمت ظاہر ہے:......اول شر میں تو ظلمت ظاہر ہے دوسرے میں بھی ظلمت ہے جادوگرنیوں کے جادو سے بھی نور عقل پر قوت متوہمہ کی ظلمت طاری ہو جاتی ہے اور اسی طرح حسین عورتوں کے ناز و کرشمے بھی بہیمیت کی ظلمت پھیلا دیتے ہیں اور شہوات کی ظلمت تو اندھا ہی کر دیتی ہے۔

تیسرے شر میں بھی ظلمت ہے اس لیے کہ نفس امارہ کا حسد جب روح کے مقابلہ میں زور کرتا ہے تو ظلمات کا تلاطم ہونے لگتا ہے اور اسی طرح کوئی انسانی حاسد بھی کھڑا ہو جاتا ہے تو معاذ اللہ اندھیرا ہی مچا دیتا ہے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھاتا ہے اور خود اس کے اندر تو ظلمات کے دھوئیں اٹھتے ہیں۔

پھر ان تینوں شروں سے جو ظلمات تھے پناہ مانگنے میں خدا تعالیٰ کی صفت رب الفلق ہی مناسب تھی یعنی رب النور۔

پس ان ظلمات پر اس رب النور ہی کی مدد اور پناہ کافی ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے تا کہ وہ اپنے نور کی تجلی ڈالے وہ اندھیرا دور ہو جائے یہ کمال بلاغت ہے۔

فائدہ: یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شر کی بنیاد ظلمت پر ہے اور خیر کی نور پر اس لیے رب الفلق کو اس صفت کے ساتھ یاد کرنا اور اس سے پناہ مانگنا نور پیدا کر دیتا ہے اور اس خاصیت کا جو چاہے تجربہ کر دیکھے۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۝۲

آيَاتُهَا ٦ | (۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱) | رُكُوْعَاتُهَا ۱

سورۃ الناس مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چھے آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۞١ مَلِكِ النَّاسِ ۞٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۞٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۞٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۞٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞٦ ع

ترجمہ:...... اے نبی یوں کہا کرو کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی ① لوگوں کے بادشاہ کی ② لوگوں کے معبود کی ③ اس خطرہ ڈالنے والے پیچھے جانے والے کی بدی سے ④ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ⑤ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے ہو ⑥۔

ترکیب:...... قل اعوذ قرء الجمهور بالهمزة وقرئ بحذفها ونقل حركتها الى اللام۔ برب الناس متعلق باعوذ۔ ملک الناس عطف بيان لرب الناس قرء الجمهور ملک الناس باسقاط الالف فی ملک والملک بكسر اللام السلطان القاهر۔ اله الناس ايضا عطف بيان۔ من شر الوسواس متعلق باعوذ وهو المستعاذ منه۔ الوسواس بفتح الواو عند الفراء اسم بمعنى المسوس و بكسرها مصدر ای الوسوسة كا لزلزال بمعنى الزلزلة والوسوسة حديث النفس يقال وسوست اليه نفسه وسوسة ای حدثته حديثا واصلها الصوت الخفی ومنه الوسواس للصوت الجلی۔ الخناس نعت له مبالغة من الخنس وهو التاخر خنس يخنس اذا تأخر ومنه قوله تعالىٰ فلااقسم بالخنس قال مجاهد اذا ذكر الله خنس ای تأخر الشيطان واذا لم يذكر تقدم۔ الذی... الخ الجملة فی محل الجر على الصفة للخناس والناس بيان للخناس والوسواس وقيل متعلق بيوسوس فی صدورهم من جهة الجن والانس وقيل بدل من شر باعادة الجار وقيل حال من الضمير فی يوسوس ای يوسوس وهو من الجن والناس والجنة والجن بالكسر بمعنی واحد فی الصراح جن بالكسر پری وهو خلاف الانس الواحد منه جنی بكسرتين جنة بالكسر پریاں۔ قوله تعالىٰ من الجنة والناس۔ وديوانگی قوله تعالىٰ ام به جنة فالاسم والمصدر على صورة واحدة انتهى ملخصا والناس اصله عند سيبويه اناس فحذفت فاؤه وعند غيره لم يحذف منه الشیء واصله نوس اذا التصغير نويس والواحد منه الناسی۔

مقام نزول وشان نزول

تفسیر:...... یہ سورت بھی جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی مگر بعض کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں وہی گفتگو ہے جو سورہ فلق میں تھی اس کا شان نزول اور ربط وہی ہے جو سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞١ میں بیان کر آئے ہیں اس میں چھ آیات ہیں۔

ماقبل سورت سے ربط:...... خلاصہ اس ربط کا یہ ہے کہ اس سورت میں ان شروں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے ہیں اور ایمان کے زائل کرنے میں ان کو بڑا دخل ہے خصوصاً عامہ ایمان داروں کے لیے جس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی تین

حالت ہیں۔

انسان کی حالتیں:......اول طفولیت کا زمانہ جس کو عقل ہیولانی کا وقت کہتے ہیں اس وقت تو حضرت کو اعضائے جسمانی کے کمزور ہونے کے سبب بدیہات بھی معلوم نہیں ہوتے ماں باپ کو بھی نہیں پہچان سکتے وہاں تو محض تربیت ہی تربیت ہوتی ہے جس کا متکفل وہ خدا تعالیٰ ہے اور وہ اپنی شان ربوبیت کا کس طرح سے جلوہ دکھاتا ہے ماں کی چھاتیوں میں دودھ پیدا کرتا ہے اور اس ناداں محض کی جبلت میں دودھ کا چوسنا القا کرتا ہے ایسے زمانہ کے لحاظ سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ارشاد فرمایا اور پناہ مانگنے میں اس قدیم ربوبیت کو یاد دلایا ہے جس سے کوئی آدمی بھی محروم نہیں۔

پھر اس کے بعد نشوونما شروع ہوتے ہیں اس مرتبہ پر پہنچتا ہے کہ بدیہیات کو ترتیب دے کر نامعلوم چیزوں کو فکر ونظر سے حاصل کرنے لگتا ہے اب ایک تو یہ علمی زور حاصل ہوا دوسرے بدن کا زور اٹھتی جوانی کا نشوونما لذات وشہوات کی رغبت اس کے اوپر بادشاہ کا رنگ جما دیتی ہے اپنی اپنی ترنگ میں کسی کو خاطر میں یہ نہیں لاتا، شاہانہ مزاج پیدا ہو گیا ہے نہ آخرت کی فکر نہ کوئی مال اندیشی اس زمانہ کی آفات اور شر بھی ایسے ہیں کہ الٰہی توبہ اس زمانہ کے لحاظ سے پناہ مانگنے میں مَلِكِ النَّاسِ ارشاد فرمایا کہ تو کیا ہے اور تیرا زور علم کیا ہے شہنشاہ مطلق ہم ہیں ہمارے دیے ہوئے قویٰ کے لشکروں پر تو کیا غرور کرتا ہے ہم جب چاہیں اپنے لشکروں کو تجھ سے لے سکتے ہیں اور دوسرے لشکر بھیج کر تجھے پامال کر سکتے ہیں تو اپنے زوروں پر گھمنڈ نہ کر بلکہ تمام انسانوں کے بادشاہ سے جو بڑا زور آور ہے پناہ مانگ۔

پھر اس کے بعد جب جوانی کا خمار ٹوٹتا ہے تو اس کو ادھر اُدھر کی بھی سوجھتی ہے جیسا کہ سورۂ احقاف میں فطرت انسانی کے اس زمانے کا نقشہ کھینچا ہے وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہ جب وہ چالیس برس کو پہنچا تو کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر مبذول ہوئی ہیں شکر کروں اور وہ عمدہ کام کروں جو تجھے پسند آئیں میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیرے فرماں برداروں میں سے ہوں اور معلومات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ اس کے سینہ میں جمع ہوا اور وہ جو کمال اس میں ودیعت رکھے گئے تھے اور جن کا تخم اس کی استعداد کی زمین میں ڈالا گیا تھا اب وہ سب باہر آ گیا اور اس کو حکماء کے نزدیک عقل بالفعل کا مرتبہ اور کمال کا مرتبہ کہتے ہیں اب اس مرتبہ کمال کے لحاظ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا اِلٰهِ النَّاسِ کہ لوگوں کے معبود سے جس میں جملہ کمالات اور تمام صفات کاملہ موجود ہیں اور تیرا یہ کمال اس کے کمال کے آگے کچھ بھی نہیں، پناہ مانگ۔

وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ:......اب اپنے ان تینوں اوصاف کاملہ کو جو انسان کی عمر کے تینوں حصوں کے مناسب تھے اور اسی لیے ربوبیت ملکیت الوہیت کو الناس کی طرف مضاف کیا ہے بیان فرما کر یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم کس سے پناہ مانگنے کو کہتے ہیں اور وہ کیا ہے جن سے وہ پناہ مانگنی چاہیے وہ کون سا شر ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ کہ وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے۔ وسواس بفتح واو کے معنی ہیں وسوسہ اور خطرہ (خیال) ڈالنے والا اور بکسر واو اس کے معنی ہیں خطرہ (خیال) اور وسوسہ بہرحال خطرہ (خیال) اور وسوسہ خطرہ (خیال) اور وسوسہ ڈالنے والا ہو اس کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔

پروردگار عالم:......اور دل سے کہنا چاہیے کہ الٰہی تو ربِّ النَّاسِ ہے سب کی پرورش اور تربیت تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو مَلِكِ النَّاسِ لوگوں کا بادشاہ ہے سب تیری رعیت ہیں سب پر تیرا زور چلتا ہے (پرورش کرنے والا کبھی بادشاہ نہیں بھی ہوتا جیسا کہ ماں باپ اور آقا یا عزیز واقارب پرورش کرتے ہیں مگر بادشاہ نہیں، سب پر زور نہیں، مخالف کے زور اور اس کے شر کو نہیں روک سکتے) مگر تو پرورش

کرنے والا بھی ہے تجھ کو یہ فوقیت ہے۔

اور بادشاہ بھی کیسا کہ بادشاہ؟ اِلٰهِ النَّاسِ تو لوگوں کا خدا بھی ہے بادشاہ کو اختیارات شاہی حاصل ہوتے ہیں نہ کہ اختیار خدائی وہاں وہ بھی اوروں کی طرح مجبور ہوتا ہے موت اور بلائے آسمانی اور قضاء وقدر کے احکام میں اس کی کچھ بھی نہیں چلتی مگر تو تو خدا بھی ہے تیرے زور اور تیری قدرت کے کرشموں کو کسی انسان کی عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ تجھ میں بے انتہا طاقتیں ہیں تو جیسا کہ تو نے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں آپ بتلایا ہے ازلی ہے، ابدی ہے، یکتا ہے صمد ہے، یعنی بے نیاز ہے کسی کا کسی کام میں محتاج نہیں، سب تیرے ہی محتاج ہیں مجھ کو وَسْوَاس یعنی وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے محفوظ رکھ میں تیری پناہ میں آتا ہوں، تجھ سے پناہ چاہتا ہوں، تو پناہ دے میں تیرا پرورش کردہ ہوں، تیری رعیت ومحکوم ہوں، تیرا بندہ ہوں، ابتدائے آفرینش سے اب تک، اور آئندہ بھی تیری ہی عنایات کا خوگر ہوں، میرے کئی واسطے تجھ سے ہیں تو ہمیشہ کا کرم گستر ہے میں موروثی خانہ زاد اور رعیت ہوں۔

وسوسہ ڈالنے والا کون:...... پھر وہ وسوسہ ڈالنے والا کون ہے جس کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے؟ اور پناہ مانگنے کا آپ ہی اپنی رحمت سے حکم دیتا ہے جس پر قبولیت کا اشارہ ہے اس کو آپ ہی بیان فرماتا ہے الْخَنَّاسِ وہ وسوسہ ڈال کر ہٹ جانے والا چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے خنوس پیچھے ہٹنا کام کر کے سٹک جانا جیسا کہ چوروں بدمعاشوں کی عادت ہوتی ہے خرمن ایمان میں چنگاری ڈال دی اور چل دیئے۔

پھر اور بھی توضیح کرتا ہے کہ وہ وسواس کیا کیا کرتا ہے الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اور بدخطرہ اور ناپاک خیال ڈالا کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ وہ آخر ہے کون مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ وہ جن ہے ابلیس اور اس کی ذریت جن کو قلوب بنی آدم تک رسائی ہے اور وہ طرح طرح کے وسوسے ڈالا کرتے ہیں اور انہیں پر موقوف نہیں آدمی بھی ایسے ہیں جو ایمان میں یا نیک کام میں یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا کرتے ہیں کہیں طمع کار تقریر سے، کہیں پر افسوں تحریر سے، کہیں ناصح مشفق بن کر، کبھی پیر ومرشد بن کر، فقیری کا لباس پہن کر الغرض ہزاروں بہروپ بدل کر انسانی شیطان ایسے کام کرتے ہیں جن کی نسبت مولانا روم مثنوی رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں

اے بسا ابلیس آدم روے ہست ☆ پس بہر دستے نباید داد دست

انسانی خناس کے وسواس کی توضیح:...... ان انسانی شیطانوں کا ہر وقت اور ہر زمانہ میں ظہور ہوا ہے خصوصاً اس اخیر زمانے میں کہ جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے پہلے دی تھی بہت کچھ زور ہے۔ ایمان کا تھامنا آج کل ایسا مشکل ہے کہ جیسے ہاتھ میں انگارے کا تھامنا۔

ایک طرف تو غیر مذاہب کے واعظ اس آزادی کے زمانے میں ایسے نکل پڑے کہ جیسے برسات میں حشرات الارض کہیں پادری اور ان کے کاسہ لیس ہیں جو طرح طرح سے دام تزویر پھیلاتے ہیں وعظ اور خطرات (خیالات) ڈالنے والی کتابوں کی تصنیف اور اخبارات ورسائل کی اشاعت پر بس نہ کر کے مدارس بھی قائم کر دیئے۔ پھر عورتوں کے دلوں میں اپنے زہریلے تخم بونے کی کوشش میں بھی کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے، سادہ لوح ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اپنی مستورات کو بھی تختہ مشق بنانے کے لیے ان کے حوالے کیے دیتے ہیں کہیں یتیم خانے بنا کر مصیبت زدوں کے بچوں کو شکار کرتے ہیں اور روٹی کھلا کر ان کا ایمان چھین لیتے ہیں، کہیں شفاخانے بنا رکھے ہیں خیراتی اور رفاہ کے کاموں کی آڑ میں ایمان سے برگشتہ کرتے ہیں۔

پھر مدارس میں بھی الحاد کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس کو نیو سائنس بتایا جاتا ہے اور کس کس پیرایہ سے ایمان واسلام اور اس کے ارکان

وشعائر کی توہین کی جاتی ہے، قہقہے اڑائے جاتے ہیں، پھر ان کے خوشامدی اور کاسہ لیسی جو نئے فلسفے کے شیدائیں بہ لباس اسلام لوگوں کو ملحد و دہریہ بنا رہے ہیں، کہیں معراج کا انکار، کہیں خرق عادات کا انکار، معجزات انبیاء کرام علیہم السلام پر تمسخر ان کی برکات نفوس مقدسہ پر مضحکے۔

بدکاری کے اسباب:...... پھر عام بدکاری کے اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ جن سے بچنا مشکل شراب کا دریا، رواں فاحشہ عورتوں اور برہنہ تصاویر اور لہو ولعب اور طرح طرح کے باجے اور تھیٹر اور تماشے ایسے نکل پڑے کہ جن سے کوئی شہر اور کوئی محلہ خالی نہ ہو گا دواؤں میں شراب، کھانوں میں شراب۔ پھر قانون نے شریعت کو درہم برہم کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لوگوں سے شریعت چھڑوا کر رسم ورواج کی پابندی کا پروانہ دے دیا۔ پھر سود اور اس کے معاملات سے نہ بچ سکے پھر ان کے خوشامدی ان باتوں کے جواز میں اپنی ملمع کار تقریروں لکچروں میں کیا کیا کاری گریاں کرتے ہیں ❶ کہ اس کو دیکھ کر بے چارہ شیطان بھی ششدر رہ جاتا ہو تو تعجب نہیں شاگرد رشید استاد سے بھی سبقت لے گئے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

پھر ان کی دیکھا دیکھی وہ مذاہب بھی اٹھ کھڑے ہوئے کہ جن کی بدبو سے دنیا سڑ گئی تھی اور اب تک سڑ رہی ہے پھر وہ سیاہ باطن نئی روشنی کی خوشبو میں مل مل کر اس ناپاکی کو کیسا عطر بنا کر دکھا رہے ہیں اور اسلام اور اس کے ہادی کے پرنور چہرے پر کیسے کیسے بدنما دھبے لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلام کی فرضی تصویر دکھا کر اس کا چہرہ بگاڑ کر دکھاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو گھن آ جائے ان کے خطرات ووساوس کی شرح کروں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔

پھر خود اسلامیوں میں جو زمانہ کے اثر بد سے لوگوں نے کجیاں پیدا کر کے ان کا نام اسلام اور سنت رکھا ہے اور پھر ان کے مولویوں اور درویشوں نے جو وساوس پیدا کر کے عامہ مسلمانوں کو راہ راست محمدی میں ٹھوکریں کھلائیں اور کھلا رہے ہیں خدا تعالیٰ ان سے بھی محفوظ رکھے۔

جنات کے شر سے پناہ:...... یہ ہے انسانی خناسوں کے وساوس کی تفسیر جن کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے اب میں کسی قدر شر الجنہ کی بھی تفسیر کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ انسان کے اندر خون کی طرح شیطان پھرتا ہے۔ (متفق علیہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان سے شیطان پوچھتا ہے کہ یہ چیز کس نے بنائی اور یہ کس نے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پھر جب یہ نوبت پہنچے تو کہہ دینا چاہیے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا بھی ابن آدم کے دل پر گزر ہوتا ہے اور فرشتہ کا بھی، شیطان کے گزر سے شر پر آمادگی اور حق کی تکذیب پر تحریک ہوتی ہے اور فرشتے کے گزرنے سے نیک کام کرنے اور حق کی تصدیق کرنے کی تحریک ہوتی ہے پھر جس کو یہ بات نصیب ہو تو اللہ کا شکر کرے اور جس کو پہلی بات پیدا ہو تو شیطان مردود سے پناہ مانگے۔ (رواہ الترمذی)

اور یہ ممکن ہے اس لیے کہ فرشتے اور اسی طرح شیطان جسم لطیف رکھتا ہے سو ان کا انسان کے مجاری دم میں مداخلت کرنا کچھ بھی مشکل نہیں اس لیے دل پر دریا کی طرح موجیں اٹھا کرتی ہیں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدی کی طرف دل میں از خود خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کا

---

❶......سود کے جوز کے لیے کبھی تو یہ تقریر ہے کہ سود عرب کے مفلس لوگوں کی دستریتک محدود تھا کیونکہ غریب آمیوں کی ضرورت پر قرض دے کر ان سے سوایا ڈیوڑھا لینا انسانی مروت کے خلاف تھا مگر شاہی بنکوں سے منافع لینے میں یہ بات نہیں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ سود کا مسئلہ شارع نے ناتمام چھوڑ دیا ہے یہ قیود جو لگائی ہیں تو فقہاء نے فرصت میں بیٹھ کر لگائی ہیں۔ اسلام کے وسیع دائرہ معاش کو تنگ کر دیا ہے کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ ہندوستان دالحرب ہے یہاں سود لینا درست ہے مگر دار الحرب کے معنی پوچھے جاتے ہیں تو حکام وقت کے ڈر سے چپ ہو جاتے ہیں اس لیے کہ دار الحرب کے پھر و احکام بھی تو ہیں کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ سود جو ربوا کا ترجمہ ہے خاص قرض دینے میں ہے باقی تجارت اور ہنڈی بٹے اور نوٹوں کے منافع سے اس کا کچھ تعلق نہیں ۱۲ منہ۔

محرک نیک کاموں میں فرشتہ کا الہام ہوتا ہے اور بد کاموں میں خطرہ شیطانی ہوتا ہے پھر جو اس خطرہ شیطانی پر جم گیا برباد ہوا۔

اصل مادہ اس شیطانی اور ملکی گزرگاہ کا انسان کے قوائے بہیمیہ ملکیہ کا ہیجان ہے اسی لیے بعض نے غلط فہمی سے صرف مادہ کو شیطانی اور فرشتہ سمجھ کر شیطان اور فرشتہ کے وجود کا مستقل انکار کر دیا یہ بھی ایک شیطانی خطرہ ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کے اندر قوت وہمیہ بھی ایک بڑا شیطان ہے وہ اس کو کچھ دکھا دیتی ہے اور اس کے علوم و معارف حقہ میں فرق ڈال دیتی ہے جس قدر گمراہ فرقے ہیں اسی قوت وہمیہ کے مارے ہوئے ہیں اس لیے اس سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا جس سے اشارہ ہے کہ اپنے علوم و معارف حق پر جو تم کو مشکوۃ نبوت سے پہنچے ہیں مستقیم اور ثابت قدم رہو خیالات کے گھوڑے دوڑا کر ہلاکت کی گھاٹی اور خسران کے گڑھے میں نہ گرو۔

سوال: سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ میں رَبِّ الْفَلَقِ ایک صفت ذکر کر کے تین چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر تھا اور اس سورت میں تین صفات کو ذکر کر کے ایک چیز سے پناہ مانگنے کا فرمایا وہ کیا؟ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۬ الْخَنَّاسِ اس میں کیا مصلحت ہے؟

جواب: ایک تو یہ کہ اس میں جسمانی شروں سے پناہ مانگی گئی تھی جس کے لیے ایک صفت رَبِّ الْفَلَقِ کافی تھی لیکن اس سورت میں روحانی اور دینی شر سے پناہ مانگی گئی ہے اس لیے کہ اس کے لیے تین صفات رب کا ذکر کرنا مناسب ہوا تا کہ معلوم ہو کہ دینی شر بڑا شر ہے اس لیے اس سے پناہ مانگنے میں خدا پاک کے تین اوصاف بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ کا ذکر کرنا مناسب ہوا۔

دوسرا یہ کہ اس سورت میں ان تین شروں سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو اعلیٰ اور اوسط کو لاحق ہوتے ہیں مگر اس سورت میں اس شر سے بچنے کا حکم ہے جو عوام کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جو نہایت کمزور ہوتے ہیں اس لیے ان کو خدا تعالیٰ کے یہ تین وصف محافظ عطا کیے گئے کہ ان صفات عالیہ کے ذریعہ سے شر شیطانی سے پناہ مانگو۔

فائدہ ۲: بعض مفسرین نے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ کا بیان اس کو قرار دیا ہے جو یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ میں مذکور تھا تب یہ معنی ہوں گے کہ وہ خناس جو جنوں اور آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے اس کے شر سے پناہ مانگو۔ یہ بات تو ٹھیک ہے اس لیے کہ جس طرح نیک و بد خطرات انسانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ بھی انسان کی طرح مکلف اور مامور ہیں ان میں بھی نیک اور بد ہیں ان کے دلوں تک بھی جس طرح فرشتہ ملہم خیر کا گزر ہوتا ہے اسی طرح خنّاس ملہم شر کا بھی گزر ہوتا ہے ان میں بھی مؤمن اور کافر ہیں چونکہ آنحضرت ﷺ اس قوم کے لیے بھی نبی ہیں اس لیے اس قوم کے ایمان داروں کو بھی پناہ مانگنا سکھایا ہے۔

مگر یہ کلام باقی رہے گا کہ ناس کا اطلاق کیا جن پر بھی ہوتا ہے جس کے بیان میں مِنَ الْجِنَّةِ واقع ہوا ہے اکثر کہتے ہیں کہ ناس کا اطلاق انسان ہی پر ہوتا ہے نہ کہ جن پر۔ بعض فرماتے ہیں کہ جن پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ رجال کا اطلاق سورۂ جن میں جنوں پر بھی ہوا ہے فرمایا یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ۔

فائدہ ۳ سوال: اس سورت میں خدا پاک کے تین اوصاف مذکور ہوئے اگرچہ وہ بندے کی تو تینوں حالتوں کے مناسب ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا مگر وسواس خناس سے ان تینوں صفات کو کیا اثر پہنچتا ہے؟

جواب: ضرور پہنچتا ہے اس لیے کہ جس کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے وہ وسواس خناس ہے چونکہ اس میں لطافت بھی ہے جو دلوں تک پہنچتا ہے اور بدن انسان میں خون کی طرح دورہ کرتا ہے اور پھر کلام کر کے چل دیتا ہے وہ قزاق ہر ایک کے قابو میں نہیں آتا اور جو پکڑا جائے تو اس کو سزا بھی ہر ایک نہیں دے سکتا اس لیے اس کے شر سے پناہ مانگنے میں باری تعالیٰ کی صفات میں سے وہ تین صفات اختیار کی گئیں جو اس کے لیے کافی ہوں رَبِّ النَّاسِ میں لطافت رب کی طرف اشارہ ہے اور پاسبانی کی طرف بھی اس لیے کہ رب وہ ذات ہے جس میں جمیع

صفات کمال ہیں اور منجملہ ان کے لطافت علم وخبر بھی ہے جس کے بغیر ظاہری و باطنی تربیت ممکن نہیں وہ خناس جب کبھی دل میں آئے گا تو اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا اور تربیت کا مقتضی ہے کہ باطن کو بھی شر سے محفوظ رکھے اس لیے کہ پہرے دار بھی خاصان خدا کے ارد گرد رہا کرتے ہیں یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اور اس قزاق کی گرفتاری کے لیے مَلِكِ النَّاسِ کی صفت مذکور ہوئی اس لیے کہ شاہان عالیشان بڑے بڑے چوروں اور قزاقوں کو بس میں کرلیا کرتے ہیں اور پھر قابو کرنے کے بعد سزا دینے کے لیے اِلٰهِ النَّاسِ کی صفت کا اظہار فرمایا خدائی سے بڑھ کر پھر اور کوئی مرتبہ ہی نہیں سب کو اعمال کی جزا اور سزا دینا اسی کی شاہنشاہی اور خدائی مقتضی ہے۔

فائدہ ۴: سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پناہ گمراہی اور حجابات حاجزہ سے مانگی گئی تھی جس کے غالباً تین سبب ہوا کرتے ہیں کبھی قوت وہمیہ اور بہیت کا غلبہ اور کبھی لذات وشہوات کی رغبت جس کی طرف وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ میں اشارہ تھا اور کبھی قوائے ملکوتیہ کا دب جانا اور عوارض ہیولانیہ واسباب ظلمانیہ کا غلبہ پانا جس کی طرف وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں بھی اشارہ تھا اس لیے استعاذہ میں خدا تعالیٰ کی صفت رَبِّ الْفَلَقِ کا ذکر کیا جو تنویر کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس سورت میں شیطانی وسواس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے اور شیطان کا استیلاء انسانیت پر پورا ہو جاتا ہے جو طرح طرح سے تجلیات باطلہ اور اشکال مختلفہ میں ظہور کرتا ہے اس لیے اس سے استعاذہ کرنے میں تین صفات جبروت ذکر ہوئیں ربوبیت، ملکیت اور الوہیت کہ جن کے استیلاء کی صورت میں شیطانی استیلا کو جگہ نہیں ملتی۔

فائدہ ۵: قرآن کی ابتداء وصف ربوبیت سے تھی یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا تھا اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا یعنی اِلٰهِ النَّاسِ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اسی کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔ و له الحمد ظاهرا و باطنا۔

بتاریخ ۴ شعبان ۱۳۱۴ھ بوقت صبح بمقام دہلی کتاب تمام ہوئی

الحمد للہ سورۃ الناس کے ساتھ تیسواں پارہ مکمل ہوا

جغرافیہ العرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی!

ہم نے تفسیر میں عرب کا جغرافیہ اور تاریخ بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کا پورا کرنا اس لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو واقعات گزشتہ بطور عبرت بیان ہوئے ان کی پوری کیفیت ذہن نشین نہیں ہوتی جب تک کہ جس زمین پر وہ گزرے ہیں اس کا صحیح حال معلوم نہ ہو جائے اور احادیث اور فن سیرت میں اور نیز فقہ میں جہاں عشری اور خراجی زمین کا بیان ہوتا ہے وہاں بھی بغیر جغرافیہ جانے اچھی طرح سے حال معلوم نہیں ہوتا اور استاد وشاگرد دونوں پر جہالت کا پردہ پڑا رہتا ہے اور ہمارے معاصرین علماء کو اس طرف کچھ بھی توجہ نہیں اس لئے جو غلط بیانیاں ان سے سرزد ہوتی ہیں وہ ان مدارس کے لڑکوں کو جو فن جغرافیہ وتاریخ کے ماہر ہیں مضحکہ کرنے کا موقع دیتی ہیں اور اسی طرح تاریخ عرب نہ جاننے سے بڑی بڑی پرخطر گھاٹیوں میں گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بہت سی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور اسی لیے اکثر تفاسیر موجودہ میں ان فنون سے بے خبر مفسروں نے سخت غلطیاں کھائی ہیں جو ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔ ہم قدیم اور جدید جغرافیوں کو آگے رکھ کر عرب کا جغرافیہ اور مختصر تاریخ اور اسی طرح عراق اور جزیرہ اور شام اور کنعان اور ایشیائے کوچک کا بھی مختصر سا حال لکھتے ہیں کیونکہ اسلامی کتابوں میں ان ملکوں اور ان کے شہروں کا بھی ذکر آتا ہے۔

من کتاب المسالک والممالک لابی اسحق ابراھیم ابن محمد الفارسی الاصطخری المعروف بالکرخی المتوفی فی القرن الرابع الھجری۔ (طبع بریل لیڈن ۱۸۷۰ء)

ملک عرب ایک مستطیل زمین ہے جس کو بحر فارس مقام عبادان سے کہ جہاں دجلہ نہر آ کر ملتی ہے احاطہ کرتا ہے اور پھر بحرین شہر کو احاطہ کرتے ہوئے شہر عمان تک پہنچتا ہے پھر سواحلِ مَہرہ وحضرموت کو احاطہ کر کے عدن کی طرف مڑتا ہے پھر شمال کے رخ ایک کھاڑی بن کر چلتا ہے اور جدہ تک پہنچتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہے یہاں تک کہ جار و مدین تک جاتا ہے اور وہاں سے بھی گزر کر اس کھاڑی کی کہ جس کو بحر قلزم کہتے ہیں دو شاخوں میں سے ایک اَیلہ پر تمام ہو جاتی ہے اور دوسری شاخ توران اور جبیلات سے ہو کر قلزم پر تمام ہو جاتی ہے اور اسی لیے اس کو بحرِ قلزم کہتے ہیں یہ عرب کی شرقی اور جنوبی اور کسی قدر غربی حدود ہیں۔

پھر حد عرب ایلہ سے شروع ہوتی ہے اور شہر قوم لوط ❶ اور جھیل مردار سے (اسکو بحیرہ زغر بھی کہتے ہیں) ہوتی ہوئی شراۃ وبلقا کو طے کر کے جو علاقہ فلسطین سے ہیں اَذرعات اور حواران اور بثنیہ وغوطہ کے پاس سے گزر کر جو علاقہ دمشق سے ہیں تدمُر وسلمیہ کے قریب سے گزرتی ہوئی جو علاقہ حمص سے ہیں پھر خناصِرہ اور بالس کو طے کرتی ہوئی جو قنسرین کے علاقہ میں ہیں فرات ندی تک جا ملتی ہے پھر یہاں سے اس شمالی وشرقی حد کو دریائے فُرات تمام کرتا ہے جب کہ وہ رقّہ اور قَرقیسا اور رَحبہ اور دالیہ اور عانہ اور حدیثہ اور ہیت اور انبار کے پاس سے گزرتا ہے اور پھر یہ حدِ کوفہ کے پاس سے ہو کر فرات کے دہانوں پر تمام ہو جاتی ہے۔

پھر وہاں سے یہ حد یوں چلے گی کہ اس کو کوفہ شہر کے نواح سے لو اور حیرہ اور خورنق کو لیتے ہوئے واسط تک پہنچا دو اور یہاں ایک منزل

---

❶..... یعنی سدوم۔

تک دریائے دجلہ کے دہانے پھیلتے ہیں پھر وہاں سے بصرہ شہر کے نواح کو لے کر عباوان تک ملا دو۔

یہ ہے دیار عرب کا محیط اور حدود اربعہ پس عباداں سے لے کر ایلہ تک جو بحر فارس و بحر ہند و بحر قلزم پر محیط ہے یہ تین ربع عرب کو شامل ہے جس میں تمام شرقی اور تمام جنوبی اور کچھ غربی حد آ گئی ہے اور اب کچھ غربی اور تمام شمالی جو باقی رہی تو وہ ایلہ سے لے کر بالس تک اور وہاں سے عباداں تک شمالی حد ہے اور بالس سے انبار کے بھی آگے تک جزیرہ کی حد جنوبی ملتی ہے اور انبار سے لے کر عباداں تک عراق عرب کی جنوبی حد ملتی ہے اور ایلہ کے قریب سے ایک بیابان عرب سے ملحق ہوتا ہے غربی و شمالی حد کو تیہ بنی اسرائیل کہتے ہیں یعنی وہ بیابان جس میں چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرے یہ بیابان عرب میں داخل نہیں اور یہ عمالیق اور یونانیوں کی سرزمین اور قبطیوں کی سرزمین کے درمیان واقع ہے انہیں اقوام سے بنی اسرائیل کو ان دنوں میں لڑائیاں پڑی تھیں اس تیہ بنی اسرائیل میں نہ عربوں کی چراگاہیں ہیں اور نہ ان کے پانی ہیں۔

اور اسی طرح ملک جزیرہ ❶ بھی عرب میں شامل نہیں ہر چند اس میں ربیعہ و مضر کے بعض قبائل آباد ہیں جیسے تغلب ربیعہ اور اسی طرح یمن کے قبائل شام میں آباد ہو گئے تھے اور وہ بھی قیصر روم کے تابع تھے اور مذہب عیسائی رکھتے تھے اور جیسا کہ تنوخ اور غسان اور بہراء اور جنوب عرب و عراق میں اکثر عرب پارسی مذہب رکھتے تھے اور شاہان ایران کے مطیع تھے اور یمن میں بھی ایرانیوں کی حکومت تھی۔

عرب ❷ کی تقسیم

حد سرین سے کر کوہ یلملم کے بیابانوں تک اور پھر طائف سے لے کر سید ھا نجد یمن تک اور ادھر شرق میں بحر فارس تک اس بڑے حصہ کو جو تمام عرب سے تقریباً دو تہائی ہے ملک یمن کہتے ہیں جو پیداوار ی اور آبادی کے لحاظ سے اور حصوں سے اچھا ہے قدیم زمانہ میں

---

❶ ...... ملک جزیرہ وہ ملک ہے جو دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے درمیان واقع ہے یعنی میان دو آب فرات و دجلہ یہ بڑا شاداب اور آباد ملک ہے اور عراق عرب جزیرہ سے ملا ہوا ہے وہ بھی آباد ہے عرب کے ملحقات میں سے ہے نہ کہ عرب ۱۲ منہ۔ ❷ ...... شرح اس کی یہ ہے کہ عرب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) یمن میں عرب کا جنوبی حصہ، اس کا حدود اربعہ یہ ہیں غرب میں قلزم و جنوبی تہامہ شرق میں بحر فارس جنوب میں بحر عرب شمال میں حدود نجد و یمامہ وغیرہ اور اس کو یمن اس لیے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے والے کے یہ بجانب دست یمن دائیں ہاتھ واقع ہے اسکے اضلاع یہ ہیں حضرموت، عمان، نجران۔ (۲) نجد اس کے معنی ہیں بلند زمین کے چوں کہ یہ سطح مرتفع ہے اس لیے اس کو نجد کہتے ہیں اس کے حدود یہ ہیں غرب میں حجاز و تہامہ جنوب میں یمامہ و یمن شمال میں فرات شرق میں عراق عرب، یہ حصہ زرخیز ہے شعراء نے اس کی بہت مدح کی ہے چنانچہ قیس بن ملوح شاعر کہتا ہے

لمتع من شميم عرار نجد ☆ فما بعد العشية من عرار

دوسرا شاعر کہتا ہے

سقى الله نجدا والسلام على نجد ☆ ويا حبذا نجد على القرب و البعد

حرب البسوس عرب کی خوں خوار جنگ باہمی اسی ملک میں واقع ہوئی ہے جو کلیب اور وائل بن ربیعہ کی خوں خوار جنگ تھی اور جبل عکاد بھی اسی ملک میں ہے جہاں اب تک وہی قدیم عربی زبان فصاحت سے بولی جاتی ہے یہاں کا گھوڑا اور اونٹ ضرب المثل ہے۔ (۳) تہامہ یہ عرب کا ایک غربی مستطیل ٹکڑا ہے اس کے غرب میں بحر احمر جنوب میں یمن کا ایک حصہ شمال میں حجاز شرق میں نجد و یمن یہاں کی رات خوش گوار مشہور ہے یہ حصہ ریگستان ہے اور چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ (۴) یمامہ یہ عرب کے شرقی ٹکڑے کا نام ہے اس کے غرب میں تہامہ شرق میں بحر فارس وغیرہ جنوب میں یمن شمال میں نجد اور اس کو عروض بھی کہتے ہیں یہاں کے گیہوں اور کھجور مشہور ہیں۔ (۵) حجاز یہ بھی ایک مستطیل ٹکڑا ہے عرب کے غربی حصہ میں اس کے غرب میں بحر قلزم ہے غربی حد جنوب کے رخ ملک یمامہ اور شمالی رخ ایلہ اس کے شرق میں نجد یمامہ ہے اور جنوب میں تہامہ ہے اور یمن حجاز کے معنی ہیں پردے کے چونکہ یہ ملک ایک سمت سے تہامہ اور نجد کے درمیان ہے اس لیے اس کو حجاز کہتے ہیں مکہ مدینہ جدہ وغیرہ شہر اسی متبرک ٹکڑے میں واقع ہیں۔ یہ ٹکڑا ریگستانی اور پہاڑی ہے کھیتی باغ بہت کم ہیں ندی نالے چشمے بھی نہیں مگر رسالت کا چشمہ یہیں سے جاری ہوا جس نے دنیا کو سیراب کر دیا ۱۲ منہ)۔

اسی سرزمین میں بڑے بڑے نام نہاد بادشاہ اٹھے ہیں قوم حمیر اور شاہان تبع اور قوم عاد کا یہی ملک ہے ان شاہان سابقہ نے تمام عرب ہی پر حکومت نہیں کی ہے بلکہ مصر اور عمان اور وہاں سے گزر کر اور ممالک پر بھی فتوحات حاصل کی تھیں بلقیس بادشاہ زادی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک شام میں حاضر ہوئی تھی اسی ملک کی فرماں روا تھی۔

سرّ ین سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے تخمیناً مدین تک طول میں اور عرض میں شرقی سمت میں حجر سے لے کر جبل طے تک یمامہ سے گزرتے ہوئے بحر قلزم تک اس ٹکڑے کا نام حجاز ہے مکہ مدینہ جدہ وغیرہ اسی ملک کے شہر ہیں۔

حد یمامہ سے لے کر مدینہ کے قریب تک بصرہ کے بیابانوں سمیت اور بحرین سمیت بحر فارس تک کا حصہ کا نام نجد ہے۔

اور عباداان سے لے کر انبار اور نجد اور حجاز تک کہ جس میں اسد اور تمام قبائل مضر ہیں بادیہ عراق کہلاتا ہے۔

حد انبار سے لے کر بالس تک ملک شام کی جانب کہ جس میں تیاء اور میدان خساف ہے وادی القری اور حجر تک کو بادیہ جزیرہ کہتے ہیں۔

اور بالس سے لے کر ایلہ تک حجاز کے رخ سمندر کے کنارہ تک تبوک کے سامنے کے حصے کو دیار طے تک بادیہ شام کہتے ہیں۔

بعض علماء مکہ کو تہامہ یمن میں اور مدینہ کو نجد میں قرب کی وجہ سے شمار کرتے ہیں اور تہامہ کو یمن کا غربی و جنوبی حصہ سمجھتے ہیں۔

ملک عرب:.....ملک عرب ۱۲ درجہ سے لے کر ۲۵ تک عرض شمالی اور ۳۳ درجہ سے لے کر ۵۹ تک طول شرقی ہے اور زیادہ سے زیادہ عرض اس ملک کا ۱۱۵۰ میل ہے اور طول زیادہ سے زیادہ ۱۴۰۰ سو میل ہے جغرافیہ کے میلوں سے اور رقبہ اس کا تخمیناً گیارہ لاکھ میل مربع ہے اور باشندے یہاں کے دو کروڑ ❶ سے زائد ہیں مذہب ان کا اسلام ہے اور زبان عربی ہے۔

آدمی اس ملک میں ہر قسم کی رنگت اور قد و قامت کے ہوتے ہیں سیاہ فام بھی گندم گوں بھی اور شمالی عرب کے سرخ و سفید بھی طبعاً بہادر اور مہمان نواز ذکی الطبع غیور، عفیف ہوتے ہیں مگر غصہ دار اور ہٹیلے بھی ہوتے ہیں یہ لوگ لڑائی اور شکار سے بہت رغبت رکھتے ہیں تجارت کو عمدہ سمجھتے ہیں اور عمدہ زمین کے عرب کھیتی اور نخلستان کی تربیت کو بہت پسند کرتے ہیں صنعت و حرفت کم ہے یہ ملک اکثر ریگستان ہے جہاں کھیتی اور باغ اور نہریں اور چشمے کچھ نہیں قدرے گھاس ہوتی ہے جو ان کے مواشی کو کافی ہو جاتی ہے اور ایسے بھی قطعات ہیں جہاں ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے اور ہر قسم کے درخت اور چھوٹے چھوٹے چشمے بھی ہیں مگر تمام ملک میں ایسی کوئی ندی یا نہر نہیں جسمیں کشتیوں کی آمد و رفت ہو اور بارہ مہینے جاری رہتی ہو اگر دجلہ و فرات کو عرب سے خارج کر دیا جائے۔

عرب میں پہاڑ بھی بہ کثرت ہیں بیشتر تو سیاہ اور خشک پہاڑ ہیں جہاں چشمے اور شادابی اور درخت بہت ہی کم ہیں از انجملہ کوہ شراۃ کا سلسلہ ہے جو ایلہ تک پہنچ کر عقبہ سے گزرتا ہوا بحر احمر کے کناروں تک جا ملتا ہے کہیں سے چالیس میل اور کہیں سے اسی میل ہے پھر یہ سلسلہ مشرق کی طرف موڑ کھاتا ہے یمن کو عبور کرتا ہے فارس سے آملتا ہے پھر وہاں سے بحرین کو طے کرتا ہوا فرات سے عمان کے دہانوں پر منتہی ہوتا ہے۔

اور مدینہ کے شرق میں کوہ طے کے دو سلسلے ہیں جن کو آجا اور سلمی کہتے ہیں یہ کوفہ سے مکہ آنے والوں کو ملتے ہیں۔

اور عرب کو جو جنوباً شمالاً تقسیم کرتا ہے وہ کوہ عارض ہے۔ اس کی جنوبی حد بلاد یمن میں سے جعدہ کے قریب ملتی ہے پھر یہاں سے یہ شمالی جانب چلتا ہے اور خلیج فارس جہاں کے چشمے اور باغ نخلستان مشہور ہیں مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ ہے جس کو جبل اُحد کہتے ہیں اور جنوبی پہاڑ کو عیر کہتے ہیں۔

---

❶..... یعنی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۵ء کی مردم شماری کے مطابق۔

اور حجاز کے پہاڑوں میں سے مکہ اور منیٰ پہاڑ ہے جس کو فاران بھی کہتے ہیں۔

عرب میں کوئی بھی جھیل نہیں اگر بحر لوط کو عرب میں شمار نہ کیا جائے ان پہاڑوں میں سے چھوٹے چھوٹے نالے نکلتے ہیں جو سمندر تک نہیں پہنچتے بلکہ کچھ دور تک چل کر ریت میں جذب ہو جاتے ہیں البتہ صنعاء یمن کے قریب ایک نہر ہے جو بحر ہند میں گرتی ہے اور ایک چھوٹی سی نہر بلاد مہرہ میں بھی ہے جو اسی سمندر میں آملتی ہے۔

ان بلاد کے پہاڑوں کی ہوا معتدل ہے لیکن نشیبی قطعات اور ریگستانی میدانوں میں سخت ہوا چلتی ہے عرب کے قطعات میں مختلف مہینوں میں بارش ہوتی ہے عرب کے بعض بلند پہاڑ ایسے بھی ہیں جن پر سردی ہوتی ہے اور کبھی کبھی برف جم جاتی ہے جیسا کہ طائف کا پہاڑ یمن کے بعض بلند پہاڑ نہایت فرحت بخش ہیں۔

عرب کے بعض پہاڑوں اور ان کے نشیبوں میں ایسے قطعات ہیں جہاں زنجبیل، چنبیلی، کھجور، املی، نیشکر، بیگن، مرچ، انار، بادام، پستہ، انگور، سیب، بنفشہ، پیر، نارجیل، کھیرے، ککڑی، تربوز، خربوزے اور خوشبودار پھول پیدا ہوتے ہیں خصوصاً نواح جنوبیہ میں یمامہ کے گیہوں مشہور ہیں باقی میدانوں میں جوار، باجرہ، چنا اسی قدر ہوتا ہے جو بمشکل وہیں کے لوگوں کو کافی ہوتا ہے۔

عرب میں ہر قسم کے جانور بھی ہوتے ہیں خصوصاً نجد کا گھوڑا تو دنیا میں مشہور ہے اس کے علاوہ گدھا، گائے، بیل، اونٹ، خچر بکثرت پیدا ہوتے ہیں بھیڑ بکری ہرن خرگوش دنبہ بھی بہت ہوتا ہے درندے بھی ہر قسم کے پیدا ہوتے ہیں شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ پرند بھی بکثرت ہیں چڑیا، کبوتر، فاختہ، چیل، کوا، ہدہد، عقاب، گدھ وغیرہ اور جنوب عرب میں ایک جانور 'نسناس' پھلوں کا بڑا دشمن ہوتا ہے۔

آج کل عرب میں لوہے اور تانبے کی اور سیسہ کی کان اور یمن میں عقیق یمنی کی کان مشہور ہے بلکہ یمن کے بعض پتھر بے بہا مشہور ہیں اور کوہ سینا کے پاس بہت سی کانیں ہیں لیکن اب تک ظاہر نہیں ہوئیں اور چاندی سونے کی کانیں جن پر عرب کو کسی زمانے میں فخر تھا افسوس آج کل نامعلوم ہیں۔

جب ہند اور مغربی ممالک میں آمد و رفت نہ تھی عرب کی تجارت بڑی ترقی پر تھی کس لیے کہ مغربی ملکوں میں مشرقی ملکوں کا مال اور مشرقی ملکوں میں مغربی ملکوں کی چیزیں عرب ہی کے ذریعے سے آتی تھیں عرب کو فن جہاز رانی میں بڑا کمال تھا وہ جہازوں پر ہند اور اس کے جزائر اور چین و جاپان تک ادھر بحر احمر میں ہسپانیہ تک دلیرانہ سفر کیا کرتے تھے اور جب سے رستہ نکل آیا اور دخانی جہاز ایجاد ہو گئے تو عرب کی تجارت بالکل جاتی رہی عرب سے اب سناء اور لوبان، صبر، مُر، فلفل سیاہ، حناء عود بن جاتے ہیں اور یورپ سے عمدہ عمدہ کپڑے ریشمی اور اونی اور لوہے کی ساخت کے ہتھیار وغیرہ اور بلور اور شیشے ظروف اور بارود چھرے بہت آتے ہیں اور حبش سے ہاتھی دانت اور بکریاں اور مشک اور جنوبی افریقہ سے سونا اور ہاتھی دانت کہربا اور غلام آکر بکتے ہیں۔ اور مصر و ہند سے چاول شکر تیل اور ہند سے کتان و روئی اور شام سے صابون اور وہاں کی ساخت کے کپڑے آکر بکتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں عرب کے بادشاہان حمیر نے اور ملکوں پر بھی فتوحات حاصل کی تھیں اسلام کے بعد عرب نے وہ کایا پلٹی تھی کہ روئے زمین کے فرماں روا علوم کے خزانچی صناعی و دستکاری کے استاد مانے جاتے تھے فن عمارت میں ان کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا اسپین میں الحمراء وغیرہ عمارات ان کی یادگار ہیں۔

یہ لوگ سفر بحری و بری کے بڑے مشاق تھے چین تک اول ہی صدی میں جا پہنچے ادھر غرب میں اسپین تک پہنچے ترکستان وغیرہ ملک ان کے گھوڑوں کو کھندل ڈالے تھے یہ جہاں جاتے تھے اسلام اور اپنے کمالات کو ساتھ لے جاتے تھے ان کو غیر لوگوں پر بہت جلد فتح حاصل

کر لینے میں بڑا کمال حاصل تھا مگر فتح کرتے ہی مفتوح قوموں کو اپنی نعمتوں اور عزت میں شریک کر لینا اپنی جواں مردی اور فیاض طبیعت کا شیوہ جانتے تھے اس لیے جو ملک انہوں نے فتح کیے تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں کے باشندوں کو انہوں نے نہال کر دیا یہ عہد اور قول وقرار کے برے سچے تھے ان کے قوانین میں جَو فروشی، گندم نمائی کا دوسر پہلو نہ تھا ان کی پرہیزگاری اور فیاضی اس پر شجاعت غیر قوموں کو بہت جلد اپنی طرف کھینچ لیتی تھی عیاشی اور شہوت پرستی سے ان کو دلی نفرت تھی رعایا پر ظلم کرنا یا حیلہ وتدبیر سے ان کا مال چھین لینا ان کو کسی طرح بھی گوارہ نہ تھا وہ محکوموں کو اپنے برابر عزت کا مستحق بنانے میں سرگرم تھے مگر اب کئی صدیوں سے یہ سب اوصاف کم ہو گئے اور دنیا بھر کی کوئی سرسبز سلطنت بھی ان کے قبضہ میں نہ رہی اب جو شاہان اسلام اور ملکوں کے فرماں روا ہیں انہیں عربوں کے تعلیم کیے ہوئے شاگرد ہیں۔

اب ہم اول حجاز کے مشہور شہروں کا ذکر کرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ:

یہ دو پہاڑوں کے بیچ میں مستطیل شہر آباد ہے اس کا طول معلاۃ سے مسفلہ تک تقریباً دو میل ہے جنوب وشمال میں اور اسفل جیاد سے لے کر کوہ قعیقعان کی پشت تک عرض طول سے تخمیناً دو ثلث ہے۔

اس کے مکانات گارے اور چونے اور پتھر سے بنے ہوئے ہیں لکڑی کا بھی بہت کام ہے شہر میں متعدد بازار ہیں خصوصاً بزازوں کا بازار تختوں سے پٹا ہوا ہے صرف دھوپ سے بچاؤ کے لیے بازار پر رونق ہر قسم کی چیز موجود ہے رستوں اور بازاروں میں صفائی کا عمدہ انتظام ہے اور روشنی کا بھی آبادی بڑھ جانے سے دونوں پہاڑوں پر بھی مکانات اور محلے آباد ہو گئے ہیں۔

آب وہوا گرم خشک مگر صحت بخش ہے چوں کہ سمندر سے یہ شہر بہت دور نہیں اس کی غربی سمت میں کہیں دو منزلہ کہیں اس سے بھی کم سمندر یعنی بحر قلزم ہے اس لیے خشکی زیادہ نمودار ہوتی ہے مگر منطقہ حارہ کے قریب ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں بادسموم چلتی ہے۔

شہر کے قدیم رؤسا میں سے جن کو اصلی باشندہ کہنا چاہیے تین ہی گھر مشہور ہیں۔

ایک شریف کا جو امام حسن کی اولاد میں سے ہے گویا یہ حجاز کا بادشاہ ہے گورنر حجاز جس کو باشا کہتے ہیں مکہ معظمہ میں رہا کرتا ہے سلطان ① المعظم کی طرف سے وہ شریف کا نگران رہتا ہے کبھی کبھی بادشاہ اور شریف میں بدمزگی ہو جانے سے حجاز اور اہل شہر کو تکالیف بھی پہنچتی رہتی ہیں۔

دوسرا گھر شیبی کا ہے جس کے پاس کعبہ کی کنجی رہا کرتی ہے۔

تیسرا عباس رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے جن کو سقایۃ الحاج اور آب زمزم کی خدمت حاصل ہے شہر کے اکثر لوگ باہر کے یعنی آفاقی ہیں کوئی چار پشت سے کوئی دس پشت سے کوئی خود باہر سے آ کر بسا ہے مصر، شام، ہند، جاوا اور عرب کے لوگ بہ کثرت موجود ہیں ترکی نسلیں بھی ہیں بیشتر مخلوط ہیں اسی لیے اس شہر کے لوگ گورے گورے، کالے، موٹے، دبلے، خوب صورت، بدصورت ہر قسم کے ہوتے ہیں مگر زبان ولباس سب کا عربی ہے اور عربی زبان اس شہر کی اصلی زبان ہے۔

شریف مکہ کو حجاز کے قبائل بادشاہ مانتے ہیں اور سلطان المعظم کی طرف سے بھی وہ ایک بڑا سردار یا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے اور وہاں سے اس کو بہت کچھ ملتا ہے ایک کے بعد دوسرا شریف اسی خاندان سے مسند نشین ہوتا ہے۔

① ...... یعنی عثمانی سلطان ترکی کی طرف سے۔ واضح ہو کہ یہ سب حالات ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء یا اس سے قبل کے ہیں۔ ۱۲ مصحح۔

شہر کے لوگ نفیس مزاج مکانات میں عجب عجب آرائش کرتے ہیں ہمیشہ پچھلی رات سے بازار کھل جاتے ہیں کھانے پینے کی چیزیں دن نکلنے تک بہت کچھ بک چکتی ہیں۔

اسباب معاش یہاں کئی قسم پر ہیں۔

اول: تجارت:...... یہ شہر بندرگاہ جدہ سے بہت قریب ہے سمندر کی راہ سے ہر ایک ملک سے ہر قسم کی چیز آتی ہے غلہ پارچہ ظروف وغیرہ اس لیے اس شہر میں بڑے بڑے تاجر ہیں اور مرفہ الحالی سے گزران کرتے ہیں۔

دوم: حرفت:...... اگرچہ یورپ کی طرح کسی کام کی بھی اس شہر میں کلیں نہیں ہیں مگر ہاتھ سے بنانے والے کاری گر بہت ہیں سینے کے اور لکڑی کے خصوصاً تسبیح کے کام سے بہت لوگ واقف ہیں اور بھی کام ہوتے ہیں۔

سوم: وظائف خوار:...... بیشتر کو تو حضرت سلطان المعظم کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے حرم شریف کے بہت سے امام اور بہت سے مؤذن اور بہت سے خادم ہیں ان سب کا خرچ اور مسجد الحرام کا خرچ سب سلطان المعظم کی طرف سے آتا ہے جس کو خدیو مصر بھیجتا ہے اور شام سے بھی آتا ہے یہ کئی لاکھ روپے کا خرچ ہے۔

چہارم: حجاج کی خدمت (معلمی):...... اس میں ایک جماعت مطوفین کی بھی ہے یہی لوگ پردیسی حاجیوں کو مکان کرایہ پر دیتے ہیں اور ان کی ضرورتوں کو رفع کرتے ہیں اور ان کو حج کے ارکان کی تعلیم کرتے ہیں پہلے روز یہ اپنی طرف سے ضیافت بھی کھلاتے ہیں یہ متعدد زبانیں جانتے ہیں حاجی بے کھٹکے اپنی امانتیں ان کے پاس رکھ دیتے ہیں مگر آج تک ان کی امانت داری میں کوئی دھبہ نہیں لگا، خرید وفروخت بھی انہیں کی معرفت ہوتی ہے تو اچھی ہوتی ہے انہیں کی معرفت مدینہ جانے کے لیے اونٹ کرایہ پر ہوتے ہیں یہ کام ہر شخص نہیں کر سکتا بلکہ وہی جو حکام کی طرف سے مجاز ہو۔

سلطان المعظم کے جو قانون حجاز خصوصاً مکہ اور مدینہ کی بابت ہیں نہایت نرم اور پُر رحم ہیں سلطانی انتظام بہت عمدہ ہے عدالتیں بھی ہیں میونسپل کمیٹی بھی ہے سرکاری مدارس اور شفاخانے اور ڈاکخانے بھی ہیں تار گھر بھی ہے مگر اس وجہ سے کہ گاڑیوں کا رواج اس ملک میں نہیں صرف اونٹ گھوڑے خچر گدھے بارکشی کرتے ہیں ایسی سڑکیں نہیں جن پر روڑی بچھی ہو اور گاڑیاں اور بگھیاں دوڑتی جائیں اور اس طرف حکام کو توجہ بھی نہیں ❶۔

شہر میں مسافر خانے بھی بہ کثرت سے ہیں جن کو رباط کہتے ہیں جن میں ہر قسم کا انتظام ہے کرایہ کے مکان بھی بہ کثرت مل جاتے ہیں مکانات دو منزلہ بلکہ سہ منزلہ بھی ہوتے ہیں ہر طرف کھڑکیاں ہوتی ہیں صحن ندارد۔

شہر کے ایک گوشہ میں سلطانی لشکر بھی رہتا ہے عمدہ چھاؤنی ہے حجاز کے لشکروں کا صدر مقام یہی ہے اور جدہ بھی ہے۔

شہر میں رات دن خدا تعالیٰ کی عبادت اور تہلیل وتکبیر کا ہر جگہ چرچا رہتا ہے خصوصاً مسجد الحرام تو کسی وقت خالی نہیں رہتی یہاں کے آدمی عموماً عفت شعار پرہیزگار ہیں نہ شہر میں کہیں شراب خانہ ہے نہ کوئی منکر چیز بکتی ہے نہ کوئی کسبی فاحشہ ہے نہ ایسے وقوعے ہوتے ہیں جیسا کہ ہند میں ہوتے ہیں اتنے بڑے حج کے مجمع میں کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی مرد نے کسی عورت پر ہاتھ ڈالا ہو نہ یہ کہ کسی نے کسی عورت یا مال کے لیے مار ڈالا ہو۔ نہ کوئی تھیٹر ہے نہ کوئی تماشہ گاہ ہے نہ کوئی بدمعاشی اور بدکاری کے یہ طریقے ہیں نہ کوئی ایسی موشگافیاں وہاں جانتا ہے عدالتوں میں زیادہ تر واقعات کا لحاظ ہو کر دادرسی مدنظر رہتی ہے، نہ وہاں ملمع کاری ہے نہ وہاں دکھاوے کی یہ چمک دمک ہے کہ بال کی

❶...... جیسا کہ پہلے بیان ہوا یہ سب کوائف ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء یا اس سے قبل کے ہیں۔ اب صورت حال بدل چکی ہے۔ ۱۲ مصحح۔

کھال کھینچی جاتی ہے اور نہ قانون پیچ لڑا کر ملک کو مکر وفریب سکھانے والے وکلاء ہیں، نہ شیطان کی آنت کی طرح مقدمات اس قدر طول پکڑتے ہیں، نہ اہل مقدمات زیر باری اور بے کاری کے سبب برباد ہو جاتے ہیں۔

پولیس کا بھی عمدہ اسلوب ہے حتی المقدور لوگوں کی آسائش وامن کو ملحوظ رکھا جاتا ہے دکھاوے کی زرق برق اور مفت کے اینچ پینچ نہیں نہ لوگوں کو شکنجوں میں کھینچا جاتا ہے۔ یہ حال میونسپلٹی کا ہے ضروری کاموں کے لیے مختصر سے ٹیکس ہیں نہ دکھاوے کی ٹیپ ٹاپ ہے اور نہ ترکوں کے آرام کے لیے منظر وسیع میں لاکھوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے نہ میلوں ان کے لیے سڑک بنائی جاتی ہے نہ ان کے لیے ٹاؤن ہال میں عیش ونشاط کے سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے نہ بات بات پر ٹیکس ہے۔

شہر میں جابجا نہر زبیدہ پھرتی ہے اسی کے صاف اور شیریں پانی سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور کام میں لاتے ہیں جابجا حوض بنے ہوئے ہیں جن میں نہر پڑ کر نکل جاتی ہے لوگ وہاں نہاتے دھوتے ہیں وضو کرتے ہیں کوئی مانع نہیں نہ کوئی محصول ادا کرنا پڑتا ہے شہر میں انگور کشمش مثنی کھجور وغیرہ میوہ بہ کثرت ملتا ہے اور ارزاں بکتا ہے نہ شہر میں کوئی باغ ہے نہ سبزہ زار کے کھیت ہیں یہ سب چیزیں موجود ہیں جو طائف وغیرہ سے آتی ہیں یہ اس شہر کی بڑی برکت ہے۔

اس شہر میں تخمیناً تین لاکھ آدمی آباد ہوں گے خاص اس شہر اور مدینہ میں غیر مسلم کو آنے نہیں دیتے لیکن یورپ کی سلطنتیں اپنے جاسوس بھیجتی رہتی ہیں جو بہ تبدیل لباس آیا کرتے ہیں اور کبھی اپنی رعیت میں سے کسی مسلمان کو بھیجتے ہیں جو وہاں طرح طرح کے فتنے اٹھاتا ہے اور اس بات کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے کہ شریف اور عربوں کو سلطان المعظم سے لڑایا جائے تا کہ سلطان المعظم کے ہاتھ سے خدمت حرمین شریفین کا افتخار جاتا رہے۔

مسجد الحرام:...... یہ تقریباً شہر کے وسط میں ہے اور اس کے چاروں طرف نہایت خوشنما سنگ مرمر کے ستونوں پر کئی کئی درجہ کے دالان ہیں یعنی قبے بنتے چلے گئے ہیں اور اس نشیب کے وسط میں سنگ مرمر کا فرش ہے اس کے بیچوں بیچ ایک مربع بڑی بلند عمارت ہے جس کو **کعبہ** کہتے ہیں یہ عمارت مسقّف ہے قد آدم کے قریب کرسی پر ایک دروازہ مقام ابراہیم وزمزم کے کنویں کی طرف ہے اس عمارت پر نیچے سے لے کر اوپر تک سیاہ ریشم کا کہ جس پر خط نسخ کی بناوٹ میں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے غلاف پہنایا ہوا ہے اور نصف سے بلند سنہری حرفوں کا ایک پٹکا بنا ہوا ہے اور کعبہ سے ملی ہوئی مغرب رخ بیضوی شکل سنگ مرمر کی دیوار دو ہاتھ بلند ہے اس کو حطیم کہتے ہیں اور حجر بھی۔ اسی طرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے جب کہ اس کی چھت پر بارش ہوتی ہے۔ کعبہ کی چھت پر چڑھنے کا کوئی رستہ نہیں ہے۔

حطیم سمیت کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اس رخ میں کعبہ کے ایک کونہ کو رکن عراقی دوسرے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور اسی طرح دسری طرف کے دونوں گوشوں میں سے ایک کا نام شامی ہے اور دوسرے گوشہ پر جو دروازہ کعبہ کے قریب ہے گز سوا گز بلندی پر ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جو عمدہ عقیق ہے ڈھال کے برابر چاندی کے حلقہ میں بندھا ہوا دیوار میں لگا ہوا ہے طواف کے بعد اس کو بوسہ دیتے ہیں اور اس کو حجر اسود یعنی کالا پتھر کہتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونے کے سبب نہایت قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے دروازہ کے سامنے ایک کنواں ہے جس کو زمزم کہتے ہیں اور یہیں سقایۃ الحجاج ہے جس کو سقایہ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اور دار الندوہ جو جاہلیت میں قریش کی مجلس کا مکان تھا اب حرم میں شامل ہو گیا ہے دار الامارہ کے مغربی جانب میں تھا۔

صفا:...... یہ جبل ابوقبیس کی ایک مرتفع جگہ کا نام ہے جیسا کہ مروہ جبل قعقعان کی چٹان کا نام ہے جو اس کے مقابلہ میں ہے اور وہ یہی (یعنی ابوقبیس اور قعقعان) وہ دونوں پہاڑ ہیں کہ جن کے بیچ میں شہر مکہ بستا ہے لیکن ابوقبیس جو شرقی جانب میں ہے قعقعان سے بلند ہے

جو غربی جانب ہے قعیقعان کے پتھروں سے کعبہ کی عمارت چنی گئی ہے صفا و مروہ کا درمیانی میدان آج کل بازار ہے جس میں حاجی سعی کیا کرتے ہیں ❶۔

منیٰ:...... یہ مکہ سے عرفات کی جانب انہیں دونوں پہاڑوں کے سلسلہ میں تقریباً تین میل ہے وہاں ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں بازار بھی ہیں اور مکانات بھی ہیں اور اس کے وسط میں مسجد خیف ہے اور یہیں وہ چھوٹے چھوٹے تین مینار ہیں جن پر حاجی سات سات کنکریاں مارا کرتے ہیں مکہ کے رخ کے مینار کو جو منیٰ کے اخیر پر ہے جمرۃ العقبیٰ کہتے ہیں۔

مزدلفہ:...... یہ منیٰ سے آگے بڑھ کر عرفات کے رستہ پر بطن محسر اور مازمیں کے بیچ میں ایک مقام ہے جہاں عرفات سے واپس آ کر رات کو حجاج رہا کرتے ہیں بطن محسر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک وادی کا نام ہے اور مازِمان دو پہاڑوں کی شاخ ہیں جو بطن عرنہ تک گئی ہیں۔

عرفات:...... یہ عُرنہ سے لے کر بئی عامر کے باغ تک کے میدان کا نام ہے اور وہیں وہ مسجد ہے جہاں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں عرفات حرم مکہ میں داخل نہیں ہے حرم مکہ کی حد صرف مازِمین تک ہے اسی طرح تنعیم بھی خارج حرم ہے جہاں مسجد عائشہ ہے عرفات مکہ سے تخمیناً آٹھ نو میل ہے۔

ثبیر:...... یہ بلند پہاڑی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ سے دکھائی دیتی ہے ایام جاہلیت میں جب تک اس پہاڑی پر دھوپ نکلتی نہ دیکھ لیتے تھے اور مزدلفہ سے چلتے نہ تھے۔

مشعر الحرام:...... یہ مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے اسی جگہ امام حج کے دنوں میں مغرب عشاء اور صبح کی نماز پڑھایا کرتا ہے۔

حدیبیہ:...... یہ مکہ سے ایک دن کے راستہ سے زیادہ پر ایک مقام ہے کسی قدر حرم میں اور کسی قدر حل میں داخل ہے یہی وہ جگہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عمرہ کرنے کو آئے تو قریش نے سرِ مقابلہ آئے اور آپ کو اسی جگہ روک دیا اور یہیں صلح نامہ باہمی لکھا گیا۔

مدینہ منورہ:...... مکہ سے شمال کی جانب تقریباً دس منزل ایک شہر ہے جس کی پختہ شہر پناہ بنی ہوئی ہے اس کی آبادی شہر پناہ سے بھی باہر ہے آبادی مکہ سے کم ہے مکانات کا طرز وہی ہے یہاں تقریباً سردی اور گرمی ایسی ہوتی ہے کہ جیسی ہندوستان کے دہلی شہر میں اس کے اردگرد کھجوروں کے باغ بہ کثرت ہیں ان کو حائط کہتے ہیں ان میں کنوؤں اور کاریزوں سے پانی دیا جاتا ہے۔

شہر کے وسط میں مسجد نبوی ہے جس کو حرم شریف کہتے ہیں یہ نہایت شاندار اور پر تکلف عمارت ہے جو لاکھوں روپوں میں تیار ہوئی ہے اب جو مسجد ہے وہاں آنحضرت ﷺ کے عہد میں محلہ تھا اور مسجد نبوی جو آپ کے عہد میں تھی وہ ایک چھوٹی سی جگہ میں تھی پھر حضرت عثمانؓ نے اس کو وسعت دی پھر خلفاء بنی امیہ نے ازواج مطہرات کے گھروں کو اور دیگر گھروں کو بھی شامل کر لیا❷۔

مسجد کے گوشہ میں ایک مرتفع عمارت ہے جس کے اوپر سبز گنبد ہے اس کے اندر ایک درجہ چھوڑ کر ایک اور گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے اس کے اندر حضرت رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار شریف ہے یہ تمام عمارت نہایت پر تکلف اور پر زر سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے یعنی سبز مخمل کے بیش بہا پردے پڑے ہوئے ہیں جن پر زری کے حرفوں سے جو نہایت خوش خط ہیں کتبے لکھے ہوئے ہیں اسی شہر کی غربی جانب میں وہ جگہ بھی ہے کہ جہاں آنحضرت ﷺ عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور بقیع الغرقد شہر کے شرقی دروازہ کے باہر ایک پختہ احاطہ بنا ہوا ہے جس میں بڑے بڑے صحابہ انصار و مہاجرین و اہل بیت کی قبریں

---

❶...... اب وہاں بازار نہیں ہے بلکہ مسقف اور ہموار جگہ ہے۔ (مصحح)۔ ❷...... اب اس کو مزید وسعت دی گئی ہے۔ (مصحح)۔

ہیں اب بھی یہی قبرستان ہے بڑی پُر برکات اور عبرت خیز جگہ ہے۔

قُبا دومیل کے فاصلہ پر مکہ کے رخ ایک بستی ہے ہجرت کر کے جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے پہلے یہیں اترے تھے۔

شہر کے جنوب اور شمال میں کئی میل کے فاصلہ سے پہاڑوں کے سلسلے ہیں جنوبی سلسلہ کا نام جبل عیر ہے اور شمالی کا احد جو تخمیناً دو میل کے فاصلہ سے ہے اور اسی کے دامن میں ان شہداء کے مزارات ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے جن میں حضرت کے چچا سید الشہداء حمزہ بھی ہیں رضی اللہ عنہ۔

کتب خانہ:..... مسجد نبوی کے غرب میں ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے اور اس کے پاس مدرسہ بھی ہے یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اس شہر کے بازار وسیع نہیں مگر پُر رونق ہیں شہر میں شیریں پانی اور سبزی ترکاری اور میوے بہ کثرت ملتے ہیں نہایت شاداب جگہ ہے یہاں کے آدمی (باشندے) نہایت نرم دل اور مہربان مہمان نواز اور بے تکلف ہیں۔

شہر کے شرقی جانب کئی میل کا فاصلہ پر بنی نضیر و بنی قریظہ کے یہود کی گڑھیاں بھی ہیں جن کے اب کچھ نشان بتلانے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی متعدد مدرسے اور شفاخانے ہیں اور مسافروں کے لیے مہمان سرائیں ہیں۔

فُرع مدینہ: کے جنوب میں چار دن کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں مسجد جامع اور کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔

عقیق مدینہ: سے مکہ کے رخ چار میل کے فاصلہ پر ایک وادی پر فرحت ہے جس کے کنوؤں کا پانی نہایت شیریں اور خوش گوار ہے۔

جُحفہ:..... یہ سمندر سے دو میل کے فاصلہ پر بڑی آباد بستی ہے مکہ اور مدینہ کے رستہ میں اس سے آباد کوئی جگہ نہیں جیسا کہ مدینہ اور عراق کے رستہ میں فید سے زیادہ پر رونق اور کوئی جگہ نہیں اور یہ دیار طیٔ میں ہے اور طیٔ کے دونوں پہاڑ اس جگہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہیں یہاں کھجور بکثرت ہیں طیٔ کے قبائل مواشی چرانے کو یہاں آیا کرتے ہیں۔

جبلہ:..... یہ ایک قلعہ ہے آخر وادی ستارہ میں مُر اور عُسفان کے بیچ میں یہ مکہ جانے والوں کو بائیں طرف ملتا ہے اس وادی کا طول دو دن کا سفر ہے جہاں کوئی بھی کھجور کا پیڑ نظر نہیں آتا اور اس کی پشت پر ایک اور ایسی ہی وادی ہے جس کو سایہ کہتے ہیں اور ایک اور بھی ہے جس کو ساترہ کہتے ہیں اسی جبلہ پر زمانہ سابق میں تمیم اور بکر بن وائل کی خوں خوار جنگ ہوئی تھی۔

خیبر:..... یہ مدینہ سے شمال و غرب میں چار منزل کے فاصلہ پر ہے ایک مستحکم گڑھی ہے جس کے اندر ایک چھوٹا سا قصبہ بستا ہے اس کے آس پاس کھجور کے باغ بہ کثرت ہیں اور قابل کاشت زمین بھی بہت ہے یہاں مالدار یہودیوں کی ایک قوم رہا کرتی تھی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بدعہدی کی اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اس لیے ان پر صلح حدیبیہ کے بعد چڑھائی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے دروازے کو اکھیڑ کر پھینک دیا اب تک وہ پتھر موجود ہے جس کو پچاس آدمی بمشکل ہلا سکتے ہیں فتح کرنے کے بعد اس کے باغ او زمین مسلمانوں کو تقسیم کردی گئی مدینہ کی فاقہ کشی اور تنگی دفع کرنے کا یہ پہلا سامان تھا یہاں سے تیماء چار منزل ہے وہاں سے حجر چار منزل ہے۔

مدینہ کے اطراف میں اور بھی چھوٹے چھوٹے قلعے ہیں جن میں عرب کے قبائل آباد ہیں جیسا کہ ینبع بحر قلزم کے کنارے پر مدینہ کے کنارے سے چار منزل پر یہ بہت ہی قریب بندرگاہ ہے اور اسی کے متصل عیص اور مروہ ہے ینبع کے پاس جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے فرقہ کیسانیہ ❶ کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ اب تک زندہ اسی پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں وڈّان جحفہ سے ایک منزل پر ہے اور اس کے

❶ ..... شیعہ کا ایک فرقہ ۱۲ منہ۔

چھ میل کے قریب الواء ہے یہاں جعفری اور حسنی قبائل رہتے ہیں جن میں باہم لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔

جدہ:...... یہ مکہ سے غربی جانب دو منزل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے پر ایک عمدہ شہر آباد ہے جس کے چاروں طرف سنگین شہر پناہ بنی ہوئی ہے اس میں بازار وسیع ہیں اور ہر قسم کے تاجر موجود ہیں اور مال دار لوگ بھی رہتے ہیں یہ حجاز کی سب سے آباد بندرگاہ ہے بحرِ قلزم سے مکہ جانے والے لوگ اکثر یہیں اترتے ہیں پھر ایک منزل بیچ اگلی منزل مکہ ہے اس جگہ غیر سلطنتوں کے کونسل ① بھی رہا کرتے ہیں۔

طائف:...... چھوٹا سا شہر جبل غزوان پر آباد ہے مکہ سے شرقی رخ میں تین منزل پر اس پہاڑی پر بنی سعد اور ہذیل کے تمام قبائل آباد ہیں قبائل ثقیف اور ہوازن کا بھی یہی مرکز ہے یہ بڑی بلند جگہ ہے اس لیے سرد مقام ہے جس کی چوٹی پر برتن میں پانی جم جاتا ہے تمام حجاز میں اس سے زیادہ شاداب اور سرد اور بہار افزا کوئی مقام نہیں یہاں میوے بہ کثرت پیدا ہوتے ہیں انگور قسم کا انار نہایت شیریں اور بڑے بڑے دانوں کا اور انجیر اور بہت سے میوے اور اسی طرح ترکاریاں بھی بہت ہوتی ہیں مکہ میں جو میوے آتے اور ارزاں بکتے ہیں سب کا خزانہ یہی مقام ہے گرمیوں میں ترکی حکام اور دولت مند اشخاص اس پہاڑ پر چلے جایا کرتے ہیں مکہ سے وہاں تک تار لگا ہے اوپر عمدہ مکانات اور باغ ہیں مکہ شہر میں جو نہر زبیدہ جاری ہے جس کو زبیدہ خاتون ہارون رشید کی بیگم نے بنایا تھا اس سلسلہ پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے اور بھی بستیاں حجاز میں ہیں لیکن اب ہم اسی قدر پر بس کر کے ملک حجاز کا بیان ختم کرتے ہیں۔

شمالی عرب کے مقامات

حجر:...... یہ ایک چھوٹا سا گاؤں وادی القری کے قریب ہے ایک دن کے فاصلہ پر پہاڑیوں میں یہاں قوم ثمود کے مکانات ہیں جن کی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ۝ ہم نے ان کے کھدے ہوئے مکانوں کو دیکھا ہے جو ہمارے مکانوں کی مانند پہاڑ تراش کر بنائے گئے تھے ②۔

ان پہاڑوں کو اثالب کہتے ہیں یہ چند پہاڑ متصل ہیں ہر ایک دوسرے سے جدا ہے ان کے گرد ریت ہے جس کے سبب اوپر چڑھنا نہایت دشوار ہے اور یہیں وہ کنواں ہے جو صالح علیہ السلام کی ناقہ کیلئے معین ہوا تھا جیسا کہ فرمایا لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔

تبوک:...... یہ حجر اور شام کے بیچ میں شروع شام سے چار منزل کے فاصلہ پر شام کے نصف رستہ میں ایک قصبہ ہے جہاں ایک قلعہ بھی ہے اور باغ اور چشمے بھی ہیں کہتے ہیں کہ اصحاب الایکہ کہ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہیں رہتے تھے حضرت شعیب مدین کے رہنے والے تھے ان کے رسول ہو کر آئے تھے۔

مدین:...... یہ قلزم کے کنارے تبوک کے محاذی چھ منزل کے فاصلہ سے ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے یہیں وہ کنواں ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا میں نے اس کو دیکھا ہے ③۔

مگر اس کو پاٹ دیا گیا ہے اور اس کے اوپر کسی نے گھر بنالیا ہے اور یہاں کے لوگ چشمہ کا پانی پیتے ہیں مدین دراصل قبیلہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا اور انہیں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے داماد تھے۔

بادیہ سماوہ:...... یہ ایک بیابان ہے جو دومۃ الجندل سے لے کر عین التمر تک ہے اس وادی میں پیڑ سرسبز بکثرت ملتے ہیں اور چشمے بھی ہیں اور اسی کے قریب میدان قادسیہ ہے۔

---

① ...... یعنی قونصل سفارتی نمائندے۔ (مص)۔ ② ...... یہ قول اصطخری کا ہے ۱۲ منہ (مص)۔ ③ ...... یہ قول بھی اصطخری کا ہے ۱۲ (مص)۔

بادیہ خساف:۔۔۔۔۔ یہ شہر بصرہ اور کوفہ کے درمیانی میدان میں ہے رقہ سے لے کر بالس تک یہ بھی سرسبز ہے۔

صفین:۔۔۔۔۔ یہ بھی اسی میدان میں ایک مقام ہے فرات کے قریب یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ میں کئی مہینوں تک سخت لڑائیاں ہوئی تھیں۔

تیماء:۔۔۔۔۔ یہ ایک قلعہ ہے تبوک سے شمال کی طرف اس میں ایک بستی ہے یہاں بھی چشمے اور سبزہ درخت بہ کثرت ملتے ہیں۔

قلزم:۔۔۔۔۔ یہ بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے اور اسی کے قریب اس سمندر کی شاخ تمام ہوگئی ہے نہ یہاں کھیتی ہوتی ہے نہ کوئی سایہ دار درخت نہ پانی شیریں ہے دور سے لاکر پانی پیتے ہیں مصر اور شام اور فلسطین اور حجاز کے قافلے یہاں آکر ٹھہرا کرتے ہیں اور اسی کے سبب سے اس کو بحر قلزم کہتے ہیں۔

تاران:۔۔۔۔۔ ایلہ اور قلزم کے درمیان اسی بحر کے کنارے پر ایک بستی ہے یہاں پہاڑوں سے ہوا ٹکر کھا کر پانی میں بڑا طوفان برپا کرتی ہے اس بحر میں اس جگہ سے زیادہ اور کوئی مقام خطرناک نہیں اسی جگہ فرعون مع لشکر غرق ہوا ہے

اس کے بعد جنوب کی طرف ایک اور مقام ہے جس کو ضبلات کہتے ہیں یہاں بھی بڑا طوفان رہتا ہے۔

پھر اس سے آگے بڑھ کر جنوبی طرف میں ایک بستی ہے جس کو ایلہ کہتے تھے پہلے زمانے میں یہاں یہود رہتے تھے یہاں کسی قدر شیریں پانی کھیتی بھی ہے مگر زیادہ گزران مچھلی کے شکار پر ہے ان لوگوں کو سبت کے روز شکار کھیلنے سے ممانعت ہوئی تھی۔ انہوں نے عدول حکمی کی جس پر قہر نازل ہوا ان کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کی صورتیں مسخ ہو کر وہ بندر اور سوٴر نظر آنے لگے وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اسی کے سامنے شرقی طرف مدین بستی ہے۔

تیہ بنی اسرائیل:۔۔۔۔۔ یہ بیابان قلزم کے شرق سے شروع ہوتا ہے اور یہ قلزم کی دونوں شاخوں کے بیچ میں بیابان ہے کوہ طور اور سیناء وہیں واقع ہیں مدین سے کئی منزل کے فاصلہ پر پھر یہ بیابان آگے چل کر شام اور عرب کے رخ دور تک چلا جاتا ہے اس میں عمالیق اور دیگر اقوام آباد تھیں آج کل اکثر عرب رہتے ہیں انہیں جنگلوں میں چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرتے ہیں یہ بیابان کہیں تو ایسا ہے کہ جہاں پانی ہے نہ سایہ دار درخت ہے سنگلاخ یا ریگستانی زمین اور خاردار پیڑ اور خشک پہاڑیاں ہیں کہیں کہیں چشمے بھی ہیں اور کھجور کے درخت بھی ملتے ہیں۔

یمن کے مقامات

اب میں یمن کے مقامات کو بیان کرتا ہوں۔

عمان:۔۔۔۔۔ یہ ملک یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی صورت میں جس کی ابتداء شہر بحرین اور انتہاء شرقی اور جنوبی حصہ کو لیتی ہوئی دفر تک ہے اور اس کے اس موڑ پر کہ شرقی حد تمام ہو کر جنوبی شروع ہوتی ہے شہر مسقط آباد ہے جو تجارت کی بڑی منڈی ہے اور یہاں سے ہندستان کی بندرگاہ کراچی صرف تخمیناً چھ سو میل ہے اور ہندوستان اور عرب میں اس سے کم فاصلہ اور کسی طرف سے نہیں۔

ملک عمان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہو کر دفر پر تمام ہو جاتا ہے یہ دور تخمیناً گیارہ سو میل ہے اور عرض اس ملک کا تقریباً دو سو میل ہے یہ ملک سرسبز ہے کھجوریں اور میوے بکثرت ملتے ہیں زراعت بھی ہے سمندر کے کنارے اس کی یہ بندرگاہیں بہت مشہور ہیں۔ صُحار، یہ

بڑی تجارت گاہ ہے اور پُر رونق ہے۔ مسقط، یہاں عمان کا سلطان رہا کرتا ہے خارجی مذہب رکھتا ہے یہ رونق دار شہر ہے مساجد و مدارس بکثرت ہیں یہاں کا حلوہ بہت مشہور ہے۔

بحرین:...... یہ بھی ایک شہر ہے یہاں موتی نکلتے ہیں اس لیے یہاں لوگوں کی آمد رفت بہ کثرت رہا کرتی ہے یہ بھی مسقط اور صحار کی طرح خلیج فارس پر آباد ہے۔

حضر موت:...... یہ ملک عدن اور عمان کے درمیان ہے اور اس کے درمیانی حصہ کو نجد الیمن کہتے ہیں نجد کے لغوی معنی ہیں بلندی کے یعنی اونچی زمین جس کو ہندستان میں بانگر کہتے ہیں اور پست اور نشیب کو کھادر۔

اس ملک کو بلاد خیوان بھی کہتے ہیں اس لیے کہ بلاد خیوان بھی اسی میں واقع ہے یہ سرسبز آباد ملک ہے اور زمین قابل کاشت ہے اس کے شہر یہ ہیں۔

نجران:...... یہ ایک پُر رونق شہر ہے اسلام سے پہلے بھی یہاں عیسائی رہا کرتے تھے اور وہی مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس مباہلہ کے لیے آئے تھے۔

اسی کے قریب دوسرا شہر جُرش ہے یہاں بھی کھجور بہ کثرت ہیں اور آباد شاداب جگہ ہے۔

ان دونوں سے زیادہ آباد شہر صَعدہ ہے یہاں بھی چمڑے کے ویسے ہی کارخانے ہیں جیسے صنعاء میں ہیں اور یہاں تجار بکثرت آباد ہیں حسنی زیدی سردار یہیں رہا کرتا ہے۔

صنعاء:...... یہ یمن کا دار سلطنت ہے اس سے زیادہ یمن میں کوئی شہر آباد اور بارونق اور مالدار نہیں اس کی آب و ہوا معتدل ہے گرمی سردی میں اور جگہ جانے کی حاجت نہیں پڑتی زمانہ گزشتہ میں شاہان یمن کا یہی شہر دار الامارۃ تھا جہاں اب تک بڑے بڑے نشانات عمارات سابقہ کے پائے جاتے ہیں اسی جگہ وہ قصر غمدان تھا جس کا حال ہم بیان کریں گے مگر اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے اور یہیں دو اور محل بھی تھے سلیحن اور بینون انہیں کے باب میں کوئی شاعر افسوس ظاہر کرتا ہے

بل من بعد غمدان اوسلیحن من اثر ☆ وبعد بینون یبنی الناس بنیانا

اسی کے قریب ❶ مآرب کا بند ہے جو کسی زمانے میں شام تک ملک کو شاداب کیا کرتا تھا یہ بھی دنیا کی عجائب چیزوں میں سے تھا وہ دو پہاڑوں میں دو میل تک کی دیوار ہے تین سو گز بلند مربع اور ترشے ہوئے پتھروں سے چنی ہوئی ہے اور ایک پتھر کو دوسرے سے میخوں اور سیسے سے جوڑا ہوا ہے اس سے ان پہاڑوں اور نالوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا اور ایک بڑی جھیل شیریں پانی کی دیکھنے میں آتی تھی اور پھر اس میں آب پاشی کے لیے بڑی حکمت اور پیمانہ سے روزن رکھے ہوئے تھے جن سے نالوں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں کے طور سے ملک کی آب پاشی ہوتی تھی اس ملک میں باغ اور میوے بہ کثرت تھے منزلوں درختوں کے سایہ میں مسافر چلا جاتا تھا لوگوں کی ناشکری سے یہ دیوار جس کو عرم کہتے تھے ٹوٹ گئی اور اب تک اسی طرح خراب پڑی ہے باغ ارم اسی کے سبب سے تر و تازہ تھا۔ صنعاء سے شمال مشرق میں تخمیناً اسی میل کے فاصلہ پر شہر سباء کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں کسی زمانہ میں سباء بھی دنیا کے عمدہ شہروں میں سے تھا بلقیس شہزادی اسی شہر کی رہنے والی تھی اور یمن کی حاکم تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی اور سباء کو مآرب بھی کہتے ہیں اور اس

❶...... قریب سے مراد یہ نہیں کہ صنعاء سے کوس دو کوس بلکہ ضلع میں جس سے مراد سباء ہے ۱۲ منہ۔

مقام کو شہر سباء کے قریب بتلاتے ہیں نہ کہ صنعاء کے اور یہی صحیح ہے۔

مذبحرہ: ..... یمن میں بلند پہاڑ ہے جس پر سبز درخت اور چشمے ہیں اور کھیتی بھی ہوتی ہے۔

شبام: ..... یمن کے مشہور پہاڑوں میں سے ہے جو بہت بلند ہے اس پر بہ کثرت آبادی ہے۔

عدن: ..... انتہاء یمن میں بحر قلزم کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے جو جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اسی لیے انگریزوں نے حضرت سلطان ترکی سے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اور اپنا بہت سا سامان وہاں رکھتے ہیں صرف شہر عدن میں باقی ایک اور گردونواح میں ان کا کچھ دخل نہیں اس جگہ بھی موتی نکلا کرتے تھے۔

ارض مہرہ ملک عمان اور حضرموت کے درمیان کا وہ حصہ جو دریائے شور سے ملا ہوا ہے یہاں کا بڑا شہر شحر ہے۔ یہ بے آباد ملک ہے یہاں خانہ بدوش قبائل آباد ہیں جن کا گزر مواشی پر ہے۔ یہاں کا اونٹ تیز رفتاری میں بہت مشہور ہے۔

بلاد خیوان ..... ارض مہرہ سے ملا ہوا ہے یہ علاقہ سرسبز یمن کے بڑے قبائل یہاں آباد ہیں۔

دیار کندہ ❶ **دخولان و ہمدان**: ..... یہ یمن کے اور نجد اور تہامہ کے درمیان ہیں یہاں باغات اور آبادی موجود ہے۔

بلاد اباضیہ: ..... یہ خوارج کا مسکن ہے، بلادِ خیوان کے قریب بڑا سرسبز اور آباد ملک ہے کھیتی اور باغ اور چشمے بہ کثرت ہیں۔

مخہ: ..... عدن کی مشہور بندرگاہ ہے یہاں سے صنعاء و تریم بہت نزدیک ہے اور اسی طرح مکلہ بھی مشہور بندرگاہ ہے حضرموت بھی ایک شہر ہے شرق میں دریا کے قریب اور اس کے نواح میں بہت ریت ہے جس کو احقاف کہتے ہیں یہیں ہود پیغمبر علیہ السلام کی قبر مشہور کرتے ہیں یہیں قوم عاد پر عذاب آیا تھا اسی کے قریب مقام بَلَہُوت میں ایک ایسا گہرہ کنواں ہے کہ جس کی تہہ تک کوئی اتر نہیں سکتا ملک یمن قوم عاد کا مسکن تھا اور ان کی اب تک یادگار پائی جاتی ہے۔

تہامہ: ..... اس ملک کو بعض نے ملک یمن کا ایک حصہ قرار دیا ہے جس کا طول آٹھ سو میل، عرض دو میل ہے۔ یہاں شیریں پانی بہ کثرت ملتا ہے اس کو یوں خیال کرنا چاہیے کہ عرب کا غربی کنارہ جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے مدین سے لے کر عدن تک طول میں اس کے دو حصے ہیں مکہ تک کا شمالی کنارہ حجاز ہے اور مکہ سے عدن تک جنوبی کنارہ تہامہ ہے۔

اس قطعہ میں وہی پہاڑوں کا سلسلہ چلا آتا ہے جو حجاز میں تھا اور یہ پہاڑ بیش تر بحر قلزم کے متصل ہیں کہیں سے پھیل گئے ہیں اور کہیں سے کئی کئی سلسلے ہو گئے ہیں اور پھر ریتا بھی ہے، تہامہ کی رات اسی لیے مشہور ہے کہ دن میں تو آفتاب کی گرمی سے زمین آگ ہوتی ہے اور جب آفتاب ہوا ٹھنڈی چلنے لگی ریت سرد ہو گئی پھر نہ پسو ہے نہ کھٹمل ہے دن کے جلے بھنوں کو اس ریت کے نرم بستر پر کس مزے سے نیند آتی ہے زبیدہ تہامہ کا بڑا اور آباد شہر ہے اور بھی شہر ہیں جیسا کہ معقر، کدرہ، جور عطنہ، شرجہ، دویمہ، حمصہ، غلاف، ہجہ، کمران ❷، حردہ، لسعہ، شرمہ، عشیرہ، رنقہ، خصوف، ساعد، ہجم وغیرہ۔

یمامہ: ..... یہ عرب کے مشرق میں بحر فارس سے ملا ہوا ملک ہے یہ عمان سے اسی طرح ملا ہوا ہے کہ جس طرح تہامہ حجاز سے اس کی ابتداء

---

❶ ..... یہ یمن کے مشہور قبائل ہیں۔ ۱۲۔ ❷ ..... ہندوستان سے مکہ جانے والے جہازوں کو اس جگہ حکماً ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ امراض متعدیہ کا اثر زائل ہو جائے، اس عمل کا نام قرنطینہ ہے۔ آبادی کمران سے دور ایک میدان میں غریب حجاج کو اتار دیا جاتا ہے جہاں نہ شیریں پانی ہے نہ سایہ دار درخت، مسافروں کے لئے جھونپڑیاں بنادی ہیں، کھانے پینے کی چیزیں بھی کم ملتی ہیں۔ یہ مصیبت یورپ کے روشن دماغ ڈاکٹروں اور خود غرض سلطنتوں کا فیض ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ ۱۲ منہ۔

طولانی بحرین کے نواح سے شروع ہوتی ہے اور شمال میں بڑھتے بڑھتے ہوئے علاقہ کوفہ سے گزر کر بصرہ کے میدانوں تک جاملا ہے اور عرض میں سمندر کے کنارے سے لے کر تخمیناً دو سو میل تک غرب میں چلے جاؤ سب ملک یمامہ ہی کا علاقہ ملے گا اور اس کے بعض علاقوں کو احسا بھی کہتے ہیں۔

یمامہ قبیلہ طسم میں سے مُرّہ کی بیٹی تھی جس کے نام سے یہ ملک نام زد ہے زمانۂ سابق میں طسم اور جدیس کے قبائل یمامہ میں رہا کرتے تھے اور بحرین تک پھیلے ہوئے تھے عاد اولیٰ احقاف میں رہتے تھے جو عمان سے لے کر عدن تک پھیلے ہوئے تھے احقاف ایک مشہور ریگستان ہے یمامہ دو وادی ہیں جو شمال سے شروع ہو کر جنوب تک تمام ہوتی ہے اس ملک میں بہت سے چشمے اور متعدد چھوٹی چھوٹی نہریں یا نالیاں رواں ہیں جن سے ملک نہایت سرسبز آباد ہے یمامہ کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ملک پانچ چیزوں میں بڑھ کر ہے۔

۱)...... یہاں کی عورتیں نہایت خوش رنگ ہوتی ہیں سنہری رنگت ایسی خوشنما ہوتی ہیں کہ سونے کا زیور پہنا ہوا دور سے معلوم نہیں ہوتا۔

۲)...... یہاں کے گیہوں۔

۳)...... یہاں کی کھجور نہایت عمدہ ہے کہ ایسی اور کہیں نہیں ہوتی۔

۴)...... یہاں کا گوشت ایسا خوش ذائقہ اور عمدہ ہوتا ہے کہ پھر اور جگہ نہیں ملتا۔

۵)...... یہاں پانی بھی ایسا شیریں ہوتا ہے کہ پھر اور پانی کیسا ہی شیریں ہو منہ کو نہیں لگتا۔

ذات النسوع:...... ایوان یمامہ میں عجائب دنیا سے تھا۔

احسن التقاسیم کا مصنف ابوعبداللہ محمد المقدسی کہتا ہے کہ یمامہ دراصل ملک ہجَر کا سوانا ❶ ہے یعنی علاقہ ہجر کے مشہور شہر یہ ہیں۔ احسا، سابون زرقا، اول، عقیر۔ اسی طرح وہ نجد الیمن کا ناحیہ یعنی سواد علاقہ احقاف کو قرار دیتا ہے اور احقاف کے یہ شہر گنواتا ہے خاص حضرموت حسب اور اسی طرح سبا کو بھی ناحیہ قرار دیتا ہے۔

عجائباتِ یمن

۱)...... یمن کے بعض علاقوں میں سے عقیق سرخ اور یاقوت خالص اور لعل برآمد ہوتا ہے جس کے آگے لعل بدخشانی کی اصل نہیں اور بھی طرح طرح کے جواہر برآمد ہوتے ہیں یمنی ایک خاص پتھر ہے جو وہاں بکثرت موجود ہے اور اِس ملک کی چیز ہے۔

۲)...... یمن کے پہاڑوں میں ہر قسم کی کانیں موجود ہیں لوہا، جست، تانبا وغیرہ خصوصاً پھٹکری کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہیں جس کو شب یمانی کہتے ہیں۔

۳)...... یمن کے ریگستان میں شتر مرغ پایا جاتا ہے ایک اور عجیب جانور بھی ملتا ہے جس کے پاؤں بیل جیسے منہ ہرن جیسا گردن صراحی دار کئی گز کی اونٹ سے بھی بڑی اور اسی طرح ٹانگیں بھی بڑی بڑی پتلی دبلی یہ جانور اگر گردن بلند کرے تو چھ سات گز بلندی تک پہنچا دے ❷۔

۴)...... اس کے بیابانوں میں بندر بہ کثرت ملتے ہیں خیر یہ تو اور جگہ بھی ہوتے ہیں مگر ایک اور جانور بھی ہے جس کو عدار کہتے ہیں وہ ایک چارپایہ ہے اس کی صورت انسان سے بہت مشابہ ہے جہاں کہیں انسان کو دیکھ لیتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے اور نیچے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت جس کے صدمہ سے انسان کم تر زندہ رہتے ہیں

---

❶ ...... سوانا (savanna) یعنی لق ودق میدان، صحرا۔ (مص)۔ ❷ ...... غالباً زرافہ مراد ہے۔ (مص)۔

۵)...... اس ملک کی قدیم یادگاریں شاہان سلف کی ایسی ہیں کہ جن کا مثل اور دوسری جگہ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا اور وہ عمارت یہ ہیں
غمدان، مآرب، قصر مسعود سد لقمان، سیلحن، صدواح، ہرواح، بینون، ہندہ، ہنیدہ، فلفوم، بردہ۔

غمدان:......شہر صنعاء میں ایک چورخا ایوان تھا جس کا ایک رخ زرد عقیق کا دوسرا سرخ پتھر کا تیسرا سبز کا چوتھا سفید کا بنایا گیا تھا۔ یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم تھا اور سات منزل تھا ہر ایک منزل دوسری سے چالیس ہاتھ تھی اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے پٹی تھی۔ اس ایوان کے چاروں طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے جو رنگ برنگ کے عقیق اور بیش بہا پتھروں سے بنے تھے اور اس کے ایوان کے فرش اور چھت اور دیواروں پر وہ گل کاری کی ہوئی تھی کہ دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی بزم کا نقشہ کھنچا ہوا تھا کہ کسی جگہ بادشاہ کی پرستاران پری روہاتھوں میں ظروف لیے اس زمانے کے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے کھڑی ہیں کہیں امراء صف بستہ کھڑے ہیں جن کی تصویریں اس کی شان وشوکت کو یاد دلا رہی ہیں ایک بلند تخت پر کوئی بادشاہ باحشم وخشم بیٹھا ہوا اپنی جبروت وسطوت چندروزہ کو یاددلا رہا ہے۔

اور اس کے ہر ایک گوشہ میں شیر کی مورت سنگ ہم رنگ شیر سے بنی ہوئی تھی اور طلسم یہ تھا کہ اس کے منہ میں آواز داخل ہو کر ہیر پھیر کھا کر پیچھے سے جو نکلتی تھی تو ہو بہو شیر کے غرانے کی آواز معلوم ہوتی تھی اور ہر کمرہ میں ایک ایسا مسالہ رکھا ہوا تھا کہ رات کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کی روشنی ہو رہی ہے اور اس سبب سے تمام ایوان چمک اٹھتا تھا اور اس کی دیواروں کے پتھروں میں ایسی صفائی تھی کہ وہ روشنی رات کو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتی تھی اندھیری رات میں جب کوئی صنعاء کو دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ صنعاء میں بجلی کوندرہی ہے اور بارش ہو رہی ہے حالانکہ وہ سب اس ایوان کی روشنی ہوتی تھی اس ایوان کے کسی ستون پر خط حمیری میں لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس ایوان کو گرائے گا قتل کیا جائے گا یہ ایوان کسی مصلحت سے بہ حکم امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گرایا گیا آخر وہ شہید ہوئے اب اس محل کی جگہ ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے البتہ کسی قدر زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے۔

صنعاء میں اس قسم کے اور بھی دو ایوان تھے جن کا نام سیلحن اور بینون تھا اسلام کے ابتدائی زمانے تک یہ ایوان باقی تھے۔

۶)......یمن میں کپڑے بھی نہایت عمدہ بنتے تھے کسی زمانے میں بردیمانی بڑی عزت سے دیکھی جایا کرتی تھی

یمن کی اقوام اور ان کی عادات

یہاں اکثر قبائل بنی قحطان ہیں اور یہی عرب العرباء شمار ہوتے ہیں پھر ان کے باہم صدہا قبائل ہیں ان میں سے قبیلہ بنوحمیر جو شاہان یمن تھے نہایت معزز قبیلہ ہے اور بعض قبائل فاطمیوں کے بھی دوسری صدی سے وہاں آباد ہیں۔ اہل یمن پرہیزگار مہمان نواز بہادر اور علم پسند ہیں اب بھی دینیات کے عالم جس قدر یمن میں ملیں گے کسی خطہ میں نہ ملیں گے۔

نجد:......شرق وغرب میں یمامہ سے لے کر مدینہ تک اور جنوب وشمال میں مکہ کے محاذی ملک سے لے کر مدینہ کے سامنے تک یعنی حجاز میں مکہ اور مدینہ تک کی لمبائی کے مقابلہ میں دن نکلتے رخ یمامہ تک جو حصہ ہے اس کو نجد کہتے ہیں بعض نے بحرین اور نواحی کوفہ کو بھی نجد میں شامل کیا ہے بلکہ یمامہ کو بھی۔

مدینہ منورہ سے چند میل شرق کی طرف جانے سے نجد کا علاقہ شروع ہوتا ہے یہ حصہ یمن سے کم ہے مگر بڑا حصہ ہے پھر اس کے اندر متعدد اضلاع ہیں جو متعدد ناموں سے نامزد ہیں یہ ملک مرتفع ہے اس میں پہاڑ اور ریتلے میدان بہ کثرت ہیں اور آباد وشاداب اضلاع بھی ہیں جہاں کھجوریں اور ہر قسم کے میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔ الغرض حجاز کے مقابلہ میں بحر فارس کی حد تک شرقی جانب کے

حصہ کو نجد کہتے ہیں کوفہ بصرہ کا میدان بھی بعض کے نزدیک نجد میں داخل ہے اور بیابان قادسیہ اکثر کے نزدیک نجد میں داخل نہیں۔
نجد کا گھوڑا اپنی نظیر نہیں رکھتا وہ ریگستان جو مشہور ہے اس کا عرض شقوق سے اجفر تک اور طول جبل طئی سے لے کر مشرق میں بحر فارس تک ہے وہ زرد اور نرم ریت ہے جہاں نہ کوئی سبز درخت نظر آتا ہے نہ کوئی چشمہ پانی کا۔

عرب کے قبائل ❶ :.....قادسیہ سے شقوق تک طول میں اور سماوہ سے لے کر بصرہ کے جنگل تک عرض میں بنی اسد کے قبائل آباد ہیں پھر شقوق سے گزر کر جن دیار طئی میں آجاؤ اور معدن نقرہ سے گزر جاؤ تو اس کے بائیں طرف سلیم کے قبائل ملیں گے اور دائیں طرف جہینہ کے اور مکہ و مدینہ کے درمیان بکر بن وائل کے قبائل اور مضر کے قبائل آباد ہیں اور مکہ کے شرق میں بنو ہلال اور بنو سعد اور ہذیل کے قبائل آباد ہیں اور طائف اور اس کے نواح میں بنی ثقیف و ہوازن اور اوطاس ہیں اور مکہ کے غرب میں مدحج وغیرہ مضر کے قبائل آباد ہیں۔
بصرہ کے نواح میں سب سے زیادہ قبائل آباد ہیں اور ان میں سب سے زیادہ تمیم ہیں بحرین اور یمامہ تک اور قبیلہ طئی کے بھی جن میں سے حاتم طائی تھا اس نواح میں بہ کثرت آباد ہیں۔
یمن میں اکثر بنی حمیر اور ان کے قبائل آباد ہیں۔
اب قبائل کے نام سے ان کی نسلیں زیادہ پھیل جانے سے اور ناموں سے مشہور ہو گئے ہیں خلیفہ اوّل کے عہد میں جو لشکر ملکوں کے فتح کرنے کو جمع کیا گیا تھا بیش تر یمن کے قبائل تھے اور بعد میں خلفاء کے لشکروں کا خزانہ کوفہ اور بصرہ کے میدان کا نواح تھا اور پھر عراق عرب ہو گیا۔

عرب کے مقامات کی مسافتیں

کوفہ مدینہ سے بیس منزل ہے اور مدینہ سے مکہ تقریباً دس منزل ہے بصرہ سے مدینہ اٹھارہ منزل ہے اور معدان نقرہ کے قریب کوفہ کو راستہ آملتا ہے مدینہ سے بحرین تخمیناً پندرہ منزل رقہ سے مدینہ بیس منزل ہے اسی طرح مدینہ سے دمشق بیس منزل ہے اور فلسطین بھی بیس منزل، اور مصر ساحل بحر کے رستہ سے بیس منزل شام اور عرب کا مصر سے کوئی جدا رستہ نہیں بلکہ دونوں کے رستے خشکی سے جانے والوں کے لیے ایلہ میں مل جاتے ہیں اور یہیں سے تیہ بنی اسرائیل یعنی وہ بیابان کہ جس میں وہ چالیس سال ٹکریں مارتے پھرتے تھے شروع

❶ .....(عرب کی قدیم تاریخ اچھی طرح معلوم نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام کی کچھ اولاد جا بسی تھی پھر ایک زمانہ کے بعد ان پر حام کی اولاد غالب ہو گئی اور تتر بتر ہو گئے تو شمال کی جانب آشور پہنچے اور بعض غرب کے رخ چل دیئے جن کو عرب کہنے لگے کس لیے کہ سامی زبان میں غین نہیں اس کی جگہ عین بولا جاتا تھا۔
بہر حال عراق سے خروج کر کے سام کی اولاد ملک عرب میں آبسی ایک زمانہ کے بعد ان میں مدیان اور عیسو اور لوط کی نسل بھی مخلوط ہو گئی۔ ادھر جنوبی ملک میں حام کی اولاد سے بھی خلط ہوا۔ اسی لیے مختلف ناموں سے مختلف قبائل پیدا ہوئے اور پھر کچھ قبائل تو آفت ارضی وسماوی یا باہمی جنگ وجدل سے نیست نابود ہو گئے انکا نام باقی نہ رہا اور کچھ کم ہوئے اور کم ہوتے ہوتے اور قبائل میں جا ملے انکے بھی اصلی قبیلہ کا نام ونشان باقی نہ رہا اس قسم کے قبائل کو بائدہ کہتے ہیں انہیں میں سے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کا قبیلہ تھا۔ (تکوین ۱۰، ۲۲، ۲۳) جو یمن میں آباد تھا اور انہیں میں کے بادشاہ نے باغ ارم لگایا اور بہشت بنائی تھی اور انہیں میں سے ثمود بن جاثر بن ارم کا قبیلہ تھا۔ (تکوین ۱۰، ۲۳) یہ قبیلہ یمن میں رہتا تھا لیکن ان کو حمیر بن عبد شمس نے جس کا لقب سبا تھا وہاں سے نکال دیا تھا اور پھر یہ شمالی عرب بمقام حجر آرہے تھے۔ اور انہیں بائدہ یعنی فنا شدہ قبائل میں سے قبیلہ طسم بھی ہے یہ لود بن سام کی اولاد میں سے تھا۔ (تکوین ۱۰، ۲۳) اور انہیں فنا شدہ قبائل میں سے یعنی قبیلہ جدیس بھی ہے جو جاثر کی نسل سے تھا اور دونوں قبیلے ایک جگہ رہا کرتے تھے آخر کسی بات پر تلوار چلی اور برسوں چلی یہاں تک کہ دونوں قبیلوں کو نیست ونابود کر دیا۔
انہیں فنا شدہ قبائل میں سے جرہم کا قبیلہ بھی ہے اور انہیں میں سے قبیلہ عمالیق بن الیفاز بن عیسو ہے یہ قبیلہ بنی اسرائیل کے عہد تک تھا ان قبائل بائدہ کے صرف اشعار عرب کے زبان پر یادگار باقی ہیں اور انہی اشعار سے کچھ ان کے حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کل من علیہا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ۱۲ منہ۔

ہوتا ہے مدین سے نکل کر مصر اور فلسطین کے رستہ کی دوشاخ ہو جاتی ہیں۔

عدن سے مکہ تک دو رستے ہیں ایک تو سمندر کے کنارے کنارے یہ دور کا رستہ ہے اور دوسرا صنعاء صعدہ جرش نجران طائف ہو کر یہ کم ہے تیسرا اور بھی رستہ ہے جو اس سے بھی کم ہے یہ تہامہ سے ہو کر ہے پہاڑوں اور جنگلوں میں سے مگر یہ دشوار گزار ہے اس لیے ہر ایک نہیں جا سکتا۔

حضر موت اور مہرہ کے لوگ اپنے ملکوں کو عرضاً قطع کرتے ہوئے اس مقام پر آملتے ہیں جو مکہ اور عدن کے درمیان ہے۔

عمان کے لوگوں کا رستہ مکہ تک خشکی سے دشوار گزار ہے اس لیے وہ جدہ تک دریا کے رستہ سے آتے ہیں اسی طرح عمان اور بحرین کا خشکی کی راہ سے دشوار گزار رستہ ہے عربوں کی باہمی مخالفت کی وجہ سے بحرین اور عبادان کا خشکی سے رستہ کف دست میدان ہونے کے سبب دشوار گزار ہے اس لیے پانی کے رستہ سے آتے جاتے ہیں۔

بصرہ سے بحرین اٹھارہ منزل ہے رستہ اچھا ہے پانی ملتا ہے مگر خطرناک ہے۔

عراق عرب:..... زمانہ قدیم میں دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کو یونانی مسوپوٹیمہ کہتے تھے عراق اور جزیرہ دونوں اسی میں آگئے پھر ان کی باہم یوں تقسیم کی گئی ہے کہ اس کا شرقی حصہ عبادان سے لے کر دنبار تک وہ عراق عرب ہے اور انبار سے لے کر ملک شام کی جانب کہ جس میں تیماء اور میدان خساف بھی ہے اس ملک کو جزیرہ کہتے ہیں اور بالس سے لے کر ایلہ تک حجاز کے رخ تبوک کے سامنے کا حصہ دیار طئی تک کو بادیہ شام کہتے ہیں اور عراق عرب کو قدماء کلدیہ بھی کہتے تھے۔

عراق کے مشہور مقامات

بغداد:..... یہ دجلہ کے کنارے پر آباد ہے اس وقت اس میں تخمیناً نوے ہزار یا لاکھ کے قریب آبادی ہے بارونق شہر ہے خلفاء بنی العباس کے عہد میں یہ شہر دنیا کے شہروں پر فوقیت رکھتا تھا چنانچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بغداد میں ساٹھ ہزار حمام علاوہ امراء کے حماموں کے تھے اور کئی لاکھ مسجدیں تھیں جن میں امام اور موذن مقرر تھے اور شہر پناہ کے سترہ دروازے تھے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک کئی میل کا فاصلہ تھا اس شہر کو ہلاکو خان بن چنگیز خان ملعون نے ساتویں صدی ہجری میں برباد کیا اس کافر بادشاہ کے جوتا تاری تھا علامہ نصیر الدین طوسی ● چڑھا کر لایا تھا۔

اس شہر میں بڑے بڑے بزرگان دین کے مزارات ہیں ازاں جملہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا مزار پاک ہے۔ ازاں جملہ حضرت امام اعظم کا مزار ہے اور شہر کے غربی رخ حضرت امام ہمام موسیٰ کاظم اور ان کے پوتے حضرت محمد بن علی بن موسیٰ کا مزار پرانوار ہے اور اسی جگہ کو کاظمین کہتے ہیں۔

مدائن:..... جہاں ایوان کسریٰ ہے عجائب زمانہ میں سے ایک عمارت ہے بغداد کے قریب ہے اسی شہر کی زبان عربی ہے مگر فارسی اور ترکی بھی مروج ہے یہاں یہود و نصاریٰ کا بھی مجمع ہے۔

سامرا:..... دجلہ کے کنارے پر بغداد سے تخمیناً ستر میل شمال و مغرب میں ایک پر رونق شہر ہے اس کو سُرَّ مَنْ رَاٰی بھی کہتے ہیں اس جگہ حضرت امام علی نقی اور ان کے پسر بزرگوار حضرت امام عسکری کا مزار پاک ہے اور یہیں ایک غار بتلاتے ہیں جس کی نسبت شیعہ مشہور کرتے ہیں کہ اس میں مہدی آخر الزماں جو بارھویں امام ہیں اور امام حسن عسکری کے پسر بزرگوار ہیں پانچ برس کی عمر میں بقول بعض سترہ

● ..... یہ علامہ شیعہ تھا اور ہلاکو کا درباری تھا ابن علقمی خلافت عباسیہ کا وزیر تھا دونوں کی سازش سے خلافت بنی عباس کا خاتمہ ہوا ۱۲ منہ۔

برس کی عمر میں اس غار میں خوف اعداء سے چھپے ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے اور یہ واقعہ دوسو چھتر ہجری کا ہے۔

کوفہ:...... یہ بغداد سے جنوب و مشرق میں تخمیناً تین منزل ہے کسی زمانہ میں یہ شہر بڑا آباد تھا اور مسلمانوں ہی نے اس کی بنیاد رکھی تھی بغداد جوں جوں ترقی پاتا گیا یہ اُجڑتا گیا اب ایک معمولی قصبہ ہے۔

نجف:...... یہ کوفہ سے غربی رخ پانچ میل پر ایک شہر ہے کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا اس جگہ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کا مزار مقدس ہے آپ چالیسویں سال ہجری میں رمضان کی انیسویں شب میں تریسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے حضرت کی قبر ہارون رشید کے زمانہ تک مخفی تھی پھر تحقیق کر کے ہارون رشید نے اس جگہ ایک گنبد اور مسجد بنادی ہے اس قصبہ کو لٹیرے بدوں کے ہاتھ سے مصیبت پہنچا کرتی تھی مگر حاجی محمد حسین خان اصفہانی نے جو فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا وزیر اعظم تھا بہت سارو پیہ صرف کر کے اس کی پختہ شہر پناہ بنوادی جس سے امن ہو گیا اور آبادی بھی بڑھ گئی اس سے پہلے نادر بادشاہ نے گنبد کو سنہری بنوادیا تھا کہتے ہیں کہ جواہر واسباب طلائی ونقرئی جس قدر اس درگاہ میں ہے جو شیعوں نے نذر و نیاز میں بھیجا ہے اتنا کسی سلطنت کے خزانہ میں بھی نہ ہوگا۔

کوفہ کے نزدیک ایک اور جگہ ہے جس کو ذی الکفل کہتے ہیں یہاں حضرت حزقیل علیہ السلام کی قبر ہے جس کے پہلے متولی یہود تھے اب مسلمان ہیں ہر سال دور دراز سے یہود زیارت کو آیا کرتے ہیں۔

کربلائے معلیٰ:...... یہ بغداد سے جنوب و مغرب میں پچاس میل کے فاصلہ پر ایک آباد شہر ہے جو نجف سے بڑا ہے اور نجف سے یہ شمال و مغرب میں تخمیناً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے فرات یہاں سے قریب ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ ایک جنگل تھا جب حضرت کوفہ کو آتے ہوئے یزید کے لشکر سے اس مقام پر گھیرے گئے اور آپ کے ہمراہی یہیں شہید ہوئے اور آپ کا اور آپ کے ہمراہیوں کا یہیں مزار بنا تب سے ایک شہر بس گیا آپ کی شہادت کا واقعہ اکسٹھ ہجری میں محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف چھپن سال تھی یہاں کا گنبد بھی طلائی ہے شاہ فتح علی خان کے عہد میں آقا محمد خان نے ۱۲۰۷ھ میں طلائی کرایا تھا کاظمین کا گنبد بھی طلائی ہے یہ شہر کربلا دن بدن ترقی پر ہے آبادی عمدہ ہے بازار بھی خوب ہیں شہر کے وسط میں حضرت کی درگاہ ہے۔

رقہ:...... یہ فرات کے کنارے پر ایک قدیم قصبہ آباد ہے اس کے سامنے شمالی طرف میں پینسٹھ میل کے فاصلہ پر قصبہ حران واقع ہے اور رقہ سے غربی سمت تقریباً چوالیس میل بالس ہے اور بالس کے قریب صفین ہے کہ جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں لڑائی ہوئی تھی۔

حلہ:...... کربلا سے تخمیناً پچیس میل شرق میں شہر حلہ ہے لوگوں کا گمان ہے کہ قدیم شہر بابل کا حلہ ایک محلہ ہے جیسا کہ موصل نینوی شہر کا ایک محلہ ہے۔

بصرہ:...... اس کے قریب فرات اور دجلہ آ کر باہم ملتے ہیں اور بحر فارس میں گرتے ہیں یہ شہر کبھی بارونق تھا مگر اب تو کھجور کی تجارت کی ایک بڑی منڈی ہے بازار اور مکانات معمولی ہیں زمین میں سیلابی کی وجہ سے نمی رہتی ہے گرمی بہت ہوتی ہے مچھر اور پسو بھی بیحد ہوتے ہیں۔

جزیرہ:...... مراصد الاطلاع میں ہے کہ **جزیرۃ القور ھی التی بین دجلۃ و الفرات و ھما مجاور الشام یشتمل علی دیار مصر و دیار بکر سمیت الجزیرۃ لانھا علی دجلۃ و الفرات و ھما مقبلان من دیار الروم وینحطان متبائنان حتی یلتقیان قریب البصرۃ ثم یصبان فی البحر و ھی صحیحۃ الھواء بھا مدن جلیلۃ و قلاع و حصون کثیرۃ من امھات مدائنھا حران و الرھا و الرقہ و رأس عین و نصیبین و سنجار و الخابور و ماردین و امد و میافارقین و الموصل و غیر ذلک** کہ جزیرہ اس ملک کو کہتے ہیں جو دجلہ اور فرات کے درمیان ہے اور اس کو یہ دونوں دریا گھیرے ہوئے ہیں اس لیے اس کو جزیرہ کہتے ہیں اور یہ دریا شام کے متصل ہیں

اور دیار روم یعنی امیدیا سے آتے ہیں پھر موڑ کھا کر برابر مشرق کی طرف بہتے ہیں یہاں تک کہ بصرہ کے قریب آ کر مل جاتے ہیں (بمقام قونہ جو بصرہ سے شرق میں ہے)اور بحر فارس میں جا گرتے ہیں جزیرہ میں دیار مضر اور دیار بکر شامل ہیں اور اس کی ہوا صحت بخش ہے اس میں بڑے بڑے قلعے اور شہر ہیں اور اس کے بڑے بڑے شہر یہ ہیں حران، رہا، رقہ، راس عین، نصیبین، سنجار، خابور، ماردین، آمد، میافارقین، موصل وغیرہ۔

یعنی غربی حصہ اس میان دوآبکا جو بڑا وسیع اور دو مثلث ہے اس کو جزیرہ کہتے ہیں اور شرقی حصہ کو عراق قدیم زمانہ میں یہ ملک بڑی شہرت اور فوقیت رکھتا تھا بابل اور نینوی کے بادشاہ اسی سرزمین کے تھے جو ایک وقت شاہنشاہ مانے جاتے تھے ان کی عمارت کے یادگار اب تک زمین سے برآمد ہوتے ہیں۔

اور میان دوآب کے شمال و مشرق کے ملک کو کردستان کہتے ہیں جس کو یونانی جارجیا کہتے ہیں یہ ایک مستطیل ٹکڑا ہے یہ بھی اس شہر میں شریک ہے۔

عراق عرب کو قدماء کلدیہ کہتے تھے کلدانی بادشاہ بخت نصر وغیرہ یہاں کے تھے اور کلدانی زبان اسی ملک کی قدیم زبان کا نام ہے جو اب بالکل متروک ہو چکی ہے۔

جزیرہ اور کردستان کے غرب و شمال کے حصہ کو شمال میں بحر اسود تک اور غرب میں اس پہاڑی سلسلہ تک کہ جس میں سے دجلہ اور فرات نکلے ہیں آرمینیا کہتے ہیں۔

پھر پہاڑی سلسلہ سے غرب کے رخ سمندر تک یعنی بحر روم تک اور شمال میں بحر اسود تک کو ایشائے کوچک کہتے ہیں اور اناطولیہ بھی اس کا طول غرب سے شرق تک تخمیناً ہزار میل ہے اور عرض جنوب و شمال میں چار سو میل سے پانسو میل تک ہے اور قدماء اسی کو روم کہتے تھے ●۔

اس کے مشہور شہر سمرنا یعنی ازمیرا اور بروسہ اور قونیہ اور بلمیرا اور آفسس کہ جہاں اصحاب الکہف غار میں چھپے تھے اور جہاں دیاناء ● کا گنبد تھا ایشائے کوچک اور یورپ کے اس براعظم کے بیچ میں کہ جس کے شرقی کونے پر قسطنطنیہ ہے صرف سمندر کی ایک کھاڑی حد فاصل ہے جو تخمیناً ساٹھ ستر کوس لمبی اور کہیں دو کوس کہیں اس سے بھی کم چوڑی ہے جس کو ڈارڈینلو ● کہتے ہیں اس کا جنوبی سرا بحر روم سے ملتا ہے اور شمالی بحر اسود سے۔ پھر فرات سے لے کر سمندر کے کنارے تک غرب میں اور شمال میں حلب سے لے کر جنوب میں حدود عرب تک کے قطعہ کو شام اور یونانی سیریا ● کہتے ہیں اور اس کے غرب میں جزیرہ سائپرس ہے جس کو عرب قبرص کہتے ہیں جو تخمیناً ایک سو چالیس لمبا اور چالیس میل چوڑا ہوگا۔

شام کی حدود مختلف رہی ہیں کبھی فلسطین ● اور جزیرہ اور عراق کو ملا کر شام کہتے تھے شام کے مشہور شہر حلب دمشق حماہ حمص انطاکیہ وغیرہ ہیں اور قدماء اس ملک کو ارام بھی کہتے ہیں۔

اس کے پانچ ضلعے ہیں (۱) قنسرین (۲) حمص (۳) دمشق (۴) اردن (۵) فلسطین۔

فلسطین شام کے غرب و جنوب میں ہے یہ چھوٹا سا مستطیل قطعہ ہے جس کے غرب میں بحر روم ہے اور اس کو کنعان اور ارض مقدسہ بھی کہتے ہیں اس کا مشہور شہر یروشلم یعنی بیت المقدس ہے اور اس کے ساحل پر بیروت قیصریہ وغیرہ شہر آباد ہیں یہ سمندر کے قریب قریب تخمیناً ڈیڑھ سو میل جنوب و شمال میں طول اور تخمیناً چالیس پچاس میل شرق و غرب میں عریض ایک مستطیل ٹکڑا ہے مخروطی شکل جس کی نوک شمال میں ہے اس ملک کے جنوب و مشرق میں جھیل مردار ہے جس کو عرب بحر میت کہتے ہیں اسی کے کنارے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں سدوم اور عمورہ وغیرہ تھیں

● ...... کیونکہ یہ مشرقی رومی سلطنت یعنی بازنطینی سلطنت کا حصہ تھا، (مص)۔ ● ...... یہ گنبد عجائبات دنیا سے شمار ہوتا تھا ۱۲ منہ۔ ● ...... یعنی دردانیاں کی آبنائے۔ (مص)۔ ● ...... syria جسے عرب سوریا کہتے ہیں مص)۔ ● ...... لبنان بھی اس میں شامل تھا (مص)۔

جوان لوگوں کی بدکاری سے الٹ گئیں الٹی بستیوں کے آثار اب تک شام کے آنے جانے والوں کو نظر آیا کرتے ہیں وانها لبسبیل مقیم اس ملک کے جنوب و غرب میں وہ بیابان بھی ہے جس کو تیہ بنی اسرائیل کہتے ہیں قلزم کی دونوں شاخوں کی جڑ سے لے کر شمال میں بحر روم تک تخمینا سومیل طول اور شرقاً غرباً قلزم کے کناروں سے لے کر بحر میت یعنی جھیل مردار کے کناروں تک یہیں بنی اسرائیل چالیس برس تک میدانوں میں ٹکراتے پھرتے تھے اس ملک کی زبان عبرانی اور شام کی سریانی اور کلدیہ کی کلدانی کہلاتی تھی۔ اب عموماً ان سب ملکوں کی زبان عربی ہے۔

آج کل یہ تمام ملک حضرت سلطان المعظم ● کے قبضہ ہیں کسی زمانہ ان ملکوں کی متعدد سلطنتیں تھیں جزیرہ کی جدا اور عراق کی جدا اور کردستان کی جدا اور آرمینیہ کی جدا اور ایشیائے کوچک کی جدا اور فلسطین کی جدا اور عجب یہ ہے کہ ہر ایک ملک کے بادشاہ کے پاس بے شمار فوج اور شاہی سامان تھا۔ خاص فلسطین کو دیکھو کہ اس کے فرماں روا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بخت نصر شاہ بابل کی چڑھائی تک بنی اسرائیل تھے، حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام بھی انہیں کے فرماں رواؤں میں سے تھے۔ نینویٰ اور بابل کے بادشاہوں کی دولت مندی مشہور ہے اُس وقت یہ ملک بڑے آباد اور سرسبز تھے جن کی کاریزوں اور نہروں کے ڈھیے پھوٹے نشان اب تک پائے جاتے ہیں۔ یہ ملک سرد، سیر اور شاداب ہیں آب و ہوا معتدل سردی میں بعض مقامات پر برف بھی پڑتی ہے ان ملکوں میں میوے بہ کثرت ہیں اور آبادی بہت یہاں یہ قومیں زیادہ آباد ہیں۔ (۱) ترکمان یہ قبائل ان تمام ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں (۲) کرد (۳) اعراب جن کو بدو کہتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی قومیں بھی ہیں مگر یہ تینوں قومیں بہادر اور جنگ جو اور قوی ہیں اگر یہ بدامنی نہ پیدا کریں تو ان ممالک میں پھر اور کوئی بدامنی نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ ممالک روئے زمین پر اس لیے فخر کر سکتے ہیں کہ:

(۱) سلطنت و حکومت کی بنیاد طوفان نوح کے بعد یہیں پڑی اور بڑے بڑے بادشاہ نام ور یہیں سے اٹھے۔

(۲) طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کا یہی وطن ہے یہیں سے نکل کر وہ اور ملکوں میں پھیلے۔

(۳) حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی مولد ہے اسی سرزمین سے نام ور انبیاء اٹھے مگر ان سب سے بعد عرب سب پر فوقیت لے گیا کس لیے کہ اس زمین سے حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور حکمت و علوم اور ایمان و معرفت کے چشمے اسی ملک سے نکلے۔

بخت نصر اور نینویٰ کے بادشاہوں اور بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو تینتیس برس پیشتر یونانی بادشاہ سکندر اعظم ان ملکوں پر مسلط ہوا اس کے بعد اردشیر بابکان کے عہد تک عراق و جزیرہ میں یونانی قابض تھے اور بعد میں دور تک رومی مالک تھے شام اور فلسطین پر بھی رومیوں کا قبضہ تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک اور اس کے بعد زمانہ اسلام تک مگر ایران اور عراق کچھ حصوں پر اردشیر اور اس کے جانشین ایرانی بادشاہ مسلط تھے ہمارے حضرت رسول اللہ ﷺ کے عہد میں روم یعنی ایشیائے کوچک اور شام کا دجلہ تک کا ہرقل مالک تھا اور ایران اور اس کے نواح کا کسریٰ پرویز اور جزیرہ میں غسان جو عرب قوم سے تھا قیصر کی طرف سے فرماں روا تھا۔

یمن میں ایک زمانہ میں بنی حمیر کی سلطنت تھی اور رومیوں تک باقی رہی یہاں تک کہ اسلام سے کچھ پہلے اس خاندان کے بادشاہ ذونواس کا حبش کے بادشاہ نجاشی نے خاتمہ کیا اور اس کے نائب جس کو ابرہہ کہتے تھے یمن کا اس کی جانب سے حاکم تھا یہ ابرہہ خانہ کعبہ کی بے ادبی سے غارت ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یکسوم بادشاہ ہوا اس کے سیف بن ذی یزن حمیری نے انوشیرواں کی مدد سے ہلاک کیا اور وہ بھی ایک حبشی کے ہاتھ سے مدت تک سلطنت کرنے کے بعد مارا گیا اور اس کے بعد انوشیرواں نے اپنا گورنر مرزبان یمن پر بھیج

● ..... یعنی عثمانی سلطنت مقیم قسطنطنیہ کے زیر تسلط یہ ۱۸۹۵ھ کے حالات ہیں ۱۲ (مص)۔

دیا۔ اس کے بعد مرزبان کا بیٹا خرخرہ حاکم یمن ہوا پھر ہرمز نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ باذان کو بھیج دیا یہ باذان یمن پر اسلام کے زمانے تک حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سے یمن کے حاکم بنا کر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھیجے گئے۔

ادھر یمامہ اور بحرین و اطراف کوفہ و بصرہ یمن کے بادشاہوں کی خودسری سے ایک سلطنت ہوگئی تھی انوشیرواں کے عہد میں اس سلطنت کا مالک نعمان بن المنذر تھا اور یہ بادشاہ مجوس تھا اور شاہان ایران کے تابع تھے اسلام سے دو ایک صدیوں پہلے عرب میں طوائف الملوکی ہوگئی تھی قبائل آپس میں لڑا کرتے تھے حرب البسوس بھی اسی زمانہ کی جنگ ہے۔ پھر اسلام کا آفتاب بلند ہوا تو عرب پر سایہ فگن ہو کر عراق و شام وغیرہ ممالک پر قبضہ کرتے ہوئے شرق میں چین تک اور غرب میں اندلس تک پہنچا اور اپنا قدم جما دیا۔

وَلَهُ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا

الحمد للہ تفسیر حقانی کی آخری جلد اختتام پذیر ہوئی

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دار الاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی مع تفسیر مع عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ــــ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ، مع ترجمہ حضرت مولانا محمود الحسنؒ

تفسیر مظہری اردو ــــ ۱۲ جلدیں ــــ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

قصص القرآن ــــ ۴ حصے در ۲ جلد کامل ــــ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

تاریخ ارض القرآن ــــ علامہ سید سلیمان ندویؒ

قرآن اور ماحولیات ــــ انجینئر شمیم حیدر نفیس

قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ــــ ڈاکٹر حقانی میاں قادری

لغات القرآن ــــ مولانا عبدالرشید نعمانی

قاموس القرآن ــــ قاضی زین العابدین

قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ــــ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ــــ حسان پبلشرز

احکام قرآنی ــــ مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن کی باتیں ــــ مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ــــ مولانا ظہور الباری اعظمی ، فاضل دیوبند

تفہیم المسلم . . . ۳ جلد ــــ مولانا زکریا اقبال ، فاضل دارالعلوم کراچی

جامع ترمذی . . . ۲ جلد ــــ مولانا فضل احمد صاحب

سنن ابوداؤد شریف . . ۳ جلد ــــ مولانا سرور احمد صاحب ، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند

سنن نسائی . . . ۳ جلد ــــ مولانا فضل احمد صاحب

معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد ۷ حصے کامل ــــ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ــــ مولانا عابد الرحمٰن کاندھلوی / مولانا عبداللہ جاوید

ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ــــ مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری

الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ــــ از امام بخاری

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ ــــ مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند

تقریر بخاری شریف ــــ ۲ حصص کامل ــــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

تجرید بخاری شریف ــــ ایک جلد ــــ علامہ حسین بن مبارک زبیدی

تنظیم الاشتات ــــ شرح مشکوٰۃ اردو ــــ مولانا ابوالحسن صاحب

شرح اربعین نووی ــــ ترجمہ و شرح ــــ مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی

قصص الحدیث ــــ مولانا محمد زکریا اقبال ، فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر:- دار الاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸-۰۲۱

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہُ اللہ متخلص بہ حقانی مایہ ناز عالم دین اور محدث تھے۔ حدیث کی ترویج و اشاعت میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ کی شخصیت ہند و پاک کی مستند اور نہایت قابل احترام تسلیم کی جاتی ہے اور آپ کی دینی، مذہبی، تجدیدی اور تصنیفی کارنامے مشہور و معروف ہیں، آپ کی تصانیف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور ہر دور میں ارباب تحقیق آپ کی بصیرت، علمی کمال، تحقیقی ذہانت، اور روحانی کمالات کا اعتراف کرتے آئے ہیں۔ ان ہی علمی خدمات میں سے ایک تفسیر فتح المنان بھی ہے جو کہ تفسیر حقانی کے نام سے معروف و مشہور اور آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تفسیر کی نمایاں خصوصیات

اس تفسیر میں روایت کو کتاب حدیث سے اور درایت کو اس فن کے علماء محققین سے جمع کیا گیا ہے، اُردو میں اصل مطلب قرآن کو واضح کیا گیا ہے، شانِ نزول میں روایتِ صحیحہ نقل کی گئی ہیں، آیات احکام میں اول مسئلۂ منصوصہ کو ذکر کر کے پھر اختلاف مجتہدین اور ان کے دلائل کی وضاحت کی ہے، اعراب کی مختلف وجوہ میں سے جو مصنف کی نگاہ میں قوی تھی اس کا ذکر کیا گیا ہے، معانی اور بلاغت کے متعلق نکات قرآنیہ بھی تفصیلاً ذکر کیے ہیں، کوئی حدیث بغیر سند کتب صحاح ستہ وغیرہ کے نہیں لائی گئی، قصص میں جو کچھ روایت صحیحہ یا کتب سابقہ سے ثابت ہے یا خود قرآن میں جو کچھ وارد ہے اس کو بیان کر دیا ہے، آیات میں ربط پر خاص توجہ ہے، مخالفین کے شکوک وشبہات جس قدر تاریخی واقعات یا مبداء ومعاد کی بابت کئے جاتے ہیں، سب کا جواب الزامی اور تحقیقی دیا گیا ہے اور نفس ترجمہ میں تفسیر کو قوسین کے درمیان لایا گیا ہے، تکرار، رطب ویابس اور کسی خاص مذہب کی تائید میں غلو سے اجتناب ہے اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد قرآن مجید کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے، بائبل اور دوسری مذہبی کتابوں سے تقابلی مطالعہ اس تفسیر کا خاص موضوع ہے اور یہ تفسیر سلف کی عمدہ تفاسیر کا لب لباب اور عطر ہے۔

نیز ہر ایک آیت کے مشکل الفاظ کے معانی صوفیائے کرام کے فیوضات وملفوظات اور تصوف کے اسرار و نکات کی باریکیاں آیات کی تفسیر کے ضمن میں بیان کی ہیں۔ اس تفسیر کے ساتھ ہی مقدمۃ القرآن میں علامہ حقانی رحمہُ اللہ نے تفسیر کی وہ تمام خوبیاں اور فوائد لکھ دیئے ہیں جن کا جاننا ہر مفسرِ قرآن کے لیے ضروری اور ہر تفسیر پڑھنے والے کے لیے لابدی ہے اور آخر میں جغرافیۃ العرب ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تاریخی مقامات کے نقشے اور قرآن شریف میں ذکر کیے ہوئے شہروں کے حالات درج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مطالبِ قرآن کے سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے

دارالاشاعت کراچی اپنے روایتی معیار کے مطابق اس تفسیر کو آج کل کی ضرورت کے تحت تفصیلی عنوانات سے آراستہ کر کے اور کچھ الفاظ کی تسہیل وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول و منظور فرما کر ذخیرۂ آخرت ونجات کا سبب بنائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

تفسیر حقانی

DIU-00974